علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

https://telegram.me/Tehqiqat
https://telegram.me/faizanealahazrat
https://telegram.me/FiqaHanfiBooks
https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

لا تقبلوا علینا حدیثا الا ما وافق القرآن

ارشاد امام جعفر صادق علیہ السلام
رجال کشی ص۱۹۵

ہماری کوئی حدیث قبول نہ کرو جب تک وہ قرآن کے مطابق نہ ہو۔

فقہ جعفریہ
جلد اوّل

باب اول: ○ تاریخ فقہ جعفریہ
باب دوم: ○ مسائل فقہ جعفریہ اور ان کا رد

تالیف، مناظر اسلام شیخ المحدثین مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ ہری روڈ بلال گنج لاہور فون ۲۳۷۲۲۸

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ۔۔۔ فقہ جعفریہ جلد اول

مصنف ۔۔۔ محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی
جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ۔۔۔ راجہ محمد صدیق حضر کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۰ روپے

مطبع ۔۔۔۔۔۔ حامد جمیل پرنٹرز لاہور

سن طباعت جنوری ۱۹۸۹ء

Marfat.com

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین
پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموس اصحاب رسول
محبِ اولادِ بتول سپہرِ طریقت راہبرِ شریعت حضرت قبلہ
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف
کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین:

احقر العباد
محمد علی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

ختم نبوت ﷺ زندہ باد | عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- ❖ گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- ❖ گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- ❖ کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے گی۔
- ❖ ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- ❖ اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- ❖ سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخِ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- ❖ تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- ❖ عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- ❖ **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفیکیشن ضروری ہے۔**
- ❖ اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد | پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

الاھداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانان رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع مدینہ طیبہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ھدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفی عنہ

Marfat.com

تقریظ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہم

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب، فاضل درسِ نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا مشغلہ ہے۔ مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتبِ فکر کے عقائد و نظریات اور ان کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف "تحفۂ جعفریہ" ایک نہایت وقیع علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو "حضرت علی اور خلفاء ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات" کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و براہین کی رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و موعظت کا سبب بنے۔

سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف

گنج بخش روڈ لاہور - ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء

Marfat.com

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

امابعد:

میں نے شیعہ مذہب (تحفہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بنظر مطالعہ کیا۔ فاضل مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل سے کتب کے متن کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ افراط و تفریط میں نہ اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور ان کو بیت عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اوّل سے آخر تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں۔ مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے اہلسنت وجماعت کی اہم ضرورت کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

Marfat.com

تقریظ

مفسر قرآن، علامۃ الدھر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ
(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالاسلام) کی ایک نجی محفل میں قمر الاسلام والملت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سنا کہ کاش کوئی مرد میدان ہوتا جو شیعہ مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھولتا۔ اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب اسی سلسلہ کی وضاحت پر منظر عام پر آئے مگر ...... افسوس کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا بر آئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی قلق نہیں۔ جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم کو تحفہ جعفریہ کی تصنیف میں منہمک پایا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے۔ اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ نے اپنے ہر دعویٰ کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی خدمت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی جزا عطا فرمائے۔ آمین

محمد فیض احمد اویسی الرضوی غفرلہٗ (بہاولپور) ۱۴ شعبان ۱۴۰۳ھ

Marfat.com

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبد التواب صدیقی اچھروی

اھل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرہ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے مکروفریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمتِ صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کمی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے تین کتابیں تالیف فرما دیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۱ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں طلباء سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبد التواب صدیقی

خادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

Marfat.com

تقریظ

پیرِ طریقت شہبازِ شریعت حضرت علامہ الٰہی بخش صاحب لاہور

اُستاذ العلماء مناظرِ اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظمِ اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے سلف کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ قدرت اِن سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخِ عالم کے واقعات اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد مِل کر ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فردِ واحد ایک ایسا محیر العقول کارنامہ سرانجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد مِل کر مدتوں تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اس کا نام صدیوں تک زندہ و تابندہ رہتا ہے عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دھارے ہمیشہ بہتے رہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعہ مذہب ابتدا سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعہ مذہب کا بانی کون تھا۔ اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کے دریدہ عقائد تھے ان کے دندان شکن جوابات فقط ان کی کتابوں سے ہی دیئے جا سکتے تھے۔ اس عظیم کام لیے

Marfat.com

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے یہ کام علامہ موصوف سے لیا۔ نہایت محققانہ انداز سے قلم اٹھایا! در تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اس درویش صفت انسان نے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا۔ عقل و خرد کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو اُن کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گراتے چلے گئے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو اُنہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ ——— عقائد جعفریہ کی چھ اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں ——— ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل بجا ہے۔ کہ اس سے پہلے بھی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے ازالۃ الخفاء اور تحفۂ اثنا عشریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ میرے خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب ردِ روافض میں نہیں لکھی گئی! اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضلِ مصنف کو دعا اور مبارک باد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمر دراز فرمائے۔ آن کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو اُن سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف

بندۂ صمیم الٰہی بخش قادری

Marfat.com

تاثرات مشائخ عظام

شیخ العرب والعجم علامہ فضل الرحمان صاحب (مدینہ منورہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

فضل الرحمن بن ضياء الدين القادري

[illegible]

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لأن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم

الحمد لله الذي خص هذه الأمة المحمدية بالعلماء العاملين وجعلها مرجعا للعباد، وحفظة للشريعة المطهرة من أهل الزيغ والعناد، ووفقهم إلى حفظها ونقلها. والصلاة والسلام على عبده ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم اصطفاه من بين سائر خلقه ورسله عليهم الصلاة والسلام فقال صلى الله عليه وسلم إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله ثم قال وعترتي أهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا، واصطفى له قرابته وصحابته كالنجوم، بل كالشموس، ومنهم من شرفه الله بزيادة الفضل والكرامة كالخلفاء الراشدين، وباقي العشرة المبشرة وغيرهم، رضوان الله تعالى عليهم أجمعين. وبعد فأقدم شكري الجزيل لفضيلة الأستاذ الكبير قدوة السالكين زبدة المحققين والمدققين مولانا محمد علي حفظه الله على إهدائه الكتب التي ألفها وصنفها لمحرر هذه الأسطر، جزاه الله عني وعن الإسلام والمسلمين خير الجزاء. إني قد طالعت في مؤلفاته التي ذكرها من عدة أماكن وأسمعني قراءة بعض التلاميذ من أجزاء متفرقة من كتابه [سبعة مجلدات] المعروف بعقائد الجعفرية وكذا التحفة الجعفرية من المجلد الأول والمجلد الثاني وجدتها من عقائدهم الفاسدة.

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

مولانا

فضل الرحمن بن ضياء الدين القادري

المملكة العربية السعودية ص ب ٩٢ ...

والحقيقة أن فضيلته يستحق الشكر والتقدير في بذل مجهوده
القيمة الثمينة في سبيل إخراج هذه المجموعة المباركة السالف ذكرها
والحق يقال — إنها دائرة معارف دينية — في مؤلفاته الثمينة المطولة
والتي جعلها سهلة التناول — لكل من يسر له الله لمعرفة دينه الحنيف
وسنة نبيه الهادي إلى أقوم سبيل — وقد أكبرت في شخصه الجليل
هذه الهمة العظيمة — والإخلاص العميق — بما بذله من مجهود جليل
وسعي حثيث في تحقيق مشروعه الذي هو الأول من نوعه بهذه الشمولية
الرحيبة — وقد بوبه ورتبه في كل باب منها من فصول وعناوين — وزينه
من آيات قرآنية كريمة — أدرجها في عبارة لطيفة مستفيضة من
الآثار العلماء في باب فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وما جاء في حقهم من حسن الاعتقاد — ولزوم سبيل السداد —
ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وأزواجه وذرياته — فقد برئ من النفاق — ومن ذكرهم بسوء
فهو على غير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
سار منه في فضل أصحابه — الذي هو متفرع عن فضله. فلذلك
الذرية الطاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
وبهذا يتضح أن أصل الفضلين — فضل الذرية — وفضل الصحابة
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم — وهما فرعان من أصل واحد

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فضل الرحمن بن الشيخ ضياء الدين القادري

المدينة المنورة — المملكة العربية السعودية

عمرٌ ما حصل لأحدهما من مدح أو ذم — لا بد أن يتعدى على الآخر
فاصله الله تعالى من فرق بين أولاد بعضهم — ومعادات البعض
وإن عادى أحدهما لم ينفعه ولاء الآخر وكان عدو الله
ورسوله. وأعوذ وأقول لقد حُظيت مؤلفات فضيلته —
من تنسيق جميل — وفن بديع — علاوة على ما حُظي به
من نماء في حياته العلم والدين — وتقدير المشايخ والعلماء
العاملين ويدهش فضيلة المؤلف ما أورد من الأدلة الواضحة
أن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق
ثم عثمان ابن عفان ثم أسد الله علي ابن أبي طالب ثم من بعد
الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين
هذا ما خطر على قلبي وجرى به لساني — حررته وقت السحر
وأنا مشرف بما أطالع عليه من السلسلة الذهبية الأنوار
البهاء — وهكذا يكون الحزم والعمل ابتغاء رحمة الله ورضوانه
أسأل الله الكريم رب العرش العظيم أن يبارك في عمره و
أن يجزله المثوبة — بمحض فضله وكرمه ومنّه إنه ولي جميع الدعاء
وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين

حرر في ١٢ — ١٢ — ١٤٠٦هـ
الموافق ١٧ — ٨ — ١٩٨٦م

الفقير إلى الله تعالى
فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
ضياء الدين القادري المدني
فضل الرحمن

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عمدۃ الاتقیاء میزبان مہمانان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

علامہ محمد فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولینا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف۔ زادھا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)"

تمام تر خوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے امتِ محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپی۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا ہیں

Marfat.com

اور شفاعت فرمانے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"بیشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عترت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں"

یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے نہیں نہیں بلکہ روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازیں میں فاضل کبیر، استاد معظم، قدوۃ السالکین، زبدۃ المحققین والمدققین جناب مولانا محمد علی صاحب (اللہ ان کی حفاظت فرمائے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم الحروف کو اپنی تالیف کردہ کتب بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

میں نے اُن کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی بیخ کنی کی گئی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تکمیل پر کی گئی اُن تھک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

Marfat.com

جاسمے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے مقصد کا حاصل کرنا ہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین مبین کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا سہل کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا اخلاص پایا جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگاتار شب بیداری اور ان تھک محنت سے ملتا ہے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور مسئلوں کی علیحدہ فصل سے ملتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے قرآنی آیات کو مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور نفیس رسائل عبارات اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسن اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے متعلق جو عقائد کا راستہ مستقیم تھا اسے مضبوطی سے تھامنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب و مزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آل پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آل پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آل پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

Marfat.com

دوسرے کو بھی شامل ہوگی سو اللہ کی لعنت اُس شخص پر کہ جس نے ان میں سے بعض کے ساتھ دوستی اور دوسرے بعض کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اسے دوسرے کی محبت ہرگز نفع نہ دے گی۔ اور وہ شخص اللہ اور اُس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف میں عبارت سلیس اور فن فصاحت اور بلاغت کے معیار کے مطابق رکھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت اُن تقاریظ سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضرات مشائخ کرام اور باعمل علماء کی تعریفی تحریرات سے اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابوبکر صدیق پھر عمر الفاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر اصحاب شوریٰ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں آئے اور میری زبان سے ادا ہوئے میں نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کی تلاش کے لیے ہونا چاہیے۔ عرش عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں برکت کا طلب گار ہوں اور درخواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان سے انہیں ثواب جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے اور ہمارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

فضل الرحمٰن بن فضیلۃ الشیخ

ضیاء الدین القادری المدنی

Marfat.com

تاثرات

پیر طریقت رہبر شریعت افتخار نقشبندیت
قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

اس خادم اہل بیت وصحابہ (راقم الحروف سید محمد باقر علی) کی دیرینہ تمنا تھی جھوٹے محبان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیئے اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ فقہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی شک نہیں کہ یہ کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق اس قدر تشکر آمیز ہیں کہ لفظوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب ارادتمندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں خریدے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
حضرت کیلیانوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

Marfat.com

تعارف مصنف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی خالقِ کائنات نے جب بنی آدمؑ کو عزت و شرافت کا تاج بخشا تو اسے پردۂ عدم سے منصۂ شہود میں لاکر سطحِ زمین پر آباد فرمایا پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و منفرد فرماتا رہا۔ ان عظیم ہستیوں نے نوعِ انسانی کو صراطِ مستقیم کی تلقین و تبلیغ فرمائی اور انہیں شرک و کفر اور گمراہی کی بھیانک تاریکیوں سے نکال کر ان کے سینوں کو نورٌ علیٰ نور اور معرفتِ خداوندی سے معمور فرمایا اور یہ حضرات متلاشیانِ حق کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئے۔

چودہ سو سال ہوئے خلاقِ عالم نے سلسلۂ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا۔ جب سیدِ کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرمایا تو اس وقت سے آج تک اولیاء اور علماء ہی ہیں جو پیامِ حق بندگانِ حق تک پہنچاتے رہے ہیں اور تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم محسنینِ اُمت میں سے ایک استاذ العلماء استاذی المکرم حضرت الحاج الحافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث وناظمِ اعلیٰ دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج امیر روڈ لاہور ہیں۔ آپ بیک وقت اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالمِ دین، حق گو مجاہد، شیریں لسان خطیب ایک مہربان و مشفق استاد اور اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں

Marfat.com

سے مستفاد ہے جو ملک کے طول و عرض میں عرصہ سے مسلک اہل السنت والجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کے گلشن کے خوشہ چینوں میں سے ایک ادنیٰ سا غلام ہے۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ، مذہباً سنی حنفی، بریلوی، مشرباً نقشبندی ہیں، ساکناً لاہوری و مولداً گجراتی ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم نے کم و بیش اٹھارہ سال تک نارووال ضلع سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریر میں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا تھا۔

پیدائش

استاذی المکرم مولانا الحاج محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۳ء میں موضع حاجی محمد مضافات شہر لالہ موسیٰ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں:

"جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا" آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں اور روزانہ ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کفالت نہیں کر سکتے۔ لہذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرایا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے" فلہذا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چکوڑی شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا مگر صحیح سرپرستی

Marfat.com

نہ ہونے کی وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس عرصہ میں صرف قرآن مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کرنی چاہیے گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہربنس پورہ کے قریب ہوائی جہاز چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے ۱۹۴۷ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے

تعلیم و تربیت

چونکہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یونہی گزر جائے گی ؟ تو آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دینگے۔

اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفٰے صاحب پن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کراتے تھے آپ بھی ان کے حلقۂ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔ دفعتہ ایک دن خیال آیا کہ غدر کا زمانہ ہے اور حالات مخدوش ہیں والدین کہیں یہ نہ سمجھے بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کہیں شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہٰذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں کوشش کی زحمت گوارہ نہ فرمائیں۔ قرآن پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آجاؤں گا

Marfat.com

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین ہوتے ہیں برداشت نہ کر سکے۔ خط پر موہنا ڈپو کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے اور تلاش کرتے کرتے میانہ گوندل تشریف لے آئے اور ملاقات ہوئی تو گلے لگا کر بہت روئے لہٰذا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر وہی اشتیاقِ حصولِ علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگے اور موضع گوہر مضافاتِ منڈی بہاؤ الدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسمِ گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے مدرسہ اجووال لے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلانِ طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علومِ دینیہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور آپ دار العلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دار العلوم کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ علامۃ الدہر جامع المعقول و المنقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھوی مرحوم کے سپرد فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو قانونچہ کیدانی، نحو میر اور شرح مائۃ عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

تلاشِ مرشدِ کامل

دورانِ تعلیم مرشدِ کامل کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے استاذِ مکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سعید احمد صاحب خطیب اعظم علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ سراج السالکین قدوۃ العارفین قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز، اکمل و اعظم خلیفۂ مجاز، سلطان العارفین، قطبِ زماں اعلیٰحضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا " آپ حافظِ قرآن ہیں" پھر جواب سے پہلے خود ہی

Marfat.com

فرمایا: "ہاں آپ حافظ قرآن تو ہیں" پھر فرمانے لگے "آپ کس لیے آئے ہیں؟"
آپ نے عرض کی حضور! اللہ اللہ سیکھنے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب
بخاری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آپ پہلے بھی ایک دفعہ یہاں آئے تھے۔ آپ نے عرض کیا
ہاں حضور! حاضر ہوا تھا۔ حضرت صاحبؒ کے اس عارفانہ کلام کا دل پر نہایت گہرا اثر ہوا
دراصل واقعہ یہ تھا کہ جب آپ آجووال میں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے تو اس گاؤں کا
یک چوہدری شیر محمد راجہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوا تھا راستہ
یں دوران گفتگو چوہدری صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حافظ صاحب! بھلا مرشد کیسا
ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا جسے کم از کم اتنی خبر تو ہو کہ کوئی آنے والا عقیدت
لیے آرہا ہے۔ جب یہ دونوں صاحب حاضر بارگاہ ہوئے تو جمعہ شریف کا دن تھا۔
حضرت صاحبؒ خطبہ کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ آیت قرآنی۔ هو الذی
ارسل رسوله بالهدی الخ تلاوت فرمائی۔ دوران تقریر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ
یہ کہتے ہیں کہ پیر وہ ہوتا ہے جسے خبر ہو کہ مرید آرہا ہے۔ مگر دوستو! آزمائش اچھی بات
نہیں ہوتی۔ ظنوا المؤمنین خیرا (مومنوں کے متعلق حسن ظن رکھو) حدیث پاک
پڑھی اور وعظ ختم فرمایا۔ خطبہ کے اختتام پر اشارہ فرمایا کہ اسے یعنی آپ کے ساتھی کو
پیچھے کر دو کیوں کہ چوہدری صاحب داڑھی منڈے تھے۔

اگلی صبح اجازتیں ملنے لگیں۔ سب لوگ اجازتیں لے لے کر جا رہے تھے سب سے
آخر میں آپ کی باری آئی تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو لوگ رہ گئے ہیں ان کو کہہ دو،
چلے جائیں۔ میری طبیعت خراب ہے۔ پھر کبھی آجائیں۔ اس طرح قبلہ استاذی المکرم
کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی۔ شیخ کامل یہی ہیں اور بہر صورت ان سے اکتساب
فیض کرنا چاہیے لیکن حضرت قبلۂ عالم نے بڑی کوشش کے بعد قبول فرمایا اور اپنے
حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ حافظ صاحب! کوں کوں نہ کیا کرو۔ ہمد

Marfat.com

پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو، برکت ہوگی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت استاذی المکرم قانونچہ کیسوانی پڑھتے تھے تو رات کو اُٹھ کر صرف کی گردانیں منہ بند کر کے ناک کے راستہ دہرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخؒ نے "کوں کوں" سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپؒ کا کشف باطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا "حافظ صاحب! جلدی "گھتی" مارنا" یعنی جلدی آنا۔ آپ اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر درگاہ شیخ پر پہنچے تو حضرت شیخ نے آپ کا وظیفہ مکمل فرمادیا اور یہ بھی فرمایا "حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی گھتی مارنا" یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرم نے اگلے جمعہ کو روانہ ہونے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی حضرت شیخ کیلانی اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حرف بحرف قبلہ استاذی المکرم نے خود بیان فرمایا۔

تکمیلِ علم

بعد ازاں استاذِ گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور بحرالعلوم استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول علامہ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی، کمال محنت و شفقت سے پڑھایا اور آپ نے انہیں سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو۔

علوم درسیہ سے فراغت کے بعد آپ نے اورینٹل کالج لاہور سے نمایاں حیثیت سے فاضل عربی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی کی وساطت سے محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے اکتساب حدیث کے بعد سند حدیث حاصل کی۔

Marfat.com

دار العلوم کا قیام ۱۹۶۳ء میں بلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک قطعۂ زمین خرید کر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مکرم و محترم استاد قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس اُدارہ کا نام دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دار العلوم میں شعبۂ حفظ القرآن تجوید و قرأت، درس نظامی، دورۂ حدیث اور دورۂ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی سائی جمیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دار العلوم جس کا اجرا ایک چھوٹی سی کٹیا سے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلبار کے لیے ہر قسم کے قیام و طعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبان دینِ متین اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

ادارہ ہنوز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دُعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب باکمال کے طفیل اس دار العلوم کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور تشنگانِ حق کے لیے چشمۂ علم و عرفان بنائے رکھے آمین۔

والدین استاذ محترم مصنف کتاب ہذا کے والد گرامی جناب غلام محمد صاحب اگرچہ دینی علوم سے شناسانہ تھے۔ تاہم ضروریات دین کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے دور کے قطب کامل قدوۃ السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ مجاز اعلیٰ حضرت قبلہ عالم خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ وُہ ایک پرہیزگار شب زندہ دار خوفِ خدا میں چشم گریاں رکھنے والے اور یادِ خدا میں ہمہ وقت شاغل قلب کے مالک تھے۔ ان کا معمول تھا کہ آدھی رات کے بعد بستر سے الگ ہو جاتے اور بقیہ رات سربسجود گزار دیتے۔ اور ان کے نالہ نیم شبی کی دلگداز آوازیں رات کے سکوت کا جگر پاش پاش کر دیتی تھی۔ گھر والے انہیں دیکھتے کہ وہ اندھیری رات میں سر سجدے میں رکھ کر زار و قطار رو

Marfat.com

رہے ہیں۔ یقیناً وہ ایک جنتی انسان تھے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ	وہ شخص دوزخ میں داخل نہ ہوگا
بَكَىٰ مِنْ خَشْيَةِ	جو اللہ کے خوف سے روئے۔
اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ	تا آنکہ دودھ واپس تھن میں
فِي الضَّرْعِ۔	چلا جائے۔

ان کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے۔ اللہ نے انہیں بڑی دلگداز آواز بھی دی تھی۔ تو جب وہ تہجد کے بعد یادِ خدا اور خشیتِ الٰہی پر مشتمل اشعار اپنی جان گداز آواز میں پڑھتے اور ساتھ آہ و بکا کرتے تو آس پاس کے مکانات والے لوگ بھی اس واضح آواز کو سنا کرتے۔ اور یہ سلسلہ تا دمِ سحر جاری رہتا۔

مصنف علام نے بھی چونکہ اسی ماحول میں تربیت پائی تھی تو ان پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا۔ اور ہم نے ان کے شبانہ معمولات کو بھی اسی رنگ میں ڈھلا ہوا دیکھا ہے بلکہ آپ کے اکثر تلامذہ اور اولاد میں بھی تہجد کے لیے رات کے پچھلے پہر بیدار ہونے کی عادت موجود ہے۔

اسی طرح مصنفؒ علام کی والدہ ماجدہ کا حال بھی اس سے فزوں تر ہے۔ عالمِ شباب ہی میں خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمر اور از حد پرہیز گار خاتون فاطمہ بی بی رحمہا اللہ ساکنہ موضع بانیاں گجرات سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ اور اس کا یہ فوری اثر ہوا کہ انہوں نے مسلسل تین سال اندھیری کوٹھڑی میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے گزار دیئے۔

پھر ان کی ساری عمر ترکِ دنیا میں گزری۔ کبھی نیا کپڑا نہ پہنا۔ البتہ جو پوشش بھی زیبِ تن کی وہ اُجلا اور پاکیزہ ہوتا۔ روزانہ غسل کرنا ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ حد سے زیادہ دریا دل اور سخیہ تھیں۔ جو ہاتھ میں آیا راہِ خدا میں لٹا دیا۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ

Marfat.com

چوبیس گھنٹوں میں تقریباً بارہ سو تک نوافل ادا کیا کرتیں۔ انہوں نے تقریباً سو سال عمر پائی اور وفات سے چند روز قبل تک یہی معمول رہا کہ کھڑے ہو کر رات بھر عبادت میں گزار دیتیں۔ اور ہزار سے بارہ سو تک نوافل ادا کرتیں۔

جب مصنف علام نے لاہور میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ دبلال گنج لاہور قائم کیا اور قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا تو آپ کی والدہ تقریباً ۱۹۷۳ء میں آپ کے پاس لاہور آ گئیں۔ پھر ہم نے خود دیکھا ہے کہ وہ طلباء جامعہ سے قرآن کریم کا ثواب جمع کرتیں اور روزانہ تقریباً پانچ سے دس تک قرآن کریم جمع ہو جاتے اور وہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلاتیں۔ روزانہ پھل وغیرہ تقسیم کرتیں۔ حتیٰ کہ " مائی گیارھویں والی " ان کا نام پڑ گیا۔ طلباء جامعہ سے ازحد شفقت کیا کرتیں۔ جس سے قرآن کا ثواب لیتیں اسے کچھ نوازا بھی کرتیں۔ آج جب دادی اماں کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو آنکھ پرنم ہو جاتی ہے۔

ان کی وفات کا یہ عالم ہے کہ نماز ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت مصنف کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور طلباء میں پیسے تقسیم کرنے کا اشارہ کیا پھر نقاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے نماز ادا کرنا شروع کی۔ ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھے اور ساتھ ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سن وصال ۱۹۸۲ء ہے۔

وصال کے بعد جب انہیں نہلانے کا وقت آیا، مشہور واقعہ ہے کہ خاندان کی عورتوں نے جو نہلا رہی تھیں محسوس کیا کہ دادی اماں کا دل دھڑک رہا ہے۔ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ دادی اماں کہیں زندہ تو نہیں مگر آپ تو واقعی وصال فرما چکی تھیں۔ مگر وہ اُن کا قلب ذاکر تھا جو ہنوز مصروف ذکر خدا تھا۔ لاہور چوبرجی کے قریب میانی قبرستان میں اُن کا مزار پرانوار ہے۔ ان کے وصال پر انہیں ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم کا اس قدر ثواب جمع ہوا کہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کی ہر اینٹ کے عوض

Marfat.com

ایک قرآن پڑھا گیا ہے۔ قبر کی اینٹیں تقریباً ایک ہزار تھیں۔

اس پرہیزگار اور شب زندہ دار ماں کی تربیت کا استاد گرامی حضرت مصنف کے قلب و باطن پر واضح اور گہرا اثر دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت مصنف کے خاندان میں اور بھی کئی ایسے کامل لوگ گزرے ہیں۔ چنانچہ استاد گرامی کے ارشاد کے مطابق ان کی ساس صاحبہ ایک ولیہ کاملہ تھیں ان کی وفات پر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا سحری کا وقت تھا کہ وہ اچانک زور زور سے پکارنے لگیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ وہ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی گلی کے موڑ سے نمودار ہو کر تشریف لا رہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ کہ

عزت نوریاں تھیں ودھ پا دیں جے ساڈے دل آ دیں۔

پھر عالم بے ہوشی میں یہی مصرعہ ان کا ورد زبان رہا اور چند دن بعد ان کا وصال ہو گیا۔ تب ان کے وصال کے بعد حضرت مصنف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کردہ مذکورہ مصرعہ کے ساتھ شعر کو مکمل کرتے ہوئے یوں دوسرا مصرعہ ملایا۔

عزت نوریاں تھیں ودھ پا دیں جے ساڈے دل آ دیں

جنت دے دروازے کھلے کیوں دیراں ہن لا دیں

اولاد آپ کی اولاد میں سے سب سے بڑے بیٹے مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب ہیں۔ جو ایک مستند عالم دین۔ فاضل علوم دینیہ فاضل قراءت سبعہ اور فاضل عربی ہیں۔ اور متعدد ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند ایک کے یہ نام ہیں

۱۔ ترجمہ الریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ چار جلدوں میں عشرہ مبشرہ صحابہؓ کے مناقب و محامد پر مشتمل حضرت محب طبری رحمۃ اللہ کی مشہور آفاق کتاب

Marfat.com

کا اردو ترجمہ)

۲- شرح الشاطبیہ دو جلدوں میں (قراءاتِ سبعہ کے متعلق امام شاطبی رحمۃ اللہ کی مشہورِ زمانہ کتاب جسے قصیدہ لامیہ بھی کہتے ہیں کا ترجمہ و تشریح)۔

۳- الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن و حدیث کے دلائل کا بیش بہا خزینہ جو ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

۴- جشنِ میلاد قرآن و حدیث میں۔ جوازِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل قرآن و حدیث کے دلائل کا انمول مجموعہ۔

مولانا محمد طیب صاحب آج کل انگلینڈ میں تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کی تقریر و تحریر میں حضرت مصنف کا اندازِ بیان اور زورِ استدلال نمایاں جھلکتا نظر آتا ہے۔

مولانا محمد طیب صاحب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ رضائے مصطفیٰ اور حافظ احمد رضا حفظِ قرآن کے بعد درسِ نظامی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ جبکہ مولانا حافظ رضائے مصطفیٰ علوم درسیہ کے آخری سال میں زیرِ تعلیم ہونے کے ساتھ ایک منجھے ہوئے اور شیریں لسان مقرر بھی ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ محمد رضا قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ حضرت مصنف کی چھوٹی صاحبزادی بھی قرآن کریم کی حافظہ ہیں۔ خدا اس گلشنِ علم کو ہمیشہ پُربہار رکھے۔

اولاد کی تربیت و تعلیم کے انداز بھی تبلا رہا ہے کہ حضرت مصنف گہرا دینی شغف رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کو اپنا سچا جانشین بنا چاہتے ہیں۔ جبکہ موجودہ دور کے علماء میں یہ جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے کہ جلیل القدر علماء کی اولاد علمِ دین سے ناآشنا نظر آتی ہے۔ ایسے دور میں حضرت مصنف کا وجود علماء کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

اخلاق و عادات

حضرت مصنف جہاں انگنت خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہاں ان کی ایک بڑی قابلِ عمل اور قابلِ تقلید

Marfat.com

صفت والدین اور اساتذہ کا بے پایاں احترام و اطاعت بھی ہے۔ استاد محترم کو جس قدر ہم نے اپنے اساتذہ کے سامنے مؤدب اور سراپا احترام پایا ہے اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ جبکہ والدین کے لیے حق اطاعت کی بجا آوری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ آپ ہر جمعرات کو جامعہ کے طلباء سمیت اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور پورا قرآن کریم ختم کر کے ایصال ثواب کرتے ہیں علاوہ ازیں سارا ہفتہ طلباء سے ثواب جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر جمعرات کو قبر انور پڑھے کر کے ۵ اسکے قرآن کریم جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور مسلمین مرحومین خصوصاً والدہ ماجدہ کا ختم شریف دلاتے ہیں۔ زندگی میں والدہ کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا وہ اب بھی اسی طرح اپنی کاپی میں درج کرتے ہیں۔ بلکہ جیسے جیسے مہنگائی بڑھتی ہے اور گھر والوں کا خرچہ بڑھاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ کا بھی خرچہ بڑھاتے ہیں۔ جو طلباء پر خرچ کرتے ہیں جیسے کہ والدہ خرچ کیا کرتی تھی اور اس کا ثواب والدہ کو پہنچاتے ہیں۔

دوسری بڑی خوبی اور اعلیٰ ترین صفت عشق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ کو بار بار کشاں کشاں مدینہ طیبہ لے جاتا ہے اور اب تک آپ سات مرتبہ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ وہ گھڑی آئے کہ آنکھیں روضۂ رسول کے دیدار سے ٹھنڈی ہو جائیں

چند جید تلامذہ یوں تو حضرت مصنف کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ جو ملک اور بیرون ملک جا بجا شمع دین کو فروزاں کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی بطور مشتے از خروارے درج ذیل ہیں

۱۔ حضرت علامہ مولانا نذیر احمد صاحب آف گجرات بھالیہ۔ جو آج کل لاہور بلال گنج میں خطیب اور جامعہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں شعبہ درس نظامی

Marfat.com

میں صدر مدرس ہیں۔

۲۔ مولانا علامہ محمد یوسف صاحب کوروی۔ جو انگلینڈ کے شہر کاونٹری میں حضرت علامہ مولانا عبدالوہاب صدیقی خلف الرشید مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھروی کے قائم کردہ علوم اسلامیہ کے مشہور مرکز جامعہ اسلامیہ میں شعبہ درسِ نظامی میں صدر مدرس ہیں۔

۳۔ مولانا قاری محمد برخوردار صاحب مہتمم جامعہ کریمیہ بلال گنج لاہور آپ فاضل درس نظامی ہونے کے ساتھ قراءات سبعہ عشرہ کے جید اساتذہ میں سے ہیں۔ اور لاہور میں حفظ و قراءات کے ایک وقیع ادارہ جامعہ کریمیہ کے مہتمم ہیں۔

۴۔ مولانا احمد علی صاحب مرزاپوری۔ جو شیخوپورہ شہر میں مصروفِ تدریس ہیں۔

۵۔ حضرت مصنف کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب جس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

۶۔ مولانا صوفی محمد یونس صاحب۔ جو جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں حضرت مصنف کے زیر سایہ شعبہ درس نظامی میں معروفِ تدریس ہیں۔

اور فقیر خود بھی اسی گلشن کا ایک خوشہ چیں ہے۔ فقیر نے حضرت مصنف کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ اور اعانت سے فاضل عربی اور فاضل تنظیم المدارس کا کورس پاس کیا اور ایم اے تک عصری علوم حاصل کئے اور اب آپ کی توجہ سے انگلینڈ میں مصروفِ تبلیغ اسلام ہوں۔

خدا تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

احقر: حافظ محمد صابر علی صابر رضوی ایم اے

خطیب مکہ مسجد بولٹن سٹی۔ انگلینڈ

Marfat.com

وجہِ تصنیف

از قلم مُصنّف

۱۹۵۴ء میں جامع مسجد تکیہ سادھواں نزد چوک رنگ محل لاہور میں راقم کا بطورِ خطیب تقرر ہوا۔ قریب چوک نواب صاحب اندرون موچی گیٹ لاہور میں اہلِ تشیع کا عرصہ سے بہت بڑا گڑھ ہے۔ اس وجہ سے کافی عرصہ تک اس فرقہ کے لوگوں سے مڈبھیڑ رہی اور اکثر اوقات ان سے بحث و مباحثہ بھی ہوا۔ ۱۹۵۶ء میں خدائے کریم نے حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرمائی۔ سفر چوں کہ خشکی کا تھا اس لیے واپسی براستہ ایران تھی۔ واپس آتے ہوئے ایران سے مذہب شیعہ کی معتبر کتب کثیر تعداد میں خریدیں۔ کافی عرصہ تک ان کتب کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا۔ شان صحابہ اور مقاماتِ اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے آپس میں تعلقات اور دیگر بہت سے مسائل کے بارے میں بڑا گراں مایہ مواد حاصل ہوا۔ اب تو اس بحث و مباحثہ میں مزید اضافہ ہو گیا اور ایک دفعہ تو اہلِ تشیع کے نامور مقرر و مناظر مولوی محمد اسمٰعیل شیعہ سے کٹڑہ ولی شاہ میں صورتِ مناظرہ پیش آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح عطا فرمائی۔

اس کے بعد میرے ساتھی علماء نے مجھے مذہب شیعہ کے بارے میں ایک مفصل کتاب تحریر کرنے کی طرف توجہ دلائی اور پر زور مطالبہ کیا کہ میں اس عظیم بوجھ کو اٹھاؤں۔ ان کا کہنا تھا کہ شیعہ مذہب کی حقیقت و واقفیت سے بہت کم علماء واقفیت رکھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ ذہنی اور کتابی سرمایہ و ذخیرہ تمہارے تک ہی محدود رہے اور مخلوقِ خدا اس کے فائدہ عظیمہ سے محروم رہے مگر چوں کہ درس و تدریس کی ذمہ داریوں اور

Marfat.com

دارالعلوم کے انتظامی امور کی وجہ سے لمحہ بھر کی بھی فرصت نہ تھی۔ فلہٰذا اس بارِ گراں کو اٹھانے کی ہمت نہ کر سکا۔

اسی دوران پھر زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عاشقِ رسول پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، شیخ العرب والعجم حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قدم بوسی سے مستفید و مستفیض ہوا۔ آپ نے میرے لیے بہت سی خصوصی دعائیں فرمائیں۔ پھر آپ کے لختِ جگر، نورِ نظر، عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت مولانا قبلہ فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی سے تعارف ہوا۔ تقریباً دو ماہ آپ کی رفاقت و معیت میں مدینہ پاک گزارنے اور کوچہ محبوب کو آنکھوں میں بسانے کا موقع ملا۔ واپسی کے وقت حبیب الٰہی کی وساطت سے حضرت مولانا علامہ ضیاء الدین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوا تو باوجودیکہ آپ پر مرض کی شدت تھی پھر بھی میرے لیے آپ نے بہت سی دعائیں فرمائیں اور سب سے خصوصی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے راقم کو مفید کتب تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخر میں اٹھتے وقت بڑی شفقت و عنایت کے ساتھ کچھ کتابیں اور اپنی دستار مبارک بطورِ یادگار عطا فرمائی پاکستان پہنچنے پر راقم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب ضرور ایک کتاب لکھوں گا۔ کیونکہ مجھے بڑے اولیاء اور علماء کی دعائیں میرے ساتھ ہیں۔ جب کتاب کی دو جلدیں لکھ چکا تو ان کا مسودہ لے کر آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف پیری و مرشدی جناب قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی خدمت پاک میں حاضر ہوا۔ آپ نے دربارِ پاک کے سامنے بیٹھے بیٹھے ان کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمایا اور خوشی سے جھوم اُٹھے۔ فرمایا مولوی صاحب! دعائیں تو پہلے بھی آپ کے لیے کرتے رہے ہیں مگر اب تو ہمیشہ آپ کے لیے خصوصی دعائیں کرتے رہیں گے اور اور حضرت قبلہ عالم کیلانی رحمہ اللہ کا عرس پاک جو آپ اپنے مدرسہ میں سالانہ منعقد کرتے

Marfat.com

ہیں اس میں ہمیشہ شریک ہوتے رہیں گے اوران شاء اللہ کبھی ناغہ نہیں ہوگا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ آپ نے عظمت صحابہ، مقامات اہل بیت، شان خلفائے راشدین اوران حضرات کے آپس میں خوشگوار تعلقات کو بادلائل واضح اور نمایاں کرنے کی کوشش رسمی فرمائی ہے اور معاندین کے اعتراضات کے منہ توڑ جوابات دیے ہیں اور یہ میری پرانی دلی تمنا تھی جس کو تم نے پورا کر دیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارا ایمان ہے کہ مومن کو جو کچھ بھی فیض حاصل ہوتا ہے۔ سب صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے واسطہ ووسیلہ سے ہوتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی کو بھی صحابہ کرام کے وسیلہ کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا۔

توجب میں نے قبلہ عالم کے ان الفاظ کو سنا جو آپ نے اپنی مقبول دعاؤں اور تسلی دلاسوں سے مجھ پر انعامات فرمائے تو میرا ایک عقدہ حل ہوگیا وہ یہ تھا کہ میرے دل میں بسا اوقات خیال پیدا ہوتا کہ اتنا مدلل اور مضبوط علمی ذخیرہ مجھ ایسے ناتجربہ کار آدمی کے ہاتھوں کیسے جمع ہوگیا لیکن آج مجھے یقین ہوگیا کہ یہ سب کچھ پیری ومرشدی حضرت صاحب قبلہ کی پرانی دلی تمناؤں اور آپ کے روحانی تصرفات کا نتیجہ ہے۔

آخر میں فقیر بارگاہ ایزدمتعال میں دست بدعا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کا روحانی سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم ودائم ہے اور آپ کے آستانہ عالیہ کی روح افزا بہاریں ہمیشہ پائندہ وتابندہ رہیں اور طالبانِ حق اس چشمۂ معرفت سے سیراب ہوتے رہیں۔ آمین

محمد علی عفا اللہ عنہ

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف وناظم ومہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ غوثیہ

بلال گنج لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین

فقہ جعفریہ جلد اوّل

۱	**باب اوّل** **تاریخ فقہ جعفریہ**	۵۳
۲	فقہ جعفریہ کے ایک اہم ستون زرارہ کے فضائل	۶۱
۳	دوسرے ستون محمد بن مسلم کے فضائل	۶۲
۴	دونوں کے مجموعی فضائل	۶۴
۵	شیعان علی کے ایک عظیم مجتہد اور راوی جابر بن یزید کا ذکر	۶۶
۶	فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے پر دلائل	۶۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷	**دلیل اوّل:**	۶۹
۸	(شیعہ راویوں پر ائمہ اہل بیت کی پھٹکار)	۶۹
۹	زرارہ بن اعین پر امام جعفر صادق رضؓ نے لعنت کی	۶۹
۱۰	ابوبصیر لیث البختری کا امام جعفر صادق رضؓ کے متعلق سوئے ظن۔	۷۳
۱۱	محمد بن مسلم کا مختصر خاکہ۔	۷۵
۱۲	برید بن معاویہ پر امام جعفر صادق نے لعنت کی۔	۷۶
۱۳	جابر بن یزید جعفی صرف ایک مرتبہ امام جعفر سے مل سکا۔	۷۸
۱۴	ان چار پانچ کے علاوہ دیگر بہت سے ان کے ساتھی بھی وضعِ حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔	۸۱
۱۵	**دلیل دوم:**	۱۰۰
۱۶	(شیعہ عوام لاکھوں میں ہونے کے باوجود بقول ائمہ ناقابل اعتبار)	۱۰۰
۱۷	**دلیل سوم:**	۱۱۲
۱۸	(ائمہ ہمیشہ دین کو چھپانے کا حکم دیتے رہے۔)	۱۱۲
۱۹	**دلیل چہارم:**	۱۱۹
۲۰	(روایات کی صحت بقول قرآن ائمہ سے موافقت پر موقوف ہے اور قرآن تحریف شدہ ہے۔)	۱۱۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۱	ایک فریب اور اس کا جواب۔	۱۲۶
۲۲	مقام تعجب۔	
۲۳	باب دوم مسائل فقہ جعفریہ اور ان کا رد	۱۳۷
۲۴	کتاب الطهارة	۱۳۹
۲۵	پانی کے چند مسائل:	
۲۶	مسئلہ ۱:	
۲۷	ایک بڑے مٹکے میں کتے کے پیشاب وغیرہ کرنے سے پانی پاک رہتا ہے۔	۱۴۰
۲۸	ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔	۱۴۲
۲۹	مسئلہ ۲:	۱۴۶
۳۰	کنوئیں میں ٹوکرا بھر نجاست پڑنے سے بھی کچھ حرج نہیں۔	
۳۱	مسئلہ ۳:	۱۴۸
۳۲	کنوئیں میں شراب خون اور خنزیر وغیرہ گر پڑیں تو صرف بیس ڈول نکال دو۔	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۳	مسئلہ ۴:	۱۴۹
۳۴	خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے ڈول سے نکالا گیا پانی پاک ہے	
۳۵	مسئلہ ۵:	۱۵۲
۳۶	جس پانی سے استنجاء کیا گیا ہو وہ پانی پاک ہے۔	
۳۷	مسئلہ ۶:	۱۵۴
۳۸	استنجاء میں استعمال شدہ پانی کپڑے پر گر پڑے تو حرج نہیں	
۳۹	مسئلہ ۷:	۱۵۷
۴۰	تھوک سے استنجاء جائز ہے۔	
۴۱	مسئلہ ۸:	۱۶۱
۴۲	گدھے اور خچر کا بول اور لید ناپاک نہیں ہے۔	
۴۳	مسئلہ ۹:	۱۶۱
۴۴	قے زرد پانی اور کیچو بھی پاک ہے۔	
۴۵	مسئلہ ۱۰:	۱۶۳
۴۶	ودی اور مذی بھی پاک ہے۔	
۴۷	مسئلہ ۱۱:	۱۶۳
۴۸	دورانِ نماز اگر مذی اور ودی بہہ کر ایڑیوں تک آجائے تو بھی نماز اور وضو قائم ہیں۔	
۴۹	مسئلہ ۱۲:	۱۶۶
۵۰	جنابت کے غسل میں استعمال شدہ پانی پاک ہے۔	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۱	مسئلہ ۱۳:	
۵۲	ہوا خارج ہونے پر وضو اس وقت جاتا ہے جب اس کی آواز آئے یا اس کی بو ناک میں پہنچے۔	۱۶۹
۵۳	قابل توجہ:	۱۷۲
۵۴	سنیو آنکھیں کھولو۔	۱۸۱
۵۵	ناصبی کا معنیٰ سنی کیوں ہوا! اس کی تحقیق۔	۱۸۳
۵۶	شرمگاہ کے ستر کے کچھ مسائل	۱۹۰
۵۷	مسئلہ ۱:	۱۹۱
۵۸	ران کا پردہ نہیں۔	
۵۹	مسئلہ ۲:	
۶۰	پردہ صرف قبل اور دبر کا ہے۔ ان میں سے صرف قبل کا پردہ کرنا پڑتا ہے۔ دبر خود ہی پردے میں ہے۔	۱۹۲
۶۱	مسئلہ ۳:	
۶۲	صرف قبل پر پردہ کافی ہے امام جعفرؑ نے بھی اتنا ہی پردہ کیا ہے۔	۱۹۳

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۹۴	مسئلہ ۴:	۶۳
	قبل اور دُبر کا پردہ ہاتھ رکھنے سے ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ بیوی کا ہو۔	۶۴
۱۹۷	مسئلہ ۵:	۶۵
	شرمگاہ پر چونا لیپ دیا جائے تو پردہ ہو جاتا ہے۔	۶۶
۲۰۳	فقہ جعفریہ میں وضوء اور غسل کے چند مسائل	۶۷
۲۰۳	مسئلہ ۱:	۶۸
	عورت کی دُبر میں وطی کرنے سے نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی غسل واجب ہوتا ہے۔	۶۹
۲۰۷	مسئلہ ۲:	۷۰
	اڑنے والے تمام جانوروں کی بیٹ پاک ہے۔ نیز حلال جانوروں اور چوپایوں کا گوبر اور پیشاب پاک ہے۔	۷۱
۲۰۹	مسئلہ ۳:	۷۲
	سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کی ضرورت نہیں۔	۷۳
۲۱۵	مسئلہ ۴	۷۴
	خون اور پیپ وغیرہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔	۷۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۶	۱۰۔ ایک فریب اور اس کا ازالہ	۲۱۸
۷۷	تھوک اور دو قطروں سے استنجا ہو جاتا ہے۔	۲۲۰
۷۸	اپنے گھر کی خبر لیجئے۔	۲۲۲
۷۹	**وضوء سے متعلقہ چند مباحث۔**	۲۲۴
۸۰	وضوء میں پاؤں کا مسح نہیں دھونا واجب ہے۔	۲۲۴
۸۱	شیعوں کے ترجمہ قرآن کے مطابق بھی پاؤں دھونے کا حکم ہے مسح کا نہیں۔	۲۲۶
۸۲	قرآن کریم میں مسح کی حد بندی کہیں نہیں کی گئی تو اس آیت میں کیوں۔	۲۲۷
۸۳	ہر دور میں وضوء کے اندر پاؤں دھونے پر ہی علماء کا اتفاق رہا ہے اور پاؤں خشک رہنے پر بقول نبی جہنم کی وعید ہے۔	۲۲۹
۸۴	اہل تشیع کے وضوء کی ترتیب۔	۲۳۲
۸۵	اہل سنت کی ترتیب وضوء نبی اور علی والی ترتیب ہے۔	۲۳۳
۸۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کی ابتداء ہاتھ دھونے اور انتہاء پاؤں دھونے پر کرتے تھے۔	۲۳۶
۸۷	نقل روایات میں خیانت کا اعتراض	۲۳۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۸	اگر اہل سنت والی ترتیب وضو میں غلطی ہو جائے تو اسے دور کرنا چاہیئے ۔ امام جعفر صادق	۲۴۱
۸۹	**فقہ جعفریہ میں پاکی اور ناپاکی کے چند مسائل**	۲۴۵
۹۰	قے یعنی الٹی میں نکلا ہوا مواد پاک ہے ۔	۲۴۶
۹۱	مذی اور ودی پاک ہے ۔	
۹۲	پکی ہوئی ہنڈیا سے "روسٹ" چوہا برآمد ہو تو شوربا گرادو اور بوٹیاں کھاؤ ۔	۲۴۷
۹۳	چوہا اور کتا اگر تیل یا گھی میں گر پڑے تو کچھ حرج نہیں ۔	۲۴۸
۹۴	ہر جانور بلکہ سور بھی جب تک زندہ ہے پاک ہے ۔	۲۴۹
۹۵	**فقہ جعفریہ میں تیمم کے چند مسائل**	۲۵۱
۹۶	منہ میں سے صرف پیشانی اور بازوؤں میں سے صرف ہاتھوں کا تیمم کافی ہے ۔	۲۵۱
۹۷	**باب اذان**	۲۶۰
۹۸	اذان میں زیادتی کرنے والا گناہ گار ہے ۔	۲۶۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۹	شیعوں میں سے ایک بغتی فرقہ مفوضہ نے اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا الخ کے الفاظ بڑھائے۔	۲۷۰
۱۰۰	ایک اعتراض	۲۷۷
۱۰۱	بے وضوء جنبی اور سوار شخص بھی اذان دے سکتا ہے۔	۲۸۰
۱۰۲	**کتاب الصلوٰۃ** **نماز کے متعلق فقہ جعفریہ کے چند مسائل**	۲۸۳
۱۰۳	مسئلہ ۱:	۲۸۳
۱۰۴	دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے عورت کی نماز نہیں ٹوٹتی	
۱۰۵	مسئلہ ۲:	۲۸۶
۱۰۶	دوران نماز بیوی یا لونڈی کو سینے سے لگانا جائز ہے۔	
۱۰۷	مسئلہ ۳:	۲۸۸
۱۰۸	دوران نماز آلہ تناسل سے دل بہلانا جائز ہے۔	
۱۰۹	مسئلہ ۴:	۲۹۰
۱۱۰	نجس ٹوپی اور موزہ پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۱۱	حالتِ نماز میں سُنی پر لعنت کرنا۔	۲۹۴
۱۱۲	نماز باجماعت کی تاکید اور اس کے ترک پر وعید اور اہل تشیع کا کردار	۳۰۲
۱۱۳	بے نماز کُتے اور خنزیر سے بُرا ہے۔	۳۰۳
۱۱۴	ستر قرآن جلانے ستر دفعہ بیت المعمور کو منہدم کرنے اور ستر مرتبہ اپنی ماں سے جماع کرنے سے بھی ترکِ نماز کا گناہ زیادہ ہے۔	۳۰۴
۱۱۵	حضرت علی کی پابندیٔ نماز باجماعت۔	۳۱۳
۱۱۶	ایک مغالطہ اور اس کا جواب۔	۳۱۴
۱۱۷	فقہ جعفریہ میں اوقاتِ نماز میں ایک بڑی تخفیف	۳۱۶
۱۱۸	قرآن کریم اور کتب اہل سنت سے اوقاتِ نماز کی تعیین	۳۲۱
۱۱۹	اعتراض:	۳۲۶
۱۲۰	ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو تو اہل سنت بھی جمع کرتے ہیں۔	
۱۲۱	اعتراض:	
۱۲۲	عرفات میں ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو سنی جمع کر کے پڑھتے ہیں	۳۴۴
۱۲۳	فقہ جعفریہ میں سیاہ لباس میں نماز کا حکم۔	۳۵۲
۱۲۴	ایک ضروری بحث:	۳۵۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۵	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ باندھ کر نماز میں کھڑے ہوتے تھے۔	۳۵۸
۱۲۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی اقتداء میں بہت سی نمازیں ادا کیں۔	۳۶۰
۱۲۷	ائمہ اہل بیت امراء کے پیچھے نماز پڑھ کر لوٹاتے نہیں تھے۔	۳۶۷
۱۲۸	بحث	۳۷۲
۱۲۹	بحالت قعدہ (التحیات الخ پڑھنا اور اس کا ثبوت۔	۳۷۲
۱۳۰	کیا (التحیات الخ اہل سنت کے تشہد میں شامل ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں؟	۳۷۵
۱۳۱	(التحیات للہ الخ کے الفاظ خود ائمہ اہل بیت سے ثابت ہیں۔	۳۷۶
۱۳۲	گستاخی کی انتہاء۔	۳۸۰
	نماز تراویح کی بحث:	۳۸۲
۱۳۳	(عقیدہ اہل تشیع) نماز تراویح بدعت سیئہ ہے جو عمر رضؓ نے پیدا کی	۳۸۲
۱۳۴	اگر یہ بدعت ہے تو اسے صحابہ نے کیوں نہ مٹایا۔	۳۸۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۵	اگر نماز تراویح بدعتِ سیئہ تھی تو اسے حضرت علی نے اپنے دور میں ختم کیوں نہ کیا۔	۳۸۴
۱۳۶	حضرت علی رضؓ تو زندگی بھر حضرت عمر کے اس عمل کی تعریف کرتے رہے (کتب تشیع سے)	۳۸۶
۱۳۷	ائمہ اہل بیت بھی رمضان میں تراویح پڑھتے تھے۔	۳۸۸
۱۳۸	**نماز جنازہ کے چند مسائل فقہ جعفریہ سے**	۳۹۶
۱۳۹	**مسئلہ ۱:**	۳۹۷
۱۴۰	بوقتِ مرگ اور بوقت غسل میت کے پاؤں قبلہ کی طرف کردو۔	۳۹۷
۱۴۱	**مسئلہ ۲:**	۳۹۹
۱۴۲	بوقتِ مرگ میت کے منہ سے منی نکلتی ہے۔	۳۹۹
۱۴۳	میت کے منہ یا آنکھوں سے نکلنے والی منی کی تشریح۔	۴۰۲
۱۴۴	میت کو ہاتھ لگانے والے پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔	۴۰۳
۱۴۵	عجیب منطق۔	۴۱۰
۱۴۶	کفنِ میت:	۴۱۱
۱۴۷	فقہ جعفریہ میں میت کو غسل دینے کا طریقہ۔	۴۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۸	بددیانتی پر مبنی ایک اعتراض	[illegible]
۱۴۹	میت اکیلی ہو تو اس سے شیطان کھیلتا ہے۔	۴۲۳
۱۵۰	نماز جنازہ بے وضوء اور جنبی بھی پڑھ سکتا ہے۔	۴۲۳
۱۵۱	نماز جنازہ کے لیے ستر عورت بھی ضروری نہیں۔	۴۲۵
۱۵۲	سنی کی نماز جنازہ اول تو پڑھی نہ جائے اور اگر پڑھنی ہی پڑھ جائے تو میت کے لیے استغفار کی جگہ لعنت کی جائے۔	۴۲۹
۱۵۳	میدان جنگ میں پڑی ہوئی نعشوں کے درمیان مسلمان اور کافر کا امتیاز کس طرح کیا جائے۔	۴۳۴
۱۵۴	عجیب منطق۔	۴۳۵
۱۵۵	نماز جنازہ پڑھانے کا اولین حق دار حاکم وقت ہے۔	۴۳۷
۱۵۶	اعتراض اور اس کا جواب۔	۴۳۹
۱۵۷	نماز جنازہ کے لیے پانچ تکبیریں ضروری ہیں اور چار کہنے والے منافق ہیں۔	۴۴۴
۱۵۸	پانچ تکبیروں پر شیعوں کے دلائل	۴۴۴
۱۵۹	دلیل اول:	۴۴۴
۱۶۰	دلیل دوم:	۴۴۹
۱۶۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کبھی چار اور کبھی پانچ تکبیریں کہنا۔	۴۵۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۶۲	شیعوں کا نماز جنازہ میں ہاتھ اٹھانے کی حقیقت۔	۴۵۶
۱۶۳	نماز جنازہ میں تکبیرات کی تعداد معین نہیں ہے۔	۴۵۲
۱۶۴	پانچ تکبیروں پر شیعوں کی تیسری دلیل۔	۴۶۹
۱۶۵	فقہ جعفریہ میں بچے کی نماز جنازہ ضروری نہیں۔	۴۷۱
۱۶۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول شیعہ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔	۴۷۳
۱۶۷	بے وقوفی کی اعلیٰ مثال۔	۴۸۳
۱۶۸	اہل تشیع کا اپنی قبروں کو متوازی بنانا اور اس کی حقیقت۔	۴۸۵
۱۶۹	**کتاب الزکوٰۃ**	۴۹۲
۱۷۰	فقہ جعفریہ میں سکے کی صورت کے علاوہ سونے چاندی پر زکوٰۃ واجب نہیں (زیورات پر زکوٰۃ نہیں)	۴۹۲
۱۷۱	فقہ حنفی میں سونے چاندی پر وجوب زکوٰۃ کے دلائل	۴۹۵
۱۷۲	**کتاب الصوم**	۵۰۱
۱۷۳	عورت کے ساتھ وطی فی الدبر سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔	۵۰۱
۱۷۴	بیٹی اور بیوی کا تھوک نگلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا	۵۰۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۵	کیا یہ جھوٹ نہیں۔	۵۰۸
۱۷۶	کتاب الحج	۵۱۰
۱۷۷	فقہ جعفریہ میں غیر مختون کا حج باطل ہے۔	۵۱۰
۱۷۸	عورت محرم کے بغیر حج کرسکتی ہے۔	۵۱۳
۱۷۹	فقہ جعفریہ میں اپنی یا اپنی اولاد کی شادی کرنا حج سے اہم ہے۔	۵۲۱
۱۸۰	فقہ جعفریہ میں شیطان کو کنکریاں مارنے میں رعایت۔	۵۲۳
۱۸۱	پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا نورانی بیان	۵۲۶

Marfat.com

باب اول

تاریخ

فقہ جعفریہ

Marfat.com

مکتبہ نوریہ حسنیہ کی نئی
پیش کش

الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ

نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر
قرآن و حدیث کے مضبوط دلائل
کا ذخیرہ

مصنف :- قاری محمد طیب

ناشر
مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج ۰ لاہور
فون - ۲۲۷۲۲۸

Marfat.com

باب اوّل

تاریخ فقہ جعفریہ

"فقہ جعفریہ" کے اپنے امتیازی نام کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسے یا تو خود سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں تیار کیا گیا ہوگا۔ یا آپؓ کے عہد میں اس کی ترتیب و تدوین کا سلسلہ شروع ہوا ہوگا۔ لہذا اس اعتبار سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اسی امر کی کتب شیعہ تصریح بھی کرتی ہیں مثلاً اصول کافی ص ۴۹۶ کی درج ذیل عبارت دیکھیں۔

اصول کافی

ثُمَّ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَ كَانَتِ الشِّيْعَةُ قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَ هُمْ لَا يَعْرِفُوْنَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَ حَلَالَهُمْ وَ حَرَامَهُمْ حَتّٰى كَانَ اَبُوْ جَعْفَرٍ فَفَتَحَ لَهُمْ وَ بَيَّنَ لَهُمْ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَ حَلَالَهُمْ وَ حَرَامَهُمْ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِمْ مِنْ مِنْ بَعْدِ مَا كَانُوْا يَحْتَاجُوْنَ

Marfat.com

اِلَی النَّاسِ۔

(اصول کافی ص ۴۹۶)

ترجمہ:

پھر امام محمد بن علی ابو جعفر تشریف لائے۔ اور شیعیانِ علی ان کی آمد سے قبل احکامات حج اور حلال و حرام کو قطعاً نہ جانتے تھے۔ انہوں نے آکر طریقہ حج اور حلال و حرام کو خوب بیان کیا۔ یہاں تک کہ اب اور لوگ (غیر شیعہ) ان معاملات و مسائل میں اہل تشیع کے محتاج ہو گئے۔ حالانکہ ان سے پہلے خود شیعہ ان لوگوں سے مسائل معلوم کرنے کے محتاج تھے۔

حوالہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ امام صادق رضی اللہ عنہ کے دور سے قبل "فقہ جعفریہ" کا وجود نہ تھا۔ اب یہی بات ذرا دوسرے انداز میں ملاحظہ ہو۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے ۷/ ذی الحجہ ۱۱۴ھ مطابق ۷۳۲ء میں انتقال فرمایا۔ یہ تاریخ "تاریخ الائمہ"، ص ۱۰۳ باب پنجم میں مذکور ہے۔ یعنی پہلی صدی مکمل طور پر اور دوسری صدی کا ابتدائی حصہ اس فقہ سے ناواقف تھا۔ جب اس کا وجود ناپید تھا۔ تو پھر اس دور میں اس کا حکومتی طور پر نفاذ قطعاً محال ثابت ہوا۔ یہی وہ دور ہے۔ کہ جس میں خلافتِ راشدہ اور خلافت بنوامیہ کا عمل درآمد رہا۔ لہذا یہ تاریخی حقیقت ہے۔ کہ پہلی صدی ہجری میں "فقہ جعفریہ"، کا نہ وجود تھا اور نہ ہی اس کا کہیں نفاذ تھا۔

ادھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ اس کی تکمیل بھی فرما دی۔ خود قرآن شاہد ہے

Marfat.com

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ یعنی آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو اکمال عطا فرما دیا۔ اور اپنی نعمت کا تم پر اتمام کر دیا۔ تکمیل دین کے اس مرحلہ پر حلال و حرام، جائز و ناجائز گویا عبادات و معاملات اور عقائد تمام کی تکمیل کو دی گئی۔ یہ سب کچھ بتلانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خطوط پر موجود معاشرہ کا قیام بھی فرمایا۔ ان اصولی خطوط پر خلافتِ راشدہ کے دور میں تمام مہاجرین و انصار نے عمل کیا۔ اور انہی اصول و ضوابط پر حضرات اہل بیت کرام بھی پابند کرتے رہے۔ کسی ایک نے بھی سرِ مو انحراف نہ کیا۔ اس دور میں یہ تمام حضرات ایک جیسی نمازیں پڑھتے رہے۔ ایک طرح کا حج کرتے اور اسی طرح دیگر معاملات و عبادات میں کامل یکسانیت اور ہم آہنگی تھی۔ خلفائے ثلاثہ کی اقتدار میں حضرت علی المرتضٰی اور حسنین کریمین کا نماز جیسی اہم عبادت ادا فرمانا اسی یگانگت کی ناقابل تردید مثال ہے۔ کسی ایک مسند مرفوع اور صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں۔ کہ ان میں سے کسی نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے امام کی مخالفت کی ہو۔ یعنی امام نے نماز ہاتھ باندھ کر اور مقتدی نے چھوڑ کر پڑھی ہو۔ اور یہ بھی ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ کہ ان کی اقتدار میں پڑھی گئی نمازیں ان حضرات نے پھر لوٹائی ہوں۔ یہی حقیقت خود ملا باقر مجلسی، بحار الانوار میں نقل کرتا ہے۔ کہ کسی شخص نے حسنین کریمین سے پوچھا کہ آپ مروان بن حکم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔ تو کیا آپ کے والد گرامی، خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کے بعد گھر میں آ کر ان نمازوں کو لوٹایا کرتے تھے۔

Marfat.com

بحارالانوار

مَا كَانَ اَبُوْكَ يُصَلِّي اِذَا رَجَعَ اِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ۔

(بحارالانوار جلد ۱۱ ص ۱۴ طبع قدیم)

ترجمہ:

یعنی کیا آپ کے والدان نمازوں کو گھر میں آکر لوٹایا کرتے تھے۔ جو انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں ادا کی ہوتیں؟ فرمایا خدا کی قسم! ہرگز ایسا نہ کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اس مقدس دور میں ایک ہی دین اور مسلک کے پابند اور کاربند تھے۔ اور ان میں عملی طور پر باہم کوئی اختلاف نہ تھا۔ جو حلال تھا وہ سبھی کے نزدیک حلال تھا اور جو حرام تھا اسے تمام حرام ہی سمجھتے تھے۔ اور یہی احکام ان حضرات نے آنے والوں کی طرف منتقل کیے۔ اب قارئین اصول کافی کی اس عبارت کو پھر سے پڑھیں۔ یعنی یہ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قبل کوئی شیعہ حلال وحرام اور مسائل حج سے واقف نہ تھا۔ بلکہ ان باتوں میں وہ دوسرے لوگوں کے محتاج تھے۔ اس سے خود اقرار کیا جا رہا ہے۔ کہ حلال وحرام کا امتیاز تھا۔ اور اہل تشیع انہیں پوچھنے ان لوگوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ جو شیعیان علی نہ تھے۔ پھر جب ان کے اپنے حلال وحرام و احکام حج جاری و ساری ہوئے۔ تو اب انہیں اپنے گھر میں سے ہی سب کچھ ملنے لگا۔ لیکن اس مقام پر یہ وہم دور کر دینا چاہیئے۔ کہ متقدمین حضرات سے ہٹ کر

Marfat.com

حلال وحرام کا ایک نیا مسلک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے گھڑا ہو گا۔ نہیں نہیں بلکہ شیعہ کتب یہ ثابت کرتی ہیں۔ کہ امام موصوف نے صرف حلال وحرام کی حدود سے لوگوں کو آگاہ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ امام موصوف نے کسی نئی فقہ کی تدوین کی۔ یا آپ کی زیر نگرانی یہ کام سرانجام دیا گیا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا سن وصال بحوالہ "تاریخ الائمہ" ۱۵ / شوال ۱۴۸ھ مطابق ۷۶۵ء ہے۔ جب آپ نے نہ خود کسی فقہ کی تدوین فرمائی۔ اور نہ ہی آپ کی نگرانی میں اس کا بیڑا اٹھایا گیا۔ تو پتہ چلا کہ ۱۴۸ھ تک فقہ جعفریہ کا بالکل وجود نہ تھا۔ اس کی تفصیل اگر دیکھنی ہو۔ تو الشافی جلد سوم ترجمہ فروع کافی کے دیباچہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ترجمہ سید ظفر حسن شیعی نے تفصیلاً جو کچھ لکھا ہے۔ ہم اسے خوف وطوالت کے، پیش نظر من وعن نقل نہیں کرتے۔ صرف خلاصہ پیش نظر ہے۔

"حضرت علی المرتضیٰ، حسن وحسین اور زین العابدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ نہایت پرخطر تھا۔ اس لیے مشکلات اور مصائب کی وجہ سے انہیں اپنے دین کی اشاعت کا موقعہ نہ مل سکا۔ اور نہ ہی ان کے دور میں کوئی حدیث کی کتاب لکھی جا سکی۔ البتہ ان کے بعد پانچویں اور چھٹے امام یعنی امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کو بایں وجہ کچھ فرصت ملی کہ بنو امیہ اور بنو عباس باہم دست وگریبان تھے۔ لہذا ان دونوں نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کو مسائل فقہ کی تعلیم دینا شروع کی اور لوگوں نے ان سے کسب فیض کیا۔"

(دیباچہ الشافی ترجمہ فروع کافی ص ۱۸)

ان واقعات وحالات سے یہی نتیجہ سامنے آتا ہے۔ کہ "فقہ جعفریہ"

جب نہ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خود وضع کردہ فقہ ہے۔ اور نہ ہی آپ کی نگرانی میں ہی اسے مدون کیا گیا۔ تو لامحالہ پھر آپ کے ارشادات و خطابات کو کسی نے تحریری طور پر جمع کر کے آپ کی نسبت سے اُسے یہ نام دے دیا ہوگا۔

بہر حال آپ سے اخذ کی گئی روایات واحادیث کو کچھ لوگوں نے فقہی ابواب کی ترتیب سے مرتب کیا۔ یہی کتب فقہ جعفریہ کی بنیادی کتب شمار ہوتی ہیں۔ اور انہی کو اہل تشیع "صحاح اربعہ" کا نام بھی دیتے ہیں۔ وُہ چار کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ الکافی ۔ اس کے مرتب کا نام ابوجعفر کلینی ہے۔ اس کے مصنف کا سن پیدائش یا وفات ۳۳۰ھ ہے۔ یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال سے تقریباً ایک سو اسی برس بعد یہ کتاب مرتب کی گئی۔

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ: یہ محمد بن علی ابن بابویہ کی جمع کردہ ہے۔ جس کا سن دفات ۳۸۱ھ ہے۔ اس حساب سے یہ کتاب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دو سو تیس سال بعد لکھی گئی۔

۳۔ تہذیب الاحکام۔

۴۔ الاستبصار: یہ دونوں کتابیں محمد بن حسن طوسی وفات ۴۶۰ھ کی تصانیف ہیں۔ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تین سو دس برس بعد کی تصانیف ہیں۔

ان چاروں کتب (صحاح اربعہ) کی تاریخ تصنیف و تدوین کی، تفاصیل سامنے رکھی جائیں۔ تو بطریقۂ اختصار وہ یوں ہوں گی۔ کہ

Marfat.com

"الکافی" کا زمانہ تدوین و ترتیب خلفائے عباسیہ میں سے اکیسویں خلیفہ المتقی باللہ کا دور تھا۔ اور ان چاروں میں سے آخری کتاب کے مصنف و مرتب کا سن وفات بتلاتا ہے۔ کہ اس نے یہ کتاب خلفائے عباسیہ کے چھبیسویں خلیفہ القائم بامر اللہ کے دور میں لکھی تھی۔ گویا پانچویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں یہ فقہ کامل طور پر وجود میں آئی۔ لہذا پانچویں صدی بلکہ سقوط بغداد تک اس فقہ کا عملی طور پر کہیں نفاذ ناممکن رہا ہوگا۔

ذرا تاریخ کی مزید ورق گردانی کی جائے۔ تو عباسی خلیفہ مستنصر باللہ ۶۵۹ھ سے خلیفہ متوکل علی اللہ ثالث ۹۲۳ھ تک مصر میں اس فقہ کا نفاذ بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد ترکانِ عثمانی کی خلافت عثمان خان اول ۱۲۸۸ء سے ۱۹۲۴ء تک رہی۔ آخر مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ اس دور میں بھی "فقہ جعفریہ" کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ادھر برصغیر میں سلطان محمود غزنوی ۱۹۲ھ سے لے کر آخری مغل بادشاہ تک یہ فقہ کہیں عملی صورت میں دکھائی نہیں دیتی۔ مختصر یہ کہ چھٹی صدی سے لے کر جب تک مختلف ممالک میں اسلامی حکومتیں رہیں۔ کسی نے بھی اپنے دور میں "فقہ جعفریہ" کو اپنے ہاں رائج نہ کیا۔ اور نہ ہی اسے قانون و دستور میں کوئی جگہ دی گئی۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔ یعنی "فقہ جعفریہ" کا ستونِ اول الکافی امام جعفر کے ۱۸۰ برس بعد اور آخری اور چوتھا ستون الاستبصار ۳۱۰ سال بعد میں آئے۔ انہی چار کتابوں کے مندرجات کو "فقہ جعفریہ" کہا جاتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ان کتابوں کی تدوین او ترتیب کے درمیان کافی عرصہ خلا رہنے کی وجہ سے یہ امر ممکن ہے۔ کہ اتنے عرصہ میں امام موصوف سے سنی گئی روایات و احادیث آپس میں خلط ملط ہو گئی ہوں۔

Marfat.com

اب ان میں درج روایات واحادیث کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں۔ ان کے رواۃ کے حالات پر منحصر ہوگا۔

تنبیہ

"فقہ جعفریہ" کی عمارت جن ستونوں پر کھڑی ہے۔ وہ چار ہیں۔ ا۔ زرارہ۔ ۲۔ ابوبصیر۔ ۳۔ محمد بن مسلم۔ ۴۔ برید بن معاویۃ العجلی۔ ان چاروں کے بارے میں سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں۔ شیعہ کتب سے سنیئے۔

رجال کشی

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ "ع" يَقُوْلُ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ بِالْجَنَّةِ بُرَيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْعَجَلِيْ وَاَبَا بَصِيْرٍ لَيْثَ بْنِ الْبُخْتَرِيْ الْمُرَادِيْ۔ وَمُحَمَّدَ بْنِ مُسْلِمٍ وَزُرَارَةَ اَرْبَعَةَ نُجَبَاءَ اُمَنَاءَ اللهِ عَلٰى حَلَالِهٖ وَحَرَامِهٖ لَوْلَا هٰؤُلَاءِ اِنْقَطَعَتْ اٰثَارُ النُّبُوَّةِ وَانْدَرَسَتْ۔

(۱۔ رجال کشی مصنفہ محمد بن عمر کشی ص ۱۵۲
ذکر ابوبصیر لیث بن البختری المرادی
مطبوعہ کربلا طبع جدید)
(۲۔ تنقیح المقال جلد اول ص ۴۳۹ باب الزاد)

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ اللہ کے حضور خضوع وخشوع کرنے والوں

Marfat.com

کو خوشخبری دے دو۔ کہ وہ جنتی ہیں۔ برید بن معاویۃ العجلی، ابوبصیر لیث بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ یہ چاروں اللہ کے مقرب بندے اور اس کے حلال وحرام کے امین ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو آثارِ نبوت کبھی کے مٹ گئے ہوتے۔ (یعنی فقہ جعفریہ کا وجود نہ ہوتا۔)

"فقہ جعفریہ" کے ایک اہم ستون "زرارہ" کے فضائل

رجال کشی

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِیْ لَوْلَا زُرَارَۃُ لَظَنَنْتُ اَنَّ اَحَادِیْثَ اَبِیْ سَتَذْھَبُ۔

(رجال کشی ص ۱۲۲)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق نے کہا۔ اگر زرارہ نہ ہوتا۔ تو میرے ظن کے مطابق میرے والدگرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی تمام احادیث ختم ہو گئی ہوتیں۔

رجال کشی

عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ قَالَ لِیْ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ "ع" یَازُرَارَۃُ

Marfat.com

إِنَّ اسْمَكَ فِي أَسَامِي أَهْلِ الْجَنَّةِ

(رجال کشی ص ۱۲۲)

ترجمہ:

زرارۃ کہتا ہے۔ کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اے زرارہ! تیرا نام جنتیوں کے نام میں شامل ہے۔

رجال کشی

فَقَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ أَمَّا مَا رَوَاهُ زُرَارَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرَ فَلَا يَجُوْزُ لِي رَدُّهُ

(رجال کشی ص ۱۲۲)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بہرحال جو روایات میرے والد گرامی امام محمد باقر سے زرارہ نے روایت کی ہیں۔ میرا انہیں رد کر دینا جائز نہیں۔ (میں ان کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتا)

دوسرے ستون "محمد بن مسلم" کی فضیلت،

رجال کشی

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ أَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعَ سِنِيْنَ يَدْخُلُ عَلَى أَبِي جَعْفَرَ " ع " . يَسْأَلُهُ ثُمَّ

Marfat.com

كَانَ يَدْخُلُ عَلَى جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ يَسْأَلُهُ قَالَ اَبُوْ اَحْمَدَ فَسَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَجَّاجِ وَحَمَّادَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُوْلَانِ مَا كَانَ اَحَدٌ مِنَ الشِّيْعَةِ اَفْقَهَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ مِنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ (ع) ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ ثُمَّ لَقِيْتُ جَعْفَرًا اِبْنَهُ فَسَمِعْتُ مِنْهُ اَوْ قَالَ سَاَلْتُهُ عَنْ سِتَّةَ عَشَرَ اَلْفِ حَدِيْثٍ اَوْ قَالَ مَسْئَلَةٍ۔

(رجال کشی ص ۱۴۹ بیان محمد بن مسلم الطائفی مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

ہشام بن سالم نے کہا کہ محمد بن مسلم نے مدینہ منورہ میں چار سال قیام کیا۔ اس دوران وہ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا رہا۔ پھر ان کے بعد جعفر بن محمد کے پاس آتا جاتا رہا، ان سے بھی گفت و شنید ہوتی رہی۔ ابو احمد کہتا ہے۔ کہ میں نے عبدالرحمن بن حجاج اور حماد بن عثمان سے سُنا۔ وہ دونوں کہتے تھے۔ کہ محمد بن مسلم سے بڑھ کر شیعوں میں کوئی فقیہ نہیں ہے۔ خود محمد بن مسلم کا کہنا ہے کہ میں نے امام باقر سے تیس ہزار احادیث سُنیں۔ پھر میں امام جعفر کو ملا۔ جو ان کے بیٹے ہیں۔ میں نے ان سے سولہ ہزار احادیث کی تو سماعت کی۔ یا ان کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ یا اتنے مسائل پر ان سے گفتگو ہوئی۔

Marfat.com

مجموعی فضائل

رجال کشی

عَنْ جَمِيْلِ بْنِ دُرَّاجٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ع " يَقُوْلُ اَوْتَادُ الْاَرْضِ وَاَعْلَامُ الدِّيْنِ اَرْبَعَةٌ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، بُرَيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَلَيْثُ بْنُ الْبُخْتَرِيِّ الْمُرَادِيُّ وَزُرَارَةُ بْنُ اَعْيُنٍ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۲۰۷ ذکر برید بن معاویہ)

(۲۔ تنقیح المقال جلد اول باب الزاء ص ۴۳۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جمیل بن دراج کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ فرماتے ہیں۔ کہ زمین کی کیل اور دین کا جھنڈا چار آدمی ہیں۔ محمد بن مسلم، برید بن معاویہ، لیث بن البختری المرادی اور زرارہ بن اعین۔

Marfat.com

رجال کشی

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ الْبَقْبَاقِ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ، «ع» زُرَارَۃُ بْنُ اَعْیَنٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَ بُرَیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ الْعِجْلِیُّ وَالْاَحْوَلُ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ اَحْیَاءً وَاَمْوَاتًا۔

(۱۔ رجال کشی۔ ص ۲۰۷ ذکر برید بن معاویہ)
(۲۔ تنقیح المقال جلد اول باب الزار ص ۴۳۹)

ترجمہ:

ابوالعباس البقباق کا کہنا ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادق فرماتے ہیں زرارہ بن اعین، محمد بن مسلم، برید بن معاویہ العجلی اور احول مجھے زندوں اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

رجال کشی

عَنْ دَاوُدَ بْنِ سَرْحَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ، اَنَّ اَصْحَابَ اَبِی کَانُوْا زَیْنًا اَحْیَاءً وَاَمْوَاتًا، وَاَعْنِی زُرَارَۃَ وَمُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ وَمِنْھُمْ لَیْثُ الْمُرَادِیُّ وَبُرَیْدُ الْعِجْلِیُّ ھٰؤُلَاءِ الْقَوَّامُوْنَ بِالْقِسْطِ وَھٰؤُلَاءِ السَّابِقُوْنَ

Marfat.com

اُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔

(١۔رجال کشی ص ١٥٢ ذکر ابوبصیر لیث المرادی)

(٢۔تنقیح المقال جلداول ص ٤٣٩ باب الزاء)

ترجمہ:

داؤد بن سرحان کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ کہ میرے والد (امام باقر) کے اصحاب زندوں اور مردوں کی زینت تھے۔ ان سے مراد یہ ہیں۔ زرارہ، محمد بن مسلم لیث المرادی اور برید العجلی۔ یہ چاروں عدل و انصاف کے قائم کرنے والے تھے۔ اور یہی سب سے سبقت لے جانے والے اللہ کے مقربین میں سے تھے۔

شیعیانِ علی کے ایک عظیم مجتہد اور راوی "جابر بن یزید" کا ذکر

رجال کشی

عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدِ الْجُعْفِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْجَعْفَر "ع" لِسَبْعِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ لَمْ اُحَدِّثْ بِهَا اَحَدًا قَطُّ وَلَا اُحَدِّثُ بِهَا اَحَدًا۔ اَبَدًا۔ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ

Marfat.com

لِأَبِي جَعْفَرٍ "ع"، جَعَلْتُ فِدَاكَ إِنَّكَ قَدْ حَمَّلْتَنِي
وِقْرًا عَظِيمًا بِمَا حَدَّثْتَنِي بِهِ مِنْ سِرِّكُمُ الَّذِي لَا أُحَدِّثُ
بِهِ أَحَدًا فَرُبَّمَا جَاشَ فِي صَدْرِي حَتَّى يَأْخُذَنِي
مِنْهُ شِبْهُ الْجُنُونِ قَالَ يَا جَابِرُ فَإِذَا كَانَ كَذَالِكَ
فَاخْرُجْ إِلَى الْجِبَالِ فَاحْفِرْ حَفِيرَةً وَدَلِّ رَأْسَكَ
فِيهَا ثُمَّ قُلْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بِكَذَا وَكَذَا۔

(رجال کشی ص ۱۷، ذکر جابر بن یزید۔)

ترجمہ:

جابر بن یزید جعفی کا کہنا ہے۔ کہ مجھے امام باقر رضی اللہ عنہ نے ایسی، ستر ہزار احادیث سنائیں۔ جو نہ تو میں نے کسی کے پاس پائیں۔ اور نہ ہی انہوں نے کسی ایک سے ان کو بیان کیا تھا۔ یہی جابر کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے امام باقر سے عرض کیا حضور! آپ پر میں قربان۔ آپ نے تو بہت بڑا بوجھ اٹھا رکھا تھا۔ وہ احادیث جو آپ نے مخصوص راز و نیاز والی مجھے سنائیں۔ جو کسی کو بھی آپنے روایت نہ کیں۔ سو اس وجہ سے بار ہا میرے دل میں خیالات آتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے دیوانگی کا سا شائبہ ہونے لگتا ہے۔ یہ سن کر امام نے فرمایا۔ جابر! جب یہ کیفیت ہو۔ تو پہاڑ کی طرف نکل جایا کرو۔ اور ایک گڑھا کھود کر اس میں اپنا سر لٹکا یا کرو۔ پھر یوں کہو" مجھے محمد بن علی نے فلاں فلاں حدیث بیان کی ہے"

Marfat.com

رجال کشی

قَالَ اَصْحَابُ زَرَارَۃَ فَکُلُّ مَنْ اَدْرَکَ زَرَارَۃَ بْنَ اَعْیُنٍ فَقَدْ اَدْرَکَ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ۔

(رجال کشی ص ۱۲۹)

ترجمہ:

اصحاب زرارہ کا کہنا ہے۔ کہ جس نے زرارہ کو دیکھا۔ تو اس نے بالتحقیق امام جعفر صادق کو دیکھا۔

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم شدہ امور یہ ہیں

۱۔ زرارہ بن اعین، ابو بصیر لیث المرادی، برید بن معاویہ، محمد بن مسلم اور جابر بن یزید پانچوں "فقہ جعفریہ" کے ستون ہیں۔

۲۔ ائمہ اہل بیت اور مذہب شیعہ کے نشانات ان کے دم قدم سے ہیں۔

۳۔ امام جعفر کو یہ چاروں تمام زندوں اور مردوں سے زیادہ محبوب تھے۔

۴۔ یہ حق گو، عدل و انصاف کے پیکر، بہت بڑے فقیہہ تھے۔

۵۔ زمین کے قیام کی علت، دین کے جھنڈے اور شیعیت کے یہ علمبردار ہیں۔

۶۔ انہیں امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اور ان کے مخصوص رازدان تھے۔

نوٹ: ان امور کے سامنے آنے پر ہر قاری یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ امام جعفر اور

Marfat.com

امام باقر رضی اللہ عنہ کے یہ شاگرد ہمہ صفت موجود تھے۔ "فقہ جعفریہ" جوان لوگوں کی، کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ وہ بھی ان کی طرح ہر طرح سے قابل تحسین ہے۔ اور اس کی تمام جزئیات اور اصول صحیح ہیں۔ لیکن آپ حضرات حیران ہوں گے۔ جب ان عدل وانصاف کے "پیکر"، حق گوئی اور فقہ میں "بے مثل"، اور فقہ جعفریہ کے "معمار اول"، کی تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں گے۔ آیئے کتب شیعہ سے ذرا دوسرے رخ کا بھی ملاحظہ کریں۔

دلیل اول

"فقہ جعفریہ" کے بے اصل ہونے پر دلائل

"زرارہ بن اعین"

پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت کی

رجال کشی

عَنْ زِيَادِ بْنِ اَبِي الْحَلَّالِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي عَبْدِ اللهِ اِنَّ زُرَارَةَ رَوٰى عَنْكَ فِي الْاِسْتِطَاعَةِ شَيْئًا فَقَبِلْنَا مِنْهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَقَدْ اَحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِضَهُ عَلَيْكَ فَقَالَ هَاتِهِ فَقُلْتُ يَزْعَمُ اَنَّهُ سَاَلَكَ عَنْ قَوْلِ اللهِ

Marfat.com

عَزَّوَجَلَّ (وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) فَقُلْتَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَ رَاحِلَةً فَقَالَ لَكَ كُلُّ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ وَإِنْ لَمْ يَحُجَّ ؟ فَقُلْتَ نَعَمْ؟ فَقَالَ لَيْسَ هٰكَذَا لِكَ سَأَلَنِيْ وَلَا هٰكَذَا قُلْتُ كَذَّبَ عَلَيَّ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ وَاللّٰهُ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ إِنَّمَا قَالَ لِي مَنْ كَانَ لَهُ

زَادٌ وَرَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ قُلْتُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ قَالَ فَمُسْتَطِيعٌ هُوَ فَقُلْتُ لَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَهُ قُلْتُ فَأَخْبِرْ بِذَالِكَ زُرَارَةَ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ زِيَادٌ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَلَقِيْتُ زُرَارَةَ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ وَسَكَتَ عَنْ لَعْنِهِ قَالَ أَمَا أَنَّهُ قَدْ أَعْطَانِي الْاِسْتِطَاعَةَ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ وَصَاحِبُكُمْ هٰذَا لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ بِكَلَامِ الرِّجَالِ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۱۳۳ ذکر زرارہ بن اعین)

(۲۔ تنقیح المقال جلد اول ص ۴۴۲ باب زرارہ)

ترجمہ:

زیاد بن ابی الحلال بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ حضور! زرارہ بن اعین "استطاعت" کے بارے میں

Marfat.com

آپ سے ایک روایت کرتا ہے۔ ہم نے آپ کی وجہ سے اُسے مان لیا۔ اور اس کی تصدیق کر دی۔ اب میں اُسے آپ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا۔ بیان کرو میں نے کہا۔ کہ زرارہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے "و للہ علی الناس حج البیت الخ" کے بارے میں پوچھا۔ تو امام نے فرمایا۔ کہ استطاعت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص خرچہ سفر اور سواری کی ہمت رکھتا ہو۔ اس پر زرارہ نے آپ سے پوچھا۔ کیا ہر وہ شخص جو زاد اور راحلہ کی اطاعت رکھتا ہو۔ وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ حج نہ کرے؟ تو آپ نے جواباً ہاں فرمایا یہ سُن کر امام جعفر نے راوی زیاد بن الحلال سے کہا کہ نہ تو اس نے اس طرح مجھ سے پوچھا اور نہ ہی میں نے ایسا کوئی جواب دیا ہے۔ اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ بخدا! اس نے مجھ پر بہتان لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت ہو۔ اس نے تو مجھے یہ کہا تھا۔ کہ جس کو زاد راہ اور راحلہ کی توفیق ہو۔ کیا وہ مستطیع ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں وہ اس وقت تک مستطیع نہیں جب تک اُسے اجازت نہ دی جائے راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام سے عرض کیا حضور! کیا میں زرارہ کو یہ واقعہ بیان کر دوں؟ فرمایا ضرور۔ زیاد راوی کہتا ہے۔ کہ میں کوفہ گیا۔ وہاں زرارہ سے میری ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو میں نے امام کی بات اُسے بتلائی۔ صرف لعنت کے الفاظ نقل کرنے سے خاموش رہا۔ یہ سب کچھ سُن کر زرارہ بولا۔ کہ امام جعفر نے میرے

Marfat.com

جواب میں زاد وراحلہ والے کو مستطیع للحج کہا تھا۔ لیکن انہیں اس بارے میں کوئی علم تھا۔ اور دیکھو! تمہارا یہ صاحب (امام جعفر) مردوں کے کلام کی مہارت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اسے کچھ سوجھتا ہے۔

رجال کشی

اَبِی سَیَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ "ع" یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ بُرَیْدًا لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ فَابْتَدَاءَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ غَیْرِ ذِکْرٍ لِزُرَارَةَ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رجال کشی ص ۱۴۴، ۱۴۵)

ترجمہ:

ابو سیار کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اللہ برید پر لعنت کرے۔ اللہ کی زرارہ پر لعنت ہو۔ .... حسن ابن کلیب کا کہنا ہے۔ کہ ہم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ نے دفعۃً زرارہ پر تین دفعہ اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجی۔ حالانکہ زرارہ کا کوئی تذکرہ نہ ہوا تھا۔

حق الیقین

یہ حکم ایسی جماعت کے حق میں ہے۔ جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع

Marfat.com

ہے۔ جیسا کہ زرارہ اور ابو بصیر۔ (یعنی زرارہ اور ابو بصیر بالاجماع گمراہ ہیں۔

(حق الیقین اردو ص ۷۲۲)

"ابو بصیر لیث البختری"
کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق سوء ظن

رجال کشی

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَابْنُ اَبِی یَعْفُوْرَ وَاٰخَرُ اِلَی الْحَیْرَۃِ اَوْ اِلٰی بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَاکَرْنَا الدُّنْیَا فَقَالَ اَبُوْ بَصِیْرٍ الْمُرَادِیُّ اَمَّا اِنَّ صَاحِبَکُمْ لَوْ ظَفَرَ بِھَا لَاسْتَاْثَرَ بِھَا قَالَ فَاَغْفٰی فَجَاءَ کَلْبٌ یُرِیْدُ اَنْ یَشْغَرَ عَلَیْہِ فَذَھَبْتُ لِاَطْرُدَہٗ فَقَالَ لِیْ اِبْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرَ دَعْہُ فَجَاءَہٗ حَتّٰی شَغَرَ فِیْ اُذُنِہٖ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۱۵۴ ذکر ابو بصیر لیث بن البختری)

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۶ باب لیث مطبوعہ تہران)

Marfat.com

ترجمہ:

حماد بن عثمان کہتا ہے۔ کہ میں اور ابن ابی یعفور اور ابو بصیر حیرہ یا کسی اور جگہ گئے۔ ہم نے دنیا کے بارے میں گفتگو کی۔ تو ابو بصیر بولا۔ کہ اگر تمہارے صاحب (امام جعفر صادق) کے ہاتھ میں دنیا لگ جائے تو خوب اکٹھی کریں گے۔ پھر ابو بصیر کو نیند آگئی۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک کتا ادھر آکر اس کے کانوں میں پیشاب کرنا چاہتا ہے جب میں نے اُسے روکنا چاہا۔ تو ابن ابی یعفور نے کہا۔ اسے چھوڑ دو۔ پس وُہ کتا آیا۔ اور ابو بصیر کے کانوں میں پیشاب کر کے چلتا بنا

رجال کشی

عَنْ حَمَّادِ النَّابِ قَالَ جَلَسَ اَبُوْ بَصِيْرٍ عَلٰى بَابِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ "ع" لِيَطْلُبَ اِذْنٌ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَقَالَ لَوْ كَانَ مَعَنَا طَبَقٌ لَاَ ذِنَ قَالَ فَجَاءَ كَلْبٌ فَشَغَرَ فِيْ وَجْهِ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ اُفٍّ اُفٍّ مَاهٰذَا ؟ قَالَ جَلِيْسُهٗ هٰذَا كَلْبٌ شَغَرَ فِيْ وَجْهِكَ -

(رجال کشی ص ۱۵۵ ذکر ابو بصیر)

(۲- تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۶)

ترجمہ:

حماد کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق کے دروازے پر بیٹھا اندر جانے کی اجازت طلب کرتا تھا۔ لیکن

Marfat.com

جب اجازت نہ ملی۔ تو اس نے کہا۔ اگر ہمارے پاس طبق بھرا کچھ ہوتا۔ تو اجازت دے دیتے۔ راوی کہتا ہے۔ (کہ اس کے بعد ابوبصیر سو گیا) اور کتا آیا۔ آ کر اس کے منہ پر پیشاب کر گیا۔ تو یہ اف اُف کرتا ہوا پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ اس کے ساتھی نے بتلایا کہ کتا تیرے منہ میں پیشاب کر کے چلا گیا ہے۔

محمد بن مسلم کا مختصر خاکہ!

تنقیح المقال و رجال کشی

عَنْ اَبِی الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ "ع"
یَقُوْلُ یَا اَبَا الصَّبَّاحِ ھَلَکَ الْمُتَرَئِسُوْنَ فِیْ اَدْیَانِھِمْ مِنْھُمْ زُرَارَۃُ
وَبُرَیْدٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَاِسْمَاعِیْلُ الْجُعْفِیْ۔

(۱۔ تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۸۲)
(رجال کشی ص ۱۵۱ ذکر محمد بن مسلم)

ترجمہ:

ابو الصباح کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ فرمایا اے ابو الصباح اپنے دین میں شک کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ہی زرارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفی ہیں۔

Marfat.com

تنقیح المقال

عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ (ع)" يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ لَا يَعْلَمُ شَيْئًا حَتّٰى يَكُوْنَ۔

(تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۸۶)

(۲- رجال کشی ص ۱۵ ذکر محمد بن مسلم)

ترجمہ:
مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ اللہ تعالیٰ محمد بن مسلم پر لعنت کرے۔ اللہ کے بارے میں یہ شخص کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا علم اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک وہ چیز نہیں ہو جاتی۔

"بُرید ابن معاویہ"
پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی

تنقیح المقال

عن یونس عن مسمع کردین ابو یسار قال

Marfat.com

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ "ع"، یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ بُرَیْدًا وَلَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَةَ۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحِیْمِ الْقَصِیْرِ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ "ع"، اِئْتِ زُرَارَةَ وَبُرَیْدًا وَ قُلْ لَھُمَا مَا ھٰذِہِ الْبِدْعَةُ اَمَا عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ (ص) قَالَ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ فَقُلْتُ لَہٗ اِنِّیْ اَخَافُ مِنْھُمَا فَاَرْسَلَ مَعِیَ لَیْثَ الْمُرَادِیْ فَاَتَیْنَا زُرَارَةَ فَقُلْنَا لَہٗ مَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ "ع"، فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ اَعْطَانِیَ الْاِسْتِطَاعَةَ وَمَا شَعَرَ وَاَمَّا بُرَیْدُ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَا اَرْجِعُ عَنْھَا اَبَدًا۔

(۱۔ تنقیح المقال جلد اول ص ۱۶۶ باب البار
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ رجال کشی ص ۲۰۸ ذکر برید بن
معاویہ مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:
یونس مسمع نے روایت کی۔ کہ میں نے امام جعفر صادق کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ اللہ تعالیٰ برید اور زرارہ پر لعنت بھیجے۔ عبدالرحیم القصیر کا کہنا ہے۔ کہ مجھے امام جعفر نے فرمایا۔ زرارہ اور برید کے پاس جاؤ اور انہیں کہو۔ یہ کیا بدعت ہے؟ کیا تمہیں علم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بدعت کو گمراہی کہا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے ان دونوں سے خطرہ ہے۔ اس لیے میرے ساتھ لیث مرادی کو بھیج دیجئے۔ پھر ہم دونوں زرارہ کے پاس

Marfat.com

آئے۔ اور امام جعفر کا پیغام دیا۔ وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم! امام نے استطاعت کے بارے میں مجھے فتویٰ دیا تھا لیکن انہیں اس کی غلطی کا علم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا۔ میں اس سے رجوع نہیں کروں گا

جابر ابن یزید جعفی صرف ایک مرتبہ امام جعفر صادق کو مل سکا

رجال کشی

عَنْ اَبِیْ بُکَیْرٍ عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَاعَبْدِاللّٰهِ (ع) عَنْ اَحَادِیْثِ جَابِرٍ فَقَالَ مَارَأَیْتُهٗ عِنْدَ اَبِیْ قَطُّ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً وَّمَا دَخَلَ عَلَیَّ قَطُّ۔

(رجال کشی ص ۱۶۹ ذکر جابر بن زید جعفی مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

زراہ سے ابو بکیر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جابر بن زیاد کی احادیث کے بابت پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے اُسے اپنے والد کے ہاں صرف اور صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے۔ اور وہ میرے پاس بھی کبھی نہیں آیا۔ (جابر بن یزید کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ستر یا نوے ہزار احادیث امام باقر سے

Marfat.com

سنی ہیں)

لمحۂ فکریہ

آثار نبوت کے محافظ، فقہ و مسلک امامیہ کے کرتا دھرتا اور پھر ملعون اور وہ بھی امام جعفر کی زبان اقدس سے کیا خوب اتفاق ہے۔ کیا حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث و مرویات کا راوی "ملعون،، ہونا چاہیئے؟ یہی زرارہ جسے امام موصوف نے یہود و نصاریٰ سے زیادہ شریر فرمایا۔ کیا اسے فقہ جعفریہ کا ستون اول شمار کیا جائے؟ دوسرا ستون ابو بصیر جس نے امام موصوف کو پرلے درجے کا لالچی اور دنیادار کہا۔ انہیں رشوت لینے والا قرار دیا۔ اس بکواس کی وجہ سے کتے ایسے ناپاک حیوان نے اس کے کان اور منہ میں پیشاب کر کے بزبان حال یہ کہہ دیا۔ کہ اس کا منہ اور کان اس قابل نہیں۔ کہ ان سے ائمہ اہل بیت کی روایات نکل سکیں۔ اور وہ ایسی پاکیزہ گفتگو سننے کے لائق ہی نہیں ہے۔ یہ دوسرا ستون آنکھوں سے محروم ضرور تھا۔ لیکن کم از کم زبان کو تو اہل بیت کرام پر ہرزہ سرائی سے روک سکتا تھا۔ لیکن یہ ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی نہ ہوتی۔ تو وہ کتا کس کے منہ میں پیشاب کرتا؟ تیسرا ستون محمد ابن مسلم طائفی بھی بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ "ملعون،، ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا۔ کہ واقعہ ہو جانے کے بعد اُسے اُس واقعہ کا علم ہوتا ہے۔ پہلے وہ بے خبر ہوتا ہے (معاذ اللہ) چوتھے رکن پر بھی اللہ کی لعنت بھیجی گئی۔ اور اس چوتھے رکن یعنی ابو بریدنے تو یہاں تک کہہ دیا۔ کہ امام جعفر کے مقابلہ میں میری باتوں کو افضلیت ہے۔ میں اُن کے مقابلہ میں اپنی بات سے رجوع نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

کیونکہ انہیں لوگوں کے حالات کی گفت گو کرنے کی سوجھ بوجھ نہیں۔ ادھر اُدھر کی بن سوچے ہانک دیتے ہیں۔ ان چار ملعون، بے دینوں۔ ائمہ اہل بیت کے گستاخوں اور بدعقیدہ ستونوں پر جو عمارت کھڑی ہو گی۔ آپ خود اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ وہ کس قدر صحیح اور حق ہو گی۔ ان چار ستونوں کا ایک اور دم چھلا یعنی جناب جابر بھی ہیں۔ جو امام باقر اور امام جعفر سے ستر یا نوے ہزار احادیث کی روایت کا واویلا کرتے ہیں۔ حالانکہ خود امام جعفر رضی اللہ عنہ کے بقول زندگی بھر یہ شخص انہیں تو ملا نہیں۔ البتہ صرف ایک مرتبہ ان کے والد گرامی سے ملاقات نصیب ہوئی تھی۔ تو ایک ہی ملاقات میں، ستر یا نوے ہزار احادیث انہوں نے اسے ارشاد فرما دیں۔ اور اس بلا کے ذہین ،، نے انہیں من وعن محفوظ کر لیا۔ اور پھر بوقت ضرورت روایت کرتا رہا۔ سبحان اللہ! جن سے روایت کا دعویٰ وہ اس سے ملاقات کے ہی منکر۔ اور اسے اصرار کہ میں نے ان سے اس قدر احادیث کی سماعت کی۔ اور پھر اس پر ،، فقہ جعفریہ،، کی پانچویں ٹانگ بننے کا دعویٰ؟ معلوم ہوتا ہے کہ من گھڑت احادیث اور ادھر اُدھر کی جوڑ توڑ کر ان ،، پنج تن ،، نے پنج تنی فقہ مرتب کی ہو گی۔ اور جسے پھر لکیر کے فقیروں ،، یا علی کے ملنگوں،، نے سینہ سے لگایا۔

٭

Marfat.com

ان چار پانچ کے علاوہ اور بھی بہت سے
ان کے ساتھی "وضع حدیث" میں یدطولے
رکھتے تھے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں

اہل تشیع کی کتب اسمائے رجال کا مطالعہ کریں۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ ان میں کچھ اور بھی ایسے حضرات ہوئے ہیں۔ جو احادیث گھڑنے اور انہیں کسی امام کی طرف منسوب کرنے میں بڑے بے باک تھے۔ انہی کی ایسی، روایات کا مجموعہ "فقہ جعفریہ" بن گیا۔ ثبوت ملاحظہ ہو

حوالہ ۱: رجال کشی

قَالَ یُوْنُسُ وَافَیْتُ الْعِرَاقَ فَوَجَدْتُ بِهَا قِطْعَةً مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ جَعْفَر (ع) فَوَجَدْتُ اَصْحَابَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) مُتَوَافِرِیْنَ فَسَمِعْتُ مِنْهُمْ وَاَخَذْتُ کُتُبَهُمْ فَعَرَضْتُهَا مِنْ بَعْدِ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ الرِّضَا (ع) فَاَنْکَرَ مِنْهَا اَحَادِیْثَ کَثِیْرَةً اَنْ یَکُوْنَ مِنْ اَحَادِیْثِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) وَقَالَ لِیْ اِنَّ اَبَا الْخَطَّابِ کَذِبَ

Marfat.com

عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ (ع) لَعَنَ اللّٰہُ اَبَا الْخَطَّابِ وَ کَذَالِکَ اَصْحَابَ اَبِی الْخَطَّابِ یَدُسُّوْنَ ھٰذِہِ الْاَحَادِیْثَ اِلٰی یَوْمِنَا ھٰذَا فِیْ کُتُبِ اَصْحَابِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ (ع) فَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا خِلَافَ الْقُرْاٰنِ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۱۹۵ ذکر مغیرہ ابن سعید مطبوعہ کربلا۔
(۲۔ تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۳۶ باب المغیرہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

یونس کہتا ہے کہ میں جب عراق گیا۔ تو مجھے امام جعفر کے اصحاب کی ایک جماعت سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ وہاں بہت سے اصحاب جعفر اور بھی تھے۔ میں نے اُن سے حدیث کی سماعت کی۔ اور ان کی تحریرات حاصل کیں۔ اس کے بعد میں نے وہ احادیث اور تحریرات ابوالحسن امام رضا کو سنائیں۔ تو انہوں نے اُن میں سے بکثرت احادیث کے بارے میں فرمایا۔ یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نہیں ہیں اور مجھے فرمانے لگے۔ ابوالخطاب نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹی احادیث کی نسبت کرکے ان پر بہتان باندھا ہے۔ اللہ کی ابوالخطاب پر لعنت ہو۔ اسی طرح ابوالخطاب مذکور کے ساتھی اور اصحاب آج تک متواتر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے اصحاب سے مروی احادیث میں اپنی طرف سے من گھڑت احادیث داخل کیے جا رہے ہیں۔ لہذا قرآن کریم کے خلاف کوئی روایت ہماری طرف سے کہی گئی قبول نہ کرنا۔

حوالہ ۲ تنقیح المقال

عَنْ اَبِیْ مِسْکَانَ عَمَّنْ حَدَّثَہٗ مِنْ اَصْحَابِنَا عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ (ع) قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ کَانَ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَالَ فِیْنَا مَا لَا نَقُوْلُہٗ فِیْ اَنْفُسِنَا وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَزَالَنَا عَنِ الْعُبُوْدِیَّۃِ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنَا وَاِلَیْہِ مَابُنَا وَمَعَادُنَا وَبِیَدِہٖ نَوَاصِیْنَا۔

(۱۔ تنقیح المقال جلد سوئم ص ۲۳۶ باب المغیرۃ۔)
(۲۔ رجال کشی ص ۱۹۵ باب المغیرہ مطبوعہ کربلا۔)

ترجمہ:
ابو مسکان ہمارے اصحاب کے ذریعہ سے امام جعفر صادق رض کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ میں نے امام موصوف کو مغیرہ بن سعید پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا۔ کیونکہ وہ ان کے والد گرامی سے جھوٹی احادیث روایت کر کے ان پر بہتان

Marfat.com

باندھتا تھا۔ اس جرأت کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اس کو گرم لوہے کا عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر اس شخص پر لعنت جو ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے۔ جو ہم نے خود اپنے متعلق نہیں کہیں۔ اور اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے ہمیں اس اللہ کی عبودیت سے دُور کرنے کی باتیں کیں جس اللہ نے ہمیں پیدا فرمایا، جس کی طرف ہمارا پلٹنا ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں ہماری شخصیات ہیں۔

حوالہ ۳۱ رجال کشی

عَنْ حَبِيْبِ الْخَثْعَمِيْ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ كَانَ لِلْحَسَنِ (ع) كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۱۹۷ باب مغیرہ بن سعید)

(۲۔ تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۳۶ باب المغیرہ۔)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حبیب خثعمی روایت کرتا ہے انہوں نے فرمایا۔ کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے

Marfat.com

بارے میں جھوٹی روایات بیان کرنے والے بہت سے کذاب تھے۔ ان میں سے کسی نے حسنین کریمین سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ مختار نے امام علی بن حسین پر بہتان تراشے اور مغیرہ بن سعید نے میرے والد امام باقر پر جھوٹ گھڑا۔

حوالہ ۴ تنقیح المقال

عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللهِ (ع) يَقُوْلُ كَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ عَلٰى اَبِيْ وَيَأْخُذُ كُتُبَ اَصْحَابِهِ وَكَانَ اَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُوْنَ بِاَصْحَابِ اَبِيْ يَأْخُذُوْنَ الْكُتُبَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ فَيَدْفَعُوْنَهَا اِلَى الْمُغِيْرَةِ فَكَانَ يَدُسُّ فِيْهَا الْكُفْرَ وَالزَّنْدَقَةَ وَيُسْنِدُهَا اِلٰى اَبِيْ ثُمَّ يَدْفَعُهَا اِلٰى اَصْحَابِهِ فَيَأْمُرُهُمْ اَنْ يَبُثُّوْهَا فِي الشِّيْعَةِ فَكُلَّمَا كَانَ فِيْ كُتُبِ اَصْحَابِ اَبِيْ مِنَ الْغُلُوِّ فَذَاكَ مِمَّا دَسَّهُ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فِيْ كُتُبِهِمْ۔

(۱۔ تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۳۶، باب المغیرہ)

(۲۔ رجال کشی ص ۹۶، ذکر مغیرہ بن سعید)

ترجمہ:

ہشام بن الحکم بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق کو یہ

Marfat.com

فرماتے ہوئے سنا۔ کہ مغیرہ بن سعید جان بوجھ کر میرے والد، امام باقر کے متعلق جھوٹی روایات منسوب کرتا تھا۔ اور والد گرامی کے اصحاب کی کتب سے کر وہ اس طرح کہ مغیرہ کے ساتھی میرے والد کے ساتھیوں میں گھسے ہوئے اور چھپے ہوئے رہتے تھے اس طرح وہ میرے والد کے ساتھیوں سے اُن کی کتب لے لیا کرتے تھے۔ جب یہ لوگ حاصل شدہ کتب مغیرہ کے پاس لے جاتے تو وہ ان میں کفر اور بے دینی کی باتیں ٹھونس کر انہیں میرے والد گرامی کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ پھر وہی کتابیں اپنے ساتھیوں کو لوٹاتے ہوئے انہیں حکم دیا کرتا تھا۔ کہ ان کتابوں کے مضامین اور روایات کو شیعوں میں پھیلا کر ان کے دلوں پر منقش کر دو۔ لہذا جب بھی تمہیں میرے والد گرامی امام باقر کی کتابوں میں غلو نظر آئے۔ تو سمجھ لینا کہ یہ مغیرہ بن سعید کی، خباثت ہے۔

حوالہ نمبر ۵ :

رجال کشی :

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَوْمًا لِاَصْحَابِهٖ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ وَلَعَنَ اللّٰهُ يَهُوْدِيَّةً كَانَ يَخْتَلِفُ اِلَيْهَا يَتَعَلَّمُ مِنْهَا السِّحْرَ وَالشَّعْبَذَةَ وَالْمَخَارِيْقَ اِنَّ الْمُغِيْرَةَ كَذَبَ عَلٰى اَبِيْ فَسَلَبَهُ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ وَاِنَّ قَوْمًا

Marfat.com

كَذَبُوْا عَلَيَّ مَا لَهُمْ اَذَاقَهُمُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ فَوَاللّٰهِ مَا نَحْنُ اِلَّا عَبِيْدُ الَّذِيْ خَلَقَنَا وَاصْطَفَانَا مَا نَقْدِرُ عَلٰى ضُرٍّ وَلَا نَفْعٍ اِنْ رَحِمَنَا فَبِرَحْمَتِهٖ وَاِنْ عَذَّبَنَا فَبِذُنُوْبِنَا وَاللّٰهِ مَا لَنَا عَلَى اللّٰهِ مِنْ حُجَّةٍ وَلَا مَعَنَا مِنَ اللّٰهِ بَرَاءَةٌ وَاِنَّا لَمَيِّتُوْنَ وَمَقْبُوْرُوْنَ وَمَنْشُوْرُوْنَ وَمَبْعُوْثُوْنَ وَمَوْقُوْفُوْنَ وَمَسْئُوْلُوْنَ وَيْلَهُمْ مَا لَهُمْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ لَقَدْ اٰذَوُا اللّٰهَ وَاٰذَوْا رَسُوْلَهٗ (ص) فِيْ قَبْرِهٖ وَاَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ-

(۱- رجال کشی صفحہ ۱۹۶

باب المغیرۃ)

(۲- تنقیح المقال جلد سوم

ص ۲۳۶ باب المغیرہ بن سعید)

ترجمہ:

عبدالرحمن بن کثیر بیان کرتا ہے۔ کہ ایک دن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی مغیرہ بن سعید اور یہودیوں پر لعنت ہو۔ مغیرہ کا یہ وطیرہ تھا۔ کہ وہ یہود کے پاس جاتا۔ اور ان میں جادو، شعبدہ بازی اور دوسری خارق عادت باتیں سیکھتا۔ اس مغیرہ نے میرے والد گرامی پر جھوٹ

Marfat.com

باندھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان چھین لیا تھا۔ کچھ لوگوں نے مجھ پر بھی بہتان تراشے ہیں۔ انہیں کیا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ خدا کی قسم! ہم تو صرف اس اللہ پاک کے بندے ہی ہیں جس نے ہمیں پیدا کر کے منتخب فرمایا۔ ہمیں کسی نفع اور نقصان کی قدرت نہیں۔ اگر اللہ ہم پر رحم فرماتا ہے۔ تو وہ اپنی رحمت کی وجہ سے اور اگر عذاب دیتا ہے تو وہ ہمارے گناہوں کا خمیازہ ہوتا ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ پر ہمیں کوئی حجت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمارے پاس کوئی بری الذمہ ہونے کی اس کی طرف سے تحریر ہے۔ ہم بھی یقیناً مرنے والے، اللہ کے سامنے مجبور، مر کر اٹھنے والے، قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں پھیلنے والے، ٹھہرنے والے اور پوچھے جانے والے ہیں۔ ان جھوٹوں کے لیے بربادی۔ اللہ ان پر لعنت بھیجے۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ ان کے اس رویہ سے انہوں نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ اور قبر انور میں اس کے رسول کو دکھ دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ، فاطمہ، حسن، حسین، علی بن حسین اور محمد بن علی ان سب کو تکلیف پہنچائی۔

حوالہ نمبر۶: رجال کشی

اَبُوْ یَحْیٰی الْوَاسِطِیْ قَالَ قَالَ اَبُوالْحَسَنِ الرِّضَا (ع) کَانَ بَنَانُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ (ع) فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَکَانَ

Marfat.com

مُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلَى اَبِيْ جَعْفَرٍ فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيْرٍ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِي الْحَسَنِ مُوْسٰى (ع) فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ اَبُو الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَالَّذِيْ يَكْذِبُ عَلَيَّ مُحَمَّدُ بْنُ فُرَاتٍ - قَالَ اَبُوْ يَحْيٰى وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ فُرَاتٍ مِنَ الْكُتَّابِ فَقَتَلَهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ شَكْلَةَ -

(۱- رجال کشی صفحہ ۲۵۶
ذکر ابوالخطاب مطبوعہ کربلا-)
(۲- تنقیح المقال جلد سوم
ص ۱۹۱ باب محمد - مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

ابو یحییٰ واسطی کا کہنا ہے۔ کہ امام ابوالحسن رضا نے فرمایا - بنان نے امام علی بن حسین پر جھوٹ باندھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گرم لوہے کا عذاب دیا۔ مغیرہ بن سعید نے ابوالحسن علی پر بہتان باندھا۔ تو اسے بھی اللہ تعالیٰ نے گرم لوہے کا عذاب دیا - ابوالخطاب نے امام جعفر صادق کے متعلق من گھڑت جھوٹی باتیں پھیلائیں۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے گرم لوہے کے عذاب میں گرفتار فرمایا۔ اور مجھ پر جھوٹ باندھنے والا محمد بن فرات ہے ابو یحییٰ کہتا ہے۔ کہ محمد بن فرات کاتبین میں سے تھا - اسے

Marfat.com

ابراہیم بن شکلہ نے قتل کیا تھا

حوالہ نمبر ۷: تنقیح المقال

عَنِ ابْنِ سَنَانٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) اِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ صَادِقُوْنَ لَا نَخْلُوْ مِنْ كَذَّابٍ يَكْذِبُ عَلَيْنَا فَيَسْقُطُ صِدْقُنَا بِكِذْبِهٖ عَلَيْنَا عِنْدَ النَّاسِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) اَصْدَقَ الْبَرِيَّةِ لَهْجَةً وَكَانَ مُسَيْلَمَةُ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَكَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (ع) اَصْدَقَ مَنْ بَرَى اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَانَ الَّذِيْ يَكْذِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْكَذِبِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَبَا لَعَنَهُ اللّٰهُ وَكَانَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ (ع) قَدِ ابْتَلٰى بِالْمُخْتَارِ ثُمَّ ذَكَرَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَارِثَ الشَّامِيَّ وَبَنَانَ فَقَالَ كَانَا يَكْذِبَانِ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (ع) ثُمَّ ذَكَرَ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ وَبَزِيْعًا وَالسَّرِيَّ وَاَبَا الْخَطَّابِ وَمَعْمَرًا وَبَشَّارَ الْاَشْعَرِيَّ وَحَمْزَةَ الْبَرْبَرِيَّ وَصَائِدَ النَّهْدِيَّ فَقَالَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اِنَّا لَا نَخْلُوْ مِنْ كَذَّابٍ يَكْذِبُ عَلَيْنَا اَوْ عَاجِزِ الرَّاْيِ كَفَانَا اللّٰهُ مُؤْنَةَ كُلِّ كَذَّابٍ وَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ

Marfat.com

حَرَّ الْحَدِيْدِ۔

(۱۔ تنقیح المقال جلد سوم
باب محمد من ابواب المیم
مطبوعہ تہران)
(۲۔ رجال کشی ص ۲۵۷
ذکر ابو الخطاب)

ترجمہ:

ابن سنان بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت باوجود صادق ہونے کے کذابوں سے نہ بچ سکے۔ انہوں نے ہم پر بہتان باندھے۔ اور ہمارے صدق کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ لوگوں کے سامنے ہم پر جھوٹی باتیں گھڑتے تھے۔ دیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ سچے ہیں لیکن مسیلمہ کذاب نے آپ پر جھوٹ باندھا۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تمام سے زیادہ سچے تھے۔ ان پر بہتان باندھنے والا عبد اللہ بن سبا لعنتی تھا۔ ابو عبد اللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو مختار کذاب سے واسطہ پڑا۔ اس کے بعد امام جعفر نے ابو عبد اللہ حارث شامی اور بنان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھوٹی جھوٹی روایات گھڑا کرتے تھے۔ پھر امام جعفر نے مغیرہ بن سعید

Marfat.com

بزیع، السری، ابوالخطاب، معمر، بشار اشعری حمزہ یزیدی اور صائد النہدی کا ذکر کر کے فرمایا۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ہم کذابوں سے نہ چھوٹ سکے۔ جنہوں نے ہم پر بہتان باندھے۔ اور ایسے لوگوں سے بھی نہ بچ جا سکے۔ جو بے علم ہوتے ہوئے ہم پر غلط رائے قائم کرتے تھے۔ ان کذّابوں سے جو ہمیں کوفت ہوئی۔ اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان جھوٹوں کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔

حوالہ نمبر۸: رجال کشی

عَنْ مُصَارِفٍ قَالَ لَمَّا لَبَّیَ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ لَبُّوْا بِالْکُوْفَۃِ۔

۱۔ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ رع فَاَخْبَرْتُہٗ بِذَالِکَ فَخَرَّ سَاجِدًا وَدَقَّ جُؤْجُؤَہٗ بِالْاَرْضِ۔

۲۔ وَبَکٰی وَاَقْبَلَ یَلُوْذُ بِاَصْبِعِہٖ وَیَقُوْلُ بَلْ عَبْدُ اللّٰہِ قِنٌّ دَاخِرٌ مِرَارًا کَثِیْرَۃً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَہٗ وَدُمُوْعُہٗ تَسِیْلُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ نَدِمْتُ عَلٰی اِخْبَارِیْ اِیَّاہُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ وَمَا عَلَیْکَ اَنْتَ مِنْ ذَا فَقَالَ یَامُصَارِفُ اِنَّ عِیْسٰی لَوْ سَکَتَ عَمَّا قَالَتِ النَّصَارٰی فِیْہِ

Marfat.com

لَكَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ اَنْ يُّصِمَّ سَمْعَهُ وَيُعْمِيَ بَصَرَهُ وَلَوْ سَكَتُّ عَمَّا قَالَ فِيَّ اَبُو الْخَطَّابِ لَكَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ اَنْ يُّصِمَّ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۲۵۳۔
ذکر ابو الخطاب مطبوعہ کربلا)
(۲۔ تنقیح المقال ص ۲۵۳ ذکر
ابو الخطاب مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

مصارف کا کہنا ہے۔ کہ جب کوفیوں نے لبیک یا جعفر کا غلغلہ بلند کیا۔ تو میں امام جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس واقعہ کی انہیں خبر دی۔ وہ فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اور اپنا سینہ زمین کے ساتھ رگڑنے لگے۔ اور زار و قطار رو رہے تھے۔ اور اپنی انگلی کے ذریعہ پناہ مانگ رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔ بلکہ عبد اللہ (امام جعفر) تو اللہ تعالیٰ کا ایک غلام اور بندہ کمتر ہے۔ یہ جملہ آپ نے بار ہا فرمایا۔ پھر سر انور اٹھایا۔ تو آپ کے آنسو آپ کی داڑھی مبارک سے بہہ رہے تھے۔ مجھے یہ بات بتلانے پر بہت ندامت ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ میری جان آپ پر قربان! اس واقعہ سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ فرمانے لگے۔ اے مصارف! یہ سچی بات ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس بات کو سن کر خاموش ہو جاتے جو نصاریٰ نے آپ کے بارے میں کہی تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی

Marfat.com

کر دیتا۔ اور اگر میں بھی وُہ بات سُن کر خاموش رہتا جو ابوالخطاب نے میرے متعلق کہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو حق پہنچتا کہ وہ میرے کان اور میری آنکھ بھی بہرے اندھے کر دیتا۔

حوالہ نمبر۹ رجال کشی

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ (ع) اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ قَالَ وَمَا یَقُوْلُوْنَ قُلْتُ یَقُوْلُوْنَ تَعْلَمُ قَطْرَ الْمَطَرِ وَعَدَدَ النُّجُوْمِ وَوَرَقَ الشَّجَرِ وَوَزْنَ مَا فِی الْبَحْرِ وَعَدَدَ التُّرَابِ فَرَفَعَ یَدَہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ لَا وَاللّٰہِ مَا یَعْلَمُ ھٰذَا اِلَّا اللّٰہُ

(رجال کشی ص ۲۵۳ ذکر
ابو الخطاب)

ترجمہ:
ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کی حضور! لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ بارش کے قطروں، ستاروں کی تعداد، درختوں کے پتوں، سمندرو دریا کے پانی کا وزن اور مٹی کے ذرّوں کی تعداد جانتے ہیں یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے۔ اور فرمانے لگے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! خدا کی قسم! اللہ کے بغیر یہ کوئی نہیں جانتا۔

Marfat.com

حوالہ نمبر۱۰ رجال کشی

عَنِ الْمُفَضَّلِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ لَوْ قَامَ قَائِمُنَا بَدَاءَ بِكَذَّابِي الشِّيْعَةِ فَقَتَلَهُمْ۔

(رجال کشی ص ۲۵۳ ذکر ابوالخطاب مطبوعہ کربلا۔ طبع جدید)

ترجمہ:

مفضل ابن عمر بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر امام مہدی تشریف لے آئیں۔ تو سب سے پہلا کام یہ سر انجام دیں گے۔ کہ شیعوں میں جو کذاب ہیں۔ ان کے سر قلم کر دیں گے۔

حوالہ نمبر۱۱ رجال کشی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الشَّامِيِّ قَالَ قَالَ اَبُوْ الْحَسَنِ (ع) قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اٰيَةً فِي الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا وَهِيَ فِيْمَنْ يَنْتَحِلُ التَّشَيُّعَ۔

(رجال کشی ص ۲۵۴۔ ذکر ابوالخطاب)

ترجمہ:

علی بن یزید شامی کہتا ہے۔ کہ ابوالحسن نے امام جعفر صادق سے روایت کی۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو آیت منافقین کے بارے

Marfat.com

میں نازل فرمائی۔ وہ ہر اس شخص پر فٹ بیٹھتی ہے جس میں شیعیت پائی جاتی ہے۔

مذکورہ گیارہ حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ امام رضا کا فرمان ہے۔ کہ میرے دادا امام جعفر صادق کے زمانہ سے لے کر آج میرے زمانہ تک شیعہ راوی ان کی احادیث میں اپنی طرف سے گھڑی ہوئی باتیں درج کرتے چلے آرہے ہیں۔

۲۔ ائمہ اہل بیت نے ایسے تمام کذابوں کے لیے گرم لوہے کے عذاب کی دعا کی۔ جنہوں نے ان کی طرف سے من گھڑت باتیں لوگوں کے سامنے پیش کیں۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہر امام کے لیے کوئی نہ کوئی جعلی حدیثیں بنانے والا موجود رہا ہے۔

۴۔ مغیرہ بن سعید ایسا نامی گرامی کذاب ہے۔ کہ اس نے امام جعفر صادق کے اصحاب کی کتب میں جھوٹی روایات داخل کر کے شیعوں کو یہ باور کرایا۔ کہ یہ تمام احادیث امام جعفر کی بیان کردہ ہیں۔ اور شیعہ لوگوں نے انہیں تسلیم بھی کر لیا۔

۵۔ ہر ایسی روایت جس میں ائمہ اہل بیت کے بارے غلو سے کام لیا گیا۔ وہ من گھڑت ہے۔

۶۔ مغیرہ بن سعید نے جعلی روایات کے ذریعہ امام جعفر کی تعلیم میں کفر

Marfat.com

اور بے دینی بھر دی تھی۔

۷۔ امام جعفر کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ کچھ لوگ ان میں خدائی اوصاف تسلیم کرتے ہیں۔ اور اللھم لبیک کی بجائے جعفر لبیک کہتے ہیں۔ تو آپ نے اس کی سختی سے تردید فرمائی۔ اور فرمادیا۔ کہ اگر میں ان شرکیہ اور کفریہ باتوں کی تردید نہ کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ مجھے اندھا بہرہ کر دیتا۔

۸۔ امام جعفر صادق نے اپنی عبودیت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے مرنے، جینے اور حشر و نشر سب کا اقرار کیا۔ اور اپنے بارے میں غلو کرنے والوں پر لعنت بھیج کر فرمایا۔ ان جھوٹوں نے رسول خدا، علی المرتضیٰ، حسنین کریمین وغیرہ کو ان کی قبور میں اذیت پہنچائی۔

۹۔ بارش کے قطرے، درختوں کے پتے، ریت اور مٹی کے ذرے وغیرہ کا علم ثابت کرنے والے پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خدا کی پناہ مانگی۔

۱۰۔ اپنے بارے میں ان عقائد کے معتقدین کو آپ نے منافق فرمایا۔ اور یہ عقائد شیعوں میں ہونے کا ذکر بھی فرمایا۔

۱۱۔ ان جھوٹی روایات کو ہماری طرف منسوب کرنے والے شیعوں کی، امام مہدی سب سے پہلے گردن ماریں گے۔

لمحہ فکریہ

امور مذکورہ اور حوالہ جات گذشتہ سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ ائمہ اہل بیت کی احادیث و روایات میں ہر دور کے اندر کذابوں نے جھوٹی اور من گھڑت روایات داخل کیں۔ لہٰذا ان کتابوں پر اعتماد نہ کر

Marfat.com

اب جبکہ انہی روایات واحادیث پر فقہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ کا دارومدار ہے۔ تو کونسا عقلمند اس فقہ اور عقائد کو صحیح تسلیم کرے گا۔ جس کی بنیاد منافق کذاب اور گرم لوہے کے عذاب والے رکھیں۔ وہ عمارت کب خیر و برکت والی ہوسکتی ہے چلتے چلتے ان کذابوں کے گھڑے ہوئے شرکیہ اور کفریہ عقیدہ کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔

جلاء العیون

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میں وہ ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں۔ جس کا ذکر صحف اولی میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ یوم حساب کا مالک ہوں، میں صراط اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں۔ اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کو پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں حلم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیرالمومنین ہوں میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجت خدا ہوں۔ میں متزلزل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لیے

Marfat.com

جو قیامت کی تکذیب کرتے ہیں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنیٰ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ علیہ السلام نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں! میں قبروں سے مردوں کو نکالنے (زندہ کرنے) والا ہوں۔ میں یوم النشور کا مالک ہوں۔ میں نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں میں کلیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حیّ ہوں جسے موت نہیں آتی۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا گیا ہے۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ ہمارے مرتضٰے ص ۵۱ - ۵۲ مولائے کائنات کا یہ فرمان خلاف، قرآن و اسلام نہیں بلکہ عین اسلام ہے۔ بارش برسانا، فصل اگانا، درختوں پر پھول لانا اور پھل لگانا، بادل لانا، اولاد پیدا کرنا یہ امور عبادت ہیں۔ جس کے یہ ہیں وہ معبود ہے اور جو ان کو کرے وہ عبد ہے۔ لہٰذا یہ امور ہیں عبادت اور اللہ کے ہیں یہ امور وہ ہے معبود اور جو ان کو انجام دے وہ ہے۔ عبد، جو ہستیاں ان عباد پہ حاکم ہیں

Marfat.com

وُہ ہیں محمد وآلِ محمد علیہم السلام۔

(ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۶۰
مطبوعہ انصاف پریس لاہور شیعہ
جنرل بک ایجنسی

الحاصل:

فقہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ کے مبادی اور ان کے ستون جو ہم نے ذکر کیے۔ اگر کوئی بھی حق کا متلاشی ان میں غور و فکر کرے گا۔ تو اسے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔ کہ اس فقہ اور ان عقائد کی بنیاد حضرات ائمہ اہل بیت کے اقوال و افعال نہیں ہیں۔ بلکہ ان کذاب اور منافق لوگوں کی من گھڑت روایات ہیں۔ جن پر خود ائمہ اہل بیت نے لعنت بھیجی ہے:۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے پر دوسری دلیل

اصول کافی

عَنِ السَّدِيْدِ الصَّيْرَفِي قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ

Marfat.com

مَا يَسَعُكَ الْقُعُوْدُ فَقَالَ وَلِمَ يَا سَدِيْدُ؟ قُلْتُ
لِكَثْرَةِ مَوَالِيْكَ وَ شِيْعَتِكَ وَ اَنْصَارِكَ
وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام
مَالَكَ مِنَ الشِّيْعَةِ وَ الْاَنْصَارِ وَ الْمَوَالِيْ
مَا طَمِعَ فِيْهِ تَيْمٌ وَلَا عَدِيٌّ فَقَالَ يَا سَدِيْدُ
وَكَمْ عَسٰى اَنْ يَكُوْنُوْا؟ قُلْتُ مِائَةَ اَلْفٍ
قَالَ مِائَةَ اَلْفٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ وَ مِائَتَيْ اَلْفٍ
قَالَ مِائَتَيْ اَلْفٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ وَنِصْفَ الدُّنْيَا
قَالَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ يَخِفُّ عَلَيْكَ اَنْ
تَبْلُغَ مَعَنَا اِلٰى يَنْبُعَ قُلْتُ نَعَمْ فَاَمَرَ بِحِمَارٍ
وَ بَغْلٍ اَنْ يُسْرَجَا فَبَادَرْتُ فَرَكِبْتُ
الْحِمَارَ فَقَالَ يَا سَدِيْدُ اَتَرٰى اَنْ تُؤْثِرَنِيْ
بِالْحِمَارِ؟ قُلْتُ اَلْبَغْلُ اَزْيَنُ وَ اَنْبَلُ قَالَ
الْحِمَارُ اَرْفَقُ بِيْ فَنَزَلْتُ فَرَكِبَ الْحِمَارَ
وَ رَكِبْتُ الْبَغْلَ فَمَضَيْنَا فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ
فَقَالَ يَا سَدِيْدُ اَنْزِلْ بِنَا نُصَلِّيْ ثُمَّ قَالَ
هٰذِهِ اَرْضٌ سَبْخَةٌ لَا تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ فِيْهَا
فَسِرْنَا حَتّٰى صِرْنَا اِلٰى اَرْضٍ حَمْرَاءَ وَ نَظَرَ
اِلٰى غُلَامٍ يَرْعٰى جِدَاءً فَقَالَ وَاللّٰهِ يَا سَدِيْدُ
لَوْ كَانَ لِيْ شِيْعَةٌ بِعَدَدِ هٰذِهِ الْجِدَاءِ مَا
وَسِعَنِي الْقُعُوْدُ وَ نَزَلْنَا وَ صَلَّيْنَا فَلَمَّا فَرَغْنَا

Marfat.com

مِنَ الصَّلٰوۃِ عَطِفْتُ عَلَی الْجِدَاءِ فَعَدَدْتُهَا
فَإِذَا هِیَ سَبْعَةَ عَشَرَ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۴۲
کتاب الایمان والکفر، باب
فی قلة العدد المومنین مطبوعہ
تھران طبع جدید)

ترجمہ:

سدید صیرفی بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حضور گیا۔ اور عرض کی خدا کی قسم! اب آپ کے لیے گھر میں بیٹھ رہنا درست نہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ کیوں ؟ میں نے کہا آپ کے دوستوں شیعوں اور انصار کی کثرت کی وجہ سے واللہ اگر امیر المومنین کے پاس اتنے شیعہ اور انصار ہوتے تو تیم اور عدی والے ان سے خلافت لے نہ سکتے تھے۔ فرمایا اے سدید تم سب بھلا کتنے ہو۔ میں نے کہا ایک لاکھ فرمایا ایک لاکھ میں نے کہا جی ہاں بلکہ دو لاکھ فرمایا دو لاکھ میں نے کہا جی ہاں بلکہ نصف دنیا۔ یہ سن کر حضرت خاموش ہو گئے۔ اور فرمایا۔ کیا تیرے لیے یہ آسان ہے۔ کہ تو ہمارے ساتھ چشمہ ینبع تک چلے۔ میں نے کہا ضرور۔ آپ نے حکم دیا کہ گدھے اور خچر پر زین رکھیں۔ میں نے جلدی یہ خدمت انجام دی۔ اور میں گدھے پر سوار ہوا۔ فرمایا اے سدید! حمار پر مجھے سوار ہونے دے۔ میں نے کہا خچر زیادہ شاندار اور شریف طبیعت ہے۔ فرمایا گدھا رفتار میں میری موافقت کرتا

Marfat.com

ہے۔ یہ سن کر میں اتر آیا۔ اور خچر پر سوار ہوا۔ اور حضرت حمار پر سوار رہے ہم دونوں چلے۔ جب وقت نماز آیا۔ تو فرمایا اترو تاکہ نماز ادا کریں اس کے بعد فرمایا یہ زمین شور ہے۔ یہاں نماز جائز نہیں۔ ہم پھر چلے۔ یہاں تک کہ ایک سرسبز اور سرخ رنگ کے خطہ پر پہنچے۔ ایک لڑکے کو بکریاں چراتے دیکھا۔ فرمایا اے سدید! اگر میرے شیعہ بقدران بکریوں کے ہوتے تو میں خروج کرتا۔ ہم وہاں اترے اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں نے اُن بکریوں کو شمار کیا۔ تو ان کی تعداد سترہ تھی۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۲۶۷ باب ۱۰۰ مطبوعہ شمیم بکڈپو)

اصول کافی

ابن ابی عمیر۔ عن ہشام بن سالم عن ابی عمرالاعجمی قَالَ قَالَ لِیْ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا اَبَا عُمَرَ اِنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارَ الدِّیْنِ فِی التَّقِیَّةِ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَهٗ وَالتَّقِیَّةُ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ اِلَّا فِی النَّبِیْذِ وَالْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

ابوعمرالاعجمی کہتا ہے۔ کہ فرمایا ابوعبداللہ علیہ السلام نے تقیہ

Marfat.com

نو حصہ دین ہے۔ جو وقت ضرورت تقیہ نہ کرے اس کا دین نہیں اور تقیہ ہر شئ میں ہے۔ سوائے نبیذ (جو کی شراب) اور موزوں پر مسح کے۔

(کتاب الشافی مترجم اصول کافی جلد ۲ ص ۴۰۲ باب ۹۷ کتاب الایمان والکفر)

احتجاج طبرسی

فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا مِنَّا اِلَّا قَائِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَهَادٍ اِلٰی دِیْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنَّ الْقَائِمَ الَّذِیْ یُطَهِّرُ اللّٰہُ بِہِ الْاَرْضَ مِنْ اَهْلِ الْکُفْرِ وَالْجُحُوْدِ وَیَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا هُوَ الَّذِیْ یَخْفٰی عَلَی النَّاسِ وِلَادَتُہٗ وَیَغِیْبُ عَنْهُمْ شَخْصُہٗ وَیَحْرُمُ عَلَیْهِمْ تَسْمِیَتُہٗ وَهُوَ سَمِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکُنْیَتُہٗ وَهُوَ الَّذِیْ تُطْوٰی لَہُ الْاَرْضُ وَیُذَلُّ لَہٗ کُلُّ صَعْبٍ یَجْتَمِعُ اِلَیْہِ مِنْ اَصْحَابِہٖ عِدَّةُ اَهْلِ بَدْرٍ (ثَلَاثَ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ) رَجُلًا مِنْ اَقَاصِی الْاَرْضِ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰہِ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فَاِذَا اجْتَمَعَتْ لَہٗ هٰذِہِ الْعِدَّةُ

Marfat.com

مِنْ اَهْلِ الْاِخْلَاصِ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ اَمْرَهُ فَاِذَا كَمُلَ لَهُ الْعَدَدُ وَهُوَ عَشَرَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا يَزَالُ يَقْتُلُ اَعْدَاءَ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْضٰى عَزَّ وَجَلَّ۔

احتجاج طبرسی جلد دوم
ص۔۵۰ ۲ مطبوعہ قم خیابان
طبع جدید)
(احتجاج طبرسی ص ۲۴۸ طبع
قدیم مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔کہ ہم ائمہ اہل بیت میں سے ہر ایک قائم بامر اللہ ہے۔اور اللہ کے دین کا ہادی ہے۔لیکن وہ قائم کہ جس کے سبب اللہ تعالیٰ زمین کو کفار اور منکرین سے پاک کرے گا۔اور اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔وہ ہے۔کہ جس کی ولادت لوگوں سے چھپا کر رکھی گئی ہے۔اس کی شخصیت لوگوں سے پوشیدہ کر دی گئی ہے۔اور اس کا نام لینا بھی حرام کر دیا گیا ہے۔اور اس کا نام اور کنیت بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کنیت پر ہو گی۔اسی کے لیے زمین لپیٹ دی جائے گی۔ہر سخت کو نرم کر دیا جائے گا۔اصحاب بدر (یعنی تین سو تیرہ کی تعداد) مختلف اطراف سے اس کے ارد گرد جمع ہو گی۔یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہو گی۔کہ «تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب

Marfat.com

کرے آئے گا۔ بے شک وہ ہر شی پر قادر ہے، جب مخصلین کی مذکورہ تعداد پوری ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے امر کو ظاہر کرے گا۔ پھر جب مخلصین کی تعداد مکمل (یعنی دس ہزار) ہو جائے گی تو اللہ کے حکم سے وہ نکلے گا۔ اور پھر لگاتار اللہ کے دشمنوں سے قتال جاری رکھے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اُس سے خوش ہو جائے گا۔

حلیۃ المتقین

از حضرت امام رضا مرویست کہ اگر در مقام تمیز شیعہ برآئیم نیابم ایشاں را مگر وصف کنندہ بزبان واگر امتحان کنیم نیابم مگر مرتد واگر خلاصہ وزبدہ کنیم ایشاں را از ہزار یکے خالص بناشد۔ (مجمع المعارف برحاشیہ حلیۃ المتقین ص ۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر ہم شیعوں کو مقام تمیز پر رکھ کر پرکھیں تو میں انہیں صرف زبان سے تعریف کرنے والا ہی پاؤں گا۔ اور اگر ان کا ہم امتحان کرنے لگیں تو مجھے سبھی مرتد ہی نظر آتے ہیں۔ اور اگر خلاصہ اور نچوڑ کریں۔ تو ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ ملے گا۔

÷

Marfat.com

اصول کافی

عَنْ اِبْنِ رُئَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لِاَبِیْ بَصِيْرٍ اَمَا وَ اللّٰهِ لَوْ اَنِّیْ اَجِدُ مِنْكُمْ ثَلَاثَةَ مُؤْمِنِيْنَ يَكْتُمُوْنَ حَدِيْثِیْ مَا اسْتَحْلَلْتُ اَنْ اَكْتُمَهُمْ حَدِيْثًا۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۴۲
کتاب الکفر والایمان باب فی
قلۃ عدد المومنین)

ترجمہ:

ابن رئاب سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ آپ یہ باتیں ابوبصیر سے کر رہے تھے۔ فرمایا خدا کی قسم! اگر مجھے تم شیعوں میں سے تین مومن بھی ایسے مل جاتے جو میری حدیث چھپائے رکھتے۔ تو میں ان سے اپنی احادیث نہ چھپاتا۔

رجال کشی

كَانَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ مَا وَجَدْتُ اَحَدًا يَقْبَلُ وَصِيَّتِیْ وَيُطِيْعُ اَمْرِیْ اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَعْفُوْرٍ۔

(رجال کشی ص ۲۱۳)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے عبداللہ بن یعفور کے سوا کوئی ایک بھی ایسا (شیعہ) نہ ملا۔ جو میری وصیت قبول کرتا ہو۔ اور میرے احکام کی اطاعت کرتا ہو۔

لمحہ فکریہ

مذکورہ حوالہ جات میں سے دو چار امور بطور اختصار پھر پیش خدمت ہیں۔ تاکہ ان کی روشنی میں "فقہ جعفریہ" کی حقیقت سمجھنا آسان ہو جائے۔

۱ - امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جب یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ آپ کے دوست اور شیعہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ تو پھر آپ خروج کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔ تم لاکھوں کہہ رہے ہو۔ اگر میرے شیعوں کی تعداد سترہ بھی ہوتی۔ تو میں خروج کر لیتا۔ لیکن کیا کروں اتنے بھی نہیں ہیں۔ گویا سدید صیرفی کے سر پر جو لاکھوں شیعوں کا بھوت سوار تھا۔ امام جعفر صادق نے اُسے یوں اتار دیا۔ کہ یہ سب نام کے شیعہ ہیں حقیقت میں ان کے اندر سترہ بھی صحیح شیعہ نہیں۔

۲ - ابو بصیر سے امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کہ مجھے تو تم میں سے تین آدمی بھی صحیح مومن نہیں ملتے۔ ورنہ میں ان سے احادیث نہ چھپاتا۔ گویا سترہ تو بہت دور کی بات ہے۔ تین بھی صحیح اور پکے مومن (شیعہ) نہ تھے۔

۳ - انہی امام صاحب کا فرمان ہے۔ کہ میری اطاعت کرنے والا اور میری وصیت قبول کرنے والا صرف اور صرف ایک عبداللہ بن یعفور ہے۔

جب سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں صرف اور صرف ایک

Marfat.com

شیعہ قابل اعتماد تھا۔ باقی سب نام نہاد شیعہ تھے۔ تو ان حالات میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنی باتیں کن سے کہتے۔ اپنی فقہ کن کو سمجھاتے۔ اپنی احادیث کس کے سامنے پیش فرماتے۔ یہی قحط الرجال کا زمانہ تھا۔ جس میں آپ نے بقول ابو عمر الاعجمی اپنا دین صرف ایک حصہ ظاہر کیا۔ اور نو حصے "تقیہ" کی بھینٹ چڑھا دیئے۔

مذہب جعفریہ کی بنیاد دراصل وہ احادیث و فرامین ہیں۔ جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول و مروی ہیں۔ ان حالات میں اس قدر تعداد میں آپ کی احادیث کس طرح منظر عام پر آسکتی ہیں۔ جب کہ آپ نے صرف ایک آدمی کو قابل اعتبار کہا۔ اور نو حصے دین چھپا کر رکھا۔ جب امام موصوف کو تین آدمی بھی مخلص نہ ملے۔ جن پر اپنا صحیح دین (مکمل دس حصوں والا) ظاہر فرماتے۔ تو پھر یہ "دین جعفری" جس کو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ کہاں سے آگیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اُن لوگوں کی ایجاد ہے۔ جن پر خود امام موصوف کو بھروسہ نہ تھا۔ جن کی تشیعت صرف زبانی تھی۔ اور پرلے درجے کے جھوٹے لوگ تھے۔ یہ تو زمانہ تھا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا۔ اب ذرا سلسلہ امامت کے نویں ستون حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے دور کی باتوں کا اُن کی زبانی خلاصہ سُنیں۔ تو بات اور بھی کُھل کر سامنے آئے گی۔

ائمہ اہل بیت کا ہر فرد "قائم بامر اللہ" اور "ہادی الی دین اللہ" ہے۔ لیکن کامل اور مکمل طور پر ان اوصاف کا مالک وہ امام ہے۔ جس کا نام اور ولدیت لوگ نہیں جانتے۔ اور ابھی وہ ظاہر نہیں ہوا۔ ہاں جب تین سو تیرہ سچے پکے شیعہ موجود ہو جائیں گے۔ تو پھر اُن کا ظہور ہوگا۔ تو صاف بات ہے۔ کہ امام رضا کے زمانہ تک یہ موقعہ نہیں آیا۔ بلکہ مذہب شیعہ میں آج تک اس امام کا ظہور نہیں ہوا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اس دور سے لے کر آج تک تین سو تیرہ ایسے شیعہ نہیں پائے گئے۔ جن کی موجودگی

Marfat.com

امام قائم کے ظہور کا سبب بنتی۔ اگر ذہن میں یہ خیال آئے۔ کہ تین سو تیرہ کہاں آج تو کروڑوں شیعیان علی موجود ہیں۔ اور لاکھوں اس سے پہلے دور میں ہوئے ہیں۔ تو اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ واقعی پکے مومن ہیں۔ تو پھر امام قائم ظاہر کیوں نہ ہوئے؟ کیوں چھپے بیٹھے ہیں؟ اگر امام رضا کا قول تسلیم کر لیا جائے جو بوجہ معصوم ہونے کے قابل تسلیم ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ شیعوں کی یہ کثرت ان لوگوں کی ہے۔ کہ جن کے بارے میں خود امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر میں ان کا امتحان لوں۔ تو زے مرتد نکلیں گے۔ اور اگر ان کا نچوڑ پیش کروں تو ہزاروں میں سے ایک بھی مخلص نہ ملے گا۔ یعنی زبانی جمع خرچ کرنے والے تو بہت ہیں۔ جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ملیں گے۔ لیکن جن میں ارتداد نہیں۔ اور جو اخلاص سے معمور ہیں۔ وہ تین سو تیرہ بھی نہیں ہیں۔ اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ بولا۔ اور جو جھوٹ کی نسبت شیعہ ہو کر ان کی طرف کرے گا۔ وہ بھلا شیعہ کاہے کا رہا؟

ان حوالہ جات سے ماخوذ امور سے صاف ظاہر کہ ”فقہ جعفریہ“ کا دارومدار ان احادیث پر ہے۔ جو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہی نہیں، اور ان کی روایت کرنے والے ہرگز امام موصوف کے ہاں قابل اعتبار لوگ نہ تھے۔ یہ سراسر من گھڑت ہیں۔ اور کذب بیانی سے کام لے کر اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے ان کو امام صاحب سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب نظر و عقل مذکورہ حوالہ جات کو غیر جانب داری سے ملاحظہ کرے۔ تو وہ یقیناً یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ ”فقہ جعفریہ“، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات و احادیث کے

Marfat.com

مجموعہ کا نام نہیں ہے۔ کیونکہ امام صاحب کے نزدیک صرف ایک آدمی قابل اعتبار تھا۔ اس کے علاوہ کسی کو آپ نے اپنا دین بتایا ہی نہیں۔ اور بقول خود نو حصے "تقیہ" میں گزارے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

"فقہ جعفریہ" کے بے اصل ہونے کی تیسری دلیل

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دین چھپانے کی تاکید کرتے رہے۔ اور اسے ظاہر کرنے والے کو اپنا قاتل تک فرماتے تھے

اصول کافی

عَنْ مُعَلَّی بْنِ خُنَیْسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا مُعَلّٰی اُکْتُمْ اَمْرَنَا وَلَا تُذِعْهُ فَاِنَّهٗ مَنْ کَتَمَ اَمْرَنَا وَلَمْ یُذِعْهُ اَعَزَّهُ اللّٰهُ بِهٖ فِی الدُّنْیَا وَجَعَلَهٗ نُوْرًا بَیْنَ عَیْنَیْهِ فِی الْاٰخِرَةِ وَجَعَلَهٗ ظُلْمَةً تَقُوْدُهٗ اِلَی الْجَنَّةِ

Marfat.com

يَا مُعَلّٰى مَنْ اَذَاعَ اَمْرَنَا وَلَمْ يَكْتُمْهُ اَذَلَّهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَنَزَعَ النُّوْرَ مِنْ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ وَجَعَلَهٗ ظُلْمَةً تَقُوْدُهٗ اِلَى النَّارِ يَا مُعَلّٰى اِنَّ التَّقِيَّةَ مِنْ دِيْنِيْ وَدِيْنِ اٰبَائِيْ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهٗ يَا مُعَلّٰى اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُعْبَدَ فِي السِّرِّ كَمَا يُحِبُّ اَنْ يُعْبَدَ فِي الْعَلَانِيَةِ يَا مُعَلّٰى اِنَّ الْمُذِيْعَ لِاَمْرِنَا كَالْجَاحِدِ لَهٗ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۳
کتاب الایمان و الکفر مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

فرمایا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اے معلّٰی ہمارے امر کو چھپاؤ۔ اور ظاہر نہ کرو۔ جو ہمارے امر کو چھپائے گا اور ظاہر نہ کرے گا تو اللہ اس کو دنیا میں عزت دے گا۔ اور آخرت میں اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور ہو گا جو اُسے جنت کی طرف لے جائے گا۔ اور اے معلّٰی جو ہمارے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور نہیں چھپائے گا۔ تو خدا اُسے دنیا میں ذلیل کرے گا۔ اور آخرت میں اُس کی دونوں آنکھوں کے بیچ سے نور کو کھینچ لے گا۔ اور تاریکی اُسے کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جائے گی۔ اے معلّٰی تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے۔

Marfat.com

جس کے لیے تقیہ نہیں اس کے لیے دین نہیں۔ اے معلّی اللہ پوشیدہ عبادت کو اسی طرح دوست رکھتا ہے۔ جیسے ظاہر عبادت کو۔ اے معلّی ہمارے امر کو ظاہر کرنے والا ایسا ہے جیسے ہمارے حق کا انکار کرنے والا۔

اصول کافی

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا سُلَیْمَانُ اِنَّکُمْ عَلٰی دِیْنٍ مَنْ کَتَمَہٗ اَعَزَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَذَاعَہٗ اَذَلَّہُ اللّٰہُ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۲)

ترجمہ:

فرمایا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اے سلیمان تم اس دین پر ہو کہ جس نے اس کو چھپایا اللہ نے اس کی عزت دی اور جس نے اس کو ظاہر کیا۔ اللہ نے اس کو ذلیل کیا۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص۲۴۵ مطبوعہ کراچی)

جامع الاخبار:

قَالَ الصَّادِقُ (عَلَیْہِ السَّلَامُ) مَنْ اَذَاعَ عَلَیْنَا شَیْئًا مِنْ اَمْرِنَا فَھُوَ کَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَلَمْ

Marfat.com

يَقْتُلْنَا خَطَاءً۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸/الفصل الثالث
والاربعون فی التقیہ
مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے ہمارے امر میں سے کسی امر کی اشاعت کی۔ اور اس کو ظاہر کر دیا۔ تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ہمیں جان بوجھ کر قتل کیا۔ اور بھول کر یا غلطی سے قتل نہ کیا۔

اصول کافی

قَالَ اَبُوْجَعْفَرٍ وَلَايَةُ اللّٰهِ اَسَرَّهَا اِلٰى جِبْرَئِيْلَ وَاَسَرَّهَا جِبْرَئِيْلُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسَرَّهَا مُحَمَّدٌ اِلٰى عَلِيٍّ وَاَسَرَّهَا عَلِيٌّ اِلٰى مَنْ شَاءَ ثُمَّ اَنْتُمْ تُذِيْعُوْنَ ذَالِكَ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۴)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ولایت کا راز جبرئیل کو بتایا۔ اور پھر جبرئیل علیہ السلام نے یہ راز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی راز حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد کیا۔ اور انہوں نے جسے چاہا اُسے عطا

Marfat.com

کردیا۔ پھر تم لوگ اس رازولائیت کی اشاعت کررہے ہو۔ اور اسے ظاہر کررہے ہو۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے معلیٰ نامی شخص کو جو کچھ فرمایا۔ آپ وہ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یعنی آپ کے دین کو چھپانا باعث عزت اور بروز حشر آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور اس کی اشاعت و اظہار سبب ذلت اور کل قیامت کو نور چھن جانے کا ذریعہ ہے۔ وہ جہنمی ہے۔ اور ہمارا قصداً قاتل ہے۔ ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے ہر وہ شخص کہ جس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عقیدت اور محبت ہو گی۔ اور یہ چاہتا ہو گا۔ کہ میں دنیا و آخرت میں ذلیل و بے نور ہونے کی بجائے باعزت اور نور والا بنوں اور امام کے عمداً قتل کے گناہ سے بچوں۔ وہ کبھی بھی امام صاحب کی حدیث کسی کے سامنے ظاہر نہ کرے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ امام صاحب کے ارشادات مذکورہ کا منکر اور وقت کو ضائع کرنے والا ہوتے ہوئے دوزخی بننا گوارا کیسے کرے گا۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایک اور فرمان کو اگر مدنظر رکھا جائے

اصول کافی

كَانَ اَبِيْ يَقُوْلُ اَىُّ شَيْئٍ اَقَرُّ لِعَيْنِيْ، مِنَ التَّقِيَّةِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۰)

Marfat.com

ترجمہ: میرے والد فرماتے ہیں۔ کہ دین کو چھپانے (تقیہ کرنے) سے بڑھ کر میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کون سی چیز ہو سکتی ہے (؟) کو اگر بنظر دکھا جائے تو امام جعفر صادق کی آنکھ کو سوائے تقیہ کے کسی اور چیز سے ٹھنڈا نہیں کیا جاسکتا۔

ان حالات میں امام باقر اور امام جعفر رضی کے ارشادات و احادیث کو ظاہر کرنا گویا ان کی آنکھوں میں آگ ڈال کر جلانے کے مترادف ہے۔ تو ایسا وہی کرے گا۔ جو ان کا دشمن ہو گا۔ ورنہ ایک محب کی اوّل و آخر یہی کوشش ہو گی۔ کہ وہ ایسا کام کرے گا۔ جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور اپنی زندگی اور آخرت باعزت بنائے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نہ تو زبانی کسی کو کھلم کھلا اپنے مذہب کی اشاعت کا حکم دیا۔ اور نہ ہی تحریری طور پر کسی کو آپ نے کچھ عطا فرمایا۔ اور نہ ہی اور کسی طریقہ سے اپنے مذہب کو پھیلانے کی اجازت دی۔ اس صورت حال کے پیش نظر اب بھی اگر کوئی یہ کہے۔ کہ "فقہ جعفریہ" امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ان کے والد امام باقر رضی اللہ عنہما کی احادیث اور اقوال کا نام ہے تو اس سے بڑھ کر بے وقوف اور کون ہو گا۔

ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے ذہن میں یہ بات آتی ہو۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی احادیث اور اپنے ارشادات و اقوال کی اشاعت سے ایک مخصوص مدت تک روکا ہو۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کی اجازت دے دی گئی ہو۔ اور پھر اشاعت کی اجازت ہونے کے بعد "فقہ جعفریہ" کی تدوین و ترتیب وجود میں آئی ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خود امام صاحب موصوف نے ایک اور ارشاد میں اس امر کی وضاحت کر دی ہے۔ کہ دین کا چھپانا کب تک ہو گا۔ فرماتے ہیں۔

مَنْ تَرَكَ تَقِيَّةً قَبْلَ خُرُوْجِ قَائِمِنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ جس نے

Marfat.com

تقیہ (دین کو چھپانا) امام قائم کے خروج سے پہلے چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے (بحوالہ جامع الاخبار فصل ۴۳ ص ۱۰۸) اور یہ بات واضح ہے۔ کہ آج تک امام قائم کا ظہور نہیں ہوا۔ اس لیے امام جعفر کے ارشاد کے مطابق آج بھی دین ظاہر کرنا اُسی طرح کا ظلم ہے۔ جس طرح آپ کے دور میں تھا۔ اور آج بھی فقہ جعفریہ کو ظاہر کرنے والا امام صاحب کا عمداً قاتل ہے۔ اور جو عمداً امام صاحب کا قاتل ہو۔ اس کے دوزخی اور بے ایمان ہونے میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ ایسے قاتلانِ امام جعفر دوزخیوں، بے غیرتوں اور کالے منہ والوں نے خود ساختہ دین کو "فقہ جعفریہ" کا نام دے کر لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش ہے۔ ان شواہد و واقعات سے بالکل ظاہر ہے کہ "فقہ جعفریہ" حضرت امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما کی طرف دھوکہ دینے کے لیے منسوب کی گئی ہے۔ اور اس فقہ کے نام سے جو روایات ان ائمہ سے مروی ہیں۔ وہ اِن کی نہیں بلکہ کسی نے گھر بیٹھ کر تراشی ہیں۔ "فقہ جعفریہ" ہرگز ہرگز ان ائمہ اہل بیت کی نہیں ہے۔ یہ ایک خانہ ساز فقہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارْ

Marfat.com

فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے کی چوتھی دلیل

گزشتہ اوراق میں شیعہ کتب کے حوالہ جات سے آپ یہ بات ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما سے جن لوگوں نے احادیث کی روایت کی۔ وہ ثابت نہیں۔ بلکہ ان حضرات نے ان راویوں کو کوئی حدیث سنائی یا بتلائی ہی نہیں۔ صرف ایک آدمی پر امام صاحب کو اعتماد تھا۔ اُسے بتلاتے رہے۔ لیکن اُن روایات میں بھی "یار لوگوں" نے گھپلے کئے۔ اور ان میں بھی اِدھر اُدھر کی اپنی باتیں درج کر دیں۔ یہاں تک کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اپنے دور میں ہی اس کا علم ہو گیا۔ اور آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا۔

رجال کشی

حَدَّثَنِیْ هِشَامُ بْنُ الْحَكَمِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللهِ (ع) يَقُوْلُ لَا تَقْبَلُوْا عَلَيْنَا حَدِيْثًا اِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْاٰنَ اَوِ السُّنَّةَ اَوْ تَجِدُوْنَ مَعَهُ شَاهِدًا مِنْ اَحَادِيْثِنَا الْمُتَقَدِّمَةِ فَاِنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ لَعَنَهُ اللهُ دَسَّ فِیْ كُتُبِ اَصْحَابِ اَبِیْ اَحَادِيْثَ

Marfat.com

لَمْ یُحَدِّثْ بِهَا اَبِیْ۔

(رجال کشی ص ۱۹۵ ذکر مغیرہ بن سعید
مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

ہشام بن حکم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سُنا۔ کہ ہماری کسی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کرو۔ جب تک وُہ قرآن یا سنت کے موافق نہ ہو۔ یا اس کی تائید کی گواہی ہماری پہلی احادیث نہ کرتی ہوں۔ کیونکہ یہ بات پکی ہے۔ کہ مغیرہ بن سعید لعنتی نے میرے والد امام باقر رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی کتابوں میں ایسی بہت سے احادیث گھسیڑ دی ہیں۔ جو میرے والد نے بیان نہیں فرمائیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا معتمد صرف ایک شخص تھا۔ جس کا نام عبد اللہ بن یعفور ہے۔ اور یہ بات اصول حدیث کا ہر ایک طالب علم جانتا ہے کہ صرف ایک آدمی کی روایت سے حدیث متواتر یا مشہور کا درجہ نہیں پاتی۔ لہٰذا جو روایاتِ ابن یعفور کے واسطے سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ سراسر خبر واحد کے ضمن میں آئیں گی۔ اب خبر واحد میں بھی جب مغیرہ بن سعید جیسے ملعونوں نے کمی بیشی کر دی۔ تو پھر ان پر عمل کرنا ہرگز لازم نہ رہا۔ اسی لیے امام نے فرمایا۔ کہ مجھ سے مروی احادیث کو قرآن و سنت پر پیش کرو۔ اگر موافق ہوں۔ تو بہتر ورنہ چھوڑ دو۔ روایت بالا میں تو امام صاحب نے کتاب اللہ کے بعد سنت اور پھر اپنی احادیث متقدمہ پر پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن ان کی طرف سے وہ احادیث جو متقدمہ کے

Marfat.com

ضمن میں آتی ہیں۔ وہ بھی تو فرد واحد سے مروی ہیں۔ اور ان میں بھی دخل اندازی ہو چکی تھی۔ اس حقیقت کے پیش نظر آپ نے ایک مقام پر دو ٹوک طریقہ سے صرف قرآن کریم پر پیش کرنے کا حکم دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الامالی شیخ صدوق

عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ اَلسَّكُوْنِيِّ عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (ع) عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ (ع) اِنَّ عَلٰى كُلِّ حَقٍّ حَقِيْقَةً وَعَلٰى كُلِّ صَوَابٍ نُوْرٌ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللهِ فَدَعُوْهُ ......

(الامالی شیخ صدوق المجلس التاسع خمسون
ص ۲۲۱ مطبوعہ قم)

ترجمہ:

اسماعیل بن مسلم السکونی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ان کے والد وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہر حق پر حقیقت اور ہر صواب پر نور ہے۔ لہٰذا ہماری ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے موافق ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اور جو اس کے مخالف ہو۔ اُسے چھوڑ دو۔

اب جبکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی احادیث میں من گھڑت باتوں کے اضافہ سے بچنے کا ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے۔ کہ ان حضرات کی مرویات

Marfat.com

کو قرآن کریم پر پیش کیا جائے۔ اگر موافقت ہو جائے تو بہتر ورنہ قرآن پر عمل کرو اور ان سے مروی احادیث کو چھوڑ دو۔ اب حیران کن مرحلہ آن پہنچا ہے۔ کہ ایک طرف ائمہ اہل بیت اپنی مرویات کی پرکھ کے لیے قرآن کریم کا راستہ دکھاتے نظر آتے ہیں۔ اور دوسری طرف انہی حضرات کی زبانی دو ٹوک ایسی روایات کتب شیعہ میں بکثرت موجود ہیں۔ کہ موجودہ قرآن "نامکمل اور محرّف"، ہے اس کی تفصیل "تحریف قرآن"، کے موضوع میں آپ عقائد جعفریہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ صرف ایک دو حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

انوار نعمانیہ

اِنَّهٗ قَدْ اِسْتَفَاضَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ الْقُرْاٰنَ کَمَا اُنْزِلَ لَمْ یُؤَلِّفْهُ اِلَّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِوَصِیَّةٍ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَقِیَ بَعْدَ مَوْتِهٖ سِتَّةَ اَشْهُرٍ مُشْتَغِلًا بِجَمْعِهٖ فَلَمَّا جَمَعَهٗ کَمَا اُنْزِلَ اَتٰی بِهٖ اِلَی الْمُتَخَلِّفِیْنَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا کِتَابُ اللّٰهِ کَمَا اُنْزِلَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَةَ لَنَا اِلَیْكَ وَلَا اِلٰی قُرْاٰنِكَ عِنْدَنَا قُرْاٰنٌ کَتَبَهٗ عُثْمَانُ فَقَالَ لَهُمْ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ هٰذَا الْیَوْمِ وَلَا یَرَاهُ اَحَدٌ حَتّٰی یَظْهَرَ وَلَدِیَ الْمَهْدِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَفِیْ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنِ زِیَادَاتٌ کَثِیْرٌ وَهُوَ خَالٍ مِنَ التَّحْرِیْفِ۔

(انوار نعمانیہ ص ۳۶۰ نور فی الصلوۃ جلد ۲ مطبوعہ تبریز طبع جدید (ص ۲۳۶ طبع قدیم قلمی)

Marfat.com

ترجمہ:

بہت سی اخبار مستفیض اس بارے میں ہیں۔ کہ قرآن کریم جس طرح اتارا گیا اس طرح (مکمل طور پر) حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے جمع نہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو وہ قرآن کریم جمع کرنے کی وصیت فرما کر انتقال فرما گئے۔ تو علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ آپ کے انتقال کے بعد چھ مہینے متواتر اس کے جمع کرنے میں مشغول رہے جب آپ نے اُس ترتیب اور تعداد پر جمع کر لیا۔ جس پر قرآن اُترا تھا تو جمع شدہ نسخہ سے کر آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد خواہ مخواہ خلیفہ بن گئے تھے۔ آپ نے انہیں کہا کہ یہ جمع شدہ قرآن کریم کا وہ نسخہ ہے جو جیسا اترا ویسا ہی اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بولے۔ اے علی: نہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ اور نہ تمہارے جمع کردہ قرآن کی۔ ہمارے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ قرآن موجود ہے۔ یہ سُن کر حضرت علی المرتضٰے بولے۔ اچھا اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم آج کے بعد اس (یعنی میرے جمع کردہ) قرآن کو نہ دیکھ پاؤ گے۔ اور نہ کوئی دوسرا اسے دیکھ سکے گا۔ ہاں جب میرے بیٹے مہدی کا ظہور ہوگا۔ تو پھر دیکھا جا سکے گا۔ اُس قرآن میں جو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ بکثرت ایسی آیات تھیں۔ جو موجودہ قرآن میں نہیں۔ اسی لیے وہ تحریف سے خالی تھا۔ (اور اس میں تحریف ہے)

❊

Marfat.com

انوار نعمانیہ

اِنَّ تَسْلِیْمَ تَوَاتُرِهَا عَنِ الْوَحْیِ الْاِلٰهِیْ وَكَوْنَ الْكُلِّ قَدْ نَزَّلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ یُفْضِیْ اِلٰی طَرْحِ الْاَخْبَارِ الْمُسْتَفِیْضَةِ بَلِ الْمُتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةِ بِصَرِیْحِهَا عَلٰی وُقُوْعِ التَّحْرِیْفِ فِی الْقُرْاٰنِ كَلَامًا وَمَادَّةً وَاِعْرَابًا۔

انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷ نور فی الصلوٰۃ
مطبوعہ تبریز طبع جدید۔)
(طبع قدیم قلمی نسخہ ص ۲۳۶)

ترجمہ:
اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ موجود قرآن کریم متواتر اسی طرح مکمل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحی آتی رہی۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ صرف اتنا ہی حضرت جبرئیل امین سے کر آئے تھے۔ تو پھر ان اخبار کو پھینکنا پڑے گا۔ جو صراحت کے ساتھ اس میں تحریف کے وقوع کی نشاندہی کرتی ہیں۔ حالانکہ ایسی اخبار مشہور ہیں۔ بلکہ متواتر ہیں۔ اور ان سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ موجود قرآن از روئے کلام، مادہ اور اعراب کے تحریف شدہ ہے:

لمحہ فکریہ:
قارئین کرام! ہر مکتبہ فکر کی فقہ کا ماخذ قرآن کریم بالاتفاق ہے۔ اور

Marfat.com

پھر سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع وغیرہ۔ اسی طرح شیعہ فقہ بھی قرآن کریم اور احادیث ائمہ اہل بیت سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔ جب ہم ان دونوں ماخذوں کو دیکھتے ہیں۔ تو نہ قرآن قابل استنباط اور نہ احادیث ائمہ، قابل اعتبار۔ کیونکہ ائمہ اہل بیت نے اپنی احادیث میں موضوع احادیث کی بہتات کی وجہ سے آنکھ بند کر کے قبول کرنے سے منع کر دیا۔ اور ہدایت کی کہ ہماری احادیث کو قرآن پر پیش کر کے صحیح اور غلط کا امتیاز کر لینا۔ جو موافق ہو وہ صحیح اور جو ناموافق وہ غیر صحیح۔ اب جب اس طریقہ پر عمل کرنے کے لیے قرآن کریم کی طرف رُخ کیا۔ تو انہی ائمہ کی روایات نے موجود قرآن کو محرّف اور نامکمل کہہ دیا۔ اور غیر محرّف ومکمل قرآن جو حضرت علی نے جمع کیا تھا۔ وہ تھا لیکن وہ اس وقت سے آج تک بلکہ امام مہدی کے ظہور تک کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اب ان کی احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے انہیں کہاں پیش کریں۔ قرآن محرف ہے۔ اس لیے وہ خود ناقابل یقین، احادیث میں من گھڑت روایتیں بکثرت لہٰذا وہ نامقبول۔ جب موجود قرآن اور روایات ائمہ اہل بیت دونوں ہاتھ سے گئے۔ تو پھر "فقہ جعفریہ" کن بیساکھیوں پر کھڑی ہوسکتی ہے۔؟ وہ بیساکھیاں اور ستون ان کے نام نہاد آیت اللہ، مجتہد، اور حجۃ الاسلام ہیں۔ جن سے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ اور ان پر لعنت کی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارْ

Marfat.com

ایک فریب اور اس کے دو جواب

اہل تشیع یہ کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ فقہ جعفریہ کے ستون ہیں۔ (ابوبصیر، زرارہ محمد بن مسلم، برید بن معاویہ وغیرہ) ان حضرات پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت کی۔ لیکن وہ بطور تقیہ تھی۔ اسی طرح آپ نے جو اپنا دین چھپانے کی ہدایات دی تھیں۔ وہ بھی از روئے تقیہ تھیں۔ اس لیے اگر تقیہ سے ہٹ کر دیکھا جائے۔ تو یہ چاروں بانیانِ فقہ جعفریہ تو ملعون تھے۔ اور نہ ہی امام جعفر کی احادیث کی روایت کرنا جائز تھا۔ اس لیے ان حضرات نے امام موصوف سے جو روایات بیان کیں۔ وہ "فقہ جعفریہ" کی اصل بن سکتی ہیں اس لیے فقہ جعفریہ "بے اصل" نہیں۔ اہل تشیع نے اس طرح اپنی فقہ کو صحیح اور درست ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور چار ستونوں کو دیمک سے بچانے کا فرض ادا کر دیا۔ لیکن ہم ان کی اس کوشش کو فریب اور دھوکہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کی دو وجوہات پیش خدمت ہیں،

Marfat.com

اوّل:

اس بات پر تمام کتب اہل تشیع یک زبان ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ" کا وجود امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ اور ان دونوں کی طرف اس کی نسبت اس لیے ہے۔ کہ ان کے دور میں بنو امیہ اور بنو عباس باہم برسرِپیکار تھے۔ جس کی وجہ سے ان حضرات کو اپنا مقصد پھیلانے اور اپنی فقہ کی اشاعت کا موقعہ مل گیا۔ اور اعلانیہ اس کا پرچار ہوا۔ جیسا کہ اصل واصول شیعہ میں "عہد زریں" کے عنوان سے اس امر کی تفصیل موجود ہے۔ اس کی کچھ سطور آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اصل واصولِ شیعہ مترجم

"صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم کے موانع جاتے رہے تھے۔ بنا برایں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف وخطر کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے وہ بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں رات دن ایک کر دیئے۔ ہاں تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمانوں نے شیعیت کی جانب رجوع نہیں کیا تھا۔

Marfat.com

دریائے فیض جاری تھا تشنگانِ معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن وشاء۔ وہ میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا۔ کہ "حدثنی جعفر ابن محمد"، یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے۔"

(اصل واصول شیعہ مترجم ص ۵۳ مطبوعہ رضا کار بک ڈپو لاہور)

الشافی:

پانچواں دور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کا تھا۔ چونکہ اللہ کو اپنے رسول کی تعلیم کو تاقیامت باقی رکھنا منظور تھا۔ لہٰذا اس نے یہ بندوبست کیا کہ اہل بیت سے عناد رکھنے والوں کو باہم دست وگریبان کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب بنی امیہ کے ایوانِ حکومت میں زلزلہ آرہا تھا۔ اور بنی عباس اپنی حکومت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اصولِ اقتدار کی جدوجہد میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ ہر ایک کو اپنی پگڑی بھی سنبھالنا دشوار تھا۔ لہٰذا عداوتِ اہل بیت کی تلوار کچھ دنوں کے لیے نیام میں چلی گئی۔ اور اپنی فکر نے فریقین کو امامین ہمامین کی طرف سے غافل کر دیا۔

ہمارے دونوں اماموں کو اس وقفہ میں اتنا موقع مل گیا۔ کہ مسجد رسول میں درس کا آغاز کر دیا۔ لوگ موضوعہ احادیث سنتے سنتے اکتا گئے تھے۔ قرآن کریم کے صحیح مفہوم کا پتہ نہ چلا سکتے تھے۔ مسائل فقہیہ اپنے اصل سے ہٹ کر کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ لوگوں کی ترستی ہوئی نگاہیں امام محمد باقر علیہ السلام

Marfat.com

پڑھیں۔ اور جوق در جوق لوگ اس مقدس درس میں شریک ہونے کے لیے دُور دُور سے آنے لگے۔ قلمدان کھُل گئے۔ اور امام کی زبان سے احادیث صحیحہ سُن کر ضبط تحریر میں لانے لگے۔ یہ احادیث لکھنے والے چار ہزار سے زائد اہل فضل و کمال تھے۔ اسلامی حکومت کا کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ رہا جہاں کے لوگ اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہے ہوں۔

(دیباچہ الشافی ترجمہ فروع الکافی جلد اوّل
تصنیف سید ظفر حسن مطبوعہ شمیم بکڈپو کراچی)

لمحہ فکریہ:

اصل اصول شیعہ اور الشافی کی دو مقامات سے تحریریں آپ نے ملاحظہ کیں۔ دونوں متفقہ طور پر یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا زمانہ شیعیت کی تبلیغ وتشہیر کا زریں زمانہ تھا۔ اس دور میں تقیہ رخصت ہو چکا تھا۔ اور ایک وقت میں چار ہزار علماء مسجد نبوی میں موجود امام جعفر کی احادیث سننے اور انہیں تحریر کرنے میں مصروف تھے۔ اسی دور میں امام جعفر صادق وغیرہ نے زرارہ، ابو بصیر اور محمد بن مسلم پر لعنتیں بھیجیں کیا امام موصوف نے بطور تقیہ ایسا کیا تھا؟ جب کہ تقیہ کرنے والے بھی تقیہ چھوڑ کر کھلم کھلا سامنے آچکے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ان چاروں ستونوں پر امام موصوف کی لعنت کسی اور وجہ سے تھی۔ تقیہ کا بہانہ یہاں نہیں چلے گا ہاں اسی تاریخی حقیقت کے پیش نظر کچھ روباہ طبع لوگوں نے ان پر لعنت کے بارے میں یہ اختراع کی۔ کہ آپ نے ان پر لعن طعن اس لیے کیا۔ تاکہ لوگوں کو ان کے متعلق بدگمانی نہ ہونے پائے۔ اور "جعفری" سمجھ کر انہیں

Marfat.com

قتل کر دیں۔ امام صاحب کو ان چاروں ستونوں کے بارے میں قتل کا اس قدر خیال تھا۔ اور ان کو چھپانے کی خاطر لعنت تک بھیجتے رہے۔ تو اُن چار ہزار علماء کو کیوں کر یہ خطرہ درپیش نہ تھا۔ آخر وہ بھی امام جعفر سے احادیث سنتے اور تحریر کر رہے تھے۔ اگر اس دور میں "جعفری"، ہونا جان لیوا تھا۔ تو پھر مسجد نبوی میں کھلم کھلا چار ہزار علماء کا جم غفیر کیا معنی رکھتا ہے؟ ایک طرف تو امام صاحب رضی اللہ عنہ سے چاروں کی تعریف کے یُوں پل باندھے جا رہے ہیں۔ کہ اگر یہ سو رہے نہ ہوتے۔ تو آثار نبوت مٹ جاتے۔ اور ادھر ان میں سے ایک یعنی جناب زرارہ علیہ، علیہ کی لن ترانیاں ملاحظہ ہوں۔

رجال کشی

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ وَاللّٰهِ لَوْحَدَّثْتُ بِكُلِّ مَا سَمِعْتُهُ مِنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) لَا نْتَفَخَتْ ذُكُوْرُ الرِّجَالِ عَنِ الْخَشَبِ۔

(رجال کشی ص ۱۲۳)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمام باتیں جو میں نے امام جعفر صادق سے سُنیں تم سے بیان کر دوں۔ تو مردوں کے آلات تناسل پھُول کر لکڑی کی طرح موٹے اور سخت ہو جائیں گے"۔ اور پھر یہی زرارہ امام موصوف کو نفس پرست اور عیّاش تک کہہ چکا ہے جس پر حوالہ جات گزر چکے ہیں۔ ایسے پلید اور گستاخ کو بچانے کی امام صاحب کو کیا فکر تھی۔

Marfat.com

لہٰذا یہ چالاکی بھی نہیں چلے گی۔ کہ امام جعفر نے ان چاروں کو ملعون اس لیے کہا۔ کہ ان کی جانیں محفوظ رہیں۔ اور لوگ انہیں میرا سمجھ کر کہیں قتل نہ کر دیں۔

مقام تعجب:

اہل تشیع کے ایک مجتہد کبیر علامہ مامقانی نے رجال کشی میں درج بالا عبارت پر اجتہادی کمالات دکھاتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ "ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا"، کا مصداق نظر آتا ہے۔ مامقانی لکھتا ہے۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زرارہ کو امام صاحب کے محرم راز اور مقرب خاص کا مرتبہ حاصل تھا۔ یعنی امام صاحب رضی اللہ عنہ واقعی زرارہ کو ایسی باتیں بتلایا کرتے تھے۔ جن کو زرارہ اگر لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا۔ تو ان کے آلات تناسل لکڑی بن جاتے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

مختصر یہ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نہ تو ان پر لعنت بطور تقیہ کی اور نہ ان کی جانیں بچانے کے لیے۔ بلکہ ان کی گستاخیوں اور علمی بددیانتی وخیانت کی بنا پر ایسا ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں نے امام موصوف کے والد گرامی کے اصحاب کی کتب میں بہت سی ایسی احادیث داخل کر دی تھیں۔ جو انہوں نے بیان ہی نہ فرمائی تھیں۔ اور اسی وجہ سے آپ کو یہ فرمانا پڑا۔ کہ ہماری احادیث میں بکثرت گڑبڑ کر دی گئی ہے۔ لہٰذا ان پر عمل کرنا چاہو تو ان کی صحت وعدم صحت کو یوں معلوم کرنا کہ جو ہماری احادیث قرآن کریم کے موافق ہوں۔ وہ سمجھنا ہماری ہیں۔ اور جو اس کے خلاف جائیں۔ وہ ان ملعونوں کی سازش۔ انہیں چھوڑ دینا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ان پر لعنتیں ان کے کرتوتوں کی بنا پر بھیجیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

دوم:۔

اہل تشیع امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو زرارہ وغیرہ پر لعنت بھیجی، اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور ان چار ستونوں کو وہ امام صاحب کے سچے پکے معتقد کہتے ہیں۔ یا یُوں کہہ لیا جائے۔ کہ امام صاحب نے اپنے صحیح معتقدین پر خلافِ شرع لعنت بھیجی۔ تاکہ ان کی جانیں بچائی جا سکیں۔ یعنی امام صاحب کو ان کی جان بچانے کے لیے لعنت کرنا پڑی۔ اب ہم اس بہانہ پر یہ پوچھ سکتے ہیں۔ کہ یہاں تو امام جعفر کو اپنی جان کی بجائے زرارہ وغیرہ کی جانوں کا خطرہ تھا۔ تو آپ نے تقیہ کیا۔ لیکن وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی اور اپنے بہتّر ساتھیوں کی جان کا سوال تھا۔ بطور تقیہ وہ صرف اتنا کہہ دیتے۔ کہ میں نے یزید کی بیعت کر لی۔ تو یہ سب جانیں بچ جاتیں۔ اس قدر شدید ضرورت کے ہوتے ہوئے۔ انہوں نے تقیہ نہ کیا۔ اور ایک جھوٹا کلمہ زبان پر لانا گوارا نہ کیا اگر شریعت میں تقیہ کا وجود [illegible] سے بڑھ کر اس کی کسے ضرورت تھی۔ اور پھر اس پر اہل تشیع بڑے فخر سے لکھتے اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ۔ جس کے پاس تقیہ نہیں وہ بے دین ہے۔ خدا لگتی کہنا یہ کیسا مذہب ہے۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کو بے دین اور زرارہ وغیرہ کو پکا مومن بنانے پر تُلا ہوا ہے۔ یہ حضرات ائمہ اہل بیت کی انتہا درجہ کی توہین بھی کرتے ہیں۔ اور پھر ان کے محبّ بھی کہلانے میں شرم محسوس

Marfat.com

نہیں کرتے۔ تقیہ کے متعلق روضہ کافی سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

روضۃ الکافی

فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ اِنْ لَمْ تُقِرَّ لِیْ وَاللّٰہِ قَتَلْتُکَ فَقَالَ لَہُ الرَّجُلُ لَیْسَ قَتْلُکَ اِیَّایَ بِاَعْظَمَ مِنْ قَتْلِکَ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِہٖ فَقُتِلَ ....

(روضۃ الکافی ص ۲۳۵ جلد ۸ مطبوعہ تہران طبع جدید حدیث یزید لعنۃ اللہ مع علی ابن حسین)

ترجمہ:

(یزید جب مدینہ منورہ آیا۔ یہ واقعہ شہادت امام حسین کے بعد کا ہے تو اس نے ایک قریشی کو طلب کر کے کہا۔ تم میرا غلام بننا پسند کرتے ہو۔؟ پھر میں تمہیں بیچوں یا اپنے پاس رکھوں۔ قریشی بولا خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ کیونکہ تیرے باپ اور تجھ سے میں افضل ہوں۔) اس پر یزید کہنے لگا۔ اگر میری غلامی کا اقرار نہیں کرتے ہو۔ تو تجھے قتل ہونا پڑے گا۔ قریشی مرد بولا۔ تیرا مجھے قتل کر دینا اتنا بڑا نہیں جتنا تو نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ وہ علی کے فرزند اور رسول اللہ کے نواسے تھے۔ یہ سن کر یزید نے اسے قتل کروا دیا۔

Marfat.com

قارئین کرام! ایک عام آدمی اپنی جان کے مقابلہ میں تقیہ کے طور پر یزید کی غلامی قبول کرنے پر تیار نہیں۔ جان دے دیتا ہے۔ لیکن غلط بات نہیں کہتا۔ ادھر شیعہ لوگ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی لعنت بھیجنے کو تقیہ پر محمول کر رہے ہیں۔ کیا یہ امام سے محبت و عقیدت کا اظہار ہو رہا ہے۔ کہ انہیں ایک عام آدمی جتنا بھی مستقل علی الدین نہیں سمجھا جاتا؟ اور پھر ان کی یاوہ گوئی کا یہ عالم ہے۔ کہ واقعہ مذکورہ کے ساتھ ہی امام زین العابدین کے بارے میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے یزید کے اس مطالبہ کے جواب میں اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دینے کا اقرار کر لیا تھا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں کو حضرات اہل بیت سے نہ جانے کب کی دشمنی ہے۔ ان کے بارے میں ایسی ایسی باتیں لکھتے اور کہتے ہیں۔ جو اپنے بارے میں کہنا اور سننا پسند نہیں کرتے۔ حضرات ائمہ اہل بیت کو یہ تعلیم تھی۔ کہ

نہج البلاغۃ:

لَا تَتْرُكُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلِّيَ عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔

(نہج البلاغۃ ص ۴۲۲ خطبہ ۴۷)

ترجمہ:
"دیکھو! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہرگز ترک نہ کرنا۔ ورنہ تم پر تم میں سے شریر ترین لوگ حاکم مقرر کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہ ہوگی"۔ جنہیں یہ تعلیم دی گئی۔ وہ تو امر بالمعروف کو چھوڑ دیں۔ اور نہی عن المنکر سے باز آ جائیں لیکن

Marfat.com

ان کے مقابلہ میں ایک عام آدمی اس فریضہ کو سرانجام دیتا ہے۔ یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

گزشتہ اوراق میں فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے پر جو ہم نے چار عدد دلائل قائم کیے ہیں۔ ان سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ یہ فقہ ان لوگوں کی تراشی ہوئی ہے۔ جو ائمہ اہل بیت کے گرد جمع ہو گئے۔ لیکن اس غرض کے لیے کہ ہم ان کی ایک آدھ سن کر دس میں اس میں ملا کر لوگوں کو گمراہ کریں۔ ان مکاروں اور جھوٹے لوگوں پر نہ امام باقر کو اعتماد تھا۔ اور نہ ہی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ انہیں گھاس ڈالتے تھے۔ انہی ائمہ نے ان "بانیان فقہ جعفریہ" پر اللہ کی لعنت اور وہ بھی بار بار بھیجی۔ اور پھر ان بانیوں نے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے کتے سے اپنے منہ میں پیشاب کروایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کذاب لوگوں نے "فقہ جعفریہ" میں ایسے ایسے مسائل داخل کر دیئے۔ جو نہ عقل قبول کرنے پر آمادہ ہے اور نہ قرآن و سنت نبوی میں اس کی کہیں تائید و تصویب ہے۔ بلکہ ایک عام مومن ان مسائل کو سن کر سر تھام کے رہ جاتا ہے۔ اور زبان حال سے اس فقہ پر "ماتم" کرتے ہوئے کہتا ہے۔ یا خدا! تیرے نیک بندوں (ائمہ اہل بیت) کی طرف ایسے مسائل منسوب کرتے وقت ان ظالموں کو ذرا بھر خوف نہ آیا۔ آیئے ذرا اس پٹاری کو کھولیں۔ اور اس میں موجود "خطرناک مسائل" کی نقاب کشائی کریں۔

وباللہ التوفیق

Marfat.com

باب نہم

مسائل فقہیہ اور ان کا رد

Marfat.com

فقہ جعفریہ

کتاب الطہارۃ

پانی کے کچھ مسائل

اللہ تعالیٰ نے طہارت اور صفائی کو ہر مومن کا امتیازی وصف فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور پاکیزگی وصفائی کے خوگر لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ چونکہ پانی ایک ایسی نعمت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حقیقی اور حکمی گندگی کو دور کر کے پاکیزگی عطا کرنے کی صفت ودیعت فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ گندگی کو دور کرنے اور پاکیزگی کے حصول کے مسائل ہر فقہ کے ماننے والے اپنی فقہی کتب میں سب سے پہلے درج کرتے ہیں۔ اس بنا پر ہم نے بھی "فقہ جعفریہ" میں مذکورانہی مسائل سے ابتدا کی ہے۔ لہذا حوالہ جات کی روشنی میں چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

مسئلہ نمبر (۱)

ایک بڑے مٹکے میں کتّے کے پیشاب وغیرہ کرنے سے وہ پانی پاک ہی رہتا ہے

فروع کافی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَاءِ الَّذِیْ فِيْهِ يَبُوْلُ الدَّوَابُّ وَ تَلِغُ فِيْهِ الْكِلَابُ وَ يَغْتَسِلُ فِيْهِ الجنب قَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَدْرَ كُرٍّ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْئٌ

(۱)۔ فروع کافی جلد سوم
ص ۲ کتاب الطہارۃ۔

(۲) من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص۸ باب المیاہ۔

Marfat.com

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس پانی کے بارے میں پوچھا۔ جس میں چوپائے پیشاب کرتے ہوں، کتے اس میں سے پیتے ہوں۔ اور جنبی اس میں غسل کرتے ہوں فرمایا۔ اگر پانی کی مقدار "دو کُر"، کے برابر ہے۔ تو وہ بالکل ناپاک نہیں ہوگا۔

پانی کے مقدار کے لیے حوالہ جات کی کتب میں لفظ "دو کُر"، آیا ہے۔ ہم نے ترجمہ میں اسی لفظ کو برقرار رکھا۔ اب اس لفظ کے بارے میں خود کتب شیعہ سے وضاحت دیکھ لیں۔

فروع کافی و وسائل الشیعہ

عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِنَا عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلْکُرُّ مِنَ الْمَاءِ نَحْوُ حُبِّیْ ھٰذَا وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی حُبٍّ مِنْ تِلْکَ الْحِبَابِ الَّتِیْ تَکُوْنُ بِالْمَدِیْنَۃِ۔

(فروع کافی جلد سوم صفحہ نمبر ۳ وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۳)

ترجمہ:

ہمارے بعض اصحاب سے ہے۔ کہ انہوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سُنا۔ کہ "دو کُر"، پانی کے میرے اس مٹکے کی مقدار کو کہتے ہیں۔ آپ نے یہ فرماتے وقت اپنے ہاتھ سے ایک مٹکے کی طرف اشارہ کیا۔ جو مدینہ منورہ میں پائے جانے

Marfat.com

والے مٹکوں میں سے ایک مٹکا تھا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ!

فروع کافی کے حوالے سے ہم نے ثابت کیا ہے۔ کہ "دو کُر" ایک مٹکے کو کہتے ہیں۔ اس پر اگر کوئی شیعہ تڑپے۔ اور کہے۔ کہ ہمارے ہاں دو کُر "مٹکے کی مقدار پانی کو نہیں کہتے۔ بلکہ ایک بڑے حوض کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل عبارت میں ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ

اَلْکُرُّ مَا یَکُوْنُ ثَلَاثَۃَ اَشْبَارٍ طُوْلًا فِیْ عَرْضٍ ثَلَاثَۃَ اَشْبَارٍ فِیْ عُمْقٍ ثَلَاثَۃَ اَشْبَارٍ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول

صفحہ نمبر ۶)

ترجمہ:

کُر وہ ہوتا ہے۔ جو (حوض) تین بالشت لمبا تین چوڑا اور تین ہی بالشت گہرا ہو۔

جب "دو کُر" کا اطلاق حوض پر ہوتا ہے۔ تو پھر ہمارے اور احناف کے مابین اس پر کوئی اختلاف نہ رہا۔ کیونکہ احناف کے نزدیک بڑے حوض میں نجاست

Marfat.com

گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر فقہ جعفریہ کے اس مسئلہ پر اعتراض ہے تو احناف بھی بچ نہیں سکیں گے۔ اس شبہ کا ازالہ ہم یوں کرتے ہیں۔ کہ

۱۔ کُر، کا معنی مٹکا اگر ہم اپنی طرف سے کرتے تو اس سے پیچھا چھڑایا جا سکتا ہے۔ یہ معنی ہم نے فروع کافی کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ ثابت کیا ہے۔ اس لیے اس معنی پر اعتراض دراصل امام صاحب پر اعتراض ہے۔

۲۔ جو احناف کے ہاں حوض کی نجاست یا طہارت کا مسئلہ ہے۔ اس سے فقہ جعفریہ کا معاملہ مختلف ہے۔ وہ اس طرح کہ من لایحضرہ الفقیہ کے حوالہ سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ یہ حوض تقریباً سوا دو فٹ چوڑا، لمبا اور گہرا ہے۔ اس طول و عرض کے حوض میں جانور پیشاب کریں۔ کتا اس میں گھس کر پانی پیئے۔ یا کوئی جنبی غسل کرے۔ تو ذرا بتلایئے۔ کہ یہ باتیں تو عقل تسلیم کرتی ہے۔ کہ اتنے پانی میں ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ اس سے غسل کرتے وقت وہ پانی سارے کا سارا حرکت میں نہ آئے۔ اس کے خلاف احناف کے نزدیک مذکورہ مسئلہ ایسے حوض کے بارے میں ہے۔ جس کی ایک طرف کو اگر حرکت دی جائے تو دوسرے کنارے کا پانی حرکت میں نہ آئے۔ اور بعض علماء نے اس حوض کی لمبائی چوڑائی بھی بیان کی ہے۔

الهداية مع الدراية

وَبَعْضُهُمْ قَدَّرُوْا بِالْمَسَاحَةِ عَشْرٌ فِيْ عَشْرٍ بِذِرَاعِ الْكِرْبَاسِ تَوْسِعَةً لِلْاَمْرِ

Marfat.com

عَلَی النَّاسِ وَعَلَیۡہِ الۡفَتۡوٰی

(الہدایہ مع الدرایہ جلد اول کتاب الطہارت
ص ۳۶ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی)

ترجمہ:

بعض علماء نے اس حوض کی پیمائش ذکر کی۔ وہ یہ کہ کپڑے کے ناپنے کے دس گز چوڑا اور اتنا ہی لمبا ہو۔ اور یہ پیمائش اس لیے ذکر کی گئی۔ کہ اس میں لوگوں کے لیے وسعت اور سہولت ہے۔ اور فتوٰی بھی اسی پر ہے۔

وہ در دہ حوض میں نجاست گرنے سے اس طرف بیٹھ کر وضو کرنے کی اجازت دی گئی۔ جو نجاست گرنے کے مقابلہ میں ہے۔ یہ نہیں کہ جہاں نجاست گری وہیں سے وضو کر لو۔ اس کی وجہ بیان فرمائی۔ کہ نجاست گرنے سے پانی میں وہ گھل مل جاتی ہے۔ جس طرح پانی کو حرکت دی جائے تو پانی اس حرکت کو اپنے مجاور پانی کی طرف دھکیلتا ہے۔ جب اس حوض کی ایک طرف کے پانی کو کوئی شخص ہاتھ سے حرکت دے۔ اگر وہ حرکت دوسرے کنارے پر موجود پانی کو متحرک کر دے۔ تو ایسے حوض سے وضو اور طہارت وغیرہ جائز نہیں۔ کیونکہ جس طرح حرکت ایک طرف سے دوسری طرف چلی گئی۔ اسی طرح نجاست بھی اتنے پانی میں ایک طرف گر کر دوسری طرف اثر انداز ہو جائے گی۔ اور اگر دوسرا کنارہ حرکت نہیں کرتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حرکت راستہ میں ہی کہیں ختم ہو گئی ہے۔ اسی طرح اتنے بڑے حوض میں ایک طرف گرنے والی نجاست دوسری طرف کے پانی پر اثر انداز نہ ہونے کی وجہ سے وہاں سے وضو کرنا جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ پیمائش کے اعتبار سے ایسا حوض ۱۵ فٹ چوڑا

Marfat.com

اور ۱۵ فٹ لمبا ہو گا۔ یعنی اس کا مجموعی رقبہ ۲۲۵ مربع فٹ ہوا۔ لیکن شیعوں کا حوض جو سوا دو فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا ہے۔ وہ ۵/ مربع فٹ بھی نہیں بنتا۔ اتنے چھوٹے سے حوض میں اگر کتا وغیرہ گھس جائے۔ تو کوئی کنارہ نظر ہی نہیں آئے گا۔ کہ جہاں سے وضو کیا جائے۔ اب یہی ہو سکتا ہے۔ کہ وہیں سے چلّو بھرو۔ اور کلّی کرو۔ ناک میں ڈالو۔ چہرہ دھوؤ۔ بس پھر ایسی طہارت ہو گی۔ کہ اس کی مثال طہارت کسی نے نہ دیکھی اور نہ سُنی ہو گی۔ اور اس پانی سے کلّی کر کے جو زبان و دہن کو پاکیزگی ملے گی اس سے مؤذن "علیؑ ولیُّ اللہ خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل" ایسے الفاظ ادا کرے گا۔ تو پھر کب موقع ملے گا۔ اور پھر دوران نماز ایسے پاک پانی کی خوشبو سے (جس میں چوپائے پیشاب کریں) جب خود نمازی کو تسکین حاصل ہو گی۔ تو اسے دوسرے دن تک پھیلانے کے لیے بار بار ہاتھوں کا پنکھا اگر نہیں چلائے گا۔ تو پھر کب ایسا وقت نصیب ہو گا۔ ہاہم قربان جائیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی دُور بینی اور حکمت پر کہ انہوں نے اپنے نام نہاد محبت کے دعویداروں کا پیشاب سے مُنہ دُھلوایا۔ اور یہ لوگ اسے طہارت سمجھتے رہے۔

Marfat.com

مسئلہ

پاخانہ کا بھرا ہوا ٹوکرا اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں پاک ہی رہتا ہے

الاستبصار

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ بِئْرِ مَاءٍ وَقَعَ فِيهَا زَنْبِيلٌ مِنْ عَذِرَةٍ يَابِسَةٍ أَوْ رَطْبَةٍ أَوْ زَنْبِيلٍ مِنْ سِرْقِينٍ أَيَصْلُحُ الْوُضُوءُ مِنْهَا فَقَالَ لَا بَأْسَ۔

(۱۔ استبصار جلد ۱ ص ۴۲)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۴۱)

ترجمہ:

موسیٰ بن جعفر کے بھائی علی بن جعفر کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے بھائی سے پوچھا۔ کہ اگر کنوئیں کے پانی میں پاخانے کا ایک ٹوکرا گر پڑے وہ پاخانہ چاہے سوکھا ہو یا تازہ۔ یا گوبر کا ایک بھرا ٹوکرا گر پڑے۔ تو

Marfat.com

کیا اس پانی سے وضو کرنا درست ہے؟ فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (یعنی وہ پاک ہے۔ اس لیے اُس سے وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے)

تہذیب الاحکام

عن ابی بصیر قال قلت لا بی عبد اللہ علیہ السلام انا نسافر فربما بلینا بالغدیر من المطر یکون الی جانب القریۃ فیکون فیہ العذرۃ و یبول فیہ الصبی و تبول فیہ الدابۃ و تروث فقال ان عرض فی قلبك منہ شئی فقل ھکذا یعنی اخرج الماء بیدك ثم توضأ فان الدین لیس بمضیق فان اللہ عزوجل یقول (ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۴۱۷ فی المیاہ الخ)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۴۲)

(۳۔ الاستبصار جلد ۱ ص ۲۲)

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا ہم دوران سفر بعض دفعہ بارانی تالاب کے پانی سے وضو کرنا چاہتے ہیں جو بستی کے ایک طرف واقع ہوتا ہے۔ اس میں پاخانہ پڑا ہوتا ہے بچے پیشاب کرتے ہیں۔ چار پائے بھی پیشاب کرنے کے علاوہ

Marfat.com

اس میں گوبر ڈالتے ہیں۔ تو کیا ان تالابوں سے ہم طہارت کر لیا کریں فرمایا۔ اگر تمہارے دل میں یہ سب کچھ دیکھ کر کوئی خیال آئے (یعنی پانی ناپاک ہونے کا) تو پھر اس طرح کر لیا کرو۔ یعنی ہاتھ میں اس تالاب کا پانی لے کر وضو کر لیا کرو۔ کیونکہ دین میں تنگی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں ہے"

مسئلہ ۳:

اگر کنوئیں میں خون و شراب یا خنزیر گر پڑے تو بیس ڈول نکالنے سے پانی پاک ہو جاتا ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِئْرٌ قَطَرَ فِيْهَا قَطْرَةُ دَمٍ اَوْ خَمْرٍ قَالَ الدَّمُ اَوْ خَمْرٌ وَالْمَيْتَةُ اَوْ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ فِیْ ذَالِكَ كُلِّهٖ وَاحِدٌ يُخْرَجُ مِنْهُ عِشْرُوْنَ دَلْوًا۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۲۴۱)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۳۲)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس

Marfat.com

کنوئیں کے پانی کے بارے میں پوچھا جس میں خون یا شراب کا ایک قطرہ گر گیا ہو۔ فرمانے لگے۔ خون، شراب، مردار اور خنزیر کا گوشت ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اور وہ یہ کہ بیس ڈول نکالنے پر وہ پانی پاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۴

خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے ڈول سے نکالا گیا پانی پاک ہے

من لا یحضرہ الفقیہ

وَ سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِیْرِ یُجْعَلُ دَلْوًا یُسْتَسْقیٰ بِہِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِہِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹ فی المیاہ الخ)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۷ کتاب الطہارت)

(۳۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۲۵ ابواب المیاہ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر خنزیر کی

Marfat.com

کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکالا جائے۔ تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِیْرِ یُجْعَلُ دَلْوًا یُسْتَسْقیٰ بِہِ الْمَآءُ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(۱- وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۲۹ ابواب الماء۔)

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے ڈول سے پانی نکالنے کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

تبصرہ:

اللہ رب العزت نے "انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر۔ فرما کر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام فرما دیا۔ کیونکہ یہ نجس ہیں۔ خنزیر کے نجس عین ہونے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ یا عضو پاک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے حرام و نجس فرمائے۔ اور فقہ جعفریہ والے اس کے چمڑے سے بنے ڈول میں پانی نکال کر پانی کو پاک و صاف قرار دیں

Marfat.com

اور پانی بھی وہ کہ جس میں چوپائے پیشاب کریں گوبر کریں، گاؤں کے بچے پیشاب کریں۔ اس میں شراب وخون کے قطرے گرے ہوں۔ ایسے پانی کو اگر پاک کرنا ہے۔ تو خنزیر کی کھال کا ڈول بناؤ۔ اور بیس ڈول نکال لو۔ بس پانی پاک ہو گیا۔ یہ تو کنوئیں کا حکم ہے۔ جبکہ گاؤں کے متصل بارانی تالاب کے نجس اور ناپاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چاہے اس میں مندرجہ بالا نجاسات کی بھرمار ہو۔ یہاں یہ خیال آسکتا ہے۔ کہ پانی کی مقدار ان نجاسات سے زیادہ ہو گی۔ تو اس لیے اُسے پاک ہی قرار دیا گیا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اگر پانی اور پیشاب برابر مقدار میں ہوں۔ اور وہ مل جائیں۔ تو پھر بھی پانی پاک ہی رہے گا۔

جیسا کہ اہل تشیع کی مشہور کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں مذکور ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ

وَ لَوْ مِیْزَابَیْنِ سَالَا مِیْزَابُ بَوْلٍ وَمِیْزَابُ مَاءٍ فَاخْتَلَطَا ثُمَّ اَصَابَ ثَوْبَكَ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ۔

(جلد اول صفحہ نمبر ۷)

ترجمہ:

"اگر ایک پرنالے سے پیشاب اور دوسرے سے پانی گر رہا ہو۔ اور وہ دونوں مل جائیں۔ پھر یہ ملا ہوا پیشاب اور پانی تیرے کپڑے پر پڑ جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ یعنی کپڑا پاک ہی رہے گا"

مختصر یہ کہ اہل تشیع کے ہاں اول تو پانی ناپاک ونجس ہوتا ہی نہیں

Marfat.com

اور اگر ہو بھی جائے تو دس بیس ڈول (اور وہ بھی خنزیر کی کھال کے بنے ہوئے) نکال دینے پر پانی پاک ہو جاتا ہے۔ ان کے ہاں پلیدی اور نجاست کا صرف نام ہی ہے۔ اور اس کا وجود ناپید ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مسئلہ ۵:

جس پانی سے استنجاء کیا گیا وہ استعمال شدہ پانی بھی پاک ہے

تحریر الوسیلہ

اَلْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ فِی الْوُضُوْءِ لَا اِشْکَالَ فِیْ کَوْنِهٖ طَاهِرًا وَمُطَهِّرًا لِلْحَدَثِ وَالْخُبْثِ كَمَا لَا اِشْكَالَ فِیْ كَوْنِ الْمُسْتَعْمَلِ فِیْ رَفْعِ الْحَدَثِ الْاَكْبَرِ طَاهِرًا وَمُطَهِّرًا لِلْخُبْثِ بَلِ الْاَقْوٰی كَوْنُهٗ مُطَهِّرًا لِلْحَدَثِ اَيْضًا۔

مسئلہ ۲۵:

مَاءُ الْاِسْتِنْجَاءِ سَوَاءٌ كَانَ مِنَ الْبَوْلِ

Marfat.com

اَوِ الْغَائِطِ۔

(تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۱۴ فی
احکام المیاہ تصنیف روح اللہ الموسوی
الخمینی الداعی انقلاب اسلامیہ ایران)

ترجمہ:

مسئلہ ۲۳ وضو کے لیے استعمال شدہ پانی کے پاک ہونے اور پاک کرنے والا ہونے پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ یہ بے وضوئیت کو بھی دُور کر سکتا ہے۔ اور نجاست کو بھی۔ یہ اسی طرح اشکال سے خالی ہے جس طرح غسل جنابت (حدث اکبر) کے لیے استعمال شدہ پانی سے جنبی آدمی وضو کر سکتا ہے۔ بلکہ بے وضو آدمی کا اس سے وضو کرنا تو زیادہ آسان اور قوی ہے مسئلہ ۲۵ پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہونے کے بعد جس پانی سے استنجاء کیا گیا۔ (وہ استعمال شدہ پانی بھی پاک ہے۔ اس سے غسلِ جنابت اور وضو ہو سکتا ہے)

Marfat.com

مسئلہ ۶:

استنجاء میں استعمال شدہ پانی اگر کپڑے پر گر پڑے۔ تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

وسائل الشیعہ

محمد بن النعمان قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَاَسْتَنْجِیْ بِالْمَاءِ فَیَقَعُ ثَوْبِیْ فِیْ ذَالِکَ الْمَاءِ الَّذِیْ اِسْتَنْجَیْتُ بِہٖ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ

الحدیث:

عَنِ الْاَحْوَلِ اَنَّہٗ سَأَلَ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام الرَّجُلَ یَسْتَنْجِیْ فَیَقَعُ ثَوْبُہٗ فِی الْمَاءِ الَّذِیْ اِسْتَنْجٰی بِہٖ فَقَالَ لَا بَأْسَ فَسَکَتَ فَقَالَ اَوَ تَدْرِیْ لِمَ قَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ؟ قَالَ قُلْتُ لَا وَاللّٰہِ فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ اَکْثَرَ مِنَ الْقَذِرِ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول
ص ۱۶۱/ ابواب الماء۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

محمد بن نعمان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ میں پاخانہ کر کے فارغ ہوا پھر میں نے پانی سے استنجاء کیا اس استنجاء میں استعمال شدہ پانی میں میرا کپڑا گر پڑا۔ (اور گیلا ہو گیا) تو کپڑا پاک رہا؟) فرمانے لگے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

الحدیث۔

احول کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ایک آدمی استنجاء کرتا ہے۔ پھر استنجاء کے لیے استعمال شدہ پانی میں اس کا کپڑا گر پڑتا ہے۔ (اور وہ اس سے تر ہو جاتا ہے کیا وہ پاک ہے؟) فرمایا۔ کوئی حرج نہیں (یعنی وہ بدستور پاک ہی ہے۔) پھر کچھ دیر خاموش ہو گئے۔ اور پھر فرمانے لگے۔ کیا تو جانتا ہے۔ کہ اس میں حرج کیوں نہیں (یعنی وہ ناپاک کیوں نہ ہوا) میں نے عرض کیا۔ خدا کی قسم! مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پس فرمایا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ پانی مقدار میں اس گندگی سے زیادہ ہے جو اُس میں استنجاء کرتے وقت مل گئی۔

وسائل الشیعہ

اَسْتَنْجِیْ ثُمَّ یَقَعُ ثَوْبِیْ فِیْہِ وَ اَنَا جُنُبٌ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۶۱)

Marfat.com

ترجمہ:

میں نے استنجاء کیا۔ اور میں حالت جنابت میں تھا۔ پھر استنجاء کے لیے استعمال شدہ پانی میں میرا کپڑا اگر گیا۔ (تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (وہ کپڑا پاک ہے۔)

تبصرہ:

پیشاب، یا خانہ کے بعد (مذکورہ حوالہ جات میں) استنجاء کرنے والے کے متعلق یہ موجود نہیں کہ اس نے پانی سے استنجاء کرنے سے قبل پتھر یا ڈھیلہ وغیرہ استعمال کیا تھا۔ ایسی حالت میں جب پاخانہ کے بعد بغیر ڈھیلے استعمال کیے اگر کوئی شخص پانی سے استنجاء کرتا ہے۔ تو اولاً وہ تب کرے گا۔ جب استنجاء کے بعد اس کا جسم پاک نہ ہوتا ہو۔ ورنہ اگر مخرج بالکل صاف ہے۔ تو پھر استنجاء کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس صورت میں استنجاء کرنے والے کے پانی میں پاخانہ کی کافی مقدار نظر آئے گی۔ اس مقدار کے ہوتے ہوئے اس پانی کو پاک کہنے کی دلیل یہ تھی۔ کہ پانی کی مقدار چونکہ زیادہ ہے۔ اس لیے وہ پاخانہ اس کی طہارت کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ طہارت ہی نہیں بلکہ وہ پانی پاک بھی ہے۔ اور پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح جنبی آدمی نے غسل جنابت کرنے سے قبل اپنے آلہ تناسل کو پانی سے دھویا۔ تو اس پانی میں منی کے اثرات یقیناً ہوں گے۔ لیکن پانی کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہ پڑے گا۔ آپ حضرات خیال فرمائیں۔ کہ اگر ان مذکورہ صورتوں میں پانی پہلے کی طرح طاہر اور مطہر رہتا ہے۔ تو پھر اس کے نجس اور

Marfat.com

ناپاک ہونے کی صورت کونسی ہوگی؟ یہی ناکہ پانی کی مقدار کم ہو جائے اور پاخانہ منی یا پیشاب کی مقدار زیادہ ہو جائے۔ اس سے ہٹ کر کسی صورت میں پانی کی طہارت اور طہوریت میں فرق نہیں پڑتا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور ادھر نجاست ملا پانی منہ پر ڈالو۔ پاخانہ اور پیشاب والا پانی کلی کے لیے استعمال کرو۔ اس پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھو۔ سب جائز ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ ۷

تھوک سے استنجاء جائز ہے

من لا یحضرہ الفقیہ

سَأَلَ حَنَانُ بْنُ سَدِيْدٍ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامِ فَقَالَ اِنِّيْ رُبَمَا بُلْتُ فَلَا اَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ وَ يَشْتَدُّ ذَالِكَ عَلَيَّ فَقَالَ اِذَا بُلتَ تَمَسَّحْتَ فَامْسَحْ ذَكَرَكَ بِرِيْقِكَ فَاِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا فَقُلْ هٰذَا مِنْ ذَالِكَ۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۱ جلد اول (۲) فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲ کتاب الطہارت

Marfat.com

ترجمہ:

اور حنان بن سدید نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میں بعض دفعہ پیشاب کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد استنجاء کے لیے پانی پر مجھے قدرت نہیں۔ اور یہ بات مجھے سخت ناگوار گزرتی ہے فرمایا۔ جب پیشاب سے فارغ ہو جائے تو اپنے ذکر پر تھوک مَل دیا کر۔ پھر اگر کوئی چیز تو پائے۔ تو کہنا یہ اس سے ہے۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے پانی نہ ملنے یا اس پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں مٹی کو اس کے قائم مقام کر دیا ہے۔ جیسا کہ حدث اصغر اور اکبر کے لیے پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں مٹی طہارت کا کام دیتی ہے۔ لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ کے طریقہ ہائے طہارت پر کہ اگر کسی شیعہ کو پیشاب کرنے کے بعد پانی میسر نہ آئے۔ تو وہ تھوک سے استنجاء کرے۔ نامعلوم مٹی کے جگہ تھوک کس مصلحت کی بنا پر لیا گیا۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ تھوک سے استنجاء ایک دفعہ لعابِ دہن انگلی سے لگا کر ذکر پر ملنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے حصول کے لیے کئی بار انگلی کبھی اُدھر اور کبھی اِدھر لگانی پڑے گی۔ اسی لیے فرمایا گیا۔ اگر دوسری تیسری مرتبہ منہ میں انگلی ڈالتے وقت کچھ تھوک کے علاوہ ذائقہ دار چیز کا احساس ہو۔ تو مومنو! فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس دل کو سمجھاؤ کہ یہ کچھ اور نہیں بلکہ تھوک ہی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر اس طرح استنجاء جلدی کرنا چاہتے ہو۔ تاکہ بعد میں وضو کر کے تکبیر تحریمہ میں شامل ہو سکو۔ تو پھر ایک انگلی کی بجائے ہتھیلی پر تھوک جمع کر کے ایک ہی دفعہ

Marfat.com

استنجاء کر لو۔ اور اگر گڑبڑ ہو جائے۔ تو عقیدہ صحیح رکھنا۔ اور یہی سمجھنا کہ تھوک ہی تھوک ہے۔ پھر اسی ہتھیلی کو سینہ پر ملنے سے نور علی نور ہو کر ٹھیکری رکھو۔ اور اس پر ماتھا ٹیک دو۔ عقل کے اندھوں کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ پیشاب کے قطرہ یا اس کی تری کے ساتھ جب لعابِ دہن مل جائے گا۔ تو وہ پھیل کر اور مزید حصہ گندا کر دے گا۔ لیکن مومنوں کو اس سے کیا اُن کے نزدیک اگر پیشاب ٹخنوں تک بہہ نکلے۔ تو بھی جسم پاک ہی رہتا ہے۔ امام جعفر صادق سے ہی صاحب استبصار نے آخری روایت ذکر کی ہے۔

الاستبصار

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ یَبُوْلُ قَالَ یَنْتُرُهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنْ سَالَ حَتّٰی یَبْلُغَ السَّاقَ فَلَا یُبَالِ۔

(الاستبصار جلد اوّل ص ۴۹)

ترجمہ:

یعنی پیشاب کرنے کے بعد تین دفعہ آلۂ تناسل کو جھٹک دو۔ پھر اس کے بعد اگر پیشاب بہتا ہوا پنڈلی تک تر کر جائے۔ تو پرواہ نہ کرنا۔

بات واضح ہے۔ کہ جب سوا دو فٹ پانی میں آدمی پیشاب کریں۔ کتے گدھے اور دیگر جانور بول و براز ڈالیں۔ شراب و خون اس میں گر پڑے خنزیر اس میں گھس جائے۔ تو بھی وہ پاک ہی رہتا ہے۔ لہٰذا اگر تھوک لگا کر پیشاب اور تھوک کی آمیزش سے تری میں اضافہ ہو جائے تو اسے ناپاک

Marfat.com

کون کہے گا۔ اور اس سے تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ ان کی فقہ میں استنجاء کے لیے کوئی لوٹا بھر پانی کی بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ کسی شاگرد کے سوال کے جواب میں امام صاحب کا فرمان تو اس سے کہیں کم پانی سے طہارت کا فائدہ دیتا ہے۔ صاحب استبصار ہی لکھتا ہے۔

استبصار

سَأَلْتُهُ كَمْ يَجْزِئُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ مِنَ الْبَوْلِ قَالَ مِثْلًا مَا عَلَى الْحَشْفَةِ۔

(الاستبصار، جلد ا

ترجمہ:

میں نے امام جعفر سے پوچھا۔ کہ پیشاب کے بعد استنجاء کے لیے کتنا پانی کافی ہوگا۔ فرمایا۔ اس قدر کہ جو آلہ تناسل کی سپاری کو تر کر سکے

حضرات! طہارت کے یہ مسائل جنہیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کر کے بیان کیا گیا ہے۔ قطعاً آپ کے ارشادات نہیں۔ بلکہ یہ ابو بصیر اور زرارہ وغیرہ کی من گھڑت روایات ہیں۔ جب ان لوگوں نے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر اور متعہ ایسی ملعون حرکتوں کو سند جواز عطا کر دی۔ تو تھوک سے استنجاء کرنا ان کے لیے کون سی مشکل بات تھی۔

بہر حال حضرات ائمہ اہل بیت ان واہی تباہی روایتوں سے مبرا ہیں۔ اور نحوست و نجاست سے آلودہ ایسے مسائل سے ان کی تعلیمات کوسوں دور ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

Marfat.com

مسئلہ ۸:

گدھے اور خچر کا بول اور لید ناپاک نہیں ہیں

المبسوط

وَمَا يُكْرَهُ لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ وَرَوْثِهِ مِثْلُ الْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ۔

(المبسوط ص ۳۶ کتاب الطہارت، مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

جن چوپایوں کا گوشت مکروہ ہے۔ ان کا پیشاب اور لید پاک ہے جیسا کہ خچر اور گدھا۔

مسئلہ ۹:

قے، زرد پانی اور کچلو بھی پاک ہیں

المبسوط:

وَالْقَيْئُ لَيْسَ بِنَجِسٍ وَفِيْ اَصْحَابِنَا مَنْ يَقُوْلُ

Marfat.com

هُوَ نَجِسٌ وَالصَّدِيدُ وَالْقَيْحُ حُكْمُهُمَا حُكْمُ الْقَيْ سَوَاءٌ۔

(المبسوط ص ۲۸)

ترجمہ:

قے نجس نہیں ہے۔ ہمارے کچھ اصحاب اس کے نجس ہونے کے قائل ہیں۔ (لیکن یہ درست نہیں ہے) اور زرد پانی اور کچلو دونوں کا حکم قے کی طرح ہے۔ یعنی یہ دونوں بھی نجس نہیں بلکہ پاک ہیں۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! جس مذہب میں گدھے اور خچر کا پیشاب بھی پاک ہو۔ اور کچلو وغیرہ بھی نجاست کا حکم نہ رکھتی ہوں۔ اس مذہب میں تو ہر طرف طہارت ہی طہارت ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فقہ جعفری میں نجاست پلیدی اور گندگی برائے نام ہی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۱۰

ودی اور مذی پاک ہیں

المبسوط:

وَالْمَذْيُ وَالْوَدْيُ طَاهِرَانِ لَا يَجِبُ إِزَالَتُهُمَا فَإِنْ أَزَالَهُمَا أَفْضَلَ۔

(المبسوط ص ۳۸ کتاب الطہارت)

ترجمہ:

مذی اور ودی دونوں پاک ہیں۔ اگر کپڑے یا جسم پر لگ جائیں۔ تو اس کا دھونا اور انہیں دور کرنا کوئی ضروری نہیں ہاں اگر کسی نے دھو کر انہیں زائل کر دیا۔ تو افضل اور بہتر کیا۔

مسئلہ نمبر ۱۱:

دوران نماز اگر مذی یا ودی نکل کر ایڑیوں تک بہہ جائے۔ تو اس سے نہ نماز ٹوٹی نہ وضو گیا۔

المبسوط:

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ سَالَ مِنْ ذَكَرِكَ شَيْءٌ مِنْ مَذْيٍ أَوْ وَذْيٍ وَأَنْتَ

Marfat.com

فِی الصَّلٰوۃِ فَلَا تَغْسِلْہُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلٰوۃَ وَلَا تَنْقُضْ لَہُ الْوُضُوْءَ وَاِنْ بَلَغَ عَقِبَیْکَ فَاِنَّمَا ذَالِکَ بِمَنْزِلَۃِ النُّخَامَۃِ وَکُلُّ شَیْءٍ یَخْرُجُ مِنْکَ بَعْدَ الْوُضُوْءِ فَاِنَّہُ مِنَ الْحَبَائِلِ اَوْمِنَ الْبَوَاسِیْرِ وَلَیْسَ بِشَیْءٍ فَلَا تَغْسِلْہُ مِنْ ثَوْبِکَ اِلَّا اَنْ تَقْذِرَہٗ۔

(۱۔فروع کافی جلد سوم
ص ۳۹ کتاب الطہارت)
(۲۔من لا یحضرہ الفقیہ
جلد اوّل ص__)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر حالتِ نماز میں پیشاب کے مقام سے کوئی شے از قسم مذی وودی نکلے تو نہ دھوؤ اور نہ نماز قطع کرو۔اس سے وضو باطل نہ ہو گا۔ اور اگر تمہارے ٹخنوں تک پہنچے۔ تو بمنزلہ رینٹھ یا بلغم کے ہے۔اور ہر وہ چیز جو بعد وضو خارج ہو وہ یا از عضو تناسل کی رطوبت ہے یا بواسیر ہے۔ وہ کچھ نہیں اسے نہ دھوؤ۔اپنے لباس سے مگر جبکہ نجاست ہو۔
(الشافی ترجمہ کافی جلد اول ص ۳۳
باب مذی وودی)

لمحہ فکریہ:

مذی اور ودی کی تعریف جو فروع کافی کے مذکورہ حوالہ پر حاشیہ پر لکھی ہوئی

Marfat.com

ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ دونوں رطوبتیں عضو تناسل سے خارج ہوتی ہیں۔ مذی وہ رطوبت ہے۔ جو مرد اور عورت کے باہم ملاعبت (چھیڑ چھاڑ) کرنے کے وقت عضو مخصوص سے خارج ہوتی ہے۔ اور پیشاب کے بعد جو رطوبت عضو مخصوص سے نکلے۔ ودی کہلاتی ہے۔

گویا مذی عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ پر نکلتی ہے۔ اور ودی پیشاب کے بعد۔ اب دوران نماز ان دونوں رطوبتوں کا نکلنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز بھی پڑھ رہا ہو اور عورت کے ساتھ ملاعبت بھی کر رہا ہو۔ اور دوسری صورت میں نماز میں پیشاب کردے اور پھر اس کے بعد ودی کی صورت میں رطوبت خارج ہو تو اس کیفیت سے بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نہ نماز ٹوٹتی ہے۔ نہ وضو جاتا ہے۔ اور نہ ہی ان رطوبتوں پر نجاست کا حکم لگانا درست ہے۔ اگر دوران نماز عورت سے چھیڑ چھاڑ کرنے اور بول و براز سے کرنے سے نہ نماز ٹوٹے نہ وضو جائے تو پھر وارے نیارے ہو گئے۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ بخدا! امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے مسائل ہرگز نہیں بیان کر سکتے۔ یہ بکواسات اور واہیات ابو بصیر اور زرارہ اینڈ کلینی کی اختراع ہیں۔ اسی لیے ہم بارہا کہہ چکے ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ" امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی روایات اور ارشادات کے مجموعہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں کی من گھڑت باتوں کی پٹاری ہے۔ جن پر دونوں ائمہ نے لعنت بھیجی اور ان کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۱۲

جنابت کے غسل کے لیے استعمال شدہ پانی پاک ہے

المبسوط

وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ اَحَدُهُمَا مَا اسْتُعْمِلَ فِي الْوُضُوْءِ وَفِي الْاِغْتِسَالِ الْمَسْنُوْنَةِ فَاَ هٰذَا حُكْمُهٗ يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهٗ فِيْ رَفْعِ الْحَدَثِ وَالْاٰخَرُ مَا اسْتُعْمِلَ فِيْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ وَالْحَيْضِ فَلَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهٗ فِيْ رَفْعِ الْحَدَثِ وَاِنْ كَانَ طَاهِرًا فَاِنْ بَلَغَ ذَالِكَ كُرًّا زَالَ حُكْمُ الْمَنْعِ مِنْ رَفْعِ الْحَدَثِ بِهٖ لِاَنَّهٗ قَدْ بَلَغَ حَدًّا لَا يَحْتَمِلُ النَّجَاسَةَ وَاِنْ كَانَ طَاهِرًا غَيْرَ مُطَهِّرٍ يَجُوْزُ شُرْبُهٗ وَاِزَالَةُ النَّجَاسَةِ بِهٖ لِاَنَّهٗ مَاءٌ مُطْلَقٌ۔

(المبسوط جلد اول ص ۱۱۱/ اقسام الماء المستعمل فی الحدث مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

استعمال شدہ پانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو وضو اور غسل مسنونہ کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ حدث دور ہو سکتی ہے۔ (یعنی وضو اور فرضی غسل ہو جائے گا) دوسری قسم وہ کہ جس سے غسل جنابت اور غسل حیض کیا گیا ہو۔ اس کا حدث دور کرنے کے لیے استعمال جائز نہیں۔ اگرچہ یہ پانی پاک ہے اور اگر یہی دوسرا پانی کر (جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ یعنی سوا دو فٹ مربع پانی کے ایک مٹکے) کے برابر ہو۔ تو پھر ناجائز کا حکم ختم ہو جائے گا۔ (یعنی اس سے حدث دور کرنا جائز ہو جائے گا کیونکہ اب یہ پانی اس مقدار تک پہنچ گیا ہے جو نجس اور گندہ ہونے کا احتمال نہیں رکھتا۔ اور اگر کُر سے کم مقدار ہے۔ تو یہ پاک ضرور ہے۔ لیکن اس سے کوئی ناپاک چیز پاک نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس کا پینا درست اور اس سے نجاست دور کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ بہر حال پانی تو ہے۔

تبصرہ

ابو جعفر محمد بن حسن طوسی وہ مجتہد محسن شیعیت ہے۔ جس نے صحاح اربعہ کی تصنیف کا کام سر انجام دیا۔ یہ حضرت اس پانی کو پینے کے قابل بتا رہا ہے۔ جس سے حیض والی عورت نے فرضی غسل کیا۔ یا غسل جنابت کیا گیا ہو صرف یہ شرط لگائی۔ کہ وہ ایک مٹکے کے برابر ہونا چاہیے۔ پھر اس کو کوئی گندگی گندہ نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ

Marfat.com

کر چکے ہیں۔ اور اگر مٹکے سے کم ہے۔ تو اس کا پینا پھر بھی جائز ہے۔ سچ ہے کہ گندی ذہنیت اسی قسم کے مسائل گھڑتی ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت یعنی صاحبان طہارت کب ایسے مسائل بیان کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ اور اس قسم کے نجاست سے بھرے مسائل انہی راویوں نے گھڑے ہیں۔ جن پر امام صاحب نے پھٹکار بھیجی ہے۔ اور جن کی کاوشوں کو "فقہ جعفریہ" کا نام دے دیا گیا۔ ایسے مسائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یا ان کے والد گرامی امام باقر کی طرف منسوب کرنا ان حضرات کی توہین سے کم نہیں ہے۔ آخر ان ملعونوں سے یہ توقع کب ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے اوپر لعنت بھیجنے والے امام کو عوام کے سامنے اچھے مسائل کے ساتھ متعارف کرائیں۔ اور ان کی عزت بنائیں۔ اس طرح کے دقیانوسی مسائل امام صاحب کی طرف منسوب کر کے دراصل یہ اقرار کیا جا رہا ہے۔ کہ امام صاحب کا ان پر لعنت بھیجنا حق تھا۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِي الْاَبْصَار)

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۱۳

ہوا خارج ہونے سے اس وقت وضو جاتا ہے جب اس کی آواز پیدا ہو یا اس کی بو ناک میں چڑھے

فروع کافی

عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اِبْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ عَنْ
مُعَاوِیَةَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ
السَّلَامُ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفُخُ فِیْ دُبُرِ الْاِنْسَانِ
حَتّٰی یُخَیَّلَ اِلَیْهِ اَنَّهٗ قَدْ خَرَجَ مِنْهُ رِیْحٌ
فَلَا یَنْقُضُ الْوُضُوْءَ اِلَّا رِیْحٌ تَسْمَعُهَا اَوْ تَجِدُ

Marfat.com

رِیْحَھَا۔

(۱۔فروع کافی جلد سوم ص۳۶ کتاب الطہارت)

(۲۔وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۷۵،

ابواب نواقص الوضوع)

(۳۔من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۷)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا شیطان آدمی کی دُبر میں پھونکتا ہے۔ پھر آدمی کو خیال آتا ہے۔ کہ اس کی ہوا نکل گئی۔ تو سنو! وضو اس ہوا کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ جس کی آواز تم سنو یا اس کی بُو محسوس کرو۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ زَرَارَۃَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام قَالَ لَا یُوْجِبُ الْوُضُوْءَ اِلَّا مِنْ غَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ ضَرْطَۃٍ تَسْمَعُ صَوْتَھَا اَوْ فَسْوَۃٍ تَجِدُ رِیْحَھَا۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۷۵، ابواب نواقض الوضوء)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام صاحب نے فرمایا۔ وضو صرف پیشاب اور پاخانے یا اس ہوا کے نکلنے سے جاتا ہے جس کی تو آواز سُنے یا اس پھسکی سے کہ جس کی تجھے بُو آئے

☆

Marfat.com

الفقہ علی المذاہب الخمسہ:

قَالَ الْإِمَامِيَّةُ لَا تَنْقُضُ الْوُضُوْءَ إِلَّا إِذَا خَرَجَتْ مُتَلَطِّخَةً بِالْعَذِرَةِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص۳۰)

ترجمہ:

امامیہ کہتے ہیں۔ کہ ہوا خارج ہونے سے وضو اس وقت جاتا ہے جب اس کے ساتھ کچھ پاخانہ ملا ہوا ہو۔

تبصرہ:

"فقہ جعفریہ" نے اپنے ماننے والوں کے لیے کیا کیا رعایتیں عطا کیں! اور ان کی طہارت اور پاکیزگی کو قائم رکھنے کی کس قدر محنت کی ہے۔ جسم سے خون پیپ وغیرہ سے نکلنے سے ان کی طہارت قائم دائم رہتی ہے۔ صرف بول اور پاخانہ سے ان کا وضو ختم ہوتا ہے۔ رہی ہوا تو اس میں اتنی ہمت کہاں کہ حیدر کرار کے "نام نہاد محبتوں" کا وضو توڑ سکے۔ ہاں اگر خوب زور سے نکلے۔ اور آس پاس تک دھماکہ سنائی دے۔ تو پھر گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ یا بھری محفل مجلس کو اس کی بو ناک پر رومال رکھنے پر مجبور کر دے۔ یا پھر جب آئے تو اپنے ساتھ تھوڑا سا پاخانہ بھی لیتی آئے جس سے مقام مخصوص پر پڑا کپڑا "معطر" ہو جائے۔ تو ان صورتوں میں چونکہ کچھ لوگ اس کے نکلنے کے گواہ بن جائیں گے۔ اس لیے اب ڈھٹائی سے کام نہ چلے گا۔

رہا یہ معاملہ کہ ان تین کیفیات کے علاوہ نکلنے والی ہوا معدہ سے آنے والی ہوا نہیں۔ بلکہ وہ شیطان کی پھونکنی سے نکلی۔ جو "اندھے کنوئیں" پر بیٹھا پھونکیں مارتا ہے۔ سو اس کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ پھونکیں مارنے والا جانے اور

Marfat.com

اسے وہاں بٹھانے والے جانیں۔ ہم تو اس قدر جانتے ہیں۔ کہ ہوا کا خروج یا اخراج معدہ میں جمع شدہ نجارات ہیں۔ جنہیں زیادہ ہونے کی صورت میں آدمی قصداً نکالتا ہے۔ خوب موج ہے۔ کہ جب تک مذکورہ تین شرائط نہ پائی جائیں کسی شیعہ کا ہوا خارج ہونے سے وضو نہ جائے گا۔ ذرا غور فرمائیں۔ کہ ہوا کے ساتھ پاخانہ کا نکلنا بہت نادر ہے۔

لیکن پہلی دو شرائط اپنے بس میں ہوتی ہیں۔ ہوا کے نکلنے کے وقت مقعد کو کسی طرح ڈھیلا کر دیا جائے۔ تو آواز پیدا نہ ہو گی۔ اور اگر تھوڑی تھوڑی نکالے تو بُو پیدا ہونے کا خطرہ بھی ٹل گیا۔

اس لیے اہل تشیع کو یہ مجرب نسخہ ضرور آزمانا چاہیئے۔ تاکہ بار بار وضو جاتے رہنے کا خطرہ ٹل جائے۔ اور یہی سمجھا جائے۔ کہ شیطان کی حرکت ہے۔ جس سے وضو قائم ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب مشک کے برابر پانی کو کوئی گندگی ناپاک نہیں کر سکتی۔ حیض و جنابت کے غسل میں استعمال ہونے والا پانی دو جام شیریں، ہے۔ اور گدھے وغیرہ کا بول و براز طاہر ہے۔ تو یہ بیچاری ہوا وضو کا کیا بگاڑ سکے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

قابلِ توجہ!

ایک طرف "فقہ جعفریہ" میں گدھے اور خچر کا بول پاک ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر مذی اور ودی کی طہارت کا قول بھی موجود ہے۔ لیکن دوسری طرف اہل سنت کے ساتھ بغض و عداوت کا نظارہ دیکھیں۔ تو آپ کو نظر آئے گا۔ کہ خنزیر کے جھوٹے سے بڑھ کر سنی کا جھوٹا ہے۔

Marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

وَلَایَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِسُؤْرِ الْیَهُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ وَ وَلَدِ الزِّنَا وَالْمُشْرِكِ وَكُلِّ مَنْ خَالَفَ الْاِسْلَامَ وَاَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ سُؤْرُ النَّاصِبِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸
فی المیاہ الخ)

ترجمہ:

یہودی، عیسائی، حرامی اور مشرک کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح ہر اس شخص کے جھوٹے سے جو مخالف اسلام ہو۔ اور ان تمام سے زیادہ ناپاک سُنّی کا جھوٹا ہے۔

الروضۃ البہیۃ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِیَّاكَ اَنْ تَغْتَسِلَ مِنْ غُسَالَةِ الْحَمَّامِ وَ فِیْهَا تَجْتَمِعُ غُسَالَةُ الْیَهُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ وَالْمَجُوْسِیِّ وَالنَّاصِبِ لَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَهُوَ شَرُّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَنْجَسَ مِنَ الْكَلْبِ وَاِنَّ النَّاصِبَ لَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ اَنْجَسُ مِنْهُ

Marfat.com

(الروضۃ البہیۃ جلد پنجم ص ۴ ۲ ۲ کتاب النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابو یعفور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام صاحب نے فرمایا۔ دیکھو تمہیں حمام کے غسالہ سے غسل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں یہودی، عیسائی، مجوسی کا غسالہ ہوتا ہے۔ اور اس میں سُنی کا بھی غسالہ ہوتا ہے۔ جو ان تمام سے زیادہ شریر ہے اللہ تعالیٰ نے کُتے سے بڑھ کر کوئی مخلوق ناپاک اور نجس پیدا نہیں کی لیکن سنی اس سے بھی بڑھ کر نجس ہے۔

جامع الاخبار:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ نُوْحًا اَدْخَلَ فِیْ سَفِیْنَةٍ اَلْكَلْبَ وَالْخِنْزِیْرَ وَ لَمْ یَدْخُلْ فِیْهَا وَلَدَ الزِّنَا وَ النَّاصِبُ اَشَدُّ مِنْ وَلَدِ الزِّنَا۔

(جامع الاخبار ص ۱۸۵ فصل ۱۲۷ فی التعصب)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں کتے اور خنزیر کو تو سوار کر لیا لیکن حرامی کو اس میں داخل

Marfat.com

زکیا۔ اور سنی تو حرامی سے بھی بڑھ کر ہے۔

اللمعۃ الدمشقیہ

اَلْکُفْوُ مُعْتَبَرَۃٌ فِی النِّکَاحِ فَلَا یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمَۃِ مُطْلَقًا التَّزْوِیْجُ بِالْکَافِرِ وَھُوَ مَوْضِعُ وِفَاقٍ وَلَا یَجُوْزُ لِلنَّاصِبِ التَّزْوِیْجُ بِالْمُؤْمِنَۃِ لِاَنَّ النَّاصِبِیَّ اَشَرُّ مِنَ الْیَھُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ عَلٰی مَا رُوِیَ فِیْ اَخْبَارِ اَھْلِ الْبَیْتِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَکَذَا الْعَکْسُ سَوَآءً اَیْ الدَّائِمُ اَوِ الْمُتْعَۃُ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ جلد پنجم ص ۲۲۴-۲۲۵)

ترجمہ:

نکاح میں کفو کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لہذا کسی مسلمان عورت کا کافر سے مطلقاً نکاح جائز نہیں ہے۔ اور یہ بالاتفاق مسئلہ ہے۔ اور کسی سُنّی کو شیعہ عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ "سنی" یہودی اور عیسائی سے بھی بڑھ کر شریر ہے۔ جیسا کہ حضرات اہل بیت کی روایات میں ہے۔ اور اس کا عکس بھی جائز نہیں۔ (یعنی کوئی شیعہ عورت سنی سے نکاح نہیں کر سکتی) چاہے یہ نکاح وقتی (متعہ) ہو یا دائمی۔

انوار نعمانیہ:

اَلثَّانِیْ فِیْ جَوَازِ قَتْلِھِمْ وَاسْتِبَاحَۃِ اَمْوَالِھِمْ

Marfat.com

قد عرفت ان اکثر الاصحاب ذکروا للناصبی
ذلک المعنی الخاص فی باب الطہارات والنجاسۃ
وحکمہ عندھم کالکافر الحربی فی اکثر
الاحکام واما علی ما ذکرناہ لہ من التفسیر فیکون
حکما شاملا کما عرفت روی الصدوق طاب ثراہ
فی العلل مسندا الی داؤد بن فرقد قال قلت لابی عبداللہ
علیہ السلام ماتقول فی قتل الناصب قال حلال الدم لکنی اتقی
علیک فان قدرت ان تقلب علیہ حائطا او تغرقہ
فی ماء لکی لایشھد بہ علیک فافعل فقلت فماتری
فی مالہ قال خذ ماقدرت وروی شیخ
الطائفۃ فی باب الخمس والغنائم من کتاب
التہذیب بسند صحیح عن مولنا الصادق علیہ
السلام قال خذ مال الناصب حیث ما وجدت
وابعث الینا بالخمس ..... وفی الروایات
ان علی بن یقطین وھو وزیر الرشید قد اجتمع
فی حبسہ جماعۃ من المخالفین وکان من خواص
الشیعۃ فامر غلمانہ وھدموا سقف المحبس
علی المحبوسین فماتوا کلھم وکانوا خمس
مائۃ رجل تقریبا فاراد الخلاص من تبعات
دمائھم فارسل الی الامام مولنا الکاظم
علیہ السلام فکتب علیہ السلام الیہ جواب کتابہ بانک

Marfat.com

لَوْ كُنْتَ تَقَدَّمْتَ اِلَيَّ قَبْلَ قَتْلِهِمْ لَمَا كَانَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ دِمَآئِهِمْ وَحَيْثُ اَنَّكَ لَمْ تَتَقَدَّمْ اِلَيَّ فَكَفِّرْ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ قَتَلْتَهُ مِنْهُمْ بِتَيْسٍ وَالتَّيْسُ خَيْرٌ مِنْهُ فَانْظُرْ اِلٰى هٰذِهِ الدِّيَةِ الْجَزِيْلَةِ الَّتِيْ لَا تُعَادِلُ دِيَةَ اَخِيْهِمُ الْاَصْغَرِ وَهُوَ كَلْبُ الصَّيْدِ فَاِنَّ دِيَتَهُ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَلَا دِيَةَ اَخِيْهِمُ الْاَكْبَرِ وَهُوَ الْيَهُوْدِيُّ اَوِ الْمَجُوْسِيُّ فَاِنَّهَا ثَمَانُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَحَالُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۰۷-۳۰۸
تذکرہ ظلمۃ فی احوال الصوفیہ)

(۲۔ مال لوٹ کر خمس نکالنے کا حکم تحریر
تحریر الوسیلہ جلد ۱ ص ۳۲۵)

ترجمہ:

دوسرا امر (یعنی ناصبی کا حکم کیا ہے؟) تو ان کے قتل کرنے اور ان کے اموال کو لوٹنے کا جواز تو معلوم کر چکا ہے۔ اور تجھے یہ بھی علم ہے کہ اکثر اصحاب نے ناصبی کا وہ خاص معنی باب طہارت و نجاست میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کا حکم ان کے نزدیک حربی کافر کا سا ہے لیکن وہ تفسیر جو ہم نے ذکر کی ہے۔ اس کے مطابق ناصبی حکمی طور پر حربی کافروں میں شامل ہو جائے گا جیسا کہ تو جان چکا ہے علل میں شیخ الصدوق نے ذکر کیا ہے۔ جس کا اسناد داؤد بن فرقد کی طرف کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی کو ناصبی کے قتل کے متعلق پوچھا۔ تو فرمانے لگے۔ اس کا خون (گرانا) حلال ہے لیکن میں تجھ پر خوف کھاتا ہوں۔ اگر تو اس پر دیوار گرا

Marfat.com

سکے یا اسے پانی میں ڈبو دے (تو یہ ضرور کر) تاکہ تیرے خلاف کوئی شہادت نہ قائم ہو سکے۔ پھر میں نے امام صاحب سے پوچھا۔ ناصبی کا مال لوٹنے کا حکم کیا ہے؟ فرمایا۔ جتنا بس چلتا ہے اتنا چھین لے۔ شیخ الطائفہ نے خمس اور غنیمت کے باب میں اپنی کتاب التہذیب میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ناصبی کا مال جہاں سے ملے قابو کرے اور ہماری طرف اس کا پانچواں حصہ بھیج دے۔ روایات میں ہے۔ کہ علی بن یقطین وزیر نے اپنی جیل میں اپنے مخالفین کی ایک جماعت کو قید کر لیا۔ یہ وزیر کٹر شیعہ تھا۔ اس نے اپنے غلاموں کو ان قیدیوں پر قید خانے کی چھت گرا دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے یہی کیا۔ اس طرح پانچ سو کے قریب وہ قیدی مر گئے۔ ان کے ورثاء نے مرنے والوں کے خون کا مطالبہ کیا۔ وزیر مذکور نے ایک خط امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ امام نے اس کا جواب یہ دیا۔ اگر تو ان لوگوں کے قتل کرنے سے پہلے مجھ سے مشورہ پوچھ لیتا۔ تو پھر ان کے خون کے سلسلہ میں تجھ پر کوئی جرمانہ نہ پڑتا۔ اب جبکہ تو نے مجھے پیشگی اطلاع نہ دی اس لیے ان میں ہر ایک کے خون کا کفارہ ادا کر۔ اور وہ ایک کے بدلے میں ایک بکرا ہے۔ اور بکرا بھی ان سے بہتر ہے۔ تم غور کرو۔ کہ ان ناصبیوں کی دیت ان کے چھوٹے بھائی یعنی شکاری کتے سے بھی کم مقرر ہوئی۔ کیونکہ اس کی دیت بیس درہم ہے۔ اور ان کی دیت ان کے بڑے بھائی کی دیت کے برابر بھی نہیں۔ ان کا بڑا بھائی یہودی یا مجوسی ہے۔ ان کی دیت آٹھ درہم ہے۔ یہ تو دنیا میں ان کے

Marfat.com

خون کا بدلہ ہوا۔ اور آخرت میں ان کی حالت بہت ذلیل اور رسوا ہوگی۔

فروع کافی:

عَنْ عَامِرِ بْنِ السِّمْطِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا یَمْشِیْ مَعَہٗ فَلَقِیَ مَوْلًی لَہٗ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیْنَ تَذْھَبُ یَا فُلَانُ؟ قَالَ فَقَالَ لَہٗ مَوْلَاہُ اَفِرُّ مِنْ جَنَازَۃِ ھٰذَا الْمُنَافِقِ اَنْ اُصَلِّیَ عَلَیْہَا فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُنْظُرْ اَنْ تَقُوْمَ عَلٰی یَمِیْنِیْ فَمَا تَسْمَعُنِیْ اَقُوْلُ فَقُلْ مِثْلَہٗ فَلَمَّا اَنْ کَبَّرَ عَلَیْہِ وَلِیُّہٗ قَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا عَبْدَکَ اَلْفَ لَعْنَۃٍ مُّؤْتَلِفَۃٍ غَیْرِ مُخْتَلِفَۃٍ اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِیْ عِبَادِکَ وَبِلَادِکَ وَاَصْلِہٖ حَرَّ نَارِکَ وَاَذِقْہُ اَشَدَّ عَذَابِکَ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۸۹ کتاب الجنائز مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عامر بن السمط بیان کرتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ایک منافق کے جنازے کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستہ میں آپ کو ایک غلام ملا۔ امام نے پوچھا۔ تو کدھر جا رہا ہے۔ کہنے لگا میں اس منافق کے

Marfat.com

جنازے سے بھاگ رہا ہوں۔ یہ سن کر امام صاحب نے اُسے فرمایا اس کے جنازے سے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ چلو اور میرے ساتھ میری دائیں طرف کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھنا۔ پھر جو میں پڑھوں گا۔ اُسے سن کر تم بھی وہی کہنا۔ جب میت کے ولی نے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تکبیر تحریمہ کہی۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ اور پھر بولے۔ اے اللہ! اس میت پر ہزار لعنت بھیج۔ اور وہ بھی ایک ایک کر کے نہیں بلکہ اکٹھی ہزار لعنتیں بھیج۔ اے اللہ! اس کو ذلیل و رسوا کر اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں۔ اسے دوزخ کی آگ میں پہنچا اور اپنا سخت عذاب چکھا۔

حوالہ جات مذکورہ سے صراحۃً ثابت شدہ امور کی فہرست

۱۔ یہودی، عیسائی اور مشرک کے جھوٹے پانی سے سُنی کا جھوٹا زیادہ گندا ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے زیادہ نجس کتا پیدا کیا۔ لیکن سنی کی نجاست اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۳۔ سنی کو رشتہ دینا اور اس سے رشتہ لینا ائمہ اہل بیت کے حکم سے ناجائز اور حرام ہے۔

۴۔ ولد الزنا یعنی حرامی اگرچہ کتے اور خنزیر سے زیادہ بُرا ہے۔ لیکن سُنی اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

۵۔ سنی کی نماز جنازہ میں شریک شیعہ دعائے مغفرت کی بجائے اس پر

Marfat.com

لعنتیں بھیجتے ہیں۔

۶۔ اس کا قتل کرنا جائز اور اس کا مال واسباب لوٹنا مباح ہے۔ اس کے لوٹے ہوئے مال کا پانچواں حصہ (خمس) بھی نکالا جائے گا۔

۷۔ شکاری کتا سنی کا چھوٹا بھائی اور یہودی و عیسائی اس کا بڑا بھائی ہے۔

۸۔ شکاری کتے کی دیت بیس درہم، مجوسی اور یہودی کی آٹھ درہم لیکن سنی کی دیت صرف ایک بکرا اور وہ بھی زیادہ ہے۔

۹۔ دُنیا میں اگرچہ سنی ذلیل ہے۔ لیکن قیامت کو اس کی ذلت دیدنی ہو گی۔

سنیو! آنکھیں کھولو:

امورِ مذکورہ ہم نے کتب شیعہ سے حوالہ جات کی روشنی میں پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک امر دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ اور ان میں ہر ایک سے اہل تشیع کی ہم اہل سنت کے ساتھ عداوت اور دشمنی واضح ہوتی ہے۔ یہودی، عیسائی، مجوسی ان کو ہم سے اچھے لگتے ہیں۔ کتے کی نجاست انہیں قبول لیکن سنی کا وجود اس سے بدتر، حرامی اچھا لیکن سنی بُرا، سنی کا قتل جائز اور مال لوٹنا غنیمت اور دنیا و آخرت میں ذلیل، نہ اس سے رشتہ لو نہ اس کو رشتہ دو۔ ان حالات میں کون سنی ان یہودی النسل (عبداللہ بن سبا یہودی کی معنوی اولاد) لوگوں کے لیے دل میں محبت و الفت کے جذبات رکھنا ہو گا لیکن یہ بات بھی یاد رہے۔ کہ یہ سب خرافات ان کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت ان سے مبرا ہیں۔ آپ دیکھیں۔ کہ اگر سنی ایسے ہی ہیں۔ تو پھر اہل سنت کے امام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کیوں دی؟ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں دیں۔ ان بے ہودہ روایات میں ایک وہ بھی ہے۔ جو امام حسین کے ایک منافق کے جنازے میں شامل ہو کر اس کے لیے مغفرت کی بجائے لعنت بھیجنے کا واقعہ بیان کرتی ہے۔

قارئین کرام! امام حسین رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کا یہ حکم یاد نہ تھا۔ لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ ان منافقین میں سے کسی کی ہمیشہ کے لیے نماز جنازہ ادا نہ کرنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ گویا اہل تشیع امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا تو اس حکم سے بے خبر ثابت کر رہے ہیں۔ یا پھر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا نافرمان۔ اور پھر یہ بھی کہا جا رہا ہے۔ کہ آپ نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی بجائے لعنت بھیجی تھی۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے یہ بطور تقیہ کیا۔ ذرا سوچو جس امام عالی مقام نے اپنی اور اپنے بہتر ساتھیوں کی شہادت قبول کر لی لیکن تقیہ نہ کیا۔ اس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ انہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور جہالت کا ثبوت دیا۔ معاذ اللہ۔ حاشا و کلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس بہتان سے پاک ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ "فقہ جعفریہ" امام جعفر صادق وغیرہ ائمہ کی روایات کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ایسے شاگردوں کا مجموعہ ہے۔ جو امام صاحب کے ہاں راندہ تھے۔ اور ان پر ائمہ نے خدا کی پھٹکار کی دعا کی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

"ناصبی" کا معنی سُنّی کیوں کر ہوا؟ اس کی تحقیق

مذکورہ چند حوالہ جات جن میں ناصبی کو نجس، بدترین مخلوق اور ذلیل و خوار کہا گیا۔ ہم نے اس کا ترجمہ "سنی" کیا ہے۔ شائد قارئین کرام اسے ناانصافی سمجھیں اس لیے چلتے چلتے ہم اس لفظ کا مصداق کتب شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے کہ اہل تشیع اپنے ہاں ناصبی کسے کہتے ہیں۔

انوار نعمانیہ

فَالَّذِیْ ذَهَبَ اِلَيْهِ اَكْثَرُ الْاَصْحَابِ هُوَ اَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ مَنْ نَصَبَ الْعَدَاوَةَ لِاٰلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَظَاهَرَ بِبُغْضِهِمْ كَمَا هُوَ الْمَوْجُوْدُ فِی الْخَوَارِجِ وَبَعْضِ مَاوَرَآءِ النَّهْرِ وَرَتَّبُوا الْاَحْكَامَ فِیْ بَابِ الطَّهَارَةِ وَالنَّجَاسَةِ وَالْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ وَجَوَازِ النِّكَاحِ وَعَدَمِهٖ عَلَى النَّاصِبِیِّ بِهٰذَا الْمَعْنٰی۔

وَقَدْ تَفَطَّنَ شَيْخُنَا الشَّهِيْدُ الثَّانِیْ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ مِنَ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی غَرَائِبِ الْاَخْبَارِ فَذَهَبَ اِلٰی اَنَّ

Marfat.com

هُوَ الَّذِي نَصَبَ الْعَدَاوَةَ لِشِيعَتِهِ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَتَظَاهَرَ بِالْمَدْفُوعِ فِيهِمْ كَمَا هُوَحَالُ اَكْثَرِ الْمُخَالِفِينَ لَنَا فِي هٰذِهِ الْاَعْصَارِ فِي كُلِّ الْاَمْصَارِ وَعَلٰى هٰذَا فَلَا يَخْرُجُ مِنَ النَّصَبِ سِوَى الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنْهُمْ وَالْمُقَلِّدِينَ وَالْبُلْهِ وَالنِّسَاءِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَهٰذَا الْمَعْنٰى هُوَ الْاَوْلٰى وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا رَوَاهُ الصَّدُوقُ قدس الله رُوحَهُ فِي كِتَابِ عِلَلِ الشَّرَائِعِ بِاَسْنَادٍ مُعْتَبَرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَيْسَ النَّاصِبُ مَنْ نَصَبَ لَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ لِاَنَّكَ لَا تَجِدُ رَجُلًا يَقُولُ اَنَا اَبْغَضُ مُحَمَّدًا وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ وَلٰكِنَّ النَّاصِبَ مَنْ نَصَبَ لَكُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّكُمْ تَتَوَلَّوْنَا وَاَنَّكُمْ مِنْ شِيعَتِنَا وَفِي مَعْنَاهُ اَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَلَامَةَ النَّوَاصِبِ تَقْدِيمُ غَيْرِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ وَهٰذِهِ خَاصَّةٌ شَامِلَةٌ لَا خَاصَّةٌ وَيُمْكِنُ اِرْجَاعُهَا اَيْضًا اِلَى الْاَوَّلِ بِاَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ تَقْدِيمَ غَيْرِهِ عَلَيْهِ عَلٰى وَجْهِ الْاِعْتِقَادِ وَالْجَزْمِ لِيَخْرُجَ الْمُقَلِّدُونَ وَالْمُسْتَضْعَفُونَ فَاِنَّ تَقْدِيمَهُمْ غَيْرَهُ عَلَيْهِ اِنَّمَا نَشَأَ مِنْ تَقْلِيدِ عُلَمَائِهِمْ وَاٰبَائِهِمْ وَاَسْلَافِهِمْ وَاِلَّا فَلَيْسَ لَهُمْ اِطِّلَاعٌ وَالْجَزْمُ بِهٰذَا سَبِيلٌ۔

وَيُؤَيِّدُ هٰذَا الْمَعْنٰى اَنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَخَوَاصَّهُمْ

Marfat.com

اَطْلَقُوْا لَفْظَ النَّاصِبِیِّ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَمْثَالِہٖ مَعَ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ لَمْ یَکُنْ مِمَّنْ نَصَبَ الْعَدَاوَۃَ لِاَھْلِ الْبَیْتِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ بَلْ کَانَ لَہٗ اِنْقِطَاعٌ اِلَیْھِمْ وَکَانَ یَظْھَرُ لَھُمُ التَّوَدُّدَ نَعَمْ کَانَ یُخَالِفُ اٰرَائَھُمْ وَیَقُوْلُ قَالَ عَلِیٌّ وَاَنَا اَقُوْلُ وَمِنْ ھٰذَا یَقْوِیْ قَوْلُ السَّیِّدِ الْمُرْتَضٰی وَابْنُ اِدْرِیْس قدس اللہ روحھما وَبَعْضِ مَشَائِخِنَا الْمُعَاصِرِیْنَ بِنَجَاسَۃِ الْمُخَالِفِیْنَ کُلِّھِمْ نَظَرًا اِلٰی اِطْلَاقِ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ عَلَیْھِمْ فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ فَتَنَاوَلَھُمْ ھٰذَا اللَّفْظُ حَیْثُ یُطْلَقُ وَلِاَنَّکَ قَدْ تَحَقَّقْتَ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ نَوَاصِبُ بِھٰذَا الْمَعْنٰی۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۰۶ - تذکرہ
فی احوال الصوفیہ والنواصب
مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

ہمارے اکثر اصحاب کے مذہب کے مطابق ناصبی وہ شخص ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے عداوت رکھتا ہو۔ اور اُن سے بغض ظاہر کرتا ہو۔ جیسا کہ یہ بات خارجیوں میں پائی جاتی ہے اور کچھ لوگ ماوراء النہر کے رہنے والے بھی ایسے ہیں۔ اور جو احکامات طہارت و نجاست، کفر و ایمان اور نکاح کے جواز و عدم جواز کے لکھے گئے ہیں۔ وہ اس معنی کے ناصبی کے متعلق ہیں۔

شہید ثانی کو جسے غرائب اخبار پر اطلاع کی سمجھ عطا ہوئی ہے اس

Marfat.com

کا مذہب یہ ہے۔ کہ ناصبی ہر وہ شخص ہے۔ جو آل بیت کے شیعوں سے عداوت رکھتا ہے۔ اور ان سے بغض کا اظہار کرتا ہے ۔ جیسا کہ موجودہ دور میں ہمارے اکثر مخالفین کا یہ وصف ہے۔ اور تمام شہروں میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں" اگر ناصبی کی یہ تعریف مانی جائے تو پھر ناصبی کی اس تعریف سے وہی لوگ بچ سکیں گے۔ جو مقلدین، مستضعفین بے وقوف یا عورتیں ہیں۔ لیکن یہ معنی ہے بہت بہتر۔ اس معنی پر شیخ صدوق کی وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے۔ جو اس نے اپنی کتاب علل الشرائع میں اسناد معتبرہ کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا ناصبی وہ نہیں جو ہم اہلبیت کے ساتھ دشمنی کا اظہار کرتا ہو۔ کیونکہ تمہیں ایک شخص بھی ڈھونڈے سے ایسا نہ ملے گا۔ جو یہ کہتا ہو میں محمد اور آل محمد سے بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ اس لیے ناصبی وہ ہے جو (اے شیعیان علی) تمہارا دشمن ہو۔ کیونکہ اُسے علم ہے۔ کہ تم ہم اہل بیت سے دوستی رکھتے ہو۔ اور تم ہمارے شیعہ بھی ہو۔ (لہٰذا تمہیں اچھا نہ سمجھنے والا ناصبی ہے۔) اور اس پر بہت سی روایات بھی موجود ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ ناصبی کی علامت یہ ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر دوسروں کو افضلیت دیتا ہو گا۔ اور آپ نے ناصبی کی جو یہ خاصیت اور علامت بیان فرمائی۔ یہ علامت کسی خاص طبقہ کے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ جو بھی اس صفت سے موصوف ہو گا۔ وہ ناصبی ہو گا۔ اس روایت کو بھی ہم پہلے معنی کی طرف اس طرح لوٹا سکتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر کسی دوسرے کو فضیلت دینے والے کو ناصبی کہا۔ تو اس سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ اور اُسے یقین ہو۔ کہ کوئی دوسرا شخص حضرت علی المرتضیٰ سے افضل ہے۔ اس مفہوم اور تاویل کی وجہ سے مقلدین اور مستضعفین نکل جائیں گے۔ کیونکہ اگر وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں شخص حضرت علی المرتضیٰ سے افضل ہے۔ تو ان کا یہ کہنا اپنے علماء کی تقلید کی بنا پر ہو گا۔ اور اپنے آباؤ اجداد یا بزرگوں سے سننے پر ہو گا۔ ورنہ اس یقین اور عقیدہ پر اطلاع پانے کا اُن کے ہاں کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔

ناصبی کے اس معنی کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت اور ان کے مخصوص ساتھیوں نے امام ابو حنیفہ وغیرہ پر ناصبی کا اطلاق کیا ہے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اہل بیت سے عداوت و بغض رکھتے ہوں۔ بلکہ امام ابو حنیفہ تو ایسے لوگوں سے دور رہتے رہے۔ اور خود آپ اہل بیت کے ساتھ محبت اور مودت کا اظہار کرتے رہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ ابو حنیفہ کچھ رائے اور قیاس میں اہل بیت کی مخالفت کرتے رہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ یوں فرماتے ہیں اور میں یوں کہتا ہوں۔ اس بات کو دیکھ کر سید مرتضیٰ اور ابن ادریس اور ان کے بعض ہم عصر مشائخ کے اس قول کی تقویت ہوتی ہے۔ کہ وہ اہل تشیع کے ہر مخالف کو نجس کہتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے یہ دیکھا۔ کہ ان مخالفین کے لیے کتاب و سنت میں مطلقاً کفر اور شرک کے الفاظ آئے ہیں۔ لہذا

Marfat.com

جب کفر و شرک کا لفظ مطلقاً بولا جائے۔ تو ان سب کو وُہ شامل ہوتا ہے اس لیے کہ ابھی تو تحقیق کر چکا ہے۔ کہ ان مخالفین میں اکثریت ناصبی لوگوں کی تھی۔ جو اسی معنی کے اعتبار سے ہیں۔

خلاصہ:

ناصبی کا اطلاق تین معانی پر ہے۔

۱۔ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے والا۔

۲۔ آل رسول کے شیعوں کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والا۔ (نعمت اللہ جزائری کے نزدیک یہ معنی پہلے سے زیادہ اچھا ہے)

۳۔ جو حضرت علی المرتضٰی پر کسی دوسرے کو افضلیت دے۔ (اسی معنی کے پیشِ نظر امام ابو حنیفہ ناصبی ہیں۔

لمحہ فکریہ:

"ناصبی" کا پہلا معنی یعنی جو شخص آل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھے۔ ایسے آدمی کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا ناصبی تو کوئی بھی نہیں نظر آئے گا۔ اس لیے اب ناصبی دو آخری تعریف والے رہ گئے یعنی اہل تشیع سے بغض و عداوت رکھنے والے اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر دوسرے کو افضلیت دینے والے (اور یہ ہر دور میں بکثرت رہے ہیں۔ اور آج بھی موجود ہیں۔)

قارئین کرام! آپ پر یہ بات بخوبی عیاں ہو گئی ہو گی۔ کہ اہل تشیع سے عداوت اور بغض کن لوگوں کو ہے؟ صاف بات ہے۔ انہی لوگوں کو کہ جن سے ان کو عداوت اور بغض ہے۔ یعنی اہل سنت و جماعت اور اسی مفہوم کی تائید تفسیر

Marfat.com

معنی بھی کرتا ہے۔ کیونکہ تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل شخصیت صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی اور چوتھے مرتبہ پر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ رہا یہ معاملہ کہ سنیوں کو ان سے بغض و عداوت کیوں ہے؟ سو اس بارے میں عرض یہ ہے۔ کہ اہل تشیع جب حضرات شیخین اور سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کے بارے میں لعنت بھیجتے ہیں۔ اور انہیں خارج از اسلام کہتے ہیں۔ بلکہ ماسوائے چار پانچ صحابہ کرام کے بقیہ تمام کو معاذ اللہ مرتد قرار دیتے ہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و گستاخی کے مرتکب ہیں تو پھر کونسا سنی ان سے محبت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع اپنی کتب میں جس کو "ناصبی" کہتے اور لکھتے ہیں۔ اس سے مراد "اہل سنت و جماعت" ہی ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں۔ کہ جن کے مذہب میں سنی کا وہ مقام ہے۔ جو گزشتہ حوالہ جات میں "ناصبی" کہہ کر بیان کیا گیا۔ ان سے سنیوں کی رشتہ داری کیا معنی رکھتی ہے؟

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

Marfat.com

فصل

شرمگاہ کے ستر و پردہ کے کچھ مسائل

مرد اور عورت کو اپنی شرمگاہ کا ستر اور پردہ کرنا اہم امر ہے۔ اور سخت مجبوری کے علاوہ اس کا کھلا رکھنا یا کسی کو دکھانا جائز نہیں ہے۔ فقہ حنفی میں اسی ضمن میں ایک مسئلہ موجود ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو استنجاء کی ضرورت ہے۔ لیکن ایسا مقام میسر نہیں جہاں کوئی نہ دیکھے۔ بلکہ لوگوں کے سامنے ہی استنجاء کر سکتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ لوگوں کے درمیان بیٹھ کر استنجاء کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو بغیر استنجاء کے نماز پڑھے۔ اس کی اس حالت میں نماز ہو جائے گی کیونکہ استنجاء کرنا اگرچہ طہارت کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن سنت ہے۔ اور بے پردہ ہونا حرام۔ لہذا اپنا پردہ قائم رکھے۔ لیکن وہ فقہ جعفریہ،، میں اول تو پردہ کسی عضو کا ہے ہی نہیں اور اگر ہے بھی تو اس پر عمل کرنا بڑا آسان ہے۔ صرف پیشاب اور پاخانہ کرنے کے دو عضو پردہ کے ماتحت ہیں۔ بقیہ کسی عضو کا پردہ فرض نہیں۔ اور ان

Marfat.com

دونوں میں سے اوّل الذکر پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے تو پردہ ہو گیا۔ اور مؤخر الذکر خود بخود سرین کے دو حصوں میں چھپا ہوا ہے۔ اس پر ہاتھ رکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔
حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ ع۱:

"ران" کا پردہ نہیں

من لایحضرہ الفقیہ

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْفَخِذُ لَيْسَ مِنَ الْعَوْرَةِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ران پردہ کیے جانے والے اعضاء میں شامل نہیں ہے۔

Marfat.com

مسئلہ نمبر۲:

پردہ صرف قبل اور دبر کا ہے۔ اور ان میں سے صرف قبل کا پردہ کرنا پڑتا ہے دوسرا خود بخود پردہ میں ہے

فروع الکافی

عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْمَاضِی عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَۃُ عَوْرَتَانِ اَلْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَاَمَّا الدُّبُرُ مَسْتُوْرٌ بِالْاِلْیَتَیْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِیْبَ وَالْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَۃَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی وَاَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْہُ الْاِلْیَتَانِ وَاَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْہُ بِیَدِکَ۔

(۱۔ فروع کافی جلد ۶ ص ۵۰۱ کتاب الزی والتجمل)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۳۶۵ کتاب الطہارۃ باب حد العقدہ الخ)

ترجمہ:-
ابوالحسن کہتے ہیں۔ کہ قابلِ پردہ دو عضو ہیں۔ قبل اور دبر۔ ان میں سے

Marfat.com

دُبر تو چوتڑوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ (لہٰذا اس کے پردہ کی کوئی ضرورت نہیں) پھر جب تو نے آلہ تناسل اور دو گولیوں کا پردہ کر لیا تو تُو نے اپنی شرمگاہ ڈھانپ لی۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ دُبر کو تو دونوں چوتڑوں نے چھپا لیا ہے۔ اب اگر تو نے قبل (ذکر وغیرہ) کا صرف پردہ کرنا ہے۔ تو اپنے ہاتھ سے پردہ کرے۔

مسئلہ ۳۷

صرف قبل پر پردہ کافی ہے اور اتنا ہی پردہ امام جعفر صادق نے کیا

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَکِیْمٍ، قَالَ الْمَیْثَمِیْ لَا اَعْلَمُہٗ اِلَّا قَالَ رَاَیْتُ اَبَا عَبْدِ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْمَنْ رَاٰہُ مُتَجَرِّدًا وَعَلٰی عَوْرَتِہٖ ثَوْبٌ فَقَالَ اِنَّ الْفَخِذَ لَیْسَ مِنَ الْعَوْرَۃِ۔

(وسائل الشیعہ ص ۳۶۴ کتاب الطہارت ابواب آداب الحمام۔

Marfat.com

ترجمہ:

الیثی کہتا ہے۔ مجھے پتہ نہیں۔ مگر یہ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ننگا دیکھا۔ یا اس شخص کو دیکھا کہ جس نے امام صاحب کو برہنہ دیکھا تھا۔ صرف ان کی مخصوص شرمگاہ پر کپڑا تھا۔ اور ران وغیرہ ننگے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو! ران اُن اعضاء میں شامل نہیں جن کا پردہ لازم ہے۔

مسئلہ ۴

قبل اور دبر کا پردہ ہاتھ رکھنے سے ہو جاتا ہے چاہے اپنا ہاتھ ہو یا اپنی بیوی کا

تحریر الوسیلہ

وَالْعَوْرَةُ فِي الْمَرْاَةِ هٰهُنَا الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ۔ وَفِي الرَّجُلِ هُمَا مَعَ الْبَيْضَتَيْنِ وَلَيْسَ مِنْهُمَا الْفَخِذَانِ وَلَا الْاِلْيَتَانِ وَلَا الْعَانَةُ وَلَا الْعِجَانُ نَعَمْ فِي الشَّعْرِ النَّابِتِ اَطْرَافَ الْعَوْرَةِ الْاَحْوَطُ الْاِجْتِنَابُ الْاِجْتِنَابُ نَاظِرًا وَمَنْظُوْرًا وَيَسْتَحِبُّ سَتْرُ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَكْفِي السَّتْرُ بِكُلِّ مَا يَسْتُرُ وَلَوْ بِيَدِهٖ اَوْ

Marfat.com

یَدِ زَوْجَتِہٖ مَثَلاً۔

(تحریر الوسیلہ ص ۱۵ جلد اول فصل فی احکام التخلی مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ:

عورت کو جن اعضاء کا پردہ کرنا چاہیئے وہ دو ہیں۔ ایک قُبل اور دوسرا دُبر۔ اور مرد کے لیے ان دونوں کے علاوہ دونوں گولیاں بھی پردہ ہیں۔ ان دونوں اعضاء کے علاوہ ران، چوتڑ، زیرناف جگہ پردہ میں شامل نہیں ہیں۔ ہاں وہ بال جو شرمگاہ کے اردگرد اُگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں احتیاط یہی ہے۔ کہ دیکھنے اور دکھانے والا اسے نہ دیکھیں۔ (اگرچہ اعضاء پردہ میں شامل نہیں) اور ناف کا پردہ کرنا اور گھٹنے کا پردہ کرنا بہتر ہے۔ اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کا پردہ مستحب ہی ہے۔ جن اعضاء کا پردہ (قُبل اور دُبر) ضروری ہے۔ وہ ان پر اپنا ہاتھ یا اپنی بیوی کا ہاتھ رکھنے سے پُورا ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

تحریر الوسیلہ انقلاب ایران کے رہنما اور اہل تشیع امام وقت روح اللہ الخمینی کی تصنیف ہے۔ جس کا احترام و عظمت ہر شیعہ پر لازم ہے۔

تبصرہ:

قارئین کرام: اعضائے پردہ کے بارے میں آپ نے حوالہ جات ملاحظہ

Marfat.com

کیے۔ اوّل تو اہل تشیع کے نزدیک پردہ صرف دو عضو کا ہے۔ اور وہ بھی ایک خود بخود پردے میں ہے۔ اس لیے اُسے چھپانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور دوسرا آلہ تناسل ہے کہ جس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا جائے یا اپنی بیوی کا پردہ ہو گیا۔ اگر پردہ کا فلسفہ اور سبب ضرورت دیکھا جائے۔ تو یہی بات سامنے آتی ہے۔ کہ پردہ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس سے ضروری حیاء قائم رہے۔ اور خواہشاتِ نفسانیہ کے بھڑکنے اور انگیخت کا مسئلہ دبنے۔ ران، ناف کا زیریں حصہ، دونوں چوتڑ اور آلہ تناسل کے دائیں بائیں یہ سب وہ عضو ہیں۔ جو منبع شہوت ہیں۔ پھر عورت کا سینہ بھی ان کے نزدیک پردہ کا عضو نہیں گویا ان کے نزدیک شہوت اور خواہشات نفسانیہ کے اُبھرنے کے تمام مواقع کھلے چھوڑے گئے۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر کہیئے۔ کون عقل مند یہ گوارا کرے گا۔ کہ اس کی بیٹی بیوی، ماں، بہن وغیرہ صرف قبل پر ہاتھ رکھ باہر نہ سہی گھر میں ہی پھرے؟ فقہ جعفریہ کی علت غائیہ ہی نفس پرستی اور متعہ کے مواقع پیدا کرنا ہے۔ یہی ایک ممتاز عبادت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے دنیا میں زنا کا وجود ہی نہیں رہے گا۔ بلکہ زنا کا نام متعہ بن جائے گا۔ پردے کے ان احکام میں کس قدر بے حیائی ہے۔ یہاں تک لکھا ہے۔ کہ یہودی مرد عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بس اس قدر سمجھنا چاہیئے جیسا کہ کوئی گائے بھینس کی پیشاب کی جگہ دیکھ رہا ہے۔ ان کے مذہب میں بے حیائی بلکل کھلی چھٹی ہے۔ حاشا و کلا ائمہ اہل بیت پردہ کے اعضاء کے بارے میں یہ کچھ کہیں۔ اور پھر خود بھی ایسا ہی کریں۔ یہ سب ان پر بہتان ہیں۔ پچھلے حوالہ جات میں آپ نے آلۂ تناسل پر ہاتھ رکھنے سے پردہ ہو جانا پڑھا۔ لیجئے امام جعفر صادق نے اہل تشیع کے بقول اُس پر چونا لگا کر پردہ کا کام کیا تھا۔

☆

Marfat.com

مسئلہ ۵

شرمگاہ پر چونا لیپ دیا جائے تو پردہ ہو جاتا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَطْلِي فِي الْحَمَّامِ فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ الْعَوْرَةِ قَالَ لِلَّذِي يَطْلِي تَنَحَّ ثُمَّ يَطْلِي هُوَ ذَالِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ اَطْلَى فَلَا بَأْسَ اَنْ يُلْقِيَ السِّتْرَ عَنْهُ لِاَنَّ النُّوْرَةَ سِتْرٌ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ ص ۳۷۸ کتاب الطہارۃ جلد اول)

(۲۔ فروع کافی جلد ششم ص ۵۰۲ کتاب الزی والتجمل)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں چونے کا لیپ کیا کرتے تھے پھر جب ستر کی جگہ پہنچتے۔ تو اس شخص سے فرماتے جو آپ کا چونا لیپ کرنے والا ہوتا۔ ایک طرف ہو جاؤ۔ پھر خود اس مخصوص جگہ پر لیپ کر لیتے۔

Marfat.com

اور فرماتے . کہ جو شخص چونے کا لیپ کرانا چاہے۔ تو اسے شرمگاہ سے کپڑا اتار دینا چاہیئے۔ کیونکہ چونا بھی پردہ کا کام دیتا ہے۔

وسائل الشیعه

عَنْ عَبْدِ اللهِ الرَّافِقِيِّ فِيْ حَدِيْثٍ اَنَّهُ دَخَلَ حَمَّامًا بِالْمَدِيْنَةِ فَاَخْبَرَهُ صَاحِبُ الْحَمَّامِ اَنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَدْخُلُهُ فَيَبْدَأُ يَنْطَلِيْ عَانَتَهُ وَمَا يَلِيْهَا ثُمَّ يَلُفُّ اِزَارَهُ عَلٰى اَطْرَافِ اِحْلِيْلِهِ وَيَدْعُوْنِيْ فَاُطْلِيْ سَائِرَ بَدَنِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا مِّنَ الْاَيَّامِ اِنَّ الَّذِيْ تَكْرَهُ اَنْ اَرَاهُ قَدْ رَاَيْتُهُ قَالَ كَلَّا اِنَّ النُّوْرَةَ سُتْرَةٌ سُتْرَةٌ:

(۱۔ وسائل الشیعہ صفحہ نمبر ۳۷۸
کتاب الطہارت)
(۲۔ فروع کافی جلد ۶ ص ۴۹۷
کتاب الزی والتجمل)

ترجمہ:

عبد اللہ الرافقی کہتا ہے۔ کہ میں مدینہ منورہ کے ایک حمام میں گیا۔ مجھے حمام کے مالک نے بتلایا۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ بھی یہاں آیا کرتے ہیں۔ آپ سب سے پہلے اپنی ناف کے نیچے والے بالوں وغیرہ پر چونے کا لیپ کرتے۔ پھر ایک کپڑا اپنے آلۂ تناسل پر لپیٹ کر مجھے بلاتے۔ میں ان کے بقیہ جسم پر لیپ کرتا۔ ایک دن میں نے عرض کیا

Marfat.com

وہ خاص عضو کہ جس کو آپ مجھے دکھانا پسند نہیں فرماتے۔ میں نے تو اُسے یقیناً دیکھ لیا ہے۔ فرمانے لگے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا چونے نے اُس کو چھپا رکھا ہے۔ اور چونا بھی پردہ کا کام دے دیتا ہے۔

وسائل الشیعہ

إِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِيْزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا اَطْبَقَتِ النُّوْرَةُ عَلٰى بَدَنِهٖ اَلْقَى الْمِيْزَرَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلًى لَهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنَّكَ لَتُوْصِيْنَا بِالْمِيْزَرِ وَلُزُوْمِهٖ وَلَقَدْ اَلْقَيْتَهٗ عَلٰى نَفْسِكَ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النُّوْرَةَ قَدْ اَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ ص ۸، ۴ کتاب الطہارۃ جلد اول)

(۲۔ فروع کافی جلد ششم صفحہ نمبر ۵۰۲ کتاب الزی والتجمل)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ تہبند کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ حمام میں تشریف لے گئے۔ اور چونا لگایا

Marfat.com

تو اپنا تہبند اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر ان کے ایک غلام نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ قربان! آپ ہمیں تہبند کے بارے میں وصیت فرماتے ہیں۔ اور اس کی پابندی کی تاکید کرتے ہیں۔ اور خود آپ نے اپنے جسم سے اتار پھینکا ہے؟ فرمایا تمہیں پتہ نہیں۔ کہ چونا نے شرمگاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ فِيْ حَدِيْثٍ اَنَّهُ دَخَلَ فَاِذَا فِيْهِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَ مَعَهُ ابْنُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَوَاهُ الصَّدُوْقُ بِاَسْنَادِهٖ عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيْرٍ ثُمَّ قَالَ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ اِطْلَاقٌ لِلْاِمَامِ اَنْ يُّدْخِلَ وَلَدَهٗ مَعَهُ الْحَمَّامَ دُوْنَ مَنْ لَيْسَ بِاِمَامٍ لِاَنَّ الْاِمَامَ مَعْصُوْمٌ فِيْ صِغَرِهٖ وَ كِبَرِهٖ لَا يَقَعُ مِنْهُ النَّظْرُ اِلَى الْعَوْرَةِ فِيْ حَمَّامٍ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۸۰
کتاب الطہارۃ باب اجزاء ستر العورت
بالنورۃ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
حنان بن سدیر اپنے والد سے روایت کرتا ہے۔ کہ جب میں حمام میں

Marfat.com

داخل ہوا۔ تو میں نے اچانک دیکھا۔ کہ حمام میں امام زین العابدین اور ان کے فرزند امام باقر رضی اللہ عنہما موجود ہیں۔ صدوق نے اپنی اسناد کے ساتھ اس کو روایت کیا۔ پھر لکھا۔ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام وقت کو اس امر کی اجازت ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ حمام میں اپنے بچے کو لے جائے۔ لیکن کوئی دوسرا اندر نہیں جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام چھوٹی عمر اور بڑی عمر دونوں میں معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ حمام یا کسی اور جگہ شرمگاہ کی طرف دیکھے گا۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے ہم نے چند حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ جن میں ان کے ہاں پردہ اور اس کے اعضاء کی تصریح ملتی ہے۔ پردہ ان کے ہاں برائے نام ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر اعضائے پردہ پر چونا لگا ہو یا اپنا ہاتھ رکھا ہو یا اپنی بیوی کا ہاتھ رکھا ہو۔ تو پردہ کی آیات و احادیث پر عمل ہو گیا۔ ایسے میں اگر کسی کی نظر پڑ جائے۔ تو نہ دیکھنے والا گناہ گار اور نہ دکھانے والا بے شرم! ابھی امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ انہوں نے صرف عضو مخصوص پر چونا لگا کر پردہ کر لیا تھا۔ ان کے دیگر جسم کے حصوں پر چونا لگانے والا حقیقت بیان کر رہا ہے۔ کہ جس کا پردہ کیا جا رہا ہے۔ اور جسے دیکھنے سے احتراز کی خاطر کچھ وقت کے لیے مجھے باہر بھیج دیا گیا۔ وہ تو مجھے نظر آ رہا ہے لیکن امام صاحب پھر بھی بضد ہیں۔ کہ بے وقوف! بکتے ہو۔ کچھ اور نظر آیا ہو گا۔ اس پر تو چونا لگا ہوا ہے۔ اور وہ پردے میں چھپا بیٹھا ہے۔ بے چارہ چپ ہو گیا۔ اور اپنا کام انجام دیتا رہا۔ خدا لگتی کہیے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی

Marfat.com

کے پردے کا یہ عالم تھا۔ کہ صرف آلۂ تناسل کا پردہ کرنا ضروری فرماتے رہے۔ اور دُبر کا اگرچہ پردہ ہے لیکن اس کا خود بخود بندوبست کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ اعضاء کا کوئی پردہ نہیں۔ حاشا وکلا۔ یہ شرم وحیاء کے پیکر اس قدر بے حیائی کی تعلیم ہرگز نہیں دے سکتے۔ یہ روایات واحادیث دراصل زرارہ اور ابوبصیر ایسے خناس لوگوں کی اختراع ہیں۔ جو اپنے دور میں ائمہ کے مبغوض وملعون تھے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ"، امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے ارشادات کا نام نہیں ہے۔ پردہ کے ان مسائل پر عمل پیرا ہو کر اگر کوئی مومن بھائی اور زوجۂ خود کے ہمراہ بازار میں خرید وفروخت کے لیے جائے۔ یعنی بیوی نے اپنے خاوند کے آلۂ تناسل کو اپنا ہاتھ رکھ کر پردے میں کر لیا ہو۔ اور خاوند نے بیوی کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے نظروں سے اوجھل کر لیا ہو۔ بقیہ اعضاء کا چونکہ پردہ نہیں اس لیے سرتاپا ننگے ہو کر ذرا اِدھر اُدھر گھومیں پھریں۔ اگر لوگ اس عجیب کیفیت میں سربازار دونوں میاں بیوی کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جائیں۔ اور پوچھ بیٹھیں۔ یہ کیا ہے؟ تو انہیں صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ "ہم فقہ جعفریہ" کے پیرو ہیں۔ اور مسائل پردہ پر عمل کر رہے ہیں۔ اس پر وہ مجمع "فقہ جعفریہ"، کی داد دے گا۔ اور اس کی تشہیر کا بہترین موقع مل جائے گا۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

فقہ جعفریہ میں وضو اور غسل کے چند مسائل

مسئلہ ۱

عورت کی دُبر میں وطی کرنے سے نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اس پر غسل کا وجوب۔

وسائل الشیعہ

عن الحلبی قَالَ سُئِلَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ علیہ السلام عَنِ الرَّجُلِ یُصِیْبُ الْمَرْاَۃَ فِیْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ اَعَلَیْهَا الْغُسْلُ اِنْ هُوَ اَنْزَلَ وَلَمْ تُنْزِلْ هِیَ؟ قَالَ لَیْسَ عَلَیْهَا الْغُسْلُ وَاِنْ لَمْ یُنْزِلْ هُوَ فَلَیْسَ عَلَیْهِ الْغُسْلُ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد اوّل ص ۴۸۱)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد اوّل ص ۱۲۹)

(۳۔ استبصار جلد ۱ ص ۱۱۲ مطبوعات تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حلبی بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے بارے میں پوچھا گیا جو عورت کی شرمگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ (دُبر میں) خواہش نفس پوری کرتا ہے۔ کیا اس پر غسل لازم ہو گا۔ اگر مرد کو انزال ہو جائے۔ اور عورت کو انزال نہ ہو؟ فرمایا۔ اس عورت پر غسل لازم نہیں۔ اور اگر مرد کو بھی انزال نہ ہوا ہو تو اس پر بھی غسل واجب نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن احمد بن محمد عن بعض الکوفیین یَرْفَعُہُ اِلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام فِی الرَّجُلِ یَأْتِی الْمَرْأَۃَ فِیْ دُبُرِہَا وَہِیَ صَائِمَۃٌ قَالَ لَا یَنْقُضُ صَوْمَہَا وَلَیْسَ عَلَیْہَا غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱
ص ۴۸۱/ ابواب الجنابۃ۔

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کچھ کوفی لوگ یہ حدیث مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ کہ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ اس کی دُبر میں خواہش نفس پوری کرتا ہے۔ اور عورت مذکورہ حالتِ روزہ میں ہو تو۔ اس عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ اس پر غسل لازم آتا ہے۔

Marfat.com

المبسوط:

فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهٗ فِيْ دُبُرِ الْمَرْاَةِ اَوِ الْغُلَامِ فَلِاَصْحَابِنَا فِيْهِ رِوَايَتَانِ اِحْدَاهُمَا يَجِبُ الْغُسْلُ عَلَيْهِمَا وَالثَّانِيَةُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا فَاِنْ اَنْزَلَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ بِمَكَانِ الْاِنْزَالِ فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهٗ فِيْ فَرْجِ بَهِيْمَةٍ اَوْ حَيَوَانٍ اٰخَرَ فَلَا نَصَّ فِيْهِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ تَكُوْنَ الْمَذْهَبُ اِلَّا يَتَعَلَّقَ بِهِ الْغُسْلُ لِعَدَمِ الدَّلِيْلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ وَالْاَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ۔

(المبسوط جلد ۱ ص ۲۷ کتاب الطہارت
فصل فی ذکر غسل الجنابۃ الخ)

ترجمہ:

جب کوئی مرد اپنا آلۂ تناسل عورت یا لڑکے کی دُبر میں داخل کرتا ہے تو ہمارے اصحاب سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں پہلی یہ کہ ان دونوں پر غسل واجب ہے۔ اور دوسری یہ کہ ان میں سے کسی پر بھی واجب نہیں ہے۔ پھر اگر ان میں سے کسی کو انزال ہو گیا۔ تو اس انزال کی وجہ سے اس پر غسل لازم ہو گا۔ اور اگر کسی نے بے زبان چوپائے یا کسی اور حیوان کی شرمگاہ میں آلۂ تناسل داخل کیا۔ تو اس بارے میں کوئی دو ٹوک سند نہیں ہے۔ پس ہمارا مذہب یہ

Marfat.com

ہونا چاہیئے کہ اس طریقہ پر غسل لازم نہ ہو۔ کیونکہ غسل کے لیے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اور اصل یہ ہے۔ کہ دلیل شرعی کے بغیر شخص کو بری الذمہ قرار دیا جائے۔

تبصرہ:

"فقہ جعفریہ" اپنے ماننے والوں کی بڑی ہمدرد ہے۔ اور بہت سے آڑے اوقات میں کام آتی ہے۔ دیکھئے نا موسم ہو سردی کا، خواہش نفس ہو زوروں پر اور پانی گرم کرنے یا ملنے کی توقع بھی نہ ہو۔ تو ایسے میں "ہم خرما و ہم ثواب" کے مصداق اپنی زوجہ محترمہ سے اُلٹا ہونے کو کہیں۔ اور اگر بہانہ بنائے کہ میں روزہ سے ہوں۔ تو پہلے سے "وسائل الشیعہ" کا نسخہ ہاتھ میں تھام لیں۔ فوراً امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حدیث پڑھ کر سنائیں۔ اور اس سے کہیں۔ کہ اے خوش بخت! امام کی نافرمان ہو کر جہنم میں جانا چاہتی ہو۔ پس وہ تعارض چھوڑ دے گی۔ اور پھر تم اس پر وار کرنے کے لیے کپڑے اتار پھینکو اور زیر قعان کر اس پر حملہ آور ہو جاؤ۔ جب سب کچھ کر کے فارغ ہو جاؤ۔ تو غسل نہ روزہ ٹوٹنے کا خطرہ۔ بتلائیے کتنی مہربان ہے آپ پر فقہ جعفریہ۔ اور اگر کسی وقت بیوی بے چاری ہاتھ نہ لگے۔ تو بے زبان چار ٹانگوں والی مخلوق اس آڑے وقت میں "مشکل کشائی" کر دے گی۔ اس کے بعد "بری الذمہ" ہونے کی سند تمہارے پاس ہے ہی۔ قارئین کرام! یہ مسائل اور امام باقر و جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شخصیات؟ کیا کوئی صاحب ایمان یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ مسائل ان ائمہ اہل بیت کے فرمودات میں سے ہیں۔ جن پر طہارت ناز کرتی ہے۔ ہمیں پھر یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان پاکیزہ شخصیات کو بدنام کرنے کی ایک گھناؤنی یہودی سازش ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پہچاننے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ آمین

Marfat.com

مسئلہ ۲

اُڑنے والے تمام جانوروں کی بیٹ پاک ہے
نیز حلال جانوروں اور چوپایوں کا گوبر و پیشاب پاک ہے

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

وَقَالَ الْإِمَامِيَّةُ فُضُلَاتُ الطُّيُوْرِ الْمَأكُوْلَةِ كُلِّهَا
وَغَيْرِ الْمَأكُوْلَةِ طَاهِرٌ وَكَذَا كُلُّ حَيَوَانٍ
لَيْسَ لَهُ دَمٌ سَائِلٌ مَأكُوْلًا كَانَ اَوْ غَيْرَ مَأكُوْلٍ
اَمَّا مَالَهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فَاِنْ كَانَ مَأكُوْلًا كَالْاِبِلِ
وَالْغَنَمِ فَفُضْلَتُهُ طَاهِرَةٌ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ
مَأكُوْلِ اللَّحْمِ كَالذِّئْبِ وَالسَّبُعِ فَنَجِسَةٌ وَكُلُّ
مَا يَشُكُّ بِاَنَّهُ مَأكُوْلٌ اَوْ غَيْرُ مَأكُوْلٍ
فَفُضْلَتُهُ طَاهِرَةٌ وَقَالَ الْحَنَفِيَّةُ فُضُلَاتُ

Marfat.com

اَلْحَيَوَانِ غَيْرِ الطَّائِرِ كَالْاِبِلِ وَالْغَنَمِ نَجِسَةٌ اَمَّا الطَّائِرُ فَاِنْ كَانَ يَذْرُقُ الْهَوَاءَ كَالْحَمَامِ وَالْعُصْفُوْرِ فَطَاهِرٌ وَاِنْ كَانَ يَذْرُقُ فِي الْاَرْضِ كَالدَّجَاجِ وَالْاِوَزِّ فَنَجِسَةٌ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ صفحہ ۲۵
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ تمام پرندوں کی بیٹ چاہے وہ حلال ہوں یا حرام، پاک ہے۔ اسی طرح ہر وُہ ذی روح کہ جس میں بہنے والا خون نہیں وہ بھی چاہے حلال ہو چاہے حرام اس کی بیٹ پاک ہے لیکن جن میں بہنے والا خون ہے۔ پھر اگر اُن کا گوشت کھایا جاتا ہے یعنی وہ حلال ہیں۔ جیسا کہ اونٹ، بکریاں بھیڑیں وغیرہ تو ان کا بول براز پاک ہے۔ اور ہر وُہ جانور جس میں بہنے والا خون ہو۔ اور اُس کے بارے میں حلال وحرام ہونے کا شک ہو۔ تو اس کے فضلات طاہر ہیں۔ احناف کا مسلک یہ ہے۔ کہ پرندوں کو چھوڑ کر دوسرے حیوانات کا بول براز نجس ہے۔ بہر حال پرندے اگر ہوا میں اڑتے اڑتے بیٹ کرنے والے ہوں۔ جیسا کہ کبوتر اور چڑیا تو ان کی بیٹ طاہر ہے۔ اور اگر زمین پر بیٹھ کر یا چل کر بیٹ کرتے ہوں جیسا کہ مرغ اور بطخ تو ان کی بیٹ نجس ہے۔

Marfat.com

مسئلہ ۳

سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ:

سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ وَ الشُّكْرِ تَجِبُ لَهُمَا الطَّهَارَةُ عِنْدَ الْاَرْبَعِ وَ يُسْتَحَبُّ عِنْدَ الْاِمَامِيَّةِ

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۳۳)

ترجمہ:

سجدۂ تلاوت اور شکرادا کرنے کے لیے باوضو ہونا چاروں ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔ لیکن شیعوں کے نزدیک بہتر ہے۔

لمحۂ فکریہ:

قارئین کرام! سجدۂ تلاوت ایک مقصود عبادت ہے۔ اس کے ذریعہ

Marfat.com

آدمی اللہ کے حضور انتہائی عجز و انکساری کا اظہار کرتا ہے۔ اسی لیے اس کے لیے طہارت کا ہونا شرط قرار دیا گیا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ میں اس کے لیے طہارت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں۔ کہ آیت سجدہ پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ جب پڑھنے والا آیات سجدہ میں سے کسی کی تلاوت کرتا ہے۔ تو اس پر اس کی ادائیگی لازمی ہو جاتی ہے۔ اور فوراً کرے گا۔ تو اس سے پہلے تلاوت کر رہا ہو گا۔ اب اگر سجدہ تلاوت کے لیے طہارت کی شرط نہ لگائی جائے۔ تو اس سے لازم آئے گا کہ سجدہ تلاوت بغیر وضو جائز ہے۔ حالانکہ سجدہ تلاوت مخصوص عبادت ہے جو بغیر وضو ادا نہیں ہو سکتی۔

فقہ جعفریہ میں حالتِ پاخانہ میں آیۃ الکرسی پڑھنا جائز ہے

المبسوط:

وَلَا يُقْرَءُ الْقُرْآنُ عَلٰى حَالِ الْغَائِطِ اِلَّا آيَةَ الْكُرْسِيِّ۔

(المبسوط جلد ا کتاب الطہارت ص ۱۸)

ترجمہ:

پاخانہ کرتے وقت آیۃ الکرسی کے سوا قرآن کی تلاوت نہ کی جائے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَقْطِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَقْرَءُ الْقُرْآنَ فِي الْحَمَّامِ وَاَنْكِحُ فِيْهِ؟ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ ص ۳۷۴ کتاب الطہارت۔

Marfat.com

ترجمہ:

علی بن یقطین کہتا ہے۔ میں نے امام ابوالحسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا میں حمام میں قرآن پڑھ سکتا ہوں۔ اور نکاح کر سکتا ہوں؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ:

مذکورہ دو حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک تلاوت قرآن کے لیے نہ تو جگہ کا صاف ستھرا اور پاک ہونا ضروری ہے۔ اور نہ ہی تلاوت کرنے والے کا پاک ہونا اور کپڑے پہنے ہوئے ہونا ضروری ہے "المبسوط" میں آیۃ الکرسی کو چھوڑ کر پاخانہ کرنے کی حالت میں بقیہ قرآن کریم میں سے کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس فرق کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ آیت الکرسی اس قرآن میں نہ ہو۔ جو امام قائم غار میں لیے بیٹھے ہیں۔ اور یہ صرف حضرت عثمان غنی کے جمع کردہ قرآن ہی کی مخصوص آیت ہو۔ ورنہ آیت الکرسی قرآن کریم کی ایک مستقل آیت ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو باقی قرآن کریم کا ہے۔ آپ غور فرمائیں۔ پاخانہ اور غسل کرتے وقت آدمی بے پردہ ہوتا ہے۔ اور فرشتے (کراماً کاتبین) بھی اس سے وقتی طور پر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں کوئی وظیفہ یا آیت قرآنیہ کی تلاوت کی اجازت دے کر "فقہ جعفریہ" نے تمغۂ حیرات حاصل نہیں کیا۔؟ ایک طرف بے حیائی اور دوسری طرف امام ائمہ اہل بیت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نظر سے گزرتا ہے۔ کہ "علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔" تو سخت حیرانی ہوتی ہے۔ کہ یہ نام نہاد محبان علی قرآن کریم کو حمام میں پڑھنے کی اجازت دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے۔

Marfat.com

کہ ایسی باتیں اور ایسی رعایتیں ائمہ اہل بیت ہرگز نہیں دے سکتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ سب روایات ان کے دشمنوں کی ایجاد ہیں۔ اور بدنام امام کو کیا جا رہا ہے۔ اسی پر ظالموں نے بس نہ کی۔ بلکہ دو چار قدم اور چھلانگ لگائی۔ اور رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرَارَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ اَلْحَائِضُ وَالْجُنُبُ یَقْرءُ شَیْئًا فَقَالَ نَعَمْ مَا شَاءَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ کتاب الطہارت جلد اول ص۲۲۰)
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص۱۲۹ تذکرہ حکم الجنابت الخ)

ترجمہ:
زرارہ اور محمد بن مسلم دونوں امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ سے حیض والی عورت اور جنبی شخص کے بارے میں پوچھا گیا۔ کہ یہ قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ جو چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

وسائل الشیعہ

عن محمد ابن علی الحلبی عن ابی عبد اللہ قال سالتہ

Marfat.com

اَتَقْرَءُ النُّفَسَاءُ وَ الْحَائِضُ وَ الْجُنُبُ وَ الرَّجُلُ یَتَغَوَّطُ الْقُرْاٰنَ ؟ قَالَ یَقْرَئْنَ مَا شَاءُوْا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۲۲۱
ابواب احکام الخلوۃ)
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۲۸)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جب عبید اللہ بن علی حلبی نے پوچھا کہ کیا حیض و نفاس والی عورتیں، جنبی اور ٹٹی کرنے والا ان حالات میں ہوتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں؟ فرمایا جو چاہیں پڑھیں۔ (کوئی منع نہیں ہے۔)

تہذیب الاحکام

عن الفضیل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ تَتْلُوَ الْحَائِضُ وَ الْجُنُبُ الْقُرْاٰنَ۔

(تہذیب الاحکام جلد اوّل ص ۱۲۸
تذکرہ حکم الجنابۃ وصفۃ
الطہارۃ منہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

فضیل بن یسار کہتا ہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حیض و نفاس والی عورت اور جنبی آدمی کے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

تبصرہ:

ان حوالہ جات سے حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں جو چاہیں قرآن کریم پڑھیں کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ گزشتہ حوالہ میں پاخانہ کرنے کی حالت میں صرف آیۃ الکرسی کا ذکر تھا۔ "وسائل الشیعہ" میں بات واضح کردی گئی۔ کہ صرف آیۃ الکرسی ہی نہیں۔ بلکہ پورے قرآن میں سے جو مرضی ہو پڑھنا جائز ہے حیض ایسی بیماری ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے بوجہ عدم طہارت عورت پر نماز معاف کردی روزہ معطل کر دیا۔ اور اسی طرح نفاس بھی پلیدی کا دور ہے۔ اور جنابت بھی از روئے قرآن ناپاکی ہے۔ یعنی جسم انسانی (مرد ہو یا عورت) کی ناپاکی کی جو بھی صورت ہو سکتی ہے۔ اور بے پردگی کی جو بھی صورت بن سکتی ہے۔ ان تمام میں اہل تشیع کے نزدیک قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ کوئی بھی عقلمند ان مسائل کو دیکھ کر یہی کہہ سکتا ہے کہ ان حالات و اوقات میں تلاوت کرنے والا دراصل قرآن کریم کی توہین کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اہل تشیع کو شائد یہ دکھ ہے۔ کہ

یہ قرآن جس کے ان حالات میں پڑھنے کی بات ہو رہی ہے۔ وہ قرآن نہیں۔ جو اصلی اور غیر محرف ہے۔ اس تحریف شدہ نامکمل قرآن کو پڑھنے سے کیا خرابی ہو سکتی ہے۔ جبکہ یہ قرآن ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ بہانہ محض بہانہ ہے کیونکہ ان حوالہ جات میں کہیں بھی "محرف قرآن" کو ان حالات میں پڑھنے کی بات نہیں۔ (اگرچہ موجودہ قرآن ہی کو واقعی محرف مانتے کہتے اور لکھتے ہیں) لہٰذا معلوم ہوا کہ ان مسائل کے ذریعہ اہل تشیع نے قرآن کریم کی سخت توہین کی ہے۔ اور پھر کمال ڈھٹائی سے ان باتوں کا انتساب امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی طرف کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ ائمہ اہل بیت ان بکواسات سے مبرا اور منزہ ہیں۔

Marfat.com

ہم پھر کہتے ہیں۔ کہ ایسی بے حیا روایات ان بے حیاؤں کی اختراع ہیں۔ جن پر ان اماموں سنے پھٹکار کی ہے۔ لہٰذا "فقہ جعفریہ" ان ائمہ کی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کی ایجاد ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ)

مسئلہ ۴

خون اور پیپ وغیرہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

اَلْخَارِجُ مِنَ الْبَدَنِ غَيْرِ السَّبِيْلَيْنِ كَالدَّمِ وَالْقَيْحِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ عِنْدَ الْاِمَامِيَّةِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۲۲)

ترجمہ:

سبیلین (دُبر اور ذکر) کے سوا جسم سے کوئی چیز نکلے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ خون پیپ وغیرہ۔ یہ اہل تشیع کا مسلک ہے۔

لمحہ فکریہ:

خون اور پیپ کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ائمہ اہل بیت

Marfat.com

اور ائمہ اہل سنت سے یہ منقول ہے۔ کہ جب یہ دونوں جسم سے نکل کر بہہ نکلیں تو ان سے وضو جاتا رہتا ہے۔ لیکن "فقہ جعفریہ" میں ان کو ناقض وضو شمار نہیں کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کچھ اور فرماتے ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کچھ اور کہتی ہے ہے۔ ہم مندرجہ ذیل حوالہ جات سے اپنے دعوے پر دلیل پیش کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

الہدایہ

اَلنَّاقِضَۃُ لِلْوُضُوْءِ کُلُّ مَا یَخْرُجُ مِنَ السَّبِیْلَیْنِ وَالدَّمُ وَالْقَیْحُ اِذَا خَرَجَا مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَا اِلٰی مَوْضِعٍ یَلْحِقُہٗ حُکْمُ التَّطْہِیْرِ وَالْقَیْءُ مِلْءُ الْفَمِ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ وَقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قَاءَ اَوْ رَعَفَ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیَنْصَرِفْ وَلْیَتَوَضَّاْ وَلْیَبْنِ عَلٰی صَلٰوتِہٖ مَا لَمْ یَتَکَلَّمْ۔

(ہدایہ اولین فصل فی نواقض الوضوء ص ۸
مطبوعہ قرآن کمپنی کراچی)

ترجمہ:

ہر وہ چیز جو سبیلین سے نکلے وضو کو توڑ دیتی ہے۔ اور خون و پیپ جب جسم سے نکل کر ایسی جگہ کی طرف پھیل جائیں جسے پاک رکھنے کا حکم (کسی نہ کسی صورت میں) دیا جاتا ہے۔ یہ بھی وضو کو توڑ دیتے ہیں۔ اور منہ بھر کر قے بھی ناقض وضو ہے۔ دلیل یہ ہے۔ کہ

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر بہنے والے خون سے (جب وہ جسم سے نکل کر بہہ نکلے) وضو کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ (جب کوئی شخص طہارت والی عبادت کرنا چاہیئے) اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے قے کی یا اس کی دوران نماز نکسیر پھوٹ گئی۔ تو وہ نماز وہیں چھوڑ کر وضو کرنے چلا جائے۔ اور واپس آکر پہلی نماز سے (آگے) رہی ہوئی نماز شروع کر دے جبکہ اس دوران اس نے گفتگو نہ کی ہو۔

وسائل الشیعہ

عن ابی عبیدة الحذاء عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ الرُّعَافُ وَالقَیْئُ وَالتَّخْلِیْلُ یَسِیْلُ الدَّمُ اِذَا اسْتَکْرَهْتَ شَیْئًا یَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَاِنْ لَمْ تَسْتَکْرِهْهُ لَمْ یَنْقُضِ الْوُضُوْءَ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۸۷ کتاب الطہارت)

ترجمہ:

ابو عبیدہ حذاء حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ نکسیر، قے اور دانتوں کا خلال کہ جس سے خون نکل آئے ان میں سے کسی کو اگر تو اچھا نہ سمجھے تو وہ وضو توڑ دے گی۔ اور اگر تجھے کراہت نہ آئے۔ تو پھر وضو نہیں ٹوٹے گا۔

لمحہ فکریہ:

"ہدایہ" کی عبارت میں اہل سنت کا مسلک بیان ہوا ہے۔ اور اس پر

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث صاحب ہدایہ نے بطور دلیل پیش کیں۔ اسی طرح وسائل الشیعہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی خون اور قے کے متعلق یہی فرمایا۔ کہ ناقض وضو ہیں۔ اب "فقہ جعفریہ" کی دو رنگی کا کیا بنے گا؟ ایک جگہ ان دونوں کو غیر ناقض وضو اور دوسری جگہ ناقض وضو کہا گیا ہے۔ وسائل الشیعہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا صریح قول ہے۔ جو ان دونوں کو غیر ناقض بتاتا ہے۔ اس لیے اگر "فقہ جعفریہ" امام جعفر صادق کے اقوال و ارشادات کا مجموعہ ہوتی۔ تو اس میں یہ دو رنگی نظر نہ آتی۔ اس لیے یہ نام کے اعتبار سے تو ان کی طرف منسوب ہے۔ لیکن مسائل اِس کے کسی اور نے گھڑ کر درج کیے ہیں۔

ایک فریب اور اس کا ازالہ:

اہل تشیع کے سامنے جب وسائل الشیعہ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

اَقُوْلُ حَمَلَهَا الشَّيْخُ عَلَى التَّقِيَّةِ لِمُوَافَقَتِهَا لِلْعَامَّةِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۸۷
کتاب الطہارت)

ترجمہ:

یعنی یہ روایت تقیہ پر محمول ہے۔ تاکہ اس طرح عام (سنیوں) لوگوں سے موافقت ہو سکے۔

Marfat.com

اس فریب کا جواب یہ ہے۔ کہ اسے تقیہ پر محمول کرنا "جھوٹ" ہے۔ اور جھوٹ بولنے والے کے بارے میں "منتہی الآمال" کی عبارت کے مطابق یہ فتویٰ ہے۔ کہ اس نے حقیقی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا۔ بلکہ یہ گناہ کم اور جھوٹ کا زیادہ ہے۔ جھوٹ اس لیے کہ اگر روایتِ مذکورہ کو یُوں کہا جائے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہ بات تقیہ کے طور پر یعنی ڈرتے ہوئے کہی تھی۔ تو پھر دین کے احکام کی صحت اور عدم صحت کا کون سا طریقہ باقی رہ جائے گا۔ امام صاحب دین کا مسئلہ بتانے میں جھوٹ بول رہے ہیں۔ حالانکہ اہل تشیع کے نزدیک امام صاحب کا مقام و مرتبہ نبی سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ انبیاء بھی معصوم اور ائمہ اہل بیت بھی معصوم! پھر جھوٹ بولنا کیا عصمت کو باقی رہنے دے گا۔ نہج البلاغہ ص ۲۲۲ خطبہ نمبر ۴۷ پر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت اور وہ حکم جو آپ نے حسنین کریمین کو دیا تھا۔ ان ظالموں کو اس کا بھی پاس نہ رہا۔ آپ نے فرمایا تھا: "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہرگز نہ چھوڑنا اگر ایسا کرو گے تو شریر لوگ تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم دعا مانگو گے۔ لیکن وہ قبول نہ ہو گی"، یہ حکم اور وصیت حسنین کریمین کے ذریعہ تمام ائمہ اہل بیت کے لیے ہے۔ اب اس کے ہوتے ہوئے یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک غلط کام کو جائز کہہ کر پیش کریں۔ اور محض سنیوں کی موافقت کی وجہ سے قرآن و سنت اور اپنے دادا جان کے حکم کی قطعی پرواہ نہ کریں۔ ادھر جب امام جعفر صادق کے زمانہ کی طرف ہم نظر [illegible] ہیں۔ تو اہل تشیع ہی اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ ان کے زمانہ میں "تقیہ" کو اٹھا کر پھینک دیا گیا تھا۔ اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس خول سے نکل کر شیعہ مسلک [illegible] تعلیم میں مشغول ہو گیا تھا۔ ایسے دور میں امام جعفر کو "تقیہ باز" ثابت کرنے [illegible] محبت کا حق ادا کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

لہٰذا معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ پر "تقیہ" کا فتویٰ بھی ایک افتراء ہے جس طرح "فقہ جعفریہ" پوری کی پوری بطور افتراء امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اس لیے خون جاری اور منہ بھر کر قے سے وضو کا ٹوٹنا متفق علیہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِي الْاَبْصَارِ

تھوک اور ایک دو قطروں سے استنجاء ہو سکتا ہے

تہذیب الاحکام

عن نشيط بن صالح عن ابي عبد الله عليه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ كَمْ يُجْزِئُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ مِنَ الْبَوْلِ؟ فَقَالَ بِمِثْلَيْهِ مَا عَلَى الْحَشَفَةِ مِنَ الْبَلَلِ۔

(۱۔ تهذيب الاحكام جلد اول ص ۳۵ باب في الاحداث)

(۲۔ وسائل الشيعه جلد اول صفحه ۲۴۲)

ترجمہ:
نشیط بن صالح کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی

Marfat.com

سے پوچھا۔ پیشاب کرنے کے بعد استنجاء کرنے کے لیے کتنا پانی کافی ہوگا؟ فرمایا اتنا جتنا ذکر کے سرے (سپاری) پر پیشاب لگا ہے۔

تبصرہ:

پیشاب کرتے وقت چونکہ ذکر کے سوارخ سے پیشاب سیدھا باہر گرتا ہے نکلتے اور ختم ہوتے وقت ایک آدھ قطرہ ذکر کے سوارخ پر پھیل جائے۔ تو ممکن ہے اب اگر استنجاء کرنا ہے۔ تو پانی کی اتنی ہی مقدار کافی ہے یعنی اگر تھوڑا سا تھوک ہاتھ پر ڈال کر آلۂ تناسل پر لگا دیا گیا۔ یا ایک آدھ آنسو یا پانی کا قطرہ اس پر لگا دیا گیا۔ تو مومن بھائی،، کا استنجاء ہو گیا۔ نہ معلوم یہ استنجا کس طرح ہو گیا۔ ایک آدھ قطرہ پانی کا ملا۔ تو ان دونوں سے مزید جگہ ناپاک ہونے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ عقل کے اندھوں کو یہ بھی نہ پتہ چل سکا۔ کہ اس طرح تو ناپاکی بڑھ جائے گی۔ لیکن اس سے انہیں کیا نقصان؟ خالص پیشاب کے قطرے اگر پنڈلی تک پہنچ جائیں تو بھی طہارت ہی طہارت ہے۔ یہ رعائت آپ کو کسی اور فقہ میں نہ ملے گی۔

الاستبصار:

عن ابن البختری عن ابی عبد اللہ السلام فی الرّجل یَبُوْلُ قَالَ یَنْتُرُہٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنْ سَالَ حَتّٰی یَبْلُغَ السَّاقَ فَلَا یُبَالِیْ۔

(الاستبصار جلد اول ص ۴۹
باب مقدار ما یجزی من الماء
فی الاستنجاء الخ)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابن بختری روایت کرتا ہے۔ کہ پیشاب کرنے والے آدمی کے بارے میں امام صاحب نے فرمایا۔ پیشاب کے بعد اُسے تین مرتبہ نچوڑلے۔ پھر اگر اس کے بعد پیشاب اس کی پنڈلی تک کو سیراب کردے۔ تو کوئی پرواہ نہ کرے۔ (یعنی اس سے جسم کی طہارت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

تبصرہ:

روایت بالا میں آپ نے دیکھا۔ کہ پیشاب کے بعد بہنے والے قطرے اگر پنڈلی تک پہنچ جائیں۔ تو اندیشہ کی کوئی بات نہیں۔ اگر اتنی رعائت ہے۔ تو پھر پہلے "ارشاد" کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ یعنی استنجا کے لیے اتنا ہی پانی کافی ہے۔ جتنا پیشاب آلہ تناسل پر لگا ہے۔ کیونکہ آلا تناسل پر لگنے والا پیشاب بہر حال اس سے کم ہوگا۔ جو وہاں سے چلا اور پنڈلی تک سیراب کرتا آیا۔ اس قدر سیرابی والا پیشاب معاف ہے اور استنجا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو ایک قطرہ پانی کی کیا ضرورت رہے گی۔

اپنے گھر کی خبر لیجئے!

اس دور کے ایک شیعی "حجۃ الاسلام" غلام حسین نجفی نے اپنی تصنیف "حقیقت فقہ حنفیہ" ص ۸۵ پر لکھا ہے۔ "اگر حنفی احباب استبراء کے لیے آلہ تناسل آخر ہر روز کھینچتے رہیں۔ تو پھر کسی طلاء کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ امام اعظم کی برکت سے آلہ تناسل آخر عمر تک گھوڑے کے آلہ تناسل کے برابر ہو جائے گا۔"

Marfat.com

احناف پر مذاق اڑانا صرف اس وجہ سے کہ ان کے ہاں پیشاب کے بعد تین دفعہ استبراء کرنا تاکہ ذکر کی سوراخ میں اٹکے ہوئے قطرات بول نکل آئیں۔ اگر درست ہے۔ تو پھر یہی عبارت ہو بہو صرف دو جگہ الفاظ تبدیل کر کے اسے بھی یوں پڑھا جائے گا۔

اگر شیعہ احباب.......... امام جعفر صادق کی برکت سے ....

کیونکہ تین دفعہ اہل تشیع کو امام جعفر صادق رضی نے بھی نچوڑنے کا حکم دیا ہے۔

اس کا مزید جواب ہم دوسری جگہ ذکر کر چکے ہیں۔ قارئین کرام وہاں پڑھ کر حقیقت حال سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

وضوء سے متعلقہ چند مباحث

وضو میں پاؤں کا مسح نہیں دھونا ہے

چند فروعی مسائل میں اہل تشیع کے مغالطے اور ان کے جوابات

شیعوں کا مغالطہ:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا
وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ
وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

(پ۶ ع۶)

ترجمہ:

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو۔ اور مسح کرو۔ اپنے سروں کا اور دھوؤ اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک۔

Marfat.com

استدلال :

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے وضو کے چار فرائض کا ذکر فرمایا۔ لیکن جس انداز سے بیان کیا گیا۔ وہ دو مختلف انداز ہیں۔ ایک حکم " دھونے کا " ہے۔ اور دوسرا " مسح کرنے " کا ہے۔ دھونے کے حکم کے تحت دو اعضاء ذکر کیے۔ ۱۔ منہ۔ ۲۔ ہاتھ کہنیوں تک۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان دو اعضاء کے دھونے کا حکم ہے۔ دوسرا حکم مسح کرنے کا تو اس کے تحت بھی دو ہی اعضاء ذکر کیے۔ ۱۔ سر۔ ۲۔ پاؤں۔ جس سے صاف مطلب یہ ہے۔ کہ سر اور پاؤں کو دھونے کا نہیں بلکہ ان پر مسح کرنے کا حکم ہے اگر مسح کے تحت ذکر ہونے والے دوسرے عضو یعنی پاؤں کے دھونے کا حکم ہوتا تو پھر اس کا ذکر یہاں مسح کے تحت نہ ہوتا۔ بلکہ دھونے والے اعضاء میں مذکور ہوتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قرآن پاک میں مذکور ترتیب پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پاؤں پر بھی سر کی طرح مسح کیا جائے۔ ورنہ ترتیب میں تحریف لازم آئے گی۔ لہٰذا اہل سنت جو پاؤں کو وضو کرتے وقت مسح کی بجائے دھوتے ہیں۔ یہ ترتیب قرآنی اور ترکیب نحوی دونوں کے خلاف ہے۔ اس لیے ترتیب کی رعایت اور قانون نحوی کی صحت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ پاؤں پر مسح کیا جائے۔ اور یہی اہل تشیع کا معمول ہے۔

Marfat.com

شیعوں کے ترجمہ قرآن کے مطابق بھی پاؤں دھونے کا حکم ہے مسح کا نہیں

جواب اوّل

آیت مذکورہ کو جب ہم نے اس قرآن مجید میں دیکھا۔ جو شیعوں نے چھاپا۔ اُس کا ترجمہ کیا۔ تو ایک شیعی مترجم کے ترجمہ سے خود اس کی وضاحت ہو جائے گی۔ کہ کیا تھا اور کیا بن گیا؟

کسی شیعی مطبع میں طبع شدہ قرآن پاک کے اس مقام وآیت میں مذکور لفظ ''وارجُلَکُمْ''، حرف لام مفتوحہ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ اور اسی حرکت کے ساتھ قرأت مشہورہ بھی آئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ کیا گیا ''اور دھوؤ اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک'' تو اس سے بات خود بخود واضح ہو گئی۔ کہ پاؤں کے دھونے کا ہی حکم ہے۔ اگر یہ حکم نہ تھا۔ تو ترجمہ ایسا کیوں کیا گیا؟

اگر اس لفظ کے ''لام'' پر فتحہ پڑھی جائے۔ اور اس کا عطف ''بِرُءُوسِکُمْ'' پر ڈالا جائے۔ تو اس صورت میں نحوی ترکیب کیا ہوگی؟ اس کا آسان اور سیدھا سادا جواب یہی ہے۔ کہ اس عطف کی صورت میں ''اَرْجُلِکُمْ'' (یعنی لام کی کسرہ کے ساتھ) پڑھا جائے گا۔ کیونکہ علم نحو کا مسلّمہ ضابطہ ہے۔ کہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے۔ تو جب خود اہل تشیع کے چھپے ہوئے قرآن پاک میں ''اَرْجُلَکُمْ''، لام مفتوحہ کے ساتھ ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر کہ اس لفظ کا **عطف** ''برؤسکم''، پر نہیں۔ بلکہ ''وجوھکم''، پر ہے جو فعل ''فاغسلوا''

Marfat.com

کا معمول (مفعول بہ) ہے۔ یہی روایت مشہورہ بھی ہے۔ اور اسی کو اہل تشیع نے بھی اختیار کیا۔

قرآن کریم میں مسح کی حد بندی کہیں نہیں کی گئی۔ تو اس آیت میں کیوں

جواب دوم

قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی اللہ رب العزت نے ''مسح'' کا ذکر فرمایا۔ اس کی حد کہیں بھی لفظ ''الی'' کے ساتھ مذکور نہیں۔ ایک دو مقامات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم۔

(پ ۵۔ ع ۳)

ترجمہ:
پھر تمہیں پانی میسر نہ آئے۔ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ سو اپنے چہروں اور بازوؤں کا مسح کرو۔

۲۔

فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ

(پ ۶ ع ۶)

ترجمہ: پھر تمہیں پانی میسر نہ آئے۔ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ سو اپنے چہروں اور

Marfat.com

بازوؤں کا اس سے مسح کرو۔

ان دو عدد مذکورہ آیات قرآنیہ کے انداز بیان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں مسح کا ذکر فرمایا۔ وہاں لفظ "والی" کے ساتھ اس کی حد بندی نہیں فرمائی لیکن اس کے برخلاف جہاں لفظ "غسل" مذکور فرمایا۔ تو وہاں ان اشیاء (اعضاء) کو ان کے دھونے کا ذکر ہے۔ ان میں ابہام کے پیش نظر وضاحت کی خاطر حد بندی فرمائی اور لفظ "والی" کا ذکر فرمایا۔ اس انداز بیان سے بھی معلوم ہوا کہ پاؤں کا شرعی دھونے کا حکم ہے۔ نہ کہ مسح کرنے کا۔

وضاحت

"وُجُوهَكُمْ" کا مفرد "وَجْهٌ" ہے۔ جس کا معنی "چہرہ" ہے۔ یعنی ٹھوڑی سے اوپر سر کے بالوں تک اور دونوں کانوں کی لو کے درمیان کا حصہ ہے۔ اس لفظ کے مصداق میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اسی ابہام کے نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی لفظ "والی" سے اس کی تحدید اور انتہائے غایت نہیں بیان فرمائی لیکن اس کے خلاف "وایدیکم اور ارجلکم" میں یَدٌ اور رِجْلٌ اپنے مصداق کے اعتبار سے ابہام رکھتے ہیں۔ لفظ "یَدٌ" کا اطلاق ہاتھ کی انگلیوں سے لے کر کندھے تک اور لفظ "رِجْلٌ" پاؤں کے تلوے سے گھٹنے تک کے حصہ پر بولا جاتا ہے۔ اس ابہام کے دور کرنے کے لیے دونوں جگہ لفظ "والی" سے ان دونوں اعضاء کی تحدید کی گئی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ارجلکم الی الکعبین فرما کر اس امر کی نشاندہی فرمائی۔ کہ پاؤں کے دھونے کا حکم تلووں سے ٹخنے تک ہے۔ اس قرآنی استعمال نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ اگر پاؤں کے دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا

Marfat.com

حکم ہوتا۔ تو لفظ "الیٰ" سے اس کی تحدید نہ ہوتی۔ جب کہ تیمم میں اللہ تعالیٰ نے "ایدیکم" کو "الیٰ" سے مقید نہ فرما کر یہ بھی بتلا دیا۔ کہ مسح اور تیمم میں "الیٰ" سے مقید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آیئے! خود اہل تشیع کی کتب سے اس کی تائید و توثیق ملاحظہ کریں۔ اہل تشیع کی ایک معتبر اور متداول تفسیر "مجمع البیان" میں علامہ طبرسی یوں رقمطراز ہے۔

ہر دور میں وضو کے اندر پاؤں دھونے پر ہی علماء کا اتفاق رہا ہے اور پاؤں خشک رہنے پر بارشاد نبیؐ عذاب جہنم ہے

مجمع البیان:

وَ اَمَّا الْقِرَآءَةُ بِالنَّصْبِ فَقَالُوْا فِيْهِ اَنَّهٗ مَعْطُوْفٌ عَلٰى اَيْدِيْكُمْ لِاَنَّا رَاَيْنَا فُقَهَآءَ الْاَمْصَارِ عَمِلُوْا عَلَى الْغَسْلِ دُوْنَ الْمَسْحِ وَلِمَا رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَاٰى قَوْمًا تَوَضَّؤُا وَاَعْقَابُهُمْ تَلُوْحُ فَقَالَ وَيْلٌ لِّلْعَقَاقِبِ

Marfat.com

مِنَ النَّارِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزء سوم
ص ۱۶۵ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

(لفظ ارجلکم کی) نصب کے ساتھ قرأت کے بارے میں مفسرین کرام نے فرمایا۔ کہ اس صورت میں اس کا عطف وایدیکم،، پر ہوگا۔ (جس کی وجہ سے دو فاغسلوا،، امر کا مفعول بہ بنے گا۔) اور ہاتھوں کی طرح پاؤں کے بھی دھونے کا حکم ہوگا نہ کہ مسح کرنے کا) کیونکہ ہر دور کے فقہاء کرام کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس آیت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے پاؤں کو دھوتے ہیں۔ مسح نہیں کرتے۔ اور دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا۔ اور وضو کرتے وقت پاؤں کی ایڑیاں نہ دھلنے کی وجہ سے سفید سی نظر آرہی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ دوایسی ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ سے تباہی اور ہلاکت ہے۔،،

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے وضو کرتے وقت بوجہ ایڑیوں کے خشک رہنے پر وعید شدید فرمائی۔ اس میں تو صرف ایڑیاں خشک رہی تھیں۔ پاؤں کا باقی حصہ ان لوگوں نے دھویا تھا۔ جس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا۔ کہ پاؤں کے دھوتے میں احتیاط سے کام نہ لینے والوں کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ لیکن جو لوگ پاؤں کو سرے سے دھوتے ہی نہیں۔ بلکہ مسح کرتے ہیں ان کے متعلق آپ خود قیاس کریں۔ کہ کیا انجام ہوگا؟ اور ان کا یہ فعل کس قدر باعث

Marfat.com

باعث اجتناب ونفرت ہے؟

مغالطہ نمبر۲:

"تیمم" وضو کا نائب ہے۔ یعنی جب کسی وجہ سے وضو نہ ہو سکے۔ تو پھر طہارت کے حصول کے لیے تیمم کرنے کا حکم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اصل (وضو) میں ہاتھ اور منہ دھوئے جاتے ہیں۔ اور سر کا مسح کیا جاتا ہے۔ ان تینوں امور پر سب کا اتفاق ہے۔ اب نائب (تیمم) کو لیجئے۔ چونکہ وہ خود مسح ہے۔ لہذا جو اصل (وضو) میں مسح کے ذریعہ فرض ادا ہوتا تھا۔ وہ نائب (تیمم) میں ساقط ہو گیا۔ لہذا تیمم میں سر کا مسح کرنا ساقط ہو گیا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں عضو کہ جن کے دھونے کا بالاتفاق حکم تھا۔ اب تیمم میں ان پر مسح کرنا فرض قرار دیا گیا۔ لہذا ان دونوں حقیقتوں کے پیش نظر یہ ثابت ہو گا۔ کہ اگر وضو میں پاؤں دھونے کا ہی حکم ہوتا۔ تو تیمم کے وقت ان پر مسح کرنے کا حکم ہوتا۔ جس طرح کہ باقی دو اعضاء کے اوپر مسح کرنے کا حکم ہے۔ کہ جنہیں وضو میں دھونے کا کہا گیا تھا۔ تیمم میں پاؤں پر مسح کا حکم نہ ہونا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ دوران وضو پاؤں پر مسح کرنے کا حکم تھا۔ تبھی تو اس پر دوران تیمم مسح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

جواب ۱:-

معترض نے جو یہ کہا۔ کہ تیمم وضو کے قائم مقام ہے۔ ہم اس میں مزید وسعت کرتے ہیں۔ اور تیمم کو وضو کے علاوہ غسل کے بھی قائم مقام سمجھتے ہیں۔ اس پر بھی اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی متفق ہیں۔ یعنی اگر مکمل جسم ظاہری کی ناپاکی دور کرنا مقصود ہو لیکن ایسا ناپاک جسم والا پانی کے استعمال پر کسی وجہ سے قادر نہ ہو۔ تو اس کے لیے بھی پاکیزگی

کے حصول کا طریقہ تیمم ہی ہے۔ اس تیمم (جو کہ مکمل جسم ظاہری کی طہارت کے لیے کیا جائے۔) اور اُس تیمم (جو کہ صرف بے وضو شخص طہارت صغریٰ کے لیے کرے) میں کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا اس متفقہ بات کے بعد ہم معترض سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ غسل جنابت وغیرہ میں جب کہ تمام اعضاء ظاہری کا دھونا فرض ہوتا ہے۔ تو اس کے قائم مقام تیمم میں تمام ظاہری جسم کا مسح کیوں فرض نہیں؟ حالانکہ تمہارے ضابطہ کے تحت ایسا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جو جواب تمہارا وہی جواب ہمارا ہے۔

بہر حال اس الزامی جواب سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی۔ کہ تیمم میں مسح کرنے کو "غسل اعضاء" کے قائم مقام قرار دینا قیاس فاسد ہے۔

اہل تشیع کے وضو کی ترتیب

اہل تشیع کے ہاں وضو کی ترتیب یوں ہے۔ دو پاؤں سے شروع کرنا۔ اور پھر دیگر اعضاء کا دھونا اور سر کا مسح کرنا۔ ان لوگوں کا صرف ترتیب وضو میں ہی قرآن و حدیث سے اختلاف نہیں۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں ان کے ہاں اُلٹی ہیں قرآن و حدیث میں وضو کی ترتیب یوں ہے۔ دو پہلے منہ دھونا پھر ہاتھ کہنیوں تک پھر سر کا مسح اور آخر میں پاؤں دھونا لیکن ان کی ترتیب میں پاؤں سب سے پہلے۔ مقام حیرت ہے۔ کہ ان لوگوں کو اللہ اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت سے آخر کیوں دشمنی ہے؟ جس چیز کا یہ حکم دیں۔ اُس کا یہ الٹ کریں گے جیسا اُن کا عمل ثابت اِن کا عمل اس کے خلاف۔ انہوں نے سفید لباس کو پسند فرمایا۔ اور پہننے کو کہا۔ یہ اس کے بالکل الٹ سیاہ لباس پسند کریں۔ اور اسی

Marfat.com

فرعونی اور جہنمی لباس کو زیب تن کریں۔ انہوں نے فرمایا۔ داڑھی بڑھاؤ۔ اور مونچھیں پست رکھو۔ ان کی داڑھی غائب اور مونچھیں اس طرح کہ کسی پگڈنڈی پر جنگلی گھاس اُگی ہو۔ بعینہٖ وضو میں بھی ان کا یہی طریقہ اور وطیرہ ہے۔ ہم اس بات کی تائید کے لیے انہی کی کتاب سے وضو کی وہ ترتیب پیش کرتے ہیں۔ جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اہل سُنّت کی ترتیب وضو نبی اور علی والی ترتیب ہے

الاستبصار:

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اٰبَائِهٖ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَلَسْتُ اَتَوَضَّأُ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ حِيْنَ اِبْتَدَأْتُ فِي الْوُضُوْءِ فَقَالَ لِيْ تَمَضْمَضْ وَ اسْتَنْشِقْ وَ اسْتَنَّ ثُمَّ غَسَلْتُ ثَلَاثًا فَقَالَ قَدْ يُجْزِيْكَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَّتَانِ فَغَسَلْتُ ذِرَاعَيَّ وَ مَسَحْتُ بِرَاْسِيْ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ قَدْ يُجْزِيْكَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَّةُ وَ غَسَلْتُ قَدَمَيَّ فَقَالَ لِيْ يَا عَلِيُّ خَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ لَا

تُخَلِّلُ بِالنَّارِ۔

(۱۔ الاستبصار جلد اول ص ۶۵-۶۶
باب وجوب المسح علی
الرجلین مطبوعہ تہران طبع جدید
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد اوّل
ص ۹۲۔ فی صفۃ الوضوء
والفرض منہ الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت زید بن علی اپنے آباؤ اجداد رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ایک دفعہ بیٹھا وضو کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ ابھی میں نے وضو شروع ہی کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کلی کرو۔ اور ناک میں پانی ڈال کر صاف کرو۔ پھر میں نے تین مرتبہ منہ دھویا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ دو دفعہ ہی کافی تھا۔ پھر میں نے اپنے دونوں بازو دھوئے۔ اور اپنے سر کا دو مرتبہ مسح کیا۔ آپ نے فرمایا ایک دفعہ ہی کافی تھا۔ پھر میں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے علی! انگلیوں کے درمیان خلال۔ اللہ تمہیں آگ کے خلال سے بچائے۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کی کتب حدیث (صحاح اربعہ) میں سے ایک ایسی سند سے

Marfat.com

جو اہل بیت کی ہے۔ ہم نے روایت بیان کرتے ہوئے خود ان کی زبانی وضو کا طریقہ ذکر کیا۔ یہ طریقہ اس شخصیت کے وضو کا ہے۔ جو تمام اہل بیت کے جد اعلٰے اور خلیفۃ المسلمین امیر المومنین ہیں۔ پھر اس پر مزید یہ کہ اس وضو کا معائنہ فرمانے والے خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ غور فرمائیں۔ کہ وضو کرنے والے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور اس کی تائید و توثیق نبی آخر الزمان حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو۔ اس سے زیادہ صحیح اور معتبر کونسا وضو ہو سکتا ہے۔ ؟ یہ صحیح ترین اور کامل ترین وضو ترتیب اور کیفیت کے اعتبار سے وہی ہے۔ جس پر اہل سنت کاربند ہیں۔ آپ دیکھیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی نے وضو کی ابتدا کلی اور منہ میں پانی ڈالنے سے فرمائی۔ اور سب سے آخر پاؤں کو دھویا۔ اور پاؤں پر مسح نہ فرمایا۔ ابتداء ہاتھ دھونے سے اور انتہا پاؤں دھونے پر کس وضو کی ترتیب ہے ؟ اہل سنت کے ہاں معمول وضو کی یا اہل تشیع کے ہاں معمول وضو کی ؟ اس واضح طریقہ پر ترتیب وضو کے بعد اب اگر کوئی اس کے خلاف چلتا ہے۔ تو آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ایسا کرنے والا "محب علی" اور "متبع نبی" کہلا سکتا ہے۔ ؟

یہ جو روایت ہم نے اہل تشیع کی معتبر کتاب سے نقل کی۔ اس میں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا عمل وضو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا معائنہ فرمانے والے ہیں۔ ایک اور روایت لیجئے۔ کہ جس میں وضو فرمانے والے خود صاحب شرع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس وضو کو دیکھنے کی سعادت حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کی ابتداء ہاتھ دھونے سے اور انتہا پاؤں دھونے پر کرتے تھے

امالی طوسی:

عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی اَخْرُجَ اِلَیْكَ فَدَخَلَ عَلَیْهَا (اَیْ فَاطِمَةَ) فَقَامَتْ اِلَیْهِ وَاَخَذَتْ رِدَاءَهٗ وَنَزَعَتْ نَعْلَیْهِ وَاَتَتْهُ بِالْوُضُوْءِ فَوَضَّأَتْهُ بِیَدِهَا وَغَسَلَتْ رِجْلَیْهِ ثُمَّ قَعَدَتْ۔

(امالی الشیخ الطوسی جلد اول ص ۳۸
مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:

(سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب بارگاہ رسالت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے لیے تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ٹھہرو! کہ میں فاطمہ سے مشورہ کر کے واپس آؤں۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خاتون جنت کے پاس تشریف لے گئے۔ سیدہ دیکھتے ہی کھڑی ہو گئیں۔ اور آپ کی چادر مبارک ہاتھوں میں لے لی۔ آپ کے نعلین مبارک اتارے۔ اور اس کے بعد وضوء کے لیے پانی بھر برتن لے آئیں۔ پھر اپنے ہاتھوں سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا۔ اور آپ کے پاؤں مبارک

Marfat.com

دھوئے۔ پھر فراغت پا اٹھ کھڑی ہوگئیں۔
حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ وضو کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ اس طریقہ میں انہیں یہی معلوم تھا۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے آخر میں پاؤں شریف دھویا کرتے ہیں۔ تبھی تو سیدہ نے آپ کے پاؤں مبارک دھوئے۔ اور وہ بھی سب سے آخر میں تو اس سے بھی یہی ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف بھی یہی تھا۔ کہ آپ ابتدائ (وضو کی) ہاتھوں کے دھونے سے اور انتہاء پاؤں پر فرماتے تھے۔ اور پاؤں کو آخر میں دھوتے تھے۔ نہ کہ مسح کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ اہل سنت نے اپنایا ہے۔

مذکورہ تین روایات کے نقل میں خیانت کا اعتراض

اہل تشیع کی کتب سے جو روایات مذکور ہوئیں۔ ناقل نے ان میں خیانت سے کام لیا ہے۔ جس قدر الفاظ سے نقل کرنے والے کا مقصد پورا ہوتا تھا۔ وہ لکھ دیئے۔ لیکن جن الفاظ سے اس مقصد پر زد پڑتی تھی۔ وہ از روئے خیانت چھوڑ دیئے۔ الفاظ زائدہ یہ ہیں۔

فَهٰذَا الْخَبَرُ مُوَافِقٌ لِلْعَامَّةِ قَدْ وَرَدَ مَوْرِدَ التَّقِيَّةِ

ترجمہ:

یہ خبر چونکہ عوام (اہل سنت وجماعت) کے مذہب کے موافق ہے اس لیے یہ تقیہ پر محمول ہوگی۔

Marfat.com

ان الفاظ سے معلوم ہوا۔ کہ ایسا عمل بطور تقیہ تھا جو ہم پر حجت نہیں بن سکتا؟

جواب:

مثل مشہور ہے "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت بیان کرنے پر خیانت خود اہل تشیع نے کی۔ اور الزام ہم پر تھوپ دیا۔ فھذا الخبر موافق (الخ) تم خود ہی اس کے بارے میں تبلاؤ۔ کہ یہ حدیث مذکور کا حصہ ہے؟ یا کتاب کے مصنف "ملا طوسی" کا اضافہ ہے؟ یہ حقیقت ہے۔ کہ یہ الفاظ، الفاظ حدیث نہیں۔ بلکہ مصنف کا اپنا خیال وعقیدہ ہے۔ "ملا طوسی" کے خیال کو ائمہ اہل بیت کی روایت کا حصہ قرار دینا کتنی بڑی جسارت ہے۔ اور کتنی بھیانک خیانت ہے۔ جس کا ارتکاب تم نے کیا۔ اور الزام ہم پر دھر مارا۔؟

بفرض محال اگر ان الفاظ کو حدیث کا حصہ ہی تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی تمہارا مقصد نکلتا نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی اس جملہ سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔ نقل کے خلاف اس لیے کہ ہم اس سے قبل تمہاری کتب سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے وضو کے طریقہ کو ذکر کر چکے۔ اور عقل کے تسلیم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ خود کتب شیعہ سے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں "تقیہ" پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔ مجمع البیان وغیرہ کتب کا حوالہ گزر چکا ہے۔ اس وضاحت کے بعد یہ کیونکر ممکن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خاتونِ جنت نے جو وضو کرایا۔ وہ بھی تقیہ کے طور پر تھا۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دیکھتے دیکھتے جو وضو کیا۔ وہ بھی بطور تقیہ تھا۔؟ ایک اور بات غور طلب ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا وضو ر

Marfat.com

دُرست یا غلط ہونا اس کا دارو مدار کس بات پر ہے ؟ کیا اہل سنت کی مطابقت پر ہے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع پر ؟ ہر ذی عقل یہی کہے گا۔ کہ ان کے وضوء کی صحت اور عدم صحت کا دارو مدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ہے۔ تو اس حقیقت کے پیشِ نظر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ وضوء کریں۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس اس کا معائنہ فرما رہے ہوں۔ اور یوں وہ وضو مکمل ہو تو اس وضوء کے صحیح اور دُرست ہونے میں کیا کوئی شک و شبہ باقی رہ سکتا ہے۔ ؟

رہی یہ بات کہ چونکہ روایات مذکورہ اہل سنت وجماعت کے طریقۂ وضوء کی تائید کرتی ہیں۔ اور ان کے مذہب کے مطابق ہیں۔ اس لیے قابل قبول نہیں۔ تو پھر ہم تمہارے اسی ضابطہ اور اصل کو تم پر لاگو کرتے ہوئے یہ کہیں گے۔ کہ اے اہل تشیع ! تمہیں ہر اس بات و عمل میں مخالفت کرنی چاہیئے۔ جو اہل سنت کا معمول ہو۔ اگر وہ " محمد رسول اللہ " کہتے ہیں۔ تو تمہیں اس کے خلاف کہنا چاہیئے اگر وہ " لا الہ الا اللہ " کہتے ہیں۔ تو تمہیں کچھ اور کہنا چاہیئے۔ اگر وہ اللہ کے دیئے میں سے حلال وطیب کھاتے پیتے اور پہنتے ہیں۔ تو تمہیں وہ سب حرام کر لینے چاہئیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ تم ایسا نہ کرتے ہو۔ اور نہ کرنے پر تیار۔ ہاں کھا ہے لگا ہے کہ کڑوا سمجھ کر تھوک دینا اور میٹھا جان کر ہڑپ کر جانا تمہاری دیرینہ عادت ہے۔ اس بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں ؟

اور نیچے اتر کر ہم یہ بھی تھوڑے سے وقت کے لیے تسلیم کیے لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ بطور تقیہ کیا گیا۔ لیکن ہم اس سلسلہ میں یہ ضرور پوچھنے کی جسارت کریں گے۔ کہ آخر تقیہ کا تمہارے ہاں معیار کیا ہے۔ کب اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ کوئی نہ کوئی تو اس کا موقع و محل ہوتا ہو گا اور کسی نہ کسی سبب و علت کی وجہ سے تم اس کے قائل ہو گئے ہو گے ؟ ہمیں کم از کم یہی بتلا دیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی

Marfat.com

وضو فرما رہے ہوں۔ اور انہیں دیکھنے والے صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا وہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہوں۔ اور انہیں وضو کرانے والی سیدہ خاتونِ جنت ہوں۔ کوئی تیسرا اپنا بیگانہ وہاں نہ تھا۔ تو پھر ایسے میں کس کے ڈر سے حقیقت کو چھپا کر تقیہ پر عمل کیا جا رہا ہے؟

ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ اسے ملت شیعہ! شیخ صدوق کے من گھڑت الفاظ کا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل شریف سے دُور کا تعلق بھی نہیں۔ ہاں اگر تم میں سے کسی میں یہ ہمت ہے۔ کہ کوئی ایک صحیح روایت ایسی دکھا دے۔ کہ جس میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے وضو کے بارے میں یہ فرمایا ہو۔ کہ ہمارا یہ وضو بطور تقیہ تھا۔ لہٰذا غلط اور باطل ہے حقیقی وضو کی ترتیب یہ نہیں۔ بلکہ اور ہے۔ تو ایسے ایک حوالہ پر ایک ہزار روپے نقد وصول کریں۔

اس سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ مذکورہ روایات حقیقت پر مبنی ہیں۔ تقیہ کی پخ شیخ طوسی وغیرہ کا اضافہ ہے۔ اس کا ائمہ اہل بیت کے ارشاد کے کوئی تعلق نہیں۔

اس حقیقت کے اظہار کے بعد بھی اگر کوئی نابلد اور حسد کا مارا یہی رٹ لگاتا پھرے۔ کہ یہ روایات بمعہ پخ ہیں۔ تو پھر ہم تمہاری ہی کتاب سے اسی عمل کی حدیث ذکر کرتے ہیں۔ جو اس زیادتی سے محفوظ اور پخ سے خالی ہے۔

Marfat.com

ارشاد امام جعفر اگر اہل سنت والی ترتیب وضوء میں غلطی ہو جائے تو غلطی دور کرنی چاہیئے

تہذیب الاحکام۔ الاستبصار:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنْ نَسِیْتَ فَغَسَلْتَ ذِرَاعَیْكَ قَبْلَ وَجْهِكَ فَاَعِدْ غَسَلَ وَجْهِكَ ثُمَّ اغْتَسِلْ ذِرَاعَیْكَ بَعْدَ الْوَجْهِ فَاِنْ بَدَأْتَ بِذِرَاعِكَ الْاَیْسَرِ فَاَعِدْ عَلَی الْاَیْمَنِ ثُمَّ اغْسِلِ الْیَسَارَ وَاِنْ نَسِیْتَ مَسَحَ رَاْسِكَ حَتّٰی تَغْتَسِلَ رِجْلَیْكِ فَامْسَحْ رَاسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَیْكَ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص۹۹ فی صفۃ الوضوء الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ الاستبصار جلد اول ص۷۴ فی وجوب الترتیب فی الاعضاء۔ مطبوعہ تہران طبع جدید۔

Marfat.com

ترجمہ:

ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ امام موصوف نے فرمایا۔ اگر تو بھول کر منہ دھونے سے قبل (وضو میں) اپنے بازو دھوئے۔ تو منہ کو دھو۔ پھر اس کے بعد بازوؤں کو دھو۔ پھر اگر از روئے نسیان دونوں بازوؤں میں سے تو بایاں بازو پہلے دھو بیٹھے۔ تو پھر بھی دایاں بازو دھو۔ اور اس کے بعد بایاں پھر سے دھو۔ اور اگر بھولے سے سر کا مسح کرنے سے پہلے تو نے پاؤں دھو لیے۔ تو پہلے مسح کر۔ پھر پاؤں کو دوبارہ دھو۔

الحاصل:

اہل تشیع کی ان دو مستند کتب کی روایت سے واضح ہو گیا۔ کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو کی ترتیب وہی ہے۔ جو اہل سنت وجماعت کے ہاں معمول ہے۔ بلکہ وہ تو اس ترتیب سے وضو کرنے کو لازم (فرض یا واجب) سمجھتے تھے اسی وجہ سے ابوبصیر کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ کہ اگر بھولے سے بھی ترتیب وضو میں نقص رونما ہو جائے۔ تو اسے فوراً درست کر لو۔ جیسا کہ روایت مذکورہ میں نسیانی طور پر چند بے ترتیبیوں کو بھی بیان فرمایا۔

اس روایت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو کے فرائض میں سے ایک ,فرض ,,پاؤں دھونا،، ہے۔ پاؤں پر مسح کرنا ان کا مسلک ومشرب نہیں ہے۔ دیکھا آپ نے کہ اگر وضو کی مذکور ترتیب اور پاؤں کا دھونا بطور تقیہ ہوتا۔

تو امام ترتیب کو لازم نہ فرماتے۔ اور پاؤں کو دھونے کی ہدایت نہ دیتے۔

Marfat.com

تو معلوم ہوا۔ کہ "ترتیب مذکور اور غسل رجلین" کو تقیہ پر محمول کرنا امام کا مسلک نہیں۔ بلکہ مصنف کی اپنی طرف سے من گھڑت زیادتی ہے۔ ورنہ اس روایت میں بھی وہ زیادتی موجود ہوتی۔

ایک اور مقام پر اس امر کی تصدیق موجود ہے۔ کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وضو میں پاؤں کا دھونا مشروع جانتے تھے۔ نہ کہ ان پر مسح کرنا۔ ملاحظہ کرنا۔

تهذيب الاحكام:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى الرَّجُلِ يَتَوَضَّأُ الْوُضُوْءَ كُلَّهٗ اِلَّا رِجْلَيْهِ ثُمَّ يَخُوْضُ الْمَاءَ بِهِمَا خَوْضًا قَالَ اَجْزَاهُ ذَالِكَ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۶۶
باب صفة الوضوء الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عمار بن موسیٰ نے ایسے شخص کے متعلق روایت کی۔ کہ جس نے وضو مکمل کیا۔ لیکن پاؤں نہ دھوئے پھر پانی میں دونوں پاؤں کو اس نے اچھی طرح ڈبویا۔ (پوچھا۔ کیا اس طرح اس کا وضو مکمل ہو گیا۔ یا اس کو ابھی پاؤں دھونے کی ضرورت ہے؟) فرمایا۔ اس کا پاؤں کو پانی میں ڈبونا دھونے کا بدل بن گیا۔ (لہٰذا اب اس کو پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں رہی۔

Marfat.com

اختتام:

حدیث مذکور بالا اور گزشتہ احادیث سے یہی ثابت ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں وضوء کی ترتیب وہی تھی جس پر اہل سنت عمل پیرا ہیں۔ اور فرائض وضوء میں ان کے نزدیک آخری فرض "دو پاؤں دھونا،، ہے مسح کرنا نہیں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا بھی "دو ترتیب وضوء اور غسل رجلین،، وہی طریقہ تھا جو ہم اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا۔ اہل تشیع کا وضوء (یعنی ترتیب وضوء اور پاؤں پر مسح کرنا) خود ساختہ ہے۔ قرآن و احادیث اور تعلیمات و معمولات اہل بیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تو وضوء کے معاملہ میں بھی ہم یہی کہیں گے۔ کہ اگر محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل بیت کرام کی سچی پکی دوستی چاہتے ہو۔ تو پھر ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا بھلی کر دے گا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

"فقہ جعفریہ" میں سے پاکی پلیدی کے چند مسائل

تحریر الوسیلہ

اَلْمَنِیُّ مِنْ کُلِّ حَیَوَانٍ ذِیْ نَفْسٍ نَجِسٌ حَلَّ اَکْلُہٗ اَوْحَرُمَ دُوْنَ غَیْرِ ذِیْ نَفْسٍ فَاِنَّہٗ مِنْہُ طَاھِرٌ۔

(تحریر الوسیلہ ص ۱۱۱ جلد اوّل)

ترجمہ:

ہر زندہ حیوان کی منی ناپاک ہے۔ خواہ اس کا گوشت کھانا جائز ہو یا حرام لیکن مرے ہوئے کی پاک ہے۔

توضیح:

بے جان (مُردہ) جانور کی منی کے پاک کرنے کی اہل تشیع کو ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے کھانے سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہوں۔ اگر یہی ارادہ ہے۔ تو پھر یہ مہذب اور طاقت ور خوراک مبارک ہو۔ اور اگر طہارت کے معاملہ میں کہ اس کے کبھی کپڑے پر لگ جانے یا کسی پاک چیز میں گر جانے سے کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ یعنی اگر سالن، پانی، چائے، یا شربت میں یہ منی گر پڑے۔ اور اس کی طہارت قائم رہے گی۔ تو فقہ جعفریہ،، کی اس رعایت پر بھی اس کے ماننے والوں کو بہت بہت مبارک ہو۔ لیکن اس کے لیے کوئی نص تو

Marfat.com

ہونی چاہیئے تھی۔

قے یعنی الٹی میں نکلا ہوا مواد پاک ہے۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ:

اَلْقَیْءُ نَجِسٌ عِنْدَ الْاَرْبَعَةِ طَاهِرٌ عِنْدَ الْاِمَامِیَّةِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ

ص ۲۶ باب النجاسات)

مذی اور ودی بھی پاک ہے

مذاہب خمسہ

كَمَا اِنْفَرَدَ الْاَرْبَعَةُ عَنِ الْاِمَامِيَّةِ بِنَجَاسَةِ الْقَیْءِ وَالْوَدْیِ وَالْمَذْیِ۔

(مذاہب خمسہ ص ۲۶)

ترجمہ:

چاروں فقہاء کرام کے بانیان اور فقہ جعفریہ کے پیروؤں میں جہاں اور بہت سی باتیں ممتاز ہیں۔ وہاں یہ بھی ہے۔ کہ قے، ودی اور مذی کو چاروں ائمہ نجس کہتے ہیں۔ اور "فقہ جعفریہ" والے انہیں طاہر قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

پکی ہوئی ہنڈیا میں مرا ہوا چوہا ملے تو

شوربا گرادو۔ اور بوٹیوں کو کھا جاؤ

وسائل الشیعہ

عن السکونی عن جعفر عن ابیہ علیہما السلام
اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنْ قِدْرٍ طُبِخَتْ وَاِذَا
فِی الْقِدْرِ فَارَۃٌ قَالَ یُہْرَقُ مَرَقُھَا وَیُغْسَلُ اللَّحْمُ
وَ یُؤْکَلُ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۵۰
کتاب الطہارت)
(فروع کافی جلد ۶ ص ۲۶۱)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ ایک ہانڈی پکائی گئی پکنے کے بعد اچانک اس میں چوہا نظر آیا۔ تو اب اس کا کیا کیا جائے؟ فرمایا اس میں پکا ہوا سالن گرا دیا جائے گا۔ اور گوشت کو دھو کر تناول کر لیا جائے گا۔

☆

Marfat.com

چوہا اور کتّا اگر تیل یا گھی میں گر پڑے تو گھی یا تیل بدستور پاک رہے گا

فروع کافی

عن سعید الاعرج قَالَ سَئَلْتُ اَبَاعَبْدِ اللہِ علیہ السلام عَنِ الْفَارَةِ وَالْکَلْبِ یَقَعُ فِی السَّمَنِ وَالزَّیْتِ ثُمَّ یُخْرَجُ مِنْہُ حَیًّا؟ فَقَالَ لَا بَأسَ بِاَکْلِہٖ۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۲۶۱ باب الفارہ تموت فی الطعام الخ)

ترجمہ:

سعید اعرج کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا۔ اگر چوہا اور کتّا گھی اور تیل میں گر پڑیں۔ پھر انہیں اس سے زندہ نکال لیا جائے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (یعنی وہ پاک ہے)

Marfat.com

ہر حیوان بلکہ سؤر بھی جب تک زندہ ہے پاک ہے

المبسوط:

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَلْحَيَوَانُ كُلُّهٗ طَاهِرٌ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ وَ لَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَ الْخِنْزِيْرَ قَالَ اِنَّمَا يَنْجُسُ الْخِنْزِيْرُ وَ الْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ

(المبسوط ج ۶ ص ۲۷۹ کتاب الاطعمۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بعض شیعہ مجتہدین کا کہنا ہے۔ کہ تمام حیوان جب تک زندہ ہیں۔ پاک ہیں۔ ان بعض نے کتے اور خنزیر کو اس حکم سے خارج نہیں کیا اور کہا۔ کہ کتا اور خنزیر دو طرح نجس ہوتے ہیں۔ ایک قتل کرنے اور دوسرا مرنے سے۔

تبصرہ

خنزیر وہ حیوان ہے۔ جس کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ الخ

Marfat.com

بے شک یقیناً مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا۔ اس حکم کے پیش نظر اس کو سب لوگوں نے نجس العین کہا۔ لیکن "فقہ جعفریہ،، میں اس کو زندہ رہے۔ تب بھی اور مر جائے تب بھی طاہر کہا گیا۔ المبسوط کے مذکورہ حوالہ میں اگرچہ موت یا قتل کی صورت میں اس کو نجس کہا گیا ہے۔ لیکن من لا یحضرہ الفقیہ میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ سور کی کھال کا ڈول اور اس کے بالوں کا رسہ بنا کر پانی نکالا جائے تو پانی پاک رہتا ہے۔ (یعنی ڈول کے ذریعہ نکالا ہوا پانی) اس لیے یہاں موت کی صورت میں نجاست کا قول اس اجتماعی قول کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خنزیر بہر حال اہل تشیع کے نزدیک طاہر ہے۔ صحاح اربعہ میں سے دو یعنی الاستبصار اور تہذیب الاحکام کا مصنف یشیخ طوسی کتے اور خنزیر کے زندہ ہونے کی صورت میں طہارت کا قائل ہے۔ اور اس کا قول "نصف فقہ جعفریہ،، کا وزن رکھتا ہے۔ ان مسائل کو دیکھ کر ہر ذی عقل اور صاحب علم سر پکڑ کر بیٹھ جائے گا۔ اور سوچے گا۔ کہ کیا امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما ہی اس قسم کے گھٹیا مسائل بیان فرما رہے ہیں؟ لیکن وہ دوسرے ہی لمحے یہ سمجھ جائے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کو ان مسائل کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُن کا دامن ان واہی تباہی باتوں سے پاک ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی زندگی میں ان ملعونوں کے کرتوتوں کی بنا پر فرما دیا تھا کہ ہماری طرف سے کوئی حدیث اور روایت اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے۔ جبتک وہ کتاب اللہ کے موافق نہ ہو۔ چونکہ ائمہ اہل بیت اسی موجود قرآن کو "کتاب اللہ،، کہتے تھے۔ اس لیے مذکورہ مسائل ان حضرات کے اقوال نہیں ہو سکتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

"فقہ جعفریہ" میں سے تیمم کے کچھ مسائل

منہ میں صرف پیشانی اور بازوؤں میں سے صرف ہاتھوں کا تیمم کافی ہے۔

تحفۃ العوام

دونوں ہتھیلیوں کو زمین یا مٹی پاک و مباح پر مارے اس طور سے کہ آخر نیت اور اوّل ہاتھ مارنا ایک ہو پھر دونوں ہتھیلیوں سے مسح پیشانی کا کرے جہاں سے بال شروع ہوتے ہیں ناک کے سر تک اور دونوں جانب کی بھنویں اور تمام پیشانی دونوں طرف مسح میں گھیرے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کی پشت دست کو بندِ دست سے انگلیوں کے سروں تک مسح کرے پھر داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت کو بھی مسح کرے۔ پھر دوسری ضرب مارے۔ اور اس ضرب سے دونوں ہاتھوں کی پشت کو مسح کرے پہلے دائیں ہاتھ کی پشت کو پھر بائیں ہاتھ کی پشت کو جس طرح ابھی ذکر ہوا۔ یہی ترکیب کربلائے معلی میں رائج ہے۔ بموجب فتویٰ جناب شیخ زین العابدین علیہ الرحمۃ کے۔

(تحفۃ العوام ص ۲۲ فصل فی بیان التیمم)

Marfat.com

المبسوط

فَاِذَا اَرَادَ التَّيَمُّمَ وَضَعَ يَدَهُ مَعًا عَلَى الْاَرْضِ مُفَرَّجًا اَصَابِعَهُ وَيَنْفُضُهُمَا وَيَمْسَحُ اِحْدَهُمَا بِالْاُخْرٰى ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ مِنْ قُصَاصِ الشَّعْرِ الرَّاسِ اِلٰى طَرَفِ اَنْفِهِ ثُمَّ يَضَعُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُمْنٰى وَيَمْسَحُ بِهَا مِنَ الزَّنْدِ اِلٰى اَطْرَافِ الْاَصَابِعِ ثُمَّ يَضَعُ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى يَمْسَحُهَا مِنَ الزَّنْدِ اِلٰى اَطْرَافِ الْاَصَابِعِ مَرَّةً وَاحِدَةً هٰذَا اِذَا كَانَ يَتَيَمَّمُ بَدَلًا مِنَ الْوُضُوْءِ وَاِنْ كَانَ بَدَلًا مِنَ الْغُسْلِ ضَرَبَ ضَرْبَتَيْنِ اِحْدَاهُمَا لِلْوَجْهِ وَالْاُخْرٰى لِلْيَدَيْنِ وَالْكَيْفِيَّةُ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ۔

(۱۔ مبسوط جلد اول ص ۳۳ فی کیفیۃ التیمم)

(۲۔ تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۵۰)

ترجمہ:

جب کوئی شخص تیمم کرنا چاہے۔ تو اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے زمین پر رکھے اور ان کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ ایک ہاتھ سے دوسرے کو ملے۔ پھر دونوں سے اپنا چہرہ بال اُگنے کی جگہ سے لے کر ناک تک ملے۔ پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر کلائی سے انگلیوں کے سروں تک ملے۔ پھر بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر کلائی سے انگلیوں تک ملے۔ اور یہ صرف ایک مرتبہ کرے۔ تیمم کا یہ طریقہ

Marfat.com

وضوء کے بدلے میں ہے۔ اور اگر غسل کے بدلے کوئی تیمم کرنا چاہے۔ تو اسے ہاتھ دو مرتبہ زمین پر مارنے چاہئیں ایک مرتبہ مار کر چہرہ پر مسح کرے اور دوسری مرتبہ دونوں ہاتھوں کا مسح کرے۔ اور طریقہ وہی ہے جو ابھی ہم نے بیان کر دیا ہے۔

تبصرہ

گزشتہ مسائل کی طرح تیمم میں بھی "فقہ جعفریہ" نے رعایت اور سہولت کی حد کر دی ہے۔ اس بات کو سبھی جانتے ہیں۔ کہ تیمم اس وقت کیا جاتا ہے جب اصل یعنی پانی سے طہارت نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لیے تیمم کو وضوء کا خلیفہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ باتفاق ائمہ ہے کہ جب یہ خلیفہ ہوا۔ تو پھر چہرے اور بازوؤں کا مسح کرنے وقت اسی قدر ضروری ہونا چاہیئے۔ جس قدر وضو کرتے وقت ان پر پانی بہانا لازم تھا۔ سب چہرہ پر پانی بہانا فرض ہے اس لیے پورے چہرہ کا تیمم کے وقت مسح کرنا لازم ہوا۔ اور اسی طرح کہنیوں کے دھونے کی جگہ تک کا مسح کرنا لازم ہوا لیکن فقہ جعفریہ میں چہرہ میں سے صرف بال اُگنے کی جگہ سے لے کر ناک تک کا مسح کرنا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بازوؤں میں کلائی سے انگلیوں تک کے حصہ پر تیمم کرنا لکھا گیا ہے۔ کیا تیمم جو کہ وضوء کا خلیفہ ہے۔ اس میں یہ رعایت حضرات ائمہ اہل بیت نے دی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ یہ خود اہل تشیع کی گھر میں بنائی ہوئی شریعت ہے۔ تیمم کے بارے میں ائمہ اہل بیت کا مسلک یہ ہے۔

وسائل الشیعہ

عن محمد بن مسلم قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام

Marfat.com

عَنِ التَّيَمُّمِ فَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَ بِهَا مِرْفَقَهُ اِلٰى اَطْرَافِ الْاَصَابِعِ وَاحِدَةً عَلٰى ظَهْرِهَا وَاحِدَةً عَلٰى بَطْنِهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا بيمينه الارض ثم ضح بيمينه ثم قال هذا التيمم على ما كانت فيه الغسل و في الوضوء الوجه واليدين الى المرفقين۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم
ص ۹۷۹ باب وجوب الضربتین
فی التیمم)

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تیمم کے متعلق پوچھا۔ کہ کیسے کیا جاتا ہے۔ تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اُن سے اپنا چہرہ ملا۔ پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو زمین پر مارا اور اس سے دائیں ہاتھ کی کہنی سے انگلیوں تک کے حصّہ کا مسح کیا۔ ایک مرتبہ ہاتھ کے ظاہری حصّہ اور دوسری مرتبہ اندر کے حصّہ کے ساتھ۔ پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ (ہتھیلی) کو زمین پر مار کر بائیں ہاتھ کی کہنی سے انگلیوں تک کا مسح کیا۔ پھر فرمایا یہ تیمم اس شخص کے لیے ہے۔ جس پر غسل واجب تھا۔ اور وہ پانی سے نہ کر سکا۔ اور وضو کے لیے تیمم یہ ہے۔ کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک پر مسح کیا جائے۔

Marfat.com

تنبیہ

وسائل الشیعہ کی مذکورہ روایت میں پورے چہرہ اور کہنیوں تک بازوؤں پر مسح کرنے کا طریقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول و مروی ہے۔ لیکن گزشتہ دو حوالہ جات (تحفۃ العوام، المبسوط) میں جو طریقہ تیمم مذکور ہوا۔ اس میں اور اس میں بہت فرق ہے۔ اور جیسا کہ ہم ابھی تحریر کر چکے ہیں۔ کہ تیمم دراصل وضوء کا خلیفہ ہے۔ اس لیے چہرہ اور بازو کا اسی قدر تیمم ہوگا جس قدر ان کا وضو میں دھونا فرض تھا۔ لیکن پچھلی دو روایات اس کے خلاف ہیں اسی لیے کچھ شیعہ علماء نے ان کی تردید کی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

مذاہب خمسہ

كَمَا اخْتَلَفُوْا فِيْ مَعْنَى الصَّعِيْدِ اخْتَلَفُوْا اَيْضًا فِي الْمُرَادِ مِنَ الْوَجْهِ وَ الْاَيْدِيْ فِي الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ فَقَالَ الْاَرْبَعَةُ وَابْنُ بَابَوَيْهِ مِنَ الْاِمَامِيَّةِ الْمُرَادُ مِنَ الْوَجْهِ جَمِيْعُ الْوَجْهِ وَ يَدْخُلُ فِيْهِ اللِّحْيَةُ وَمِنَ الْيَدَيْنِ الْكَفَّانِ وَالزَّنْدَانِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ وَ عَلَيْهِ يَكُوْنُ الْحَدُّ فِي التَّيَمُّمِ هُوَ الْحَدُّ بِعَيْنِهِ فِي الْوُضُوْءِ فَيَضْرِبُ ضَرْبَتَيْنِ اِحْدَاهُمَا يَمْسَحُ بِهَا تَمَامَ الْوَجْهِ وَالثَّانِيَةُ يَمْسَحُ بِهَا الْيَدَيْنِ مِنْ رُؤُسِ الْاَصَابِعِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

(مذاہب خمسہ ص ۶۰ باب کیفیۃ التیمم مطبوعہ تہران)

Marfat.com

ترجمہ:

اہل سنت اور اہل تشیع میں جس طرح لفظ صعید کے مصداق میں اختلاف ہے۔ اسی طرح تیمم کے بارے میں آیت کریمہ کے اندر ذکر شدہ لفظ "وجہ" اور "ایدی"، میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ چاروں ائمہ اہل سنت کہتے ہیں۔ اور اہل تشیع میں سے ابن بابویہ کا بھی یہی قول ہے۔ کہ "وجہ"، سے مراد پورا چہرہ ہے اور اس میں جبڑے بھی داخل اور "ویدین"، سے مراد دونوں ہاتھ اُن کی کلائیاں بمعہ کہنیاں ہیں اس تحقیق کے مطابق تیمم کی حد اور مقدار بعینہٖ وضوء کی حد اور مقدار ہو گی۔ لہذا تیمم کرنے والا دو مرتبہ اپنے ہاتھوں (کی ہتھیلیوں) کو زمین پر مارے گا۔ ایک مرتبہ مار کر مکمل چہرہ کا مسح کرے گا۔ اور دوسری مرتبہ مار کر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے لے کر کہنیوں تک پر مسح کرے گا۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام فی التیمم قَالَ تَضْرِبُ بِكَفَّيْكَ الْاَرْضَ ثُمَّ تَنْفُضُهُمَا وَ تَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَكَ وَ يَدَيْكَ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص۹۷۷

کتاب الطہارت ابواب التیمم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ تیمم کے

Marfat.com

متعلق امام صاحب نے فرمایا۔ کہ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مار۔ پھر انہیں جھاڑ لے۔ اور ان دونوں سے اپنے چہرہ اور دونوں بازوؤں کا مسح کر

تبصرہ

احناف کا تیمم کے متعلق جو موقف ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ چہرہ اور بازو دونوں اعضاء کا اتنا مسح کرنا لازم ہے۔ جتنا وضو کرتے وقت اُن کا دھونا فرض تھا چنانچہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

ھدایۃ

اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ يَمْسَحُ بِاِحْدَاهُمَا وَجْهَهُ وَبِالْاُخْرٰى يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ وَيَنْفُضُ يَدَيْهِ بِقَدْرِ مَا يَتَنَاثَرُ التُّرَابُ كَيْلَا يَصِيْرُ مُثْلَةً وَلَا بُدَّ مِنَ الْاِسْتِيْعَابِ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِقِيَامِهٖ مَقَامَ الْوُضُوْءِ

(ھدایہ اولین ص ۳۷ کتاب الطہارات باب التیمم)

ترجمہ:

تیمم دو دفعہ زمین پر ہاتھ مار کر کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ہاتھ مار کر

Marfat.com

اپنا چہرہ اور دوسری مرتبہ اپنے دونوں بازو کہنیوں تک کا مسح کیا جائے گا۔ دلیل یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ جو تیمم کے لیے دو دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا ہے۔ ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری دونوں ہاتھوں (بازوؤں) کے لیے ہے۔ اور زمین پر ہاتھ مار کر ان کو جھاڑ لیا جائے تاکہ زیادہ لگی ہوئی مٹی جھڑ جائے۔ یہ اس لیے کہ اگر زیادہ مٹی لگی ہوتے ہوئے منہ پر ہاتھ پھیرا گیا۔ تو اس طرح مُثلہ (شکل بگڑنے) کا خطرہ ہے۔ اور دونوں اعضاء کا مسح کرتے وقت یہ بھی خیال رہے۔ کہ ظاہر روایت کے مطابق دونوں اعضاء میں کوئی تھوڑی سی جگہ بھی ایسی نہیں ہونی چاہیئے جو مسح سے بچی رہے۔ کیونکہ تیمم میں مسح دراصل وضو کے قائم مقام ہے:۔

نوٹ

گزشتہ اوراق میں ایک مسئلہ کے ضمن میں اہل تشیع اپنے اوپر کیے گئے اعتراض کا جواب یُوں دیتے ہیں۔ کہ خون اور پیپ وغیرہ سے ہمارا مسلک یہی ہے۔ کہ ان سے وضو نہیں جاتا۔ اور ان دونوں سے وضو ٹوٹ جانے کی جو روایت وسائل الشیعہ میں امام جعفر صادق سے منقول ہے۔ وُہ ان کے "تقیہ" کا نمونہ ہے۔ اسی طرح یہاں تیمم کے مسئلہ میں بھی جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ امام صاحب تو پورے چہرہ اور کہنیوں تک بازوؤں کا مسح کرنے کا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ اور تم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ تو اس کے جواب میں؟ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ قول بھی "تقیہ" پر محمول ہے۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ

اَقُوْلُ مَسْحُ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَحْمُوْلٌ عَلَى التَّقِيَّةِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۹۷۹)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تیمم کے بارے میں جو یہ حدیث آئی ہے۔ کہ پورے چہرے اور دونوں بازوؤں کا کہنیوں تک تیمم میں مسح کرنا چاہیئے۔ یہ تقیہ پر محمول ہے۔ (یعنی آپ نے یہ بات بطور تقیہ کہی ہے)

حالانکہ یہ بہانا تاریخی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ خود شیعہ کتب اس کی صراحت کرتی ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ ایسا زریں دور تھا۔ کہ جس میں شیعیت کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کھلے بندوں احادیث کی تعلیم لیتے تھے۔ جیسا کہ پچھلے مسئلہ میں ہم اس کی کچھ وضاحت کر چکے ہیں۔ اس لیے یہ محض بہانہ ہے حقیقت نہیں۔

Marfat.com

باب
اذان

"اذان"، شعائر اسلام میں سے ہے۔ اور اس کے الفاظ بارگاہِ رسالت سے حاصل شدہ ہیں۔ کسی کو اپنی طرف سے کمی بیشی کی اجازت نہیں ہے۔ لہذا ہر وہ شخص جو اذان کے ان الفاظ میں زیادتی یا کمی کرے وہ بدعتی بلکہ لعنتی ہے اس بات سے تمام واقف ہیں۔ کہ اذان کے الفاظ میں اہل تشیع نے چند الفاظ زیادہ مقرر کر رکھے ہیں۔ مثلاً محمد وآل محمد خیر البریہ، اشھد ان علیا ولی اللہ، اشھد ان علیا امیر المومنین حقا۔ اگر ان سے اس بارے میں عام آدمی گفت گو کرے۔ تو کہتے ہیں۔ تمہاری اہل سنت کی اذان میں نہ اہل بیت کا ذکر ہے۔ اور نہ ہی تم علی ولی اللہ کہہ کر ان کی ولایت کا اقرار کرتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے دل میں نہ اہل بیت سے محبت ہے۔ اور نہ ہی حضرت علی المرتضٰے کو ولی اللہ کہنا گوارا کرتے ہو۔ لیکن یہ اُن کا ایک فریب اور دھوکہ ہے۔ ان کی اذان کے زائد الفاظ جو تقریباً آٹھ کلمات بنتے ہیں۔ ان کو بہت بعد میں اذان میں شامل کیا گیا۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حضرت موسیٰ بن جعفر کے زمانہ تک وہی اذان ہوتی تھی۔ جو اہل سنت دیتے ہیں۔ اور اسی کا حکم ائمہ اہل بیت دیتے رہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ

عَنْ مُوْسیٰ بِنْ جَعْفَرٍ عَنْ اٰبَائِہٖ عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ فِیْ حَدِیْثٍ تَفْسِیْرِ الْاِذَانِ اَنَّہٗ قَالَ فِیْہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، ...... حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۶۴۷
ابواب الاذان)
(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول
ص ۱۸۸ فی الاذان والاقامۃ)

ترجمہ:

جناب موسیٰ بن جعفر اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ سے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے اذان کی تفسیر میں حدیث بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اللہ اکبر چار مرتبہ۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ دو مرتبہ حیّ علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حیّ علی الفلاح دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ

Marfat.com

اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ۔

نوٹ:

وسائل الشیعہ کی مذکورہ روایت جو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی۔ اس میں انہوں نے اپنی ذات سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک تمام ائمہ کی یہی اذان بیان کی یعنی۔ ۱۔ موسےٰ کاظم، ۲، امام جعفر صادق۔ ۳۔ امام محمد باقر ۴۔ امام زین العابدین ۵۔ امام حسین ۶ امام حسن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ لگاتار سات ائمہ اہل بیت کی یہ اذان تھی۔ اور یہی اذان اہل سنت کہتے ہیں۔ اس میں ان آٹھ کلمات کا نام ونشان نہیں ہے۔ جو اہل تشیع نے اپنی اذان میں زائد کر لیے ہیں۔ اس سے اہل تشیع کا وہ دھوکہ بھی کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ سنیوں کو چونکہ اہل بیت سے محبت نہیں۔ اس لیے وہ اذان میں ان کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ یہ الزام تو خود ان کے سر آتا ہے۔ کہ جن ائمہ کے تم فدائی اور شیدائی کہلاتے ہو۔ ان کی اذان کو تم نے انہی الفاظ سے کہنا قبول نہ کیا۔ بلکہ اپنی طرف سے اس میں چند کلمات داخل کر لیے۔ ائمہ اہل بیت سے مروی اذان وہی ہے جو ہم اہل سنت دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے صحیح جانشین اور پیرو ہم ہیں نہ کہ تم۔ وسائل الشیعہ میں مذکور کلماتِ اذان کے متعلق جب ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ تو تیمم کی طرح یہاں بھی "تقیہ"، کی رٹ لگاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے دورِ خلافت میں "تقیہ"، کی کیا ضرورت تھی۔ شیر خدا ہوں۔ اور خلیفہ وقت بھی ہوں۔ اور حق کے اظہار کے متعلق سب ایک طرف اور آپ تنہا ایک طرف تب بھی کوئی ہچکچاہٹ نہ فرمائیں۔ اس کے باوجود اہل تشیع ان پر "تقیہ"، کا الزام لگا کر اپنا اُلّو سیدھا

Marfat.com

کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے بعد امام حسن و حسین جو حق کی سربلندی کی خاطر قربان ہو گئے۔ ناقابل یقین ہے کہ وہ اذان کے الفاظ میں "تقیہ" کریں۔ پھر اصل واصول شیعہ ص ۲۰۵ کے تاریخی حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ شیعیت کے فروغ کا سنہرا زمانہ تھا۔ اس میں "تقیہ" کی کیا ضرورت۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ اذان کے الفاظ وکلمات وہی ہیں۔ جو ان ائمہ سے مروی ہیں۔ جو یہ خود اپنے اپنے دور میں کہتے رہے۔ اب ذرا اپنوں کی بھی سن لو۔ ان زائد کلمات اذان کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔

اذان میں زیادتی کرنے والا گنہگار ہے

المبسوط

فَاَمَّا قَوْلُ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَآلُ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ عَلٰى مَا وَرَدَ فِي شَوَاذِ الْاَخْبَارِ فَلَيْسَ بِمَعْمُوْلٍ عَلَيْهِ فِي الْاَذَانِ وَلَوْ فَعَلَهُ الْاِنْسَانُ يَاْثِمُ بِهِ غَيْرَ اَنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَضِيْلَةِ الْاَذَانِ وَلَا كَمَالِ۔

(المبسوط جلد ۱ ص ۹۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اذان میں یہ کہنا "اشھد ان علیا امیر المومنین

Marfat.com

اور آل محمد خیر البریۃ، جیسا کہ شاذ اخبار میں آیا ہے۔ ان کے کہنے پر کوئی کاربند نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اذان میں یہ کلمات کہتا ہے۔ تو وہ گنہگار ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ کلمات اذان کی فضیلت اور کمال میں سے بھی نہیں ہیں۔

اللمعۃ الدمشقیہ

فَهٰذِهِ جُمْلَةُ الْفُصُوْلِ الْمَنْقُوْلَةِ شَرْعًا وَ لَا يَجُوْزُ اِعْتِقَادُ شَرْعِيَّةِ غَيْرِ هٰذِهِ الْفُصُوْلِ (فِي الْاَذَانِ وَ الْاِقَامَةِ كَالتَّشَهُّدِ بِالْوِلَايَةِ) لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَ اَنَّ مُحَمَّدًا وَ اٰلِهِ ، خَيْرُ الْبَرِيَّةِ) اَوْخَيْرُ الْبَشَرِ (وَ اِنْ كَانَ الْوَاقِعُ كَذٰلِكَ) فَمَا كُلُّ وَاقِعٍ حَقًّا يَجُوْزُ اِدْخَالُهُ فِي الْعِبَادَاتِ الْمُوَظَّفَةِ شَرْعًا الْمَحْدُوْدَةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَكُوْنُ اِدْخَالُ ذٰلِكَ فِيْهَا بِدْعَةً وَ تَشْرِيْعًا۔

(اللمعۃ الدمشقیۃ الفصل الثالث فی کیفیۃ الصلوٰۃ جلد اول ص-۲۴۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مذکورہ اذان جو کہ اہل سنت کی اذان کے مطابق ہے۔

Marfat.com

یہی شرع میں منقول ہے۔ اس کے علاوہ زائد کلمات کا شرعی طور پر درست سمجھنا جائز نہیں ہے۔ چاہے وہ اذان میں ہوں یا اقامت میں جیسا کہ حضرت علی المرتضٰی کی ولایت کی گواہی کے الفاظ اور محمد وآل کے خیر البریہ اور خیر البشر ہونے کے الفاظ ہیں۔ اگرچہ جو کچھ ان کلمات میں کہا گیا ہے۔ وہ واقعۃً درست ہے۔ لیکن ہر وہ بات جو واقع کے مطابق سچی اور حق ہو اُسے ایسی عبادات میں داخل کر لینا جو شرعی وظیفہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حد بندی کی گئی ہو۔ جائز نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا ان کلمات کا اذان میں داخل کرنا بدعت ہے۔ اور ایک نئی شریعت بنانا ہے۔

وسائل الشیعہ

وَقَالَ الصَّدُوْقُ بَعْدَ مَا ذَكَرَ حَدِيْثَ اَبِيْ بَكْرِ الْحَضْرَمِيِّ وَكُلَيْبِ الْاَسَدِيِّ هٰذَا هُوَ الْاَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يُزَادُ فِيْهِ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُ وَالْمُفَوِّضَةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ قَدْ وَضَعُوْا اَخْبَارًا وَزَادُوْا بِهَا فِي الْاَذَانِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَوٰى بَدَلَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

Marfat.com

حَقًّا مَرَّتَيْنِ وَلَا شَكَّ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللهِ وَاَنَّهُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا وَاَنَّ مُحَمَّدًا وَاٰلَهُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وَلٰكِنَّ ذَالِكَ لَيْسَ فِيْ اَصْلِ الْاَذَانِ وَاِنَّمَا ذَكَرْتُ ذَالِكَ لِيُعْرَفَ بِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ الْمُتَّهَمُوْنَ بِالتَّفْوِيْضِ الْمُدَلِّسُوْنَ اَنْفُسَهُمْ فِيْ جُمْلَتِنَا اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۴
صفحہ ۶۴۸ کتاب الصلوٰۃ
باب الاذان)
(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ
جلد اوّل صفحہ ۱۸۸/ باب الاذان
والاقامہ)

ترجمہ:

ابوبکر حضرمی اور کلیب اسدی کی حدیث ذکر کرنے کے بعد شیخ صدوق نے کہا۔ یہی (یعنی اہل سنت والی) اذان صحیح اذان ہے۔ نہ اس میں زیادتی کی گئی ہے اور نہ اس سے کچھ الفاظ کم کیے گئے ہیں۔ اور گروہ مفوضہ (اللہ کی اُن پر لعنت ہو) نے بہت سی روایات گھڑیں۔ اور ان کی بنا پر انہوں نے اذان میں "محمد وآل محمد خیر البریہ" کے الفاظ دو مرتبہ کہنے کے لیے بڑھا دیئے۔ اور ان کی بعض روایات میں اشہد ان محمد ارسول اللہ کے بعد اشہد ان علیا ولی اللہ دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ ان مفوضیں سے

Marfat.com

بعض نے ان الفاظ کی بجائے یہ الفاظ روایت کیے ہیں "واشهد ان علیا امیر المومنین حقا"، یہ بات یقینی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "ولی اللہ" ہیں اور سچے امیر المومنین ہیں۔ اور محمد وآل محمد خیر البریۃ ہیں۔ لیکن یہ الفاظ اصل اذان میں نہیں ہیں۔ میں نے یہ الفاظ اس لیے ذکر کیے ہیں۔ تاکہ ان کی وجہ سے وہ لوگ پہچانے جائیں۔ جو مفوضہ ہونے کی اپنے اوپر تہمت لیے ہوئے ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو ہم اہل تشیع میں سے شمار کرتے ہیں۔

فقہ امام جعفر صادق

ثَبَتَ بِالْاِجْمَاعِ اَنَّ الْاِمَامَ الصَّادِقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُؤَذِّنُ هٰكَذَا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

وَاتَّفَقُوْا جَمِيْعًا عَلٰى اَنَّ قَوْلَ (اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ) لَيْسَ مِنْ فُصُوْلِ الْاَذَانِ وَاَجْزَائِهٖ

Marfat.com

وَ اَنَّ مَنْ اَتٰی بِہٖ بِنِیَّۃِ اَنَّہٗ مِنَ الْاَذَانِ فَقَدْ اَبْدَعَ فِی الدِّیْنِ وَ اَدْخَلَ فِیْہِ مَا ھُوَ خَارِجٌ عَنْہُ۔

(فقہ امام جعفر صادق مصنفہ محمد جواد مغنیہ جلد ۱
ص ۱۶۶ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:

بالاجماع ثابت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یُوں اذان دیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر چار مرتبہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ حی علی خیر العمل دو مرتبہ، اللہ اکبر دو مرتبہ اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ۔ اور تمام کا اس بات پر بھی اتفاق ہے۔ کہ "اشہد ان علیا ولی اللہ"، کلماتِ اذان اور اس کے اجزاء میں سے نہیں ہے۔ اور اس پر بھی کہ جو شخص ان الفاظ کو اس نیت سے کہتا ہے۔ کہ یہ بھی اذان میں شامل ہیں۔ تو اس نے دین میں بدعت نکالی۔ اور وہ بات دین میں داخل کر دی جو اس سے خارج تھی۔

لمحہ فکریہ:

کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ

۱۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام موسیٰ کاظم تک کلمات اذان وہی تھے جواب اہل سنت کی اذان کے ہیں۔

Marfat.com

۲۔ اشہد ان علیا ولی اللہ اور محمد و آل محمد خیر البریۃ کے الفاظ ایسی روایات میں مذکور ہیں۔ جو شاذ ہیں۔
۳۔ ان دونوں زائد کلمات کو کہنے والا گنہگار ہے۔
۴۔ حضرت علی المرتضےٰ کا "ولی اللہ" ہونا اور محمد وآل محمد کا خیر البریہ ہونا۔۔ واقعۃً درست ہے۔
۵۔ لیکن ان الفاظ کا کلمات اذان میں شامل کرنا بدعت اور نئی شریعت گھڑنا ہے۔
۶۔ علی ولی اللہ، محمد وآل محمد خیر البریۃ کے الفاظ اذان میں مفوضہ نے داخل کیے جو ملعون ہیں۔

ان امور کو مدنظر رکھ کر اس دور کے اہل تشیع کی اذان کے الفاظ پر غور کریں۔ اور ان میں دیکھیں۔ کہ کیا کیا الفاظ زیادہ ہیں۔ ان زیادہ الفاظ کی وجہ سے انہوں نے ائمہ اہل بیت کی اذان کو من وعن قبول نہ کر کے اپنی مرضی کی شریعت گھڑی۔ اور اس بدعت کی بنا پر وہ گنہگار ہوئے اور اپنے آپ کو مفوضہ نامی ملعون فرقے میں سے شمار کرا لیا۔ یہ سب باتیں ہم نے اپنی طرف سے اگر کہی ہوتیں۔ تو پرواہ نہ کی جاتی۔ لیکن یہ باتیں حضرات ائمہ اہلبیت اور شیعہ مجتہدین کی ہم نے نقل کی ہیں۔ اب ان کی محبت کا دعویٰ کرنے والے اور ان کے ارشادات کو شریعت سمجھنے والے اپنے بارے میں خود فیصلہ کر لیں۔ کہ وہ اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچے ہیں۔ اور کس حد تک ان کی باتوں پر عمل پیرا ہیں۔

Marfat.com

اذان میں الفاظ ولائت وامامت وغیرہ کے بارے میں شیخ صدوق کا فتویٰ۔ کہ یہ زیادتی ایک لعنتی مفوضہ فرقے نے کی ہے

"من لایحضرہ الفقیہ" کے مصنف شیخ صدوق (کہ جس کی روایت ابھی گزری) نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ومنقول الفاظِ اذان کو لکھنے کے بعد ان الفاظ کے بارے میں اپنا فتویٰ دیا۔ جو اہل تشیع نے بطور اضافہ اذان میں شامل کر لیے ہیں۔ اور بتلایا کہ یہ کن لعینوں کی سازش تھی۔ ملاحظہ ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَ قَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ هٰذَا هُوَ الْاَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يُزَادُ فِيْهِ وَ لَا يُنْقَصُ مِنْهُ وَالْمُفَوِّضَةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ قَدْ وَضَعُوْا اَخْبَارًا وَ زَادُوْا فِي الْاَذَانِ مُحَمَّدٌ وَّ اٰلُ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ وَ فِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ وَ مِنْهُمْ مَنْ رَوٰى بَدَلَ ذَالِكَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا مَرَّتَيْنِ وَ لَا شَكَّ فِيْ اَنَّ عَلِيًّا

Marfat.com

وَلِیُّ اللّٰہِ وَاَنَّہٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ حَقًّا وَاَنَّ مُحَمَّدًا وَاٰلَہٗ
صَلَوٰۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ وَلٰکِنْ لَیْسَ
ذَالِکَ فِی اَصْلِ الْاَذَانِ وَاِنَّمَا ذَکَرْتُ ذَالِکَ لِیُعْرَفَ
بِھٰذِہِ الزِّیَادَۃِ الْمُتَّھِمُوْنَ بِالتَّفْوِیْضِ الْمُدَلِّسُوْنَ
اَنْفُسَھُمْ فِیْ جُمْلَتِنَا۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸ تا ۱۸۹
فی الاذان والاقامۃ الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

(۲۔ من لایحضرہ الفقیہ ص ۹۳ باب الاذان
والاقامۃ طبع قدیم مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

اس کتاب (من لایحضرہ الفقیہ) کا کہنا ہے کہ صحیح اور کامل اذان وہی ہے۔ جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اسی کتاب میں روایت کی گئی ہے۔ نہ اس میں زیادتی ہو سکتی ہے اور نہ ان الفاظ سے کم جو اس میں مذکور ہوئے۔ "مفوضہ" نامی گروہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے بہت سی من گھڑت باتیں بنائیں۔ اور ان من گھڑت باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے اذان میں "محمد و آلہ خیر البریۃ" کے الفاظ بڑھا دیئے۔ انہی کی کچھ دوسری من گھڑت روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ اشہد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ کے بعد دو مرتبہ مؤذن یہ بھی کہے۔ "اشہد ان علیا ولی اللہ"۔ ان میں سے ہی بعض نے مذکورہ الفاظ کی جگہ یہ الفاظ کہنے کو کہا۔ "اشہد ان علیا امیر المومنین

Marfat.com

حَقًّا۔،،

یہ باتیں حقائق پر مبنی ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ ،،ولی اللہ،، ہیں آپ ،،امیر المؤمنین بالحق،، ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک ،،خیر البریۃ،، ہیں لیکن اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ الفاظ ہرگز ہرگز اذان میں داخل نہیں ہیں (مصنف) نے یہ بات اس لیے ذکر کی تاکہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کی پہچان ہو جائے۔ جو ،،مفوضہ،، کہلاتے ہیں۔ اور ہم میں سے اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔

شیخ صدوق (مصنف من لایحضرہ الفقیہ) نے کتنے واضح الفاظ میں اس کی نشاندہی کر دی۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی اذان وہی ہے۔ جو مذکور ہوئی۔ اور جو لوگ مذکورا ذان میں زیادہ الفاظ پڑھتے ہیں۔ ان کا تعلق ،،مفوضہ،، نامی فرقے سے ہے۔ کلمۂ ولایت وغیرہ کے اضافے پر ہم شیعہ لوگوں پر الزام نہیں ہو سکتا۔ ہم اس سے بری ہیں۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول اذان میں ایسے کلمات کا نام و نشان تک نہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ امام موصوف سے مذکورا ذان میں کمی بیشی ہرگز ہرگز جائز نہیں آیئے چلتے چلاتے ،،مفوضہ،، نامی گروہ کا کچھ تعارف بھی ہو جائے۔ اسی ،،من لایحضرہ الفقیہ،، کتاب کے حاشیہ پر اس گروہ کا تعارف یوں لکھا ہے

،،مفوضہ،، نامی گروہ کا مختصر تعارف

حاشیہ من لایحضرہ الفقیہ

اَلْمُفَوِّضَۃُ فِرْقَۃٌ ضَالَّۃٌ قَالَتْ بِاَنَّ اللہَ خَلَقَ مُحَمَّدًا (ص) وَفَوَّضَ اِلَیْہِ خَلْقَ الدُّنْیَا فَھُوَ الْخَلَّاقُ وَقِیْلَ

Marfat.com

بَلْ فَوَّضَ ذَالِكَ اِلٰی عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(حاشیہ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۸
فی الاذان والاقامۃ الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

"مفوضہ" ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس کا عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اس کے بعد دنیا کی پیدائش کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ لہٰذا آپ ہی وہ بہت زیادہ پیدا کرنے والے" ہوئے۔ اور ان کے عقائد میں یہ بھی عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔

"من لایحضرہ الفقیہ مطبوعہ قدیم کے نسخہ کے حاشیہ پر اس گروہ کا تعارف ان الفاظ سے کرایا گیا ہے۔

حاشیہ من لایحضرہ الفقیہ

اَلْمُفَوِّضَۃُ ھُمُ الَّذِیْنَ فَوَّضُوْا الْاُمُوْرَ مِنَ التَّحْلِیْلِ وَالتَّحْرِیْمِ اِلَی النَّبِیِّ وَعَلِیٍّ وَقَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یُحَرِّمْ شَیْئًا وَلَمْ یُحَلِّلْ بَلْ ھُمَا عَلَیْہِمَا السَّلَامُ۔

(حاشیہ من لایحضرہ الفقیہ مطبوعہ قدیم
لکھنؤ ص ۹۳

Marfat.com

ترجمہ:

"مفوضہ" وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے تمام امور کے حلال و حرام کرنے کا اختیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر رکھا ہے۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی شئی کو حلال کیا۔ اور نہ ہی حرام بلکہ یہ کام ان دونوں (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کا ہے۔

گروہ مفوضہ کے گمراہ اور لعنتی ہونے پر ائمہ اہل بیت کا اتفاق ہے

احتجاج طبرسی

و قد روی عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام من ذم الغلاۃ و المفوضۃ و تکفیرھم و تضلیلھم و البراءۃ منھم و ممن والاھم و ذکر علۃ ما دعاھم الی ذالک الاعتقاد الفاسد الباطل ما قد تقدم ذکر طرف منہ فی ھذا الکتاب و کذالک روی عن ابآئہ و ابنائہ علیھم السلام فی حقھم و الامر بلعنتھم و البراءۃ منھم و اشاعۃ حالھم و الکشف عن سوء اعتقادھم لی لا یعلق بقلوبھم ضعفاء الشیعۃ و لا یعتقد

Marfat.com

مَنْ خَالَفَ هٰذِهِ الطَّائِفَةَ اَلَا الشِّيْعَةَ الْاِمَامِيَّةَ بِاَسْرِهِمْ عَلٰى ذَالِكَ لَغُوْ ذُمَّنَهٗ وَ مِمَّنْ اِعْتَقَدَهٗ وَ ذَهَبَ اِلَيْهِ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۳۱ / کلام الامام الرضا علیہ السلام فی ذم الغلاۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ حد سے بڑھنے والے (شیعہ) اور مفوضہ نامی فرقہ کی آپ نے مذمت کی۔ اور ان کو کافر اور گمراہ بھی کہا۔ اور ان سے کامل بیزاری کا بھی اظہار کیا۔ صرف اس گروہ کے متعلق ہی امام موصوف کے یہ خیالات نہ تھے۔ بلکہ ہر شخص کے بارے میں آپ کا یہی خیال تھا۔ جس نے ان سے دوستی رکھی۔ اور امور ولایت ان کے سپرد کیے۔ آپ نے وہ وجہ بھی بیان فرمائی۔ کہ جس کی بنا پر آپ نے ان کی اس قسم کے الفاظ سے مذمت کی۔ یعنی اس گروہ کے وہی فاسد عقیدے اور باطل نظریات کہ جن میں سے کچھ پہلے ذکر ہو چکے ہیں۔
امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کے آباؤ اجداد اور ان کے صاحبزادگان نے بھی اس فرقہ کی مذمت ایسے الفاظ سے کی۔ جو امام سے منقول ہوئے۔ ان سے علیحدگی اختیار کرنا، ان پر لعن طعن کرنا، ان کے عقائد و اعمال پر لوگوں کو مطلع کرنا اور ان کی بدعقیدگی کی تشہیر یہ ایسی باتوں کا ان حضرات نے حکم دیا ہے تاکہ مذہب شیعہ کے کمزور عقیدے والے لوگ ان کی میٹھی میٹھی باتوں کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اور اس لیے بھی ایسا کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہر وہ شخص جو اس گروہ مفوضہ

Marfat.com

کا مخالف ہے۔ وہ یہ اعتقاد نہ کر بیٹھے۔ کہ شیعہ تمام کے تمام ہوتے ہی ایسے ہیں۔ ہم اس گروہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ ہم ان کے اعتقادات سے بیزاری کرتے ہیں۔ اور ہر ایسے شخص سے ہماری کُٹی جوان کا ہم مذہب ہے۔

خلاصہ کلام:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام آباؤ اجداد و صاحبزادگان یعنی تمام ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا یہی ارشاد ہے۔ کہ "مفوضہ،، نامی فرقہ کافر، گمراہ اور بدمذہب ہے۔ کیونکہ ان کے عقائد کفر اور باطل پر مبنی ہیں۔ اور ان لعینوں نے ہی ائمہ اہل بیت سے مروی اذان میں "کلمہ ولایت وغیرہ،، کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔ اصل اذان میں وہ کلمات نہیں۔ علامہ طبرسی نے اپنی تصنیف احتجاج طبرسی میں جو نقل کیا۔ اس سے صاف واضح کہ موجودہ دور کے شیعہ (جو کہ اذان میں انہی کلمات کا اضافہ کرتے ہیں۔ جن کا مفوضہ نے کیا) مفوضہ فرقہ سے متعلق ہیں۔ ان کا مذہب بعینہٖ انہی کا ہے۔ ان تمام شیعوں کا نہ تو امام رضا رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہ ان کے آباؤ اجداد سے کوئی عقیدت۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک اذان میں مذکور اضافہ کی بنا پر مفوضہ ہوئے۔ اور یوں ائمہ اہل بیت کے نزدیک گمراہ اور ملعون قرار پائے۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے منقول و مروی اذان انہی کلمات پر مشتمل ہے۔ جو اہل سنت و جماعت کی اذان میں ہیں۔ لہٰذا حضرات ائمہ اہل بیت کے ہاں مقبول و منظور اہل تشیع نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

(ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء من عباده)

Marfat.com

ایک اعتراض!

اگر کوئی شیعہ یہ اعتراض کرے۔ کہ ہمیں تم کہتے ہو۔ کہ تم نے اذان کے کلمات میں اضافہ کیا ہے۔ اور ایسا کرنا بدعت ہے۔ تو تم سنیوں نے بھی تو ایسا کیا ہے۔ ثبوت یہ ہے۔ کہ الصلوۃ خیر من النوم صبح کی اذان میں زیادہ کیا گیا ہے۔ اور ہم اپنی اذان میں اس لیے نہیں پڑھتے کہ یہ الفاظ ناجائز ہیں۔ اور کسی امام نے یہ نہیں کہے۔ البتہ اس کو بدعتِ عمر بن الخطاب کہا جا سکتا ہے:۔

جواب

اس سوال کے جواب میں ہم اولاً یہ گزارش کرتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کے ناجائز ہونے کی وجہ اگر یہ ہے کہ ان کا معنی اور مفہوم غلط ہے اور شریعت کے خلاف ہے۔ تو یہ وجہ بالکل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ ان الفاظ کا معنی یہ ہے۔

Marfat.com

نماز نیند سے بہتر ہے۔ اور ہر ذی عقل اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نماز واقعی نیند سے بہتر ہے۔ اگر اس کے علاوہ یہ وجہ ہے کہ ائمہ اہل بیت میں سے کسی سے اذان صبح میں یہ الفاظ کہنا مروی نہیں۔ اور اس لیے ہم اہل تشیع ان الفاظ کو ناجائز کہتے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں ہم گزارش کرتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کی ادائیگی ائمہ اہل بیت میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہ روایت بھی کتب اہل تشیع میں پائی جاتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ اَبِیْ یُنَادِیْ فِیْ بَیْتِہٖ بِالصَّلٰوۃِ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ وَلَوْ رَدَدْتَ ذَالِکَ لَمْ یَکُنْ بِہٖ بَاْسٌ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص۶۳ فی عدد فصول الاذان والاقامۃ۔

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ ۶۵۱)

ترجمہ:

"محمد بن مسلم، حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ امام موصوف نے فرمایا۔ کہ میرے والد گرامی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں "الصلوۃ خیر من النوم" کہا

Marfat.com

کرتے تھے۔ اور اگر میں بھی ان کلمات کو دہراؤں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"الصلوٰۃ خیر من النوم" کے بارے میں ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔ بلکہ اذان فجر میں یہ الفاظ آپ کے ارشاد فرمانے سے پڑھے گئے۔ اب اگر انہیں ناجائز کہا جاتا ہے۔ تو پھر لازم آئے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ ناجائز کلمات اذان میں کہنے کا حکم دیا۔ اور پھر انہی ناجائز الفاظ کو امام زین العابدین نے بار ہا کہا۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ انہیں کہنا غلط اور ناجائز نہیں سمجھتے۔ ان ائمہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ لہٰذا اگر یہ بدعت ہے۔ تو بدعتِ امامی بھی ہو گی۔ صرف بدعتِ عمری ہی نہیں ہو گی۔ ان الفاظ کو بطور تثویب کہا گیا جن سے لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

نوٹ:

اہل تشیع شاید یہ کہہ دیں۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے الفاظ مذکورہ بطور تقیہ کہے تھے۔ جیسا کہ تیمم اور خون و پیپ کے مسئلہ میں یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہم امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں "تقیہ" کرنے کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے کیونکہ "تقیہ" کا معنی کھلم کھلا جھوٹ ہوتا ہے۔ اور امام موصوف اس عیب و نقص سے بہت دور تھے۔ دوسری وجہ تسلیم نہ کرنے کی یہ بھی ہے۔ کہ "تقیہ" اہل تشیع کے نزدیک بوقت خوف کام میں لایا جاتا ہے۔ لیکن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو کیا اپنے گھر والوں سے خوف تھا۔ وہ ان کے جانی دشمن تھے۔ اُن کی شر سے بچنے کے لیے آپ یہ الفاظ کہتے رہے۔ اگر گھر والوں سے کوئی خوف نہ تھا

Marfat.com

اور واقعی نہ تھا۔ تو پھر ان کلمات کو "تقیہ" پر محمول کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ امام صاحب نے خوف و خطرہ کے نہ ہوتے ہوئے بھی "تقیہ" کیا۔ کیا یہ صریح جھوٹ نہ بنے گا۔

معلوم ہوا۔ کہ "الصلوۃ خیر من النوم"، جس طرح اہل سنت کی کتب میں سنت نبوی ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح اہل تشیع کی کتب میں اس کا سنت امامی ہونا بھی موجود ہے۔ اذان کے ان چند مسائل سے معلوم ہوا کہ..... اہل تشیع نے جو اپنی اذان میں چند کلمات کا اضافہ کیا ہے۔ وہ کسی امام سے مروی نہیں۔ بلکہ ان کے اپنے بڑوں کی من گھڑت باتیں ہیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ)

فقہ جعفریہ میں جنبی کی آذان بلاکراہت جائز ہے

من لایحضرہ الفقیہ:

وَ کَانَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ لَا بَاْسَ اَنْ یُؤَذِّنَ الْغُلَامُ قَبْلَ اَنْ یَحْتَلِمَ وَ لَا بَاْسَ اَنْ یُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَھُوَ جُنُبٌ۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۱۸۸ فی الاذان)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۵۴ فی الاذان)

(۳ وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۶۲، کتاب الصلوۃ باب الاذان)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر لڑکا بالغ ہونے سے پہلے اذان دیتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اسی طرح جنبی کی اذان میں بھی کوئی حرج نہیں۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ تُؤَذِّنُ وَاَنْتَ عَلٰی غَیْرِ وَضُوْءٍ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا وَاَیْنَمَا تَوَجَّهْتَ۔

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۶۲۷ کتاب الصلوۃ)

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۱۸۳ / باب الاذان)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ تو بغیر وضوء اذان دے دیا کر۔ اور ایک ہی کپڑے میں اذان ہو سکتی ہے۔ چاہے بیٹھ کر اذان دے یا کھڑے ہو کر اور جدھر مرضی منہ کر کے اذان دے دے۔ سب جائز ہے

تبصرہ

قارئین کرام! "فقہ جعفریہ" نے اپنے ماننے والوں کے لیے بہت زیادہ

Marfat.com

آسانی پیدا کر دی ہے۔ اور اس آسانی کی ایک جھلک اذان میں بھی نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ نہ اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے نہ بالغ ہونا ضروری ہے نہ قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔

Marfat.com

کِتَابُ الصَّلٰوۃ

نماز کے متعلق فقہ جعفریہ سے چند مسائل

مسئلہ نمبر (۱)

دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے نماز نہیں ٹوٹتی

وسائل الشیعہ:

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اَخِیْہِ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنِ الْمَرْاَۃِ تَکُوْنُ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَرِیْضَۃِ وَوَلَدُھَا اِلٰی جَنْبِھَا یَبْکِیْ وَھِیَ

Marfat.com

قَاعِدَةٌ هَلْ يَصْلُحُ لَهَا اَنْ تَتَنَاوَلَهُ فَتَقْعُدَهُ فِيْ حِجْرِهَا وَتُسْكِتُهُ وَتُرْضِعَهُ ؟ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد چہارم صفحہ ۲۷۳ کتاب الصلوٰۃ)

(۲۔ قرب الاسناد ص ۱۰۱ باب جواز حمل المرأۃ طفلها فی الصلوٰۃ فی ارضاعها ایاہ جالسۃً

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے پوچھا کہ ایک عورت فرضی نماز پڑھ رہی ہو۔ اس کا بچہ اس کے پہلو میں رو رہا ہو۔ اور وہ عورت بیٹھی ہوئی ہو تو کیا اس کے لیے یہ جائز ہے۔ کہ وہ اٹھ کر بچے کو پکڑے اسے اپنی گود میں بٹھائے۔ اور اُسے چپ کرائے اور دودھ پلائے؟ فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ

نماز اول تا آخر عبادت الٰہیہ ہے۔ اور اس میں تکبیر تحریمہ کے بعد بجز عبادت کے دوسرے تمام کام حرام ہو جاتے ہیں۔ اور خاص کر ایسا کام کہ خود نمازی اُسے نماز کے منافی سمجھے، دیکھنے والا اُس کو نمازی نہ جانے۔ اصطلاحِ فقہ میں اس قسم کے عمل کو "عمل کثیر" کہا جاتا ہے۔ اور عمل کثیر سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اب اس قانون کو مدنظر رکھ کر آپ مذکورہ مسئلہ دیکھیں۔ عورت حالت نماز میں بچے کو اٹھاتی ہے۔ اُسے چپ کراتی ہے۔ اُسے گود میں بٹھا کر اپنا دودھ بھی پلاتی

Marfat.com

ہے۔ کیا یہ سب باتیں ہوتے ہوئے دیکھ کر کوئی دوسرا آدمی اس عورت کو نماز پڑھنے والی عورت کہہ سکتا ہے؟ یا وہ خود ان کاموں کے کرتے ہوئے اپنی نماز کو کامل اور مکمل سمجھتی ہے؟ کوئی بھی ایسا ہرگز نہ کہے گا۔ اس لیے اس کی نماز ٹوٹ گئی لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ پر کہ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود "لا بأس،، ہے۔ کوئی کراہت بھی نہیں ہے۔ نماز کا فاسد ہونا یا باطل ہونا تو درکنار۔ ایسی رعایات کسی اور فقہ میں ملنا عنقا ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب شریعت اپنی خواہشات کے مطابق ہو۔ تو پھر ایسی باتیں آدمی ڈھونڈ لیتا ہے۔ اور اگر حضرات انبیاء کرام کے ذریعہ سے ملنے والی شریعت ہو۔ تو پھر اس میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اور نفسانی خواہشات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ان انبیائے کرام کے نقش قدم پر چلنے والے حضرات مزاج شریعت سے ہٹ کر آسانیاں تلاش نہیں کیا کرتے۔ جس قدر کسی شرعی حکم میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس کا اجر و ثواب بھی اسی قدر بڑھ جاتا ہے۔ اسی فلسفہ کے تحت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا یہ قول مشہور ہے۔ کہ کاش سردیوں میں لگاتار نمازیں ہوتیں اور گرمیوں میں متواتر روزے ہوتے۔ یہ مجھے اچھا لگتا۔ لیکن فقہ جعفریہ کو دیکھیں۔ اس میں تکلیف کم سے کم کر کے بڑے سے بڑا اجر و ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تن آسانیاں اور نفس پروریاں حضرات ائمہ اہل بیت سے مروی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلنے والے نہ تھے بلکہ یہ ان لوگوں کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہیں۔ جن کو ابوبصیر، زرارہ اور محمد بن مسلم وغیرہ کے نام سے لکھا پڑھا جاتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

مسئلہ ۲

دوران نماز بیوی یا لونڈی کو سینے سے لگانا جائز ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مِسْمَعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ اَكُوْنُ اُصَلِّيْ فَتَمُرُّ بِيَ الْجَارِيَةُ فَرُبَّمَا ضَمَمْتُهَا اِلَيَّ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ ص ۲۷۳ جلد ۴
باب عدم بطلان الصلوة بضم
المرأة المحللة)

ترجمہ:
مسمع کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضٰے سے پوچھا میں نماز

Marfat.com

پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ اور میرے آگے سے لونڈی گزرتی ہے بسا اوقات میں اُسے سینہ سے لگا لیتا ہوں (کیا یہ نماز میں جائز ہے ؟) فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ:

صاحب وسائل الشیعہ محمد بن حسن نے حدیث مذکورہ جس باب کے تحت درج کی۔ اس کے عنوان کے یہ الفاظ ہیں۔ باب عدم بطلان الصلوٰۃ بضم المراۃ المحللۃ ورویۃ وجھھا۔ یہ باب ان احادیث میں ہے۔ کہ جن میں یہ مذکور ہے۔ کہ کسی حلال عورت کو سینہ سے لگانے اور اس کے چہرہ کو دورانِ نماز دیکھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی طرف جس مذکورہ حدیث کی نسبت کی گئی ہے۔ اس میں اگرچہ یہ شرط اور قید نہیں ہے۔ لیکن صاحب وسائل الشیعہ نے یہ قید از خود لگائی ہے۔ بہر حال اس سے مراد ایسی عورتیں ہیں جن کو دوسرے الفاظ میں محرم کہا جاتا ہے۔ یا جن کا اہل تشیع کے نزدیک سینہ سے لگانا جائز ہے۔ ان سب میں سے زیادہ مواقع اپنی بیوی کے ساتھ میسر آتے ہیں۔ لہٰذا اس روایت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ دورانِ نماز اپنی بیوی کو سینہ سے لگایا جائے۔ تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ نماز بھی پڑھو اور مزے بھی لوٹو۔ خدا بھی راضی کرو اور رضائی کو بھی سینہ سے لگاؤ۔ کیا خوب فقہ ہے۔ اور کیا خوبصورت عبادت ہے۔ جب متعہ سے عظیم ثواب ملتا ہو۔ تو دورانِ نماز بیوی کو گلے لگانے سے نماز کی قبولیت میں کونسی کسر باقی رہ جائے گی ؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

Marfat.com

مسئلہ ۳

دوران نماز آلۂ تناسل سے دل بہلانا جائز ہے۔

وسائل الشیعہ

عن ابی القاسم معاویۃ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ الرجل یعبث بذکرہ فی صلوٰۃ المکتوبۃ قال وما لہ فعل قلت عبث بہ حتیٰ مسّہ بیدہ قال لا بأس۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۶)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابوالقاسم معاویہ بن عمار نے پوچھا۔ ایک مرد اگر نماز فرضی کے پڑھتے ہوئے اپنے آلۂ تناسل

Marfat.com

سے کھیلتا ہے۔ پوچھا اُسے کیا ہوا کہ اس نے ایسا کیا؟ میں نے عرض کیا ویسے ہی کھیلتے ہوئے اُسے اپنا ہاتھ لگاتا ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

قابلِ غور:

"فقہ جعفریہ" میں نہ خوف خدا نہ شرم مصطفےٰ اور نہ احترام ائمہ اہل بیت کچھ بھی نہیں اللہ رب العزت کی نماز کی صورت میں جو عظیم عبادت کی جا رہی ہے۔ اسی میں اپنے آلہ تناسل سے بیکار اور کسی ضرورت کے بغیر چھیڑ چھاڑ کی جا رہی ہے۔ اور پھر اس سے نماز ایسی عبادت کے خشوع وخضوع میں کوئی فرق نہیں پڑتا! اور پھر کمال ڈھٹائی اور بے حیائی سے اس فعل کی اجازت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ ظالموں کو نہ جانے ان سے کونسا پرانا بیر تھا۔ جس کی وجہ سے ایسے مسائل ان کی طرف منسوب کر کے ان کی بدنامی کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس قسم کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اور بھی کئی مواقع مل سکتے تھے امام موصوف کے دادا جناب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ان "نام نہاد محبان علی" کو یاد نہ آیا۔ جب آپ نے نماز پڑھنا شروع کی اور کوفہ کی مسجد میں آگ لگ گئی۔ لوگ بجھانے کے لیے دوڑے۔ جب آپ نے نماز سے سلام پھیرا اور دیکھا کہ لوگ بہت سی تعداد میں جمع ہیں۔ پوچھا۔ یہ لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ کہا گیا آپ کو پتہ نہیں مسجد کا ایک حصہ آگ لگنے سے جل گیا اور بقیہ حصہ ان لوگوں نے آگ کو بجھا کر بچا لیا ہے؟ فرمانے لگے۔ مجھے اس کی کیا خبر ہیں تو صرف اللہ کی طرف متوجہ تھا۔ ایک طرف تو ائمہ اہل بیت کا نماز میں اس قدر استغراق اور دوسری طرف آلہ تناسل سے کھیلنے کی اجازت دیں؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی روایات ان لوگوں نے گھڑ کر ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب

Marfat.com

کردی ہیں۔ اور انہی روایات کے مجموعہ کا نام "فقہ جعفریہ" ہے۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ ۴

نجس ٹوپی اور موزہ پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے

المبسوط

وَ اِذَا اَصَابَ خُفَّهٗ اَوْ تِكَّتَهٗ اَوْجَوْرَبَهٗ اَوْقَلَنْسُوَتَهٗ اَوْ مَا لَا تَتِمُّ الصَّلٰوةُ فِيْهِ مُنْفَرِدًا شَيْئٌ مِنَ النَّجَاسَةِ لَمْ يَكُنْ بِالصَّلٰوةِ فِيْهِ بَاْسٌ۔

(المبسوط جلد اول ص ۳۸
کتاب الطہارت)

ترجمہ:
جب کسی کے موزہ، تہبند، جراب، ٹوپی یا اس چیز کو نجاست لگ جائے جسے تنہا پہن کر نماز نہ ہو سکتی ہو۔ تو ان نجاست بھری اشیاء

Marfat.com

کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنے والے کی نماز میں کوئی خلل نہیں پڑے گا۔

من لا یحضرہ الفقیہ

وَمَنْ اَصَابَ قَلَنْسُوَتَہٗ اَوْ عِمَامَتَہٗ اَوْ تِکَّتَہٗ اَوْجَوْرَبَہٗ اَوْ خُفَّہٗ مَنِیٌّ اَوْ بَوْلٌ اَوْ دَمٌ اَوْ غَائِطٌ فَلَا بَأْسَ بِالصَّلٰوۃِ فِیْہِ وَ ذَالِکَ لِاَنَّ الصَّلٰوۃَ لَا تَتِمُّ فِیْ شَیْءٍ مِنْ ھٰذَا وَحْدَہٗ

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۲ فیما ینجس ثوب الخ)

ترجمہ:

جس کی ٹوپی، پگڑی، تہبند، جراب یا موزہ پر منی لگ جائے یا پیشاب یا خون یا پاخانہ لگ جائے۔ تو اس کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے یہ اس لیے ہے کہ ان میں سے کسی اکیلی چیز سے نماز نہیں ہو سکتی۔

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ قَلَنْسُوَتِیْ وَقَعَتْ فِیْ بَوْلٍ فَاَخَذْتُہَا وَ وَضَعْتُہَا عَلٰی رَأْسِیْ ثُمَّ صَلَّیْتُ فَقَالَ لَا بَأْسَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ کتاب الطہارت جلد دوم ص ۱۰۴۶ باب ۳۱ جواز الصلوٰۃ فی ما لا تتم الخ)

(۲۔ مبسوط جلد ۱ ص ۳۸ کتاب الطہارۃ فی احکام النجاسات و کیفیۃ تطہیرہا)

Marfat.com

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میری ٹوپی پیشاب میں گر پڑی تھی۔ اُسے اٹھا کر میں نے سر پر رکھا۔ اور نماز پڑھ لی۔ (کیا یہ جائز ہے؟) فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

تبصرہ:

قارئین کرام! نماز کی شرائط میں سے جس طرح جسم کی طہارت ہے۔ اسی طرح نمازی کے کپڑوں کی پاکیزگی بھی شرط ہے۔ فقہاء کرام نے نجاست کی دو اقسام ذکر کیں۔ غلیظہ اور خفیفہ۔ فقہ جعفریہ کے جو مسائل ابھی مذکور ہوئے۔ جن میں منی پیشاب، پاخانہ اور خون میں آلودہ کپڑے کا تذکرہ تھا۔ تو یہ نجاستیں غلیظہ شمار ہوتی ہیں۔ اور فقہ حنفی کا ان نجاستوں کے بارے میں یہ قول ہے۔ کہ اگر کپڑے کے کسی حصہ پر ایک درہم کی مقدار برابر لگ جائیں۔ تو ایسا کپڑا پہن کر نماز ادا نہ ہو گی۔ ہاں اس سے کم کی صورت میں نماز ہو جائے گی۔ لیکن فقہ جعفریہ کو دیکھیں اگر ٹوپی، جرابیں، پگڑی وغیرہ پیشاب میں گر جائیں۔ تو ان کے دھوئے بغیر نماز کے جواز کا فتوے دیا جا رہا ہے۔ اور اگر یہ تینوں کپڑے پاخانہ سے بھرے ہوئے ہوں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ موزوں پر بھی پیشاب یا پاخانہ لگا ہوا ہو۔ اور ایک "مومن" نماز پڑھے۔ تو "فقہ جعفریہ" اس کو منع نہیں کرتی۔ اور نہ ہی اس کی نماز میں کسی خرابی کی نشاندہی کرتی ہے۔ ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے کون عقلمند یہ باور کرے گا۔ کہ یہ مسائل ائمہ اہل بیت نے بیان فرمائے ہیں۔ سر سے لے کر پاؤں تک پیشاب و پاخانہ میں آلودہ ہو۔ اور اللہ کے حضور نماز ایسی عظیم عبادت کے لیے کھڑا ہو۔ یہ ان لوگوں کی اختراع ہی ہو گی جنہیں طہارت سے دور کا بھی

Marfat.com

تعلق نہیں۔ایسے مسائل پر مشتمل فقہ کو سیدنا امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرنا ان حضرات کی شان میں بہت بڑی گستاخی اور حد سے زیادہ توہین کے مترادف ہے۔اس سے قبل پردہ کے مسائل میں آپ اس فقہ میں پردہ کی حدود ملاحظہ کر چکے ہیں۔اب ذرا ان کو بھی پیش نظر رکھ کر اور ان مسائل مذکورہ کو ساتھ ملا کر ایک نمازی کا دوران نماز تصور کریں۔یعنی آلۂ تناسل پر ہاتھ رکھا ہوا ہو۔اور دُبر پر کسی کپڑے کی ضرورت نہیں۔کیونکہ وہ ان کے مذہب میں خود ہی باپردہ ہے۔قُبل پر ہاتھ رکھا۔اور پردہ کرنے پر نماز شروع کر دی۔اگر عمامہ باندھنا ہے۔تو وہ پیشاب میں گر کر یا پاخانہ پر پڑ کر "خوشبودار" ہو جائے۔تو پھر اسے سر پر رکھ لیا جائے۔اور اگر تہبند مل جائے۔(جس کی ضرورت نہیں) تو وہ بھی عمامہ کی طرح "معطر" ہونا چاہیئے۔جرابیں پیشاب میں بھیگی ہوئی ہوں۔ان کپڑوں کو پہن کر جو شخص بھی نماز پڑھتا ہو اس کا تصور کریں۔اور پھر حضرات ائمہ اہل بیت کی شخصیات کی طہارت و نظافت کا تصور کریں۔تو یقیناً آپ ہی سمجھیں گے۔کہ یہ مسائل کسی کور باطن اور لعنتی نے گھڑے ہیں۔اور بڑی بے حیائی اور کمال ڈھٹائی سے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے انہیں بدنام کرنے کی ناپاک سازش کی ہے۔اللہ تعالیٰ حق بین بصیرت عطا فرمائے۔اور حق کو قبول کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

فقہ جعفریہ

میں نماز اور اس کے بعد کے وظائف

۱۔ حالت نماز میں "سُنّی" پر لعنت کرنا۔

وسائل الشیعہ

عَنۡ یُوۡنُسَ بۡنِ عَمَّارٍ قَالَ قُلۡتُ لِاَبِیۡ عَبۡدِاللّٰہِ عَلَیۡہِ السَّلَامُ
اِنَّ لِیۡ جَارًا مِنۡ قُرَیۡشٍ مِنۡ آلِ مُحۡرِزٍ قَدۡ نَوَّہَ بِاِسۡمِیۡ وَ
شَہَرَنِیۡ کُلَّمَا مَرَرۡتُ بِہٖ قَالَ ھٰذَا الرَّافِضِیُّ یَحۡمِلُ
الۡاَمۡوَالَ اِلٰی جَعۡفَرَ بۡنِ مُحَمَّدٍ قَالَ اُدۡعُ اللّٰہَ عَلَیۡہِ
اِذَا کُنۡتَ فِی الصَّلٰوۃِ اللَّیۡلِ وَاَنۡتَ سَاجِدٌ فِی السَّجۡدَۃِ
الۡاَخِیۡرَۃِ مِنَ الرَّکۡعَتَیۡنِ الۡاُوۡلَتَیۡنِ فَاحۡمَدِ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ
مَجۡدَہٗ وَ قُلِ اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بۡنَ فُلَانٍ قَدۡ شَہَرَنِیۡ
وَ نَوَّہَ بِیۡ وَ عَاظَنِیۡ وَ عَرَضَنِیۡ لِلۡمَکَارِہِ اَللّٰھُمَّ اضۡرِبۡہُ بِسَہۡمٍ

Marfat.com

عَاجِلٍ تَشْغَلُهُ بِهِ عَنِّيَ اَللّٰهُمَّ قَرِّبْ اَجَلَهُ وَاقْطَعْ اَثَرَهُ وَعَجِّلْ ذَالِكَ يَارَبِّ السَّاعَةَ السَّاعَةَ ثُمَّ ذَكَرَ اَنَّهُ فَعَلَ ذَالِكَ وَدَعَا عَلَيْهِ فَهَلَكَ۔

(وسائل الشیعہ صفحہ نمبر ۱۱۶۶
کتاب الصلوٰۃ جلد چہارم
باب استحباب الدعاء علی العدو
فی السجدۃ الاخیرۃ)

ترجمہ:

یونس بن عمار کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ میرے پڑوس میں ایک آل محرز کا قریشی ہے۔ وہ میرا اونچا اونچا نام لے کر میری شہرت کرتا ہے۔ جب بھی میں اس کے قریب سے گزرتا ہوں۔ تو مجھے کہتا ہے۔ یہ رافضی ہے۔ اور جعفر بن محمد کے پاس مال و اسباب اٹھا کر لے جاتا ہے۔ (میں اس کا کیا کروں؟) امام جعفر نے فرمایا۔ جب تو نماز تہجد پڑھے۔ اور پہلی دو رکعت کے آخری سجدہ میں جائے۔ تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد یہ بددعا کرنا۔ اے اللہ! فلاں بن فلاں میرا اونچا اونچا نام لے کر مجھے مشہور کرتا ہے۔ اور میرے بارہ میں غلط باتیں کہتا ہے۔ اے اللہ! اسے بہت جلد ایسا تیر مار کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔ اے اللہ! اس کی موت کو نزدیک کر، اس کا اثر منقطع کر دے۔ اور اے پروردگار یہ بددعا اسی وقت جلدی سے قبول کر۔ پھر اس شخص نے ایسا کیا۔ اور اس قریشی کے لیے طریقہ مذکورہ کے مطابق بددعا کی۔ تو وہ ہلاک ہو گیا۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

اس سے قبل چند حوالہ جات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں کہیں نماز کے دوران عورت کو سینہ سے لگانا، آلہ تناسل سے کھیلنا جائز ہے۔ اور اب مذکورہ حوالہ میں دورانِ سجدہ لعن طعن اور بددعا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور پھر یہ سب باتیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بیان کی جاتی ہیں۔ حالانکہ ائمہ اہل بیت میں سے کوئی بھی نماز ایسی عظیم و اہم عبادت میں اس قسم کی لغویات نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کو ایسا کرنے کی اجازت دینا اُن سے متوقع ہے۔ کہاں دورانِ سجدہ بددعا کرنا اور کہاں ان کا مومن مرد و عورت کے لیئے دُعا کرنے کا حکم دینا اور اس پر ثواب جزیل فرمانا۔

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا وَعِشْرِیْنَ مَرَّةً اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ كَتَبَ اللهُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ مُؤْمِنٍ مَضٰى وَ بِعَدَدِ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ بَقِیَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ حَسَنَةً وَ مَحَاعَنْهُ سَیِّئَةً وَرَفَعَ لَهٗ دَرَجَةً۔

(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۵۲
کتاب الطہارت باب استحباب الدعاء الخ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص روزانہ ۲۵ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے تمام مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں تمام مومن مردوں اور عورتوں کی تعداد کے برابر جو گزر چکے یا جو موجود ہیں اور تا قیامت آئیں گے۔ نیکیاں عطا فرماتا ہے اور اتنے ہی اس کے گناہ معاف کرتا ہے۔ اور اتنے ہی اس کے درجات بلند کرتا ہے۔

ایک طرف امام جعفر کسی صاحب ایمان کے لیے مغفرت مانگنے پر اس قدر ثواب کا مژدہ سنا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف دوران نماز سجدہ کے اندر بددعا کی تعلیم دے رہے ہیں۔ عقل سلیم اس دورنگی کو قطعاً ان کی طرف منسوب نہ کرے گی۔ جب ایک عام مومن کے لیے دعا کا یہ عالم تو حضرت صحابہ کرام کے بارے میں حسن عقیدت والے کا کیا مقام ہوگا۔ ؟ لیکن کیا کریں دومن گھڑت فقہ جعفریہ ،، کے مسائل پر کہ اس کے بنانے والوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کمال ڈھٹائی سے یہ بات منسوب کر دی۔ کہ وہ چیدہ چیدہ صحابہ کرام پر بعد از نماز لعنت کیا کرتے تھے۔ هٰذا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

فروع کافی:

الخیبری عن الحسین بن ثویر و ابی سلمة السراج قَالَ سَمِعْنَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ علیہ السلام عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ يَلْعَنُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوْبَةٍ اَرْبَعَةً مِنَ الرِّجَالِ وَ اَرْبَعًا مِنَ النِّسَاءِ فُلَانٌ

Marfat.com

وَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ وَمُعَاوِيَةُ يُسَمِّيهِمْ وَفُلَانَةُ وَفُلَانَةُ وَهِنْدُ وَاُمُّ الْحَكَمِ اُخْتُ مُعَاوِيَةَ۔

(۱۔ فروع کافی جلد ۳ ص ۳۴۲ کتاب الصلوٰۃ طبع جدید تہران)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۱۰۳۷ کتاب الصلوٰۃ باب استحباب لعن اعداء الدین)

ترجمہ

الحجیری نے حسین بن ثویر اور ابی سلمۃ السراج سے روایت کی ہے۔ ان دونوں نے کہا۔ کہ ہم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ کہ وہ ہر فرضی نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ فلاں، فلاں، فلاں اور معاویہ۔ آپ چاروں کا نام لے کر لعنت کیا کرتے تھے۔ اور فلاں، فلاں اور ہند اور امیر معاویہ کی بہن ام الحکم پر لعنت ہو۔

نوٹ:

یہ یاد رہے۔ کہ روایت مذکورہ میں جن تین مردوں کے نام اگرچہ بقول راویان امام جعفر صادق نے لیے تھے۔ لیکن انہوں نے فلاں فلاں کہہ کر ان کا نام ذکر نہیں کیا۔ یہ تین حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی ہیں۔ اور دو عورتیں جن کا نام نہیں لیا وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق کا نسبی تعلق تھا۔ امام جعفر کی والدہ ام فروہ کے جناب صدیق اکبر دادا نانا ہیں۔ اس رشتہ کی بنا پر خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے آپ جد امجد قرار پائے۔ اور اس رشتہ کو حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فخریہ بیان کیا کرتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

عمدۃ المطالب

اُمُّ فروہ بنت القاسم الفقیہ ابن محمد بن ابی بکر وَ اُمُّهَا اَسْمَاءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ لِهٰذَا کَانَ الصَّادِقُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ وَلَدَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ مَرَّتَیْنِ۔

(عمدۃ المطالب ص ۱۹۵ تذکرہ عقب
امام جعفر صادق مطبوعہ نجف اشرف
طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ام فروہ قاسم کی بیٹی اور قاسم فقیہہ محمد بن ابی بکر کا بیٹا ہے۔ اور امام جعفر کی نانی کا نام اسماء ہے جو صدیق اکبر کے بیٹے عبدالرحمن کی صاحبزادی ہے۔ اسی بنا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ صدیق اکبر نے مجھے دو مرتبہ جنا ہے۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام جعفر صادق کے جد قرار پائے۔ اور

Marfat.com

خود امام موصوف نے بھی اس کا بالتصریح اعلان فرمایا۔ تو اب روایت بالا کی روشنی میں یہی کہا جائے گا۔ کہ امام صاحب نے اپنے جدِّ امجد کو لعن طعن سے معاف نہیں کیا۔ یہ بات تو ایک عام ایماندار بھی سُن سکتا ہے۔ اور نہ خود کہہ سکتا ہے۔ کہ میرے دادا نانا ملعون تھے۔ اور پھر فرضی نماز ادا کر کے روزانہ پانچ مرتبہ کھلے بندوں لعنت؟ اپنے امام جعفر سے ہی پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اپنے جدّ کو ایسا کہا کرتے تھے؟

احقاق الحق

اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ جَدِّیْ هَلْ یَسُبُّ اَحَدٌ آبَاءَهٗ
لَا قَدَّمَنِیَ اللّٰهُ اِنْ لَا اُقَدِّمُهٗ

(احقاق الحق صفحہ ۷)

ترجمہ:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے جدامجد ہیں۔ بھلا کوئی اپنے آباؤاجداد کو گالی دیا کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز کوئی مقام وشان نہ دے اگر میں ابوبکر صدیق کے مقام وشان کا انکار کروں۔

کشف الغمہ

وعن عروۃ بن عبد اللہ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا جَعْفَرَ مُحَمَّدَ ابْنَ عَلِیٍّ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ عَنْ حِلْیَةِ السُّیُوْفِ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَیْفَهٗ قُلْتُ اَتَقُوْلُ الصِّدِّیْقُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ

Marfat.com

نعم الصّدیق نعم الصّدیق نعم الصّدیق
فَمَنْ لَمْ یَقُلْ لَہُ الصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ لَہٗ قَوْلًا
فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷
تذکرہ معاجز الامام)

ترجمہ:

عروہ بن عبداللہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تلوار پر زیور لگانے جائز ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو بکر صدیق نے بھی اپنی تلوار پر زیور لگائے تھے۔ میں نے کہا۔ کیا آپ ابو بکر کو الصدیق کہہ رہے ہیں؟ یہ سن کر امام باقر نے تیزی سے جست لگائی۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے تین مرتبہ فرمایا۔ ہاں وہ الصدیق ہیں۔ جو انہیں صدیق نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت اور دنیا میں اس کی کبھی بات نہیں مانے گا۔

ان حوالہ جات کے پیش نظر یہی بات سامنے آتی ہے۔ کہ نماز فرضی کے بعد اصحاب ثلاثہ اور امیر معاویہ پر لعنت بھیجنے کا مسئلہ کسی بدبخت نے گھڑ کر امام جعفر کی طرف اس کی نسبت کر دی۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی روایات کا امام جعفر کو اپنے دور میں کچھ پتہ چلا ہو۔ اسی بنا پر آپ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا۔ "بھلا کوئی اپنے بڑوں کو گالی دیا کرتا ہے"۔ ایک طرف امام جعفر یہ فرما رہے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کے والد سختی سے ابو بکر کو الصدیق کہہ رہے ہیں۔ اور نہ ماننے والے کو خدا سے دور فرما رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کی تعلیمات کے برعکس ان سے ہی ان پر لعنت کا جواز پیش کیا جا رہا ہے۔ امام جعفر واقعی

Marfat.com

صادق ہیں۔ اور آپ نے ابوبکر صدیق کو اپنا جد بھی کہا۔ اور پھر جد پر لعنت یا گالی دینا اس کو بڑے تعجبانہ انداز میں بیان کر کے اس کی تردید فرمائی۔ ان کے متعلق ہی یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ آپ اپنے جدامجد ابوبکر صدیق پر نماز سے فارغ ہونے کے بعد لعنت کیا کرتے تھے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بہتان ہو سکتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

نماز باجماعت کی تاکید اور اس کے ترک پر وعید اور اہل تشیع کا عمل

اگرچہ ہمارے پیش نظر وہ فقہ جعفریہ کے طرفہ مسائل اور انوکھی باتیں ہیں۔ لیکن چلتے چلتے ان اہل تشیع کی قولاً و فعلاً دوغلی پالیسی بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں لہذا جہاں تک ان کی کتب میں بے نماز کے لیے وعیدات آئی ہیں۔ انہیں دیکھ کر اور اہل تشیع کا ان پر عمل دیکھ کر آدمی محو حیرت رہ جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل بیت کی راگنی الاپتے ہوئے نہیں تھکتے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ائمہ اہل بیت کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ اس کا یا تو انہیں خبر نہیں یا پھر بدبختی ہے۔ ایک دو حوالہ جات بے نماز کے بارے میں ملاحظہ ہوں۔

÷

Marfat.com

بے نماز کتے، خنزیر اور منافق سے بدتر ہے۔

جامع الاخبار

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَاِذَا مَاتَ لَا یُغَسَّلُ وَلَا یُکَفَّنُ وَلَا یُدْفَنُ فِیْ قُبُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْکَلْبُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَلْبًا وَلَمْ یَخْلُقْنِیْ خِنْزِیْرًا وَیَقُوْلُ الْخِنْزِیْرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ خِنْزِیْرًا وَلَمْ یَخْلُقْنِیْ کَافِرًا وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَافِرًا وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ مُنَافِقًا وَالْمُنَافِقُ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ مُنَافِقًا وَلَمْ یَخْلُقْنِیْ تَارِكَ الصَّلٰوۃِ۔

(جامع الاخبار ص ۸۴ الفصل الرابع والثلاثون)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے تین دن نماز نہ پڑھی۔

Marfat.com

پھر وہ مر گیا۔ تو اُسے نہ غسل دیا جائے۔ نہ کفن پہنایا جائے۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں اُسے دفنایا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کتا کہتا ہے۔ کہ اس اللہ کی تعریف جس نے مجھے کتا بنایا اور خنزیر نہ بنایا۔ خنزیر کہتا ہے۔ کہ اس اللہ کی تعریف جس نے مجھے خنزیر بنایا اور کافر نہ بنایا کافر کہتا ہے۔ اس اللہ کی تعریف جس نے مجھے کافر بنایا۔ اور منافق نہ کیا۔ منافق کہتا ہے۔ اس اللہ کی تعریف جس نے مجھے منافق بنایا اور بے نماز نہ بنایا۔

ستر قرآن جلانے والا، سات دفعہ بیت المعمور گرانے والا، ستر دفعہ اپنی ماں سے بدکاری کرنے والا، ستر پیغمبروں کو قتل کرنے والا ایک طرف بے نماز اس سے بھی بدتر ہے

انوار نعمانیہ

قَدْ وَرَدَ فِي الْاَخْبَارِ اَنَّ مَنْ تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِ تَارِكِ الصَّلٰوةِ فَكَاَنَّمَا هَدَمَ الْبَيْتَ الْمَعْمُوْرَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَكَاَنَّمَا قَتَلَ اَلْفَ مَلَكٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ

Marfat.com

وَالْاَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِيْنَ. وَلَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ
وَ لَاحَظَّ فِي الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ
وَمَنْ اَحْرَقَ سَبْعِيْنَ مُصْحَفًا وَقَتَلَ سَبْعِيْنَ
نَبِيًّا وَزَنَا مَعَ اُمِّهٖ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَاَفْتَضَّ سَبْعِيْنَ
بِكْرًا بِطَرِيْقِ الزِّنَا فَهُوَ اَقْرَبُ اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ
مِنْ تَارِكِ الصَّلٰوةِ مُتَعَمِّدًا وَمَنْ اَعَانَ تَارِكَ الصَّلٰوةِ
بِلُقْمَةٍ اَوْكِسْوَةٍ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا وَمَنْ
اَخَّرَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ تَرَكَهَا حُبِسَ
عَلَى الصِّرَاطِ ثَمَانِيْنَ حُقْبًا كُلُّ حُقْبَةٍ ثَلٰثُمِائَةٍ
وَسِتُّوْنَ يَوْمًا كُلُّ يَوْمٍ كَعُمْرِ الدُّنْيَا فَمَنْ
اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّيْنَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ

(انوار نعمانیہ جلد۲ صفحہ ۳۱۰
ظلمة فی احوال الصوفیہ
والنواصب مطبوعہ تبریز طبع
جدید وطبع قدیم ص قلمی ۲۲۱)

ترجمہ: اخبار میں وارد ہے۔ کہ جو شخص بے نماز کے چہرہ کو دیکھ کر ہنس پڑا۔ اس نے گویا بیت معمور کو سات مرتبہ منہدم کیا۔ اور جیسا کہ اس نے ایک ہزار مقرب فرشتوں اور انبیاء مرسلین کو قتل کیا۔ بے نماز کا ایمان نہیں۔ اور بے نماز کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں۔ جس نے ستر قرآن کریم کے نسخے جلائے ستر پیغمبروں کو قتل کیا، اپنی ماں کے ساتھ ستر مرتبہ بدکاری کی۔ ستر دوشیزاؤں کو زنا کے ساتھ عیب دار کیا۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی رحمت کے بے نماز سے زیادہ قریب ہے۔ جو جان بوجھ کر نماز کو ترک کرے۔ جس نے نماز اپنے وقت پر نہ پڑھی۔ اور اُسے چھوڑ دیا اُسے پُلصراط پر اسی حقبہ کی مدت کے لیے روک دیا جائے گا۔ ایک حقبہ ۳۶۰ دن کا ہو گا۔ اور ایک دن پوری دنیا کی عمر کے برابر ہو گا۔ لہٰذا جس نے نماز قائم کی اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو برباد کر دیا۔

تحفۃ العوام:

ے

نماز ایک جس شخص نے ترک کی	تو خون اس نے کیا اپنا بے چھری
اگر دو نمازوں کا تارک ہوا	تو گویا کہ خون ایک نبی کا کیا؛
ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا	تو کعبے کو اس شخص نے ڈھا دیا
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے	تو ایسا کہ جیسا کہ اس شخص نے

زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار
کیا عین کعبہ میں اے ہوشیار
جو تارک ہوا پانچ اوقات کا
بیان کیا کروں اس کے حالات کا

ندا اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز	یہ تو نے جو کی ترک میری نماز
ہوا میری طاعت سے بیزار تو	غضب کا ہوا اب سزاوار تو
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب	خدا اور اپنے لیے کر طلب
میرے آسمان و زمین سے نکل	کہیں اور رہ جا کے اے بدعمل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہِ حجاز	ہلک اور ضائع کرے جو نماز

Marfat.com

نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ
(تحفۃ العوام حصہ اول باب نماز وغیرہ ص۲۵)

مذکورہ حوالہ جات سے ترکِ نماز پر درج ذیل سزائیں ثابت ہوتی ہیں

۱۔ بے نماز کو غسل نہ دیا جائے، نہ کفن پہنایا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں اُسے دفنایا جائے۔

۲۔ "بے نماز" کتے، خنزیر اور منافق سے بھی بدتر ہے۔

۳۔ ستر مرتبہ اپنی والدہ سے بدکاری کرنا بہ نسبت ترک نماز کے کم گناہ ہے۔

۴۔ سات مرتبہ بیت المعمور کو منہدم کرنے والا بے نماز سے بہتر ہے۔

۵۔ ترکِ نماز اتنا بڑا جرم ہے۔ جیسا کوئی ایک ہزار مقرب فرشتوں اور پیغمبروں کو قتل کر دے۔

۶۔ بے نماز کا ایمان و اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

۷۔ ستر قرآن کریم کے نسخے جلانا اور ترک نماز ایک جیسے جرم ہیں۔

۸۔ بے نماز کی ایک لقمہ یا ایک کپڑے سے مدد کرنا ستر پیغمبروں کے قتل جیسا ہے۔

۹۔ نماز کو قضاء کرنے والا یا ترک کرنے والا کل قیامت کو پل صراط پر ستر حقبہ تک تک رکا رہے گا۔ ان میں سے ایک حقبہ تین سو ساٹھ دن کے برابر

Marfat.com

اور ہر دن دنیا کی پوری زندگی کے برابر ہوگا۔

۱۰۔ چار وقت کی نماز کا تارک اتنا بڑا مجرم ہے۔ کہ کعبہ میں اپنی والدہ سے ستر دفعہ زنا کرنے کے برابر ہے۔

لمحہ فکریہ:

ترکِ نماز پر اس قدر سخت سزائیں اور وعیدیں دیکھی جائیں۔ تو جن لوگوں کی فقہ میں یہ موجود ہیں۔ ان میں سے کسی شخص کا بے نماز ہونا بہت مشکل نظر آنا چاہیئے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ فقہ جعفریہ کے ماننے والے اہل تشیع کی اوّل تو مساجد ہی بہت کم ہیں۔ امام باڑے بکثرت ہیں۔ اور جو چند مساجد ہیں اُن میں بھی نماز با جماعت کی طرح کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اس کے خلاف دیگر مسالک و مذاہب کے پیروؤں میں نماز با جماعت کا اہتمام موجود ہے۔ امام باڑے بھی اگرچہ اہل تشیع کے عبادت خانے شمار ہوتے ہیں۔ لیکن اُن میں نماز کی بجائے محافل و مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اور پھر اُن میں سینہ کوبی، زنجیر زنی اور دیگر ایسے افعال دیکھنے میں آتے ہیں۔ جو "فقہ جعفریہ" کے مطابق ناجائز اور حرام ہیں۔ اس کی تفصیل "حرمتِ ماتم بر فقہ جعفریہ دلائل" کے موضوع کے تحت ہماری کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ فقہ جعفریہ اور اہل تشیع کا عمل باہم متضاد ہیں جن کا اجتماع ناممکن ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

نماز باجماعت کی تائید

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَلَغَہٗ اَنَّ قَوْمًا لَا یَحْضُرُوْنَ الصَّلٰوۃَ فِی الْمَسْجِدِ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ قَوْمًا لَا یَحْضُرُوْنَ الصَّلٰوۃَ مَعَنَا فِیْ مَسَاجِدِنَا فَلَا یُؤَاکِلُوْنَا وَلَا یُشَارِبُوْنَا، وَلَا یُشَاوِرُوْنَا، وَلَا یُنَاکِحُوْنَا وَلَا یَأْخُذُوْا مِنْ فَیْئِنَا شَیْئًا، اَوْ یَحْضُرُوْا مَعَنَا صَلَاتَنَا جَمَاعَۃً وَاِنِّیْ لَاُوْشِکُ اَنْ اٰمُرَ لَہُمْ بِنَارٍ تُشْعَلُ فِیْ دُوْرِہِمْ فَاُحْرِقُ عَلَیْہِمْ اَوْ یَنْتَہُوْنَ قَالَ فَامْتَنَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَنْ مُؤَاکَلَتِہِمْ وَمُشَارَبَتِہِمْ وَمُنَاکَحَتِہِمْ حَتّٰی حَضَرُوا الْجَمَاعَۃَ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ

(وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۴۸۰ کتاب الصلوۃ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کو یہ بات پہنچی۔ کہ لوگ مسجدوں میں نماز باجماعت کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔ تو آپ نے اس موضوع پر خطبہ دیا۔ فرمایا جو لوگ ہمارے ساتھ ہماری مساجد میں نماز باجماعت پڑھنے نہیں آتے ان کے ساتھ کھانا پینا، مشورہ کرنا کرانا، نکاح کرنا کرانا سب ترک کردو۔ مالِ غنیمت میں سے ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر وہ ان باتوں میں ہمارے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔ تو پھر انہیں نماز باجماعت میں حاضر ہونا چاہیئے اور میں بہت جلد ایسے لوگوں کے لیے یہ حکم دینے کا سوچ رہا ہوں۔ کہ ان کے گھر آگ لگا کر راکھ کر دیئے جائیں۔ یا وہ اپنے کرتوتوں سے باز آجائیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ سُن کر سامعین نے بے نماز اور تارکِ جماعت لوگوں کے ساتھ کھانا پینا اور نکاح کرنا کرانا چھوڑ دیا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ جب تک یہ لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حاضر نہیں ہوں گے۔ ان کے ساتھ یہی سلوک رہے گا۔

لمحہ فکریہ:

سیدنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے تارکِ جماعت کے متعلق جو کچھ فرمایا۔ حوالہ مذکورہ میں آپ نے اس کی تفصیل مشاہدہ کر لی ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کا اعلان اور حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ تو جماعت کو چھوڑنے والے کے لیے ہے۔ اور جو سرے سے نماز پڑھتا ہی نہ ہو۔ اس کے ساتھ سلوک کیا ہوگا۔

ایک طرف یہ خطاب اور دوسری طرف "محبانِ علی" نے مساجد کی بجائے

Marfat.com

امام باڑے بنانے پر زور دے رکھا ہے۔ اور جو ایک آدھ مسجد بنا بھی لی۔ تو اس میں نماز با جماعت کا کوئی اہتمام دکھائی نہیں دیتا۔ یہ بناوٹی "محبان علی" حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلط لوگ اپنے آپ کو ان کا فدائی اور شیدائی کہنے پر مصر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کے فضائل بیان کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ مسجد میں پیدا ہوئے۔ اور مسجد میں ہی شہادت پائی۔ لیکن اپنی روش بالکل یاد نہیں۔ مسجد کی بجائے امام باڑوں میں سب کچھ ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اعلان سے اور زیادہ سخت بات بے نماز اور تارکِ جماعت کے لیے ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ اِبْنِ الْقَدَّاحِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اشْتَرَطَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جِیْرَانِ الْمَسْجِدِ شُھُوْدُ الصَّلٰوۃِ وَقَالَ، لَیَنْتَھِیَنَّ اَقْوَامٌ لَا یَشْھَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ اَوْلَاٰمُرَنَّ مُؤَذِّنًا یُؤَذِّنُ ثُمَّ یُقِیْمُ لَاٰمُرَنَّ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ وَھُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَلَیُحَرِّقَنَّ عَلَی الْاَقْوَامِ بُیُوْتَھُمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ لِاَنَّھُمْ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔

(وسائل الشیعہ۔ جلد سوم
ص ۴۷۹ کتاب الصلوٰۃ۔ ابواب
احکام المساجد)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پڑوسیوں پر یہ بات لازم کردی۔ کہ وہ نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہوا کریں۔ اور فرمایا۔ وہ لوگ جو نماز کے لیے مسجدوں میں حاضر نہیں ہوتے وہ اپنے اس کرتوت سے باز آ جائیں۔ ورنہ میں موذن کو اذان واقامت کہنے کا حکم دے کر اپنے اہل بیت میں علی المرتضےٰ کو حکم دوں گا۔ کہ وہ ان لوگوں سمیت ان کے گھروں کو آگ لگادیں۔ کیونکہ وہ نماز ادا کرنے کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔

ان دونوں روایات میں تارکِ جماعت کے لیے جو باتیں کہی گئیں۔ اُن کو پیش نظر رکھیئے۔ اور تارکِ نماز کے ساتھ ان میں مذکور باتوں کا سلوک کیجئے۔ تو معاشی اور سیاسی بائیکاٹ کے علاوہ ان کے گھروں کو ان کے سمیت جلانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور جلانے کا حکم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر حضرت علی المرتضےٰ آگ میں جلائیں۔ "بے پناہ محبت،، کا دعویٰ ہے۔ کیا جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر حضرت علی المرتضےٰ آگ میں جلائیں۔ وہ کل قیامت کو جنتی ہوگا؟ اسی لیے حقیقت یہی ہے۔ کہ جس کو جس سے محبت اور پیار ہوتا ہے۔ وہ اُسی کے عمل و اخلاق کو پسند کرتا ہے اور اپناتا ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعوےٰ تقاضا کرتا ہے۔ کہ نماز ایسی اہم عبادت ہرگز ترک نہ کی جائے۔ بلکہ اس کی ادائیگی باجماعت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کے ترک پر جو وعیدیں ہیں۔ اُن میں سے چند کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا خود حضرت علی المرتضےٰ کا معمول تھا۔

۞

Marfat.com

کتاب سلیم بن قیس:

وَ كَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ۔

(کتاب سلیم بن قیس ص ۲۵۳)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

روایت بالاسے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔اوّل یہ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نماز باجماعت اور وہ بھی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ اس جماعت کی امامت حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اپنے اپنے دورِ خلافت میں کرایا کرتے تھے۔ اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ جناب علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ تو ان حضرات کو نمازمیں اپنا امام بنائیں۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ لیکن محبان علی،،ان پر تبرا بازی کریں۔ اور ان کے ایمان میں شک کریں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

ایک مغالطہ اور اُس کا جواب

"کتاب سلیم بن قیس" کی روایت کی تاویل کرتے ہوئے اہل تشیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے واقعی پانچوں نمازیں باجماعت اور مسجد میں ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ جماعت مسجد نبوی میں نہیں بلکہ کوفہ کی مسجد میں تھی۔ یہ تاویل اس لیے کی جاتی ہے۔ کہ اگر مسجد نبوی میں حضرت علی المرتضٰے کے نماز باجماعت ادا کرنے کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر حضرات خلفاء ثلاثہ کی عظمت بھی تسلیم کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ان کے دور خلافت میں ان کی اقتدا کرتے ہوئے حضرت علی المرتضٰی کا نماز پڑھنا اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ مغالطہ ایک عام شخص کو متاثر کر سکتا ہو گا۔ لیکن ان کی کتب اور تاریخ سے واقف شخص کبھی بھی اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو گا۔ کیونکہ اسی کتاب میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے کی یہ نمازیں مسجد نبوی میں اور خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں ہوتی تھیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

سلیم بن قیس

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الصَّلٰوةَ الْخَمْسَ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ لَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ كَيْفَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ اِلٰى اَنْ ثَقُلَتْ فَمَا لَا عَنْهَا۔

(سلیم بن قیس ص ۲۵۳)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوتے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اُن سے سیدہ فاطمہ بنت رسول کے متعلق دریافت کرتے۔ کہ وہ کیسی ہیں؟

اس روایت کے آخری الفاظ اس مغالطہ کا دندان شکن جواب ہیں۔ کیا کوفہ کی مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شیخین یہ پوچھا کرتے تھے۔؟ کیا اس وقت خاتونِ جنت موجود تھیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں تھے؟ اسی وضاحت کو صاحب تفسیر قمی نے بھی نقل کیا ہے۔

تفسیر قمی

تَحِيَّۃً لِلصَّلٰوۃِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَ صَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ۔

(تفسیر قمی ص ۵۰۲ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کی تیاری کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کرتے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

"فقہ جعفریہ" میں اوقاتِ صلوٰۃ میں ایک بہت بڑی تخفیف

جیسا کہ ہر مسلمان اس امر سے واقف ہے۔ کہ پانچوں نمازوں کے اپنے اپنے وقت مقرر ہیں۔ اُن کے گزرنے پر نماز قضاء کرنا پڑتی ہے۔ لیکن اہل تشیع کی فقہ اس مسئلہ پر بھی نرالی ہے۔ اس کی تفصیل حوالہ کے ذریعہ ملاحظہ ہو۔

الفقہ علی المذاہب الخمسۃ

قَالَ الْاِمَامِيَّةُ تَخْتَصُّ الظُّهْرُ مِنْ عَقَبِ الزَّوَالِ، بِمِقْدَارِ اَدَائِهَا وَتَخْتَصُّ الْعَصْرُ مِنْ اٰخِرِ النَّهَارِ بِمِقْدَارِ اَدَائِهَا اَيْضًا وَمَا بَيْنَ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِيْرِ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ وَمِنْ هٰذَا قَالُوْا يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي الْوَقْتِ الْمُشْتَرَكِ وَاِذَا ضَاقَ الْوَقْتُ وَلَمْ يَبْقَ مِنْ اٰخِرِهِ اِلَّا مِقْدَارُ مَا يَتَّسِعُ لِلظُّهْرِ فَقَطْ قُدِّمَ الْعَصْرُ عَلَى الظُّهْرِ يُصَلِّيْهَا اَدَاءً ثُمَّ يَاْتِي الظُّهْرَ اٰخِرَ الْوَقْتِ قَضَاءً (الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۷۹ تذکرہ وقت الظہرین)

Marfat.com

ترجمہ:

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ظہر کا وقت، زوال شمس کے بعد اس قدر کہ اس میں ظہر ادا کی جا سکے مخصوص ہے اور عصر کا وقت دن کے آخری حصہ میں اس قدر کہ اس میں عصر کی نماز ادا کی جا سکے مخصوص وقت جو اول و اخیر کے درمیان ہے۔ وہ دونوں نمازوں کے لیے مشترک ہے۔ (یعنی ظہر کا اول مخصوص وقت گزار کر اور عصر کا آخری دن کا اتنا حصہ چھوڑ کر جس میں عصر ادا کی سکے اس سے پہلے کا تمام وقت دونوں نمازوں کے لیے مشترکہ وقت ہے۔ جو چاہیں ادا کریں۔ جائز ہے) اسی کو دیکھ کر شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ایک وقت مشترک میں دو نمازوں کا اکٹھا کر کے پڑھنا جائز ہے۔ پھر جب یہ وقت مشترک تنگ ہو جائے۔ اور صرف دن چھپنے میں اتنا وقت رہ جائے کہ اس میں صرف ظہر پڑھی جا سکتی ہو۔ (اور ابھی تک مومن جی نے نہ ظہر پڑھی ہو اور نہ ہی عصر) تو اس نازک وقت میں عصر کو ظہر پر مقدم کیا جائے گا۔ تاکہ وہ ادا ہو سکے۔ پھر اس کے بعد ظہر کو قضاء کر کے پڑھا جائے گا۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ:

وَقَالَ الْإِمَامِيَّةُ تَخْتَصُّ صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ مِنْ اَوَّلِ وَقْتِ الْغُرُوْبِ بِمِقْدَارِ اَدَائِهَا وَتَخْتَصُّ الْعِشَاءُ مِنْ اٰخِرِ النِّصْفِ الْاَوَّلِ مِنَ اللَّيْلِ بِمِقْدَارِ اَدَائِهَا وَمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَلِذَا اَجَازُوْا الْجَمْعَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ

Marfat.com

الْمُشْتَرِكِ بَيْنَ الْفَرِيْضَتَيْنِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۸۱ تذکرہ
وقت العشائین)

ترجمہ:

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد اتنا کہ اس میں نماز مغرب پڑھی جاسکے مخصوص اور عشاء کا وقت رات کے نصف اوّل کا آخری وقت اس قدر کہ اس میں یہ ادا کی جاسکے مخصوص ہے۔ اور جو وقت ان دونوں مخصوص اوقات کے درمیان والا ہے۔ وہ مغرب اور عشاء دونوں کا مشترکہ وقت ہے۔ اسی لیے اہل شیع نے اس وقت مشترکہ میں دونوں فرضی نمازیں (مغرب و عشاء) اکٹھی کرنا جائز مانا ہے۔

نوٹ:

صاحب الفقہ علی المذاہب الخمسہ نے (جو اتفاق سے شیعی ہے۔) ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کا وقت مسلکِ شیعہ کے مطابق ذکر کیا ہے۔ اس میں اگرچہ اس نے اول و آخر دو مخصوص وقت دو نمازوں کے لیے ذکر کیے۔ اور ان کے مابین کا وقت دونوں نمازوں کا مشترکہ وقت بتایا ہے۔ لیکن "فقہ جعفریہ" کی ایک اور روایت اول و آخر کی تفریق نہیں کرتی۔ اور کسی نماز کے لیے اول و آخر کی تخصیص نہیں کرتی۔

Marfat.com

تہذیب الاحکام

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ وَقْتِ الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ فَقَالَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الظُّهْرُ وَ الْعَصْرُ جَمِيْعًا اِلَّا اَنَّ هٰذِهٖ قَبْلَ هٰذِهٖ ثُمَّ اَنْتَ فِيْ وَقْتٍ مِنْهُمَا، جَمِيْعًا حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ۔

(۱۔تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۱۹
باب اوقات الصلوٰۃ)
(۲۔من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۳۹
باب مواقیت الصلوٰۃ)
(۳۔وسائل الشیعہ جلد سوم صفحہ نمبر ۹۳
کتاب الصلوٰۃ ابواب المیقات)

ترجمہ:

عبید بن زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ظہر و عصر کے وقت کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ جب سورج سر سے ڈھل جائے۔ تو ظہر اور عصر دونوں کا اکٹھا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ خیال رہے۔ کہ پہلے ظہر اور اس کے بعد عصر پڑھنی چاہیئے۔ پھر یہ وقت غروب شمس تک دونوں نمازوں کے لیے باقی رہتا ہے۔

Marfat.com

من لا یحضرہ الفقیہ

رَوٰی زُرَارَۃُ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ دَخَلَتِ الْوَقْتَانِ الظُّہْرُ وَالْعَصْرُ فَاِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقْتَانِ الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۴۰
باب فی مواقیت الصلوٰۃ الخ)

ترجمہ:

زرارہ ہی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نمازوں کے اوقات کیا ہیں؟) آپ نے فرمایا۔ کہ جب سورج ڈھل جائے تو دو وقت داخل ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز ظہر اور عصر دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب اور عشاء دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا روایات میں آپ نے پڑھا ہے۔ کہ زوال شمس کے بعد فوراً دونوں نمازوں (ظہر و عصر) کا وقت شروع ہو کر غروب آفتاب تک یہ وقت باقی رہتا ہے۔ اور غروبِ آفتاب سے لے کر فوراً مغرب اور عشاء کا وقت اکٹھا شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ پچھلی ایک آدھ عبارت میں تخصیص کا ذکر ہے۔ لیکن وہ حرف غالباً اوّلیت کے لیے ہے۔ ورنہ مکمل وقت جب دونوں کے لیے ہے۔ تو پھر تخصیص کا کیا معنی؟

Marfat.com

قرآن کریم اور کتب اہل سنت سے اوقات نماز کی تعیین

نماز کا طریقہ رکعتیں اور اوقات ایسی باتیں ہیں۔ جو انسان کی مرضی پر نہیں چھوڑی گئیں۔ بلکہ قرآن کریم اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔

ترجمہ:

یقیناً نماز ہر مومن پر اوقات مقررہ پر پڑھنا فرض کر دی گئی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔

ترجمہ:

سو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو جب تم شام کرتے ہو۔ اور جب تم صبح کرتے ہو۔ اور اسی کے لیے حمد آسمانوں اور زمین میں ہے اور پچھلے پہر اور

Marfat.com

دن ڈھلے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کا اپنا اپنا مستقل وقت ہے۔ وہ اس میں ادا ہو گی۔ ورنہ قضا ہو جائے گی۔

نسائی شریف

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الظُّهْرَ حِيْنَ مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى اِذَا كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَهٗ جَاءَهٗ لِلْعَصْرِ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الْعَصْرِ ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ جَاءَهٗ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الْمَغْرِبَ فَقَامَ فَصَلَّاهَا حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ سَوَاءً ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى اِذَا ذَهَبَ الشَّفَقُ جَاءَهٗ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ الْعِشَاءَ فَقَالَ فَصَلَّاهَا ثُمَّ جَاءَهٗ حِيْنَ سَطَعَ الْفَجْرُ فِي الصُّبْحِ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَقَالَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ جَاءَهٗ مِنَ الْغَدِ حِيْنَ كَانَ فَيْءُ الرَّجُلِ مِثْلَهٗ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ جَاءَهٗ لِلْمَغْرِبِ حين غابت الشمس حين كان فئ الرجل مثليه فقال قم يا محمد فصل فصلى العصر حين غابت الشمس وقتا واحد لم يزل عنه فقال

Marfat.com

ثُمَّ فَصَلِّ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ جَاءَهُ لِلْعِشَاءِ حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَهُ لِلصُّبْحِ حِيْنَ اَسْفَرَ جِدًّا فَقَالَ قُمْ فَصَلِّ فَصَلَّى الصُّبْحَ فَقَالَ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ كُلُّهٗ۔

(نسائی شریف جلد اول ص ۹۱
کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت سورج دوپہر سے ڈھل چکا تھا۔ آپ سے عرض کیا حضور اٹھیے اور نماز ظہر ادا کیجئے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر حاضر ہوئے۔ اس وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا۔ عرض کی۔ حضور! اُٹھیے اور نماز عصر ادا کیجئے۔ آپ نے نماز عصر پڑھی پھر سورج غروب ہونے پر حاضر خدمت ہو کر عرض کیا اب نماز مغرب ادا فرمایئے۔ آپ نے ادا فرمائی۔ پھر شفق ختم ہونے پر حاضر ہو کر عرض کیا اب نماز ادا فرمائیں۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر اس وقت آئے جب صبح صادق ہوئی۔ اور آ کر عرض کیا اب نماز صبح ادا فرمایئے۔ دوسرے دن اس وقت حاضر ہوئے جب ہر چیز کا سایہ ایک گنا لمبا ہو گیا تھا۔ عرض کیا۔ حضور! نماز ظہر ادا فرمایئے آپ نے ادا فرمائی۔ پھر ہر چیز کا سایہ دو گنا ہونے پر حاضر ہو کر عرض کیا اب نماز عصر ادا فرمایئے۔ آپ نے ادا فرمائی۔ پھر غروب آفتاب کے وقت حاضر ہوئے اور نماز مغرب کا عرض کیا آپ نے نماز مغرب ادا فرمائی۔ آج اور کل اس نماز کا وقت ایک ہی تھا۔ پھر رات کا پہلا تہائی حصہ گزرنے

Marfat.com

پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا اب نماز عشاء ادا کیجیے۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر خوب روشنی میں بوقت صبح حاضر ہوئے عرض کیا نماز صبح ادا فرمائیے۔ آپ نے ادا فرمائی۔ آخر میں عرض کیا۔ کہ ہر نماز کے اوّل و آخر کے مابین اس نماز کا وقت ہے۔

مسلم شریف

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ وَوَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ وَوَقْتُ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ۔

(مسلم شریف جلد اوّل ص ۲۲۳ باب اوقات الصلوٰۃ الخمس)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ظہر کا وقت اس وقت تک باقی ہوتا ہے۔ جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔ اور عصر کا وقت سورج کے پیلا پڑنے تک (بلا کراہت) ہے۔ اور مغرب کا وقت جب تک شفق غائب نہ ہو۔ اور عشاء کا وقت آدھی رات اور صبح کا وقت سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

Marfat.com

عینی شرح ہدایہ

لَا یَدْخُلُ وَقْتُ صَلٰوۃٍ حَتّٰی تَخْرُجَ وَقْتُ صَلٰوۃٍ اُخْرٰی۔

(عینی شرح الہدایہ جلد ۱
صفحہ ۴۹۷)

ترجمہ:
کسی نماز کا وقت اس وقت تک شروع نہیں ہوتا جب تک اس سے پہلی نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے۔

لمحہ فکریہ:

قرآن کریم سے اس بات کی صراحت ملی کہ ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ اور اس اجمال کی تفصیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ مختصر یہ کہ کسی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ پانچوں نمازوں کا وقت اول و آخر مقرر ہے۔

فقہ حنفی میں ظہر کے آخری وقت کے بارے میں حوالہ جات بالا میں دو وقت مذکور ہونے کی وجہ سے شاید قارئین کرام اس بات کو سمجھ نہ پائے ہوں۔ اس لیے اس کی وضاحت ضروری ہے۔ ایک روایت میں ایک مثل سایہ اور دوسری میں دو مثل سایہ کا بظاہر تعارض دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ایک اور حدیث پاک میں ابردوا بالظہر یعنی ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ کے الفاظ تبلاتے ہیں۔ کہ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ کرام نے عمل کر کے دکھایا۔ یہ حدیث

Marfat.com

اشارہ کرتی ہے۔ کہ اس پر عمل دو مثل والی روایت کے ضمن میں درست ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ حدیث پاک دوسرے دن ظہر کا آخری وقت جو جبرئیل نے بتایا۔ وہ دو مثل تھا۔ پہلے دن ایک مثل کہا۔ اس لیے دوسری مثل میں نماز ظہر کا ادا یا قضا ہونا دونوں احتمال ہیں۔ اس لیے اس احتمال و شک کی بنا پر دوسری مثل کہا۔ اس لیے دوسری مثل میں نماز ظہر قضا نہ ہو گی۔ بلکہ ادا ہو گی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ نماز عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس احتمال پر بقیہ نمازوں کے وقت میں کوئی تعارض وغیرہ نہیں۔ ہر ایک کا مستقل وقت ہے۔ اہل تشیع کا دو دو نمازوں کا ایک ہی وقت مقرر کرنا قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ اور گزشتہ اہل تشیع کی کتب کے حوالہ جات کے برخلاف ان کی ہی کتابوں میں ہر نماز کا علیحدہ علیحدہ وقت مقرر ہونا بھی موجود ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

وسائل الشیعہ

سَمِعْتُ الْعَبْدَ الصَّالِحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِ زَوَالُ الشَّمْسِ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا قَامَةٌ مِنَ الزَّوَالِ وَاَوَّلَ وَقْتِ الْعَصْرِ قَامَةٌ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا قَامَتَانِ قُلْتُ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ سَوَاءٌ؟ قَالَ نَعَمْ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد سوم ص۱۰۸ کتاب الصلوۃ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۲ ص۲۵۱ مذکرہ فی المواقیت)

(۳۔ فروع کافی جلد سوم ص ۲۷۵ کتاب الصلوۃ)

Marfat.com

ترجمہ:

محمد ابن حکیم نے کہا کہ میں نے عبد صالح علیہ السلام سے سنا کہ ظہر کا اول وقت زوال شمس ہے۔ اور اس کا آخری وقت ایک مثل سایہ ہونے تک ہے۔ اور عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو کر دو مثل تک ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا گرمی و سردی میں ان دونوں کا یہی وقت ہے؟

فرمایا۔ ہاں۔

وسائل الشیعہ

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خَلِيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ عُمَرَ بْنَ حَنْظَلَةَ اَتَانَا عَنْكَ بِوَقْتٍ فَقَالَ اِذًا لَا يَكْذِبُ عَلَيْنَا قُلْتُ ذَكَرَ اَنَّكَ قُلْتَ اِنَّ اَوَّلَ صَلٰوةٍ اِفْتَرَضَهَا اللهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرُ وَهُوَ يَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ) فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ لَمْ يَمْنَعْكَ اِلَّا سُبْحَتُكَ ثُمَّ لَا تَزَالُ فِيْ وَقْتٍ اِلٰى اَنْ يَصِيْرَ الظِّلُّ قَامَةً وَهُوَ اٰخِرُ الْوَقْتِ فَاِذَا صَارَ الظِّلُّ قَامَةً دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ فَلَمْ تَزَلْ فِيْ وَقْتِ الْعَصْرِ حَتّٰى يَصِيْرَ الظِّلُّ قَامَتَيْنِ وَذٰلِكَ الْمَسَاءُ قَالَ صَدَقَ

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۹۴ / کتاب الصلوۃ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۰ فی اوقات الصلوۃ)

Marfat.com

ترجمہ:

یزید بن خلیفہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کہ عمر بن حنظلہ آپ کی طرف سے ایک نماز کا وقت بیان کرتا ہے (کیا اس کا کہنا ٹھیک ہے ؟) آپ نے فرمایا۔ پھر وہ ہم پر جھوٹ نہیں بولتا ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی جو نماز فرض کی وہ ظہر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں یہ قول ہے " اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ" پھر جب سورج دوپہر سے ڈھل جائے۔ تو تجھے اپنی نماز پڑھنی چاہیئے۔ پھر اس نماز کا وقت ہر چیز کے ایک مثل سایہ ہونے تک باقی رہتا ہے پھر جب کسی چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے۔ تو عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔ اور تم عصر کے وقت میں ہی رہو گے جب تک ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل نہیں ہو جاتا اور دو مثل کا مطلب شام ڈھلنا ہے۔ یہ سن کر امام جعفر نے فرمایا۔ ہاں اس نے سچ کہا ہے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ وَھْبٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَتٰی جِبْرِیْلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَوَاقِیْتِ الصَّلٰوۃِ فَاَتَاہُ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَاَمَرَہٗ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَتَاہُ حِیْنَ زَادَ الظِّلُّ قَامَۃً فَاَمَرَہٗ فَصَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ اَتَاہُ

Marfat.com

حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَمَرَهٗ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ
اَتَاهُ حِيْنَ سَقَطَ الشَّفَقُ فَاَمَرَهٗ فَصَلَّى الْعِشَاءَ
ثُمَّ اَتَاهُ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَاَمَرَهٗ فَصَلَّى الصُّبْحَ
ثُمَّ اَتَاهُ مِنَ الْغَدِ حِيْنَ زَادَ فِي الظِّلِّ قَامَةٌ
فَاَمَرَهٗ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَتَاهُ حِيْنَ زَادَ فِي الظِّلِّ
قَامَتَانِ فَاَمَرَهٗ فَصَلَّى الْعَصْرَ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم
صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معاویہ بن وہب روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نماز کے اوقات لے کر حاضر ہوئے۔ جب زوال شمس ہوا۔ تو آکر کہا حضور! نماز ظہر ادا کیجئے۔ آپ نے ظہر ادا فرمائی۔ پھر جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل بڑھ گیا تو جبریل دوبارہ آیا۔ اور آپ سے نماز عصر پڑھنے کو کہا۔ آپنے عصر ادا فرمائی۔ پھر غروب سورج کے بعد حاضر ہو کر آپ سے نماز مغرب ادا کرنے کو کہا۔ آپ نے مغرب ادا فرمائی۔ پھر شفق ختم ہونے پر حاضر ہو کر نماز عشاء پڑھنے کو کہا۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر صبح صادق ہونے پر حاضر ہوا۔ اور نماز فجر پڑھنے کو کہا۔ آپ نے وہ بھی ادا فرمائی۔ پھر جبریل دوسرے دن آیا۔ اور اس وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا جبریل نے آپ کو نماز ظہر ادا کرنے کو کہا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی

Marfat.com

پھر دو مثل سایہ پڑھنے پر حاضر ہو کر آپ کو نماز عصر پڑھتے کو کہا آپ نے اس وقت عصر ادا فرمائی۔

تہذیب الاحکام

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الْكَرْخِيِّ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَتٰى يَدْخُلُ وَقْتُ الظُّهْرِ ؟ قَالَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَقُلْتُ مَتٰى يَخْرُجُ وَقْتُهَا ؟ فَقَالَ مِنْ بَعْدِ مَا يَمْضِيْ مِنْ زَوَالِهَا اَرْبَعَةُ اَقْدَامٍ اِنَّ وَقْتَ الظُّهْرِ ضَيِّقٌ لَيْسَ كَغَيْرِهٖ قُلْتُ مَتٰى يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ ؟ فَقَالَ اِنَّ اٰخِرَ وَقْتِ الظُّهْرِ هُوَ اَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶
فی اوقات الصلوۃ۔ مطبوعہ تہران،
طبع جدید)

ترجمہ:

ابراہیم کرخی کہتا ہے۔ کہ میں نے ابا الحسن موسیٰ کاظم سے پوچھا حضور! ظہر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ فرمانے لگے۔ جب زوال شمس ہو جائے میں نے پھر پوچھا کہ اس کا آخری وقت کیا ہے؟ فرمانے لگے جب سورج کو ڈھلے ہوئے اتنا وقت ہو جائے کہ چار قدم سایہ لمبا ہو جائے۔ ظہر کا وقت دوسری نمازوں کی طرح کوئی لمبا چوڑا

Marfat.com

نہیں ہے۔ میں نے پھر پوچھا وقتِ عصر کب شروع ہوتا ہے۔؟
آپ نے فرمایا۔ ظہر کا آخری وقت عصر کا ابتدائی وقت ہے۔

فقہ امام جعفر صادق

وَقَالَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ فَصَلِّ الظُّهْرَ
وَاِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ فَصَلِّ الْعَصْرَ۔

(فقہ امام جعفر صادق جلد اول صفحہ نمبر ۱۳۵
حدود الاوقات)

ترجمہ:
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تیرا سایہ تیری ایک مثل ہو جائے۔ تو ظہر پڑھ۔ اور جب تیرا سایہ تیری دو مثل ہو جائے پھر نماز عصر ادا کر۔

نوٹ:

کوئی اہل تشیع میں سے اگر ان روایات کی یہ تاویل کرے۔ کہ نماز ظہر اور عصر کا وقت تو ایک ہی ہے۔ صرف ظہر کو مذکورہ وقت یعنی دو مثل سایہ ہونے سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ یہ تاویل اس لیے باطل ہے۔ کہ فقہ امام جعفر صادق نامی کتاب کے مذکورۃ الصدور حوالہ سے پہلے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بالتصریح موجود ہے۔

لکل صلوۃ وقتان واول الوقت افضلہ۔ ہر نماز کے دو وقت ہیں۔ (یعنی اول وآخر وقت) اور شروع وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔

Marfat.com

لہٰذا ظہر بھی ان نمازوں میں سے ایک ہونے کی بنا پر اول وآخر دو وقت) اور شروع اوّل وقت زوال شمس اور آخر وقت دو مثل سایہ ہونے تک ہے۔ دو مثل کے بعد نماز عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ ایک مثل میں نماز ظہر پڑھنا افضل ہے۔ اور عصر کا آخری وقت چونکہ ناقص وقت ہے۔ اس لیے امام صاحب نے فرمایا۔ کہ نماز عصر دو مثل سایہ کے بعد ہی پڑھ لی جائے۔

وسائل الشیعہ:

وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ طَلَبًا لِفَضْلِهَا قَالَ وَ قِيْلَ لَهُ اِنَّ اَهْلَ الْعِرَاقِ يُؤَخِّرُوْنَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ فَقَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ عَدُوِّ اللّٰهِ اَبِي الْخَطَّابِ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۱۳۷/ ابواب المواقیت)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس نے مغرب کی نماز فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے مؤخر کر کے پڑھی وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے آپ سے کہا گیا۔ کہ عراقی لوگ نماز مغرب بہت دیر سے پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ستارے جھلملانے لگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کام اللہ کے ایک دشمن ابوالخطاب کا ہے۔

Marfat.com

نوٹ:۔

روایتِ مذکورہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص پر لعنت بھیجی جو مغرب کو تاخیر سے ادا کرتا ہے۔ اور اسے اللہ کے دشمنوں کا کام فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ نماز مغرب کا وقت رات کے ثلث تک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اہل تشیع کا خیال ہے۔ کہ مغرب اور عشاء دونوں کا وقت ایک ہی وقت ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو ستارے جھلملانے تک موخر کرنے والے کو امام موصوف ملعون نہ کہتے۔ اسی روایت سے آگے ایک اور حدیث بایں الفاظ مذکور ہے۔

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ مَنْ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ فَاَنَا اِلَى اللّٰهِ مِنْهُ بَرِيْءٌ۔

ترجمہ:

میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص نماز مغرب کو ستارے جھلملانے تک دیر کرکے پڑھتا ہے۔ میں اس شخص سے اللہ کے ہاں بری ہوں۔ اور بیزار ہوں۔

گویا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں۔ جو نماز مغرب کو دیر کرکے پڑھتے ہیں۔ اگر ثلث رات تک نماز مغرب

Marfat.com

کا وقت ہوتا۔ تو اس بیزاری کا کیا مطلب؟ امام صاحب دراصل نماز مغرب کو ایسے وقت میں ادا کرنے سے منع فرما رہے ہیں جس وقت مغرب کا وقت رہتا ہی نہیں۔ بلکہ عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اہل تشیع آج بھی نماز مغرب کو بہت دیر سے بلکہ مغرب اور عشاء کو اکٹھا کرکے پڑھتے ہیں۔ اور اسی وقت پر جس پر امام جعفر صادق نے لعنت بھیجی۔ پڑھتے ہیں۔ تو یہ لوگ امام کے نزدیک ملعون ہوئے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ ان کی فقہ خود گھڑی ہوئی ہے۔ نہ امام محمد باقر اور نہ ہی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی مرویات پر اس کی بنیاد ہے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی۔ کہ پانچوں نمازوں کا اپنا اپنا وقت مقرر ہے۔ ان میں سے نماز ظہر کا اول وقت زوال شمس سے شروع ہوتا ہے اور ایک مثل یا دو مثل تک رہتا ہے۔ یہی حضرات ائمہ اہل بیت فرما رہے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو اوقات بتائے وہ یہی تھے۔ اس وقت مقررہ میں ظہر کے علاوہ اس دن کی عصر پڑھنا ہرگز ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا اول وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔ اور یہی ائمہ اہل بیت کا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ نماز ظہر اور عصر کے ان اوقات مقررہ پر اجماع ہے۔ اسی طرح مغرب کا وقت غروب شمس سے شروع ہو کر غروب شفق تک مستقل وقت ہے اور غروب شفق کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو کر صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔ ان دونوں کا وقت بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔ اگر ان دونوں کا وقت بھی ایک ہی ہوتا۔ تو مغرب کو تاخیر سے پڑھنے والا ملعون اور خدا کا دشمن کیوں ہوتا۔؟

Marfat.com

حضرات! ائمہ اہل بیت کے ارشادات آپ حضرات نے ملاحظہ کیے۔ اور اوقات نماز کے مسئلہ پر اہل تشیع کے خیالات اور عمل بھی آپ ملاحظہ کر چکے۔ صاف صاف ظاہر کہ "فقہ جعفریہ" خود ساختہ باتوں کے مجموعہ کا نام تو ہو سکتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات و فرامین کا مجموعہ نہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اوقاتِ نماز کے بیان فرمانے میں کسی تقیہ سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ وہ دور تقیہ کا دور نہ تھا۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع نماز ایسی اہم عبادت میں بھی ٹھگرلو پھیرتے ہیں۔ اور آسانی تلاش کرنے کے درپے ہیں۔ ظہر اور عصر کو ملا کر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھ لیا۔ یہ آسانی ہی تھی جس نے انہیں اپنے اماموں کے نظریہ سے دور کر دیا۔ اسی طرح کی آسانیاں آپ مسئلہ پردہ میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ صرف دو عضو قابل ستر ہیں۔ ان میں سے ایک کا تو خود بخود پردہ ہو گیا۔ دوسرے پر ہاتھ رکھ لو۔ تو صاحب شرم و حیا بن جاؤ گے حقیقت یہی ہے۔ کہ کوئی بھی عقل سلیم ان تخفیفات کو قبول نہیں کرتا۔ اس لیے یہ کہنا برحق ہے۔ کہ "فقہ جعفریہ"، زرارہ ابوبصیر اینڈ کمپنی کی بنائی ہوئی ہے۔ اور دھوکے سے اس پر مہر امام جعفر صادق کی لگا دی گئی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کرنے کا ثبوت اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے۔ پھر ہم پر اعتراض کیوں؟

جب اہل تشیع پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ تم ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ کر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے اپنے ائمہ کی مخالفت کرتے ہو۔ اور ایسی بات کرتے ہو۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ تو وہ اس کے جواب میں ہماری کتب احادیث کا حوالہ پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ ان نمازوں کے جمع کرنے کا مسئلہ تو اہل سنت کی اپنی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ

Marfat.com

حَتّٰی یَجْمَعَ بَیْنَھَا وَ بَیْنَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۲۴۵)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں۔ کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ کی ایک بات بتائی۔ وہ یہ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی۔ تو نماز مغرب کو مؤخر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے تھے۔

نسائی شریف

عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِیْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّھْرَ اِلٰی وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَیْنَھُمَا فَاِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ یَرْتَحِلَ صَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ رَکِبَ۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۲۴۵

مطبوعہ آلام باغ کراچی)

ترجمہ:

ابن شہاب حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے قبل کہیں جانے کا ارادہ فرماتے۔ تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے۔ پھر سواری سے اُتر کر دونوں کو جمع کر کے پڑھتے۔ اور جب سورج ڈھلنے کے بعد

Marfat.com

ارادۂ سفر ہوتا۔ تو سفر میں جانے سے قبل نماز ظہر ادا فرما لیتے۔ پھر سوار ہو کر سفر پر روانہ ہو جاتے۔

طریق استدلال:

ان دونوں احادیث میں دو نمازوں کو اکٹھا کر کے ادا کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابت ہو رہا ہے۔ ہم بھی تو ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کے جمع کے قائل ہیں۔ جن کا ان دونوں احادیث میں ذکر ہے۔ لہذا اگر قابلِ اعتراض بات ہے۔ تو پھر اہل سنت کی کتبِ حدیث کی اِن روایات پر بھی اعتراض ہونا چاہیئے۔

جواب:

اہل تشیع کا یہ اعتراض بظاہر کارگر نظر آتا ہو گا لیکن اِن احادیث اور ان کے مسلک کے مابین کوئی وجہ اتحاد نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں کتب شیعہ سے یہ بات ثابت کی ہے کہ ان کی فقہ میں ظہر اور عصر کا وقت ایک ہی وقت ہے اور مغرب وعشاء کا وقت بھی ایک ہی وقت ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اوّل اور آخر بھی دونوں کا ایک ہی ہے۔ اب جبکہ ان کی فقہ میں ظہر وعصر کا وقت ایک ہی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ زوالِ شمس کے بعد ظہر پڑھیں وہ بھی جائز اور عصر پڑھیں وہ بھی جائز۔ یعنی عصر کو وقت ظہر میں اور ظہر کو وقت عصر میں پڑھنے سے کوئی خرابی نہیں ہو گی۔ دونوں ادا ہو جائیں گی۔ اس کے برخلاف ائمہ اہلبیت اور اہل سنت کے نزدیک ہر نماز کا اوّل و آخر اپنا وقت مقرر ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کے وقت جن دو نمازوں کو جمع فرمایا۔ اس کی صورت

Marfat.com

یہ ہے۔ کہ نماز ظہر کو اوّل وقت کی بجائے آپ نے اس کے آخری وقت میں ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی نماز عصر کا اول وقت شروع ہو جانے کے باعث اسے اول وقت میں ادا فرمایا۔ یُوں دیکھنے میں یہ دونوں نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی نظر آ رہی ہیں لیکن درحقیقت ان میں سے ہر ایک کو اپنے وقت میں ہی ادا کیا گیا ہے۔ اسے جمع صوری کہتے ہیں۔ حدیث پاک کے الفاظ پر ذرا غور کریں۔ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰی وَقْتِ الْعَصْرِ، آپ نے ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرمایا۔ مطلب یہ کہ وقت عصر شروع ہی ہوا چاہتا تھا۔ اور نماز ظہر کے آخری لمحات تھے۔ کہ آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ اب اس نماز ظہر کو کون کہے گا۔ کہ یہ عصر کے وقت میں پڑھی گئی۔ بلکہ بات وہی ہے۔ کہ نماز ظہر آخری وقت میں اور نماز عصر ابتدائی وقت میں آپ نے ادا فرمائی۔ اس لیے ہر نماز کی ادائیگی اپنے وقت میں ہوئی۔

اب اِن احادیث کو سامنے رکھیں۔ اور فقہ جعفریہ کی جمع بین الصلوتین کو سامنے رکھیں۔ دونوں میں کوئی اتحاد کی وجہ نظر نہ آئے گی۔ علاوہ ازیں اہل تشیع جب ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت کہتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک اگر دوپہر ڈھلنے پر کسی نے نماز عصر پڑھ لی۔ تو ہو جائے گی۔ لیکن اہل سنت کے ہاں یہ نماز عصر ہرگز ادا نہ ہو گی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ نسائی اور مسلم کی مذکورہ روایت سے اہل تشیع کا اپنے مسلک پر استدلال کرنا غلط ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔)

Marfat.com

اعتراض

اہل سنت نے ان مذکورہ دو احادیث میں دو دو نمازوں کو جمع کرنا "جمع صوری" سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ تاویل یا تعبیر "آخر الظہر" کے الفاظ سے نکالی۔ ہم تمہاری کتابوں میں سے ایسی احادیث دکھا سکتے ہیں۔ جن میں یہ لفظ موجود نہیں۔ لہذا اُن روایات میں "جمع صوری" مراد نہ ہوگا۔ بلکہ جمع حقیقی مراد ہے اور یہی ہم اہل تشیع کا مسلک ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

نسائی شریف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَسَبْعًا جَمِيْعًا۔

(نسائی شریف جلد اول صفحہ نمبر ۶۲
مع الحواشی الجدیدۃ)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ میں نے

Marfat.com

مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آٹھ اور سات رکعتیں جمع کر کے پڑھیں۔

اس حدیث پاک میں آٹھ اور سات کی تفصیل موجود نہیں۔یعنی ہوسکتا ہے کہ یہ پندرہ رکعتیں صرف عشاء کی ہوں۔یا مغرب کی سات اور عشاء کی آٹھ ہوں۔ اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث یوں کرتی ہے۔

مسلم شریف

عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَّ ثَمَانِيًا اَلظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَ الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَآءَ۔

(مسلم شریف جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۶)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات اور آٹھ رکعات اکٹھی پڑھیں۔ یعنی چار ظہر، چار عصر، تین مغرب اور چار عشاء کے فرض۔

اس حدیث پاک میں جمع بین الصلوتین موجود ہے۔اور ان دونوں میں سفر کی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔اور علاوہ ازیں یہ بھی کہیں ذکر نہ ہوا۔کہ آپ نے ایک نماز کو موخر کر کے دوسری کے اول وقت کے ساتھ پڑھ لیا۔جسے جمع صوری کہا گیا ہے۔ یہ تو دو نمازوں میں ہوسکتا ہے۔مسلم شریف کی مذکورہ حدیث میں تو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کو اکٹھا کر کے پڑھنے کا ذکر ہے۔تو معلوم ہوا۔کہ جمع صوری اور سفر یہ دونوں باتیں

Marfat.com

ان احادیث کی رُو سے ثابت نہیں ہوتیں۔
لہذا ہم اہل تشیع کا مسلک اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا چاہیے سفر ہو یا اقامت ہر طرح درست ہے۔ اس لیے وہ تاویل اور تعبیر جو پہلی احادیث میں کی گئی۔ قابل قبول نہ ہوگی۔

جواب

ان احادیث میں بھی جمع سے مُراد جمع صوری ہی ہے۔ جمع حقیقی نہیں اِس کا فیصلہ تب ہو سکتا تھا کہ معترض مسلم شریف کی حدیث مکمل ذکر کرتا۔ پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

نسائی شریف

عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَّ سَبْعًا جَمِيْعًا اَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَآءَ۔

(نسائی شریف ص ۶۲ جلد اول مع الحواشی الجدیدہ۔)

ترجمہ:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں آٹھ رکعت اکٹھی اور سات رکعت اکٹھی ادا فرمائیں۔ ظہر کو موخر کر کے چار اس کی اور عصر کو جلدی ادا کر کے چار اس کی یہ آٹھ اکٹھی پڑھیں۔ اور سات اکٹھی اس طرح کہ مغرب کی تین رکعت

Marfat.com

موخر اور عشاء کی چار جلدی پڑھیں۔

قارئین کرام! نسائی شریف کی پوری حدیث نے بات واضح کر دی۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو نمازوں کو اکٹھا ضرور کیا۔ لیکن وہ اس طرح کہ ایک کو اُس کے آخری وقت میں اور دوسری کو اُس کے اوّل وقت میں ادا فرمایا۔ آپ تبلائیے۔ کہ ایسا کرنا جمع صوری ہے یا جمع حقیقی؟ معترض اگر پوری حدیث نقل کر دیتا۔ تو اس کا مدعا ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے جتنے الفاظ سے مطلب بن سکتا تھا۔ وہ لے لیے۔ اور بقیہ کو ہضم کر دیا۔ یہ استدلال کچھ ایسا ہی ہے۔ جیسا کوئی بھنگی اور افیون ہیروئین کا عادی کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ۔ نماز کے قریب مت جاؤ۔ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کر کے نماز کے قریب نہیں جاتے۔ تو جس طرح انہوں نے "وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی" ہضم کر لیا تھا۔ اسی طرح شیعہ معترض نسائی شریف میں موجود حدیث کے آخری الفاظ ہڑپ کر گیا۔ یہ بھنگیوں والا استدلال ہے۔ اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔)

Marfat.com

اعتراض

عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء دونوں کو سنی جمع کرتے ہیں

اگر ظہر اور عصر کو جمع کرنا اور مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھنا جائز نہیں۔ تو اہل سنت کی کتب میں دوران حج میدان عرفات میں ظہر اور عصر کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا اور مقام مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا کیونکر درست ہو گیا؟ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ جمع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وہی الزامات لگاؤ گے جو ہم جمع کرنے والوں پر لگاتے ہو۔؟ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

نسائی شریف

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

حَتّٰی اَتٰی عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ حَتّٰی اِذَا انْتَهٰی اِلٰی بَطْنِ الْوَادِیْ خَطَبَ النَّاسَ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَهُمَا شَیْئًا۔ (نسائی شریف جلد اول ص ۶۲ مع الحواشی الجدیدہ)

ترجمہ:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے، (دوران حج) عرفات میں تشریف لے آئے۔ وہاں آپ نے اپنے لیے نصب شدہ ایک خیمہ پایا۔ جو مقام نمرہ میں تھا۔ آپ سواری سے اُترے۔ جب زوالِ شمس ہو گیا۔ تو آپ نے اپنی سواری "قصوا" پر پالان وغیرہ لگا کر تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ تیار ہو گئی۔ تو آپ اس پر سوار ہو کر بطن وادی پہنچے۔ یہاں آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت بلال نے اذان دی اور اقامت کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی۔ تو آپ نے نماز عصر ادا فرمائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی اور نماز نہ پڑھی۔

مسلم شریف

یَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ

Marfat.com

يَسْبَغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلوٰةُ قَالَ الصَّلوٰةُ اَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَآءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلوٰةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الْعِشَآءُ فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۱۴)

ترجمہ:

حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں۔کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس تشریف لائے۔تو راستہ میں ایک گھاٹی میں سواری سے نیچے اتر کر آپ نے پیشاب مبارک کیا۔پھر ادھورا سا وضو کیا۔میں نے عرض کیا۔نماز کا وقت ہو گیا ہے۔فرمایا۔آگے چل کر پڑھیں گے۔جب مزدلفہ تشریف لائے۔تو سواری سے اتر کر مکمل وضو فرمایا۔پھر اقامت کہی گئی۔آپ نے نماز مغرب پڑھی۔پھر تمام لوگوں نے اپنے اونٹ بٹھا دیئے۔پھر عشاء کی اقامت ہوئی اور آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی نماز نہ پڑھی۔

ان دونوں احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا۔اور ان دونوں میں کسی نفلی نماز وغیرہ سے بھی فرق نہ کیا اسی طرح مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا۔یہ دونوں جمع صوری نہیں بن سکتیں۔کیونکہ یہاں ظہر کے وقت میں عصر ادا کی گئی۔اگر ظہر کے آخری وقت میں ظہر اور عصر کے ابتدائی وقت میں عصر ادا کی جاتی۔تو جمع صوری کا احتمال ہو سکتا تھا لیکن یہاں

Marfat.com

یہ احتمال ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مغرب و عشاء کو عشاء کے وقت میں ادا فرمانے کا معاملہ بھی ہے۔

لہذا ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل سنت کے ہاں بھی عرفات میں ظہر و عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کیا جاتا ہے۔ تو پھر ایسی ہی جمع پر اہل تشیع پر اعتراض کیوں؟

جواب:

میدان عرفات اور مزدلفہ میں دو دو نمازوں کا جمع کرنا اور اس پر اہل تشیع کا ہر وقت اور روزانہ ان نمازوں کو جمع کرنے کا قیاس کرنا قواعد و اصول کے بالکل خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں ذرا تفصیل سے بات کرتے ہیں۔

ا۔ عرفات اور مزدلفہ میں نماز کے اوقات میں ہم نے کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت پر ادا ہوئی ہے۔

وہ اس طرح کہ میدان عرفات میں ہمارے نزدیک عصر کا وقت ظہر کے ادا کرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ بخلاف عام حالات کے کہ ان میں عصر کا وقت دو مثل سایہ بڑھنے پر شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مزدلفہ میں مغرب کا وقت عشاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان دونوں مقامات پر نمازیں نہیں بلکہ نمازوں کے اوقات آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔

ب۔ ان دونوں مقامات میں اگر کوئی شخص نماز عصر کو عام حالات کے وقت کے مطابق یعنی دو مثل سایہ بڑھنے پر پڑھے گا۔ تو وہ گناہ گار ہوگا۔ یہ گناہ اسی وجہ سے ہے۔ اور مغرب کو اگر مزدلفہ کے راستہ میں مغرب کے عام وقت کے مطابق پڑھتا ہے۔ تب بھی گناہ گار ہوگا۔ یہ گناہ اسی وجہ سے ہے۔ کہ

Marfat.com

اس نے نماز کو ان مقامات کے مخصوص وقت میں ادا نہ کیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ آج ان نمازوں کے اوقات تبدیل ہو گئے ہیں۔

ج ۔ مسافر اگر دوران سفر ظہر کو ظہر کے وقت یعنی زوال شمس کے بعد پڑھتا ہے۔ اور عصر کو دو مثل گزرنے پر پڑھتا ہے۔ تو اہل تشیع اس کو گناہ گار نہیں کہتے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان نمازوں کے اوقات وہی ہیں۔ جو اقامت و سفر میں عام حالات میں مقرر ہیں۔ لہذا اب ان نمازوں کو جمع کرنا نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا ہے۔ یہ نہیں کہ نماز کا وقت ہی تبدیل ہو گیا۔ نماز کا وقت تبدیل ہو جانا اور نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

د ۔ عرفات اور مزدلفہ میں دو دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا اس لیے جائز ہے کہ اس بارے میں نص موجود ہے۔ اور از روئے عقل یہ اجتماع درست نظر نہیں آتا گویا یہ اجتماع خلاف قیاس ہے۔ اگر اس کے لیے واضح نص نہ ہوتی تو یہ ہرگز جائز نہ ہوتا۔ اس لیے ان نمازوں کے جمع کرنے پر عام حالت کی نماز کو قیاس کرنا باطل ہے۔

ر ۔ چونکہ عرفات اور مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کرنا خلاف قیاس ہے اس لیے قاعدہ کے مطابق یہ جمع انہی شرائط کے تحت ہوگی۔ جو اس کے جواز کی نص میں موجود ہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

اوّل:

دونوں نمازیں با جماعت ادا کی جائیں۔ لہذا اگر کسی نے اکیلے ہی ظہر ادا کی تو اب اُسے اسی وقت عصر ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے یہ نمازیں باجماعت اکٹھی فرمائی تھیں۔

دوم:

ان نمازوں کی امامت کے فرائض سرانجام دینے والا حالتِ احرام میں ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ احرام میں تھے۔

سوم:

امام بھی عام امام نہ ہو۔ بلکہ حاکم وقت یا اس کا نمائندہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجود حضرات پر نبی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ امر بھی تھے۔

چہارم:

اسی ترتیب کے ساتھ یعنی پہلے ظہر اور پھر اس کے متصل عصر کی جماعت ہو۔

ان شرائط پر پورا نہ اترنے والا ہر نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کرے گا۔ اُسے جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ گویا عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو اکٹھا کرنا چونکہ خلافِ قیاس تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اس لیے جن حالات و کیفیات میں آپ نے یہ جمع کیا۔ انہی حالات و کیفیات کے ساتھ یہ جمع کرنا جائز ہوگا۔ یہی شرائط اور پابندیاں اہل سنت کی کتب فقہ میں موجود ہیں۔

ھدایہ

وَلِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّ التَّقْدِیْمَ عَلٰی

Marfat.com

خِلَافُ الْقِيَاسِ عُرِفَ فِيمَا إِذَا كَانَتِ الْعَصْرُ مُرَتَّبَةً عَلَى الظُّهْرِ مُؤَدًّى بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْإِمَامِ فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ قَبْلَ الزَّوَالِ فِي رِوَايَةٍ تَقْدِيمًا لِلْإِحْرَامِ عَلَى وَقْتِ الْحَجِّ وَفِي أُخْرَى يُكْتَفَى بِالتَّقْدِيمِ عَلَى الصَّلٰوةِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الصَّلٰوةُ۔

(ہدایہ اولین کتاب الحج وقوف عرفات ص ۲۴۵)

ترجمہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے۔ کہ عرفات میں نماز عصر کو ظہر کے وقت کی طرف مقدم کرنا خلافِ قیاس ہے۔ اس کا جائز ہونا اس صورت میں ہی ہوگا۔ جب عصر کو ظہر کے بعد ترتیب وار پڑھا جائے اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کیا گیا ہو۔ اور امام حالت احرام میں ہو یعنی اس نے حج کے لیے احرام باندھا ہوا ہو۔ لہٰذا ان قیود و شرائط پر یہ تقدیم عصر موقوف رہے گی۔ پھر حج کے لیے احرام باندھا ہوا ہونا بر ایک روایت کے مطابق زوالِ شمس سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ تاکہ حج کے وقت سے احرام کا مقدم ہونا پایا جائے۔ لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ نماز سے پہلے احرام میں ہونا ضروری ہے۔ (چاہے زوال شمس کے بعد ہی ہو۔) کیونکہ مقصود نماز ہے۔ اور وہ احرام کے بعد ہی ہوگی۔

Marfat.com

عنایۃ

(ولابی حنیفۃ ان التقدیم الخ) وَکُلُّ مَاکَانَ شَرْعُہٗ عَلٰی خِلَافِ الْقِیَاسِ بِالنَّصِّ یُقْتَصَرُ عَلٰی مَوْرِدِہٖ۔

(عنایہ شرح الہدایہ جلد دوم ص ۱۶۵۔ مطبوعہ مصر آٹھ جلد والی)

ترجمہ:

(صاحب ہدایہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مذہب پیش کیا کہ عرفات میں عصر کو مقدم کرنا خلافِ قیاس ہے۔ اس کی تشریح میں صاحب عنایہ نے لکھا ہے کہ) ہر وہ مسئلہ اور حکم جو جائز تو ہو لیکن خلاف قیاس نص کے ذریعہ اس کا جواز ہو۔ تو وہ انہی قیود و شرائط پر محدود رہے گا۔ جو اس وقت پائیں گئیں۔

Marfat.com

فقہ جعفریہ میں سیاہ لباس کا حکم

قارئین کرام! یہ ایک مشاہدہ ہے۔ اور اس سے انکار ہرگز ممکن نہیں۔ کہ اہل تشیع بالعموم اور محرم الحرام میں بالخصوص سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ اور اسے وہ ائمہ اہل بیت کا پسندیدہ امر سمجھتے ہیں۔ اور اس کے جواز کے لیے طرح طرح کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ چند حوالہ جات اس پر بھی پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ ائمہ اہل بیت کے سیاہ لباس کے بارے میں ارشادات کا علم ہو سکے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حدیث ۱: تحفۃ العوام

وارد ہے کہ راوی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھوں فرمایا وہ لباس ہے جہنم کا۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔ نہ پہنو۔ وہ جامہ فرعون کا ہے۔ (تحفۃ العوام جلد ۱ ص ۳ باب گیارھواں۔ بیان میں چہل حدیث کے مطبوعہ نولکشور قدیم)

حدیث ۲: فروع کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ اُصَلِّیْ

Marfat.com

فِي الْقَلَنْسُوَةِ السَّوْدَاءِ فَقَالَ لَا تُصَلِّ فِيهَا فَإِنَّهَا لِبَاسُ أَهْلِ النَّارِ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۳ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس مطبوعہ تہران جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۰ طبع قدیم جلد ۱ ص ۱۶۳ طبع جدید)

(۳۔ علل الشرائع باب ۲۵ ص ۳۴۶ /العلۃ التی من اجلہا لا تجوز الصلوٰۃ فی سواد۔)

(۴۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۱۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا اُسے پہن کر نماز نہ پڑھنا۔ وہ یقیناً دوزخیوں کا لباس ہے۔

حدیث ۳:

رَوَى إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ أَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى نَبِيٍّ مِنْ أَنْبِيَائِهِ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ لَا يَلْبَسُوا لِبَاسَ أَعْدَائِي وَلَا يَطْعَمُوا مَطَاعِمَ أَعْدَائِي وَلَا يَسْلُكُوا مَسَالِكَ أَعْدَائِي فَيَكُونُوا أَعْدَائِي كَمَا هُمْ أَعْدَائِي فَأَمَّا لُبْسُ

Marfat.com

السَّوَادِ لِلتَّقِيَّةِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۸،
العلۃ التی من اجلھا لا تجوز الصلوٰۃ فی سواد۔ مطبوعہ تہران جدید)
(۳۔ وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۲۷۹،
کتاب الصلوۃ الخ)

ترجمہ:
اسماعیل بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر کی طرف یہ وحی بھیجی۔ وہ تمام مومنوں کو کہہ دو کہ نہ تو میرے دشمنوں کا لباس پہنیں۔ نہ ان کے کھانے کھائیں اور نہ ہی ان کے راستوں پر چلیں۔ اگر انہوں نے یہ کام نہ چھوڑے۔ تو ان دشمنوں کی طرح یہ بھی میرے دشمن ہوں گے۔ بہر حال کالے کپڑے تقیہ کرتے ہوئے پہن لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

علل الشرائع

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ
قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَمِیْرِ
الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ فِیْمَا عَلَّمَ

Marfat.com

اَصْحَابَهٗ لَاتَلْبَسُوا السَّوَادَ فَاِنَّهٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ ۔

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷ ، ۳)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو بصیر روایت کرتا ہے ۔کہ امام موصوف نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطہ سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بیان فرمائی ۔وہ یہ کہ حضرت علی المرتضٰے نے اپنے ساتھیوں کو اس بات کی تعلیم دی ۔کہ کالے کپڑے نہ پہننا ۔کیونکہ یہ فرعون کا لباس تھا ۔

علل الشرائع

باب ۵۶ اَلْعِلَّةُ الَّتِيْ مِنْ اَجْلِهَا لَاتَجُوْزُ الصَّلٰوةُ فِيْ سَوَادٍ

عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اُصَلِّيْ فِيْ قَلَنْسُوَةِ السَّوْدَآءِ ؟ قَالَ لَاتُصَلِّ فِيْهَا فَاِنَّهَا لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ ۔

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۶ ۔۳)

ترجمہ:

باب ۵۶ ،اُن احادیث کے جمع کرنے میں کہ جن میں کالے کپڑے پہن کر نماز نہ ہونے کی علت بیان ہوئی ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی حدیث نے پوچھا ۔کہ میں کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھ سکتا ہوں ؟ فرمایا ایسی ٹوپی پہن کر نماز نہ پڑھنا ۔کیونکہ

Marfat.com

کالا لباس یقیناً دوزخیوں کا لباس ہے۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ہمارے لیے وہی احکام قابل قبول ہیں جو حضرات ائمہ اہل بیت نے فرمائے ہیں۔

اسی عقیدہ کی بنا پر وہ اپنی فقہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے ''فقہ جعفریہ'' کا نام دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم اہل تشیع حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات واحادیث پر عمل کرنے والے ہیں ایک طرف ان کا یہ دعوے اور دوسری طرف ان کا سیاہ کپڑے پہننے کا عمل دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کالے لباس کو جہنمیوں کا لباس اور فرعون کا لباس فرما رہے ہیں۔ اور ان کا لباس ہونے کی وجہ سے کالا لباس بلکہ صرف کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ لباس چونکہ ہمارے دشمنوں کا ہے۔ اس لیے جو پہنے گا۔ وہ بھی دشمنوں میں شامل ہو جائے گا ان واضح ارشادات واحادیث کے ہوتے ہوئے کسی محب اہل بیت کو یہ جرأت کب ہو سکتی ہے۔ کہ وہ سیاہ لباس پہنے۔

تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع دھوکے سے اپنی من گھڑت فقہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور محض فریب دہی کے لیے اپنے آپ کو حضرات ائمہ اہل بیت کے شیدائی و فدائی کہلاتے ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کا محب دوزخیوں والا، فرعون والا اور ان ائمہ کے دشمنوں کا لباس پہنے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل بیت کے دشمن ہیں۔ اور حقیقت بھی

Marfat.com

یہی ہے۔ اس کا اعلان خود امام جعفر صادق نے کر دیا۔ کہ میرے دشمنوں کا سا سیاہ لباس پہننے والے میرے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ بغضِ اہل بیت اور ان کی دشمنی سے بچائے اور ان حضرات کی صحیح محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ اور ان کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

ایک ضروری بحث

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہاتھ باندھ کر نماز میں کھڑے ہوتے تھے

نماز میں اگر کوئی شخص کسی کی اقتداء کرتا ہے۔ تو مقتدی پر لازم ہے۔ کہ اپنے افعال میں اپنے امام کی اقتداء کرے۔ لیکن اس امر میں اہل تشیع بہت زیادہ تاکید کے قائل ہیں۔ ان کی "صحاح اربعہ" میں موجود کہ منافق کو امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اتنا عظیم مرتبہ اور بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ کہ گویا ایسی نماز ادا کی گئی۔ جیسی کسی نبی و رسول کی اقتداء میں پڑھی۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ نماز باجماعت ہی ہونی چاہیئے۔ اور اگر جماعت کی ادائیگی کسی منافق کے پیچھے بھی کرنی پڑے۔ تو ترک جماعت ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا درجہ معمولی نہیں۔ تو جب منافق کی اقتداء میں اتنا ثواب اور اس قدر علو مرتبت ہے۔ تو ان کے معیار کے مطابق صحیح اور رفائل امامت شخص کی اقتداء کا اجر و ثواب خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

منافق کی اقتداء کرنے میں مذکور ثواب کی وجہ ان (اہل تشیع) کے نزدیک

Marfat.com

وتقیہ،، کی بنا پر ہے۔ ہم اس موضوع پر کافی وشافی لکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف اتنا عرض کرنا ہے۔ کہ چلو مان لیا کہ اتنا عظیم اجر و ثواب وتقیہ،، کی وجہ سے ہی حاصل ہوا۔ لیکن تقیہ ہوتا کیسے ہے؟ اس کی صورت یہی سامنے آتی ہے۔ کہ امام کی امامت اور اس کے افعال نماز کو درست نہ سمجھتے ہوئے بھی اس کی اقتداء کرنا اور افعال نماز اسی کی طرح ادا کرنا۔ تو جو شخص از روئے تقیہ کسی کی اقتداء میں نماز پڑھے گا۔ وہ ظاہراً یقینی طور پر امام کی طرح قیام کرے گا۔ اس کی طرح ہاتھ باندھے گا۔ اس کی طرح رکوع و سجود اور قعدہ کرے گا؛ اگر کوئی مقتدی اپنے امام کے افعال نماز میں اس کی مخالفت کرتا ہے۔ یعنی امام نے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی۔ اور مقتدی نے سینہ تک ہاتھ اٹھائے۔ امام نے زیر ناف ہاتھ باندھے۔ مقتدی نے یا تو سینہ پر رکھے۔ یا بالکل ہی کھلے چھوڑ دیے۔ تو ایسی اقتداء کو وتقیہ کے طور پر اقتداء،، کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ تقیہ کے طور پر اپنا عمل باوجود نہ چاہنے کے امام کے مطابق کرنا پڑتا ہے اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ کہ کیا نماز پڑھتے وقت نمازی کو ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ یا کھلے چھوڑ کر نماز ادا کرنی چاہیے۔ تو لیجیے کتب شیعہ اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور بطور تقیہ ویسی ہی نماز پڑھی جیسی حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر نمازیوں نے پڑھی۔ (یعنی نماز میں ہاتھ باندھے)

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بہت سی نمازیں ادا کیں

احتجاج طبرسی:

ثم قام وتهيأ للصلوٰة وحضر المسجد وصلى خلف ابی بکر۔

(۱۔ احتجاج طبرسی۔ جلد اول ص ۱۲۶ احتجاج امیر المومنین علی ابی بکر و عمر الخ۔ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)
(۲۔ احتجاج طبرسی ص ۵۹ مطبوعہ طبع قدیم نجف اشرف)
(۳۔ مرآۃ العقول شرح اصول کافی بحث فی الاشارہ الی بعض مناقب فاطمہ الخ ص ۳۸۸۔ طبع قدیم)

ترجمہ:
پھر سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور نماز کی تیاری فرمائی اور مسجد (نبوی) میں تشریف لائے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے (ان کی اقتداء میں) نماز ادا فرمائی۔

Marfat.com

اس روایت میں اگرچہ صرف ایک نماز میں اقتدار کا ذکر ہے۔ لیکن کتب شیعہ میں موجود ہے۔ کہ سیدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہی نماز بامجبوری حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نہیں پڑھی۔ بلکہ ایسا بارہا ہوا۔ اس لیے یہ عذر پیش کرنا بالکل غلط ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد میں جا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں صرف ایک ہی مرتبہ نماز پڑھی۔ کیونکہ مسلک شیعہ اور سنی دونوں کی کتب معتبرہ میں یہ مذکور ہے۔ کہ سیدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا گھر چونکہ مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا۔ اور آپ بغیر جماعت ادا نہیں فرمایا کرتے تھے اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں آپ نے بہت سی نمازیں ادا فرمائیں۔

البداية والنهاية:

وَهٰذَا حَقٌّ فَاِنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ لَمْ يُفَارِقِ الصِّدِّيْقَ فِيْ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ وَلَمْ يَنْقَطِعْ فِيْ صَلٰوةٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ خَلْفَهٗ۔

(البدایہ والنهایہ جلد ۵ ص ۲۴۹
اعتراف سعد بن ابی عبادة
بصحة ما قال الصديق
یوم السقیفۃ۔ مطبوعہ بیروت و
ریاض)

ترجمہ:

(حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا بارہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنا) یہ حق ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کسی

Marfat.com

وقت بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جُدا نہ ہوئے۔ اور نہ ہی آپ کے پیچھے کسی نماز میں غیر حاضر رہے۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَهٰذَا اللَّائِقُ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْاٰثَارُ مِنْ شُهُوْدِهٖ مَعَهُ الصَّلَوَاتِ وَخُرُوْجِهٖ مَعَهُ اِلٰى ذِى الْقِصَّةِ بَعْدَ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۳۰۲
خلافت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ
وما فیہا من الحوادث
مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ

(صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں متواتر نمازیں ادا کرنا) یہی بات حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان ہے۔ اور بہت سے ایسے آثار وارشاداتِ صحابہ موجود ہیں۔ کہ جن میں اس امر کی گواہی ملتی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نماز باجماعت میں (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں) ان کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ دونوں حضرت اکٹھے جہاد وغیرہ واقعات میں نکلا کرتے تھے۔

Marfat.com

کتاب سلیم بن قیس ہلالی :

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الصَّلٰوةَ الْخَمْسَ۔

(کتاب سلیم بن قیس ہلالی ص ۲۲۴
مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ :
حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانچوں نمازیں (باجماعت) مسجد (نبوی) میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

حملہ حیدری :

کشید ند صف اہل دیں از قفا ٭ دراں صف ہم استاد شیرِ خدا ۔
(حملہ حیدری جلد اول صفحہ نمبر ۲۷۵
از تزاق امیر المومنین از آب یاری وطن
ہر دشمناں ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں جب اہل دین (مسلمانوں) نے نماز ادا کرنے کے لیے صفیں باندھیں۔ تو ایک صف میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ (تاکہ نماز باجماعت ادا کریں)

٭

Marfat.com

تلخیص الشافی:

وَاِنِ ادّعیٰ صَلٰوۃَ مُظْہِرٍ لِلْاِقْتِدَاءِ فَذَاکَ مُسَلَّمٌ لِاَنَّہُ الظَّاہِرُ۔

(تلخیص الشافی جلد دوم ص ۱۵۸ مطبوعہ
دارالکتب اسلامیہ قم ۔ طبع جدید)
(تلخیص الشافی ص ۳۵۴ ۔ طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ظاہر اقتداء میں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی نماز ادا کرنا ایک امر مسلّم ہے ۔ کیونکہ یہ ظاہر و باہر ہے ۔

الحاصل:

اہل تشیع و اہل سنت کی معتبر کتب سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہوگیا ۔ کہ سیدنا حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے ۔ اور یہ ادائیگی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ہوا کرتی تھی ۔ بلکہ صاحب تلخیص الشافی کے قول کی بنا پر یہ مسلمات میں سے ہے ۔

مذکورہ چھ عدد حوالہ جات جو پیش کیے گئے ۔ ان میں اسی مسلّمہ بات کا ذکر ہے ۔ رہا یہ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے نمازیں پڑھیں تو ضرور لیکن دل سے آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایسا کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے ۔ یہ محض بے بنیاد پراپیگنڈا ہے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شایان شان یہ نہیں ۔ کہ آپ حق کو چھپاتے ہوئے عرصۂ دراز تک باطل پر قائم رہے ۔ اس لیے آپ کا باجماعت نمازیں

Marfat.com

ادا کرنا صرف اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک یہی طریقہ درست اور حق تھا بفرض محال اگر معترض کے خیال کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی اتنی بات یقیناً اظہر من الشمس ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ طوعاً و کرھاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں افعال نماز اسی طرح ادا کرتے تھے۔ یعنی جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوران قیام ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہاتھ باندھ کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس لیے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ایک نہیں بار ہا مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں۔ کہ نماز جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کا طریقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے نے از خود مقرر کر لیا ہو۔ بلکہ اس کی تمام صورت شارع کی طرف سے متعین ہوتی ہے۔ اس لیے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کی اقتداء میں حالت قیام میں ہاتھ باندھے۔ اور ابو بکر صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کی ہدایات کے مطابق ایسا کیا۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی ”باب مدینۃ العلم“ کی وارث شخصیت سے یہ کیونکر توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق پر عمل کرنے میں اخلاص سے کام نہیں لیتے تھے۔ ان پر اس قسم کے اتہام وہی لگا سکتا ہے۔ جو بغض و عناد میں مرتا جا رہا ہو۔

سوال:

ہم (اہل تشیع) اس بات کو یقین سے مانتے ہیں۔ اور صرف مانتے ہی نہیں بلکہ عقیدہ بھی یہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اور جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ دوران

Marfat.com

اقتداء افعالِ نماز میں اپنے امام (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی مکمل پیروی کرتے رہے لیکن یہ پیروی اور اقتداء خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے نہ تھی۔ بلکہ یہ سب کچھ تقیہ کے طور پر ہوا۔ اور جو افعال بطور تقیہ سرزد ہوں۔ ان کو دلیل و حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کے علاوہ عین ممکن کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اقتداءِ صدیق میں بطور تقیہ پڑھی گئی نماز کو اپنے گھر میں دوبارہ ادا کرتے ہوں۔ اور اس ادائیگی کے وقت آپ ہاتھ کھلے چھوڑتے ہوں۔ لہٰذا ان احتمالات کے ہوتے ہوئے مذکورہ حوالہ جات ہم پر حجت نہیں بن سکتے۔

جواب امرِ اوّل:

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظیم اور بہادر شخصیت پر یہ اتنا بڑا الزام ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ پر تہمت تقیہ لگانا پھر نماز کی ادائیگی کے وقت اتنی جسارت کوئی صاحب ایمان نہیں کر سکتا۔ آپ کی ذات پر یہ گھنونا الزام لگا کر معترض نے مذکورہ حوالہ جات کے مفہوم کی جو تاویل کی۔ وہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کے مطابق برعکس ہے۔ آپ کا یہ اعلان ہے۔ "اگر میرے مقابلہ میں تمام عرب آ جائے۔ تو مجھے قطعاً کوئی خوف نہ آئے گا۔ بلکہ میں تو ان کی گردنیں اڑانے میں کچھ دیر نہ کروں گا۔" اسی طرح ایک اور جگہ آپ کا ارشاد یوں مذکور ہے "احکام شرع کے نافذ کرنے میں میرے سامنے ہر قوی بالکل کمزور اور ذلیل ہے۔ اور ہر کمزور میرے نزدیک بہت بڑا بہادر ہے" (نہج البلاغہ)

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ان اعلانات کے پیش نظر تو تقیہ جیسے قابلِ نفرت عمل کی آپ کی طرف نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے۔ چہ جائیکہ آپ کو اس

Marfat.com

کا کاربند کہا جائے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ آپ کی جملہ باجماعت نمازیں صدق دل اور خلوص نیت سے تھیں۔ ان میں تصنع، بناوٹ اور تقیہ کا شائبہ تک نہ تھا۔

ائمہ اہل بیت امراء کے پیچھے نماز پڑھ کر لوٹاتے نہیں تھے

جواب امر دوم:

معترض کا دوسرا احتمال یہ تھا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کی اقتداء میں جو نمازیں پڑھیں وہ جان کے خطرے کے پیش نظر بطور تقیہ پڑھیں تاکہ عوام آپ کو صدیق اکبر کا مخالف نہ سمجھیں۔ لیکن اللہ کی عبادت کو خلوص نیت کے ساتھ ادا کرنے کے لیے ان ظاہری طور پر پڑھی گئی نمازوں کو گھر میں جا کر آپ دوبارہ ادا کر لیا کرتے تھے۔ اس لیے گھر میں ادا کردہ نمازوں میں آپ ہاتھ نہیں باندھا کرتے تھے الی آخرہ۔

"گھر میں جا کر نماز دوبارہ لوٹانا"، یہ بھی پہلے اتہام سے کم نہیں۔ اور توہین و گستاخی میں "تقیہ" ایسے الزام سے کہیں بڑھ کر الزام ہے۔

آئیے! شیعہ کتب سے اس بات کی تصدیق و توثیق پیش کریں۔ کہ سیدنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو نمازیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بلکہ خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں ادا فرمائیں۔ گھر میں جانے کے بعد ان کا اعادہ نہیں فرمایا۔

Marfat.com

بحار الانوار:

الرَّاوَنْدِی بِاِسْنَادِہٖ عَنْ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ یُصَلِّیَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ فَقَالُوْا لِاَحَدِ ھِمَا مَا کَانَ اَبُوْكَ یُصَلِّیْ اِذَا رَجَعَ اِلَی الْبَیْتِ فَقَالَ لَا وَ اللّٰہِ مَا کَانَ یَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوۃٍ۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۱۴۰
مطبوعہ تہران طبع قدیم۔ ابواب تاریخ
ما یختص الخ)

ترجمہ:

راوندی اسناد کے ساتھ موسیٰ بن جعفر کے باپ سے یہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما مروان بن الحکم کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان میں سے ایک امام سے دریافت کیا۔ کہ آپ کے ابا جان (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد جب گھر لوٹتے تھے۔ تو کیا وہ نماز کا اعادہ فرمایا کرتے تھے؟ جواباً فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ مسجد میں ادا کردہ نماز پر ہی اکتفا فرمایا کرتے تھے۔ گھر اگر اس کو دوبارہ ادا کرکے زیادتی نہ فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

دیکھا آپ نے کہ کتب شیعہ کے حوالہ سے اس بات کی صاف صاف تردید ہوگئی۔ کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہرگز ہرگز یہ عادت نہ تھی۔ کہ کسی کے پیچھے بطور تقیہ نماز پڑھیں۔ اور پھر اسی نماز کو گھر لوٹ کر دوبارہ پڑھیں۔ گزشتہ اوراق میں مذکورہ بحث کی تلخیص یوں کہی جا سکتی ہے۔ کہ

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی اقتدار میں نمازیں پڑھیں

۲۔ ان کی اقتدار میں نماز کے افعال و اعمال میں بھی آپ نے اپنے امام کی پوری پوری اتباع کی۔

۳۔ خلفائے ثلاثہ کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا گھر لوٹ کر اعادہ نہیں فرمایا۔

کھلا چیلنج:

ان تلخیصی امور کی نشاندہی کے بعد پھر بھی اگر کوئی ہٹ دھرم یہ کہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی اقتدار کے دوران حالت قیام میں ہاتھ نہیں باندھے۔ تو ایسے ہر ہٹ دھرم کو ہمارا کھلا چیلنج ہے۔ کہ کوئی ایک حدیث صحیح سند کے ساتھ اس پر پیش کردو۔ تو منہ مانگا انعام پاؤ۔ اور دوسرا ہمارا یہ بھی چیلنج ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح سند کے ساتھ کوئی ایک حدیث (اپنی کتابوں سے ہی) پیش کردو۔ کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کی اقتدار میں پڑھی گئی نمازوں میں ایک نماز کا بھی گھر لوٹ کر اعادہ کیا ہو۔؟

اگر آج تک کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکا۔ تو قیامت تک ناممکن۔ لہذا

Marfat.com

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی اقتدائے صدیق اکبر میں نمازوں کی ادائیگی کو "تقیہ"، پر محمول کرنا اور اس پر یہ تاویل گھڑنا کہ آپ گھر لوٹ کر ان پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ کر لیا کرتے تھے کس طرح قابل تسلیم ہو سکتا ہے؟ نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جگر گوشہ بتول (رضی اللہ عنہا) اور فرزند علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ قسمیہ فرمائیں۔ کہ میرے والد گرامی گھر جا کر نمازوں کا اعادہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ تو اس کے بعد صداقت وحقانیت کے لیے کیا دلیل چاہیئے؟

خود فیصلہ کریں۔ کہ ایک ضدی، ہٹ دھرم اور خود رو پودے کی طرح اگنے والے شخص کی بات، صداقت و دیانت کے علمبردار اور چلتے پھرتے ناطق قرآن کے مقابلہ میں کیا وزن رکھتی ہے؟

حق یہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے دور میں مختلف حضرات کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔ اور دوران اقتداء افعال نماز میں ان کی اتباع کرتے رہے۔ اور یہ سب کچھ نہ تو کسی خوف کی وجہ سے تھا۔ اور نہ فریب دہی کے طور پر اسے تقیہ پر محمول کیا جا سکے۔

ایک لایعنی دلیل؛

خالق کائنات کا قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

كَمَا بَدَءَكُمْ تَعُوْدُوْنَ

ترجمہ؛

جس طرح خدا نے تمہیں پیدا کیا۔ اسی طرح واپس لوٹو گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی پیدائش اور اس کے حشر ونشر کو باہم ایک

Marfat.com

جیسا فرمایا۔ دنیا میں آتے وقت ہر آدمی کے ہاتھ (سینہ پر بندھے ہونے کی بجائے) کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح اب کائنات کے حضور بروز محشر بھی ہاتھ کھلے ہی ہوں گے۔ لہذا اس سے یہ اشارہ ہوتا ہے۔ کہ اے انسان! تیری پیدائش اور پھر رب کے ہاں حضوری جب کھلے ہاتھوں ہے۔ تو ان دونوں کے درمیان عرصہ میں بھی اللہ کی عبادت (نماز) کے وقت ہاتھ کھلے ہونے چاہئیں۔ اسی پر ہم اہل تشیع کا عمل ہے۔

جواب:

ہاتھ چھوڑے ہوئے ہر آدمی کا پیدا ہونا اور اللہ کے ہاں بوقت حضوری بھی یہی حالت ہونا یہ دونوں حالتیں ایسی ہیں کہ ہر آدمی ان میں احکامات شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا۔ لیکن نماز کی فرضیت مکلف پر ہوتی ہے۔ حالت تکلیف کی کیفیات کو حالت غیر تکلیفی پر چسپاں کرنا اور ایک دوسرے پر قیاس کرنا لغو اور باطل ہے۔ اسے "قیاس مع الفارق" کہتے ہیں۔ اگر بقول معترض اسے قیاس صحیح قرار دیا جاسکے۔ تو پھر حالت پیدائش کی بہت سی باتوں کو بعد میں اپنانا ضروری ہو جائے گا۔ لہذا بوقت پیدائش نومولود کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا۔ اس لیے معترض اور اس کے ہم نواؤں کو اسی کیفیت میں ساری عمر بسر کرنی چاہیے۔ بازاروں گلی کوچوں، عزاخانوں اور اجتماعات میں اسی فرض کی بجاآوری میں کوشاں ہونا چاہیے کوئی پوچھے۔ تو ارشاد ہو۔ حضور! اسی طرح ننگ دھڑنگ تشریف آوری ہوئی۔ لہذا ہم تو پیدائشی ہی ایسے ہیں۔ کون سی قباحت ہوگئی؟

اس کے ساتھ ساتھ معترض اور اس کے ہم مشربوں کو اسی طرح جسم پر گندگی رکھنی چاہیے۔ جو بوقت پیدائش تھی تاکہ اہل دنیا کو کم از کم یہ تو شناخت ہو سکے۔

Marfat.com

کہ یہ کون لوگ ہیں ؟ اور ان کی کیا خوبیاں ہیں ؟

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

بحث

نماز میں بحالت قعدہ "التحیات الخ" پڑھنا اور اس کا ثبوت

سوال:

اہل تشیع کے ہاں نماز میں بحالتِ قعدہ "التحیات الخ" کے الفاظ نہیں پڑھے جاتے۔ اس سلسلہ میں وہ کہتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت سے کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ اہل سنت نے اپنی طرف سے ان کا اضافہ کیا ہے۔ اصلی اور کامل التحیات صرف اتنی ہے۔ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ جیسا کہ ان کی کتب توضیح المسائل اور تحفۃ العوام میں اس کا ذکر ہے

توضیح المسائل:

و در حالِ آرام بودن بدن تشہد بخواند یعنی بگوید۔ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ

Marfat.com

الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ
ورسولہ اللھم صل علی محمد وال محمد۔

(۱۔ توضیح المسائل ص ۱۲۲ ور تشہد"
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ تحفۃ العوام تصنیف ابوالحسن
موسوی اصفہانی ص ۳۳، باب
پنجم نماز وغیرہ کے بیان میں مطبوعہ
نولکشور لکھنؤ)

ترجمہ:

جب نمازی نماز پڑھتے ہوئے بیٹھ کر جسم کو آرام پہنچائے۔ تو اس
حالت میں اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ پڑھے

لہذا ثابت ہوا۔ کہ التحیات (تشہد) میں صرف یہی الفاظ ہیں۔ باقی الفاظ
التحیات للہ والصلوت الخ۔ اہل سنت نے بڑھائے ہیں۔ ان کی کوئی
اصل نہیں ہے

جواب:

حیرت اس بات کی ہے۔ کہ اہل سنت پر یہ الزام تراشا جا رہا ہے۔ کہ تشہد میں
التحیات للہ والصلوت الخ،، کے الفاظ ان کی اختراع ہے۔ وجہ یہ ہے
کہ جس طرح اس حالت کا نام "تشہد،، ہے۔ عرف عام میں اس کو "التحیات
بیٹھنا،، بھی کہتے ہیں۔ تو اس حالت کے اس نام سے ہی مسئلہ حل ہو جاتا ہے
اگر اس میں "التحیات للہ والصلوت الخ،، کے الفاظ نہ ہوں۔ تو پھر اسے

Marfat.com

اس نام سے کیوں موسوم کیا گیا؟

علاوہ ازیں معترضین سے یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ ان الفاظ میں جو تمہارے کہنے کے مطابق اہل سنت کی اختراع ہیں آخر کون سا ایسا لفظ ہے۔ یا کون سا ایسا جملہ ہے۔ جس کی ادائیگی سے کفر لازم آتا ہو۔ اور نماز میں بھی بہت بڑا جرم ہوتا ہو؟ مذکورہ الفاظ کے معانی ومفہوم میں اگر جھانک کر دیکھا جائے۔ تو ان سے اللہ رب العزت کی مہربانی کی صاف صاف جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ہماری نمازیئے الاستبصار کے مصنف علامہ طوسی کی زبانی سنیئے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

الاستبصار:

قُلْتُ لَهٗ قَوْلَ الْعَبْدِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ۔ قَالَ هٰذَا اللَّفْظُ مِنَ الدُّعَاءِ يَلْطُفُ عَبْدُ رَبِّهٖ۔

(الاستبصار جلد اول صفحہ نمبر ۳۴۲
فی وجوب التشہد واقل ما
یجزی منہ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ کوئی آدمی جب یہ الفاظ کہتا ہے۔ التحیات للہ الخ تو یہ کیسے ہیں۔ اور ان میں کہنے والا کیا کچھ کہہ رہا ہوتا ہے۔ فرمایا۔ یہ من جملہ دعاؤں میں سے دعائیں۔ اور ان کی ادائیگی کے ذریعہ بندہ اپنے

Marfat.com

پروردگار کی بے پایاں عنایات اور خوشنودیوں کا طالب ہوتا ہے
سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا۔ کہ مذکورہ کلمات میں کوئی ایسا لفظ نہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہو۔ بلکہ ہر ایک لفظ اس کی رضا جوئی کا مظہر ہے۔ لہٰذا ان الفاظ میں بُرائی نہ ہوئی۔ پھر بھی اگر کوئی یہی کہتا پھرے۔ کہ یہ الفاظ اچھے نہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو اُسے خود ہی فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے اس کا کیا تعلق ہے ؟۔

کیا "التحیات للہ الخ" اہل سنت کی تشہد میں ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں یا آئمہ اہل بیت سے کوئی حدیث نہ ہونے کی بنا پر

اگر کوئی یہ اعتراض کر دے۔ کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کی بنا پر ہم ان الفاظ کو فی نفسہٖ بُرا نہیں کہتے۔ کیونکہ عنایاتِ ربانیہ اور خدائی لطف و کرم کے سوال پر مبنی الفاظ کب بُرے ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہم انہیں ایک تو اس وجہ سے ایسا کہتے ہیں۔ کہ اہل سنت اپنی نماز میں دوران تشہد ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی مطابقت ہمیں نہیں بھاتی۔ دوسری وجہ جو در اصل اسی وجہ کی بنیاد ہے۔ وہ یہ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے کوئی ایسی حدیث و روایت منقول نہیں۔ جس میں مذکورہ الفاظ موجود ہوں۔ اس لیے ہم ان الفاظ کو التحیات (تشہد) میں داخل کرنا ممنوع جانتے ہیں۔

Marfat.com

اس خدشہ اور بے بنیاد سوال کے جواب میں ہماری گزارش ہے۔ کہ ہم اگر یہ ثابت کردیں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کو ان الفاظ کے تشہد میں داخل ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر سائل اور اس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ لوگوں کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ حقیقت کچھ یوں نظر آتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت سے ثبوت کا تو ایک بہانہ ہے۔ ورنہ اہل سنت کے ہاں ان الفاظ کا دوران تشہد ادا کیا جانا ہی رو پیٹ درد، کی وجہ سے ہے خود اپنے اماموں کے خلاف چلیں۔ اور بدنامی اہل سنت پر لگائی جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

آؤ! آنکھیں کھول کر دیکھو۔ کہ تمہارے مذہب کی بنیاد (صحاح اربعہ) میں موجود ہے کہ ائمہ اہل بیت سے ان الفاظ کا تشہد میں پایا جانا امر واقعی ہے۔

التحیات للہ الخ کے الفاظ خود ائمہ اہل بیت سے ثابت ہیں

من لایحضرہ الفقیہ:

وَ قُلْ فِیْ تَشَهُّدِكَ بِسْمِ اللهِ وَ بِاللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ

Marfat.com

الطَّیِّبَاتُ الطَّاهِرَاتُ الخ

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۰۹
فی وصف الصلوٰۃ الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔ من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۰۵،
فی القنوت والتشہد مطبوعہ
قدیم لکھنؤ)

ترجمہ:

سیدنا حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے زرارہ کو فرمایا۔ کہ تشہد کے دوران یہ کلمات پڑھو۔ بسم اللہ الخ حدیث مذکور سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ارشاد مبارک کے مطابق ”حدیث قولی“ ہوئی۔ اور وہ بھی ایسے الفاظ پر مشتمل ہے۔ کہ جس میں امام موصوف نے حکماً الفاظ مذکورہ کو پڑھنے کا کہا اس قدر وضاحت کے ہوتے ہوئے کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ الفاظ مذکورہ کو دوران تشہد خود امام موصوف بھی ادا کرتے تھے اور اپنے سے دریافت کرنے والوں کو بھی ان کے پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اس حوالہ سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کو التحیات میں ان کلمات کی ادائیگی سے جو اہل سنت کے ہاں معمول ہیں۔ کوئی اعتراض نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی قسم کی ناراضگی تھی۔ وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ اہل تشیع کو ہی ان کلمات پر اعتراض ہے۔ اور ہم سے ناراضگی ہے۔ بلکہ ہم ہی کیا وہ تو اس مسئلہ میں ائمہ اہل بیت سے بھی سخت نالاں ہیں۔ کہ ان حضرات نے تشہد میں ان الفاظ کو ادا کرنے کا کیوں کہا۔ جو

Marfat.com

اہل سنت پڑھتے ہیں۔ اہل تشیع کی اس ناراضگی کا تذکرہ خود کتب شیعہ میں یوں مذکور ہے
رجال کشی:

عَنْ زُرَارَةٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدَ اللّٰهِ (ع)
عَنِ التَّشَهُّدِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قُلْتُ اَلتَّحِيَّاتُ وَالصَّلَوٰاتُ؟
قَالَ التَّحِيَّاتُ وَ الصَّلَوٰاتُ فَلَمَّا خَرَجْتُ
قُلْتُ اِنْ لَقِيْتُهٗ لَاَسْاَلَنَّهٗ غَدًا فَسَاَلْتُهٗ
مِنَ الْغَدِ عَنِ التَّشَهُّدِ فَقَالَ كَمِثْلِ
ذٰلِكَ قُلْتُ اَلتَّحِيَّاتُ وَ الصَّلَوٰاتُ
قَالَ التَّحِيَّاتُ وَ الصَّلَوٰاتُ قُلْتُ
اَلْقَاهُ بَعْدَ يَوْمٍ لَاَسْاَلَنَّهٗ غَدًا
فَسَاَلْتُهٗ عَنِ التَّشَهُّدِ فَقَالَ كَمِثْلِهٖ
فَقُلْتُ التَّحِيَّاتُ وَ الصَّلَوٰاتُ ؟
قَالَ التَّحِيَّاتُ وَ الصَّلَوٰاتُ فَلَمَّا
خَرَجْتُ ضَرَطْتُ فِيْ لِحْيَتِهٖ وَقُلْتُ
لَا يُفْلِحُ اَبَدًا۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۴۱ تا ۱۴۲
تذکرہ زرارہ بن اعین مطبوعہ کربلا
طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

زرارہ روایت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تشہد کے بارے میں پوچھا۔ کہ اس میں کیا پڑھنا چاہیئے؟ آپ نے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ الخ تک کلمہ شہادت پڑھ سنایا۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا یہ الفاظ بھی پڑھنے چاہئیں؟ التحیات للہ والصلوۃ ،، آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ الفاظ بھی پڑھیں۔ میں یہ سن کر وہاں سے چلا آیا۔ نکلتے ہوئے میں نے ارادہ کیا۔ کہ کل پھر آؤں گا۔ اور یہی بات پھر پوچھوں گا۔ جب دوسرے دن میں آیا۔ اور یہی سوال کیا۔ تو آپ نے بعینہٖ گزشتہ دن والا جواب دیا۔ یعنی صرف کلمہ شہادت پڑھ کر سنا دیا۔ پھر میں نے التحیات للہ والصلوۃ ،، کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے یہ بھی پڑھ دیا یعنی تشہد میں ان الفاظ کا پڑھنا برقرار رکھا۔ میں نے پھر وہاں سے نکلتے وقت ارادہ کیا۔ کہ کل پھر آؤں گا اور یہی سوال ضرور پوچھوں گا۔ لہٰذا میں آیا۔ اور پوچھا۔ تو آپ نے پہلے کلمہ شہادت پڑھ سنایا۔ پھر وہ التحیات للہ والصلوۃ ،، الفاظ بھی اسی طرح پڑھ دیئے۔ جس طرح پہلے دو مرتبہ ہو چکا تھا۔ اب کے تیسری مرتبہ جب میں نے وہی الفاظ سنے۔ تو وہاں سے نکلتے وقت ازراہِ مذاق واستہزاء امام موصوف کے قول کی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے گوز (دُبر سے آواز کے ساتھ نکلنے والی ہوا۔) کی سی آواز نکالتے ہوئے۔ داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ وہ یہ امام ہرگز ہرگز فلاح وکامرانی نہ پائے گا۔

☆

Marfat.com

الحاصل:

حدیث بالا سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہوئی کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زرارہ کے سوال کے جواب میں تینوں مرتبہ ان الفاظ کا پڑھنا برقرار رکھا۔ جن پر اہل سنت وجماعت کا عمل ہے۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ خود امام موصوف کو یہ الفاظ پڑھنے پسند ہی نہ تھے۔ بلکہ نماز میں دوران تشہد ان کو ادا بھی کرتے تھے۔ تین مرتبہ ایک جیسا جواب سن کر زرارہ شیعی نے ناگواری کا اظہار کیا۔ اور وہ بھی عجیب بھونڈے طریقہ سے۔ اس قدر جلیل الشان امام کی بات کا مذاق اڑانے کی خاطر گوز کی سی آواز نکالی۔ اور داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے۔ بددعا دی۔ یا توہین بھرے الفاظ کہے۔ یعنی امام ہرگز ہرگز نجات نہ پاسکے گا۔

گستاخی کی انتہاء:

اسی روایت کو بعض نسخہ جات میں ودنی لحیتہ،، کے الفاظ سے ذکر کیا گیا۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ درست اور صحیح تر یہی ہے۔ کیونکہ زرارہ نامی راویٔ حدیث کو جب تین مرتبہ امام موصوف نے ایک جیسا جواب ارشاد فرمایا۔ تو اس جواب کو سن کر مارے غصے کے آپے سے باہر ہوگیا۔ اور اس حالت میں امام موصوف رضی اللہ عنہ کے قریب گیا۔ اور ان کی داڑھی شریف کے نزدیک گوز ماری۔ اور بکتے ہوئے کہا۔ امام ہرگز ہرگز نجات نہیں پائے گا۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ "محبت اہل بیت،، کا ورد کرنے والے اور "ائمہ اہل بیت،، کے عاشق،، ہونے کا دم بھرنے والے کیسے محب ہیں۔ اور ان کا عشق کس نوعیت کا ہے۔

Marfat.com

اگر محبت وعشق اہل بیت وائمہ اہل بیت کا یہی طریقہ ہے۔ تو خدا اس سے بچائے۔ بلکہ ہم ان لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ایسی محبت وعقیدت کے گندے تالاب سے نکالے۔ اور صحیح محبت وعقیدت کی چاشنی نصیب فرمائے۔ اور ان حضرات کی سچی پکی اتباع فرمائے۔

خلاصہ کلام:

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین خود بھی دوران تشہد "التحیات للہ والصلوات" کے الفاظ پڑھتے تھے۔ اور اپنے معتقدین کو بھی ان کی پڑھائی کا فرماتے تھے۔ اب اگر اہل تشیع ان الفاظ کے پڑھنے سے ناراض ہوتے ہیں۔ تو یہ ان کی وراثت ہے۔ جو زرارہ سے انہیں ملی۔ ہمارا اس میں کیا قصور؟ یا حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اس میں کس قصور کے مرتکب؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

نماز تراویح کی بحث

عقیدہ اہل تشیع:

یہ نماز ایک بدعت سیئہ ہے جو عمر رضی اللہ عنہ نے پیدا کی

گزشتہ ابحاث میں ہم نے اہل تشیع کے مختلف فروعات میں اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے عقیدت مال کی وضاحت کی۔ اسی طرح نماز تراویح میں بھی وہ مخالفت برائے مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں ان کا استدلال ایک اور رنگ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز تراویح "بدعت فاروقی" ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات ائمہ اہل بیت سے اس بارے میں کوئی ثبوت نہیں۔ اس لیے رمضان المبارک کو نماز عشاء صرف اتنی ہی ادا کرنی چاہیئے۔ جس کا ثبوت حدیث رسول اور ارشادات ائمہ اہل بیت میں ہے۔

بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دہی کی خاطر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ چونکہ "نماز تراویح"

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اپنی طرف سے بنائی ہوئی نماز ہے۔ لہذا بدعت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وائمہ اہل بیت سے کوئی ایک حدیث وروایت ثابت نہ ہونے کی بنا پر اس پر عمل کرنا گویا۔ ان حضرات کی مخالفت کرنا ہے۔ اس لیے نماز تراویح ہرگز نہ پڑھنی چاہیئے۔

اس بنا پر ہم نے سوچا۔ کہ عوام کو اس دھوکہ دہی کی واردات سے آگاہ کیا جائے اور الزام مذکور کی تحقیق کی جائے۔ تاکہ بھولے بھالے لوگ اس دھوکہ میں پڑنے سے بچ نکلیں۔

(وباللہ التوفیق)

اگر یہ بدعت سیئہ تھی تو اسے صحابہ نے کیوں نہ مٹایا

نماز تراویح کو بدعت قرار دینا اور وہ بھی "بدعت سیئہ" اگر اہل تشیع کے اس خیال کو مان لیا جائے۔ تو سب سے پہلے اس "برائی" کو مٹانا ان حضرات کا فرض تھا جو اس بدعت کی ترویج کے وقت موجود تھے۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس کار خیر کو شروع فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ اور ان کے متبعین یعنی حضرات تابعین ان گنت تعداد میں تھے اس کثرت کے باوجود چپ رہتے ہوئے جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطابق دیکھتے ہیں۔ جس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی"، تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ کام (نماز تراویح) ان حضرات کے نزدیک برا کام نہ تھا۔ ان تمام حضرات میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

Marfat.com

آپ کی شخصیت وہ ہے۔ کہ زندگی بھر حق کا ساتھ نہ چھوڑا اور نہ ہی کبھی حق کو چھپایا۔ ان کی اپنی ذات تو تھی ہی بلکہ اپنے دونوں لاڈلوں حضرات حسنین کریمین کو آخری وصیت فرما رہے ہیں۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا رہنا۔ اگر تم نے یہ طریقہ چھوڑ دیا تو پھر تم پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے۔ اور ان حکمرانوں کے دور میں تمہاری کوئی دعا بارگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت نہ پائے گی۔

اگر نمازِ تراویح بدعت سیئہ تھی تو اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ختم کیوں نہ کیا؟

اگر بقول معترض نمازِ تراویح "بدعت سیئہ" تھی۔ تو حضرت علی المرتضٰی کی اولیں ذمہ داری تھی۔ کہ اس برائی پر آواز اٹھاتے۔ اور علی الاعلان اس کی مخالفت کرتے۔ اور اس کو ابتداء میں ہی ختم کرنے کی سعی فرماتے۔ لیکن اہل تشیع ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں۔ اور کہیں سے ایک ہی حدیث ایسی دکھا دیں۔ کہ جس میں مذکور ہو۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس بدعت کا سرعام انکار کیا ہو۔ اور اس کی علی الاعلان تردید کی ہو۔ کبھی بھی وہ ایک روایت صحیحہ پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر انہیں کس نے حق دیا۔ کہ جس بات کو حضرت علی المرتضٰی سمیت کثیر تعداد میں صحابہ کرام نے قبول کیا۔ اور اس کی تحسین کی۔ اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ یہ لوگ (اہل تشیع) اس کو بدعت سیئہ کہتے پھریں؟

ہاں! اتنا ضرور ہے۔ کہ حدیث تو پیش نہ کر سکیں۔ لیکن یہ کہہ دیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بطور تقیہ اس کی مخالفت نہ کی۔ ورنہ وہ دل

Marfat.com

سے اس عمل پر خوش نہ تھے نہ صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خوف و جلال سے حق کو چھپائے رکھا۔ تو یہ کہنا اگرچہ اُن سے بعید نہیں لیکن اس قول میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی انتہائی گستاخی ہے۔ جسے ہر شخص جانتا ہے۔

دل کی خوشی یا ناراضگی ایک باطنی کیفیت ہے۔ جس پر اطلاع از خود ناممکنات میں سے ہے۔ ہاں اگر خود آدمی اپنی اسی کیفیت کا کسی طور پر اظہار کر دے۔ تو پھر اس پر اعتبار کیا جائے گا۔ یونہی حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دل سے ناخوش تھے۔ اور فاروق اعظم کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے اس بدعت کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ تو ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ جب فاروق اعظم نہ رہے۔ عثمان غنی بھی انتقال فرما گئے۔ اور خلافت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو ملی۔ تو پھر خوف و دبدبہ والا ہی نہ رہا۔ تو خوف کس کا؟ دورانِ خلافت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو اس بدعت کی بیخ کنی کرنی چاہیئے تھی۔ اور اس کے آثار کو ختم کرنا ان کی منصبی ذمہ داری تھی۔ اور روکاوٹیں بھی ختم ہو چکی تھیں۔ تو ایسے بہتر حالات میں حضرت علی نے اس "بدعت" کو مٹانے کی بجائے اس کی تحسین فرمائی۔ اور فاروق اعظم کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو بادل نخواستہ نماز تراویح کو اپنانا "اہل تشیع کا ان پر بہت بڑا اتہام ہے۔ اپنوں سے پوچھئے۔ وہ بھی ان تحسین بھرے الفاظ کو اپنی کتب میں ذکر کر چکے ہیں۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

حضرت علی عمر فاروق کے اس عمل کی زندگی بھر تعریف کرتے رہے شیعہ کتب

شرح ابن حدید:

وَقَدْ رَوَی الرُّوَاةُ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ لَیْلًا فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِیْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَرَاَی الْمَصَابِیْحَ فِی الْمَسَاجِدِ وَ الْمُسْلِمُوْنَ یُصَلُّوْنَ التَّرَاوِیْحَ فَقَالَ نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد ۳
فی رد الشارح علی المرتضیٰ الخ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

بہت سے راویوں نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں گھر سے باہر تشریف فرما ہوئے آپ نے دیکھا۔ کہ مسجدوں میں چراغ جل رہے ہیں اور مسلمان باجماعت نماز تراویح میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے دعا فرمائی

Marfat.com

اے اللہ! عمر بن الخطاب کی قبر کو منور فرما۔ کیونکہ اس نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا۔ (یعنی نماز تراویح ادا کرنے کے لیے مسجدوں کو چراغوں سے روشن کیا گیا ہے۔ اور خود نماز تراویح سے پڑھنے والے کو نور حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ نے فاروق اعظم کے لیے اس نورانیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے نورانیت عطا فرمانے کی دعا کی۔)

لمحہ فکریہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت دھرنا کہ وہ نماز تراویح کے بارے میں دلی طور راضی نہ تھے۔ اور یہ کہ حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں تقیہ کا سہارا لیتے ہوئے انہوں نے اس "بدعت" کی مخالفت نہ کی۔ کس قدر بھیانک تہمت اور کتنا بڑا بہتان ہے۔ اگر کسی نے سفید جھوٹ نہ دیکھا ہو۔ تو یہ اسی کی مثال ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکور ارشاد اور دعا نے ان تمام شکوک و شبہات پر پانی پھیر دیا ہے۔ اگر معترض کو معمولی سی بھی شرم و حیا ہوتی۔ تو اس اعتراض کو ہرگز ہرگز ذہن میں جگہ نہ دیتا۔ اور اگر حوالہ مذکورہ پڑھ کر ہی شرم و حیا آجائے تو آئندہ اس قسم کے الزامات سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

نماز تراویح باجماعت، بیس رکعت اور اس میں ایک مرتبہ مکمل قرآن پاک سنانا یہ ہیئت و کیفیت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے۔ یہی ایجاد حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کو اتنی پسند آئی۔ اور باعث مسرت بنی۔ کہ بے ساختہ زبان و دل سے دعا نکلی: "اے اللہ! عمر کی قبر روشن کر دے۔ اس نے تیرے گھروں (مسجدوں) کو تراویح۔ اور تلاوت قرآن سے روشن کیا"

اہل تشیع کے عقائد کے لحاظ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

اقوال و افعال اس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔ کہ ان میں اور اقوال و افعال پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہوتا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو دیکھ کر خاموشی فرمائیں۔ وہ سنت ہو جاتا ہے۔ تو اسی طرح حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی کسی فعل کے ہوتے ہوئے خاموشی فرمانا اہل تشیع کے ہاں سنتِ نبوی کے مترادف ہے۔ تو مسئلہ زیر بحث (نماز تراویح) میں یہ نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں کو پڑھتے دیکھ کر سکوت فرمایا۔ بلکہ آپ نے تو اس کو بہت سراہا۔ اور اس شخص کو دعاؤں سے نوازا جو اس کا محرک تھا۔ تو اس طرح ثابت ہوا کہ نماز تراویح کے بارے میں "بدعت فاروقی"، نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تحسین اور پسندیدگی کی وجہ سے سنت نبوی کا درجہ پایا۔ اور رمضان المبارک میں بیس رکعت نماز تراویح با جماعت ادا کرنے والا، اور اس میں ایک مرتبہ قرآن پاک سننے سنانے والا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث تقریری کی بنا پر ان کے حکم اور ان کی پسند پر عمل کرنے والا ہے۔ اور اسی سے اس کی پہچان بھی ہو جائے گی۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا محب صادق ہے یا در نام نہاد "محب علی"، ہے۔

ائمہ اہل بیت بھی رمضان المبارک میں تراویح پڑھتے تھے

الزام میں دوسری بات یہ تھی۔ کہ ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رمضان المبارک کے دوران روزمرہ کی نماز عشاء سے زائد رکعتیں نہ پڑھیں۔ اور نہ اس کا کوئی ثبوت موجود ہے۔ تو یہ الزام کا حصہ بھی اس سے پہلے حصہ کی

Marfat.com

طرح سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت سے شیعہ کتب کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ رمضان المبارک میں نماز عشاء کی عام رکعتوں سے کچھ زیادہ رکعات کا اہتمام فرماتے۔ اور خاص کر بیس رمضان المبارک تک تو بیس رکعت تک اضافہ کرتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

(۱) الاستبصار (۲) من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنْ سَعْدَةَ بْنِ صَدَقَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مِمَّا کَانَ یَصْنَعُ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ کَانَ یَتَنَفَّلُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ وَ یَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوتِهِ الَّتِیْ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ ذٰلِكَ مُنْذُ اَوَّلِ لَیْلَةٍ اِلٰی تَمَامِ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً ثَمَانِیْ رَکْعَاتٍ مِنْهَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ بَعْدَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ یُصَلِّیْ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ ثَلَاثِیْنَ رَکْعَةً اِثْنَتَا عَشْرَةَ مِنْهَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ ثَمَانَ عَشْرَ بَعْدَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ یَدْعُوْ وَ یَجْتَهِدُ اجْتِهَادًا شَدِیْدًا وَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ لَیْلَةِ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ مِائَةَ رَکْعَةٍ وَ یُصَلِّیْ فِیْ لَیْلَةِ ثَلَاثًا وَّ عِشْرِیْنَ وَمِائَةَ رَکْعَةٍ

Marfat.com

وَ يَجْتَهِدُ فِيْهِمَا۔

(۱۔ الاستبصار جلد ۱ ص ۴۶۲ فی الزیادۃ فی شھر رمضان)
(۲۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد دوم ص ۸۸ تا ۸۹، تذکرہ فی الصلوٰۃ فی شھر رمضان مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۳۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد دوم صفحہ نمبر ۴۸/ طبع قدیم مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر رات نوافل زیادہ پڑھتے تھے۔ اور اس سے پہلے پڑھی گئی نفلوں کی تعداد میں اور زیادتی کر دیا کرتے تھے۔ رمضان شریف کی پہلی رات سے بیسویں رات تک ہر روز بیس رکعت زیادہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان بیس میں سے آٹھ رکعت بعد نماز مغرب اور بارہ رکعت عشاء کے آخر میں ادا کرتے تھے۔ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں روزانہ تیس رکعت ادا کرتے تھے۔ ان میں سے بارہ نماز مغرب کے بعد اور اٹھارہ نماز عشاء کے بعد پڑھتے تھے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ گڑگڑا کر دعا کیا کرتے تھے۔ امام موصوف

Marfat.com

رمضان المبارک کی اکیسویں رات کو ایک سو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے
اسی طرح تیئسویں رات میں بھی ایک سو رکعت ادا فرماتے۔ ان دونوں
راتوں میں بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ اَبُوْ بَصِیْرٍ مَا تَقُوْلُ فِی الصَّلٰوۃِ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ۔ فَقَالَ لِشَھْرِ رَمَضَانَ حُرْمَۃٌ وَحَقٌّ لَا یُشْبِھُہٗ شَیْءٌ مِّنَ الشُّھُوْرِ صَلِّ مَا اسْتَطَعْتَ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ تَطَوُّعًا بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّیَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ اَلْفَ رَکْعَۃٍ (فَافْعَلْ) اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ اٰخِرِ عُمُرِہٖ ــــــــــ

ــــــــــ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ اَلْفَ رَکْعَۃٍ فَصَلِّ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ زِیَادَۃً (فِیْ) رَمَضَانَ فَقُلْتُ کَمْ جُعِلْتُ فِدَاکَ فَقَالَ فِیْ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً تُصَلِّیْ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً ثَمَانِیْ رَکَعَاتٍ قَبْلَ الْعَتَمَۃِ وَ اثْنَتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً بَعْدَھَا سِوٰی مَا کُنْتَ تُصَلِّیْ قَبْلَ

Marfat.com

قَبْلَ ذٰلِكَ فَاِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ فَصَلِّ ثَلَاثِيْنَ رَكْعَةً فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الْعَتَمَةِ وَاثْنَتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَعْدَهَا سِوٰى مَا كُنْتَ تَفْعَلُ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

(فروع کافی جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۵۴،
باب ما یزاد من الصلوٰۃ فی
شہر رمضان)

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ ہم چند آدمی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو میں (ابو بصیر) نے امام سے پوچھا۔ رمضان المبارک میں نماز کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا۔ رمضان شریف کا مہینہ بہت احترام والا مہینہ ہے۔ اور اس کے عظیم حقوق ہیں۔ جو کسی دوسرے مہینہ کو عطا نہ ہوئے۔ اس مہینہ میں رات دن جس قدر ہو سکے نوافل ادا کرو۔ اگر اس کی ہر رات اور ہر دن میں ایک ہزار رکعت پڑھ سکو۔ تو ضرور پڑھو۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ عمر شریف کے آخری حصہ میں اس مہینہ کی ہر رات اور اس کے ہر دن میں ایک ہزار رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ اے ابو محمد! رمضان المبارک میں بہت زیادہ نوافل پڑھا کرو۔ میں (ابو بصیر) نے پوچھا۔ آپ پر قربان جاؤں۔ کتنے نوافل ادا کیا کروں۔ فرمایا۔ پہلی بیس راتوں میں ہر رات کو بیس رکعت ادا کیا کرو۔ آٹھ نماز مغرب کے بعد عشاء

Marfat.com

سے پہلے) اور بارہ نماز عشاء کے بعد۔ لیکن یہ بیس ان رکعتوں کے علاوہ ہونی چاہئیں۔ جو تم عام طور پر روزانہ پڑھتے ہو۔ پھر جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ (یعنی آخری دس دن) شروع ہو۔ تو ہر رات تیس رکعت ادا کرو۔ اس طرح کہ عشاء سے قبل آٹھ رکعت اور بعد از نماز عشاء بائیس رکعت لیکن یہ بھی غیر رمضان میں روزانہ کی تعداد رکعات کے علاوہ ہونی چاہئیں۔

الحاصل:

اہل تشیع کی معتبر کتب سے ہم نے باحوالہ ثبوت پیش کر دیا ہے۔ جس سے ہر ذی عقل یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم رمضان المبارک میں بعد نماز عشاء عام طور پر پڑھی جانے والی رکعتوں سے زیادہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔ نماز تراویح بھی ایک نفل کی قسم ہی ہے۔ اسی قسم کی نماز رمضان المبارک کی ابتدائی بیس راتوں میں ائمہ اہل بیت بیس رکعت نوافل زیادہ ادا فرمایا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ تمام اماموں کے امام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) رمضان کی ہر رات اور اس کے ہر دن میں ایک ہزار رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

ابتدائی بیس دنوں کے بعد پھر روزانہ تیس رکعات ادا کرنا ائمہ اہل بیت کی عادت مبارکہ تھی۔ خود بھی اس قدر زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے۔ اور اپنے متعلقین و احباب کو بھی اسی طرح زیادہ نوافل پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

معترض نے تو یہ کہہ کر بڑی بڑ ہانکی تھی۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے نہ کوئی

Marfat.com

زائد عبادت (نفل) کی روایت ہے۔ اور نہ ہی اُن کا عمل اس کی تائید کرتا ہے۔ آپ نے حقیقتِ حال ملاحظہ کی۔ ائمہ اہل بیت خود بھی دوران رمضان المبارک میں سے بے کر تیس رکعات تک معمول سے زیادہ نوافل (تراویح) ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا کرتے تھے۔

لہذا معترض کا اعتراض امر آئے ہباءً منثورا، ہوگیا۔ اور اسی کے ضمن میں اس اعتراض کی بھی تردید ہوگئی۔ کہ نماز تراویح عمر بن الخطاب کی ایجاد کردہ "بدعت سیئہ"، ہے۔ نہ کسی امام نے اسے اپنایا۔ اور نہ اس کا کوئی ثبوت ؟

ان حوالہ جات کے ذکر کرنے کے بعد بھی اگر کوئی یہی کہتا پھرے۔ کہ نماز تراویح "بدعتِ فاروقی"، ہے۔ وغیرہ وغیرہ تو پھر سمجھ لیجئے۔ کہ ایسا کہنا اس کے ازلی بدبخت ہونے کی علامت ہے۔ ائمہ اہل بیت خود پڑھیں۔ دوسروں کو پڑھنے کا حکم دیں۔ اور یہ کہے۔ کہ "بدعت سیئہ"، ہے تو اس سے بے ہودہ۔ اور زیادہ کوئی کو کون سنے گا۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے مزین مساجد کو دیکھ نورانی دعا دینا۔ ان کا خود ایک ہزار تک رمضان المبارک میں روزانہ نوافل ادا کرنا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا بیس سے لے کر تیس نوافل ادا فرمانا اور خاص کر اکیسویں اور تیئسویں رات کو ایک سو نوافل ادا کرنے کی ترغیب دینا ایسے شواہد ہیں۔ کہ جن کی روشنی میں ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ نماز تراویح کی کیا فضیلت ہے۔ اور اس کا کس قدر اہتمام ہے۔ سنت فاروقی نہ سہی سنت امامی ہی سمجھ کر اس پر عمل کرو۔ بہرحال اس سے انکار کی کوئی وجہ اور کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔

ان گزارشات سے ہمیں امید ہے۔ کہ اگر کسی قاری کو تلاشِ حق ہو گی۔ تو وہ ضرور اس تلاش میں کامیاب ہو گا۔ اور اگر کوئی شک وشبہ کی دلدل میں پھنسا ہوا رہا تو کا

Marfat.com

طریقہ حاصل کرکے یقین کی منزل تک جانا چاہتا ہوگا۔ اور کوئی بغض و عناد کی عینک اتار کر حق و صداقت کی سدا بہار دیکھنا چاہے گا۔ تو وہ یقیناً اس میں بامراد ہوگا۔ اور اگر کوئی بھولے سے سیدھی راہ سے ہٹ چکا ہوگا۔ تو انشاء اللہ یقیناً اُسے صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوگا۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

Marfat.com

فصل

جنازہ کے چند مسائل

اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کو دنیا میں بھیجا۔ اس نے بالآخر یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے اور پھر اس دنیا میں کیے گئے اعمال کا حساب وکتاب یوم جزا کو دینا ہوگا جب کسی شخص کے انتقال کا وقت آتا ہے۔ تو مرنے والا اپنے بارے میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے۔ اس کا خود مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن حاضرین کو بتا نہیں سکتا۔ اگر جنتی ہے۔ تو اس کے ساتھ نرم سلوک ہوتا ہے۔ اور اگر دوزخی ہے۔ تو جان نکالنے والے فرشتے سخت سلوک کرتے ہیں۔ اسی طرح کچھ علامات ایسی ہوتی ہیں۔ جن سے حاضرین بھی مرنے والے کے بارے میں کچھ نہ کچھ نظریہ قائم کر سکتے ہیں مثلاً اگر ایک آدمی بوقت رخصت کلمہ پڑھ لیتا ہے۔ تو اس کے بارے میں موجود لوگوں کی گواہی جنتی ہونے کی ہوگی۔ اور اگر اُس وقت اس کی زبان سے گالی گلوچ اور کفریات نکلتے ہیں۔ تو یہ اس کے دوزخی ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ بھی بات کسی حد تک قابلِ یقین ہے۔ کہ جس آدمی نے زندگی میں اچھے کام کیے۔ اور برائیوں سے بچتا رہا۔ تو اس کی بدولت دنیا سے اس کی رخصتی ایمان و اسلام کے ساتھ ہو۔ اور جو اُس کے خلاف رہا ہو وہ آخری لمحات میں

Marfat.com

ممکن ہے کلمہ کے بغیر ہی چل پڑے۔ ان باتوں کو دیکھا جائے۔ تو اہل تشیع کی فقہ یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ ان اہل تشیع میں سے مرنے والا قابلِ بخشش نہیں۔ ان کے چند مسائل بحوالہ ملاحظہ ہوں۔

بوقت مرگ اور بوقت غسل بھی میت کے پاؤں قبلہ کی طرف کرو

وسائل الشیعہ وغیرہ

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِذَا مَاتَ لِاَحَدِكُمْ مَيِّتٌ فَسَجُّوْهُ تِجَاهَ الْقِبْلَةِ وَكَذٰلِكَ اِذَا غُسِلَ يُحْفَرُ لَهُ مَوْضِعُ الْمُغْتَسَلِ تِجَاهَ الْقِبْلَةِ فَيَكُوْنُ مُسْتَقْبِلَ بَاطِنِ (مُسْتَقْبِلًا بِبَاطِنِ) قَدَمَيْهِ وَ وَجْهُهُ اِلَى الْقِبْلَةِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد دوم کتاب الطہارت ص ۶۶۱ باب وجوب توجیہ المحتضر الخ)

(۲۔ فقہ الامام جعفر صادق جلد اول ص ۱۰۲ تذکرۃ الاستحضار)

(۳۔ تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۶۲، فی الاحکام المحتضر الخ)

Marfat.com

ترجمہ:

سلیمان بن خالد روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جب تم میں سے کسی کے ہاں کوئی مر جائے۔ تو اسے قبلہ رُخ کر کے کفن پہناؤ۔ اور اُسے غسل دیتے وقت بھی اسی طرح کرو۔ یعنی اس کے لیے قبلہ کی طرف گڑھا کھودا جائے جس میں اس کے غسل کا پانی گرے۔ یہ اس لیے تاکہ بوقت غسل اس کا منہ اور قدم قبلہ کی طرف ہو جائیں۔

وسائل الشیعہ:

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ تَوْجِيْهِ الْمَيِّتِ فَقَالَ اسْتَقْبِلْ بِبَاطِنِ قَدَمَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَ وَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِي السُّوْقِ (اَلنَّزْعِ) وَقَدْ وُجِّهَ بِغَيْرِ (اِلٰى غَيْرِ) الْقِبْلَةِ فَقَالَ وَجِّهُوْهُ اِلَى الْقِبْلَةِ فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ اَقْبَلَتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَ اَقْبَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقْبَضَ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۶۶۲ کتاب الطہارت باب توجیہہ المحتضر مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ میت کا منہ کس طرف کیا جانا چاہیئے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کے قدموں کے تلوے قبلہ رُخ کر دو۔ اور پھر فرمایا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اولادِ عبدالمطلب میں سے ایک کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ قریب المرگ تھا۔ اور لوگوں نے اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں کیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دو۔ کیونکہ جب تم ایسا کرو گے۔ تو فرشتے اس کی طرف آئیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف توجہ فرمائے گا۔ وہ اسی حالت پر کر دیا گیا۔ اور بالآخر اسی حالت میں اس نے دم توڑ دیا۔

مرنے کے وقت مرنے والے کے مُنہ سے منی نکلنے کا ثبوت

من لا یحضرہ الفقیہ

سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَيِّ عِلَّةٍ يُغْسَلُ الْمَيِّتُ؟ قَالَ تَخْرُجُ مِنْهُ النُّطْفَةُ الَّتِيْ خُلِقَ مِنْهَا تَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ اَوْ مِنْ فِيْهِ وَمَا يَخْرُجُ اَحَدٌ مِّنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يُرٰى مَكَانَهُ مِنَ الْجَنَّةِ اَوْ مِنَ النَّارِ۔

Marfat.com

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلداول ص ۸۴
فی غسل میت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ میت کو غسل کس علت کی وجہ سے دیا جاتا ہے؟ فرمایا اس کی آنکھوں یا اس کے منہ سے وہ نطفہ نکلتا ہے۔ جس سے اُسے پیدا کیا گیا تھا۔ (اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ سے اُسے غسل کی ضرورت پڑتی ہے) اور جو شخص مرنے لگتا ہے اُسے اُس کا اُخروی مکان چاہے جنت میں ہو یا دوزخ میں دکھا دیا جاتا ہے۔ (بغیر دیکھے وہ مرتا نہیں ہے)۔

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْقَزْوِیْنِیْ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا جَعْفَرَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ عَنْ غُسْلِ الْمَیِّتِ لِاَیِّ عِلَّۃٍ یُغْسَلُ، وَلِاَیِّ عِلَّۃٍ یَغْسِلُ الْغَاسِلُ؟ قَالَ یُغْسَلُ الْمَیِّتُ لِاَنَّہٗ جُنُبٌ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ نمبر ۶۸۶
کتاب الطہارت)
(۲۔ علل الشرائع باب نمبر ۲۳۸
ص ۳۰۰/ العلۃ التی من اجلھا
یغسل المیت الخ)

Marfat.com

ترجمہ:

ابوعبداللہ قزوینی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میت کو غسل کس علت کی بنا پر دیا جاتا ہے؟ اور میت کو غسل دینے والا کیوں غسل کرتا ہے؟ فرمایا۔ میت کو غسل اس لیے دیا جاتا ہے کیونکہ (اس کے منہ یا آنکھوں سے منی نکلتی ہے جس کی وجہ سے) وہ جنبی ہو جاتا ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَيِّتِ لِمَ يُغَسَّلُ غُسْلَ الْجَنَابَةِ؟ فَذَكَرَ حَدِيْثًا يَقُوْلُ فِيْهِ فَاِذَا مَاتَ سَالَتْ مِنْهُ تِلْكَ النُّطْفَةُ بِعَيْنِهَا يَعْنِي الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا فَمِنْ ثَمَّ صَارَ الْمَيِّتُ يُغَسَّلُ غُسْلَ الْجَنَابَةِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۶۸۷ کتاب الطہارت)
(۲۔ علل الشرائع باب ۲۳۸ ص ۳۰۰ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:

عبدالرحمن بن حماد کہتا ہے کہ میں نے ابوابراہیم سے پوچھا۔ کہ میت کو غسل جنابت کیوں دیا جاتا ہے؟ بولے اس لیے کہ جب آدمی مرتا ہے۔ تو بعینہٖ وہی نطفہ اس (کے منہ یا آنکھوں) سے بہہ نکلتا ہے۔

Marfat.com

جس سے اُسے پیدا کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جس کے سبب میت کو جنابت کا غسل دیا جاتا ہے۔

میت کے منہ یا آنکھوں سے نکلنے والے نطفہ کی تشریح

فروع کافی

فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَخْلُقَ خَلْقًا اَمَرَهُمْ فَاَخَذُوْا مِنَ التُّرْبَةِ الَّتِیْ قَالَ فِیْ کِتَابِهٖ "مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی" فَعُجِنَ النُّطْفَةُ بِتِلْكَ التُّرْبَةِ الَّتِیْ یُخْلَقُ مِنْهَا بَعْدَ اَنْ اَسْکَنَهَا الرَّحِمَ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَاِذَا تَمَّتْ لَهَا اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ قَالُوْا یَا رَبِّ تَخْلُقُ مَاذَا؟ فَیَاْمُرُهُمْ بِمَا یُرِیْدُ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی، اَبْیَضَ اَوْ اَسْوَدَ فَاِذَا اَخْرَجَتِ الرُّوْحُ مِنَ الْبَدَنِ خَرَجَتْ هٰذِهِ النُّطْفَةُ بِعَیْنِهَا مِنْهُ کَائِنًا مَا صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا ذَکَرًا اَوْ اُنْثٰی فَلِذٰلِكَ یُغَسَّلُ الْمَیِّتُ غُسْلَ الْجَنَابَةِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۶۳ کتاب الجنائز
مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

جب اللہ تعالیٰ کسی کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو فرشتے اسی مٹی میں سے کچھ لے آتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ "واس سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ ہم نکالیں گے" نطفہ کو اس مٹی میں ڈال کر جس سے پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے گوندھا جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ ماں کے رحم میں چالیس دن رات گزار لیتا ہے۔ پھر جب اُسے چار مہینہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ تو فرشتے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں اے اللہ! کیا پیدا کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے۔ اُس کا حکم دیتا ہے۔ لڑکا یا لڑکی، کالا یا سفید۔ پھر جب مرتے وقت اس کی روح نکلتی ہے۔ تو یہی نطفہ بعینہٖ اس کے بدن سے (آنکھ یا منہ کے ذریعہ) نکلتا ہے۔ وہ مرنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، مذکر ہو یا مؤنث۔ اسی بنا پر میت کو غسلِ جنابت دیا جاتا ہے۔

میت کو ہاتھ لگانے والے پر غسل واجب ہونے کا ثبوت

تحریر الوسیلہ

فَصْلٌ فِي غُسْلِ مَسِّ الْمَيِّتِ ۔ وَسَبَبُ وُجُوبِهٖ مَسُّ

Marfat.com

مَيِّتِ الْإِنْسَانِ بَعْدَ بَرْدِ تَمَامِ جَسَدِهٖ وَقَبْلَ تَمَامِ غُسْلِهٖ لَا بَعْدَهٗ وَلَوْ كَانَ غُسْلًا اِضْطِرَارِيًّا وَلَا فَرْقَ فِي الْمَيِّتِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ وَالْكَبِيْرِ وَالصَّغِيْرِ حَتَّى السِّقْطِ اِذَا تَمَّ لَهٗ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ كَمَا لَا فَرْقَ بَيْنَ مَا تُحِلُّهُ الْحَيَاةُ وَغَيْرُهٗ مَاسًا مَمْسُوْسًا بَعْدَ صِدْقِ اِسْمِ الْمَسِّ فَيَجِبُ الْغُسْلُ بِمَسِّ ظُفْرِهٖ بِالظُّفْرِ۔

(تحریرالوسیلہ جلداول ص۶۰ فصل فی غسل المس، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

میت کو چھونے پر غسل کے بارے میں احکامات میت کو ہاتھ لگانے پر جو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ وہ میت کے تمام جسم کے ٹھنڈا پڑنے پر اُسے ہاتھ لگانے سے واجب ہو جائے گا۔ اور اس کے مکمل غسل دینے سے پہلے پہلے ہاتھ لگنے سے وجوب لازم آتا ہے۔ جب میت کو غسل دے دیا جائے۔ تو پھر اُسے ہاتھ لگانے سے ہاتھ لگانے والے پر غسل واجب نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ غسل بامر مجبوری ہی دیا گیا ہو۔ ہاتھ لگانے والے پر غسل کا واجب ہونا بہر حال ضروری ہے۔ میت مسلمان ہو یا کافر، چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ وہ کچا بچہ جو چار ماہ ماں کے رحم میں رہنے کے بعد پیدا ہوا ان میں سے کسی کو بھی ہاتھ لگ جائے تو ہاتھ لگانے والے پر غسل واجب ہے۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی فرق نہیں۔ کہ میت زندہ پیدا ہو کر مری یا مری ہوئی پیدا ہوئی خود

Marfat.com

ہاتھ لگایا ہو یا ہاتھ لگایا گیا ہو۔ کیونکہ ان صورتوں میں ہاتھ لگانا صادق آجاتا ہے لہذا اگر کوئی شخص میت کے ناخن کو اپنے ناخن لگاتا ہے تب بھی ناخن لگانے والے پر غسل واجب ہوگیا۔

مذاہب خمسہ

مَسُّ الْمَيِّتِ . إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانُ مَيِّتًا إِنْسَانِيًّا فَهَلْ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ ، أَوِ الْغُسْلُ أَوْ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ شَيْءٌ ؟ قَالَ الْأَرْبَعَةُ مَسُّ الْمَيِّتِ لَيْسَ بِحَدَثٍ أَصْغَرَ وَلَا أَكْبَرَ - أَيْ لَا يُوْجِبُ وُضُوْءًا وَلَا غُسْلًا وَإِنَّمَا يُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ مِنْ تَغْسِيْلِ الْمَيِّتِ لَا مِنْ مَسِّهِ قَالَ أَكْثَرُ الْإِمَامِيَّةِ يَجِبُ الْغُسْلُ مِنَ الْمَسِّ بِشَرْطِ أَنْ يَبْرُدَ جِسْمُ الْمَيِّتِ وَأَنْ يَكُوْنَ الْمَسُّ قَبْلَ التَّغْسِيْلِ الشَّرْعِيِّ فَإِذَا حَصَلَ الْمَسُّ قَبْلَ بَرْدِهِ وَبَعْدَ الْمَوْتِ بِلَا فَصْلٍ أَوْ بَعْدَ أَنْ تَمَّ التَّغْسِيْلُ فَلَا شَيْءَ عَلَى الْمَاسِّ -

وَلَمْ يُفَرِّقُوْا فِيْ وُجُوْبِ الْغُسْلِ بَيْنَ أَنْ يَكُوْنَ الْمَيِّتُ مُسْلِمًا أَوْ غَيْرَ مُسْلِمٍ وَلَا بَيْنَ أَنْ يَكُوْنَ كَبِيْرًا أَوْ صَغِيْرًا حَتّٰى وَلَوْ كَانَ سِقْطًا تَمَّ لَهُ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَسَوَاءٌ حَصَلَ الْمَسُّ اِخْتِيَارِيًّا أَوْ اِضْطِرَارِيًّا عَاقِلًا كَانَ الْمَاسُّ أَوْ مَجْنُوْنًا صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا فَيَجِبُ الْغُسْلُ عَلَى الْمَجْنُوْنِ بَعْدَ الْإِفَاقَةِ وَ عَلَى

Marfat.com

الصَّغِيْرِ بَعْدَ الْبُلُوْغِ بَلْ اَوْجَبَ الْاِمَامِيَّةُ الْغُسْلَ بِمَسِّ الْقِطْعَةِ الْمُبَانَةِ مِنْ حَيٍّ اَوْ مِنْ مَيِّتٍ اِذَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً عَلٰى عَظْمٍ فَاِذَا لَمَسْتَ اِصْبَعًا قُطِعَتْ مِنْ حَيٍّ وَجَبَ الْغُسْلُ وَكَذَا لَوْ لَمَسْتَ سِنًّا مُنْفَصِلَةً مِنْ مَيِّتٍ اَمَّا اِذَا لَمَسْتَ السِّنَّ بَعْدَ اِنْفِصَالِهَا مِنَ الْحَيِّ فَيَجِبُ الْغُسْلُ اِذَا كَانَ عَلَيْهَا لَحْمٌ وَلَا يَجِبُ اِذَا كَانَتْ مُجَرَّدَةً .

(مذاہب خمسہ ص ۵۲ ذکر مس المیت
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

میت کو چھونے کے احکام۔ جب کوئی آدمی کسی انسانی میت کو چھوتا ہے تو کیا اس چھونے والے پر وضو یا غسل واجب ہوتا ہے یا کچھ بھی واجب نہیں ہوتا؟۔

ائمہ اربعہ نے کہا ہے۔ کہ میت کو چھونا نہ حدث اصغر ہے اور نہ ہی حدث اکبر۔ یعنی اس کو چھونے سے وضو یا غسل کچھ بھی واجب نہیں ہوتا ہاں میت کو غسل دینے سے غسل دینے والے پر یا غسل کرنا مستحب ہوتا ہے میت کو چھونے سے نہیں۔ اہل تشیع (امامیہ) کی اکثریت یہ کہتی ہے۔ کہ میت انسانی کو چھونے والے پر غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ میت کا جسم ٹھنڈا ہو چکا ہو۔ اور چھونا غسل شرعی سے پہلے واقع ہوا ہو۔ لہذا جب کسی نے میت کو ٹھنڈا ہونے سے پہلے چھو لیا۔ جبکہ وہ ابھی ابھی مرا تھا۔ یا غسل شرعی کے

Marfat.com

بعد چھوا تو چھونے والے پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔
امامیہ نے یہ کوئی فرق نہیں کیا کہ میت مسلمان کی ہو یا کافر کی اور نہ ہی بالغ نابالغ کا فرق روا رکھا۔ یہاں تک کہ اگر میت ایسے کچے بچے کی ہے۔ جو چار ماہ تک رحم میں رہا ہو۔ تو اس کو چھونے پر بھی غسل واجب ہوگا۔ اسی طرح چھونا چاہے اپنے اختیار سے ہو یا مجبوراً، چھونے والا عاقل ہو یا مجنون، چھوٹا ہو یا بالغ ان تمام پر غسل واجب ہے۔ ہاں مجنوں افاقہ کے بعد اور نابالغ بالغ ہونے کے بعد غسل کریں گے۔ بلکہ امامیہ نے غسل اس صورت میں بھی واجب قرار دیا ہے۔ کہ اگر کسی زندہ انسان کا کوئی عضو یا اس کا کوئی حصہ کاٹ لیا گیا یا کسی میت کا عضو جس کی ہڈی بھی ساتھ ہو۔ اس کے ساتھ چھونے والے پر بھی غسل واجب ہو جائے گا۔ اگر کسی زندہ آدمی کی انگلی کاٹ کر اس سے میت کو چھوا پھر بھی غسل واجب ہے۔ اسی طرح اگر میت کے جُدا شدہ دانت کو ہاتھ لگ گیا تو بھی غسل واجب ہو جائے گا۔ ہاں اگر زندہ آدمی کے جُدا شدہ دانت کو ہاتھ لگا۔ تو اس سے غسل تب واجب ہوگا۔ جب اس پر کچھ گوشت لگا ہوا ہو۔ اور اگر بالکل خالص دانت ہی ہے گوشت اس پر قطعاً نہیں۔ تو ایسے دانت کو چھونے والے پر کچھ بھی واجب نہیں ہے

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کی کتب کے حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ کہ ان کے مذہب و مسلک میں بوقت مرگ اور بوقت غسل مُردے کے

Marfat.com

پاؤں قبلہ کی طرف کرنے چاہئیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ مردہ ٹھنڈا پڑنے پر اس قدر شدید نجس اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے ناخن کو چھونے والے پر بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ مردے پر غسل جنابت ہوتا ہے۔ یعنی اس کے جسم سے نطفہ نکلنے کی وجہ سے وہ پلید اور جنبی ہو گیا ہے۔ لہٰذا اسے پاک کرنے کے لیے اُسے غسل جنابت دیا جاتا ہے۔

حیرانی اس امر کی ہے۔ کہ اگر زندہ آدمی پر غسل جنابت لازم ہو جائے۔ تو نہ اس کے کپڑے نجس ہوں جو اس نے پہن رکھے ہیں۔ بشرطیکہ ان پر مستقل طور پر نجاست نہ لگی ہو۔ اور اس جنبی کو اگر کوئی دوسرا پاک شخص ہاتھ لگا دے۔ تو اس پر غسل واجب نہ ہونے کے خود اہل تشیع بھی قائل ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جنبی آدمی کے ساتھ مَس کرنے والے پر وجوب غسل کا حکم نہ قرآن کریم اور نہ ہی احادیث مقدسہ میں موجود ہے۔ یہاں تک تو اہل تشیع کی فقہ عقل و نقل کے مطابق بات کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ ایک شیعہ کے مرنے کے بعد جب وہ ٹھنڈا پڑ گیا تو اس کا مُردہ جسم اس قدر جنبی اور نجس ہو گیا۔ کہ کوئی گندگی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی نجاست غلیظہ یوں تو تمام نجاسات سے بڑھ کر نجس ہوتی ہے۔ لیکن وہ بھی اگر خشک ہو جائے۔ اور اُسے کوئی ہاتھ لگائے۔ تو جب تک اُس کا کچھ حصہ ہاتھ لگانے والے کے ہاتھ پر نہ لگے گا۔ اس کا دھونا لازم نہیں ہوتا۔ لیکن یہ مرا ہوا شیعہ جو سرد پڑ گیا۔ اتنا غلیظ نجس ہو گیا۔ کہ اس کے ناخن سے اگر کسی کا ناخن لگ گیا۔ تو ناخن لگانے والے پر بھی غسل لازم ہو جاتا ہے۔ اور پھر اتنا غلیظ پلید جو ابھی ابھی مرا ہو۔ اور جسم میں طبعی حرارت کچھ پائی جاتی ہو۔ تو پھر اُسے پلید و نجس نہیں کہا جاتا۔ چند لمحوں میں اس پر کیا آفت آ گئی۔ کہ وہ پاخانہ سے بھی زیادہ پلید ہو گیا۔

Marfat.com

نوٹ:

اس مقام پر اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ بوقتِ غسل مُردے کے پاؤں قبلہ کی طرف کرنے پر اگر تمہیں اعتراض ہے۔ تو اپنے گھر کی خبر لو۔ احناف کے نزدیک جب آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھے۔ اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔ تو لیٹے لیٹے اُسے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور نماز پڑھنے کے لیے اس کی ٹانگیں قبلہ رُخ ہونے کا مسئلہ موجود ہے۔ اگر یہ بات اتنی ہی بُری تھی۔ تو حنفیوں کے نزدیک قبلہ کی طرف پاؤں کر کے نماز پڑھنے کی کیوں اجازت ہے؟

جواب

فقہ حنفی میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ لیکن اس سے اہل تشیع کا مقصد پورا ہرگز نہیں ہو سکتا مسئلہ کا پس منظر مختصر طور پر یوں ہے۔ کہ نماز کے لیے چند شرائط ہیں۔ ان کا نماز سے پہلے پورا کرنا لازمی ہے۔ اور اگر وہ شرط آخر نماز تک جاری رہنے والی ہو۔ تو اسے سلام پھیرنے تک برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ان شرائط میں سے ایک قبلہ رُخ ہونا بھی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کھڑے ہو کر تو واضح ہے۔ کہ منہ قبلہ کی طرف ہی کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور بیٹھ کر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی ہمت نہیں۔ تو اُسے لیٹ کر پڑھنی پڑے گی۔ اب لیٹ کر پڑھنے کی صورت یہ کہ نمازی ہمارے ملک میں شمالاً جنوباً لیٹے۔ اور اگر چت لیٹا ہوا ہے۔ تو منہ قبلہ کی طرف جس قدر ہو سکتا ہے کرے۔ اور اگر کروٹ پر لیٹا ہے۔ تو پھر دائیں کروٹ پر لیٹا ہونے کی صورت میں مُنہ اُدھر ہی ہو جاتا ہے۔ ایک صورت تو یہ تھی۔ دوسری صورت یہ کہ اُس

Marfat.com

نمازی کو شرقاً غرباً لٹایا جائے۔ یعنی اس کے پاؤں قبلہ کی طرف اور سر مشرق کی طرف ہو اس صورت میں بھی اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے گا۔ تو یہ طریقہ صرف منہ قبلہ کی طرف کرنے کے لیے کیا گیا۔ اور پھر فقہ حنفی میں اس پر پابندی نہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص شرقاً غرباً لیٹ کر قبلہ کی طرف پاؤں نہیں کرتا۔ تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ اس پس منظر کی روشنی میں اب اہل تشیع کا مسئلہ دیکھیں۔ کیا میت کے غسل کے لیے میت کے پاؤں کو قبلہ کی طرف کرنا شرط ہے۔ یعنی بوقتِ غسل نماز کی طرح قبلہ رُخ ہونا شرط ہے اور پھر عجیب منطق ہے۔ کہ میت کو غسل دیتے وقت اس کے جسم سے تمام کپڑے اتار کر غسل دیا جاتا ہے۔ تو گویا ننگا کر کے اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کیے جا رہے ہیں۔ اس کا منہ ادھر کیا جا رہا ہے۔ زندہ تھا تو پیشاب و پاخانہ کرتے وقت اُدھر منہ کرنا ناجائز تھا مر گیا تو ایسا کرنا ضروری ہو گیا؟ اگر قبلہ سے تمہیں اس کا اتنا ہی پیار ظاہر کرنا ہے تو پھر اس کی قبر بھی شرقاً غرباً بنانی چاہیئے۔ اور اس میں اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر کے اوپر مٹی ڈال دینی چاہیئے۔ بلکہ نماز جنازہ پڑھتے وقت بھی اس شیعہ کی نعش قبلہ رُخ رکھ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔

عجیب منطق:

مردے کو غسل دینے کی وجہ وہ منی بنائی جاتی ہے۔ جو اس کے منہ یا آنکھوں سے نکلتی ہے۔ منی کے ہی دو ساتھی یعنی ودی اور مذی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ اگر ٹخنوں تک بہہ جائیں۔ تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ اس سے وضو نہیں جاتا۔ کیونکہ وہ تھوک کے حکم میں ہے۔ ایک راستہ سے تھوک اور دوسرے سوراخ سے ودی اور مذی نکلتے ہیں۔ جب تھوک سے نہ نماز ٹوٹے اور نہ وضو میں کوئی خرابی ہو تو پھر اسی کے دو ساتھی ودی اور مذی سے بھی یہی حکم ثابت ہو گا

Marfat.com

بہر حال اہل تشیع یہ کہتے ہیں۔ کہ مردے کے منہ یا آنکھ سے منی نکلتی ہے۔ خدا لگتی کہیئے کیا یہ دونوں عضو منی نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنایئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے مرد کا آلۂ تناسل اور عورت کی شرمگاہ اس کے نکلنے کی جگہ بنائی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عادی راستہ کے بغیر کسی اور راستہ سے منی کا نکلنا متحقق کردے یہ اس کی قدرت میں داخل ہے۔ لیکن اس کا عملی اور بالفعل نمونہ مرنے والے شیعہ ہی کی صورت میں نظر آسکتا ہے۔ اور ہونا بھی یوں ہی چاہیئے۔ کیونکہ زبان سے اللہ تعالیٰ اس کے رسول، اور حضرات صحابہ کرام کی شان میں نازیبا الفاظ کہے گئے۔ بوقتِ مرگ اُن میں منی ایسی گندی چیز ہی رکھنی مناسب تھی۔ اس طرح اہل تشیع اقراری ہیں کہ ان کے ہر فرد کے مرتے وقت اُس کے منہ اور اس کی آنکھوں کو پلید کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس پلیدی سے تمام جسم انتہائی شدید قسم کا نجس ہو جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی اُسے چھو بھی جائے۔ تو وہ بھی پلید ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سزا ان کی زبانی ان کو مرتے وقت دی۔ اور کمال ذہانت (یا نادانی) سے ان لوگوں نے اس کی نسبت حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف کر دی ہے۔ وہ زبان جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر اور اپنے پیارے بندوں کی صفت و ثنا کے لیے پیدا کی تھی۔ اور جس پر بوقتِ انتقال اگر کلمہ چڑھ جائے۔ تو بخشش کی علامت ہے۔ اسی زبان کو منی سے گندا کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ غضبِ الٰہی نہیں ہے؟ کیا یہ اس کی ناراضگی کی علامت نہیں؟ کیا یہ دوزخی ہونے کی ابتداء نہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کفنِ میت:

میّت کے کفن کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ یہ سفید ہونا چاہیئے۔ اس سے قبل آپ یہ پڑھ چکے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک سیاہ کپڑے پہننا

Marfat.com

ان کا مذہبی شعار بن چکا ہے۔ حالانکہ اس سے انہیں اجتناب کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ان کے ائمہ نے اسے فرعون کا لباس، اپنے دشمنوں کا لباس اور اس سے بڑھ کر جہنمیوں کا لباس قرار دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شیعہ کالا لباس پہننے کی طرح یہ بھی کہہ دے۔ کہ ہمارے ہاں کالا لباس پہننا چونکہ ائمہ اہل بیت سے محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اسی طرح ہم اپنے مُردے کو بھی اسی رنگ کا کفن پہنانا پسند کریں گے۔ اور ہماری یہ تمنا ہو گی۔ کہ کل قیامت کو اپنے ائمہ کے سامنے ہم اسی لباس میں پیش ہوں۔ اور یہ بھی ساتھ ہی کہہ دے۔ کہ سفید کپڑوں میں کفن دینا اہل سنت کا معمول ہے۔ ہمارا نہیں۔ تو ہم اس بارے میں دو چار حوالہ جات ان کی کتب سے پیش کر دیتے ہیں۔ جن میں مُردے کو ان کے مذہب میں بھی سفید کفن پہنانا مذکور ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنِ ابْنِ الْقَدَّاحِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوا الْبَیَاضَ فَاِنَّہٗ اَطْیَبُ وَاَطْھَرُ وَکَفِّنُوْا فِیْہِ مَوْتَاکُمْ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۵۰ کتاب الطہارۃ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابن قداح روایت کرتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ اس رنگ کے کپڑے بڑے پاکیزہ اور ستھرے ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ اور اسی رنگ کے کپڑوں سے اپنے مُردوں کو کفن پہنایا کرو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنْ لِبَاسِکُمْ شَیْءٌ اَحْسَنَ مِنَ الْبَیَاضِ فَالْبِسُوْہُ وَکَفِّنُوْا فِیْہِ مَوْتَاکُمْ

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۵۰
کتاب الطہارت)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے لباس میں سے سفید لباس سے بڑھ کر کوئی لباس خوبصورت اور اچھا نہیں ہے۔ زندگی میں یہی پہنا کرو۔ اور اسی رنگ کے کپڑے میں مُردوں کو کفن دیا کرو۔

وسائل الشیعہ

عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ الْمُخْتَارِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا یُکَفَّنُ الْمَیِّتُ فِی السَّوَادِ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۵۱)

ترجمہ:

حسین بن مختار بیان کرتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میت کو ہرگز کالا کفن نہ پہناؤ۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْمُخْتَارِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الرَّجُلُ يُحْرِمُ فِي ثَوْبٍ أَسْوَدَ؟ قَالَ لَا يُحْرِمُ فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَلَا يُكَفَّنُ بِهِ۔

وسائل الشیعہ جلد دوم

ص ۵۱)

ترجمہ:

حسین بن مختار کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آدمی سیاہ کپڑے کا احرام باندھ سکتا ہے؟ فرمانے لگے۔ کالے کپڑے میں وہ احرام نہ باندھے اور نہ ہی کالے کپڑے کا اُسے کفن پہنایا جائے۔

لمحہ فکریہ:

کفنِ میت کے متعلق باب الجنائز سے مذکورہ احادیث بمعہ ترجمہ آپ حضرات نے ملاحظہ کیں۔ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے خداداد بصیرت سے یہ بھانپ لیا تھا۔ کہ کچھ لوگ ہماری محبت کا دم بھرتے تھکیں گے نہیں۔ لیکن زندگی بھر انہیں وہ لباس پسند رہے گا۔ جو ہمارے دشمنوں کا، فرعون کا۔ اور دوزخیوں کا تھا۔ اس لیے انہوں نے صاف صاف فرما دیا۔ کہ زندگی میں اگر کوئی لباس سب سے بہتر ہو سکتا ہے۔ تو وہ سفید رنگ کا ہے۔ اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت جس لباس میں لپیٹ کر اُسے الوداع کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی یہی

Marfat.com

سفید رنگ کا لباس ہونا چاہیئے۔ اور جب دنیا میں سب سے بڑے اجتماع حج کے، دوران احرام باندھ کر جانا ہو۔ تو بھی اسی سفید لباس کا احرام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے نام لیوا اور ہم سے محبت کرنے والے زندہ رہیں۔ تو اُن پر جہنمیوں کا لباس ہو۔ ہمارے دشمنوں کا لباس ہو۔ اور ہم یہ بھی نہیں پسند کرتے کہ میدانِ عرفات میں لاکھوں فرزندانِ توحید میں وہ سیاہ لباس پہن کر اپنے آپ کو امت مسلمہ سے الگ کریں۔ اور ہم یہ بھی تمنا رکھتے ہیں۔ کہ قبر میں ہمارا نام لیوا اُترے۔ اور حشر میں اُٹھے۔ تو اس پر وہ لباس ہو۔ جو ہمارا پسندیدہ ہے۔ کیونکہ سیاہ لباس ان لوگوں کا ہے۔ جو مردود بارگاہ الٰہی ہیں۔ جو جنت کی بو بھی نہ پائیں گے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ۔

"فقہ جعفریہ" میں میت کو غسل دینے کا طریقہ۔

فروع کافی:

وَاغْسِلْهُ بِمَآءِ الْقَرَاحِ كَمَا غَسَلَهُ فِي الْمَرَّتَيْنِ الْاُوْلَتَيْنِ ثُمَّ يَشُقُّهُ بِثَوْبٍ طَاهِرٍ وَاعْمَدْ اِلٰى قُطْنٍ فَذَرْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ حُنُوْطٍ وَضَعْهُ عَلٰى فَرْجِهِ قُبُلٍ وَ دُبُرٍ وَاحْشُ الْقُطْنَ فِي دُبُرِهِ لِئَلَّا يَخْرُجَ مِنْهُ شَيْءٌ وَخُذْ خِرْقَةً طَوِيْلَةً عَرْضَهَا بِشِبْرٍ فَشُدَّ بِهَا حَقْوَيْهِ وَضُمَّ فَخِذَيْهِ ضَمًّا شَدِيْدًا وَلُفَّهَا فِي فَخِذَيْهِ ثُمَّ اَخْرِجْ رَاْسَهَا مِنْ

Marfat.com

تَحْتَ رِجْلَيْهِ اِلٰى جَانِبِ الْاَيْمَنِ وَاغْرِزْهَا فِيْ مَوْضِعِ الَّذِيْ لَفَفْتَ فِيْهِ الْخِرْقَةَ وَيَكُوْنُ الْخِرْقَةُ طَوِيْلَةً وَتَلُفُّ فَخِذَيْهِ مِنْ حَقْوَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ لَفًّا شَدِيْدًا۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم صفحہ نمبر ۱۴۲ کتاب الجنائز)

(۲۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صہ ۹۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

میت کو سادہ پانی سے غسل دو اسی طرح جس طرح پہلے دو بار دے چکے ہو۔ پھر کسی پاک کپڑے سے اس کا جسم خشک کرو۔ پھر روئی لے کر اس میں تھوڑا سا کافور چھڑک لو۔ یہ روئی میت کی اگلی پچھلی شرمگاہ پر رکھو۔ اور پچھلی شرمگاہ (دُبر) میں روئی اندر تک دبا دو۔ تاکہ اندر سے کوئی چیز نہ نکلے۔ پھر ایک کپڑا جو بالشت بھر لمبا ہو وہ لے لو۔ اسے میت کے کولہوں پر باندھو۔ اور اس کے دونوں ران اچھی طرح آپس میں ملاؤ۔ اور دونوں کو بطور لنگوٹ کس کر باندھو۔ پھر اس کپڑے کا سرا پاؤں سے نکالو۔ اور دائیں طرف لے جاؤ۔ اور لنگوٹ کی طرف باندھو۔ یہ کپڑا بہت لمبا ہونا چاہیے جو دونوں رانوں کولہوں اور گھٹنوں کو اچھی طرح لپیٹ دے۔

Marfat.com

تحفۃ العوام :

اگر خوف نکلنے خون یا نجاست کا ہو تو روئی فرج اور دُبر میں رکھیں اور ناک منہ میں بھی رکھ دیں۔

(تحفۃ العوام حصہ اول ص ۲۱۹ باب بیسواں بیان ہیں واجبات غسل وکفن وغیرہ)

بددیانتی پر مبنی ایک اعتراض

اہل سنت کے نزدیک میت کے کان اور ناک میں روئی رکھنا بہتر کہا گیا ہے۔ اس پر ایک شیعہ زبان دراز غلام حسین نجفی نے ہم پر کیچڑ اچھالنے کی گندی کوشش کی ہے۔ فتاویٰ قاضی خان کا حوالہ دے کر لکھا ہے۔ کہ سنی لوگ اپنی میت کو گانڈ گز کرتے ہیں،، حوالہ ملاحظہ ہو سنی فقہ میں ہے کہ آدمی جب مر جائے تو کچھ مقدار روئی اس کے مقام پاخانہ میں ٹھونس دی جائے۔

(فتاویٰ قاضی خان) باب غسل میت جلد ۱ ص ۹)

نوٹ

معلوم ہوا کہ حنفی لوگ اپنی میت کو گانڈ گز کرتے ہیں۔ اور پھر چونکہ پاخانہ

Marfat.com

کا مقام کھل جاتا ہے۔ پھر اس میں روئی بھر دیتے ہیں۔ حنفی لوگ بے شرم اتنے ہیں۔ کہ اپنی بست کا گز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بچارے شیعوں کے سر تھوپ دیتے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ مصنفہ غلام حسین نجفی ص ۸۱)

جواب:

اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے۔ کہ میت کی دبر میں روئی رکھنا فقہ حنفی میں جائز نہیں بلکہ قبیح ہے۔ ہاں فقہ جعفریہ میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ فروع کافی وغیرہ کے حوالہ جات سے ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس لیے گانڈ گز ان کے سر تھوپا نہیں گیا۔ بلکہ انہوں نے خود اپنے امام سے لیے دوسری بات یہ ہے۔ کہ فتاوٰی قاضی خان کی مذکورہ عبارت میں نجفی نے بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اس کی تفصیل فقہ جعفریہ جلد دوم پر ملاحظہ ہو سکتی ہے۔ لیکن بطور اختصار کتاب الجنائز کی مناسبت سے فتاوٰی کی اصل عبارت ہم درج کر دیتے ہیں۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آ جائے۔

فتاوٰی قاضی خان:

وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهٗ یُجْعَلُ الْقُطْنُ الْمَلْحُوْجُ فِیْ مَنْخَرَیْهِ وَفَمِهٖ وَبَعْضُهُمْ قَالُوْا یُجْعَلُ فِیْ صِمَاخِ اُذُنَیْهِ اَیْضًا وَقَالَ بَعْضُهُمْ یُجْعَلُ فِیْ دُبُرِهٖ اَیْضًا وَهُوَ قَبِیْحٌ ۔

(فتاوٰی قاضی خان جلد اول ص ۱۷۲
برحاشیہ عالمگیری مطبوعہ مصر)

Marfat.com

ترجمہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ کہ صاف روئی میت کے نتھنوں اور منہ میں رکھی جائے گی۔ بعض علماء نے کہا کہ میت کے کانوں کے سوراخ میں بھی رکھی جائے گی۔ اور بعض نے کہا کہ میت کی دُبر میں بھی رکھی جائے گی۔ لیکن یہ بہت بُرا ہے۔

لمحۂ فکریہ

فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت کے ملاحظہ کرنے کے بعد وہ مسئلہ جو نجفی نے بطور اعتراض بیان کیا تھا۔ اس کی حقیقت آپ پر آشکارا ہو گئی۔ یعنی فقہ حنفیہ کے تینوں چاروں مشہور ائمہ میں سے کسی کا وہ قول نہیں۔ اسی لیے وہ ''قال بعضھم'' کے الفاظ سے علامہ قاضی خان نے اسے ذکر کیا۔ اور پھر اس مجہول قائل کے قول کے بعد اسے واضح طور پر ''وقبیح'' بھی لکھ دیا۔ لیکن اندھے نجفی کو یہ نظر نہ آیا کہ اس کے برعکس فروع کافی میں امام جعفر صادق کا قول بلکہ حدیث ''واحش القطن فی دبرہ'' کے الفاظ بتاتے ہیں۔ کہ شیعہ مردہ کی دُبر میں روئی زور سے اندر کرنا ''حکم امام معصوم'' ہے۔ بلکہ بحوالہ تحفۃ العوام عورت کی شرمگاہ میں بھی اسی طرح کرنے کا ''حکم امام'' مذکور ہے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ ان سوراخوں سے کچھ نکلنے نہ پائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک لمبا چوڑا کپڑا ہے کہ جس طرح اس مرے ہوئے کے گھٹنے، ران اور کولہے جکڑنے کا حکم ہے۔ وہ یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ ایک گائے ہے جو دودھ دینے سے بھاگتی ہے اور اس کا مالک اس کی ٹانگیں باندھ کر دودھ نکالتا [illegible] اس شیعہ مُردے کے ساتھ سب کچھ کیا [illegible]

کتب میں اُن لکڑیوں کا تذکرہ نظر آتا ہے۔ جو ان کے ہاں میت کے کفن میں، میت کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔ تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ رہی سہی کسر قبر میں فرشتے نکالیں گے۔ یہ عین ممکن ہے۔ کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے۔ اور جس کا نجفی نے ذکر بھی کیا ہے کہ شیعہ اپنے مُردے کے ساتھ گانڈ گزر کرتے ہیں۔ انہی لکڑیوں سے یہ بات نکالی گئی ہو۔ یہ تھا ان کا اپنی میت کو غسل وکفن دینے کا انوکھا طریقہ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

"میت" اکیلی ہو تو اس سے شیطان کھیلتا ہے

من لایحضرہ الفقیہ

وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَدَعَنَّ مَيِّتَكَ وَحْدَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَعْبَثُ بِهِ فِي جَوْفِهِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۶
باب فی غسل المیت)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو حنیفہ روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کوئی مرنے والا جب مر جاتا ہے اور اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو شیطان اس کے پیٹ کے ساتھ کھیلتا ہے۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ خَدِیْجَۃَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَیْسَ مِنْ مَیِّتٍ یَمُوْتُ وَیُتْرَكُ وَحْدَہٗ اِلَّا لَعِبَ الشَّیْطَانُ فِیْ جَوْفِہٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ نمبر ۶۷۱
باب کراھتہ ترك المیت
وحدہ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو خدیجہ روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کوئی مرنے والا جب مرجاتا ہے اور اس کو اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو اس کے پیٹ کے اندر گھس کر شیطان کھیلتا ہے۔

لمحہ فکریہ:

دد جادو وہ جو سرچڑھ کر بولے،، شیعہ مرا ہو اور اس کی میت لوگوں کے درمیان ہو۔ تو پھر شیطان انتظار میں ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اس سے ادھر اُدھر ہوں۔ اور میں اس کے پیٹ کے غار میں آنکھ مچولی کھیلوں۔ اُدھر سے آؤں اور ادھر سے نکلوں۔ حالانکہ نیک آدمی جس کا آخری سانس ایمان پر نکلتا ہے۔ شیطان کا اس کے ساتھ کیا کام؟ بوقت نزع اس کی کوشش ہوتی ہے

Marfat.com

کہ اس آخری وقت میں اس کا ایمان چھین لیا جائے۔ اور یہ بھی عام آدمیوں کا حال ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے خاص اور مخلص ہوتے ہیں۔ نہ زندگی میں اور نہ ہی بوقت نزع شیطان ان کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ قرآن کریم گواہ ہے۔ شیطان نے کہا۔

لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ

ترجمہ:

میں ان تمام لوگوں کو ماسوائے تیرے مخلص بندوں کے بھٹکا کر لے جاؤنگا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر عرش اعظم کو جنبش آگئی تھی۔ اب اکیلا ہو یا لوگوں کے درمیان اس کی نعش پڑی ہو۔ شیطان کا اس سے کیا تعلق؟ لیکن جب مُردہ شیعہ ہو۔ تو ان کے امام کے فرمانے کے مطابق وہ اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ تو شیطان آدھمکے گا۔ اور اس کے اندر باہر جھانکے گا۔ اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہو گا۔ کہ یہ بھی میری طرح نجس اور گندا ہے۔

؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز　　کبوتر با کبوتر باز با باز !!

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَار

Marfat.com

نماز جنازہ بے وضو اور جنبی بھی پڑھ سکتا ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ يُونُسَ ابْنِ يَعْقُوبَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَةِ اُصَلِّيْ عَلَيْهَا عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا هُوَ تَكْبِيْرٌ وَ تَسْبِيْحٌ وَ تَحْمِيْدٌ وَ تَهْلِيْلٌ كَمَا تُكَبِّرُ وَتُسَبِّحُ فِيْ بَيْتِكَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ نمبر ۷۹۹
کتاب الطہارت۔صلوٰۃ الجنازہ)

ترجمہ:

یونس ابن یعقوب نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں نماز جنازہ بغیر وضو پڑھ سکتا ہوں۔آپ نے فرمایا ہاں وہ تو تکبیر، تسبیح، تحمید اور تہلیل کا نام ہے۔جس طرح تو گھر میں بغیر وضو تکبیر و تسبیح کرسکتا ہے۔یہاں بھی درست ہے۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ:

عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنِ الْحَائِضِ تُصَلِّیْ عَلَی الْجَنَازَۃِ؟ فَقَالَ نَعَمْ وَلَا تَقِفُ مَعَہُمْ وَالْجُنُبُ یُصَلِّیْ عَلَی الْجَنَازَۃِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ کتاب الطہارت، ص ۸۰۰ باب جواز ان تصلی الحائض الخ
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۲۰۴ باب الزیادات)

ترجمہ:
ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا حیض والی عورت نماز جنازہ پڑھ سکتی ہے؟ فرمایا ہاں پڑھ سکتی ہے۔ اور اسے مردوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ اور جنبی بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

☆

Marfat.com

نماز جنازہ کے لیے ستر عورت بھی ضروری نہیں

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

وَاشْتَرَطَ الْاَرْبَعَةُ لِصِحَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ الطَّهَارَةَ وَسَتْرَ الْعَوْرَةِ تَمَامًا كَمَا فِي الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ وَقَالَ الْاِمَامِيَّةُ لَيْسَتِ الطَّهَارَةُ وَلَا سَتْرُ الْعَوْرَةِ بِشَرْطٍ لِلصِّحَّةِ وَلٰكِنَّهُمَا مُسْتَحَبَّتَانِ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ صَلٰوةً فِيْ حَقِيْقَتِهَا وَاِنَّمَا هِيَ دُعَآءٌ۔

(۱۔ الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۶۳ باب کیفیت الصلوٰۃ)

(۲۔ تحریر الوسیلہ جلد ۱ ص ۸۰ فی شرائط الصلوۃ علی المیت۔)

(۳۔ وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۸۰۰ کتاب الطہارۃ الخ)

Marfat.com

ترجمہ :

ائمہ اربعہ نے نماز جنازہ کی صحت کے لیے طہارت اور ستر عورت دونوں شرائط قرار دی ہیں۔ جس طرح یہ دونوں مکمل طور پر نماز فرضی کے لیے شرطیں ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کے پیرو کہتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ کی صحت کے لیے نہ طہارت اور نہ ہی ستر عورت شرط ہے۔ ہاں یہ دونوں مستحب ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ درحقیقت نماز نہیں بلکہ دعاء ہے۔ (اور دعاء کے لیے طہارت اور ستر عورت شرط نہیں ہوتی)

لمحہ فکریہ

ستر عورت سے متعلق آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں دو ہی چیزیں ستر کے قابل ہیں۔ ایک قبل خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اور دوسری دُبر۔ اوران میں سے دُبر تو خود دونوں چوتڑوں کے پردہ میں ہو گئی۔ رہ گئی قبل تو اس پر ہاتھ رکھ لیا جائے یا چونا لگا لیا جائے۔ تو یہ پردہ مکمل ہو گیا۔ اب رعایت یہ کہ نماز جنازہ کے لیے اس کی بھی ضرورت نہیں صرف مستحب ہے پردہ کر لو تو اچھا نہ کرو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ کاش اپنے امام کی اس تعلیم پر عمل بھی کیا ہوتا۔ اور کوئی علامہ، مجتہد، حجۃ الاسلام اور آیت اللہ اس طرح جنازہ پڑھاتا۔ اور خلق خدا بھی اس کی اقتدا میں میت کی بخشش کے لیے دعا مانگنے کے لیے قبلہ رُخ کھڑی ہوتی۔ تو بجائے میت کی بخشش کے امام صاحب کو دیکھتے اور لاحول و لاقوۃ پڑھتے۔ اور مُفت میں وہ فلم دیکھتے جو کسی سینما میں شاید ناممکن ہو گی۔ ایک طرف یہ

Marfat.com

رعایت کر طہارت اور ستر عورت کے بغیر بھی نماز صحیح ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہ جنبی تک غسل جنابت کیے بغیر جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ حالانکہ جنبی کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائی اور ان "علی کے شیدائیوں" کو اس کا پاس و لحاظ بھی نہ رہا۔ صاحب قرب الاسناد اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کرتا ہے۔

قرب الاسناد:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اِذَا احْتُضِرَ الْمَيِّتُ فَمَا كَانَ مِنِ امْرَاَةٍ حَائِضٍ اَوْ جُنُبٍ ...... عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَا تَشْهَدُ جَنَازَةَ الْكَافِرِ وَلَا الْجُنُبِ اِلَّا جُنُبًا يَتَوَضَّأُ۔

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۰۴)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کسی کے مرنے کا وقت آئے تو اس کے پاس نہ حیض والی کوئی عورت ہو اور نہ ہی جنبی۔ حضرت علی المرتضیٰ ہی فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کافر کے جنازہ اور جنبی کے پاس فرشتے نہیں آتے۔ ہاں اگر جنبی نے وضو کر لیا ہو (تو پھر ان کا آنا ہو سکتا ہے)

Marfat.com

توضیح

وسائل الشیعہ کے گذشتہ ایک حوالے سے حیض والی عورت کے نماز جنازہ ادا کرنے کی امام جعفر سے منقول اجازت پڑھ چکے ہیں۔ اور اسی میں جنبی کے لیے بھی اجازت تھی۔ اور اب قرب الاسناد کے مطابق جہاں کوئی مر رہا ہو وہاں ان دونوں کی موجودگی رحمت کے فرشتوں کی دوری کی وجہ بن جاتی ہے۔ اب جب کسی شیعہ کی نماز جنازہ میں بحکم امام کوئی جنبی یا کوئی حیض والی عورت شامل ہو گی۔ (جو کہ جائز ہے) تو رحمت کے فرشتے اس میت کے قریب بھی نہ آئیں گے۔ پھر امام اور تمام نمازی جب ستر عورت سے بھی آزاد ہوں۔ تو ایسے میں ان فرشتوں کے آنے کا کونسا بہانہ ہو سکتا ہے۔ آ جا کے دوسرے ہی فرشتے آئیں گے۔ اور انہیں سبھی جانتے ہیں۔ کہ ان کا آنا نیک شگون نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ ان امامی لوگوں کو اللہ کی رحمت کی نہ ضرورت ہے۔ اور نہ ان کے مقدر میں ہے۔ اس مقام پر یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ قرب الاسناد میں جنبی کے نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حوالہ ہم نے صرف اس بات پر پیش کیا ہے۔ کہ جنبی کے نزدیک فرشتے نہیں آتے۔ رہا یہ کہ جنبی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ تو اس کے لیے وسائل الشیعہ کا حوالہ ابھی گزرا ہے جس میں امام جعفر نے جنبی اور حیض والی عورت دونوں کا نماز جنازہ ادا کرنا درست قرار دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

"سنی" کی نماز جنازہ اول تو پڑھی ہی نہ جائے اور اگر بامر مجبوری پڑھنی پڑے۔ تو دعائے مغفرت کی بجائے لعنت کرنی چاہیئے۔

تحریرالوسیلہ

يَجِبُ الصَّلٰوةُ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَإِنْ كَانَ مُخَالِفًا لِلْحَقِّ عَلَى الْأَصَحِّ وَلَا يَجُوْزُ عَلَى الْكَافِرِ بِأَقْسَامِهٖ حَتَّى الْمُرْتَدِّ وَمَنْ حُكِمَ بِكُفْرِهٖ مِمَّنْ اِنْتَحَلَ بِالْإِسْلَامِ كَالنَّوَاصِبِ وَالْخَوَارِجِ۔

(تحریرالوسیلہ جلداول ص ۷۷، فی الصلوٰۃ علی المیت)

ترجمہ:

صحیح ترین مسلک یہی ہے۔ کہ ہر مسلمان پر نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے اگرچہ وہ حق کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ اور کافر کی تمام اقسام پر نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔ حتی کہ مرتد کی بھی۔ اور ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنا بھی ناجائز ہے۔ جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب

Marfat.com

کرتے ہیں۔ لیکن ان پر کفر کا حکم لگا ہوا ہو۔ جیسا کہ نواصب (اہلسنت) اور خارجی لوگ۔

فروع کافی

عَنْ عَامِرِ بْنِ السَّمْطِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمَا یَمْشِیْ مَعَهٗ فَلَقِیَهٗ مَوْلًی لَهٗ فَقَالَ لَهُ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَیْنَ تَذْهَبُ یَا فُلَانُ؟ قَالَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلَاهُ اَفِرُّ مِنْ جَنَازَةِ هٰذَا الْمُنَافِقِ اَنْ اُصَلِّیَ عَلَیْهَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اُنْظُرْ اَنْ تَقُوْمَ عَلٰی یَمِیْنِیْ فَمَا تَسْمَعُنِیْ اَقُوْلُ فَقُلْ مِثْلَهٗ فَلَمَّا اَنْ کَبَّرَ عَلَیْهِ وَلِیُّهٗ قَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا عَبْدَكَ اَلْفَ لَعْنَةٍ مُؤْتَلِفَةٍ غَیْرِ مُخْتَلِفَةٍ اَللّٰهُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِیْ عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ وَاَصْلِهٖ حَرَّ نَارِكَ وَاَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۸۹ کتاب الجنائز
باب الصلوۃ علی الناصب)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عامر بن سمط بیان کرتا ہے کہ ایک منافق مر گیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس کا جنازہ پڑھنے

Marfat.com

کے لیے اس کی میت کے ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں آپ کی اپنے آزاد کردہ غلام سے ملاقات ہوئی۔ امام نے پوچھا۔ بھائی کدھر جا رہے ہو؟ کہنے لگا۔ میں اس منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھاگ رہا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا۔ دیکھو! میری دائیں طرف نماز جنازہ کے لیے کھڑے ہو جانا۔ اور جو مجھے کہتے ہوئے سنو وہی کہہ دینا پھر جب میت کے ولی نے نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہی۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا۔ اور پھر یہ الفاظ کہے۔ "اے اللہ! اپنے اس بندے پر ہزار لعنتیں بھیج۔ اور وہ بھی اس طرح کہ لگاتار ہوں۔ اور ان میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اے اللہ! اپنے بندوں میں اسے ذلیل ورسوا کر۔ اور اپنے شہروں میں اسے بے آبرو کر۔ اپنی آگ میں اسے جھونک اور اپنا شدید ترین عذاب اسے چکھا۔"

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! شاید آپ مذکورہ دونوں حوالہ جات پڑھ کر یہ سوچتے ہوں گے۔ کہ ان میں "سنی" یا "اہل سنت" کے نام کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ ناصبی اور خارجی لکھا گیا ہے۔ اس لیے اس سے یہ تاثر دینا کہ شیعہ لوگ "اہل سنت" میں سے کسی مردے کے جنازے میں امام حسین کی تعلیم کے مطابق لعن طعن کرتے ہیں۔ درست نہیں ہوگا۔ لیکن یہ بات ہم واضح کر دیتے ہیں۔ کہ ناصبی اور خارجی ان شیعوں کے نزدیک ایک مسلک کے ہی دو نام نہیں ہیں۔ بلکہ خارجی اور ہیں اور ناصبی اور۔ ان کے مابین فرق کے بہت سے دلائل ہیں۔ سردست دونوں حوالہ جات کے الفاظ اور ترکیب پر ذرا غور کریں۔ تو معلوم

Marfat.com

ہو گا۔ کہ ہم درست کہہ رہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ناصبی کا ذکر کرنے کے بعد واؤ عاطفہ کے ذریعہ خارجی کا اس پر عطف ڈالا گیا۔ اور ایسا عطف یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ معطوف اور معطوف علیہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ اس لیے اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ ان حوالہ جات میں ناصبی اور خارجی کے جنازے میں لعنت کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ ایک ہی فرقہ ومسلک کے دو نام ہیں۔ تو یہ کتنا اُن کا دھوکہ دینا ہے۔ اور یہ ایک ہرنے کی بات کرنا دراصل ان کا تقیہ ہے۔ اس کی تفصیل اور دلائل دوسری جگہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بہرحال "ناصبی" کا لفظ ان کے ہاں اہل سنت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل تشیع حضرات صحابہ کرام کو ناصبی کہتے ہیں۔ ان کے ماننے والوں کو ناصبی کہتے ہیں۔ اور ناصبی کے ساتھ ساتھ منافق کہہ کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ اور پھر کافر سمجھ کر ان سنیوں کی نماز جنازہ میں وہی کچھ کرنے اور پڑھنے کا شوق سے فتویٰ دیتے ہیں۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نقل کیا ہے۔

لیکن یاد رہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات ان باتوں کے کرنے اور کہنے سے بالکل پاک ہے۔ آپ خود غور کریں۔ کہ ایک غلام اتنی جرأت کر رہا ہے۔ کہ وہ کھلم کھلا میت کو منافق کہہ کر اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی بات کر رہا ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اُس سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اور اس کے لیے دعائے مغفرت کی جگہ لعن طعن کر رہے ہیں۔ آخر یہ کیوں؟ شیعہ لوگ اس کے جواز کا یہی بہانہ تراشیں گے۔ کہ آپ نے بطور تقیہ اس کے جنازے میں شرکت کی۔ سو اس بارے میں ہم کہتے ہیں۔ کہ تقیہ کا ہتھیار اہل تشیع اس وقت استعمال کرتے ہیں۔ جب حق و سچ کہنے یا کرنے سے نقصان کا خطرہ ہو۔ چلو ہم بالفرض مان لیتے ہیں۔ کہ اس منافق کے جنازے میں شرکت

Marfat.com

نہ کرنے سے شاید امام حسین کو نقصان کا خطرہ ہوگا۔ لیکن جہاں نقصان اور خطرہ درحقیقت موجود تھا یعنی میدانِ کربلا میں جب مدمقابل مرنے مارنے پر تُلے بیٹھے تھے۔ اور پھر یہ سلسلہ شروع بھی ہو گیا تو اس خطرناک اور دردبھرے وقت میں اگر آپ چند لمحات کے لیے بطور تقیہ کہہ دیتے۔ کہ اے ابن زیاد! مجھے یزید کی بیعت منظور ہے۔ تو سب کچھ بچ جاتا۔ بلکہ انعام و کرام سے نوازے جاتے۔ لیکن دنیا جانتی ہے۔ کہ آپ نے اپنے عزیز و اقارب اور خود اپنی شہادت قبول کرلی۔ لیکن بطور تقیہ یہ کہنا گوارا نہ کیا۔ جب میدان کربلا میں آپ حق و صداقت پر ڈٹے رہے۔ تو اس منافق کے جنازے میں بطور تقیہ شریک کیوں ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام عالی مقام نے نہ ایسا کیا۔ اور نہ ہی آپ کے شایانِ شان تھا۔ یہ سب کچھ ان "بناوٹی محبوں" نے گھڑا ہے۔ اسی لیے حضرات ائمہ اہلبیت نے ایسی احادیث پر اندھے بن کر عمل کرنے سے منع فرمایا۔ انہیں معلوم تھا۔ کہ گندی فطرت والوں نے ان کے اقوال و احوال میں بہت زیادہ ملاوٹ کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل بیت کی گستاخی سے محفوظ فرمائے۔ اور ان کی سچی پکی محبت عطا فرمائے آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

Marfat.com

میدانِ جنگ میں پڑی ہوئی نعشوں کے درمیان مسلمان اور کافر کا امتیاز کس طرح کیا جائے؟

المبسوط:

إِذَا اخْتَلَطَ قَتْلَى الْمُسْلِمِينَ بِالْمُشْرِكِينَ رُوِيَ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يُنْظَرُ مُؤْتَزَرُهُمْ فَمَنْ كَانَ صَغِيرَ الذَّكَرِ يُدْفَنُ فَعَلَى هٰذَا يُصَلَّى عَلَى مَنْ هٰذِهِ صِفَتُهُ۔

(المبسوط جلد اول ص ۱۸۲ کتاب الصلوٰۃ فی احکام الجنائز)

ترجمہ:

جب مسلمانوں اور مشرکین کی میتوں کے درمیان خلط ملط ہو جائے۔ اس بارے میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ان کے درمیان امتیاز کے لیے ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ان میتوں کے ازار بند کھول کر شرمگاہ دیکھی جائے۔

Marfat.com

پھر جب مُردے کا آلہ تناسل چھوٹا ہو۔ اس کو دفن کیا جائے۔ اس روایت کے پیش نظر اس میت کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ جس کا آلہ تناسل چھوٹا ہو گا (یعنی آلہ تناسل کا چھوٹا ہونا مسلمان ہونے کی علامت ہے۔)

لمحہ فکریہ:

مسلمان اور مشرک کی میت کے پہچاننے کا انوکھا طریقہ ذکر کیا گیا۔ یہ طریقہ نہ قرآن کریم نہ احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فرمان سے ثابت ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی طرف خواہ مخواہ اس لغو روایت کی نسبت کر دی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ "باب العلم" کے لقب سے نوازے گئے۔ اور وہ باب العلم" کے لقب والا ایسی بات کہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یوں کہا جاتا کہ اُن کی شناخت اور امتیاز اس طرح ممکن ہے کہ دیکھا جائے۔ کہ کس کا ختنہ ہوا اور کون بغیر ختنہ کے ہے۔ یہ بات معقول تھی۔ لیکن محض آلہ تناسل کے چھوٹا بڑا ہونے پر مسلمان و کافر کا امتیاز کرنا عجیب بے تکی بات ہے۔ اس امتیاز کی علت ہو سکتا ہے کوئی شیعہ مجتہد بیان کر سکے۔ لیکن عقل مند اس کی علت سمجھنے سے قاصر ہیں۔

عجیب منطق:

گزشتہ حوالہ جات میں ہم نے ان کی کتب سے ثابت کیا تھا۔ کہ میت کا غسل ان کے ہاں اس وجہ سے ہے۔ کہ بوقت مرگ اس کے منہ یا آنکھ سے وہ منی خارج ہوتی ہے۔ جس سے اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ یعنی میت کو غسل

Marfat.com

ہونے کی بنا پر غسل دیا جاتا ہے۔ اگر یہی منطق مان لی جائے۔ تو شہید کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ آخر وہ بھی فوت ہوا۔ اس کو بھی دفن کیا گیا۔ لیکن اس کو غسل نہیں دیتے۔ حالانکہ اس سے بھی وہ منی نکلی جس سے وہ پیدا ہوا۔ اور جنبی چاہے عام آدمی ہو یا شہید جنبی حالت میں بغیر غسل دیئے دفن کر دیا گیا۔ اور اس کی نماز جنازہ ادا کر دی گئی۔ ادھر یہ کہتے ہیں۔ کہ جنبی کے نزدیک فرشتے نہیں آتے۔ ادھر اللہ تعالیٰ ان شہداء کو "اموات" کہنے سے بلکہ گمان کرنے سے منع کر رہا ہے۔ عجیب منطق ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے۔

آلۂ تناسل کے چھوٹا بڑا ہونے سے مسلمان اور کافر کے مابین امتیاز کی ایک وجہ یہ نظر آتی ہے۔ کہ جب اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ مرنے والے کے منہ یا اور جگہ سے منی خارج ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس منی کے نکلنے کے بعد آلۂ تناسل ڈھیلا پڑ جانے کی بنا پر سکڑا ہوا نظر آئے۔ اور جس کی نہ نکلی وہ تو مند اور پھولا پھلا ہونے کی وجہ سے بڑا نظر آئے۔ لیکن یہ فرق اس وقت ہوگا۔ جب یہ کہا جائے کہ مرنے والا اگر مسلمان ہے۔ تو اس کے منہ سے منی نکلتی ہے۔ اور اگر غیر مسلم ہو تو اس کے منہ وغیرہ سے نہیں نکلتی مگر یہ فرق اہل تشیع کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔ "فقہ جعفریہ" نیری کیا ہی بات ہے کہ اپنے ماننے والوں کو کیا کیا حکمتیں عطا کیں۔

Marfat.com

نماز جنازہ پڑھانے کا اوّلین حق دار حاکم و امیر وقت ہے۔

فقہ حنفیہ کی طرح فقہ جعفریہ بھی اس بات پر متفق ہے۔ کہ ہر دور میں میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار حاکم وقت ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو شاید آپ حضرات اس موضوع کو خارج از بحث سمجھیں۔ کیونکہ ہمارے سامنے اس کتاب میں وہ موضوعات و مسائل ہیں۔ جو "فقہ جعفریہ" کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور وہ واقعۃً عجیب وغریب ہیں۔ جبکہ اس مسئلہ پر دونوں کا اتفاق ہے۔ تو پھر اسے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ ہم اس بارے میں اس امر کی وضاحت آخر میں کریں گے۔ کہ یہ موضوع کیوں لکھا گیا۔ پہلے ایک دو حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

المبسوط:

وَ اَوْلَى النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ الْوَلِيُّ فَاِنْ حَضَرَ الْاِمَامُ الْعَادِلُ كَانَ اَوْلٰى بِالتَّقَدُّمِ وَ يَجِبُ عَلَى الْوَلِيِّ تَقْدِيْمُهٗ۔

(المبسوط جلد اول ص ۱۸۳ فی احکام الجنائز)

Marfat.com

ترجمہ:

میت کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سب سے اولیٰ اس کا ولی ہے۔ یا وہ جسے ولی آگے کر دے۔ اور اگر امام عادل موجود ہو۔ تو وہ سب سے زیادہ حق دار ہے۔ اور ولی پر واجب ہے۔ کہ نماز پڑھانے کے لیے اُسے آگے کرے۔

فروع کافی

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا حَضَرَ الْاِمَامُ الْجَنَازَةَ فَهُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا۔

(۱)۔ فروع کافی جلد سوم ص ۱۷۷ من اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیت)

(۲)۔ وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۸۰۱ کتاب الطہارۃ ابواب الجنائز)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے طلحہ بن زید روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جب امام وقت نماز جنازہ میں حاضر ہو۔ تو موجود لوگوں سے نماز پڑھانے کا وہ سب سے زیادہ حق دار ہے۔

Marfat.com

اعتراض

ان دو حوالہ جات میں سے المبسوط کے حوالہ میں یہ شرط ہے۔ کہ حاکم وقت "عادل،، ہو۔ تو اُسے حق تقدیم ہے۔ جب یہ شرط نہ پائی جائے۔ تو ایسے امام کو اولیت نہ ہوگی۔

جواب:

ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ المبسوط میں "عادل،، کی قید ہے۔ لیکن یہ قید شیعہ متاخرین کی وضع کردہ ہے۔ ائمہ اہل بیت کی روایاتِ قدیمہ میں اس قید کا کوئی ذکر نہیں۔ انہی دو حوالہ کی کتب میں سے قرب الاسناد کو دیکھئے۔ اپنے نام کے اعتبار سے یہ کتاب حضرات ائمہ اہل بیت سے بہت کم واسطوں سے روایت کرتی ہے۔ بلکہ اکثر روایات تو خود ائمہ حضرات سے مروی ہیں۔ اس میں اِس قید کا ذکر نہیں۔ اس لیے کوئی ایک مرفوع روایت آپ کو اس قید کے ساتھ نہ ملے گی۔ ایک واقعہ سے اس کی تائید بھی پیش کی جاتی ہے۔ جسے تقریبًا شیعہ مسلک کی ہر کتاب نے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قرب الاسناد

مَنْ اَحَقُّ بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ ۔ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ

Marfat.com

اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِذَا حَضَرَ سُلْطَانٌ فَھُوَ اَحَقُّ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْھَا۔ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْوَالِیْ اَحَقُّ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ مِنْ وَلِیِّھِمَا لَمَّا تُوُفِّیَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ حَکَمٍ وَھُوَ اَمِیْرٌ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ لَوْلَا السُّنَّۃُ مَا تَرَکْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلَیْھَا۔

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۰۹-۲۱۰
باب من احق بالصلوۃ علی المیت۔

ترجمہ:

میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا کون زیادہ حق دار ہے۔

(بحذف الاسناد) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب حاکم وقت موجود ہو۔ تو وہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

(بحذف الاسناد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا ولی میت سے زیادہ حق دار ہے۔

(بحذف الاسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کا انتقال

Marfat.com

ہوا۔ تو ان کی میت کے ساتھ نماز جنازہ کے لیے اور لوگوں کے ساتھ مروان بن حکم بھی نکلا۔ مروان ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ (مروان نے ام کلثوم بنت علی المرتضٰے کی نماز جنازہ پڑھائی) پھر امام حسین بن علی نے کہا۔ اگر ایسا کرنا (سلطان کا نماز جنازہ پڑھانے میں اولیٰ ہونا) سنت نہ ہوتا۔ تو میں مروان کو ام کلثوم کا جنازہ پڑھانے کے لیے آگے نہ بڑھنے دیتا۔

یہی مروان بن حکم جو مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ اہل تشیع اسے مسلمان تک نہیں کہتے۔ لیکن ائمہ اہل بیت میں سے تیسرے جلیل القدر امام جناب حسین رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اس نے ام کلثوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور امام حسین نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اور پھر ایسا کرنا سنت قرار دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ سنت کس کی تھی؟ یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کی موجودگی میں کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کی کیا مجال تھی۔ اور کوئی دوسرا آپ کے ہوتے ہوئے حاکم وقت بھی نہ تھا۔ یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی نماز جنازہ آپ کے بعد امام بننے والا پڑھاتا۔ لیکن یہ بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کی نماز جنازہ جیسے عام طور پر پڑھی جاتی ہے۔ ویسے نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ ہر ایک صلوٰۃ وسلام پڑھ کر ایک طرف سے جاتا اور دوسری طرف سے نکل آتا تھا۔ اس لیے یا تو سنت علی المرتضٰے ہو گی یا سنت امام حسن ہو گی۔ اب بالاختصار ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے کی یہ سنت کیونکر بنی ہو اس کا معلوم ہونا یوں ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ۔

Marfat.com

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا آپ غالباً سب سے پہلی شخصیت ہیں۔ جن کا اہل بیت میں سے انتقال ہوا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پڑھوائی۔ جو اس وقت خلیفہ و امام تھے۔ طبقات ابن سعد کے حوالہ سے یہ ثابت ہے۔ جو گزر چکا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرا موقعہ آتا ہے۔ جب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کے نماز جنازہ کی امامت اس وقت کے حاکم سعید بن العاص نے کی۔ ان کو بھی امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہی الفاظ کہے تھے۔ جو آپ نے مروان بن حکم کو کہے تھے۔ اس لئے واضح ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا "سنت" فرمانا اپنے والد گرامی کی سنت مراد تھی۔

نوٹ:

ان حوالہ جات کی روشنی میں اہل تشیع کا وہ اعتراض از خود ہباءً منثورا ہو گیا۔ جسے وہ بڑے بلند بانگ دعووں سے کرتے پھرتے ہیں — کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آخری لمحات میں یہ وصیت کی تھی۔ کہ مرنے کی اطلاع نہ ابو بکر کو دی جائے اور نہ ہی عمر بن خطاب کو۔ آپ کی وصیت کے مطابق انہیں اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے یہ دونوں ان کی نماز جنازہ میں حاضر بھی نہ ہو سکے۔ یہ اعتراض اس طرح اٹھ گیا کہ جب شیعہ فقہ یہ تسلیم کرتی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ اور آپ کا عمل یہ کہ وقت کے خلیفہ کو اطلاع ہی نہ دیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ پھر یہ اس لیے بھی ناممکن نظر آتا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء بنت عمیس ہر وقت سیدہ فاطمۃ الزہرا

Marfat.com

ل تیمار داری کے لیے ان کے پاس حاضر رہتیں۔ انتقال کے بعد غسل بھی انہوں نے دیا۔ تو یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے خاوند ابو بکر صدیق کو سیدہ خاتون جنت کے انتقال کی خبر نہ دی ہو اس کی تفصیلی بحث تحفہ جعفریہ جلد دوم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ یہ تھیں وہ باتیں جن کی وجہ سے ہم نے جنازہ کی بحث میں اس موضوع کو لیا۔ سلطان و امیر وقت کا سب سے زیادہ حق دار ہونا کتب شیعہ سے ثابت ہے اور یہ بھی کہ اس کا صرف مسلمان ہونا کافی ہے۔ عادل ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ان کے ائمہ کے عمل سے ان کا عقیدہ کے مطابق ایسا حاکم بھی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ جو ان کے نزدیک مسلمان نہ ہو۔ اب ہم کیا کہیں۔ ان کے امام تو ایسے حاکموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ اور یہ ان اماموں کو جو اماموں کے امام بنے۔ اسلام سے خارج کہتے پھریں۔

برایں عقل و دانش بباید گریست

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

نماز جنازہ کے لیے پانچ تکبیریں ضروری ہیں اور چار کہنے والے منافق ہیں۔

"فقہ جعفریہ" میں یہ تحریر ہے۔ کہ اگر شیعہ مومن مرے تو اس کے لیے پانچ تکبیریں کہنا ضروری ہیں۔ ہاں اگر سنی منافق کی میت ہو۔ تو پانچ تکبیریں نہیں بلکہ چار تکبیریں ہوں گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول سے یہ ثابت ہے۔

دلیل اوّل

فقہ امام جعفر صادق

وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ عَلٰى قَوْمٍ خَمْسًا وَعَلٰى قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ اَرْبَعًا فَاِذَا كَبَّرَ عَلٰى رَجُلٍ اَرْبَعًا اتُّهِمَ بِالنِّفَاقِ۔

(فقہ امام جعفر صادق ص ۱۰۸ جلد اول، کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:

اور کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ایک قوم کی نماز جنازہ میں

Marfat.com

پانچ مرتبہ تکبیر کہتے تھے۔ اور دوسری قوم کے آدمیوں پر چار تکبیر کہا کرتے تھے سو جب کسی شخص کی نماز جنازہ میں آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ تو وہ منافق کے طور پر بدنام ہو گیا۔

جواب دلیل:

مذکورہ روایت قرآن کریم کی واضح ہدایات کے بالکل برعکس اور سرکار دوعالم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ایک الزام ہے۔ کیونکہ انداز روایت بتاتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار ہا دو قسم کے جنازے پڑھے۔ اُدھر قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔ لا تصل علی احد منھم مات ابدا۔ اے محبوب انور! ان منافقین میں سے اگر کوئی مر جائے۔ تو آئندہ کے لیے کبھی بھی اس کی نماز جنازہ نہ ادا کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے ذریعہ آپ کو منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے ابدی طور پر منع فرمائے۔ اور اہل تشیع یہ کہیں۔ کہ آپ نے بار ہا منافق کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی پرواہ نہ تھی۔ اور اس کی واضح ہدایت کے ہوتے ہوئے آپ نے اس کی مخالفت کی۔ کیا کسی پیغمبر سے ایسا ہونا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

البتہ کوئی شیعہ یوں کہہ سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا تھا۔ اور آپ نے جان بوجھ کر اس کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ آپ نے بطور تقیہ،، ایسا کیا۔ لیکن اگر اس تاویل کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اور مکمل دین پر سے اعتبار ختم ہو جائے گا یہی بات خود شیعہ بھی مانتے ہیں۔

Marfat.com

تلخیص الشافی:

فَاَمَّا الرَّسُوْلُ فَاِنَّمَا لَمْ تَجُزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لِاَنَّ الشَّرِيْعَةَ لَا تُعْرَفُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ وَلَا يُوْصَلُ اِلَيْهَا اِلَّا بِقَوْلِهٖ فَمَتٰى جَازَتِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا اِلَى الْعِلْمِ بِمَا كُلِّفْنَاهُ طَرِيْقٌ۔

(تلخیص الشافی جلد سوم ص ۸۷ مطبوعہ دارالکتب اسلامیہ قم ایران)

ترجمہ:

بہرحال اللہ تعالیٰ کے رسول تو اُن پر تقیہ کرنے کا الزام قطعاً درست اور جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت کی صرف اور صرف ان سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور ہم تک اُن کے قول کے بغیر اس کا پہنچنا محال ہے۔ لہٰذا جب ان کے بارے میں تقیہ کا جواز ثابت ہو تو پھر ہمیں احکام تکلیفیہ کا علم ناممکن ہو جائے گا۔

رسول کی ذات کیلئے تقیہ کا جواز دراصل شریعت کا سرے سے انکار ہے۔ گویا جس شخص کا یہ عقیدہ ہو۔ کہ معاذ اللہ پیغمبر نے بھی تقیہ کیا۔ وہ شریعت کا منکر اور مکذب ہے۔ اس صراحت کے باوجود اہل تشیع پیغمبر پر تقیہ کے جواز کے ہی نہیں بلکہ تقیہ بالفعل کرنے کے معتقد ہیں۔ حوالہ اس کا دیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی چار تکبیر پڑھنے کی توجیہہ یہ کرے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور تقیہ نہیں بلکہ نماز سے پہلے یہ فرما دیا کرتے تھے۔ کہ میت منافق ہے۔ اس لیے تم سب میری اقتداء میں چار تکبیریں کہنا۔ اس توجیہہ پر ایک اعتراض تو وہی کہ منافق کا علم ہوتے ہوئے آپ اس کا جنازہ

Marfat.com

کیوں پڑھاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اس سے منع فرما دیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کو معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین نہ ہوتا۔ تو اس میت پر نفاق کی تہمت لگاتے اور وہ تہمت کبھی یقینی بات پر نہیں لگائی جاتی۔ اگر اس توجیہ کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو صحابہ کرام کو اس میت کے منافق ہونے کا یقین ہو جاتا اور اُسے یقیناً منافق کہتے۔ یہ نہیں کہ اس پر نفاق کی تہمت لگاتے۔ نبی کے قول اور فعل میں علماء تے فرق بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ قول کی قوت فعل کی نسبت زیادہ ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ نبی کا فعل نبی کے ساتھ ہی مخصوص ہو۔ لیکن اُن کا قول اور حکم قیامت تک کے لوگوں کے لیے سببِ ہدایت ہوتا ہے۔ یہاں نماز جنازہ میں اگر آپ نے فرما دیا تھا۔ کہ یہ منافق ہے۔ تو اس کی تقویت بہر حال نماز پڑھنے سے زیادہ ہوگی۔

تہذیب الاحکام

وَاَمَّا مَا یَتَضَمَّنُ مِنَ الْاَرْبَعِ تَکْبِیْرَاتٍ فَمَحْمُوْلٌ عَلَی التَّقِیَّۃِ لِاَنَّہٗ مَذْھَبُ الْمُخَالِفِیْنَ

(تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۳۱۶، فی الصلوۃ علی الاموات)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنا جن روایات میں ہے۔ یہ تقیہ پر محمول ہوگا۔ (یعنی آپ نے تقیہ کرتے ہوئے چار تکبیریں کہیں) کیونکہ یہ مذہب (چار تکبیریں کہنا) مخالفین کا ہے۔

Marfat.com

مقام تعجب :

نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا "مخالفین" کا مذہب ہے۔ یہاں مخالفین سے مراد یا تو ان شیعوں کے مخالفین ہوں گے۔ جن کو اہل سنت کہا جاتا ہے۔ اور ان میں خلفائے ثلاثہ اور تمام صحابہ کرام (ماسواء چند صحابہ کے کہ جن کو شیعہ بھی مسلمان کہتے ہیں۔) شامل ہوں گے۔ (کیونکہ "ناصبی"، کے ضمن میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ اس سے مراد یہی لوگ ہیں) تو پھر مفہوم یہ ہوا۔ کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا چونکہ خلفائے ثلاثہ اور باقی تمام یا اکثر صحابہ کرام کا مذہب ہے۔ اس لیے ان کے مذہب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تقیہ عمل کیا۔ گویا یہ لوگ پیغمبر ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متبع۔ یا یہ لوگ مضبوط تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہوتے ہوئے اپنی بات اور حکم الٰہی پر قائم رہنے میں جانی خطرہ محسوس کرتے تھے۔ لہٰذا آپ نے جان بچانے کے لیے تقیہ کیا۔ اور ان کے مطابق چار تکبیریں کہیں۔

اور اگر مخالفین سے مراد وہ اہل سنت ہیں۔ جو اہل تشیع کے وجود میں آنے کے وقت مخالف ہوئے۔ تو یہ تاریخی حقیقت ہے۔ کہ شیعیت کی بنیاد عبداللہ بن سباء یہودی نے رکھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں اس نے غلط عقائد گھڑے۔ جن کی بنا پر یہ اپنے انجام کو پہنچا۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کے ماننے والے ان شیعوں کے مخالف ہوئے۔ یا اس سے ذرا آگے آجائیں۔ کہ جب امام جعفر صادق اور امام محمد باقر کے اقوال و اعمال کے کر فقہ جعفریہ وجود میں آئی۔ اس وقت اور اس کے بعد کے زمانے کے لوگ ان شیعوں کے مخالف مراد ہیں۔ تو ان بعد والے لوگوں کے مذہب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے بہت پہلے بطور تقیہ عمل کیا؟ خدا عقل دے۔ اسے کیا کہیں گے۔؟
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دلیل دوم

وسائل الشیعہ:

عن محمد بن ابی عبد اللہ عن موسیٰ بن عمران عن عمہ الحسین بن یزید عن علی بن ابی حمزۃ عن ابی بصیر قال قلت لابی عبد اللہ عن علۃ (شئ) تکبر علی المیت خمس تکبیرات و یکبر مخالفونا باربع تکبیرات قال لان الدعائم التی بنی علیھا الاسلام خمس۔ الصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج والولایۃ لنا اھل البیت فجعل اللہ للمیت من کل دعامۃ تکبیرۃ وانکم اقررتم بالخمس کلھا واقر مخالفوکم باربع وانکروا واحدۃ فمن ذالک یکبرون علی موتاھم اربع تکبیرات وتکبرون خمسا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۷۵ کتاب الطہارۃ صلوٰۃ الجنازہ)
(۲۔ علل الشرائع باب ۲۴۲ ص ۳۰۳/العلۃ التی تکبر علی المیت الخ)

Marfat.com

ترجمہ:

ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا میت کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ ہمارے مخالفین چار تکبیریں کہتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اسلام کے ستون جن پر اس کی عمارت کھڑی ہے پانچ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور ہم اہل بیت کی ولایت۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے میت کے لیے ہر ایک ستون کے مقابلہ میں ایک تکبیر رکھی ہے۔ اور تم (اے شیعو!) ان پانچوں کا اقرار کرتے ہو۔ اور تمہارے مخالف چار کا اقرار اور ایک کا انکار کرتے ہیں۔ اس بنا پر وہ (تمہارے مخالف) اپنے مُردوں کی نماز جنازہ پر چار تکبیریں اور تم پانچ کہتے ہو۔

جواب دلیل:

اہل تشیع ہم احناف پر یہ اعتراض کرتے تھکتے نہیں۔ کہ ان کے مسائل کی بنیاد کسی نص پر نہیں ہوتی۔ بلکہ قیاس پر ہوتی ہے۔ اب خود ان کی پانچ تکبیروں کی دلیل ملاحظہ ہو وہ کس نص پر مبنی ہے؟ وہ بھی قیاس پر اور ایسے قیاس پر کہ جو کسی عقلمند کے ذہن میں نہیں آتا۔ پانچ بنائے اسلام کی بنا پر پانچ تکبیریں ہوئیں اور پانچویں بنا ولایت ائمہ اہل بیت قرار دی گئی۔ غور طلب بات یہ ہے۔ کہ اگر پانچویں بنا یہی ہے۔ تو کلمہ اسلام کدھر گیا۔ گویا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ائمہ کو ماننا کلمہ پڑھنے اور خدا و رسول پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کیسا ایمان و اسلام ہے۔ بنیاد میں کلمہ کی بجائے ولایت ائمہ آگئی۔ حالانکہ پانچ بنائے اسلام یہ ہیں۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ انہی کے استدلال کی طرح یہ بھی

Marfat.com

استدلال ہوسکتا تھا۔ کہ چار تکبیریں اس لیے ہیں۔ کہ چار خلیفہ ہوئے ہیں یعنی پہلے آدم، دوسرے داؤد تیسرے ہارون اور چوتھے حضرت علی المرتضٰے۔ اور چار بنائے اسلام چار ہونے کی وجہ سے اور بارہ ائمہ کو ماننے پر ہر ایک امام کی ایک تکبیر کل سولہ تکبیریں ہوئیں۔ ایسے قیاسات تو بیسیوں بن سکتے ہیں۔ لیکن کوئی عقل سلیم ان کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوگی۔ ہم اہل سنت بھی تو پانچ بنائے اسلام مانتے ہیں۔ اگر ان کے بدلے میں ایک ایک تکبیر ہوتی۔ تو ہمارے ہاں بھی پانچ ہی تکبیریں ہوتیں۔ یہ الزام ہم پر سراسر غلط ہے۔ کہ ہم اسلام کی صرف چار بنائیں مانتے ہیں۔ جس پر ہم ولایت ائمہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو اس کے بدلے کلمہ اسلام کو ملا کر ہم پانچ ہی مانتے ہیں۔ جس طرح تم کلمہ اسلام کو چھوڑ اور ولایتِ ائمہ کو مان کر پانچ بنا رہے ہو۔ اگر تم بھی کلمہ اسلام کو اسلام کی بناؤں میں شامل کرو۔ تو پھر چھ بنائیں ہونے کی وجہ سے چھ تکبیریں ہونی چاہئیں تو معلوم ہوا۔ کہ یہ سب اٹکل پچو اور گپیں ہیں۔ کوئی وزنی باتیں نہیں۔

پانچ تکبیروں کی وجہ اور علت آپنے ملاحظہ کی۔ اور یہ علت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اہل تشیع نے بیان کی ہے۔ اب امام موصوف کے والد گرامی کا ایک اور ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ جس میں تکبیروں کی کوئی مقررہ مقدار نہیں ہے۔

Marfat.com

نماز جنازہ میں تکبیرات کی تعداد معیّن نہیں ہے

تہذیب الاحکام:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ هَلْ فِيْهِ شَيْءٌ مُوَقَّتٌ اَمْ لَا؟ فَقَالَ لَا كَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدَ عَشَرَ وَ تِسْعًا وَ سَبْعًا وَ خَمْسًا وَ سِتًّا وَ اَرْبَعًا۔

(تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۳۱۶
فی الصلوٰۃ علی الاموات مطبوعہ تہران

ترجمہ:

جابر راوی نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا نماز جنازہ کی تکبیروں کی تعداد ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ، نو، سات، پانچ، چھ اور چار تکبیریں کہیں۔

تبصرہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد معین نہیں۔ چار سے لے کر گیارہ تک کا کہنا خود ان

Marfat.com

کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس لیے ان میں سے کسی پر عمل کیا جائے۔ تو جائز ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اہل تشیع کی کتب سے جو دو حوالہ جات پانچ تکبیروں کے معین ہونے پر ہم نے پیش کیے ہیں۔ وہ امام باقر کی تعلیمات وارشادات کے خلاف ہونے کی وجہ سے من گھڑت ہیں۔ اسی طرح اس روایت نے یہ بھی وضاحت کر دی۔ کہ چار تکبیریں کے منافق کی نماز جنازہ کے لیے ہونے اور پانچ تکبیروں کے وجوب کی وہ دلیل جو گذر چکی، غلط ہے علاوہ ازیں کتب شیعہ میں چار تکبیروں کو فقہاء کا مسلک کہا گیا ہے۔ اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ چار تکبیروں کا تعلق میت کے منافق ہونے سے نہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسالك الافهام

وَيَجِبُ عِنْدَنَا فِيْهَا خَمْسُ تَكْبِيْرَاتٍ وَعِنْدَ الْفُقَهَاءِ اَرْبَعُ تَكْبِيْرَاتٍ۔

(مسالک الافہام جلد ۱ص ۴۲ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ہم اہل تشیع کے نزدیک میت کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنا واجب ہیں۔ اور فقہاء کے نزدیک چار واجب ہیں۔ انتہی صاحب مسالک الافہام نے دبے لفظوں میں تسلیم کر لیا ہے۔ کہ شیعہ فقہاء باہم مقابل ہیں۔ یعنی فقہاء کرام شیعہ نہیں اور شیعہ، فقیہہ نہیں۔ اور یہ بات یوں کہنا بھی درست ہوگی۔ کہ شیعہ جاہل (غیر فقیہ) ہیں۔ اور ان جاہلوں کے نزدیک میت کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنی پڑتی ہیں۔ ایک طرف شیعہ اور فقہاء کا یہ تقابل

Marfat.com

اور دوسری طرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان اہل تشیع کا قول کہ آپ کبھی چار اور کبھی پانچ تکبیریں پڑھتے تھے عجیب تماشہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا کبھی چار اور کبھی پانچ تکبیریں کہنا

قرب الاسناد:

اخبرنا عبد اللہ بن محمد قال اخبرنا محمد بن محمد قال حدثنی موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا ابی عن ابیہ عن جدہ جعفر بن محمد عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ یُکَبِّرُ عَلَی الْجَنَائِزِ خَمْسًا وَاَرْبَعًا۔

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۰۹ باب التکبیرات علی الجنازۃ)

ترجمہ:

(بحذف الاسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے دادا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنازہ پڑھتے وقت پانچ اور چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔

☆

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف کے متعلق آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ گیارہ تک اور کم از کم چار تک تکبیرات آپ نے نماز جنازہ میں کہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں ان تکبیرات کی ادائیگی فرمائی۔ لیکن آپ نے سب سے آخر میں جن تعداد کو امت کے لیے چھوڑا وہ چار تکبیریں تھیں اور وہ اس وقت جب حبشہ کا بادشاہ فوت ہوا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے چار تکبیریں کہی تھیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مختلف ہو۔ تو سب سے آخری فعل پر عمل ہوتا ہے۔ شاہ حبشہ کے اس جنازہ بعد آپ کا یہی معمول رہا ہے۔ اس لیے چار تکبیروں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل بڑی قوی دلیل ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اہل تشیع کے پاس پانچ تکبیروں کی کوئی قوی دلیل نہیں۔ بلکہ ان کی کتب تو کسی ایک بات پر متفق بھی نہیں۔ اس لیے اگر شیعہ یہ کہیں۔ کہ اہل سنت کے پاس چار تکبیروں کا کوئی ثبوت نہیں۔ تو ان کا یہ کہنا ہرگز تسلیم نہ کیا جائے گا۔ اس ضمن میں ہم کچھ حوالہ جات درج کریں گے۔ جس سے اہل سنت کے مسلک کی مدلل وضاحت ہو جائے گی۔

Marfat.com

شیعوں کے نماز جنازہ کی تکبیرات میں ہاتھ اٹھانے کی حقیقت

اہل تشیع کو جب کہا جاتا ہے۔ کہ تم لوگ نماز جنازہ کی تکبیرات میں ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو۔ تو وہ جواباً کہتے ہیں۔ کہ ایسا ہمارے ائمہ اہل بیت نے کیا ہے۔ اور ہمارے لیے ان کے ہر فعل پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے ان کے پاس حوالہ جات ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَزْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى جَنَازَةٍ فَكَبَّرَ خَمْسًا يَرْفَعُ يَدَهٗ فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۸۵
باب استحباب رفع الیدین فی
کل تکبیرۃ من صلوۃ الجنازۃ
کتاب الطہارۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن العزری کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی اقتداء میں ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے پانچ تکبیریں کہیں ہر تکبیر کے وقت آپ نے اپنے ہاتھ بھی اٹھائے۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

قَالَ الْاِمَامِيَّةُ تَجِبُ خَمْسُ تَكْبِيْرَاتٍ بِعَدَدِ الْفَرَائِضِ الْيَوْمِيَّةِ يَأْتِيْ الْمُصَلِّيْ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَ الْاُوْلٰى وَصَلٰوةٍ عَلَى النَّبِيِّ بَعْدَ الثَّانِيَةِ وَالدُّعَاءِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْدَ الثَّالِثَةِ وَالدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ الرَّابِعَةِ وَلِاَبَوَيْهِ اِنْ كَانَ طِفْلًا وَلَا شَيْئَ بَعْدَ الْخَامِسَةِ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ اسْتِحْبَابًا بَعْدَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ صفحہ ۶۳ تذکرہ کیفیۃ الصلوٰۃ علی المیت)

ترجمہ:

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ میت کی نماز جنازہ میں روزانہ کی فرضی نمازوں کی تعداد کے برابر پانچ تکبیریں کہنی واجب ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد شہادتین۔ دوسری کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ تیسری کے بعد مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا اور چوتھی کے بعد میت کے لیے دعا کہی جائے گی۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد میت کے ماں باپ کے لیے بھی دعا کی جائے گی۔ اگر میت نابالغ ہے

Marfat.com

اور پانچویں تکبیر کے بعد کچھ بھی نہیں پڑھا جائے گا۔ اور نماز جنازہ پڑھنے والا ہر تکبیر کے بعد ہاتھ اٹھائے گا۔ اور یہ ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں۔

دھوکہ:

جیسا کہ آپ حوالہ جات میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع نماز جنازہ میں ہاتھ اٹھانے کو سنتِ ائمہ اہل بیت قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے عمل کو ائمہ اہل بیت کے فعل کے مطابق کہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ سنیو! تم نماز جنازہ میں ہاتھ نہ اٹھا کر یہ ثابت کرتے ہو۔ کہ ائمہ اہل بیت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ان معصومین کی تم نے مخالفت کی۔ اور ہم ان کے صحیح نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ تو تم ہمیں برا بھلا کہتے ہو۔ یہ دراصل دھوکہ ہے۔ بھولے بھالے سُنّی تو شاید اسے نہ سمجھ سکیں۔ لیکن حقیقت حال سے واقف اس کے برعکس سمجھتا اور کہتا ہے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو شیعوں کے نزدیک سلسلہ امامت کے بانی ہیں۔ آیئے ذرا ان کا اس بارے میں عمل دیکھیں۔ تو لیجئے ان کی کتاب یہ کہہ رہی ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ غِيَاثِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْجَنَازَةِ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً يَعْنِيْ فِي التَّكْبِيْرِ اَقُوْلُ يَاْتِيْ وَجْهُهٗ اِنْ شَاءَ اللهُ۔ .... عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

Marfat.com

قَالَ كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيّ بنِ طَالِبٍ يَرْفَعُ
يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ ثُمَّ
لَا يَعُوْدُ حَتّٰى يَنْصَرِفَ اَقُوْلُ حَمَلَهُمَا الشَّيْخُ
عَلَى التَّقِيَّةِ لِمُوَافَقَتِهِمَا لِمَذْهَبِ الْعَامَّةِ

(وسائل الشیعہ جلد دوم
ص ۸۶، کتاب الطہارۃ
ابواب صلوۃ الجنازۃ۔)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے غیاث بن ابراہیم روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں۔ اس کی وجہ انشاء اللہ بیان ہو گی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ وہ نماز جنازہ پڑھتے وقت صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان دونوں روایتوں کو شیخ نے (ان علی المرتضیٰ) کے تقیہ پر محمول کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں روایتیں مذہب سُنیہ کے موافق ہیں۔

لمحہ فکریہ:

ان دونوں روایات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ

Marfat.com

میں صرف تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ اٹھانا مروی ہے۔ اور اس کی روایت کرنے والے بھی اہل بیت کے امام ہیں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ایک آدھ بار ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا کرنا آپ کا معمول تھا۔ کیونکہ عربی قوانین کے مطابق کَانَ جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ تو ماضی استمراری کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع حضرت علی المرتضٰے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت کا طریقہ ہی درست ہے۔ یہ تو تھی حقیقت۔ لیکن شیعہ مجتہد یہاں بھی "ڈنڈی مارنے" سے باز نہ آئے۔ اور کمال بے حیائی سے کہہ دیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ایسا بطور "تقیہ" کیا تھا۔ ورنہ آپ کا عقیدہ یہ نہ تھا۔ صرف دشمنوں کے ڈر سے حق چھپاتے رہے۔ اور عجب فلسفہ یہ ہے۔ کہ "شیخ" کہتا ہے کہ ہم حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے اس فعل کو تقیہ پر محمول اس لیے کر رہے ہیں۔ تاکہ آپ کا ایسا کرنا "مذہب امامیہ" کے موافق نظر آئے۔ گویا حضرت علی المرتضٰے کا فعل "مذہب امامیہ" نہیں ہے۔ بلکہ مذہب امامیہ کوئی اہم اور ارفع چیز ہے۔ اس لیے حضرت علی المرتضٰے کے عمل کو تو اس سے موافق کرنے کا طریقہ نکالا جا سکتا ہے۔ لیکن "مذہب امامیہ" کو علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے عمل کے موافق کرنا گوارا نہیں۔ یہ ہے ان کی محبت اہل بیت جس کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں۔ اپنے غلط نظریات و عقائد سے توبہ کرنے کی تو ہمت نہیں اور جراٴت یہ ہے کہ حضرت علی المرتضٰے ایسی شخصیت کو اپنے نظریات کے مطابق ڈھالیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر دور میں ان بناوٹی "محبتوں" نے ائمہ اہل بیت کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ انہیں اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کی۔ اور اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہونے پر اُن کے جانی دشمن ہو گئے۔ اہل تشیع کا یہ عمل ایک تو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے عمل کے بالکل

Marfat.com

خلاف ہے۔ دوسرا خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بھی خلاف ہے۔ آپ نے ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ایک ضابطہ ارشاد فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

البدائع والصنائع

قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ اِلَّا فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ وَ لَيْسَ فِيْهَا صَلٰوةُ الْجَنَازَةِ وَعَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ اَنَّهُمَا قَالَا لَا تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْهَا اِلَّا عِنْدَ تَكْبِيْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ۔

(البدائع والصنائع جلد اوّل ص ۳۱۴ فصل بين كيفية الصلوٰة على الجنازه مطبوعه بيروت طبع جديد)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ہاتھ صرف سات مقامات پر اٹھائے جائیں۔ ان سات مقامات میں نماز جنازہ نہیں آتی حضرت علی المرتضےٰ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ نماز جنازہ میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ہاتھ اٹھائے جائیں (اس کے علاوہ کسی تکبیر کے وقت نہ اٹھائے جائیں)

الحاصل:

نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنا اور

Marfat.com

کے وقت ہاتھ اٹھانا، اس مسئلہ میں ہم اہل سنت احناف کے ساتھ جو اہل تشیع کا اختلاف ہے۔ درحقیقت وہ ان کا اپنا وضع کردہ ہے۔ ورنہ حضرات ائمہ اہل بیت نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہا کرتے اور صرف ایک مرتبہ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ لہٰذا اہل سنت کا عمل اور طریقہ دراصل ائمہ اہل بیت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طریقہ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نماز جنازہ میں چار تکبیروں کا ثبوت
کتب اہل سنت سے ملاحظہ ہو

فتح القدیر

عن ابی بکر بن سلیمان بن ابی حثمہ عن ابیہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُكَبِّرُ عَلَى الْجَنَائِزِ اَرْبَعًا وَخَمْسًا وَ سَبْعًا وَ ثَمَانِيًا حَتّٰى جَاءَ مَوْتُ النَّجَاشِيِّ فَخَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ ثَبَتَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى اَرْبَعٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَخْرَجَ الْحَازِمِيُّ فِيْ كِتَابِ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

كَبَّرَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَعَلٰى بَنِىْ
هَاشِمٍ سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَكَانَ اٰخِرُ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا
اَرْبَعَ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا

(فتح القدیر جلد اول ص۔۴۶)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں چار، پانچ، سات اور آٹھ تکبیریں فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب نجاشی کی موت واقع ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازگاہ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں پھر آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک اسی پر قائم رہے۔

الحازمی نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی۔ فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر پر سات تکبیریں کہیں اور بنی ہاشم پر بھی سات ہی کہیں اور آپ نے سب سے آخری جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ پھر اسی پر قائم رہے۔ حتی کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

فتح القدیر:

رَوَى الْحَاكِمُ فِى الْمُسْتَدْرَكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
اٰخِرُ مَا كَبَّرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
الْجَنَائِزِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَكَبَّرَ عُمَرُ عَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ
اَرْبَعًا وَكَبَّرَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى عُمَرَ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ الْحَسَنُ

Marfat.com

بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَلِيٍّ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى الْحَسَنِ اَرْبَعًا كَبَّرَتِ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى اٰدَمَ اَرْبَعًا سَكَتَ عَلَيْهِ الْحَاكِمُ۔

(فتح القدیر شرح الہدایہ جلد اول ص ۴۶۰ کتاب الجنائز)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام حاکم نے مستدرک میں روایت نقل کی۔ کہ انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پر آخری عمر میں چار تکبیریں کہیں۔ حضرت عمر نے جب ابوبکر صدیق کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن عمر نے جب حضرت عمر کی نماز جنازہ پڑھائی، حسن نے جب حضرت علی کی اور حسین نے جب اپنے بھائی حسن کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تو سب نے چار تکبیریں کہیں فرشتوں نے حضرت آدم کے لیے بھی چار تکبیریں ہی کہیں۔ یہ کہہ کر امام حاکم خاموش ہو گئے۔

کتاب بدائع الصنائع

وَقَدِ اخْتَلَفَ الرِّوَايَاتُ فِيْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُوِيَ الْخَمْسُ وَالسَّبْعُ وَالتِّسْعُ وَاَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ اٰخِرَ فِعْلِهٖ كَانَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ لِمَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ جَمَعَ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حِيْنَ اخْتَلَفُوْا

Marfat.com

فِيْ عَدَدِ التَّكْبِيْرَاتِ وَقَالَ لَهُمْ إِنَّكُمْ
إِخْتَلَفْتُمْ فَمَنْ يَأْتِيْ بَعْدَكُمْ يَكُوْنَ
أَشَدَّ إِخْتِلَافًا فَانْظُرُوْا اٰخِرَ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى
جَنَازَةٍ فَخُذُوْا بِذٰلِكَ فَوَجَدُوْهُ صَلّٰى عَلٰى
اِمْرَأَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا فَتَفَقُوْا عَلٰى ذٰلِكَ
فَكَانَ هٰذَا دَلِيْلًا عَلٰى كَوْنِ التَّكْبِيْرَاتِ
فِيْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا لِأَنَّهُمْ أَجْمَعُوْنَ
عَلَيْهَا أَرْبَعًا حَتّٰى قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ
حَتّٰى سُئِلَ عَنْ تَكْبِيْرَاتِ الْجَنَازَةِ كُلُّ ذٰلِكَ
قَدْ كَانَ وَلٰكِنِّيْ رَأَيْتُ النَّاسَ أَجْمَعُوْا عَلٰى
أَرْبَعِ تَكْبِيْرَاتٍ وَالْإِجْمَاعُ حُجَّةٌ وَكَذَا رَوَوْا
عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا كَانَ
يَفْعَلُ ثُمَّ أَخْبَرُوْا أَنَّ اٰخِرَ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ
أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَهٰذَا مَخْرَجُ النَّاسِخِ حَيْثُ
لَمْ نَحْمِلْ عَلَى الْأَئِمَّةِ الْأَفْعَالَ الْمُخْتَلِفَةَ
عَلَى التَّقِيَّةِ فَدَلَّ أَنَّ مَا تَقَدَّمَ نُسِخَ بِهٰذِهِ
الَّتِيْ صَلَّاهَا اٰخِرَ صَلٰوتِهِ دُوْنَ التَّكْبِيْرَةِ
[illegible] فَقَدْ ضَعُفَتْ [illegible] فِي [illegible]
زِيَادَةٌ [illegible]

Marfat.com

(البدائع الصنائع جلد اول صفحہ نمبر ۳۱۲
فصل الکلام فی صلوۃ الجنازۃ
مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں تکبیرات کہنے کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ پانچ، سات، نو اور اس سے زیادہ کی روایات آتی ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں آخری فعل چار تکبیروں پر ہے۔ کیونکہ روایت میں آتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا جب انہوں نے نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کیا۔ اور انہیں کہا۔ تم اصحاب اختلاف کر رہے ہو۔ دیکھو وہ لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے وہ اس سے بھی زیادہ اختلاف کریں گے۔ لہٰذا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ میں آخری فعل کو دیکھنا چاہیئے اور جیسا وہ ہو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ تو انہوں نے آپ کا آخری فعل شریف یہ پایا کہ آپ نے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ اس پر موجود تمام صحابہ کرام نے اتفاق کر لیا۔ پس یہ حضرات صحابہ کرام کا یہ اتفاق اس بات کی دلیل ہو گیا۔ کہ نماز جنازہ میں تکبیریں چار ہی ہوتی ہیں کیونکہ یہ متفق علیہ انتہا ہے۔ اسی لیے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ ہاں وہ سات یا پانچ یا نو، آٹھ وغیرہ تھیں۔ پس میں نے لوگوں (صحابہ کرام) کو چار پر اجماع کرتے پایا ہے۔

اجماع بھی ایک دلیل و حجت ہے۔ اسی طرح جناب عبداللہ بن مسعود نے لوگوں سے روایت بھی کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف تعداد میں تکبیرات کہیں لیکن آخرالامر جو آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس میں آپ نے چار تکبیریں ہی کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل اپنے پہلے افعال کا ناسخ ہے۔ اور آپ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے امتیوں کو مختلف افعال کے مابین اختیار سے نکال لیا۔ اور عقلی طور پر بھی چار تکبیریں ہی بنتی ہیں۔ کیونکہ نماز جنازہ میں ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے۔ اور فرضی نمازوں میں سے کوئی نماز چار رکعت سے زیادہ والی نہیں ہے۔

قابلِ توجہ:

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً نماز جنازہ میں مختلف تعداد میں تکبیریں کہیں، پانچ سات، نو بلکہ اس سے زیادہ کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ روایاتِ مذکورہ مسند اور مرفوع احادیث ہیں طوالت کے پیش نظر ہم نے ان کی اسناد چھوڑ دیں۔ اسی اختلاف تعداد کی بنا پر حضرات صحابہ کرام میں اختلاف کی اطلاع جب حضرت عمر کو ملی۔ تو آپ نے سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تلاش کرنے اور اسے اپنانے کا کہا۔ چنانچہ سب نے چار تکبیروں پر اتفاق و اجماع کر لیا۔ آپ کی سب سے آخری نماز جنازہ ایک عورت کی تھی۔ اور اس کی ابتداء یعنی چار تکبیروں سے پڑھنے کی ابتداء نجاشی کے جنازے سے آپ نے فرمائی۔ نجاشی کی نماز جنازہ [illegible] چار تکبیر [illegible] خود شیعہ کتب میں بھی موجود ہے۔

Marfat.com

ناسخ التواریخ

وہم دریں سال ذبار (گزار) حبشہ نجاشی کرمکرر شرح حال او دریں کتاب مبارک مرقوم شد از تنگنائے ایں جہان بجنان با ویدان خرامید و آں روز کہ او وداع جہان گفت رسولِ خدا فرمود امروز مردے صالح از جہان برفت برخیزید تا بروے نماز گزاریم اصحاب برخاستند و باپیغمبر نماز بگذاشتند و آنحضرت چہار تکبیر گفت۔

(ناسخ التواریخ جلد سوم ص ۲۵۴ سیرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ:

اسی سال حبشہ کے حاکم نجاشی کا انتقال بھی ہوا۔ نجاشی کے حالات و واقعات اس کتاب میں کئی مرتبہ ذکر ہو چکے ہیں۔ جس دن اس کا انتقال ہوا۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام سے فرمایا آج ایک صالح شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔ اٹھو تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ صحابہ کرام اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی امامت میں انہوں نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں چار تکبیریں کہی تھیں۔

لمحہ فکریہ

ناسخ التواریخ کے حوالہ سے دو امر باتیں واضح طور پر ثابت ہوئیں۔ ایک

Marfat.com

تو یہ کہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں "مرد صالح" تھا۔ اور دوسرا یہ کہ آپ نے اس کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ ان دونوں باتوں سے اہل تشیع کے اس مکروفریب اور بہانے کی قلعی کھل گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے وہ منافق ہوتا تھا۔ اب ان عقل کے اندھوں یا بصیرت سے عاری دو محبان علی، سے کوئی پوچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی کو "صالح آدمی" فرمارہے ہیں۔ اور تمہارے باطل نظریے کے مطابق نجاشی (معاذ اللہ) منافق ٹھہرا۔ تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیک کہہ کر غلط بیانی کی ہے۔ (معاذ اللہ) اگر تمہارا یہی خیال ہو۔ تو ایمان ہاتھ سے گیا۔ (ویسے تو پہلے بھی تمہارے پاس صرف نام کی چیز ہے۔) اور اگر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "تقیہ کرنا" کہو۔ تو شریعت سے اور احکام الٰہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حالانکہ تم دھو بھی چکے ہو۔ اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری فعل کے طور پر چار تکبیروں پر اکتفا فرمایا تھا۔ اس پر حضرات صحابہ کرام کا اتفاق و اجماع ہوا۔ اسی پر ائمہ اہل بیت کا عمل رہا۔ اور اسی پر ان کے ماننے والے عمل پیرا ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں عقیدہ حق اور صحیح ہے۔ اس کی حقانیت اور صداقت کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے۔

پانچ تکبیریں کہنے پر اہل تشیع کی تیسری دلیل

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ لہٰذا یہی حق ہے۔ حوالہ یہ ہے۔)

Marfat.com

تہذیب الاحکام:

عَنْ قَدَامَۃَ ابْنِ زَائِدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاجَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اِبْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ خَمْسًا۔

(تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۳۱۶
فی الصلوٰۃ علی الاموات

ترجمہ:

ابن زائدہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم (رض) کی نماز جنازہ پڑھاتے وقت پانچ تکبیریں کہیں۔

جواب:

اہل تشیع اس روایت پر بغلیں بجاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ عقلی دلیل کو تو ٹھکرایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ دلیل عقلی نہیں۔ بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اہل سنت کا ہمیں یہ کہنا۔ کہ تمہاری فقہ من گھڑت ہے۔ اور اس پر کوئی نقلی دلیل نہیں۔ غلط ہے۔ لہٰذا ہمیں اس روایت کے ہوتے ہوئے پانچ تکبیروں کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

اہل تشیع کا اس روایت سے استدلال بھی ناقص ہے۔ کیونکہ ان کی

Marfat.com

فقہ جعفریہ میں چھوٹے بچے کی نماز جنازہ ہوتی ہی نہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ پڑھنے سے ان کو کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ اگر یہ تسلیم کریں۔ کہ نابالغ بچے کی نماز جنازہ ہوتی ہے۔ تو پھر ان کا استدلال ہوسکتا ہے۔ لہذا اگر یہ تسلیم ہے۔ نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں ثابت کریں۔ تو پھر انہیں چھوٹے بچوں کی نماز جنازہ پڑھنا بھی تسلیم کرنا پڑے گا بچے کے نماز جنازہ کی نماز نہ ہونے پر ان کی کتب کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

"فقہ جعفریہ" میں بچے کی نماز جنازہ ضروری نہیں

المبسوط

وَاِنْ كَانَ الْمَيِّتُ صَبِيًّا غُسِلَ كَتَغْسِيْلِ الرِّجَال وَكُفِنَ كَتَكْفِيْنِهِمْ وَيُحَنَّطُ كَتَحْنِيْطِهِمْ فَاِنْ كَان قَدْ بَلَغَ سِتَّ سِنِيْنَ فَصَاعِدًا صُلِّيَ عَلَيْهِ وَاِنْ كَانَ دُوْنَ ذَالِكَ لَمْ تَجِبْ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَيَجُوْزُ ذَالِكَ تَقِيَّةً۔

(المبسوط جلد اول ص ۱۸۰ كتاب الصلوة فى احكام الجنائز)

ترجمہ:

اور اگر میت بچہ ہے۔ تو اس کو بالغ مردوں کی طرح غسل و کفن اور دھونی لگائی جائے۔ پھر اگر وہ چھ سال یا اس سے زیادہ کی عمر

Marfat.com

بی ہے۔ تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور اگر چھ سال سے کم عمر کا ہے۔ تو اس پر نماز جنازہ لازم نہیں۔ اور تقیہ کے طور پر جائز ہے

توضیح

" المبسوط " کی روایت مذکورہ سے بچے کی نماز جنازہ پڑھنی ایک صورت میں جائز ہے۔ اور وہ تقیہ ہے۔ اور اگر اس کی کہیں ضرورت نہ پڑے تو پھر بچے کی نماز جنازہ نہیں۔ لہذا ان کے مسلک کے مطابق یہ روایت کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کا جنازہ پڑھا۔ درست نہیں ہے۔ اس پر اگر کوئی اہل تشیع سٹ پٹائے۔ کہ " المبسوط " کی روایت ہمارے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ (جس میں بچے کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے) اور تہذیب الاحکام کی عبارت کو ہم قابل قبول کہتے ہیں۔ (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پڑھانے کا ذکر ہے) تو یہ ان کا بہانہ بھی " تقیہ " کی ایک شکل ہوگی جو مذکورہ اعتراض سے بچنے کے لیے یہ کہتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ ان شیعوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ کہ آپ نے یہ نماز نہیں پڑھائی۔

ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے جناب ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی

وسائل الشیعہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحَسَنِ
مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ فِيْ حَدِيْثٍ
لَمَّا قُبِضَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللهِ قَالَ
يَا عَلِيُّ قُمْ فَجَهِّزِ ابْنِيْ فَقَامَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَغَسَّلَ اِبْرَاهِيْمَ فَحَنَّطَهُ وَكَفَّنَهُ ثُمَّ خَرَجَ
بِهِ وَمَضٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتّٰى انْتَهٰى بِهِ اِلٰى قَبْرِهِ فَقَالَ النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسِيَ اَنْ يُصَلِّيَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ لِمَا دَخَلَهُ مِنَ الْجَزَعِ عَلَيْهِ فَانْتَصَبَ
قَائِمًا ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ بِمَا
قُلْتُمْ زَعَمْتُمْ اَنِّيْ نَسِيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ عَلَى ابْنِيْ
لِمَا دَخَلَنِيْ مِنَ الْجَزَعِ اَلَا وَاِنَّهُ لَيْسَ كَمَا
ظَنَنْتُمْ وَلٰكِنَّ اللَّطِيْفَ الْخَبِيْرَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ

Marfat.com

خَمْسَ صَلَوَاتٍ ۔ جَعَلَ لِمَوْتِكُمْ مِنْ كُلِّ
صَلٰوةٍ ۔ وَ ۔ مَرَ نِیْ اَنْ لَا اُصَلِّیَ اِلَّا عَلٰی
مَنْ ۔ ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۲
ص ۔ کتاب الطہارۃ
ابواب صلوۃ الجنائز)

ترجمہ:

علی بن عبداللہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جناب موسیٰ کاظم سے ایک حدیث سنی۔ فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوا۔ تو آپ نے ۔ علی المرتضے کو فرمایا اٹھو اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو۔ چنانچہ انہوں نے ابراہیم کو غسل دیا اور حنوط لگا کر کفن پہنا دیا۔ پھر یہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم کی میت کو لے کر ان کے لیے کھودی گئی قبر تک پہنچے۔ تو لوگوں نے دل میں کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید غم کی وجہ سے اپنے بیٹے کی نماز جنازہ پڑھانا بھول گئے۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ لوگو! جو تمہارا خیال ہے۔ ابھی جبرئیل نے مجھے بتا دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں شدید غم کی وجہ سے اپنے بیٹے کی نماز جنازہ پڑھانا بھول گیا ہوں۔

لیکن اللہ ۔ ۔ ۔ نے تم پر ۔ نمازیں فرض کیں۔ اور تم میں جو مر جائے۔ اس کی نماز جنازہ میں ایک تکبیر نماز کے بدلہ میں رکھی

(یعنی پانچ تکبیریں نماز جنازہ میں ہیں۔ اور رسول اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ کہ نماز جنازہ اسی کی پڑھی جائے جو پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ قَالَ صَلّٰی اَبُوْجَعْفَرَ عَلٰی اِبْنٍ لَهٗ صَبِیًّا صَغِیْرًا لَهٗ ثَلَاثُ سِنِیْنَ ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا عَنِ النَّاسِ یَقُوْلُوْنَ اَنَّ بَنِیْ هَاشِمٍ لَا یُصَلُّوْنَ عَلَی الصِّغَارِ مِنْ اَوْلَادِهِمْ مَا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۸۹، کتاب الطہارۃ ابواب صلوٰۃ الجنائز)

ترجمہ:

محمد بن علی بن حسین کہتا ہے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے تین سالہ چھوٹے بچے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور نماز کے بعد فرمایا اگر لوگوں کی اس بات کا مجھے احساس نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ دیکھو! بنی ہاشم اپنے چھوٹے بچوں کے مر جانے پر ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ تو اپنے بیٹے کی نماز جنازہ نہ پڑھتا۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ:

عَنْ زُرَارَةَ فِیْ حَدِیْثٍ اَنَّ ابْنًا لِاَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَطِیْمًا مَاتَ فَخَرَجَ اَبُوْ جَعْفَرٍ فِیْ جَنَازَتِهٖ وَ عَلَیْهِ جُبَّةُ خَزٍّ صَفْرَاءُ وَ عِمَامَةُ خَزٍّ صَفْرَاءُ وَ مُطْرَفُ خَزٍّ اَصْفَرُ اِلٰی اَنْ کَانَ فَصَلّٰی عَلَیْهِ فَکَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعًا ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَدُفِنَ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِیْ فَتَنَحّٰی بِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَکُنْ یُصَلّٰی عَلَی الْاَطْفَالِ اِنَّ مَا کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاْمُرُهُمْ فَیُدْفَنُوْنَ مِنْ وَّرَاءٍ وَ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْهِمْ وَ اِنَّمَا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ مِنْ اَجْلِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ کَرَاهِیَةَ اَنْ یَقُوْلُوْنَ لَا یُصَلُّوْنَ عَلٰی اَطْفَالِهِمْ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم
ص ۷۹۰ کتاب الطہارۃ باب
صلوٰۃ الجنائز)

ترجمہ:

زرارہ ایک حدیث بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ایک دودھ پیتا بیٹا فوت ہو گیا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اس کے جنازے میں نکلے۔ اس وقت آپ نے زرد رنگ کا جبہ زرد رنگ کا عمامہ اور زرد رنگ کی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔

Marfat.com

جو خز کی بنی ہوئی تھیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ زرارہ نے کہا۔ کہ امام محمد باقر نے اس بچے کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ پھر ان کے حکم سے اُسے دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد امام نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں آپ کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ پھر آپ فرمانے لگے۔ بات یہ ہے۔ کہ میں بچوں کی نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے کے حق میں نہیں ہوں۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان بچوں کے بارے میں یہی حکم دیا کرتے تھے۔ کہ ان کو نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کر دیا کرو۔ میں نے تو اس لیے اپنے پوتے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تاکہ اہل مدینہ اس بات کو بُرا نہ سمجھیں۔ کہ ہم اپنے بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔

مذکورہ حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے جناب ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفنا دیا تھا۔

۲۔ اس پر موجود صحابہ کرام کو خیال آیا۔ کہ آپ فرطِ غم کی وجہ سے شاید نماز جنازہ پڑھانا بھول گئے ہیں۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اس ظن کی تردید کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے اللہ کے حکم سے ایسا کیا ہے۔

۴۔ نماز جنازہ اس کی ہوتی ہے۔ جو پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہو۔ اور اس پر نمازیں فرض ہوں۔

Marfat.com

۵۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے تین سالہ بچے کی نماز جنازہ لوگوں کے اعتراض سے بچنے کے لیے پڑھائی۔

۶۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نابالغ بیٹے کی نماز جنازہ امام محمد باقر نے پڑھائی لیکن اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر ہم نے نماز جنازہ نہ پڑھی تو اہلِ مدینہ ہمیں برا کہیں گے۔

۷۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ تھا کہ نابالغ بچوں کی نماز جنازہ پڑھے بغیر انہیں دفن کر دیا جائے۔

الحاصل:

اس بحث میں تین باتیں کھل کر سامنے آئیں۔ اوّل یہ کہ اہل تشیع کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند رشید کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ یہ باطل اور بے دلیل ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان کے نزدیک بچے کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ تیسری بات یہ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے بچے کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔ اور یہ اہل سنت کے مسلک کے مطابق ہے۔ گزشتہ سطور میں ہم اس بات پر حوالہ پیش کر آئے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں بچہ کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی بطور تقیہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اہل سنت بچے کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ اور یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قولی ہے۔ اس بارے میں حدیث صریح ملاحظہ ہو۔

فتح القدیر:

[illegible] بَعْدَ [illegible] لَادَۃِ سُمِّیَ وَغُسِّلَ

Marfat.com

وَصُلِّيَ عَلَيْهِ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُوْدُ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ۔

(فتح القدیر جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۶۵
کتاب الجنائز)

ترجمہ:

جو بچہ بچی پیدا ہونے کے بعد چیخے چلائے اور اس میں آثار زندگی دیکھے گئے ہوں۔ اس کا نام بھی رکھا جائے اور غسل بھی دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "جب پیدا ہونے والا بچہ چیخے چلائے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور اگر استہلال (آثار زندگی) نہ پایا گیا۔ تو اس کی نماز جنازہ نہیں ہوگی۔

توضیح:

صاحب ہدایہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث پیش کی۔ اس سے انہوں نے تین مسائل کا استخراج کیا۔ وہ اس طرح کہ لان الاستهلال دلالة الحياة فيتحقق في حقه سنة الموتى یعنی استہلال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نومولود میں آثار زندگی پائے گئے۔ لہذا اس کے لیے وہی طریقہ ہوگا جو زندہ رہ کر مرنے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور وہ تین باتیں ہیں اوّل یہ کہ اس کا نام رکھا جائے۔ دوم اس کو غسل بھی دیا جائے اور سوم یہ اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی۔

Marfat.com

: کورہ حدیث کے بارے میں قبول و عدم قبول کی بحث کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی رقمطراز ہیں

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا اسْتَھَلَّ الْمَوْلُوْدُ صُلِّیَ عَلَیْہِ وَاِنْ لَمْ یَسْتَھِلَّ لَمْ یُصَلَّ عَلَیْہِ رُوِیَ ھٰذَا عَنْ جَابِرٍ وَعَلِیٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَحَدِیْثُ جَابِرٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلّٰی عَلَیْہِ وَلَا یَرِثُ وَلَا یُوْرَثُ حَتّٰی یَسْتَھِلَّ ھٰذَا لَفْظُ التِّرْمِذِیِّ ...... وَحَدِیْثُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَخْرَجَہُ ابْنُ عَدِیٍّ فِی الْکَامِلِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی السِّقْطِ لَا یُصَلّٰی عَلَیْہِ حَتّٰی یَسْتَھِلَّ فَاِذَا اسْتَھَلَّ صُلِّیَ عَلَیْہِ وَغُسِّلَ وَوَرِثَ وَاِنْ لَمْ یَسْتَھِلَّ لَمْ یُصَلَّ عَلَیْہِ وَلَمْ یُوْرَثْ وَلَمْ یُغَسَّلْ وَحَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْرَجَہُ ابْنُ عَدِیٍّ اَیْضًا عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَھَلَّ

Marfat.com

الصَّبِیُّ صُلِّیَ عَلَیْہِ وَوَرِثَ وَحَدِیْثُ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ اَخْرَجَہُ التِّرْمَذِیُّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ السِّقْطُ یُصَلّٰی عَلَیْہِ وَیَدْعُوْا لِوَالِدَیْہِ بِالْمَغْفِرَۃِ وَالرَّحْمَۃِ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَحَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃِ عِنْدَ ابْنِ مَاجَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا عَلٰی اَطْفَالِکُمْ فَاِنَّھُمْ مِنْ اَفْرَاطِکُمْ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد دوم
ص ۱۰۱۱ تا ۱۰۱۲)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک "اذا استھل المولود الخ" سے حضرت جابر، علی، ابن عباس، مغیرۃ بن شعبہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے۔ حضرت جابر سے مروی حدیث کو امام ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے ابو الزبیر کے حوالہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے۔ جناب جابر کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کسی نومولود کی اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور نہ وہ کسی کا وارث اور نہ اس کا کوئی وارث بنے گا جب تک اس میں وہ استہلال "نہ پایا جائے"۔ حضرت علی المرتضے سے مروی حدیث کو ابن عدی نے "الکامل" میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اپنے نومولود کے بارے میں

Marfat.com

فرمایا۔ استہلال کے بغیر اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور اگر استہلال پایا گیا تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ اور وراثت بھی ثابت ہوگی۔ اور اگر استہلال نہ پایا گیا تو نماز جنازہ، غسل و وراثت کچھ بھی نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس سے مروی حدیث کو بھی ابن عدی نے ہی ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بچہ میں استہلال پایا جائے۔ تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ وراثت بھی ہو گی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی حدیث کو امام ترمذی نے بیان کرتے ہوئے لکھا۔ کہ مولود (زندہ) کی وفات کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور اس کے والدین کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا ہوگی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی حدیث کو ابن ماجہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بچوں کی نماز جنازہ پڑھا کرو کیونکہ وہ تمہارے لیے فرط ہیں۔

فائدہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے بارے میں کتب اہل تشیع میں یہ اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی یا نہ پڑھی۔ لیکن ان دونوں میں سے ان اہل تشیع کے نزدیک راجح درایتی یہ ہے۔ کہ آپ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ جب کہ ایسی روایات اور ایسے مقام پر ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ روایت اثبات کو

Marfat.com

روایتِ نفی پر ترجیح ہے۔

روایۃ الاثبات اصح من روایۃ النفی

(البنایۃ شرح البدایہ

جلد دوم ص ۱۰۱)

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صاحبزادے پر نماز جنازہ پڑھنا بوجہ مثبت ہونے کے اصح ہے۔ یعنی آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔

بے وقوفی کی اعلیٰ مثال

اہل تشیع جب نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات ثابت کرنے پر دلائل دیتے ہیں۔ تو ان میں ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھاتے وقت پانچ تکبیریں کہیں تو اس دلیل کے ضمن میں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بچے کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اور جب اپنا ایک اور مسئلہ پیش کر کے اس کی دلیل کی باری آتی ہے یعنی یہ مسئلہ کہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کے لیے دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ اس لیے بچہ کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ ذرا ان دونوں مسائل اور ان کے دلائل کو بار بار پڑھیں۔ تو آپ کو اہل تشیع کی بے وقوفی اور عقلی فتور کی اعلیٰ مثال نظر آئے گی۔

خلاصۃ الکلام:

اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداً

Marfat.com

پانچ سے لے کر گیارہ بلکہ اس سے اوپر تک نماز جنازہ میں تکبیرات کہیں۔ لیکن آخر الامر آپ نے چار پر اکتفا فرمایا۔ اور پھر اس میں کمی بیشی نہ کی۔ لہذا اس آخری عمل نے سابقہ عمل کو منسوخ کر دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے زمولود کے "استہلال" کی صورت میں نماز جنازہ ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور اس کے غسل و کفن کا بھی فرمایا۔ اور میراث کا بھی ذکر کیا۔ شیعان دونوں کا انکار کرتے ہیں۔ چار کی بجائے پانچ کے قائل ہیں۔ اور بچے کی نماز جنازہ کے نہ پڑھنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں حضرات ائمہ اہل بیت کے قول و عمل کے خلاف ہیں۔ ائمہ اہل بیت نے بچوں کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور اس میں تکبیریں بھی چار ہی کہیں۔ اس حقیقت کو چھپانے کے لیے اہل تشیع نے ان دونوں باتوں پر ائمہ اہل بیت کے عمل کو تقیہ پر محمول کیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا۔ کہ بنی ہاشم اپنے بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ کیا یہ ائمہ اہل بیت کی گستاخی اور ان کی توہین نہیں۔ ؟

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

اہل تشیع کا اپنی قبروں کو متوازی شکل کا بنانا اور اس کی حقیقت

اہل سنت کے نزدیک مسلمان میت کی قبر پر مٹی ڈال کر اونٹ کی کوہان ایسی بنانا سنت ہے۔ لیکن اہل تشیع اسے مکروہ کہتے ہیں۔ اور مربع شکل کو پسند کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تحریر الوسیلہ

وَمِنْهَا تَرْبِيعُ الْقَبْرِ بِمَعْنَى تَسْطِيحِهِ وَجَعْلِهِ ذَا أَرْبَعِ زَوَايَا قَائِمَةٍ وَيُكْرَهُ تَسْنِيمُهُ۔

(تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۸۷
فی مستحبات الدفن)

ترجمہ:

احکام قبر میں سے ایک حکم یہ بھی ہے۔ کہ اُسے مربع شکل کا بنایا جائے۔ یعنی وہ چوکور اور چاروں اطراف کے زاویے قائم ہوں۔ اُسے اونٹ کی کوہان ایسا بنانا مکروہ ہے۔

Marfat.com

لمعۂ دمشقیہ:

وَ تَسْطِيحُهُ لَا يُجْعَلُ لَهُ فِي ظَهْرِهِ سَنَمٌ لِاَنَّهُ مِنْ شَعَائِرِ النَّاصِبَةِ۔

(لمعۂ دمشقیہ جلد اوّل ص ۴۸ ا مطبوعہ قم،
ایران طبع جدید)

ترجمہ:

اور قبر کی پُشت کو اونٹ کی کوہان کی طرح نہ بنایا جائے۔کیونکہ یہ ناصبی لوگوں (اہل سنت) کی علامت ہے۔

توضیح

ان دونوں حوالہ جات میں اہل تشیع اپنے مُردے کی قبر مربع شکل بنانے کے معتقد ہیں۔اور یہ بات بھی واضح ہو گئی۔کہ قبر کو چوکور بنانے پر ان کے پاس حضرات ائمہ اہل بیت کی کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں۔ورنہ اُسے پیش کیا جاتا جاکے اگر دلیل ہے تو یہ کہ اہل سنت کی قبروں کی طرح ہم اپنی قبروں کو بنانے کے لیے تیار نہیں۔چونکہ اہل سنت اپنے مُردوں کی قبریں اونٹ کی کوہان ایسی بناتے ہیں۔اِدھر ہم اہل سنت کے ہاں کوہان ایسی شکل کی قبر بنانے پر بہت سی احادیث ہیں۔اور مضبوط دلائل ہیں۔خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر انور کی بناوٹ کوہان ایسی ہے۔حوالہ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

البدائع والصنائع:

رُوِیَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیْ اَنَّهُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ رَاٰی قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ اَنَّهَا مُسَنَّمَةٌ رُوِیَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمَّا مَاتَ بِالطَّائِفِ صَلّٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّةِ وَکَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعًا وَجَعَلَ لَهُ لَحْدًا وَاَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَجَعَلَ قَبْرَهُ مُسَنَّمًا وَضَرَبَ عَلَیْهِ فُسْطَاطًا وَلِاَنَّ التَّرْبِیْعَ مِنْ صَنِیْعِ اَهْلِ الْکِتَابِ وَتَشْبِیْهِهِمْ۔

(البدائع والصنائع جلد اوّل ص ۳۲۰،
مطبوعہ بیروت فصل سنۃ الدفن)

ترجمہ:

جناب ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ مجھے اُس شخص نے بتایا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں دیکھی تھیں۔ کہ یہ تینوں قبریں اونٹ کی کوہان کی طرح تھیں مروی ہے۔ کہ جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طائف میں انتقال ہوا۔ تو محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ ان کے لیے لحد بنا کر قبلہ کی طرف سے ان کو قبر میں داخل کیا۔ اور قبر کو کوہان کی طرح بنایا۔ اور ان کی قبر پر خیمہ نصب کیا۔

Marfat.com

اور قبر کو کوہان کی طرح بنانا اس لیے بھی ضروری ہے۔ کیونکہ چوکور بنانا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ اور ان کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔

فتح القدیر

(قَوْلُهُ لِاَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهٰى عَنْ تَرْبِيْعِ الْقُبُوْرِ) مَنْ شَاهَدَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَ اَنَّهُ مُسَنَّمٌ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ حَدَّثَنَا شَيْخٌ لَنَا يَرْفَعُ ذَالِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى عَنْ تَرْبِيْعِ الْقُبُوْرِ وَتَجْصِيْصِهَا وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ نَاشِزَةً مِّنَ الْاَرْضِ وَعَلَيْهَا فَلَقٌ مِّنْ مَّدَرٍ اَبْيَضَ وَفِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ اَنَّ سُفْيَانَ التَّمَّارَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهِ وَلَفْظُهُ عَنْ سُفْيَانَ دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ مُسَنَّمَةً...... قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ ابن الاشعث حَدَّثَنَا عبد الله بن سعيد حدثنا عبد الرحمن المحاربي عن عمرو بن شمر عن جابر قَالَ سَأَلْتُ ثَلَاثَةً كُلُّهُمْ لَهُ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبٌ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ وَسَأَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَسَأَلْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قُلْتُ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ قُبُوْرِ اٰبَائِكُمْ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَكُلُّهُمْ قَالُوْا اِنَّهَا مُسَنَّمَةٌ۔

(فتح القدیر جلد اوّل صفحہ نمبر۴۷۲
مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

(قبر کو چوکور بنانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے) جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کی اس نے بتایا کہ وہ اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔ امام ابوحنیفہ نے کہا۔ ہم سے ہمارے شیخ نے حدیث مرفوع سنائی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چوکور بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور چونا (سفیدی) کرنے سے بھی روکا ہے۔ امام محمد بن حسن کہتے ہیں۔ کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے حماد بن ابی سلیمان اور انہوں نے ابراہیم سے

Marfat.com

یہ بیان کیا۔ کہ مجھے اُس شخص نے بتایا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر کی قبروں کو دیکھا۔ کہ وہ زمین سے کچھ اٹھی ہوئی تھیں۔ اور ان میں سے سفیدی ظاہر ہو رہی تھی۔ صحیح بخاری میں ابو بکر بن عیاش کے حوالہ سے سفیان التمار کی روایت مذکور ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی۔ اور وہ کوہان کی طرح تھی۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں جناب سفیان ظاہر کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ میں اس مکان میں داخل ہوا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تھی۔ میں نے آپ کی، ابو بکر اور عمر کی قبروں کی زیارت کی وہ کوہان کی طرح تھیں ...... حضرت جابر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایسے تین آدمیوں سے پوچھا۔ جن کے باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے ساتھ مدفون تھے۔ ان میں ایک ابو جعفر محمد بن علی دوسرے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور تیسرے سالم بن عبد اللہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ وہ قبریں کس شکل کی تھیں؟ ان تینوں نے اپنے آباء کے بارے میں فرمایا۔ کہ اُن کی قبور حضرت عائشہ صدیقہ کے مکان میں ہیں۔ اور وہ اونٹ کے کوہان کی طرح ہیں۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا۔ کہ قبر کو چوکور بنانا احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کے عمل کے بھی مخالف ہے۔ حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ اپنی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کوہان کی طرح ہے۔ حضرت محمد بن الحنیفہ نے ابن عباس کی چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھا کر ان کی قبر کوہان کی طرح بنایا۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے۔ کہ قبر کو چوکور بنانا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جن میں چوکور بنانے کی ممانعت اس کے ساتھ ساتھ خود آپ کی قبر انور کا مسنم ہونا، امام باقر رضی اللہ عنہ کی گواہی محمد بن حنیفہ کا عمل اور دوسری طرف اس کے خلاف، قبر کو چوکور بنانے کی تاکید (اور وہ بھی وقت کے امام خمینی کی طرف سے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، ائمہ اہل بیت کے اعتقادات و عملیات کے خلاف نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ کی مشابہت اپنائی گئی۔ حقیقت حال یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ اہل بیت اور صلحائے امت کی بجائے یہود و نصاریٰ سے دلی لگاؤ ہے۔ عبد اللہ بن سبا کی معنوی اولاد ہونے کے ناطہ سے انہیں ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ یہود و نصاریٰ کی مخالفت گوارا نہیں لیکن احادیث رسول اور فرامین ائمہ کی مخالفت ہو تو پرواہ نہیں۔ اسے ہی محبت رسول و آل رسول کہتے ہیں۔ اور اسی پر اہل تشیع کو ناز ہے۔ اللہ تعالیٰ حقائق سمجھنے اور انہیں قبول کرنے کی توفیق و ہمت عطا کرے۔ اور آخرت کو سنوارنے کا ذریعہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

Marfat.com

کتاب الزکوٰۃ

گزشتہ اوراق میں "فقہ جعفریہ" کے جو مسائل مذکور ہوئے۔ اُن کو دیکھ کر ہم تین امور پر یقین کریں گے۔ اول یہ کہ ان میں کچھ مسائل ایسے ہیں جنہیں عقل و نقل قبول نہیں کرتے۔ بعض مسائل ایسے ہیں۔ جن میں سہولت اور تخفیف کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور چند مسائل ایسے بھی ہیں۔ جو محض اہل سنت کی مخالفت کرنے کے لیے تراشے گئے ہیں۔ گویا از اول تا آخر یہ فقہ من گھڑت، تخفیف کا مجموعہ اور اقوال رسول و ائمہ اہل بیت سے لاتعلق ہے۔ بعینہٖ اسلام کے ایک دوسرے رکن زکوٰۃ کے بارے میں بھی ان کے خیالات و عقائد اسی غلط طرز فکر کے آئینہ دار ہیں۔

فقہ جعفریہ، میں مروجہ سکہ کے سوا سونا چاندی پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

وَقَالَ الْاِمَامِيَّةُ تَجِبُ الزَّكٰوةُ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ اِذَا كَانَا مَسْكُوْكَيْنِ بِسِكَّةِ النَّقْدِ وَلَا تَجِبُ فِي السَّبَائِكِ وَالْحُلِيِّ وَاتَّفَقَ الْاَرْبَعَةُ عَلٰى اَنَّهَا تَجِبُ فِي السَّبَائِكِ كَمَا تَجِبُ فِي النُّقُوْدِ

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۲۰۱ کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: اہل تشیع کا کہنا ہے۔ کہ سونے اور چاندی میں زکوٰۃ اس وقت لازم ہوگی۔ جب وہ سکے کی شکل میں ہوں۔ اور ڈھلے ہوئے سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ چاروں ائمہ اہل سنت اس پر متفق ہیں۔ کہ ڈھلے ہوئے سونے چاندی پر بھی زکوٰۃ اسی طرح واجب ہے، جس طرح نقدی پر واجب ہے۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ:

عَنْ جَمِيْلٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِنَا اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي التِّبْرِ زَكٰوةٌ اِنَّمَا هِيَ عَلَى الدَّنَانِيْرِ وَالدَّرَاهِمِ......عَنِ الرِّفَاعِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَاَلَهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحُلِيِّ فِيْهِ زَكٰوةٌ فَقَالَ لَا وَلَوْ بَلَغَ مِائَةَ اَلْفٍ......عن محمد بن عبد الله عن محمد ابن ابي عمير عن معاوية ابن عمار عن ابي عبد الله عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِاَهْلِهِ الْحُلِيَّ مِنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَالْمِائَتَيْ دِيْنَارٍ وَاَرَانِيْ قَدْ قُلْتُ ثَلَاثَمِائَةٍ فَعَلَيْهِ زَكٰوةٌ قَالَ لَيْسَ فِيْهِ زَكٰوةٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۶ کتاب الزکوٰۃ والخمس ص ۱۰۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جمیل ہمارے بعض اصحاب سے روایت کرتا ہے۔ کہ سونے کی ڈلی پر زکوٰۃ نہیں۔ زکوٰۃ تو صرف دیناروں اور درہموں پر ہوتی ہے۔ رفاع کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا جب ان سے ایک شخص نے پوچھا۔ کہ کیا زیورات پر زکوٰۃ ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ اگرچہ ان کی مالیت ایک لاکھ کی ہی کیوں نہ ہو۔

Marfat.com

ا بحذف اسناد ، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ ایک شخص سو دینار کے اپنے گھر والوں کے لیے زیورات بنا لیتا ہے۔ اور اس نے دو سو اور دینار مجھے دکھائے۔ میں نے کہا کل تین سو دینار ہو گئے کیا ان پر زکوٰۃ ہے۔ فرمایا۔ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ اہل تشیع کے ہاں زکوٰۃ نام کی (لکھنے پڑھنے میں) کوئی چیز ہے تو سہی مگر اس پر عمل درآمد کے لیے بہت زیادہ رعایت برتی گئی ہے۔ ہزاروں لاکھوں تولہ یا سیروں وزنی سونا چاندی ہو۔ اس پر زکوٰۃ ہرگز نہیں۔ اگر ہے تو صرف درہم و دینار پہ۔ اگر کسی کے پاس درہم و دینار ہوں۔ تو سال گزرنے کے قریب ان کے زیورات خرید لائے۔ یا انہیں ڈھال کر ڈلی بنالے۔ تو زکوٰۃ اڑ جائے گی۔ کس قدر آسان طریقہ ہے زکوٰۃ سے بچاؤ کا۔ لیکن یہ سب باتیں ان کی خود ساختہ ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی قرآن کریم کی کوئی ایک آیت اس مفہوم پر اشارۃً بھی صراحت کرتی ہے۔ اس کے خلاف احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ سونے چاندی کی کوئی صورت ہو۔ اس پر نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ فرض ہے۔ جب کہ اُسے سال گزر جائے۔ چند احادیث اور فقہ حنفیہ کی کتب کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

☆

Marfat.com

فقہ حنفی میں سونے چاندی پر زکوٰۃ فرض ہونے کے دلائل

۱۔ البنایہ فی شرح الہدایہ

رَوٰی اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ خَالِدِ ابْنِ حَارِثٍ عَنْ حُسَیْنِ بْنِ مَعْلَمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَۃً اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا اِبْنَةٌ لَهَا فِیْ یَدِ ابْنَتِهَا مُسْكَتَانِ غَلِیْظَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَتُؤَدِّیْنَ زَکوٰۃَ هٰذَا قَالَتْ لَا قَالَ اَیَسُرُّكِ اَنْ یُسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا سِوَارَانِ مِنَ النَّارِ فَخَلَعَتْهُمَا وَعَلَّقَتْهُمَا اِلَی النَّبِیِّ وَقَالَتْ هُمَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَالْمُسْكَتَانِ تَثْنِیَةُ مُسْكَةٍ بِالْفَتْحَانِ السِّوَارُ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد سوم ص ۱۰۷، الفصل فی الذہب مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت بیان کی۔ کہ ایک عورت

Marfat.com

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی بیٹی کے ہمراہ حاضر ہوئی۔ اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کی دو وزنی کنگن تھے۔ آپ نے پوچھا۔ کیا تو اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا تو یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کنگنوں کے بدلے تجھے آگ کے کنگن پہنائے؟ اس نے یہ سن کر کنگن اتار کر آپ کے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ہیں۔

(۲) البنایہ فی شرح الہدایہ

رَوٰی اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ علی ابن عاصم عن عبد اللہ ابن غیثام بن خیثم عن شہر بن حوشب عن اسماء بنت زید قَالَتْ دَخَلْتُ اَنَا وَ خَالَتِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَیْہِمَا اَسْوِرَۃٌ مِنَ الذَّھَبِ فَقَالَ لَھُمَا اَتُعْطِیَانِ زَکٰوتَھَا فَقُلْنَا لَا فَقَالَ لَنَا اَمَا تَخَافَانِ اَنْ یُسَوِّرَکُمَا اللّٰہُ مِنَ النَّارِ اَدِّیَا زَکٰوتَہٗ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ
جلد سوم ص ۷۰ اکتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ:

امام احمد نے اپنی مسند میں روایت ذکر فرمائی۔ کہ اسماء بنت خالد

Marfat.com

کہتی ہیں۔ کہ میں اور میری خالہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئیں۔ ہم دونوں نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا۔ کیا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا۔ کیا تمہیں خوف نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔

(۳) البنایہ فی شرح الہدایہ

روی دارقطنی ایضا عن یحیی ابن اللیث عن حماد بن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مَسْعُوْدٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِاِمْرَأَتِيْ حُلِيَّةٍ مِّنْ ذَهَبٍ عِشْرُوْنَ مِثْقَالاً فَقَالَ اَدِّ زَكَاتَهٗ نِصْفَ مِثْقَالٍ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد سوم
صفحہ نمبر ۱۰۹)

ترجمہ:

دارقطنی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔ کہ میں (عبداللہ بن مسعود) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور! میری بیوی کے پاس سونے کے بیس مثقال وزنی زیورات ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی نصف مثقال زکوٰۃ دو۔

Marfat.com

(۴) البنایہ فی شرح الہدایہ

رَوٰی اَیْضًا قُبَیْصَۃَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللہِ اَنَّ اِمْرَاَۃً اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ لِیْ حُلِیًّا وَاِنَّ لِیْ بَنِیْ اَخٍ وَاِنَّ زَوْجِیْ خَفِیْفُ الْیَدِ فَتَجْزِیْ عَنِّیْ اَنْ اَجْعَلَ زَکٰوۃَ الْحُلِیِّ فِیْہِمْ قَالَ نَعَمْ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد سوم ص ۱۰۸ فصل فی الذھب)

ترجمہ:

جناب قبیصہ نے حضرت علقمہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئی۔ اور کہا۔ میرے پاس زیورات ہیں۔ اور میرا ایک بھتیجا غریب ہے۔ اور میرے خاوند کے ہاتھ بھی خالی ہیں کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے۔ کہ میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ ان پر صرف کردوں۔؟ فرمایا۔ ہاں اجازت ہے۔

(۵) البنایہ فی شرح الہدایہ

روی الدار قطنی عن ابی حمزہ عن الشعبی عن فاطمۃ بنت قیس اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

قَالَ اِنَّ یَحُلِیَ زَکٰوۃً"

(البنایہ فی شرح الھدایہ جلد ۳

ص ۱۰۸ فصل فی الذھب)

ترجمہ:

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے دارقطنی نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زیورات پر زکوٰۃ ہے۔

لمحہ فکریہ:

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف البنایہ فی شرح الہدایہ میں مذکورہ احادیث سند کے ساتھ ذکر کیں۔ یہ تمام کی تمام مرفوع، احادیث ہیں۔ ان میں سونے چاندی کے کنگن (جو زیور ہیں) پر زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ اور پھر مطلقاً زیورات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا ارشاد فرمایا۔ ان صریح مرفوع احادیث پر اہل تشیع کی نظر نہیں پڑتی۔ کیونکہ ان سے تخفیف کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ ورنہیں زکوٰۃ نہ دینے کا کوئی بہانہ چاہیئے۔ لے دے کے ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو سو درہم اور بیس مثقال دینار پر زکوٰۃ ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم اور دینار کا نام لیا ہے اس لیے ان کے علاوہ سونے چاندی کی کوئی شکل ہو زکوٰۃ نہیں ہے۔ ناظرین کرام! تخفیف کے پیش نظر ان کی ہٹ دھرمی اور دوسری نہ مانوں۔ والی بات آپ نے ملاحظہ کر لی ہے۔ مختصر یہ کہ زکوٰۃ کو صرف سونے چاندی کے سکہ کے ساتھ مخصوص کرنا دراصل زکوٰۃ سے ہی انکار کرنا ہے۔ اب جبکہ ہمارے ہاں ان دونوں دھاتوں کا کوئی سکہ نہیں۔ تو کیا یہ فریضہ سرے سے اُٹھ گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

Marfat.com

نوٹ:

بعض لوگوں نے صاحب البنایہ کی مذکورہ احادیث پر ضعف کا اعتراض کیا ہے لیکن علامہ بدرالدین عینی نے ان اعتراضات کا تفصیلی جواب لکھ کر ثابت کر دیا کہ سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کا وجوب احادیث سے بالتصریح ثابت ہے۔

الحاصل

دیگر مسائل کی طرح اہل تشیع نے سونے اور چاندی کی زکوٰۃ دینے سے کترانے کی کوشش کی۔ اور من گھڑت روایتوں کا سہارا لے کر زکوٰۃ کی ادائیگی سے جان چھڑائی۔ اور تخفیف کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ اور پھر کمال ڈھٹائی سے ایسی روایات کو حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے بغلیں بجاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب کچھ ان کی اپنی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت اس قسم کے احکام نہیں دے سکتے۔ جو صریح احادیث اور قرآنی احکام کے خلاف ہوں۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

کتاب الصوم

نوٹ

جبکہ ہمارے پیش نظر "فقہ جعفریہ" کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ اور ثابت کرنا ہے۔ کہ اس فقہ کا امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے اقوال و اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اس موضوع سے متعلقہ مسائل فقہیہ ان کی ترتیب کے مطابق بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لیے ایک دو مسئلے روزے کے متعلق سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے نقل کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ مسائل پہلے بھی فی الجملہ تحریر ہو چکے ہیں۔

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر سے روزہ نہیں ٹوٹتا

وسائل الشیعہ

عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ بَعْضِ الْكُوفِيِّيْنَ

Marfat.com

يَرْفَعُهُ اِلٰى اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى الرَّجُلِ يَأْتِى الْمَرْأَةَ فِىْ دُبُرِهَا وَهِىَ صَائِمَةٌ قَالَ لَا يَنْقُضُ صَوْمَهَا وَلَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۴۸۱ کتاب الطہارت ابواب الجنابہ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد چہارم ص ۳۱۹ فی الزیادات)

ترجمہ:

احمد بن محمد کچھ اہل کوفہ سے مرفوع روایت ذکر کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو مرد عورت کی دبر میں خواہش نفس پوری کرتا ہے۔ کہ اور عورت بحالت روزہ بھی ہو۔ تو اس سے نہ تو اس عورت کا روزہ ٹوٹے گا۔ اور نہ ہی اس پر غسل آئے گا۔

بیٹی اور بیوی کا تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

وسائل الشیعہ

قُلْتُ لِاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنِّىْ اُقَبِّلُ بِنْتًا لِّىْ صَغِيْرَةً وَاَنَا صَائِمٌ فَيَدْخُلُ فِىْ جَوْفِىْ مِنْ رِيْقِهَا شَيْئٌ فَقَالَ لِىْ لَا بَأْسَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْئٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۱۰۲، کتاب الصوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میں اپنی دو بیٹیوں کا بوسہ لیتا ہوں۔ اور میرا روزہ ہوتا ہے۔ پھر کبھی کبھار اُن کا تھوک میرے حلق میں چلا جاتا ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی حرج نہیں تجھ پر کوئی جرمانہ بھی نہیں۔

وسائل الشیعہ

عن علی بن جعفر عن اخیہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنِ الرَّجُلِ الصَّائِمِ اَلَہٗ اَنْ یَّمُصَّ لِسَانَ الْمَرْاَۃِ اَوْ تَفْعَلُ الْمَرْاَۃُ ذَالِکَ؟ قَالَ لَا بَاْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۲ باب جواز مص الصائم لسان امرأتہ۔ الخ)

ترجمہ:

علی بن جعفر اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روزے دار مرد کے بارے میں پوچھا۔ کہ کیا وہ عورت کی زبان چُوس سکتا ہے یا عورت اس کی زبان چُوس سکتی ہے۔؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

لمحۂ فکریہ:

صاحب وسائل الشیعہ نے ان مذکورہ احادیث کے لیے جو باب باندھا ہے۔ اس میں دو باتوں کا بطور خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ روزہ دار، اپنی

Marfat.com

بیٹی یا بیوی کی زبان چوس لیتا ہے۔ تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر چوستے وقت تھوک حلق میں چلا جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ انہی دو باتوں کی تائید پر مذکورہ احادیث پیش کی ہیں۔ ان کے نزدیک روزہ نہ جانے کس طرح ٹوٹتا ہے روزہ دار عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کرنے سے اس کا روزہ باقی رہے۔ عورت کا تھوک چوس کر نگل گیا تو بھی روزہ باقی ہے۔ حالانکہ شرع میں کھانے پینے اور جماع سے عمداً رکنے کا نام روزہ ہے۔ (یعنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک) لیکن ایک شیعہ عورت کا تھوک ہڑپ کر جائے (اور عمداً ہو) تو بھی یار لوگ روزہ دار ہی رہتے ہیں۔ مزے کے مزے اور ثواب کا ثواب۔ ایک طرف یہ آزادی اور دوسری طرف یہ کہ پانی میں غوطہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ عقل و نقل کے دشمن ایسے ہی ہوتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

قَالَ اَكْثَرُ الْاِمَامِيَّةِ اِنَّ رَمْسَ تَمَامَ الرَّاْسِ فِي الْمَاءِ مَعَ الْبَدَنِ اَوْ بِدُوْنِهٖ يُفْسِدُ الصَّوْمَ وَ يُوْجِبُ الْقَضَاءَ وَالْكَفَّارَةَ وَ قَالَتْ بَقِيَّةُ الْمَذَاهِبِ لَا تَاْثِيْرَ لِذٰلِكَ فِيْ اِفْسَادِ الصَّوْمِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ
ص ۱۵۷ تذکرہ المفطرات)

۱

ترجمہ:

اہل تشیع کی اکثریت یہ کہتی ہے۔ کہ اگر کسی نے اپنا پورا سر مع بدن کے پانی میں ڈبو دیا۔ یا صرف سر ہی ڈبو یا۔ تو اس کا روزہ فاسد ہوگیا

Marfat.com

اور قضاء و کفارہ واجب ہے۔ ان کے سوا دوسرے چار ائمہ اہل سنت کا کہنا ہے۔ کہ پانی میں غوطہ لگانا یا سر ڈبونا اس سے روزہ ٹوٹنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ اس بارے میں غیر مؤثر ہے۔

لمحہ فکریہ

ایک طرف وطی فی الدبر اور عورت کا تھوک نگلنا اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ نہ گناہ ہو نہ روزہ ٹوٹے۔ دوسری طرف پانی میں غوطہ لگانا بحالت روزہ اتنا بڑا جرم ہے۔ کہ روزہ بھی گیا۔ اور اس کی قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی پڑ گیا۔ کیا ایسے اوٹ پٹانگ مسائل حضرات ائمہ اہل بیت کے ہو سکتے ہیں؟ عقل و نقل کے خلاف مسائل گھڑ کر ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے کے لیے ایسی فقہ کا نام "فقہ جعفریہ" رکھ دیا۔ غوطہ لگانے پر جو سزا دی گئی۔ اس سے سخت سزا تو اس کو دی جاتی ہے۔ جو ان کی فقہ میں روزہ رکھ کر جھوٹ بولے یا جھوٹ لکھے۔ جو گناہ تو ہے۔ لیکن اس سے روزہ دار کو کون سا کھانے پینے کا سہارا مل گیا۔ جس کی بنا پر اس کی شامت آ گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو

خمسہ مذاہب

قَالَ الْإِمَامِيَّةُ مَنْ تَعَمَّدَ الْكَذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَحَدَّثَ اَوْ كَتَبَ اِنَّ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَذَا اَوْ اَمَرَ بِهٖ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ كَاذِبٌ فِيْ قَوْلِهٖ فَقَدْ فَسَدَ صَوْمُهٗ وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ وَبَالَغَ جَمَاعَةٌ مِنْ فُقَهَائِهِمْ حَيْثُ اَوْجَبُوْا عَلٰى

Marfat.com

هٰذَا الْكَاذِبِ اَنَّهٗ يُكَفِّرُ بِالْجَمْعِ بَيْنَ عِتْقِ الرَّقَبَةِ
فِيْ صِيَامِ شَهْرَيْنِ وَاِطْعَامِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا
وَمِنْ هٰذَا يَتَبَيَّنُ مَعْنَا جَهْلُ اَوْ تَحَامُلُ
مَنْ قَالَ بِاَنَّ الْاِمَامِيَّةَ يُجِيْزُوْنَ الْكَذِبَ
عَلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

(مذاہب خمسہ ص ۱۵۶۔
ذکر المفطرات)

ترجمہ:

اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا۔ یا لکھا یا بیان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول یوں کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس پر اس کی قضاء اور کفارہ ہو گا۔ شیعہ فقہاء کی ایک جماعت یہاں تک کہہ گئی کہ اس قسم کے جھوٹے پر لازم ہے غلام آزاد کرنا دو مہینوں کے متواتر روزے رکھنا اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، تینوں کفارے بیک وقت ادا کرے اس سے اس شخص کی جہالت اور اہل تشیع پر الزام تراشی بھی واضح ہو گئی جو یہ کہتا ہے۔ کہ شیعہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا جائز قرار دیتے ہیں۔

۱

لمحہ فکریہ

اِس بات کو ہر شخص جانتا ہے۔ کہ روزہ تین باتوں میں سے کسی ایک کے

Marfat.com

واقع ہونے سے ٹوٹتا ہے۔ کھانا پینا اور جماع کرنا۔ بعض احادیث میں کسی ایک اخلاقی برائیوں کے صدور سے روزہ کی رُوح قائم نہیں رہتی۔ لیکن جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جانا عقل ونقل کے خلاف ہے۔ زبان سے کسی چیز کو بوقتِ ضرورت چکھ کر تھوک دینا۔ پانی سے کلی کرنا ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ہاں جھوٹ وغیرہ محرماتِ اخلاقیہ سے روزہ ٹوٹنے کا اس وقت قول کیا جاسکتا ہے۔ جب ان کے صدور سے کفر لازم آتا ہو۔ لیکن وُہ بھی کفر کی وجہ سے روزہ ٹوٹے گا۔ اگر جھوٹ بولنے یا لکھنے کو کفر کہا جائے۔ تو ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ شیعہ ذاکرین و مرثیہ خواں اس سے ہرگز ہرگز بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ محافل و مجالس میں بہت سی جھوٹی باتیں ائمہ اہل بیت کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور انہیں علم بھی ہوتا ہے۔ کہ ہم محض لوگوں کو خوش کرنے اور اُن سے پیسے بٹورنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ تو ان حالات میں نہ اُن کا روزہ رہا۔ نہ وضو قائم رہا اور نہ ہی نماز ادا ہوئی۔ آخر میں صاحب مذاہب خمسہ جواد مغنیہ نے جو اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جھوٹ بولنے کا ہمارے ہاں اتنا شدید جرم ہے۔ کہ اس سے روزہ تک ٹوٹ جاتا ہے۔ تو ایسے عقیدہ کے ہوتے ہوئے ہم پر یہ الزام دھرنا کہ شیعہ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں،، بالکل جہالت ہے۔ اور محض الزام تراشی ہے۔ سو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ آخر تو تقیہ۔ کس کا نام ہے۔؟ اس کی کب ضرورت پڑتی ہے۔ اسی تقیہ کرنے کو (بقول اہل تشیع) امام جعفر نے یوں فرمایا۔ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ۔ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا دین ہے ہی نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ ہمارے آباؤ اجداد کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل "تحفہ جعفریہ جلد سوم" میں آچکی ہے۔ تقیہ کے ہوتے ہوئے رو جھوٹ بولنے یا کہنے،، کی نفی کرنا بھی ایک جھوٹ ہے۔ اور لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ سنتے ہو! اللہ کی

Marfat.com

پھٹکار ہے جھوٹوں پر۔

کیا یہ جھوٹ نہیں ہے؟

وسائل شیعہ جلد ۷ ص ۱۹ کا ایک حوالہ ذکر ہو چکا ہے۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ ڈبکی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی کتاب میں چند صفحات آگے چل کر اسی مسئلہ کو یوں لکھا گیا۔

وسائل الشیعہ

عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ صَائِمٌ ارْتَمَسَ فِي الْمَاءِ مُتَعَمِّدًا عَلَيْهِ الْقَضَاءُ ذَالِكَ الْيَوْمَ قَالَ لَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءُهٗ وَلَا يَعُوْدَنَّ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۲۷)

ترجمہ:

اسحاق بن عمار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اگر ایک شخص جان بوجھ کر پانی میں غوطہ لگائے۔ تو کیا اس پر روزہ کی قضا ہے۔ جبکہ وہ روزہ سے ہو۔ فرمایا۔ اس پر اس دن کے روزے کی قضا نہیں۔ اور نہ ہی وہ آئے لوٹائے گا۔

ان دونوں روایتوں میں سے ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہے۔ یعنی غوطہ لگانے سے روزہ بھی ٹوٹ جائے اور نہ بھی ٹوٹے یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اب صاحب کتاب وسائل الشیعہ اپنی قوم کی صفائی پیش کر کے خود

Marfat.com

بتا گیا۔ کہ اہل تشیع پر یہ الزام نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور حضرات ائمہ کرام پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں سے جان چھڑانے کا ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ کہہ دیا جائے۔ کہ امام جعفر نے جو یہ فرمایا۔ کہ غوطہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ اصل مسئلہ ہے۔ اور نہ ٹوٹنے کی بات آپ نے بطور تقیہ کہی۔ لیکن یہ بھی امام موصوف پر بہتان ہے۔ کیونکہ ہم تاریخی شواہد سے اور وہ بھی کتب شیعہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضرت امام کا زمانہ مذہب کے عام پرچار کا زمانہ تھا۔ اس میں کسی کا کوئی ڈر نہ تھا۔ اگر اسی طرح کے جوابات دیئے جائیں۔ تو "فقہ جعفریہ" کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہو گی۔ کیونکہ کسی مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ ہمیں یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ اس میں امام نے تقیہ نہیں کیا۔ اور فلاں مسئلہ میں امام نے تقیہ کیا۔ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے کتنے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ یہی کچھ اہل تشیع کر رہے ہیں۔ خلاصی کا طریقہ صاف اور سیدھا ہے۔ کہ مان لو۔ ہماری فقہ جھوٹی روایات کے پلندے کا نام ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

Marfat.com

کتاب الحج

دیگر ارکانِ اسلام کی طرح اہل تشیع نے رکنِ حج میں بھی دخل اندازی کی۔ اور کئی ایک عجیب وغریب مسئلے تراشے اور پھر انہیں امام صاحب کی طرف منسوب کر کے چھوڑا۔ چند ایک مسائل پیش خدمت ہیں۔ تاکہ تقابلی مطالعہ سے حقیقتِ حال سامنے آجائے۔

فقہ جعفریہ میں غیر مختون کا حج کرنا باطل ہے

المبسوط:

وَلَا يَطُوْفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ اِلَّا مَخْتُوْنًا

(المبسوط جلد اول ص ۳۵۸ کتاب الحج)

ترجمہ: جو شخص ختنہ شدہ نہیں اس کا طوافِ کعبہ قابل شمار نہیں۔

Marfat.com

مذاہب خمسہ

قَالُوْا اَيْضًا اَيِ الْاِمَامِيَّةُ يُشْتَرَطُ فِي الطَّائِفِ الْخِتَانُ فَلَا يَصِحُّ الطَّوَافُ مِنْ اَقْلَفٍ رَجُلًا كَانَ اَوْ صَبِيًّا۔

(مذاهب خمسه ص ۲۳۲
باب كيفية الطواف)

ترجمہ:
اہل تشیع یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ طواف کرنے والے کا ختنہ شدہ ہونا شرط ہے۔ لہٰذا ہر اس شخص کا طواف نہیں ہو گا۔ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو وہ مرد ہو یا بچہ۔

نوٹ

چونکہ طوافِ کعبہ (طوافِ زیارت) اہل تشیع کے نزدیک بھی فرض ہے اس لیے جب طواف نہ ہوا تو ایک فرض کے ادا نہ ہونے کی وجہ سے سرے سے حج ہی نہ ہو گا۔ مندرجہ ذیل عبارت اسی کی تصدیق کرتی ہے۔

مذاہب خمسہ

وَالشِّيْعَةُ وَالسُّنَّةُ مُتَّفِقُوْنَ عَلَى اَنَّ هٰذِهِ الطَّوْفَةَ الثَّالِثَةَ عَشَرَ وَعَلَيْهِ بِاَنَّ الثَّانِيْ وَهُوَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ رُكْنٌ مِّنْ

اَرْکَانِ الْحَجِّ وَ یَبْطُلُ بِتَرْکِہٖ۔

(۱۔مذاہب خمسہ ص ۲۳۰/اقسام طواف)

(۲۔وسائل الشیعہ جلد ۹ صفحہ نمبر ۴۶۵

باب ان من ترك الطواف عمداً الخ)

ترجمہ:

اہل تشیع اس پر متفق ہیں۔کہ تین طواف مشروع ہیں۔(طواف قدوم)

طواف زیارۃ، طواف وداع) اور دوسرا طواف (طوافِ زیارۃ)

ارکانِ حج میں سے ایک رُکن ہے۔اور اس کے رہ جانے سے حج

باطل ہو جاتا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ جس شخص کا ختنہ نہیں ہوا۔اس کا طوافِ زیارۃ بھی نہ ہوا۔ اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے اُس کا سارا حج ہی باطل ہو گیا۔اب اگر کوئی شخص بلوغ کے بعد اسلام لائے۔اور وہ بے چارہ ختنہ کراتا ہے۔تو شرم وحیاء اُڑ جاتی ہے۔اور اگر بغیر ختنہ کرائے حج پر جائے۔تو طواف نہ ہونے کی وجہ سے حج بھی بیکار۔تو معلوم ہوا۔کہ یہ مسئلہ بھی دوسرے مسائل کی طرح خود ساختہ ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار)

۱

Marfat.com

عورت، محرم کے بغیر حج کر سکتی ہے

بغیر محرم کے عورت کا حج پر روانہ ہونا (جبکہ مسافت سفر کی مسافت سے زیادہ ہو) احناف کے نزدیک جائز نہیں۔ یا یُوں کہہ لیا جائے۔ کہ عورت پر حج کا فریضہ ادا کرنا تب لازم ہوتا ہے۔ جب دیگر شرائط کے ساتھ اس کا محرم بھی ساتھ ہو۔ لیکن اہل تشیع نے یہاں بھی ڈنڈی ماری ہے۔ اور بڑھی، جوان عورت کا امتیاز کیے بغیر بغیر محرم اس کا حج پر جانا جائز قرار دیا ہے۔ جس سے ان کی نفس پرستی اور خواہشات برآری کے حیلوں کا پتہ چلتا ہے۔

فقہ الامام جعفر صادق

اِذَا اسْتَطَعَتِ الزَّوْجَةُ وَجَبَتْ عَلَيْهَا اَنْ تَحُجَّ سَوَاءً اَذِنَ لَهَا الزَّوْجُ اَمْ لَمْ يَأْذَنْ تَمَامًا كَمَا هِيَ حَالُهَا بِالنِّسْبَةِ اِلَى الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَلَقَدْ سُئِلَ الْاِمَامُ عَنْ [illegible]
[illegible]
بِالْحَجِّ [illegible]

فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی عَنْہُ لَا طَاعَۃَ لَہٗ عَلَیْہَا فِیْ حَجَّۃِ الْاِسْلَامِ۔

(فقہ الامام جعفر صادق جلد دوم ص ۱۴۴
مطبوعہ قم جدید)

ترجمہ:

جب کسی کی بیوی صاحب استطاعت ہو جائے تو اس پر حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کا خاوند اُسے اجازت دے یا نہ دے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح اُسے روزہ، نماز اور زکوٰۃ کے لیے اپنے خاوند کی اجازت درکار نہیں ہوتی۔ امام جعفر صادق سے پوچھا گیا۔ کہ ایک عورت ابھی تک حج نہیں کر سکی۔ (اور صاحب استطاعت بھی ہے) اور اس کا خاوند اُسے حج کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ فرمایا۔ وہ حج ضرور کرے اگرچہ خاوند اجازت نہ بھی دے۔ ایک اور روایت میں امام موصوف نے فرمایا۔ فرضی حج ادا کرنے کے لیے عورت پر خاوند کی فرمانبرداری ضروری نہیں۔

المبسوط۔

قَدْ بَیَّنَّا اَنَّ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ وَاجِبَانِ عَلَی النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ وَشُرُوْطُ وُجُوْبِہِمَا عَلَیْہِنَّ مِثْلُ شُرُوْطِ الرِّجَالِ سَوَاءً وَلَیْسَ مِنْ شَرْطِ الْوُجُوْبِ وَلَا مِنْ شَرْطِ صِحَّۃِ الْاَدَاءِ وُجُوْدُ مَحْرَمٍ لَہَا وَلَا زَوْجٍ وَمَتٰی کَانَ لَہَا زَوْجٌ اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ

Marfat.com

يَنْبَغِيْ اَنْ لَا تَخْرُجَ اِلَّا مَعَهٗ فَاِنْ لَمْ يُمْكِنْهَا عِنْدَهَا عَلٰى ذَالِكَ جَازَ لَهَا اَنْ تُحَجَّ حَجَّةَ الْاِسْلَامِ بِنَفْسِهَا وَلَا طَاعَةَ لِزَوْجٍ عَلَيْهَا فِيْ ذَالِكَ۔

(المبسوط جلد ۱ ص ۳۰۳)

ترجمہ:

ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ حج اور عمرہ مرد اور عورت دونوں پر لازم ہیں اور ان کے وجوب کی شرائط عورتوں کے لیے بھی وہی ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ حج کے وجوب اور ادائیگی کے لیے عورت کے ساتھ محرم کا ہونا کوئی ضروری نہیں اسی طرح خاوند کا بھی ساتھ ہونا کوئی شرط نہیں۔ اور اگر خاوند یا کوئی دوسرا محرم مل جائے۔ تو پھر ان کے ساتھ حج پر جانا چاہیئے۔

تبصرہ

مذکورہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ عورت کو حج پر جانے کے لیے اگر کوئی مناسب محرم مل جائے۔ تو اس کے ساتھ ہو جانا چاہیئے۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں۔ یعنی اگر محرم دستیاب نہ ہو۔ تو بھی حج کرنے ضرور جائے گی۔ لیکن اگر خاوند حج سے منع کرے تو اس کی پرواہ کیے بغیر وہ حج پر چلی جائے۔ خاوند کی نافرمانی کی مرتکب نہ ہوگی۔ لیکن اس مسئلہ پر اہل تشیع نے ایک حدیث بھی پیش نہیں کی۔ جو مسند اور مرفوع ہو۔ اس کے برخلاف فقہ حنفی میں عورت کے بغیر محرم حج پر نہ جانے کے لیے بہت سی مسند و مرفوع احادیث موجود ہیں۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

فتح القدیر

من حدیث ابنِ عباس حدثنا عمرو بن علی حدثنا ابو عاصم عن ابن جریج اخبرنی عَمْرُو ابْنُ دِیْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ مَعْبَدًا مَوْلٰی ابْنَ عَبَّاسٍ یُحَدِّثُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحُجَّ اِمْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ یَا نَبِیَّ اللهِ اِنِّیْ اُکْتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ کَذَا وَامْرَاَتِیْ حَاجَةٌ قَالَ اِرْجِعْ فَحُجَّ مَعَهَا۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۱۲۶ کتاب الحج
مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کا مولی معبد روایت کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی عورت محرم کے بغیر حج کے لیے نہ نکلے۔ یہ سن کر ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ! میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے۔ اور میں ادھر جانے کی تیاری میں ہوں۔ اور میری بیوی حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ فرمایا۔ جاؤ۔ اور اس کے ساتھ تم بھی حج کرو۔

Marfat.com

فتح القدیر

فی الصحیحین عن ... عن ابی سعید الخدری
مَرْفُوْعًا لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ اِلَّا مَعَهَا
زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا وَ اَخْرَجَا عَنْ
اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا لَا يَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ
تُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ
يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۱۲۹)

ترجمہ:

حدیث مرفوع صحیحین میں ہے۔ کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اپنے خاوند یا محرم کے بغیر نہ کرے۔ ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ وہ ایک دن اور ایک رات کے سفر پر بغیر محرم کے جائے۔

البدائع والصنائع

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال الا لا تحجن امرأة الا ومعها
محرم وعن النبی انہ قال لا تسافر امرأة
ثلاثة ایام الا ومعها محرم او زوج ولانها
اذا لم یکن معها زوج ولا محرم لا یؤمن

عَلَيْهَا ...... وَالْخَوْفُ عِنْدَ اجْتِمَاعِهِنَّ اَكْثَرُ وَلِهٰذَا حُرِّمَتِ الْخَلْوَةُ بِالْاَجْنَبِيَّةِ وَاِنْ كَانَ مَعَهَا اِمْرَاَةٌ اُخْرٰى ...... اِنَّ الْمَحْرَمَ اَوِ الزَّوْجَ مِنْ ضَرُوْرَاتِ حَجِّهَا بِمَنْزِلَةِ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ اِذْ لَا يُمْكِنُ لَهَا الْحَجُّ بِدُوْنِهٖ كَمَا لَا يُمْكِنُهَا بِدُوْنِ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ۔

(البدائع والصنائع جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۴
کتاب الحج فصل شرائط الحج)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار! کوئی عورت محرم کے بغیر ہرگز ہرگز حج پر نہ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی عورت تین دن تک کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ یا اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو کیونکہ جب اس کے ساتھ نہ کوئی محرم نہ ہی خاوند ہوگا۔ تو اس کا امن تباہ ہونے کا خطرہ ہے۔ اسی لیے اس کا تنہا نکلنا درست نہیں ہے۔ اور اگر عورتیں ہی عورتیں مل کر جائیں۔ (مردان میں کوئی بھی نہ ہو) تو خوف اور بڑھ جائے گا۔ اسی لیے اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا حرام ہوا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ایک آدھ عورت اور بھی ہو۔ اور حج کی فرضیت والی آیت ایسی عورتوں کو شامل ہی نہیں ہے۔ جن کے خاوند یا محرم ساتھ نہ ہوں۔ کیونکہ تنہا عورت اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہونے اور اس سے اترنے پر قادر

Marfat.com

نہیں ہوتی۔اس لیے وہ کسی ایسے کی محتاج ہوگی۔جو اسے سوار کرائے اور بوقت ضرورت نیچے اتار لے۔اور ایسا کرنا خاوند یا محرم کے بغیر کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔لہذا عورت (خاوند یا محرم نہ ہونے کی صورت میں) صاحب استطاعت نہ ہوئی۔اس لیے قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں وہ شامل نہ ہوگی۔

محرم یا خاوند کا عورت کے ساتھ حج کے دوران ہونا یہ عورت کی ضروریات حج میں سے ہے۔جس طرح زادِ راہ اور سواری ضروریات میں سے ہیں۔کیونکہ محرم یا خاوند کے بغیر عورت کا حج کرنا ناممکن ہے۔جس طرح زادِ راہ اور راحلہ کے بغیر ناممکن ہوتا ہے۔

لمحہ فکریہ

حضرات قارئین کرام! اہل تشیع کی کتب سے اس بارے میں حوالہ جات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔کہ عورت پر حج فرض ہونے کے لیے وہی شرائط ہیں۔جو مردوں کے لیے ہوتی ہیں۔اگر محرم یا خاوند ساتھ نہ بھی ہو تو بھی اُسے حج ضرور کرنا چاہیئے۔لے دے کے ان لوگوں کو جو دلیل نظر آئی۔وہ یہ کہ جب نماز روزہ اور زکوٰۃ کے لیے محرم کا ہونا اور اس کی اجازت درکار نہیں۔تو پھر حج کے لیے یہ باتیں کیونکر شرائط بن سکتی ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے۔کہ ان کا یہ قیاس قیاس کا مذاق اڑانا ہے۔اگر قیاس اسی کا نام ہے۔تو پھر نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے لیے حج کی طرح زادِ راہ اور سواری کا ہونا بھی لازمی امر ہونا چاہیئے تھا۔یعنی جس کے پاس سواری نہیں۔چونکہ اس پر حج فرض نہیں ہوتا اس لیے نماز بھی حج کی طرح ایک رکنِ اسلام ہے۔اس لیے یہ بھی معاف ہو جائے۔روزہ بھی سواری نہ ہونے

Marfat.com

کی صورت میں فرض نہ رہے۔ اس قیاس کو ان بے وقوف تسلیم کرے گا۔ اسی لیے جب اہل تشیع کے پاس ایک حدیث صحیح مسند اور مرفوع اس بارے میں نہ تھی تو لا محالہ عقلی دلیل دی۔ اور وہ بھی ایسی کہ جسے کوئی رہبر دی علم ان کی بے وقوفی پر ہنس دے گا۔ اس کے برخلاف اہل سنت کے مسلک پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جو گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ وہ دلائل ازروئے نقل قابلِ وثوق ہیں۔

دیکھئے جب ہمارے اور اہل تشیع کے نزدیک بالاتفاق ہر حج پر جانے والے کے لیے خرچہ اور سواری کا بندوبست ہونا لازمی ہے۔ اب یہی دونوں جب عورت کے لیے شرط ٹھہریں۔ تو سواری پر بٹھانا یا اس سے اترنے میں اس کی مدد ماسوائے مرد کے اور کون کر سکتا ہے۔ اگر مدد کرنے والا محرم یا اپنا خاوند ہو تو اس سے فتنہ کا کوئی خطرہ نہیں۔ اور اگر غیر محرم ہو۔ تو ہر طرح خطرہ ہی خطرہ ہو گا۔ گویا اہل تشیع عورت کو محرم کے بغیر حج پر بھیج کر اس کو اور اس کے گھر بار کو ویران کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ خاوند اجازت نہیں دے رہا۔ دوسرا محرم کوئی ساتھ نہیں۔ ایسی حاجن جب حج سے فارغ ہو کر اپنے خاوند کے گھر آئے گی۔ تو کونسا منہ لے کر اس گھر میں داخل ہو گی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ خاوند اسے اس سرکشی پر فارغ کر دے۔ یہ کوئی خدمت نہیں۔ اور نہ ہی مزاج اسلام کے مطابق مسئلہ ہے۔

ٹ

Marfat.com

فقہ جعفریہ میں حج سے زیادہ اہم اپنی یا اپنی اولاد کی شادی کرنا ہے

فقہ الامام جعفر صادق

لَوْ كَانَ عِنْدَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَكْفِيهِ لِلزَّوَاجِ فَقَطْ أَوِ الْحَجِّ فَقَطْ فَأَيُّهُمَا يُقَدَّمُ؟

الجواب: لَيْسَ مِنْ شَكٍّ اَنَّ الزَّوَاجَ مِنْ حَيْثُ هُوَ ضَرُوْرَةٌ مِنْ ضَرُوْرِيَّاتِ الْحَيٰوةِ تَمَامًا كَالْمَلْبَسِ وَالْمَسْكَنِ فَمَنِ احْتَاجَ اِلَيْهِ اَوْ كَانَ مِنْ اَمْثَالِهٖ يَتَزَوَّجُوْنَ وَيَسْأَلُهُ النَّاسُ مَتٰى تَتَزَوَّجُ؟ قُدِّمَ الزَّوَاجُ حَتّٰى وَلَوْ لَمْ يَخْشَ الْعَنَتَ وَالْمَرَضَ اَوِ الْوُقُوْعَ فِي الزِّنَا كَمَا قَيَّدَهُ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ ...... بَلْ اِذَا احْتَاجَ اَوْلَادُهُ اِلَى الزَّوَاجِ جَازَ لَهُ اَنْ يَصْرِفَ مَا لَدَيْهِ مِنَ الْمَالِ فِيْ تَزْوِيْجِهِمْ وَجِهَازِهِمْ۔

(فقہ الامام جعفر صادق جلد ۲ ص ۱۲۳ [illegible])

Marfat.com

ترجمہ:

سوال۔ اگر کسی کے پاس صرف اس قدر مال ہو۔ کہ وہ یا تو حج کر سکتا ہو۔ یا شادی رچا سکتا ہو۔ تو ان دونوں میں سے کس کو مقدم کیا جائے؟

الجواب:

یہ بات یقینی ہے۔ کہ شادی کرنا بھی ضروریاتِ زندگی میں سے ایک بڑی ضرورت ہے۔ جیسا کہ لباس اور رہائش ضروریاتِ زندگی میں لہٰذا جو شخص شادی کا ضرورت مند ہے۔ یا اس کی شکل مردوں سے لوگ پوچھتے رہتے ہیں۔ کہ بھائی تمہاری شادی کب ہو رہی ہے؟ تو شادی کرنا۔ حج سے مقدم ہوگا۔ اور یہ تقدیم اس خوف کے ساتھ مشروط نہیں۔ کہ اگر شادی نہ کرے گا تو بیمار ہو جائے گا یا بدکاری میں پڑ جائے گا جیسا کہ بعض فقہاء نے شادی کا حج سے مقدم ہونا ان حالات کے ساتھ مقید کیا ہے ...... بلکہ اگر ایسے شخص کی اولاد کی شادی کا معاملہ ہے۔ تو جائز ہے اس کے لیے کہ صرف کرے اپنے مال انکی شادی اور اس کی تیاری میں۔

توضیح

فقہ جعفریہ کے اس مسئلہ کا سادہ سا مفہوم یہ ہے۔ کہ اشد ضرورت کے بغیر بھی حج کے پیسے سے شادی کر لینا مقدم ہے۔ کیونکہ یہ ضروریات زندگی میں سے ایک اہم ضرورت ہے۔ ایک طرف تو شادی کی اتنی اہمیت اور دوسری طرف کسی شیعہ نے پیسے شادی پر خرچ کر دیئے۔ اب اس کی بیوی حج پر جانا چاہتی ہے۔ تو یہ اسے روک نہیں سکتا۔ یعنی ازدواجی تعلق بنانے کے وقت

Marfat.com

حج پیچھے رہ گیا۔ جب یہ تعلق قائم ہو گیا اب اس کی اہمیت اور ضرورت ختم ہو گئی اور حج کی اہمیت غالب آگئی عجیب مناقضہ ہے۔ جب مرد کو ضرورت زندگی کے پورا کرنے کا وقت ملا۔ تو شیعہ فقہ عورت کو حج پر روانہ کر دیتی ہے۔ کیا خاوند بیچارے کی زندگی یہاں تک ہی تھی۔ اور اس کی ضرورت ایجاب و قبول ہونے پر پوری ہو گئی؟ ان مسائل کو دیکھ کر ہر ذی عقل یہی کہے گا۔ کہ ان کا نہ کسی امام کے ارشاد میں اور نہ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں کوئی وجود نظر آتا ہے یہ سب کچھ "محبان علی"، کی اختراع ہے۔

"فقہ جعفریہ" میں شیطان کو کنکریاں مارنے میں رعایت

افعال حج میں سے یہ بھی ہے۔ کہ ذوالحجہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو منیٰ میں تینوں جگہوں پر شیطان کو کنکریاں ماری جائیں۔ جسے عربی اصلاح میں "رمی الجمار" کہتے ہیں۔ یہ فعل ائمہ اربعہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور اس کے تارک پر ایک قربانی بطور جبر نقصان دینا لازمی ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ کی رعایت ملاحظہ ہو۔

مذاہب خمسہ

قَالَ الْاِمَامِيَّةُ اِذَا نَسِيَ رَمْيَ جَمْرَةٍ اَوْ بَعْضَهَا عَادَ مِنَ الْغَدِ مَا دَامَتْ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اِنْ

Marfat.com

نَسِیَ الْجِمَارَ بِکَامِلِهَا حَتّٰی وَصَلَ اِلٰی مَکَّۃَ وَجَبَ عَلَیْہِ الرُّجُوْعُ اِلٰی مِنٰی وَ رَمٰی اِنْ کَانَتْ اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ بَاقِیَۃً وَ اِلَّا قَضَی الرَّمْیَ فِی السَّنَۃِ الْقَادِمَۃِ بِنَفْسِہٖ اَوْ نَسْتَنَابَ عَنْہُ وَلَا کَفَّارَۃَ عَلَیْہِ۔

(مذاہب خمسہ ص ۲۷۷
الرمی ایام التشریق۔)

ترجمہ:

اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص جمرہ کی رمی کرنا بھول گیا۔ یا بعض رمی بھول گیا۔ تو دوسرے دن صبح واپس آکر رمی کرے جب تک ایام تشریق باقی ہیں۔ اور اگر تمام جمرات کی رمی بھول کر چھوڑ گیا۔ حتیٰ کہ مکہ میں چلا آیا۔ تو اس پر واپس منیٰ میں آنا واجب ہے۔ اور رمی کرے گا۔ اگر یہ ایام تشریق باقی ہیں۔ اور اگر یہ دن گزر گئے۔ تو آئندہ سال خود شخص آکر رمی کو ادا کرے۔ یا پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔ بہر حال اس پر کفارہ نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ

حضرات ائمہ اربعہ کے نزدیک رمی جمرات کے چھوڑنے پر ایک دم دینا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر یہ نقصان پورا نہیں ہوگا۔ آپ اس سے اس فعل کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لیکن اہل تشیع کے ہاں سرے سے اس کا کفارہ ہے ہی نہیں۔ یعنی کوئی اتنا بڑا جرم نہیں اور اتنا بڑا حج میں نقصان نہیں ہوا۔ کہ جس کے

Marfat.com

پورا کرنے کے لیے دَم (قربانی) دینا پڑے۔ یا تو اگلے سال آگیا تو اس سال کی رہی ہوئی رمی کو پورا کرے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سے توبہ مانگے۔ بس نقصان پورا ہو گیا اہل تشیع نے اپنی برادری کے لیے ایک بھاری اور مشکل کام بہت آسان کر دیا۔ ایام تشریق میں تینوں جمرات کی رمی انتہائی مشکل کام ہے۔ اور اسے یوں آسان بنا دیا گیا۔ جیسے مکھن سے بال نکال دیا جائے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

نورانی بیان از

پیر طریقت راہبر شریعت واقف اسرار حقیقت

پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔

فقہ جعفریہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس کو آئمہ اہل بیت اطہار کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ اور یہ فقہ کس حد تک قابل عمل ہے؟ یہ امور بالتفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکے۔ جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قارئین کرام نے پیش نظر کتاب کا مطالعہ کرکے بخوبی جان لیا ہوگا۔ کہ فقہ جعفریہ ان چند بے بنیاد روایات اور من گھڑت فقہی مسائل کا مجموعہ ہے۔ جو شیعوں نے از خود وضع کرکے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیے۔

فقہ جعفریہ کے بے بنیاد ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کے اپنے فرامین کے مطابق ان کی وہی روایت قابل قبول اور قابل عمل ہے جو قرآن کے موافق ہو۔ ان کا ارشاد ہے۔ کہ اگر ہماری طرف سے بیان کردہ کوئی روایت تمہیں کو ملے اور قرآن کے خلاف ہو تو اسے ہرگز تسلیم نہ کرو شیعوں کی معتبر کتاب امالی شیخ صدوق میں ہے۔

Marfat.com

امالی شیخ صدوق

عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (ع) عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ (ع) اِنَّ عَلٰی کُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَةً وَّ کُلِّ صَوَابٍ نُوْرًا فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَ مَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ

(امالی صدوق المجلس التاسع وخمسون ص۲۲۱)

ترجمہ:

امام جعفر صادق اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ہر حق بات کی حقیقت ہے اور ہر صحیح روایت کے لیے نور ہے۔ تو جو روایت قرآن کے موافق ہو اسے لے لو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔

اسی طرح ایک اور جگہ امام جعفر صادق رضؓ ارشاد فرماتے ہیں۔

رجال کشی

لا تقبلوا علینا حدیثا الا ما وافق القرآن اوالسنة او تجدون معه شاهدا من احادیثنا المتقدمة فان المغیرة لعنه الله دس فی کتب اصحاب ابی حادیث لم یحدث بها ابی۔

(رجال کشی ص ۱۹۵ ؛ از مغیرہ بن سعید)

Marfat.com

ترجمہ:

اے وگر ہماری طرف کوئی روایت اس وقت قبول کرو جب وہ قرآن و سنت کے موافق ہو یا اس سے سابق روایات اس کی تائید کرتی ہوں۔ کیونکہ مغیرہ پر خدا لعنت کرے اُس نے میرے والد کے اصحاب کی کتابوں میں اپنی وضع کردہ احادیث داخل کر دی ہیں جو میرے والد نے ارشاد ہی نہیں فرمائیں۔

یاد رہے مذکورہ بالا عبارت میں لفظ سنت اور سابق روایات کے الفاظ سے کسی کو دھوکہ نہ ہو کیونکہ اس سے مراد بھی ائمہ اہل بیت کی وہی روایات ہیں جن میں مغیرہ جیسے شیعوں نے تخریب کاری کی ہوئی ہے۔ اور ان کی تصدیق و توثیق کے لیے بھی قرآن سے موافقت کا ہی ایک معیار ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بقول ائمہ اہل بیت ان کی وہی روایت قابل قبول ہے۔ جو قرآن کے موافق ہو اور یاد رہے کہ قرآن شیعوں کے نزدیک تحریف شدہ ہے اور اس پر ان کی متواتر روایات موجود ہیں۔ دیکھئے۔

انوار نعمانیہ

ان تسليم تواترها عن الوحي الالهي وكون الكل قد نزل به الروح الامين يفضي الى طرح الاخبار المستفيضة بل المتواترة الدالة بصريحها على وقوع التحريف في القرآن كلاما ومادة واعرابا۔

(انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۳۵۷)

Marfat.com

ترجمہ:

اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن وحی الٰہی سے اب تک متواتر چلا آ رہا ہے اور یہ سارے کا سارا وہی ہے جو جبریل امین لے کر آئے تھے تو پھر ان تمام مستفیض بلکہ متواتر روایات کو چھوڑنا پڑے گا جو صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ قرآن اپنی عبارت۔ الفاظ اور اعراب کے لحاظ سے تحریف شدہ ہے۔

یعنی فقہ جعفریہ کی روایات کی صحت قرآن پر موقوف ہے اور قرآن تحریف شدہ ہے نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ جعفریہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ یہ من گھڑت اور خانہ ساز روایات کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے من گھڑت ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ اگر اسے تسلیم کریں تو قرآن تحریف شدہ قرار پاتا ہے اور اگر قرآن کو صحیح مانیں تو فقہ جعفریہ کی روایات کو غلط کہنا پڑتا ہے۔ تو ایک عقل مند آدمی یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ قرآن تو بے شک صحیح اور غیر تحریف شدہ کتاب ہے مگر شیعہ روایات اور ان پر مبنی فقہ مکمل طور پر من گھڑت اور موضوع ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سید محمد باقر علی

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

☆

Marfat.com

ردِ شیعہ میں ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف

پہلی کتاب

تحفہ جعفریہ — ۵ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

اس کتاب کے تمام مضامین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات کے گرد گھومتے ہیں

مضامین جلد اول

مقدمہ۔ اس بارہ میں کہ معتبر شیعہ مؤرخین کا اعتراف ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ باب اول مسئلہ خلافت اس باب میں اولاً شیعوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعہ کتب کی روشنی میں ان کا نہایت ٹھوس اور محققانہ رد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر قرآن مجید اور شیعہ کتب سے وزنی دلائل درج کیے گئے ہیں۔ ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ باب دوم۔ اس میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں شیعوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست صدیق اکبر پر جبراً بیعت لی گئی تھی۔ اور فصل دوم میں شیعہ کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرت علی کی طاقت و قوت خدا تک پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں بہت کمزور ثابت کرتے ہیں۔ باب سوم

Marfat.com

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نو عدد فولادی دلائل ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہے (فصل اول) میں فضائل جملہ صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے خلفاء ثلاثہ کے مشترکہ فضائل (فصل سوم) میں ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ خلفاء ثلاثہ کے نبی وآل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی ورشتی تعلقات کے بارہ میں ہے (فصل اول) اس میں ابوبکر صدیق اور ان کے اہل بیت کے نبی وآل نبی سے رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی وآل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح ام کلثوم کے بارے میں چار طویل وعریض تحقیقی ابحاث ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی وآل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسئلہ بناتِ رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق لائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم۔ نبی علیہ السلام علی المرتضیٰ اور اہل بیت رسول سے خلفاء ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور بنو امیہ کے اہل بیت رسول سے مذہبی تعلقات فصل اول۔ شان امیر معاویہ کتب اہل سنت واہل تشیع سے فصل دوم

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے نسبی و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دستِ امیر معاویہ پر حسنین کریمین کی بیعت کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ فضائل امہات المومنین ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں ازواج رسول آپ کی اہلبیت میں داخل ہیں۔ فصل دوم۔ فضائل جملہ ازواج از قرآن و کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ فضائل سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما۔

مضامین جلد سوم

باب اول۔ (بحث فدک) اس میں آٹھ فصلیں ہیں۔ فصل اول۔ باغ فدک کی تحقیقی بحث جغرافیائی حدود۔ فصل دوم۔ شمولِ فدک در مال فئ اور فئ کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابوبکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیق۔ فصل چہارم۔ بنتِ رسول کی ناراضگی استحقاقِ خلافت پر اثر انداز نہیں۔ فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح۔ فصل ششم۔ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم سیدہ فاطمہ رضی صدیق اکبر سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے طعن کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم تک ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیعوں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور منہ توڑ جواب ہے

مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی منقبتِ صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

Marfat.com

میں ہے۔ جلد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ ۱؎ صحابہ میدان احد سے بھاگ گئے۔ ۲؎ ابوبکر صدیق سے سورہ براءت کے اعلان کی ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر علی المرتضیٰ کو دے دی تھی۔ ۳؎ حدیث قرطاس۔ ۴؎ عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی دی۔ ۵؎ اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ گرا کر حمل ضائع کر دیا۔ ۶؎ حضرت عمر فاروق کو حدیبیہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہو گیا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں ۱؎ مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان نے واپس بلایا۔ ۲؎ عثمان نے بنتِ رسول ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذاللہ) ۳؎ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو جلاوطن کر دیا۔ ۴؎ عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔ ۵؎ متعدد صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے شیعہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ ۶؎ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے ۷؎ نتیجۃً لوگ مخالف ہو گئے اور عثمان غنی کو قتل ہونا پڑا ۸؎ تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑی رہی۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید ہے۔ بعض یہ ہیں ۱؎ پردہ کے احکامات کی مخالفت کی ۲؎ خلیفہ برحق سے بغاوت کی ۳؎ امام حسن کو روضہ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر پھینکے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت کا قابل مطالعہ انداز جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

تحفہ جعفریہ جلد پنجم: اس جلد میں دو باب ہیں

باب ۱: باب اول میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مطاعن کے دندان شکن جوابات

طعن ۱: حضرت امیر معاویہ رض نے اپنے دور خلافت میں خطیب حضرات کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کیا کریں (معاذ اللہ)

طعن ۲: حضرت امیر معاویہ رض نے عہد شکنی کی۔ اور حضرت امام حسن رض کی بجائے یزید کو ولی عہد بنایا

طعن ۳: حضرت امیر معاویہ رض نے اس شرط کی مخالفت کی کہ اپنے بعد مسئلہ خلافت شوریٰ پر چھوڑ دیں گے

طعن چہارم: حضرت امیر معاویہ رض نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلا کر شہید کر دیا۔

طعن پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قاتل ہیں

طعن ششم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد بنا کر مسلمانوں کی خون ریزی کی بنیاد رکھی۔

طعن ہفتم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول جناب حجر بن عدی رض کو ناحق قتل کیا۔

باب دوم: اہل تشیع کے مشہور مطاعن و اعتراضات کے چند اور تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی ایک اور جھلک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہم الفت کا تذکرہ اس باب میں بھی چند فصول ہیں۔

فصل ۱: کربلائے معلیٰ میں جانے والی ام کلثوم جو امام مسلم کی زوجہ تھیں۔ وہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادی نہیں اور وہ ام کلثوم جو حضرت فاروق اعظم کی زوجہ تھیں۔ وہ خاتون جنت کے بطن اقدس سے تھیں۔

فصل ۲: ام کلثوم بنت علی کا عقد عمر فاروق سے باہمی رضامندی سے ہوا۔

فصل ۳: اس میں درج ذیل مطاعن اور ان کے جوابات درج کیے گئے ہیں۔

طعن ۱: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حسنین رض کو اچھا نہ سمجھتی تھیں۔

طعن ۲: سیدہ عائشہ رض کو حضرت علی رض سے بغض و عناد تھا۔

Marfat.com

طعن سوم : سیدہ عائشہؓ حضرت علی پر گالی گلوچ کیے جانے کو پسند کرتی تھیں۔
طعن چہارم : سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو اپنی سوتیلی ماؤں سے شکایت رہتی تھی۔
طعن پنجم : سیدہ عائشہ نے حضرت فاطمہ زہراءؓ کی وفات پر اظہار افسوس تک نہ کیا
طعن ششم : سیدہ زہراء کے جنازہ پر آنے سے سیدہ عائشہ کو زبردستی روکا گیا۔ اور ابوبکر صدیق کی سفارش بھی ٹھکرا دی گئی۔
طعن ہفتم : حضرت عثمان غنی کے قتل میں جناب طلحہ اور زبیر کے علاوہ ام المومنین سیدہ عائشہ بھی ملوث تھیں۔
طعن ہشتم : سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے قتل عثمان کی کوشش کی۔
طعن نہم : حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما ہی حضرت عثمان کے قاتل ہیں۔
طعن دہم : حضرت عائشہ صدیقہ کا گھر فتنوں کی جگہ تھا۔
طعن یازدہم : حضرت طلحہ نے یہ تمنا کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ... شیعہ فرقہ ہی امام حسین و آل نبی کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدین سے لے کر امام مہدی تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی شان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب دوم : ائمہ اہل بیت کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق میں ان کی بددعاؤں کا مفصل تذکرہ۔ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی
باب سوم : بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتب شیعہ سے ٹھوس دلائل (فصل دوم) چار عدد بنات رسول و علی بعض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی نا جائز تنقید کا محاسبہ (فصل سوم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو ربیبہ

Marfat.com

بعد ان کی زوجہ عائشہ صدیقہ سے شادی کروں گا۔

طعن دوازدھم: عکرمہ صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے نکاح کیا تھا

فصل چہارم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں اس پر چند تحقیقی حوالہ جات۔

فصل پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی کتب شیعہ سے مزید جھلکیاں۔

فصل ششم: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین مثالی محبت و الفت۔

دوسری کتاب

عقائد جعفریہ ۳ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

• مضامین جلد اوّل:

باب اوّل۔ شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) اللہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جملہ انبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم) شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ امہات المومنین رضی میں شیعوں کی جسارتیں (فصل پنجم) شان حضرت علی رضی اللہ عنہ میں شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت میں بے باکیاں (فصل ہفتم۔ شان امام حسن میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتب شیعہ سے بڑی شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا گیا

Marfat.com

یعنی معق پروردہ بیٹیاں ثابت کرنے پر شیعوں کے دلائل کا سخت ترین علمی محاسبہ۔

مضامین جلد دوم

باب اوّل۔ (بحث امامت) (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق سنی عقائد کا خلاصہ۔ اور شیعوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والا یا اسے امام ماننے والا کافر و مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص ہیں (فصل دوم) شیعوں کے ہاں امامت کی شرط اول منصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل دلیل۔ (دلیل اول۔) آل رسول میں سے متعدد شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں نفس زکیہ آلِ امام حسن نے اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آلِ رسول کی بزرگ تر شخصیات دعویٰ امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے لیے امامت و خلافت کے منصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار از کتب شیعہ (فصل سوم) شیعوں کے نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید اقوالِ ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم۔ شیعوں کی طرف سے اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلق بعض اعتراضات کا جواب
باب سوم۔ اس میں یزید کو اہل سنت کا امام قرار دینے پر شیعوں کے دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں یزید کی پست ترین حیثیت کا بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ یزید نے

Marfat.com

قتل حسین پر منہ پیٹا سب سے پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا محب، اہل بیت کا کوئی نہ تھا۔

مضامین جلد سوم: اس جلد میں تین امور پر بحث کی گئی ہے۔

۱۔ کلمہ اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جز بنانا جائز ہے یا نہیں

۲۔ تحریف قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمار سے زائد نہایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔

۳۔ بحث تقیہ۔ تقیہ کیا ہے شیعوں کے ہاں اس کی کیا فضیلت ہے؟ اور اس کے بطلان کے دلائل

عقائد جعفریہ ... جلد چہارم

یہ جلد چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور اس بارے میں چار مطاعن کا جواب اس باب میں مذکور ہوئے۔

طعن اوّل: صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

طعن دوم:

اگر صحابہ کرام میں محبت رسول تھی۔ تو آپ کی تدفین سے قبل خلافت کے لیے دوڑ دھوپ کیوں کی؟

طعن سوم:

صحابہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے جنازۂ رسول میں تاخیر ہوئی۔

طعن چہارم:

ابوبکر، عمر اس وقت لوٹے جب آپ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔

ان مطاعن کے علاوہ ایک الزامی چیلنج کہ کوئی شیعہ کسی سند مرفوع اور صحیح حدیث سے یہ ثابت کر دکھائے۔ کہ تین ہی شیعہ حضرت علی المرتضیٰ کی نماز جنازہ

Marfat.com

یں موجود تھے۔ تو منہ مانگا انعام پائے

باب دوم فضائل اہلبیت میں

اس باب میں بارہ ائمہ اہل بیت کے فضائل و مناقب کتب اہلسنت سے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اہل بیت کے حقیقی محب اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔

باب سوم

بحث تقیہ۔ اس بحث کو چند فصول میں بیان کیا گیا۔

فصل اول: تقیہ کے متعلق شیعہ سنی نظریات۔

فصل دوم

اثباتِ تقیہ پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔

فصل سوم

اہل تشیع کے ہاں تقیہ کے فضائل اور اس کے ترک پر وعیدات۔

فصل چہارم

وسعتِ تقیہ۔

فصل پنجم:

تردید تقیہ میں قرآن کریم اور کتب شیعہ سے دلائل

فصل ششم:

دعا اور بخشش طلب کرنے وقت لعنت۔

فصل ہفتم:

تقیہ کی شکل میں ائمہ اہل بیت پر لعنت جائز ہے۔

Marfat.com

باب چہارم: لفظ شیعہ اور سنی کی بحث۔ مذہب شیعہ کے حق ہونے کے تین ارکان اور ان کا جواب۔

رکن اوّل: لفظ شیعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن لفظ سنی نہیں۔

رکن دوم: ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔

رکن سوم: کتب اہل سنت کہتی ہے کہ شیعہ جنت میں جائیں گے۔

جلد پنجم عقائد جعفریہ بمعہ ضمیمہ

یہ جلد دو ابواب اور چند فصول پر مشتمل ہے

باب اوّل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق گفتگو۔

اس میں چند فصول درج ذیل ہیں

فصل اوّل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کی ہر دور میں افضلیت

فصل دوم: آپ ان لوگوں میں منتقل ہوتے رہے۔ جو "ساجدین" تھے۔

فصل سوم: آپ کے آباؤ اجداد زمانہ فطرت میں صاحبان ایمان اور توحید کے معتقد تھے

فصل چہارم: مودودی محدث ہزاروی وغیرہ سنی نما رویوں بیروں کے امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کے دندان شکن جوابات

فصل پنجم: امیر معاویہ کے بارہ میں اکابرین امت کے عقائد۔

Marfat.com

فصل چہارم: آپنے اپنے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اپنا کلمہ پڑھوایا۔

فصل پنجم: ان احادیث و روایات کے جوابات جن میں آپ کے والدین کا دوزخی ہونا آیا ہے

فصل ششم: امام اعظم کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہا اس کی تردید۔ اور ملا علی قاری کی توبہ۔

باب دوم

ان کتب کا تذکرہ جو اہل تشیع دھوکہ دینے کے لیے ہم "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان پیش کرتے ہیں

مثلاً ۱۔ شرح ابن ابی حدید۔ ۲۔ روضۃ الاحباب۔ ۳۔ حبیب السیر۔ ۴ تاریخ یعقوبی ۵۔ الصفوۃ الصفوۃ ۶ مروج الذہب ۷ تذکرۃ الخواص ۸ ینابیع المودۃ ۹ فرائد السمطین ۱۰ المقتل ابن ابی مخنف ۱۱۔ حلیۃ الاولیاء ۱۲ اخبار الطوال ۱۳۔ روضۃ الشہداء ۱۴ مقاتل الطالبین۔ ۱۵ مودۃ القربی ۱۶۔ الملل والنحل، العقد الفرید ۱۸۔ تاریخ طبری ۱۹۔ الامامۃ والسیاسۃ۔ ۲۰ خصائص نسائی ۲۱۔ معارج النبوۃ۔ ۲۲ کتاب الفتوح اعثم کوفی۔ ۲۳ روضۃ الصفاء ۲۴ تاریخ ابوالفداء ۲۵ مستدرک حاکم۔ وغیرہ

باب دوم:

اس باب میں ایک تحقیقی بحث ہے یعنی جب شیعہ لوگ اہل سنت وجماعت پر کوئی الزام قائم کرتے ہیں۔ یا اپنے مسلک کی توثیق پیش کرتے ہیں۔ تو لکھتے ہیں۔ کہ اہل سنت وجماعت کی فلاں فلاں معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔ تو اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ کہ یہ مذکورہ کتب

Marfat.com

کیا اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی ؟
اگر اہل سنت کی ہیں تو کیا معتبر ہیں یا نہیں۔

عقائد جعفریہ جلد ششم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر لعن طعن کرنے والے سنی نما دیوبندوں مودودیوں، بریلویوں اور پیروں کا معتبر کتب اہل سنت سے محاسبہ۔
اس جلد میں ایک باب اور چند مندرجہ ذیل فصول ہیں۔

فصل اوّل : شان صحابہ : **فصل دوم** : صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے والوں کا انجام
فصل سوم : امیر معاویہ کے صحابی ہونے پر مدلل ثبوت
فصل چہارم : امیر معاویہ کے فضائل و مناقب
فصل پنجم : امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے کس زمرہ میں۔

Marfat.com

فقہ جعفریہ کی جلد اوّل کا تعارف

جلد اوّل میں مختلف موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے۔ طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق اور حلال و حرام کے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان موضوعات میں بہت سے مسائل اہل تشیع نے ایسے درج کر دیئے ہیں۔ جو ان کے خانہ ساز ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ "فقہ جعفریہ" ان کی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ اجمالی طور پر ہم نے ان مسائل کے تعارف کے لیے تین فصول باندھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

فصل اوّل

"فقہ جعفریہ" کی بنیاد اور ماخذ چار کتابیں ہیں۔ اصول کافی، تہذیب الاحکام من لایحضرہ الفقیہ اور الاستبصار۔ صاحب استبصار اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (جن کی طرف نسبت کی وجہ سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے) کے مابین تقریباً تین صدیوں کا فاصلہ ہے۔ امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی سے جن لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ وہ ان ائمہ کی زبانی ملعون اور مردود لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی روایت کردہ احادیث سند کے اعتبار سے ناقابلِ اعتبار ہیں۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت سے ان تک کے واسطے صحیح نہیں ہیں۔ یہ بات "فقہ جعفریہ" کے خود ساختہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

Marfat.com

فصل دوم

اس میں اہل تشیع کے ایسے عقائد زیر بحث لائے گئے ہیں۔ جو توحید کے خلاف ہیں۔ اور مشرکانہ نظریات ہیں۔

فصل سوم

یہ فصل حضرات ائمہ اہل بیت کے اُن ارشادات میں ہے۔ جن میں انہوں نے ,,دین چھپانے،، کی تاکید کی۔ اور اس پر نہ عمل کرنے والے کو اپنا قاتل قرار دیا ہے

مسائلِ طہارت کے ضمن میں درج ذیل ابحاث مذکور ہوئیں

فصل اوّل

(۱) پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے مٹکے میں خواہ کتنی ہی نجاست گر پڑے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(۲) استنجاء کے لیے جو پانی استعمال کیا گیا۔ وہ پاک ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کپڑا وغیرہ گر پڑے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(۳) گدھے اور خچر کا پیشاب، ودی اور مذی اور علی جنابت کے لیے استعمال کیا گیا پانی پاک ہے۔

(۴) ہوا خارج ہونے سے وضو میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

Marfat.com

⑤ پردہ صرف قبل اور دُبر کا ہے۔ ان میں سے دُبر خود جوتڑوں میں چھپی ہونے کی وجہ سے پردہ میں ہے۔ اور اگلی شرمگاہ پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے۔ یا بیوی کا ہاتھ رکھے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر کوئی چیز لیپ دی جائے تو بھی پردہ ہو جاتا ہے۔ دُبر میں وطی کرنے سے عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اُسے نہانے کی ضرورت ہے۔

⑥ بول و براز پھرتے وقت قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔

⑦ کُتا یا چوہا اگر گھی یا ہنڈیا میں گر جائے تو اس سے طہارت میں کوئی فرق نہیں آتا

⑧ سور اور کتا، زندہ یا مردہ دونوں حالتوں میں پاک ہے۔

فصل دوم

① تیمم میں مُنہ میں سے صرف ماتھے کا مسح اور ہاتھوں میں سے صرف ہتھیلی کا مسح کرنا کافی ہے۔

② وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا شیعی عقیدہ اور اس کی تردید۔ پاؤں دھونے پر ہر دور کے علماء کا اتفاق رہا۔ نیز وضو میں ترتیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضٰے نے اختیار فرمائی اسی پر اہل سنت کا عمل ہے۔

فصل سوم

اس میں اذان کے مسائل میں سے پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ اذان میں "علی ولی اللہ" بڑھانے والا ملعون، گنہگار اور بدعتی ہے۔ نیز جنبی کے اذان کے جواز پر حوالہ جات مذکور ہیں

Marfat.com

کتاب الصلوۃ

اس موضوع کے ضمن چند مسائل بطور خاص یہ ہیں

فصل اوّل

۱۔ دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی نماز نہیں ٹوٹتی۔

۲۔ لونڈی اور بیوی کو اگر نمازی دورانِ نماز چھاتی سے لگائے۔ تو نماز بدستور قائم رہتی ہے اسی طرح آلۂ تناسل سے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ پلید ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۴۔ دوران نماز لعنت بھیجنا سنتِ ائمہ ہے۔

فصل دوم

۱۔ بے نمازی کی سزا۔ ستر دفعہ حقیقی ماں سے زنا کرنا، ستر پیغمبروں کو شہید کردینا ستر قرآن جلادینا اور سات دفعہ بیت المعمور کو گرانا، نماز نہ پڑھنے سے چھوٹے جرم ہیں۔

۲۔ بے نماز کتے، خنزیر اور کافر سے بدتر ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین نہیں کرنی چاہیئے۔

۳۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت

۴۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنے کا ثبوت۔

چیلنج: حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جو نمازیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کیں۔ اگر کوئی شیعہ یہ ثابت کر دکھائے کہ اپنے وہ نمازیں

Marfat.com

ہاتھ کھلے چھوڑ کر ادا کیں۔ تو اسے دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ نیز اتنا ہی انعام اس شخص کو دیا جائے گا۔ جو یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ان نمازوں کو دوبارہ پڑھا۔ جو ابوبکر صدیق کی اقتداء میں آپ نے ادا فرمائیں۔

فصل سوم

"التحیات للہ والصلوٰت والطیبات"، کے الفاظ کا ثبوت کتب شیعہ سے۔

نماز تراویح شیعہ لوگوں کے نزدیک اگر بدعتِ عمری ہے۔ تو حضرت علی نے اپنے دورِ خلافت میں اسے ختم کیوں نہ کیا۔ حضرت علی ہمیشہ اس کی تعریف کرتے رہے۔ ائمہ اہل بیت ہمیشہ نماز تراویح ادا کرتے رہے۔

فصل چہارم

۱۔ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہونے چاہیں۔

۲۔ مرنے کے فوراً بعد مرنے والے (شیعہ) کے منہ یا آنکھ وغیرہ سے منی نکلتی ہے۔

۳۔ جو بھی میت کو ہاتھ لگا دے۔ اس پر غسل واجب ہے۔

۴۔ غسل دیتے وقت میت کی بغلوں میں لکڑی رکھی جائے اور اس کی ٹانگیں مضبوط باندھ لی جائیں۔

۵۔ جنبی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے شرمگاہ ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔

۶۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں اور رفع یدین کی تردید)

Marfat.com

۷۔ قبر کو چوکور شکل بنانا خلاف شرع ہے۔

کتاب الزکوۃ

۱۔ مروجہ سکہ کے بغیر سونے چاندی پر زکوۃ نہیں۔

کتاب الصوم

۱۔ بیوی یا بیٹی کا تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۲۔ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

کتاب الحج

۱۔ جس کا ختنہ نہ ہو، اس کا حج باطل ہے۔
۲۔ عورت کو حج کرنے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔

کتاب النکاح

۱۔ عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لینا، اس میں انگلی پھیرنا، اس کی دُبر میں وطی کرنا سب جائز ہیں۔
۲۔ خوبصورت سے بلغم ختم ہو جاتی ہے۔
۳۔ معصوم اگر مسجد میں وطی کرے تو جائز ہے۔
۴۔ پیغمبروں کی خصوصیات مُرغ میں بھی پائی جاتی ہیں۔
۵۔ ریشمی کپڑا آلۂ تناسل پر لپیٹ کر محرم عورتوں سے بھی وطی جائز ہے۔
۶۔ ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک طرح جائز اور دوسری

Marfat.com

طرح ناجائز ہے۔

۷۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں تو اس سے حرمت نہیں آتی۔

۸۔ سیدزادی کے ساتھ چوہڑے چمار تک کا نکاح جائز ہے۔

۹۔ کتب شیعہ میں نکاح کے لیے شہادت شرط نہیں۔

۱۰۔ اہل سنت کے ساتھ اہل تشیع نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ شیعہ لوگوں کے نزدیک اہل سنت، یہود و نصاریٰ، حرام زادے اور کتے سے بھی بدتر ہیں۔ لہٰذا سنیوں کو بھی شیعوں سے رشتہ ناطہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

کتاب الحدود

۱۔ رضامندی سے زنا پر کوئی حد نہیں لگ سکتی۔

۲۔ بھول کر نکاح چھوڑ دینے کی صورت میں بھول کر وطی کر لینے سے بھی کوئی حد نہیں لگے گی۔

۳۔ چوری کی حد میں صرف ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

"فقہ جعفریہ" — جلد دوم

"فقہ حنفی" پر لگائے گئے اعتراضات، امام اعظم کی شخصیت پر دھرے گئے الزامات کا تفصیلی تذکرہ، خاص کر غلام حسین نجفی شیعی کی کتاب "حقیقتِ فقہ حنفیہ" کا ترکی بہ ترکی جواب اس جلد کی مخصوص بحثیں ہیں۔

ان اعتراضات والزامات کا ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فقہ حنفی کے ماخذ ثانی یعنی احادیث کے راوی مجروح ہونے کی بناپر

Marfat.com

یہ فقہ بے اصل ہے

۲۔ تاریخ بغداد میں ابو حنیفہ کو کافر لکھا گیا۔ اور ان کا ایمان و اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانا۔

۳۔ ابو حنیفہ کا فتنہ ابلیس اور دجال کے فتنے سے بھی بڑا ہے۔ اس فقہ نے اسلامی مضبوطی کو ختم کر دیا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حنیفہ کی باتوں پر عمل کرنے سے منع کیا ہے

۵۔ ان کی کتاب "کتاب الحیل" نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دکھایا۔

۶۔ ابو حنیفہ کی مجلس درود و سلام سے خالی ہوتی تھی۔ اور ان کے فتاوی حق کے خلاف ہیں۔

۷۔ ابو بکر صدیق کی گواہی کہ ابو حنیفہ نے دین کو بدل ڈالا ہے۔

۸۔ امام اعظم کے جنازے پر پادریوں کا اجتماع

۹۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (ابو حنیفہ)

۱۰۔ باپ کا قاتل اور ماں سے نکاح کرنے والا مومن ہے۔

۱۱۔ ایمانِ ابو بکر صدیق اور ایمانِ ابلیس ایک ہی ہے۔ (معاذ اللہ)

ان اعتراضات والزامات کے علاوہ پچاس کے قریب ایسے ہی لغویات کا جواب اس حصہ میں مذکور ہے۔ اور "تاریخ بغداد" کے حوالہ جات سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان، اور کتب شیعہ سے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی منزلت بیان کی گئی ہے

فقہ جعفریہ جلد سوم

بحث ماتم کو شرح وبسط کے ساتھ اس جلد میں ذکر کیا گیا جس کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

Marfat.com

فصل اول

اہل سنت کے نزدیک حضرات اہل بیت کی تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے

فصل دوم

مروجہ ماتم کے ثبوت پر اہل تشیع کے گیارہ دلائل کا مسکت جواب۔

فصل سوم

قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مروجہ ماتم کی بیخ کنی۔

فصل چہارم

ماتم کس کی ایجاد ہے؟ اس کا فقہی حکم اور انجام کیا ہے؟ مروجہ ماتم پر شیخ قمی کی بحث اور مروجہ ماتم کی تردید۔

فصل پنجم

ماتم کرنے والوں کی نشانیاں۔ (داڑھی چٹ، مونچھیں لمبی، لباس سیاہ اور لوہے کے کڑے) ان علامات کی کتب شیعہ سے تردید۔

فصل ششم

تعزیہ نکالنے کی تاریخ، اس کی شرعی حیثیت اور ذوالجناح برآمد کرنے اور اس کی حقیقت کی تفصیلی بحث۔

Marfat.com

نوٹ:

غلام حسین نجفی شیعی نے ثبوت ماتم پر ایک کتاب بنام "ماتم اور صحابہ" لکھی جس میں اس نے کمال عیاری اور مکاری سے گندی زبان کا سہارا لے کر مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً ستاسی ہذیانات ذکر کیے۔ ہم نے اُن کا پورا محاکمہ کیا۔ اس تفصیلی بحث کے بعد "جواز ماتم" کا قول بالکل بیگانہ بات نظر آئے گی۔

فقہ جعفریہ جلد چہارم = متعہ کی بحث

بحثِ متعہ کو کمال خوبی کے ساتھ درج ذیل فصول میں مکمل کیا گیا ہے

فصل اول متعہ کا رواج زمانۂ جاہلیت سے تھا۔

فصل دوم: کتب اہل سنت سے متعہ کی حقیقت۔

فصل سوم: تعارف متعہ از کتب شیعہ

فصل چہارم: متعہ کے جواز پر اہل تشیع کے چار دلائل اور ان کا دندان شکن جواب

فصل پنجم:

متعہ کے حرام ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے آٹھ دلائل قاہرہ۔

فصل ششم اہل تشیع کے ہاں بے حیائی کے عجیب وغریب طریقے۔

فصل ہفتم:

"جواز متعہ" نامی کتاب میں پچیس کے قریب مذکور اُن مغالطوں اور دھوکہ بازیوں کا بے مثل جواب جو جواز متعہ پر دیئے گئے۔ جن کے مطالعہ کے بعد حرمت میں ہر وہم از خود ختم ہو جاتا ہے

Marfat.com

Marfat.com

شیعہ مذہب

المعروف

جلد دوم

فقہ جعفریہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ حسینیہ

بلال گنج، لاہور

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرا پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

ttps://telegram.me/Tehqiqat

ttps://telegram.me/faizanealahazrat

ttps://telegram.me/FiqaHanfiBooks

ttps://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

ttps://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ttps://archive.org/details/@muhammad_tariq hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

ttp://ataunnabi.blogspot.in

عن علی علیہ السلام قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ

(الاستبصار جلد دوم ص ۱۴۲، الباب المتعہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو پالتو گدھے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو حرام فرمادیا۔

فقہ جعفریہ

جلد دوم

مندرجات

- کتاب النکاح
- کتاب المتعہ
- کتاب الحدود
- کتاب الحظر والاباحۃ

تالیف، مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ ہربنس پورہ ڈبلال گنج لاہور فون ۲۲۷۲۲۸

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ــــــ فقہ جعفریہ جلد دوم
مصنف: ـ ـ ـ ـ محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی
جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور
کتابت ـ ـ ـ راجہ محمد صدیق حضرکیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ
قیمت ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ روپے
مطبع ـ ـ ـ ـ ـ حامد جمیل پرنٹرز لاہور
سن طباعت
اپریل ۱۹۸۹ء

ملاحظہ: فقہ جعفریہ جلد اوّل کے آخر میں دیئے جانے والے تعارف نامہ میں فقہ جعفریہ کی جلدوں کے مضامین کے متعلق دیا جانے والا خاکہ چونکہ قبل از کتابت تھا۔ اِس لیے کتاب کی موجودہ ترتیب اس سے قطعی مختلف ہے۔

Marfat.com

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول محب اولاد بتول سیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

الاہداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانان رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب ساکن مدینہ منورہ۔ خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع مدینہ طیبہ خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کو تمام کیا۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمد علی عفی عنہ

Marfat.com

فہرست مضامین

فقہ جعفریہ جلد دوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	کتاب النکاح	۲۷
۲	فصل اوّل	۲۷
۳	نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلاف	۲۷
۴	اہل سنت و جماعت کا عقیدہ	۲۷
۵	اہل تشیع کا عقیدہ	۲۸
۶	نکاح اور زنا میں فرق ہونا چاہیے	۲۸
۷	گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت کتب شیعہ سے	۳۰
۸	فصل دوم	۳۴
۹	اہل تشیع، اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں۔	۳۴

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸	اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں۔	۱۰
۴۰	ناصبی (سنی) حرام زادے سے بھی زیادہ برا ہے۔	۱۱
۴۱	ناصبی (سنی) کتے سے بھی بدتر ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۲
۴۵	اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔	۱۳
۴۸	فرقہ شیعہ مرتد فرقہ ہے، کتب اہل سنت سے	۱۴
۵۲	**فصل سوم**	۱۵
//	**فقہ جعفریہ سے مسائلِ نکاح،**	۱۶
//	(۱) عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصول لذت کے لیے اس میں انگلی پھیرنا جائز ہے۔	۱۷
۵۵	(۲) بیوی کی خواہشِ نفسانی پوری کرنے کے لیے انوکھی ترکیب	۱۸
۵۷	(۳) بوقتِ جماع "بسم اللہ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی اپنا آلۂ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔	۱۹
۶۰	وطی فی الدبر جائز ہے۔	۲۰
۶۳	ایک بحث: وطی فی الدبر کے جواز پر اہل تشیع کے دلائل۔	۲۱
//	**دلیل اوّل:** امام باقر کی طرف منسوب فتوای	۲۲
۶۴	**دلیل دوم:** امام رضا کی طرف منسوب فتوای	۲۳
۶۶	**نوٹ:** وطی فی الدبر کی حرمت پر کتب اہل سنت سے احادیث	۲۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۵	مسئلہ ششم:	۷۱
۲۶	جب تک عورت کی غلیظ شرمگاہ نہ دیکھی جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی۔	//
۲۷	مسئلہ ہفتم:	۷۲
۲۸	جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فی صد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔	//
۲۹	مسئلہ ہشتم:	۷۳
۳۰	خوبصورت عورت مل جائے تو عورت کی بلغم ختم ہو جاتی ہے۔	//
۳۱	مسئلہ نہم:	۷۶
۳۲	مرد کے آلۂ تناسل کے بڑا ہونے کی حکایت۔	//
۳۳	مسئلہ دہم:	۷۹
۳۴	مسجد میں پنج تن پاک کے لیے جنبی ہونا (وطی کرنا) جائز ہے۔	//
۳۵	مسئلہ یازدہم:	۸۳
۳۶	سیدہ فاطمہ کے زفاف پر ستر ہزار فرشتوں نے تکبیر کہی۔	//
۳۷	مسئلہ دوازدہم	۸۷
۳۸	کثرت سے جماع کرنا انبیاء کی سنت ہے۔	//
۳۹	مسئلہ سیزدہم:	۹۱
۴۰	مرغ میں پیغمبروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں۔ اس سے تم بھی یہ عادتیں سیکھو۔ ان میں سے ایک عادت کثرتِ جماع بھی ہے۔	//

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۱	مسئلہ چہاردہم:	۹۴
۴۲	جنت میں سب سے زیادہ لذیذ نعمت جماع ہے۔	//
۴۳	مسئلہ پنجدہم:	۹۶
۴۴	جماع کے لیے لونڈی ادھار پر دینا جائز ہے۔	//
۴۵	مسئلہ ششدہم:	۹۸
۴۶	محرم عورتوں سے کے ساتھ لف حریر کی صورت میں جائز ہے۔	//
۴۷	لف حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعی کا ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔	۱۰۰
۴۸	ابو حنیفہ شیعی کا فقہی مقام، شیعہ کتب کے حوالے سے	۱۰۰
۴۹	مسئلہ ہفدہم:	۱۰۱
۵۰	ماں بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز ہے۔	۱۱۱
۵۱	مسئلہ ہشدہم:	۱۱۶
۵۲	باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے جماع کریں یا ساس سے وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں فرق نہیں آتا۔	//
۵۳	مسئلہ نہم دہم:	۱۱۸
۵۴	اجنبی مرد کا نطفہ اگر عورت اپنے رحم میں ڈال لے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ شرعی اولاد ہے۔	//
۵۵	مسئلہ ۲۰:	۱۱۹
۵۶	بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ کی موجودگی میں اور بھتیجی کے ساتھ اس کی چچی کی موجودگی میں نکاح کرنا درست ہے۔	//

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۷	مذکورہ دونوں نکاح عندالاحناف باطل وحرام ہیں (حوالہ جات)	۱۲۰
۵۸	مسئلہ ۲۱ :	۱۲۴
۵۹	غلات سے مناکحت جائز نہیں۔	//
۶۰	علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ مالك يوم الدين وغیرہ صفات الٰہیہ کے مالک تھے۔	۱۲۷
۶۱	حضرت علی المرتضےٰ میں نبوت رسالت اور خلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔	۱۲۹
۶۲	مسئلہ ۲۲ :	۱۳۲
۶۳	میاں بیوی کے درمیان کفو ضروری نہیں۔	//
۶۴	نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو نہ ہونے پر علامہ حائری شیعی کے دلائل۔	۱۳۷
۶۵	احناف کے نزدیک غیر سید کا سیدزادی سے نکاح خلاف کفو ہے۔	۱۵۲
۶۶	مسئلہ ۲۳ :	۱۵۷
۶۷	عدم وطی کی شرط پر نکاح۔	//
۶۸	مسئلہ ۲۴ :	۱۶۱
۶۹	بعض شیعہ فرقے یہ کہتے ہیں۔ کہ امام کو مان لو پھر ہر حرام حلال ہو جائے گا۔	//
۷۰	مسئلہ ۲۵ :	۱۶۲
۷۱	ایک شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ امام جعفر خدا اور ابوالخطاب ان کا رسول ہے۔	

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۶۵	مسئلہ ۲۶:	۷۲
//	ایک شیعہ فرقہ "معمریہ" تنسیخ کا قائل ہے۔	۷۳
۱۶۸	مسئلہ ۲۷:	۷۴
//	علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کافر ہیں۔	۷۵
۱۷۴	کتاب المتعہ	۷۶
۱۷۷	فصل اوّل	۷۷
//	حقیقت متعہ کتب اہل سنت سے۔	۷۸
//	عقد متعہ اور عقد موقت میں فرق۔	۷۹
//	عقد موقت	۸۰
۱۷۹	عقد متعہ	۸۱
//	حدیث حلت	۸۲
۱۸۰	حدیث حرمت	۸۳
۱۸۱	حدیث حلت و حرمت ۱	۸۴
//	حدیث حلت و حرمت ۲	۸۵
۱۸۲	حدیث حرمت	۸۶
//	حدیث حرمت	۸۷
۱۸۳	حاصل کلام	۸۸
۱۸۵	فصل دوم:	۸۹

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۸۵	کتب شیعہ کے آئینہ میں تعارف متعہ	۹۰
"	عبارت تحفۃ العوام: "متعہ کے الفاظ کیا ہوتے ہیں؟"	۹۱
۱۸۶	عبارت استبصار: "متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں اولاد حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا"	۹۲
۱۸۷	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں	۹۳
"	عبارت فروع کافی: ایک مرد بیک وقت ہزار عورتوں کی متعہ کے لیے بکنگ کر سکتا ہے۔	۹۴
۱۸۸	عبارت فروع کافی: عورت سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آیا تم شادی شدہ ہو؟ بس فوراً متعہ کرو اور چلتے بنو۔	۹۵
۱۸۹	عبارت تہذیب الاحکام: کنجری سے متعہ کیا جا سکتا ہے۔	۹۶
۱۹۱	عبارت من لایحضرہ الفقیہ: متعہ والی عورت کا اگر کہیں پکا نکاح ہو جائے تو بھی متعہ کی مقررہ مدت تک اس سے متعہ ہو تا رہے گا۔	۹۷
۱۹۲	عبارت فروع کافی: متعہ میں حرمتِ غلیظہ کا کوئی سوال نہیں۔	۹۸
۱۹۳	عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت پر کوئی عدت نہیں (فوراً دوسرا مرد متعہ کر سکتا ہے)	۹۹
۱۹۴	عبارت فروع کافی "متعہ صرف یہ ہے کہ کتنی دیر اور کتنے پیسے"؟	۱۰۰
۱۹۵	عبارت فروع کافی: مٹھی بھر گندم پر بھی متعہ ہو سکتا ہے۔	۱۰۱
"	عبارت تہذیب الاحکام: سید زادیوں سے بھی شیعہ ہو سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۰۲
۱۹۶	عبارت تہذیب الاحکام: متعہ میں کسی کو بتلانے کی ضرورت نہیں (چپکے چپکے)	۱۰۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۴	مذکورہ عبارات سے متعہ کے متعلق فقہ جعفریہ کے کیا مسائل ثابت ہوئے۔	۱۹۴
۱۰۵	فصل سوم	۱۹۹
۱۰۶	حلت متعہ پر شیعی دلائل اور ان کے جوابات۔	//
۱۰۷	دلیل اول	//
۱۰۸	آیت قرآنیہ فما استمتعتم الخ۔	//
۱۰۹	جواب اول : پوری آیت پر غور کرو۔	۲۰۰
۱۱۰	جواب دوم : آیت مذکورہ کی ترکیب سے کیا معنی پیدا ہوتا ہے۔	۲۰۲
۱۱۱	جواب سوم : استمتعتم سے مراد مطلق نفع اٹھانا ہے۔ قرآنی شواہد	۲۰۳
	قرارت ابی بن کعبؓ کا جائزہ	۲۰۷
۱۱۲	ایک بنیادی اعتراض اور اس کے جوابات۔	۲۱۲
۱۱۳	حلت متعہ پر شیعوں کی دوسری دلیل	۲۱۴
۱۱۴	(حلت متعہ پر مسلم شریف کی حدیث)	//
۱۱۵	حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل؛	۲۱۸
۱۱۶	آیت استمتاع سے ابن عباس رض کا حلت متعہ پر استدلال از تفسیر طبری	//
۱۱۷	جواب ۱	۲۱۹

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۱۹	حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پرزور تردید کی اور انہیں سمجھایا (مسلم)	۱۱۷
۲۲۲	ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواز متعہ سے رجوع، بحوالہ ترمذی و بیہقی	۱۱۸
۲۲۶	جواب ۲:	۱۱۹
//	تفسیر ابن عباس رض سے آیت استمتاع کی تفسیر	۱۲۰
۲۲۸	حضرت ابن عباس رض کے رجوع پر تفسیر کبیر کی صاف عبارت	۱۲۱
۲۲۹	حلت متعہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل	۱۲۲
//	(اعلانِ عمر فاروق، دور نبوی میں ہونے والے متعہ کو میں حرام قرار دے رہا ہوں)	۱۲۳
۲۳۱	جواب اول:	
//	(عمر فاروق کا تحریم متعہ کو اپنی طرف منسوب کرنا مجازاً ہے۔)	۱۲۴
۲۲۶	جواب دوم:	۱۲۵
//	(صحابہ کا حرمتِ متعہ پر اجماع)	۱۲۶
۲۳۹	ایک اعتراض	۱۲۷
//	ابو بکر صدیق کی بیٹی اسماء کہتی ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں (نسائی طحاوی)	۱۲۸
۲۴۰	جواب:	۱۲۹
//	جو اس حدیث کی سند کہیں سے دکھا دے بیس ہزار روپے انعام لے۔	۱۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳۱	تفسیر مظہری میں اس کے بجائے حرمت متعہ پر اجماع مذکور ہے۔	۲۴۱
۱۳۲	مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک روایت اور اس کا جواب۔	۲۴۲
۱۳۳	مجمع البیان کی عبارت اور اس کی توضیح۔	۲۴۳
۱۳۴	**حلت متعہ پر اہل تشیع کی پانچویں دلیل۔**	۲۴۶
۱۳۵	(شیعوں کا اپنی کتب سے متعہ کو سنت رسول ثابت کرنے کی کوشش)	"
۱۳۶	حلت متعہ پر سنتِ قولی از وسائل الشیعہ	"
۱۳۷	جواب اول تا سوم۔	۲۴۹
۱۳۸	حلتِ متعہ پر سنتِ فعلی۔ از وسائل الشیعہ	۲۵۱
۱۳۹	جواب:	۲۵۳
۱۴۰	لمحہ فکریہ:	۲۵۵
۱۴۱	مسئلہ متعہ پر اہل تشیع کی دورنگی۔	۲۶۰
۱۴۲	متعہ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ۔ (امام باقر)	"
۱۴۳	عراق لبنان اور شام میں شیعہ متعہ کو دین کے چہرے پر بدنما داغ سمجھتے ہیں۔	۲۶۱
۱۴۴	متعہ زنا کی حد ختم کر دیتا ہے۔	۲۶۳
۱۴۵	**فصل چہارم:**	۲۶۶
۱۴۶	حرمت متعہ پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔	"

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۷	دلیل ۱ آیت ۱ :	۲۶۶
۱۴۸	ولیستعفف الذین الخ	//
۱۴۹	دلیل ۲ آیت ۲ :	//
۱۵۰	ومن لم یستطع منکم طولاً الخ	//
۱۵۱	دلیل ۳ آیت ۳ :	۲۶۷
۱۵۲	والذین ھم لفروجھم الخ	//
۱۵۳	حاصل کلام :	۲۶۸
۱۵۴	روایت علی اور اس کی شیعی تاویل کا رد	۲۶۹
۱۵۵	آیت ۳ کی تشریح تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان سے	۲۷۰
۱۵۶	دلیل ۴ آیت ۴ :	۲۷۱
۱۵۷	یاایھاالنبی اناحللنالک الخ	//
۱۵۸	دلائل کتب شیعہ برحرمت متعہ	۲۷۳
۱۵۹	دلیل ۱ فروع کافی :	//
۱۶۰	متعہ کرکے ملعون نہ بنو۔ حضرت علی کا ارشاد	//
۱۶۲	دلیل ۲ فروع کافی :	۲۷۵
۱۶۳	متعہ کے بارہ میں ایک عام شخص نے امام باقر کو لاجواب کر دیا۔	//
۱۶۴	کیا امام باقر رض نے واقعی مباہلہ سے فرار اختیار کیا تھا؟	۲۷۷
۱۶۵	دلیل ۳ فروع کافی :	۲۷۹
۱۶۶	امام جعفر رض نے فرمایا متعہ سے باز آجاؤ یہ بے حیائی ہے۔	//

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	دلیل ۱۲ استبصار:	۱۶۷
۲۸۰	حضرت علی کا فرمان۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کا گوشت اور	۱۶۸
〃	متعہ کو حرام قرار دیا تھا۔	
۲۸۳	**فصل پنجم**: از صفحہ ۲۸۳ تا ۳۱۶ صفحہ	۱۶۹
〃	شیعہ حضرات کے نزدیک بے حیائی کے انوکھے طریقے	۱۷۰
	بے حیائی کی حد ہو گئی۔	۱۷۱
۳۱۷	**فصل ششم**:	۱۷۲
〃	شیعہ کتب سے متعہ کی فضیلتیں اور برکتیں	۱۷۳
〃	متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔	۱۷۴
۳۲۰	آیت فما استمتعتم کے تحت تفسیر منہج الصادقین میں مذکور فضائل متعہ کی روایات۔	۱۷۵
۳۲۴	متعہ میں ہر بوسے پر حج اور عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا اجر۔	۱۷۶
۳۲۸	متعہ سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔	۱۷۷
۳۳۱	متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بلندی حاصل ہوتی ہے۔	۱۷۸
۳۳۲	متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرہ سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے جو اس کے لیے تا قیامت مغفرت مانگیں گے۔	۱۷۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۰	لمحہ فکریہ۔	۳۴۴
۱۸۱	فصل ھفتم:	۳۴۵
۱۸۲	اثیر جاڑوی شیعی کی تصنیف "جواز متعہ" کی کذب بیانیاں اور ان کا رد۔	//
۱۸۳	کذب بیانی اور دھوکہ ۱:	۳۳۷
۱۸۴	اثیر جاڑوی ص۱۰ سے ص۱۷ قرآنی آیات سے جواز متعہ پر پانچ دلائل اور ان کے جوابات۔	//
۱۸۵	دھوکہ اور کذب بیانی ۲:	۳۴۷
۱۸۶	تفسیر طبری کی عبارت سے جواز متعہ ثابت کرنے کی کوشش۔	//
۱۸۷	جواب تین امور۔	۳۵۴
۱۸۸	دھوکہ اور کذب بیانی ۳:	۳۶۰
۱۸۹	حرمت متعہ والی سنی روایات پر بے جا تنقید	//
۱۹۰	جواب:	۳۶۱
۱۹۱	میزان الاعتدال سے معاویہ بن صالح کی شخصیت۔	۳۶۳
۱۹۲	دھوکہ اور کذب بیانی ۴:	۳۶۹
۱۹۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۵:	۳۷۶
۱۹۴	حرمت متعہ والی روایات متواتر نہیں۔	//
۱۹۵	ابن رشد کی سیرت۔	۳۷۷
۱۹۶	حدیث متواتر کی بحث۔	۳۷۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۷	دھوکا اور کذب بیانی نمبر ۶ :	۳۸۲
۱۹۸	حرمت متعہ والی حضرت علی کی روایت کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔	//
۱۹۹	جواب :	۳۸۴
۲۰۰	سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت حال۔	//
۲۰۱	تدلیس کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔	۳۸۶
۲۰۲	دھوکا اور کذب بیانی نمبر ۷ :	۳۹۱
۲۰۳	جواز متعہ پر طبری کی ایک عبارت۔	//
۲۰۴	جواب۔ چیلنج۔	۳۹۳
۲۰۵	دھوکا اور کذب بیانی نمبر ۸ :	//
۲۰۶	حرمت متعہ والی حدیث صحیحین میں تضاد، اور حضرت علی سے حرمت متعہ پر کسی بھی قول کے نہ ہونے کا دعوی۔	۳۹۶
۲۰۷	دھوکا اور کذب بیانی نمبر ۹ :	۴۰۴
۲۰۸	حرمت متعہ والی حدیث مسلم پر تنقید۔	//
۲۰۹	دھوکا اور کذب بیانی نمبر ۱۰ :	۴۱۰
۲۱۰	حرمت متعہ والی حدیث مسلم پر تنقید۔	//
۲۱۱	دھوکا اور کذب بیانی نمبر ۱۱ :	۴۱۸
۲۱۲	امام نووی اور امام فخر الدین کی آراء میں تناقض ثابت کرنے کی کوشش	//
۲۱۳	دھوکا اور کذب بیانی نمبر ۱۲ :	۴۲۴
۲۱۴	آیت استمتاع سے استنباط۔	//

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۵	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳:	۴۴۲
۲۱۶	دعویٰ کی منسوخیت آیت۔	//
۲۱۷	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۴:	۴۴۷
۲۱۸	حرمت متعہ کب تک	//
۲۱۹	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۵:	۴۷۱
۲۲۰	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۶:	۴۸۱
۲۲۱	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۷:	۴۹۳
۲۲۲	سکوتِ صحابہ۔	//
۲۲۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۸:	۵۰۰
۲۲۴	جابر بن عبداللہ صحابی نے جوازِ متعہ کا اعلان کیا۔	//
۲۲۵	جابر بن عبداللہ اور متعہ کی منسوخی۔	۵۰۴
۲۲۶	حضرت عبداللہ بن مسعود رضا اور متعہ کی منسوخی۔	۵۰۵
۲۲۷	ابی بن کعبؓ اور ابن عباس رضا کی قرأت شاذہ ہے۔	۵۰۶
۲۲۸	ابو سعید خدری رضا کی جوازِ متعہ والی روایت مجروح ہے۔	۵۰۸
۲۲۹	دھوکہ اور کذب بیانی ۱۹:	۵۱۰
۲۳۰	عبداللہ بن زبیر متعہ کی پیداوار تھے۔ راغب اصفہانی۔	//
۲۳۱	راغب اصفہانی غالی شیعہ ہے۔ بحوالہ کتب شیعہ۔	۵۱۲
۲۳۲	سلمہ بن امیہ، معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے دعویٰ حلتِ متعہ کی حقیقت۔	۵۲۰ ۵۲۶
۲۳۳	دھوکہ اور کذب بیانی ۲۰: حرمت متعہ والی روایات باہم متضاد ہیں۔	//

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۳۳	دھوکا اور کذب بیانی ۲۱:	۲۳۴
//	حاصل مطالعہ	۲۳۵
۵۳۸	دھوکا اور کذب بیانی ۲۲:	۲۳۶
//	ابن لؤلؤ کے ساتھ شیخ مفید کا جوازِ متعہ پر مناظرہ۔	۲۳۷
۵۴۳	دھوکا اور کذب بیانی ۲۳:	۲۳۸
//	متعہ والی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونڈی بحث۔	۲۳۹
	کتاب الحدود	
۵۵۱	شرعی حدود کے متعلق فقہ جعفریہ کے انوکھے مسائل	۲۴۰
//	**حد زنا:**	۲۴۱
۵۵۳	مسئلہ ۱: گواہی کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔	۲۴۲
۵۵۴	مسئلہ ۲: عقد نکاح کیے بغیر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی حد نہیں۔	۲۴۳
۵۵۶	مسئلہ ۳: ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے۔	۲۴۴
۵۶۰	**حد سرقہ:**	۲۴۵
//	صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں۔	۲۴۶
۵۶۱	چوری پر صرف انگلیاں کاٹنے کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۲۴۷
//	دلیل اول:	۲۴۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۹	دوسری دلیل۔	۵۶۸
۲۵۰	تیسری دلیل۔	۵۷۲
۲۵۱	چوری کے جرم پر کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر اہل سنت کے دلائل۔	۵۷۸
۲۵۲	زند کا کتب لغت سے معنیٰ۔	۵۸۶
۲۵۳	رُسغ کی تحقیق۔	۵۸۸
۲۵۴	دو اشکال اور ان کا جواب۔	۵۸۹
۲۵۵	قطع ید کی حکمت۔	۵۹۴
	کتاب الحظر والاباحۃ	۵۹۷
۲۵۶	حلت وحرمت سے متعلق فقہ جعفریہ کی خصوصی رعائتیں۔	
۲۵۷	فقہ جعفریہ میں گدھا حلال ہے۔	۵۹۸
۲۵۸	گھوڑے کا گوشت کھانا سنت رسول ہے۔	۶۰۰
۲۵۹	فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے۔	۶۰۲
۲۶۰	فقہ جعفریہ میں کتا بھی حلال ہے۔	۶۰۵
۲۶۱	ساڑھے گیارہ تولہ خون اگر ہنڈیا میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتی۔	۶۰۷
۲۶۲	ہنڈیا میں چوہا گر جانے سے نجاست نہیں آتی۔	۶۱۰
۲۶۳	سنی کی دوکان سے خریدا ہوا حلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے۔	۶۱۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۶۴	**ایک بحث**	۶۱۷
۲۶۵	مچھلی کے حلال وحرام ہونے کے بارہ میں شیعہ سنی نظریہ۔	//
۲۶۶	ہر قسم کی مچھلی حلال ہے۔ (سنی)	//
۲۶۷	صرف چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔ باقی سب حرام ہیں (شیعہ)	//
۲۶۸	ضروری نوٹ:	۶۱۸
۲۶۹	نبی شرعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا۔	۶۱۹
۲۷۰	مچھلی کے حلال وحرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے مختلف فتوے۔	۶۲۲
۲۷۱	۱: حضرت علی کے نزدیک مچھلی کی بہت سی اقسام حرام ہیں صرف چھلکے دار مچھلی حلال ہے۔	//
۲۷۲	۲: امام جعفر کے نزدیک جری مچھلی کے علاوہ کوئی مچھلی مکروہ نہیں	۶۲۴
۲۷۳	۳: جریث نامی مچھلی مکروہ ہے، امام جعفر،	//
۲۷۴	۴: سب مچھلیاں حلال ہیں۔ امام جعفر،	۶۲۵
۲۷۵	لمحہ فکریہ:	۶۲۶
۲۷۶	مچھلی کی تمام اقسام کی حلت پر اہل سنت کے دلائل۔	۶۲۹
۲۷۷	دلیل اول:	//
۲۷۸	حدیث پاک کی عمومیت	//
۲۷۹	دلیل دوم:	۶۳۰
۲۸۰	حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جریث کو حلال فرمایا۔	//

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۸۱	محاکمہ:	۴۲۳
۲۸۲	**دوسری بحث:**	۴۲۴
۲۸۳	خرگوش کی حلت و حرمت میں شیعہ سنی اختلاف۔	"
۲۸۴	خرگوش کے حرام ہونے پر شیعوں کی طرف سے تین وجوہ۔ وسائل الشیعہ کی عبارت:	"
۲۸۵	جواب وجہ اول:	۴۲۵
۲۸۶	جواب وجہ ثانی:	۴۲۷
۲۸۷	جواب وجہ ثالث:	۴۲۷
۲۸۸	خرگوش کی حلت پر اہل سنت کے دلائل۔	۴۴۲
۲۸۹	ماخذ و مراجع	۴۴۷

Marfat.com

ہماری نئی علمی و تحقیقی پیش کش

الدعا بعد صلوۃ الجنازہ

نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن وسنت کے دلائل کا بیش بہا خزینہ

مصنفہ

قاری محمد طیب صاحب ۔ نبیرۂ مناظر اسلام علامہ محمد علی صاحب

مصنف

تحفہ جعفریہ — عقائد جعفریہ — فقہ جعفریہ

ناشر

مکتبہ نوریہ حسینیہ ۔ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

Marfat.com

كتاب النكاح

Marfat.com

کتاب النکاح

اس بحث میں ہم تین فصلیں لکھیں گے تاکہ نکاح اور اس کے متعلقات کی تفصیلی گفتگو ہو سکے فصل اول میں "حقیقت نکاح" موضوع ہوگا۔ پھر اسی ضمن میں شیعہ سنی اختلاف بمعہ حوالہ جات مذکور ہوگا۔ دوسری فصل میں اہل سنت اور اہل تشیع کی باہمی مناکحت کی بحث ہوگی۔ (انشاء اللہ) اور فصل سوم میں مسائل نکاح ہیں۔

فصل اول

نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلاف

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

ہر دو مسلمان (جن میں ایک مرد اور دوسری عورت ہو) کہ جن کے مابین رشتۂ ازدواجیت کے انعقاد کی شرعی رکاوٹ نہ ہو خود وہ یا اُن کے ولی کم از کم

Marfat.com

دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کریں۔ اور اس ایجاب وقبول میں کسی مقررہ میعاد کا دخل نہ ہو۔ عقد شرعی،، کہلاتا ہے۔ جس کے بعد مرد کی حیثیت خاوند کی اور عورت کی حیثیت اس کی زوجہ کی ہو جاتی ہے۔

اہل تشیع کا عقیدہ

مرد اور عورت آپس میں ایجاب وقبول کریں۔ تو عقد ہو گیا۔ دو گواہ ہوں تب بھی درست اور نہ ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ایجاب وقبول مخصوص وقت تک کے لیے کیا۔ تو بھی عقد صحیح ہو گا۔ لیکن اس کو "عقد متعہ،، کہیں گے۔ اور اگر وقت و میعاد سے کوئی پابندی نہیں۔ تو بھی صحیح لیکن اس قسم کے نکاح کو "عقد دائمی" کہا جائے گا۔

زنا اور نکاح میں فرق ہونا چاہیئے

ایک مرد اور ایک عورت اگر تنہائی میں اپنی جنسی خواہشات پوری کرتے ہیں تو اس کی عام طور پر دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کا پہلے سے عقد شرعی ہو چکا ہے۔ اور دوسری صورت یہ کہ وہ اس سے قبل "عقد شرعی،، کے بندھن سے آزاد ہیں۔ پہلی صورت میں نہ شرعاً جرم اور نہ عرفاً وعادۃً وعقلاً ناجائز، دوسری صورت میں اگرچہ باہمی رضامندی سے ہو یا اکراہ وجبر سے بہر حال شرعاً زنا ہے۔ اور عرفاً و عادۃً اس کو ناجائز وحرام کہا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں خواہشات نفسانیہ کی تکمیل ہے۔ پھر ایک کو واجب الحد اور دوسرے کو ادائیگی حق کیوں قرار دیا گیا؟ اگر سوچا جائے۔ تو حقیقت یوں سامنے آئے گی۔ کہ ان دونوں میں حد فاصل اور باہم امتیاز دینے والی اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ "شہادت،، اور پابندی وقت

Marfat.com

سے آزادی،، ہی دو چیزیں ہیں۔

اسی لیے اگر دو گواہوں (شہادت) کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں ایجاب و قبول کریں۔ تو تنہائی میں وطی سے قبل دونوں ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر اس پر کوئی لعن طعن نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ "عقد،، ہو جانے کے بعد جو کچھ ہوا سو ہوا۔ یونہی اگر مخصوص وقت تک نکاح جائز ہو۔ تو پھر بھی ایسے جوڑے کو کسی قسم کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے طریقہ نکاح میں اور زنا میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔ بلکہ صرف نیت ہی مابہ الامتیاز ہے۔ یعنی وطی اور بدمعاشی سے قبل دونوں نے نیت ایجاب و قبول کر لی۔ (جو ہر ہی جاتی ہے) تو کوئی جرم نہ ہوا۔ نہ گواہوں کی ضرورت اور نہ ہمیشہ کے لیے بیوی بنانا ضروری۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی شیعہ اس حقیقتِ نکاح کے پیش نظر نہ زانی ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو زنا کی حد دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ وہ جواب دعویٰ میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک نہ گواہ ضروری۔ نہ علی الدوام زوجیت کی قید۔ اس لیے ہم دونوں نے گواہوں کے بغیر چند منٹوں کے لیے چند ٹکوں کے عوض ایجاب و قبول کر لیا تھا۔ لہذا ہم زنا کے مرتکب نہیں ہوئے اس لیے اس کی حد ہم پر جاری نہیں ہو سکتی۔

یہ جو کچھ ہم نے لکھا محض عقلی صغریٰ کبریٰ بنا کر دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک (پاکستان) میں بہت سے شہروں میں اسی قسم کے نکاح ہوتے ہیں۔ اور ان میں بننے والی بیویاں اپنی دوکانیں سجائے نت نئے خاوند کے انتظار میں گھڑیاں بسر کرتی ہیں۔ ان کو اس کاروبار کے لیے باقاعدہ لائسنس جاری ہوتے ہیں۔ جن میں ایک شرط یہ بھی لکھنا پڑتی ہے۔ کہ ہم اس دھندے کو اپنے مذہب میں جائز سمجھتی ہیں۔ تبھی تو

Marfat.com

ان اڈوں کی رونق بننے والی کسی عورت کو حدِ زنا نہیں لگائی جاتی۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نکاح اور زنا میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اگر ہو بھی تو بچ نکلنے کے بہانے موجود ہیں۔

ہم یہ بھی واضح کر دیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ بغیر گواہوں کے ہم نکاح کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ محض ہم پر الزام ہے۔ مسلک شیعہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ ہی ائمہ اہل بیت سے اس قسم کی کوئی روایت موجود ہے۔ تو ہم خود ان کی کتب سے دو چار روایات ایسی پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے یہ پتہ چل جائے گا۔ کہ یہ الزام ہے یا حقیقت حال؟

"دو گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت" کتب شیعہ سے

فروع کافی:

عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ اَعْيُنٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ امْرَاَةً بِغَيْرِ شُهُوْدٍ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِتَزْوِيْجِ اَلْبَتَّةَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللهِ اِنَّمَا جُعِلَ الشُّهُوْدُ فِيْ تَزْوِيْجِ اَلْبَتَّةَ مِنْ اَجْلِ الْوَلَدِ لَوْلَا ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهٖ

Marfat.com

بَأْسَ۔

(فروع کافی جلد ۵ صفحہ نمبر ۳۸۷
کتاب النکاح باب التزویج
بغیر بینۃ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ بن اعین کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتا ہے (کیا یہ نکاح جائز ہے؟) فرمایا۔ اللہ اور اس کے نکاح کرنے والے کے درمیان اس نکاح کے منعقد ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نکاح یقیناً ہو گیا۔ گواہوں کو تو نکاح میں صرف اولاد کی خاطر ضروری رکھا گیا ہے۔ اگر اولاد کا معاملہ درمیان میں نہ ہو۔ تو گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ
اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً
وَلَمْ يُشْهِدْ فَقَالَ اَمَّا فِيْمَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ
فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَلٰكِنْ
اِنْ اَخَذَهُ سُلْطَانٌ جَائِرٌ

Marfat.com

عَاقِبَہٗ۔

(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد۳ص۲۵۱
باب الولی والشہود والخطبۃ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مسلم بن بشیر حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ میں نے امام موصوف سے ایک ایسے مرد کے متعلق پوچھا۔ جس نے ایک عورت سے شادی رچائی۔ لیکن کوئی گواہ نہ بنایا (کیا اس کا نکاح ہو گیا؟) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس نکاح کرنے والے کے مابین کوئی حرج نہیں ہے۔ (کیونکہ عنداللہ یہ نکاح درست ہے۔) لیکن اگر یہ شخص کسی ظالم حکمران کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو وہ اسے ضرور سزا دے گا۔

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَتِ الْبَیِّنَۃُ فِی النِّکَاحِ لِاَجْلِ الْمَوَارِیْثِ۔

(تہذیب الاحکام جلد۷ص۲۴۸
باب تفصیل احکام النکاح مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا نکاح میں گواہ تو اس لیے رکھے گئے ہیں تاکہ اولاد کی وراثت میں

Marfat.com

کوئی جھگڑا نہ پڑے۔(ورنہ گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے)

لمحہ فکریہ:

مذکورہ تین عدد حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ

۱۔ مسلک شیعہ میں نکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۔ ضرورت صرف اس صورت میں پڑے گی۔جب اولاد کے لیے میراث کا معاملہ حل کرنا مقصود ہو۔

۳۔ گواہوں کے بغیر نکاح کرنے والا اللہ کے نزدیک مجرم نہیں

۴۔ اگر کوئی حاکم وقت اس کو سزا دے۔ تو وہ ظلم ہوگا۔

آپ ان امور کو بار بار پڑھیں۔ پھر موازنہ کریں۔کہ زنا اور شیعی نکاح میں کیا فرق ہے یہ ایک بدیہی امر ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ کے پیش نظر صرف شہوت رانی ہوتی ہے حصول اولاد کا تصور تک نہیں ہوتا۔جب اولاد مقصود ہی نہیں۔ تو ان کی میراث کا مسئلہ کہاں سے آئے گا۔ یہی اولاد تھی۔ کہ جس کی خاطر گواہوں کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا۔ لہذا یہ (زنا) بھی ان کے ہاں عنداللہ نکاح ہوگیا۔ پھر نکاح کرنے والے جوڑے پر حد لگانے والا وقعی ظالم ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

فصل دوم

اہل تشیع" اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں

اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت دائرہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ لہٰذا انہیں رشتہ دینا یا اُن کا رشتہ لینا قطعاً حرام ہے۔ اس کے علاوہ نہ اہل سنت کا ذبیحہ کھایا جائے اور نہ ہی ان کے ساتھ مشترکہ یا ہمسائیگی کے طور پر رہائش رکھی جائے۔ اس عقیدہ کے ثبوت میں ان کی کتب سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

الاستبصار:

عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْعَارِفَةِ هَلْ اُزَوِّجُهَا النَّاصِبَ فَقَالَ لَا لِاَنَّ النَّاصِبَ كَافِرٌ قَالَ فَاُزَوِّجُهَا الرَّجُلَ غَيْرَ النَّاصِبِ وَلَا الْعَارِفِ فَقَالَ

Marfat.com

غَيْرُهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ ۔

(الاستبصار جلد ۳ ص ۱۸۴ باب
تحریم النکاح الناصبة
المشهورة بذالك مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:
فضیل بن یسار نے کہا، میں نے امام ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا کسی جانی پہچانی شیعہ عورت کا نکاح کسی ناصب (سنی) سے کر دوں فرمایا نہیں۔ کیونکہ ناصبی (سنی) کافر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا ایسی عورت کا نکاح کسی غیر ناصب (غیر سنی) یا ان جان سے کر دوں۔ فرمایا۔ ناصب (سنی) کے علاوہ ہر آدمی مجھے اس سے بہتر نظر آتا ہے۔ (لہذا اس سے بیاہنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

تہذیب الاحکام:
عَنْ فُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا يَتَزَوَّجُ الْمُؤْمِنُ النَّاصِبَةَ الْمَعْرُوْفَةَ ۔

(ا۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۳۰۲
فیمن یحرم نکاحہن الخ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)
دو حوالے اگلے صفحہ پر ہیں۔

Marfat.com

(۲۔فروع کافی جلد ۵ ص ۳۴۸
كتاب النكاح باب
مناكحة النصاب۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۳۔الاستبصار جلد ۳ ص ۱۸۳
باب تحریم النكاح
الناصبة۔مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:
فضیل بن یسار نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔کہ امام نے فرمایا۔کوئی صاحبِ ایمان (شیعہ مرد) کسی ایسی عورت سے ہرگز شادی نہ رچائے۔جو ناصبیہ (سنیہ) ہونے میں مشہور ہو۔

فروع کافی:
عَنْ فُضَیْلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ نِکَاحِ النَّاصِبِ فَقَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا یَحِلُّ۔

(فروع کافی جلد ۵ ص ۳۵۰ کتاب
النکاح باب مناکحۃ النصاب
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتا ہے۔کہ میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے پوچھا۔ کیا ناصب (سنی) مرد شیعہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ہرگز حلال نہیں ہے۔

الاستبصار:

عَنْ فُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ذُكِرَ النَّاصِبُ فَقَالَ لَا تُنَاكِحْهُمْ وَلَا تَأْكُلْ ذَبِيْحَتَهُمْ وَلَا تَسْكُنْ مَعَهُمْ۔

(۱۔ الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۸۴
باب تحریم نکاح الناصبۃ الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۳۰۲
فی من یحرم نکاحهن الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

فضیل بن یسار روایت کرتا ہے۔ کہ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے ناصب (اہل سنت) کی بات چیت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان سے نہ نکاح کرو۔ نہ انہیں نکاح دو۔ اور نہ ان کا ذبح کیا ہوا جانور کھاؤ۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش اختیار کرو۔

Marfat.com

”اہل سنت“ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں

فروع کافی:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَنَانٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلَهٗ اَبِیْ وَاَنَا اَسْمَعُ عَنْ نِكَاحِ الْيَهُوْدِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ فَقَالَ نِكَاحُهُمَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نِكَاحِ النَّاصِبِيَّةِ وَمَا اَحَبُّ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَتَزَوَّجَ الْيَهُوْدِيَّةَ وَلَا النَّصْرَانِيَّةَ مَخَافَةً اَنْ يَتَهَوَّدَ وَلَدُهٗ اَوْ يَتَنَصَّرَ۔

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۵۱
کتاب النکاح باب
مناکحۃ النصاب مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ میرے والد نے حضرت امام موصوف سے یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنے کے متعلق پوچھا۔ اور میں اس وقت یہ سوال و جواب سن رہا تھا۔ امام موصوف نے فرمایا۔

Marfat.com

ان دونوں قسم کی عورتوں سے شادی کرنا میرے نزدیک ناصبہ (سنیہ) سے شادی کرنے کی نسبت کہیں بہتر ہے۔ لیکن میں کسی مسلمان مرد کے لیے پسند نہیں کرتا۔ کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی عورت سے شادی کرتے۔ کیونکہ اس شادی کے سرانجام پانے اور پھر ان کے ہاں اولاد ہونے کے بعد مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نصرانی یا یہودی عورت اس مسلمان کی اولاد کو زبردستی یہودی یا عیسائی بنا دے۔

ایضًا:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ تَزَوُّجُ الْیَهُوْدِیَّةِ وَ النَّصْرَانِیَّةِ اَفْضَلُ اَوْ قَالَ خَیْرٌ مِّنْ تَزَوُّجِ النَّاصِبِ وَالنَّاصِبَةِ۔

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۵۱
كتاب النكاح باب
مناكحة النصاب مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ امام موصوف نے فرمایا کسی یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنا افضل ہے۔ یا فرمایا کسی سنی مرد یا عورت سے شادی کرنے سے یہودی اور نصرانی سے شادی کرنا اچھا ہے۔

Marfat.com

ناصب (سنی) حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے

جامع الاخبار:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ نُوْحًا اَدْخَلَ فِی السَّفِیْنَةِ الْکَلْبَ وَ الْخِنْزِیْرَ وَلَمْ یَدْخُلْ فِیْهَا وَلَدُ الزِّنَا وَالنَّاصِبُ اَشَدُّ مِنْ وَلَدِ الزِّنَا۔

(جامع الاخبار صفحہ نمبر (۱۸۵)
الفصل السابع والعشرین
والمائة فی التعصب الخ
مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں کتا اور خنزیر تو سوار کر لیا۔ لیکن حرامی کو اوپر نہ چڑھایا۔ ناصب (سنی) تو حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

Marfat.com

ناصب (سنی) کتے سے بھی بدتر ہے (معاذ اللہ)

اللمعۃ الدمشقیہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَعْفُوْرَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ وَ اِیَّاکَ اَنْ تَغْتَسِلَ مِنْ غُسَالَۃِ الْحَمَّامِ وَ فِیْھَا تَجْتَمِعُ غُسَالَۃُ الْیَھُوْدِیِّ وَالنَّصْرَانِیِّ وَ الْمَجُوْسِ وَ النَّاصِبُ لَنَا اَھْلَ الْبَیْتِ فَھُوَ شَرُّھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَنْجَسَ مِنَ الْکَلْبِ وَ اِنَّ النَّاصِبَ لَنَا اَھْلَ الْبَیْتِ لَاَنْجَسُ مِنْہُ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ جلد پنجم ص ۲۶ تا ۲۵۱ تا ۲۳۴ مسکرکفات)

ترجمہ:

عبداللہ بن یعفور نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام موصوف نے فرمایا خبردار! اپنے آپ کو حمام کے پانی سے دور رکھنا کہ جس میں یہودی، نصرانی اور مجوسی کے غسل کا پانی جمع ہوتا ہو۔ اور ہمارے ناصب (سنی) کا غسالہ تو ان سے بھی کہیں زیادہ ناپاک اور گندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے کتے سے زیادہ نجس (ناپاک) کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا۔ اور ہم اہل بیت کا ناصب (سنی) تو کتے سے بھی زیادہ نجس ہے۔

Marfat.com

ناصب کون ہے؟

ہم نے مذکورہ حوالہ جات میں جہاں کہیں بھی لفظ "ناصب یا ناصبی" آیا اس کا ترجمہ "اہل سنت یا سنی" کیا ہے۔ اس پر بعض بھولے بھالے اہل سنت کو اہل تشیع یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ ناصبی کے لیے ہے۔ اہل سنت تو ناصبی نہیں۔ اس لیے اُن کو اس سے بُرا نہیں منانا چاہیئے اور ناصبی وہی لوگ ہیں جن کو خوارج یا خارجی بھی کہتے ہیں۔ ان خارجیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں تھے (معاذ اللہ)

ہم نے جو ترجمہ کرتے وقت لفظ ناصب سے مراد سنی لیا۔ یہ اپنی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ مسلک کی کتب میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ ناصبی سے مراد "اہل سنت" ہی ہیں۔ لہٰذا کسی شیعہ کے مذکورہ بالا دھوکہ میں نہ آیا جائے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

انوار نعمانیہ:

نعمت اللہ جزائری شیعی نے "انوار نعمانیہ" میں "ناصبی" کی تعریف میں لکھا۔ "وہ لوگ جو اہل بیتِ رسول سے عداوت رکھیں۔ ان کو "ناصبی" کہنا غلط ہے۔ بلکہ "ناصبی" وہ لوگ ہیں۔ من نصب العداوة لشیعة اھل البیت علیھم السلام جو شیعانِ اہل بیت سے عداوت رکھیں۔ "ناصبی" کے یہ معنی بیان کرنے کے بعد مصنف نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں ایک تائیدی قول بھی پیش کیا۔ جو یہ ہے۔

بِاِسْنَادٍ مُعْتَبَرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامُ
قَالَ لَیْسَ النَّاصِبُ مَنْ نَصَبَ لَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ

Marfat.com

لِاَنَّكَ لَا تَجِدُ رَجُلًا يَقُوْلُ اَنَا اُبْغِضُ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ وَلٰكِنَّ النَّاصِبَ مَنْ نَّصَبَ لَكُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّكُمْ تَتَوَلَّوْنَا وَاَنَّكُمْ مِّنْ شِيْعَتِنَا وَفِيْ مَعْنَاهُ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَنَّ عَلَامَةَ النَّوَاصِبِ تَقْدِيْمُ غَيْرِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ ۔۔۔۔۔۔۔۔

وَيُؤَيِّدُ هَا الْمَعْنٰى اَنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَخَوَاصَّهُمْ اَطْلَقُوْا لَفْظَ النَّاصِبِيِّ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَمْثَالِهٖ مَعَ اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ لَمْ يَكُنْ مِّمَّنْ نَّصَبَ الْعَدَاوَةَ لِاَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ۔

(انوار نعمانیہ تصنیف نعمت الجزائری الشیعی جلد ۲ ص ۳۰۷ ظلمۃ فی احوال الصوفیہ والنواصب مطبوعہ تبریز جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ناصبی وہ نہیں۔ جو ہم اہل بیت کو برا بھلا کہے۔ یا عداوت رکھے۔ کیونکہ تمہیں ایک بھی آدمی ایسا نہ ملے گا۔ جو یہ کہے۔ کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد سے بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ بلکہ ناصبی وہ ہے۔ جو اے شیعو! تمہیں اچھا نہ سمجھتا ہو۔ اور تمہارے بارے میں یہ جانتے

Marfat.com

ہوئے کہ تم ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہو۔ اور تم ہمارے شیعہ ہو۔ بغض و عداوت رکھتا ہو۔ اس بارے میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ جن سے ناصبی کا یہی معنی مفہوم ہوتا ہے۔ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: ناصبی کی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دوسروں کو افضل کہے۔

ناصبی کے اسی معنی کی تائید یوں بھی ہو جاتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے اور ان کے خاص معتقدین نے ابو حنیفہ اور ان جیسے دوسرے سنیوں کے ناموں پر لفظ "ناصبی" بولا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اہل بیت سے بغض و عداوت نہ رکھتا تھا بلکہ ان کی شیعان اہل بیت سے عداوت کی وجہ سے انہیں ناصبی کہا گیا۔)

خلاصۂ کلام:

انوار نعمانیہ کے مصنف نعمت اللہ جزائری شیعی نے دو ٹوک الفاظ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ "ناصبی" سے مراد "خارجی" نہیں۔ بلکہ شیعان اہل بیت کے مخالف ہیں۔ اور اس مفہوم و تعریف کی تصدیق و توثیق میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول بھی پیش کیا۔ بلکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی اس کی تائید میں ذکر کی گئی۔

اہل سنت کے متعلق نعمت اللہ جزائری نے مسلک شیعہ کی ترجمانی کرتے ہوئے جو گندے الفاظ بطور عقائد شیعہ ذکر کیے۔ ان میں سے چند کا تو مذکورہ حوالہ جات میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ وہ اگر اہل تشیع اس

Marfat.com

امر کی قدرت پائیں۔ کہ وہ سنیوں کا خون بہا سکیں۔ تو انہیں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا مال لوٹنا، ان پر دیوار گرا کر مار دینا اور انہیں پانی میں ڈبونا سب کچھ روا ہے۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کے مسلک وعقیدہ کو آپ نے جانا۔ اہل سنت کے متعلق اُن کا یہ نظریہ ہے۔ کہ کتا، خنزیر اور حرام زادہ ان سے کہیں بہتر ہے۔ قدرت پانے پر سنیوں کو ہر طرح سے اذیت دینا جائز ہے۔ انہیں رشتہ دینے اور ان سے رشتہ لینے سے یہودی اور عیسائی کہیں اچھے ہیں۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے کسی سُنّی پر یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیے۔ کہ اہل تشیع کو اپنی مستورات کے رشتے دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ کیونکہ اُن کے عقیدہ کے مطابق اور ہم اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق یہ نکاح نہیں ہوا۔ اس لیے اس قسم کے نکاح کو پھر "حرام" ہی کہا جائے گا۔ اور اگر ذرا نرم لہجے میں کہیں۔ تو یہ "نکاح متعہ" ہوگا۔

اہل سُنّت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے

اہل سنت کو غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ جب شیعہ ہمیں کفار سے بھی بدتر سمجھیں۔ اور نجس العین خنزیر کو بھی ہم سے اچھا کہیں تو پھر اس کے بعد باہم مناکحت کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک کو (معاذ اللہ) دائرہ اسلام سے خارج گردانیں خصوصاً خلفاء ثلاثہ پر ہر نماز کے بعد لعن طعن کرنا عقیدہ رکھیں۔ تو ان حالات میں کسی سنی کی غیرت

Marfat.com

یہ اجازت دیتی ہے کہ ان سے رشتہ کے معاملہ میں لین دین کرے۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کی ذات پر نماز کے بعد تبرہ بازی کا تفصیلی ذکر ہم نے لکھا لیکن سر دست یہاں بھی ایک دو حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

فروع کافی:

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ثُوَيْرٍ وَاَبِيْ سَلَمَةَ السَّرَّاجِ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَلْعَنُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوْبَةٍ اَرْبَعَةً مِنَ الرِّجَالِ وَاَرْبَعًا مِنَ النِّسَاءِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَمُعَاوِيَةُ وَيُسَمِّيْهِمْ وَفُلَانَةُ وَهِنْدٌ وَاُمُّ الْحَكَمِ اُخْتُ مُعَاوِيَةَ۔

(فروع کافی جلد ۳ صفحہ نمبر ۳۴۲
كتاب الصلوة باب التعصب
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسین بن ثویر اور ابوسلمہ سراج دونوں کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ تینوں خلفاء ابو بکر صدیق، عمر بن الخطاب، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور چار عورتیں یہ تھیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ہندہ اور امیر معاویہ کی ہمشیرہ ام الحکم۔

Marfat.com

تحفة العوام:

دو رکعت نماز پڑھے۔ اور یہ کہے۔

اَللّٰهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّي وَابْدَأْ بِهٖ اَوَّلًا ثُمَّ الثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثَ ثُمَّ الرَّابِعَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ خَامِسًا۔

(تحفۃ العوام حصہ اول صفحہ نمبر ۱۷۸
باب بیسواں ماہ محرم کے اعمال میں
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور کہے۔ اے اللہ! پہلے ظالم کو میری طرف سے لعنت کے لیے خاص کر دے۔ اس طرح پہلے ظالم سے لعنت کی ابتداء کرے۔ پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے پر لعنت ڈالنے کے پانچویں نمبر پر یزید بن معاویہ پر لعنت کی دعا کرے۔

تنبیہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات میں اول سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوئم سے حضرت بن الخطاب، سوئم سے حضرت عثمان غنی اور چوتھے سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان حضرات کی عظمت و تعظیم چونکہ اہل سنت کے ہاں مسلم ہے۔ اس لیے اگر کوئی خبیث ان کے اسماء گرامی ذکر کرتا۔ تو اس کے سانس کے خاتمہ کا سبب بن جاتا۔ اس لیے اپنے مکروہ اور خبیث عقیدہ در تقیہ کا

Marfat.com

ہمارا ے کر اول ثانی ثالث اور رابع لکھ دیا۔ یزید کو چونکہ اہل سنت بھی قابل تکریم و تعظیم نہیں سمجھتے۔ اس لیے اس کا صراحت کے نام ذکر کر دیا۔ اور تقیہ کی ضرورت نہ پڑی۔

ان نظریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی سنی "اہل تشیع" سے رشتہ کا لین دین کرتا ہے۔ تو اس سے یہی نتیجہ نکلے گا۔ کہ ایسے شخص کو حضرات خلفائے ثلاثہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم سے کوئی دینی و روحانی رشتہ نہیں۔ بلکہ اُسے "اہل سنت" کہلانے کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔ لہٰذا اسے اہل سنت! خبردار خبردار! خبردار۔

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا وہ اہل تشیع کا ہم اہل سنت کے متعلق عقیدہ تھا۔ جس سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی۔ کہ ان تمام خرافات کا سبب صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ "اہل سنت و جماعت "شیعان اہل بیت" کو اچھا نہیں سمجھتے" اس مقام پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ ہمارے سلف و خلف نے یہ قصور کیوں کیا؟ کیا ہمیں ان سے کوئی ذاتی عداوت تھی؟ کیا ہم نے ان کی جائیداد غصب کی؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی۔ آیئے! ہم اس قصور کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

فرقہ شیعہ مرتد فرقہ ہے۔ کتب اہلسنت

درمختار و ردالمختار:

اَلْکَافِرُ بِسَبِّ الشَّیْخَیْنِ اَوْ بِسَبِّ اَحَدِ ہِمَا فِی الْبَحْرِ عَنِ الْجَوْہَرَۃِ مَعْزِیًّا لِلشَّہِیْدِ مَنْ سَبَّ الشَّیْخَیْنِ اَوْ طَعَنَ فِیْہِمَا کَفَرَ وَ لَا

Marfat.com

تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ وَ بِهٖ اَخَذَ الدَّبُوْسِیُّ وَ اَبُو اللَّیْثِ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوٰی ---- ---- نُقِلَ فِی الْبَزَّازِیَّۃِ عَنِ الْخُلَاصَۃِ اَنَّ الرَّافِضِیَّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَ یَلْعَنُهُمَا فَهُوَ کَافِرٌ۔

درمختار وردالمختار جلد ۴ص ۲۳۷، ۲۳۸۔ باب المرتد۔ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو گالی دینے والا اور ان پر لعن طعن کرنے والا کافر ہے۔ اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ علامہ دبوسی اور ابوالیث رحمۃ اللہ علیہما کا یہی فتوی ہے اور قول مختار بھی یہی......اور خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔ کہ رافضی (شیعہ) جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گالی گلوچ دے۔ یا لعن طعن کرے۔ وہ کافر ہے

فتاوی عالمگیری:

اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَ یَلْعَنُهُمَا وَ الْعِیَاذُ بِاللّٰهِ فَهُوَ کَافِرٌ ---- ---- مَنْ اَنْکَرَ اِمَامَۃَ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَهُوَ کَافِرٌ وَ عَلٰی قَوْلِ بَعْضِهِمْ هُوَ مُبْتَدِعٌ وَ لَیْسَ بِکَافِرٍ

Marfat.com

وَالصَّحِيحُ اَنَّهٗ كَافِرٌ..... وَهٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّةِ الْاِسْلَامِ وَ اَحْكَامُهُمْ اَحْكَامُ الْمُرْتَدِّيْنَ كَذَا فِي الظَّهِيْرِيَّةِ۔

(فتاوٰی عالمگیری۔ جلد ۲ ص ۲۶۴
الباب التاسع فی احکام
المرتدین مطبوعہ مصر۔ طبع قدیم)

ترجمہ:

جو رافضی (شیعہ) سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو گالی کہے۔ وہ کافر ہے۔ جس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کے برحق ہونے کا انکار کیا۔ وہ بھی کافر ہے بعض نے کہا۔ کہ ایسا شخص بدعتی ہے۔ کافر نہیں لیکن صحیح یہی ہے۔ کہ وہ بدعتی نہیں بلکہ وہ کافر ہے۔ یہ لوگ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکامات وہی ہیں جو مرتدین کے ہیں۔ ظہیریہ میں یہی مذکور ہے۔

خلاصہ کلام:

حنفی فقہ کی دو مستند کتب فتاوٰی کی عبارات سے بات واضح ہوگئی کہ ہم کسی رافضی (شیعہ) کو محض ذاتی عناد کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہتے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی توہین اور ان کی ذات اقدس پر ناجائز حرف زنی ہے۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی بنا پر مرتد ٹھہرے۔

Marfat.com

انہی کتب میں یہ بھی تصریح موجود ہے۔ کہ کسی مسلمان مرد و عورت کا نکاح کسی بھی مرتد یا مرتدہ سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ تصریح ملاحظہ ہو۔

فتاوٰی عالمگیریہ:

وَمِنْهَا مَا هُوَ بَاطِلٌ بِالْاِتِّفَاقِ نَحْوُ النِّكَاحِ فَلَا يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ امْرَاَةً مُّسْلِمَةً وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا ذِمِّيَّةً لَا حُرَّةً وَلَا مَمْلُوْكَةً وَتَحْرُمُ ذَبِيْحَتُهٗ وَصَيْدُهٗ بِالْكَلْبِ وَالْبَازِيِّ وَالرَّمْيِ۔

(فتاوٰی عالمگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۸۳

الباب التاسع فی احکام المرتدین

مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

مرتدین کے ان احکامات میں کہ جن کے بطلان پر تمام علماء کا اتفاق ہے ایک یہ ہے کہ ان سے نکاح کا لین دین بالکل باطل ہے۔ لہذا کسی مرتد کو اس بات کی قطعًا اجازت نہیں۔ کہ وہ کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد اور باندی سے نکاح رچائے۔ اس کا ذبح کیا ہوا حرام ہے۔ اور شکاری کتے، باز اور تیر سے اس کا شکار کیا ہوا بھی قطعًا حرام ہے۔

فتاوٰی عالمگیری اور دیگر کتب فتاوٰی سے واضح ہو گیا۔ کہ شیخین پر بعض طعن کی وجہ سے دو شیعہ،، اسلام سے خارج اور مرتدین کے حکم میں ہے۔ اور ہر مرتد کے متعلق امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ان کو نکاح دینا یا ان سے رشتہ لینا دونوں حرام ہیں۔

Marfat.com

اے نام نہاد سُنیو! ان تصریحات کے بعد تمہاری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ اور تمہیں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سابقہ وطیرہ سے توبہ کرنی چاہیئے! اور آئندہ کے لیے گستاخانِ شیخین رضی اللہ عنہما سے کسی قسم کی مناکحت روا رکھنے سے اجتناب برتنا چاہیئے۔ ورنہ اپنے آپ کو اہل سنت شمار نہ کرو۔ آخر اللہ کے ہاں جانا ہے۔ اس کے محبوب کی شفاعت چاہنی ہے۔ تو شیخین کے بگواس کے ساتھ رشتہ گانٹھنے والا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جائے گا۔ اور کس زبان سے شفاعت کی التجا کرے گا؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

فصل سوم

فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح۔

"فقہ جعفریہ" کے بارے میں خیال یہ تھا کہ اسلام کے صرف چار ارکان پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ لیکن جب کچھ دوسرے موضوعات کے مسائل سامنے آئے۔ تو انہیں دیکھ کر تعجب ہوا۔ لہٰذا نکاح کے بارے میں چند ضروری اختلافی مسائل کے علاوہ کچھ ایسے مسائل کا بھی ذکر ہوگا جنہیں پڑھ کر آپ یقیناً یہ کہہ اٹھیں گے کہ "فقہ جعفریہ" ان روایات و احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو حقیقت و صداقت سے کوسوں دور ہیں۔ بلالحاظ ترتیب چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ ۱:

عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصولِ لذت کے لیے اس میں انگلی وغیرہ پھیرنا جائز ہے

وسائل الشیعہ وغیرہ:

عَنْ عَلِی ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یُقَبِّلُ قُبُلَ

Marfat.com

امرأتہ قال لا بأس۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۷۷ کتاب النکاح،
باب جواز تقبیل الرجل قبل زوجتہ)
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۳ باب السنۃ
فی عقد النساء الخ)
(۳۔ فروع کافی جلد پنجم ص ۵۰۲/القول عند الباء
و یعصم من مشارکتہ الشیطن۔)

ترجمہ:

علی بن جعفر کہتے ہیں۔ میں نے ابو الحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کی اگلی شرمگاہ کو چومتا ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

توضیح

قارئین کرام:

یہ مسئلہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل جو سراسر بے حیائی کا درس دیتے ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے ساتھ اُن کا دُور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ اہل تشیع کے ہاں ہر وہ عمل جو خواہشات نفسانیہ کو ابھارنے میں مدد و معاون ہو۔ اُسے اپنایا جاتا ہے۔ عورت کی شرمگاہ کا چومنا اور اس کے بوسے لینا آخر کس بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے وہ کوئی پیر و مرشد ہے۔ یا قابل صد احترام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اُسے "حرث" فرما کر اس کا مقصد بیان فرما دیا۔ وہ یہ کہ مرد خواہشات نفسانی پورا کرنے کے لیے اسے کام میں لا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ نے اُسے چومنے چاٹنے کے لیے بنایا ہے۔

Marfat.com

بیوی کی خواہش نفسانی پوراکرنے کی انوکھی ترکیب

وسائل الشیعہ

عَنْ عُبَیْدِ ابْنِ زُرَارَةَ قَالَ كَانَ لَنَا جَارٌ شَیْخٌ لَهٗ جَارِیَةٌ فَارِهَةٌ قَدْ اَتٰی بِهَا ثَلَاثِیْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ وَكَانَ لَا یَبْلُغُ مِنْهَا مَا یُرِیْدُ وَكَانَتْ تَقُوْلُ اِجْعَلْ یَدَكَ كَذَا بَیْنَ شَفْرَیْهِ فَاِنِّیْ اَجِدُ لِذَالِكَ لَذَّةً وَكَانَ یَكْرَهُ اَنْ یَفْعَلَ ذَالِكَ فَقَالَ لِزُرَارَةَ سَلْ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ هٰذَا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَا بَاْسَ اَنْ یَسْتَعِیْنَ بِكُلِّ شَیْءٍ مِنْ جَسَدِهٖ عَلَیْهَا وَلٰكِنْ لَا یَسْتَعِیْنُ بِغَیْرِ جَسَدِهٖ عَلَیْهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص۷۷ کتاب النکاح

باب جواز تقبیل الرجل قبل

امراتہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبید ابن زرارہ کہتا ہے۔ کہ ہمارا ایک پڑوسی عمر رسیدہ تھا۔ وہ تیس ہزار درہم کی ایک نوجوان لونڈی خرید لایا۔ لیکن اُس سے جو وہ چاہتا تھا۔

Marfat.com

وہ حاصل نہ کر پاتا۔ وہ لونڈی اُسے کہتی۔ کہ اپنی انگلیوں کو میری شرمگاہ میں ڈال دو۔ میں اس سے لطف اندوز ہو جاؤں گی۔ لیکن وہ آدمی اس فعل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے زرارہ سے کہا۔ کہ تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھو۔ زرارہ نے پوچھا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔ اگر وہ آدمی اپنے جسم کے کسی حصہ سے اس کام میں مدد لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ لیکن اگر جسم کے علاوہ کسی چیز کو استعمال کیا۔ تو درست نہ ہو گا۔

لمحۂ فکریہ:

جب ایک مرد عمر کے اُس حصے میں داخل ہو چکا ہو۔ یا جسمانی طور پر وہ کمزور ہو اور حقوق زوجیت پورے نہ کر سکتا ہو۔ تو ایسے شخص کا ایک نوجوان عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا یہی طریقہ ہے جو زرارہ نے امام صاحب سے پوچھا۔ اور انہوں نے اس کی تشریح کر دی؟ ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ ایسے بوڑھے اور کمزور کو چاہیئے کہ وہ اس عورت کو فارغ کر دے۔ یعنی طلاق دیدے۔ اور اگر لونڈی ہے تو کسی صحت مند سے اس کی شادی کر دے۔

یہ کیا طریقہ ہے۔ کہ اس کی شرمگاہ میں تادم آخر انگلیاں پھیر کر اسے ٹھنڈا کرتا رہے۔؟

ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

Marfat.com

بوقت جماع "بسم اللہ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی اپنا آلۂ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

فاذا دخلت علیہ فَلْیَضَعْ یدہ علی ناصیتها ویقول اللّٰهم علی کتابك تزوجتها وفی اما نتك اخذتها وبكلماتك استحللت فرجها فان قضیت فی رحمها شیئا فاجعله مسلما سویا ولا تجعل شرکة شیطان قلت فکیف یکون شرکة شیطان فقال ان الرجل اذا دنی من المراۃ وجلس مجلسه حضره الشیطن فان هو ذکر اسم اللّٰه تنحی الشیطان عنه فان فعل ولم یسم ادخل الشیطان ذکره فکان العمل منهما جمیعا والنطفة واحدة قلت فبأی شئی یعرف هذا جعلت فداك قال بحبنا وبغضنا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۹۰، کتاب النکاح)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۰۷ باب الاستخارۃ النکاح الخ)

(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۵۰۱ القول عند دخول الرجل باهله)

Marfat.com

ترجمہ:

پھر جب عورت کو اُس کے خاوند کے پاس تنہائی میں بھیجا جائے۔ تو خاوند کو چاہیئے کہ اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ کر یہ پڑھے۔ "وہ اے اللہ، تیری کتاب پر میں نے اس سے شادی کی۔ اور تیری امانت میں میں نے لے رکھا ہے۔ اور تیرے کلمات کے سبب میں نے اس کی شرمگاہ کو استعمال کرنا حلال پایا ہے۔ پھر اگر اس کے رحم میں کچھ ٹھہر جائے۔ تو اُسے سیدھا مسلمان بنا دے اور شیطان کا اس میں حصہ نہ شامل کرنا"، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا شیطان کی شرکت کیسے ہوتی ہے؟ فرمانے لگے۔ جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا چاہتا ہے اور اُسے اپنے بستر پر لے آتا ہے۔ تو اس وقت شیطان بھی آجاتا ہے۔ اب اگر مرد نے جماع کرنے سے تھوڑا پہلے "بسم اللہ" پڑھی۔ تو شیطان دُور ہو جاتا ہے۔ اور اگر جماع کرتا ہے۔ لیکن "بسم اللہ" نہیں کہتا۔ تو شیطان بھی اپنا آلۂ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ جماع دونوں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور نطفہ ایک ہی ہوتا ہے۔ (راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا) کس طرح پتہ چلے گا۔ کہ مرد نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا تھا یا نہ۔ امام صاحب نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت اور بغض کے سبب (یعنی جو ہم اہل بیت سے رکھے گا۔ وہ اس مرد کا نطفہ ہوگا جس نے بوقتِ جماع اللہ کا نام لیا۔ اور جو ہم سے بغض رکھے گا وہ دوسرے کا نطفہ ہوگا۔)

⁂

Marfat.com

توضیح :

روایت مذکورہ میں نطفۂ شیطان اور نطفۂ خاوند سے پیدا ہونے کی علامت یہ بیان ہوئی۔ کہ "محبِ آلِ رسول،، نطفۂ خاوند سے ہوتا ہے۔ یعنی بوقتِ جماع جس مرد نے اللہ کا نام لیا۔ یہ اس سے پیدا ہوا ہے۔ اور جسے "اہل بیت رسول،، سے بغض ہو سمجھو وہ نطفۂ شیطان ہے۔ یہ علامت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کی گئی۔ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اہل تشیع اپنے تئیں "محب آل رسول،، اور ہم اہل سنت کو "دشمنانِ اہل بیت،، کہتے ہیں۔ لہذا مذکورہ علامت کے پیش نظر ہم اہل سنت اُن کے نزدیک اُس نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں جس کے علوق کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا۔ اور یہ (اہل تشیع) اس نطفہ کی پیداوار ہیں۔ جو "بِسْمِ اللہ،، کہہ کر جماع کرتے ہوئے رحم میں ٹھہر گیا تھا۔ ہم اس بات کی تفصیل کسی اور مقام پر لکھیں گے۔ کہ اہل بیت کا دشمن کون ہے اور دوست کون؟ یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ نطفۂ شیطان اور نطفۂ خاوند سے پیدا ہونے والے کے مابین امتیاز اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اگر کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے روح پرواز کر گئی تو یہ اس بات کی علامت ہو گی۔ کہ مرنے والے کا اصل صحیح اور عنداللہ درست تھا۔ اور شیطان کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اگر کلمہ کی بجائے منہ اور زبان سے منی نکلی۔ تو یہ علامت اس بات کی ہو گی۔ کہ بوقتِ علوق شیطان کی شرکت تھی۔ بہرحال یہ جواب الزامًا ہے۔ ورنہ روایت مذکورہ اصل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہے ہی نہیں بلکہ اس سے تو اُن کی توہین ٹپکتی ہے۔ اور یہی "فقہ جعفریہ،، کا طرۂ امتیاز ہے۔

❊

Marfat.com

وطی فی الدبر جائز ہے جن ائمہ نے اسے ناجائز کہا وہ بطور تقیہ کہا

وسائل الشیعہ

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ خَلَّادٍ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوالْحَسَنِ اَيَّ شَيْئٍ يَقُوْلُوْنَ فِيْ اِتْيَانِ النِّسَآءِ فِيْ اَعْجَازِهِنَّ قُلْتُ اِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَأْسًا فَقَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ كَانَتْ تَقُوْلُ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ مِنْ خَلْفِهَا خَرَجَ وَلَدُهٗ اَحْوَلَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ مِنْ خَلْفٍ اَوْ قُدَّامٍ خِلَافًا لِقَوْلِ الْيَهُوْدِ وَلَمْ يُعْنِ وَ اَدْبَارِهِنَّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحَاشُ النِّسَاءِ عَلٰى اُمَّتِيْ حَرَامٌ اَقُوْلُ حَمَلَهُ الشَّيْخُ وَغَيْرُهٗ لِمَا يَأْتِيْ عَلَى الْكَرَاهِيَةِ وَجَوَّزُوْا حَمْلَهٗ عَلَى التَّقِيَّةِ

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۱ کتاب النکاح)

(تہذیب الاحکام جلد ۳ ص ۴۱۵ فی السنۃ فی عقود النکاح)

Marfat.com

ترجمہ:

معمر بن خلاد کہتا ہے۔ کہ مجھے ابوالحسن نے کہا۔ لوگ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ مدینہ والے اس میں کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے۔ ابوالحسن نے کہا۔ یہودی یہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر عورت کی دُبر کی طرف سے وطی کی جائے۔ تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ وہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتیوں میں آگے پیچھے جہاں سے چاہو آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے خلاف یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ان کی دُبروں کو مراد نہیں لیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر میری امت کے لیے حرام ہے

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو شیخ وغیرہ نے تقیہ پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ آئندہ روایات میں وطی فی الدبر کا جواز آرہا ہے۔

وسائل الشیعہ

سَمِعْتُ صَفْوَانَ يَقُوْلُ قُلْتُ لِرِضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيْكَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَسْئَلَكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَهَابَكَ وَاسْتَحْيَا مِنْكَ اَنْ يَسْئَلَكَ عَنْهَا قَالَ مَاهِيَ قَالَ قُلْتُ الرَّجُلُ يَأْتِيْ اِمْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا قَالَ نَعَمْ ذَالِكَ لَهٗ قُلْتُ وَاَنْتَ تَفْعَلُ ذَالِكَ قَالَ لَا

Marfat.com

اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَالِكَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴
ص ۱۰۲ کتاب النکاح)
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷
ص ۴۱۵)
(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۵۴۰
باب محاش النساء الخ)

ترجمہ:

صفوان نے امام رضا سے پوچھا۔ کہ آپ کے موالی میں سے ایک مرد نے مجھے کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھوں لیکن آپ کا رعب اور حیاء آڑے آرہی ہے۔ فرمایا۔ وہ کیا مسئلہ ہے؟ میں نے کہا۔ ایک شخص اپنی بیوی کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔ (کیا یہ درست ہے۔؟) فرمایا۔ ہاں۔ یہ اس کا حق بنتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہیں۔ ہم ایسا کام نہیں کیا کرتے۔

Marfat.com

"وطی فی الدبر" کے جواز پر اہلِ تشیع کے دلائل

دلیل اوّل

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَاَلْتُ
اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَاْتِي
الْمَرْاَةَ فِيْ دُبُرِهَا قَالَ لَا بَاْسَ اِذَا رَضِيَتْ
قُلْتُ فَاَيْنَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاْتُوْهُنَّ
مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللهُ قَالَ هٰذَا فِيْ طَلَبِ الْوَلَدِ
فَاطْلُبُوا الْوَلَدَ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللهُ اِنَّ اللهَ
عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا
حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ کتاب النکاح باب عدم تحریم وطی الزوجۃ الخ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۴ باب السنۃ فی عقود النکاح الخ)

Marfat.com

ترجمہ:

عبد اللہ بن ابی یعفور نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے بارے میں پوچھا۔ جو عورت کی پچھلی طرف سے وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ جب عورت راضی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کیا مطلب ہو گا۔ "عورتوں کے پاس اس مقام سے آؤ جس سے آنے کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے۔" فرمانے لگے۔ یہ ارشاد اولاد کی طلب کے لیے ہے۔ یعنی اولاد اس جگہ اور اس طریقہ سے طلب کرو۔ جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس اپنی کھیتیوں میں جدھر سے چاہو آؤ۔ (اس آیت سے وطی فی الدبر جائز ثابت ہو رہی ہے۔)

دلیل دوم

وسائل الشیعہ

عَنْ مُوْسیٰ بِنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَاءَ عَنْ اِتْيَانِ الرَّجُلِ الْمَرْاَةَ مِنْ خَلْفِهَا فَقَالَ اَحَلَّتْهَا اٰيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ قَوْلُ لُوْطٍ هٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمَ اَنَّهُمْ لَا يُرِيْدُوْنَ الْفَرْجَ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۲ کتاب النکاح۔)

Marfat.com

ترجمہ:

موسیٰ بن عبدالملک ایک شخص سے بیان کرتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن امام رضا سے پوچھا کہ مرد، عورت کی پچھلی طرف سے وطی کرتا ہے (کیا یہ درست ہے؟) فرمایا۔ اس فعل کو کتاب اللہ کی ایک آیت حلال قرار دیتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا تھا۔ یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں۔ اور یہ بات یقیناً معلوم ہے۔ کہ جن لوگوں کو حضرت لوط نے یہ کہا تھا وہ عورت کی اگلی شرمگاہ چاہتے ہی نہ تھے۔

توضیح:

اہل تشیع کے عقیدہ وطی فی الدبر کے جواز پر دو عدد حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کیے۔ امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ کہا گیا۔ کہ اگر عورت اس طرح راضی ہے تو کوئی گناہ نہیں۔ ہاں اگر اولاد کی طلب ہو۔ تو پھر وطی فی الدبر سے یہ حاصل نہیں ہوگی۔ وطی فی الدبر کے جواز پر آیت فأتوا حرثكم انى شئتم پیش کی۔ دوسرے حوالہ میں امام رضا نے لوط علیہ السلام کے قول سے وطی فی الدبر کو ثابت کیا۔ لیکن دونوں استدلال ناقابل قبول ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو کھیتی فرما کر یہ اشارہ کیا۔ کہ مقام کھیتی میں آؤ۔ لیکن اس کے لیے کوئی خاص حالت مقرر نہیں۔ سیدھی طرف سے یا الٹی طرف سے، بیٹھ کر یا لیٹ کر۔ جیسے تمہاری مرضی لیکن مقام مخصوص میں وطی ہونی چاہیے۔ اس مفہوم کو غلط طریقہ سے بیان کر کے حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا نہایت دیدہ دلیری ہے۔

Marfat.com

۱۰ اسی طرح امام رضا کا استدلال جس آیت سے پیش کیا گیا۔ اگر وہ اسی طرح مفہوم لیے ہوئے ہوتے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ تو حضرت لوط یوں کہتے قوم کے بیٹے اور نوجوان چھوکرے تمہارے لیے موجود ہیں۔ اُن سے جاؤ اپنی خواہش پوری کرو۔ میرے مہمانوں کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ اور یہ کہنا کہ حضرت لوط نے انہیں قوم کی بیٹیوں سے لواطت کا حکم دیا۔ اللہ کے پیغمبر پر عظیم بہتان ہے قوم لوط پر عذاب اسی وجہ سے آیا۔ کہ وہ لواطت کرتے تھے۔ اگر لواطت عورتوں سے جائز تھی۔ تو پھر عذاب کس بات کا؟ اس لیے امام رضا کی طرف بھی یہ مفہوم غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بالفرض اگر وہی مطلب تسلیم کر لیا جائے۔ جو امام رضا کے حوالہ سے صاحب وسائل الشیعہ نے بیان کیا۔ تو پھر بھی ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ فعل پہلی امتوں کا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ فرما کر منسوخ کر دیا۔ ((محاش النساء علی رجال امتی حرام)) اب یہ کیسے ممکن کہ ان حضرات کو جو فیض نبوت سے مستفیض ہوں۔ وہ اس ارشاد کے خلاف حکم دیں۔ لہٰذا یہی کہنا پڑے گا۔ کہ اہل تشیع نے اپنے مذموم ارادوں کو برحق ثابت کرنے کے لیے حضرات ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب وطی فی الدبر کو ناجائز فرمایا۔ تو بناوٹی محبوں نے اُسے ان کے تقیہ پر محمول کیا۔ اس طرح اُن کی تنقیص شان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ فرمائے۔

نوٹ

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر میں اگرچہ علمائے اہل سنت میں سے چند

Marfat.com

کے اقوال مختلف ہیں۔ لیکن جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے۔ کہ یہ فعل حرام ہے۔ اس کی حرمت پر چند حوالہ جات کتب اہل سنت سے ملاحظہ ہوں۔

حدیث ۱:

وَ اَمَّا حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتَی اِمْرَأَةً فِیْ دُبُرِهَا۔

(تفسیر مظہری زیر آیت نساءکم حرث لکم پارہ ۲ جلد اوّل ص ۲۶۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے۔ وہ ملعون ہے۔

حدیث ۲

عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اِتْیَانِ الْمَرْأَةِ فِیْ دُبُرِهَا فَقَالَ تَسْئَلُنِیْ عَنِ الْکُفْرِ۔

(تفسیر مظہری جلد اوّل ص ۲۶۲)

ترجمہ:

معمر، ابن طاؤس اور وہ اپنے باپ کی زبانی ایک شخص کی بات

Marfat.com

بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ کہ عورت کی دُبر میں وطی کرنا کیسا ہے؟ تو اُسے ابن عباس نے فرمایا کہ تو نے کفر کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے۔ (یعنی ایسا کرنا کفر ہے)

حدیث ۳

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰی حَائِضًا اَوِ امْرَأَةً فِیْ دُبُرِهَا فَقَالَ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

(احکام القرآن جلد اول صفحہ نمبر ۳۵۲)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔ وہ ان تمام احکام کا انکار کر بیٹھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے۔

حدیث ۴

رَوٰی عِكْرَمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی اِمْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا۔

(احکام القرآن جلد اول ص ۳۵۳)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب عکرمہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔ جو عورت کی دُبر میں وطی کرے۔

حدیث ۵

عن عمرو بن شعیب عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ بِلَفْظِ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یَأْتِی الْمَرْأَۃَ فِیْ دُبُرِ ھَا فَقَالَ ھِیَ اللُّوَاطَۃُ الصُّغْرٰی۔

(تفسیر مظہری پارہ ۲ جلد اول ص ۲۶۲ زیر آیت نساءکم حرث لکم فأتوا الخ)

(ترجمہ)

عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کیسی ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ یہ چھوٹی لواطت ہے۔

تبصرہ:

مذکورہ پانچ عدد حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ وطی فی الدبر کا مرتکب ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم ہے۔ لواطت صغریٰ کا عامل

Marfat.com

ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والا ہے۔

ان شدید وعیدات کے ہوتے ہوئے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کا جواز عجیب سا لگتا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر تعجب اس بات پر کہ قرآن کریم سے اس کے جواز پر دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ اور پھر انتہائے تعجب یہ کہ ایسی باتیں حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے کہی جا رہی ہیں۔ بخدا! یہ فعل، انتہائی قبیح ہے۔ اور اسے طبع سلیم ہرگز جائز قرار نہیں دیتی۔ کیونکہ دُبر، گندگی کے اخراج کا مقام ہے۔ لہٰذا یہ فعل بالکل ناجائز اور خلافِ طبع ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

مسئلہ ششم

جب تک عورت کی غلیظ شرمگاہ نہ دیکھی جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی

تہذیب الاحکام

اسحاق بن عمار بن ابی عبد اللہ علیہ السلام
فِی الرَّجُلِ یَنْظُرُ اِلیٰ اِمْرَاَتِہٖ وَهِیَ عُرْیَانَۃٌ
قَالَ لَا بَأْسَ بِذَالِکَ وَهَلِ اللَّذَّۃُ اِلَّا ذَالِکَ

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۳ فی سنۃ زفاف النساء الخ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا۔ جو اپنی عورت کو برہنہ حالت میں دیکھتا ہے۔ کہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور درحقیقت (جماع کی) لذت اسی سے ہی مکمل

Marfat.com

حاصل ہوتی ہے۔

ملاحظہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ میں سوال وجواب کا انداز بتلاتا ہے۔ کہ یہ ڈرامہ کسی شیعہ نے گھڑا ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ کسی نے امام سے یہ پوچھ ہی لیا۔ کہ کیا عورت کو برہنہ حالت میں دیکھنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب اتنا ہی کافی تھا۔ ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بڑھانا کہ اس طرح سے جماع کی لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سوال سے کیا تعلق ہے؟ اس طرح کی روایات محض شہرت پرستی کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لیکن ان میں جان ڈالنے کے لیے امام کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔

مسئلہ ہفتم

جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فیصد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔

وسائل الشیعہ

عن زرعة عن سماعة بن مهران عن ابی بصیر

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ

Marfat.com

فَضُلَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الرَّجُلِ بِتِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ
مِنَ اللَّذَّةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلْقٰى عَلَيْهَا الْحَيَاءَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴
ص ۱۴/ کتاب النکاح)
(۲۔ فروع کافی جلد پنجم
ص ۳۳۹، کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابو بصیر سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا عورت نسبت مرد کے بوقتِ جماع ننانوے درجے زیادہ لذت پاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کو حیاء کے نیچے دبا دیا۔ (اس لیے وُہ باوجود ننانوے درجے زیادہ لذت اندوز ہونے کے پہل نہیں کرتی)

مسئلہ ہشتم

خوبصورت عورت مل جائے۔ تو مرد کی بلغم ختم ہو جاتی ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

Marfat.com

قال المرأة الجميلة تقطع البلغم والمراة السوداء تهيج المراة السوداء ....

عن محمد بن عبد الحميد عن بعض اصحابي عن ابي عبد الله عليه السلام انه شكا عليه البلغم فقال اما لك جارية تضحكك قال قلت لا قال فاتخذ ها فان ذالك يقطع البلغم

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۲۷۔ باب، استحباب تزویج الجمیلۃ الخ)

(۲۔ فروع کافی جلد پنجم ص ۳۳۶ کتاب النکاح باب النوادر)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ خوبصورت عورت بلغم کو ختم کر دیتی ہے۔ اور کالی عورت پتہ کو ابھارتی ہے .... یہی امام فرماتے ہیں۔ کہ کسی نے ان سے بلغم کی شکایت کی۔ اس پر انہوں نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس لونڈی نہیں جو تمہیں ہنسائے۔ عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا ایسی ضرور لے لو۔ کیونکہ اس سے تمہاری بلغم ختم ہو جائے گی۔

تبصرہ:

روایت مذکورہ بھی اُن روایات کی طرح ہی ہے۔ جو حضرات ائمہ اہل بیت کے حوالہ سے نقل کی گئی ہیں۔

Marfat.com

آپ نے بغور دیکھا ہوگا۔ کہ اہل تشیع کسی اپنے فقہی مسئلہ پر ایسی حدیث پیش نہیں کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ایسی روایات کسی نہ کسی صحابی کے واسطہ سے بیان ہوں گی اور صحابی کوئی بھی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو "عدول" فرمادیا ہے۔ اس لیے ان سے ایسی واہی تباہی روایات کا ملنا ناممکن ہے۔ اسی لیے اہل تشیع ایسی روایات کو بیان کرنے وقت جن راویان کا نام سند میں لاتے ہیں۔ یعنی ابو بصیر، زرارہ وغیرہ تو یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر خود ائمہ اہل بیت نے لعن طعن کیا۔ کیونکہ ان کے کرتوت سامنے آچکے تھے۔ یہاں تک فرمادیا۔ کہ صرف ان کے کہنے پر ہماری کسی بات کو تسلیم نہ کرنا۔ جب تک وہ قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مطابق نہ ہوں۔ اگر اسی اوپر والی روایت کو لیا جائے۔ تو ہر ذی فہم یہی کہے گا۔ کہ اس قسم کی گری ہوئی بات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت نہیں کرتی۔ کیونکہ عورت کی خوبصورتی کوئی کشتہ یا جوشاندہ نہیں۔ جس سے مرد کی بلغم ختم ہو جاتی ہو۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو خوبصورت عورت کے خاوند کو کبھی بھی بلغم کی شکایت نہ ہوتی۔ اور یہ بات خلاف مشاہدہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایسی روایات زرارہ، ابو بصیر وغیرہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

نہم مسئلہ

مرد کے آلۂ تناسل کے بڑا ہونے کی حکایت

وسائل الشیعہ

عن برید بن معاویۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَحْمِلُ اَعْظَمَ مَا یَحْمِلُ الرِّجَالُ فَهَلْ یَصْلُحُ لِیْ اَنْ اٰتِیَ بَعْضَ مَا لِیْ مِنَ الْبَهَائِمِ نَاقَةٍ اَوْ حِمَارَةٍ فَاِنَّ النِّسَاءَ لَا یَقْوِیْنَ عَلٰی مَا عِنْدِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَمْ یَخْلُقْكَ حَتّٰی خَلَقَ لَكَ مَا یَحْتَمِلُكَ مِنْ شَكْلِكَ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ وَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ عَادَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْنَ اَنْتَ مِنَ السَّوْدَاءِ الْعَنَطْنَطَةِ

Marfat.com

قَالَ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ عَادَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا اِنِّيْ قَدْ طَلَبْتُ مَنْ اَمَرْتَنِيْ بِهٖ فَوَقَعْتُ عَلٰى شَكْلِيْ مِمَّا يَحْتَمِلُنِيْ وَقَدْ اَقْنَعَنِيْ ذَالِكَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۳۸
کتاب النکاح)

ترجمہ:

برید بن معاویہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ میرا آلۂ تناسل بہ نسبت اور مردوں کے بہت بڑا ہے۔ کیا میرے لیے یہ جائز ہے۔ کہ میں کسی چوپائے مثلاً اونٹنی یا گدھی کے ساتھ وطی کروں۔ کیونکہ عورتیں اس کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتیں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیدا کرتے وقت کوئی ایسی عورت بھی پیدا کی ہوگی۔ جو اس کو برداشت کر سکے گی۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا۔ پھر جلدی ہی آپ کے پاس واپس آگیا۔ آپ نے اسے دوسری مرتبہ بھی وہی کچھ کہا جو آپ اسے پہلی مرتبہ فرما چکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے کالے رنگ کی عورت نہیں ملی۔؟ یہ سن کر وہ لوٹا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے پاس آگیا۔ اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق عورت

Marfat.com

ڈھونڈی۔ تو مجھے ایسی مل گئی۔ اور وہ واقعی کالے رنگ کی تھی۔ اور اُس نے مجھے برداشت کر لیا ہے

تبصرہ

قارئین کرام! روایتِ بالا بے حیائی اور بے غیرتی کا مجموعہ نظر آتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا فحش سوال؟ غالباً یہ اولادِ آدم میں صرف ایک ہی مرد ہو گا۔ جس نے یہ شکایت کی۔ اور اُس کی قیل و قال بھی صرف اہل تشیع کے راویوں کو دستیاب ہو سکی۔

ے

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز!

جیسے راوی تھے، ویسا سائل مل گیا۔ اور جیسی ذہنیت تھی ویسی اُس سے باتیں مل گئیں۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت اس قسم کی لغو باتیں نہ سنتے تھے۔ نہ کسی کو اُن کے حضور ایسی باتیں کرنے کی ہمت ہوتی تھی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ شیطان نے اس قسم کی روایات کہاں بیٹھ کر ان کو سُنائیں۔ انہوں نے بڑے شوق سے انہیں اپنی کتابوں کی زینت بنا کر اپنا مذہب بنا لیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۵۳

مسجد میں "پنج تن پاک" کے لیے جنبی ہونا (وطی کرنا) جائز ہے (استغفر اللہ منہ)

یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے تمام مسائل کی جڑ اور بنیاد مسئلہ خلافت و امامت ہے۔ اس منصب کے لیے انہوں نے ایسی شرائط گھڑ رکھی ہیں۔ جو مکمل طور پر نبوت میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا نارِ نمرود میں پڑنا، آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج اور یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں مقید ہو جانا یہ سب مصائب انہیں اس بنا پر آن پڑے کہ ان حضرات نے امامت کے تسلیم کرنے میں پس و پیش کی۔ اسی طرح ائمہ کے لیے اور بہت سی خصوصیات ان کے نزدیک ایسی ہیں۔ جو پیغمبروں میں نہیں۔ ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ معصوم کا مسجد میں جنبی ہونا جائز ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِي بن الحسين قَالَ قَالَ

Marfat.com

النَّبِیُّ صَلَّی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یُّجْنِبَ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ اِلَّآ اَنَا وَعَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَالْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ وَ مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِہٖ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۱۹۲۔ کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام زین العابدین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اس مسجد (مسجد نبوی) میں جنبی ہونا ہمارے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ میں، علی، فاطمہ، حسن اور حسین۔ اور ان کی اولاد۔ کیونکہ وہ مجھ سے ہیں۔

ملحہ فکریہ

اس روایت کو جس عنوان کے تحت درج کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ تحریم الجماع و الانزال فی المسجد لغیر المعصوم۔ یعنی معصومین کے سوا، تمام لوگوں کے لیے مسجد میں جماع کرنا اور انزال ہونا حرام ہے۔

عنوان مذکورہ اور قرآن کریم کی یہ آیت دونوں کا تقابل کریں۔ وَعَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۔

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) سے یہ عہد لیا کہ وہ دونوں میرے گھر (کعبہ مکرمہ) کو طواف کرنے اور اعتکاف بیٹھنے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے صاف ستھرا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ دو اولوالعزم پیغمبروں کو مسجد کی طہارت

Marfat.com

کا حکم فرما رہا ہے۔ جو بالاتفاق معصوم ہیں۔ لیکن اہل تشیع مختلف فی المعصومیت حضرات کے لیے مسجد میں جنبی ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔ گویا مسجد نہیں کوئی امام باڑہ ہے۔ اور پھر اس اجازت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی طرف کر دی گئی۔ اور اپنے زعم فاسد میں یہ لوگ ائمہ اہل بیت کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔ کیا قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کرنے کو فضیلت کہا جاتا ہے۔؟ یہ تو ان سے نہ جانے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

نوٹ:

روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعہ یہ تاویل کرے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حالتِ جنابت میں ائمہ معصومین کے سوا کسی دوسرے کا مسجد سے گزرنا منع ہے۔ مسجد میں جنبی ہونا اس کا مفہوم نہیں ہے۔ تو اس تاویل کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے معصومین کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر شیعہ اس بریدک کر یہ کہہ دے۔ کہ اہل سنت کی کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موجود ہے۔ کہ وہ بحالتِ جنابت مسجد سے گزر سکتے ہیں۔ تو اس کا بھی اہل تشیع کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اوّل اس وجہ سے کہ اس روایت پر جرح کی گئی ہے۔ دوم اس وجہ سے بھی کہ اس روایت میں گزرنے کا لفظ موجود ہے۔ لیکن تمہاری روایت اپنے عنوان سے ثابت کرتی ہے۔ کہ اس سے مراد مسجد میں جماع کرنا ہے۔ حالتِ جنابت اتفاقیہ ہو جائے۔ جیسا کہ مسافر یا معتکف کو سونے میں انزال ہو گیا۔ اسے مسجد سے گزر کر باہر نکلنا پڑے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن یہ "جماع کرنا" تو نہیں معصومین کے لیے اگر یہی مسئلہ ثابت کر رہے ہو۔ تو اس میں اُن کی کون سی فضیلت بیان ہوئی۔ یہ تو غیروں کے لیے بھی ہے۔ اس لیے عنوان بہانگ دہل کہہ رہا ہے۔ کہ اہل تشیع

Marfat.com

کے نزدیک معصومین کی فضیلت اسی طرح مانی جائے گی۔ کہ وہ مسجد میں جماع، دیدہ دانستہ کریں اور انہیں انزال ہو۔ تو اُن کے لیے جائز اور دوسروں کے لیے حرام۔ ظالموں کو فضیلت بیان کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھی شامل کر لیا۔ جن کی طہارت اور پاکدامنی ضرب المثل ہے۔ اور بروزِ حشر جب اُن کا گزر ہو گا۔ تو حکم ہوگا۔ لوگو! اپنی اپنی نگاہیں جھکا لو۔ کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہرا کا گزر ہونے والا ہے۔ ایک طرف اُن کی یہ عظمت اور دوسری طرف مسجد میں ان کا جماع کرانا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خدا کی قسم! اس تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل گواہی دیتا ہے کہ ان پانچ مقدس ہستیوں کے بارے میں اہل تشیع نے جو بکواس کی۔ اس کے باعث ان کی گرفت یقیناً ہو گی۔ اور رب ذو الجلال کے حضور ان "بناوٹی محبوں"، کی وہ گت بنے گی۔ کہ قارون و فرعون بھی دیکھتے رہ جائیں گے اور بڑی سے بڑی سزا اور عقاب، پانے والا ان پر تھوکے گا۔ انہیں دھتکارے گا، ان پر پھٹکار کیے گا۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم وشمنانِ اہل بیت
(مولانا حسن رضا خاں)

Marfat.com

مسئلہ یازدہم

سیدہ فاطمہ کے زفاف کے وقت ستر ہزار فرشتوں نے تکبیر بلند کی (معاذ اللہ)

وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن الحسین باسنادہ عن جابر بن عبد اللہ قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُوْلُ اللہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتَاہُ النَّاسُ فَقَالُوْا لَہٗ اِنَّکَ قَدْ زَوَّجْتَ عَلِیًّا بِمَہْرٍ خَسِیْسٍ فَقَالَ مَا اَنَا زَوَّجْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللہَ زَوَّجَہٗ اِلٰی اَنْ قَالَ فَلَمَّا کَانَ لَیْلَۃُ الزِّفَافِ اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَغْلَتِہِ الشَّہْبَاءِ وَثَنٰی عَلَیْہَا قَطِیْفَۃً وَقَالَ لِفَاطِمَۃَ اِرْکَبِیْ وَاَمَرَ سَلْمَانَ اَنْ یَّقُوْدَ ھَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسُوْقُہَا فَبَیْنَمَا ھُوَ فِیْ بَعْضِ الطَّرِیْقِ اِذْا سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْبَۃً فَاِذَا

Marfat.com

جِبْرَئِیْلُ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا وَمِیْکَائِیْلُ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَھْبَطَکُمْ اِلَی الْاَرْضِ فَقَالُوْا جِئْنَا نَزُفُّ فَاطِمَۃَ اِلٰی زَوْجِھَا وَکَبَّرَ جِبْرَائِیْلُ وَکَبَّرَ مِیْکَائِیْلُ وَکَبَّرَتِ الْمَلٰئِکَۃُ وَکَبَّرَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوُضِعَ التَّکْبِیْرُ عَلَی الْعَرَائِسِ مِنْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۶۲-۶۳
کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ سے کر دیا۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ نے اپنی بیٹی کی شادی علی کے ساتھ معمولی سے حق مہر پر کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے یہ شادی نہیں کرائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کرائی ہے۔ یہاں تک کہ جب شب زفاف آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغلۂ شہباء کے ساتھ تشریف لائے۔ اس پر ایک چادر آپ نے ڈالی ہوئی تھی۔ سیدہ فاطمہ کو فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ سلمان فارسی اس کو آگے سے پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے ہانکتے جا رہے تھے راستہ میں اچانک آپ نے فرشتوں کے پروں کی آواز سنی۔ دیکھا کہ جبرئیل اور میکائیل دونوں ستر ستر ہزار فرشتے لیے ساتھ آ رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا۔ زمین کی طرف آنے کی

Marfat.com

کیا وجہ ہوئی؟ کہنے لگے۔ہم سیدہ فاطمہ کے زفاف کی تقریب پر آئے ہیں۔اور جبرئیل و میکائیل اور تمام فرشتوں نے تکبیر کہی۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تکبیر کہی۔اس وجہ سے (شیعہ) دلہن پر تکبیر کہنا سنت ہوگئی۔

جلاء العیون:

جب شبِ زفاف آئی۔تو جبرئیل و میکائیل و اسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں کے زمین پر آئے۔اور دلدل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔جبرئیل نے لگام اس کی پکڑی اور اسرافیل نے رکاب تھامی۔اور میکائیل پہلوے دلدل میں تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جامہائے فاطمہ دستِ مبارک سے سنھالے ہوئے تھے۔پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ نے تکبیر کہی۔اور تکبیر کہنا سنتِ شب زفاف ہوا۔

(جلاء العیون ترجمہ اردو۔جلد اوّل ص۔۲۵
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی)

جلاء العیون:

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے۔کہ حلال چیز بیان کرنے میں غیرت نہیں کرنی چاہیئے۔کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا۔کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا۔

(جلاء العیون جلد اوّل ص ۲۵۱ (اردو ترجمہ)

Marfat.com

لمحۂ فکریہ:

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے بارے میں نجس روایات لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن "فقہ جعفریہ" میں مسائل نکاح کے ضمن میں جب اسے اہل تشیع نے ذکر کیا۔ تو قارئین کرام کی اطلاع کے لیے اسے تحریر کر دیا گیا۔ تاکہ اسے پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔ کہ ان کی فقہ کو عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس لیے بھی تاکہ ان کی فقہ کے ماخذ بھی آپ کے سامنے آ جائیں۔

جلاء العیون کی دوسری روایت کہ جس میں یہ درج ہے۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا۔ کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا"، کس قدر بے حیائی اور بے شرمی بیان کی جا رہی۔ ایسی غلیظ عبارت کسی غلیظ ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے۔ پھر کون ہے وہ شیعہ جو ان روایات پر عمل کر دکھا سکے۔ اپنی بچی کی شادی رچائے۔ اور جب اس کی بچی اور داماد بستر زفاف پر جائیں۔ تو پوری برادری لے کر ان کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور پیغام بھجوا دے۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ صبر کرنا، خبردار کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض اہل تشیع جب یہ انوکھی بات سنتے ہیں۔ تو کہہ اُٹھتے ہیں۔ کہ ایسی کوئی روایت ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ ان کا انکار اگرچہ ناقابلِ قبول ہے۔ پھر بھی کچھ شرم آتی ہے۔ اور ایسی بات کو بے غیرتی سمجھا جاتا ہے۔ تبھی تو انکار پر اُتر آتے ہیں۔ ورنہ دھڑلے سے کہہ دیں۔ کہ ہاں۔ یہ روایت ہے۔ اور ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ بہر حال اس پر عمل کے پیشِ نظر ہم نے مذکورہ حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اور وہ بھی ان کی کتب مشہورہ سے تاکہ بطور نمونہ سند رہیں۔ ان میں سے کوئی ایک حوالہ بھی

Marfat.com

غلط ثابت ہو جائے۔ تو بیس ہزار نقد انعام ملے گا۔ "محبت اہل بیت" کا شور اور ان پاکیزہ حضرات کے بارے میں ایسی غلیظ اور لچر عبارات۔ خدا عقل دے۔ تو راہ ہدایت اپنائیں۔ اور جھوٹے دعووں سے نکل کر حقیقی محبت و اطاعت میں آجائیں۔ و اللہ ولی التوفیق۔

مسئلہ دوازدہم

جماع کثرت سے کرنا پیغمبروں کی سنت ہے (معاذ اللہ)

وسائل الشیعہ

عن معمر ابن خلاد قال سمعت علی بن موسی الرضا علیہ السلام یَقُوْلُ ثَلَاثٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلْعِطْرُ وَ اِحْفَاءُ الشَّعْرِ وَكَثْرَةُ الطَّرُوْقَةِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۱۷۹
باب استحباب کثرت الزوجات الخ)

ترجمہ:

معمر بن خلاد کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے سنا فرمایا۔ تین باتیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (۱) خوشبو لگانا۔ (۲) بالوں کا ہلکا رکھنا۔ (۳) بہت زیادہ جماع کرنا۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ

عن الحسن بن الجلسم قال رایت ابا الحسن
اختضب الی ان قال ثمّ قال ان من اخلاق
الانبیاء التنظف والتطیب وحلق الشعر
وکثرة الطروقة ثمّ قال کان لسلیمان
ابن داود الف امراة فی قصر واحد ثلاث
مائة مهیرة وسبع مائة سریة وکان
رسول الله صلی الله علیه وسلم له بضع
اربعین رجلا وکان عنده تسع نِسْوَةٍ وکان
یطوف علیهن فی کلّ یوم و لیلة۔

(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۸۱
کتاب النکاح)

ترجمہ:

حسن بن جہم کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن کو خضاب لگاتے دیکھا۔ پھر آپ نے یہ فرمایا۔ کہ انبیائے کرام کے اخلاق میں سے یہ باتیں بھی ہیں۔ صاف ستھرا رہنا، خوشبو لگانا، بال مونڈنا اور کثرت سے جماع کرنا۔ پھر ابوالحسن یعنی علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک محل میں ایک ہزار بیویاں تھیں۔ جن میں سے تین سو آزاد اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں سے زائد کی طاقت عطا فرمائی گئی۔ آپ کے

Marfat.com

نکاح میں نو بیویاں تھیں۔ اور آپ ہر دن رات ان سب کے
پاس جایا کرتے تھے۔ (یعنی جماع کیا کرتے تھے)

وسائل الشیعہ

عن هشام ابن سالم عن ابی عبد الله علیہ السّلام
قال ان ابا بکر وعمر اتیا ام سلمة فقالا
لها یا ام سلمة انك قد کنت عند رجل فکیف
رسول الله صلی الله علیه وسلم من ذاك
فقالت ما هو الا کسائر الرّجال الی ان قال
فغضب رسول الله صلی الله علیه وسلم
ثمّ قال فلمّا کان من السحر هبط جبرئیل
بصفحة من الجنة کان فیها هریسة فقال
یا محمّد هذه عملها لك الحور العین فکلها
انت وعلی وذریتکما فانه لا یصلح ان یاکلها
غیرکم فجلس رسول الله صلی الله علیه
وسلم وعلی وفاطمة وحسن وحسین فاکلوا
منها فاعطی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی المُبَاضَعَةِ من تلك الاکلة قوة اربعین رجلا
فکان اذا شاء غشی نساءه کلهن فی لیلة
واحدة

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۸۰ کتاب النکاح)

Marfat.com

ترجمہ:

ہشام بن سالم جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتا ہے۔کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ایک مرتبہ ام سلمہ کے پاس آئے۔اور پوچھا۔ اے ام سلمہ! تونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت میں کیسا پایا؟ کہنے لگیں۔آپ بھی عام مردوں کی طرح ہیں۔یہاں تک امام جعفر نے بیان کیا۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔پھر کہا کہ جب سحری کا وقت ہوا۔تو جبرئیل جنت سے ایک پیالہ لیے حاضر ہوئے۔جس میں ہریسہ تھا۔اور کہا کہ جنتی حورالعین نے آپ کے لیے تیار کیا ہے کہ آپ اور علی المرتضے اور ان کی اولاد اسے تناول فرمائیں۔تمہارے بغیر کسی دوسرے کے لیے اس کا کھانا اچھا نہیں۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور علی فاطمہ حسن و حسین بیٹھ گئے۔اور اس میں سے کھایا۔لہٰذا اس خوراک کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔اور آپ جب چاہتے ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں سے ہم بستری کر لیتے۔

لمحہ فکریہ

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ”کثرتِ جماع“ کو انبیائے کرام کا خلق بتایا گیا۔کوئی بھلا مانس بتائے کہ کثرتِ جماع اور اچھے اخلاق ان دونوں کا کیا تعلق ہے۔اور پھر اسے اخلاق پیغمبرانہ میں سے شمار کرنا کس قدر گھٹیا پن ہے۔ روایت مذکورہ میں دبے الفاظ میں حضرت شیخین کے ساتھ بغض و عداوت کا بھی اظہار کیا ہے۔وہ اس طرح کہ جب ان دونوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت کے بارے میں پوچھا۔ تو اس کو سن کر حضور ان پر غصے ہوئے۔ یہ کوڑھ باطنی کا اظہار ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس سے زائد کی باتیں اُسی باطنی کوڑھ پن کی مظہر ہیں پھر قصہ جس طرح گھڑا گیا اس پر بھی عقل ماتم کرتی ہے۔ کہ حضور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے لیے ہریسہ جبرئیل لائے۔ جب اس کے کھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت مردمی چالیس اشخاص کے برابر ہو گئی۔ تو بقیہ حضرات میں اس ہریسہ نے کیوں اثر نہ کیا۔ ؟ اگر بنظر غائر دیکھا جائے۔ تو اس میں سیدہ خاتون جنت کی انتہائی گستاخی اور توہین موجود ہے۔ چالیس گنا طاقت کا فارمولا ان پر بھی لاگو کیا جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ انہیں (معاذ اللہ) چالیس مردوں کی ضرورت تھی۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جناب سیدہ خاتون جنت کی ذات کے بارے میں بازاری واقعات اور دیے لفظوں میں ان کی توہین "عبداللہ بن سبا" کی تعلیم کا اثر ہے۔ اور کچھ نہیں۔

مسئلہ سیزدہم

مرغ میں پیغمبروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں
اس سے یہ عادتیں تم بھی سیکھو

وسائل الشیعہ

عن ابی الحسن علیہ السلام قال فی الدیک

Marfat.com

خَمْسُ خِصَالٍ مِنْ خِصَالِ الْاَنْبِيَاءِ اَلسَّخَاءُ وَالْقَنَاعَةُ وَالْمَعْرِفَةُ بِاَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَكَثْرَةُ الطُّرُوْقَةِ وَالْغَيْرَةُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۸ ص ۳۸۲
کتاب الحج ابواب احکام
الدّواب)

ترجمہ:

ابوالحسن کہتے ہیں۔ کہ مرغ میں پانچ عادتیں، پیغمبروں کی پانچ عادتوں کی طرح ہیں۔ سخاوت، صبر، اوقات نماز کی پہچان، کثرت سے جماع کرنا اور غیرت۔

وسائل الشیعہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنَ الدِّيْكِ خَمْسَ خِصَالٍ مُحَافَظَتُهُ عَلٰى اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَالْغَيْرَةُ وَالسَّخَاءُ وَالشَّجَاعَةُ وَكَثْرَةُ الطُّرُوْقَةِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۷۹
کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! مرغ سے پانچ عادتیں تم بھی سیکھو۔ ۱۔ اوقات نماز پر محافظت۔ ۲۔ غیرت۔ ۳۔ سخاوت

Marfat.com

۴۔بہادری۔ ۵۔بکثرت جماع کرنا۔

تبصرہ:

"جماع بکثرت کرنا" چونکہ اہل تشیع کے نزدیک خلقِ پیغمبرانہ ہے اس لیے اس کو اپنانا ہر "مومن" کے لیے ضروری ہے اس کے علاوہ چار اخلاق تو اُن پر عمل کرنا اور انہیں اپنانا گھاٹے کا سودا ہے۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کی کیا ضرورت ہے۔ بس سال میں ایک آدھ مرتبہ ماتم کر لیا۔ کمی پوری ہو گئی۔ غیرت کا جنازہ متعہ نے نکال دیا۔ سخاوت ذوالجناح کے سر چڑھ گئی۔

شجاعت، زنجیر زنی میں چلی گئی۔ اب مُرغ بننے کے لیے کثرتِ جماع کی "مومن" کو ضرورت تھی۔ وہ بڑی پسند آئی۔ "فقہ جعفریہ" کیا ہوئی۔ خواہشات نفسانیہ کے حصول کا ہی ایک بہانہ ٹھہرا اور بدنام حضرات ائمہ اہل بیت کو کیا جا رہا ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

مسئلہ چہاردہم

جنّت میں سب سے زیادہ پرلطف اور لذیذ بات "جماع" ہے

وسائل الشیعہ

عن جمیل بن دراج قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ما تلذذ الناس فی الدنیا والاخرۃ بلذۃ اکثر لھم من لذۃ النساء و ھو قول اللہ عز و جل زین للناس حب الشھوات من النساء و البنین الخ ثم قال و ان اھل الجنۃ ما یتلذذون بشیء من الجنۃ اشھی عندھم من النکاح لا طعام ولا شراب۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۱۰)

(۲۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۳۲۱ کتاب النکاح)

ترجمہ:

جمیل بن دراج کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

دنیا و آخرت میں جو بھی لذتیں لوگ پاتے ہیں۔ (یا پائیں گے) ان سب میں سے عورتوں کے ساتھ جماع کی لذت بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول اثبات پر دلالت کرتا ہے۔ وہ لوگوں کے لیے عورتوں کے ساتھ شہوات پورا کرنا خوبصورت کر دیا گیا ہے،، پھر فرمایا۔ کہ جنتی لوگ نہ کسی خوردنی شئی اور نہ کسی پینے والی چیز سے اتنی لذت حاصل کر پائیں گے۔ جو انہیں نکاح کے ساتھ حاصل ہو گی۔

وسائل الشیعہ

عن علی بن حسان عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِنَا قَالَ سَأَ لَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیُّ شَیْئٍ اَلَذُّ؟ قَالَ فَقُلْنَا غَیْرُ شَیْئٍ فَقَالَ ھُوَ اَلَذُّ الْاَشْیَاءِ مُبَاضَعَۃُ النِّسَآءِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰
کتاب النکاح باب استحباب
حب النسآء مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن حسان اپنے بعض اصحاب سے بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق سے ہم نے پوچھا۔ کون سی چیز سب سے زیادہ لذت دینے والی ہے؟ ہم نے مختلف چیزوں کے نام لیے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ لذت دینے والی چیز عورت کا فرج ہے۔ (یعنی عورت سے جماع کرنا)۔

Marfat.com

مسئلہ پنجدہم

جماع کے لیے لونڈی ادھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عن ابی العباس البقباق قال سأل رجلٌ اباعبدالله علیه السلام و نحن عنده عن عاریة الفرج فقال حرام ثم مکث قلیلاً ثم قال لکن لا بأس ان یحل الرجل الجاریة لاخیه۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۷۰ کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابوالعباس بقباق کہتا ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ ہم اس وقت امام کے پاس موجود تھے۔ کیا عورت کی شرمگاہ ادھار دینی جائز ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر فرمانے لگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی لونڈی اپنے کسی بھائی کو ادھار دے دے۔ (تاکہ وہ اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھا سکے) تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے مذکورہ اباحت و اجازت کو ذکر کرنا، بہت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ لونڈی کو بغیر نکاح کیے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو وطی کے لیے ادھار دینا اور ایک عام بازاری عورت جس کا وطی کرانا پیشہ ہو۔ ان دونوں میں پھر کیا فرق ہے۔ بلکہ بازاری عورت کچھ نہ کچھ معاوضہ طلب کرے گی۔ جسے متعہ کہیں گے۔ لیکن بے چاری لونڈی کو جب اس کے مولیٰ نے مفت میں دے دیا۔ تو اسے کیا ملے گا۔ روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعہ یہ تاویل کرے۔ کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ مولیٰ اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ مفت میں کر دے۔ تو یہ جائز ہے۔ یہ تاویل قطعاً مقام و محل کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اگر بذریعہ نکاح اباحت و جواز ثابت کرنا تھا۔ تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ اس کے لیے امام صاحب سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لیے امام جعفر نے پہلے اسے حرام فرمایا۔ کیا کسی شخص کو اپنی بیٹی یا دیگر رشتہ دار خواتین کا نکاح کر دینا آپ نے حرام کہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حرام اسے کہا کہ مفت میں بطور ادھار کوئی عورت اپنی شرمگاہ یا اس عورت کا والی کسی کے لیے مباح کر دے۔ اس لیے یہ تاویل غلط ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ "فقہ جعفریہ" میں بے حیائی اور بے غیرتی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ ایسی باتوں کی نہ ائمہ اہل بیت اجازت دے سکتے ہیں۔ اور نہ قرآن و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سب ابوبصیر زرارہ وغیرہ کی اختراعات ہیں۔

☆

Marfat.com

مسئلہ شش دہم

محرم عورتوں کے ساتھ لفِ حریر کی صورت میں جماع کی اجازت

"لفِ حریر" فقہ جعفریہ کا ایک مابہ الامتیاز قبیح مسئلہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی مرد اپنے آلۂ تناسل پر کوئی ریشمی کپڑا لپیٹ لے۔ اور پھر اپنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ سے جماع کرے۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس مسئلہ کے بارے میں سن کر کوئی یقین نہ کرے۔ اور اسے اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع پر الزام کہے۔ اس لیے ہم اس احتمال کو دُور کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کی پسندیدہ اور معتبر کتب سے چند حوالہ جات درج کرتے ہیں۔ حوالہ غلط ہونے کی صورت میں فی حوالہ بیس ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔

ذخیرۃ المعاد

سوال۔ اگر شخص آلت خود بہ پیچد بدست مال حریر و نحو آں کہ مماست حاصل نشود در زمان جماع و ہم چنیں مماست حاصل نشود بجہت کشاد فرج یا باریک آلت آیا غسل واجب است یا نہ۔

Marfat.com

ـجواب ـ لزوم
غسل خالی از قوت نیست واز ابوحنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بلف حریر جائز است۔

(ذخیرہ المعاد مصنفہ شیخ زین العابدین
ص ۹۵ باب طہارت غسل جنابت،
مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:

سوال۔ اگر کوئی شخص (مرد) اپنے آلہ تناسل پر ریشمی رومال وغیرہ، پلیٹ سے۔ کہ جس سے آلہ تناسل اور عورت کی شرمگاہ آپس میں چھونے نہ پائیں۔ اس طرح مرد عورت جماع کریں۔ یا مرد اور عورت کی شرمگاہ باہم اس لیے نہ چھوئیں۔ کہ عورت کی شرمگاہ بہت فراخ اور کھلی ہو۔ یا مرد کا آلہ تناسل بہت زیادہ باریک ہو۔ تو کیا اس کے بعد غسل واجب ہوگا۔ یا نہیں ؟ جواب۔ غسل کا لازم ہونا زیادہ قوی نظر آتا ہے۔ اور ابوحنیفہ سے منقول ہے۔ کہ محرم عورت کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے۔ جبکہ مرد نے اپنے آلہ تناسل پر ریشمی کپڑا لپیٹا ہوا ہو۔

Marfat.com

لفِ حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعی کا ہے
امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اس سے کوئی تعلق نہیں

مذکورہ حوالہ میں آپ نے لفِ حریر کے ساتھ اپنی محارم سے وطی کے جواز کا قائل ابو حنیفہ کنیت کا ایک شخص پڑھا۔ بدحواسی کے عالم میں اس سے جان چھڑانے کے لیے اہل تشیع یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ مسئلہ ہمارا نہیں۔ بلکہ ابو حنیفہ کا ہے۔ اور ابو حنیفہ وہی ہے جو اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک امام ہو گزرا ہے۔ ہمارے بزرگوں میں اس کنیت کا کوئی مجتہد یا عالم نہیں ہوا۔ یہی بات اسماعیل گوجروی نے ۱۹۵۷ء میں علامہ محمود احمد رضوی کے ساتھ مناظرہ کے دوران کہی۔ اور اس پر شیعہ رسائل واخبارات نے بڑا زور لگایا۔ اب ان حالات میں ہم لفِ حریر والے ابو حنیفہ کا شجرہ نسب اور اس کی علمی وعملی زندگی کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے۔ تاکہ واضح ہو جائے۔ کہ یہ ابو حنیفہ، کنیت والا مذہب شیعہ میں ایک عالم تھا۔ اس سے انکار کرنا محض فریب اور دھوکہ ہے۔

مجالس المؤمنین

القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد بن منصور بن حیون المغربی در تاریخ

Marfat.com

ابن خلکان و ابن کثیر شام مسطور است او یکے از فضلائے مشارالیہ بود در علم فقہ و دین و بزرگی و مرتبہ رسید بود کہ مزید براں متصور نہ بود۔
و در اصل مالکی مذہب بود و بعد از آں بمذہب امامیہ انتقال نمود و او را مصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول مذاہب وکتاب اختیار در فقہہ وکتاب الدعوۃ للعبیدیین و از ابن زولاق روایت نمودہ کہ نعمان ابن محمد القاضی در غایت فضل و از اہل قرآن و عالم بمعانی آں بود و عالم بود بوجوہ فقیہہ او اختلاف فقہاء و عارف بود بوجوہ لغت و شعر و تاریخ و بحلیۂ عقل و انصاف آراستہ بود و در مناقب اہل بیت چندیں ہزار ورق تالیف نمودہ بود و او را کتابہاست کہ در آں جا رد برابو حنیفہ کوفی، و مالک و شافعی و ابن شریح وغیر ایشاں از مخالف نمودہ و از مصنفاتِ او کتاب اختلاف الفقہاء است و در آں جا نصرت مذہب اہل بیت نمودہ و او را قصیدہ است در علم فقہہ و ابو حنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین اللہ خلیفہ فاطمی از مغرب در مصر آمدہ در ماہ رجب سنہ ثلاث وستین و ثلثمائیہ در مصر وفات یافت و او را اولاد امجاد نجبائے فضلائے بود۔

(مجالس المومنین جلد اول ص ۵۳۹ تذکرہ القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد التم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

قاضی ابو حنیفہ نعمان بن منصور بن حبون المغربی۔ تاریخ ابن خلکان اور ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ اُن فضلاء میں سے ایک تھا جو

Marfat.com

جانے پہچانے شہرت رکھنے والے تھے۔ علم فقہ، دین اور بزرگی میں انتہائی مرتبہ پر فائز تھا۔ دراصل امام مالک کے مذہب پر کاربند تھا۔ لیکن بعد میں مذہب امامیہ (شیعہ) قبول کرلیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول مذاہب، کتاب اختیار در فقہہ، کتاب الدعوۃ وغیرہ۔ ابن تولاق سے منقول ہے۔ کہ یہ شخص (نعمان بن محمد القاضی) انتہائی فاضل اور قرآن کریم کے معانی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور فقہی اختلاف پر اسے ید طولیٰ حاصل تھا۔ نعت، شعر اور تاریخ میں ماہر تھا۔ اور عقل وانصاف سے مزین تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے۔ اور اس کی کئی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کوفی، امام شافعی، امام مالک اور قاضی شریح وغیرہ کا رد موجود ہے۔ اس کی تصانیف میں سے اختلاف الفقہاء نامی کتاب بھی ہے۔ اس میں اس نے مذہب اہل بیت کی ڈٹ کر تائید کی علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ یہ ابوحنیفہ معزالدین اللہ، فاطمی خلیفہ کے ہمراہ مصر آیا۔ اور یہ واقعہ ۳۶۳ھ رجب کا ہے مصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔ اور اس کی اولاد میں سے بھی عالم فاضل پیدا ہوئے۔

توضیح:

مذکورہ حوالہ جس مصنف کا ہے۔ وہ اہل تشیع میں "شہید ثانی،، کے نام سے مشہور ہے۔ اور مذہب امامیہ میں اس کا بہت اونچا مقام ومرتبہ ہے اس (یعنی نوراللہ شوستری) نے اپنی مذکورہ تصنیف میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے

Marfat.com

جو ان کے ہاں مسلمہ شخصیات تھے۔ اس میں ابوحنیفہ نعمان کا ذکر کیا اور لکھا کہ۔
۱۔ اس کا ابتدائی مسلک مالکی تھا۔ پھر یہ مذہب امامیہ میں آگیا۔
۲۔ اس کی تصانیف بکثرت ہیں۔ جن میں اہل سنت کے ائمہ اربعہ اور دیگر حضرات کی سخت تردید کی۔
۳۔ خلیفہ معزلدین اللہ فاطمی کا چہیتا تھا۔ یہی اسے اپنے ساتھ مصر لایا۔ اور مصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔
۴۔ اس کا انتقال ۳۶۳ھ میں ہوا۔
۵۔ اس نے اپنی کتب میں مستقل طور پر مذہب امامیہ کی تائید میں دلائل دیئے۔

یہ تھا مختصر خاکہ ابوحنیفہ نعمان شیعی کا جس کے بارے میں اہل تشیع یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہمارا اس نام کا کوئی عالم نہیں گزرا۔ اب تقابلی طور پر اس ابوحنیفہ کا سوانحی خاکہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔ جو ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اہل سنت کا عظیم امام ہوا ہے۔

یہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں۔ (یعنی ان دونوں کی ولدیت جدا جدا ہے۔)

ان کا سن ولادت ۸۰ھ اور وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ (لہٰذا شیعی ، ابوحنیفہ ان کے تقریباً۔ دوسو سال بعد انتقال کرتا ہے۔)

ان کا رد ابوحنیفہ شیعی نے لکھا۔ وہ قاضی تھا یہ اس عہدہ کو ٹھکرانے والے تھے۔

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا انتقال بغداد میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ لیکن شیعی ابوحنیفہ مصر میں وصال کرتا ہے۔ اور وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

آخری بات یہ ہے۔ کہ ہم نے "ولف حریر" کا مسئلہ جس کتاب سے ذکر کیا وہ شیخ زین العابدین شیعی کی تصنیف ہے۔ اور اس کا اصل موضوع مسلک شیعہ کے مطابق سوال اور پھر اس کا جواب لکھنا ہے۔ سوال وجواب مسمّٰی بہ ذخیرۃ المعاد۔ جب اس کتاب میں امامیہ مسلک کے سوال وجواب مذکور ہیں۔ تو پھر یہ جواب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سُنّی کی طرف سے اس میں درج کرنے کا کیا تک ہو سکتا ہے؟ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ "ولف حریر" کا مسئلہ گھڑنے والا ابوحنیفہ نامی ایک شیعہ عالم ہے۔ اور یہ اہل تشیع کے ہاں جائز ہے۔

تنقیح المقال

نعمان ابن محمد ابن منصور ابو حنیفہ مغربی ذَكَرَ ابْنُ خَلْكَانَ وَ ابْنُ كَثِيْرِ الشَّامِيُّ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْفُضَلَاءِ الْمَشْهُوْرِيْنَ وَكَانَ مَالِكِيًّا ثُمَّ اَنْتَقَلَ اِلٰى مَذْهَبِ الْاِمَامِيَّةِ وَ لَهٗ تَصَانِيْفُ مِنْهَا دَعَائِمُ الْاِسْلَامِ فِيْ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ مَثَالِبِ اَعْدَائِهِمْ وَكَانَ اَوْلَادُهٗ مِنَ الْاَفَاضِلِ اَبُوْ الْحَسَنِ علی بن نعمان و ابوعبد اللہ محمد ابن نعمان وَقَالَ صَاحِبُ تَارِيْخِ مِصْرِ اِنَّ الْقَاضِيَ نُعْمَانَ كَانَ مِنَ الْعِلْمِ وَ الْفِقْهِ وَ الدِّيْنِ وَ النُّبْلِ عَلٰى مَا لَا مَزِيْدَ عَلَيْهِ وَكِتَابُ الدَّعَائِمِ كِتَابٌ حَسَنٌ جَيِّدٌ يُصَدِّقُ مَا قِيْلَ فِيْهِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَرْوِ عَمَّنْ بَعْدَ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

Marfat.com

مِنَ الْاَئِمَّةِ خَوْفًا مِنَ الْخُلَفَاءِ الْاِسْمَاعِيْلِيَّةِ حَيْثُ كَانَ قَاضِيًا مَنْسُوْبًا مِنْ قِبَلِهِمْ بِمِصْرَ لٰكِنَّهٗ عَبَدَ مِنْ وَرَاءِ سَتْرِ التَّقِيَّةِ مَذْهَبَهٗ بِمَا لَا يَخْفٰى عَلَى اللَّبِيْبِ وَمَا فِىْ مَعَالِمِ ابْنِ شَهْرِآشُوب مِنْ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ اِمَامِيًّا اِشْتِبَاهٌ قَطْعًا فَاِنَّ اَهْلَ الْبَيْتِ وَهُمْ مُوَرِّخُوْنَ الْمَذْكُوْرُوْنَ اَدْرٰى بِمَا فِى الْبَيْتِ ثُمَّ لَا مَعْنٰى لِتَصْنِيْفِ غَيْرِ الْاِمَامِيِّ كِتَابًا فِىْ مَثَالِبِ الْغَاصِبِيْنَ لِلْحَقِّ وَكِتَابًا اٰخَرَ فِىْ فَضَائِلِ الْاَئِمَّةِ الْاَطْهَارِ وَكِتَابًا ثَالِثًا فِى الْاِمَامَةِ كما اعْتَرَفَ بِهٖ هُوَ بِقَوْلِهٖ۔

(تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۷۳
باب النون من ابواب النون۔
مطبوعہ تہران طبع جدید۔

ترجمہ:

نعمان ابن محمد بن منصور مغربی۔ ابن خلکان اور ابن کثیر نے لکھا کہ یہ شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ شروع میں مالکی مذہب پر تھا۔ پھر مذہب امامیہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ایک کا نام دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت ہے۔ اس میں اہل بیت کے دشمنوں کے مظالم بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس کی اولاد میں بھی قابل لوگ تھے۔ مثلاً ابوالحسن علی بن نعمان اور ابو عبداللہ محمد ابن نعمان۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا ہے۔ کہ قاضی

Marfat.com

نعمان مذکور صاحبان علم وفقہ و دین میں سے تھا۔ اور ان علوم میں صاحب کمال تھا۔ اس کی کتاب "دعائم الاسلام" بہت اچھی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس نے کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ کی روایات کو درج نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی اس لیے کہ وقت کے خلفاء اسماعیلیہ سے اِسے خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا قاضی مقرر ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی تقیہ کے رنگ میں اس نے اپنا مذہب بیان کر ہی دیا۔ جسے ہر عقلمند جانتا ہے اور اس بارے میں جو معالم ابن شہر آشوب میں لکھا ہے۔ کہ یہ ابوحنیفہ امامی نہ تھا۔ یہ محض اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر کے حالات گھر والوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اور ہمارے مورخین نے اس کو امامی ہی کہا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی ابن شہر آشوب سے قوی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص مذہب امامیہ نہ رکھتا ہو۔ اور اس کے باوجود وہ ائمہ اطہار کے فضائل، حق کے غاصبوں کے مظالم اور مسئلہ امامت پر کتابیں لکھے؟ اس بات کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے۔

الکنی والالقاب

اَبُوْحَنِیْفَۃَ شِیْعَۃٌ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْحَنِیْفَۃَ الْمَغْرِبِیِّ
ھو القاضی النعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن
منصور القاضی بمصر کان مالکیا اولا ثم

Marfat.com

اهتدى وصار اماميا وصنف على طريق الشيعة كتبا منها دعائم الاسلام وكان كما قال ابن خلكان نقلا من ابن زولاق في غاية الفضل من اهل القرآن والعلم بمعانيه عالما بوجوه الفقه وعالم اختلاف الفقهاء واللغه والشعر والمعرفة بايام الناس مع عقل وانصاف والف لاهل البيت من الكتب الاف اوراق باحسن التاليف وله رد ودعلى المخالفين وله رد على ابي حنيفة وعلى مالك وشافعي وعلى ابن شريح وكتاب اختلاف الفقهاء وينتصر فيه لاهل البيت وله القصيدة الفقهية لقبها بالمنتخبة وكان ملازما صحبة المعز ابي تميم معد بن منصور ولما وصل من افريقة الى الديار المصرية كان معه لم تطل مدته وفات في مستحل رجب بمصر ۳۶۳ھ۔

(الکنیٰ والالقاب جلد اول ص ۵۷ تذکرہ ابوحنیفہ)

ترجمہ:

ابوحنیفہ شیعہ۔ اسے ابوحنیفہ مغربی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قاضی نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور ہے جو مصر کا قاضی تھا۔ مالکی مذہب تھا۔ پھر ہدایت ملی اور امامی بن گیا۔ شیعی طریقہ (مذہب)

Marfat.com

پر اس نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک دعائم الاسلام ہے۔ بقول ابن خلکان یہ بہت فضیلت والا تھا۔ اور قرآنی علوم و معانی کا عالم، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہا کے علاوہ لغت، شعر اور لوگوں کے نسب کا بھی بہت بڑا عالم تھا۔ صاحب عقل و انصاف تھا۔ اہل بیت کی شان میں ہزاروں اوراق پر مشتمل کتابیں لکھیں۔ مخالفین کا رد بھی لکھا۔ اور ابو حنیفہ امام اعظم کا رد بھی لکھا۔ امام شافعی مالک اور قاضی شریح کی ڈٹ کر تردید کی۔ کتاب اختلاف الفقہا میں اہل بیت کے مسلک کو سچا ثابت کرنے پر بہت دلائل ذکر کیے۔ اس کا ایک قصیدہ علم فقہ پر ہے۔ جس کا نام "المنتخبہ" رکھا۔ یہ شخص معز ابو تمیم معد بن منصور کی ملازمت میں تھا۔ جب معد بن منصور افریقہ سے مصر آیا۔ تو ابو حنیفہ شیعہ بھی اس کے ساتھ تھا یہاں زیادہ دیر زندہ نہ رہا۔ اور ۳۶۳ھ ہجری رجب کے مہینہ میں فوت ہو گیا۔

تبصرہ:

صاحب کتاب الکنی والالقاب شیخ قمی نے بھی وہی کچھ کہا۔ جو تنقیح المقال اور مجالس المؤمنین کے حوالہ جات میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ سبھی شیعہ مصنف اور شیعہ برادری کے ستون اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ ہمارے مسلک میں بھی ایک ابو حنیفہ نعمان نامی شخص گزرا ہے۔ بڑا صاحب فضل و علم تھا۔ اور کتب کثیرہ کا مصنف تھا۔ پہلے مالکی تھا پھر ہدایت ملی تو شیعہ ہو گیا۔ اور ایسا ہوا کہ سنیوں کے ائمہ کی خوب تردید کی۔ اور اہل بیت

Marfat.com

کے حق میں مسلک شیعہ کے مطابق بہت دلائل ذکر کیے۔ اب بھی کہتے ہو کہ ابوحنیفہ نامی شخص ہمارے اندر نہیں ہوا جس کا ہم ابھی تذکرہ کر چکے یہ کن میں سے تھا؟ تو معلوم ہوا کہ ”لعبِ حریر“ کے مسئلہ کا موجد شیعہ ہے۔ اور اس کا نام نعمان بن محمد اور کنیت ابوحنیفہ ہے ۳۶۳ھ میں مصر کے اندر انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الاخبار الطوال مطبوعہ۔ لابی حنیفہ الدینوری احمد ابن داود من اهل الدینور ۔ و من تصریح ابن ندیم بتوثیقہ و ان اکثر اخذہ من یعقوب بن اسحاق اسکیت النحوی الشهید لتشیعہ و هو من ابنائے الفارس امامیتہ۔

(الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد اوّل ص ۳۴۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

الاخبار الطوال نامی کتاب ابوحنیفہ دینوری احمد بن داؤد کی تصنیف ہے۔ جو دینور کا رہنے والا تھا۔ ابن ندیم کی تصریح ہے کہ یہ قابلِ اعتبار ہے۔ اور یہ کہ اس نے اکثر علم یعقوب بن اسحاق السکیت نحوی سے پڑھا۔ جو شیعہ تھا۔ ابوحنیفہ دینوری امامی شیعہ ہونا ظاہر کرتا تھا۔ اور یہ ایران کا رہنے والا تھا۔

نوٹ: ”الذریعہ“ کی مکمل عبارت ہم نے ذکر نہیں کی۔ اس میں بھی رہی

Marfat.com

باتیں تھیں۔ جو پچھلے تین حوالہ جات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یعنی یہ بہت بڑا عالم، فاضل اور صاحب تصانیف کثیرہ اور عالم علوم متعددہ تھا۔ اور امامی شیعہ تھا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے "لفِ حریر"، سے کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ابتداءً سن کر ہر شیعہ کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔ ان کے ذاکرین اس مسئلہ سے بالکل انکار کر دیں گے۔ لیکن جب مذکورہ حوالہ جات پیش کیے جائیں تو پھر اور پہلو بدلتے ہیں۔ یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ "ذخیرۃ المعاد"، کتاب کہ جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ وہ ہماری کتاب نہیں۔ بلکہ اہل سنت کے ایک عالم کی تصنیف ہے۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ اس نام کی کتاب ایک سنی عالم یعنی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تصنیف ہے۔ لیکن اس میں "لفِ حریر"، کے مسئلہ کا وجود تک نہیں۔ اور جس "ذخیرۃ المعاد"، میں یہ مسئلہ بقید حوالہ ہم نے ذکر کیا۔ وہ ایک شیعہ مصنف شیخ زین العابدین کی تصنیف ہے۔ سو یہ بات تحقیق کو پہنچی۔ کہ اہل تشیع کے ہاں مرد اپنے آلۂ تناسل پر ریشم یا اس جیسا کوئی اور کپڑا لپیٹ لے۔ تو اس کا پھر اپنی محرم عورتوں کے ساتھ وطی کرنا جائز ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۱۴

ماں اور بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز اور دوسری وجہ سے ناجائز ہے

فقہی اصطلاح میں بدکاری کے لیے زنا اور سفاح کے دو الفاظ ذکر ہوتے ہیں اہل تشیع کے ہاں ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر زانی کو سفاح ضرور کہیں گے۔ لیکن اس کا عکس نہیں۔ دونوں کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ زنا وہ فعل حرام ہے۔ جس میں حلت کی کوئی بھی وجہ موجود نہ ہو۔ اور سفاح وہ حرام فعل ہے۔ جس میں کوئی وجہ حلت کی بھی موجود ہو۔ مثلاً ایک شخص اپنی ماں، بیٹی وغیرہ سے نکاح کیے بغیر وطی کرتا ہے۔ تو یہ زنا ہو گا۔ اور اگر نکاح کر کے وطی کرے تو سفاح ہو گا۔ اب اس فرق کو مدنظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ سفاح سے پیدا ہونے والا بچہ حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

فَاَمَّا مِنْ سِفَاحِ الَّذِیْ هُوَ غَیْرُ الزِّنَا وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ

Marfat.com

لِاِسْمِ سِفَاحٍ وَمُتْعَةٍ فَالَّذِيْ هُوَ مِنْ وَجْهِ النِّكَاحِ مَنْسُوْبٌ بِالْحَرَامِ وَاِنَّمَا صَارَ سِفَاحًا لِاَنَّهُ نِكَاحٌ حَرَامٌ مَنْسُوْبٌ اِلَى الْحَلَالِ وَهُوَ مِنْ وَجْهِ الْحَرَامِ فَلَمَّا كَانَ وَجْهٌ مِنْهُ حَلَالًا وَوَجْهٌ حَرَامًا كَانَ اِسْمُهُ سِفَاحًا لِاَنَّ الْغَالِبَ عَلَيْهِ نِكَاحُ تَزْوِيْجٍ اِلَّا اَنَّهُ مَنْسُوْبٌ ذَالِكَ التَّزْوِيْجُ بِوَجْهٍ مِنْ وُجُوْهِ الْحَرَامِ غَيْرُ خَالِصٍ فِيْ مَعْنَى الْحَرَامِ بِالْكُلِّ وَلَا خَالِصٍ فِيْ وَجْهِ الْحَلَالِ بِالْكُلِّ اَمَّا اَنْ يَكُوْنَ الْفِعْلُ بِوَجْهِ الْفَسَادِ وَالْقَصْدِ اِلَى غَيْرِ مَا اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ مِنْ وَجْهِ التَّاوِيْلِ وَالْخَطَاءِ، وَالْاِسْتِحْلَالِ بِجِهَةِ التَّاوِيْلِ وَالتَّقْلِيْدِ نَظِيْرُ الَّذِيْ يَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِيْ ذَكَرَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كِتَابِهِ تَحْرِيْمَهَا فِي الْقُرْاٰنِ مِنَ الْاُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ اِلَى اٰخِرِ الْاٰيَةِ كُلُّ ذَالِكَ حَلَالٌ فِيْ جِهَةِ التَّزْوِيْجِ حَرَامٌ مِنْ جِهَةِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ كَذَالِكَ...... فَهٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ تَزْوِيْجُهُمْ مِنْ جِهَةِ التَّزْوِيْجِ حَلَالٌ حَرَامٌ فَاسِدٌ مِنْ وَجْهِ الْاٰخِرِ لِاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِيْ لَهُ اَنْ يَتَزَوَّجَ اِلَّا مِنَ الْوَجْهِ الَّذِيْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلِذَالِكَ صَارَ سِفَاحًا مَرْدُوْدًا وَذَالِكَ

Marfat.com

كُلُّهُ غَيْرُ جَائِزٍ الْمَقَامِ عَلَيْهِ فَلَا ثَابِتَ لَهُمُ التَّزْوِيجُ بَلْ يُفَرِّقُ الْإِمَامُ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ النِّكَاحُ الزِّنَا وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ أَوْلَادَ زِنَا وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُودَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ وُلِدُوا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ جُلِدَ الْحَدَّ لِأَنَّهُ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجِ رُشْدَةٍ وَإِنْ كَانَ مُفْسِدًا لَهُ بِجِهَةٍ مِنْ جِهَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ

وَالْمَوْلُودُ مَنْسُوبٌ إِلَى الْأَبِ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجِ رُشْدَةٍ عَلَى نِكَاحِ مِلَّةٍ مِنَ الْمِلَلِ خَارِجٍ مِنْ حَدِّ زِنَا لٰكِنَّهُ مُعَاقَبٌ عَقُوبَتُهُ الْفُرْقَةُ ـ

(فروع کافی جلد پنجم ۵۷۰-۵۷۱،
كتاب النكاح باب تفسير ما يحل
من النكاح الخ)

ترجمہ:

معنی سفاح کا جوز نا کا غیر ہے۔ اسے صرف سفاح ہی کہا جائے گا جس کا معنی یہ ہے۔ کہ نکاح کے ذریعہ جس میں حرام ملا ہوا ہو۔ یہ سفاح اس لیے ہوا۔ کہ یہ نکاح حرام ہے اور اس میں حلت کا شائبہ بھی موجود ہے لہذا ان دونوں احتمالات کی وجہ سے اسے سفاح کہیں گے کیونکہ اس میں غلبہ وجہ نکاح کو ہے۔ مگر یہ نکاح حرام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن یہ مشابہت ہونے ہوئے یہ خالص حرام نہ بنے گا۔ اور نہ ہی خالص حلال کہلائے گا۔ حرام کی مشابہت اس طرح کہ ایسا کرنے

Marfat.com

والا دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کا قصد کرتا ہے۔ اور علت اس لیے کہ وہ اس کی تاویل یا اس کو غلطی سے کر بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ کوئی شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا۔ حرمت علیکم امہاتکم الخ۔ یہ سب عورتیں اگر ان سے نکاح کر لیا جائے۔ تو بوجہ نکاح کے حلال ہو گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کی وجہ سے حرام ہوئیں۔ پس یہ عورتیں (محرمات) بوجہ نکاح کے حلال اور حرام فاسد دوسری وجہ سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد آدمی کو اسی طرح نکاح کرنا چاہیے تھا۔ جس طرح نکاح کی وہ اجازت دیتا ہے۔ چونکہ محرمات سے نکاح کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی۔ اس لیے یہ سفاح ہو گا اور مردود ہو گا۔ لہٰذا اسی نکاح پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا۔ بلکہ امام ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ لیکن ان کا نکاح کر کے وطی کرنا "زنا" بھی نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس وطی سے پیدا ہونے والی اولاد حرامی ہو گی۔ سو جو شخص اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچہ کی ماں یا باپ پر زنا کی تہمت لگائے گا۔ اس کو قذف کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ بچے صحیح، نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس نکاح میں فساد تھا اور وہ بوجہ محرمات ہونے کے تھا۔ بچہ بچی اس صورت میں اپنے باپ کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ کیونکہ وہ درست شادی سے پیدا ہوئے۔ اور یہ نکاح ایک مذہب کے مطابق پڑھا گیا۔ لہٰذا زنا سے خارج ہو گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ ایسے شخص کو سزا ملنی چاہیے اور اس کی سزا یہ ہے۔ کہ ان دونوں نکاح کرنے والوں کو جدا جدا

Marfat.com

کر دیا جائے۔

لمحہ فکریہ:

"فقہ جعفریہ" میں محرمات کے ساتھ نکاح اور اس کے متعلق چند مسائل حوالہ مذکورہ کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ کیے۔ اس سلسلہ میں یہ شبہ تو شاید قابل سماعت ہو۔ کہ وطی کرنے والا کہے کہ میں نے نکاح کر کے ایسا کیا ہے۔ اور اس شبہ کی بنا پر اس واطی پر حد جاری نہ ہو لیکن جو یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ محرمات سے وطی کرنا من وجہ حلال ہے۔ یہ کون سی نص کا مطلب ہے۔ بلکہ یہ تو نص صریح کی مخالفت ہے۔ اور اس بنا پر یہ کفر وارتداد بنتا ہے پھر اس بدبخت کو فقہ جعفریہ یہ رعایت دے رہی ہے۔ کہ تمہاری اس طرح سے پیدا ہونے والی اولاد کو حرامی نہیں کہا جائے گا ایسا کہنے والا قذف کی حد کھائے گا۔ جب ایسی رعایت عام شیعوں کو تبلا دی جائے۔ کہ تم اپنی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات سے نکاح کر کے وطی کر لو۔ تو اس میں کوئی حد نہیں لگے گی۔ ہونے والی اولاد تمہاری ہو گی۔ جو اُن کو حرامی کہے گا سو کوڑے کھائے گا۔ ہاں اگر سزا ہو گی۔ تو صرف یہ وطی کرنے کے بعد امام تم دونوں کو ایک ساتھ نہ رہنے دے گا۔ پھر دیکھئے کہ شبعہ مسلک والے کتنے خوش ہوتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے ریشم پیٹ کر اجازت دی تھی۔ اور اس پر شیعہ تڑپ اٹھے تھے۔ اب فروع کافی والا تڑپتے پیٹے بغیر سیدھا راستہ دکھا رہا ہے بغلیں بجاؤ مجالس منعقد کرو۔ اور خوب داد دو۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِي الْاَبْصَارِ)

نوٹ: غلام حسین نجفی نے اپنی تصنیف "حقیقت فقہ حنفیہ"، کے صـ۱۲۵

Marfat.com

پر احناف پر محرمات کے ساتھ نکاح کے بارے میں خرافات کہے ہیں۔ ہم نے اس کے تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دے دیا ہے۔

آپ حضرات سے التماس ہے۔ کہ دونوں طرف کے مسائل فقہیہ کا تقابل کر کے دیکھیں۔ کہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں سے کس کے مسائل عقل و نقل کے موافق اور کس کے مخالف ہیں۔ غلام حسین نجفی نے شاید یہ سمجھا ہو گا۔ کہ یں ادھر ادھر کی ہانک کر اہل سنت کو اپنی فقہ سے متنفر کر اسکوں گا۔ لیکن اُسے کیا خبر تھی کہ الٹی مصیبت اِن کی اپنی فقہ پر آپڑے گی۔ حقیقت، حقیقت ہی ہوتی ہے اور جھوٹ بہرحال جھوٹ ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ ہشتم

باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں یا ساس سے وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا

مذاہب خمسہ

فَمَنْ زَنَا بِاُمِّ زَوْجَتِہٖ اَوْ بِنْتِهَا تَبْقَى الزَّوْجِيَّةُ عَلٰى حَالِهَا وَكَذَا لَوْ زَنَا الْاَبُ بِزَوْجَةِ ابْنِهٖ اَوِ الْاِبْنُ بِزَوْجَةِ اَبِيْهِ لَمْ تُحَرِّمْ

Marfat.com

الزَّوجۃُ علیٰ زَوجِھَا الشَّرعِیِّ۔

(مذاہب خمسہ ص ۳۱۱ باب المحرمات

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص اپنی بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی سے زنا کرتا ہے۔ اس کی زوجیت اپنے حال پر باقی رہتی ہے۔ اور اسی طرح اگر باپ اپنے بیٹے کی بیوی یا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے زنا کرے۔ تو بھی زوج شرعی کی زوجیت حرام نہیں ہوتی۔

توضیح

احناف کے ہاں صورت مذکورہ میں مسئلہ یہ ہے۔ کہ باپ اگر بیٹے کی بیوی سے وطی کرتا ہے۔ تو ان کی اپنی زوجیت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح ساس سے وطی کرنے پر بھی بیوی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ لیکن اہل تشیع نے یہ سب کچھ گوارا کر لیا۔ اور ان کی فطرت خبیثہ نے حرمت ثابت نہ کی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے اس صریح ارشاد کا بھی پاس نہیں۔ حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم.... وحلائل ابناء کم الذین من اصلا بکم۔

یعنی مومنو! تم پر تمہاری مائیں (بطور نکاح) حرام کر دی گئیں۔ تمہاری بیٹیاں حرام کر دی گئیں۔ تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں حرام کر دی گئیں۔ جو بیٹے تمہاری پشت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پس پشت ڈالا گیا۔ اور خواہشات نفسانیہ کی عبادت کی گئی۔ کیا یہی ایمان ہے؟

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۱۹

اجنبی مرد کا نطفہ اگر عورت اپنے رحم میں ڈال لے۔ تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ شرعی اولاد ہے

مذاہب خمسہ

وَعَلٰى اَيَّةِ حَالٍ فَاِنَّ التَّلْقِيْحَ الصِّنَاعِيَّ حَرَامٌ وَلَا يَجْرَاءُ عَلَى الْقَوْلِ بِحِلِّيَّتِهٖ مُسْلِمٌ وَلٰكِنَّ التَّحْرِيْمَ لَا يَسْتَلْزِمُ اَنْ يَكُوْنَ الْحَمْلُ بِسَبَبِهٖ وَلَدَ زِنَا وَقَدْ تَحْرُمُ الْمُقَارَبَةُ وَمَا ذَالِكَ يَكُوْنُ الْوَلَدُ شَرْعِيًّا۔

(مذاہب خمسہ ص ۳۷۶ / التلقیح الصناعی محرم الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال تلقیح صناعی حرام ہے۔ (تلقیح صناعی یہ کہ کسی غیر محرم مرد کا مادۂ منویہ کسی عورت کے رحم میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کر دیا جائے) لیکن اس کا حرام ہونا یہ لازم نہیں کرتا کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ولدِ شرعی ہے۔ یعنی ولد الزنا نہیں۔

Marfat.com

نوٹ:

"وطی مناعی"، بہر حال حرام ہے۔ لیکن اس کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ ولدِ شرعی ہے۔ یعنی ولد الزنا نہیں۔ ان دونوں باتوں کا باہم کیا ربط ہے۔ یہ تو ظاہراً اجتماع ضدین کا قول کیا جا رہا ہے۔ جواز روئے عقل ممتنع ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰

بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ کی موجودگی میں اور بھتیجی کے ساتھ اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح درست ہے

ان دونوں رشتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بھتیجی کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں شرکت بھی حرام فرمائی۔ لیکن فقہ جعفریہ کی گنگا ہی الٹی بہتی ہے ان دونوں میں سے ایک رشتہ کے لیے اجازت اور دوسرا بغیر اجازت کے جائز قرار دے دیا۔

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ قَالَ لَا تُزَوَّجُ اِبْنَةُ الْاَخِ وَلَا اِبْنَةُ الْاُخْتِ عَلَی الْعَمَّةِ وَلَا عَلَی الْخَالَةِ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا وَتُزَوَّجُ الْعَمَّةُ وَالْخَالَةُ عَلٰی اِبْنَةِ الْاَخِ وَابْنَةِ الْاُخْتِ بِغَیْرِ اِذْنِہِمَا۔ (فروع کافی جلد ۵ ص ۴۲۴ کتاب النکاح باب المرأۃ تزوج علی عمتھا الخ)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ بھتیجی کے ساتھ اور بھانجی کے ساتھ پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور اگر پہلے سے بھتیجی یا بھانجی نکاح میں ہو اور پھر پھوپھی یا خالہ کے ساتھ نکاح کرنا پڑے۔ تو اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ بغیر اجازت ہو جائے گا

یہ دونوں نکاح عندالاحناف باطل و حرام ہیں

فتح القدیر

وَلاَ يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا اَوْ اِبْنَةِ اَخِيْهَا اَوْ اِبْنَةِ اُخْتِهَا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لاَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلاَ عَلٰى اِبْنَةِ اَخِيْهَا وَلاَ عَلٰى اِبْنَةِ اُخْتِهَا وَهٰذَا مَشْهُوْرٌ تَجُوْزُ الزِّيَادَةُ عَلَى الْكِتَابِ بِمِثْلِهٖ.... (قوله وهٰذا مشهور) اَعْنِي الْحَدِيْثُ الْمَذْكُوْرُ ثَابِتٌ فِيْ صَحِيْحَيْ مُسْلِمٍ وَابْنِ حِبَانَ وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنِّسَائِيُّ وَتَلَقَّاهُ الصَّدْرُ الْاَوَّلُ بِالْقَبُوْلِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَرَوَاهُ الْجَمُّ الْغَفِيْرُ مِنْهُمْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَجَابِرٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ رضی اللہ عنہم (فتح القدیر جلد ۳ ص ۲۶۳ کتاب النکاح مطبوعہ مصر)

Marfat.com

ترجمہ:

عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ یا بھتیجی یا بھانجی ایک نکاح میں دونوں اکٹھی نہ کی جائیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پھوپھی اور خالہ کے ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور کا درجہ رکھتی ہے لہٰذا اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔۔۔۔ (یہ حدیث مشہور ہے۔) یہ مذکورہ حدیث صحیح مسلم، ابن حبان میں ثابت ہے۔ اور اس کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور صدر اول نے اسے قبولیت بخشی۔ یعنی حضرات صحابہ کرام اور تابعین کرام نے اسے قبول کیا۔ اور ایک بہت بڑی جماعت نے اس کی روایت بھی کی ہے جن میں سے حضرت ابوہریرہ، جابر، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود اور ابوسعید خدری ایسے صحابہ کرام کے اسماء گرامی بھی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

البنایہ فی شرح الهدایہ

عن ابی سلمة عن ابی هريرة مرفوعا لا تنكح المراة على بنت الاخ ولا بنت الاخت على الخالة وروى عن على رضى الله عنه اخرجه احمد فى مسنده من النصف الاول من الحديث الذى ذكره المصنف حيث قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنكح المراة على عمتها ولا على خالتها

Marfat.com

وكذا رواه ابن ماجة من حديث ابي موسى مثله سواء وكذا العينه رواه الطبراني في الكبير من حديث الحسن عن سمرة بن جندب وكذالك رواه الطبراني من حديث ايوب بن خالد عن عتاب بن اسيد بن سلمة (وهذا مشهور) اى هذا الحديث مشهور وتلقته الامة بالقبول واشتهر بين التابعين واتباع التابعين مع رواية كبار صحابة رضى الله تعالىٰ عنهم وقد رواه من الصحابة ابن عباس وابو هريرة وعلى وابن عمر وابن سعيد وابو امامة وجابر وعائشة وابوموسى وسمرة ابن جندب وعبد الله بن مسعود وانس بن مالك وعتاب بن اسيد .... قال ابن عبد البراجمع العلماء القول بهذا الحديث قال ولا يجوز عند جميعهم نكاح المرأة على عمتها وان علت ولا على ابنة اختها وان سفلت ولا على خالتها وان علت ولا على ابنة اختها وان سفلت ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ تصنیف
علامہ بدرالدین عینی جلد ۴ ص ۵۴
کتاب النکاح)

ترجمہ:
ابوسلمہ ابی ہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے۔کہ بھتیجی کے

Marfat.com

ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت امام احمد نے اپنی مسند کے نصف اول میں ذکر کی۔ جو حدیث مصنف ہدایہ نے ذکر کی۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی بھتیجی کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور نہ بھانجی کے ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح کیا جائے۔ اسی طرح کی ایک حدیث ابن ماجہ نے ابو موسیٰ اشعری سے نقل کی ہے۔ اور بعینہٖ یہی حدیث طبرانی نے معجم الکبیر میں دو ذریعوں سے ذکر کی ہے (وہ حدیث مشہور ہے) یعنی جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا۔ وہ مشہور ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین نے اُسے قبولیت بخشی اس کے ساتھ ساتھ اس کی روایت کرنے والے اکابر صحابہ کرام بھی ہیں مثلاً ابن عباس، ابوہریرہ، علی المرتضٰی، ابن عمر، ابن سعید، ابو امامہ، جابر، عائشہ صدیقہ، ابو موسیٰ اشعری، سمرۃ ابن جندب، عبداللہ بن مسعود انس بن مالک اور عتاب بن سعید رضی اللہ عنہم۔ ابن عبداللہ نے کہا۔ کہ تمام علماء نے اس حدیث پر اجماع کیا ہے۔ اور کہا۔ کہ تمام علماء کے نزدیک کسی عورت کی پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھتیجی سے نکاح نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ پھوپھی رشتہ میں کتنی ہی دور کی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی بھانجی سے خالہ کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔ اگرچہ وہ بھانجی کتنی ہی نچلے درجہ کی ہو۔ اور خالہ اوپر کے درجہ کی ہو۔

تبصرہ:

قارئین کرام! متعدد احادیث سے جو مسند۔ مرفوع اور مشہورہ ہیں یہ

Marfat.com

مسئلہ بالتصریح موجود ہے۔ کہ پھوپھی کے ہوتے ہوئے بھتیجی یا اس کے برعکس اور، بھانجی ہوتے ہوئے خالہ یا اس کے برعکس نکاح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نا جائز فرمایا۔ ان حضرات صحابہ کرام میں سے کہ جن سے یہ روایات مذکورہ ہیں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع بھی ہے۔ ان شواہد و دلائل کے بعد اہل تشیع کا ان رشتوں کو جائز قرار دینا دراصل ان لوگوں کی شرارت ہے۔ جن پر ائمہ اہل بیت نے پھٹکار کی ہے۔ یہ بھی ان خرافات میں سے ایک ہے۔ جو انہوں نے خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کے لیے گھڑی ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ

مسئلہ نمبر ۲۱

”غلات“ سے مناکحت جائز نہیں

”غلات“، کون لوگ ہیں۔ اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ جن کی بنا پر اہل تشیع ان کو رشتہ دینا یا ان سے لینا جائز نہیں کہتے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مذاہب خمسہ

فَقَدْ صَرَّحَ عُلَمَاءُ الْاِمَامِيَّةِ فِيْ كُتُبِ الْعَقَائِدِ وَالْفِقْهِ بِكُفْرِ الْغُلَاةِ۔ مِنْ ذَالِكَ مَا جَاءَ فِيْ كِتَابِ

Marfat.com

(شرح عقائد الصدوق) (للشیخ المفید ص ۶۳ طبع ۱۳۷۱ھ)

قال "الغلاة المتظاهرون بالاسلام هم الذین نسبوا علیا امیرالمومنین و الائمة من ذریته الی الالوهیة و النبوة و وصفوهم من الفضل فی الدین و الدنیا الی ما تجاوزوا فیه الحد و خرجوا عن القصد وهم ضلال کفار حکم فیهم امیرالمومنین بالقتل و التحریق بالنار۔ وقضت علیهم الائمة بالکفار و الخروج عن الاسلام"، و ذکروهم فی کتب الفقه فی باب الطهارة حیث حکموا بنجاستهم و ذکروهم ایضا فی باب الزواج حیث قالوا بعدم جواز تزویجهم و الزواج منهم مع انهم اجازوا الزواج بالکتابیات و ذکروهم فی باب الجهاد حیث جعلوهم من المشرکین فی حالة الحرب۔ کیف اتفق کالقاء النار علیهم و تذفهم بها و ذکروهم فی باب الارث حیث منعوهم من میراث المسلمین۔

(مذاہب خمسہ ص ۵۰۱-۵۰۲ میراث اہل الملل)

ترجمہ:

امامی مسلک کے علما نے کتب عقائد اور کتب فقہ میں "غلات" کے کفر کی تصریح کی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب "شرح عقائد الصدوق" ہے جو شیخ مفید کی تصنیف ہے۔ مطبوعہ ۱۳۷۱ھ

Marfat.com

کے ص ۶۲ پر ہے۔ غلات وہ لوگ ہیں۔ جو خواہ مخواہ اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کرام کے متعلق الوہیت اور نبوت کی نسبت کی اور دین و دنیا میں ان کی ایسی فضیلتیں بتائیں۔ کہ جن کے ذریعہ وہ حد سے تجاوز کر گئے۔ یہ لوگ کافر اور گمراہ ہیں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں قتل اور آگ میں جلانے کا حکم دیا ہے۔ اور تمام ائمہ نے ان کے کفر کا فیصلہ فرماتے ہوئے انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ کتب فقہ میں ان کا ذکر باب طہارت میں یوں ہے۔ کہ یہ لوگ نجاست بھرے ہیں۔ باب الزواج میں ہے کہ ان سے رشتہ لینا اور انہیں دینا جائز نہیں۔ حالانکہ علماء امامیہ نے اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے۔ باب جہاد میں ان کا ذکر اس طرح ہے۔ کہ یہ لوگ لڑائی کے دوران مشرک سمجھے جائیں گے۔ جیسے بھی بن پڑے انہیں نہ چھوڑا جائے۔ ان پر آگ برسائی جائے۔ انہیں آگ میں ڈالا جائے۔ اور وراثت کے باب میں ان کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی میراث سے بے محروم ہوں گے۔

لمحہ فکریہ!

قارئین کرام! صاحب مذاہب خمسہ ایک بہت بڑے مجتہد شیعہ عالم ہیں۔ جن کا نام محمد جواد مغنی ہے۔ انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرقہ "غلات" کے عقائد اور ان کے بارے میں شیعہ فقہاء اور علماء کے فتاویٰ بھی ملاحظہ

Marfat.com

کیے۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور ائمہ اہل بیت میں الوہیت طاوہیت ثابت کی۔ جس کی بنا پر یہ بالاتفاق کافر اور مشرک ٹھہرے۔ اب ہم ان غلات کو کافر کہنے والوں کے ایک دو عقیدے آپ کو دکھاتے ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ پہلا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین وغیرہ صفات الٰہیہ کے مالک تھے

جلاء العیون

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غائب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد از رسول میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں صراط اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اوّل آدم ہوں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں حلم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں سرچشمۂ یقین ہوں۔ میں زمین و آسمان میں حجت خدا ہوں۔ میں منزل کرنے والا ہوں۔ میں

Marfat.com

صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مُردوں کو نکالنے اور زندہ کرنے والا ہوں۔ میں یوم نشور کا مالک ہوں۔ نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا بھید ہوں میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوق پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جس سے امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۶۰-۱۱ مطبوعہ
شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور)

اہل تشیع کے ہاں ان کا قرآن کریم کا معیاری ترجمہ مقبول احمد دہلوی شیعی کا ہے۔ مترجم نے ترجمہ کو اپنے نام سے متعارف کرایا۔ اس ترجمہ میں آیت ۔ وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ الخ اور آیت اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً الخ کے تحت لکھا۔

☆

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں نبوت، رسالت اور خلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔

ترجمہ مقبول

حاشیہ ۱ بِكَلِمَاتٍ۔ کتاب الخصال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان کلمات سے وہی کلمات مراد ہیں جو آدم علیہ السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملے تھے۔ جن سے ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہ یہ تھے۔ یَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ اِلَّا تُبْتَ عَلَيَّ اے پروردگار میرے میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ کہ تو میری توبہ قبول فرما۔ چنانچہ خدا نے توبہ قبول فرمائی۔ اسی اثنا میں کسی نے دریافت کیا یا ابن رسول اللہ خدا کے اس قول فَاَتَمَّهُنَّ کا کیا مطلب ہے، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قائم آل محمد اور کل اوصیاء رسول کی بزرگی تسلیم کرلی کتاب کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پروردگار عالم نے جناب ابراہیم کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد مقرر کیا اور رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا۔ اور خلیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۲۲

میاں بیوی کے درمیان "کفو" ضروری نہیں

دیگر مسائل عجیبہ کی طرح ایک مسئلہ اہل تشیع کا یہ بھی ہے۔ کہ عورت اور مرد کے مابین "کفو" ضروری نہیں۔ یعنی اگر عورت ہاشمی، قریشی گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو تو اس کا نکاح دیانت و اخلاق کے اعتبار سے ذلیل آدمی سے کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

الحسین ابن الحسن الهاشمی عن ابراهیم ابن اسحاق ابن الاحمر وعلی بن محمد بن بندار عن السیاری عن بعض البغداديين عن علی بن بلال قال لقی هِشَامُ ابْنُ الْحَكَمِ بَعْضَ الْخَوَارِجِ فَقَالَ يَاهِشَامُ مَا تَقُولُ فِي الْعَجَمِ يَجُوزُ اَنْ يَتَزَوَّجَ فِي الْعَرَبِ قَالَ فَالْعَرَبُ يَتَزَوَّجُ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ، فَقُرَيْشٌ يَتَزَوَّجُ فِي بَنِي هَاشِمٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَمَّنْ

Marfat.com

اَخَذْتَ هٰذَا قَالَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ
تَتَكَافَهُ دِمَاءُكُمْ وَلَا تَتَكَافَهُ فُرُوجُكُمْ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۳۴۵ کتاب النکاح)
(۲)۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۳۹۴
باالکفارہ)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) ہشام بن الحکم کی ملاقات ایک خارجی سے ہوئی اس نے ہشام سے پوچھا۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ ایک غیر عرب عربی عورت سے شادی کرے؟ کہا ہاں درست ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ ایک عرب اگر قریش میں شادی کرے؟ کہا یہ بھی جائز ہے۔ پوچھا۔ قریش اگر بنی ہاشم میں نکاح کرے؟ کہا۔ یہ بھی درست ہے۔ پوچھا۔ تم نے یہ جوابات کس سے سیکھے ہیں؟ کہا جعفر بن محمد سے میں نے ان سے سنا۔ کہ تمہاری کفو تمہارے خون میں ہے۔ تمہارے فروج (شرمگاہوں) میں نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ

عن علی ابن حسن بن فضال عن محمد بن عبد اللہ بن زرارۃ عن عیسی بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاءکم من ترضون خلقہ ودینہ فزوجوہ قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

وَاِنْ كَانَ دَنِيًّا فِیْ نَسَبِهٖ قَالَ اِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهٗ وَدِيْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص۵۱ کتاب النکاح باب انہ یستحب المسارۃ واھلھا الخ)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس (رشتہ کے لیے) ایسا شخص آئے۔ جسے تم پسند کرتے ہو۔ اور اس کے اخلاق اور اس کا دین تمہیں اچھا نظر آئے۔ تو اُسے رشتہ دے دیا کرو میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اگرچہ وہ نسب کے اعتبار سے کم درجہ کا ہو۔ فرمایا۔ جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ کے لیے آجائے جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو جائے گا۔

توضیح

روایت بالا میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔ کہ نسب کے اعتبار سے اگرچہ کوئی شخص کتنا گیا گزرا ہو۔ اس کی پرواہ نہیں۔ اس کا خلق اور دین اچھا ہونا ضروری ہے۔ گویا ایک سیدزادی کے ساتھ شادی کی خواہش رکھنے والا اگرچہ خاندانی اعتبار سے کتنا ہی نکما اور گرا ہوا ہو۔ اگر اچھے اخلاق اور اچھے دین والا

Marfat.com

ہے۔ تو اس سے شادی کر دو۔ یہ حکم آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بار بار دیا۔ وہ کفو، صرف اسلام ہے۔ اور دیگر باتیں خارجی ہیں۔

مسالک الافہام شرح شرائع الاسلام

وَزَوَّجَ النَّبِيُّ ابْنَتَهُ عُثْمَانَ وَزَوَّجَ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَلَيْسَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَالِكَ زَوَّجَ عَلِيٌّ اِبْنَتَهُ اُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ اُخْتَهَا سَكِيْنَةَ وَكُلُّهُمْ مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ۔

(مسالک الافہام شرح شرائع الاسلام
کتاب النکاح باب لواحق العقد
جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۰ طبع قدیم تہران)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی جناب عثمان سے کی۔ اور ایک دوسری بیٹی کی شادی ابوالعاص سے کی۔ یہ بنی ہاشم میں سے نہیں۔ اسی طرح علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کیا۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ بنت حسین سے اور مصعب بن زبیر نے فاطمہ بنت حسین کی بہن سکینہ سے شادی کی۔ اور یہ سبھی غیر ہاشمی تھے۔

Marfat.com

توضیح

"مسالک الافہام" میں اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ "کفو" صرف اسلام کا ہوتا ہے۔ باقی خاندانی اونچ نیچ کوئی اہمیت نہیں رکھتی اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنی صاحبزادی بیاہ دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسین نے بھی ایسا ہی کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ سید اور غیر سید کا فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لیے سیدزادی کی غیر سید سے شادی ہو سکتی ہے۔

مبسوط

زَوَّجَ فَاطِمَةَ عَلِيًّا وَهُوَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ صلوٰة الله عليه وسلامه عليه وَاُمُّهَا خَدِيْجَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَزَوَّجَ بِنْتَيْهِ رُقَيَّةَ وَاُمَّ كُلْثُوْمٍ عُثْمَانَ لَمَّا مَاتَتِ الثَّانِيَةُ قَالَ لَوْ كَانَتْ ثَالِثَةً لَزَوَّجْنَاهُ اِيَّاهَا۔

(مبسوط جلد ۲ ص ۱۵۹ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کی۔ ان کی والدہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ اور کلثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے نکاح کیا۔ جب دوسری بھی انتقال کر گئیں۔ تو فرمایا اگر تیسری بھی ہوتی۔ تو ہم اس کی شادی عثمان سے کر دیتے۔

Marfat.com

نوٹ:

صاحب مبسوط علامہ طوسی نے یہ عبارت اس موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ یہ رشتہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ وہ حقیقی مائیں نہیں۔ اگر حقیقی مراد ہوتیں۔ تو پھر ان کی اولاد امتیوں کے بہن بھائی ہوتے۔ اور بہن بھائی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ازواج کی اولاد کی شادیاں اُمتیوں سے کی ہیں لیکن اس کے ساتھ عبارت مذکورہ سے دو مسئلے اور بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسرا یہ کہ شادی میں صرف اسلام کا خیال ہوتا ہے۔ سید اور غیر سید کو نہیں دیکھا جاتا۔

نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو نہ ہونے پر علامہ حائری شیعی کے دلائل

صاحب لوامع التنزیل علامہ حائری شیعی نے نکاح میں عدم کفو پر ایک مطاعن نقل کیا۔ پھر اس کے اپنی طرف سے چند جوابات ذکر کیے۔ جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ سید اور غیر سید ایک کفو ہیں۔ جب کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کے سوا اور کوئی بات وجہ کفو، نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

لوامع التنزیل:

اشکال

درایں جا دلالت می کند کہ دختر والانسب وعالی حسب وجلیل منصب بدنی ذات اگر چہ دراصل غلام زنگی وحبشی باشد دادن جائز است، ایں احد مطاعن اسلام است چنانچہ خود اعزہ اہل اسلام ایں قبیح و منکر می دانند بل میگویند کہ دراصل غلام زنگی تجویز کردہ اند کہ بنکاح مے دہند دختر سادات بن فاطمہ راکہ اولاد رسول باشد بعام آدمی اگرچہ شرابی، قمار باز کم ذات وغلام حبشی رذیل صفات "ابًا وجدًّا" باشد، درایں عقل تنفر میکند۔

جواب اوّل:

عند العقل ومجموع نقل بل بالضرورۃ ثابت ومقطوع است کہ ہمہ آدمیاں من حیث الذات متحد اند پس بقطعی بودن ایں کفائت مماثلت ذاتی درایشاں ثابت وثبوت ایں مناکح دربین خود ایشاں لازم وثابت باشد۔ وازایں جا درحدیث مرتضی علیہ السلام آمدہ اِنَّ النَّاسَ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ اَبُوْنَا اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ وسعدی ترجمہ ہمیں کردہ۔

شعر

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند۔

Marfat.com

تنبیہ:

عجیب کہ سائل نکاح دختر عالی را بدنی از مطاعن اسلام شمردہ از جہل وضعفِ عقل او باطل باشد۔

جواب ثانی:

رفعت وذلت اضافی است دنیائی ودینی۔ اما دینائی نزد عقلاء و سلیم حکماء اعتبار نہ دارد زیرا آنکہ دنی فانی است۔ واکثر رفعت و عزت دنیائی با وآدمی است کہ بدنزاز وحوش وگاؤ وخر بی لیاقت محض اند۔ والّا لازم بود کہ ہیچ حزب لئام اہل دنیا لباس دولت آدمی و ہیچ عاقلے وحکیمے وعالمے لباس خواری وپریشانی خراں وگاواں۔ نمی پوشیدہ۔ وحال آنکہ نادر وشاذ باشد کہ در دنیا عاقلے وحکیمے ومدبرے محتاج وپریشان نہ باشد پس معلوم شد کہ رفعت وذلت دنیا اعتباری، ندارد۔ ودر کتاب اللہ چند جا چنیں مدارج ومنازل والقاب نفی و سلب فرمود۔ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وا باءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الا نفس۔ ملخص آنکہ ایں نیست مگر اسمائیت بآں خود را خود شما وآباء شما نامیدہ اند خدا آنہا را با ہیچ برہان بشما نفرستادہ ایں نیست مگر متابعت گمان وخواہش نفس خود شما۔ پس دختر عالی دنیا بسافل مومن ایں وجہ ہم جائز شد وآیت فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساء لون۔ یعنی بعد نفخ

Marfat.com

صور انساب والقاب در خلق باقی نمی ماندند وازاں پرسش شود پس
ثابت شد کہ ہمہ ایں گمان بے مغز است۔

جواب ثالث

آنچہ در ملت اعتبار دارد اتحاد دین توحید بین ان کہ د منکوح
چہ اعتبار ندارد چہ کفر و ایمان ضدین اند باہم جمع عند العقل والنقل
نمی شوند۔ واز نقل ہمیں۔ ولا تنکحو المشرکات کافی
است پس عند اللہ ہمہ عباد در عبدیت مساوی چنانچہ نزد آقا
ہمہ غلام و کنیز بحیثیت غلامی مساوی اند و بالنسبہ دنیا خلق
ارفع واخفض متفاوت می شوند و آں اضافی است اعتبار ندارد
پس ایں آقا کنیز ہائے مطیعہ خود را با غلامی ھا مطیع خود بغیر متمرداں
نکاح بند در فعت و ذلت عالی حسب و دانی نسب بالکل دریں
جا اطلاق نمی شود۔

جواب رابع:

دراصل دین غرض تحصیل معرفت رب العالمین واطاعت در احکام
دین است ہر کہ عارف مطیع باشد رفیع و ہر کہ متمرد او ذلیل نزد
رب و مالک سلاطین است۔ تنبیہ۔ ہر گاہ ایں ثابت شد پس
در شرع امام نبی و شریف در فیع و وضیع بالنسبۃ تخلیق واطاعت
الہی و عبادۃ واحکام او مساوی است بلی در مدارج آخرۃ متفاوۃ اند و آنچہ
در دنیا براۓ نظم عباد قانون و قاعدہ مقرر کردہ تا ہرج و

Marfat.com

مرج وفساد وقبیح ومنکر باعمل درمین نیاید۔ وقطع معاصر ومعاذرایشاں شودتا فرد انگونیزبنی ورسول کہ ازانی یا زن بگوید مارامردے از بنی نوع خود پیدا نہ شد۔ ہذا شہوت زدہ آوردہ بے اختیار ساختہ زنا کردیم حجت الہی منقطع می شد تعالیٰ عنہ۔

جواب خامس

سید البشر بایں کرد فرزینب بنت جحش راکہ دختر عمہ سقہ آں حضرت بود برائے ارتفاع وازالہ ایں سوئے ظن وجہالت غلام خود زید راآزاد کردہ بعقد زید داد تاآنکہ زوال جہالت وشریعت تاقیامت مقرر شد وددرزیست کہ بوحی وانستہ باشد درآئندہ کہ جمیع انکار خواہند کرد پس بنی فاطمہ بجناب انکار واستبعاد کردہ نتوانند حالانکہ اعمام وعمات واخوال وخالات اصول شخص می باشد بہ نسبت فروع کہ، اولاد وذریت اند۔)

(لوامع التنزیل جلد دوم۔ ص ۴۰،۴۱ مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔ زیر آیت "ولا تنکح المشرکات حتیٰ یومن"، پارہ ۲)

ترجمہ:

احادیث مذکورہ کی بنا پراس جگہ یہ دلالت ہے۔ کہ اعلیٰ حسب و نسب کی لڑکی اور جلیل القدر دختر کی شادی ادنیٰ مرد کے ساتھ کرنی جائز ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ اسلام پر کیے گئے مطاعن

Marfat.com

میں سے یہ ایک مطاعن ہے۔ جسے معز زاور باوقار مسلمان جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ علماء اسلام نے سادات بنی فاطمہ کی لڑکی جو اولاد رسول ہے۔ کی عام آدمی سے شادی کر دینا جائز کہا ہے۔ اگرچہ وہ عامی شرابی، جوا باز، کم ذات اور حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات سے عقل نفرت کرتی ہے؟

جواب اوّل:

عقل و نقل اور بالفرور یہ بات ثابت ہے۔ کہ تمام آدمی باعتبار ذات متحد ہیں۔ ان کی یہ مماثلت اور کفایت ذاتی ثابت ہے۔ اس وجہ سے ہی ان کے درمیان رشتہ کا لین دین ثابت ہے۔ اسی بات کی وضاحت میں حضرت علی المرتضٰی کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ تمام لوگ مماثلت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے کفو ہیں ہمارا باپ آدم اور ہماری ماں حوا ہیں۔ شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ شعر میں کیا ہے۔ آدمی، ایک دوسرے کے اعضاء ہیں۔ کیونکہ اپنی پیدائش میں وہ ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔ تنبیہ مقام تعجب ہے کہ معترض اعلیٰ حسب کی دوشیزہ کی شادی ایک کم ذات مرد کے ساتھ ہونے کو اسلام کے مطاعن میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ سب معترض کی جہالت اور عقل کی کمزوری کی وجہ سے باطل ہے۔

جواب دوم:

اعلیٰ وادنیٰ مرتبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دنیاوی اور دوسرا دینی

Marfat.com

لیکن دنیاوی اعلیٰ مرتبہ، عقلمندوں، اور حکماء کے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہے۔ اس لیے کہ یہ فانی ہے۔ اور اکثر یہ رفعت ایسے آدمیوں کو ملتی ہے جو ڈھور ڈنگروں اور گاؤخر سے برے اور نالائق ہوتے ہیں۔ ورنہ لازم ہوتا۔ کہ کوئی دنیادار گدھا دولتِ آدمیت کا لباس اور کوئی عاقل دانا گاؤخر کا لباسِ ذلیل نہ پہنتا۔ حالانکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ کوئی عاقل دانا پریشان زندگی میں نہ پڑا ہوا ہو۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ دنیوی عزت و ذلت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ایسے مدارج و منازل کی نفی اور سلب کیا گیا ہے۔ ترجمہ "نہیں ہیں یہ مگر وہ نام جو رکھے ہیں تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ کوئی حجت نازل نہیں فرمائی۔ نہیں ڈھونڈتے تم مگر ظن کو اور جو کچھ تمہارے نفس چاہتے ہیں، پس اعلیٰ نسب دنیادار لڑکی، ادنیٰ ذات مومن مرد کو اپنا اس وجہ سے بھی جائز ہے۔ کہ آیت فاذا نفخ فی الصور الخ یعنی صور پھونکے جانے کے بعد مخلوق کے انساب اور القاب باقی نہ رہیں گے۔ اور نہ ہی ان کے متعلق پوچھ گچھ ہو گی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ گمان بے اصل ہے۔ (یعنی یہ گمان کہ اعلیٰ نسب کی لڑکی کی شادی ادنیٰ نسب کے مرد کے ساتھ کرنی جائز نہیں)۔

جواب سوم

ناکح اور منکوح کے درمیان ملت میں جو چیز معتبر ہے۔ وہ ہے دین توحید میں اتحاد کیونکہ ایمان و کفر دو باہم ضدیں ہیں۔

Marfat.com

عقلاً اور نقلاً جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور نقل کے اعتبار سے و لا تنکحوا المشرکات الخ کافی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبدیت کے اعتبار سے تمام آدمی برابر ہیں۔ جس طرح ایک آقا کے نزدیک اس کے تمام غلام اور باندیاں بحیثیت غلامی برابر ہوتے ہیں نسبت میں اعلیٰ و ادنیٰ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ نسبت ایک اضافی امر ہے جس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا آقا اپنے فرمانبردار غلاموں کا اپنی فرمانبردار لونڈیوں سے نکاح کر دیتا ہے۔ تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اسی طرح اعلیٰ حسب و نسب کی عورت کی شادی اگر ادنیٰ حسب و نسب کے مرد کے ساتھ ہو گئی۔ تو عزت و ذلت کا یہاں اطلاق کیسے ہو گیا۔

جواب چہارم

دین دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام کی اطاعت کا نام ہے۔ اس لیے جو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور عارف ہے۔ وہ اس کے نزدیک اس سے اچھا ہے۔ جو سرکش اور نافرمان ہو۔

تنبیہ

جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ امام، نبی، شریف اور اعلیٰ ادنیٰ تخلیق کے اعتبار سے اور اطاعت الٰہی کے اعتبار سے سبھی برابر ہیں۔ ہاں آخروی درجات میں فرق ہو گا دنیا میں فرق مراتب اس لیے تاکہ انتظامی امور اور مقررہ قوانین

Marfat.com

کا فرق پیش نظر رہے۔ جس کی وجہ سے حرج و فساد اور آپس میں قبح و منکر پیدا نہ ہو۔ اور ان کی مشکلات اور عذر خواہیاں پیدا نہ ہوں۔ تاکہ کل یہ نہ کہیں کہ نبی اور رسول نے ہمیں تکلیف دی ہے۔ یا عورت کہے کہ میرے لیے اپنے قبیلہ کا آدمی پیدا نہ ہوا۔ لہذا میں نے شہوت کے غلبہ کی وجہ سے زنا کیا۔ تو اس سے حجت الہٰی نہ رہے گی۔

جواب پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش جو حضور کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید سے اسی لیے کیا۔ تاکہ اس بدگمانی اور جہالت کی رفعت و ذلت کو ختم کر دیا جائے۔ اور تا قیامت جہالت مٹ جائے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ نے بذریعہ وحی جان لیا ہو۔ کہ کچھ لوگ بعد میں اس کا انکار کریں گے۔ پس پنجاب کے بنی فاطمہ سادات اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ چچے پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں آدمی کے اصول ہوتے ہیں۔ اور اولاد ان کی نسبت فروع ہوتی ہے۔"

لمحہ فکریہ

یہ سوال و جواب اس مفسر اور مجتہد کے ہیں۔ جس پر دنیائے شیعیت کو ناز ہے جس نے تیس جلدوں میں تفسیر لکھی۔ اس کا دلائل کے ساتھ یہ عقیدہ ہے کہ کھوا گر ہے۔ تو صرف اسلام کا عقیدۂ توحید اور اطاعت رب العالمین۔ اس کے سوا تمام امتیازات خود ساختہ

Marfat.com

بُت ہیں۔ جن کے نام ہم نے خود گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر کوئی حجت نہیں ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں علامہ حائری صاحب لوامع التنزیل نے کفو کے بارے میں اپنے مسلک کی ترجمانی کر دی۔ اب یہ کہنا حق بجانب ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک ایک سیدزادی کی شادی کیلئے ذلیل اور بے وقعت آدمی سے جائز ہے۔ یہ ہے ان محبان اہل بیت کا عقیدہ اور یہ ہے۔ ان کے نزدیک آل محمد کی عزت و وقعت ؟

نوٹ

جب مذکورہ عقیدہ کسی شیعہ کے سامنے بیان کیا جائے۔ تو وہ اس کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف وہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے نزدیک سید کا غیر سید کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ کیونکہ ہمارے اس عقیدے کی ترجمانی درج ذیل عبارت کرتی ہے۔

وسائل الشیعہ

وَ نَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلٰى اَوْلَادِ عَلِيٍّ وَ جَعْفَرَ فَقَالَ بَنَاتُنَا لِبَنِيْنَا وَ بَنُوْنَا لِبَنَاتِنَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۹ کتاب النکاح
انہ یجوز للرجل الشریف الجلیل
القدر ان یتزوج امراۃ
دونہ (الخ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور جعفر رضی اللہ عنہما کی اولاد کو دیکھ کر فرمایا۔ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لیے ہیں۔

ہزار تمہاری دس ہماری

اسلامی شریعت میں قومیت و نسل پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے عفت اور تقویٰ ہی معیارِ شرافت ہے۔ یہ شرفِ سیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و اہل بیت و اقرباء کے لیے مخصوص ہے کہ ان کا کفو غیر نہیں ہے۔ یہ قدرتی فضیلت ہے۔ (ہزار تمہاری دس ہماری ص ۲۹۴)

جواب:

یہ دونوں عبارتیں اگرچہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا دینے کے مترادف ہیں لیکن کیا کریں۔ خود بڑے بڑے شیعوں نے ان عبارتوں کے جواب اپنی کتب میں تحریر کیے۔ جس کی بنا پر ان پر سہارا کرنا لاحاصل ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں ذکر کریں گے۔ صرف ان کے علماء اور مجتہدین کے جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

لوامع التنزیل

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَ
اَحَدَکُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَہٗ وَدِیْنَہٗ فَزَوِّجُوْہُ
اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ۔ وَرَادَہٗ

Marfat.com

فِيْ بَعْضِهَا قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاِنْ كَانَ دَنِيًّا فِيْ نَسَبِهٖ قَالَ اِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ
خُلُقَهٗ وَدِيْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ۔

(لوامع التنزیل جلد دوم صفحہ نمبر ۴۷۶)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس رشتہ کے لیے ایسا شخص آئے جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فساد کبیر اور فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ بعض نے اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! اگرچہ وہ رشتہ مانگنے والا نسب کے اعتبار سے ذلیل اور نکما ہو؟ آپ نے پھر وہی کلمات ارشاد فرمائے۔

لوامع التنزیل

مروی شیعہ وسنی است کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من زوجنی وتزوج منی من الامة احد لا
یدخل النار لانی سئلت اللہ عنہ ووعدنی ذالک۔
وایں جامع است کہ ہرکس از امت بمن دختر بدہد یا از من بگیرد
درمطلب ہمیں کافی است اشکال در کتاب مستطاب من لایحضرہ الفقیہ
آیا مروی نیست لما نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی اولاد علی وجعفر فی اخری ضمومعہم
واولاد عقیل فقال صلی اللہ علیہ وسلم بنا تنا

Marfat.com

لبنیا و بنوتا لبنا تنا۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وقت کہ نظر باولاد علی و جعفر و عقیل کرد پس فرمود دختران ما برائے پسران ما و پسران ما برائے دختران ما می باشند ایں حصر خصوص لام تخصیص و علت دلالت می کند۔ کہ اولاد رسول حلال برائے غیر از امت در نکاح نمی باشند۔

جواب۔ چونکہ غایت ما فی الحدیث قطع النظر از قیل وقال اشعار بما و رتیت باشد چہ از آں احدے منکر نیست کہ مہما امکن توسل ارحام اولی از توسل غیر ارحام می باشد پس عقد باہم در بنی فاطمہ مع التیسر والامکان اولی واحسن وانفید باشد والا لازم می آید تخصیص عموم قرآن بحکم واحد بلا ضرورت چوں وانکحوا الایامی وچوں فانکحوا ما طاب لکم من النساء وغیر آں ومراد سے عام امت است وباجماع بنی فاطمہ داخل در امت اند۔ پس در حکم عام داخل اند۔ واز حکم عام قطعی برنمی مانند تاوقتیکہ شل آں حکم خاص قطعی الثبوت نباشد۔

(دوامع التنزیل جلد دوم ص ۲۰۴ زیر آیت ولا تنکحوا المشرکین۔)

ترجمہ:

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں متفقہ روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مجھے رشتہ دیا۔ اور جس کسی نے مجھ سے رشتہ لیا وہ آگ میں نہیں جائے گا۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا تھا۔ تو اس نے مجھ سے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس حدیث میں صریحا موجود ہے۔ کہ میری امت میں سے جو بھی مجھے رشتہ دے گا۔ یا مجھ سے کو ہمارے مقصد اور مطلب کے لیے اتنا ہی بتلانا ہے

Marfat.com

اشکال۔: من لایحضرہ الفقیہہ میں مذکور ہے ۔کیا یہ روایت نہیں؟ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، جعفر اور عقیل کی اولاد کی طرف دیکھا تو فرمایا ہمارے لڑکے ہمارے لڑکیوں کے لیے اور ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کے لیے ہیں۔آپ کا یہ فرمانا مخصوص رشتہ داری اور حصر کا اظہار کر رہا ہے ۔کیونکہ دو لام، تخصیص اور علت کا فائدہ دے رہا ہے ۔یعنی اولاد رسول امت میں سے غیر کے لیے حلال نہیں۔

جواب

قطع نظر قیل و قال کے جو کچھ حدیث مذکورہ میں موجود ہے ۔اس کی غرض و غایت یہ ہے ۔کہ ایسا کرنا اولی ہے ۔اس سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ جب کسی طرح رشتہ کے لیے اولوالارحام میں سے کوئی معقول آدمی مل جائے ۔تو اس سے انکار کرنا خلافِ اولیٰ ہے ۔لہذا اولادِ فاطمہ کا عقد آپس میں کرنا اولی ہے ۔جب آسانی کے ساتھ مناسب رشتہ مل جائے ۔یہ اچھا، مفید اور بہتر ہے ۔اگر اس روایت کو اولویت پر محمول نہ کیا جائے ۔تو لازم آئے گا۔کہ بلا ضرورت خبر واحد کے ساتھ قرآن کریم کے عموم کو مخصوص کر دیا جائے ۔جیسا کہ وانکحوا الایامی اور فانکحوا ما طاب لکم آیات تمام امت کو عام حکم دے رہی ہیں۔اور بالاجماع، بنی فاطمہ امت میں داخل و شامل ہیں۔لہذا اس عام حکم سے باہر نہیں ہو سکتے ۔جب تک کہ اسی قسم کی قطعی الثبوت خاص حکم والی کوئی آیت نہ ہو۔

☆

Marfat.com

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ جب اچھے اخلاق والا دیندار مرد مل جائے۔ تو نسب کی پرواہ کیے بغیر اس کو رشتہ دے دو۔

۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے رشتہ دیا۔ یا جس نے مجھ سے لیا وہ بموجب عہد الٰہی جنتی ہے۔

۳۔ حضرت علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد کے بارے میں حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ بنی فاطمہ کا باہم رشتہ کرنا کرانا اولیٰ و احسن ہے۔

۴۔ قرآن کریم میں رشتہ کرنے کرانے کے متعلق آیات اپنے عموم پر ہیں۔ اُن میں سید اور غیر سید کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

۵۔ من لایحضرہ الفقیہ میں مذکور حدیث (اولادِ علی، جعفر، عقیل کے متعلق) خبر واحد ہے۔ اور اس سے بلا ضرورت عموم قرآن کو مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔

نوٹ:

مندرجہ بالا روایت سے کچھ فوائد بھی حاصل ہوئے اور وہ یہ ہیں کہ:۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ جس کا خلق اور دین اچھا ہو۔ اس کو رشتہ دے دو۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم اور رقیہ کی شادی حضرت عثمان سے کی۔ تو یقیناً آپ کے نزدیک حضرت عثمان خلق و دین کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا۔ اگر تیسری بھی ہوتی۔ تو اس کا

Marfat.com

نکاح عثمان سے کر دیا۔ اسی قانون اور ضابطہ کے مدنظر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے
اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا مسالک الافہام
جلد سوم ص ۴۴۲ پر درج ہے۔

ان عمر تزوج ام کلثوم بنت علی فاصدقها اربعین
الف درھم۔ حضرت عمر نے ام کلثوم دختر علی المرتضیٰ سے چالیس ہزار درہم
حق مہر پر شادی کی۔

۲۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے رشتہ دینے والا اور مجھ سے لینے والا بموجب عہد خداوندی
جنتی ہے۔ لہٰذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی
اپنی صاحبزادیوں کے رشتے دے کر جنتی ہوئے۔ اور عثمان غنی اور علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے نکاح کر کے جنتی ہوئے

فاعتبروا یا اولی الابصار

احناف کے نزدیک سیدزادی کا غیر سید سے نکاح خلاف کفو ہے

فتاوی عالمگیریہ

قُرَیْشٌ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءٌ لِبَعْضٍ کَیْفَ کَانُوْا
حَتّٰی اِنَّ الْقُرَشِیَّ الَّذِیْ لَیْسَ بِهَاشِمِیٍّ یَکُوْنُ
کُفُوًا لِلْهَاشِمِیِّ وَغَیْرُ الْهَاشِمِیِّ مِنَ الْعَرَبِ لَا
یَکُوْنُ کُفُوًا لِلْقُرَشِیِّ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءٌ

Marfat.com

بَعْضٍ اَلْاَنْصَارِیُّ وَالْمُهَاجِرِ فِیْهِ سَوَاءٌ كَذَا فِیْ فَتَاوٰی قَاضِی خَان .... فِی الْيَنَابِيعِ اَلْعَالِمُ كُفْوًا لِلْعَرَبِيَّةِ وَالْعَلَوِيَّةِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ لَا يَكُوْنُ كُفْوًا لِلْعَلَوِيَّةِ۔

(فتاوٰی عالمگیریہ جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۰۸
الباب الخامس فی الاکفاء
مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

قریش باہم کفو ہیں۔ ان کی کوئی بھی شاخ ہو۔ یہاں تک کہ وہ قریشی جو ہاشمی نہیں وہ بھی ہاشمی کا کفو ہوگا۔ عرب کا غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفو نہیں ہوگا۔ اور عرب بعض، بعض کے کفو ہیں۔ ان میں انصار اور مہاجرین برابر ہیں اسی طرح فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ ینابیع میں ہے۔ کہ عالم دین عربی اور علوی خاندان کا کفو ہے۔ اور صحیح تر دین یہ ہے۔ کہ عالم دین، علوی کا کفو نہیں ہوگا۔

فتح القدیر

اِذَا كَانَتِ الْكَفَاءَةُ مُعْتَبَرَةً فِی الْحَرْبِ وَذَالِكَ فِیْ سَاعَةٍ وَفِی النِّكَاحِ وَهُوَ لِلْعُمُرِ اَوْلٰی وَذَكَرَ مَا وَقَعَ فِیْ غَزْوَةِ بَدْرٍ اَنَّهُ لَمَّا بَرَزَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ وَخَرَجَ اِلَيْهِمْ عَوْفٌ وَمَعُوْذٌ اَبْنَاءُ

Marfat.com

عَفْرَاءَ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ قَالُوْا رَھْطٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالُوْا اَبْنَاءُ قَوْمٍ کِرَامٌ وَلٰکِنَّا نُرِیْدُ اَکْفَاءَنَا مِنَ الْقُرَیْشِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقُوْا ثُمَّ اَمَرَ حَمْزَۃَ وَعَلِیًّا وَعُبَیْدَۃَ بْنَ الْحَارِثِ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۴۱۷ فی الکفارت مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

جب کفو کا دوران جنگ اعتبار ہے۔ حالانکہ وہ چند لمحوں کی بات ہوتی ہے۔ تو نکاح میں وہ بطریقۂ اولیٰ ہوگا کیونکہ وہ عمر بھر کا رشتہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں غزوہ بدر کا ذکر کیا۔ جب عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے اپنا مقابل مانگا۔ تو حضرت عوف معوذ جو عفراء کے صاحبزادے ہیں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ نکلے۔ انہوں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم قبیلہ انصار کے افراد ہیں کہنے لگے ٹھیک ہے تم با عزت قوم ہو لیکن ہم قریش میں سے مقابل چاہتے ہیں۔ جو ہمارے خاندان کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر آپ نے حمزہ، علی المرتضٰے اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ کہ تم ان کے مقابلہ کے لیے نکلو۔ (لہٰذا یہ تینوں نکلے۔ اور ان تینوں کو تہ تیغ کر دیا۔

فتح القدیر:

عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ

Marfat.com

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَاَمْنَعَنَّ فُرُوْجَ ذَاتِ الْاَحْسَابِ
اِلَّا مِنَ الْاَکْفَاءِ وَمِنْ ذَالِکَ مَا رَوَی الْحَاکِمُ
وَصَحَّحَہٗ مِنْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ قَالَ لَہٗ یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْھَا الصَّلٰوۃُ
اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا
وَجَدْتَ کُفُوًا وَقَوْلُ التِّرْمِذِیِّ فِیْہِ لَا اَرٰی
اَسْنَادَہٗ مُتَّصِلًا مُنْتَفٍ بِمَا ذَکَرْنَا مِنْ تَصْحِیْحِ الْحَاکِمِ
وَقَالَ فِیْ سَنَدِہٖ سَعِیْدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْجُھْنِیْ
مَکَانَ قَوْلِ الْحَاکِمِ سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
الجلی فَلْیَنْظُرْ فِیْہِ وَمَا عَنْ عَائِشَۃَ عَنِ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخَیَّرُوْا لِنُطَفِکُمْ وَانکحوا
الْاَکْفَاءَ رُوِیَ ذَالِکَ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ وَاَنَسٍ
وَعُمَرَ وَمِنْ طُرُقٍ عَدِیْدَۃٍ فَوَجَبَ اِرْتِفَاعُہٗ
اِلَی الْحُجِّیَّۃِ بِالْحَسَنِ لِحُصُوْلِ الظَّنِّ بِصِحَّۃِ
الْمَعْنٰی وَثُبُوْتِہٖ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَفِیْ ھٰذَا کِفَایَۃٌ ثُمَّ وَجَدْنَا فِیْ شَرْحِ الْبُخَارِیِّ
لِلشَّیْخِ بُرْھَانِ الدین حلبی ذَکَرَ اَنَّ الْبَغَوِیَّ قَالَ
اِنَّہٗ حَسَنٌ۔

(فتح القدیر جلد دوم ص ۱۸۷ مطبوعہ مصر طبع قدیم فصل فی الاکفاء)

ترجمہ:

امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کے واسطے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

روایت کی۔ فرمایا۔ میں لازماً کفو کے بغیر ذات حسب کے نکاح سے منع کروں گا۔ اور اسی قبیلہ سے وہ روایت ہے جسے حاکم نے ذکر کر کے اس کی صحت حضرت علی المرتضیٰ کے حوالہ سے کی۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضےٰ کو فرمایا۔ اے علی! تین باتوں میں تاخیر نہ کرنا۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیار ہو جائے۔ اور کنواری کا جب کفو میں رشتہ مل جائے۔ اور امام ترمذی کا اس میں یہ کہنا کہ میں اس کی اسناد میں اتصال نہیں پاتا، امام حاکم کی تصحیح سے منتفی ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اس کی سند میں سعید بن عبداللہ جہنی، سعید بن عبدالرحمٰن جہنی کی جگہ ہے۔ لہٰذا تو بھی اس میں اچھی طرح دیکھ۔ اور یہ اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ جو حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی وہ یہ کہ اپنے رشتہ کے لیے اپنا کفو تلاش کرو۔ اور اسے ہی پسند کرو۔ یہ روایت حضرت عائشہ، انس اور عمر رضی اللہ عنہم سے اور متعدد طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کا مقام حجیت تک بلند ہونا لازم ہے۔ اس لیے کہ معنی کی صحت کے اعتبار سے ظن غالب حاصل ہو رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثابت ہونا بھی حاصل ہو رہا ہے۔ یہی بات کافی ہے۔ پھر ہمیں شرح بخاری شریف جو شیخ برہان الدین حلبی کی ہے۔ میں یہ ملا۔ کہ علامہ بغوی نے کہا۔ کہ یہ حسن ہے۔

خلاصہ کلام

احناف کے فتاویٰ اور کلام سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ہمارے ہاں کفو کا اعتبار

Marfat.com

ہے۔ اور اس کی تائید کے لیے صاحب فتح القدیر نے دو احادیث پیش کیں۔ ایک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے پھر جب کہ ہمارے نزدیک ہاشمی اور قریشی باہم کفو ہیں۔ تو وہ سب رشتے جو اہل تشیع کے علماء نے عدم کفو پر پیش کیے تھے۔ وہ کفو میں منعقد ہوئے۔ عدم کفو کے اعتبار سے ہی اہل تشیع نے یہ ثابت کیا کہ سیدزادی کا کسے ادنیٰ ذلیل آدمی سے رشتہ جائز ہے۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام دلائل مذکورہ کی روشنی میں اصلیت تک باسانی پہنچ جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۲۳

عدم وطی کی شرط پر نکاح

فروع کافی

علی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن عمار بن مروان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَہٗ رَجُلٌ جَاءَ اِلٰی اِمْرَاَۃٍ فَسَئَالَہَا اَنْ تُزَوِّجَہٗ نَفْسَہَا فَقَالَتْ اُزَوِّجُكَ نَفْسِیْ عَلٰی اَنْ تَلْتَمِسَ مِنِّیْ مَا شِئْتَ مِنْ نَظَرٍ اَوْ اِلْتِمَاسٍ تَنَالُ مِنِّیْ مَا یَنَالُ الرَّجُلُ مِنْ اَھْلِہٖ اِلَّا اِنَّكَ لَا تُدْخِلُ فَرْجَكَ فِیْ فَرْجِیْ وَتَتَلَذَّذُ بِمَا شِئْتَ فَاِنِّیْ اَخَافُ الْفَضِیْحَۃَ قَالَ

Marfat.com

لَیْسَ لَہٗ اِلَّا مَا اشْتَرَطَ

(فروع کافی جلد ۵ ص ۴۶۷ کتاب النکاح

باب النوادر)

ترجمہ:

عمار بن مروان نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ایک مرد کسی عورت کے پاس جا کر یہ کہتا ہے۔ کہ میں تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ عورت نے کہا میں تم سے شادی کرتی ہوں لیکن شرط یہ ہے۔ کہ تو مجھے دیکھنے کا یا اور ایسا تقاضا کر سکتا ہے۔ جو کوئی مرد اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ لیکن تو اپنا آلۂ تناسل میری شرمگاہ میں داخل نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس سے مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔ (اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟) امام جعفر نے فرمایا۔ اس مرد کے لیے وہی کچھ کرنا جائز ہو گا۔ جو اس نے شرط میں مان لیا تھا۔

لمحہ فکریہ

"وطی" میں عورت کی رسوائی کا کونسا پہلو ہے؟ اگر دونوں سے لڑکا یا لڑکی پیدا ہو جائیں۔ تو اس پر لوگ خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ بات باعث رسوائی نہیں ہو سکتی رسوائی تو اس صورت میں ہو گی۔ کہ اگر بغیر نکاح، وطی کرنے سے اولاد ہو گئی۔ تو لوگ ایسی اولاد کو لو رحمن کے فعل سے یہ پیدا ہوئی۔ ان کو لعن طعن کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نکاح بھی کچھ ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ جب اہل تشیع متعہ کو کار ثواب اور حصول درجات عالیہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس کے لیے کوئی لمبا چوڑا وقت نہیں۔ صرف خواہشات نفس پورا کرنے تک کا عقد ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اس وقتی

Marfat.com

ایجاب و قبول سے کسی عورت کے ہاں بچہ یا بچی کا مسئلہ بن گیا۔ تو وہ لوگوں کو کیا منہ دکھائے گی۔ لوگ اس سے پوچھیں گے۔ یہ کس کا ہے؟ تو کیا کہے گی۔ آیا تھا۔ چلا گیا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔ مہمان تھا۔ جاتے ہوئے چند ٹکوں کے عوض یہ رسوائی چھوڑ گیا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو متعہ کی اجازت مل رہی ہے۔ لیکن اگر دوسری طرف دیکھا جائے۔ تو اس سے "وطی فی القبل" چونکہ منع ہو گئی۔ اس لیے "وطی فی الدبر" کا راستہ کھلا ہے۔ خود عورت کہہ رہی ہے۔ کہ "جماع" نہ کرنا اور جس طرح لذت حاصل کر سکتے ہو۔ تمہیں کھلی چھٹی ہے۔ تو اس میں "لواطت" کی اجازت نظر آ رہی ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عورت کے ساتھ لواطت کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ تو مردوں کے ساتھ بھی لواطت کے جواز کے قائل ہیں حوالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

(محمد بن علی بن موسیٰ رضا کا ایک خادم محمد ابن نصیر نمیری کہتا ہے۔)

وَ يَقُوْلُ بِالْاِبَاحَةِ لِلْمَحَارِمِ وَيُحِلُّ نِكَاحَ الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي اَدْبَارِهِمْ وَيَزْعَمُ اَنَّ ذَالِكَ مِنَ التَّوَاضُعِ وَ تَذَلُّلِ وَ اَنَّهٗ اِحْدَى الشَّهَوَاتِ وَالطَّيِّبَاتِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ۔

(فرق الشیعہ ص ۹۳ مولفہ ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی مطبوعہ مطبع حیدریہ نجف اشرف)

Marfat.com

ترجمہ:

امام موسیٰ رضا کا ایک خادم بیان کرتا ہے۔ کہ محرم عورتوں (ماں، بہن بیٹی وغیرہ) کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دُبر استعمال کریں گے۔ اور اس کا گمان ہے۔ کہ اس فعل میں تواضع اور انکساری پائی جاتی ہے اور یہ فعل خواہشات اور طیبات میں سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام قرار نہیں دی۔

لمحۂ فکریہ:

مذکورہ مسئلہ جس کتاب یعنی فرق الشیعہ سے پیش کیا گیا اس کا مؤلف علامہ نوبختی ہے۔ نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین جلد اول ص ۲۶۴ پر اس کے متعلق لکھا۔ " در کتاب نجاشی مذکور است کہ در علم کلام بر جمیع امثال و نظائر فائق بود" یعنی نوبختی اپنے دور کے تمام علماء کلام سے ممتاز و منفرد تھا۔ صاحب کتاب الکنیٰ، والالقاب نے اسی کے متعلق کہا۔ وہ بہت بڑا عالم اور کثیر کتب کا مصنف ہونے کے ساتھ ثقہ اور مضبوط تھا، تو ایسے عالم بے مثال، رافضی اور ثقہ آدمی کی بات اور وہ بھی اپنے گھر کے متعلق کب غلط ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کچھ شیعہ ایسے بھی ہیں۔ جو ماں، بہن اور بیٹی کے نکاح کو حلال کہتے ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے لیے نکاح کو بھی جائز کہتے ہیں۔ ان حالات و واقعات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عیاشی اور بدمعاشی صرف الفاظ کی حد تک ہے۔ بلکہ اس کی عملی صورت بھی موجود ہے اور یہ سب کچھ ان کے ہاں اس لیے حلال و جائز ہو گیا۔ کہ انہوں نے ائمہ کی امامت تسلیم کر لی۔ جس کی بنا پر حلال و حرام

Marfat.com

سب جائز ہو گئے۔ خود اپنی زبانی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ حوالہ مسئلہ نمبر ۲۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۲۴

بعض شیعہ فرقے یہ کہتے ہیں۔ کہ امام کو مان لو پھر ہر حرام، حلال ہو جائے گا۔

فرق الشیعہ

كَانَ حَمْزَةُ بْنُ عَمَّارَةَ نَكَحَ اِبْنَتَهُ وَ اَحَلَّ جَمِيْعَ الْمَحَارِمِ وَقَالَ مَنْ عَرَفَ الْاِمَامَ فَلْيَصْنَعْ مَا شَاءَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(فرق الشیعہ ص ۲۸ مطبع حیدریہ نجف اشرف سن طباعت ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ:

حمزہ بن عمارہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کر رکھا تھا۔ اور وہ تمام محرم عورتوں کے ساتھ شادی کرنا حلال کہتا تھا۔ اور کہتا تھا جس نے امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ اُسے کوئی گناہ نہیں۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ!

قارئین کرام! غور طلب بات ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں حلت و حرمت کا معیار کیا ہے۔ وہ یہ کہ امام کو مان لو۔ پھر حرمت کہیں نظر نہ آئے گی "فرق الشیعہ" کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ جو شیعہ مطبع میں چھپی اور اس کی عبارات انہی کی تحریر کردہ ہیں۔ بصورت دیگر اگر ان کتابوں میں مذکورہ حوالہ جات موجود نہ ہوں۔ تو فی حوالہ بیس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف ان کے نزدیک مسئلہ امامت پر قائم ہے۔ مان لو تو سب جائز اور نہ مانو تو بخشش کی کوئی امید نہ رکھو۔ امامت تسلیم کرنے پر ماں، بہن اور بیٹی سے جماع اور مردوں سے لواطت کر کے عجز و انکساری کا اظہار کرو۔ سب درست ہے لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔

مسئلہ نمبر ۲۵

ایک شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے۔ کہ امام جعفر خدا اور ابو الخطاب ان کا رسول ہے۔ ارکان اسلام میں سے کسی کو فرض نہیں سمجھتے

فرق الشیعہ

قَالَتْ اِنَّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ جَعْفَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ هُوَ اللّٰهُ

Marfat.com

جَلَّ وَعَزَّ وَتَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا وَاِنَّ اَبَا الْخَطَّابِ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ اَرْسَلَهُ جَعْفَرُ وَاَمَرَ بِطَاعَتِهٖ وَاَحَلَّ الْمُحَارِمَ مِنَ الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَتَرَكُوا الزَّكٰوةَ وَالصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ وَاَبَاحُوا الشَّهَوَاتِ بَعْضَهُمْ لِبَعْضٍ وَقَالُوْا مَنْ سَأَلَهُ اَخُوْهُ لِيَشْهَدَ لَهُ اَخُوْهُ مُخَالِفِيْهِ فَلْيُصَدِّقْهُ وَيَشْهَدْ لَهُ فَاِنَّ ذَالِكَ فَرْضٌ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَجَعَلُوا الْفَرَائِضَ رِجَالًا سَمَّوْهُمْ وَالْفَوَاحِشَ وَالْمَعَاصِيَ رِجَالًا وَتَاَوَّلُوْا عَلٰى مَا اسْتَحَلُّوْا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَقَالُوْا خَفَّفَ عَنَّا بِاَبِي الْخَطَّابِ وَوُضِعَ عَنَّا الْاَغْلَالُ يَعْنُوْنَ الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ فَمَنْ عَرَفَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاِمَامَ وَلْيَصْنَعْ مَا اَحَبَّ۔

(فرق الشیعہ ص ۴۲ تذکرہ فرقہ خطابیہ)

ترجمہ:

فرقہ خطابیہ ایسا فرقہ ہے۔ جو امام جعفر صادق کے بارے میں "خدا" ہونے کا معتقد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا اور بلند و بالا ہے۔ اور ابوالخطاب کو امام جعفر کا نبی مرسل مانتے ہیں۔ اس نے حرام باتوں کو حلال کر دیا۔ مثلاً زنا، چوری، شراب پینا۔ اور ان لوگوں نے زکوٰۃ دینا بند کر دی۔ نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ روزہ رکھنا ختم کر دیا۔

Marfat.com

اور حج کی فرضیت کا انکار کردیا۔ اور تمام شہوتیں مباح کردیں حتی کہ مرد کا مرد کے ساتھ خواہش پوری کرنا بھی جائز ہوگیا۔ اور ان کا کہنا ہے۔ کہ اگر کوئی بھائی اپنے مخالفوں کے خلاف اپنے بھائی سے گواہی دینے کا کہے۔ تو اس کی بات مان کر گواہی دینی ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام برائیاں اور فواحش، مردوں کے نام ہیں۔ (فعل نہیں) اور ان تمام چیزوں کو حرام حلال قرار دینے کے لیے بہانہ یہ بناتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وہ تمہارے ساتھ تخفیف کا ارادہ رکھتا ہے" کہتے ہیں۔ کہ ابوالخطاب کے ذریعہ ہم پر تخفیف کی گئی۔ اور ہم سے طوق۔ اتار کر رکھ دیئے گئے۔ طوق سے مُراد نمازیں، روزے، زکوۃ اور حج ہے۔ لہٰذا جس نے رسول اور امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ (کوئی گناہ نہیں ہوگا۔)

لمحہ فکریہ

فرقہ خطابیہ کے امام جعفر صادق کے بارے میں "الہٰ"، ہونے کے عقیدہ سے تو صاحب فرق الشیعہ نے بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن دیگر بکواسات کو صرف نقل کرنے پر اکتفا کیا۔ بہر حال فرقہ خطابیہ دوسرے شیعہ فرقوں کے نزدیک معیوب ہی سہی لیکن ہے تو یہ بھی شیعہ۔ اس قسم کی جرأتیں ان اہل تشیع میں نہ جانے کہاں سے آگئیں۔ یہ فرقہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ کہ تمام حرام اشیاء کو امام جعفر نے بواسطہ اپنے پیغمبر ابوالخطاب حلال کیا۔ حالانکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا ایسا کہنا محال ہے۔ اسی فرقہ کی طرح دوسرے شیعہ فرقے بھی آجا کر ہر مسئلہ کی نسبت امام جعفر یا امام محمد باقر کی طرف کرتے ہیں۔ نہ ان کے پاس قرآن کی کوئی دلیل و آیت۔ نہ احادیث

Marfat.com

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی تائید نہ اقوال ائمہ سے کوئی سروکار۔ صرف اور صرف مسئلہ امامت کو تسلیم کرنا ہے۔ اور پھر لگام اُتار کر پھینک دی جاتی ہیں۔ کسی نے تھوڑی دوڑ لگائی تو متعہ، تقیہ اور دیگر محرمات کو حلال قرار دیا۔ اور کسی نے زیادہ دوڑ لگائی۔ تو سب حرام کو حلال کرتا چلا گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

مسئلہ نمبر ۲۶

ایک شیعہ فرقہ "معمریہ" تنسخ کا قائل ہے

"تنسخ" کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک روح نکل کر دوسرے میں منتقل ہو جائے۔ پھر اس سے تیسرے چوتھے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

فِرْقَةٌ قَالَتْ جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَتَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اِنَّمَا هُوَ نُوْرٌ يَدْخُلُ فِي اَبْدَانِ الْاَوْصِيَاءِ فَيَحِلُّ فِيْهَا وَكَانَ ذَالِكَ النُّوْرُ فِي جَعْفَرَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ فَدَخَلَ فِيْ اَبِي الْخَطَّابِ فَصَارَ جَعْفَرُ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ ثُمَّ

Marfat.com

خَرَجَ مِنْ اَبِی الْخَطَّابِ فَدَخَلَ فِیْ مَعْمَرٍ وَ صَارَ اَبِی الْخَطَّابِ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ فَمَعْمَرٌ هُوَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَخَرَجَ ابْنُ اللَّبَّانِ یَدْعُوْ اِلٰی مَعْمَرٍ وَقَالَ اِنَّهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلّٰی لَهٗ وَصَامَ وَحَلَّ الشَّهَوَاتِ کُلَّهَا مَعَ مَا حَلَّ مِنْهَا وَمَا حَرَمَ وَلَیْسَ عِنْدَهٗ شَیْئٌ مُحَرَّمٌ وَقَالَ لَمْ یَخْلُقِ اللّٰهُ هٰذَا اِلَّا لِخَلْقِهٖ فَکَیْفَ یَکُوْنُ مُحَرَّمًا وَحَلَّ الزِّنَا وَ السَّرِقَةَ وَ شُرْبَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ نِکَاحَ الْاُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ وَ الْاَخَوَاتِ وَنِکَاحَ الرِّجَالِ وَوَضَعَ عَنْ اَصْحَابِهٖ غُسْلَ الْجَنَابَةِ وَقَالَ کَیْفَ اَغْتَسِلُ مِنْ نُطْفَةٍ خُلِقْتُ مِنْهَا وَزَعَمَ اَنَّ کُلَّ شَیْئٍ اَحَلَّ اللّٰهُ فِی الْقُرْاٰنِ وَحَرَّمَهٗ فَاِنَّمَا هُوَ اَسْمَاءُ رِجَالٍ۔

(فرق الشیعہ ص ۴۴ تذکرہ فرقہ معمریہ،

مطبوعہ حیدریہ عراق)

ترجمہ:

فرقہ معمریہ کہتا ہے۔ کہ جعفر بن محمد "اللہ" ہے۔ وہ ایک نور ہے جو اوصیاء کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ اور ان میں حلول کر جاتا ہے وہ نور امام جعفر میں تھا۔ پھر ان سے نکل کر ابو الخطاب میں داخل ہو گیا۔ لہذا امام جعفر فرشتوں میں سے ہو گئے۔ پھر وہ نور ابو الخطاب سے نکل کر معمر میں داخل ہو گیا۔ تو ابو الخطاب فرشتوں میں سے ہو گیا پس معمر اللہ

بن گیا۔ پھر ابن اللبان آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ معمر اللہ ہے۔ اس نے اس کی نماز پڑھی۔ روزہ رکھا۔ اور تمام شہوات کو حلال کر دیا۔ جو حلال تھیں وہ بھی اور جو حرام تھیں وہ بھی۔ اس کے نزدیک کوئی چیز حرام ہے ہی نہیں۔ اور کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنی مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ پس یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اس نے زنا، چوری، شراب نوشی، مردار، خون، خنزیر کا گوشت، ماؤں بیٹیوں بہنوں کے ساتھ نکاح اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح حلال کر دیا۔ اور اپنے ملنے والوں سے غسلِ جنابت ختم کر دیا۔ اور کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ سے غسل کروں جس سے میں پیدا کیا گیا ہوں۔ اس کا زعم تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال و حرام قرآن میں شمار کیے ہیں وہ مردوں کے نام ہیں۔

المحرکیہ

دیگر فرقوں سے یہ فرقہ چار قدم آگے بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو محرمات سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ انہیں مردوں کے نام سے تعبیر کیا۔ اور دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے استعمال کے لیے جب سب کچھ پیدا کیا۔ تو پھر ممانعت کس بات کی؟ نہ کوئی خورد و نوشیدنی چیز حرام اور نہ ہی کوئی رشتہ ناجائز۔ ماں بہن بیٹی سب سے خواہش نفس پوری کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء میں حلول کیا۔ جب تک وہ اندر رہا وہ خدا ہو گئے۔ جب نکل گیا۔ تو فرشتے بن گئے۔ گویا کفر و شرک ایمان و عدم ایمان کی کوئی تفریق نہیں۔ اچھے برے کا امتیاز ختم۔ یہ عقائد ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ "فرق الشیعہ" سے بقید صفحہ ذکر کیے

Marfat.com

ہیں۔ اگر کوئی ایک حوالہ غلط ثابت ہو جائے۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

مسئلہ نمبر ۲۷

علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کافر ہیں

فرق الشیعہ:

وزعموا ان علی بن موسی ومن ادعی الامامۃ من ولد موسی بعدہ غیر طیب الولادۃ ونفوہم عن انسابہم وکفروا ہم فی دعوٰہم الامامۃ وکفروا القائلین بامامتہم واستحلوا دمائہم واموالہم وزعموا ان الفرض من اللہ علیہم اقامۃ الصلوٰۃ الخمس وصوم شہر رمضان وانکروا الزکوٰۃ والحج وسائر الفرائض وقالوا باباحۃ المحارم من الفروج والغلمان واستلوا ذالک بقول اللہ عزوجل او یزوجہم ذکرانا وَقَالُوْا بتناسخ وان الائمۃ عندہم

Marfat.com

وَاحِدٌ اِنَّمَا هُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْ بَدَنٍ اِلٰى بَدَنٍ وَالْمُوَاسَاتُ بَيْنَهُمْ وَاجِبَةٌ فِيْ كُلِّ مَا مَلَكُوْهُ مِنْ مَالٍ وَكُلِّ شَيْئٍ اَوْصٰى بِهٖ رَجُلٌ مِنْهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُوَ لِسَبِيْعِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَاَوْصِيَائِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ۔

(فرق الشیعہ ص ۸۲ تا ۸۴ تذکرہ فرقہ بشریہ
مطبوعہ مطبع حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:

فرقہ بشریہ کا خیال ہے۔ کہ علی بن موسیٰ اور ان کے اولاد سے جس نے بھی امامت کا دعویٰ کیا۔ وہ حرامی ہے۔ اُن کا اہل بیت کے خاندان سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے امامت کا دعویٰ کر کے کفر کیا۔ اور جن لوگوں نے ان کی امامت تسلیم کی وہ بھی کافر ہیں۔ ان کے خون حلال ہیں۔ ان کے مال بھی حلال ہیں۔ اُن کا خیال یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچ نمازیں اور ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں۔ زکوٰۃ اور حج اور دیگر تمام فرائض کا انکار کرتے ہیں۔ اور مردوزن کی شرمگاہ استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پیش کرتے ہو۔ "وہ اللہ نے اُن کے مردوں اور عورتوں سے جوڑے بنائے۔" تناسخ کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ امام درحقیقت ایک ہی ہے۔ وہی ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہوتا رہا۔ ان کے درمیان مواسات واجب ہے۔ اور ان میں سے جو کسی چیز کے بارے میں وصیت

Marfat.com

کردے۔ وہ سمیع بن محمد اور ان کے اوصیاء کی ہو جائے گی۔

لمحہ فکریہ

جیسا کہ آپ قارئین حضرات جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کا کوئی فرقہ ہو مسئلہ امامت ان کا روح رواں ہے۔ اسی کو ثابت کرنے اور ثابت ہو جانے کے بعد پھر اپنے لیے کھلی چھٹی پاتے ہیں۔ حرام و حلال جائز و ناجائز سب ختم۔ یہی فرقہ بشیریہ کہ جس نے امام موسیٰ بن جعفر تک تو دوسرے شیعہ فرقوں کی موافقت کی۔ لیکن ان کے وصال کے بعد بپھر گیا۔ اور محمد بن بشیر کو تاج امامت پہنایا۔ ان کے مقابلہ میں موسیٰ بن جعفر کو دوسرے لوگوں نے امام مقرر کیا۔ تو آپس میں کفر و شرک اور حرامی ہونے کے فتوے شروع ہو گئے۔ ان کم بختوں کو نہ اہل بیت کا احترام رہا۔ نہ اُن کی ذاتی شرافت اور خوبیاں نظر آئیں۔ ان پر اور ان کے ماننے والوں پر کفر تک کا فتویٰ لگا دیا۔ کچھ اسی قسم کی باتیں ان اہل تشیع کے دیگر فرقوں میں بھی ہیں۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ یہ چند باتیں اگرچہ شیعہ فرقوں اور ان کے عقائد کے ہی متعلق تھیں۔ لیکن ان میں ان کی فقہ کی کچھ باتیں بھی تھیں۔ اس لیے ہم نے یہاں ذکر کر دیں۔ اب آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ اسلام کا اور ان لوگوں کے مذہب کا کیا اتصال ہے؟ احکام الٰہی اور فرمودات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت کے معمولات و مقولات میں سے کسی کے ساتھ بھی ان کی بن نہیں آتی۔ ان لوگوں کی اوّل و آخر فقہ یہی ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہیئے۔ بس وہ جہاں سے جیسے حاصل ہو وہ جائز ہے۔ لیکن باقی سب کچھ ناجائز۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

Marfat.com

كتاب المتعة

Marfat.com

کتاب المتعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل دورِ جاہلیت میں تعلیماتِ عیسوی و موسوی میں بہت زیادہ تحریف و تغیر ہو چکا تھا۔ اور اس دور کے علماء زر پرست نے خود اپنی غرض کی خاطر بہت سی حلال اشیاء حرام ٹھہرا دی تھیں۔ اور بہت سی حرام چیزوں کو حلال کر دیا تھا لیکن اس کے ہوتے ہوئے سابقہ شرائع میں بہت سی ترامیم و تنسیخ کی بھی ضرورت تھی۔ تاکہ تکمیل انسانیت کے ساتھ ساتھ تکمیلِ شریعت بھی ہو جائے لیکن ہر دور کے احکام شرعیہ اس وقت کے مخاطبین کے اعتبار سے اپنے طور پر ایک بہترین اصول و ضوابط تھے۔

جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے۔ تو بچا کھچا دین عیسوی کہیں کہیں نظر آتا تھا۔ اس وقت شراب، خنزیر کا گوشت وغیرہ بہت سی اشیاء لوگوں میں حلال اشیاء کے طور پر معروف و قابلِ عمل تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارک کے وقت بھی کچھ اس قسم کی چیزوں کی حلت کا ثبوت قرآن و حدیث میں سے ملتا ہے۔ انہی اشیاء میں سے ایک متعہ بھی تھا۔ جو ابتدائی دورِ نبوت میں بعض مخصوص حالات اور مجبوریوں کے تحت مختصر وقت کے لیے قابل عمل ہونا جائز سمجھا گیا۔ لیکن اس متعہ کے علاوہ اور بھی بہت سے دیگر احکامات

Marfat.com

کو تدریجاً منسوخ کر دیا گیا۔ اور تنسیخ کے بعد یہ اعمال بھی ان اعمال میں داخل ہو گئے۔ جو اس وقت سے قیامت تک کے لیے حرام ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کے حرام قرار دیئے جانے کے بعد اب اگر کوئی ہٹ دھرم اور بے دین شخص ان کو دور جاہلیت کی طرح جائز اور حلال گردانے تو وہ دائرہ اسلام سے خود کو خارج جانے۔ اسی ضمن میں متعہ جو بامر مجبوری جائز ہوا تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن اللہ رب العزت کے حکم سے حرام قرار دے دیا جو تا قیامت حرام ہی رہے گا۔

اس کی حرمت کا ذکر قرآن پاک میں سورۂ مومن میں یوں ارشاد ہوا ہے۔ اب تمہارے لیے صرف دو قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ ایک تو وہ کہ جن کے ساتھ تم ان کی نکاح کر لو۔ اور دوسری وہ جو تمہاری ملک میں ہوں۔ (یعنی تمہاری مملوکہ لونڈیاں جو اب ناپید ہیں۔) ان کے سوا کوئی اور عورت کسی طریقہ سے حلال نہیں۔ اگر تم نے ان (دو قسم کی عورتوں) کے سوا کسی اور عورت سے وطی کی۔ تو تم حدود اللہ کو پامال کرنے والے اور حرام کے مرتکب ہو گے۔

(پ۱۸ سورت مومنون ع ۱)

اب چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جس طرح شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے کو تمام امت متفقہ طور پر حرام کہتی ہے۔ جمیع مسلمانوں کی طرح شیعہ لوگ بھی اس کی حرمت کے قائل ہوتے۔ اور اسے حلال کہنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتے۔ لیکن ان کی شہوت پرستی اور فحاشی نے اللہ رب العزت کی حدود کو پامال کرنا تو برداشت کیا۔ لیکن اسے حرام کہنے کی جرأت نہ کی بلکہ حقیقت تو یوں دکھائی دیتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے نکاح متعہ کو اپنے مذہب کا اہم ستون قرار دیا۔ اور اس قبیح امر اور شہوت پرستانہ فعل کی اشاعت میں غایت درجہ کوشاں

Marfat.com

ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد — عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

❖ گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈ من کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی و غیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔

❖ گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔

❖ کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔

❖ ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

❖ اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈ من سے رابطہ کیجئے۔

❖ سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

❖ تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔

❖ عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔

❖ **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**

❖ اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈ من سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد — پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

رہے۔ اور اب بھی سر توڑ کوششوں سے اسے حلال کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہاں تک کہ اس متعہ کے حلال ہونے کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بہت سی کتابیں موجود ہیں اور اس کے صرف حلال ہونے پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ جو شخص یہ فعل خبیث (متعہ) نہیں کرتا۔ اس کے بارے میں اپنی طرف سے سخت سزائیں اور بہت بڑی وعیدیں گھڑی گئی ہیں۔ جن میں سے بطور نمونہ ایک وعید ملاحظہ ہو:۔

"جو متعہ کے بغیر جو آدمی مر جائے۔ وہ قیامت کو کان اور ناک کے بغیر اٹھایا جائے گا۔"

اور جو اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ لوگ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ اور یوں اس فعل شنیع پر ابھارتے ہیں۔ کہ گویا متعہ کرنے والا صرف یہی ایک کام کرے۔ تو جنت میں اعلیٰ مقام پائے گا۔ مثلاً وہ جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کا مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثل ہے۔ الخ وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ) حقیقت امر یہ ہے۔ کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل اور شہوت پرستی پر ہے۔ یہ مقصد چاہے کسی حرام یا حلال طریقہ سے حاصل ہو۔ اس کی قطعاً پرواہ نہیں۔ جو شخص بھی اس مذہب کا بغور مطالعہ کرے گا۔ اور تعصب سے ہٹ کر ان کی کتب کی ورق گردانی کرے گا۔ وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایک شریف النفس اور صاحب علم و حیاء یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ مٹھی بھر جو کے عوض کسی بھی عورت کو راضی کر لو۔ اور پھر اسے جس طرح چاہو۔ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر و :

اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ ان بے شرم و حیاء پر اس قسم کے شہوت پرستوں اور حیاء سے عاری لوگوں نے من گھڑت روایات کے ذریعہ جو سیاہ بادل اور بے غیرتی و بے حیائی کا گرد و غبار چڑھا لینے کی کوشش کی۔ اس کو قرآن و حدیث کے

Marfat.com

آفتاب تابدار اور اقوال ائمہ کے روشن چراغوں سے اس قدر دور دھکیل دوں جس طرح کہ فَاخْرُجْ کے حکم سے شیطان کوسوں دور جا پڑا۔

لہذا میں ان کے اس عقیدۂ واہیہ اور مسلکِ فاحشہ کا قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ سے مدلل اور مفصل رد لکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ متقدمین شیعہ (جن کے اقوال اس مسلک کی بنیاد بنتے ہیں) کے تمام استدلالات کی بھرپور اور پرزور تردید پیش کرتا ہوں۔ تاکہ حق و صداقت کے خواہاں ، حق و باطل کے درمیان باحسن وجوہ امتیاز کر سکیں۔ اور حق کو سینے سے لگائیں۔ اور قبول کریں۔ اور باطل سے بچیں۔ اور اسے اپنے نزدیک آنے کی راہ تک نہ دیں۔ میں پختہ امید اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ میں نے اس باب میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ہر وہ غیر متعصب آدمی جس کے دل میں ایمان کی روشنی ہے۔ اور جس کی طبیعت انصاف پسند ہے۔ وہ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائے گا کہ

"متعہ ایک منسوخ اور حرام فعل ہے۔ اور اس کو (حرام ہونے کے بعد جائز اور حلال سمجھنے والا اور اس کے عامل کو مختلف درجات کے وعدے اور غیر عامل کو سخت وعیدیں سنانے والا در اصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہلبیت رضوان اللہ علیہم کا انتہائی گستاخ اور ان پر افترا باندھنے والا ہے۔ اور دین اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔"

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

Marfat.com

فصل اول

حقیقتِ متعہ از کتب اہلسنت

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں حسبِ سابق عقدِ متعہ اور نکاحِ موقت جائز تھے۔ لیکن جب عدت طلاق وغیرہ کے احکام نازل ہوئے۔ قرآن کو منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن بعض ائمہ کے نزدیک عقدِ موقت اب بھی جائز ہے۔ جس کی وضاحت عنقریب آ رہی ہے۔

عقد متعہ اور عقد موقت میں فرق!

عقد موقت: نکاح اور تزویج کے الفاظ سے انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ جس کے لیے شہادت شرط ہے۔ لیکن نکاح عام سے یہ مختلف ہے۔ کیونکہ عام نکاح میں میاں بیوی یا ان کے والیان کے درمیان اس نکاح کے لیے کوئی معین وقت یا زمانہ نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی ایک خاوند اور دوسری اس کی بیوی قرار پاتی ہے

Marfat.com

بخلاف عقدِ موقت کے کہ اس میں بوقت نکاح، وقت کی تعیین ہوتی ہے۔ اسی امتیاز اور مخصوص وصف کی وجہ سے اس کو عقدِ موقت کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے منسوخ ہونے کی وجہ بھی دراصل یہی تعین وقت ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد عالی نقل فرماتے ہیں ثلث جدہ من جد و ھزلھن جد۔ النکاح و الطلاق و العتاق۔

ترجمہ: نکاح، طلاق اور غلام لونڈی کو آزاد کرنا ایسے تین امور ہیں۔ کہ ان الفاظ سے ان کا معنی بہرحال مراد اور واجب العمل ہو جاتا ہے۔ چاہے از روئے مذاق ولہو لعب کے ہوں۔ یا ان کے معانی کی نیت بھی ساتھ ہو۔ یعنی ان تین الفاظ کے بولنے والے کی نیت ہو یا نہ ہو۔ یہ واقع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے لفظ نکاح یا تزویج کے الفاظ سے عقد کیا اور بوقت عقد گواہوں کی موجودگی بھی متحقق تھی۔ تو عقد ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی شخص نے ایسے منعقد ہونے والے عقد میں، وقت کی تعیین کی شرط رکھی۔ یعنی ایجاب و قبول اور گواہوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ وہ اس نکاح کو ایک مخصوص ومعین وقت تک کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔ تو اس شرط کو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ شرط فاسد کہتے ہیں۔ اور شرطِ فاسد سے نکاح تو ہو جاتا ہے۔ لیکن خود شرطِ فاسد باطل ہو کر ملحوظ نہیں رہے گی۔ لہٰذا نکاح درست ہو گیا۔ اور تعیین وقت کی شرط کے بطلان پر وہ نکاح عام نکاح کی طرح تا زندگی رہے گا۔ یہ شرط اُسی طرح باطل ہو جائے گی۔ جس طرح نکاح شغار میں مہر نہ ہونے کی شرط باطل ہو جاتی ہے۔

نکاح شغار یہ ہے۔ کہ ایک شخص اپنی بیٹی کسی دوسرے شخص کے بیٹے کو اور دوسرا شخص اپنی بیٹی اس کے بیٹے کو اس طرح نکاح میں دیتے ہیں۔ کہ ان کے درمیان یہ شرط طے پاتی ہے۔ کہ نہ میں اپنی بیٹی کا حق مہر تجھ سے لیتا ہوں۔ اور نہ تو ہی اپنی

Marfat.com

بیٹی کا حق مہر مجھ سے طلب کرے۔ بلکہ وٹے سٹے کا نکاح کر لیتے ہیں۔ تو اس صورت میں نفس نکاح تو منعقد ہو جائے گا۔ اور عدم مہر کی شرط باطل ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

عقد متعہ

یہ عقد اَتَمَتَّعُ یا اَسْتَمْتِعُ سے منعقد ہوتا ہے۔ اور اس نکاح میں شہادت شرط نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اسے ختم کرنے کے لیے طلاق اور پھر عدت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس نکاح کے بعد خاوند پر نان و نفقہ اور رہائش کا بندوبست کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور بوقتِ نکاح اس کی مدت بھی شاملِ عقد ہوتی ہے۔ یعنی بالکل مختصر مدت کے لیے اسے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اور مذکورہ طے شدہ مدت گزرنے پر خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس مدت کے اختتام پر اگر یہی عورت بغیر عدت و طلاق کے اگر پھر عقد ثانی کرنا چاہیئے۔ تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

اس قسم کا عقد ابتدائے اسلام میں دو دفعہ جائز اور حلال ہوا۔ اور دو دفعہ ہی ناجائز اور حرام ہوا۔ آخر حبیب اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ جس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث میں مذکور ہوئی۔

حدیث حلت

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُوْلُ كُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا نِسَآءٌ فَقُلْنَا اَلَا

Marfat.com

نَسْتَخْصِیْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ تَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰی اَجَلٍ۔

(صحیح مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ ص ۴۵۰ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

قیس روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ (اپنی اپنی منکوحہ) عورتیں نہیں ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ کہ آپ ہمیں خصی ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی اجازت نہ دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی رخصت دے دی۔ کہ ہم کسی عورت سے کپڑے کے عوض (مہر کے طور پر) ایک مختصر مدت کے لیے نکاح کریں۔

حدیث حرمت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ الْحَسَنِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰی عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ۔

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ ص ۴۵۲ مطبوعہ نور محمد دہلی۔)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نکاح متعہ کرنے سے خیبر کے دن منع فرما دیا اور اس کے ساتھ گھریلو (پالتو) گدھوں کا گوشت کھانا بھی منع کر دیا۔

حدیث حلت و حرمت ۱

عَنْ اِیَاسِ ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ فِی الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهٰی عَنْهَا۔

(مسلم شریف جلد اوّل باب نکاح المتعہ ص ۴۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

ابن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس (فتح مکہ کے دن) صرف تین دن نکاح متعہ کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

حدیث حلت و حرمت ۲

قَالَ حَدَّثَنِی الرَّبِیْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِیُّ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ کُنْتُ اَذِنْتُ لَکُمْ فِی الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ

Marfat.com

النِّسَاءِ وَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَئٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا وَ لَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا۔

(مسلم شریف جلد اول باب المتعہ ص ۴۵۱
مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ربیع بن سبرہ جہنی سے روایت بیان فرمائی۔ اور ان سے ان کے باپ نے روایت کیا کہ وہ سبرہ جہنی فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ (لیکن اب) اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک حرام کر دیا۔ لہٰذا جس کے پاس اس طرح کے نکاح سے کوئی عورت ہو۔ وہ اس کو چھوڑ دے۔ اور اس سے (وطی کا) عوضانہ واپس نہ لے۔

حدیث حرمت

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ اَلَا اِنَّهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِلٰى

Marfat.com

يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ اَعْطٰى شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ۔

(مسلم شریف جلد اوّل باب نکاح المتعہ
ص ۴۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبد العزیز کو ربیع بن سبرہ جہنی نے اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ متعہ سے منع فرما دیا۔ اور ارشاد فرمایا خبردار! یہ (نکاحِ متعہ) آج کے دن سے تاقیامت حرام ہے۔ اور جس کسی نے اس نکاح کے عوض کسی عورت کو کوئی عوضانہ دیا ہو۔ وہ اس سے واپس نہ لے۔

حاصل کلام

نکاحِ متعہ دراصل زمانۂ جاہلیت میں ایک مروجہ عقد تھا۔ اور ابتدائے اسلام میں جاری رہا لیکن فتح خیبر کے موقعہ پر آپ نے اس کو حرام قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد چند مجبوریوں کے پیش نظر اسے وقتی طور پر جائز قرار دیا۔ جس طرح مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا اور شراب نوشی بھی مباح ہوئی تھی۔

لیکن ان مجبوریوں کے اختتام پر جو فتح مکہ کے زمانہ میں صرف تین دنوں تک پیش نظر تھیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تاقیامت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرام فرما دیا۔ اور جب دائمی نکاح (جو فی زمانہ اہل سنت میں رائج ہے) کے احکام نازل ہوگئے۔ تو اس عقد متعہ کو زنا کا حکم دے دیا گیا۔

Marfat.com

لہٰذا اب اگر کوئی متعہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اسے ابتدائے اسلام کی طرح جائز اور مباح سمجھتا ہے۔ تو ایسا کرنے والا مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں زنا کا مرتکب ہوگا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

فصل دوم

سنی شیعہ کے آئینہ میں تعارف متعہ

تحفۃ العوام

عورت کہے۔

مَتَّعْتُكَ نَفْسِي فِي الْمُدَّةِ الْمَعْلُومَةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ

مرد کہے۔

قَبِلْتُ الْمُتْعَةَ لِنَفْسِي فِي الْمُدَّةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ۔

(تحفۃ العوام مصنفہ سید ابوالحسن الموسوی الاصفہانی شیعی حصہ دوم صفحہ نمبر ۳۰۲ مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

عورت مرد کو یوں کہے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو مدت معلوم کے لیے چند معین ٹکوں کے عوض تیرے متعہ میں دیا۔ اور مرد اس کے جواب میں کہے کہ میں نے اس متعہ کو اپنی ذات کے لیے چند ٹکوں کے عوض معین وقت کے لیے قبول کیا۔

Marfat.com

الاستبصار

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَاعَبْدِاللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ مُتْعَةً بِغَيْرِ شُهُوْدٍ قَالَ لَا بَاْسَ بِالتَّزْوِيْجِ اَلْبَتَّةَ بِغَيْرِ شُهُوْدٍ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِنَّمَا جُعِلَ الشُّهُوْدَ فِيْ تَزْوِيْجِ اَلْبَتَّةَ مِنْ اَجَلِ الْوَلَدِ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهٖ بَاْسٌ۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۸ فی جواز العقد، علی المرأۃ متعہ بغیر شہود مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کا حکم پوچھا۔ جس نے بغیر گواہوں کے عقد متعہ کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس آدمی اور اللہ تعالیٰ کے مابین انعقاد کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں ایسے نکاح میں گواہوں کی ضرورت لازمی ہوتی ہے۔ جس میں اولاد کی تمنا ہو۔ اور اگر خواہش اولاد نہ ہو۔ (محض شہوت کو ٹھنڈا کرنا ہو) تو پھر گواہوں کے بغیر بھی نکاح درست ہے۔ (متعہ میں چونکہ صرف خواہشات اور شہوتِ نفس کو پورا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اولاد مقصود نہیں ہوتی۔ اور اگر بھولے سے صورت متعہ میں عورت حاملہ ہو جائے تو اس سے پیدا شدہ بچہ کا نسب متعہ کرنے والے سے نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس

Marfat.com

میں گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔)

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الْمُتْعَۃِ قَالَ لَیْسَتْ مِنَ الْاَرْبَعِ لِاَنَّھَا لَا تُطَلَّقُ وَلَا تَرِثُ وَاِنَّمَا ھِیَ مُسْتَاجَرَۃٌ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۱ کتاب النکاح
باب انہن بمنزلۃ الاماء ولیست
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے متعہ کے متعلق روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں شامل نہیں۔ جن کی شریعت نے بیک وقت نکاح میں رکھنے کی اجازت دی۔ (اگر چار بیویاں کسی کے ہاں پہلے سے موجود ہوں۔ تو بطریق متعہ پانچویں چھٹی سے وطی کرنا جائز ہے۔ اور قرآن کے احکام کے خلاف نہ ہوگا۔) کیونکہ بطور متعہ نکاح میں آئی ہوئی عورت کو نہ طلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ہی وہ متعہ کرنے والے خاوند کی وارث بن سکتی ہے۔ وہ تو صرف ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہے۔

فروع کافی

زُرَارَۃُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ

Marfat.com

قَالَ ذَكَرْتُ لَهُ الْمُتْعَةَ اَهِيَ مِنَ الْاَرْبَعِ ؛ فَقَالَ تَزَوَّجْ مِنْهُنَّ اَلْفًا فَاِنَّهُنَّ مُسْتَاْجَرَاتٌ ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۲ کتاب النکاح
باب انهن بمنزلة الاماء وليست
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

زرارہ کا باپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امام موصوف سے متعہ کے متعلق دریافت کیا۔ کہ متعہ سے نکاح میں آنے والی عورت چار عورتوں میں سے ہے ؟ (جن کی شریعت نے بیک وقت نکاح میں لانے کی اجازت دی) تو آپ نے فرمایا۔ تو ایسی ہزار عورتوں سے نکاح کرے (تو بھی وہ کسی شمار میں نہیں کیونکہ) وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

فروع کافی

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ اَبَانِ بْنِ تَغْلِبٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنِّيْ اَكُوْنُ فِيْ بَعْضِ الطُّرُقَاتِ فَاَرَى الْمَرْاَةَ الْحَسْنَاءَ وَلَا اٰمَنُ اَنْ تَكُوْنَ ذَاتَ بَعْلٍ اَوْمِنَ الْعَوَاهِرِ قَالَ لَيْسَ هٰذَا عَلَيْكَ اِنَّمَا عَلَيْكَ اَنْ تُصَدِّقَهَا فِيْ نَفْسِهَا ۔

(فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح ص ۴۶۲ باب انها مصدقة
على نفسها مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

ابان ابن تغلب نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ میں ایک مرتبہ حالت سفر میں تھا۔ تو میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ لیکن مجھے اس بارے میں کوئی یقین نہ تھا۔ کہ وہ شادی شدہ عورت ہے۔ یا بدکار ہے۔ (لیکن میں اس سے جنسی تعلقات کا خواہش مند تھا۔ تو کیا اس عورت کے بیان پر مجھے یقین کر لینا چاہیئے اور اس سے متعہ کر لینا چاہیئے۔ اگر وہ کنواری یا بے خاوند ہونا ظاہر کرے) تو امام جعفر نے فرمایا۔ تجھے اس بارے میں چھان بین کرنے کی کیا پڑی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ تو اس کے کہنے پر اس کی تصدیق کرے۔ (اور اس سے متعہ کرے)

تہذیب الاحکام

مُحَمَّدٌ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِنَا عَنْ اَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قِيْلَ لَهُ اَنَّ فُلَانًا تَزَوَّجَ امْرَاَةً مُتْعَةً فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ لَهَا زَوْجًا فَسَأَلَهَا فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلِمَ سَأَلَهَا۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۲ فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا

Marfat.com

کہ فلاں آدمی نے ایک عورت سے نکاح متعہ کیا۔ تو اس آدمی کو بتایا گیا۔ کہ اس عورت کا تو خاوند موجود ہے۔ (اور یہ اس کے نکاح میں ہے) تو متعہ کے طور پر عقد کرنے والے نے اس عورت سے اس بارے میں پوچھا۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ اس آدمی نے اس عورت سے کیوں پوچھا۔؟ (یعنی عقد متعہ کے لیے جب یہ کوئی شرط نہیں۔ کہ عورت کنواری ہو۔ یا خاوند کے بغیر ہو۔ یا خاوند والی ہو۔ تو پھر اس کی تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔)

تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَالَ عَمَّارٌ وَاَنَا عِنْدَهٗ عَنِ الرَّجُلِ الَّذِیْ یَتَزَوَّجُ الْفَاجِرَةَ مُتْعَةً قَالَ لَا بَاْسَ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۳ فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں عمار نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے عقدِ متعہ کے طور پر ایک اوباش (کنجری) عورت سے نکاح کر رکھا ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ

وَرُوِیَ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَأَلْتُ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَۃً مُتْعَۃً فَعَلِمَ بِھَا اَھْلُھَا فَزَوَّجُوْھَا مِنْ رَجُلٍ فِی الْعَلَانِیَۃِ وَھِیَ امْرَأَۃٌ صَدَقٌ۔ قَالَ لَا تُمَکِّنُ زَوْجَھَا مِنْ نَفْسِھَا حَتّٰی تَنْقَضِیَ عِدَّتُھَا وَ شَرْطُھَا قُلْتُ اِنْ کَانَ شَرْطُھَا سَنَۃً وَّلَا یَصْبِرُ لَھَا زَوْجُھَا قَالَ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ زَوْجُھَا وَلْیَتَصَدَّقْ عَلَیْھَا بِمَا بَقِیَ لَہٗ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۴ باب المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

یونس بن عبدالرحمٰن کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے ایک عورت سے عقد متعہ کر لیا تھا۔ پھر جب اس عورت کے خاوند یا گھر والوں کو اس عقد کا علم ہوا تو انہوں نے اس عورت کا نکاح صحیح کسی اور آدمی سے کر دیا۔ اور علی الاعلان یہ نکاح کیا۔ لیکن ابھی اس عورت کو عقد متعہ کا حق مہر لینا تھا۔ (اس سوال کے جواب میں امام موصوف نے فرمایا) وہ عورت اپنے صحیح اور نئے خاوند کو اپنے ساتھ اس وقت تک ہم بستری

Marfat.com

نہ کرنے دے۔ جب تک عقد متعہ کی عدت اور شرط پوری نہ ہو جائے راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اس عقد متعہ کی شرط ایک سال کی ہو؟ (تو پھر بھی یہ شرط پوری کرنا چاہیئے) اور اُدھر خاوند کی یہ حالت ہو۔ کہ وہ اتنی مدت تک صبر نہ کر سکتا ہو؟ تو اس پر امام موصوف نے فرمایا۔ کہ اس کے خاوند کو خوفِ خدا کرنا چاہیئے۔ اور بقیہ مدت متعہ کا اس پر صدقہ کر دے (یعنی متعہ میں ہی گزارنے دے۔)

فروع کافی

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ جُعِلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ وَيَنْقَضِیْ شَرْطُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ اٰخَرُ حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا الْاَوَّلُ حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ ثَلَاثَةَ اَزْوَاجٍ يَحِلُّ لِلْاَوَّلِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ كَمْ شَآءَ لَيْسَ هٰذِهٖ مِثْلُ الْحُرَّةِ هٰذِهٖ مُسْتَاجَرَةٌ وَهِیَ بِمَنْزِلَةِ الْاِمَآءِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص۔ ۴۶۰ کتاب النکاح
باب الرجل یتمتع بالمرأة
مرارًا کثیرة مطبوعہ تہران
طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

زرارہ نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں آپ پر قربان، کوئی آدمی کسی عورت سے جس شرط پر متعہ کرے۔ وہ پوری ہو جائے۔ پھر اسی عورت سے کوئی دوسرا شخص متعہ کرے۔ حتیٰ کہ وہ عورت اس سے بھی جدا ہو جائے۔ اور پھر وہی پہلا آدمی اس سے متعہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ عورت اس سے تین دفعہ جدا ہوئی۔ اور تین مردوں نے اس سے نکاح متعہ کیا۔ تو کیا اسی عورت کا پہلے مرد سے ایک مرتبہ پھر عقد متعہ کرنا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے۔ کیونکہ یہ حرّہ (آزاد) عورت کی طرح نہیں۔ بلکہ یہ تو اجرت پر لی گئی ہے۔ اور اس کا حکم لونڈیوں جیسا ہے۔

فروع کافی

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يُتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ قَالَ تَقُوْلُ يَا اَمَةَ اللّٰهِ اَتَزَوَّجُكِ كَذَا وَ كَذَا يَوْمًا بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا فَاِذَا مَضَتْ تِلْكَ الْاَيَّامُ كَانَ طَلَاقُهَا مِنْ شَرْطِهَا وَلَا عِدَّةَ لَهَا عَلَيْكَ اَىْ يَجُوْزُ لَكَ تَزْوِيْجُ الْاُخْتِ فِىْ عِدَّتِهَا۔

(فروع کافی حاشیہ فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح باب شروط المتعہ ۴۵۵ تا ۴۵۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

ہشام بن سالم سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ یا حضرت! نکاحِ متعہ کیونکر کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے اس کا طریقہ یوں ارشاد فرمایا۔ کہ نکاحِ متعہ کرنے والا مطلوبہ عورت کو کہے۔ اے اللہ کی بندی! میں تجھ سے چند دنوں کے لیے چند درہم کے عوض نکاح کرتا ہوں۔ سو جب مذکورہ دن گزر جائیں۔ تو طلاق خود بخود ہو جائے گی۔ اور ایسی عورت کی کوئی عدت نہیں یعنی نکاحِ متعہ کرنے والے کو اُسی متمتع عورت کی سگی بہن سے دورانِ عدت (جو عام طور پر طلاق کے بعد ہوتی ہے) نکاح کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَکُوْنُ مُتْعَةٌ اِلَّا بِاَمْرَیْنِ۔ اَجَلٍ مُّسَمًّی وَاَجْرٍ مُّسَمًّی۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۵ کتاب النکاح
باب شروط المتعۃ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام موصوف نے فرمایا۔ متعہ کے دو رکن ہیں۔ مدت مقررہ اور اجرت مقررہ۔

Marfat.com

فروع کافی

عَنِ الْاَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَدْنٰی مَا یُتَزَوَّجُ بِہِ الْمُتْعَۃُ ؟ قَالَ کَفٌّ مِنْ بُرٍّ۔

(۱۔ فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۷ کتاب النکاح باب ما یجزی من المہر فیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۰ فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ:

احوال کہتا ہے سد میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ متعہ کی کم از کم اُجرت کتنی ہے؟ تو وہ فرمانے لگے۔ مٹھی بھر گندم (کافی ہے)

تہذیب الاحکام

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ تَمَتَّعْ بِالْھَاشِمِیَّۃِ۔ (اَیْضًا) وَلَا بَاْسَ بِالتَّمَتُّعِ بِالْھَاشِمِیَّۃِ۔

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۷۱ فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاشمی عورت سے متعہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

تہذیب الاحکام

وَلَيْسَ فِي الْمُتْعَةِ إِشْهَادٌ وَلَا إِعْلَانٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۱ فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

نکاحِ متعہ میں نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان ہے۔ (مرد عورت دونوں تنہا چپکے چپکے یہ نکاح کریں، تو بھی درست ہے۔)

مذکورہ حوالہ جات سے فقہ جعفری کے مندرجہ ذیل مسائل فقہیہ ثابت ہوئے

(۱) نکاح متعہ کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان کی۔

(۲) متعہ کے بعد چھوڑی گئی عورت پر نہ کسی قسم کی عدت لازم ہے اور نہ اُسے جُدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت۔

(۳) اس عقد میں نہ اولاد کی جستجو ہوتی ہے۔ اور نہ ہی میراث مقصود۔ بلکہ یہ مرد و زن کا مخصوص رقم کے عوض مخصوص وقت تک خواہشات نفسانی کی

Marfat.com

تکمیل کا ایک باہمی ذریعہ ہے۔ (جو شہوت رانی کا آسان طریقہ ہے)

۴ اس عقد میں عورتوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی مرد بیک وقت ستر عورتوں سے عقد متعہ کرے۔ اور باری باری ان سے لطف اندوز ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی عیب نہیں اور کوئی بے حیائی نہیں۔

۵ ایک عورت سے بیسیوں مرتبہ متعہ ہو سکتا ہے۔ اور ہزار مردوں سے ایک عورت متعہ کر سکتی ہے۔ اور سینکڑوں مرتبہ متعہ کرنے والے سے جُدا ہونے کے بعد پھر بھی اُجرت مقررہ پر جب چاہے وہ مرد اسے نکاح متعہ میں لا سکتا ہے۔ اس میں حرمتِ غلیظہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۶ قرآن کریم میں جن محرمات سے عقد کرنا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔ اور " وَ الْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ "، میں جن کی صراحت کی گئی ان سے متعہ کرنے کی کھلی چھٹی ہے۔

۷ جس عورت سے کسی نے متعہ کیا۔ اگر اس کی سگی بہن سے فوراً (عدت گزارے بغیر) نکاح (عقد متعہ) کرلے تو کوئی حرج نہیں۔ (کیونکہ نہ طلاق کی ضرورت نہ عدت کا انتظار)

۸ " مٹھی بھر گندم "، دے کر کسی عورت کی بکنگ جائز ہے۔ (اتنا سستا شاید ہی کوئی سودا ہو)

۹ شیعی نفس پرستوں اور شہواتِ نفسانی کے بندوں میں متعہ اس قدر کثیر الوقوع ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی عورت کا استثناء نہیں۔ خاندانِ نبوت۔ (بنو ہاشم) سے ہو یا کوئی طائفہ اور بازاری عورت۔ سب سے بلا امتیاز جائز اور درست ہے۔ (العیاذ باللہ)

Marfat.com

ع اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔

اللہ تعالیٰ ایسے ناعاقبت اندیشوں اور ایمان سے عاری اور عقل کے اندھوں سے بچائے جنہوں نے تکمیل خواہشاتِ نفسانیہ کے نشہ میں احترام خاندانِ نبوّت کا بھی لحاظ نہ کیا۔

سے چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند!

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

Marfat.com

فصل سوم

متعہ پر شیعی دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اوّل

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔ (پ۵ آیت ۱)

ترجمہ:

پھر ان میں سے جن سے تم متعہ کرو۔ تو مقرر کیا ہوا مہر انہیں دے دو۔
(ترجمہ مقبول)

طریقۂ استدلالِ شیعہ

ذکر کی گئی آیت سے ثبوت متعہ دو الفاظ سے ہوتا ہے۔ لفظِ اوّل اِسْتَمْتَعْتُمْ، اور لفظِ دوم "اُجُوْرَهُنَّ" ہے۔ طریقہ ثبوت یہ ہے۔ کہ پہلا لفظ باب استفعال سے ہے۔ جس سے اگر حروفِ زائدہ کو چھوڑ کر حروفِ اصلیہ لیے جائیں۔ تو میم، تاء اور عین بنتے ہیں۔ گویا اس لفظ کا اصل متعہ ہے۔ دوسرے لفظ میں "اجور" جمع ہے۔ اور اس کا واحد "اجر" ہے۔ اجر کا معنی اُجرت، مزدوری اور معاوضہ

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں الفاظ کے مفہوم کے پیش نظر پوری آیت کا مفہوم یہ ہوا۔ کہ جب تم عورتوں سے متعہ کرو۔ تو ان سے مقرر کردہ اُجرت ان کو دے دو۔ تو اس ترجمہ سے بغیر تاویل کے متعہ معروفہ ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ اُجرت سے حق مہر اس لیے مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حق مہر کا استعمال نکاحِ دائمی کے اندر مقرر کردہ رقم پر ہوتا ہے۔ اور متعہ چونکہ مقررہ وقت کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں "اُجرت" ہی کہنا مناسب تھا۔ اور اس ترجمہ و مفہوم کی تائید ایک قراءت سے بھی ہوتی ہے۔ جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ہے۔ انہوں نے اس آیت کو اس طرح پڑھا۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔ یعنی اے مردو! تم نے ان عورتوں سے جو مخصوص وقت تک نفع اٹھایا۔ (متعہ کیا) تو ان کو اس کی مقرر کردہ اجرت ادا کرو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ جس عقد میں وقت بھی مقرر ہو۔ اور اجرت بھی متعین ہو۔ تو وہ عقد متعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں اس کی تفصیل و تشریح گزر چکی ہے۔

مذکورہ استدلال کے چند دندان شکن جواب

جواب اول:

آیت زیر بحث کہ جس سے شیعہ لوگوں نے حلّتِ متعہ پر استدلال کیا ہے۔ وہ مکمل آیت نہیں۔ بلکہ آیت کا آخری حصّہ ہے۔ اگر پوری آیت کو پڑھ کر اس کے مفہوم و معانی کو بنظر دیکھا جائے۔ اور نظر انصاف سے سمجھا جائے۔ تو اس پوری آیت سے متعہ معروفہ کا ثبوتِ صریح تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ پوری آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔

(پ ۵ رکوع اوّل)

ترجمہ:

(مائیں، بیٹیاں، اور بہنیں وغیرہ عورتیں جن کا اس آیت سے پچھلی آیت میں ذکر ہو چکا۔ ان سے نکاح کرنا تم پر حرام کر دیا۔) اور انہی کی طرح اُن عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ جو شوہر والی ہیں۔ ہاں جو تمہاری لونڈیاں ہیں۔ (وہ حرام نہیں) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ حکم لازم (فرض) کر دیا ہے۔ مذکورہ محرمات کے علاوہ تم بعوضِ مال جس عورت کو چاہو۔ نکاح میں لا سکتے ہو۔ لیکن ان سے یہ تعلق بطریقہ پاکدامنی اور حرام کاری سے بچنے کی غرض سے ہو۔ اس نکاح سے محض شہوت رانی مطلوب و مقصود نہ ہو۔ اور اس مقصد کے پیشِ نظر اگر تم نے کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو اُن کو اُن کا حق مہر پورا ادا کر دو۔

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان عورتوں کا ذکر کیا۔ جن میں نکاح حرام ہے۔ اور پھر اُن کے سوا بقیہ عورتوں سے نکاح کے حلال ہونے اور اس کے طریقہ کو بیان فرمایا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم کسی عورت کو رشتہ ازدواجیت میں لینے کی خواہش رکھتے ہو۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ یہ خواہش اپنے مال کے ذریعہ پوری کرو۔ یعنی حق مہر ضرور باندھو۔ اور اس خواہش کی تکمیل محض پاکدامنی کی خاطر ہونی چاہیئے۔ شہوت رانی کا اس میں کوئی خیال و مقصد

Marfat.com

نہ ہونا چاہیئے۔

پچھلے اوراق میں ہم بہت سے حوالہ جات سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ متعہ میں آدمی کا مقصدِ وحید صرف شہوت پرستی اور حصولِ لذت ہی ہوتا ہے جس سے آیت زیر بحث میں منع کیا گیا ہے۔ اور پاکدامنی پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا فما استمتعتم سے متعہ معروفہ کسی طور بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے نکاح دائمی کے ذریعہ منکوحہ عورت سے نفع اندوز ہونا مقصود ہے۔ اور اس طرح کے نکاح میں جو مال صرف کیا جاتا ہے۔ اُسے حق مہر کہتے ہیں۔ اور "اُجُوْر" سے مراد بھی یہی ہے۔

جواب دوم

وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً۔ پ۵-آیت ۱

"فما استمتعتم" میں لفظ "ما" سے مراد نکاح ہے۔ اور "بہ" میں باء سببیت کے لیے ہے۔ اور ضمیر مجرور (ہ) کا مرجع نکاح ہے "منھن" میں لفظ "من" تبعیضیہ اور "ھن" کا مرجع "احل لکم ما" میں لفظ "ما" ہے۔ اس ترکیب کے پیش نظر آیت کا معنی یہ ہوا۔ ماؤں بہنوں وغیرہ محرمات کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور اُن کو بذریعہ مال اپنے نکاح میں لاؤ۔ اس طرح ازواج (بیویوں) کی تلاش کرو۔ اور اس مقصد کے حصول میں پاکدامنی اور احصان کی نیت ہو۔

Marfat.com

نہ کہ شہوت رانی۔

پس وہ نکاح کہ بطریقہ احصان جس کے ذریعہ اور سبب سے تم نے اُن عورتوں سے نفع اٹھایا۔ کہ جن کو تم نے پاکدامنی کی نیت سے اپنے مالوں سے تلاش کیا۔ اُن کو اُن کے مقررہ حق مہر ادا کرو۔

"فما استمتعتم به منهن" میں ضمیر "هن" کا جب مرجع ہی منکوحات ٹھہریں۔ تو پھر اس آیت سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا کس قدر جہالت اور بے علمی ہے۔

جواب سوم

آیت مذکورہ کے الفاظ "فما استمتعتم اور اجورهن" سے متعہ اور اجرت مقررہ مراد لے کر اس سے متعہ معروفہ ثابت کرنا صرف سینہ زوری ہی نہیں۔ بلکہ علوم قرآن اور مفہوم قرآن سے لاعلمی اور جہالت کا بھی جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

"فما استمتعتم" کا اصل استمتاع ہے اور استمتاع سے حروف زوائد کو نکال دیا جائے۔ تو "متاع" باقی رہ جاتا ہے۔ اور متاع کا معنی نفع اٹھانا ہے۔ متعہ معروفہ نہیں۔ جس کی تفصیل ہم پہلے دو جوابات میں بیان کر چکے ہیں اس وضاحت کے ہوتے ہوئے دعویٰ کرنا کہ "فما استمتعتم" سے متعہ معروفہ کا ثبوت صراحتہً ہے۔ اور یہ آیت کریمہ متعہ معروفہ کے جواز کے لیے نص صریح ہے تو یہ باطل اور لغو دعویٰ ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ تو تب صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ جب شیعہ حضرات یہ ثابت کر دکھائیں۔ کہ لفظ "استمتاع" کا معنی صرف اور صرف متعہ معروفہ ہی ہے۔ اس کے برعکس ہم اس لفظ کو قرآن پاک

Marfat.com

ہیں " نفع اٹھانے " کے مفہوم میں استعمال ہونے والے مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لہٰذا ملاحظہ فرمائیں۔

آیت ۱:

فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

(پ ۱ رکوع ۱۵)

ترجمہ:

انہوں نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔ جیسا کہ تم نے اپنے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔

آیت ۲:

وَ لِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ۔

(پ ۲ رکوع ۱۵)

ترجمہ:

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے۔

آیت ۳:

مَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ۔

(پ ۲ رکوع ۱۵)

ترجمہ:

ان کو نیکی کے طور پر کچھ نفع پہنچاؤ۔ صاحب قدرت (مال دار) پر اس کی حیثیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

Marfat.com

آیت ۱۷:

قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ۔

(پ ۱۳ رکوع ۱۷)

ترجمہ:

فرما دیجئے! تم لوگ (چند روز) نفع اٹھا لو۔ پھر تمہارا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

تم کہہ دو۔ کہ (چند روز) نفع اٹھا لو کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم کی طرف ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان چار مقامات میں لفظ متاع اور اس کی فروعات کا ذکر موجود ہے۔ لیکن آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ کسی ایک جگہ پر بھی اس لفظ کو "متعہ معروفہ" کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر جگہ "نفع اٹھانا" ہی مفہوم ہے۔ ہم نے ان آیات کا یہ ترجمہ از خود نہیں کیا۔ بلکہ خود شیعی مترجم مقبول کے ترجمۃ القرآن سے لیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جب ان کے گھر کا ایک بھیدی لفظ "متاع" کے متعلق کا ترجمہ "نفع اٹھانا" کرتا ہے۔ تو پھر ان کے فریب کا لنکا ڈھرڑ ڈھے پڑے گا۔ اور ان کو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ لفظ استمتاع اور متاع کا معنی صرف "متعہ معروفہ" ہی نہیں۔ بلکہ اور بھی معنی ہیں۔ اس لیے اس لفظ کا انحصار صرف "متعہ معروفہ" میں ماننا سراسر جہالت اور لاعلمی ہے۔

دعویٰ کا دوسرا حصہ لفظ "اجور رھن" ہے۔ جس کے متعلق ان کا یہ خیال ہے۔ کہ "اجرت" کا اطلاق متعہ معروفہ کے مقابلہ میں ہی آ سکتا ہے۔ نکاح دائمی کے لیے "حق مہر" کا استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کے اس دعویٰ

Marfat.com

کی طرف آیئے۔ ہم پہلے لفظ کی طرح خود قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال دو حق مہر، کے لیے دکھاتے ہیں۔ جو دائمی نکاح کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ جس سے ان کی جہالت اور واضح ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

(پ۵ رکوع ۱)

ترجمہ:

پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ

(پ۲۸ رکوع ۸)

ترجمہ:

ہاں جو کچھ وہ خرچ کر چکے ہوں۔ تم ان کو دے دو۔ اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو۔ جب کہ تم ان کو مہر دے دو (مقبول)

۳۔ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ

(پ۲۲ رکوع ۲)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم مہر دے چکے ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

Marfat.com

ان تین آیات میں سے ہر ایک میں لفظ "اجور" حق مہر کے معنی میں استعمال ہوا۔ جو نکاحِ دائمی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی "مہر" بھی خود شیعہ مفسر نے کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ لفظ "اجور" کا اطلاق صرف اجرت معینہ پر ہی نہیں ہوتا۔ جو کہ متعہ معروفہ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے۔ بلکہ "حق مہر" پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے اس لفظ کو بھی صرف "اجرت معینہ" میں محدود ماننا بھی جہالت کا بہترین اور کامل نمونہ ہے۔ تو ان گزارشات سے آپ حضرات نے یہ جان لیا ہوگا۔ کہ "متعہ معروفہ" کو آیت مذکورہ سے ثابت کرنے کے لیے شیعہ حضرات نے جن دو ستونوں پر اپنی عمارتِ متعہ کھڑی کی تھی۔ وہ گر گئے۔ تو اب ان کے "متعہ معروفہ" والے گھر کا قیام کب باقی رہ گیا۔ یہ تھا ان کے استدلال کا انجام جو آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔

قرآتِ "ابی بن کعب رضی اللہ عنہ" کا جائزہ

ا۔ قرآتِ سبعہ متواترہ میں سے کسی ایک میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرآت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور "الی اجل مسمی" کے الفاظ وارد نہیں ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہے۔ کہ قرآتِ سبعہ کے سوا دوسری قرآت شاذہ کہلاتی ہے۔ لہٰذا ایک طرف قرآت متواترہ صحیحہ ہو۔ اور دوسری طرف قرآتِ شاذہ ہو۔ تو ترجیح اور قابلِ عمل قرآت متواترہ ہوتی ہے۔ نہ کہ قرآتِ شاذہ۔ اور اگر برسبیل تنزل اس قرآتِ شاذہ کو مان لیا جائے تو "الی اجل مسمی" کو "اجورھن" کے متعلق کرنا جائز ہے اور قریب ہونے کی وجہ سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ

Marfat.com

ترکیب کے اعتبار سے "الی اجل مسمی" کو "اجورھن" کے متعلق کرنا جائز ہے۔ اور قریب ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کرنا "فما استمتعتم" کے متعلق کرنے کی نسبت بہتر ہے۔ اور اسی ترکیب کو حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص نے تفسیر "احکام القرآن" میں ذکر فرمایا۔

تفسیر احکام القرآن

وَلَوْ كَانَ فِيْهِ ذِكْرُ الْاَجَلِ لَمَا دَلَّ اَيْضًا عَلٰى مُتْعَةِ النِّسَاءِ لِاَنَّ الْاَجَلَ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ دَاخِلًا عَلَى الْمَهْرِ فَيَكُوْنُ تَقْدِيْرُهٗ فَمَا دَخَلْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ بِمَهْرٍ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى فَاٰتُوْهُنَّ مُهُوْرَهُنَّ عِنْدَ حُلُوْلِ الْاَجَلِ۔

(تفسیر احکام القرآن جلد دوم ص ۱۴۸/ باب المتعہ پارہ پنجم مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

اور اگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ الفاظ مان بھی لیے جائیں۔ تو پھر بھی عورتوں سے "متعہ معروفہ" کا ثبوت حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ "الی اجل مسمی" کو مہر "اجورھن" پر داخل کرنا جائز ہے۔ لہذا اس تقدیر پر مفہوم یہ ہوگا۔ کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک مقررہ وقت تک مہر ادا کرنے کا وعدہ کرکے ہم بستری کی۔ تو ان کو ان کے حق مہر مدت مقررہ کے گزرنے پر ادا کردو۔

۲ - گزشتہ اوراق میں جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ احادیث صحیحہ کی روشنی

Marfat.com

ہیں عقد متعہ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے روز بحکم خدا قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ تو ان احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں ایک قرآتِ شاذہ کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ لہٰذا یہ قرآت شاذہ ناقابلِ عمل ہوئی۔

۳ - ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ - اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ - فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ - (پ ۱۸ رکوع ۱)

ترجمہ:

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) کے اس صورت میں وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ پس جو اس کے سوا خواہش کرے۔ پس وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔ (مقبول)

اس نص قطعی اور حکم صریح نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اللہ رب العزت نے حلت کو دو اقسام کی عورتوں میں منحصر فرما دیا ہے۔ اول قسم ان عورتوں کی ہے۔ جن کو تم اپنی زوجیت میں لے لو۔ (یعنی منکوحہ بیویاں) اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے۔ جو تمہاری مملوکہ لونڈیاں ہیں۔ ان دو اقسام کی عورتوں کے سوا کسی تیسری قسم کی عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے اس پابندی کو ٹھکراتے ہوئے تجاوز کر لیا۔ تو ایسا شخص زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو گا یعنی وہ زانی، بدکار اور اللہ کا نافرمان ہو گا۔ اس کی تائید شیعہ مفسرین سے بھی لیجئے۔

Marfat.com

منہج الصادقین

(فمن ابتغی) پس ہر کہ جوید برائے مباشرت (وراء ذالک) غیر از زنان وکنیزان خود (فاولئك) پس آنگروہ (ھم العادون) ایشانند درگزرندگان از حلال بحرام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۱۹۴ تا ۱۹۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:
پس جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا کسی عورت سے ہم بستری کی خواہش کرے۔ اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے طلب کرے تو ایسے لوگ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ یعنی زانی اور بدکار ہیں۔ اور ان کا یہ فعل شرعاً کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

مجمع البیان

(فمن ابتغی وراء ذالك) اَیْ طَلَبَ سِوَی الْاَزْوَاجِ وَالْوَلَائِدِ الْمَمْلُوْکَۃِ (فاولئك ھم العادون) اَیِ الظَّالِمُوْنَ الْمُتَجَاوِزُوْنَ اِلٰی مَا لَا یَحِلُّ لَھُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۹۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: سو جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے سوا کسی اور

Marfat.com

عورت کو خواہشات نفسانیہ کی برآری کے لیے طلب کیا۔ تو ایسا کرنے والے ظالم ہیں۔ اور اس فعل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ جو اُن کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔ (یعنی حرام فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔)

حاصل کلام:

یہ ہے۔ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت پر اس کے شاذہ ہوتے ہوئے عمل کرنا کب جائز ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ لہٰذا اس شاذہ روایت سے "متعہ معروفہ" کو جائز اور حلال قرار دینا ہرگز درست اور قابلِ تسلیم نہیں۔ اس کے علاوہ اگر فقہی اصل کو بھی دیکھیں۔ تو تب بھی یہ حلت ناقابلِ قبول ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب کسی جگہ حلت اور حرمت کے دلائل مساوی ہوں۔ تو دلائل حرمت کو فوقیت اور اولیت ہوتی ہے۔ یہاں دونوں دلائل کی مساوات ہی کب ہے۔ بلکہ یہاں تو دلائل محرمہ جس قدر مضبوط اور قوی ہیں۔ اسی قدر دلائل مبیحہ کمزور اور لایعنی ہیں ایک طرف نصوصِ صریحہ اور احادیث صحیحہ متعہ معروفہ کی حرمت ثابت کر رہی ہیں۔ اور دوسری طرف ایک روایت و قرآتِ شاذہ اس کو جائز اور حلال قرار دے رہی ہے۔ تو ایسے میں کون بے وقوف یہ کہے گا۔ کہ دلائل حلت قابلِ عمل ہیں۔ اور دلائل حرمت مرجوح اور ناقابلِ عمل ہیں؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

ایک اعتراض

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ الخ۔ میں جن دو قسم کی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حلت کو منحصر فرمایا ہے۔ ان میں پہلی قسم کے اندر وہ عورتیں بھی داخل ہیں۔ جو "عقد متعہ" کے ذریعہ سے ہوں۔ کیونکہ یہ متمتعہ عورتیں بھی وقتِ مخصوص کے لیے ازواج ہیں۔ لہٰذا ان کو "ازواج" میں داخل کر کے ان سے خواہشِ نفسانی کی برآری کو حرام قرار دینا قرآن پاک پر زیادتی ہے۔ اور متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کو زانی اور زانیہ یا حرام کار کہنا بالکل ناجائز ہے۔ اور یہ زیادتی بلاجواز ہے۔

جواب اوّل

عورتِ متمتعہ کو ازواج میں داخل کرنا قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف بھی ہے۔ اور فقہ جعفریہ (شیعہ) سے بھی لاعلمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ "عورت متمتعہ" کے لیے "فقہ جعفریہ" میں واضح الفاظ کے ساتھ یہ موجود ہے۔ کہ اس عقد کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ لفظِ نکاح کی۔ اسی طرح ایسی عورت کو طلاق دینے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ مدت مقررہ کے گزرنے پر خود بخود آزاد اور خود مختار ہو جاتی ہے۔ اور نہ ہی اُسے آگے عقد کرنے کے لیے کسی عدت کی ضرورت ہے۔ جبکہ فقہ جعفریہ میں "ازواج" کے لیے گواہی

Marfat.com

لفظ نکاح، طلاق اور عدت وغیرہ کی پابندی ہے۔ لہذا ازواج میں "عورت متمتعہ" کسی طور داخل نہیں ہے۔

جواب دوم

اگر قائل کے مطابق "عورت متمتعہ" ازواج میں داخل ہوتی۔ تو ازواج کی طرح اس کی تعداد پر بھی پابندی ہوتی۔ اور چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت ایک آدمی سو عورتوں یا اس سے بھی زیادہ کو عقد متعہ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہے حالانکہ ازواج کے بارے میں "مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ" کی نص صریح سے چار تک حد بندی ہے۔

جواب سوم

متعہ کرنے والا مرد اگر شادی شدہ نہیں۔ تو وہ اگر متعہ کرنے کے بعد کسی وقت زنا کا مرتکب ہو جائے۔ تو ثبوت زنا کے بعد اس پر حد رجم جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کو کنوارے کی سزا یعنی کوڑے لگائے جائیں گے۔ کیونکہ شریعت اُسے شادی شدہ تسلیم نہیں کرتی۔ لہذا وہ محصن نہ ہوا۔ اگر متعہ کرانے والی عورت، "ازواج" میں داخل ہوتی۔ تو اس سے ہم بستری کرنے والا لازماً شادی شدہ تسلیم ہوتا۔ اور محصن شمار کیا جاتا۔ اور اس پر جرم میں رجم کی سزا نہیں دی گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ يَعْنِي

Marfat.com

اِذَا كَانَا حُرَّيْنِ بَالِغَيْنِ بِكْرَيْنِ غَيْرَ مُحْصَنَيْنِ فَاَمَّا اِذَا كَانَ مُحْصَنَيْنِ اَوْ كَانَ اَحَدُهُمَا مُحْصِنًا كَانَ عَلَيْهِ الرَّجْمُ بِلَا خِلَافٍ - وَ الْاِحْصَانُ هُوَ اَنْ تَكُوْنَ لَهُ فَرْجٌ يَغْدُوْ اِلَيْهِ وَيَرُوْحُ عَلَى وَجْهِ الدَّوَامِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۱۲۴ المطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(زانی اور زانیہ) دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔ جبکہ دونوں آزاد، بالغ کنوارے اور غیر محصن ہوں۔ لیکن اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک محصن ہو۔ تو اس پر حد رجم ہے۔ جس میں کوئی خلاف نہیں اور احصان یہ ہے۔ کہ کسی کے ہاں فرج (عورت کی شرمگاہ) بطور نکاح ہو۔ اور وہ دائمی طور پر اسے جب چاہے صبح و شام مباشرت کے طور پر استعمال کر سکے۔

"حلّتِ متعہ" پر شیعہ حضرات کی دوسری دلیل

صحیح مسلم شریف

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ كُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ

Marfat.com

فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَءَ عَبْدُ اللّٰهِ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔

(صحیح مسلم شریف جلداول ص ۴۵۰ باب نکاح المتعہ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر آپ کی معیت میں جنگوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے پاس اپنی منکوحہ عورتیں نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ایک مرتبہ حضور سے خصی ہو جانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے ہمیں منع فرما دیا۔ پھر اس بات کی رخصت (اجازت) دے دی۔ کہ تم ایک مقررہ وقت کے لیے کسی عورت سے محض ایک کپڑے کے بدلے نکاح کر لیا کرو۔ (یعنی آپ نے متعہ کرنے کی اجازت دے دی) یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اس کی تائید میں) یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا الخ۔ پڑھی۔ یعنی اے مومنو! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پاکیزہ اشیاء حلال کر دیں۔ انہیں حرام مت کرو۔ (یعنی متعہ حلال ہے۔ اسے حرام نہ گردانو)

جوابِ اوّل:

عقد متعہ اور نکاح موقت میں فرق آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ "عقد متعہ" میں لفظ اَسْتَمْتِعُ اور اَتَمَتَّعُ یا جو بھی لفظ "متع" کے

Marfat.com

ما خذسے ہو۔ اس کا اس عقد میں ذکر ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ تحفۃ العوام ص ۳۰۲ پر مذکور ہے۔ اور "عقدِ موقت" میں لفظ نکاح یا تزویج کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں شہادت بھی شرط ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو عقد متعہ کی بجائے "عقدِ موقت" پر دلالت کرتا ہے۔ اور "نکاح موقت" کی حلت "عقد موقت" پر دلالت کرتا ہے اور "نکاح موقت" کی حلت بعض علماء کے نزدیک اب بھی ہے۔ کیونکہ اس انعقادِ نکاح میں مجوزین ائمہ کرام وقت مخصوص کی قید باطل قرار دے کر اس کو نکاح دائمی قرار دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر شیعہ اس حدیث سے "عقد متعہ معروفہ" کو ثابت اور جائز قرار دیتا ہے۔ تو وہ دراصل خود اپنی مذہبی کتب سے ناآشنا اور جاہل ہے۔

جواب دوم:

روایت مذکورہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور انہی حضرت سے بہت سی روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ کہ آپ (عبداللہ بن مسعودؓ) حرمتِ متعہ کے قائل تھے۔ چنانچہ ان سے "بیہقی شریف" میں یوں منقول ہے۔

بیہقی شریف

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَسَخَتْهَا الْعِدَّةُ وَالطَّلَاقُ وَالْمِيْرَاثُ قَالَ

Marfat.com

اَلْعَدَنِیُّ یَعْنِی الْمُتْعَةَ وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ
اَرْطَاةٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ الْمُتْعَةُ مَنْسُوْخَةٌ
نَسَخَهَا الطَّلَاقُ وَالصَّدَاقُ وَالْعِدَّةُ
وَالْمِيْرَاثُ۔

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۷ کتاب النکاح
مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہمارے کچھ ساتھیوں نے حکم بن عتیبہ کے واسطہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ کہ جناب ابن مسعود نے فرمایا۔ کہ عدت، طلاق اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس طرح حجاج بن ارطاۃ بھی بواسطہ حکم کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ذریعہ نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ طلاق، حق مہر، عدت اور وراثت نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں اول تو لفظ "متع" یا اس کے مشتقات میں سے کوئی لفظ نہیں۔ جن سے "عقد متعہ" کا انعقاد ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا ہٹ دھرمی اور سینہ زوری کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اگر اس سے متعہ ہی مراد لیا جائے۔ تو بھی معاملہ

Marfat.com

جوں کا توں رہے گا کیونکہ جب یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متعہ کی حلت کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابتدائے اسلام میں مخصوص وقت تک اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کر دیا تھا۔ لیکن اس کا جواز دائمی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے اسے فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد حرام قرار دے دیا تھا۔ لہٰذا کسی طور پر حدیثِ مذکورہ شیعہ حضرات کی مؤید نہیں بن سکتی۔ اور نہ ہی اس سے حلت "متعہ معروفہ" ثابت ہوتی ہے۔

حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل

تفسیر طبری

عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَۃِ النِّسَاءِ قَالَ اَمَا تَقْرَاُ سُوْرَۃَ النِّسَآءِ قَالَ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَمَا تَقْرَاُ فِیْہَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْہُنَّ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی قُلْتُ لَا لَوْ قَرَاْتُہَا ھٰکَذَا مَا سَاَلْتُكَ قَالَ فَاِنَّہَا ھٰکَذَا۔

(تفسیر طبری جلد پنجم صفحہ نمبر ۹ مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

ابو نضرہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی بابت دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے سورۂ نساء نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں پڑھی ہے۔ تو آپ نے

Marfat.com

فرمایا۔ کیا اس میں تم نے "فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی" نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اگر میں نے آپ کی طرح اس آیت میں "الی اجل مسمی" کے الفاظ زیادہ پڑھے ہوتے۔ تو آپ سے یہ سوال ہرگز نہ کرتا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ آیت اسی طرح ہے جس طرح میں نے تمہارے سامنے ابھی پڑھی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مجتہد صحابی بھی متعہ کی حلت کے قائل تھے۔ اور انہوں نے اس کی حلت قرآن سے ثابت فرمائی۔ تو اس کے ثبوتِ حلت کے لیے کیا یہ روایت کافی نہیں ؟ ہم انشاءاللہ اس استدلال کا جواب بھی عرض کرتے ہیں۔ اور فیصلہ ناظرین کرام خود کریں گے۔

جواب اول:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ حدیث جیسی اور بھی کئی ایک احادیث روایت کی گئی ہیں۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مجمع میں موجود نہ تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کافی مدت تک متعہ کے جواز کے قائل رہے اسی لیے ایک وقت آیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے اس خیال کی سختی سے تردید کی۔ اور انہیں زور دے کر سمجھایا۔ کہ تم جس کے جواز کے قائل ہو۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرما دیا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف کی ایک دو روایات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

مسلم شریف:

عَنِ الْحَسَنِ وَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَلِيْنُ فِيْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ مَهْلًا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۲ باب نکاح المتعۃ مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق سُنا۔ کہ وہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے میں کچھ نرم خیال ہیں۔ (یعنی اس کو جائز کہتے ہیں) تو آپ نے ابن عباس کو فرمایا۔ اس نرمی کو چھوڑ دیجئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر متعہ کرنے اور پالتو گدھا ذبح کر کے کھانے سے منع فرما دیا ہے۔

مسلم شریف کے صفحہ مذکورہ پر ایک اور حدیث ان الفاظ سے مروی ہے

مسلم شریف: جلد اول ص ۴۵۲

قَالَ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ لِفُلَانٍ اِنَّكَ رَجُلٌ تَائِهٌ نَهٰى رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم

Marfat.com

ترجمہ:

راوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہتے سنا۔ کہ (اے ابن عباس!) تو ایک ایسا شخص ہے۔ جو متعہ کے بارے میں حق سے ہٹا ہوا ہے۔ حالانکہ متعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، بوجہ عدم سماعت فتح خیبر کے بعد بھی متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے کو جائز سمجھتے رہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حلت کا فتویٰ دیتے رہے جب اس بات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا۔ تو انہوں نے ابن عباس کو فرمایا کہ تم حق پر نہیں ہو۔ حق یہ ہے۔ کہ ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر حرام قرار دے دیا تھا۔

کتب شیعہ مثلاً مجالس المؤمنین اور منتہی الآمال وغیرہ میں موجود ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تمام علوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیے۔ اور انہی سے فیض یافتہ تھے۔ پتہ چلا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استادِ محترم متعہ کی ابدی حرمت کے قائل تھے۔ البتہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ معلوم نہ ہونے کے باعث کچھ مدت تک اس کی حلت کے قائل رہے۔ حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں سختی سے منع فرمایا۔ کہ اس کی حلت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمادیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ کی ابدی حرمت کا ذکر فرمایا۔ تو اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال سے رجوع فرمالیا۔ اور اس کی حرمت ابدیہ کے قائل ہو گئے۔ ترمذی شریف میں اسی مضمون کی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

جامع الترمذی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ بِقَدْرِ مَا يَرٰى اَنَّهٗ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعَهٗ وَ تُصْلِحُ لَهٗ شَيْئَهٗ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ۔

(جامع الترمذی جلد اول ص ۱۳۳ / ابواب النکاح
مطبوعہ دہلی، طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ متعہ ابتدائے اسلام میں (جائز) تھا۔ (وہ یوں) کہ کوئی آدمی کسی اجنبی شہر میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی۔ تو وہاں اس شہر میں کسی عورت سے اپنے قیام کی مدت تک شادی کر لیتا جس کے ذریعہ وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت بھی کرتی۔ اور اس کی ضروریاتِ زندگی بھی تیار کرتی۔ یوں ہوتا رہا۔ پھر وہ وقت آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے، "الا علی ازواجہم (الخ)" آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد اس میں مذکور

Marfat.com

دو اقسام کی عورتوں کے سوا ہر قسم کی عورت سے مباشرت کرنا حرام ہوگیا۔
(یعنی متعہ حرام ہوگیا۔)

بیہقی شریف

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي اَوَّلِ الْاِسْلَامِ وَكَانُوْا يَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى الاية) فَكَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ بِقَدْرِ مَا يَرٰى اَنَّهٗ يَفْرُغُ مِنْ حَاجَتِهٖ لِتَحْفَظَ مَتَاعَهٗ وَتُصْلِحَ لَهٗ شَانَهٗ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ نَسَخَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْاُوْلٰى فَحُرِّمَتِ الْمُتْعَةُ وَتَصْدِيْقُهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ (اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ) وَمَا سِوٰى هٰذَا الْفَرْجِ فَهُوَ حَرَامٌ۔

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۵ تا ۲۰۶
کتاب النکاح مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا۔

Marfat.com

اور لوگ اس کے جواز کے لیے "فما استمتعتم بہ الخ" آیت پڑھا کرتے تھے۔ اس کی صورت یوں ہوتی تھی۔ کہ کوئی انجان آدمی کسی ایسے شہر میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی جان پہچان کسی سے نہ ہوتی۔ تو اپنے فارغ ہونے کے عرصہ تک وہ اس شہر کی کسی عورت سے شادی کر لیتا۔ تاکہ وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرے۔ اور ضروریات زندگی بھی تیار کر کے دیتی رہے۔ ایسا ہوتا رہا۔ حتی کہ اللہ تعالی نے "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ" پوری آیات حرمت نازل فرمائیں۔ تو اس طرح اللہ تعالی نے متعہ کو حرام کر دیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق قرآن کی ایک مستقل آیت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ "إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ" اس آیت میں جن دو اقسام کی عورتوں سے مباشرت جائز قرار دی گئی۔ ان کے سوا اور کوئی دوسری عورت مباشرت کے لیے استعمال کرنا حرام ہے (آیت میں مذکور دو اقسام کی عورتیں یہ ہیں۔ ایک وہ عورت جس سے نکاح شرعی کر کے اسے آدمی اپنی زوجیت میں لے لے۔ اور دوسری وہ مملوکہ لونڈی ہے۔ جس کے ساتھ بغیر نکاح کیے وطی از روئے شرع جائز اور حلال ہے۔ ان دو کے سوا کسی تیسری عورت سے ہم بستری حرام ہے۔ لہذا متعہ میں استعمال ہونے والی عورت چونکہ ان دو اقسام سے خارج ہے۔ لہذا ایسا کرنا حرام ٹھہرا۔

☆

Marfat.com

ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے۔ کہ آپ متعہ کی حلت ابدیہ کے قائل تھے۔ اور "فما استمتعتم به منهن الخ"، آیت کریمہ سے اس کی ابدی حلت پر استدلال کیا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث سے آپ کی طرف اس قول کی نسبت باطل اور غلط ٹھہری۔ کیونکہ ان دونوں احادیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واضح الفاظ ہیں۔ کہ آپ ابتدائے اسلام میں اس کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہا۔ جب تک "وحرمت علیکم امہاتکم الخ"۔ آیات نازل نہ ہوئیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیتِ استمتاع کو منسوخ سمجھا۔ اور "الا علی ازواجهم او ماملکت ایمانهم"، کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت اور وطی حرام ہو گئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سمجھانے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پہلے خیال کو ترک کر دیا تھا۔

لہذا اس صاف وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی نا عاقبت اندیش سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہے۔ کہ آپ حلت متعہ کو دائمی طور پر جائز ہونے کے قائل تھے۔ اور اس کے لیے وہ آیت استمتاع، کو اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر اُن کی طرف سے پیش کرے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں یہی کہنا کافی ہے۔ کہ اس کو اپنے مسلک اور عقائد کے متعلق صحیح واقفیت نہیں۔

Marfat.com

جواب دوم:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہہ دینا تو آسان ہے۔ کہ آپ متعہ کی حلتِ ابدیہ کے قائل تھے۔ لیکن آپ کے مسلک اور خیالات کی اس بارے میں تحقیق کچھ اور ہی بتاتی ہے۔ وہاں تک رسائی اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو حقیقت کا متلاشی ہو۔ اور خیال پرستی کا لبادہ اتار پھینکے۔ آیئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی اس آیت کی تفسیر سنیئے۔

تفسیر ابن عباس

وَيُقَالُ اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ اَنْ تَطْلُبُوا بِاَمْوَالِكُمْ فُرُوجَهُنَّ وَهِيَ الْمُتْعَةُ وَقَدْ نُسِخَتِ الْاٰنَ (مُحْصِنِيْنَ) يَقُوْلُ كُوْنُوْا مَعَهُنَّ مُتَزَوِّجِيْنَ (غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ) غَيْرَ زَانِيْنَ بِلَا نِكَاحٍ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ) اِسْتَنْفَعْتُمْ (بِهٖ مِنْهُنَّ) بَعْدَ النِّكَاحِ (فَاٰتُوْهُنَّ) فَاَعْطُوْهُنَّ (اُجُوْرَهُنَّ) مُهُوْرَهُنَّ كَامِلَةً (فَرِيْضَةً) مِنَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَنْ تُعْطُوا الْمَهْرَ تَامًّا (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ) وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ) فِيْمَا تَنْتَقِصُوْنَ وَتَزِيْدُوْنَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِيْ (مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ) الْاُوْلَى الَّتِيْ سَمَّيْتُمْ لَهَا (اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا) فِيْمَا اَحَلَّ لَكُمُ الْمُتْعَةَ (حَكِيْمًا) فِيْمَا

Marfat.com

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُتْعَةَ وَيُقَالُ عَلِيْمًا بِاضْطِرَارِكُمْ اِلَى الْمُتْعَةِ حَكِيْمًا فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُتْعَةَ ۔

(تفسیر ابن عباس جزو رابع ص ۶۸ مطبوعہ بیروت ۔ لبنان)

ترجمہ:

فرمایا گیا ہے۔ کہ تم اپنے مالوں کے ذریعہ عورتوں کو تلاش کرو یعنی یہ کہ تم اپنے اموال کے بدلے ان کی شرمگاہوں کو طلب کرو۔ اور یہی متعہ ہے جو اب منسوخ کر دیا گیا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا محصنین۔ یعنی ان عورتوں کے ساتھ تم شادی کرنے کے بعد میاں بیوی کی زندگی بسر کرنے والے بنو "غیر مسافحین"، یعنی نکاح کے بغیر عورت سے مباشرت کر کے زانی نہ بنو۔ پھر جس عورت سے تم نے نکاح کے بعد نفع اٹھایا انہیں اُن کا کامل حق مہر ادا کرو۔ تم پر کامل حق مہر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے۔ اور باہمی رضامندی سے اگر میاں بیوی پہلے سے مقررہ حق مہر میں کمی بیشی کر لیتے ہیں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اس بات کو جاننے والا ہے۔ کہ اُس نے متعہ کو کیوں اور کب تک جائز ٹھہرایا اور اس حکمت کا بھی اُسے خوب علم ہے۔ کہ پھر متعہ کو حرام کیوں قرار دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ متعہ کرنے والے کی مجبوریوں کو جاننے والا ہے۔ اور تم پر اُسے حرام کرنے کی حکمت سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں تفسیر کبیر میں منقول ہے۔ کہ آپ نے آخر عمر میں حلت متعہ سے توبہ کر لی تھی۔ اور اس

Marfat.com

سے رجوع فرما لیا تھا۔ ملاحظہ ہو

تفسیر کبیر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْهُنَّ) قَالَ صَارَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ مَنْسُوْخَةً بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی (یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) وَرُوِیَ اَیْضًا اَنَّهٗ قَالَ عِنْدَ مَوْتِہٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْكَ مِنْ قَوْلِیْ فِی الْمُتْعَةِ۔

(تفسیر کبیر دہم ص ۴۹ پارہ پنجم مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

"فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْهُنَّ" آیت کریمہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ آپ نے اس آیت کو "یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ الخ" آیت سے منسوخ مانا۔ اور انہی سے یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ اپنی وفات کے قریب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں توبہ کی اے اللہ! متعہ کے بارے میں جو میرا خیال تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

Marfat.com

حلتِ متعہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل

اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے کہ عمر فاروق نے فرمایا

مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمْتُهُمَا۔

ترجمہ:

دو متعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں تھے۔ میں اُن دونوں کو حرام کیے دیتا ہوں۔

مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا

(تفسیر احکام القرآن للجصاص جلددوم ص ۱۵۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متعے جائز تھے۔ میں ان دونوں سے منع کر رہا ہوں۔ اور ان پر عمل کرنے والوں کو سزا دوں گا۔

Marfat.com

طریقۂ استدلال

اوپر ذکر کردہ دونوں روایات میں واضح طور پر نشاندہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں متعہ حلال اور معمول بہ رہا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ جب دور فاروقی تک بھی متعہ جائز تھا۔ تو فتح مکہ اور یوم خیبر کے وقت متعہ کی منسوخی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ دونوں واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں رونما ہوئے اگر اس وقت متعہ حرام کر دیا گیا ہوتا۔ تو دور فاروقی میں اس کی حلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرا ان دونوں حدیثوں میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔ کہ متعہ کو حرام کرنے والے اور اس سے روکنے والے اور اس کے عامل کو سزا دینے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ صاف الفاظ بتا رہے ہیں کہ میں نے ان کو حرام کرتا ہوں۔ معلوم ہوا۔ کہ متعہ کو حلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں اس کی حرمت کی جرأت نہ ہوئی لیکن عمر بن خطاب نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو حرام کر دیا۔ اب اہل سنت خود غور کریں کہ کسی فعل کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا اختیار شرعی حضرت عمر کو ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجاز ہیں؟ اور پھر جن اشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال قرار دے چکے۔ ان کو حضرت عمر حرام قرار دے دیں۔ اور ان کے حرام کرنے سے وہ اشیاء حرام ہو جائیں۔ یہ قانون کس جگہ ہے؟ لہٰذا جب متعہ دورِ نبوی اور دورِ صدیقی میں ان روایات کے مطابق حلال تھا۔ تو وہ اب بھی حلال ہی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حرام کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کردہ چیز حرام نہیں ہو جاتی۔

Marfat.com

جواب اول:

اس استدلال کا تحقیقی جواب دینے سے پہلے چند باتیں گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

۱۔ کتب شیعہ سے متعہ کی تفسیر و تفصیل آپ گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کا خلاصہ ایک جملہ میں بیان ہو سکتا ہے۔ کہ "متعہ" خواہشات نفسانیہ کی برآری کے لیے ایک آزاد طریقہ ہے۔ جس میں کوئی پابندی نہیں۔ اور حصول لذت، اور شہوت نفس کو عام کرنے اور اس کی تکمیل کا آسان ترین طریقہ ہے۔ جب شیعہ حضرات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دنیادار اور نفس پرست سمجھتے ہیں۔ تو کسی دنیادار اور نفس کے بندے کو متعہ جیسی بات کو بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو اس قسم کے افعال کو اور زیادہ بجھید نے اور ان کی وسیع پیمانے پر ترویج کی کوشش کرتا ہے۔ تو شیعہ لوگوں کے خیال کو ملتے ہوئے ہونا تو یوں چاہیئے تھا۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس فعل کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ کیونکہ (بزعم شیعہ) آپ کی پوری عمر عموماً اور آپ کا دور خلافت خصوصاً خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ لہٰذا چاہیئے تھا۔ کہ آپ خود بھی ان میں منہمک رہتے۔ اور دوسروں کو اس کی طرف رغبت دلاتے۔ تاکہ سارا آوے کا آوا ایک رنگ میں رنگا ہوا ہو جائے۔ اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہ ہو۔ اور نہ کسی طرف سے انگشت نمائی ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور اس کے برعکس آپ نے متعہ جیسے آسان ذریعۂ نفس پرستی کو روک دیا۔

۲۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس فعل شنیع سے لوگوں کو

Marfat.com

منع فرمایا۔ تو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپ خواہش نفس کے غلام نہ تھے۔ اور نہ ہی آپ دنیا دار تھے۔ بلکہ آپ کی شخصیت اعلیٰ اخلاق کی حامل اور دینی طور پر ایک اعلیٰ معیار تھی۔ خوفِ خدا اور اطاعت و محبت مصطفیٰ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ خود بھی فواحش سے بچتے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے دوسروں کو بھی بداخلاقی سے بچانے کی فکر کرتے۔

اب آیئے اُس استدلال کا تحقیقی جواب دیا جائے۔ بات یہ ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے متعہ کی حرمت کے بارے میں روشن دلائل یاد تھے۔ انہی کی بنا پر آپ نے حرمت متعہ کا اعلان فرمایا۔ آپ یہ بھی جان چکے ہیں۔ کہ ابتدائے اسلام میں چند مجبوریوں کی بنا پر متعہ کو خنزیر کی طرح جائز اور حلال قرار دیا گیا تھا۔ اس کی حلت کی خبریں دور دراز علاقہ جات میں پھیل گئی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر اور فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد اس کی حرمت کا اعلان فرما دیا

تو اس اعلان کے کچھ ہی روز بعد آپ کا اس دنیا سے انتقال ہو گیا جس سے مسلمانوں پر ایک بہت بڑا امتحان آن پڑا۔ اسی عالم میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت اٹھایا۔ اور اپنے دور خلافت میں کبھی فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لیے کوشاں رہے۔ اور کبھی مانعین زکوٰۃ کے خلاف صف آرائی میں مشغول رہے۔ اس لیے ان اہم امور میں ہی دور صدیقی گزر گیا۔ اور صحابہ کرام بھی ان فتنوں کی سرکوبی میں ہمہ تن برسرِ پیکار رہے۔ لہٰذا حلت متعہ کی خبر جو اس سے قبل دور دراز علاقہ جات میں پھیل چکی تھی۔ اس کی تنسیخ کی پبلسٹی اور حرمت کی تشہیر نہ ہو سکی بلکہ دور دراز کو چھوڑ کر خود عام عرب علاقہ جات میں بھی اس کی کما حقہ تبلیغ و تشہیر نہ ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کرام تک بھی اس کی تنسیخ اور عدم تنسیخ کے بارے میں

Marfat.com

مختلف روایات بیان کرتے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سُنا۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حلت متعہ کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ تو انہوں نے ابن عباس کو ذرا سخت لہجہ میں فرمایا۔ ابن عباس! تم دیوانے تو نہیں۔ جو حلت متعہ کی بات کرتے ہو۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دائمی طور پر حرام فرما دیا ہے۔

لیکن دور صدیقی کے خاتمہ پر جب عنانِ خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ اور حالات بہتر سے بہتر ہونے لگے۔ فتنے دب گئے۔ اور فتوحات کا عام چرچا ہوا۔ اور اس بابرکت اور پرامن دور میں آپ نے جب دیکھا۔ کہ ابھی تک بہت سے لوگ متعہ کی حلت کے قائل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی حرمت کا اعلان ان تک نہ پہنچ پایا تھا۔ تو اس سراسر اغراض نفسانی اور خواہشات نفسانیہ کے جامع فعل سے معمولی طریقہ سے روکا گیا اور شاید نرمی کا مقصد بہ اثر نہ ہوتا۔ اس لیے ذرا سختی کی ضرورت تھی۔ تو آپ نے بڑی سختی سے اس کے ارتکاب کرنے والوں کو تنبیہ کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو حرام قرار دے دیا۔ اب جو شخص اس سے باز نہ آئے گا۔ میں اُسے سزا دوں گا۔ حضور کے زمانہ میں دو متعے حلال تھے۔ وہ بھی ایک وقت مقررہ تک بعد میں انہیں آپ نے منسوخ و حرام کر دیا تھا۔ لہٰذا ان دونوں کی حرمت کا بھرپور انداز میں اب میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ متعۃ النساء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدی طور پر حرام کر دیا تھا۔ لہٰذا جس نے اب یہ فعل کیا۔ میں اس پر حد جاری کروں گا۔ اور یہ بہانہ قطعاً قابل قبول نہ ہو گا۔ کہ ہمیں اس کی حرمت کا علم نہ تھا۔ یعنی قولِ فاروقی حرمتھما کا معنی یہ ہے اعلنت حرمتھما۔ کہ میں ان کی حرمت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے منع کرنے میں چونکہ شدت کی ضرورت تھی۔ لہٰذا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت

Marfat.com

کو اپنی طرف مجازی طور پر منسوب کیا۔ اور آپ کو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ آپ وقت کے حاکم اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے خلیفہ و نائب تھے۔ اور ایک خلیفہ یا نائب اپنے آقا کے کام کو اپنی طرف منسوب کرے۔ تو مجازاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ وہ کام دراصل آقا اور مالک کا ہی ہوتا ہے۔

خود قرآن مجید میں اس انداز کو اپنایا گیا ہے حضرت مریم علیہا السلام کے حضور جب جبریل امین تشریف لائے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دینے لگے۔ ترجمہ الفاظ بولے وہ یہ تھے۔

وہ میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا تیرے پاس آیا ہوں۔ تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں،، (لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا) اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ بیٹا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جبریل امین نے بیٹے کا دینا اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو ان کا ایسا کرنا اور کہنا مجازی تھا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم لانے والے تھے۔ اس کے حکم پہنچانے میں اس کے نائب تھے۔ تو جب قرآن میں اصل کا فعل مجازاً نائب کی طرف منسوب کرنا جائز ثابت ہوا۔ تو اسی طرح متعہ کی حرمت کا حکم تو دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب اس حکم کا اجراء فاروق اعظم کر رہے تھے۔ لہٰذا مجازاً اسے اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا۔ میں حرام کر رہا ہوں۔ یا میں نے حرام کر دیا۔ تو جس طرح جبریل امین کا عطاء ولد کی نسبت اپنی طرف کرنا قابل اعتراض نہیں۔ اسی طرح حرمت کی نسبت فاروق اعظم نے اپنی طرف کی۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔ اور یہ اعلان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محض خدا خوفی اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے فرمایا اس میں شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ مخالفین کا خیال و گمان ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

Marfat.com

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنفِرُ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ۔

یقیناً عمر کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ تو ایسے پاکباز شخص کا متعہ کی حرمت کا اعلان کرنا کسی غرضِ ذاتی پر مبنی نہ تھا۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان "حَرَّمْتُ" کے صیغہ سے کیا۔ اور یہ فعل ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کا باب تفعیل ہے۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے۔ کہ "میں حرام کرتا ہوں"۔ تو اس صاف و صریح معنی کی بجائے اس کا معنی یہ کرنا کہ "میں حرام ہونے کا اعلان کرتا ہوں"، کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

تو اس معاملہ میں گزارش ہے۔ کہ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی باب سے استعمال ہوا۔

لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔

(سورۂ توبہ رکوع ۳)

ترجمہ:

وہ اس کو حرام نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کیا۔

اب اس مقام پر "حرام کرنا" مراد نہیں۔ بلکہ "حرام سمجھنا" مراد ہے۔ یعنی جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔ وہ اسے حرام نہیں سمجھتے۔ تو جیسے اس آیت میں "حرام کرنا" مراد نہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد "حَرَّمْتُ" کا معنی اور مراد اگر "حرام کا اعلان کرنا" ہو۔ تو کیا قباحت ہے۔ اور کون سی زمین پھٹ جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا "حَرَّمْتُ" بولنا قرآن پاک کے اسلوب کے خلاف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

جواب دوم:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِی علی الضلالۃ میری امت گمراہی پر متحد اور متفق نہ ہوگی۔ اور اسی امت کے بارے میں قرآن حکیم کا اعلان ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

(پ ۴ رکوع ۲)

ترجمہ:

جو امتیں ہدایت مردم کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے بہتر ہو۔ نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور بدی سے منع کرتے ہو۔

(ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی آیت مذکورہ اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اور تمام امت میں سے خاص کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت کا کسی امر پر اتفاق قطعاً گمراہی اور اللہ کی نافرمانی پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا۔ کہ یہ لوگ نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

تو ایسے قرآنی ارشاد اور احادیث نبویہ کے شواہد کے بعد کوئی شخص یہ کیسے تصور کر سکتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھرے مجمع میں ایسا اعلان کریں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ٹکراتا ہو۔ اور اس اعلان کے سننے والے چپ

Marfat.com

سامنے رکھیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت کوئی بھی اس کی مخالفت نہ کرے۔ اور نہ ہی اس کے خلاف احتجاج کرے۔ اور یہ بھی کیونکر ممکن ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی ایسی بات پر عمر بن خطاب کی موافقت کریں۔ جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واحکامات کے بالکل برعکس ہو۔

اس کے علاوہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بنفس نفیس اس مجمع میں ہونا اور اس اعلان پر احتجاج نہ کرنا اگر وہ غلط ہوتا ایک عجیب امر ہے۔ کیونکہ شیعہ کے مطابق کئی مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاروق اعظم کے فیصلہ جات کی مخالفت کی۔ جیسا کہ ”باب خلافت“ میں ہم اس کو متعدد کتب شیعہ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو اگر یہ اعلان بھی غلط ہوتا۔ اور اس میں کسی شرعی قانون کی خلاف ورزی ہوتی۔ تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کی لازماً مخالفت کرتے۔ کیونکہ آپ کا اس وقت ایسا کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہونا تھا۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ وصیت فرمائی تھی۔

نہج البلاغہ

لَا تَتْرُكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلّٰى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۷ ص ۴۲۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اے بیٹو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرنا بصورت دیگر

Marfat.com

تم پر شریر ترین لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم اللہ سے دعائیں مانگو گے۔ لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹوں اور دیگر منسلقین کو امر بالمعروف اور عن المنکر، کی اس قدر تاکید فرمائیں۔ لیکن خود اس پر عمل نہ کریں۔ تو اس سے بڑھ کر بدعملی کیا ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ تو یہ حق تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اتباع تھی۔ جس کی وجہ سے تمام موجود صحابہ کرام مع حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کی مخالفت کی۔ بلکہ اس کی تائید میں سب نے خاموشی اختیار فرما کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حرمت متعہ کا اعلان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عین مطابق ہے۔ اور اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا جذبہ کارفرما ہے۔ لہذا انہوں نے اعلان کی توثیق و تصدیق کر دی۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

Marfat.com

اعتراض

ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ کہتی ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں۔ (نسائی طحاوی)

فتوحات شیعہ:

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ مولوی صدیق ذرا توجہ فرمائیے میرے ہاتھ میں تفسیر مظہری جلد ثانی ہے۔ اس کے ص ۸۸، سورۂ نساء سے روایت سنیئے۔

رُوِیَ النَّسَائِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ فَعَلْنَهَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتوحات شیعہ از نادرات مولوی اسماعیل۔
مولف و مرتب الحاج ناصر حسین نجفی مبلغ اعظم
اکیڈمی فیصل آباد)

ترجمہ:

حضرت اسماء ابوبکر کی بیٹی فرماتی ہیں۔ کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے زمانہ میں خود متعہ کیا ہے۔

اب فرمائیے مولوی محمد صدیق صاحب کہ حضرت ابوبکر کی بیٹیاں بھی رسول خدا کے زمانہ میں متعہ کیا کرتی تھیں یا زنا کرتی تھیں اگر متعہ کیا کرتی تھیں تو تم ان کے فعل کو زنا کیوں کہتے ہو۔ کچھ شرم تو کرو خلیفہ اول کی بیٹیوں کی عصمت پر حملہ نہ کرو۔

جواب:

مولوی اسماعیل شیعی نے ایک طرف روایت بالا سے اپنا مسلک ثابت کرنا چاہا اور وہ بھی کتب اہل سنت سے۔ اور دوسری طرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی توہین کا اسے بہترین بہانہ مل گیا۔ پس قارئین کرام! روایت بالا کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اول تو اسماعیل شیعی کو لازم تھا۔ کہ اس کی سند بیان کرتا۔ کیونکہ اس نے بارہا اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ کہ ایسی روایت جو بلا سند ہو۔ وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ روایت بالا کی سند ناپید ہونے کی بنا پر خود اس کے بقول یہ روایت ناقابل استدلال واستشہاد ہے۔ آج بھی ہمارا اعلان ہے۔ کہ اس روایت کی سند ثابت کر کے اسے مرفوع ہی ثابت کر دو۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ دو کتابیں یعنی نسائی اور طحاوی میں سے متعہ کے باب میں مذکور تمام روایات کو بار بار پڑھا۔ لیکن اس روایت کا نام ونشان تک نہ مل سکا۔ کسی روایت کے درجات اور صحت کا اعتبار اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ جس کتاب سے اس کا حوالہ دیا گیا۔ اس میں اُسے دیکھا جائے۔ اگر مل جائے۔ تو پھر اس کی سند اور اس کے رواۃ کی چھان بین کرنے پر اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس روایت کا سرے سے ان کتابوں میں ذکر ہی نہیں اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر میں کسی ایسے شخص نے کمال چالاکی سے اسے درج کر دیا۔ جو متعہ کے جواز کا قائل ہے

Marfat.com

اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ خود قاضی ثناء اللہ صاحب متعہ کی حرمت کے قائل ہیں۔ جس آیت کے تحت تفسیری حوالہ اسماعیل شیعی نے دیا۔ اسی آیت کے تحت قاضی صاحب متعہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

تفسیر مظہری

وَالْإِجْمَاعُ الْمُنْعَقَدُ عَلَىٰ عَدَمِ جَوَازِ الْمُتْعَةِ وَ تَحْرِيمُهَا لَا خِلَافَ فِي ذٰلِكَ فِي عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ إِلَّا مِنْ طَائِفَةٍ مِّنَ الشِّيعَةِ وَالْحُجَّةُ عَلَىٰ تَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۔ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۔ إِذْ لَا شَكَّ أَنَّ الْمَرْأَةَ بِالْمُتْعَةِ لَا تُسَمّٰى زَوْجَةً وَلِهٰذَا لَا تَوَارُثَ بَيْنَهُمَا۔

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۵، زیر آیت
فما استمتعتم به منهن)

ترجمہ:

متعہ کے ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہے۔ اور اس کی حرمت میں ہر دور کے علماء میں سے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ صرف شیعوں کا ایک ٹولہ اس کی اباحت کا قائل ہے۔ اور متعہ کے حرام ہونے پر یہ آیات قرآنیہ دلیل و حجت ہیں۔ ”وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

Marfat.com

مگر اپنی بیویوں اور ملکیتی لونڈیوں کو چھوڑ کر۔ ان کے بارے میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ سو جو شخص ان کے سوا کسی دوسری عورت کے سامنے بے شرم ہونا چاہتا ہے۔ تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں"

یہ بات شک و شبہ سے بالکل خالی ہے۔ (یعنی یقینی ہے) کہ وہ عورت جس سے متعہ کیا گیا وہ متعہ کرنے والی کی بیوی نہیں کہلاتی۔ اور ان دونوں کے مابین وراثت بھی نہیں چلتی۔

توضیح:

قاضی صاحب نے حرمت متعہ پر اجماع نقل فرمایا۔ اور اس کی دلیل بھی پیش فرمائی۔ صرف اہل تشیع کی ایک جماعت اسے درست سمجھتی ہے۔ اس واضح اور دو ٹوک فتوے کے ہوتے ہوئے قاضی صاحب پر کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ متعہ زمانۂ رسالت اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کی تائید کے لیے حضرت اسماء بنت ابی بکر کا حوالہ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ نہ ان کے مسلک کے مطابق ہے اور نہ ہی ان کی خود درج کردہ ہے۔

مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک اور روایت

اگر کوئی یہ کہے۔ کہ چلو ہم مان لیتے ہیں۔ کہ روایت مذکورہ کا نسائی اور طحاوی میں نام و نشان تک نہیں۔ لیکن تفسیر مظہری میں اس موضوع کی ایک اور روایت جو مسلم شریف کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ وہ اس کی تائید کرتی ہے۔ روایت یہ ہے۔

رَوٰی مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰی عَهْدِ

Marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

ترجمہ:

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ جناب جابر نے کہا۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متعہ کیا ہے۔ جب اس روایت اور پچھلی روایت کا مضمون ایک ہی ہے۔ تو مطلب واضح ہو گیا۔

جواب:

جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کا ہونا مذکور ہے۔ اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے۔ اس کی تفصیلی بحث ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجازت کے بعد جب آپ نے اس کی ممانعت کر دی تھی۔ اس کے بعد کا کوئی ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور طرفہ یہ کہ صاحب تفسیر مظہری نے مسلم شریف کی روایت مذکورہ کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن متعہ کے شوق میں اندھوں کو اس سے آگے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر عجیب تماشا یہ کہ صاحب تفسیر مظہری نے آیت مذکورہ کے تحت جو لکھا ہے۔ شیعہ مفسرین نے وہ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی لکھا ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

اِنَّمَا اَطْلَقَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِبَاحَۃَ وَطْیِ الْاَزْوَاجِ وَالْاِمَاۤءِ وَاِنْ کَانَتْ لَھُنَّ اَحْوَالٌ یُحَرَّمُ وَطْئُھُنَّ فِیْھَا کَحَالِ الْحَیْضِ وَالْعِدَّۃِ لِلْجَارِیَۃِ مَنْ زَوْجٌ لَّھَا وَمَا اَشْبَہَ ذٰلِکَ لَا نَّ

Marfat.com

الْغَرَضَ بِالْاٰيَةِ بَيَانُ جِنْسِ مَنْ يُحِلُّ وَطْؤُهَا دُوْنَ اَحْوَالِ الَّتِيْ لَا يُحِلُّ فِيْهَا الْوَطْئُ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ اَيْ طَلَبَ سِوَى الْاَزْوَاجِ وَالْوَلَآئِدِ الْمَمْلُوْكَةِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ اَيْ الظَّالِمُوْنَ الْمُتَجَاوِزُوْنَ اِلٰى مَا لَا يَحِلُّ لَهُمْ۔

(مجمع البیان جلد ہفتم صفحہ نمبر ۹۹
سورۃ مومنون ع)

ترجمہ:

بے شک اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اپنی لونڈیوں کے ساتھ وطی کرنے کو مطلقاً مباح فرمایا۔ اگرچہ ان عورتوں کے ساتھ بعض حالات میں وطی کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حالت حیض اور عدت میں۔ اور لونڈی جبکہ اس کی کسی سے شادی کر دی گئی ہو۔ اور اس کے ساتھ ملتے جلتے دوسرے احوال میں۔ کیونکہ آیت کریمہ سے غرض یہ ہے۔ کہ ان عورتوں کی جنس بیان کر دی جائے۔ جن سے وطی حلال ہے۔ یہ غرض نہیں کہ وہ احوال بیان کیے جائیں کہ جن میں وطی ناجائز ہوتی ہے۔ سو جو شخص بیویوں اور اپنی مملوکہ لونڈیوں کے علاوہ سے وطی کرنے کی خواہش کرے گا۔ وہی ظالم ہیں۔ یعنی حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

توضیح:

علامہ طبرسی نے واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے مرد کا وطی کرنا جائز فرمایا ہے۔ وہ صرف دو ہیں۔ ایک منکوحہ بیوی۔ اور دوسری مملوکہ لونڈی۔

Marfat.com

لیکن اگر کوئی شخص ان دو کے علاوہ کسی تیسری عورت سے اباحت وطی کا قائل ہے تو وہ ظالم ہے۔ عقل کو دستک دیجئے۔ کہ جس عورت سے اہل تشیع دومتعہ کریں وہ بیوی کا روپ دھارے ہوئے تھی۔ یا ان کی مملوکہ لونڈی۔ جب ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔ تو پھر وہ وہی تیسری عورت ٹھہری۔ جس کی خواہش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا۔ اور علامہ طبرسی نے اسے حلال وطی سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ظالم شمار کیا۔ چلو ہماری نہ سہی اپنے بڑے کی ہی مان لو۔ اور حرمت متعہ کے قائل ہو جاؤ۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

حلت متعہ پر اہل تشیع کی پانچویں دلیل

متعہ سنت رسول ہے۔

(معاذاللہ)

متعہ کے حلال و جائز ہونے پر اہل تشیع کی گزشتہ دلیلیں عبارات اہل سنت پر مبنی تھیں۔ ہم نے اس کے جوابات مفصل طور پر وضح کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد وہ جواز متعہ پر اپنی کتب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پیش کرتے ہیں۔ اور متعہ کو سنت قولی و فعلی قرار دیتے ہیں۔ ان کے استدلال کی عبارات بعینہ پیش خدمت ہیں۔

حلت متعہ پر سنت قولی

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ جَآءَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ عُمَيْرِ اللَّيْثِيّ
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ فِي مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ
أَحَلَّهَا اللهُ فِي كِتَابِهِ وَعَلَى سُنَّةِ نَبِيِّهِ فَهِيَ حَلَالٌ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلُكَ يَقُوْلُ هٰذَا
وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَنَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ

Marfat.com

فَعَلَ فَقَالَ فَاِنِّیْ اُعِیْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ تُحِلَّ شَیْئًا حَرَّمَهٗ عُمَرُ فَقَالَ لَهٗ فَاَنْتَ عَلٰى قَوْلِ صَاحِبِكَ وَاَنَا عَلٰى قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ اُلَاعِنُكَ اَنَّ الْحَقَّ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الْبَاطِلَ مَا قَالَ صَاحِبُكَ قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَیْرٍ فَقَالَ یَسُرُّكَ اَنْ نِسَآءَكَ وَبَنَاتِكَ وَاَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ یَفْعَلْنَ قَالَ فَعَرَضَ عَنْهُ اَبُوْجَعْفَرَ عَلَیْهِ السَّلَامُ حِیْنَ ذَكَرَ نِسَآءَهٗ وَبَنَاتِ عَمِّهٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۳۷ ابواب المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ عبداللہ بن عمیر ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ آپ عورتوں کے متعہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے حلال کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کی حلت تا قیامت ثابت ہے۔ پھر اس نے کہا۔ اے ابوجعفر! آپ جیسا آدمی یہ کہہ رہا ہے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام قرار دیا اور اس سے منع فرمایا ہے۔ (یہ سن کر) امام محمد باقر نے فرمایا۔ انہوں نے اگرچہ ایسا کیا؟ عبداللہ بن عمیر کہنے لگا۔ میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ نے اس چیز کو حلال قرار دیا ہے۔ جس کو حضرت عمر نے حرام فرمایا۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر نے فرمایا۔ تو اپنے صاحب

کی بات پر قائم رہ اور میں تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر قائم ہوں۔ آ۔ اور میں تیرے ساتھ لعان کرتا ہوں۔ بے شک حق وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور جو تیرے صاحب نے کہا وہ یقیناً باطل ہے۔ اس پر عبداللہ بن عمیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا تمہاری عورتیں، تمہاری بچیاں، تمہاری بہنیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں یہ کام کریں تو تجھے بہت خوشی ہو گی۔ امام باقر نے اپنی بیویوں اور چچازاد بہنوں کا نام سن کر اس سے منہ دوسری طرف کر لیا۔

وسائل الشیعہ

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اُسْرِیَ بِہٖ اِلَی السَّمَآءِ قَالَ لَحِقَنِیْ جِبْرَائِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِلْمُتَمَتِّعِیْنَ مِنْ اُمَّتِكَ مِنَ النِّسَآءِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۴۲ کتاب النکاح
باب الستحباب المتعہ۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر معراج کرایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بوقتِ ملاقات کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے۔ کہ میں نے آپ کی اُمّت کی

Marfat.com

عورتوں کو جو متعہ کرتی ہیں۔ معاف کر دیا ہے۔

جواب اوّل:

اہل تشیع نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا ہے۔ کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی روشنی میں متعہ کو جائز اور حلال قرار دیا ہے۔ یہ الزام اور بہتان اس لیے ہے۔ کہ روایت مذکورہ کا راوی زرارہ وہ شخص ہے۔ جس پر خود امام باقر کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی ہے۔ امام کی طرف سے اس کے ملعون قرار دیے جانے کا ثبوت اہل تشیع کی مشہور و معتبر کتاب رجال کشی میں موجود ہے۔ لہٰذا ایسے آدمی کی روایت کا جو کہ زبانِ امام سے ملعون قرار دیا گیا۔ کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

جواب دوم:

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی سند سے کتب شیعہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں۔ جن میں ان حضرات نے متعہ کو حرام اور ممنوع صریح فرمایا ہے۔ لیکن شیعہ مصنفین نے ان روایات کو جب اپنے من بھائے مذہب کے خلاف پایا۔ تو اس کی یہ تاویل کر دی۔ کہ ان حضرات کے حرمت متعہ کے اقوال تقیہ پر محمول ہیں۔ یعنی اہل بیت کے عظیم ائمہ نے تو متعہ کو حقیقتاً حرام قرار دیا اور ان کے شیدائی اور فدائی، یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے امام کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اہل تشیع کے الزام تقیہ کو دیکھئے۔ کہ اس وقت جبکہ ان کے نزدیک اسے اپنانا چاہیئے تھا۔ امام باقر اسے قریب تک آنے نہیں دے رہے۔ ابن عمیر جس نے امام باقر سے سوال کیا۔ وہ حرمت متعہ کا قائل ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کا قول بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ جب ابن عمیر کا مسلک امام کے مسلک کے خلاف ہے تو دشمن کے سامنے اگر تقیہ نہ کیا جائے۔ تو پھر اور کس مقام پر ہو گا۔ یہاں امام باقر رضی اللہ عنہ پرواہ نہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ تمہیں اپنے صاحب کا قول مبارک ہو۔ میں تو اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ متعہ جائز ہے۔ ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اور اسی مسئلہ پر ابن عمیر سے لعان کرنے تک تیار ہو گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام محمد باقر کو تقیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے آپ کی وہ روایات جن میں متعہ کی حرمت موجود ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ اہل بیت کی سیرت جو اہل تشیع نے بیان کی۔ یہ واقعہ اس کے بھی خلاف ہے۔ جامع الاخبار وغیرہ میں مذکور ہے۔ کہ جس نے ہماری بات کو ظاہر کر دیا ہے اس نے اتنا بڑا جرم کیا۔ گویا اس نے ہمیں قصداً قتل کیا ہو۔ اب اگر امام محمد باقر کے اس قول کو اُن کا قول ہی تسلیم کیا جائے۔ تو اس شخص کو کہ جس نے یہ قول ظاہر کیا۔ اُن کا قاتل کہا جائے گا۔ اور کوئی شیعہ یہ کب چاہے گا۔ کہ وہ اپنی گردن پر امام باقر اور امام جعفر صادق کے قتل کا گناہ ڈالے۔ تو ائمہ کی یہ سیرت بھی بتلاتی ہے۔ کہ کسی ظالم نے جواز متعہ کے بارے میں اُن کا یہ مسلک بتایا ہے۔ لہٰذا یہ روایت اس طرح سے بھی موضوع اور دھوکے سے پُر ثابت ہوتی ہے۔

جواب سوم:

اگر روایت مذکورہ میں بیان کیا گیا مسلک واقعی امام باقر کا مذہب ہے۔ اور انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوش خبری دینا بھی تسلیم کیا۔ کہ آپ کی امت کی متعہ کرانے والی عورتوں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ تو وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ اگر متعہ جائز اور حلال ہے۔ تو اس پر عمل کرنے والا گناہ گار کیسے ہو گا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

کو متعہ ہے۔ تو حرام لیکن اس کے کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ لہذا روایت کے یہ الفاظ جواز متعہ یا اس کے سنت ہونے پر کہاں دلالت کرتے ہیں؟

اور اگر یہ مطلب نہ لیا جائے بلکہ یہ لیا جائے۔ کہ اس سے متعہ کا حلال ہونا ثابت ہو گیا۔ جیسا کہ روایت مذکورہ کے ناقلین کا مسلک ہے۔ اور اسی کی تائید اس سے بھی کی جاسکتی ہے۔ کہ امام نے جواز متعہ کے حق ہونے پر ابن عمیر کو لعان کی دعوت دی۔ تو پھر دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ جب ابن عمیر نے اس حلال و جائز کام کو سرانجام دینے کے لیے امام باقر کی بیویوں اور چچازاد ہمشیرگان کو ان کے ذریعے اس کی دعوت دی۔ تو اس پر امام نے ناراض ہو کر منہ کیوں پھیر لیا تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روایت مذکورہ بے سرو پا ہے۔ ورنہ جائز اور حلال کام سے ناراض ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار

حلّتِ متعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت فعلی

وسائل الشیعہ

عَنْ بَکْرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنِ الْمُتْعَۃِ فَقَالَ اِنِّیْ لَاَکْرَہُ لِرَجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ یَّخْرُجَ مِنَ الدُّنْیَا وَ قَدْ بَقِیَتْ عَلَیْہِ خُلَّۃٌ مِّنْ خَلَالِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْضِهَا.

قَالَ الصَّدُوْقُ فَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنِّيْ لَأَكْرَهُ لِرَجُلٍ اَنْ يَمُوْتَ وَقَدْ بَقِيَتْ عَلَيْهِ خُلَّةٌ مِّنْ خَلَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَأْتِهَا فَقُلْتُ هَلْ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَقَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۴۴۲
کتاب النکاح استحباب المتعہ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بکر بن محمد راوی ہے کہ میں نے ان سے متعہ کے بارے میں پوچھا پس آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ کوئی مسلمان مرد دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت اپنا نا باقی رہ جائے شیخ الصدوق کا کہنا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی مرد مر جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک خصلت باقی رہ گئی ہو۔ یعنی اس مرنے والے نے وہ نہ اپنائی ہو۔ میں نے امام سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کیا ہے ؟ فرمایا ہاں۔ اور یہ آیت پڑھی۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ الخ۔

Marfat.com

جواب:

وہ خوئے بد را بہانہ بسیار،، ظالموں نے اپنی ہوس برآری اور نفس پرستی کے جواز کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو بھی معاف نہ کیا۔ اور آپ کو متعہ کرنے والا ثابت کر دکھایا۔ معاذ اللہ۔

متعہ کیا ہے؟ پہلے اس کی وضاحت اور پھر مندرجہ بالا استشہاد کی حقیقت بیان ہوگی۔ متعہ ایک قسم کا عقد ہے۔ جس میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان مقررہ رقم پر مقررہ وقت تک عقد کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ گواہی کی ضرورت اور نہ ایجاب و قبول کی۔ پھر جب مقررہ وقت گزر جائے۔ تو خود بخود دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ متعہ خاوند والی عورت سے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے کتب شیعہ میں یہ موجود ہے۔ کہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ قرار دیتے۔ تو پھر کوئی بدبخت ہی ہوتا ہے جو زنا کرتا۔ یعنی متعہ اور زنا میں معمولی فرق ہے۔ ایک میں نکاح کی صورت ہے۔ اور دوسرے میں نہیں۔

یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے۔ کہ اپنی زوجہ سے جو وطی کرتا ہے۔ اُسے متعہ نہیں کہتے اور مولی اپنی لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو وطی کرتا ہے۔ اُسے بھی کوئی متعہ نہیں کہتا۔ لونڈی سے نکاح کیے بغیر وطی کرنا جائز اس لیے ہے۔ کہ وہ مولی کی مملوکہ ہوتی ہے۔ ان باتوں کی وضاحت کے بعد اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کیا۔ جس پر آیت و اذا اسر النبی الخ۔ دلالت کرتی ہے۔ یعنی اس آیت کا شانِ نزول بتاتا ہے۔ کہ آپ کے متعہ کرنے پر یہ اُتری۔ اب آیئے کہ آیت مذکورہ کے نزول سے قبل کونسا واقعہ ہوا تھا۔ اور کس عورت کے ساتھ ہوا تھا؟ اس کی تفصیل کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

تفسیر منہج الصادقین

روایت اشہر آنست کہ سبب نزول ایں آیت آں بود۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روز ہا را قسمت فرمودہ بود میان زوجات اتفاقاً یک روز نوبت حفصہ بود با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ اجازت فرمائی تا بخدمت پدر بروم۔ وسے را رخصت فرمود بعد از آنکہ او برفت آں حضرت ماریہ قبطیہ را کہ مادر ابراہیم بود مقوقش کہ بادشاہ اسکندریہ۔ او را بتحفہ بنزد رسول فرستادہ بود۔ بخانۂ حفصہ طلبید و او را بخدمت خودش مشرف گردانیدہ حفصہ چوں مراجعت نمود در سرراہ بستہ دید ہمانجا بنشت تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروں آمد عرق از روئے مبارکش می چکید حفصہ بر قضیہ مطلع شدہ بگریست وگفت یا رسول اللہ کنیز را نجانہ من آوردی و با او خلوت فرمودی و حرمت مرا نگاہ نداشتی و با دیگر زناں ایں عمل نکردی حضرت فرمود اے حفصہ ایں کنیز من است و خدائے تعالی او را بر من مباح گردانیدہ و من او را برائے رضائے تو بر خود حرام گردانیدم۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص ۳۲۹
سورۃ التحریم)
(۲۔ مجمع البیان پارہ ۲۸ زیر آیت و اذ
اسر النبی الخ)

ترجمہ:

و اذ اسر النبی الخ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مشہور ترین روایت یہ ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

Marfat.com

ازواج مطہرات کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اتفاقاً جس دن حضرت حفصہ رضی کی باری تھی۔ تو حفصہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے والد صاحب سے مل آؤں؟ آپ نے اجازت دے دی۔ اجازت دینے کے بعد آپ نے ماریہ قبطیہ کو بلوایا۔ یہ جناب ابراہیم کی والدہ تھیں اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے بطور تحفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھیں جب ماریہ قبطیہ حضرت حفصہ کے گھر آگئیں۔ تو آپ نے اسے اپنی خدمت سے مشرف فرمایا۔ حفصہ جب واپس لوٹیں۔ تو دروازہ بند پایا۔ وہیں بیٹھ گئیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے چہرہ انور سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حفصہ اس سے واقعہ پر مطلع ہو گئیں تو رونے لگیں۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! لونڈی کو میرے گھر بلوا کر اس سے خلوت فرمائی۔ اور حرمت کو نظر میں نہ رکھا اور دوسری عورتوں کے ساتھ یہ کام آپ نے نہ کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حفصہ! یہ میری لونڈی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لیے مباح فرمایا ہے اور میں تیری خوشنودی کی خاطر اسے اپنے اوپر حرام کیے دیتا ہوں۔

لمحہ فکریہ:

جس آیت کریمہ کو امام جعفر صادق کے حوالہ سے جواز متعہ پر پیش کیا گیا ناظرین کرام! آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ کس ڈھٹائی کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے "عمل متعہ" کا ثبوت اس آیت سے پیش کیا گیا؟ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کے ساتھ آپ نے تنہائی فرمائی۔ کیا لونڈی کے ساتھ خلوت "متعہ" شمار ہوتی ہے؟ ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ لونڈی کے ساتھ نکاح کیے بغیر وطی کرنا مولیٰ کا حق ہے۔ نیز اس وطی کو "متعہ" بالاتفاق

Marfat.com

نہیں کہتے۔ لیکن ان ناہنجاروں نے ان قواعد کو بالائے طاق رکھ کر ایک حرام فعل کو حلال قرار دینے کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو بھی معاف نہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حرام فعل کی نسبت کرنا کفر سے کم نہیں۔ متعہ کے حرام ہونے کا اہل سنت کو تو اقرار ہے ہی لیکن مزے کی بات یہ ہے۔ کہ اسے حلال و جائز کہنے والے بھی وہ حرام، تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسالك الافهام

عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ . شَكَوْنَا الْعَذْبَةَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ اِسْتَمْتِعُوْا مِنْ هٰذِهِ النِّسَآءِ فَتَزَوَّجْتُ امْرَاَةً ثُمَّ غَدَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ قَآئِمٌ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَ هُوَ يَقُوْلُ اِنِّيْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(مسالک الافہام جلد سوم ص ۲۰۰ کتاب نکاح المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

ربیع بن سبرہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شہوت کی کثرت کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہاں کی عورتوں سے نکاح متعہ کر لو۔ سو میں نے بھی ایک عورت سے نکاح متعہ کر لیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت

Marfat.com

جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے۔ بے شک میں نے تمہیں نکاح متعہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے نکاح متعہ کو قیامت تک حرام فرما دیا ہے۔

نوٹ:

اہل تشیع جب کوئی روایت یا حدیث اپنے مطلب کی نہیں پاتے۔ تو اُسے تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں۔ ان کو تقیہ ہر جگہ کام دے دیتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقیہ کرنے کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے تمام دین ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ آپ کا مذکورہ ارشاد تقیہ پر محمول نہیں۔ اور متعہ کی حرمت ابدی ثابت ہو گئی۔ ایک طویل روایت سے اقتباس بھی ملاحظہ ہو۔ جو اہل تشیع کی صحاح اربعہ میں سے ہے۔

الاستبصار

عَنْ زَيْدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنْ اٰبَآئِهٖ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمُ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَنِكَاحَ الْمُتْعَةِ۔

(۱۔ الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۴۲ الباب المتعہ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۰۱ باب تفصیل احکام النکاح)

Marfat.com

ترجمہ :

زید بن علی اپنے جد بزرگوار حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو پالتو گدھے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو حرام فرما دیا۔

چونکہ اس روایت کے سارے راوی ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور "حرمت متعہ" ، اہل تشیع کے مسلک کے خلاف اور مسلک اہل سنت کے مطابق ہے۔ اور اس روایت میں مسلک اہل سنت کی تائید و تصدیق ہو رہی ہے۔ اس لیے دل کے چور نے جھنجوڑا۔ اور شیطان کے اکسانے پر اس روایت کے ساتھ ہی صاحب الاستبصار نے یہ بڑھا لگ دی۔

فَالْوَجْهُ فِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ اَنْ نَحْمِلَهَا عَلَى التَّقِيَّةِ لِاَنَّهَا مُوَافِقَةٌ لِلْعَامَّةِ۔

ترجمہ :

یعنی چونکہ یہ روایت عام مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق ہے۔ اس لیے اپنے مسلک کو درست رکھنے کے لیے ہم اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ گویا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت بطور تقیہ بیان کی۔ اور شیعہ مصنف ان حضرات کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے ان پر یہ الزام لگا رہا ہے

Marfat.com

کم بخت کو اپنی غلطی اور بدعقیدگی درست کرنے کی نہ سوجھی۔ اگر سوجھی تو یہ کہ ان کو اپنے تابع بنائے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ الآیۃ کے مصداق ایک طرف یہ جرأت اور دوسری طرف یہ کہ پیغمبر "تقیہ" کی بیماری سے کوسوں دُور ہوتے ہیں۔ پیغمبر کے تقیہ نہ کرنے پر ان کی مشہور و معروف کتاب تلخیص الشافی کی عبارت ایک سے زائد مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اب ان عبارات کے پیش نظر آپ فیصلہ کریں۔ کہ مذہب امامیہ کی اصلیت کیا ہے؟ مختصر یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ قولی اور فعلی سے جو جواز متعہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہم نے اس کی پوری پوری خبر لی۔ اور منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ ایسی روایات ناقابلِ اعتبار و استشہاد ہیں بلکہ موضوع ہیں۔ اور اصول و قواعد اہل تشیع کے بھی خلاف ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار

Marfat.com

متعہ مسئلہ میں اہل تشیع کی دو رنگی

کتب شیعہ میں یہ بات بڑی تفصیل وصراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ ان کے ہاں متعہ کرنے پر اجر جزیل ملتا ہے اس کے فضائل میں یہاں تک کہا گیا ہے۔ کہ تکمیل ایمان اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو

وسائل الشیعہ:

رُوِیَ اَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَکْمُلُ حَتّٰی یَتَمَتَّعَ ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۴۲ باب استحباب المتعہ)

ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے۔ کہ کوئی مومن متعہ کیے بغیر کامل نہیں ہو سکتا۔
ایک طرف یہ دعویٰ کہ ان کے ہاں مومن اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک متعہ نہ کرے۔ اور دوسری طرف ان کے ہم مشرب لوگ اس فعل کو اپنے لیے بدنما داغ تصور کرتے ہیں۔
چنانچہ محمد بن جواد مغنیہ لکھتا ہے۔

Marfat.com

عراق، لبنان اور شام میں شیعہ "متعہ" کو دین میں بدنما داغ سمجھتے ہیں

الفقہ علی المذاہب الخمسہ:

لٰكِنَّ الشِّيْعَةَ لُبْنَانَ وَ سُوْرِيَةَ وَ الْعِرَاقَ لَا يَسْتَعْمِلُوْنَ الْمُتْعَةَ عَلَى الرَّغْمِ مِنْ إِيْمَانِهِمْ بِجَوَازِهَا وَإِبَاحَتِهَا الْحَاكِمُ الشَّرْعِيَّةُ الْجَعْفَرِيَّةُ فِيْ لُبْنَانَ لَمْ تَجْرِ وَلَمْ تَأْذَنْ لِلزَّوَاجِ الْمُتْعَةَ مُنْذُ إِنْشَائِهَا إِلَى الْيَوْمِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ صفحہ نمبر ۳۶۷ تذکرہ ولا المتعہ)

ترجمہ:

لبنانی، شامی اور عراقی شیعہ متعہ پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اس کی اجازت واباحت کو اپنے دین کا بدنما داغ سمجھتے ہیں اور فقہ جعفریہ کے یہ احکام لبنان میں نہ جاری ہیں۔ اور نہ ہی لبنانی شیعوں نے اپنی عورتوں کو متعہ کی اجازت دی۔ ان کا یہ وطیرہ اس وقت سے آج تک چلا آرہا ہے جب سے متعہ کی حلت واجازت بنائی گئی۔

لمحہ فکریہ: امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں

Marfat.com

کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ کوفہ ملک عراق میں واقع ہے۔ ان کا مزار شریف نجف اشرف میں ہے اور یہ شہر بھی عراقی ہے۔ امام حسینؓ اور ان کے بہتر جانثار جنہوں نے میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا، ان حضرات کی قبریں کربلائے معلی میں سرزمین عراق پر ہیں۔ امام موسیٰ کاظم، امام رضا کے مقبرے بغداد میں ہیں۔ گویا عراق شروع سے ائمہ اہل بیت کا مرکز رہا ہے شیعیت کے بانی یہی حضرات بتائے ہیں۔ تو بانیانِ مسلک شیعہ کے علاقہ جات میں شروع سے آج تک متعہ ایسی قبیح حرکت کی اجازت نہ دی گئی بلکہ ان علاقہ جات کے کٹر شیعہ اسے اپنے دین کا بدنما داغ اور بدنامی سمجھتے ہیں۔ تو اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ مرکز سے دور رہنے والے اہل تشیع نے اس بے حیائی کو خود گھڑا۔ اور نفس پرستی کے لیے اسے رواج دیا۔ لبنانی، عراقی اور شامی شیعہ کیا شیعیت میں دوسرے شیعوں سے کم ہیں؟ کیا انہیں اپنے ائمہ کی تعلیمات سے پیار نہیں ہے کیا انہیں آخرت میں ائمہ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا نہیں ہے؟ کیا انہیں اپنے ایمان کی تکمیل منظور نہیں؟ کیا انہیں یہ خوف نہیں۔ کہ اگر ہم نے متعہ پر عمل نہ کیا تو ہمارے کان اور ناک کل قیامت کو کاٹ دیئے جائیں گے؟ ان حالات میں جب کہ شیعہ مراکز متعہ کو اپنے دین کا بدنما داغ قرار دیں۔ اور ادھر اُدھر سے منہ بولے شیعہ اسے تکمیل ایمان کا سبب کہیں۔ ایک خالی الذہن قاری یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس بارے میں جواز و اباحت کے قائل شیعہ محض ہوس کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور زنا سے بچنے کے لیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مزے لوٹنے کے لیے یہ بکواس گھڑتے ہیں۔ ورنہ اس کی حرمت کا عقل سلیم بھی فیصلہ کرتی ہے۔

(فاعتبروا یااولی الابصار)

Marfat.com

”متعہ“ زنا کی حد کو ختم کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرْعَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ أَدْخَلَ جَارِيَةً يَتَمَتَّعُ بِهَا ثُمَّ أَنْسَى أَنْ يَشْتَرِطَ حَتَّى وَقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَدُّ الزَّانِي قَالَ لَا وَلٰكِنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدُ وَ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ مَّا أَتٰى۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۹۲ کتاب النکاح)

ترجمہ:

زرعہ کہتا ہے۔ کہ سماعہ نے کہا کہ میں نے پوچھا۔ اگر ایک مرد کسی عورت کو اپنے گھر لے آئے۔ اور اس سے متعہ کرنے کی خواہش ہو۔ پھر اُسے نکاح متعہ کرنا بھول گیا اور بغیر اس کے اُس سے متعہ کر لیا تو کیا ایسے مرد پر زانی کی حد جاری واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ بعد میں نکاح متعہ کرکے پھر متعہ کرے۔ اور جو کچھ کر لیا۔ اس کی اللہ سے معافی مانگے۔

نوٹ:

”وسائل الشیعہ“ میں یہ روایت جس باب کے تحت ذکر کی گئی۔ اُسے ان الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

بَابُ مَنْ اَرَادَ التَّمَتُّعَ بِامْرَأَةٍ فَنَسِيَ الْعَقْدَ حَتّٰى وَطِئَهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ

یعنی اس باب میں ائمہ اہل بیت سے مروی روایات ذکر کی جا رہی ہیں۔ جن میں یہ مسئلہ موجود ہوگا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے متعہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن (جلد بازی یا کسی اور وجہ سے) وہ عقد کرنا بھول گیا۔ اور بغیر عقد کیے اُس عورت سے وطی کر لیتا ہے تو ایسے مرد پر حدِ زنا ہرگز جاری نہیں ہو گی۔

اس وطی کو خود تسلیم بھی کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ متعہ کے شرائط پورے کیے بغیر ہوئی۔ لہٰذا نکاح متعہ نہ ہونے کی وجہ سے متعہ نہ بن سکی۔ اور عورت مذکورہ سے اس صورت میں جو کچھ کیا گیا وہ زنا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ اسے زنا تسلیم کر کے بھی اس پر حدِ زنا نہیں لگاتی۔ بلکہ اس جرم کے چھپانے یا معدوم کرنے کا یہ طریقہ سکھایا۔ کہ بھول چوک معاف۔ اب سنجیدہ ہو کر نکاح متعہ کر کے پھر بازار عیش و عشرت گرم کرو۔ اور ایک تیر دو شکار کا فائدہ حاصل کرو۔ نظر انصاف سے دیکھو۔ کہ کیا اہل تشیع کی فقہ میں زنا ایسی بدکاری کی کوئی شکل موجود ہو سکتی ہے۔ ایک مرد کو اجنبی عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہاتھوں ہاتھ دھر لیا جائے۔ اور اسے اس کی حدِ زنا لگانے کی کوشش کی جائے تو وہ پکار اُٹھے گا۔ کہ ہم نے آپس میں مخصوص رقم پر مخصوص وقت تک کے لیے نکاح کر لیا تھا۔ لہٰذا یہ زنا نہیں۔ اگر بھولے سے یہ شرائط طے نہ کر پائے ہوں۔ تو پھر کہا جائے گا۔ کیا ہوا۔ ہم ابھی پھر شرائط متعہ طے کر کے وطی کر لیتے ہیں۔ جس سے پہلی وطی کی گرہ بڑ ختم ہو جائے گی۔

غدر سوچئے۔ کیا حضرات ائمہ اہل بیت نے بدکاری کی اس طرح حوصلہ افزائی کی۔ جو تم ان کے سر تھوپتے جا رہے ہو۔ حاشا و کلّا ان حضرات کی اصل تعلیمات ایسی خباثتوں سے پاک ہیں۔ اور "دو یار لوگوں" نے عبد اللہ بن سبا کے مشن

Marfat.com

کی تکمیل کے طور پر امت محمدیہ کے ستونوں کے خلاف گھناؤنی سازش کر رکھی ہے تاکہ ان کی بدنامی اور بے عزتی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

Marfat.com

فصل چہارم

حرمت متعہ پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل

دلیل اوّل

آیت نمبر (۱)

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (پ ۱۸ ع ۱۰)

ترجمہ:

اور جو تم میں سے (بوجہ غربت) نکاح (کے اخراجات ولوازمات) کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ انہیں عفت یعنی پاکدامنی برتنی چاہیے۔ (اور صبر کرنا چاہیئے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں صاحب مال کر دے۔

دلیل دوم آیت (۱)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ

Marfat.com

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ذَالِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(سورۃ النساء پ ۵ ع ۱)

ترجمہ:

جو مرد تم میں مومن آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ (یعنی مالی طور ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو) تو انہیں مومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کر لینا چاہیئے۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے۔ جو تم میں سے بدکاری اور زنا سے خوف کھاتا ہو۔ اور اگر تم صبر کرو۔ تو یہ تمہارے حق میں بہت اچھا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

دلیل سوم آیت (۳)

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ۔ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذَالِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ۔

(پ ۱۸ ع ۱)

ترجمہ:

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا دیگر عورتوں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ سو جو اس کے

Marfat.com

سوائے اسی اور عورت کے طلب گار ہوں گے۔ تو وہی لوگ حد شرم سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

حاصل کلام:

پہلی آیت میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ اگر انہیں آزاد عورتوں کے نکاح پر ہونے والے اخراجات اور بعد میں خورد و نوش اور رہائش وغیرہ ضروریات کا پورا کرنا مشکل نظر آتا ہو۔ تو پھر انہیں اس وقت تک صبر سے زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں مذکورہ ضروریات میں خود کفیل نہ کر دے۔

دوسری آیت میں اسی مضمون کو قدرے آسان انداز میں ایک دوسرے پیرایہ میں ذکر کیا گیا۔ وہ یہ کہ اے مسلمانو! اگر تمہیں آزاد عورتوں سے نکاح کی قدرت نہیں۔ تو تمہیں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دی جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر تم آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی طاقت نہ رکھتے ہوئے اپنے بارے میں یہ محسوس کرتے ہو۔ کہ صبر نہ کر سکو گے تو بدکاری نہ کرنا۔ ہاں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر کے مقصد برآری کر لینا۔ کسی اور طریقہ سے مقصد برآری کی تمہیں اجازت نہیں۔

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں۔ اگر لونڈیوں سے نکاح کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا آسان طریقہ عند اللہ جائز ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور نشاندہی کر دیتا۔ اور متعہ کو دیکھ لیجئے۔ کہ مقصدِ شادی (جبکہ صرف تسکینِ خواہشِ بہیمیہ ہی ہو۔) اس سے کتنا آسان اور سستا حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ حق مہر کی ضرورت۔ نہ رہائش و خوراک کی ذمہ داری اور نہ ہی دیگر ضروریات زندگی کی پابندی۔ اگر اس آسان طریقہ کی حلت کی گنجائش ہوتی۔ تو پھر صبر و ضبط کی تاکید کیوں کی جاتی؟ بلکہ اس کی بجائے صاف اور سیدھے الفاظ

Marfat.com

میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تمہیں آزاد عورتوں پر اٹھنے والے اخراجات کی طاقت نہیں۔ تو پھر یہ ہوا۔ چند ٹکوں اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کے عوض تم متعہ کو کے اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہو۔

روایتِ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی شیعی تاویل

اہل تشیع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متعہ کے بارے میں یہ روایت اپنی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی۔ کہ آپ نے متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت فتح خیبر کے وقت حرام کر دیے تھے تو ساتھ ہی اس کی تاویل بھی کرتے ہیں۔ کہ متعہ حقیقت میں جائز اور حلال تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرتے ہوئے اس کو حرام اور ناجائز کہا۔

چلو مان لیتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈرتے ڈرتے تقیہ کا دامن تھام کر اس کی حرمت بیان کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ احکم الحاکمین ہے۔ اُسے تو کسی کا ڈر نہیں۔ اور نہ ہی اُسے تقیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس قادر و قیوم نے متعہ کی حلت اور اس کے جواز پر کوئی حکم یا اعلان کیوں نازل نہ فرمایا۔ بلکہ مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور زیر تصرف لونڈیوں کے علاوہ کسی تیسری قسم کی عورت کو اپنے لیے طلب کیا۔ اور اس سے مقصد برآری چاہی۔ تو ایسے شخص کی یہ حرکت زنا اور حرام کاری ہو گی۔ اور وہ شخص اللہ کی حدود کو پھاندنے والا ہو گا۔ حرام کا مرتکب ہو گا۔ اور اس کو اس جرم کی سزا رجم یا کوڑوں کی شکل میں دی جائی گی۔ اس مضمون کی تائید

Marfat.com

کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین

(فَمَنِ ابْتَغٰی) پس ہر کہ جوید برائے مباشرت (وَرَاۤءَ ذٰلِكَ) غیر از زنان و کنیزانِ خود (فَاُولٰٓئِكَ) پس آنگروہ (هُمُ الْعَادُوْنَ) ایشانند درگزرندگان از حلال بحرام۔

(منہج الصادقین ص ۱۹۴۔۱۹۵ جلد ششم
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

پھر جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ کسی اور عورت کو مباشرت کے لیے تلاش کرے گا۔ پس وہی گروہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ہے۔

مجمع البیان

(فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاۤءَ ذٰلِكَ) اَیْ طَلَبَ سِوَی الْاَزْوَاجِ وَالْوَلَائِدِ الْمَمْلُوْكَةِ (فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ) اَیِ الظَّالِمُوْنَ الْمُتَجَاوِزُوْنَ اِلٰی مَا لَا یَحِلُّ لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد
ہفتم صفحہ ۹۹ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے سوا کسی عورت کو (مباشرت کے لیے) طلب کیا۔ پس یہ لوگ ظالم ہیں۔ اور غیر حلال کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

شیعہ حضرات کی ان دونوں تفاسیر نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہ جو آدمی بھی ان دو طرح کی عورتوں کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت طلب کرے گا۔ اور بصورت متعہ کسی کو ان دو قسم کی حلال عورتوں کے علاوہ استعمال میں لانے کی جسارت کرے گا۔ وہ بدکار اور زانی قرار پائے گا اور اس کی سزا رجم یا کوڑوں کی صورت میں دی جائے گی

دلیل چہارم آیت ۵۰

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ۔ (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ:

اے نبی! بے شک حلال کیں ہم نے تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم مہر دے چکے ہو۔ اور وہ لونڈیاں جو خدائے تعالیٰ نے بطور مال غنیمت تم کو عطا فرمائیں اور جن کے تم مالک ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کریمہ میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا۔ لیکن اس کا حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دو طرح کی عورتیں حلال اور جائز فرمائیں۔ ایک وہ جن سے تمہارے حق مہر کے عوض نکاح ہو چکا

Marfat.com

اور دوسری وہ لونڈیاں جو تمہاری ملک میں ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں صرف دو طرح کی عورتوں کو حلال ٹھہرایا۔ اور وہ تمام آیات محکمات غیر منسوخہ ہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک "متعہ معروفہ" کے ذریعہ ملنے والی عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہیں۔ اس لیے اس صورت میں یہ فعل زنا اور حرام ہی ہوگا اور متمتع عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہ ہوگی۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

دلائل از کتب شیعہ برحرمتِ متعہ

دلیل ۱: فروع کافی

عِدَّةٌ مِنْ اَصْحَابِنَا عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَمُّوْنَ قَالَ كَتَبَ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى بَعْضِ مَوَالِيْهِ لَا تُلِحُّوا عَلَى الْمُتْعَةِ اِنَّمَا عَلَيْكُمْ اِقَامَةُ السُّنَّةِ فَلَا تَشْتَغِلُوا بِهَا عَنْ فُرُشِكُمْ وَحَرَائِرِكُمْ فَيَكْفُرْنَ وَيَتَبَرَّيْنَ وَيَدَّعِيْنَ عَلَى الْاَمْرِ بِذَالِكَ وَيَلْعَنُوْنَا

(فروع کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید
كتاب النكاح باب انه
يجب ان يكف عنها من كان
مستغنيا ص۴۵۳)

ترجمہ:

جناب ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھ بھیجا۔ متعہ پر اصرار مت کرو۔ تم پر صرف سنت کی پابندی لازم ہے۔ اپنی منکوحہ اور آزاد عورتوں کو جو نکاح میں ہوں۔ انہیں چھوڑ کر متعہ میں مصروف نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے

Marfat.com

ایسا کیا۔ تو وہ عورتیں (جو تمہارے نکاح میں ہیں) تمہاری ناشکری ہو جائیں گی۔ یا کفر کی طرف منسوب کریں گی اور تم سے بیزاری کا اظہار کریں گی۔ اور اس کی شکایت حاکم وقت کے پاس لے جائیں گی اور وہ ہم سب پر لعنت بھیجیں گے (کیونکہ وہ سمجھیں گے۔ کہ تمہیں حکم متعہ ہم نے دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی تمہارے ساتھ لعنت کرنے میں اکٹھا کریں گے۔

حاصل کلام:

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم وجہہ نے اپنے ماتحتوں اور غلاموں کو متعہ پر اصرار کرنے سے روکتے ہوئے یہاں تک فرمایا۔ کہ لوگ ہم پر لعنت کریں گے۔ اور تکفیر تک سے نہیں چوکیں گے۔ جو شخص اس فعل شنیع کی اس حد تک مذمت کرتا ہو۔ تو اس فعل کے متعلق اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فدائی اور جان نثار کہلانے والوں کو یہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ کہ جو شخص ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے۔ اس کو امام حسین کا درجہ اور دو دفعہ متعہ کرنے والے کو امام حسن کا درجہ اور تین دفعہ کا مرتکب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ اور چار دفعہ ارتکاب کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ پاتا ہے" کیا یہ بکواسات نہیں۔ اور کیا یہ من گھڑت لغویات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ایک دفعہ متعہ کرنے کو بھی خلاف سنت قرار دے کر اس سے منع کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ ہی تو وہ شخصیت ہیں۔ کہ جن سے سنی شیعہ سبھی یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ یوم خیبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھا اور متعہ حرام کر دیئے تھے۔ جب آپ اسے خلاف سنت بھی قرار دیں۔ اور اس کی حرمت کے روایت کرنے والے بھی ہوں۔ تو پھر ان کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ کس قدر ظلم

Marfat.com

اور بغض و عداوت کا بھرپور مظاہرہ ہے۔

دلیل دوم فروع کافی

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ جَآءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَيْرِ اللَّيْثِيّ اِلٰى اَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهٗ مَا تَقُوْلُ فِيْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ اَحَلَّهَا اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَعَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ وَاٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ فَهِيَ حَلَالٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا اَبَا جَعْفَرَ مِثْلُكَ يَقُوْلُ هٰذَا وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَ نَهٰى عَنْهَا فَقَالَ وَاِنْ كَانَ فَعَلَ قَالَ اِنِّيْ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ تُحِلَّ شَيْئًا حَرَّمَهٗ عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهٗ فَاَنْتَ عَلٰى قَوْلِ صَاحِبِكَ وَاَنَا عَلٰى قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ اُلَاعِنْكَ اَنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الْبَاطِلَ مَا كَانَ صَاحِبُكَ قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَيْرٍ فَقَالَ يَسُرُّكَ اَنَّ نِسَآءَكَ وَبَنَاتِكَ وَ اَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ يَفْعَلْنَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ اَبُوْجَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ ذَكَرَ نِسَآءَهٗ

Marfat.com

وَبَنَاتِ عَمِّهِ۔

(۱۔ البرہان فی تفسیر القرآن علامہ سید ہاشم البحرانی طبع قم سورۃ النساء ص ۳۶۰ جلد پنجم)
(۲۔ فروع کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید کتاب النکاح ابواب المتعۃ ص ۴۴۹)

ترجمہ:

زرارہ نے کہا۔ کہ عبداللہ بن عمیر اللیثی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا۔ اور عورتوں کے متعہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ تو امام باقر نے کہا۔ متعہ اللہ نے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر کی زبان سے حلال قرار دیا ہے۔ تو وہ تا قیامت حلال رہے گا۔ سائل نے عرض کیا۔ اے ابو جعفر! آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اس کو حرام کر دیا ہے۔ اور اس سے روک دیا ہے۔ امام باقر نے کہا۔ اگرچہ انہوں نے ایسا کیا ہو۔ (ان کے حرام کرنے سے متعہ تھوڑا ہی حرام ہو گیا ہے۔) عبداللہ بن عمیر نے کہا۔ میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حرام قرار دیں۔ آپ اسے حلال سمجھ رہے ہیں۔ تو امام باقر نے کہا۔ تمہیں اپنے صاحب (عمر) کا قول مبارک ہو۔ اور مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منظور ہے۔ آؤ میں اور تم اس بات پر مباہلہ کریں۔ کہ جو کچھ متعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد میں نے پیش کیا۔ اور جو تم نے حضرت عمر کی روایت بیان کی۔ ان میں سے میں سچا اور تم جھوٹے ہو۔ عبداللہ بن عمیر یہ سن کر کچھ آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں۔ بیٹیاں۔ اور چچا زاد ہمشیرگان متعہ کریں

Marfat.com

توکیا آپ خوش ہوں گے۔ یہ سن کر امام باقر نے اُس سے منہ پھیر لیا۔ (اور کچھ جواب نہ بن پڑا)

کیا امام باقر رضی اللہ عنہ نے مباہلہ سے واقعی فرار اختیار کیا؟

فروع کافی کی مندرجہ ذیل روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ دعوت مباہلہ دینے والے بھی خود امام باقر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس سے فرار بھی آپ نے ہی کیا۔ اگر واقعہ (روایت) کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو اسی سے متعہ کے ناجائز اور فعلِ بد ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جب امام باقر رضی اللہ عنہ کو سائل نے دو ٹوک الفاظ میں یہ کہا کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، مائیں بہنیں وغیرہ متعہ کریں۔ تو اسے پسند کریں گے۔ اور ایک حکم شرعی پر عمل پیرا ہوتا دیکھ کر مسرت محسوس کریں گے؟ اگر واقعی تا قیامت متعہ معروفہ جائز اور حلال ہوتا۔ تو امام موصوف کا اس پیش کش کے جواب میں خوشی و مسرت کا اظہار فرمانا ایک دین دار کی علامت ہوتی۔ اور آپ قطعاً مباہلہ سے نہ کتراتے۔ لہٰذا آپ کا اعراض کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ اس فعل کو شریفانہ اور مسلمانہ فعل نہیں سمجھتے تھے۔

رہا یہ معاملہ کہ اسی روایت کے ابتدائی الفاظ میں راوی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے متعہ کی حلتِ ابدی کا ذکر فرمایا۔ اور اس کی حلت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی کیا حقیقت ہے۔؟

تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ امام موصوف کی طرف یہ واقعہ ان لوگوں نے خود گھڑ کر منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ امام موصوف حلت و حرمت کے

Marfat.com

مسائل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اور اس بارے میں کسی قسم کی شرم و ملامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کا ذاتی فرمان سماعت فرمائیے۔

فروع کافی

اِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَرِیْضَۃٌ عَظِیْمَۃٌ بِھَا تُقَامُ الْفَرَائِضُ۔ ھُنَالِکَ غَضَبُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْھِمْ فَیَعُمُّھُمْ بِعِقَابِہٖ فَیَھْلِکُ الْاَبْرَارُ فِیْ دَارِ الْفُجَّارِ وَ الصِّغَارُ فِیْ دَارِ الْکِبَارِ .... وَلَا تَخَافُوْا فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔

(فروع کافی جلد پنجم کتاب الجہاد باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ص ۵۵ تا ۵۶)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا عظیم فرض ہے۔ کہ اسی کی وجہ سے فرائض کا قیام ہوتا ہے۔ (اگر اس فریضہ میں کوتاہی اور غفلت آن پڑے) تو اللہ کا غضب ایسے لوگوں پر مکمل طور پر آتا ہے اور بروں کے گھروں میں نیک لوگ اور بڑوں کے گھروں میں چھوٹے سب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ اللہ کے دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر کسی کی ملامت کی پرواہ تک نہ کرو اور اس فریضہ کو انجام دیتے رہو۔

Marfat.com

امام باقر رضی اللہ عنہ کے اس ذاتی ارشاد کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اگر امام موصوف واقعی متعہ کی حلت ابدیہ کے قائل ہوتے۔ تو عبداللہ بن عمیر کے ساتھ دعوت مباہلہ میں مستورات کے متعلق باتوں سے شرم کھا کر کبھی اعراض نہ کرتے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ یہ واقعہ اول تا آخر سراسر من گھڑت ہے۔ اور حرام کاری کی لت اور بدکاری کی عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان ظالموں نے امام باقر رضی اللہ عنہ کو درمیان میں لا کھڑا کرنے میں ذرا بھی شرم و حیاء نہ کی۔

؎ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

دلیل سوم فروع کافی

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ فِي الْمُتْعَةِ دَعُوْهَا اَمَا يَسْتَحْيِيْ اَحَدُكُمْ اَنْ يَرٰى فِيْ مَوْضِعِ الْعَوْرَةِ فَيَحْمِلُ ذَالِكَ عَلٰى صَالِحِيْ اِخْوَانِهٖ وَاَصْحَابِهٖ۔

(فروع کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید
کتاب النکاح انہ یجب ان یکف
عنہا من کان مستغنیاص۴۵۳)

ترجمہ:
مفضل کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ متعہ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ اس کو چھوڑ دو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے۔ کہ ایک شخص عورت کی شرمگاہ کو دیکھے

Marfat.com

پھر اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں اور احباب سے کرے۔

حضرات قارئین! یہ حدیث اس کتاب کی ہے۔ جو شیعہ لوگوں کے نزدیک صحیح ترین کتب حدیث میں سے ہے۔ اور اس کی (حدیث) صحت میں کوئی قیل و قال نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جس فعل (متعہ) کو بے حیائی کا نمونہ اور بے شرمی کی علامت قرار دیں۔ تو اس فعل بد کے مرتکب کو جنتی اور صاحب تقویٰ قرار دینا کس قدر بے غیرتی اور بے حیائی ہے۔ کسی محبِ اہل بیت کا ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور امام جعفر صادق کا کوئی غلام اسے جائز متصور نہیں کر سکتا۔ محبان اہل بیت غلامانِ آل رسول اس کو زنا اور بدکاری کے زمرہ میں ہی شمار کرتے ہیں۔ اور شمار کریں گے۔

دلیل چہارم۔ الاستبصار

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ۔

(۱۔ الاستبصار جلد سوم مطبوعہ تہران
طبع جدید ابواب المتعہ ص ۱۴۲)
(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ مطبوعہ تہران
طبع جدید باب تفصیل احکام
النکاح ص ۲۵۱)

ترجمہ:

زید بن علی اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو

Marfat.com

پالتو گدھوں کا گوشت کھانا اور نکاح متعہ حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی حرمت کو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوئی تاویل نہیں ہو سکتی لیکن اس صراحت و وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعہ اس کی یہ تاویل کرے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا از روئے تقیہ ہے۔ تو ہم عرض کریں گے۔ کہ ایسا کہنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتہا درجہ کا بزدل سمجھتا ہے۔ اور آپ کے اس خطبہ کی قطعاً خبر نہیں رکھتا۔

جس میں آپ نے فرمایا۔

نہج البلاغہ

اگر میرے مقابلہ میں تمام عرب بھی آجائے۔ تو میں اُن کو پشت نہیں دکھاؤں گا۔ بلکہ میں ان کی گردن اتارنے میں حتی الامکان جلدی کروں گا۔ تاکہ میں زمین کو بُرے لوگوں سے پاک کر دوں۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۵
طبع جدید چھوٹا سائز ص ۴۱۸)

جب شیعہ لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ کہ جس طرح شریعت کے قوانین کا بانی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ اسی طرح ائمہ اہلبیت بھی بانیان شریعت ہیں تو ان کے اس عقیدہ کے بعد میں ان سے پوچھتا ہوں۔ اگر شریعت کا بانی ہی احکام شرعیہ کو بیان کرنے میں تقیہ کا سہارا لینا شروع کر دے۔ تو پھر کس در سے احکام شرعیہ صحیح طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تقیہ کا الزام ہی نہیں بلکہ

Marfat.com

اتہام ہے۔ اور مولائے کائنات کی شان میں ان نام نہاد محبان اہل بیت کی ناقابل معافی گستاخی ہے۔

دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تادم آخر اپنا، اپنے رسول اور ان کی آل پاک کا خادم و غلام رکھے۔ اور ان کے افعال و اقوال پر عمل پیرا ہو کر اخروی سرخروئی سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

فصل پنجم

شیعہ حضرات کے نزدیک بے حیائی کرانے کے طریقے

مسلک شیعہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کہ وہ فعل جس کا بے حیائی اور بے غیرتی سے خواہ تھوڑا بہت ہی تعلق کیوں نہ ہو۔ اس کے حلال و جائز کرنے میں اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے میں انہیں بہت زیادہ دلچسپی رہتی ہے۔ اسی دلچسپی کا نمونہ آپ گزشتہ اوراق میں متعہ کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ وہ فعل جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت نے حرام و ناجائز قرار دیا۔ اسے جائز و حلال کرنے کے لیے انہوں نے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے۔ اور کیسی کیسی غلط و رکیک تاویلات کا سہارا لے کر اپنی بات کو منوانے کی کوشش کی۔ ان کی یہ روش صرف متعہ تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہر بے حیا اور حرام فعل سے انہیں دلی لگاؤ ہے۔ اپنی لذت برآری اور اغراض بہیمی کی خاطر ائمہ اہل بیت کو ملحوظ نہ رکھا۔ ہم اس سلسلہ میں انہی کی کتب سے اسی موضوع پر بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

☆

Marfat.com

عورت کی شرمگاہ اُدھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ الْبَقْبَاقِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ نَحْنُ عِنْدَهٗ عَنْ عَارِيَةِ الْفَرْجِ فَقَالَ حَرَامٌ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا ثُمَّ قَالَ لٰكِنْ لَا بَأْسَ بِاَنْ يُّحِلَّ الرَّجُلُ الْجَارِيَةَ لِاَخِيْهِ۔

(۱۔ فروع کافی جلد پنجم ص ۴۷۰ کتاب النکاح باب الرجل یحل جاریتہ لاخیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ استبصار جلد سوم ص ۱۴۱ باب حکم ولد الجاریۃ المحللۃ طبع جدید۔ تہران)

ترجمہ:

ابو عباس بقباق روایت کرتا ہے۔ کہ کسی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عورت کی شرمگاہ کو اُدھار پر لینے دینے کے بارے میں پوچھا

Marfat.com

تو فرمایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی لونڈی کو حلال کر دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔

اس موقعہ پر اگر ایک بات ذکر کر دوں۔ تو شاید نامناسب نہ ہوگی۔ شیعہ حضرات حرمت متعہ کے بارے میں اہل سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و جائز کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسے منع کرنے والے کون ہیں؟ انہیں کس نے یہ حق دیا؟ میں بھی یہی سوال اب شیعہ حضرات سے کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتابوں میں مذکورہ بالا احادیث میں جو اپنے بھائی کی تسکین کی خاطر لونڈی (کی شرمگاہ) کو ادھار دینا لکھا ہے۔ اور حلال کہا ہے۔ اس کے حلال کرنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ جبکہ قرآن پاک میں صرف دو قسم کی عورتوں کو حلال قرار دیا گیا۔ جس کا تفصیلی ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ تو کسی عورت کی شرمگاہ ادھار کے طور پر کسی کو دینا اور اسے حلال سمجھنا کیا دین میں دخل اندازی نہیں؟ لیکن شیعہ حضرات کو اس کی کیا پرواہ۔ انہوں نے تو اپنی شہوت کو پورا کرنے اور بے حیائی کو فروغ دینے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہ جیسے بھی ہو سکے۔ اس کی پرواہ نہیں۔

(لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

Marfat.com

عورت سے لواطت بھی جائز ہے

الاستبصار

قَالَ قُلْتُ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّاْتِيَ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا
قَالَ نَعَمْ ذَالِكَ قَالَ قُلْتُ وَ اَنْتَ تَفْعَلُ ذَالِكَ
قَالَ لَا اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَالِكَ۔

(الاستبصار مصنفہ ابی جعفر طوسی شیعی جلد ۳
ص ۲۴۳ فی اتیان النساء فیما دون
الفرج مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے۔ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اگر کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ اس کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔ (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ ہاں! ایسا درست ہے۔ سائل نے پوچھا۔ یا حضرت! آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی وغیرہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ
يَحْيٰى يَقُوْلُ لِلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا
مِنْ مَوَالِيْكَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَسْاَلَكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ

Marfat.com

هَابِكَ وَاسْتَحْيِيْ مِنْكَ اَنْ يَسْئَلَكَ قَالَ وَمَا هِيَ ؟ قُلْتُ الرَّجُلُ يَاْتِيْ اَمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا قَالَ ذَالِكَ لَهٗ قَالَ قُلْتُ فَاَنْتَ تَفْعَلُ؟ قَالَ اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَالِكَ۔

(۱۔ فروع کافی جلد پنجم ص ۵۴۰ کتاب النکاح باب محاش النساء مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۵ فی السنۃ فی عقود النکاح و زفاف النساء و اداب الخلوۃ و الجماع مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

علی بن حکم کہتا ہے۔ میں نے صفوان بن یحییٰ سے سنا۔ انہوں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ کے غلاموں میں سے ایک نے مجھ سے کہا ہے۔ کہ امام موصوف سے ایک مسئلہ پوچھنے میں مجھے کچھ جھجک سی آتی ہے۔ لہٰذا تم دریافت کر کے مجھے بتانا۔ امام موصوف نے پوچھا۔ وہ مسئلہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک شخص اگر اپنی عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔ (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ یہ اس کا حق ہے۔ (جائز ہے) میں نے پوچھا۔ آپ بھی ایسا شغل کرتے ہیں؟ کہنے لگے۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

Marfat.com

تہذیب الاحکام

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ یَعْفُوْرَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یَأْتِی الْمَرْأَۃَ فِیْ دُبُرِھَا قَالَ لَا بَأْسَ اِذَا رَضِیَتْ

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۴۔
فی السنۃ فی عقد النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی یعفور کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایسے شخص کے متعلق پوچھا۔ جو اپنی عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔ فرمایا۔ جب عورت راضی ہو۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

روایات مذکورہ میں آپ نے غور کیا۔ کہ کس قدر بے حیائی اور بے شرمی کا مظاہرہ ہوا ہے۔ اور پھر ڈھٹائی یہ کہ اس بے غیرتی کو ایک ایسے عظیم انسان کی طرف منسوب کیا گیا۔ جن کی عمر ہی تقویٰ اور شرم و حیاء کی آئینہ دار تھی۔ پھر اس پر بھی ظالموں نے بس نہ کی۔ بلکہ امام رضا رضی اللہ عنہ سے ان کی اپنی زوجہ کے بارے میں بھی سوال کر بیٹھے۔ یا حضرت! کبھی آپ نے بھی یہ شغل فرمایا ہے؟ (معاذ اللہ)۔ تو آپ نے جواباً فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ

Marfat.com

قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ جَاءَ إِلَى امْرَأَةٍ فَسَأَلَهَا أَنْ تَزَوَّجَهُ نَفْسَهَا فَقَالَتْ أُزَوِّجُكَ نَفْسِي عَلَى أَنْ تَلْتَمِسَ مِنِّي مَا شِئْتَ مِنْ نَظَرٍ وَالْتِمَاسٍ وَتَنَالَ مِنِّي مَا يَنَالُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ إِلَّا أَنَّكَ لَا تُدْخِلُ فَرْجَكَ فِي فَرْجِي وَتَتَلَذَّذُ بِمَا شِئْتَ فَإِنِّي أَخَافُ الْفَضِيحَةَ قَالَ لَيْسَ لَهُ إِلَّا مَا اشْتُرِطَ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۶۷ کتاب النکاح
باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عمار بن مروان سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ ایک عورت کے پاس گیا۔ اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ عورت کہنے لگی۔ میں اس شرط پر تجھ سے شادی کروں گی کہ نظر اور ہاتھ کے ذریعے تو مجھ سے جو چاہے کرلے۔ اور اس طرح بھی تو مجھ سے وہی کچھ پائے گا۔ جو کسی مرد کو اپنی عورت سے ہم بستری کرنے سے ملتا ہے۔ لیکن تو اپنی شرمگاہ میری شرمگاہ میں داخل نہیں کرے گا۔ اور اپنی خواہش کے مطابق لطف اندوز ہوگا۔ کیونکہ (صحیح وطی کرنے کی صورت میں) مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعات و شرائط سن کر فرمایا۔ اس مرد کو باندھی گئی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

حاصل کلام:

روایت مذکورہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے بقول شیعہ وطی فی الدبر کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ جب عورت مذکورہ نے یہ شرط لگائی۔ کہ شرمگاہ سے شرمگاہ نہیں ملے گی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ لطف میں کمی نہ آئے گی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شرمگاہ سے شرمگاہ نہ ملنے سے جو اُسے رسوائی کا خطرہ تھا۔ وہ اولاد کا ہو جانا تھا۔ کہ کہیں صحیح وطی کرنے سے استقرارِ حمل ہو گیا۔ اور بعد میں اولاد ہو گئی۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ جب فرج کا فرج سے چھونا ممنوع ٹھہرا۔ تو پورا مزہ لینے کے لیے عورت کی دُبر ہی باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کے رویہ سے ثابت ہے۔

لیکن یاد رہے۔ کہ یہ مکروہ اور غیر مہذب فعل شیعہ حضرات کی اپنی پسند ہے۔ لیکن اسے مستند ثابت کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے پیش کیا۔ کیونکہ اس طریقہ کے بغیر دنیا انہیں جوتے مارتی۔ اب امام موصوف کی گردن پر بوجھ ڈالا۔ حالانکہ ان کے خواب و خیال میں بھی ایسی حرام کاری نہ آئی ہو گی۔ وہ تو دنیا سے پاکیزہ زندگی بسر کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو گئے۔ اب یہ منحوس اور ہوس پرست ان کے نام سے اپنا کام نکال رہے ہیں۔ حضرات اہل بیت اور ائمہ کرام اس قسم کے واہی تباہی افعال سے پاک و صاف تھے۔ کہاں امام صاحب اور کہاں یہ خبیث فعل؟ شیعوں نے کیسی کیسی خباثتوں کو طیب و طاہر ائمہ کرام سے منسوب کر کے اپنے لیے دوزخ میں بکنگ کرائی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کو اس قسم کے حرام اور بے حیا افعال سے گہری دلچسپی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو قرآن حکیم کے اس ارشاد سے ضرور سبق سیکھتے اللہ رب العزت صاف صاف فرماتا ہے۔

نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ۔ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتی کو جس طرف سے چاہو۔ آؤ۔ یعنی مباشرت کی کیفیت پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن مقام مباشرت مخصوص ہے۔ یعنی جہاں سے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ اللہ نے جو تمہارے مقدر میں لکھ دیا۔ اُسے تلاش کرو یعنی اولاد کی خاطر اپنی عورت سے ہم بستری کرو اگر مقصد اولاد ہو۔ تو یہ وطی فی الدبر سے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے ؟

لیکن شیعہ حضرات کو قرآن سے کیا تعلق ؟ بس ان کی ہوس نفس اور شہوت فرج کسی نہ کسی طرح پوری ہونی چاہیئے۔ اور اگر یہ میسر آجائے۔ تو زہے قسمت۔ بلکہ معاملہ اس حد تک بڑھاتے ہیں۔ کہ اس حیوانی طریقہ وطی کے بعد بعض صورتوں میں غسل کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ مسئلہ سنیئے۔

فروع کافی

عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ فِيْ دُبُرِهَا فَلَمْ يُنْزِلْ فَلَا غُسْلَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَنْزَلَ فَعَلَيْهِ الْغُسْلُ وَلَا غُسْلَ عَلَيْهَا۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۴۷ کتاب الطہارۃ
باب ما یوجب الغسل علی الرجل
والمرأۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ پچھلی طرف (یعنی اس کی دُبر میں) وطی کرے اور اسے انزال نہ ہو۔ تو اس صورت میں دونوں پر کوئی غسل نہیں۔ اور اگر انزال ہو جائے۔ تو مرد پر غسل ہے۔ عورت کو غسل کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

اب آپ حضرات اندازہ لگائیں۔ کہ اہل تشیع کو افعال مذمومہ اور بے حیا کاموں سے کتنی دلچسپی ہے۔ اور حوالہ بھی ان کی ایسی کتاب سے پیش کیا گیا۔ جو ان کے ہاں اصح الکتب ہے۔ اور پھر ظلم کی حد کر دی گئی ہے۔ کہ اس شہوت پرستی اور حرام کاری کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح من گھڑت روایت کا سہارا لے کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ امام موصوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ایک حیلہ ہے۔ اگر اس پر کاربند ہو گے۔ تو مزے کا مزہ اور غسل سے نجات وہ اس طرح کہ عورت کے ساتھ اس کے پچھلے مقام میں وطی کرو۔ اور جب منی خارج (انزال) ہونے لگے۔ تو مادہ منویہ کو اس کی دبر سے باہر خارج کر دو۔ اس حکمت بھرے طریقہ سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ اور غسل کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ نہ مرد کو اور نہ عورت کو قطعاً غسل کی کوئی ضرورت ہے۔ اس طریقہ سے زندگی مزے سے گزرے گی۔ اور خاص کر موسم سرما میں ٹھنڈے پانی سے نہانے کا عذاب بھی ٹل جائے گا۔ سبحان اللہ! مذہب شیعہ کس قدر مہذب اور پاکیزہ مسائل اور کیسے کیسے سلجھے ہوئے افعال پیش کرتا ہے۔

ع
ہینگ لگے نہ پھٹکڑی رنگ بھی چوکھا چڑھے

بوقت ضرورت "زنا" بھی نکاح صحیح ہوتا ہے

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَۃٌ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَہِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ ذَالِکَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ کَیْفَ زَنَیْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِیَۃِ فَاَصَابَنِیْ

Marfat.com

عَطَشٌ شَدِيْدٌ فَاسْتَسْقَيْتُ اِعْرَابِيًّا فَاَبٰى اَنْ يَسْقِيَنِيْ اِلَّا اَنْ اُمَكِّنَهٗ مِنْ نَفْسِيْ فَلَمَّا اَجْهَدَ فِي الْعَطَشِ وَخِفْتُ عَلٰى نَفْسِيْ سَقَانِيْ فَاَمْكَنْتُهٗ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزْوِيْجٌ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۶۷ کتاب النکاح، باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے لہذا مجھے (اس گناہ کی سزا دے کر) پاک فرمایئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے رجم کا حکم سنایا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی۔ تو آپ نے اُس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیونکر کیا؟ کہنے لگی۔ ایک گاؤں میں سے میرا گزر ہوا۔ اور پیاس کی شدت کی بنا پر ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں تمہیں پانی تب دوں گا۔ جب تم مجھے اپنے نفس پر اختیار دو۔ لیکن جب پیاس کی شدت سے میں نے مرجانے کے آثار دیکھے۔ تو میں نے وہ شرط قبول کر لی۔ اور اُس نے مجھے پانی دیا۔ پھر اُس نے شرط مجھ سے پوری کی۔ (یعنی وطی کی) یہ سن کر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم! یہ نکاح ہے۔ زنا نہیں۔

Marfat.com

بے حیائی کی حد ہوگئی

ناظرین کرام اس واقعہ پر غور فرمائیں متعہ کی بے حیائی تو واضح تھی ہی۔ یہ واقعہ اس بے حیائی کو بھی میلوں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ کیونکہ متعہ میں تو عقد کرتے وقت "استمتع" یا "تمتع" اور ان سے ملتے جلتے مفہوم والے الفاظ کہنے پڑتے ہیں اور ایجاب و قبول کی شرط کسی طور تھی۔ لیکن اب اس کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور جب چاہو کسی شریف عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا لو۔ کوئی گناہ نہیں، مسئلہ مذکورہ میں اگرچہ عورت مجبور تھی۔ لیکن اس سے بدکاری کا مرتکب اعرابی تو بے بس نہ تھا۔ اس نے پیاسی عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے بدکاری کی۔ اور پھر ان پر خدا کا غضب یہ کہ جنہوں نے ایسا کرنا "نکاح صحیح" قرار دے دیا۔ اور اس کی توثیق و تصدیق کے لیے ان ناہنجاروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کیا۔ اور وہ بھی موکد بقسم ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہوئے منسوب کیے "ورب کعبہ کی قسم! یہ زنا نہیں بلکہ نکاح ہے"

اس سے ثابت ہوا۔ کہ جس طرح کسی عورت کی بے بسی اور مجبوری میں اس سے زنا کرنا "نکاح" ہوا۔ اسی طرح بالجبر کسی عورت سے ہوس نفس پورا کرنی بھی "نکاح" ہی ہوگی۔ کیونکہ جبر و اکراہ میں بھی بے بسی اور مجبوری ہو جاتی ہے۔ مجبوری کے عالم میں کی گئی بدکاری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق نکاح ٹھہری۔ تو اب اگر کوئی شخص شیعہ عورت سے بجبر و اکراہ اور اس کی بے بسی کے عالم میں زنا کر بیٹھے۔ اور پھر یہی حوالہ پیش کر کے نکاح ثابت کر دے۔ تو ایسے شخص کے اس فعل پر شیعہ حضرات کو ناراض ہونے اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں

Marfat.com

ہونی چاہیے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَار

شیعہ مذہب میں ”مشت زنی“ بھی جائز ہے

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُہٗ عَنِ الدَّلْكِ قَالَ نَاكِحُ نَفْسِہٖ لَا شَیْئَ عَلَیْہِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۴۰ کتاب النکاح
باب الخصخصة ونكاح البهيمة
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن اعین کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ”مشت زنی“ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے والا اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکال کر لطف اندوز ہو رہا ہے۔ (گویا) اس نے اپنے نفس سے نکاح کر کے ایسا کیا ہے۔

Marfat.com

ایک طرف یہ قول اور دوسری طرف اس موضوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنیئے۔ فرمایا۔ نَاکِحُ الْیَدِ مَلْعُوْنٌ۔

(یعنی "مشت زنی" لعنتی ہے۔ ایک لعنتی کو اگر شیعہ حضرات لعنتی نہیں مانتے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ انہیں تو اپنا مقصد محبوب ہے۔ اور جہاں تک نفس پرستی کی بات ہے وہ تو ان کے ہاتھ میں ہی ہے۔ آخر کہاں جائے گا۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیں۔ کہ ایک فعل کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون کہیں۔ اور اسی فعل کے مرتکب کو شیعہ حضرات اپنے فتویٰ کے ساتھ نرم گوشہ سے دیکھیں۔ اور بڑا جرم تو کجا اُسے معمولی جرم بھی نہ گردانیں تو اندریں حالات "حق" کس جانب ہوگا۔ اور بے حیائی اور شہوت پرستی کس کے پلڑے میں پڑے گی؟ اور پھر اس پر ظلم یہ کہ اس خبیث بات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔ (غور کا مقام ہے)

پھوپھی کی رضامندی سے بھتیجی اور خالہ کی رضامندی سے بھانجی سے نکاح درست ہے

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ الْحَذَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تُنْکَحُ الْمَرْاَۃُ عَلٰی عَمَّتِہَا وَلَا خَالَتِہَا اِلَّا بِاِذْنِ الْعَمَّۃِ وَالْخَالَۃِ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۲۵ کتاب النکاح باب المرأۃ تزوج علی عمتہا او خالتہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

ابوعبیدہ حذاء کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سُنا۔ کہ کوئی شخص کسی عورت کی پھوپھی اور خالہ سے ان کی مرضی کے بغیر اُن کی بھتیجی اور بھانجی سے شادی نہ کرے۔ (یعنی اگر ایک مرد کے نکاح میں کسی عورت کی پھوپھی یا خالہ ہے۔ اور وہ اس کے نکاح میں ہوتے اُسی عورت کی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کرنا چاہے۔ تو یہ شادی ایک شرط کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ پھوپھی یا خالہ بھی اس کی اجازت دے دے۔

اس حدیث کے الفاظ کو دیکھئے۔ صراحت کے ساتھ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی دونوں بیک وقت کسی کے نکاح میں آسکتی ہیں۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں جبکہ پھوپھی اور خالہ اس نکاح میں راضی ہوں۔ حالانکہ تمام مکاتبِ فقہ میں یہ قانون مسلّم ہے کہ ہر وہ دو عورتیں جن میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے۔ تو دونوں کا باہمی عقد شرعًا درست ہو تو ایسی دو عورتوں کو کوئی مرد اپنے نکاح میں بیک وقت جمع کر سکتا ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو مرد تسلیم کرنے پر ان کا باہمی نکاح منعقد ہونا از روئے شرع ناجائز ہو۔ تو ایسی دو عورتیں بیک وقت کسی کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس متفقہ قانون کی مذکورہ مسئلہ پر تطبیق کریں۔ تو یہ نکاح ناجائز ٹھہرتا ہے لہٰذا اہل تشیع کے ذکر شدہ مسئلہ کے مطابق دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔

۱۔ ماموں کا بھانجی کے ساتھ اور چچا کا بھتیجی کے ساتھ نکاح درست ہے۔

۲۔ بھانجے کا خالہ کے ساتھ اور بھتیجے کا پھوپھی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

اب قرآن پاک کی اس بارے میں وضاحت اور نص صریح ملاحظہ فرمائیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ

Marfat.com

وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ۔

(پ ۴ آخری رکوع)

ترجمہ:

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں حرام کر دی گئی ہیں۔ اور بھتیجیاں اور بھانجیاں بھی حرام کر دی گئی ہیں۔ (یعنی مذکورہ عورتوں سے شادی حرام ہے)

یہ تھا قرآن کا فیصلہ۔ لیکن جہاں مقصد شہوت رانی اور بے حیائی کا فروغ ہو وہاں قرآن کریم کی نص قطعی کی پرواہ کی کیا ضرورت ہے؟ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ پھوپھی اور خالہ راضی ہوں۔ بس پھر بھتیجی اور بھانجی سے مطلب برآری کیوں ناجائز ٹھہرائی جائے؟ جب جانبین راضی تو اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کی کیا ضرورت ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک حرام کاری اور خواہشات نفس کی تکمیل قرآنی احکامات سے کہیں بلند و بالا ہے۔ اور قابل ترجیح ہے۔ اس کی جھلک آپ گزشتہ اوراق میں بہت سے حوالہ جات سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

بہن اور بیٹی سے بذریعہ نکاح وطی جائز ہے

اور

اس سے پیدا ہونے والی اولاد حلالی ہے۔

فروع کافی

اَلَّذِیْ یَتَزَوَّجُ ذَوَاتَ الْمَحَارِمِ الَّتِیْ ذَکَرَ
اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ کِتَابِہٖ تَحْرِیْمَھَا
فِی الْقُرْاٰنِ مِنَ الْاُمَّھَاتِ وَالْبَنَاتِ اِلٰی اٰخِرِ
الْاٰیَۃِ کُلَّ ذٰلِکَ حَلَالٌ فِیْ جِھَۃِ التَّزْوِیْجِ
حَرَامٌ مِّنْ جِھَۃِ مَا نَھَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَالَّذِیْ
یَتَزَوَّجُ وَھُوَ مُحْرِمٌ فَھٰؤُلَآءِ کُلُّھُمْ تَزْوِیْجُھُمْ
مِنْ جِھَۃِ التَّزْوِیْجِ حَلَالٌ حَرَامٌ فَاسِدٌ
مِّنَ الْوَجْہِ الْاٰخَرِ لِاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ
یَتَزَوَّجَ اِلَّا مِنَ الْوَجْہِ الَّذِیْ اَمَرَ اللّٰہُ عَزَّوَ
جَلَّ فَلِذٰلِکَ صَارَ سِفَاحًا مَرْدُوْدًا ذٰلِکَ
کُلُّہٗ غَیْرُ جَآئِزِ الْمُقَامِ عَلَیْہِ وَلَا ثَابِتٌ لَھُمُ التَّزْوِیْجُ
بَلْ یُفَرِّقُ الْاِمَامُ بَیْنَھُمْ وَلَا یَکُوْنُ

Marfat.com

نِکَاحُهُمْ زِنًا وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ اَوْلَادُ الزِّنَاءِ وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُوْدَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ جُلِّدَ الْحَدَّ لِاَنَّهُ مَوْلُوْدٌ بِتَزْوِيْجٍ رُشْدَةٍ وَاِنْ كَانَ مُفْسِدًا لَهٗ بِجِهَةٍ مِنَ الْجِهَاتِ الْمُحَرَّمَةِ وَالْوَلَدُ مَنْسُوْبٌ اِلَى الْاَبِ مَوْلُوْدٌ بِتَزْوِيْجٍ رُشْدَةٍ عَلٰى نِكَاحِ مِلَّةٍ مِنَ الْمِلَلِ خَارِجٌ مِنَ الْحَدِّ الزِّنَاءِ وَلٰكِنَّهٗ مُعَاقَبٌ عُقُوْبَةَ الْفُرْقَةِ ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۷۱ تا ۵۷۲
کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل
من النکاح و ما یحرم الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نکاح کرنا حرام فرما دیا۔ مثلاً مائیں، بیٹیاں وغیرہ یہ سب عورتیں باعتبار نکاح کر لینے کے حلال ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نکاح حرام فرمایا۔ حرام ہیں۔ اور جو شخص ان سے شادی کرتا ہے۔ تو یہ سب باعتبار نکاح میں لانے کے حلال ہیں۔ ان میں حرمت اور فساد و دوسری وجہ سے ہے۔ وہ اس لیے کہ ان سے شادی کرنے والے کو چاہیئے یہ تھا۔ کہ وہ اس طرح (ان عورتوں سے) شادی کرتا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مخالفت

Marfat.com

کی وجہ سے ایسا کرنے والا سفاح اور مردود ہے۔ لہذا اس کا یہ نکاح تا دیر باقی نہیں رکھا جائے گا۔ اور نہ اُسے اس نکاح پر ثابت رہنے دیا جائے گا۔ بلکہ امام وقت ان کے درمیان فوراً جدائی کا حکم دے گا۔ لیکن ان کا یہ نکاح زنا نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد حرامی ہوگی۔ اور جس نے اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچہ کی والدہ پر بدکاری (زنا) کی تہمت لگائی اُس پر کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ بچے ایک صحیح اور قابل تسلیم نکاح کے بعد پیدا ہوئے۔ اگرچہ حرام ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ فساد آگیا ہے۔ یہ بچہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوگا۔ جو صحیح نکاح سے پیدا ہوا۔ الغرض مذاہب میں سے ہر مذہب کے مطابق یہ نکاح درست قرار پائے گا۔ اور زناء کی تعریف سے خارج ہوگا۔ لیکن اس طرح دونوں میاں بیوی بننے والوں کو جدائی کی سزا دی جائے گی۔

دُنیا میں کوئی عورت حرام نہیں ہے

اس روایت میں تو اہل تشیع نے عیاشی، بدکاری اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کی حد کر دی۔ اس روایت کے پڑھنے سے پہلے ہی خیال آتا تھا۔ کہ ان لوگوں نے متعہ معروفہ کی صورت میں اپنی شہوت کی آگ بجھانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس بارے میں یہ خیال بھی آتا تھا۔ کہ عین ممکن ہے۔ کہ ایک عورت سے کسی نے متعہ کیا۔ اور شومئ قسمت کہ اس کا حمل ٹھہر گیا۔ اور اتفاق سے اس نے لڑکی جنی۔ پندرہ بیس سال کے بعد چلتے چلاتے پھر اسی لڑکی کے والد گرامی کو ثواب

Marfat.com

لوٹنے کی ٹھانی ہو۔ اور وہ جنسی ہوسنے کی کوشش میں اس لڑکی سے متعہ کرے۔ تو ایسے احتمالات کی موجودگی کا سوچ کر انسانی رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ تو صورت متعہ میں احتمال تھا۔ روایت مذکورہ کو پڑھ کر تو پاؤں سے زمین سرکنے لگی۔ وہاں اپنی لڑکی کے ساتھ وطی کا احتمال تھا۔ اور یہاں تو ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محرمات سے نکاح کو درست قرار دے دیا۔ جب اپنی ان رشتہ کی حقیقی عورتوں سے نکاح کے جواز کا فتوای دیا جا رہا ہے۔ تو متعہ سے پیدا ہونے والی لڑکی بہر حال سگی لڑکی سے رشتہ کے اعتبار سے کہیں کم ہے۔ اس سے وطی بطریقہ اولیٰ جائز ہو گی۔ پھر نہلے پہ دہلا یہ کہ اس طرح ماں، بیٹی اور بہن کے ساتھ وطی کے بعد اگر استقرار حمل ہو گیا۔ اور بعد میں بچہ، بچی آدھمکا۔ تو اُسے حرامی نہیں کہا جائے گا۔ اور جو اس نومولود کو حرامی کہے گا اس پر حد جاری ہو گی۔ اُسے کوڑے مارے جائیں گے۔ جس کا کھلا یہ مطلب ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک دنیا میں کوئی عورت حرام نہیں۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات تک کو بھی نکاح میں دیا جا سکتا ہے۔ ایک چھوڑ دو چار چار محرمات بیک وقت ہوس کی تسکین کا ذریعہ بنائی جا سکتی ہیں۔ ہزاروں عورتوں سے، بیک وقت عقد متعہ کر کے جشن بہاراں منایا جا سکتا ہے۔ اور اگر فرج فارغ نہ ہو تو دُبر سے قوم لوط کی سنت زندہ کرنی جائز ہے۔ کچھ نہ ملے۔ تو اپنے ہاتھ سے شہوانی لذت کا موقعہ حاصل کرنا بھی کوئی معیوب نہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الخ

Marfat.com

شرمگاہ کے ذکر سے لطف اندوزی

فروع کافی

رُوِیَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ الدَّابِقِیِّ قَالَ دَخَلْتُ حَمَّامًا بِالْمَدِیْنَةِ فَإِذَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ وَّهُوَ قَیِّمُ الْحَمَّامِ فَقُلْتُ لَهٗ یَا شَیْخُ لِمَنْ هٰذَا الْحَمَّامُ؟ فَقَالَ لِاَبِیْ جَعْفَرَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ فَقُلْتُ کَانَ یَدْخُلُهٗ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ کَیْفَ کَانَ یَصْنَعُ قَالَ کَانَ یَدْخُلُ فَیَبْدَأُ فَیَطْلِیْ عَانَتَهٗ وَمَا یَلِیْهَا ثُمَّ یَلُفُّ إِزَارَهٗ عَلٰی طَرَفِ إِحْلِیْلِهٖ وَیَدْعُوْنِیْ فَاُطْلِیْ عَلٰی سَائِرِ جَسَدِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ یَوْمًا مِّنَ الْاَیَّامِ الَّذِیْ تَکْرَهُ اَنْ اَرَاهُ قَدْ رَاَیْتُهٗ قَالَ کَلَّا اِنَّ النُّوْرَةَ سُتْرَةٌ۔

(۱۔ فروع کافی جلد ششم ص ۴۹۷ کتاب الزی والتجمل مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۳۴ فی آداب الحمام مطبوعہ لکھنو طبع قدیم ـ طبع جدید جلد اول ص ۶۵ مطبوعہ تہران غسل جمعہ)

Marfat.com

ترجمہ:

عبید اللہ الرّافقی سے روایت ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ مدینے ایک حمام میں داخل ہوا۔ اچانک اس حمام کا نگران میرے سامنے آیا۔ میں نے پوچھا۔ اے شیخ! یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ کہ یہ حمام امام باقر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس حمام میں تشریف لاتے ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ میں نے پوچھا۔ وہ یہاں کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگا؟ وہ یہاں آکر پہلے اپنے آلۂ تناسل اور اس کے ارد گرد زیر ناف بالوں (کو صاف کرنے کے لیے) چونا لگاتے ہیں۔ پھر کپڑے کی ایک پٹی آلۂ تناسل پر لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں بقیہ تمام بدن پر لیپ کرتا ہوں۔ میں نے ایک دن امام سے پوچھا۔ کہ جس چیز (آلۂ تناسل اور غلیظ شرمگاہ) کو آپ خود دیکھنا اچھا نہیں سمجھتے۔ میں اُسے حالتِ لیپ میں دیکھ لیتا ہوں۔ فرمایا۔ چونا لگا ہوا ہونا اُس کے پردہ کے لیے کافی ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَمَنْ اَطْلٰی فَلَا بَأْسَ اَنْ یُّلْقِیَ السِّتْرَ عَنْهُ لِاَنَّ النُّوْرَةَ سُتْرَةٌ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۵ فی غسل الجمعۃ وآداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جس نے اپنی شرمگاہ پر چونا لگایا۔ تو اُسے پردہ کا کپڑا اُتار

Marfat.com

دینے میں کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ چونا ہی اس کا ستر ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ

فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْحَمَّامِ سَأَلْنَا عَنِ الرَّجُلِ فِي الْمَسْلَخِ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَمَعَهُ إِبْنُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي هٰذَا الْخَبَرِ إِطْلَاقٌ لِلْإِمَامِ أَنْ يَدْخُلَ وَلَدُهُ مَعَهُ الْحَمَّامَ دُوْنَ مَنْ لَيْسَ بِإِمَامٍ وَذٰلِكَ أَنَّ الْإِمَامَ مَعْصُوْمٌ فِي صِغَرِهِ وَكِبَرِهِ لَا يَقَعُ مِنْهُ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ فِي الْحَمَّامِ وَلَا غَيْرِهِ۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ص ۳۵ فی آداب الحمام و النورۃ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

(۲۔ ″ ″ جلد اول ص ۷۴ فی غسل الجمعۃ و آداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ جب ہم حمام سے نکلے۔ تو ہم نے غسل خانے میں موجود آدمی کے بارے میں پوچھا۔ کہ وہ کون ہے۔ اچانک (پتہ چلا) کہ وہ جناب علی بن حسین ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے محمد بن علی بھی تھے۔

Marfat.com

اس خبر میں امام کے لیے اس بات کی اجازت ہے۔ کہ وہ حمام میں اپنے ساتھ بیٹے کو بھی لے جا سکتا ہے۔ اور (باوجود نا جائز ہونے کے صرف امام کے لیے) یہ اس لیے جائز ہے۔ کیونکہ امام عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہوتا ہے۔ چاہے بچپن ہو یا بڑھاپا۔ لہٰذا معصوم سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کی نظر کسی شخص کی شرمگاہ کی طرف حمام یا دوسری جگہ میں پڑے۔

فروع کافی

عَنْ بَعْضِ مَنْ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ اِلَّا بِمِيْزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا اَنْ اَطْبَقَتِ النُّوْرَةُ عَلٰى بَدَنِهٖ اَلْقَى الْمِئْزَرَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلٰى لَهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنَّكَ لَتُوْصِيْنَا بِالْمِئْزَرِ وَلُزُوْمِهٖ وَقَدْ اَلْقَيْتَهٗ عَنْ نَفْسِكَ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النُّوْرَةَ قَدْ اَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ۔

(فروع کافی جلد ششم ص ۵۰۲ تا ۵۰۳
كتاب الزی والتجمل
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس کا اللہ اور قیامت پر

Marfat.com

ایمان ہو۔اُسے تہبند باندھے بغیر حمام میں داخل ہونا منع ہے۔راوی کہتا ہے۔کہ ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ آپ نے (زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کے لیے) چونا لگایا جب چونے کا اچھی طرح لیپ کر لیا۔تو آپ نے تہبند اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک غلام نے عرض کیا حضور! آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ خود ہی ہمیں حمام میں تہبند باندھے بغیر آنے سے منع فرماتے ہیں۔اور آپ نے اب خود ہی اُسے اتار پھینکا ہے۔فرمایا۔ کیا تو اس بات کو نہیں جانتا۔کہ چونا نے شرمگاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔(تہبند سے بھی مقصد پردہ کرنا تھا۔اور یہ مقصد چونے کے لیپ سے حاصل ہو گیا ہے۔لہذا اگر چادر اُتار دی ہے۔تو کوئی حرج نہیں۔اور میرا ارشاد اور میرا عمل باہم مختلف نہیں ہیں۔)

روایاتِ مذکورہ سے ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا۔کہ شیعہ حضرات شرمگاہ کے ذکر اور اس کے دیدار سے کس قدر لطف اندوز ہوتے ہیں۔آلہ تناسل کی زیارت ان کا من پسند فعل ہے۔اور اس فعل کے جواز کے لیے ائمہ کرام کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔حقیقت میں ان کی اپنی خواہشات نفسانی انہیں یہ گُر سکھاتی ہیں۔کہ ایسا لطف جائز ہونا چاہیئے۔اور ملامت سے بچنے کی خاطر اس قسم کی روایات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا پردہ کرنا فرض قرار دیا ہے۔لیکن شیعہ حضرات نے خاص کر شرمگاہ کی زیارت حاصل کرنے کے لیے صرف اس پر لیپ کیا ہوا چونا ہی پردہ کے قائم مقام کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کرتے ہیں کہ اس غیر شرعی فعل اور ناجائز عمل کے لیے ائمہ اہل بیت

Marfat.com

کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ ان پاکیزہ اور شرم و حیا کے پیکروں نے اپنی شرمگاہوں پر چونا لگا کر تہبند وغیرہ کے پردہ کو اتار پھینکا۔ اور شیعوں کو زیارت کا موقعہ بخشا۔

معاذ اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی امام اہل بیت اپنے جدِ امجد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکامات کو پس پشت ڈالے اور اُن کے خلاف نئے من گھڑت مسائل پر عمل کرے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف انتقال ہوا۔ تو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دینے کے لیے آپ کے جسم اطہر سے کپڑے اتارنے کا ارادہ فرمایا۔ تو فوراً انہیں اونگھ سی آگئی۔ اور اونگھ کے عالم میں انہیں غیبی آواز سنائی دی۔ کہ خبردار! میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم اقدس سے کپڑے اتارنے کی کوئی کوشش نہ کرنا۔ اور نہ ہی انہیں اتارنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دیا جائے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شرم و حیا کا یہ عالم کہ زندگی میں ان کی ازواج مطہرات آپ کی جائے ستر کو نہ دیکھ سکیں۔ اور بعد از انتقال اللہ تعالیٰ نے اس پردہ کو قائم رکھنے کا اہتمام فرما دیا۔ تو اسے دیکھ کر یہ کہنا کیونکر ممکن ہوگا کہ آپ کی نسلِ پاک میں سے وہ حضرات جو منصبِ امامت اور مقامِ رشد و ہدایت سے سرفراز ہوں۔ وہ اس قسم کی گھٹیا حرکات کریں۔ اور پھر اس کی من مانی توجیہات بھی کریں۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت ان واہیات سے پاک تھے۔ صرف ان کے "مدعیان محبت"، کی یہ کرشمہ سازیاں ہیں۔ کہ محبتِ اہل بیت کی آڑ میں ہر مکروہ اور شرم و حیا سے عاری کام ان کے ہاں کارِ ثواب

Marfat.com

بن گیا۔ اور اس کے جواز و حلال ہونے کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کو ملوث کر کے اپنی خباثت کا راستہ ہموار کر لیا۔

شیعہ مذہب میں برہنہ ہونے کی آزادی

فروع کافی

عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْمَاضِی عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلْعَوْرَۃُ عَوْرَتَانِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَاَمَّا الدُّبُرُ مَسْتُوْرٌ بِالْاِلْیَتَیْنِ فَاِذَا اَسْتَرْتَ الْقَضِیْبَ وَالْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَۃَ۔ وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْریٰ وَاَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْہُ الْاِلْیَتَانِ وَاَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْہُ بِیَدِکَ۔

(فروع کافی جلد ششم ص ۵۰۱ کتاب الزی والتجمل مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ شرمگاہیں دو ہیں۔ پیشاب والی جگہ اور پاخانہ کرنے والی جگہ ان میں دوسری شرمگاہ کو تو دونوں چوتڑ چھپا لیتے ہیں۔ تو جب آلۂ تناسل اور دونوں خصیے تو نے کسی طرح چھپا لیے۔ تو تو نے پردہ کر لیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا۔ پاخانہ کرنے کی جگہ کو تو دونوں چوتڑ چھپا لیتے ہیں۔ رہا پیشاب والی جگہ (آلۂ تناسل) کا معاملہ تو اُسے اوپر ہاتھ رکھ کر چھپا لے۔ (پردہ

Marfat.com

ہو جائے گا۔)

شیعہ حضرات کی وہ کتاب جوان کے امام غائب کی مصدقہ ہے۔اس کی اس روایت صحیحہ سے واضح ہوا۔کہ ان کے ہاں پردہ کا وجود بالکل نہیں۔کیونکہ آپ نے روایت مذکورہ میں دیکھا کہ جب دُبر چوتڑوں میں گھرے ہونے کے باعث پردہ میں ہے اور ذکر کے اوپر ہاتھ رکھ کر پردہ قائم ہوگیا۔ تو انہی دو جگہوں کا پردہ ضروری تھا۔ وُہ ہو گیا۔ دُبر کا تو خود بخود پردہ چوتڑوں نے کر دیا۔ اور ذکر کا اپنے ہاتھ سے کرلیا۔ اس کے بعد جسم پر کسی کپڑے کی پردہ کرنے کے لیے ضرورت نہیں۔ ایک ہاتھ ذکر پر رکھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں "فروع کافی" کو لیا۔ اور خرید و فروخت کے لیے گلیوں بازاروں میں گشت کی اور تبلیغ و تقریر کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر گئے۔ ریل، بس، ہوائی جہاز اور ٹیکسی رکشہ پر ادھر ادھر آئے گئے۔ بارات میں شرکت کی۔ نمازیں پڑھیں۔ اور اگر کسی نے اس برہنگی پر اعتراض کیا۔ تو "فروع کافی" کا حوالہ دے دیا۔ تو آپ خود ہی اندازہ فرمائیں۔ کہ ایسے کامل اور مکمل پردہ کے ساتھ سیر و سیاحت کس شان کی ہوگی۔

ے

آپ اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلنَّظْرُ اِلٰی عَوْرَۃِ مَنْ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظْرِكَ اِلٰی عَوْرَۃِ

Marfat.com

الجمار۔

(۱۔فروع کافی جلد ششم ص ۵۰۱ کتاب الزی والتجمل مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔من لایحضرہ الفقیہ ص ۳۲ فی غسل یوم الجمعہ مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)
(۳۔من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا غیر مسلم (مرد و زن) کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی (جائز) ہے۔ جیسا کہ گدھے کی شرمگاہ کو دیکھنا۔

گدھے یا دیگر حیوانات کی شرمگاہیں اور غیر مسلم مرد اور عورت کی شرمگاہیں کیا مناسبت رکھتی ہیں پردہ کے احکامات انسانوں کے لیے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہیں اور باپردہ رہنا ہر آدمی کے حیا و شرم کا آئینہ دار ہے۔ جو مسلم اور غیر مسلم دونوں میں بلا امتیاز مذہب جاری و ساری ہے۔ مقام انسانیت اور درجہ حیوانیت میں کس قدر بُعد ہے۔ لیکن ان لوگوں کی لطف اندوزیوں نے غیر مسلم مرد و عورت کو اس قدر بے حیا اور شرم سے عاری سمجھا۔ کہ وہ بھی اسی طرح ہیں جس طرح حیوانات پھر اس پر بس نہیں۔ بلکہ ان کی شرمگاہوں کو دیکھنے والے بھی قابلِ ملامت نہیں ٹھیک ہے۔ کہ غیر مسلم پردہ کے احکامات شرعیہ کے پابند نہ سہی۔ لیکن اپنے مذہب کی اخلاقی قدروں سے تو باغی نہیں۔ چلو یہ بھی مان لیا۔ کہ وہ اخلاقی طور پر انتہائی گراوٹ میں پڑ گئے۔ لیکن یہ کہاں کی شریعت ہے۔ کہ ایک مسلمان مرد یا عورت بھی اپنی

Marfat.com

اسلامی اقدار اور احکامات شرعیہ کو پس پشت ڈال کر غیر مسلموں کی شرمگاہوں کو دیکھتا پھرے؟
حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگوں کے نزدیک ہر وہ چیز جس سے ان کی خواہش نفس اور ہوس پوری ہوتی ہو۔ وُہ جائز اور حلال ہے۔ وہ اگر محرماتِ شرعیہ میں سے بھی ہو۔ تو اُسے بھی کسی امام کی طرف نسبت کر کے حلال و جائز کر لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

شیعہ مذہب میں عورت کی شرمگاہ دیکھنا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے

فروع کافی

عَنْ عَلِي بْنِ جَعْفَرَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ قُبُلَ الْمَرْاَةِ قَالَ لَا بَأْس۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح باب نوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ اگر مرد، عورت کی شرمگاہ کو چومتا ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

فروع کافی

عَنْ اَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى فَرَجِ

Marfat.com

اِمْرَأَتِہٖ وَ ھُوَ یُجَامِعُہَا فَقَالَ لَا بَأْسَ۔

(فروع جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح،

باب نوادر مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

ابی حمزہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آدمی جماع کے وقت اپنی بیوی کی شرمگاہ دیکھ سکتا ہے؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

صرف دو روایات کے ذکر میں ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ انہیں پڑھ کر ہر صاحبِ انصاف یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ یہ سب روایات لچر اور واہی تباہی باتیں ہیں۔ اور اس قسم کی خرافات کا ائمہ اہل بیت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ لوگوں نے محض اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض مزہ لینے کی خاطر ان بکواسات کو حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ ان عظیم شخصیات سے اس قسم کی گھٹیا اور تہذیب سے گری ہوئی باتیں محال نہ سہی لیکن ناممکن ضرور ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

پُر لطف مشغلہ

حلیۃ المتقین

از حضرت امام موسیٰ پرسیدند...... اگر کسی فرجِ زن را ببوسد چوں است فرمود باکی نیست۔ واز حضرت صادق پرسیدند کہ اگر کسی زنِ خود را عریاں کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ مگر لذتی از ایں بہتر مے باشد۔ و پرسیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرجِ زن و کنیز خود بازی کند چوں است؟ فرمود باکی نیست۔

(حلیۃ المتقین ص ۱۴۱ در آداب زنان
مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

جناب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی شرمگاہ چوم لیتا ہے۔ تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی خطرہ (گناہ) نہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو ننگا کر دے۔ اور پھر اس کی (شرمگاہ وغیرہ کی) طرف دیکھے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید اس سے بہتر ہی کوئی لذت ہو۔ (یعنی یہ بہترین لذت والا فعل ہے) اور پوچھا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی سے کھیلتا ہے

Marfat.com

تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ناظرین کرام! نیک بندوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور انہیں چومنا تو اختلافی مسئلہ چلا آرہا ہے۔ بعض اسے ناجائز اور اکثر اس کی اباحت کے قائل ہیں۔ مگر مذکورہ بالا حوالہ کو دیکھئے۔ کہ شیعہ حضرات نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں چومنا تو زہے قسمت! ہمارے لیے تو عورت کی شرمگاہ بھی چومنے کی چیز ہے۔ اور اُسے بوسہ گاہ سمجھتے ہیں۔

دراصل کسی چیز کو چومنا اس سے عقیدت و محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے چونکہ ہم اہل سنت وجماعت کو اللہ کے نیک بندوں سے عقیدت و محبت اور دلی الفت ہوتی ہے۔ لہذا اس کا اظہار ہم دست بوسی سے کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ایمانی فعل ہے۔ لیکن شیعہ حضرات کو دیکھئے۔ کہ ان "نام نہاد محبانِ اہلبیت" کو کس چیز سے محبت اور عقیدت ہے۔ ان کے لیے عورت کی شرمگاہ مرکزِ عقیدت اور منبعِ محبت ہے۔ لہذا اُسے چوم کر اپنی عقیدت کا اظہار کر دیا۔

اب آپ ہی سوچیں۔ کہ ان کا یہ فعل ایمان کی نشانی ہے۔ یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بغاوت کی علامت؟ چونکہ ان لوگوں میں بے حیائی اور فسق و فجور ایک فطرت ثانی بن چکے ہیں۔ اس لیے آپ دیکھیں گے۔ کہ کبھی تو عورت کو ننگا کر کے ایک مرغوب چیز کی زیارت کے درپے ہوتے ہیں۔ اور کبھی اس میں انگلیاں پھیر کر حیوانات کو شرمائے جا رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ فرط محبت و عقیدت میں اس کے بوسے لے کر شقاوتِ قلبی کو تسکین کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔

ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

Marfat.com

فصل ششم

شیعہ کتب سے متعہ کی فضیلتیں اور برکتیں

گزشتہ اوراق میں آپ متعہ کی تعریف اور پھر اس کے جائز و حلال ہونے کے شیعی دلائل پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان بے معنی اور غلط دلائل کے جوابات بھی ہم نے گوش گزار دیئے۔ آگے چل کر حرمتِ متعہ پر قرآن و اقوال ائمہ اہل بیت سے شواہد و دلائل بھی پیش کیے۔ چونکہ متعہ کی حلت و جواز کے یہ حضرات قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس جائز کام کی ان کے ہاں فضیلت اور برکت بھی ہو گی۔ لہٰذا ہم خود ان کی کتب سے چند ایسے حوالہ جات پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جن میں حضرات ائمہ اہل بیت کا نام لے کر اس (متعہ) فعل مذموم کے ان لوگوں نے فضائل اور برکات بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔

روایت اول:

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ النَّبِيَّ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُسْرِيَ بِهٖ إِلَى السَّمَآءِ قَالَ لَحِقَنِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ إِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِلْمُتَمَتِّعِيْنَ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النِّسَآءِ۔

(من لایحضرہ الفقیہہ جلد سوم ص ۲۹۵،
فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جبرئیل امین ملے۔ اور کہنے لگے بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے ان مردوں کی مغفرت فرما دی۔ جو عورتوں سے متعہ کرتے ہیں۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے عقائد کے مطابق "متعہ" اس قدر اللہ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ کہ اس پر عمل پیرا ہونے والا یقیناً جنتی ہونے کے لیے کافی ہے۔ کسی دوسرے فرض، واجب وغیرہ افعالِ خیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب متعہ کرنے والے کی مغفرت متعہ سے ہو گئی۔ تو پانچوں گھی میں۔ (استغفر اللہ)

روایت دوم:

وَرُوِيَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَكْمُلُ حَتّٰى يَتَمَتَّعَ۔

(من لایحضرہ الفقیہہ جلد سوم ص ۲۹۷۔
فی المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

روایت کی گئی ہے۔ کہ متعہ کیے بغیر کوئی آدمی کامل مومن نہیں بن سکتا۔

اس روایت سے بالکل واضح معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک متعہ تکمیل ایمان کی شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو ایمان ناقص ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات اس شرط ایمان کی دولت سے تہیدست ہیں۔ وہ ناقص الایمان ہیں ابھی سے انہیں ایمان کی تکمیل کی فکر کرنی چاہیئے۔ کہیں نامکمل ایمان کے ساتھ سپرد خاک نہ ہو جائیں۔

روایت سوم:

وَفِي الْفِقْهِ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِكَرَّتِنَا وَ يَسْتَحِلُّ مُتْعَتَنَا اَقُوْلُ الْكَرَّةُ الرَّجْعَةُ وَهِيَ اِشَارَةٌ اِلَى مَا ثَبَتَ عَنْهُمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ رُجُوْعِهِمْ اِلَى الدُّنْيَا مَعَ جَمَاعَتِهِمْ مِنْ شِيْعَتِهِمْ فِيْ زَمَنِ الْقَائِمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيَنْصُرُوْهُ۔

(۱۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۳۴۷ سورۃ النساء مطبوعہ تہران طبع جدید۔)
(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم، ص ۲۹۱ باب المتعہ طبع جدید تہران۔)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو ہماری "دوکرت" پر ایمان نہ لایا۔ اور جس نے ہمارے متعہ کو حلال نہ جانا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

"دوکرت" کی تفسیر صاحب تفسیر صافی نے یوں کی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ "دوکرت" سے مراد رجعت ہے۔ جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اور یہ اس عقیدے کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہمارے ائمہ اہل بیت سے ثابت ہے۔ کہ وہ دنیا میں امام قائم کی نصرت اور معاونت کے لیے اپنے شیعوں کے ساتھ دوبارہ تشریف لائیں گے۔

آیت "فما استمتعتم" الخ کے تحت تفسیر منہج الصادقین میں مذکورہ فضائل متعہ کی روایات

روایت چہارم:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً وَاحِدَةً عُتِقَ ثُلُثُهُ مِنَ النَّارِ وَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ عُتِقَ ثُلُثَاهُ مِنَ النَّارِ وَ مَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ عُتِقَ كُلُّهُ مِنَ النَّارِ۔

(جلد دوم۔ (ص ۴۸۰)

Marfat.com

ترجمہ:

(بقول شیعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا تہائی دوزخ کی آگ سے آزاد ہو گیا۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اور اس کا دو تہائی آگ سے آزاد ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا اس کا دوزخ سے بالکل چھٹکارا ہو گیا۔

روایت پنجم:

قَالَ النَّبِیُّ (ص) مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً اَمِنَ مِنْ سَخَطِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ حُشِرَ مَعَ الْاَبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ زَاحَمَنِیْ فِی الْجِنَانِ۔

(جلد دوم ص ۴۸۰)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اللہ کے غضب سے بچا۔ دو مرتبہ متعہ کرنے والا کل قیامت کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنت میں مجھ سے ملاقات کرے گا۔

روایت ششم:

اَیْضًا قَالَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَتِہِ الْحُسَیْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ

Marfat.com

عَلِيٍّ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَةَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَتِي۔

(جلد دوم ص ۴۸۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ امام حسن اور تین مرتبہ متعہ کرنے والے کا درجہ حضرت علی کے درجہ کے برابر اور جو چار مرتبہ متعہ کرے۔ اس کا درجہ میرے (خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) درجہ جیسا ہے۔ (معاذ اللہ)

روایت ہفتم:

اَيْضًا قَالَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَتَمَتَّعْ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ اَجْدَعُ۔

(جلد دوم ص ۴۸۱)

ترجمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ جو شخص دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور وہ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی متعہ نہ کر سکا تو بروز قیامت وہ اس حال میں اُٹھے گا۔ کہ اس کی ناک بھی کٹی ہو گی۔ اور کان بھی۔

روایت ہشتم:

فرمود بدرستیکہ برادرم جبرئیل نزد من آمد وتحفہ از نزد پروردگار من آورد وآں تمتع زنانِ مومنہ است وپیش از من ایں تحفہ را بہیچ پیغمبری ارزانی نداشتہ

Marfat.com

ومن شما را باآں امر میکنیم وایں سنت من است در زمانِ من وبعد از من ہر کہ آں را قبول کند وباآں عمل کند واحیا ئے آں کند از من باشد ومن آز دی راضی وہر کہ مخالفت من کند بآں چہ باآں امر کردہ ام بخدائے مخالف کردہ بدانید ای مردماں کی از اہل ایں مجلس کسی کہ تکذیب آں کند بجہتِ بغض او بمن پس من گواہی میدہم کہ او از اہل دوزخ ہست۔ پس لعنتِ خدا برآں کسے باد کہ مخالفت من کند در ایں ہر کہ انکار آں کند انکار نبوت من کردہ وہر کہ مخالفت آں کند مخالفت من کردہ وہر کہ مخالفت من کردہ مخالفتِ خدا کردہ وہر کہ مخالفتِ خدا کردہ از اہل دوزخ باشد۔ وبدانید کہ متعہ امر یست کہ حق تعالیٰ مرا باآں مخصوص ساختہ بجہتِ شرف من برغیر از انبیاء سابق۔

(ص ۴۸۱)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ جبریئل امین میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک تحفہ لے کر آئے۔ وہ تحفہ مومن عورت کے ساتھ متعہ کرنے کا تھا۔ مجھ سے قبل کسی پیغمبر کو یہ تحفہ نہ عطا ہوا۔ میں تمہیں اس (پر عمل پیرا ہونے) کا حکم دیتا ہوں۔ اور یہ میری سنت ہے میری موجودگی میں اور میرے بعد جو بھی اس کو قبول کرے گا۔ اور اس پر عمل کرے گا۔ وہ مجھ سے ہوگا۔ اور میں اس سے بھی اس کی مخالفت کی۔ وہ اور بوجہ مجھ سے بغض کے اس کی تکذیب کی۔ تو اس کے بارے میں میں دوزخی ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ لہٰذا اس پر اللہ کی لعنت جس نے میری مخالفت کی۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ اور جس نے متعہ کی مخالفت کی۔ اس نے میری

Marfat.com

مخالفت کی۔ اور میرے مخالفت کرنے والے نے دراصل اللہ کی مخالفت کی۔ اور اللہ سے مخالفت کرنے والا ہر شخص دوزخی ہوگا۔ اور خوب جان لو۔ کہ متعہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو صرف اور صرف مجھے عطا ہوا کیونکہ دیگر انبیاء کرام پر مجھے شرف حاصل ہے۔ (اس بنا پر ایک قابلِ فخر کام (متعہ) بھی مجھے ہی ملنا چاہیئے تھا۔)

متعہ میں ہر بوسے پر حج و عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا ثواب

روایت ۹:

ہر کہ یک بار در مدت عمر متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ و ہر گاہ کہ متمتع و متمتعہ باہم بنشیند فرشتہ بر ایشاں نازل گردد و حراست ایشاں کند تا آنکہ از آں مجلس برخیزند و اگر باہم سخن کنند سخن ایشاں ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را بدست گیرند ہر گناہیکہ کردہ باشند از انگشتاں ایشاں ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ نہند حق تعالیٰ بہر بوسہ حجے و عمرہ برائے ایشاں بنویسد و چوں خلوت کنند بہر لذت و شہوت حسناتے بنویسد مانند کوہ ہائے برافراشتہ

(جلد دوم صفحہ نمبر ۴۸۱)

ترجمہ: فرمایا جس نے عمر میں صرف ایک مرتبہ متع کیا۔ وہ جنتی ہوگا۔ اور جس وقت متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرانے والی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ اور ان کی حفاظت مجلس کے برخاست ہونے تک کرتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ دونوں باہم گفتگو کرتے ہیں۔ تو ان کی باتیں ذکر اور تسبیح شمار ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ تو ان کے

Marfat.com

تمام گناہ ان کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔ اور جب دونوں بوسہ بازی کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ہر ایک بوسہ کے عوض ایک حج اور عمرہ کا ثواب عطا کرتا ہے۔ پھر جب خلوت (وطی) کرتے ہیں۔ تو ہر لذت اور شہوت کے بدلہ میں پہاڑ جیسی بلند و بالا نیکی ان کے اعمال میں درج کی جاتی ہے

روایت ۱۰:

فرمود کہ جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرمائید۔ کہ چوں متمتع و متمتعہ برخیزند و بغسل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشند کہ من پروردگار ایشانم وایں متعہ سنت من است بر پیغمبر من ملائکہ خود گویم کہ اے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندۂ من کہ برخاستہ اند و بغسل کردن مشغول اند و میدانند کہ من پروردگار ایشانم گواہ باشید بر آنکہ من آمرزیدم ایشاں را و آب بر ہیچ موئے از بدن ایشاں نگذرد مگر آنکہ حق تعالیٰ بہر موئے دہ حسنہ برائے ایشاں بنویسد و دہ سیئہ محو کند و دہ درجہ رفع نماید پس امیر المومنین (ع) برخاست و گفت۔ اَنَا مُصَدِّقُکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ (ص) چیست جزائے کسی کہ درایں باب سعی کند فرمود لَہٗ اَجْرُھُمَا (ص ۴۸۱ تا ۴۸۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل نے مجھ سے کہا۔ کہ اے اللہ کے پیغمبر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرانے والی عورت (متعہ سے فارغ ہوکر) اٹھتے ہیں۔ اور نہانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا پروردگار ہوں۔ اور متعہ میرے پیغمبر پر میری سنت ہے۔ تو میں اپنے مقرب فرشتوں کو کہتا ہوں۔ اے فرشتو! میرے ان دو بندوں کی طرف دیکھو۔ کہ جو متعہ کر کے اٹھے ہیں۔ اور غسل کرنے میں مشغول ہیں۔ اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا

Marfat.com

پروردگار ہوں۔ تم گواہ ہو جاؤ۔ کہ میں نے ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ان کے جسم کے کسی بال سے جب پانی گزرتا ہے۔ تو میں اس ایک بال کے عوض دس نیکیاں عطا کرتا ہوں۔ دس برائیاں ختم کر دیتا ہوں۔ اور دس درجے بلند کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کی (اس بات کی) تصدیق کرتا ہوں لیکن ارشاد فرمایئے۔ کہ جس نے متعہ کے لیے جدوجہد کی اس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس کو ان دونوں کے مجموعہ کے برابر ثواب ہو گا۔

روایت ۱۱:

گفت یا رسول اللہ اجر ایشاں چہ چیز است فرمود چوں بغسل مشغول شوند ہر قطرۂ آب کہ از بدن ایشاں ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ بیا فریند کہ تسبیح و تقدیس او سبحانہ کند و ثواب آں برائے غاسل ذخیرہ شود تا روز قیامت اے علی ہر کہ ایں سنت را سہل فرا گیرد و احیائے آں نکند از شیعہ من نباشد و من از وی بری باشم۔ (جلد دوم ص ۴۸۲)

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! متعہ کرنے والے مرد اور عورت کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا۔ جب متعہ سے فراغت پانے پر وہ غسل میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو ان کے ایک ایک بال سے قطرہ گرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا ثواب اس غسل کرنے والے کے لیے ذخیرہ ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت آ جاتی ہے۔ اے علی! جس نے اس سنت کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اس پر عمل پیرا نہ ہوا۔ وہ میرا شیعہ نہیں ہے۔ اور میں اس سے بیزار ہوں گا۔

Marfat.com

روایت ۱۲:

رسول خدا (ص) روزے باصحابہ نشستہ بود از ہر جانب سخنی در پیوستہ از جملہ سخن متعہ درمیاں آمد آنحضرت فرمود اے مرداں: ہیچ میدانید کہ متعہ را چہ فضیلت و ثواب است گفتند نہ یا رسول اللہ! فرمود جبرئیل اکنوں بر من نازل شد وگفت اے محمد! حق سبحانہ ترا سلام میرساند و تحیۃ و اکرام میفرماید و میفرماید کہ امت خود را بمتعہ کردن امر کن۔ کہ آں از سنن صالحاں است۔ ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ نکردہ باشد حسنات او در بقدر ثواب متعہ ناقص باشد۔ اے محمد (ص)! درہمی کہ مومنی صرف متعہ کند نزد حق تعالیٰ افضل از ہزار درہم است کہ در غیر آں انفاق نماید۔ اے محمد! در بہشت جمعے از حور العین ہستند کہ حق تعالیٰ ایشاں را برائے اہل متعہ آفریدہ اے محمد! (ص) چوں مومنے مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود بر نخیزد تا آنکہ حق تعالیٰ او را بیامرزد و آں مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی از آسمان ندا کند کہ اے بندۂ مومن حق تعالیٰ میفرماید کہ اے بندۂ مومن من متعہ کردہ ای بامید ثواب من ہر آئینہ امروز ترا مسرور سازم بتکفیر سیئات تو و مضاعف حسنات تو و از صادق (ع) مرویست کہ متعہ از دین ما است و دین آبا ما۔ ہر کہ باں عمل کند بدین ما عمل کردہ باشد و ہر کہ انکار کند انکار دین ما کردہ و بغیر از دین ما اعتقاد نمودہ بدرستی کہ متعہ تو است در سلف و امان است از شرک۔ (ص ۴۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ رونق افروز تھے اور ادھر اُدھر کی مختلف باتیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلاتے متعہ بھی زیر بحث آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے۔ کہ متعہ کی فضیلت کیا ہے۔ اور اس کا ثواب کس قدر ہے؟ انہوں نے کہا نہیں کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی جبرئیل آیا۔ اور اللہ کا سلام و اکرام دے کر کہا

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اپنی امت کو متعہ کرنے کا حکم دیں۔ کیونکہ وہ صالحین کی سنت ہے۔ جو بروز قیامت میرے پاس آیا۔ اور اس نے متعہ نہ کیا ہو گا تو اس کی نیکیوں میں متعہ کی نیکی نہ ہو گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک درہم جو کوئی مومن متعہ کرنے میں خرچ کرے گا۔ کسی دوسری جگہ میں ہزار درہم کے خرچ کرنے سے افضل ہو گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے عقد متعہ کرے گا۔ اور پھر متعہ میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ متعہ سے فراغت سے قبل ہی اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور وہ مومن عورت جس سے متعہ کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی بخشی گئی۔

ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا۔ کہ مومن آدمی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومن بندے! چونکہ تو نے ثواب کی غرض سے متعہ کیا ہے۔ لہٰذا میں آج تیرے تمام گناہ معاف کر کے تجھے خوش کرتا ہوں۔ اور تیری نیکیوں کو دگنا کر کے تجھے مسرت عطا کرتا ہوں

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ متعہ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین میں سے (ایک اہم کام) ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا۔ اس نے ہمارے دین پر عمل کیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ اس نے ہمارے دین کا انکار کیا۔ اور اس دین کا اقرار کیا۔ جس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں یہ بات حق ہے۔ کہ متعہ اسلاف (گزرے ہوئے نیک لوگ) میں قریب العمل تھا۔ اور اس کی بجا آوری میں شرک سے امن مل جاتا ہے۔

متعہ سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔

روایت ۱۲:

ودولد متعہ افضل است از ولد زوجۂ دائمہ و منکر آں مرتد و کافر است۔

(تفسیر منہج الصادقین ص ۴۹۲ جلد دوم۔ سورۃ النساء الجزء الخامس مطبوعہ تہران)

Marfat.com

ترجمہ:

متعہ کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ بچی اس بچہ بچی سے کہیں بہتر ہے۔ جو دائمی نکاح کے ذریعہ کسی عورت کے ہاں پیدا ہو۔ اور اس افضیلت کا منکر مرتد اور کافر ہے۔

منہج الصادقین سے مذکورہ نو عدد روایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والے پر دوزخ حرام ہے۔

۲۔ تین مرتبہ متعہ کرنے والا یقیناً جنتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں ملاقات کرے گا۔

۳۔ ایک دفعہ متعہ کرنے سے مرتبۂ حسینی، دو مرتبہ متعہ کرنے سے مرتبۂ حسنی، تین دفعہ متعہ کرنے سے مرتبۂ حیدری اور چار دفعہ متعہ کرنے سے مرتبہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ملتا ہے

۴۔ متعہ نہ کرنے والے کو قیامت کے دن ناک، کان کٹے کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ یعنی اس کا مثلہ کیا جائے گا۔ جو کہ دین اسلام میں حرام ہے۔ لیکن شیعہ لوگوں کے نزدیک یہ قیامت کو بھی واقع ہوگا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعہ ایک مخصوص تحفہ عطا فرمایا۔ جو آپ سے پیشتر کسی بھی پیغمبر کو عطا نہ ہوا۔ لہٰذا اس مخصوص تحفہ پر رات دن عمل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پروردگار عالم کو راضی کرنا چاہیئے۔ اور اس سے روگردانی کر کے دوزخ کے مستحق نہ بنیں۔

Marfat.com

۶۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے زیادہ اشرف واکرام ہیں۔ اس لیے آپ کو متعہ جیسا اشرف واکرم تحفہ دیا گیا۔

۷۔ متعہ کرنے والے دونوں مرد اور عورت کے غسل کے وقت گرنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہو کر اُن کے لیے تا قیامت ذکر و تسبیح کرتا رہتا ہے جس کا ثواب ان دونوں کے نامۂ اعمال میں درج کیا جائے گا۔

۸۔ متعہ کرتے وقت ایک بوسہ لینا۔ حج وعمرہ کے ثواب سے کم نہیں۔ اور متعہ میں مشغول ہونے والے سے ہر شہوانی حرکت پر ایک عظیم پہاڑ کے برابر نیکی وثواب کا وعدہ ہے

۹۔ متعہ میں معاونت اور اس کے لیے راستہ ہموار کرنے والا متعہ کرنے والے دونوں کے ثواب کے برابر ثواب لوٹے گا۔

۱۰ متعہ کرنے والے کے نہانے سے ہر قطرہ پر ایک فرشتہ کے پیدا ہونے اور اس کی تسبیح کا انکار کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ماننے والوں (شیعوں سے خارج ہے۔

۱۱۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق متعہ دینِ آئمہ کا جزء ہے۔ اور اس کی جزئیت کا منکر دین سے خارج ہے۔

۱۲۔ متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد سے کہیں بہتر ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے۔ تو وہ مرتد اور کافر ہے۔

۱۳۔ جو شخص متعہ نہ کرے وہ ہرگز شیعہ کہلانے کا حقدار نہیں۔

۱۴۔ متعہ کرنے سے سابقہ زندگی کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز چھوڑی ہے زکوٰۃ نہیں دی حج سے اعراض کیا ہے۔ جھوٹ اور غیبت کا ارتکاب کیا ہے اور دنیا جہان کا ہر گناہ دامنِ معصیت میں لپیٹ لیا ہے۔ تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بس متعہ کر لو سب گناہ معاف، شائد اسی لیے شیعہ فرقہ نماز

Marfat.com

وغیرہ میں سستی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ انہیں متعہ ہی کافی ہے۔

۱۵۔ وہ ایک درہم جو متعہ والی عورت کو بطور "فیس" ادا کیا جاتا ہے۔ کسی اور جگہ ہزار درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ یعنی راہ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے وہ ثواب نہ ملے گا۔ جو متعہ میں ایک درہم صرف کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۶۔ جنت میں کچھ حوریں ہیں جو اللہ نے صرف متعہ کرنے والوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بلندی حاصل ہوتی ہے

وسائل الشیعہ:

عَنْ صَالِحِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لِلْمُتَمَتِّعِ ثَوَابٌ قَالَ اِنْ كَانَ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ خِلَافًا عَلٰى مَنْ اَنْكَرَهَا لَمْ يُكَلِّمْهَا كَلِمَةً اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَلَمْ يَمُدَّ يَدَهُ اِلَيْهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ حَسَنَةً فَاِذَا دَنٰى مِنْهَا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ بِذٰلِكَ ذَنْبًا فَاِذَا اغْتَسَلَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ بِقَدْرِ مَا مَرَّ مِنَ الْمَاءِ عَلٰى شَعْرِهِ قُلْتُ بِعَدَدِ الشَّعْرِ قَالَ بِعَدَدِ الشَّعْرِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۴۴۲
کتاب النکاح باب استحباب المتعہ)

Marfat.com

ترجمہ:

صالح بن عقبہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے میں نے متعہ کرنے والے کے ثواب کے بارے میں پوچھا۔ کہ کیا اُسے اس پر ثواب ہوگا؟ فرمایا۔ اگر وُہ متعہ اس نیت سے کرتا ہے۔ کہ اس سے اللہ راضی ہو جائے۔ اور جو متعہ کے منکر ہیں۔ ان کی مخالفت ہو جائے۔ (تو اس کا بہت ثواب ہے تفصیل یہ ہے) عورت کے ساتھ جتنی باتیں کرے گا۔ اس کے ایک ایک کلمہ پر ایک ایک نیکی ملے گی۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ تو اُسے ہاتھ لگنے سے پہلے ایک نیکی اِسے عطا ہو جائے گی۔ پھر جب اس کے قریب جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ فراغت پر جب غسل کرے گا۔ تو پانی کے ہر اس قطرے کے موافق اس کی مغفرت ہو گی۔ جو اس کے بالوں پر سے گزرا۔ میں نے پوچھا۔ بالوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ فرمانے لگے۔ ہاں۔ بالوں کی تعداد کے برابر۔

متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرہ سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے۔ جو اس کے لیے تا قیامت مغفرت مانگیں گے

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ ثُمَّ اغْتَسَلَ اِلَّا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ کُلِّ قَطْرَۃٍ

Marfat.com

تَقْطُرُ مِنْهُ سَبْعِيْنَ مَلَكًا يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَلْعَنُوْنَ مُتَجَنِّبَهَا اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۴۴۲ کتاب النکاح۔)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو مرد متعہ کرتا ہے۔ پھر غسل کرتا ہے۔ تو اس کے غسل کے پانی کے ہر ایک قطرہ پر اللہ تعالیٰ ستر فرشتے پیدا فرماتا ہے۔ یہ فرشتے قیامت تک متعہ کرنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو متعہ سے اجتناب کرتا ہے۔ اس پر قیامت کے قائم ہونے تک لعنت بھیجتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ:

باپ (امام محمد باقر) کی روایت سے متعہ کرنے والے کی مغفرت اور درجات کی بلندی ثابت ہوئی تھی۔ اور بیٹے (امام جعفر صادق) کی روایت سے کروڑوں فرشتے پیدا ہو کر متعہ کرنے والے کی مغفرت اور اس سے منہ موڑنے والے پر تا قیامت لعنت کرتے ہیں۔ ان فوائد وافرہ وکثیرہ کی کسے ضرورت نہیں۔ کون ہے جسے اپنے گناہوں کی مغفرت مطلوب نہ ہو۔ اور کون ہے جو فرشتوں ایسی معصوم مخلوق کی لعنت سے بچنا نہ چاہتا ہو۔ جب شیعیت میں یہ سب کچھ صرف متعہ کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر آسانی کیا ہوگی لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ عراقی، شامی اور لبنانی شیعہ اپنی مغفرت کیوں نہیں پسند کرتے۔ اور وہ مغفرت کے ہی سبب عظیم کو اپنے دین کی توہین کہتے ہیں۔

Marfat.com

مختصر یہ کہ "متعہ" کی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آ سکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے۔ کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "متعہ" کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بدمعاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے تو ل مآخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار

Marfat.com

فصل ہفتم

ائیر جاڑوی شیعی کی تصنیف

"جواز متعہ" کی کذب بیانیاں

ضلع بھکر کے ایک قصبہ منکیرہ میں ایک مرتبہ تبلیغی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولینا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منکیرہ، مولینا غلام رسول اور محمد رمضان عطشی (ایم۔اے تاریخ) نے اصرار کیا۔ کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جواز متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب آنا چاہیئے۔ بہرحال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ اگر کوئی نئی دلیل ہوئی۔ تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں ہوئیں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔

اب جبکہ "فقہ جعفریہ" کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ بحث "باب النکاح" تک پہنچ چکی تھی تو مجھے ائیر جاڑوی کا مذکورہ کتابچہ

Marfat.com

مختصر یہ کہ ”متعہ“ کی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا الزام نہ آسکے۔ اور عیش وعشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے۔ کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”متعہ“ کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بدمعاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے اول تا آخر اس کی اباحت واجازت خودساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِى الْاَبْصَار

Marfat.com

فصل ہفتم

ائیر جاڑوی شیعی کی تصنیف

"جواز متعہ" کی کذب بیانیاں

ضلع بھکر کے ایک قصبہ منکیرہ میں ایک مرتبہ تبلیغی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولینا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منکیرہ، مولینا غلام رسول اور محمد رمضان عطشی (ایم۔اے تاریخ) نے اصرار کیا۔ کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جواز متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب آنا چاہیئے۔ بہرحال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ اگر کوئی نئی دلیل ہوئی۔ تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں ہوئیں تو میں اس سے قبل مُتعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔

اب جبکہ "فقہ جعفریہ" کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ بحث "باب النکاح" تک پہنچ چکی تھی تو مجھے ائیر جاڑوی کا مذکورہ کتابچہ

Marfat.com

یاد آیا، اُسے پڑھا۔ دلائل پر نظر دوڑائی۔ تو اس کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی۔ کہ اس میں جواز متعہ کے دلائل کو انوکھے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ کچھ اس طرح کہ اسمائے رجال کی کتب سے مختلف حوالہ جات کے ذریعہ بعض رواۃ کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی۔ اس سے یہ معلوم بھی ہوا۔ کہ جاڑوی کو اس فن سے واجبی سی واقفیت بھی نہیں۔ اسی کتابچہ کے آخر میں ایک مکارانہ اعلان بھی جڑ دیا۔ جس کا عنوان "مخلصانہ اپیل" ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"میں نے اس رسالہ میں کسی فرقہ اسلامیہ کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ لیکن جھنگ کے مولوی بہت گندی زبان استعمال کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ جب میرا یہ رسالہ مارکیٹ میں آئے گا۔ تو یہ سُنی علماء بجائے اس کے کہ اس کا جواب دیں یہ جواب نہیں دیں گے بلکہ عدالت کی طرف رجوع کریں گے۔ کہ اُسے ضبط کر لیا جائے۔ لیکن اس کو ایسے نہیں چاہیئے۔ بلکہ ان کو چاہیئے کہ حکومت کو درمیان میں لانے کی بجائے فقہ جعفریہ کے مسلمہ مفسرین مسلمہ مجتہدین اور مسلمہ صحابہ کرام کے تفسیری اقوال اور ائمہ اہل بیت سے نقل کردہ روایات سے متعہ کا عدم جواز ثابت کریں۔ چشم ما روشن و دل ما شاد۔"

ہم نے اس رسالہ کا مکمل طور پر مطالعہ کر کے اس میں مذکور چند کذب بیانوں اور فریب کاریوں کو یکجا جمع کر کے ہر ایک دھوکہ اور کذب بیانی کو اس کے عنوان سے لکھا اور پھر اس کا جواب سپرد قلم کیا ہے۔ ہم نے سوچا تھا۔ کہ رسالہ مذکورہ کے الفاظ و معنی دونوں پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ لیکن الفاظ کی بحث کو چھوڑ کر صرف معانی کی بحث پر اکتفا کیا گیا۔ حق کے متلاشی اور غیر متعصب حضرات اگر دونوں رسالہ جات کے مضامین کو سامنے رکھیں گے۔ تو امید قوی ہے۔ کہ حق و باطل کے درمیان ان کے لیے امتیاز کرنا کوئی مشکل نہ رہے گا۔ (و باللہ التوفیق)

Marfat.com

کذب بیانی

اور

دھوکہ دہی

اثیر جاڑوی نے اپنے رسالہ جواز متعہ میں ص ۱۰ سے لے کر ۲۱ تک آیات قرآنیہ سے جو جواز متعہ پر پانچ عدد دلائل پیش کیے ہیں ان کے ترتیب وار جوابات۔

جواز متعہ

دلیل اوّل

اس وقت کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ لوگوں میں جس متعہ کا رواج تھا اور لوگ ایک مدت مقررہ کیلئے نکاح کر لیتے تھے۔ آیت کا انداز بیان بھی واضحًا اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ متعہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ایک عادتِ جاریہ ہے۔ اس لیے آیت نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ تم جو متعہ کرتے ہو اس میں عورت کی اُجرت کو ملحوظ رکھو اور ٹال مٹول نہ کرو۔ بلکہ اجرت دینا فریضہ واجبہ ہے۔

دلیل دوم

استمتاع عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور زبان کے لفظ کو اسی معنی میں استعمال

Marfat.com

کرنا ہوگا جس معنی میں عوام استعمال کرتے ہیں رفائے عمومی کے خلاف استعمال کرنا ہو تو اس کے لیے کسی ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو غیر مستعمل معنی میں استعمال کرنے کی وجہ جواز بن سکے جبکہ آیت متعہ میں استمتاع کو نکاح دائمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور نکاح دائمی میں استعمال کرنے کی نہ کوئی وجہ جواز ہے اور نہ کوئی دلیل۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی وہی کرنا ہوگا جو عرب کا عرف عام کیا کرتا تھا۔ اور وہ ہے متعہ۔

دلیل چہارم:

آیت میں اُجُوْرَهُنَّ (میعادی نکاح والی عورتوں کی اجرت) اس حقیقت کی کھلی دلیل ہے۔ کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں۔ بلکہ میعادی نکاح متعہ ہے کیونکہ دائمی نکاح کے لیے نہ تو کسی آیت، نہ کسی حدیث، اور نہ ہی کسی عرب کے قول میں اجرت کا لفظ بولا گیا ہے۔ بلکہ دائمی نکاح کے لیے صدق یا مہر کا لفظ آتا ہے۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی دائمی نکاح اور اُجُوْرَهُنَّ کا معنی مہر کرنا ایسا معنی ہے جو نہ صرف بلا دلیل ہے۔ بلکہ مقصود ذات احدیت، سنت رسول اور عمل صحابہ کے صریح خلاف ہے۔

دلیل پنجم:

آیت کا سیاق و سباق بھی بتا رہا ہے۔ کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں بلکہ میعادی نکاح ہے۔ کیونکہ آیت ۲۳ سے ۲۷ تک اُن عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح جائز نہیں۔ بوقتِ طلاق عورت کو دیئے گئے مال کی واپسی سے ممانعت ہے۔ جن عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ وہ یہ ہیں۔ والدہ کی منکوحہ نسبتی ماں، رضاعی ماں، بیٹی، بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی

Marfat.com

بھانجی، ساس، بہو، کسی کی منکوحہ، دونوں بہنوں کا جمع کرنا۔ اس فہرست کے بعد ارشاد فرمایا۔

اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ۔ علاوہ ازیں تمہارے لیے ہر عورت سے نکاح جائز ہے۔ اب چونکہ یہ حکم نکاح دائمی کا تھا۔ اور میعادی نکاح کا بیان اس میں نہیں آتا تھا۔ اس لیے ذات احدیت نے بطور خاص آخر میں حکم متعہ ارشاد فرمایا۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ اگر تم متعہ کرو۔ تو واجب ہے کہ جس عورت سے متعہ کر رہے ہو۔ اس کی اجرت اسے ادا کر دو۔ امید ہے۔ جناب والا کے ذہن میں ذات احدیت کی تقسیم آگئی ہوگی کہ نکاح کی دو قسمیں ہیں۔ دائمی اور میعادی۔ دائمی نکاح حق مہر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور حق مہر نکاح میں میعادی نہیں اجرت ہوتی ہے۔ آخر میں اللہ نے عورتوں کی ایک اور قسم بتائی۔ جن سے نکاح جائز ہے۔ لیکن پہلی دو اقسام کی طرح اس قسم کو مطلق ادا کرنے کی بجائے مشروط قرار دیا ہے۔ اور شرائط بھی بیان فرما دیئے ہیں۔ کہ جس شخص میں وہ شرائط موجود ہوں کنیزوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور جس میں وہ شرائط موجود نہ ہوں کنیزوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ آخر میں میں بطور اختتام بتایا۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔

ترجمہ:

اللہ تمہیں پہلے لوگوں کے راستے بتانا چاہتا ہے۔ ان آیات میں غور و فکر سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ آیت میں لفظ استمتاع کا معنی میعادی نکاح ہے۔

Marfat.com

دائمی نکاح نہیں اور میعادی نکاح کا دوسرا نام متعہ ہے۔ جواز رو سے نص قرآن جائز ہے۔ اور اسے منسوخ نہیں کیا گیا

(جواز متعہ ص ۱۴ تا ۱۵)

دلیل اوّل کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے ہی چلا آرہا ہے الخ۔ یہ بات نہ ہم اہل سنت کے لیے مضر ہے اور نہ اہل تشیع کے لیے مفید کیونکہ دور جہالت میں مروج امور اسلامی امور قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ ہاں اگر اسلام اُن سے منع کرے تو ان کے کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن اس کی حرمت کا اعلان فرما کر اس کی اباحت وغیرہ کو ہمیشہ کے لیے دفن فرما دیا۔ اس اعلان کی شہادت جس طرح کتب اہل سنت دیتی ہیں کتب شیعہ میں بھی یہ بالتصریح موجود ہے۔ حوالہ کے لیے الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲ ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱ پر بھی اس کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

دلیل دوم کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے متعہ معروفہ کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں بھی اس کا معنی میعادی نکاح (متعہ معروفہ) ہی ہے۔ الخ۔
مذکورہ عبارت میں دو امور ہیں۔ اول یہ کہ لفظ استمتاع متعہ معروفہ میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ دیگر معنی میں نہیں۔ اور دوسرا امر یہ کہ قرآن کریم نے بھی اسے اسی معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔
ان دونوں امور کی تردید ہم قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں۔ پارہ ۵ رکوع ۱۵

Marfat.com

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ۔ انہوں نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا (ترجمہ مقبول) شیعہ مترجم نے استمتاع کا معنی نفع اٹھانا کیا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ کیونکہ اگر اس لفظ کے حروف زائدہ کو نکال دیا جائے اور اصلی حروف باقی رکھیں۔ تو م۔ ت۔ ع مادہ نکلے گا۔ اس کا معنی نفع ہے اور اگر آیت مذکورہ میں استمتاع کا معنی بقول جاڑوی متعہ معروفہ کیا جائے۔ تو پھر اپنے حصہ کے ساتھ میعادی نکاح (اجرت طے کرکے) کرنا پڑے گا۔ اس سے وطی کرنا پڑے گی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ استمتاع کے متعہ معروفہ کے علاوہ اور معانی بھی ہیں استمتاع کی طرح لفظ متاع بھی ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ۔

(پ۲ رکوع ۱۵)

ترجمہ:

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیکی کے ساتھ نفع پہنچانا ہے

(ترجمہ مقبول)

اسی آیت کے مضمون سے "متعۃ الطلاق" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔
ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ

(پ۲ ع ۱۵)

ترجمہ:

ان کو نیکی کے طور کچھ نفع پہنچاؤ۔ صاحب قدرت (مالدار) پر اس کی حیثیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں مذکور لفظ استمتاع، متاع، متعہ نفع پہنچانے کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اگر جاڑوی کو اصرار ہو۔ کہ ان سب مقامات پر "متعہ معروفہ" ہی مراد ہے۔ اور پھر بھی اصرار ہو۔ کہ متعہ معروفہ قرآن کی نص سے جائز ہے۔ تو پھر اس متعہ معروفہ کا اجر و ثواب بھی قرآن سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ۔

(پ۱۳ ع ۱۷)

ترجمہ:

تم کہہ دو کہ (چند روزہ) نفع اٹھاؤ کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم ہی کی طرف ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اب آیئے ذرا جاڑوی صاحب کے ادعاء کے مطابق ترجمہ کریں۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے! میعادی نکاح (متعہ معروفہ) کرتے رہو۔ آخر تو یقیناً تمہیں جہنم کی طرف پھرنا ہے۔ گویا متعہ کرنے والے پکے جہنمی ہیں۔ کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے متعہ کرنے والوں کے لیے کیسی بہترین خوش خبری سنائی ہے جاڑوی اور اس کے ہم نواؤں کو اپنے ضابطے کے تحت اس کی مبارک ہو۔

دلیل سوم کا جواب:

اثیر جاڑوی کے بقول استمتاع کا معنی "متعہ معروفہ" ہی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف دوسرا معنی لینا پڑے۔ تو اس کے لیے کوئی وجہ جواز یا قرینہ و دلیل ہونی چاہیے اور یہ کہ آیت استمتاع میں دوسرے معنی کی کوئی وجہ جواز نہیں الخ۔

جہاں تک لفظ استمتاع کا معنی صرف میعادی نکاح لیا گیا۔ ہم نے اس کا ابطال قرآن کریم سے پیش کر دیا ہے۔ اب آیت مذکورہ میں اس سے مراد "دائمی نکاح"

Marfat.com

ہونے پروجہ جواز اور دلیل و قرینہ کا ہونا تو اس کے لیے اسی آیت کے ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ ذکر فرمائے۔ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ ۔ یعنی عورت محرم کے سوا دوسری سے استفادہ اور حصول منافع کی غرض یہ ہے کہ تم اس طرح پاکدامنی کا حصول کرو۔ اور حرام کاری یعنی ضیاع نطفہ سے بچ جاؤ۔ لہٰذا یہ دو لفظ استمتاع کی بھی غرض و غایت بیان کر رہے ہیں اس لیے ایسا استمتاع جس میں محض شہوت رانی اور وقتی اُبال ٹھنڈا کرنا ہو۔ وہ عنداللہ درست ہی نہیں اور متعہ معروفہ یا بقول جاڑوی میعادی نکاح اپنے نام سے اپنی غرض بیان کر رہا ہے۔ کہ محض وقت پاس کرنا ہے اور اس کے لیے اُجرت طے کرنا ہے۔ اور اگر اس سے مراد نکاح دائمی لیا جائے۔ تو اُن دونوں الفاظ پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اب وجہ جواز آپ کے خیال میں آگئی ہو گی۔ اگر صدق دل سے یہ چاہت تھی۔ کہ وجہ جواز مل جائے۔ تو استمتاع سے مراد "نکاح دائمی" ہوگا۔ وہ ہم نے بیان کر دی ہے۔ اب تمہاری نیت اور عقیدہ ہے جو چاہو اختیار کرو۔

دلیل چہارم کا جواب:

دھوکہ دیتے ہوئے اثیر جاڑوی نے اپنی تائید کے لیے لفظ اُجُوْرَهُنَّ کو دلیل بنایا۔ اور کہا کہ نکاح دائمی کے حق مہر کے لیے لفظ اجرت استعمال نہیں ہوا۔ الخ

قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والا اس امر سے بخوبی آگاہ ہوگا۔ کہ یہ دلیل بھی ان دلائل کی طرح ایک فریب ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں کئی جگہ پر نکاح دائمی میں حق مہر کے لیے "اجرت" کا لفظ مذکور ہے۔

۱۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

Marfat.com

بِالْمَعْرُوْفِ (پ ۵ ع ۱)

ترجمہ:

پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر نیکی کے ساتھ اُن کو دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۔ (پ ۲۸ ع ۲)

ترجمہ:

اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ کہ تم ان سے نکاح کرو جبکہ تم ان کو مہر دے دو۔ (مقبول شیعی)

۳۔ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ ۔

(پ ۲۲ ع ۲)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے مہر دے چکے ہو۔ (مقبول شیعی)

مذکورہ تین آیات قرآنیہ میں لفظ اُجرت استعمال ہوا۔ پہلی دو آیات میں بالتصریح لفظ نکاح کے ساتھ اور تیسری آیت میں لفظ زوجیت کے ساتھ ہے۔ زوجیت بھی نکاح کا ہی اثر ہے۔ میعادی نکاح میں زوجیت کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا لہذا معلوم ہوا۔ کہ اجرت کا لفظ صرف متعہ معروفہ کے لیے اور مہر و صدوق کا لفظ صرف نکاح دائمی کے لیے مخصوص کر دینا قرآن کریم کی تکذیب کے مترادف ہے۔ اور سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی جاہلانہ کوشش ہے۔

Marfat.com

دلیل پنجم کا جواب :

آیت استمتاع کا سیاق و سباق بتا رہا ہے۔ کہ اس سے مراد متعہ (میعادی نکاح) ہے۔ الخ

سیاق و سباق مختصر یوں ہے کہ سورۃ النساء میں ابتداءً نکاح میں بیک وقت کتنی عورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کی تعداد بیان فرمائی۔

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔

ترجمہ :

یعنی تم اپنی پسند کی دو، تین یا چار عورتیں بیک وقت نکاح میں لا سکتے ہو۔

یہاں لفظ نکاح فرما کر میعادی نکاح کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔ پھر حق مہر کے مسائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد کچھ آیات کو چھوڑ کر ان عورتوں کا ذکر ہے۔ جن سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کے تذکرہ کے بعد اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ الخ فرما کر ان عورتوں کی نشاندہی فرما دی۔ جن سے نکاح دائمی کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے متصل فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ الخ الفاظ پچھلے مضمون کے بالکل متصل ایک ہی آیت میں وارد فرمائے۔ اور ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ حرف ”فاء“ ما بعد کو اپنے ماقبل سے حکم میں ملاتا ہے۔ اور ماقبل کی ہی تفسیر کرتا ہے۔ اور ”مِنْهُنَّ“ میں ضمیر هُنَّ کا مرجع بھی وہی عورتیں ہیں۔ جو احل لکم ما وراء الخ سے مراد ہیں اور ان عورتوں سے غرض انتفاع اور استمتاع بھی یہ بیان فرمائی کہ پاکدامنی، پیش نظر ہونی چاہیئے۔ نہ کہ شہوت رانی اور وقتی تسکین۔ لہٰذا یہ سیاق و سباق

Marfat.com

داخل کرتا ہے۔ کہ محرمات ابدیہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے دو اقسام کی عورتیں، احصان اور عدم سفاح کے پیش نظر جائز ہیں۔ ایک تمہاری مملوکہ کنیزیں اور دوسری وہ آزاد عورتیں جن سے تم نیکی کی نیت سے اور پاکدامنی کی غرض سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔ اگر ایسا ارادہ ہو۔ تو ان کے مقررہ حق مہر ان کے سپرد کر دو۔ سیاق و سباق ہم نے پیش کر دیا۔ اور اس کے مطالعہ کے بعد آیت میں استمتاع سے مراد قارئین خود سمجھ جائیں گے ممکن ہے۔ اثیر جاڑوی کو سمجھ نہ آئے۔ کیونکہ وہ تو شوقِ متعہ میں اندھا ہو رہا ہے۔ البتہ غیر جانبدار اس سے صحیح سمجھے گا۔ کہ تمام احکام نکاحِ دائمی کے بیان میں ہو رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۲)

تفسیر طبری کی عبارت سے جوازِ متعہ ثابت کرنے کی کوشش

کتاب جواز متعہ

اب ایک نگاہ میں اُن ائمہ تفسیر میں سے کہ جن محقق علماء نے آیت میں استمتاع کا معنی متعہ کیا ہے۔ صرف علامہ محمد ابن جریر طبری کی تفسیر جامع البیان سے چند ایک کی نشاندہی زیادہ مناسب رہے گی کیونکہ سوادِ اعظم کی نگاہ میں علامہ محمد ابن جریر طبری قابل اعتماد افراد میں سے ایک ہیں۔ معنائے استمتاع میں طبری کی تفسیری روایات۔

۱۔ طبری نے اپنے سلسلہ سند سے سُدی سے روایت کی ہے۔ سُدی کہتا ہے فما استمتعتم به منهن کی آیت سے مراد متعہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرد، عورت کے ساتھ مدتِ معینہ تک کے لیے نکاح کرے جبکہ دو گواہ موجود ہوں۔ اور عورت کے ولی سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔ مدت گزرنے کے بعد عورت اور مرد میں کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ عورت مرد سے بری ہو گی

Marfat.com

اور عورت کو استبراء کرنا ہوگا۔ اور ان کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

۲ - طبری نے اپنے ذریعہ سند کی بنا پر مجاہد سے نقل کیا ہے۔ کہ فما استمتعتم به منهن سے مُراد نکاح متعہ ہے۔

۳ - طبری نے ابو ثابت سے روایت کی ہے۔ کہ ابو ثابت کہتا ہے۔ کہ ابن عباس نے مجھے قرآن کا ایک حصہ دیا اور کہا کہ یہ قرآن ہے۔ جو بعینہٖ پڑھ کر مجھے سنایا۔ اور اس میں فما استمتعتم به منهن اجور هن الی اجل مسمی ہے۔ الی اجل مسمّی (مدت معینہ تک) قرآن کے الفاظ نہیں بلکہ اُبیؔ کا ذاتی تشریحی اور تفسیری فقرہ ہے۔ جس کا مقصد آیت سے نکاح متعہ ثابت کرنا ہے۔

۴ - طبری نے ابو نضرہ سے نقل کیا ہے۔ کہ ابو نضرہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ابن عباس سے نکاحِ متعہ کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عباس نے کہا۔ کہ تو سورۃ النکاح نہیں پڑھا کرتا ابو نضرہ نے کہا۔ کیوں نہیں۔ پڑھتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا۔ فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمّی کبھی نہیں پڑھا۔

۵ - طبری نے مختلف سلسلہ سند سے حدیث نمبر ۴ کے الفاظ میں حدیث بیان کی ہے۔

۶ - طبری نے حدیث نمبر ۳ کے الفاظ میں بعینہٖ ایک حدیث مختلف سلسلہ سند سے بیان کی ہے۔

۷ - طبری نے عمیر سے اور عمیر نے ابن عباس سے روایت نمبر ۳ کی طرح روایت کی ہے۔

۸ - طبری نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔ قتادہ کا بیان ہے۔ کہ ابی ابن کعب کے مصحف میں۔ میں نے ابن عباس سے نقل شدہ حدیث نمبر ۴ کی طرح خود دیکھا ہے۔

Marfat.com

۹ - طبری نے ابواسحق سے اور ابواسحق نے ابن عباس سے بعینہ حدیث نمبر ۳ کی طرح ایک حدیث بیان کی ہے۔

۱۰ - طبری نے شعبہ سے نقل کیا ہے۔ شعبہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حکم سے پوچھا کیا آیت متعہ منسوخ ہے؟ حکم نے جواب دیا حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اگر عمر متعہ کو حرام قرار نہ دیتا تو کوئی بدبخت ہی ارتکاب زنا کرتا۔

۱۱ - طبری نے عمرو ابن مرہ سے نقل کیا ہے۔ عمرو کہتا ہے۔ کہ میں نے سعید ابن جبیر سے آیت متعہ کی تلاوت بعینہ حدیث نمبر ۴ کی طرح معہ تشریحی الفاظ اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی (مدت معینہ تک) سنی ہے۔

علامہ طبری کی ان گیارہ روایات جن میں سے مفہوم تو تمام کا ایک ہی ہے۔ البتہ الفاظ اکثر تو ایک جیسے ہیں جبکہ بعض احادیث کے الفاظ مختلف ہیں۔ اور سلسلہ سند تمام کا جدا جدا ہے۔ کا مقصد واضح اور غیر مبہم یہی ہے۔ کہ متعہ جائز اور غیر منسوخ ہے۔ یہ تمام روایات تفسیر قرآن میں آئی ہیں۔ اب کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اتنے صحابہ مع حبر الامت جناب عبداللہ بن عباس سب جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان تمام کو آیت متعہ منسوخ ہونے کا علم نہ تھا۔

ہمارا مقصد چونکہ متعہ کے بارے میں تمام پہلوؤں کو دیکھنا ہے۔ اور اس سلسلہ میں درست یا نادرست جو بھی مواد موجود ہے۔ اس کو پیش کر کے صحیح حکم شریعت اسلامیہ معلوم کرنا ہے۔ اس لیے علامہ طبری کی ان احادیث و روایات کو بھی پیش کرنے کے بعد آیت متعہ غیر منسوخ اور جواز متعہ کی دلیل بنتی ہے۔ اب علامہ طبری کی ان روایات کو بھی پیش کر رہے ہیں تاکہ برادران اہل سنت کو اس سلسلہ میں جو مغالطہ دیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بچ جائیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ طبری کو کل پانچ ایسی

Marfat.com

روایات مل سکی ہیں۔ جو حرمت متعہ کی دلیل میں انہوں نے پیش کی ہیں۔

۱۔ حسن سے روایت ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے

۲۔ مجاہد سے منقول ہے۔ کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے

۳۔ مجاہد سے مروی ہے۔ کہ آیت میں استمتاع سے مراد نکاح ہے۔

۴۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس نے فما استمتعتم کے الفاظ کے متعلق فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اگر کسی عورت سے نکاح دائمی ایک مرتبہ کرے تو اس عورت کا حق مہر مرد کے ذمہ واجب الادا ہو جاتا ہے۔ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں ارشاد قدرت ہے۔ اٰتوا النساء صدقٰتھن

۵۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس نے فما استمتعتم بہ منھن کے متعلق کہا کہ یہ نکاح دائمی ہے۔ اور قرآن میں نکاح دائمی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر تو بذریعہ نکاح دائمی کوئی عورت لے۔ اور اس سے لطف اندوز ہو جائے۔ تو اس کی اجرت حق مہر ادا کر۔ ہاں اگر عورت اپنی طرف سے ادا کردہ یا وعدہ کردہ حق مہر میں سے تجھے کچھ یا تمام معاف کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ نے عورت کے لیے عدت وفات اور میراث دونوں کو واجب قرار دیا ہے۔

÷

Marfat.com

جائزہ

ان پانچ روایات کا ہمیں جائزہ لینا ہوگا کہ حرمت متعہ کے تقاضے کیسے پورا کرتی ہیں؟ اور کیا ان سے حرمت متعہ ثابت ہو بھی سکتی ہے۔ یا نہیں؟ متن کے لحاظ سے ان روایات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی تین روایات میں یہ صراحت نہیں کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ بلکہ صرف لفظ نکاح ہے۔ اور لفظ نکاح سے مراد جس طرح دائمی نکاح لیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نکاح میعادی بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے پہلی تین روایات حرمت متعہ کے تقاضے پورا نہیں کرتیں۔ بلکہ ان تین روایات کو جس طرح حرمت متعہ کے لیے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ان تین روایات کو جواز متعہ کی دلیل بھی بنایا جا سکتا ہے۔ ان تین روایات میں نہ تو نکاح دائمی کا ثبوت ہے اور نہ نکاح میعادی کی نفی ہے۔ لہذا یہ تینوں روایات حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔ اب ان ہی آخری دو روایات ہیں جن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ اور اجرت سے مراد حق مہر ہے۔ تو حسب ذیل امور کی بنا پر یہ بھی حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔

۱۔ علامہ طبری کی وہ روایات جو انہوں نے جواز متعہ کے بارے میں نقل کی ہیں وہ تعداد میں گیارہ ہیں۔ اور جو حرمت متعہ کی متعلق روایات نقل کی ہیں۔ ان کی تعداد دو ہے۔ گیارہ اور دو کا مقابلہ کوئی دانش مند کرنے کی جسارت نہیں کرتا۔ ظاہر ہے۔ کہ جس طرف دو روایات ہیں ۔ وہ پہلو کمزور ہے۔ اور جس طرف گیارہ روایات ہیں۔ وہ پہلو طاقتور ہے۔ لہذا جواز متعہ کی گیارہ

Marfat.com

روایات کے مقابلہ میں حرمت متعہ کی دو روایات نہیں آسکیں۔ دو روایات کا چھوڑنا جتنا آسان ہے گیارہ روایات کا ترک کرنا اتنا مشکل ہے۔ اور یہ حقیقت ثبوت متعہ کی دلیل ہے۔

۲۔ جواز متعہ کے سلسلہ میں علامہ طبری کی نقل کردہ روایات ہیں۔ جن میں محدثین اثنا عشریہ علمائے فقہ جعفریہ، آئمہ اہل سنت اور علمائے سواد اعظم کا اتفاق کامل ہے۔ اور اسی کا نام اجماع امت ہے۔ جبکہ دو روایات اوّلاً تو امت محمدیہ کی ایک امت بڑی تعداد کے لیے قابل قبول نہیں۔ اور ثانیاً علمائے سواد اعظم نے بھی انہیں ماننے میں تامل سے کام لیا ہے۔ لہٰذا جواز متعہ کی روایات درست اور قابل قبول ہیں۔

۳۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں نقل ہونے والی دو روایات مخالف قرآن ہیں جبکہ جواز متعہ کی گیارہ روایات حکم قرآن کے مطابق ہیں۔ جو روایات حکم قرآن کے کھلی مخالف ہوں۔ دو تو کیا اگر دو سو بھی ہوں جب بھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ اور حکم قرآن کے موافق روایات گیارہ کی بجائے صرف ایک ہو جب بھی قابل قبول ہو گی۔ لہٰذا حرمت متعہ کی روایات ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے قابل رد ہیں۔ اور جواز متعہ کی روایات قابل قبول ہیں۔

۴۔ جواز متعہ کی روایات تعداد میں زیادہ ہونے، امت کے لیے اجماعی ہونے اور مطابق قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی قوی اور مضبوط ہیں کہ ان میں کسی قسم کی جرح و تنقید کی گنجائش نہیں جبکہ حرمت متعہ کی دو روایات تعداد میں کم ہونے، امت میں متنازع فیہ ہوتے اور مخالف قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی کمزور تر ہیں۔ کہ احادیث پر جرح و تنقید کے اصول کے سامنے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتیں۔ لہٰذا جواز متعہ کی احادیث

Marfat.com

صحیح اور حرمت متعہ کی روایات نادرست اور قابل رد ہیں۔

(جواز متعہ۔ مصنفہ اثیر جاڑوی شیعی از صفحہ ۱۴ تا ۲۴
مکتبہ انوار نجف دریا خان بھکر)

جواب:

جاڑوی شیعہ کی مذکورہ طویل ترین تحریر تین امور پر مشتمل ہے

امر اوّل

طبری میں آیت استمتاع سے مراد متعہ معروفہ کے حق میں گیارہ اور نکاح کے مفہوم پر پانچ روایات مذکور ہوئیں۔ موخرالذکر پانچ میں سے تین میں صرف نکاح لکھا ہے۔ جو میعادی اور دائمی نکاح دونوں پر بولے جانے کی وجہ سے مساوی ہوا۔ صرف دو روایات نکاح دائمی کے حق میں ہیں۔ اس لیے دو، گیارہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

امر دوم:

حلت متعہ کی روایات شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے یہ امر اجماعی ہوا۔

امر سوم:

طبری میں مذکور دو روایات، ہی نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہیں۔ جب کہ

Marfat.com

گیارہ عدد روایات ثبوتِ متعہ پر دلالت کرتی ہیں۔اور وہ دونوں قرآن کریم کی آیت کے بھی خلاف ہیں۔لہٰذا وہ قابل قبول نہیں۔

جوابِ امرِ اول

تعداد کی قلت اور کثرت کو روایات میں ترجیح اور عدم ترجیح کا معیار قرار دینا جاڑوی کا اپنے گھر کا ضابطہ اور قانون تو ہو سکتا ہے۔فنِ حدیث اور روایت میں اس نام کا کوئی قانون موجود نہیں۔اور ان روایات میں لفظ نکاح کو میعادی اور دائمی دونوں کے لیے مشترک ماننا اس کی دوسری جہالت ہے۔جس عورت سے نکاح دائمی ہو اسے منکوحہ کہتے ہیں۔اور جس سے وقتی ہو۔اُسے منکوحہ نہیں بلکہ متمتعہ یا مستاجرہ کہتے ہیں۔قلت و کثرت روایات کو معیار ترجیح ٹھہرانا جہالت ہے۔ہاں وصفِ عدالت وجہ ترجیح بن سکتی ہے۔علم اصول کی معتبر کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

نور الانوار

فَإِذَا وَقَعَ التَّعَارُضُ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ فَالتَّرْجِيْحُ لَا يَقَعُ بِفَضْلِ عَدَدِ الرُّوَاةِ وَبِالذُّكُوْرَةِ وَالْأُنُوْثَةِ وَالْحُرِّيَّةِ يَعْنِيْ إِذَا كَانَ فِيْ أَحَدِ الْخَبَرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ وَفِي الْآخَرِ قِلَّتُهَا أَوْ كَانَ رَاوِيْ أَحَدِهِمَا مُذَكَّرًا وَالْآخَرِ مُؤَنَّثًا أَوْ رَاوِيْ أَحَدِهِمَا حُرًّا وَالْآخَرِ عَبْدًا لَمْ يَتَرَجَّحْ أَحَدُ الْخَبَرَيْنِ عَلَى الْآخَرِ بِهٰذِهِ الْمَزِيَّةِ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَةَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ

Marfat.com

اَلْعَدَالَةَ وَهِيَ لَا تَخْتَلِفُ بِالْكَثْرَةِ وَالذُّكُورَةِ وَالْحُرِّيَّةِ فَإِنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ اَفْضَلَ اَكْثَرِ الرِّجَالِ وَبِلَالًا كَانَ اَفْضَلَ مِنْ اَكْثَرِ الْحَرَائِرِ وَجَمَاعَةَ الْقَلِيْلَةِ الْعَادِلَةِ اَفْضَلُ الْكَبِيْرِ الْعَاصِيَةِ وَفِيْ قَوْلِهٖ فَضْلُ عَدَدِ الرُّوَاةِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ عَدَدًا لَا يُتَرَجَّحُ عَلٰى عَدَدٍ بَعْدَ اَنْ كَانَ فِيْ دَرَجَةِ الْاٰحَادِ ۔

(نور الانوار ص ۲۰۵ مبحث التعارض ، سعید کمپنی)

ترجمہ:

جب دو خبروں (احادیث) کے درمیان تعارض واقع ہو جائے۔ تو ترجیح کا یہ طریقہ نہیں۔ کہ زیادہ راویوں والی کو ترجیح دی جائے ۔ مذکر راوی کے مقابلہ میں مونث کو ترجیح نہ ہو۔ آزاد راوی کی روایت غلام کی روایت سے راجح ہو جائے۔ مطلب یہ کہ دو متعارض خبریں ایسی ہیں۔ کہ ایک میں راویوں کی تعداد زیادہ اور دوسری میں کم یا ایک کا راوی مذکر اور دوسری کی مونث یا ایک کا راوی آزاد اور دوسری کا غلام تو اس اعتبار سے ترجیح نہ ہو گی۔ کیونکہ روایت کی ترجیح میں اصل اعتبار "عدالت" کا ہے۔ اور عدالت میں کثرت و قلت یا تذکیر و تانیث کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورت ہوتے ہوئے بہت سے مردوں سے افضل ہیں۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ باوجود غلام ہونے کے بہت سے آزاد لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور مختصر (افراد پر مشتمل) جماعت جو

Marfat.com

حامل ہو۔ ایسی جماعت سے افضل ہوتی ہے۔ جس کے افراد تو بہت زیادہ ہوں۔ لیکن ہوں فاسق و فاجر۔ اور راویوں کی تعداد کے زیادہ ہوتے ہوئے۔ اس کو فضیلت قرار نہ دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ جب راویوں کی تعداد ایک خبر واحد میں تھوڑی ہو۔ اور اس کے مقابل میں زیادہ۔ تو اس کمی بیشی کا روایت کی صحت و عدم صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

توضیح:

عبارت مذکورہ نے واضح کر دیا۔ کہ خبر واحد کے درجہ میں قلت و کثرتِ رواۃ یکساں ہیں۔ اگر ترجیح کی وجہ ہو گی۔ تو وہ ان کا عادل یا غیر عادل ہونا ہو گی۔ خبر واحد کے راویوں کی قلت و کثرت اس لیے کہا۔ کہ اگر کثرتِ راویان سے وہ خبر درجہ تواتر کو پہنچ جائے کہ جن کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا ناممکن ہو۔ تو اتنی کثرت اس روایت کو خبر واحد سے نکال کر خبر متواتر میں داخل کر دے گی۔

تو معلوم ہوا۔ کہ خبر واحد کے ہوتے ہوئے راویوں کی کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بہر حال خبر واحد ہی رہے گی۔ اس کی اصل تصدیق ہم خود ان شیعوں کی کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں۔

معالم الاصول

اصل وَخَبَرُ الْوَاحِدِ هُوَ مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ سَوَآءٌ كَثُرَتْ رُوَاتُهُ اَمْ قَلَّتْ وَلَيْسَ شَأْنُهُ اِفَادَةَ الْعِلْمِ بِنَفْسِهٖ۔

(معالم الاصول ص ۲۲۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

اصل۔ خبر واحد وہ ہوتی ہے۔ کہ جس کے راویوں نے تعداد حد تواتر تک نہ پہنچے۔ برابر ہے کہ راوی تعداد میں قلیل ہوں یا کثیر۔ اور یقین کا فائدہ دینا اس کی شان نہیں ہے۔

توضیح:

اثیر جاڑوی نے راویوں کی قلت اور کثرت کو جو معیار صحت اور عدم صحت قرار دیا خود ان کے مسلک کی اہم کتاب اس کی تردید کرتی ہے۔ اور ببانگ دہل کہہ رہی ہے۔ کہ اثیر جاڑوی نرا جاہل ہے۔ نہ اُسے علم اصول آتا ہے۔ اور نہ ہی اس نے اِسے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تعداد ایک ہو یا بہت اس سے خبر واحد، خبر واحد ہی رہتی ہے ہاں اگر تواتر تک تعداد ہو تو اس کا اعتبار ہے۔ لیکن تواتر سے کم تھوڑے، زیادہ کا کوئی امتیاز نہیں بلکہ مذکر و مونث، آزاد غلام کا بھی فرق نہیں۔ اہل سنت کی کتاب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا ذکر ہے۔ اس پر کوئی شیعہ سیخ پا ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس سے ہم یہ کہیں گے۔ کہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مؤنث ہوتے ہوئے کتنے مردوں سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح ایک عادل ایک طرف اور بیسیوں فاسق و فاجر دوسری طرف دیکھئے تاکہ اِن کے شیخ صدوق، طوسی، کلینی وغیرہ ایک ہی ان کے نزدیک جم غفیر پر بھاری ہے۔

جواب امر دوم:

"جواز متعہ" فریقین کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے متفق علیہ مسئلہ ہوا الخ

یہاں بھی دھوکہ دیا گیا۔ کیونکہ روایات کے اتفاق سے "اجماع" کا انعقاد

Marfat.com

نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اتفاق آراء اس کی اصل ہے۔ جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی روایات شیعہ سنی دونوں کی کتب میں مذکور ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق خلیفہ تھے۔ لیکن اس اتفاق کے باوجود شیعہ اسے "اجماع" نہیں کہتے اثیر جاڑوی کے قانون کے مطابق یہی بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صادق آتی ہے۔ لہٰذا اس پر اجماع ہونے کی وجہ سے وہ "متفق علیہ" قرار پائی۔ اس کا انکار عناد و بغض کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اتفاقِ روایات اور چیز ہے۔ اور اتفاق آراء دوسری چیز ہے۔ اور "اجماع" اس دوسری قسم کے اتفاق کا نام ہے۔

جواب امر سوم:

دو عدد روایات چونکہ خلاف اجماع اور مخالف قرآن ہیں۔ لہٰذا وہ نامقبول ہیں الخ۔ کے الفاظ آپ پڑھ چکے ہیں۔

اثیر جاڑوی نے صرف ایک تفسیر سے کس چالاکی اور مکاری سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ اس میں جس قدر نفی و اثباتِ متعہ کی روایات ہیں۔ بس ان کی تعداد اتنی ہی ہے۔ تفسیر مظہری، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک وغیرہ کئی اور تفاسیر بھی ہیں کہ جن میں حرمتِ متعہ کی بہت سی روایات ہیں۔ اور اہل سنت کی تمام تفاسیر اور فقہی مکاتب حرمتِ متعہ پر متفق ہیں۔ بلکہ اہل تشیع کے ہاں بھی اس کی تائید میں حوالہ جات موجود ہیں۔ بہرحال اہل سنت کے ہاں حضرات صحابہ کرام سے حرمتِ متعہ پر اجماع کی بہت سی روایات ہیں۔ جن میں سے ایک دو پیش خدمت ہیں۔

Marfat.com

تفسیر ابوجعفر الناسخ والمنسوخ

وَثَبَتَ حُرْمَةُ الْمُتْعَةِ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالْاِجْمَاعُ قَوِیٌّ مِّنْ هٰذَا۔

(تفسیر ابوجعفر الناسخ والمنسوخ جلد ۱ ص ۱۰۵)

ترجمہ:

"حرمت متعہ" اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اور اجماع صحابہ بہر حال خبر واحد سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔

فتح الباری

قَالَ الْخِطَابِیْ تَحْرِیْمُ الْمُتْعَةِ کَالْاِجْمَاعِ اِلَّا بَعْضُ الشِّیْعَةِ۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴۲)

ترجمہ:

خطابی نے کہا۔ کہ حرمت متعہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف اہل تشیع کا اس میں اختلاف ہے۔

امور ثلاثہ کے جوابات سے آپ پر یہ بات منکشف ہو گئی ہو گی۔ کہ انہیں جارُوی نے فریب اور دھوکہ دہی سے اپنے ساتھیوں اور امور ثلاثہ کے جوابات آپ پر یہ بات اور عوام اہل سنت کو یہ باور کرانے کی جسارت کی۔ کہ متعہ جائز ہے لیکن حقیقت حال سامنے آنے پر بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ یہ مکر و فریب اور دھوکہ تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۳

حرمت متعہ والی سنی روایات پر بے جا تنقید

جواز متعہ

حرمتِ متعہ کی دو روایات اور ان کے راوی کا حال سُنیں۔ پہلی روایت کے سلسلۂ سند میں دو راوی ہیں معاویہ ابن صالح اور علی بن طلحہ۔ معاویہ ابن صالح کے متعلق برادرانِ اہل سنت کی مشہور کتاب میزان الاعتدال جن کے مصنف معروف تر سُنی عالم علامہ ذہبی ہیں۔ جلد ۴ ص ۱۳۵ شمارہ نمبر ۸۶۲۴ میں لکھتے ہیں۔ لَا یُحْتَجُّ بِہٖ قابل استدلال نہیں۔ یعنی معاویہ بن صالح کی حدیث اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔ یا اس پر اعتماد کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں معاویہ ابن صالح سے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ اب علی بن طلحہ جو حرمت کی روایت کا دوسرا راوی ہے۔ اس کے متعلق علامہ ذہبی اور امام احمد بن حنبل سے سن لیجئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

Marfat.com

میزان الاعتدال

فھو مدلس کذاب یسند الحدیث الی اناس لم یرھم ولم یرواعنھم قال رحیم لم یسمع علی بن ابی طلحۃ التفسیر عن ابن عباس وقال احمد بن حنبل لہ منکرات ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۳۴ شمارہ ۵۸۷۵)

ترجمہ:

علی بن ابو طلحہ تدلیس کنندہ ہے اور جھوٹا ہے ۔ یہ اپنی حدیث کا سلسلہ ایسے افراد سے جوڑتا ہے جنہیں نہ تو اس نے دیکھا ہوتا ہے ۔ اور نہ ہی اُن سے روایت کی ہوتی ہے ۔ رحیم کا کہنا ہے ۔ کہ علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس سے تفسیر کا ایک لفظ بھی نہیں سُنا ۔ امام احمد حنبل فرماتے ہیں ۔ کہ علی بن ابو طلحہ نے عجیب باتیں بنائی ہیں ۔

یہ ہیں ائمہ فن روایت جن کے واضح فتاوٰی ہیں کہ معاویہ ابن صالح ناقابل اعتماد ہے ۔ اور امام بخاری نے اس کی کسی حدیث کو صحیح بخاری میں نہیں ذکر کیا ۔ علی بن ابو طلحہ جھوٹا ہے ۔ جن لوگوں کو اس نے دیکھا تک نہیں کہتا ہے ۔ کہ میں نے ان سے حدیث سنی ہے ۔ اب ایسے راوی جس کی حدیث امام بخاری جیسے افراد نہ لیں ان کی کسی حدیث کو لینا دیانت اور دینداری کے صریح خلاف ہوگا ۔ لہذا حرمت متعہ کی پہلی روایت حرمت متعہ کی دلیل نہیں بن سکتی ۔

جواب: اثیر جاڑوی نے عبارت بالا میں حرمت متعہ کی روایت کے دو

Marfat.com

راویوں پرجرح ذکر کی۔جس کا خلاصہ یہ ہے۔کہ راوی معاویہ بن صالح قابل استدلال نہیں۔اور اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کی ایک روایت بھی اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

راوی جناب معاویہ بن صالح کے بارے میں وہ جملہ جو معترض نے ذکر کیا۔ وہ ابوحاتم کی رائے ہے۔صرف ایک ناقد کی رائے جمہور ناقدین کی آراء کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔لیکن اثیر جاڑوی نے اس ایک رائے کو تمام ناقدین کی رائے کے طور پر پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا۔کہ اس کی حدیث اس قابل نہیں۔کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔یہ ایک کھلا دھوکہ ہے۔بہت سے محدثین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔اور ان کی روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے۔اس پر میزان الاعتدال سے ہی ہم حوالہ پیش کریں گے۔

رہا یہ معاملہ کہ امام بخاری نے ان کی کوئی روایت اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔تو اس کی وجہ وہ نہیں جو جاڑوی نے بیان کی۔بلکہ اصل وجہ یہ ہے۔کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بارے میں اپنی مخصوص شرائط ہیں۔اور وہ بہ نسبت دوسرے محدثین کرام کے ذرا سخت ہیں ان شرائط کے موجود ہونے کی بناء پر انہوں نے معاویہ بن صالح کی روایت کو نہیں لیا۔یہ اسی طرح ہے۔کہ جس طرح امام بخاری نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی اپنی صحیح میں درج نہ کی۔اس کی وجہ بھی وہی شرائط کا نہ پایا جانا ہے۔کیونکہ امام بخاری اور امام جعفر صادق کے درمیان جو واسطے ہیں۔وہ امام بخاری کی شرائط پر پورے نہیں اترتے۔لیکن امام مسلم کی شرائط روایت چونکہ معاویہ بن صالح میں پائی جاتی تھیں۔اس لیے انہوں نے صحیح مسلم میں ان کی روایت کو ذکر فرمایا ہے۔ان دونوں باتوں کی تصدیق ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

معاویہ بن صالح کی شخصیت

میزان الاعتدال:

مُعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحِ الْحَضْرَمِي الْحِمْصِي قَاضِي الْأَنْدَلُسِ اَبُوْعَمْرو رَوٰى عَنْ مَكْحُوْلٍ وَالْكِبَارِ وَ عَنْهُ ابْنُ وَهْبٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَ اَبُوْ صَالِحٍ وَ طَائِفَةٌ وَثِقَةُ اَحْمَدَ وَاَبُوْ زُرْعَةَ وَ غَيْرِهِمَا وَ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ وَ هُوَعِنْدِيْ صَدُوْقٌ وَهُوَمِمَّنِ احْتَجَّ بِهِ الْمُسْلِمُ دُوْنَ الْبُخَارِيْ .وَ تَرَى الْحَاكِمُ يَرْوِيْ مُسْتَدْرِكَهٗ اَحَادِيْثِهٖ وَيَقُوْلُ هٰذَا عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيْ فِيْهِمْ فِيْ ذٰلِكَ وَ يَقْدِرُوْنَهٗ۔

(میزان الاعتدال ص ۱۷۹تا۱۸۰ جلد ۳
حرف میم مطبوعہ مصر طبع قدیم اولیٰ ۱۳۲۵ھ)

ترجمہ:

ابوعمرو معاویہ بن صالح خضرمی حمصی اندلس کے قاضی تھے مکحول اور دوسرے بڑے بڑے حضرات سے روایت حدیث کرتے ہیں اور ان سے ابن وہب، عبدالرحمٰن بن مہدی ابو صالح اور دوسرے بہت سے

Marfat.com

محدثین کرام نے روایت حدیث فرمائی۔ امام احمد ابو زرعہ وغیرہ نے انہیں "ثقہ" کہا۔ ابن عدی کا کہنا ہے۔ کہ یہ میرے نزدیک "صدوق" ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ جن سے امام مسلم نے حجت پکڑی۔ امام بخاری نے انہیں مستدرک میں حاکم نے ان کی روایات ذکر کیں۔ اور کہا کہ یہ روایت امام بخاری کی شرط پر ہے۔

توضیح:

معاویہ بن صالح کے بارے میں دونوں امور کی صراحت ہوگئی۔ کہ ابو حاتم نے اگرچہ ان کے بارے میں "لا یحتنج بہ" کے الفاظ کہے ہیں۔ لیکن امام احمد بن حنبل اور ابو زرعہ ایسی جلیل القدر شخصیات ان کی ثقاہت کی تصریح فرما رہی ہیں۔ امام بخاری نے اگرچہ اپنی شرائط پر ان کی روایت کو پورا نہ اترتے پایا۔ لیکن صاحب مستدرک نے ان کی ہی شرائط پر انہیں پورا اترتا ہوا دکھایا۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

قِيْلَ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْصِي اَحَدُ الْاَعْلَامِ وَقَاضِي الْاُنْدُلس وَعَنْهُ ثَوْرِيْ وَلَيْث بْن سَعْدٍ وَابْنُ وَهْبٍ وَمَعْنُ بْنُ عِيْسٰى وَزَيْدُ بْنُ حَبَاب وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِى وَحَمَّادُ بْنُ خَالِدِ الْخَيَاط وَبِشْرُ بْنُ السَّرِيّ وَاَسَدُ بْنُ مُوْسٰى وَاَبُوْ صَالِحٍ كَاتِبَ اللَّيْث وَغَيْرُهُمْ قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ عَنْ اَحْمَدِ خَرَجَ مِنْ حِمْصٍ قَدِيْمًا وَكَانَ ثِقَةً وَقَالَ

Marfat.com

جَعْفَرِ الطَّيَالِسِيُّ عَنِ ابْنِ مَعِيْنٍ ثِقَةٌ وَقَالَ الْاَجَلِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ثِقَةٌ وَقَالَ اَبُوْزُرْعَةَ ثِقَةٌ مُحَدِّثٌ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ بِالْاَنْدَلُسِ قَاضِيًا وَكَانَ ثِقَةٌ كَثِيْرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ ابْنُ خِرَاشٍ صَدُوْقٌ وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَهٗ حَدِيْثٌ صَالِحٌ وَمَا اَرَاهُ بِحَدِيْثِهٖ بَحْثًا وَهُوَعِنْدِيْ صَدُوْقٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ وَقَالَ الْبَزَّازُ لَيْسَ بِهٖ بَاْسٌ وَقَالَ اَيْضًا ثِقَةٌ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۱۰ حرف میم
مطبوعہ بیروت بمطابق دائرۃ المعارف
حیدرآباد دکن ہند)

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے۔ کہ ابوعبدالرحمن حمصی مشہور محدثین میں سے ایک ہوئے ہیں۔ اور اندلس کے قاضی تھے۔ ان سے روایت کرنے والے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ثوری، لیث بن سعد، ابن وہب، معن بن عیسیٰ زید بن حباب، عبدالرحمن بن مہدی، حماد بن خالد الخیاط، بشیر بن السری اسد بن موسیٰ اور ابوصالح کاتب اللیث وغیرہ۔ امام احمد سے ابوطالب بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ راوی حمص سے جب تشریف لے گئے۔ تو ثقہ تھے۔ ابن معین سے جعفر طیالسی نے ان کی ثقاہت بیان کی۔ الاجلی اور نسائی نے انہیں ثقہ کہا۔ ابوزرعہ انہیں ثقہ محدث کہتے ہیں۔ ابن سعد کا کہنا ہے۔ کہ یہ اندلس میں قاضی تھے۔ اور کثیر الحدیث محدث ثقہ تھے

Marfat.com

ابن خراش نے بھی انہیں ثقہ لکھا۔ ابن عدی ان کی حدیث کو صالح کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مجھے ان کی روایت کردہ حدیث میں کوئی بحث نہیں اور وہ میرے نزدیک صدوق ہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقہ راویوں میں کیا۔ اور نبرانی نے کہا۔ کہ ان کی مرویات پر کوئی بحث نہیں اور یہ ثقہ بھی ہیں۔

لمحہ فکریہ:

اثیر جاڑوی اگر ایمان داری سے کام لیتا۔ اور حق و باطل کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا۔ تو یہ ہرگز نہ کہتا۔ کہ جناب معاویہ بن صالح ایسے راوی ہیں۔ جن کی روایات۔ قابل استدلال نہیں۔ اور اُسے میزان الاعتدال کی پوری عبارت نقل کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا۔ کہ ایسا کرنے سے اس کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جائے گا۔ حرمتِ متعہ کے ایک راوی کے بارے میں آپ نے جاڑوی کی کذب بیانی دیکھی۔ اور اب دوسرے راوی جناب علی بن ابی طلحہ کے متعلق سنیئے۔ جاڑوی نے میزان الاعتدال میں مذکور ہے۔ لیکن اس راوی کے حالات وغیرہ کے بارے میں یہ دو لفظ (مدلس، کذاب) کہ اپنی خرافات کو صاحب میزان کی طرف سے پیش کر دیا۔ اور ایسا کرنے سے ذرا بھر خوفِ خدا نہ آیا۔ کہ مجھ سے اس کی بازپرس ہوگی۔ ان دو الفاظ کو اگر جاڑوی میزان الاعتدال سے مذکور راوی کے بارے میں دکھائے تو منہ مانگا انعام پائے۔ ورنہ وہ انعام تو مل کر ہی رہے گا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں الفاظ سے ذکر فرمایا۔ الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ علی بن ابی طلحہ راوی کے بارے میں اسماء الرجال کی مشہور کتاب میں یہ تحقیق مذکور ہے۔

✣

Marfat.com

تہذیب التہذیب

قَالَ نَسَائِیْ لَیْسَ بِہٖ بَأْسًا ذَکَرَہُ ابْنُ حَبَّانٍ فِی الثِّقَاتِ لَہٗ عِنْدَ مُسْلِمٍ حَدِیْثٌ وَّاحِدٌ فِیْ ذِکْرِ الْعَزْلِ رَوٰی لَہُ الْبَاقُوْنَ حَدِیْثًا اٰخَرَ فِی الْفَرَائِضِ قُلْتُ وَنَقَلَ الْبُخَارِیُ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ رِوَایَۃَ مُعَاوِیَۃَ ابْنِ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَیْئًا کَثِیْرًا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۴۰ مطبوعہ
دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

ترجمہ:

امام نسائی نے کہا۔ کہ علی بن ابی طلحہ کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے ان کی طرف ایک روایت عزل کے بارے میں ذکر کی۔ اور دوسرے محدثین نے ان کی ایک اور روایت فرائض کے بارے میں بھی ذکر کی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ امام بخاری نے اپنی تفسیر میں ایسی بہت روایات ذکر کی ہیں۔ جو انہوں نے معاویہ ابن صالح کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے بیان کیں۔

لمحہ فکریہ

امام نسائی جس کی روایات پر اعتبار کریں۔ ابن حبان جنہیں ثقہ بتائیں۔ امام مسلم اور دیگر محدثین ان سے روایت کریں اور امام بخاری ایسا جلیل القدر محدث ان کی

Marfat.com

تفسیری روایات اپنی کتاب میں درج فرمائیں۔ جو انہوں نے بالواسطہ حضرت ابن عباس سے بیان کیں۔ ان تمام خوبیوں کو بالائے طاق رکھ کر جاڑوی نے انہیں بھی اپنا ساتھی بنانے کی ناپاک کوشش کی۔ اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنی طرف سے ان کے بارے میں "کذاب" لکھ دیا۔ اور پھر کمال بے حیائی سے الزام صاحب میزان الاعتدال کے سر تھوپ دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کذب بیانی جاڑوی کے رگ وریشہ میں اپنے بڑوں کی طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کن باتوں سے سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے آخر دوزخ کا ایندھن بھی تو اللہ تعالیٰ نے تیار کرنا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

Marfat.com

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۴)

جواز متعہ

علامہ طبری کی حرمت متعہ کے سلسلہ میں دوسری روایت کے سلسلہ سند پر نظر ڈالیں۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت بھی ریت کا تھرتھراتا ہوا محل ہے۔ جسے انگلی کا ایک معمولی سا اشارہ بھی کافی ہے۔ اس روایت کا سلسلہ سند بالکل نہیں ہے۔ یہ روایت نہ تو کسی اصحابی سے منسوب ہے۔ اور نہ ہی کسی تابعی سے منسوب ہے اس روایت کا کوئی راوی معلوم نہیں۔ کیونکہ زید بن اسلم کے تین بیٹے عبداللہ بن زید، اسامہ بن زید اور عبدالرحمٰن بن زید ہیں۔ ان تینوں ابنائے زید میں سے کسی کا نام نہیں لیا گیا۔ کہ زید کے ان تینوں بیٹوں میں سے کون ابن زید راوی ہے۔ نہ تو خود زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحابیت حاصل کیا ابنائے زید میں سے کوئی آنحضرت کے زمانہ میں تھا۔ بلکہ ابنائے زید ... دوسری ہجری کے وسط میں سے کوئی نامعلوم ابن زید جو روایت کرے وہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۵۶۴ شمارہ نمبر ۴۳۳۱ میں رقم طراز ہیں۔ قال الجوز جانی الثلاثة ابناء زید والثلاثة صغفار فی الحدیث۔ جوز جانی کہتا ہے۔ کہ زید کے تین بیٹے ہیں۔ جو کہ نقل حدیث میں ناقابل اعتماد ہیں ——
(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۵۶۴ شمارہ نمبر ۴۸۔ ۶۸ قال یحییٰ ابن معین

Marfat.com

بنو زیدبن اسلم لیسوا بشئ زیدبن اسلم کے بیٹے لیس بشئی ہیں۔ علمائے علم رواۃ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ زید کے تینوں بیٹوں میں سے جو بیٹا بھی راوی ہو۔ وہ ناقابل اعتماد ہے۔ اور اس کی روایت مقام استدلال میں پیش نہیں کی جاسکتی حقیقت حال پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے کے بعد خود برادران اہلسنت کی کتابوں نے اور معتبر علماء کی کتابوں نے اور معتبر علمائے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کی ہیں وہ کسی بھی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں اور متعہ جس طرح زمانہ رسول علیہ السلام میں جائز تھا آج بھی اسی طرح جائز ہے۔

(جواز متعہ از اثیر جاڑوی ص ۲۶)

جواب:

پہلا دعوای کہ روایت کی سند بالکل نہیں۔ دوسرا دعوای کہ زید بن اسلم راوی کے تین بیٹے ہیں۔ اور تینوں ناقابل اعتبار ہیں۔ اور مزید یہ کہ ان میں سے راوی ایک ہے اور وہ بھی نامعلوم ہے۔ لہذا روایت مذکورہ قابل تسلیم نہیں

اثیر جاڑوی کو ہم اندھا تو نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وہ تفسیر قرطبی کے حوالہ جات نقل کرتا ہے۔ لیکن "کذاب"، ضرور کہیں گے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ روایت مذکورہ کی سند بالکل نہیں۔ سفید جھوٹ ہے۔ تفسیر طبری میں اس کی سند یوں مذکور ہے۔

تفسیر طبری

حدثنا یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید الخ۔

(تفسیر طبری جلد ۵ ص ۹ زیر آیت فما استمتعتم)

Marfat.com

سند مذکور میں دو راویوں کو ابن وہب، ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ شاید جاڑوی کو اس سے مغالطہ لگا ہو۔ کہ ابن زید یا ابن وہب کوئی نام نہیں۔ اس لیے راوی کا صراحتہً نام ذکر نہ کرنا روایت میں اعتراض کی گنجائش نکالتا ہے۔ یا اسے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ راوی دو مجہول ہیں۔ اگر یہی بات پیش نظر ہے۔ تو یہ اس کی بہت بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ اگر کسی کا نام نہ لیا جائے۔ اور اس کے باپ کا نام لے کر اسی کی طرف اُس کے بیٹے ہونے کی نسبت کر دی جائے۔ تو باپ کی شہرت کی وجہ سے اس کا بیٹا بھی معلوم و معروف ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ کہ کسی کا نام اتنا معروف نہ ہو جس قدر اس کی کنیت وغیرہ ہوتی ہے۔ خواہ کنیت حقیقی ہو یا مجازی۔ جیسا کہ "ابوجہل" کہنے سے سبھی جانتے ہیں۔ کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ اور اگر اس کا نام پوچھیئے۔ تو مشکل ہی کوئی بتا سکے گا۔ خود جاڑوی نے بھی تو اسی انداز کو اپنایا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ "ابن رشد اندلسی نے یہ دعویٰ کیا ہے"
مختصر یہ کہ روایت مذکورہ میں دو راویوں کا تذکرہ ابن وہب اور ابن زید سے کرنا ان کی جہالت کو لازم نہیں ہے۔ راوی کا مجہول ہونا تب لازم آتا۔ کہ ابن وہب یا ابن زید کے بارے میں اسمائے الرجال کی کتابوں سے کچھ نہ ملتا۔ ابن وہب سے مراد عبداللہ بن وہب بن منبہ ہے۔ اور ابن زید سے مراد محمد ابن زید ابن مہاجر ابن قنفذ ابن عمیر ابن جدعان القرشی ہے۔ اگر جاڑوی کو کسی راوی کی کنیت سے اس کا شجرۂ نسب تلاش کرنا مشکل تھا۔ تو کسی اہل علم سے پوچھ لیتا۔ کتب اسماء الرجال میں مصنفین کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے۔ کہ کتاب کے آخر میں مختلف کنیت والے حضرات ذکر کر کے ان کے نام و نسب بیان کرتے ہیں۔ ابن وہب اور ابن وہب اور ابن زید کی کنیت تلاش کر کے ان کے بارے میں بھی واقفیت حاصل کی جا سکتی تھی۔ لیکن پھر اُسے دھوکہ کے لیے مواد کہاں سے ملتا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۲۹۵

Marfat.com

پر ان زید کنیت والے راوی کا تذکرہ موجود ہے۔ وہاں اس کی سیرت اور روایت حدیث میں اہمیت مل سکتی ہے۔ لیکن دوسری بڑی حماقت اس کی دیکھئے کہ "ابن زید" سے مقصود زید کا بیٹا ہے۔ جن کا نام محمد ہے۔ اس کے بارے میں کچھ اظہار خیال کرتا۔ لیکن "زید اسلم" کے نام کا راوی لے کر پھر اس کے بیٹوں کے نام اور ان کے متعلق باتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ کہاں "زید بن اسلم" اور کہاں ابن زید بن مہاجر؟ زید بن اسلم کے تین بیٹے چھوڑ چار ہوں اس سے ہمیں کیا غرض جبکہ اس کے نام کا راوی روایت مذکورہ میں ہے نہیں۔ اور پھر طرفہ تماشا یہ کہ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک ہے۔ اور اس کے جو حالات میزان الاعتدال کے حوالہ سے جاڑوی نے پیش کیے۔ وہ اس کتاب میں موجود ہی نہیں۔ اگر کتاب مذکور سے محمد بن اسلم کے وہ حالات جو اس نے بیان کیے ثابت کر دے۔ تو منہ مانگا انعام ملے گا۔ محمد بن اسلم کے حالات مذکور کتاب میں یوں مرقوم ہیں۔

میزان الاعتدال

زَیدِ بنِ اَسلَمَ مَولٰی عُمَرَ تَمَاکَدُ ابنَ عَدِی یَذکُرُہٗ فِی الکَامِلِ فَاِنَّہٗ ثِقَۃٌ حُجَّۃٌ فَرَوٰی عَن حَمَّادِ ابنِ زَیدٍ قَالَ قَدِمتُ المَدِینَۃَ وَھُم یَتَکَلَّمُونَ فِی زَیدِ ابنِ اَسلَمَ فَقَالَ لِی عُبَیدُ اللہِ بنُ عُمَرَ مَا نَعلَمُ بِہٖ بَاسًا اِلَّا اَنَّہٗ یُفَسِّرُ القُرآنَ بِرَاْیِہٖ۔

(میزان الاعتدال جلد اول ص ۳۶۱ حرف الزاء)

ترجمہ:

زید بن اسلم مولیٰ عمر کا تذکرہ ابن عدی نے الکامل میں کیا۔ اور اسے ثقہ اور

Marfat.com

قابل حجت کہا۔ حماد بن زید سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں مدینہ منورہ گیا۔ تو وہاں لوگوں کو زید بن اسلم کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے پایا۔ مجھے عبیداللہ بن عمر نے کہا۔ ہم اس سے روایت کرنے میں کوئی تنگی نہیں محسوس کرتے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ یہ شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔

مذکورہ حوالہ سے ہمارا یہ مقصد نہیں۔ کہ زید بن اسلم کیسا راوی ہے۔ کیونکہ روایت زیر بحث میں اس نام کا کوئی راوی ہے ہی نہیں ہم نے یہ حوالہ اس لیے درج کیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام یہ جان سکیں۔ کہ جاڑوی نے جوزجانی کے حوالہ سے اس کے تین بیٹے بیان کیے تھے۔ وہ تینوں حدیثوں میں ضعیف تھے۔ اور ابن معین کے حوالہ سے لکھا۔ کہ وہ اسے لاشئی کہتے ہیں۔ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک ہی ہے۔ اس لیے میزان الاعتدال میں نہ تو جوزجانی کا کہیں قول موجود اور نہ ہی یحییٰ ابن معین کا لاشئی کہنا۔ اس سے جاڑوی کی جہالت کس قدر عیاں ہو رہی ہے ایسے جاہل کی دلیلوں کا جواب دینے کے لیے طبیعت گوارا ہی نہیں کرتی۔ لیکن عوام کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑا۔ اب آئیے اس راوی کی طرف کہ حرمت متعہ میں جن کو ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ اسماء الرجال سے ان کی سیرت و اہمیت سُنیئے۔

تہذیب التہذیب

مُحَمَّدُ ابْنُ زَيْدِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قَنْفَذَ بْنَ عُمَيْرِ بْنِ جَدْعَانَ الْقَرْشِيُّ التَّيْمِيُّ الْمَدَنِي مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ وَرَوٰى عَنْ اَبِيْهِ وَ اُمِّهِ اُمِّ حَرَامٍ وَ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اَبِي

Marfat.com

اللَّحْمِ وَعَبْدِ اللهِ بْنُ عَامِرٍ وَاَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ وَسَالِمَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ وَسَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ وَابْنِ سَیْلَانَ وَغَیْرِهِمْ رَوٰی عَنْهُمْ زهری وَمَالِكٌ وهِشَامُ ابْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِیْنَارٍ وَعَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ وَابْنُ لَهِیْعَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَاٰخَرُوْنَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْهِ شَیْخٌ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ وَاَبُوْ زُرْعَةَ ثِقَةٌ وَذَکَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِی الثِّقَاتِ قُلْتُ وَقَالَ اَبُوْ دَاؤدَ وَالْاَجَلِیْ ثِقَةٌ وَقَالَ الْبَرْقَانِیْ عَنِ الدَّارِ قُطْنِیْ یَحْتَجُّ بِهٖ وَقَالَ مَرَّةً اٰخْرٰی یَعْتَبِرُبِهٖ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۱۷۳ تا ۱۷۴ حرف المیم مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

محمد بن زید بن مہاجر مولیٰ ابن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ام حرام تھا۔ دوسرے حضرات کہ جن سے اس نے روایت کی۔ وہ یہ ہیں۔ عمیر مولیٰ ابی اللحم، عبداللہ بن عامر، ابوامامہ بن ثعلبہ، سالم بن عبداللہ ابن عمر، سعید بن مسیب، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، محمد بن المنکدر اور ابن سیلان وغیرہ۔ ان سے روایت کرنے والے چند حضرات

Marfat.com

کے یہ نام ہیں۔ زہری، مالک، ہشام ابن سعد، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار، عبدالعزیز بن محمد ابن ابی ذہب، ابن لھیعہ حفص بن غیاث بشر بن مفضل وغیرہ۔ عبداللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ محمد بن زید ثقہ راوی ہے۔ ابن معین اور ابو زرعہ نے بھی اسے ثقہ کہا ابن حبان نے ثقہ راویوں ہیں ان کو ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ابو داؤد اور الاجلی نے بھی ان کو ثقہ کہا۔ برقانی نے دارقطنی سے نقل کیا۔ کہ یہ قابلِ حجت ہیں۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ قابلِ اعتبار ہیں۔

لمحہ فکریہ:۔

حرمت متعہ کی دو عدد روایات کے راویوں پر جاڑوی کی تنقید کا ہم نے پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ فریب اور دھوکہ سے ان راویوں کے بارے میں جھوٹی باتیں خود بنائیں اور دوسروں کے سر تھوپ دیں۔ محمد بن زید ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ جنہیں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور ان کا سلسلہ روایات تہذیب التہذیب کے حوالہ سے ہم پیش کر چکے ہیں۔ ان کے اساتذہ اور شیوخ میں یکتائے روزگار لوگ ہیں۔ اور پھر ان سے روایت اخذ کرنے والوں میں مشاہیر حضرات کی طویل فہرست ہے۔ لہٰذا جاڑوی کا یہ کہنا انتہائی کذب بیانی ہے۔ کہ ”پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کی کتابوں نے اور معتبر علمائے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کیں۔ وہ کسی بھی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں۔ لہٰذا جوازِ متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں۔ الخ“ اس پر اتنا ہی تبصرہ کافی ہے۔ ؎

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

Marfat.com

دھوکہ اور کذب بیانی ۵

حرمتِ متعہ والی روایات متواترہ نہیں

جوازِ متعہ

ابن رشد اندلسی نے ہدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۵۷ پر حرمت متعہ کے سلسلہ میں وارد ہ احادیث کے لیے دعوائے تواتر کیا ہے۔ شیعہ سنی اصول حدیث کے مطابق حدیث متواترہ اُسے کہا جاتا ہے۔ جس کے ناقل صحابہ اتنی مقدار میں زیادہ ہوں۔ کہ انہیں جھٹلایا نہ جا سکے ضعیف و قوی خورد و کلاں اور صالح و غیر صالح ہر ایک کا دعویٰ ہو کہ میں نے خود اپنے کانوں سے آنحضور کی زبان سے یہ حکم سنا ہے۔ اگر ابتداً آنحضور سے حدیث نقل کرنے والے مثلاً پانچ یا چھ صحابہ ہوں اور پھر اُن پانچ یا چھ صحابہ سے سننے والے پچاس یا ساٹھ بن جائیں۔ تو ان تمام کا سلسلہ سند انہی پانچ یا چھ سے جا ملے۔ تو ایسی حدیث کو کسی بھی اصول حدیث میں حدیثِ متواترہ نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ حرمتِ متعہ کے لیے تمام منقولہ احادیث کا آخری سلسلہ سند تین صحابہ تک جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور تین صحابہ سے نقل شدہ حدیث کسی بھی لحاظ سے حدیثِ متواترہ کی فہرست میں نہیں آسکتی۔ جن تین صحابہ کی طرف احادیثِ حرمت متعہ کو

Marfat.com

منسوب کیا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔(۱) حضرت علی بن ابی طالب (۲) سلمہ بن اکوع۔(۳) سبرہ ابن معبد جھنی۔ یا تو یہ کہا جائے کہ علامہ اندلسی جیسا بالبصیرت شخص معنیٔ تواتر سے ناواقف تھا۔ یا خواہ مخواہ حرمتِ متعہ ثابت کرنے کی خاطر دعویٰ تواتر کا بلاغ ڈالا۔ اور یا مولانا مودودی کی طرح حدیث کے سلسلہ میں اس کے نزدیک مزاجِ رسول کو دخل نہ تھا یعنی اگر کسی حدیث کا راوی خواہ ایک ہو ضعیف سے ضعیف تر ہو اور وہ حدیث مزاج رسول کے مطابق ہو تو قابلِ تسلیم۔ اور اگر کسی حدیث کے راوی سو سے بھی زیادہ ہوں لیکن وہ حدیث مزاج رسول کے خلاف ہو تو قابلِ تسلیم نہیں ہوگی۔ بہرصورت تین صحابہ سے نقل کی جانے والی کسی حدیث کو بھی، حدیث متواتر کہنا نہ صرف اصول حدیث کا منہ چڑانا ہے۔ بلکہ احکام خدا سے کھلا مذاق ہے۔

(جواز متعہ ص ۷۴ مکتبہ انوار نجف دریا خان بھکر)

جواب:

مذکورہ عبارت میں اٹھائے گئے نکات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱- ابن رشد بالبصیرت اور اہل سنت کا قابل اعتماد عالم ہے۔

۲- حرمتِ متعہ کی روایات کا سلسلہ سند تین صحابہ تک پہنچتا ہے۔ علی المرتضیٰ سلمہ بن اکوع اور سبرہ ابن معبد۔

۳- حدیث متواتر کی اجماعی تعریف۔

ابن رشد کی سیرت

محمد بن احمد اندلسی المعروف ابن رشد واقعی یگانہ روزگار تھا۔ اس کا انہماک فلسفہ منطق اور طب کے علوم میں تھا۔ لہذا ایک فلسفی اور منطقی عالم ہونے کی وجہ سے علوم

Marfat.com

مذکورہ میں تو اس کی تحقیق قابل تسلیم ہے۔ لیکن علم حدیث اور فقہ وغیرہ میں کمزور تھا امام غزالی اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

الکنیٰ والالقاب

اِبْنُ رُشْد اَبُوالْوَلِيْدِ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ اندلسی اَلْمَالِكِيُّ اَوْحَدُ زَمَانِهٖ فِي الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ وَالطِّبِّ وَالْفَلْسَفَةِ اِنَّمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِيُّ بِمَعْزِلٍ عَنْ مَرْتَبَةِ الْيَقِيْنِ وَالْبُرْهَانِ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ لَاشَكَّ اَنَّ هٰذَا الرَّجُلَ اَخْطَأَ عَلَى الشَّرِيْعَةِ كَمَا اَخْطَأَ عَلَى الْحِكْمَةِ۔

(الکنیٰ والالقاب جلد ۱ ص ۲۹۰ تذکرہ
ابن رشد مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
ابن رشد ابوالولید محمد بن احمد اندلسی مالکی اپنے زمانہ کا علم وفضل اور طب وفلسفہ میں یکتا شخص تھا۔ امام غزالی نے اس کا تذکرہ جہاں کیا وہاں اس کی باتوں کو برہان اور یقین کے درجہ سے کم پر رکھا۔ اور آخر میں فرمایا۔ بے شک یہ شخص شریعت اور حکمت میں ٹھوکریں کھانے والا ہے۔

حدیث متواتر کی بحث

اثیر جاڑوی نے لکھا کہ اگر ایک روایت کے راوی پانچ چھ صحابہ ہوں

Marfat.com

تو وہ روایت اگرچہ آگے جا کر دو چار سو لوگوں سے مروی ہو وہ پھر بھی متواتر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ متواتر وہ روایت ہے۔ کہ جس کے ناقلین اتنی تعداد میں ہوں جنہیں جھٹلایا نہ جا سکے۔ بقول جاڑوی حدیث متواتر کی تعریف میں دو باتیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی روایت، روایت متواترہ نہیں۔ دوسری یہ کہ اتنے راوی ہونے چاہئیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہو۔ ان دونوں باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی تکذیب ممکن ہے۔ اس لیے ان کی روایت درجہ تواتر تک نہیں پہنچ سکتی قطع نظر اس کے کہ کیا حرمت متعہ کے راوی صرف تین حضرات ہی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ایک روایت کو علی المرتضٰے، حسن وحسین، سلمان فارسی مقداد اور عمار یاسر چھ صحابہ بیان کریں۔ تو کیا اہل تشیع کے نزدیک وہ متواتر ہے۔ یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر پانچ چھ صحابہ کی روایت میں غیر متواتر کہنا غلط ہوا۔ اور اگر کہو کہ ان چھ حضرات کی روایت غیر متواتر ہے۔ تو اپنے مذہب کی خیر مناؤ۔ کیونکہ تمہارے مذہب میں اگر روایت میں ائمہ سے کسی امام کا نام نہ ہو۔ تو وہ خواہ کتنے بھی ہوں۔ ناقابلِ اعتبار۔ اور اگر امام کا نام آ جائے تو اس ایک کی وجہ سے حدیث مقبول۔ اب فرض کیجئے۔ کہ ایک روایت علی المرتضٰے اور حسنین کریمین بیان کرتے ہیں۔ ان تینوں سے پھر آگے بیان کرنے والے تعداد میں بہت ہو جاتے ہیں۔ تو کیا ایسی روایت متواتر نہ ہونے کی وجہ سے نامقبول اور غیر معتبر ہو گی؟ اُدھر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ (جو حرمت متعہ کی روایت کے ایک راوی ہیں) کا مقام اہل تشیع کے نزدیک انبیاء سے بھی بلند و بالا ہے۔ اسی بنا پر ان کی مرویات کو درجہ تواتر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ اکیلے راوی ہوں تو وہ روایت متواتر ہو اور اگر دو ان کے ساتھ مل جائیں۔ تو وہ متواتر نہ بن سکے۔ یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے۔ بہر حال حدیث متواتر کی تعریف جیسے جاڑوی نے اجمالی کہا۔ وہ غلط

Marfat.com

ہے۔ اہل سنت کی اصول فقہ کی ایک کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قَوْلُهٗ رَوٰى قَوْمٌ سَوَآءٌ كَانُوْا كُفَّارًا اَوْ مُسْلِمِيْنَ عَدُوْلًا اَوْ فُسَّاقًا اِلَّا اَنَّ الرُّوَاةَ اِذَا كَانُوْا عُدُوْلًا فَبِالْعَدَدِ الْقَلِيْلِ مِنْهُمْ يَحْصُلُ الْعِلْمُ وَاِذَا كَانُوْا فُسَّاقًا فَلَا بُدَّ لِعِلْمٍ مِّنَ الْعَدَدِ الْكَثِيْرِ مِنْهُمْ وَلَوْ اَخْبَرَ وَاحِدٌ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِخَبَرٍ وَّسَكَتَ الْبَاقُوْنَ وَعُلِمَ بِالْاَمَارَاتِ اَنَّهُمْ لَوْ كَانُوْا مُتَرَدِّدِيْنَ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ لَمَا سَكَتُوْا فَهٰذَا الْخَبَرُ اَيْضًا فِيْ حُكْمِ الْمُتَوَاتِرِ يُفِيْدُ الْعِلْمَ وَيُسَمّٰى تَوَاتُرًا سَكُوْتِيًّا۔

(حاشیہ نور الانوار ص ۱۸۰ باب اقسام السنۃ
مطبوعہ طبع)

ترجمہ:

(خبر متواتر وہ ہے کہ جسے روایت کرنے والی ایک قوم ہو) قوم کے یہ افراد خواہ کافر ہوں یا مسلمان، عادل ہوں یا فاسق برابر ہیں۔ ہاں اگر روایت کرنے والے افراد عادل ہوں گے۔ تو ان کی تعداد اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی علم یقینی حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر فاسق ہوں گے۔ تو پھر تعداد بکثرت ہوگی تب جا کر مفید علم ہوگی۔ اگر ایک جماعت کی روایت صرف ایک آدمی دیتا ہے۔ دوسرے چپ رہتے ہیں۔ اور ان کی خاموشی بعض علامات کے ذریعہ اس پر دلالت کرتی معلوم ہوتی ہے کہ اگر انہیں اس میں کوئی تردد ہوتا تو وہ

Marfat.com

خاموش نہ رہتے۔ تو ایسی خبر بھی متواتر کے حکم میں ہو گی۔ لہذا مفید علم و یقین بھی ہو گی۔ اس قسم کی روایت کو "متواتر سکوتی"، کا نام دیتے ہیں۔

توضیح :۔

اہل سنت کے ہاں تواتر کا مطلب یہ ہے کہ عدد شہادت سے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس زیادتی کی ابتداء یا انتہا کتنے پر ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی سکتی۔ مقصد یہ ہے۔ کہ ان کی بات سے علم یقینی حاصل ہو جائے۔ چاہے وہ پانچ چھ ہوں یا اس سے زیادہ اسی طرح ایک آدمی جب روایت بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے موجود حاضرین اس کی تردید نہیں کرتے۔ بلکہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ تو وہ بھی متواتر سکوتی ہے۔ حرمت متعہ کی روایت میں جب روایت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹا۔ اور فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا ہے۔ تو پھر تمہیں اس کے جواز پر اصرار کیوں؟ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کے سامنے حدیث مصطفیٰ بیان کی تو اس وقت موجود کسی صحابی نے اس کی تردید نہ کی۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس روایت پر تواتر سکوتی ہے۔ اور موجود صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اسی لیے اہل سنت کی کتب میں حرمت متعہ پر "اجماع صحابہ"، منقول ہے۔

اس تحقیق کے بعد نجفی جارڈی کی لن ترانیوں کی حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت دوسرے اور دو صحابہ کرام کی حرمت متعہ کی روایت کے تواتر کا انکار ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ خود اپنے مسلک پر کلہاڑا مارنا ہے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

دھوکہ اور کذب بیانی ۶

حرمت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔

جواز متعہ:-

حرمتِ متعہ کی ایک حدیث کو حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے۔ جو کہ حضرت علی کی عظمتِ علیہ کو داغدار کرنے کی ایک کھلی اور ناپاک سازش کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ایک طرف حضرت علی کو حدیثِ حرمتِ متعہ کا ناقل قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف تحریم متعہ کے بعد حرمتِ متعہ پر حضرت علی کے افسوس اور اعتراض کو نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت علی کو تضاد بیانی کا مرتکب قرار دیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ غیر متعصب اور سلیم الفکر ذہن پر چھوڑا جاتا ہے۔ کہ وہ خود یہ فیصلہ کرے کہ حضرت علی کی ایک حدیث حرمتِ متعہ درست ہے یا حرمتِ متعہ پر اعتراض درست ہے۔ جب کہ حرمتِ متعہ کی صرف ایک حدیث ایک غیر ذمہ دار راوی سے منقول ہے۔ اور تحریم متعہ پر اعتراض کئی ذمہ دار ناقلین حدیث نے نقل

Marfat.com

گیا ہے۔ غیر ذمہ داری۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں جو حدیث حضرت علی کی طرف منسوب ہے اس کا راوی سفیان بن عیینہ ہے۔ سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن محمد حنفیہ اور حسن بن محمد حنفیہ ابن علی ابن طالب سے نقل کی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال جلد دوم ص۱۷۰ سے پوچھ لیں کہ یہ شخص کس قماش کا راوی ہے۔

میزان الاعتدال

كَانَ يُدَلِّسُ وَلٰكِنَّ الْمَعْهُوْدَ مِنْهُ اَنَّهٗ لَا يُدَلِّسُ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص۱۷۰)

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ تدلیس کنندہ تھا۔ البتہ اس کی عادت یہ تھی کہ تدلیس میں کسی موثق راوی کو ملوث کرتا تھا۔

یہ ہے اس کی حدیث کی تصویر جو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کھینچی ہے۔ جس نے حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کا کام ہے۔ کہ تدلیس کرتا ہے۔ اور تدلیس میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ کوئی غیر معتبر آدمی نہ آ جائے جب اس قسم کا راوی حرمت متعہ کی حدیث نقل کرے۔ تو اس حرمت کی کیا قیمت پڑ جاتی ہے۔ اور ایسی حدیث کو کیسے احکام شرعیہ میں مقام استدلال پر پیش کیا جا تا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث من گھڑت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی نسبت حضرت پر بہتان اور افتراء پردازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (جواز متعہ ص۳۱)

Marfat.com

جواب:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اگر حرمتِ متعہ کے قائل تھے تو پھر یہ الفاظ "اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا" کہنا ان کی تضاد بیانی ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے اس تضاد کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ ہے۔ کہ حرمتِ متعہ کا راوی غیر ذمہ دار ہے۔ اِس کی حرمتِ متعہ کی روایت نا قابلِ استدلال ہے اور آپ کا افسوس کرنا راجح۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ غیر ذمہ دار راوی ہے۔ الخ۔

سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت حال

اثیر جاڑوی کا سارا زور اس بات پر لگا۔ کہ سفیان بن عیینہ بحوالہ میزان الاعتدال مدلس ہیں۔ اور یہ وصف ان کے غیر ذمہ دار ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں جاڑوی کا یہ قول دھوکہ اور کذب بیانی کا مرقع ہے۔ اس کی گواہی میزان الاعتدال کی عبارت دے رہی ہے۔

میزان الاعتدال

سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ الْھِلَالِیْ اَحَدُ الثِّقَاتِ الْاَعْلَامِ اَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلَی الْاِحْتِجَاجِ بِہٖ وَکَانَ یُدَلِّسُ لٰکِنَّ الْمَعْھُوْدَ مِنْہُ اَنَّہٗ لَا یُدَلِّسُ اِلَّا عَنْ ثِقَۃٍ وَکَانَ قَوِیَّ الْحِفْظِ وَمَا فِیْ اَصْحَابِ الزُّھْرِیْ اَصْغَرُ سِنًّا مِنْہُ وَمَعَ ھٰذَا فَھُوَ مِنْ اَثْبَتِھِمْ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ھُوَ اَثْبَتُ النَّاسِ فِیْ عَمْرٍو

Marfat.com

بْنِ دِیْنَارٍ۔

(میزان الاعتدال جلد اوّل صفحہ نمبر ۳۹۷ حرف سین مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ہلالی مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی روایت سے احتجاج کرنے کے بارے میں تمام امت کا اجماع ہے تدلیس کرتے تھے۔ لیکن ان کی تدلیس کا وقوع اس طرح تھا۔ کہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے مضبوط حافظ کے مالک تھے امام زہری کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی ہونے کے باوجود تمام سے بڑھ کر خبردار تھے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے۔ کہ عمرو بن دینار کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی اور اثبت ہے۔

صاحب میزان علامہ ذہبی نے اِن کی روایات کو باتفاق امت قابل احتجاج بتایا۔ اور مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک کہا۔ اور امام احمد بن حنبل ایسے ناقد فن نے ان کی ثقاہت اور مضبوطی پر اعتماد کیا ہے۔ ان حضرات کے اقوال کے سامنے جاڑوی کا انہیں "غیر ذمہ دار" قرار دینا انتہائی غیر ذمہ دارانہ بات ہے۔ یہ بات اس نے "تدلیس" کے لفظ سے نکالی ہے۔ بہرحال "تدلیس" سے پہلے اور بعد جو کچھ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ جاڑوی اُسے گول کر گیا۔ تاکہ عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالی جا سکے۔ آیئے اب تدلیس کی تھوڑی سی بات ہو جائے۔

Marfat.com

تدلیس کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

حدیث پاک کی روایت کرتے وقت راوی کا اپنے شیخ کے اسم گرامی کی بجائے شیخ کے شیخ کا اسم گرامی لکھ دینا کہ اس طرح سے پڑھنے والے کو یہ سمجھ آجائے۔ کہ راوی نے اس (شیخ الشیخ) سے اس حدیث کی سماعت کی ہوگی۔ حالانکہ سماعت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ طریقۂ روایت تدلیس کہلاتا ہے۔ یہاں بھی جاڑوی نے اپنا اُلو سیدھا کیا۔ اور لکھا۔ کہ وہ (سفیان بن عیینہ) عادت کے طور پر تدلیس میں کسی موثق آدمی کو ملوث کرتا۔ "ملوث کرنا" وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کی بے عزتی مقصود ہو۔ یا وہ بری الذمہ ہو اور اس کے باوجود اس پر کوئی الزام تھوپ دیا جائے۔ لیکن سفیان بن عیینہ اپنے شیخ کے شیخ کا نام اس بنا پر نہیں لیتے تھے۔ کہ انہیں بھی درمیان میں گھسیٹ کر لا کھڑا کیا جائے۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی اس روایت کے راوی ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں "ملوث" کرنے کا الزام دینا ایک بے وقوف کی بڑ ہی ہو سکتی ہے۔ پھر "تدلیس" ایسی صفت نہیں۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی ذمہ دار نہ بن سکے۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو پھر سفیان بن عیینہ کی روایات سے احتجاج پکڑنے کا کیا معنی ہوگا۔ اور پھر ایسے شخص کو مشہور ثقہ، مضبوط اور اثبت کہنا کب درست ہوگا۔ حالانکہ یہ سب باتیں ائمہ حدیث نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں کہی ہیں۔ اس لیے ان کی تدلیس کا طریقہ وہ نہ تھا۔ جو جاڑوی نے "ملوث کرنا" کے الفاظ سے بیان کیا۔ بلکہ وہ ہے۔ جو صاحب میزان کی عبارت سے اخذ ہوتا ہے۔ یعنی تدلیس کرتے تھے۔ لیکن

Marfat.com

ان کی تدلیس کرنے میں عادت یہ تھی۔ کہ ان مشائخ سے کرتے۔ جو ثقہ ہوتے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ثقہ سے تدلیس قابل استدلال ہے یا نہیں۔

مقدمہ لمعات التنقیح

وَذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ اِلٰى قُبُوْلِ تَدْلِيْسِ مَنْ عُرِفَ اَنَّهٗ لَا يُدَلِّسُ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ كَابْنِ عُيَيْنَةَ وَ اِلٰى رَدِّ مَنْ كَانَ يُدَلِّسُ عَنِ الضُّعَفَآءِ وَغَيْرِهِمْ۔

(مقدمہ لمعات التنقیح ص ۴۴ مکتبۃ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)

ترجمہ:

جمہور کا یہ مذہب ہے۔ کہ ہر اس شخص کی تدلیس قبول ہوتی ہے۔ جو صرف ثقہ لوگوں سے تدلیس کرتا ہو جیسا کہ ابن عیینہ۔ اور اسی طرح جمہور کا یہ بھی مسلک ہے۔ کہ ہر اس شخص کی تدلیس رد کر دی جائے گی جو ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا ہو۔

تدلیس اور اس کا حکم آپ نے ملاحظہ کیا۔ تدلیس دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو ثقہ راویوں سے ہو۔ اور دوسری غیر ثقہ یعنی ضعیف راویوں سے۔ ان میں سے اول الذکر تدلیس مقبول اور دوسری مردود ہے۔ لیکن ابن عیینہ کی تدلیس قسم اول سے ہونے کی وجہ سے (جو مقبول ہونی چاہیئے) کس طرح قابل استدلال نہیں۔ جاڑوی نے یہ کہاں سے قانون نکال لیا ہے؟ اسی پر اُس کے بنے بنائے مکان کی بنیاد تھی۔ لہٰذا جب تحقیق کے میدان میں یہ ثابت ہو گیا۔ کہ ابن عیینہ کی تدلیس قابل قبول ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ "ایسی حدیث کا احکام شرعیہ میں بطور استدلال

Marfat.com

کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے،، کہاں کی عقل مندی اور دیانت داری ہے۔ ؟ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب سفیان بن عیینہ کا مقام و مرتبہ کچھ اور بھی بیان کر دیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ بقول جاڑوی وہ یہ کس قماش کے راوی تھے،، کی اصلیت کیا ہے۔

تہذیب التہذیب

سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ ابْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ مَیْمُوْنَ الْھَلَالِیْ اَبُوْ مُحَمَّدِ الْکُوْفِیْ سَکَنَ مَکَّةَ رَوٰی عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَیْرٍ وَ اَبِیْ اِسْحَاقَ السَّبِیْعِیْ وَ زِیَادِ بْنِ عَلَاقَةَ وَ اَسْوَدَ بْنِ قَیْسٍ وَّ اَبَانِ ابْنِ تَغْلَبٍ الخ

(تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۱۱۷ حرف سین)

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ابن ابی عمران مکہ میں ساکن تھے۔ آپ عبدالملک ابن عمیر، ابواسحاق السبیعی، زیاد بن علاقہ، اسود بن قیس، ابان ابن تغلب وغیرہ محدثین کرام سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ اعمش، ابن جریج، شعبہ، ثوری، مسعر (یہ ان کے شیوخ میں سے ہیں) ابواسحاق فرازی اور حماد بن زید وغیرہ۔ ابن مدینی نے کہا ہے۔ کہ امام زہری کے اصحاب میں ان سے بڑھ کر زیادہ صاحب تقویٰ کوئی نہ تھا۔ الاجلی الکوفی کا قول ہے۔ کہ ابن عیینہ حدیث میں ثقہ اور ثابت ہے۔ حدیث

Marfat.com

کے معاملہ میں بہت اچھے تھے۔ اور انہیں محدثین کرام میں صاحب حکمت محدث کہتے ہیں۔ امام شافعی کا کہنا ہے۔ کہ اگر امام مالک، سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو گیا ہوتا۔ اور یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں میں نے امام شافعی کو کہتے سنا ہے کہ امام مالک اور سفیان دونوں ہم پلہ ہیں۔ ابن مدینی نے کہا۔ کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے کہا۔ کہ میرے اساتذہ میں سے ابن عیینہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا اے ابو سعید! کیا سفیان بن عیینہ حدیث کے امام تھے؟ کہنے لگے۔ وہ متواتر چالیس سال سے امام فی الحدیث چلے آ رہے ہیں۔ علی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے بشر بن مفضل سے سُنا۔ کہ اب زمین پر ابن عیینہ کی مثل کوئی باقی نہیں ہے۔ عثمان دارمی کہتے ہیں۔ میں نے ابن معین سے پوچھا۔ کہ عمرو دینار کے اصحاب میں سے ابن عیینہ یا ثوری کون تمہیں زیادہ محبوب ہے؟ کہنے لگے۔ ابن عیینہ اُس سے زیادہ عالم ہے۔ ابن وہب کا قول ہے۔ کہ میں نے ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن کریم کا زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ میں نے ابن عیینہ کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا جس میں علمی جوہر ہو۔ امام احمد کہتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور سنت کا ابن عیینہ سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں دیکھا۔ ابن سعد انہیں ثقہ، ثابت، حجت اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابو داؤد سے آجری بیان کرتا ہے۔ کہ ابو معاویہ کہتے ہیں۔ کہ ہم جب امام اعمش کے ہاں سے پڑھ کر فارغ ہوتے تو سیدھے ابن عیینہ کے پاس آتے۔ یحییٰ ابن سعید کا کہنا ہے۔ کہ معمر کی بہ نسبت امام زہری کے شاگردوں میں مجھے ابن عیینہ زیادہ محبوب ہیں۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ اہل حجاز کی حدیث کو سب سے

Marfat.com

زیادہ جاننے والا ابن عینیہ تھا۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں۔ کہ ابن عینیہ دنیا والوں کے لیے حجت تھے۔ اور ان کے علاوہ امام مالک، شعبہ اور ثوری بھی حجت تھے۔

المختصر یہ:

جناب سفیان بن عینیہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور علماء نے بالاتفاق کہا ہے۔ کہ ان کی تدلیس مقبول ہے۔ اور یہ خود بہت بڑے قرآن وسنت کے عالم تھے۔ ثقہ، ثابت اور قابل حجت تھے۔ ان کے اساتذہ اور شاگرد ایسے ایسے کہ ڈھونڈے سے ایسے نہ ملیں۔ ان (ابن عینیہ) کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حرمتِ متعہ والی روایت ناقابل استدلال، موضوع اور من گھڑت بنائی گئی ہے۔ جاڑوی کا روایت مذکورہ کو غیر صحیح قرار دینے کا یہی حربہ تھا۔ آپ نے اس کی حقیقت حال جان لی۔ ہم یہاں تک بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ چلو ابن عینیہ کی سند والی روایت ناقابلِ استدلال اور ضعیف ہوگئی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی یہی روایت مسلم شریف میں چار دیگر اسناد سے مروی ہے۔ اور وہ چاروں اسناد صحیح ہیں۔ لہٰذا قابلِ حجت واستدلال بھی ہوئے۔ ان چاروں کی صحت نے ان کی کمزوری کو بھی چھپا لیا۔ کیونکہ قانون ہے۔ کہ ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہو۔ لیکن جب اُسے مختلف اسناد سے روایت کیا گیا ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمتِ متعہ کی مسلم شریف میں پانچ روایات مذکور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی سند علیحدہ ہے۔ اگر ابن عینیہ کی سند والی روایات چھوڑ بھی دی جائیں۔ تو پھر بھی چار روایات صحیحہ مسندہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ متعہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام ہے۔ اور

Marfat.com

اگر وہ روایت بھی شامل کر لی جائے۔ تو پھر پانچ عدد روایات صحیحہ مسندہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ معروفہ کو حرام کہتے اور سمجھتے تھے۔ اور تا قیامت اس کی حرمت کا قول انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تھا۔

دھوکہ کذب بیانی

جوازِ متعہ پر طبری کی ایک عبارت

جوازِ متعہ

اگر راوی حدیث سفیان بن عیینہ کے ساتھ اس افسوس کو شامل کریں جسے قابلِ اعتماد علماءِ اہل سنت نے قابلِ اعتماد ذرائع حدیث سے نقل کیا ہے۔ تو اس جھوٹ کی قلعی اور بھی کھل جاتی ہے جو حرمت متعہ کے سلسلہ میں حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۔ رَوَی الطَّبَرِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِہِ الْکَبِیْرِ جلد ۵ ص ۱۳ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ شُعْبَۃَ قَالَ سَاَلْتُ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ اٰیَۃِ الْمُتْعَۃِ اَھِیَ مَنْسُوْخَۃٌ ؟ قَالَ لَا : ثُمَّ قَالَ الْحَکَمُ وَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَوْ لَا اَنَّ عُمَرَ نَھٰی عَنِ الْمُتْعَۃِ مَا زَنٰی اِلَّا شَقِیٌّ۔

طبری نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۳ پر صحیح سلسلہ سند کے ذریعہ شعبہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حکم سے آیت متعہ کے متعلق پوچھا۔ کیا آیت متعہ

Marfat.com

منسوخ ہے؟ حکم نے کہا۔ نہیں۔ پھر حکم نے کہا۔ ۔حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عمر متعہ پر پابندی نہ لگاتا تو کسی بدنصیب کے سوا کوئی شخص زنا کا ارتکاب نہ کرتا۔

۲۔ فخر الدین رازی نے تفسیر جلد ۱۰ص ۵۰ پر بعینہٖ یہی روایت انہی الفاظ میں حضرت علی کا حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔

۳۔ علامہ جلال الدین السیوطی نے تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۴۰ پر بلا کم و کاست حضرت عمر پر حضرت علی کا اظہار افسوس اور اعتراض نقل کیا ہے۔

۴۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹/ ابو بکر رازی جصاص نے حضرت علی کا یہی قول اظہار افسوس اور حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔ جس میں آخری لفظ مَا زَنیٰ اِلَّا شَقِیٌّ مَا زَ نیٰ اِلَّا شَقَا۔ کوئی بدنصیب ہی زنا کرتا کی جگہ بہت قلیل ہی زنا کرتے۔ نقل کیا ہے۔

۵۔ ہدایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۸ پر ابن رشد اندلسی نے اور ۶۔ تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱ پر علامہ جلال الدین السیوطی نے حافظ عبد الرزاق اور حافظ ابن منذر کے صحیح سلسلہ سند سے قابل اعتماد راوی عطاء سے بھی حضرت عمر پر تحریم متعہ کا اعتراض اور اظہار افسوس حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان سلسلہ ہائے سند کے علاوہ دیگر مختلف سلسلہ ہائے سند جو کہ صحیح ہیں۔ سے قابل اعتماد اعتراض بمقدار وافر نقل کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی سے منسوب کرنا غلط محض اور افترا ہے۔ اور جواز متعہ درست ہے۔ اور حکم اسلام ہے۔ جو جس طرح زمانۂ رسول میں جائز اور عین اسلام تھا۔ اسی طرح آج بھی عین اسلام اور جائز ہے۔

(جواز متعہ ص ۳۱، ۳۲)

Marfat.com

جواب :

اثیر جاڑوی نے حضرت علی المرتضٰے کے افسوس کی روایات کو جو چھ عدد تفاسیر میں موجود ہیں "بہ صحیح سلسلۂ سند" کے ساتھ ہونا ذکر کیا ہے۔ اس کذب بیانی اور دغا بازی کی جس طرح مذمت کی جائے وہ کم ہی ہوگی۔ ان چھ کتب تفسیر میں سے کسی ایک میں بھی "سند صحیح" کا لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ اضافہ جاڑوی کا خود تراشا ہوا ہے اس قدر بے دینی اور کذب بیانی اور پھر اپنے آپ کو "فاضل قم پرنسپل جامعہ حسینیہ" لکھنا ہمیں تو اس سے یہی پتہ چلا ہے۔ کہ ان کے تمام فاضلوں کا یہی حال ہے۔

چیلنج

ہماری طرف سے بیس ہزار روپیہ نقد انعام کی پیشکش ہے۔ اگر جاڑوی اینڈ کمپنی کوئی بھی یہ ثابت کر دے کہ تفسیر طبری میں "باسناد صحیح" کا لفظ یہاں موجود ہے جس کی بنا پر قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ طبری کی طرح من وعن علامہ السیوطی امام رازی وغیرہ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے۔ اس پر قرآن کریم کی صرف دو آیات ہی ذکر کر دینا کافی ہیں۔

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ہمارا اعلان ہے۔ کہ لکھنؤ سے قم تک کے اصاغر و اکابر سبھی سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ اور روایت مذکورہ میں "باسناد صحیح" کا لفظ دکھا دیں تو منہ مانگا انعام پائیں۔

"حرمت متعہ" پر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے افسوس کرنے کی مزید روایت کی طرف ہم آتے ہیں۔ آیئے ذرا اسماء الرجال سے اس روایت کے

Marfat.com

راویوں کے حالات دیکھیں۔ روایت مذکورہ میں حضرت علی المرتضےٰ سے بیان کرنے والے راوی کا نام "حکم" ہے۔ اور پھر ان سے آگے شعبہ نے بیان کی یعنی اس روایت کا اصلی اور مرکزی راوی "حکم" ہے۔ شیعہ سنی کتب اسماء الرجال میں ہم نے ایسے حکم کو بہت تلاش کیا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرنے والا اور شعبہ کا شیخ واستاد ہو۔ میزان الاعتدال میں حکم نامی جتنے راویوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے ایک دو کو چھوڑ کر سب کے متعلق "مجہول" کا لفظ موجود ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ حکم بھی ہے۔ لہٰذا مجہول راوی کی روایت کی کیا وقعت ہے۔ کہ اُسے مقامِ استدلال میں پیش کیا جائے۔ دنیائے شیعیت کو دعوت ہے۔ کہ وہ ہماری یا اپنی کسی کتاب سے بھی اس حکم راوی کا تذکرہ بتائیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے راوی ہو اور جناب شعبہ نے اس کی شاگردی کی ہو۔ جب اس راوی کا اتہ پتہ ہی معلوم نہیں جس نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کرنے والی روایت ذکر کی۔ تو اس کی روایت اُس روایت کا کیسے مقابلہ کرسکتی ہے۔ جو قوی اور مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔ اس قوی روایت کو حضرت علی المرتضےٰ سے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے ابن عباس کو فرمایا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرما دیا تھا۔ یا امام مسلم کے بقول حضرت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ تو راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعہ سے منع فرما دیا ہے۔

طبری کا ایک راوی حکم شیعہ ہے

"حکم" نامی راوی جو کہ شعبہ کا استاد ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ تہذیب التہذیب میں ملتا ہے۔ لیکن یہ حکم راوی، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کرتا۔

Marfat.com

لہٰذا یہ حکم بھی حجت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مان لیا جائے۔ کہ یہ حکم وہی ہے۔ جس نے حضرت علی کی افسوس والی روایت ذکر کی ہے۔ تو پھر بھی اہل سنت کے نزدیک قابلِ حجت نہیں۔ کیونکہ صاحب تہذیب التہذیب نے اس کے بارے میں لکھا۔

تہذیب التہذیب

الحکم بن عتیبہ الکندی وَکَانَ فِیْہِ تَشَیُّعٌ اِلَّا اَنَّ ذَالِکَ لَمْ یَظْهَرْ مِنْہُ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۴۳۴)

ترجمہ:

حکم بن عتیبہ کندی۔ اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ مگر اس کا اُس سے ظاہر ہونا معلوم نہیں۔

بہرحال اس کی اگرچہ ثقاہت بھی معلوم ہو جائے۔ تب بھی قابل حجت نہیں کیونکہ متعہ اہل تشیع کا ایک مذہبی شعار ہے۔ اور اس کے جواز کی روایت کسی سنی سے ہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اور یہ تشیع سے موصوف ہونے کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بھی نہیں کرتا۔ اس لیے اس حکم نامی راوی کے حوالہ سے حضرت علی المرتضیٰ کا افسوس کرنا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یااولی الابصار

Marfat.com

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر ۸

حرمت متعہ والی حدیث صحیحین میں تضاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کے متعلق کسی قول کے نہ ہونے کا دعوے

جوازِ متعہ:

سلمہ بن اکوع سلمہ بن اکوع وہ راوی ہے۔ جس کی ایک ہی نقل کردہ حدیث صحیحین میں ایک دوسرے سے دست بگریبان۔ صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۹ مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی میں سلمہ بن اکوع حرمتِ متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے۔ جبکہ یہی سلمہ صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ حدیث ۱۰۴ مطبوعہ لاہور پر جواز متعہ کی حدیث بیان کرتا ہے

جواز متعہ از سلمہ بن اکوع در صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ کتاب النکاح حدیث ۱۰۴ دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَا كُنَّا فِيْ جَيْشٍ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ اَذِنَ لَكُمْ

Marfat.com

اَنْ تَمَتَّعُوْا فَاسْتَمْتِعُوْا حَدَّثَنِیْ اِیَاسُ ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَیُّمَا رَجُلٍ وَاِمْرَاَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةُ مَابَیْنَهُمَا ثَلَاثَ لَیَالٍ فَاِنْ اَحَبَّا اَنْ یَتَزَایَدَا اَوْیَتَتَارَکَا تَتَارَکَا۔

پھر مسلم خود کہتا ہے۔ فما ادری أشی کان لنا خاصة ام للناس عامة جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن اکوع روایت کرتے ہیں۔ ہم ایک لشکر میں تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس آکر فرمایا۔ کہ تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لہذا متعہ کرو۔ بخاری کہتے ہیں۔ کہ سلمہ بن اکوع نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اور مرد باہم موافق ہو جائیں تو تین شب تک باہم عشرت کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد اگر کمی یا زیادتی کرنا چاہیں تو وہ مختار ہیں۔ نہ معلوم یہ ہمارے لیے خاص تھا یا یہ سب لوگوں کے واسطے جائز ہے ...... یہ دونوں حدیثیں نقل کرنے کے بعد خود اجتہاد فرماتے ہوئے علامہ بخاری لکھتے ہیں۔ کہ ابو عبداللہ نے حضرت علی سے اور حضرت علی نے حضور سے جواز متعہ کی منسوخی نقل فرمائی ہے۔ حالانکہ اگر حرمت متعہ واقعاً ہوتی اور حرمت متعہ کے راوی حضرت علی ہوتے تو اولاً حضرت عمر کے اعلان تحریم متعہ پر اعتراض نہ کرتے ثانیاً طریق اہل بیت سے بھی کوئی ضعیف السند یا قوی السند حدیث منقول ہوتی ثالثاً دیگر صحابہ سے بھی حرمت متعہ کی کوئی حدیث نقل کی جاتی۔ لہذا اس کا واضح مقصد یہ ہے کہ حرمت متعہ

Marfat.com

کی احادیث غلط محض جعلی اور افتراء ہیں۔ اور تحریم متعہ ایک شخص کی ذاتی رائے ہے جو کسی بھی لحاظ سے قابل اعتبار نہیں۔ جواز متعہ اور سلمہ بن اکوع اور صحیح مسلم علاوہ ازیں امام مسلم نے اس حدیث کو دوسرے الفاظ سے نقل کیا ہو۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اٰبَائِهٖ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ ۔

جابر اور سلمہ نے کہا کہ ہم پر رسول اللہ کا منادی نکلا۔ اور اس نے پکارا کہ رسول اللہ نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے یہ دونوں احادیث جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کے لیے نقل کی ہیں۔ لیکن ان میں بھی تفریق موجود ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور بنفس نفیس جابر اور ابن اکوع کے پاس تشریف لائے۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق آنحضور کا منادی ندا کرتا ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور کی اجازت متعہ صرف جابر ابن عبداللہ اور سلمہ بن اکوع سنتے ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق اذن متعہ کا اعلان عام ہوتا ہے۔ اور میدانِ جنگ میں موجود تمام صحابہ سنتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے جواز متعہ کی حدیث سلمہ بن اکوع سے باختلاف الفاظ نقل کی ہے۔ لیکن

Marfat.com

حرمت متعہ کی حدیث نقل کرنے میں امام مسلم تنہا رہ گئے اور امام بخاری نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ جس کی وجہ واضح ہے کہ امام بخاری نے حرمت متعہ کے لیے سلمہ بن اکوع کی جانب منسوب کردہ حدیث کو نہ تو قابل عمل سمجھا ہے اور نہ ہی قابل نقل۔

(جواز متعہ مصنفہ اثیر جاڑوی)

جواب:

مذکورہ عبارت چند امور پر مشتمل ہے۔ بطور خلاصہ وہ یہ ہیں۔ (۱) سلمہ بن اکوع کی نقل کردہ ایک حدیث باہم دست بگریبان ہے (۲) حضرت علی المرتضیٰ سے حرمتِ متعہ پر کوئی حدیث مروی نہیں۔ اگر ہوتی تو آپ اس پر افسوس کیوں کرتے (۳) حضرت علی المرتضیٰ سے اگر حرمت متعہ پر کوئی حدیث ہوتی۔ تو اہل بیت سے کوئی نہ کوئی اُسے ضرور ذکر کرتا (۴) سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کی روایت بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت صرف مسلم میں ہے بخاری نے اس میں ساتھ چھوڑ دیا۔ (۵) کسی بھی صحابی سے حرمت متعہ پر کوئی روایت نہیں۔ ان امور کا سلسلہ وار جواب پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے ایک روایت ہونا اور وہ بھی باہم مخالف ہونا، کون بے وقوف یہ تسلیم کرے گا۔ جناب سلمہ بن اکوع سے مسلم شریف میں دو روایات ہیں۔ پہلی روایت جابر بن عبد اللہ سے ہے جس میں متعہ کی اجازت کا ذکر ہے۔ اور دوسری اعمش سے ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال اوطاس میں تین دن تک متعہ کی اجازت دینا اور اس کے بعد منع فرما دینے کا ذکر ہے۔ حوالہ کے لیے مسلم شریف جلد اوّل ص۴۵۰-۴۵۱ ملاحظہ ہو۔ یہ ایک روایت نہیں بلکہ دو ہیں ان کو ایک کہہ کر پیش کرنا "وما قم"

Marfat.com

کا کمال ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں تناقض کہاں؟ پہلی روایت میں جواز متعہ کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں مدتِ جواز کے گزرنے پر حرمت متعہ کا ذکر ہے۔

۲۔ یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث موجود نہیں، پہلی بات کی طرح یہ بھی جھوٹ ہے مسلم شریف اور صحیح بخاری میں ان کی وہ روایات سندِ صحیح کے ساتھ موجود ہیں۔ جن میں حرمت کا ذکر ہے۔ رہا یہ کہ اگر آپ سے حرمتِ متعہ کی روایات ملتی ہیں۔ تو پھر حضرت عمر پر افسوس کا اظہار کیوں کیا گیا؟ تو اس بارے میں ہم پہلے تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ یہ روایت مجہول راوی سے ہے لہٰذا اس میں اجماع صحابہ کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں اس لیے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے حرمتِ متعہ کی روایت جس کو تمام صحابہ کرام کی تائید حاصل ہے وہ قوی ہے۔ اور افسوس والی کمزور۔ اس لیے ان دونوں کے مراتب کے فرق کے پیش نظر آپ کے کلام میں تناقض نہیں ہے۔

۳۔ جہاں تک حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے حرمتِ متعہ کی روایت اور پھر اُسے اہل بیت کے ذکر کرنے کا معاملہ ہے۔ تو جاڑوی کو اپنی کتابوں کے دیکھنے کا بھی موقعہ نہ ملا۔ نہ جانے قم سے فاضل کیسے بن گیا۔ جاڑوی صاحب آپ کی صحاح اربعہ میں سے الاستبصار اور تہذیب الاحکام میں یہ روایت موجود ہے۔

Marfat.com

حرمت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت

الاستبصار و تہذیب الاحکام

عن زید بن علی عن آبائه عن علی علیهم السلام
قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ
الْاَهْلِيَّةِ وَنِكَاحِ الْمُتْعَةِ

(۱- الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲
ابواب المتعہ)
(۲- تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۵۱
باب تفصیل احکام النکاح)

ترجمہ:

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تک تمام اُن حضرات سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو پالتو گدھوں کا گوشت اور نکاح متعہ کو حرام فرما دیا ہے۔

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضٰی تک تمام ان حضرات سے حرمت متعہ کی روایت کر رہے ہیں۔ جو اہل بیت کے ممتاز افراد ہیں۔ ان تمام نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے سے پہلی شخصیت سے روایت

Marfat.com

سنی۔ حتیٰ کہ زید بن علی تک وہ روایت پہنچ گئی۔ اب اثیر جاڑوی کے لیے یہی راستہ رہ جاتا ہے۔ کہ یا تو اس روایت کا انکار کر دے۔ لیکن یہ ان کی صحاح اربعہ میں موجود ہے انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ یا پھر اس بات کو تقیہ پر محمول کر کے اہل بیت کو غلط بات کہنے والا ثابت کرے۔ لیکن تقیہ کا زمانہ بھی نہ تھا کسی کا خوف وخطرہ بھی نہ تھا۔ اس لیے اب جاڑوی کو یا تو حرمتِ متعہ تسلیم کر لینی چاہیئے۔ یا پھر ان ائمہ اہل بیت کی محبت کا طوق گلے سے اتار دینا چاہیئے۔ جو جھوٹ موٹ پہن رکھا ہے۔

۴۔ جوازِ متعہ کی روایت سلمہ بن اکوع سے مسلم اور بخاری دونوں نے ذکر کی لیکن حرمتِ متعہ کی روایت میں امام مسلم تنہا رہ گیا۔ اس کی وجہ خود جاڑوی نے بیان کی۔ کہ بخاری کے نزدیک سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل ونقل ہے چلئے مان لیا۔ کہ سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابلِ عمل ونقل ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت کیسے ہو گیا۔ کہ متعہ حرام نہیں۔ اگر امام بخاری کے نقل کرنے پر فیصلہ چاہتے ہو۔ تو پھر ہم تمہیں سلمہ بن اکوع سے کہیں زیادہ مف[illegible] شخصیت کی حرمت متعہ پر روایت بخاری شریف میں دکھاتے ہیں۔ [illegible] تسلیم کر لو۔

بخاری شریف

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ زُهْرِيَّ يَقُولُ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللهِ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَ

Marfat.com

عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۰۷، مطبوعہ
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے وقت متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

حرمتِ متعہ کی یہ روایت امام بخاری نے ذکر کی۔ اور ذکر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اب ذرا جاڑوی کے پاس دعویٰ کو دیکھئے۔ کہتا ہے ۔ کہ سلمہ بن اکوع کی حرمتِ متعہ کی روایت امام بخاری کے نزدیک ناقابل عمل ہے۔ اس لیے اُسے نقل کیا۔ اور یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ سے نقل کر کے امام بخاری نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ قابلِ عمل ہے۔ اب اس پر عمل جاڑوی کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ قم سے سندِ فاضل اسی لیے دی گئی۔ کہ جھوٹ کو کبھی بھی جدا نہ ہونے دینا۔ یہ سند فاضل کی نہیں بلکہ پاگل کی ہے۔ یا پھر یہ فاضل فضیلت سے نہیں بلکہ فضول سے بنا ہے۔

۵ ۔ حرمتِ متعہ پر کسی بھی صحابی کی روایت موجود نہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ کہ بخواسی اور جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ اپنی تصنیف جوازِ متعہ کے ابتداء میں خود تسلیم کر آیا ہے۔ کہ حرمتِ متعہ کی روایات صرف تین صحابہ سے ملتی ہیں۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ، سلمہ بن اکوع اور سبرہ بن معبد جہنی۔ اور اب یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ کہ حرمتِ متعہ کی روایت کسی صحابی سے موجود نہیں۔ ؎

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

Marfat.com

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۹

جواز متعہ

حرمتِ متعہ اور سلمہ بن اکوع از صحیح مسلم مسلم جلد چہارم طبع مکتبہ شعیب بُرنس روڈ کراچی نمبر(۱)

امام مسلم تک اس حدیث کے پہنچنے میں ابن محمد اور عبد الواحد ابن زیاد دو راوی بھی ہیں۔

عن ایاس ابن سلمۃ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَامَ اَوْطَاسٍ فِی الْمُتْعَۃِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَھٰی عَنْھَا۔

ترجمہ:

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سلمہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ آنحضور نے اوطاس کے سال تین بار متعہ کی اجازت دی۔ اور پھر منع کر دیا۔

اولاً تو سلمہ کی یہ حدیث اس کی اپنی سابقہ حدیث جسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں نے نقل کیا ہے معارض ہے۔ ثانیاً اگر یہ حدیث قابلِ اعتماد ہوتی تو امام بخاری اس حدیث کو قطعاً نظر انداز نہ کرتے۔ ثالثاً علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۴۸۵ میں یونس ابن محمد اور عبد الواحد ابن زیاد دونوں کو اس قابل قرار نہیں

Marfat.com

دیا کہ ان سے حلال محمد کے خلاف کسی نقل حدیث کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے میزان الاعتدال جلد چہارم ص ۴۸۵/ابن معین، نسائی اور احمد نے یونس بن محمد کو قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ عبدالواحد ابن زیاد ان محدثین کی فہرست میں ہے۔ جن کی کذب بیانی اور افترا پردازی اظہر من الشمس ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۶۷۲ میں مرقوم ہے۔ کہ عبدالواحد ابن زیاد اختراع حدیث کرتا تھا، اور انہیں اعمش سے منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ اعمش سے اس نے ایک حرف بھی نقل نہ کیا۔ میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ ۵۲۸۷)

میزان الاعتدال

قال ابو داود عمد عبد الواحد الی احادیث کان یرسلها الاعمش فوصلها بقوله حدثنا الاعمش حدثنا مجاهد فی کذا و کذا قال عبد الواحد لیس بشئ

(میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ نمبر ۵۲۸۷)

ترجمہ:

ابو داؤد فرماتے ہیں۔ کہ عبدالواحد نے ان تمام کو جنہیں اعمش نے مرسل چھوڑا لے لیا اور حدثنا الاعمش کہہ کر مجاہد سے سلسلہ سند جوڑ دیا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ کہ عبدالواحد لیس بشئ ہے۔

حرمت متعہ کے سلسلے میں نقل کی گئی دوسری حدیث کا یہ عالم ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ لہذا حضرت علی سے نقل کردہ حدیث حرمت متعہ کی طرح سلمہ ابن اکوع کی حدیث حرمت متعہ بھی جعلی من گھڑت اور خود ساختہ ثابت ہوئی

Marfat.com

اور جواز متعہ جس طرح قرآن میں موجود تھا۔ آج بھی ہے۔ اور اسے حرام قرار دینا احکام خدا میں تصرف ہے۔ جس کا حق خداوند عالم کے سوا کسی کو نہیں۔

(جواز متعہ ص ۱۴۷ مصنفہ اثیر جاڑوی)

جواب:

گذشتہ سطور میں جاڑوی نے پچھلی باتیں ہی دہرائی ہیں۔ جن کا جواب ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں صرف سلمہ بن اکوع سے مروی حرمت متعہ کی روایت کے دو افراد یونس بن محمد اور عبدالواحد بن زیاد پر جرح کر کے حدیث کو مجروح ثابت کیا گیا۔ اور حوالہ کے لیے میزان الاعتدال کا نام لیا۔ اب ہم ان دونوں کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔

میزان الاعتدال میں مذکورہ جلد اور صفحہ پر یونس بن محمد نامی کسی راوی کا تذکرہ نہیں۔ لہٰذا جس کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق ابن معین نسائی اور احمد کا قول نقل کرنا واضح جہالت ہوگی۔ جو فاضل قم کی امتیازی علامت ہے۔ دوسرے راوی عبدالواحد کے متعلق جو کچھ جاڑوی نے کہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عبدالواحد نے دوسروں کی مرسل احادیث کو متصل بنانے کی کوشش کی۔ اور یہ کہ محدثین میں عبدالواحد کا شمار کذاب اور مفتری لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس دوسرے الزام کے بارے میں جاڑوی نے وہی کچھ کیا۔ جو یونس بن محمد کے ساتھ روا رکھا۔ یعنی میزان الاعتدال میں عبدالواحد بن زیاد کے بارے میں ان الفاظ کا نام و نشان تک نہیں۔ بلکہ ان کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں۔

میزان الاعتدال

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدٍ سَاَلْتُ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ

Marfat.com

الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ اَحْمَدُ وَغَيْرُهُ ثِقَةٌ وَحَدَّثَ عَنْهُ مُسَدَّدٌ وَ قُتَيْبَةُ وَخَلْقٌ وَرَوَاهُ عُثْمَانُ اَيْضًا عَنْ يَحْيٰى ثِقَةٌ وَ قَالَ لَيْسَ بِهٖ بَاْسٌ ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ نمبر ۶۷۵
مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

عثمان بن سعید نے یحییٰ ابن معین سے عبدالواحد بن زیاد کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ لیس بشئی ہے۔ اور امام احمد وغیرہ نے اسے ثقہ کہا۔ اس سے مُسدّد داور قتیبہ وغیرہ بہت سے محدثین نے روایت کی۔ عثمان نے یحییٰ سے اس کی ثقاہت لکھی ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ اس کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تو تھی ان کے بارے میں وضاحت کہ کس قسم کے راوی تھے۔ اب پہلا الزام لیجئے۔ کہ یہ مرسل روایات کی سند بیان کرتے تھے۔ جناب اعمش نے جن روایات میں ارسال کیا۔ ان کی صحت پر انہیں اعتماد تھا۔ اس لیے ان کی سند کے اتصال اور متواتر ہونے پر زور نہ دیا۔ لیکن ان کے بعد عبدالواحد بن زیاد نے بڑی جانفشانی سے ان مراسیل کی پوری سند ذکر کی۔ اب اس کو عبدالواحد کی خوبیوں میں شمار کریں گے یا ان کی کمزوریوں پر محمول کریں گے؟ ان کی اس خدمت اور دیگر حالات کے پیش نظر جید علماء نے انہیں ثقہ کہا۔ اور ان کی مرویات ذکر کرنے میں کسی حرج کو دخیل نہ کیا۔ لیکن جارڈی تو جھوٹ بولنے اور من گھڑت باتیں بنانے کی قسم اٹھائے ہوئے ہے۔ اگر حق وصداقت کی تلاش مقصود ہوتا تو عبدالواحد

Marfat.com

بن زیاد کے بارے میں وہی لکھتا۔ جو کتب اسماء الرجال نے لکھا ہے۔ اپنی خودساختہ نہ ہانکتا۔ عبدالواحد بن زیاد کی سیرت کتب اسماء الرجال سے ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادِ الْعَبْدِی۔ رَوٰی عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ الشَّیْبَانِیْ وَ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ وَ الْاَعْمَشِ وَاَبِیْ مَالِكِ الْاَشْجَعِی ..... وَعَنْہُ ابْنُ مَھْدِیْ وَ عَفَّان وَ عَارِم وَ مُعَلّٰی اِبْنُ سَعْدٍ الخ قَالَ اَبُوْعَوَانَۃَ عَبْدُ الْوَاحِدِ ثِقَۃٌ وَ قَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَۃً كَثِیْرِ الْحَدِیْثِ وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَۃَ وَ اَبُوْحَاتِمٍ ثِقَۃٌ قَالَ النَّسَائِیُّ لَیْسَ بِہٖ بَاْسًا وَ قَالَ اَبُوْدَاؤدَ ثِقَۃٌ عَمَدَ اِلٰی اَحَادِیْثَ كَانَ یَرْسِلُھَا الْاَعْمَشُ فَوَصَلَھَا قَالَ الْاَجَلِی الْبَصَرِی ثِقَۃٌ حَسَنُ الْحَدِیْثِ وَ قَالَ الدَّارُقُطْنِیْ ثِقَۃٌ مَامُوْنٌ وَ ذَكَرَہٗ ابْنُ حَبَّانِ فِی الثِّقَاتِ وَ قَالَ ابْنُ عَبْدِالْبَرِّ اَجْمَعَ لَاخِلَافَ بَیْنَھُمْ اَنَّ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِیَادِ ثِقَۃٌ ثَبَتَ وَ قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ الْفَارِسِیْ ثِقَۃٌ لَمْ یَحْتَلَّ عَلَیْہِ بِقَادِح۔

(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۴۳۴ حرف العین)

ترجمہ:

عبدالواحد بن زیاد عبدی کے اساتذہ و شیوخ میں سے چند یہ ہیں۔

Marfat.com

ابواسحاق الشیبانی، عاصم الاحول، اعمش اور ابو مالک الاشجعی۔ اور ان کے شاگردوں میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ابن مہدی عفان، عارم اور معلی ابن سعد ابو عوانہ نے انہیں ثقہ کہا۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہا۔ ابوزرعہ اور ابو حاتم دونوں نے ثقہ کہا۔ نسائی نے لیس بہ باسا کہا۔ ابوداؤد نے ثقہ کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ جن احادیث کو اعمش ارسال کر دیا کرتے تھے یہ ان کی سند بیان کر دیتے تھے۔ اعجلی بصری نے ثقہ اور حسن الحدیث کہا۔ دارقطنی نے ثقہ مامون کہا۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ روایوں میں لکھا۔ ابن عبدالبر نے کہا۔ کہ تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ کہ عبدالواحد بن زیاد ثقہ اثبت ہے۔ ابن قطان فارسی نے بھی ثقہ کہا۔ اور کہا کہ ان پر کوئی حرج نہیں ہوئی ہے۔

لمحہ فکریہ

"عبدالواحد بن زیاد" کے متعلق جرح اور تنقید کرتے ہوئے جاڑوی نے یہ لکھا ہے۔ کہ "اس کی کذب بیانی اور افتراء پردازی اظہر من الشمس ہے" ایک طرف یہ الزام اور دوسری طرف عظیم محدثین اور ناقدین کا انہیں بالاتفاق ثقہ کہنا یہ جاڑوی کے خود کذاب اور افتراء پرداز ہونے کی ایسی دلیل ہے۔ جو اظہر من الشمس ہے۔ عبدالواحد اپنے شیخ جناب اعمش کی مراسیل کی سند بیان کرتے ہیں لیکن اس محنت اور علمی خدمت کو جاڑوی اس رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ کہ عبدالواحد اختراع حدیث کرتا تھا۔ اور اسے اعمش کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ اس سے آپ جاڑوی کا یتیم فی العلم ہونا جان چکے ہوں گے۔ اُدھر میزان الاعتدال اور

Marfat.com

تہذیب التہذیب اس کی خوبی بیان کریں۔ اور ادھر اس متعہ کی پیداوار کو وہی نقص نظر آئے۔ ابن قطان فارسی نے تو سو باتوں کی ایک بات کہہ دی۔ کہ کوئی جرح و تنقید کرنے والا عبد الواحد میں نقص نہیں نکال سکتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حرمتِ متعہ کی حدیث کے یہ دونوں راوی قابلِ اعتماد اور ثقہ ہیں۔ اس لیے ان کی روایت کردہ احادیث صحیح اور قابلِ حجت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۱

جواز متعہ

سبرہ ابن معبد جہنی۔ اب حرمت کے سلسلہ میں تیسری حدیث جو سبرہ ابن معبد نے نقل کی ہے۔ آپ نے سبرہ کے متعلق علماء سوادِ اعظم کے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ایک نگاہ میں انہیں بھی دیکھ لیں تاکہ حرمتِ متعہ کی قلعی کھل جائے۔ اور جوازِ متعہ کا حکمِ الٰہی طشت از بام ہو جائے۔

(ا)۔ سبرہ سے احادیث اس کے بیٹے ربیع ابن سبرہ کے علاوہ کسی نے بھی نقل نہیں کیں۔

(ب)۔ ربیع بن سبرہ راویانِ حدیث کی فہرست میں مجہول الشخصیت ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام بخاری میں نے پوری صحیح بخاری میں سبرہ بن معبد سے ایک حدیث بھی نہیں لی۔ کیونکہ سبرہ سے اس کے بیٹے ربیع کے سوا کسی دوسرے راوی نے ایک حدیث تک نقل نہیں کی۔ امام بخاری کے بعد

Marfat.com

امام مسلم کو ہی دیکھ لیجئے کہ پوری صحیح مسلم میں حرمت متعہ کی حدیث کے علاوہ کوئی، دوسری حدیث نقل نہیں کی۔

(ج)۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں ص ۴۴۴ پر احادیث سبرہ کے متعلق لکھا ہے کہ علمائے روایت سبرہ ابن معبد کی حدیث کو درست قرار نہیں دیتے کیونکہ عبدالملک بن ربیع بن سبرہ ابن معبد ناقل حدیث ہے اور عبدالملک کے متعلق ابن معین نے کافی کچھ لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ شدت احتیاج اور سخت ضرورت کے باوجود امام بخاری نے سبرہ کی ایک حدیث کو بھی قبول نہیں کیا اگر امام بخاری کے نزدیک سبرہ کی حدیث درست ہوتی تو وہ یقیناً احادیث سبرہ کو اپنی صحیح بخاری میں جگہ دیتے۔ مزید تفصیل کے لیے الجمع بین رجال الصحیحین جلد ا ص ۳۰۵ ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ ہوا کہ حدیثِ حرمت متعہ ریت کی دیوار ہے۔ اور جس طرح یہ اصول ہے کہ ایک غلطی کو چھپانے کے لیے کئی غلطیاں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر کی تحریم متعہ کو جائز قرار دینے کے لیے تنسیخ آیت کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے پڑے۔ حدیث ساز فیکٹری کی طرف رجوع کرنا پڑا اور ایسے افراد کی احادیث نقل کی گئی جو یا تو معیار حدیث پورا نہیں کرتے اور یا وہ اس کے خلاف کافی سے زیادہ اظہار خیال کر چکے ہیں۔ لہٰذا نہ تو کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورا کرتا ہے۔ نہ حدیث سلمہ ابن اکوع معیار صحت پر پوری اترتی ہے۔ اور نہ ہی حدیث سبرہ تنسیخ احادیث کی اہلیت رکھتی ہے۔ اور جواز متعہ جس طرح تھا وہیں کا وہیں رہا۔

(جواز متعہ تصنیف اثیر جاڑوی شیعی

ص ۳۸)

Marfat.com

جواب:

مذکورہ عبارت تین امور پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ سبرہ ابن معبد کا بیٹا ربیع بن سبرہ چونکہ "مجہول الشخصیت" ہے اس لیے سبرہ بھی مجہول ہوا۔

دوم:

بخاری نے سبرہ کی ایک روایت بھی ذکر نہ کی۔ اور مسلم نے صرف ایک ہی روایت حرمت متعہ والی ذکر کی ہے۔ کسی اور روایت کا نام و نشان نہیں ملتا۔

سوم:-

احادیث سبرہ اس لیے نامقبول ہیں۔۔۔ کہ ان کی روایت کرنے والا عبدالملک بن ربیع (یعنی جناب سبرہ کا پوتا) ہے۔ اور اس پر ابن معین نے بہت کچھ کہا ہے۔

اوّل:-

کسی راوی کا مجہول ہونا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک نسب کے طور پر اور دوسرا عدالت میں۔ جناب سبرہ کے نسب کا تذکرہ تو کتب اسماء الرجال میں موجود ہے۔ سبرہ ابن معبد عوسجہ جہنی۔ ان کے بیٹے ربیع اور پوتے عبدالملک تک کے نام موجود ہیں۔ اس لیے جہالت باعتبار نسب کے تو نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عدالت میں مجہول ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کتب اسماء الرجال میں ان پر کوئی تنقید موجود نہیں ہے

Marfat.com

بلکہ اس کے برعکس ان کے صحابی ہونے کی شہادت موجود ہے اور تمام صحابہ کرام کی عدالت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے۔ فرمایا "میرے تمام صحابہ عادل ہیں" آپ کے اس ارشاد کے پیش نظر جب جناب سبرہ کی صحابیت کی طرف خیال جاتا ہے۔ تو فوراً ان کی عدالت سامنے آجاتی ہے اثیر جاڑوی نے بھی ایک جگہ راوی پر تنقید کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ اس نے زمانہ رسول بھی نہ پایا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو زمانۂ رسول بیسر ہو وہ قابل اعتبار واعتماد راوی ہے۔ لہٰذا صحابی ہونے کی وجہ سے کسی ناقد نے ان کی عدالت پر اعتراض نہیں کیا۔ ان کا صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا درج ذیل امور سے ثابت ہے۔

تہذیب التہذیب

سَبْرَۃُ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَوْسَجَۃَ لَہٗ صُحْبَۃٌ وَقَعَ ذِکْرُہٗ فِیْ حَدِیْثٍ عَلَّقَہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ اَحَادِیْثِ الْاَنْبِیَآءِ فَقَالَ یَرْوِیْ عَنْ سَبْرَۃَ ابْنِ مَعْبَدٍ وَاَبِی الشُّمُوْسِ اَنَّ النَّبِیَّ اَمَرَ بِالْقَآءِ الطَّعَامِ یَعْنِیْ مِنْ اَجَلِ مِیَاہِ الثَّمُوْدِ وَعَنْہُ ابْنُ الرَّبِیْعِ وَذَکَرَہٗ ابْنُ سَعْدٍ فِیْ مَنْ شَہِدَ الْخَنْدَقَ فَمَا بَعْدَہَا۔

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص۴۵۳ حرف السین)

ترجمہ: سبرہ ابن معبد عوسجہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔

Marfat.com

(یعنی صحابی ہیں) ان کا نام اس حدیث میں آیا جسے امام بخاری نے احادیث الانبیاء میں تعلیقاً ذکر کیا۔ کہا کہ سبرہ ابن معبد اور ابوالشموس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا گرا دینے کا حکم دیا۔ یعنی اس وجہ سے کہ اس میں قوم ثمود کا پانی ملا ہوا تھا۔ ان سے ان کا بیٹا ربیع روایت کرتا ہے۔ اور ابن سعد نے کہا۔ کہ سبرہ غزوۂ خندق اور اس کے بعد رونما ہونے والے غزوات میں حاضر ہوئے تھے۔

جب کہ جناب سبرہ کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ تو پھر ان کی عدالت بھی ثابت۔ لہٰذا انہیں "مجہول الشخصیت" کہنا نری جہالت ہے۔ اور پھر اس پر مزید جہالت یہ کہ ان کے بیٹے ربیع کو مجہول کہہ کر جاڑوی نے ان کی جہالت بیان کی۔ نہ بیٹے کی جہالت پر کوئی دلیل اور نہ کہیں یہ قانون کہ بیٹے کے مجہول ہونے سے باپ بھی مجہول ہو جائے۔ یہ تھی اثیر جاڑوی کی علمیت۔

دوم:

امام بخاری نے سبرہ کی کوئی روایت ذکر نہ کی۔ اور امام مسلم نے صرف ایک ہی بیان کی۔ لہٰذا مجہول ہونے کی وجہ سے ہوا۔ خدا عقل دے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ لیکن عدم روایت سے ان کا مجہول ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا پوری بخاری شریف میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کوئی روایت ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے نام سے اپنی فقہ چمکا رہے ہو؟ امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے ان کی روایات ذکر کیں۔ جس کا جاڑوی کو بھی اعتراف ہے۔ ان میں ایک امام مسلم ہیں۔ اگرچہ ان کی صحیح مسلم میں ان کی صرف ایک روایت ذکر فرمائی۔ لیکن امام مسلم نے یوں ہی سنی سنائی

Marfat.com

ہر حدیث اپنی صحیح میں درج نہیں کر دی۔ بلکہ جب تک اُسے شرائط پر پورا اترتے نہ پایا اس وقت تک اُس کا ذکر نہ کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام مسلم کی شرائطِ صحت روایت پر چونکہ حدیث سبرہ پورا اترتی تھی۔ اس لیے امام مسلم نے اسے درج فرما دیا۔ صحیح مسلم میں روایت کا درج ہونا تو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ صحیح ہے۔ اور جاڑوی یہ تاثر دینے کی کوشش میں ہے۔ کہ چونکہ ایک ہے۔ اس لیے اس کا راوی مجہول ہوا ۔ عجیب منطق ہے اور انوکھا ضابطہ۔ نہ کسی نے اس سے قبل پیش کیا اور نہ ہی کسی کے ذہن میں آیا۔ ممکن ہے ثبوت جوازِ متعہ کے شائق کو یہ ضابطہ اس کا بابا ابلیس بتا گیا ہو کیونکہ اُسے حرام کاموں کو جائز ثابت کرنے کے بہت دلائل آتے ہیں۔

سوم:

حرمت متعہ کی جناب سبرہ کی روایت چونکہ ان کے پوتے عبد الملک سے مروی ہے۔ اور عبد الملک کے بارے میں ابن معین نے بہت کچھ لکھا۔ لہٰذا یہ روایت ریت کی دیوار سے بڑھ کر نہیں۔ سو اس بارے میں سُنیئے۔ جناب سبرہ سے روایت کرنے والے صرف عبد الملک ہی نہیں بلکہ ایک اور راوی عبد العزیز بھی ہیں۔ اور مسلم شریف میں روایت حرمتِ متعہ ان دونوں سے مذکور ہے۔ کتب اسماء الرجال میں یہ مذکور ہے۔ کہ وہ روایت سبرہ جو عبد الملک کے واسطے سے مروی ہو۔ ضعیف ہے۔ اس واسطہ کے سوا اگر دوسرے واسطے سے مروی ہو۔ تو وہ ضعیف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حرمت متعہ کی روایت جو عبد الملک کے واسطہ سے ہے اس میں اگرچہ ضعف ہے۔ لیکن اُسے موضوع نہیں کہا جا سکتا۔ اب اسی روایت کو جب عبد العزیز کے واسطہ سے ذکر کیا گیا۔ جو کہ ضعیف بھی نہیں۔ تو اس روایت کی تاکید ہو گئی۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر ایک حدیث ضعیف

Marfat.com

کی دوسری غیر ضعیف حدیث تائید و توثیق کر دے۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے لہٰذا روایتِ عبد الملک بوجہ تائید کے ضعف سے نکل کر قوت میں داخل ہو گئی۔

آخر میں ہم جناب سبرہ کے بیٹے ربیع کے متعلق ایک حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ ربیع کو "مجہول الشخصیت" کہہ کر جاڑوی نے سبرہ پر تنقید کی تھی۔ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ بیٹے پر تنقید سے باپ کو ملوث کرنا نری حماقت ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ بیٹا بھی تنقید سے خالی ہو۔ تو پھر اس پر فرضی جرح و تنقید ثابت کر کے اس کے باپ کو بدنام کرنا و عبد اللہ بن سبا کی تعلیم کا اثر ہی ہو سکتا ہے؟

تہذیب التہذیب

رَبِیعُ بْنُ سَبْرَةَ وَقَالَ الْاَجْلِیُ حِجَازِیٌ تَابِعِیٌ ثِقَةٌ وَقَالَ النَّسَائِیُّ ثِقَةٌ وَذَکَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِی الثِّقَاتِ۔

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۲۴۴
حرف الراء)

ترجمہ:

ربیع بن سبرہ کے بارے میں الاجلی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ امام نسائی نے بھی اسے ثقہ کہا۔ اور ابن حبان نے اس کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے۔

جہاں تک حرمتِ متعہ پر بقول جاڑوی تین روایات ہیں۔ اور ان کو ناقابلِ اعتماد ٹھہرانے کی نہایت کذابانہ چالاکی کی۔ ہم نے اس کذب بیانی اور دھوکہ دہی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ روایاتِ مذکورہ ریت کی دیوار نہیں ہیں بلکہ ان پر کی گئی جھوٹی تنقید تارِ عنکبوت سے بھی گئی گزری ہے۔ ہم نے اس کو تار تار کر کے

Marfat.com

الگ کر دیا۔ اس بناوٹی محب علی کو جواز متعہ کی فکر اس قدر دامن گیر ہے۔ کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث کو بھی درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے لکھ دیا۔ کہ وہ کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورے نہیں کرتا ،، اسے کلام علی بھی تسلیم کر رہے ہو۔ اور پھر اسے وہ تقاضے پورے نہ کرنے والا،، کہہ کر کس کو خوش کرنا چاہتے ہو۔ یہی علی المرتضیٰ ہیں۔ جن کا مقام و مرتبہ تمہارے عقائد کے اعتبار سے انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور جن کی ہر بات قابلِ حجت ہے۔ ظالمو! جن کا نام لے کر دکان چمکاتے ہو۔ ان کی توہین سے بھی باز نہیں آتے حدیث علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسند، مرفوع اور صحیح ہے۔ اسے ہم تحقیق سے ثابت کر چکے ہیں۔

لہٰذا ”جواز متعہ جیسے تھا ویسا ہی رہا،، اس سے اپنوں کا دل تو بہلایا جا سکتا ہے۔ لیکن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں کے نزدیک جوازِ متعہ کا وجود ختم ہو گیا ہے۔ اور اب بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح بقول علی المرتضیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دھوکہ
اور
کذب بیانی نمبر ۱۱

جواز متعہ

نوٹ: اب ذرا شرح نووی کے دعوائے اجماع اور امام فخرالدین رازی کے مذکورہ فرمان کا موازنہ کریں۔ کہ ان میں سے کون درست ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ صرف اہل سنت کے ہاں متعہ منسوخ ہے۔ اور عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین جواز متعہ کے قائل ہیں۔ اور علامہ نووی لکھتے ہیں۔ کہ حرمت پر اجماع ہے۔

(جواز متعہ ص ۴۱)

جواب:

اثیر جاڑوی نے رسالہ "جواز متعہ" ص ۳۹ پر ایک عنوان "متفق علیہ نظریہ" کے تحت چند حوالہ جات درج کیے ہیں۔ جن میں ابتدائے اسلام میں متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور آخر میں مندرجہ بالا دھوکہ اور کذب بیانی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ ہم اس سے قبل اس امر کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ آیت استمتاع کو جسے اہل تشیع جواز متعہ کی سند کے طور پر لاتے ہیں۔ اس کا صحیح معنی نکاح دائمی ہے

Marfat.com

اس کی مزید تحقیق انشاء اللہ ذکر ہوگی۔ اب اس کی طرف آئیے۔ کہ ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا۔ سو اس بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ "متعہ"، دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز فرمایا۔ اور دونوں دفعہ حرام بھی فرما دیا تھا۔ اس کی قطعی تحریم فتح مکہ کے دن ہوئی تھی۔ اور پھر تمام صحابہ کرام نے اس کی حرمت پر اجماع فرما لیا تھا۔

جاڑوی نے بزعم خود امام رازی اور امام نووی کے نظریات کو متناقض کہا۔ حالانکہ ان میں درحقیقت کوئی تناقض نہیں ہے۔ امام نووی نے حرمتِ متعہ پر اجماع کا قول کیا ہے اور امام رازی نے آیت متعہ کی تنسیخ کا دعویٰ کیا ہے اس میں قابل غور یہ بات ہے۔ کہ امام رازی نے تنسیخ کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا ایک پس منظر بیان کیا۔ وہ اس طرح کہ امام موصوف نے حرمت اور جواز متعہ کی، مختلف روایات ذکر فرمانے کے بعد روایت حرمت کو بطور ناسخ اور روایت جواز کو بطور منسوخ ذکر کیا۔ جواز کے منسوخ ہونے پر انہوں نے روایت ذکر کی ہے۔ اس لیے تنسیخ کا دعویٰ اُن کا اپنا نہیں۔ کہ قارئین کرام کو یہ تأثر دیا جائے۔ کہ امام نووی حرمت متعہ پر اجماع کہتے ہیں۔ اگر اجماع تھا۔ تو پھر امام رازی تنسیخ کا دعویٰ کیوں کر رہے ہیں۔ اس لیے دونوں اماموں کے اقوال میں تعارض نہیں ہے۔ حرمت کی صورت چونکہ شروع اسلام سے تھی۔ اسی لیے صحابہ کرام نے اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت، حلت میں تبدیل فرما دی۔ پھر اس وقتی حِلت کو ختم فرما کر اس کی اصلیت بحال فرما دی۔ یہی امام رازی کا بیان ہے۔ اور اسی کو امام نووی نے آخر میں ذکر فرمایا۔

تناقض کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام رازی متعہ کی تنسیخ کا قول کرتے ہیں۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین جوازِ متعہ کے قائل تھے۔ اگر وہ "جواز" منسوخ ہو چکا تھا۔ تو پھر ان صحابہ نے اس کے خلاف

Marfat.com

کیوں عقیدہ بنائے رکھا؟ لہٰذا معلوم ہوا۔کہ امام رازی کا قول تنسیخ درست نہیں۔
حقیقت حال یہ ہے۔کہ امام رازی نے عبداللہ بن عباس کے متعہ کے بارے میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔ ۱۔متعہ کو جائز سمجھتے ہیں ۔۲۔حالت اضطرار میں جائز سمجھتے ہیں ۔۳۔اس کے جواز کو منسوخ کہتے ہیں۔ اور اس تیسرے قول میں امام رازی نے عبداللہ بن عباس کا جواز متعہ سے رجوع اور توبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔اب ان تین اقوال میں وہ پہلا قول کہ جس سے انہوں نے رجوع فرمایا۔ اور توبہ کرلی۔ جاڑوی نے اُسے تو لے لیا۔ اور اُن کی توبہ ور جوع کو گول کر گیا۔ آخر ایسا کرنا ہی اس کے لیے مفید تھا۔ کیونکہ دوسرا اور تیسرا قول نقل کرنے سے اس کی قائم کردہ عمارت دھڑام سے گر جاتی اور ان دونوں کو ذکر کرنے سے اس کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا آیئے تفسیر کبیر سے یہ اقوال ملاحظہ کریں۔

تفسیر کبیر

الرِّوَايَةُ الثَّالِثَةُ اَنَّهٗ اَقَرَّ بِاَنَّهَا صَارَتْ مَنْسُوْخَةً رَوٰی عَطَآءُ الْخَرَاسَانِیْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْهُنَّ) قَالَ صَارَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ مَنْسُوْخَةً بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (يٰاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) وَرَوٰی اَيْضًا اَنَّهٗ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ قَوْلِیْ فِی الْمُتْعَةِ۔

(تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۴۹ زیر آیت فما استمتعتم مطبوعہ مصر جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

تیسری روایت (حضرت عبداللہ بن عباس سے) یہ ہے۔ کہ انہوں نے جواز متعہ کی آیت کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا۔ عطاء الخراسانی نے ابن عباس سے آیت فما استمتعتم کے بارے میں روایت کی۔ کہ وہ اسے منسوخ فرماتے تھے۔ اور اسکی ناسخ یہ آیت بتلاتے تھے یا ایھا النبی اذا طلقتم النسآء الخ۔ اور خراسانی سے ہی یہ روایت بھی ہے۔ کہ ابن عباس نے بوقت انتقال یہ کہا اے اللہ! متعہ کے متعلق جو میرا قول (جواز کا) تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس اگرچہ جواز متعہ کے قائل رہے۔ اور اسی قول پر اہل تشیع اور جاڑوی بغلیں بجاتے ہیں۔ لیکن یہ آخری کیفیت اُن کی کیوں نقل نہیں کرتے۔ یا انہیں نظر کیوں نہیں آتی۔ اللہ کے حضور جاتے وقت آخری دُعا یہ مانگی۔ کہ اے اللہ! جواز متعہ کے قول سے مجھے معاف کر دے۔ اس کے بعد ان کی طرف سے جواز متعہ کا کونسا قول تلاش کرو گے۔ ہوسکتا ہے۔ کہ جاڑوی سا کم فہم یہ کہہ دے۔ کہ یہ روایت امام رازی نے اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کی۔ اس وہم باطل کو بھی ہم جڑ سے اکھیڑ دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر جسے "تفسیر ابن عباس" کہتے ہیں۔ اس میں اُن کی اپنی زبانی اس بارے میں الفاظ پیش خدمت ہیں:۔

تفسیر ابن عباس:

وَيُقَالُ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ اَنْ تَطْلُبُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

Marfat.com

فُرُوْجَهُنَّ وَهِيَ الْمُتْعَةُ وَقَدْ نُسِخَتِ الْاٰنَ
(مُحْصِنِيْنَ) يَقُوْلُ كُوْنُوْا مَعَهُنَّ مُتَزَوِّجِيْنَ
(غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ) غَيْرَ زَانِيْنَ بِلَا نِكَاحٍ
(فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ) اِسْتَنْفَعْتُمْ (بِهٖ مِنْهُنَّ)
بَعْدَ النِّكَاحِ (فَاٰتُوْهُنَّ) فَاَعْطُوْهُنَّ (اُجُوْرَهُنَّ)
مُهُوْرَهُنَّ كَامِلَةً (فَرِيْضَةً) مِنَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اَنْ تُعْطُوا الْمَهْرَ تَامًّا (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ)
وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ) فِيْمَا
تَنْقُصُوْنَ وَتَزِيْدُوْنَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِيْ
(مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ) الْاُوْلَى الَّتِيْ سَمَّيْتُمْ لَهَا
(اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا) فِيْمَا اَحَلَّ لَكُمْ مُتْعَةً
(حَكِيْمًا) فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُتْعَةَ وَيُقَالُ
عَلِيْمًا بِاِضْطِرَارِكُمْ اِلَى الْمُتْعَةِ حَكِيْمًا فِيْمَا
حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُتْعَةَ۔

(تفسیر ابن عباس ص ۶۸ زیر آیت
فما استمتعتم)

ترجمہ:

اور کہا گیا ہے۔ کہ ان تبتغوا باموالکم کا معنی یہ ہے۔ کہ تم مال کے عوض ان کی شرمگاہوں کو طلب کرو۔ یہی متعہ ہے۔ اور اب یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ محصنین کا معنی یہ ہے۔ کہ تم عورتوں کے ساتھ باقاعدہ شادی کر کے رہو۔ یوں نہیں کہ نکاح کیے بغیر زنا کرتے رہو۔ پھر تم نے

Marfat.com

ان عورتوں میں سے جس سے نکاح کے بعد نفع اُٹھایا۔ تو اُن کے حق مہر مکمل ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر اُن کا مہر ادا کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔ اور تم پر اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ آپس میں رضامندی کے ساتھ حق مہر میں کمی یا زیادتی کر لو۔ یہ کمی یا زیادتی اس حق مہر پر ہو گی جو بوقت نکاح تم نے بیوی کے لیے مقرر کر لیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے متعہ کو حلال کرنا بخوبی جانتا ہے۔ اور حرمتِ متعہ کی حکمت بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مجبوری کو جانتا ہے۔ جس کی وجہ سے تم متعہ کے خواہش مند ہوئے۔ اور متعہ کی پھر حرام کر دینے کی حکمت وہ بہتر جانتا ہے۔

توضیح:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر سے اُن کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ متعہ حرام ہو چکا ہے۔ اور اس کی تین وجہیں بیان فرمائیں۔

۱۔ "ان تبتغوا باموالکم" سے متعہ جائز ہونا ثابت ہوا۔ لیکن اس کی تنسیخ محصنین غیر مسافحین نے کر دی۔ اور اجورھن کا معنی حق مہر فرمایا۔ یاد رہے کہ "اجورھن" ہی وہ لفظ تھا۔ جسے جاڑدی نے "متعہ" کے جواز پر دلیل بنایا تھا۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حق مہر کے معنی میں لیا۔ اور چونکہ متعہ میں حق مہر نہیں ہوتا۔ اس لیے یہاں اجورھن سے مراد متعہ کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم دو ناموں کی توجیہہ یہ ذکر فرمائی۔ کہ علیم اس

Marfat.com

کہ وہ جواز متعہ کو جانتا تھا۔ اور حکیم اس لیے کہ اس نے حرام کر دیا۔ لیکن اس میں بھی حکمت تھی
۲۔ علیم اس لیے کہ اس نے حالت اضطراری کو جانتے ہوئے متعہ کی اجازت دے دی۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اسے حرام کر دے۔ سو کر دیا۔

لہٰذا ان دلائل کے ہوتے ہوئے حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول کا سہارا لینا نری جہالت ہے۔ اور ان کے بقیہ دو اقوال نہ پیش کرنا مکمل خیانت ہے جو جاڑوی اینڈ کمپنی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی!!

آیت استمتاع سے استنباط

جواز متعہ: سلسلہ روایات و احادیث کو دیکھ لینے کے بعد مناسب ہوگا۔ اگر نفس آیت میں بھی ایک مرتبہ غور کریں۔ تا کہ حکم الٰہی کا یہ واضح اور غیر مبہم پہلو بھی تشنۂ تکمیل نہ رہے۔ جن لوگوں نے جواز متعہ سے انکار کیا ہے انہوں نے قرآن حکیم کی اس آیت محکمہ کو دو طریقوں سے کالعدم کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ ذاتی استنباط و اجتہاد کے ذریعہ (۲) دعویٰ کہ آیت منسوخ ہے۔

استنباط اجتہاد۔ جصاص اور اس کے دیگر ہم نوا کہتے ہیں۔ کہ آیت کریمہ سابقہ اور لاحقہ کے اعتبار سے نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور نکاح متعہ مقصود آیت نہیں اس سلسلہ میں جصاص نے احکام القرآن جلد ۲ ص ۱۸۰ میں تین دلائل پیش کیے ہیں۔

Marfat.com

۱- فما استمتعتم کا عطف احل لکم ما وراء ذالکم پر ہے۔ اور احل لکم سے محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کو جائز بتایا گیا ہے کیونکہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں احل لکم سے مراد باری تعالیٰ نکاح ہی ہے۔ بنا برایں استمتاع بھی اسی احل لکم کی وضاحت ہونا چاہیئے۔ اور نکاح چونکہ نکاح دائمی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اجرت متعہ سے مراد حق مہر ہی ہوگا۔

۲- اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور احصان صرف نکاح صحیحہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ متعہ سے وطی کو احصان نہیں کہا جاتا۔ اور نہ ہی متعہ سے مباشرت پر احصان کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہٰذا مراد نکاح ہے۔

۳- اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور گویا ذاتِ احدیت نے زنا کو سفاح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور سفاح کا معنی ہوتا ہے پانی کو ضائع کرنا۔ چونکہ متعہ کرنے والا بھی زانی کی طرح اپنے مادۂ منویہ کو ضائع کرتا ہے۔ اس لیے متعہ کو نکاح نہیں کہا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نکاح دائمی اور اجور سے مراد حق مہر ہوگا۔ اب آیئے اور جصاص کے ان دلائل کو امام فخر الدین رازی کے سامنے پیش کیجئے اور سنیئے کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ لیجئے تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۵۳ کھولیے اور پڑھیئے۔ دلیل اول لکھ کر امام رازی فرماتے ہیں کہ جصاص مقصودِ قرآن نہیں سمجھ سکا۔ کیونکہ ذات احدیت نے ابتدائے آیات میں انسان کو ایسے رشتوں سے مطلع کیا ہے۔ جن سے مباشرت حرام ہے۔ ان رشتوں کے ذکر کے بعد خالق نے فرمایا ہے۔ کہ ان کے علاوہ ہر عورت سے مباشرت جائز اور مباح ہے۔

لیجئے امام رازی کے اس جملہ کی توضیح کر دوں۔ ذاتِ احدیت نے

Marfat.com

اوّلاان عورتوں کا ذکر کیا ہے جن سے انسان شادی نہیں کرسکتا۔ آزاں بعد مطلقاً اباحت کا حکم دے دیا۔ کہ ان کے علاوہ دوسری ہر عورت سے شادی اور مباشرت جائز ہے۔ اب بھلا آپ ہی بتلائیں بقول امام رازی آیت میں متعہ کا عدم جواز کہاں سے ثابت ہوا بلکہ آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مذکورہ عورتوں سے نکاح علی الاطلاق حرام ہے۔ اور ان کے علاوہ ہر عورت سے نکاح علی الاطلاق جائز ہے۔ اس کے جواب میں امام رازی فرماتے ہیں۔ جصاص نے یہ تو کہہ دیا ہے۔ کہ احصان کا اطلاق صرف نکاح صحیح یعنی نکاح دائم پر ہوتا ہے۔ لیکن اپنے اس دعوٰی کی دلیل نہیں دی۔ صرف دعوٰی ہی دعوٰی ہے۔

لیجئے ذرا امام رازی کے اس جملہ کی مختصر سی توضیح دیکھ لیجئے۔ امام رازی فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ احصان کا معنی ہے عورت اور مرد دونوں اپنے اپنے ناموس کو بدکاری یعنی زنا سے محفوظ رکھیں۔ اس لفظ سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ احصان صرف نکاح دائمی ہی سے مخصوص ہے۔ اور نکاح میعادی میں احصان نہیں بولا جاسکتا؟ بلکہ احصان جس طرح نکاح دائمی میں ہے اسی طرح نکاح میعادی میں بھی ہے۔

اب امام رازی تیسری دلیل کا جواب دیتے ہیں۔ زنا کو سفاح کہا گیا ہے کیونکہ زنا میں مقصود صرف پانی گرانا ہوتا ہے۔ اور متعہ بھی اسی طرح ہے۔ جصاص کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ متعہ اس ذیل میں ہرگز نہیں آتا۔ متعہ میں اذن الٰہی کے مطابق جائز طریقہ سے پانی گرایا جاتا ہے۔ اور یہ طریقہ بالکل نکاح دائمی کی طرح ہے اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں۔ کہ اگر تم یہ کہو کہ متعہ حرام ہے۔ تو یہی آغاز بحث ہے۔ آخر میں بطور اختتام لکھتے ہیں۔ کہ جصاص کے دلائل انتہائی بودے ہیں۔

(جواز متعہ ص ۴۲)

Marfat.com

جواب:

"استنباط اور اجتہاد" کے عنوان کے تحت جاڑوی کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آیت فما استمتعتم سے مراد "نکاح دائمی"، لینا ایک اجتہادی کوشش ہے۔ اور "نکاح دائمی" مراد لینے پر ابوبکر جصاص کے تین دلائل ذکر کر کے امام رازی کے حوالے سے ان تینوں کی تردید بیان کر دی۔ اس سے ثابت یہ ہوا۔ کہ جصاص کے استنباط و اجتہاد کو خود ان کے ایک سُنّی عالم نے تسلیم نہیں کیا۔ اور ان دلائل کی تردید کر دی۔ لہٰذا دلائل کی تردید کر دی۔ لہٰذا دلائل کی تردید سے "نکاح دائمی" کا دعویٰ باطل اور نکاح میعادی ثابت ہو گیا۔

جاڑوی کے اس انداز سے بھی دھوکہ دہی اور کذب بیانی ٹپک رہی ہے کیونکہ جصاص کے دلائل اور پھر ان پر امام رازی کی تنقید کو جس رنگ میں اس نے پیش کیا۔ وہ ان کی عبارات میں سے ہی نہیں۔ آیئے ذرا ان دونوں حضرات کی بات کا تعین کریں۔ کہ جصاص نے دلائل کس بات پر دیئے اور امام رازی نے ان کی تردید یا تضعیف کیوں کی؟ علامہ جصاص کا کہنا یہ ہے۔ کہ آیت فما استمتعتم میں متعہ معروفہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ نکاح دائمی مراد ہے۔ یعنی "جواز متعہ" قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن حرمتِ متعہ کا حکم جس طرح احادیث میں ہے اسی طرح اس بارے میں قرآنی آیات بھی ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ "جواز متعہ" اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ اور اسے جصاص بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ منسوخ ہو گیا۔ اس کی تنسیخ قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ تو اپنے اس دعویٰ پر (جواز متعہ معروفہ قرآن کی آیت فما استمتعتم سے نہیں) انہوں نے تین دلائل پیش کیے۔ جن سے

Marfat.com

آیت مذکورہ سے مراد نکاح دائمی لینا ثابت کیا۔ اور متعہ معروفہ مراد لینا ناقابل قبول قرار دیا۔ جب امام جصاص کا نظریہ آپ جان چکے ہیں۔ تو اب امام رازی کی تحریر کی، طرف آیئے۔

امام رازی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ "متعہ" دائمی حرام ہے۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ جب ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت دی گئی۔ تو اس اجازت کا ثبوت اس جوازِ متعہ کے لیے آیت "فما استمتعتم" دلیل بن سکتی ہے۔ لہذا آیت مذکورہ متعہ کے جواز کے لیے ہے۔ لیکن اس کو بعد میں دوسری آیات نے منسوخ کر دیا۔ اس نظریئے کی قوت اور جصاص کے نظریہ کی کمزوری ثابت کرنے کے لیے امام رازی نے تین دلائل پر گرفت کی۔ لیکن اس سے جاڑدی اینڈ کمپنی کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت مذکورہ بقول جصاص نکاح دائمی کے لیے ہے۔ اور شیعہ اسے متعہ معروفہ کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور امام رازی کے نزدیک یہ آیت متعہ معروفہ کے جواز کے لیے ضرور ہے لیکن منسوخ ہو چکی ہے اب اگر انہیں امام رازی پسند ہیں۔ اور ان کے نظریات قبول ہیں۔ تو سبحان اللہ! لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ امام رازی اگرچہ آیت مذکورہ سے مراد متعہ معروفہ ہی لیتے ہیں۔ لیکن دوسری ناسخ آیتوں سے متعہ معروفہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ یہ چکر جاڑدی نے صرف اس لیے چلایا تاکہ یہ بنا سکے۔ کہ جصاص کے تینوں دلائل جب امام رازی نے رد کر دیئے۔ تو متعہ معروفہ کا اب بھی جواز ثابت ہو گیا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس میں اختلاف نہیں۔ ہم ذیل میں ابوبکر جصاص کے تینوں دلائل اور امام رازی کی ان پر تنقید نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔

دلیل اول:

آیت فما استمتعتم سے پہلے احل لکم ما وراء ذالکم ہے۔ یہ دونوں

Marfat.com

معطوف اور معطوف علیہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ یعنی جب اس سے پہلے ایسے رشتے بیان کیے گئے جن سے نکاح، دائمی طور پر حرام تھا تو اب ایسے بیان کیے جا رہے ہیں۔ جن سے دائمی نکاح جائز ہے۔ احل لکم ما وراء ذالکم سے نکاح دائمی مراد لینا چونکہ سنی شیعہ دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اس لیے اس متفقہ نکاح کو ہی مُراد لیا جائے گا۔ اور استمتاع سے مُراد نفع دائمی ہو گا۔ جس کا حصول نکاح دائمی سے ہوتا ہے۔ اس لیے اجُورَ ھُنّ سے مراد حق مہر ہے۔ اس دلیل پر امام رازی کی گرفت ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیدِ رازی:

احل لکم ما وراء ذالکم سے جب یہ مراد ہے کہ مذکورہ محرّمات عورتوں کے علاوہ دوسری ہر عورت سے وطی حلال ہے۔ تو وطی حلال وقتی ہو یا دائمی دونوں کو شامل ہے۔ فای فساد فی ھذا الکلام۔ اس کلام میں کونسا فساد ہے؟

دلیل دوم:

آیت مذکورہ میں ،،محصنین،، جو احصان سے ماخوذ ہے۔ یہ نکاح دائمی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی محصن وہ آدمی ہے۔ جس نے دائمی نکاح کر کے اپنی زوجہ سے وطی کی ہو۔ متعہ کے طور پر وطی کرنے والا محصن نہیں کہلاتا۔ اس لیے یہ لفظ اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔

تنقیدرازی:

جصاص نے احصان کے مذکورہ معنی لینے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

Marfat.com

نوٹ:

دلیل بیان نہ کرنے سے کسی دعویٰ کی دلیل ہی نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ دلیل کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے۔ جب مدمقابل دعوے تسلیم نہ کرتا ہو۔ اور اگر دعوے فریقین کے مابین مسلم ہو۔ تو پھر دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی "احصان" کا معنی جب اہل تشیع بھی وہی کرتے ہیں۔ جو جصاص نے کیا تو اس پر دلیل کی کیا ضرورت تھی۔ سنی شیعہ دونوں کا اتفاق ہے۔ کہ زانی کی سزا دو طرح کی ہے۔ کنوارے کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو سنگسار کرنا یا یوں کہہ لیں کہ محصن کی سزا رجم اور غیر محصن کی سو کوڑے ہے۔ جب متعہ کے طور پر وطی کرنے والا خود اہل تشیع کے نزدیک محصن نہیں۔ تو پھر احصان سے مراد نکاح دائمی کر کے وطی کرنے والا ہوا۔

مجمع البیان

وَالْاِحْصَانُ هُوَ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ فَرْجٌ يَغْدُوْ عَلَيْهِ وَيَرُوْحُ عَلٰى وَجْهِ الدَّوَامِ۔

(مجمع البیان جلد ۷ ص ۱۲۴ مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:

احصان کی تعریف یہ ہے۔ کہ کس کے پاس اپنی بیوی ہو۔ اور اس سے صبح و شام جب چاہے وطی کرے۔ لیکن یہ بیوی دائمی بیوی ہو۔

دلیل سوم:

"غیر مسافحین" میں لفظ سفاح بھی استمتاع سے مراد نکاح دائمی پر قرینہ

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ سفاح بمعنی زنا آتا ہے۔ جس طرح زنا میں مادۂ منویہ ضائع کیا جاتا ہے اسی طرح متعہ میں بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

تنقید رازی:

زنا اور متعہ میں فرق ہے۔ زنا میں مادۂ منویہ ضائع کرنا ہی مقصود ہوتا ہے لیکن متعہ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایسا ہوتا ہے۔ زنا میں اذن نہیں۔

نوٹ:

"غیر مسافحین" کا معنی صاحب مجمع البیان میں "غیر زانین" کر کے ثابت کر دیا۔ کہ سفاح اور زنا دونوں ایک ہی ہیں۔ علاوہ ازیں جب امام رازی بھی متعہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ تو پھر متعہ کے طور پر گرایا گیا پانی اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ گرانا کیسے بن گیا؟

لمحہ فکریہ:

امام رازی نے احکام القرآن کے مصنف جناب جصاص پر جو تنقید کی۔ وہ اپنی جگہ درست لیکن اس بات پر دونوں متفق ہیں۔ کہ متعہ کچھ عرصہ جائز رہنے کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا تھا۔ امام رازی نے آخر میں جو دلیل لکھی ذرا اس پر بھی نظر پڑ جائے۔

فلو كانت هذه الاية دالة على انها مشروعة لم يكن ذالك قادحا في غرضنا۔

یہ آیت اگر اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ متعہ جائز تھا۔ تو بھی ہمارے

Marfat.com

عقیدہ میں اس سے کوئی اعتراض نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اس کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۵۳)

امام رازی اور امام جصاص کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ ان دونوں بزرگوں کا آیت استمتاع سے مراد لینے میں اختلاف تو ہو سکتا ہے۔ لیکن جواز متعہ کے بعد اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا جاڑدی اینڈ کمپنی کو ان دونوں بزرگوں سے مایوسی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ یہ جواز متعہ کا شائق اور وہ حرمتِ متعہ کے قائل۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی
دعوئ منسوخیت آیت

جواز متعہ

اس بحث میں امام رازی رقمطراز ہیں۔ کہ متعہ کے سلسلہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے۔ کہ ہم کھلے دل سے یہ تسلیم کریں۔ کہ متعہ ایک وقت مباح تھا لیکن ہم کہتے ہیں کہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے بھی اپنے دعوے کے ثبوت

Marfat.com

میں تین دلائل پیش کیے۔

۱۔ آیت متعہ کو ذاتِ احدیت نے آیت طلاق سے منسوخ کر دیا ہے یعنی سورۂ طلاق کی آیت یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن۔

اے نبی جب عورتوں کو طلاق دو تو طلاق کے بعد دوسرے نکاح کے لیے عدت کا انتظار کرو۔

اس آیت کے مطابق چونکہ میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے۔ اور متعہ میں نہ طلاق ہے نہ عدت۔ لہذا یہ آیت، آیتِ متعہ کی ناسخ ہے۔

لیکن امام رازی کی آنکھوں پر تعصب اور رافراد نوازی کی دبیز پٹی نہ ہوتی۔ انہوں نے لکھنے کو تو یہ لکھ دیا ہے لیکن اس کا ثابت کرنا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ متعہ میں بھی عدت ہوتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ متعہ کی عدت، عدت طلاق کا نصف ہوتی ہے۔ بہرصورت عدت ہوتی ہے۔ میاں اور بیوی میں جدائی کا ذریعہ صرف طلاق تو نہیں۔ اگر امام رازی فقہ میں جھانکیں۔ تو اسباب فسخ کی موجودگی میں جدائی بلا طلاق بھی ہوتی ہے۔ اور میاں بیوی دونوں فسخ نکاح کے اختیارات رکھتے ہیں۔ لہذا میاں بیوی کی جدائی طلاق میں منحصر نہیں۔ اس کے علاوہ آیت میں حکم طلاق ہے۔ یعنی ایسی صورتوں میں جب یہاں بیوی کی جدائی طلاق میں ذریعہ ہو جیسا کہ دائمی نکاح میں ہوتا ہے۔ اس کا مقصد نہیں کہ ہر مقام پر میاں بیوی کی جدائی صرف طلاق پر موقوف ہے۔

۲۔ امام رازی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت متعہ کی ناسخ آیتِ میراث ہے۔ چونکہ نکاح متعہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لیے

Marfat.com

متعہ کی اجازت منسوخ ہو گئی ہے .... دلیل آپ نے دیکھ لی۔ چونکہ جصاص اور دیگر علمائے سواد اعظم کی طرح امام رازی بھی اباحت متعہ کو حرمت میں بدلنا چاہتے ہیں اس لیے قدم جمیں یا نہ جمیں بات سے نہیں ہٹنا پہلے آیت طلاق کو آیت متعہ کا ناسخ بتانا لیکن جب دل کو سکون نہ ہوا۔ تو آیت طلاق سے ہٹ کر میراث پر آ گئے حالانکہ امام ہونے کے باوجود تعصب نے اتنا تک نہ سوچنے دیا۔ کہ نسخ اور تخصیص میں فرق ہوتا ہے۔ ناسخ حکم اول کو کالعدم قرار دیتا ہے۔ جبکہ تخصیص سے حکم اول کی عمومیت ختم ہو کر حلقہ محدود ہو جاتا ہے۔ آیت میراث نے میاں بیوی کے توارث کو مخصوص کیا ہے۔ نہ کہ آیت متعہ کو منسوخ کیا ہے۔ اگر اسے ناسخ بنایا جائے۔ تو پھر اپنے شوہر کی قاتلہ بیوی یا اپنی بیوی کا قاتل بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ کیا یہ بھی نکاح دائمی کی ناسخ ہو گی۔ نکاح متعہ میں عدم توارث، توارث عمومی کا مخصص ہے۔ حکم متعہ کا ناسخ نہیں۔ علاوہ ازیں امام رازی نے چونکہ احکام شرعیہ متعہ میں غور نہیں کیا اس لیے ان سے یہ امر پوشیدہ رہا۔ ورنہ احکام متعہ میں اگر ان کی نگاہ میں ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ میعادی نکاح میں بھی اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے توارث کی شرط قرار دے دیں اور مدت متعہ میں کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

۳۔ امام رازی کی تیسری دلیل یہ ہے۔ کہ آیت متعہ حدیث نبوی سے منسوخ ہے۔ ... سابقا سرور کونین کی طرف منسوب کردہ حرمت متعہ کی احادیث آپ دیکھ چکے ہیں۔ اور ہم بتا چکے ہیں۔ کہ یہ ریت کی دیواریں متعہ کے جواز میں دراڑ ڈالنے سے قاصر ہیں۔ احادیث کو تفصیل سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اولا سرور کونین سے حرمت متعہ کی احادیث ثابت ہی نہیں نبی اکرم پر افترا اور بہتان ہے۔ اور ثانیاً اگر ثابت ہو بھی جائیں تو علم اصول میں باتفاق امت یہ ثابت ہے۔ کہ

Marfat.com

حدیث نص قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی خواہ اقسام حدیث میں سے کسی قسم کی حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حدیث کا مقام ظن کا ہوتا ہے۔ اور قرآن کی حیثیت یقین کی ہے اور کبھی بھی یقین کو ظن سے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔

جواب:

میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے اور متعہ میں نہ طلاق نہ عدت ہوتی۔ آیت طلاق، آیتِ متعہ کی ناسخ ہوئی۔ امام رازیؒ کی پہلی دلیل جاڑوی نے مذکورہ الفاظ سے ذکر کی۔ لیکن امام صاحب کی تحریر سمجھنے کے لیے علم درکار ہے۔ جو اتفاق سے جاڑوی کے پاس نہیں۔

امام صاحب کا کہنا ہے۔ کہ نکاح کے احکام سے ایک حکم "طلاق" بھی ہے۔ اور یہ حکم "متعہ" میں موجود نہیں ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم نازل فرمایا تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ طلاق سے قبل مرد اور عورت کے درمیان ایسا تعلق ہونا چاہیے۔ جو طلاق سے ختم ہو سکتا ہو۔ اور تعلق "متعہ" میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ متعہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں کی جدائی کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور آیتِ طلاق کے بعد عدت کا بھی ذکر ہے۔ یعنی طلاق کے بعد جب تک عورت عدت ختم نہ کرلے۔ اسے دوبارہ کسی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ اور "متعہ" کے بعد عورت اسی وقت دوسرے سے متعہ کر سکتی ہے۔ اُسے عدت کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی تائید کتب شیعہ سے ملاحظہ کیجیے۔

فروع کافی:

تَقُوْلُ يَا اَمَةَ اللّٰهِ اَتَزَوَّجُكِ كَذَا وَكَذَا يَوْمًا بِكَذَا

Marfat.com

وَكَذَا دِرْهَمًا فَإِذَا مَضَتْ تِلْكَ الْأَيَّامُ كَانَ طَلَاقُهَا فِي شَرْطِهَا وَلَا عِدَّةَ لَهَا عَلَيْكَ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۶ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

امام جعفر نے فرمایا۔ کہ جب تو متعہ کرنا چاہیے۔ تو عورت سے یوں کہہ اے اللہ کی بندی! میں تجھے اتنے دنوں کے لیے اتنے درہموں کے بدلے زوجیت میں لانا چاہتا ہوں۔ پھر جب مقررہ دن گذر جائیں تو اس کی طلاق دنوں اور روپوں کی شرطیں ہوگی۔ (یعنی مقررہ دن گزرنے اور معاوضہ دینے پر وہ نکاح طلاق دیئے بغیر خود بخود ختم ہو جائے گا۔) اور اس عورت کی تجھ پر کوئی عدت نہیں۔

الاستبصار:

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام فی المتعۃ قال لیست من الاربع لانھا لا تطلق ولا ترث ولا تورث وانما ھی مستاجرۃ

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷، باب انہ یجوز الجمع بین اکثر من الاربع فی المتعۃ)

ترجمہ:

امام جعفر سے محمد بن مسلم راوی ہیں کہ امام نے متعہ کے بارے میں فرمایا

Marfat.com

جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جن کو بیک وقت نکاح میں رکھنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ متعہ کی گئی عورت کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بلکہ وہ مقررہ میعاد گزرنے پر خود بخود کا دوسرے کے لیے فارغ ہو جاتی ہے) اور وہ نہ کسی متعہ کرنے والے کی وارث ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ وہ تو ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہوتی ہے۔

الاستبصار

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربعۃ قال تزوج منھن الفا فانھن مستاجرات۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷)

ترجمہ:

زرارہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام موصوف کے ہاں متعہ کا ذکر ہوا۔ اور پوچھا گیا۔ کیا وہ عورت جس سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ چار میں سے ہوتی ہے؟ فرمایا۔ تو بطور متعہ ایک ہزار عورت سے شادی کر لے۔ (اس میں کوئی گناہ نہیں) کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

لمحہ فکریہ:

جو کچھ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح اور متعہ کے درمیان فرق بیان فرمایا

Marfat.com

تھا۔ وہی بعینہ امام جعفر صادق بھی بیان فرما رہے ہیں۔ اب جاڑوی کو وہی زبان اپنے امام کے بارے میں بھی استعمال کرنی چاہیئے۔ جو اس نے اس فرق پر امام رازی کے بارے میں استعمال کی ہے۔ ائمہ اہل بیت نے صراحت فرما دی۔ کہ متعہ والی عورت کے لیے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی لیے اس کے لیے عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ مقررہ وقت جس پر اس نے ہاں کی تھی۔ گزرنے پر وہ فارغ ہے۔ اور اب کسی نئے سے معاہدہ کرنے میں کوئی روکاوٹ نہیں۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا۔ کہ عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرو۔ اور اُن کی عدت گزرنے پر دوسری جگہ اُن کی شادی ہونی چاہیئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اب وہ نکاح کہ جس کے بعد فراغت کے لیے طلاق کی ضرورت نہ تھی۔ اور کسی دوسرے سے معاہدہ کرنے کے لیے عدت گزارنا بھی ضروری نہ تھا۔ وہ منسوخ ہو گیا۔ اسی نکاح کو میعادی نکاح یا متعہ کہتے ہیں۔ یہ تھا امام رازی کی تحریر کا مفہوم۔ جسے جاڑوی نے متمتع عورت کی طرح گھسیٹ کر اپنا مطلب پورا کرنے کی کوشش کی۔ اب امام رازی کی دوسری دلیل کی طرف آئیے۔

۲۔ آیت میراث، آیت متعہ کی ناسخ ہے۔ کیونکہ متعہ والی عورت متعہ کرنے والے مرد کی وارث نہیں ہوتی۔ اس پر جاڑوی نے تنقید کرتے ہوئے لکھا۔ کہ بیوی اپنے خاوند کی میراث نہیں پاتی۔ اگر محرومیِ وراثت نسخ کی وجہ ہے۔ تو پھر اس سے نکاح دائمی بھی منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ دائمی نکاح کے ہوتے ہوئے اگر عورت خاوند کو یا بالعکس قتل کر دیتے ہیں۔ تو ان میں توارث نہیں چلتا۔

یہاں بھی جاڑی نے خود مغالطہ میں پھنسانے کی کوشش کی۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ چند اشیاء ایسی ہیں۔ جو مانع وراثت ہیں۔ اور وہ شیعہ سنی دونوں کے مابین متفق علیہ ہیں۔ مثلاً رقیت (غلامی) قتل اور اختلاف دین۔ گویا زوجین

Marfat.com

کے درمیان توارث معامر لازم ہے مگر ان موانع اور عوارض میں سے اگر کوئی موجود ہو۔ تو زوجین کے مابین توارث نہیں رہے گا۔ لیکن نکاح متعہ ایسا معاہدہ ہے۔ کہ متعہ کرنے والا اور کرانے والی دونوں ان عوارض کے بغیر بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ یعنی نکاح متعہ میں ایک دوسرے کا وارث ہونا یا وارث بننا "امر لازم" نہیں ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان وراثت جاری کی۔ تو اس حکم سے ایسے میاں، بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ یعنی یہ کہ خاوند مر جائے تو اس کی بیوی کو اس کے مالِ متروکہ میں سے وراثت ملے گی۔ اور اگر بیوی مر جائے تو اس کے ترکہ سے خاوند کو وراثت ملے گی۔

تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ ایسے رشتہ دار کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا۔ نکاح متعہ میں توارث "امر لازم" نہیں۔ یہ اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ اُن کی ہی بات ہے

تہذیب الاحکام:

وَلَيْسَ يُحْتَاجُ اِلَى اَنْ يَشْتَرِطَ اَنَّهُمَا لَا يَتَوَارَثَانِ لِاَنَّ مِنْ شُرُوْطِ الْمُتْعَةِ اِلَّا نِعْمَةَ اَنْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا تَوَارُثٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۴)

ترجمہ:

اور نکاح متعہ کے وقت اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ متعہ کرنے والا عورت سے یہ شرط ٹھہرا لے۔ کہ تو میری وارث نہیں ہو گی۔ کیونکہ متعہ کے لیے جو شرائط لازم ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے

Marfat.com

کہ متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

الاستبصار:

لَا مِيْرَاثَ بَيْنَهُمَا سَوَاءٌ اُشْتُرِطَ نَفْيُ الْمِيْرَاثِ اَوْلَمْ يُشْتَرَطْ لِاَنَّ مِنَ الْاَحْكَامِ اللَّازِمَةِ فِي الْمُتْعَةِ نَفْيُ التَّوَارُثِ وَاِنَّمَا يُحْتَاجُ ثُبُوْتُ الْمُوَارَثَةِ اِلٰى شَرْطٍ

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۵۰)

ترجمہ:

متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان وراثت کا حکم ہرگز نہ ہوگا۔ چاہے وہ میراث کی نفی بطور شرط رکھیں یا اس کی شرط نہ رکھیں۔ کیونکہ متعہ کے احکام لازمہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس میں توارث نہیں ہوتا۔ اور یہ یقیناً ثبوتِ توارث، شرط کا محتاج ہے۔

مذکورہ دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ متعہ میں "توارث" ہرگز نہیں ہوتا۔ اور یہ ہی نکاح متعہ میں اصل ہے۔ یعنی اگر کسی نے نکاح متعہ کیا۔ اور بوقتِ نکاح باہم توارث نہ ہونے کی کوئی بات نہ کی۔ تو یہ بات از خود موجود ہوگی۔ اور ان میں سے ایک دوسرے کا کوئی بھی وارث نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ شرط باندھ لیں۔ کہ ہم نکاح متعہ اس شرط پر کرتے ہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے مدت مقررہ میں جو مرگیا اس کا زندہ رہنے والا وارث ہوگا۔ تو اس صورت میں وراثت چل سکتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف نکاح دائمی میں میاں بیوی توارث کی شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔ وہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ لہذا آیت میراث نے ایسے نکاح کو کہ جس میں عدم توارث بطور شرط لازم ہو۔ اس کو منسوخ کر دیا۔ یعنی نکاح متعہ کو منسوخ کر دیا۔ اب وہی نکاح جائز رہ گیا۔ جس میں باہم وراثت ہو۔ اور وہ نکاح دائمی ہی ہے۔

جہاں تک توارث زوجین کا "امر لازم" ہونے کا معاملہ ہے۔ وہ ہم نے بیان کر دیا۔ اب اس "امر لازم" کے موانع اور عوارض کہ جن میں سے کسی ایک کی موجودگی میں توارث ختم ہو جاتا ہے۔ ان میں رق، کفر اور قتل بھی ہیں۔ جن کو اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

يَمْنَعُ مِنَ الْمِيْرَاثِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ الْكُفْرُ وَالرِّقُّ وَالْقَتْلُ۔

(المبسوط جلد چہارم ص ۷۹)

ترجمہ:

وراثت سے تین باتیں محروم کر دیتی ہیں۔ کفر۔ رق اور قتل۔

نوٹ:۔

جاڑوی نے جس قتل کو باعث تنقید بنایا ہے۔ اور امام رازی کی دلیل کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا ایک عمدہ جواب علامہ جصاص نے یہ دیا ہے۔

Marfat.com

احکام القرآن

فَإِنْ قِيلَ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ نَفْيِ النَّسَبِ وَالْعِدَّةِ وَالْمِيرَاثِ لَيْسَ انْتِفَاءُ هٰذِهِ الْأَحْكَامِ بِمَانِعٍ مِنْ أَنْ تَكُونَ نِكَاحًا لِأَنَّ الصَّغِيرَ لَا يُلْحَقُ بِهِ نَسَبًا وَيَكُونُ نِكَاحُهُ صَحِيحًا وَالْعَبْدَ لَا يَرِثُ وَالْمُسْلِمُ لَا يَرِثُ الْكَافِرَ وَلَمْ يُخْرِجْهُ انْتِفَاءُ هٰذِهِ الْأَحْكَامِ مِنْ أَنْ يَكُونَ نِكَاحًا قِيلَ لَهُ إِنَّ نِكَاحَ الصَّغِيرِ قَدْ تَعَلَّقَ بِهِ ثُبُوتُ النَّسَبِ إِذَا صَارَ مِمَّنْ يَسْتَفْرِشُ وَيَتَمَتَّعُ وَأَنْتَ لَا تُلْحِقُ نَسَبَ وَلَدِهَا مَعَ الْوَطْءِ الَّذِي يَجُوزُ أَنْ يُلْحَقَ بِهِ النَّسَبُ فِي النِّكَاحِ وَالْعَبْدُ وَالْكَافِرُ إِنَّمَا لَمْ يَرِثَا لِلرِّقِّ وَالْكُفْرِ وَهُمَا يَمْنَعَانِ التَّوَارُثَ بَيْنَهُمَا وَذٰلِكَ غَيْرُ مَوْجُودٍ فِي الْمُتْعَةِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ أَهْلِ الْمِيرَاثِ مِنْ صَاحِبِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا مَا يَقْطَعُ الْمِيرَاثَ ثُمَّ لَمْ يَرِثْ مَعَ وُجُودِ الْمُتْعَةِ عَلِمْنَا أَنَّ الْمُتْعَةَ لَيْسَتْ بِنِكَاحٍ لِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ نِكَاحًا لَأَوْجَبَتِ الْمِيرَاثَ مَعَ وُجُودِ سَبَبِهِ

Marfat.com

مِنْ غَيْرِ مَانِعٍ ثَمَّهُ مِنْ قَبْلِهِمَا۔

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۵۰ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:

اگر اعتراض کیا جائے کہ جو تم نے نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ذکر کی ہے۔ ان احکام کا انتظار اپنی جگہ لیکن ان کے انتفاء سے یہ لازم نہیں آتا کہ نکاح ہی منتفی ہو جائے۔ (یعنی نکاح موجود ہوتے ہوئے بھی نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ہو سکتی ہے۔ لہذا متعہ میں اگرچہ نسب نہیں، عدت کی ضرورت نہیں اور وراثت نہیں چلتی۔ لیکن اس کے باوجود نکاح متعہ "نکاح" رہتا ہے) دیکھئے کہ نابالغ بچہ جب اس کی شادی ہو جائے۔ تو اس کی بیوی کے ہاں بچہ بچی پیدا ہونے پر اس نابالغ خاوند سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا نکاح بہر حال صحیح ہے۔ اور غلام وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن وہ بھی اگر مولی کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کرے۔ تو نکاح درست ہے) اور اسی طرح مسلمان بھی اپنے کافر عزیز کا وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن مسلمان کا نکاح درست اور صحیح ہے) تو نسب، میراث اور عدت کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصل نکاح ہی ختم ہو جائے۔

اس اعتراض کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ چھوٹے نابالغ خاوند کے نکاح سے اس کی بیوی کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا اس سے نسب ثابت ہوتا ہے اور یہ اس وقت کہ وہ چھوٹا خاوند ایسا ہو۔ کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہو لیکن اے معترض تو نکاح متعہ میں باوجود اس کے کہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں

Marfat.com

اس قابل ہیں۔ کہ اگر وہ نکاح صحیح کے بعد وطی کرتے تو ان کا نسب ثابت ہوتا۔ لیکن متعہ میں وطی کرنے پر تو نسب کا بالکل انکار کرتا ہے۔ لہٰذا صغیر پر اسے قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وطی کے قابل ہو تو پھر نسب کی نفی نہیں ہوگی) اور غلام و کافر اس لیے وارث نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں سے ایک میں رقیت اور دوسرے میں کفر ہے۔ اور یہ دونوں اوصاف وراثت کے مانع ہیں۔ لیکن متعہ میں یہ دونوں موجود نہ ہونے کے باوجود پھر ان دونوں میں توارث کیوں نہیں؟ حالانکہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں ایک دوسرے کے وارث بننے کے اہل ہیں۔ لہٰذا جب ان دونوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں جو وراثت کو روکے۔ لیکن اس کے باوجود وہ وارث نہ بنیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کے مابین اس کی وجہ سے توارث واجب ہو جاتا۔ جبکہ متعہ کرنے کرانے والے دونوں افراد میں سبب وراثت موجود ہیں۔ اور کوئی مانع بھی ان کی طرف سے موجود نہیں ہے۔

۳۔ آیت متعہ کی ناسخ حدیث ہے۔ اور کوئی حدیث شیعہ سنی دونوں کے نزدیک قرآن کی ناسخ نہیں بن سکتی۔

آیت متعہ کی تنسیخ اگرچہ خود آیات سے ہے۔ جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہاں جاڑوی کے فریب اور مکر کو ہم واضح کرتے ہیں۔ کہ اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ کوئی حدیث بالاتفاق قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ یہ دعویٰ نہ صرف دھوکہ اور فریب دینے کے لیے ہے بلکہ اس سے جاڑوی کے اصول فقہ سے لاعلمیت بھی ٹپک رہی ہے۔ کم از کم اپنے مذہب کی اصول فقہ کی کتب کو دیکھ لیا ہوتا۔ آیئے دونوں مکتبہ فکر کی کتب سے حوالہ جات دیکھیں۔ کہ "حدیث" ناسخ قرآن ہو سکتی ہے یا نہیں۔

Marfat.com

حسامی:

اِنَّمَا يَجُوْزُ النَّسْخُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَجُوْزُ نَسْخُ اَحَدِهِمَا بِالْاٰخِرِ۔

(حسامی ص ۸۹ بحث سنت)

ترجمہ:

نسخ، قرآن کریم اور سنت نبوی سے جائز ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا دوسرے سے نسخ بھی جائز ہے۔

معالم الاصول:

نَسْخُ الْكِتَابِ بِالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَهِيَ بِهٖ وَلَا نَعْرِفُ فِيْهِ مِنَ الْاَصْحَابِ مُخَالِفًا۔

(معالم الاصول ص ۳۹۳)

ترجمہ:

کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ اور سنت متواترہ کا نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا ہے۔ ہم اس بارے میں اپنے اصحاب میں سے کسی کی مخالفت نہیں جانتے۔

شرح:

نیز جائز است نسخ سنت متواترہ ابمثل خود و نسخ حکم کہ مستفاد شود از از خبر واحد بمثل خود و نسخ کتاب بسبب سنت متواترہ و نسخ سنت متواترہ۔

Marfat.com

بسبب کتاب۔ یعنی سنت متواترہ کا نسخ اور خبر واحد کا حکم خبر واحد کے حکم سے منسوخ ہو سکتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ سے اور سنت متواترہ کا نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا ہے۔

ان تصریحات سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا۔ کہ قرآن کریم کے کسی حکم کو سنت متواترہ سے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اس تصریح کے باوجود ڈھاڈوی نے دعویٰ کر ڈالا کہ قرآن کریم کے کسی حکم کی تنسیخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے بھی نہیں ہو سکتی۔ جہالت کا یہ عالم ہے۔ کہ اپنے مسلک کی کتب اصول کی بھی چھان بین نہ کی۔ یا عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے امام جعفر صادق کے قول پر عمل کیا۔ بقول اہل تشیع امام نے فرمایا۔ کہ جس نے ہماری کوئی بات ظاہر کی۔ اس نے ہمیں عمداً قتل کر دیا۔ حالانکہ یہی امام ایک جگہ یہ بھی فرما چکے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے جان بوجھ کر ایک جھوٹ بولا۔ اس کے نامۂ اعمال میں ستر زنا کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ جس میں کم درجہ وہ زنا ہے جو اپنی والدہ سے کیا جائے۔

(بحوالہ منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۵)

Marfat.com

دھوکہ اور کذب بیانی

جواز متعہ

حرمتِ متعہ کب؟

محترم قارئین آپ نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ جواز متعہ کے خلاف نہ تو قرآن کریم سے کوئی آیت مل سکی ہے۔ اور نہ ہی حدیث نبویہ میں سے کوئی حدیث دستیاب ہوئی ہے۔ اب آیئے اور کتب احادیث سے جواز متعہ کے خلاف حکم اوّل کی تلاش کریں۔ کہ متعہ کو کب ناجائز کیا گیا؟ کیوں ناجائز کیا گیا۔ اور کس نے حلالِ محمد کو حرام کرنے کی جسارت کی؟ لیجئے یہ سنن بیہقی ہے جلد ۷ اور ص ۲۰۶)

سنن بیہقی

قَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ قُلْتُ لِجَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
اِنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
يَاْمُرُ بِهٖ فَقَالَ عَلٰى يَدِيْ جَرٰى الْحَدِيْثُ تَمَتَّعْنَا
مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِيْ
بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ خَطَبَ النَّاسَ

Marfat.com

فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
ھٰذَا الرَّسُوْلُ وَاِنَّ الْقُرْاٰنَ ھٰذَا القراٰن وَاِنَّھُمَا کَانَتَا
مُتْعَتَانِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا اَنْھٰی عَنْھُمَا
وَاُعَاقِبُ عَلَیْھِمَا اَحَدُھُمَا مُتْعَۃُ النِّسَآءِ وَلَا
اَقْدِرُ عَلٰی رَجُلٍ تَزَوَّجَ الْمَرْاَۃَ اِلٰی اَجَلٍ اِلَّا
غَیَّبْتُہٗ بِالْحِجَارَۃِ وَالْاُخْرٰی مُتْعَۃُ الْحَجِّ

ترجمہ:

ابونضرہ کہتا ہے کہ میں نے جابر سے عرض کیا۔ کہ ابن زبیر متعہ سے منع کرتا ہے۔ اور ابن عباس متعہ کا حکم دیتا ہے۔ جابر نے کہا میری ہی زبان سے حدیث نکلی ہوئی ہے۔ ہم نے سرورکونین اور ابوبکر کے زمانہ میں متعہ کیا۔ جب عمر حکمران بنا تو اس نے خطبہ دیا اور کہا کہ رسول اللہ بہر طور رسول اللہ تھے۔ اور قرآن بھی بہر طور قرآن ہے۔ البتہ زمانہ رسول اللہ میں دو متعے تھے۔ اور میں ان سے روکتا ہوں۔ اور ان پر سزا دوں گا۔ ایک متعۃ النساء ہے۔ میں نے جس شخص کو بھی میعادی نکاح کرتے ہوئے دیکھا اُسے پتھروں میں دبا دوں گا۔ اور دوسرا متعۃ الحج ہے۔

۲/ احکام القرآن:

باسنادہ الی ابی نضرۃ۔
یَقُوْلُ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ یَاْمُرُ بِالْمُتْعَۃِ وَکَانَ ابْنُ

Marfat.com

الزُّبَيْرِ يَنْهٰى عَنْهَا قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِجَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ عَلٰى يَدِيْ دَارَ الْحَدِيْثُ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُوْلِهٖ مَاشَآءَ بِمَا شَآءَ فَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ كَمَا اَمَرَ اللّٰهُ وَانْتَهُوْا عَنْ نِكَاحِ هٰذِهِ النِّسَآءِ لَا اُوْتِيَ بِرَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً اِلٰى اَجَلٍ اِلَّا رَجَمْتُهٗ ۔

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹)

ترجمہ:

اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ ابو نضرہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس متعہ کا حکم دیتے تھے۔ اور ابن زبیر متعہ سے منع کرتے تھے۔ ابو نضرہ کہتا ہے کہ میں نے جابر سے اس کا تذکرہ کیا تو جابر نے کہا کہ میرے ہی ہاتھوں یہ حدیث آگے بڑھی ہے۔ ہم نے سرور کونین کے زمانہ میں متعہ کیا جب عمر حکمران بنا تو اس نے کہا کہ اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا تھا حلال کر دیتا تھا۔ اب حج اور عمرہ تو حکم خدا کے مطابق پورا کرو۔ لیکن عورتوں کے میعادی نکاح سے باز آجاؤ مجھے اگر کسی ایسے مرد کی اطلاع ملی جس نے میعادی نکاح کیا۔ تو میں اُسے سنگسار کر دوں گا۔

۳۔ بدایۃ المجتہد:

نَقَلَ ابْنُ رُشْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ سَمِعْتُ

Marfat.com

جَابِرَا بْنِ عَبْدِاللّٰہِ یَقُوْلُ تَمَتَّعْنَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ نِصْفًا مِّنْ خِلَافَۃِ عُمَرَ ثُمَّ نَھٰی عَنْھَا عُمَرُ النَّاسَ۔

(بدایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

ابن رشد ابن جریج عمرو بن دینار سے اور عمرو بن دینار عطار سے نقل کرتا ہے کہ میں نے جابر سے سُنا کہ ہم نے زمانہ سرور کونین زمانہ ابوبکر اور خلافت عمر کے نصف دور تک متعہ کیا۔ پھر عمر نے لوگوں کو متعہ سے منع کر دیا۔

۴ مسلم:

عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ

قَالَ قَالَ لِجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ کُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقَبْضَۃِ مِنَ التَّمَرِ وَالدَّقِیْقِ اِلٰی اَیَّامٍ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ حَتّٰی نَھٰی عَنْہُ عُمَرُ فِیْ شَاْنِ عُمَرَ وَابْنُ حُرَیْثٍ۔

(مسلم جلد چہارم ص ۱۸ تا ۱۹ مطبوعہ مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی ملا)

ترجمہ:

ابوزبیر سے مروی ہے کہ جابر نے کہا کہ زمانہ ابوبکر اور سرور کونین میں

Marfat.com

کھجور اور آٹا کی ایک مٹھی کے عوض متعہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عمرو ابن حدیث کے واقعہ کے بعد عمر نے متعہ سے روک دیا۔

۵۔ مسند احمد حنبل

عَنْ عِمْرَانَ الْحُصَيْنِ قَالَ نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمُتْعَةِ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَعَمِلْنَا بِهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلْعَمْ تَنْزِلْ اٰيَةٌ تَنْسِخُهَا وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَاتَ۔

(مسند احمد حنبل جلد چہارم ص ۴۳۶)

ترجمہ:

عمران بن حصین سے منقول ہے کہ جب کتاب خدا میں آیت متعہ نازل ہوئی۔ تو ہم نے سرور کونین کے ساتھ متعہ کیا۔ اور پھر کوئی ایسی آیت نازل نہ ہوئی جو متعہ کو منسوخ کر دیتی اور نہ ہی سرور کونین نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک منع فرمایا۔

۶۔ تفسیر کبیر

فِیْ حَدِيْثٍ صَحِيْحِ الْاِسْنَادِ اَخْرَجَهُ الطَّبَرِیْ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَوْلَا اَنَّ عُمَرَ نَهَى الْمُتْعَةَ مَا زَنٰى اِلَّا شَقِیٌّ۔

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم ص ۱۵)

Marfat.com

ترجمہ:

ایک ایسی حدیث میں جس کا سلسلہ سند صحیح ہے۔ طبری نے حکم سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتا تو کوئی بدنصیب ہی زنا کرتا۔

۷۔ درمنثور

عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَابْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ مَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ رَحِمَ بِهَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ لَوْ لَا نَهْيُهُ مَا احْتَاجَ اِلَى الزِّنَا اِلَّا شَقِيٌّ۔

(درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱)

ترجمہ:

عبدالرزاق اور ابن منذر عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے کہا اللہ عمر پر رحم کرے۔ متعہ امت محمدؐ کے لیے ایک نعمت تھا۔ اگر عمر کی روکاوٹ نہ ہوتی۔ تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا۔

۸۔ عمدۃ القاری

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا تَمَتَّعْنَا اِلَى نِصْفٍ مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ حَتّٰى نَهٰى عُمَرُ النَّاسَ۔

(عمدۃ القاری للعینی جلد ۸ ص ۳۱۰)

Marfat.com

ترجمہ:

ابوسعید خدری اور جابر کہتے ہیں کہ ہم نے عمر کے نصف زمانہ حکومت تک متعہ کیا۔ حتیٰ کہ عمر نے لوگوں کو متعہ سے روک دیا۔

۹۔ تفسیر کبیر

صَحَّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ
اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ فِي الْمُتْعَةِ اٰيَةً وَمَا نَسَخَهَا بِاٰيَةٍ
اُخْرٰى وَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَا نَهَانَا عَنْهَا ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْيِهٖ ۔

(تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۵۳)

ترجمہ:

عمران بن حصین کی روایت صحیحہ میں ہے۔ کہ ذات احدیت نے متعہ کے بارے میں آیت نازل کی۔ اور پھر اُسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ اور ہمیں سرورِ کونین نے اجازت دی۔ اور منع نہ فرمایا۔ پھر ایک فرد نے اپنی مرضی کا حکم دے دیا۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۵۳ قسطلانی نے ارشاد الساری جلد ۲ ص ۱۶۹ اور ابن حجر نے فتح الباری ص ۳۲۹ میں بھی یہی لکھا ہے۔ بطور نمونہ یہ چند ایک احادیث لکھ دی ہیں۔ جن میں متعہ سے منع کرنے والے صرف حضرت عمر ہیں۔ نہ تو ذات احدیت نے متعہ منسوخ کیا۔ اور نہ ہی سرورِ کونین نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر کے منع کرنے کے باوجود حضرت علی علیہ السلام۔ عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری اور عمران بن حصین نے جواز متعہ

Marfat.com

کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بھی آپ دیکھ چکے کہ حضرت عمر بھی اعتراف کرتے ہیں۔ کہ متعہ قرآن میں بھی ہے۔ اور سرورِ کونین کے زمانہ میں بھی تھا۔ لیکن اب میں اسے حرام کرتا ہوں

(جواز متعہ ص ۴۸ تا ۵۲)

جواب :

مذکورہ نو عدد روایات تعداد میں تو نو ہی ہیں۔ لیکن ان میں جو مقصد بیان ہوا ہے اُسے ہم تین حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصّہ میں روایت نمبر ۱، ۲ دوسرا حصّہ میں ۳، ۴، ۶، ۷، ۸۔ اور تیسرے حصّہ میں ۵۔ اور ۹ ہوں گی۔ ترتیب وار ان پر بحث ملاحظہ فرمائیے۔

روایت نمبر ایک اور دو سنن بیہقی میں روایت اولیٰ کی سند میں ایک راوی جن کا نام قتادہ ہے سخت مجروح ہے حوالہ یہ ہے۔

تہذیب التہذیب

وَقَالَ حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ کَانَ طَاؤسٌ یَفِرُّ مِنْ قَتَادَةَ وَکَانَ قَتَادَةُ یَرمُ بِالْقَدْرِ وَقَالَ جَرِیْرٌ عَنْ مُغِیْرَةَ عَنِ الشَّعْبِیْ قَالَ قَتَادَةُ حَاطِبُ اللَّیْلِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۳۵۳)

ترجمہ:

حنظلہ بن ابی سفیان نے کہا۔ کہ طاؤس، قتادہ سے روایت کرنے میں بھاگتا تھا۔ اور قتادہ "پر فرقہ قدریہ" میں سے ہونے کا الزام بھی ہے ہے۔ جریر نے مغیرہ اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا۔ کہ قتادہ "حاطب اللیل" تھا۔ (یعنی جو ہاتھ لگے۔ اُسے لے لینے والا تھا)

Marfat.com

اسی طرح روایت مذکورہ کا آخری راوی محمد بن عبداللہ ہے۔ اور اس پر شیعیت کا الزام ہے۔ صاحب میزان نے لکھا ہے۔

میزان الاعتدال

مُحَمَّدُ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ النِّيْسَا بُوْرِيُّ الْحَاكِمُ اَبُوْعَبْدُ اللّٰهِ صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ إِمَامٌ صُدُوْقٌ لٰكِنَّهُ يُصَحِّحُ فِيْ مُسْتَدْرِكِهٖ اَحَادِيْثَ سَاقِطَةً وَ يَقْصُرُ مِنْ ذٰلِكَ فَمَا اَدْرِيْ الْخَيْفَةَ عَلَيْهِ مَا هُوَ لِمَنْ يَجْهَلُ ذٰلِكَ وَ إِنْ عَلِمَ فَهٰذِهٖ خِيَانَةٌ عَظِيْمَةٌ ثُمَّ هُوَ شِيْعِيٌّ مَشْهُوْرٌ بِذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلشَّيْخَيْنِ وَ قَدْ قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ سَاَلْتُ اَبَا اِسْمَاعِيْلَ عَبْدَ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ عَنِ الْحَاكِمِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ إِمَامٌ فِي الْحَدِيْثِ رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ قُلْتُ اللّٰهُ يُحِبُّ الْاِنْصَافَ مِنَ الرَّجُلِ بِرَافِضِيٍّ بَلْ شِيْعِيٍّ فَقَطْ

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۸۵ تذکرہ محمد بن عبداللہ مطبوعہ مصر قدیم)
(۲۔ لسان المیزان جلد ۵ ص ۲۳۳)

ترجمہ:

محمد بن عبدالحاکم نیشاپوری بہت سی تصانیف کا مصنف ہے۔ اور امام صدوق ہے۔ لیکن اس نے مستدرک میں بہت سی ایسی احادیث کو صحیح حدیث کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ وہ ساقط ہیں۔ اور وہ

Marfat.com

درجۂ صحت تک نہیں پہنچتیں پس میں نہیں جانتا کہ یہ بات اس پر کس طرح مخفی رہی۔ کیونکہ وہ ایسی باتوں سے جاہل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اسے ان احادیث کے ساقط ہونے کا علم تھا۔ اور اس کے باوجود اس نے انہیں صحیح بنا دیا۔ تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر وہ شیعہ ہونے میں بھی مشہور ہے۔ اگرچہ شیخین پر اعتراض نہیں کرتا۔ ابن طاہر نے کہا۔ کہ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ حدیث میں امام تھا۔ رافضی خبیث تھا۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ وہ یعنی حاکم رافضی نہیں بلکہ فقط شیعی تھا۔

لسان المیزان

اَنَّهٗ ذَكَرَ جَمَاعَةً فِیْ كِتَابِ الضُّعَفَآءِ لَهٗ وَقَطَعَ بِتَرْكِ الرِّوَايَةِ عَنْهُمْ وَمَنَعَ مِنَ الْاِحْتِجَاجِ بِهِمْ اَخْرَجَ اَحَادِيْثَ بَعْضُهُمْ فِیْ مُسْتَدْرِكِهٖ وَصَحَّحَهَا مِنْ ذٰلِكَ اَنَّهٗ اَخْرَجَ حَدِيْثًا لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَكَانَ قَدْ ذَكَرَهٗ فِی الضُّعَفَآءِ فَقَالَ اِنَّهٗ رَوٰی عَنْ اَبِيْهِ اَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً لَا تَخْفٰی عَلٰی مَنْ تَاَمَّلَهَا مِنْ اَهْلِ الصَّنْعَةِ اَنَّ الْحَمْلَ فِيْهَا عَلَيْهِ۔

(لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۳۳)

Marfat.com

ترجمہ:

حاکم نے ایک جماعت کا اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ اور لکھا کہ ان کی روایت کو ہرگز نہ لیا جائے۔ اور ان کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے۔ اور انہی لوگوں کا حاکم نے اپنی دوسری تصنیف مستدرک میں ذکر کیا۔ اور ان کی روایات کی تصحیح کی۔ اُن میں سے بطور نمونہ ایک یہ ہے کہ ایک روایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی ذکر کی۔ حالانکہ اس کا ذکر ضعیف راویوں میں بھی حاکم نے کیا ہے۔ وہاں لکھا۔ کہ یہ عبدالرحمن اپنے باپ سے احادیث موضوعہ کی روایت کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ الحاکم کا ہر اس شخص پر واضح ہے۔ جو اس فن کو جانتا ہے۔ اس بنا پر اس سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

المستدرک

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمُبَارَزَۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لِعَمْرِوابْنِ عَبْدُوْدٍ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

(المستدرک ص ۳۲ کتاب المغازی جلد ۳
مطبوعہ دکن حیدرآباد)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں جو مقابلہ کیا۔ وہ تاقیامت تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔

Marfat.com

نوٹ:

اس روایت کی تحقیق میں علامہ ذہبی نے لکھا قُلْتُ قَبَّحَ اللّٰہُ رَافِضِیًّا اِفْتَرَاہُ۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کا بُرا کرے۔ اس رافضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھا۔

اہل سنت اگرچہ حاکم صاحب مستدرک کو احادیث میں عموماً قابلِ اعتبار سمجھتے ہیں لیکن رافضی شیعی ہونے کی بنا پر ایسی احادیث وروایات کے بارے میں جن کا تعلق عقائد کے ساتھ ہوتا ہے، اس کی بات ناقابلِ اعتبار ہوتی ہے۔ اور عقیدہ کے خبث کے علاوہ فنِ حدیث وروایت میں بھی اس کی بے احتیاطی بیان کی گئی کہ ایک جگہ ایک شخص کو ضعیف کہہ دیتا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی کی روایت کو روایت صحیحہ، کا درجہ دے دیتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق میں عمرو کو قتل کیا۔ یہ تسلیم کہ عمرو ایک بے دین اور پکا کافر تھا لیکن اس کی اہمیت اور کفر میں مقام وہ نہ تھا۔ جو ابوجہل کا تھا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے اپنی امت کا فرعون کہا۔ اور اس کے واصلِ جہنم ہونے پر آپ نے سجدہ شکر بھی ادا کیا تھا۔ لیکن عمرو مذکور کے قتل پر آپ نے اس قدر خوشی نہ منائی۔ کیونکہ اس کی کفار میں کوئی وقعت نہ تھی۔ کوئی سرداری نہ تھی۔ اب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے پر یہ عمل بے مثل ہو جائے۔ تو پھر ابوجہل کو مارنا کیا ہوگا؟ معلوم ہوا۔ کہ رافضی ہونے کی وجہ سے اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث بیان کی۔ اور اس میں اپنے عقیدہ کو بھی ختم کر دیا۔ اسی حاکم نیشاپوری کا تعارف اہل تشیع کی کتب سے بھی ملاحظہ کریں۔

اعیان الشیعہ

قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ سَأَلْتُ اَبَا اِسْمَاعِيْلَ الْاَنْصَارِیَّ

Marfat.com

عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيْثِ رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ ثُمَّ قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيْدَ التَّعَصُّبِ لِلشِّيْعَةِ فِي الْبَاطِنِ وَكَانَ يُظْهِرُ التَّقْدِيْمَ التَّسَنُّنَ فِي الْخِلَافَةِ وَكَانَ مُنْحَرِفًا عَنْ مُعَاوِيَةَ وَالِهِ مُتَظَاهِرٌ بِذٰلِكَ وَلَا يَعْتَذِرُ مِنْهُ قُلْتُ اِمَّا اِنْحِرَافُهُ عَنْ خُصُوْمِ عَلِيٍّ فَظَاهِرٌ فَاَمَّا الشَّيْخَانِ فَيُعَظِّمُهُمَا فَهُوَ شِيْعِيٌّ لَا رَافِضِيٌّ۔

(اعیان الشیعہ ج نہم ص ۲۹۱)

ترجمہ:

ابن طاہر کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو اسمٰعیل انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ وہ حدیث میں ثقہ تھا۔ خبیث رافضی تھا۔ پھر کہا باطنی طور پر وہ سخت متعصب شیعہ تھا۔ اور ظاہری طور پر شیخین کی خلافت کا اقرار کرتا تھا۔ امیر معاویہ اور اُن کی اولاد سے منحرف تھا۔ یہ بات وہ علی الاعلان کرتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا انحراف حضرت علی کی لڑائی سے تو وہ ظاہر ہے۔ بہر حال وہ شیعہ تھا۔ رافضی نہ تھا۔

الکنیٰ والالقاب

وَقَدْ يُقَالُ لَهُ الْحَاكِمُ النَّيْسَابُوْرِيُّ هُوَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ حَمْدَوَيْهِ الْحَافِظُ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ الْبَيِّعِ وَهُوَ مِنْ اَبْطَالِ الشِّيْعَةِ وَسَدَنَتِهِ الشَّرِيْعَةِ وَكَانَ ابْنُ الْبَيِّعِ

Marfat.com

يَمِيْلُ اِلَى التَّشَيُّعِ صَرَّحَ جَمْعٌ مِّنَ الْفَرِيْقَيْنِ بِتَشَيُّعِهٖ عَنِ الذَّهَبِيْ عَنِ ابْنِ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيْدَ التَّعَصُّبِ لِشِيْعَتِهٖ فِي الْبَاطِنِ وَذَكَرَهٗ ابْنُ شَهْرَآشُوْبَ فِيْ مَعَالِمِ الْعُلَمَآءِ وَصَاحِبُ الرِّيَاضِ فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فِيْ عِدَادِ الْاِمَامِيَّةِ عَلٰى مَا نَقَلَ عَنْهُمَا۔

(الکنی والالقاب تصنیف شیخ عباس قمی
جلد دوم ص ۱۷۰ تا ۱۷۱ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

جسے حاکم نیشاپوری کہا جاتا ہے۔ وُہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ تھا۔ اور ابن البیع عرف رکھتا تھا۔ وہ بہت بڑا شیعہ مجتہد تھا۔ اور ان کا ستون تھا۔ یہ حاکم نیشاپوری تشیع کی طرف مائل تھا۔ اس بات کی دونوں فریق نے تصریح کی ہے۔ امام ذہبی نے ابن طاہر سے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ حاکم اپنے شیعہ بھائیوں کے حق میں بہت متعصب تھا۔ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء اور صاحب الریاض نے اُسے شیعہ امامی علماء میں سے صف اول کا عالم لکھا ہے۔

لمحہ فکریہ

حاکم نیشاپوری صرف علمائے اہل سنت کے نزدیک ہی شیعہ نہیں۔ بلکہ شیعہ سُنی دونوں کے نزدیک متفقہ شیعہ ہے۔ اور وہ بھی بہت بڑا عالم اور مجتہد ہے۔ اب جس

Marfat.com

عبارت سے جاڑوی پھولا نہیں سماتا۔ وہ اسی حاکم سے مروی ہے۔ جاڑوی کو اگر احقاق حق مطلوب ہوتا۔ تو کسی ایسے شخص کی روایت پیش کرتا۔ جو قابل حجت ہوتی۔ آخری راوی شیعہ ہے۔ اور دوسرا اِدھر اُدھر کی جمع کرنے والا ہے۔ ان حالات میں مذکورہ روایت پر اعتماد جاڑوی اینڈ کمپنی تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اہل سنت کے نزدیک یہ ناقابل اعتماد ہے

علاوہ ازیں بیہقی کی مذکورہ روایت اگر من وعن مکمل طور پر نقل کی جاتی۔ تو سرے سے اس کی اہمیت ختم ہو جاتی۔ اور جاڑوی کے ارادوں پر پانی پھر جاتا۔ اب آیئے ہم وہ عبارت پیش کر دیتے ہیں۔

بیہقی شریف

وَالْاُخْرٰی مُتْعَةُ الْحَجِّ اَوْصِلُوْا حَجَّکُمْ مِّنْ عُمْرَتِکُمْ فَاِنَّهٗ اَتَمُّ لِحَجِّکُمْ وَاَتَمُّ لِعُمْرَتِکُمْ اَخْرَجَهُ الْمُسْلِمُ فِی الصَّحِیْحِ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ عَنْ حَمَّامٍ قَالَ الشَّیْخُ نَحْنُ لَا نَشُكُّ فِیْ کَوْنِهٖ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لٰکِنْ وَجَدْنَاهُ نَهٰی عَنْ نِکَاحِ الْمُتْعَةِ عَامَ الْفَتْحِ بَعْدَ الْاِذْنِ فِیْهِ ثُمَّ لَمْ نَجِدْهُ اَذِنَ فِیْهِ بَعْدَ النَّهْیِ عَنْهُ حَتّٰی مَضٰی لِسَبِیْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَانَ نَهْیُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ نِکَاحِ الْمُتْعَةِ مُوَافِقًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذْنَا بِهٖ وَلَمْ نَجِدْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ

Marfat.com

مُتْعَةِ الْحَجِّ فِي رِوَايَةٍ صَحِيحَةٍ عَنْهُ وَ
وَجَدْنَا فِي قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا دَلَّ
عَلَى أَنَّهُ أَنْ يَفْصِلَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لِيَكُونَ
أَتَمَّ لَهُمَا فَحَمَلْنَا نَهْيَهُ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ
التَّنْزِيهِ وَعَلَى اخْتِيَارِ الْإِفْرَادِ عَلَى غَيْرِهِ
لَا عَلَى التَّحْرِيمِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ۔

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

دوسرا متعۃ الحج۔ تم اپنے حج کو اپنے عمرہ کے ساتھ ملا کر ادا کرو۔ کیونکہ یہ طریقہ تمہارے حج اور عمرہ کا کامل طریقہ ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک اور سند کے ساتھ جو ہمام سے ہے۔ اسے ذکر کیا۔ ہم متعۃ النکاح کے عہد رسول میں جواز کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن ہمیں ایسی احادیث پہنچی ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال متعہ سے منع فرما دیا تھا۔ لہٰذا اس نہی کے بعد کوئی ایک حدیث ایسی ہمیں نہیں ملی جس میں پھر سے اجازت دینے کا ذکر ہو۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات سے تشریف لے گئے۔ لہٰذا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا متعۃ النکاح سے منع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہے۔ اس لیے ہم نے اس پر عمل کرنا قبول کر لیا۔ اس کے مقابلہ میں متعۃ الحج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ایک بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں اس سے منع کرنا ملتا ہے۔ لہٰذا یہ اس امر کی دلالت کرتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حج اور عمرہ کے درمیان جدائی رکھنا محبوب سمجھا۔

Marfat.com

تاکہ اس طرح دونوں بطریقہ کامل ادا ہوں۔ لہٰذا ہم نے اِن کے منع کرنے کو محض احتیاط اور پسندیدگی پر محمول کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حج اور عمرہ دونوں کو اکٹھا ادا کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔ و باللہ التوفیق۔

خلاصہ:

امام بیہقی کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ متعۃ الحج اور متعۃ النکاح دونوں سے منع فرمایا تھا۔ لیکن اوّل الذکر سے منع فرمانا۔ اولویت کے پیشِ نظر تھا۔ نہ کہ حرمت کی بنا پر۔ اس لیے اُن کے اجتہاد کے مطابق حج اور عمرہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ ادا کرنا تمتع سے بہتر ہے۔ لیکن متعۃ النکاح سے منع کرنا ان کی اپنی رائے نہ تھی۔ بلکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تائید اور تقریر ہے گویا میعادی نکاح یا متعہ سے منع کرنے کی ابتدا حضرت عمر نے نہیں بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور جب سے آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ دوبارہ اس کی اجازت کے لیے ایک بھی صدیث صحیح نہیں ملتی۔ اب جو کچھ جاڑوی نے تانا بانا بنایا تھا۔ اُس کا مرکز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بنتی ہے۔

۳، ۴، ۶، ۷، اور ۸ نمبر روایات۔ ان پانچ عدد روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ متعۃ النکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پھر اس کے بعد ابوبکر صدیق کے پورے دورِ خلافت اور عمر بن الخطاب رضی کے ابتدائی دورِ خلافت تک جائز رہا۔ اس کے منع کی ابتدا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کی۔ اگر عمر منع نہ کرتے۔ تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا۔

"کوئی بدبخت ہی زنا کرتا،، اس جملہ کی نسبت حضرت علی المرتضےٰ کی طرف کی گئی ہم گذشتہ صفحات میں اس کی تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس روایت کا مرکزی

Marfat.com

اور پہلا راوی "دحکم" سخت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ جاڑوی نے یہاں بھی "صحیح الاسناد" کہہ کر اپنا الو سیدھا کیا۔ طبری میں اس کی اسناد کی صحت کا نشان تک موجود نہیں۔ اس پر تو ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکافرین۔

ان تمام روایات کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ جن حضرات نے جواز متعہ کی روایات ذکر کیں۔ چونکہ اُن کو ابھی تک حرمتِ متعہ کی روایت نہ پہنچی تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے سابقہ علم کے مطابق متعہ کے بارے میں وہی کچھ بیان کیا۔ جو انہیں معلوم تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس چونکہ حرمت کی روایات موجود تھیں اس لیے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرانے میں سختی فرمائی۔

نوٹ:

روایات مذکورہ میں اگرچہ منع کی نسبت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف ہے لیکن یہ حقیقت پر مبنی نہیں۔ بلکہ از روئے مجاز ہے۔ اور اس قسم کی نسبت قرآن و حدیث میں بکثرت وارد ہے۔ جبرئیل امین نے مریم سے کہا "میں تجھے صاف ستھرا بیٹا عطاء کرتا ہوں" حالانکہ اولاد عطا کرنا درحقیقت اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے۔ تو جس طرح یہاں مجازی طور پر نسبت ہے اسی طرح حرمت متعہ کی نسبت مجازاً فاروق اعظم نے اپنی طرف کر دی۔

اب اس کی تائید کہ حضرت فاروق اعظم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت متعہ والی حدیث پر عمل کرایا۔ ہم درج ذیل حوالہ جات سے پیش کرتے ہیں:۔

Marfat.com

درمنثور

اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ خَطَبَ وَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ یَّنْکِحُوْنَ ھٰذَا الْمُتْعَۃَ وَقَدْ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْہَا لَا ۔ اُوْتِیَ بِاَحَدٍ نَکَحَہَا اِلَّا رَجَمْتُہٗ ۔

(۱۔ درمنثور جلددوم ص ۱۴۱)
(۲۔ بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ مطبوعہ دکن حیدرآباد)

ترجمہ:

بیہقی نے عمر ابن الخطاب سے ذکر فرمایا۔ کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے یہ کہا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ کوئی ایک آدمی بھی اگر ایسا نکاح کرنے والا پایا گیا۔ تو میں اُسے رجم کرنے کا حکم دوں گا۔

ابن ماجہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِیُّ ثَنَا الْفِرْیَابِیُّ عَنْ اَبَانِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا وَلِیَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لَنَا فِی الْمُتْعَۃِ ثَلَاثًا ثُمَّ حَرَّمَہَا وَاللّٰہِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا یَتَمَتَّعُ وَھُوَ مُحْصَنٌ اِلَّا

Marfat.com

رَجَمْتُہٗ بِالْحِجَارَۃِ اِلَّا اَنْ تَاْتِیَنِیْ بِاَرْبَعَۃٍ یَّشْھَدُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَلَّھَا بَعْدَ اِذْ حَرَّمَھَا۔

(سنن ابن ماجہ۔ باب نہی عن نکاح المتعۃ، ص ۱۴۱ المطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ جب عمر بن الخطاب خلیفہ بنے۔ تو آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر اسے حرام کر دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر کوئی محصن آدمی متعہ کرتے پایا گیا۔ تو میں اسے رجم کی سزا دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ ایسے پیش کر دے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔ (تو اسے چھوڑ دیا جائے گا۔)

بیہقی

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الْاِصْبَھَانِیْ انبا ابو محمد عبد الرَّحْمٰنِ بْنِ یَحْیٰی الزُّھْرِیَ الْقَاضِیْ بِمَکَّۃَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الصَّائِغ حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدِ الاموی حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ دِیْنَارٍ حَدَّثَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ

Marfat.com

عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَعِدَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَنْكِحُوْنَ هٰذِهِ الْمُتْعَةَ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا اَلَا وَ اِنِّیْ لَا اُوْتٰى بِاَحَدٍ نَكَحَهَا اِلَّا رَجَمْتُهٗ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ فرما کر ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ خبردار! اگر کوئی شخص یہ نکاح کرتا پکڑا گیا۔ تو میں اسے رجم کر دوں گا۔

لمحہ فکریہ:

ان تین عدد روایات میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے متعہ سے از خود منع کرنے کی ابتداء نہ فرمائی۔ بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے یہ حکم دیا۔ اس لیے آپ نے علی الاعلان کیا۔ کہ کوئی چار گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمانے کے بعد پھر سے اس کی اجازت دی تھی۔ ان روایات کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطاب کا متعہ سے منع کرنے کو اپنی طرف منسوب کرنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ مجازاً تھا۔

روایت ۵، ۸ اور ۹۔ تفسیر کبیر اور مسند امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے عمران بن حصین

Marfat.com

کی روایت کہ ہم حضور کے زمانہ میں متعہ کرتے رہے۔ اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک کوئی ایسی حدیث نہ فرمائی۔ کہ جس سے اس کی حرمت فرمادی گئی ہو ان دونوں روایتوں کے سلسلہ سند میں دو راوی یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم ایسے شخص ہیں۔ جو قابل اعتماد نہیں جس کی بنا پر روایتِ مذکورہ قابل حجت نہیں۔

یحییٰ بن سلیم: تہذیب التہذیب :-

يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الْقُرَشِيُّ الطَّائِفِيُّ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ الدَّوْلَابِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ قَالَ الْعُقَيْلِي قَالَ اَحْمَدُ بْنِ حَنْبَل اَتَيْتُهُ فَكَتَبْتُ عَنْهُ شَيْئًا فَرَاَيْتُهُ يَخْلُطُ فِي الْاَحَادِيْثِ فَتَرَكْتُهُ وَفِيْهِ شَيْءٌ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَلَيِّنٌ اَمْرُهُ وَقَالَ السَّاجِيُّ صَدُوْقٌ يَهِمُ فِي الْحَدِيْثِ وَاَخْطَاَ وَقَالَ الدَّارقُطْنِيُّ سُوْءُ الْحِفْظِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيْخِهِ فِي تَرْجَمَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَافِعٍ مَا حَدَّثَ الْحُمَيْدِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ فَهُوَ صَحِيْحٌ ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۲۲۶)

ترجمہ:

یحییٰ بن سلیم "منکر الحدیث" ہے۔ دولابی نے کہا یہ "قوی نہیں" عقیلی نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا۔ کہ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ میں یحییٰ بن سلیم کے پاس گیا۔ تو اس سے کچھ روایات میں نے لکھیں سو میں نے

Marfat.com

دیکھا کہ وہ احادیث میں "اغلاط" کرتا ہے۔ لہٰذا میں نے اُس کو چھوڑ دیا ابوجعفر نے کہا۔ اس کا معاملہ سست ہے۔ ساجی کے بقول وہ حدیث میں صدوق ہے اور متہم بھی۔ اور حدیث میں غلطی کرتا ہے۔ دارقطنی نے سوا الحفظ کہا۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ وہ روایات جو حمیدی نے یحییٰ بن سلیم سے بیان کیں۔ وہ صحیح ہیں۔

عمران بن مسلم: تہذیب التہذیب:۔

عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمِ الْمُنْقَرِي ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّان فِي الثِّقَاتِ قُلْتُ وَزَادَ الا ان فِي رِوَايَةِ يَحْيَى ابْن سَلِيم عَنْهُ بَعْضَ الْمَنَاكِيرِ وَكَذَا فِي رِوَايَةِ سُوَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْهُ اِنْتَهٰى۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۱۳۸
مطبوعہ حیدرآباد)

ترجمہ:

عمران بن مسلم المنقری کو ابن حبان نے ثقہ راویوں میں سے ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس کے علاوہ یہ بھی زائد عبارت موجود ہے۔ کہ یہی عمران بن مسلم ان روایات میں جو اس نے یحییٰ ابن سلیم اور سوید بن عبدالعزیز سے ذکر کیں۔ بہت سی مناکیر ہیں۔

لمحہ فکریہ:

روایت مذکورہ کے ان دونوں راویوں کے متعلق کتب اسماء الرجال سے

Marfat.com

سے جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ دونوں ناقابل اعتماد اور ناقابل حجت ہیں ۔ سوء الحفظ، مختلط، منکر الحدیث وغیرہ صفات کا راوی کب قابل حجت ہو سکتا ہے اور صاحب تہذیب التہذیب نے تو بالکل صراحت کر دی ہے۔ کہ وہ روایت جو روایت جو عمران بن مسلم کی یحییٰ بن سلیم نے روایت کی وہ "منکر" ہے۔

جاڑوی کی ذکر کردہ ۹ عدد روایات میں جو کچھ جواز متعہ پر پیش کیا گیا تھا۔ ہم نے اُن میں سے ہر ایک کی تحقیق پیش کر دی ہے۔ انہی روایات کے سہارے جاڑوی نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعہ کی حرمت کا حکم دیا۔ اور ان کے حرام کر دینے کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، ابو سعید خدری اور عمران بن حصین بدستور جواز متعہ کے قائل تھے۔ مذکورہ تحقیق کے پیش نظر ان ۹ عدد روایات میں ایک بھی روایت اس درجہ کی نہیں جو جاڑوی کا مقصد پورا کرنے میں محدد معاون ہو۔ ان روایات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متعہ کو جائز ثابت کر دکھانے میں بھی روایت اس درجہ انتہائی مکاری اور چالاکی کا مظاہرہ کیا تھا۔ لیکن کچھ کام نہ آسکا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

دھوکہ اور کِذب بیانی ۱۵

جواز متعہ

حضرت عمر نے ایسا کیوں کیا؟ ابن عبداللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الاصابۃ فی تمیز الصحابہ" کی جلد دوم ص ۶۲۳ میں تحریم متعہ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ کہ مسلمہ بن امیہ بن خلف جمعی نے حکیم بن امیہ بن اوقص اسلمی کی کنیز سے متعہ کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ لیکن مسلمہ بن امیہ نے بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ بڑے غضب ناک ہوئے۔ اور مسجد میں کھڑے ہو کر جواز متعہ ہی کو کالعدم قرار دیدیا۔ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ ہر دانشمند جانتا ہے۔ کہ ہر قانون میں قانون شکنی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ کسی ایک شخص کی قانون شکنی سے قانون ہی کو کالعدم قرار دے دیا جائے۔ حق تو یہ تھا۔ کہ حضرت عمر مسلمہ کو سزا دیتے تاکہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ حضرت عمر کے اس فعل کا تو مطلب یہ ہے۔ کہ اگر چند لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ تو نماز ہی کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اگر کچھ لوگ روزے نہ رکھیں۔ تو روزے پر ہی خطِ تنسیخ کھینچ دیا جائے۔ جبکہ کوئی بھی دانشمند اس نظریہ کی حمایت نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی آج تک بننے والے عالمی قوانین میں سے

Marfat.com

کسی قانون کو اس طرح پامال کیا گیا جس طرح سے متروک کیا گیا۔ حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۂ فصلت آیت ۴۲ع۔

الکتاب الذی لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔

ایسی کتاب جس کے ہاں باطل نہ تو سامنے سے آسکتا ہے۔ اور نہ ہی پیچھے سے یہ تو حکیم حمید کا نازل کردہ آئین حیات ہے۔ پھر سرور کونین کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ سورہ حشر۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ۔ جو کچھ سرور کونین تمہیں فرمادیں اس پر عمل کرو۔

اب ذرا علامہ قوشجی جو اہل سنت والجماعت کے اشاعرہ گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور علم کلام میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کا نظریہ شرح تجرید الاعتقاد میں بحث امامت کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمر نے صرف متعۃ النساء پر ہی خط تنسیخ نہیں کھینچا بلکہ کچھ اور احکام الٰہیہ میں بھی جو حضرت عمر کی نظر کرم میں نہ سما سکے۔ انہوں نے انہیں کالعدم قرار دے دیا۔ علامہ قوشجی لکھتے ہیں۔

اِنَّ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اَيُّهَا النَّاسُ ثَلَاثٌ كُنَّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُنَّ وَاُحَرِّمُهُنَّ وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِنَّ مُتْعَةُ النِّسَآءِ وَمُتْعَةُ الْحَجِّ وَحَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ۔ اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِمَّا يُوْجِبُ قَدْحًا فِيْهِ فَاِنَّ مُخَالَفَةَ الْمُجْتَهِدِ لِغَيْرِهٖ فِي الْمَسَائِلِ الْاِجْتِهَادِيَّةِ لَيْسَ بِبِدْعٍ۔

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت عمر منبر پر کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! دو چیزیں زمانۂ رسول میں تھیں۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ انہیں ناجائز قرار دیتا ہوں۔ اور ان پر سزا دوں گا وہ ہیں متعۃ النساء، حج تمتع اور حی علی خیر العمل۔ لیکن ان پر قدح نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اجتہادی مسائل میں اختلاف بدعت نہیں ہوا کرتا۔ دیکھ لیا آپ نے حضرت عمر کا ارشاد بھی آپ کے سامنے ہے اور علامہ قوشجی کی معذرت بھی آپ کی نگاہوں میں ہے۔

علامہ قوشجی کی نگاہ میں جس طرح ذاتِ احدیت اباحت متعہ میں مجتہد ہے۔ اسی طرح حضرت عمر حرمت متعہ میں مجتہد ہیں۔ علامہ قوشجی کی نظر میں جس طرح سرور کونین اعلان اباحت متعہ میں مجتہد ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر اعلان حرمت متعہ میں مجتہد ہیں۔ علامہ قوشجی کی نظر میں جس طرح ذات احدیت دین سازی میں مختار محض ہے۔ اسی طرح حضرت عمر بھی کلی مختار ہیں۔ علامہ قوشجی کی نظر میں جس طرح سرور کونین نفاذ شریعت میں مالک ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر بھی آزاد ہیں۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں۔ کہ اگر یہ اصول بنا لیا جائے تو پھر ذات احدیت کے حاکم مطلق ہونے سرور کونین کے مرسل ہونے اور حضرت عمر کے حکمران ہونے میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ اور سلسلہ وحی و نبوت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی مقام فکر ہے۔ کہ کیا سرور کونین مجتہد تھے، کیا سرور کونین احکام دین میں ذاتی رائے رکھتے تھے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ سرور کونین بھی حضرت عمر ام المؤمنین عائشہ۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام حنبل کی طرح ایک مجتہد تھے۔ تو پھر سلسلہ وحی اور دین الٰہی کا تصور کیسے ممکن ہو سکے گا۔ اور قرآن کریم کا مقام کیا رہ

Marfat.com

جائے گا۔؟

میرے دوستو! یہ دو مجتہدین کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ نبی و امتی کا اختلاف ہے۔ خالق اور مخلوق کا اختلاف ہے۔ قرآن اور انسان کا اختلاف ہے۔ نبی مجتہد نہیں تھا بلکہ نبی تھا۔ اور یہ مقابلہ مجتہدین کے فتاوی کا نہیں بلکہ نص اور اجتہاد کا ہے۔ سرور کونین کا ارشاد نص ہے۔ فتوی نہیں۔ حضرت عمر کا حکم فتوی ہے نص نہیں ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان سرور کونین کے جواز متعہ کو فتوای نہیں سمجھتا۔ بلکہ حکم الٰہی سمجھتا ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان حضرت عمر کے حکم کو نص نہیں بلکہ فتوای سمجھے گا۔ اور ایسی صورت میں جہاں نص اور فتوای کا اختلاف ہو۔ تو جس طرح نص قابلِ پذیرائی ہو گی۔ اس طرح فتوای دیوار سے مارنے کے قابل ہو گا۔ خواہ وہ فتوای حضرت عمر کا ہو یا مفتی محمود کا۔ (جواز متعہ ص ۵۴)

جواب:

وہ جواز متعہ، سے پیش کیا گیا اقتباس اجمالاً تین امور پر مشتمل ہے۔

۱۔ مسلم بن امیہ نے ایک لونڈی سے متعہ کیا۔ اس سے نطفہ ٹھہر گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا۔ تو مسلم بن امیہ نے اسے نہ لیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام کر دیا۔

۲۔ قرآن کریم اپنے اعلان کے مطابق غیر متبدل ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام قرار دے کر اسے تبدیل کر دیا۔

۳۔ علامہ قوشجی سنی نے حضرت عمر کے بارے میں لکھا۔ کہ انہوں نے تین چیزوں کو حرام کر دیا۔ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھیں۔

ﻟ۔ جاڑوی شیعہ کو اس بات کا انتہائی صدمہ کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے حرمت متعہ پر سختی سے عمل کیا یہ اس صدمہ کو کچلے ہوئے سانپ کی طرح

Marfat.com

بل کھاتے ہوئے اظہار کرتا ہے۔ اور بے باکی سے حضرت عمر کو قرآن کا محرف ثابت کر رہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے "الاصابۃ فی تمییز الصحابہ" کا سہارا لیا۔ مذکورہ کتاب میں لونڈی کا واقعہ جہاں درج ہے۔ اس کی سند اس طرح موجود ہے

روی عمرو بن شبة فی اخبار المدینة من طریق سماک ابن حرب عن رجل ان رجل ان سلمة بن امیة تزوج مولاة

ترجمہ:

یعنی اخبار المدینہ میں سماک بن حرب کے طریقہ سے عمرو بن شبہ روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرد نے بیان کیا۔ کہ مسلمہ ابن امیہ نے ایک لونڈی الخ

روایت مذکورہ میں سلمہ بن امیہ کا واقعہ ایک "رجل" بیان کر رہا ہے۔ یہ "رجل" کون ہے اس کا نام و پتہ کیا ہے؟ جاڑوی ہی بتا دے تو منہ مانگا انعام پائے۔ تو ایسے نامعلوم آدمی کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ روایت مذکورہ کا ایک پہلو تو یہ تھا۔ اب دوسرا پہلو بھی پیش خدمت ہے۔ روایت مذکورہ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

قلت و ذکر ذالک ابن الکلبی و زاد فبلغ ذالک عمر فنهٰی عن المتعة وروی ایضا ان سلمة استمتع بامراة فبلغ عمر فتوعد۔

ترجمہ:

صاحب اصابہ کہتا ہے۔ کہ روایت تو اسی طرح ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے بچہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ابن کلبی کچھ زیادہ بیان کرتا

Marfat.com

ہے۔ کہ عمر نے متعہ سے منع فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ سلمہ نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے اُسے ڈانٹا۔

گویا روایت مذکورہ میں جہاں یہ بات آئی ہے۔ کہ عمر بن الخطاب نے متعہ سے منع کر دیا۔ وہاں یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ نے متعہ کرنے والے کو ڈانٹ پلائی اور ان دونوں باتوں کے علاوہ صرف اتنا بھی ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے متعہ کا بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس سے آگے حضرت عمر کا منع کرنا یا ڈانٹنا مذکور نہیں۔ اب ان مختلف باتوں میں سے صرف ایک کو لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو موجب الزام قرار دینا کہاں کا انصاف ہے۔؟ اور اگر صرف یہی بات اختیار کر لی جائے۔ کہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کر دیا۔ تو اس بارے میں ہم پچھلے صفحات پر لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے اس لیے منع فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرما دی تھی اسی لیے آپ نے جوازِ متعہ کے لیے چار گواہ مانگے۔ جاڑوی کے پیش نظر حقیقت معلوم کرنا نہیں بلکہ کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ چاہیئے کہ جس سے اپنا کام نکلتا دکھائے۔ اور حضرات صحابہ کرام پر زبان طعن و تشنیع دراز کرے۔

(ب) قرآن کریم غیر متبدل ہے۔ الخ اس سلسلہ میں جاڑوی نے جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا۔ وہ خود اس کے لیے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ہے۔ وُہ اس طرح کہ قرآن کریم میں متعہ کی حلت پر کوئی آیت نہیں اُتری۔ بلکہ اس کا وقتی طور پر حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب حلت و جوازِ متعہ کو قرآنی آیت سے ثابت کرنا دراصل قرآن میں باطل داخل کرنا ہے۔ جس کا ارتکاب خود جاڑوی اینڈ کمپنی نے کیا۔ صرف حلت متعہ پر اکتفا نہیں (یہ صرف ہماری طرف سے ہی الزام نہیں) بلکہ اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے

Marfat.com

کہ موجودہ قرآن، مکمل قرآن نہیں۔ اس میں کمی بیشی ہو چکی ہے۔ ہم اس کا ثبوت عقائد جعفریہ جلد سوم میں بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں سردست صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں:۔

انوار نعمانیہ

الْاَخْبَارُ الْمُسْتَفِیْدَةُ بَلِ الْمُتَوَاتِرَةُ الدَّالَّةُ بِصَرِیْحِهَا عَلٰی وُقُوْعِ التَّحْرِیْفِ فِی الْقُرْاٰنِ كَلَامًا وَّ مَادَّةً وَّ اِعْرَابًا۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷ نور فی الصلوۃ
طبع قدیم ص ۳۹ ۹)

ترجمہ:

اخبار مستفیدہ بلکہ متواترہ اس بات پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔ کہ قرآن کریم میں کلام، مادہ اور اعراب میں تحریف واقع ہے۔ نعمت اللہ جزائری نے اہل تشیع کا قرآن کریم کے بارے میں کس صراحت سے عقیدہ ذکر کیا۔ اس کے ہوتے ہوئے جاڑوی کا بیان یا تیہ الباطل،، کا تحریر کرنا خود جال میں پھنسنا ہے۔

ج۔ علامہ توشجی کی ایک عبارت اور اسے اہل سنت اشاعرہ کا بہت بڑا عالم کہنا الخ۔

علامہ توشجی نہ تو دینی علوم کا امام ہے۔ اور نہ ہی ایسے محدثین میں سے ہے جو متقی اور صالح ہوئے ہیں۔ بلکہ علوم عقلیہ میں ماہر اور آزاد خیال آدمی تھا اور اسی بنا پر اسے "روتوشجی،، کہا گیا۔ یعنی کھیل کود کا رسیا۔ ،، ہمارے ،، اس علامہ

Marfat.com

کا حال تم اپنی کتابوں میں ہی دیکھ لیتے۔ تو شرما جاتے۔

الکنی والالقاب

اَلْقَوْشَجِی الْمَوْلٰی عَلَاؤُالدِّیْنِ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الَّذِیْ حَصَلَ فِیْ حِدَاثَۃِ سَنِّہٖ غَالِبَ الْعُلُوْمِ وَبِہِمَّتِہٖ کَمُلَ زِیْجَ الغی بیك وَکَانَ ھُوَحَافِظَ الْبَازِیْ وَھُوَ مَعْنَی الْقَوْشَجِیْ فِیْ لُغَتِہِمْ وَلَہٗ مِنَ التَّصَانِیْفِ شَرْحُہٗ لِلتَّجْرِیْدِ الْمَشْہُوْرِ بِالشَّرْحِ الْجَدِیْدِ وَرِسَالَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃ فِیْ عِلْمِ الْحِسَابِ سَمَّاھَا بِاِسْمِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدْخَان وَرِسَالَۃِ الْفَتْحِیَہ فِیْ عِلْمِ الْھَیْئَۃِ سَمَّاھَابِذٰلِكَ لِمُصَادِفَتِہَا فَتْحِ السُّلْطَان مُحَمَّدْ خَان عِرَاقِ الْعَجَمِ۔

(الکنی والالقاب جلدسوم ص ۹۴، تذکرہ القوشجی۔)

ترجمہ:
قوشجی مولی علاؤالدین علی بن محمد جس نے چھوٹی عمر میں بہت سے علوم سیکھ لیے تھے۔ اور الغ بیگ کی زیچ پڑھی۔ یہ کھیل کود کا شوقین تھا لفظ قوشجی کا ان کی لغت میں یہی معنی تھا۔ اس کی تصانیف میں سے تجرید کی شرح ہے۔ جسے شرح الجدید کہتے ہیں، اور محمدیہ نام کا ایک رسالہ جو علم حساب میں ہے۔ اس کا نام اپنے بادشاہوں محمد خان کے

Marfat.com

نام پر رکھا۔ ایک اُلرسالۃ فتحیہ ہے۔ جو علم ہیئت سے متعلق ہے۔ اس کے نام کی وجہ یہ بنی کہ سلطان محمد خان نے عراق و عجم کو فتح کیا تھا۔

توضیح

علامہ توشجی کا تعارف جو شیخ عباس قمی نے کرایا۔ وہ یہ کہ علم ہیئت، حساب اور منطق و فلسفہ کا ایک فاضل آدمی تھا۔ ان علوم کو علوم شرعیہ نہیں کہتے۔ ایسے کھلنڈرے منطقی اور حساب دان آدمی کی بات سے کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کسی عقلمند کو زیب نہیں دیتی۔ جاڑوی نے فلسفہ کے کیچڑ میں پڑے ہوئے توشجی کو آسمان پر چڑھا کر فاروق اعظم کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

علاوہ ازیں توشجی کو اہل سنت اشاعرہ کا عالم قرار دینا دوسری بڑی حماقت ہے۔ توشجی کی عبارت جس کتاب سے پیش کی گئی۔ وہ تجرید الکلام کی شرح ہے اور تجرید الکلام اس شخص کی تصنیف ہے جسے محمد بن الحسن الطوسی کہتے ہیں۔ جو صحاح اربعہ شیعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ توشجی نے جب اس کی شرح لکھی تو اس کے مصنف کی تعریف میں کیا کچھ کہا۔ خود شیعہ تصنیف سے سنیئے۔

الذریعۃ

تَجْرِیْدِ الْکَلَامِ فِیْ تَحْرِیْرِ عَقَائِدِ الْاِسْلَامِ لِسُلْطَانِ الْحُکَمَآءِ وَ الْمُتَکَلِّمِیْنَ خَوَاجَہ نَصِیْرُ الدِّیْن مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الطُّوْسِیِ الْمُتَوَفّٰی سَنَۃ ۶۷۲ وَ ھُوَ اَجَلُ کِتَاب

Marfat.com

فِیْ تَحْرِیْرِ عَقَائِدِ الْاِمَامِیَّۃِ وَقَدْ مَدَحَہٗ الْفَاضِلُ الْقَوْشَجِیُّ مِنَ الْعَامَّۃِ فِیْ شَرْحِہٖ الْمَعْرُوْفِ بِالشَّرْحِ الْجَدِیْدِ بِاَنَّہٗ مَخْزُوْنٌ بِالْعَجَائِبِ مَشْحُوْنٌ بِالْغَرَائِبِ صَغِیْرُ الْحجم وَجِیْزُ النَّظْمِ کَثِیْرُ الْعِلْمِ جَلِیْلُ الشَّانِ حَسَنُ النِّظَامِ مَقْبُوْلُ الْاَئِمَّۃِ الْعِظَامِ لَمْ یَظْفَرْ بِمِثْلِہٖ عُلَمَآءِ الْاَمْصَارِ۔

(الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ جلد سوم ص ۳۵۲ تذکرہ تجرید مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"تجرید الکلام" خواجہ نصیر الدین محمد بن حسن طوسی متوفی ۶۷۲ھ کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب امامیہ عقائد میں جلیل الشان کتاب ہے۔ فاضل قوشجی نے اس کی شرح المعروف "شرح الجدید" میں ان الفاظ سے اس کی تعریف کی۔ عجائب کا خزانہ، غرائب سے لبریز، حجم میں مختصر نظم میں بے نظیر کثیر العلم، جلیل الشان، حسن النظام، ائمہ عظام کی مقبول اور ایسی کتاب کہ اس دور میں کسی عالم کو ایسی تصنیف لکھنا ناممکن۔

توضیح

قوشجی نے جس کتاب کی شرح لکھی۔ وہ عقائد امامیہ میں لکھی گئی تھی۔ اگر قوشجی واقعی سنی تھا۔ تو اسے شیعہ عقائد کی شرح لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ عمر فاروق رض

Marfat.com

کے بارے میں تین باتوں کا تذکرہ "بحث امامت" میں کا کیا گیا جس سے اس تقیہ باز نے یہ ثابت کر دکھانے کی کوشش کی ۔ کہ امامت حقہ، وہی ہے ۔ جسے اہل تشیع تسلیم کرتے ہیں ۔ جواز متعہ بھی اُسی امامت کا ایک رکن ہے ۔ لیکن حضرت عمر سے متعہ کے بارے میں حرمت پر زور ملتا ہے ۔ اسی لیے توشجی نے متعہ کے ضمن سیدنا فاروق اعظم کی ذات پر کیچڑ اچھالا ۔ اور تاویلات باطلہ کے سہارے جناب فاروق اعظم کی ذات کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی ۔ اس لیے ایسے شخص کی عبارت سے قطعًا کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی ۔ جو عقائد شیعہ کے موافق اور نظریات اہل سنت کے مخالف ہو ۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ اور کذب بیانی ۱۶

جواز متعہ

اب آئیے ذرا علامہ توشجی کے اس نظریہ اجتہاد کو حضرت عمر کے فرزند عبداللہ بن عمر کی نگاہ سے دیکھیں ۔ اور پھر اندازہ کریں کہ علامہ توشجی کا نظریہ اجتہاد درست ہے ۔ یا ہمارا نظریہ رسالت ، ترمذی جلد اول ابواب الحج ص ۴۰۵ حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۔

Marfat.com

مترجم حافظ حامد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی۔

ترمذی شریف

سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يَسْاَلُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ هِيَ حَلَالٌ فَقَالَ الشَّامِيُّ اِنَّ اَبَاكَ قَدْ نَهٰى عَنْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ اَبِيْ نَهٰى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُوْلُ اللهِ اَمْرُ اَبِيْ يُتَّبَعُ اَمْ اَمْرُ رَسُوْلِ اللهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ بَلْ اَمْرُ رَسُوْلِ اللهِ فَقَالَ لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُوْلُ اللهِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(ترمذی شریف جلد اول ابواب الحج ص۲۰۵
حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

ترجمہ:

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامی کو سنا۔ کہ وہ حضرت ابن عمر سے حج تمتع کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ حلال ہے۔ شامی نے کہا کہ آپ کے والد نے تو اس سے منع کیا ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر میرے باپ نے منع کیا اور رسول نے وہ عمل کیا تو کیا رسول اللہ کے طریقہ کی پیروی کی جائے گی۔ یا میرے باپ کے طریقہ کی۔ اس آدمی نے کہا رسول اللہ کے

Marfat.com

طریقہ کی اس پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا کیا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

لیجئے قارئین اب فیصلہ ہو گیا۔ ایک شامی شخص حضرت عبد اللہ بن عمر کے پاس آ کر حج تمتع کے بارے میں پوچھتا ہے عبد اللہ بن عمر جواب دیتے ہیں کہ حج تمتع کرنا جائز ہے۔ شامی کہتا ہے کہ آپ کے باپ نے حج تمتع کرنے سے منع کیا ہے۔ عبد اللہ بن عمر شامی سے پوچھتے ہیں۔ میرے باپ کا حکم مانو گے یا رسول اللہ کا؟ شامی کہتا ہے رسول کا۔ عبد اللہ بن عمر کہتا ہے۔ پھر رسول نے حج تمتع کیا ہے۔ علامہ قوشجی نے سرور کونین اور حضرت عمر دونوں کو ایک ہی درجہ کا مجتہد قرار دے کر ان کے باہمی اختلاف کو دو مجتہدوں کا اختلاف بنایا ہے۔ جب کہ عبد اللہ بن عمر نے سرور کونین کو سپر پاور قرار دیا ہے۔ اور سرور کونین اور حضرت عمر کے باہمی اختلاف کی صورت میں ارشاد سرور کونین کو آخری حکم فرمایا ہے۔ ایک عام ان پڑھ شامی کی نگاہ میں بھی سرور کونین کے مقابلہ میں حضرت عمر کا کوئی مقام نہیں۔ بھلا اب بتائیے سرور کونین کا جواز متعہ کا حکم باقی ہے۔ یا حضرت عمر کا حرمت متعہ کا ارشاد؟ اب بھی اگر حرمت متعہ پر اصرار ہو تو پھر کھلے لفظوں سے اعلان کر دیں۔ کہ ہمیں حضرت عمر کا قول منظور ہے اور سرور کونین کا ارشاد منظور نہیں۔

اب آئیے اور امام احمد بن حنبل سے پوچھیے وہ کیا فرماتے ہیں۔

مسند امام حنبل

سَاَلَ رَجُلٌ اِبْنُ عُمَرَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ وَ اللّٰهِ مَا كُنَّا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ زَانِيْنَ وَلَا مُسَافِحِيْنَ۔ (مسند امام حنبل جلد دوم ص ۹۵)

Marfat.com

ترجمہ:
ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے متعۃ النساء کے متعلق پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ بخدا۔ ہم زمانہ رسول میں نہ تو زنا کرتے تھے۔ اور نہ ہی سفاح کرتے تھے۔ یعنی متعہ جائز نکاح ہے جو ہم زمانۂ رسالت پناہ میں کرتے تھے۔ اور آپ کو اس کا علم تھا۔

تفسیر قرطبی

عَنْ سَالِمٍ اِنِّی لَجَالِسٌ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِی الْمَسْجِدِ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ فَسَاَلَهٗ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حَسَنٌ جَمِیْلٌ قَالَ فَاِنَّ اَبَاكَ كَانَ یَنْهٰی عَنْهَا فَقَالَ وَیْلَكَ فَاِنْ كَانَ اَبِیْ نَهٰی عَنْهَا وَقَدْ فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَمَرَ بِهٖ اَ فَبِقَوْلِ اَبِیْ اٰخُذُ اَمْ بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قُمْ عَنِّیْ۔

(تفسیر قرطبی جلد دوم ص۳۶۵)

ترجمہ:
سالم کہتا ہے۔ کہ میں ابن عمر کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شام سے ایک شخص آیا۔ اس نے حج تمتع کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عمر نے کہا اچھا کام ہے۔ شامی نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کیا کرتے تھے۔ ابن عمر نے کہا۔ تجھ پر ویل ہو۔ اگر میرا باپ منع کرتا ہے۔ اور سرور کونین حکم دیتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے باپ کی بات مانوں یا حکم رسول؟ اٹھ جا میرے

Marfat.com

پاس گئے۔

محترم قارئین دیکھ لیا آپ نے عبداللہ بن عمر اپنے باپ کو مجتہد تو مانتا ہے لیکن سرورکونین کو اپنے باپ جیسا مجتہد نہیں بلکہ باپ کے مقابلہ میں سپر پا در مانتا ہے۔

(جواز متعہ ص ۵۷)

جواب

جاڑوی اپنے کلام سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ قوشجی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ مجتہد کہا ہے۔ اور بحیثیت مجتہد ہونے کے حضرت عمر کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ دوسرے مجتہد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور اس کی تردید جاڑوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے پیش کی۔ تو اس سلسلہ میں اولاً یہ بات پیش نظر رہے۔ کہ قوشجی ہمارا نہیں بلکہ تشیع سے تعلق رکھنے والا ایک فلسفی اور آزاد خیال فاضل ہے۔ اس نے اگر حضرت عمر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو برابر کا مجتہد کہا۔ تو اس سے شیعہ مسلک کی بدعقیدگی اور بے باکی ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس قوشجی کی شرح الجدید نہیں۔ پھر بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاڑوی نے دوسرے حوالہ جات کی طرح اس میں بھی بددیانتی کی ہو گی۔ کیونکہ یہ اس کی فطرت ہے اور اگر واقعی قوشجی نے یہ کچھ لکھا۔ تو اس کا جواب تمہیں دینا چاہیئے۔ ہم تو تمہاری ایک گذشتہ ذریب کاریکے جواب میں اس کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع فرمایا۔ وہ ان کا اپنا اجتہاد یا حکم نہ تھا۔ بلکہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرانا مقصود تھا۔ اس لیے کوئی اہل سنت اس بات کی سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت عمر کا اجتہاد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے بڑھ کر یا برابر ہی تھا حاشا وکلا۔ یہ بہتان ہے۔ باقی جاڑوی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عبارت پیش کی

Marfat.com

کہ انہوں نے اپنے والد کے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلہ میں ٹھکرا دیا۔ تو حقیقت بیان فرمائی۔ کون ایسا مسلمان ہے۔ جو کسی مجتہد یا عالم کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ترجیح دے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے حضرت فاروق اعظم کی ذات پر کیچڑ اچھالنا انتہائی بددیانتی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ شامی مرد کو خاموش کرانے کے لیے الزامی جواب عطاء فرمایا۔ لیکن جاڑوی کے دماغ میں ایسی باتیں کہاں آسکتی ہیں۔ اس میں تو بغض صحابہ اور نام نہاد محبت اہل بیت سمائی ہوئی ہے۔ جب شامی سے آپ نے دریافت فرمایا۔ تم بتاؤ کہ تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مضبوط ہے یا عمر بن خطاب کی؟ تو اس نے فوراً جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میں باوجود عمر بن الخطاب کے فرزند ہونے کے ان کی باتوں کا وہ مطلب نہ سمجھ سکا۔ جو تم نے سمجھا۔ یعنی شامی کا خیال تھا۔ کہ حضرت عمرؓ نے حج تمتع کو منع کر دیا تھا۔ یا اس کی حرمت کے قائل تھے۔ ان کی بات کا مطلب یہ ہے۔ کہ عمرے کو حج میں داخل نہ کرو۔ حج الگ اور عمرہ الگ کرنا چاہیے۔ یعنی احرام حج کو فاسد کر کے عمرے کا احرام نہ باندھو۔ اس کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

اس کا پس منظر مختصر یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے مکہ تشریف لانا چاہتے تھے۔ تو مکہ شریف کے قریب پہنچ کر آپ نے فرمایا۔ تم میں سے جو اپنے ساتھ قربانی لے کر نہیں آیا وہ حج کا احرام کو توڑ دے۔ اور عمرے کا احرام باندھ لے۔

عمرہ پورا کرنے پر وہ احرام کو کھول دے۔ اور پھر حج کا احرام باندھ لے۔ حج کا احرام توڑ کر عمرے کا احرام باندھنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اس کی بعد میں اجازت نہ تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

ارشاد الساری

وَفِی حَدِیثِ اَبِی ذَرٍ عِنْدَ الْمُسْلِمِ کَانَتِ الْمُتْعَۃُ
فِی الْحَجِّ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ خَاصَّۃً یَعْنِیْ فَسْخُ الْحَجِّ اِلَی الْعُمْرَۃِ
وَعِنْدَ النَّسَائِیِّ عَنِ الْحَرْبِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ
قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّۃً اَمْ
لِلنَّاسِ عَامَّۃً فَقَالَ لَا بَلْ لَنَا خَاصَّۃً۔

(ارشاد الساری جلد سوم ص ۲۷۰)

ترجمہ:
امام مسلم نے ابوذر سے روایت لکھی ہے کہ حج میں متعہ کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے مخصوص تھا۔ یعنی حج کا احرام باندھ لینا۔ امام نسائی نے حرب بن بلال کے واسطے سے ان کے والد کی ایک روایت ذکر کی۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حج کا فسخ کیا ہمارے لیے ہی مخصوص ہے یا عام لوگوں کو اس کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ صرف ہمارے لیے یہ رعایت تھی۔

مسند امام احمد بن حنبل

عَنْ سَالِمٍ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یُفْتِیْ بِالَّذِیْ
اَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرُّخْصَۃِ بِتَمَتُّعٍ وَ
سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ

Marfat.com

فَيَقُوْلُ نَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ كَيْفَ تُخَالِفُ اَبَاكَ وَقَدْ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ وَيْلَكُمْ اَلَا تَتَّقُوْنَ اللّٰهَ اِنْ كَانَ عُمَرُ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ فَيَبْتَغِيْ فِيْهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهٖ تَمَامَ الْعُمْرَةِ فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ ذٰلِكَ وَقَدْ اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَعَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ تَتَّبِعُوْا سُنَّتَهٗ اَمْ سُنَّةَ عُمَرَ اِنَّ عُمَرَ لَمْ يَقُلْ لَكُمْ اِنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ لٰكِنَّهٗ قَالَ اَنْ اَتِمُّوا الْعُمْرَةَ اَنْ تُفْرِدُوْهَا مِنْ اَشْهُرِ الْحَجِّ ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ص ۹۵ جلد دوم)

ترجمہ :

سالم کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اللہ تعالیٰ کی آیات کے مطابق ہوتا تھا۔ وہ حج تمتع کی اجازت دیتے تھے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ لوگوں نے اس پر انہیں کہا۔ کہ تم اپنے والد کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے حج تمتع سے منع کر دیا ہے۔ اس پر جناب ابن عمر نے لوگوں سے کہا۔ خدا کا خوف کرو۔ اگر عمر نے اس سے منع کیا ہے تو وہ اس لیے کہ وہ عمرہ کو کامل ادا کرنے کے خواہش مند تھے۔ تم اُسے حرام کیوں قرار دیتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے حلال فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر

Marfat.com

عمل کیا۔

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، عمر کی سنت سے اتباع کے لیے زیادہ حقدار رکھتی ہے۔ عمر نے یہ نہیں کہا کہ عمرہ، حج کے دنوں میں حرام ہے لیکن ان کا کہنا یہ ہے۔ کہ عمرہ کو حج سے الگ ادا کرو۔

نوٹ:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حج تمتع کے بارے میں یہ قول منقول ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا اور پھر حج کرنا اس سے منع فرماتے ہیں۔

۲۔ دوسرا قول یہ کہ آپ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لینا اس سے منع کرتے تھے ان دونوں میں سے جس قول کو صحیح کہا گیا وہ یہ کہ آپ حج کے احرام کو توڑ کر عمرے کا احرام باندھنا اس سے روکتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نووی شرح مسلم شریف

قَالَ الْمَازِرِيُّ اُخْتُلِفَ فِي الْمُتْعَةِ الَّتِي نَهٰى عَنْهَا عُمَرُ فِي الْحَجِّ فَقِيْلَ هِيَ فَسْخُ الْحَجِّ اِلَى الْعُمْرَةِ وَقِيْلَ هِيَ الْعُمْرَةُ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ الْحَجُّ مِنْ عَامِهٖ وَعَلٰى هٰذَا اِنَّمَا نَهٰى عَنْهَا تَرْغِيْبًا فِي الْاِفْرَادِ الَّذِيْ هُوَ اَفْضَلُ لَا اَنَّهٗ يَعْتَقِدُ بُطْلَانَهَا اَوْ تَحْرِيْمَهَا وَقَالَ الْقَاضِيْ عياض ظَاهِرُ حَدِيْثِ جَابِرٍ وَعِمْرَانَ وَاَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ الْمُتْعَةَ الَّتِيْ اخْتَلَفُوْا فِيْهَا اِنَّمَا هِيَ فَسْخُ الْحَجِّ اِلَى

Marfat.com

الْعُمْرَةِ قَالَ وَلِهٰذَا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَيْهَا وَلَا يَضْرِبُهُمْ عَلٰى مُجَرَّدِ التَّمَتُّعِ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ ۔

(النووی شرح المسلم جزء اول ص ۳۹۴
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

المازری کا کہنا ہے۔ کہ جس تمتع سے حضرت عمر نے منع کیا اس میں اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ یہ حج کو توڑ کر عمرہ کرنا ہے۔ یہ بھی قول ہے۔ کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے بعد پھر اسی سال حج کرنا۔ اس دوسری وجہ کے مطابق منع کرنے میں احتمال ہوگا۔ کہ آپ دراصل حج مفرد کرنے کی ترغیب دینا چاہتے تھے۔ جو افضل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمرؓ ایسا کرنے کو باطل یا حرام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ جابر، عمران اور ابوموسیٰ کی حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس تمتع میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھنا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والے کو سزا دیا کرتے تھے۔ اور حج کے مہینوں میں محض تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔

نوٹ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے جاڑوی نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہ اپنے والد جناب عمر بن الخطاب کے خلاف تھے۔ اگرچہ مخالفت حج تمتع کے بارے میں ذکر کی۔ لیکن متعہ النساء بھی چونکہ بعض جگہ اس کے ساتھ ذکر ہوا اس لیے حج تمتع کی مخالفت کے ضمن جاڑوی نے یہ تاثر دینا چاہا۔ کہ حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے برعکس متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ حالانکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ شروع شروع میں متعہ کو جائز کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

بیہقی

اَنبأ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ حَرَامٌ۔

(بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعۃ النساء کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔

طحاوی

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ حَرَامٌ قَالَ فَاِنَّ فُلَانًا يَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَمَا كُنَّا مُسَافِحِيْنَ۔

(طحاوی جلد دوم ص ۱۶ باب نکاح المتعہ)

Marfat.com

ترجمہ:

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔ سائل نے کہا کہ ایک آدمی متعہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ جانتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو اسے حرام کر دیا تھا۔ اور ہم زانی نہیں۔

اس تمام گفتگو سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ نے متعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق حرام قرار دیا۔ اور لوگوں سے سختی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنی طرف سے اجتہاد نہ کیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کی۔ اس امر کی تائید آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمائی۔ لیکن جاڑوی کی آنکھوں میں مخالفت کی پٹی اور دماغ میں متعہ کی ہوس تھی۔ اس لیے اِدھر اُدھر کی ہانک کر اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنا چاہا۔ لیکن اُسے مُنہ کی کھانی پڑی۔ امید واثق ہے۔ کہ غیر جانب دار کے لیے حق کی پہچان ہو جائے گی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

دھوکہ
اور
کذب بیانی نمبر ۱۷
سکوتِ صحابہ

جواز متعہ

ممکن ہے کہ بعض خوش فہم اور سادہ لوح افراد یہ سوچنے کی کوشش کریں کہ اگر سرور کونین کے جائز کردہ حکم کو جب عمر ناجائز کر رہے تھے۔ تو صحابہ کے اتنے بڑے مجمع میں سے کسی صحابی نے حضرت عمر کو کیوں نہ روکا؟ اگر صحابہ نے اس کی مخالفت کی ہے تو مخالفت ثابت کی جائے۔ اور اگر صحابہ نے مخالفت نہیں کی۔ تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حرمت کے حکم سے دوسرا کوئی صحابی مطلع نہ تھا۔ اور جب حضرت عمر نے اعلانِ حرمت کیا تو تمام صحابہ سُن کر خاموش ہو گئے گویا اعلان حضرت عمر فی الواقع اعلان رسول تھا۔ اور تحریم حضرت عمر تحریم رسول تھی۔

امام رازی سے سنیے تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۵۴ میں فرماتے ہیں۔ اگر عمر کا مقصد یہ تھا۔ کہ متعہ زمانہ رسول میں تو مباح تھا لیکن میں اسے ناجائز قرار دیتا ہوں۔ تو اس سے حضرت عمر کا کفر لازم آئے گا۔ اور تمام اُن افراد کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ جو حضرت عمر سے نبرد آزما نہ ہوئے حتیٰ کہ امیر المومنین علی کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ چونکہ کسی صحابی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا یہی صورت رہ جاتی ہے۔ کہ ہم یہ بات مان لیں۔ کہ حضرت عمر کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ زمانۂ رسالت

Marfat.com

میں تو متعہ مباح تھا۔ لیکن چونکہ دوسرا کسی کو نبی رسول اور نسخ متعہ معلوم نہیں۔ اس لیے میں نسخ متعہ کا اعلان کرتا ہوں۔

مصر کے عظیم مفتی محمد عبدہ نے بھی اپنی تفسیر المنار جلد پنجم ص ۱۵ پر تقریباً امام رازی کی تقلید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حرمتِ متعہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دورِ حکومت میں متعہ سے منع فرمایا۔ اور بر سر منبر تحریم متعہ کا سختی سے اعلان کیا۔ جبکہ صحابہ نے اس کا اعتراف کیا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ کبھی غلط بات کا اعتراف نہیں کرتے۔

اب آیئے امام رازی اور محمد عبدہ کے اس استدلال کی حقیقت معلوم کریں کہ کیا واقعاً تمام صحابہ اعلانِ حضرت عمر کے بعد اباحت متعہ سے منکر ہو گئے تھے؟ کیا پھر کسی صحابہ نے اباحتِ متعہ کا فتویٰ نہیں دیا۔؟ کیا تمام صحابہ نے حضرت عمر کی بات مان لی تھی؟ کتب حدیث و تاریخ بیانگ دہل اس دعویٰ کا مذاق اڑاتی ہیں اور کتب حدیث و تفسیر نے عظیم تر صحابہ کی مخالفت کو بھی اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح حضرت عمر کے اعلانِ حرمت متعہ کو نقل کیا ہے۔

۱۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳ میں حضرت علی کھلے لفظوں میں حضرت عمر کا نام لے کر مخالفت کا اعلان کرتے ہیں۔

تفسیر طبری

لَوْ لَا اَنَّ عُمَرَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ لَمَا زَنٰى اِلَّا شَقِيٌّ۔

(تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳)

ترجمہ:

اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو بدنصیب ہی زنا کرتا۔

Marfat.com

۲ - درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱ / ۱ اور احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹ میں علامہ جلال الدین السیوطی اور علامہ جصاص واشگاف الفاظ میں حبرالامت جناب عبداللہ بن عباس کی حضرت عمر سے مخالفت کا اعلان کرتے ہیں ۔

درمنثور

لَوْ لَا نَهْيُهُ عَنْهَا مَا احْتَاجَ اِلَى الزِّنَا اِلَّا شَقِيٌّ ۔

ترجمہ:

اگر عمر کی متعہ سے ممانعت نہ ہوتی ۔ تو کوئی بدبخت شاذونادر ہی ارتکاب زنا کرتا ۔

۳ - شیخ محمد عبدہٗ نے تفسیر المنار جلد پنجم ص ۱۵ میں ابن عباس کی حضرت عمر رضی سے مخالفت کو ان الفاظ میں ذکر کیا ۔

تفسیر المنار

فَالْاِنْصَافُ اَنَّ مَجْمُوْعَ الرِّوَايَاتِ تَدُلُّ عَلٰى اِصْرَارِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى فَتْوَاهُ بِالْمُتْعَةِ ۔

(تفسیر المنار جلد پنجم ۱۵)

ترجمہ:

انصاف تو یہی ہے ۔ کہ تمام روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں ۔ کہ ابن عباس جواز متعہ کے فتویٰ پر اصرار کرتے ہیں ....
مناسب ہوگا کہ اگر ابن عباس کے جواز فتویٰ اور اصرار فتویٰ کی تصدیق صحیح مسلم سے بھی کرتے چلیں ۔

Marfat.com

صحیح مسلم

اَخْبَرَنِی عُرْوَۃُ ابْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ قَامَ بِمَکَّۃَ فَقَالَ اِنَّ نَاسًا اَعْمَی اللّٰہُ قُلُوْبُھُمْ کَمَا اَبْصَارُھُمْ یُفْتُوْنَ بِالْمُتْعَۃِ یُعَرِّضُ بِرَجُلٍ فَنَادَاہُ فَقَالَ اِنَّکَ جِلْفٌ جَافٍ فَلَعَمْرِیْ لَقَدْ کَانَتِ الْمُتْعَۃُ تُفْعَلُ فِیْ عَھْدِ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ یُرِیْدُ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ الزُّبَیْرِ مَجْنُوْبٌ بِنَفْسِکَ وَاللّٰہِ لَئِنْ فَعَلْتَھَا لَاَرْجُمَنَّکَ بِاَحْجَارِکَ۔

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی ملا ترجمہ مولانا وحید الدین۔

ترجمہ:

مجھے عروہ ابن زبیر نے خبر دی۔ کہ عبداللہ بن زبیر مکہ میں خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ بعض لوگوں کے دل اللہ اس طرح اندھے کر دیتے ہیں (یہ اشارہ کیا انہوں نے ابن عباس کی طرف کہ وہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے) کہ وہ جوازِ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جناب عباس نے فرمایا۔ تو کم عقل اور گستاخ۔ بخدا ہم نے متعہ امام المتقین کے زمانہ میں کیا ہے۔ ابن زبیر نے کہا ذرا اب تجربہ کر کے دیکھو۔ اگر تو نے متعہ کیا تو میں تجھے پتھروں سے سنگسار کروں گا۔

ملاحظہ فرمایا ابن عباس کتنا مصر ہے متعہ کے معاملہ میں اور دوسری طرف انکار متعہ

Marfat.com

پر کتنا اصرار ہے۔ کاش کہ علامہ وحید الدین اپنے ترجمہ میں انصاف سے کام لیتے۔ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کو نسخ متعہ معلوم نہ تھا۔ اور ابن زبیر کو نسخ متعہ معلوم تھا۔ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ ذرا عبداللہ بن عباس کا انداز بیان بھی دیکھ لیں۔ اور عبداللہ بن زبیر کا انداز گفتگو بھی ملاحظہ کریں۔ عبداللہ بن زبیر دوران خطبہ عبداللہ بن عباس پر بطور طنز اشارہ کرتا ہے کہ اللہ نے کچھ لوگوں کی آنکھوں کی طرح دل کو بھی اندھا کر دیا ہے جس کی بدولت وہ جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جواب میں ابن عباس کا انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ ابن زبیر کو نادان اور گستاخ کہہ کر حکم رسول سناتے ہیں۔

ابن زبیر حکم رسول کے جواب میں نہ تو آیت متعہ کی ناسخ آیت پڑھتا ہے۔ اور نہ ہی قول رسول پڑھتا ہے۔ ابن زبیر تشدد پر اتر آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ذرا اب متعہ کر کے دکھاؤ میں تجھے سنگسار کردوں گا یعنی دلیل کے جواب میں دھونس اور قول رسول کے مقابلہ میں ڈنڈا۔ یہ ہے حرمت متعہ کا ثبوت۔ (جواز متعہ ص ۶۴)

جواب:

اوپر ذکر کی گئی عبارت میں ایک تو وہی استدلال ہے۔ (یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن الخطاب کے متعہ کو حرام فرمانے پر افسوس کرنا اس استدلال کا تفصیلی جواب گزشتہ صفحات کی زینت ہو چکا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکورہ کا اصلی اور مرکزی راوی "حکم" ہے۔ اور وہ سخت قسم کا مجروح ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کی روایت کو حجت کا درجہ دیا جاسکے۔ ہاں ایک نئی بات جاڑوی نے ذکر کی۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور جواز متعہ پر اصرار کرنا بحوالہ جصاص کی کتاب احکام القرآن۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔ اس بناء پر یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ احکام القرآن کے

Marfat.com

مذکورہ مقام سے جو عبارت جالڑوی نے ذکر کی۔ اس سے متصل عبارت میں اس کی وضاحت تھی لیکن مغالطہ دینے کی خاطر اسے ہڑپ کر لیا گیا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن

لَوْلَا نَهْيُهُ لَمَا احْتَاجَ اِلَى الزِّنَا اِلَّا شَقِيٌّ فَالَّذِيْ مِنْ اَقَاوِيْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْقَوْلُ بِاِبَاحَةِ الْمُتْعَةِ فِيْ بَعْضِ رِوَايَةٍ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيْدٍ لَهَا لِضَرُوْرَةٍ وَلَا غَيْرِهَا وَالثَّانِيْ اَنَّهَا مَيْتَةٌ تَحِلُّ لِضَرُوْرَةٍ وَالثَّالِثُ اَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ وَقَدْ قَدَّمْنَا ذِكْرَ سَنَدِهِ وَقَوْلِهِ اَيْضًا اِنَّهَا مَنْسُوْخَةٌ مِمَّا يَدُلُّ عَلَى رُجُوْعِهِ عَنْ اِبَاحَتِهَا مَا رَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَرْثِ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا اِسْحَاقَ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ كُنْتُ فِيْ سَفَرٍ وَّ مَعِيَ جَارِيَةٌ لِيْ وَلِيْ اَصْحَابٌ فَحَلَّلْتُ جَارِيَتِيْ لِاَصْحَابِيْ يَسْتَمْتِعُوْنَ مِنْهَا فَقَالَ ذٰلِكَ السِّفَاحُ فَهٰذَا اَيْضًا يَدُلُّ عَلَى رُجُوْعِهِ۔

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۴۷ تا ۱۴۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:
اگر حضرت عمر متعہ سے منع نہ فرماتے۔ تو کوئی بدبخت ہی ہوتا جو زنا کرتا

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعہ کے بارے میں چند اقوال ہیں۔
پہلا قول یہ ہے۔ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے
کے قائل تھے۔ اور دوسرا قول یہ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت
کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور تیسرا قول یہ ہے۔ کہ متعہ حرام ہے۔
اس تیسرے قول کی سند ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے
کہ آیت جواز متعہ منسوخ ہے۔ اور آپ کے مباح کہنے سے آپ کا
رجوع اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک روایت ہے جو
عبداللہ بن وہب نے عمرو بن حرث سے اور انہوں نے بکیر بن اشج سے
بیان کی۔ بنی ہاشم کا ایک مولیٰ ابواسحاق بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت عباس سے پوچھا۔
اس نے بیان کیا۔ کہ میں ایک سفر میں تھا۔ اور میرے ساتھ میری ایک
لونڈی بھی تھی۔ میں نے بطور متعہ وہ اپنے ساتھیوں کے لیے حلال کر
دی۔ یعنی اجازت دے دی۔ کہ وہ اس سے متعہ کر سکتے ہیں۔ تو حضرت
عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ یہ زنا ہے۔ لہذا یہ روایت بھی آپ
کے رجوع پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اس پر کہ آپ نے جواز متعہ سے
رجوع فرما لیا تھا۔ اور حرمت کے قائل ہو گئے تھے)

رہا جاڑوی کا آخری حوالہ جس میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا مکالمہ
بیان کیا ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یعنی یہ اس وقت کا واقعہ ہے
جب ابن عباس نے اباحتِ متعہ سے رجوع نہیں فرمایا تھا۔ جب آپ کا رجوع ثابت اور
آپ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ تو پھر دونوں کے مابین تنازع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
تفسیر ابن عباس سے اس بارے میں ہم حوالہ لکھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

دھوکہ
اور
کذب بیانی ۱۸

جابر بن عبد اللہ صحابی نے جواز متعہ کا اعلان کیا

جواز متعہ :-

جابر بن عبد اللہ جیسا جلیل القدر صحابی حکم عمر کی پرواہ نہ کرتا۔ اور کھلے لفظوں میں مخالفتِ عمر کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ عَطَآءٍ قَالَ قَدِمَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مُعْتَمِرًا فَجِئْنَا فِيْ مَنْزِلِهٖ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ اَشْيَآءَ ثُمَّ ذَكَرُوْا الْمُتْعَةَ فَقَالَ نَعَمْ اِسْتَمْتَعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ۔

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۸ مطبوعہ مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی ۱۹۷۱ مترجم مولانا وحید الزمان)

Marfat.com

ترجمہ:

عطاء نے کہا جابر بن عبداللہ عمرے کے لیے آئے۔ اور ہم سب ملنے کے لیے ان کی منزل میں گئے۔ لوگوں نے اُن سے بہت سی باتیں پوچھیں پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ ہاں ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ مبارک اور ابوبکر و عمر کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا۔

نووی شرح مسلم جلد ۹ ص ۱۷۹۔ جن لوگوں نے مسئلہ متعہ میں حضرت عمر کی مخالفت کی ہے۔ ان میں عظیم صحابی جناب عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ جو بھرے مجمعوں میں "فما استمتعتم بہ منھن"، کی آیت پڑھ کر "الی اجل مسمّی"، (مدت معینہ تک) پڑھا کرتے تھے۔ اور جواز متعہ پر نص قرآن کا ثبوت دیتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود سے حدیث متواتر جواز متعہ میں منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

در منثور

عَنْ قَیْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ کُنَّا نَغْزُ وْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَیْسَ لَنَا شَیْءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِیْ فَنَھَانَا عَنْ ذٰلِکَ ثُمَّ رَخَصَ لَنَا کَیْ اَنْ نُنْکِحَ الْمَرْاَۃِ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَیْنَا یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ۔

(در منثور جلد دوم ص ۳۰۷۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۸۴۔ صحیح بخاری جلد ۳ کتاب النکاح ص ۷۰، حدیث ۶۷ مطبوعہ دینی کتب خانہ ۳۸ اردو بازار لاہور۔ مترجم قاری محمد عادل خان)

Marfat.com

ترجمہ:

قیس کہتا ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا۔ کہ ہم سرکار دو عالم کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ تو ہم نے عرض کیا۔ ہم خصی نہ ہو جائیں۔ تو آپ نے ہمیں اس فعل سے منع فرمایا۔ پھر ہمیں ایک کپڑے کے عوض نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ آیت تلاوت کی۔ اے ایمان والو! پاک چیزیں اپنے لیے حرام مت کرو۔ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں ہیں۔

آیئے اور سوچیے۔ عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ عورتوں کے نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں۔ سرور کونین منع فرماتے ہیں۔ پھر ایک کپڑے کے عوض عقد کرنے کی اجازت دیتے۔ اور حکم قرآن سناتے۔ کہ اللہ کے حلال کو حرام مت کرو۔ اب ظاہر ہے۔ کہ کپڑے کے عوض جس نکاح کا تذکرہ ہے۔ وہ نکاح متعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ جابر کی احادیث اور صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں کپڑے کے عوض نکاح متعہ ملتا ہے۔ پھر سرور کونین کا یہ فرمانا کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسے حرام مت کرو۔ ظاہر ہے بات عورت سے نکاح کی مراد ہی ہے۔ اس لیے آپ یہاں کبوتروں اور بیٹروں کا حلال ہونا تو بیان نہیں کریں گے۔ کسی نکاح ہی کی بات ہو گی۔ اور نکاح بھی دائمی کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ تو عبداللہ بن مسعود نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔ کہ نکاح دائمی والی بیبیاں ہمارے ساتھ نہ تھیں۔ اب نکاح متعہ ہی رہتا ہے۔ جس کے متعلق سرور کونین ہدایت پڑھ کر متوجہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جو چیز اللہ نے حلال کر دی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور کپڑے کے عوض مدت معینہ تک نکاح متعہ کرو۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص۱۲ کھول کر دیکھئے عبداللہ بن مسعود کی طرح ابی بن کعب بھی حضرت عمر کی تحریم متعہ کے خلاف کھلے عام آیت متعہ کی تلاوت اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی سے کرتے ہیں۔ فتح الباری شرح

Marfat.com

صحیح بخاری از ابن حجر جلد ۱۱ ص ۸۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر کے تحریم متعہ کے مخالفین میں سے ابو سعید خدری ہیں۔ جو جوازِ متعہ کے نظریہ پر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔
فتح الباری شرح صحیح بخاری از ابن حجر جلد ۱۱ ص ۱۵۱ اور تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۴ کھول کر دیکھئے۔ سعید بن جبیر جیسا عظیم صحابی بھی حضرت عمر کی تحریم متعہ کے خلاف جوازِ متعہ کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور آیت متعہ کی تلاوت کے بعد بطور تفسیر اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی پڑھتا ہے۔ (جواز متعہ ص ۶۷)

جواب:

عبارت مذکورہ میں ان حضرات صحابہ کرام کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ جو بقول جارٹوی حضرت عمر کے اعلان حرمتِ متعہ کے مخالف تھے۔ اور ان کے برخلاف وہ متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ ان صحابہ کرام میں سے حضرت جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن مسعود، ابو سعید خدری۔ اور سعید بن جبیر کے اسماء گرامی صراحت سے ذکر کیے گئے مختصر یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعہ کو حرام قرار دینے کے باوجود ان صحابہ کرام نے اُن کی بات نہیں مانی۔ اور حرمت کی بجائے جواز کے پابند رہے۔ اب اس مقام پر ہم دو باتوں کا تذکرہ کریں گے۔ اوّل یہ کہ کیا ضرورت کی طرف سے پیش کردہ مذکورہ روایات واقعی حضرت عمر کے اعلانِ حرمت کے بعد کی ہیں؟ اور دوسری بات یہ کہ کیا ان روایات میں جو ان صحابہ کرام کا جوازِ متعہ کا نظریہ پیش کیا گیا۔ وہ اسی نظریہ پر دنیا سے رخصت ہوئے یا اس سے رجوع کر لیا تھا؟ ان صحابہ کرام کے بارے میں ہم دونوں امور کو پیش نظر رکھیں گے۔ سب سے پہلے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ پیش خدمت ہے۔ اور وہ بھی مسلم شریف سے مذکورہ روایت کے متصل روایت کے الفاظ سے۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

مسلم شریف

عَنْ اَبِی نَضْرَۃَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ
فَاَتَاہُ اٰتٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ ابْنُ الزُّبَیْرِ
اِخْتَلَفَا فِی الْمُتْعَتَیْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَاھُمَا
مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
نَھَانَا عَنْھُمَا عُمَرُ فَلَمْ نَعُدْ لَھُمَا۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۱ باب النکاح)

ترجمہ:

ابو نضرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس حاضر تھا۔ کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا۔ ابن عباس اور ابن زبیر دونوں متعۃ الحج اور متعۃ النکاح میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس پر جناب جابر نے کہا۔ ان دونوں کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے پھر ہمیں عمر بن الخطاب نے منع کر دیا۔ پس اس کے بعد ہم نے پھر اس کا اعادہ نہیں کیا۔

توضیح:

مسلم شریف کی مذکورہ روایت سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی شخصیت کا عقیدہ اور نظریہ نکھر کر سامنے آگیا۔ اسی لیے جاڑوی نے یہ روایت ذکر نہ کی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب دوٹوک الفاظ میں فرما دیا۔ کہ متعہ ہم ضرور کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یوم خیبر اور فتح مکہ کے پیش نظر لوگوں کو سختی سے ڈانٹا۔ تو ہم نے اس کے بعد اس خبیث فعل کی طرف خیال بھی نہ کیا۔ اور اسے حرام سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ گویا جاڑوی نے حضرت جابر کے بارے میں جو روایات ذکر کی۔ وہ اگرچہ جواز متعہ کی خبر دیتی ہے۔ لیکن اس سے انہوں نے حضرت عمر کے اعلان کے بعد رجوع فرما لیا تھا۔ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے حضرت جابر کا حقیقی نظریہ بیان نہ کرنا اور یہ کہنا کہ "انہوں نے حضرت عمر کے حرمت متعہ کے اعلان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کیا" کتنا صاف اور کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ جھوٹ سے بچنے کی وہی کوشش کرتا ہے۔ جسے خوف خدا اور شرم مصطفیٰ وآل مصطفیٰ ہو۔ اور جسے ستر سے زائد زنا کرنے کے گناہ سے بچنا مقصود ہو۔ جن میں کم درجہ اپنی ماں سے زنا کرنا ہے۔ (بحوالہ منتہی الآمال جلد اول) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ اور متعہ کی منسوخی

احکام القرآن

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللهِ اَنَّهَا مَنْسُوْخَةٌ بِالطَّلَاقِ وَالْعِدَّةِ وَالْمِیْرَاثِ

Marfat.com

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ "متعہ"، آیت طلاق، عدت اور میراث سے منسوخ ہوگیا ہے۔

بیہقی شریف

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَسَخَتْهَا الْعِدَّةُ وَالطَّلَاقُ وَالْمِيْرَاثُ۔

(بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۷ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آیات عدت، طلاق اور میراث نے "متعہ" کو منسوخ کر دیا ہے

ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت شاذہ ہے

تفسیر طبری

اَمَّا مَارُوِیَ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ مِّنْ قِرَاءَتِهِمَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَقِرَاءَةٌ بِخِلَافِ مَاجَاءَتْ بِهٖ مَصَاحِفُ الْمُسْلِمِیْنَ وَغَیْرُ جَائِزٍ لِاَحَدٍ اَنْ یُّلْحِقَ فِیْ کِتَابِ اللهِ تَعَالٰی شَیْئًا لَمْ یَاْتِ بِهٖ

Marfat.com

اَلْخَبَرُ الْقَاطِعُ الْعُذْرَ عَمَّنْ لَا يَجُوْزُ خِلَافُهٗ۔

(تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بہرحال وہ زائد الفاظ جو حضرت ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت فما استمتعتم بہٖ میں "الی اجل مسمی" سے مروی ہیں۔ یہ ایسی قرأۃ ہے جو مسلمانوں کے مصاحف کے خلاف ہے اور کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی ایسے لفظ ملائے جو یقینی خبر کے ذریعہ ثابت نہ ہوں اور جو اس کی مخالفت جائز نہیں سمجھتا اس کے عذر کو ختم کر دے۔

توضیح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہم نے چند حوالہ جات پیش کیے۔ جو ان کی طرف سے "متعہ" کے منسوخ ہونے کی صراحت کرتے ہیں۔ موصوف سے جو جاڑوی نے روایت ذکر کی۔ وہ فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ جبکہ متعہ قطعی طور پر منسوخ نہ ہوا تھا۔ اس لیے حرمت کے بعد اس کی ناسخ آیات کی نشاندہی کر دی گئی اور دوسری بات جو قرأت کے سلسلہ میں تھی۔ تفسیر طبری نے اس کا بھی جواب پیش کر دیا کہ کوئی ایسی روایت جو مسلمانوں کے مصاحف کے ساتھ متفق ہو۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ اب اس خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کا ثابت کرنا یا تو خبر واحد کو اس قدر اہمیت دینا ہے۔ جو قرآن کی صراحت کی ناسخ ہو سکے۔ اگر جاڑوی کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ خبر واحد قرآن کی ناسخ ہوتی ہے۔ تو اس کی یہ بہت بڑی جہالت ہے ان کی اپنی کتب بھی اس کی تائید نہیں کرتیں۔ یا پھر یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ "الی اجل مسمی"..

Marfat.com

کے الفاظ آیت متعہ میں موجود تھے۔ اب نہیں۔ تو یہ ثبوت جاڑوی کے ذمہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن کریم میں دیکھا ہے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یا پھر تسلیم کر لیا جائے کہ موجود قرآن ناقص اور محرّف ہے۔ یہ خود اس کی پچھلی تقریر کے خلاف ہے۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ الخ

اُدھر اعلان یہ تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد ان صحابہ کرام نے آپ کی مخالفت کی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت وہ پیش کی جا رہی ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ اب جاڑوی کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ثابت کیا جائے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواز متعہ کے متعلق جو کچھ کہا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ حرمت متعہ کے بعد کہا۔ دوسرا یہ کہ اگر بعد میں ہی کہا تو پھر اُسے خبر متواتر یا کم از کم خبر مشہور ہی ثابت کر دکھائے۔ کیونکہ کتاب اللہ پر زیادتی یا اس کے مطلق کو مقید کرنا خبر واحد سے نہیں ہوتا۔

ابوسعید خدری کی جواز متعہ والی روایت مجروح ہے۔

فتح الباری

وَاَمَّا اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَنَّ عَطَاءً قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ شِئْتَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ لَقَدْ كَانَ اَحَدُنَا يَسْتَمْتِعُ بِمِلْءِ الْقَدَحِ سَوِيْقًا وَهٰذَا مَعَ كَوْنِهٖ ضَعِيْفًا لِلْجَهْلِ بِاَحَدِ رُوَاتِهٖ لَيْسَ فِيْهِ التَّصْرِيْحُ بِاَنَّهٗ كَانَ

Marfat.com

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴۳ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

ہر حال جناب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا متعہ کے بارے میں نظریہ تو عبدالرزاق نے ابن جریج سے بیان کیا۔ کہ عطاء نے مجھے میری پسندیدہ شخصیت کے حوالے سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جناب ابو سعید نے فرمایا۔ ہم میں سے کوئی ایک ستو کے بھرے ہوئے پیالے کے عوض متعہ کیا کرتا تھا۔ یہ بات ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں اس بات کی تصریح بھی موجود نہیں۔ کہ کیا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تھا؟

توضیح:۔

فتح الباری کے حوالہ سے اثیر جاڑوی نے حضرت ابو سعید خدری کے متعلق یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی۔ کہ کتاب مذکورہ میں ان کے جواز متعہ کی صراحت ہے۔ صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواز متعہ کی روایت کو ضعیف اور صریح نہ ہونے کے طور پر پیش کر کے جاڑوی کے کیے پر پانی پھیر دیا۔ اگر فتح الباری کی پوری بات نقل کر دی جاتی۔ تو انصاف ہوتا۔ لیکن دھوکہ اور کذب بیانی کا کام تو ان شیعوں کو اپنے اسلاف سے منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ قرائن یہ بتاتے ہیں۔ کہ جناب ابو سعید کی جواز متعہ والی روایت اس دور کی ہوگی۔ جب متعہ جائز تھا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ کے قول میں تھا۔ اس لیے جاڑوی کو چاہیئے تھا۔ کہ ان حضرات سے کوئی ایسی روایت پیش کرتا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے بعد سے تعلق

Marfat.com

ہوتی۔ کیونکہ جاڑوی نے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر کے حرمت متعہ کے مخالفین بڑے بڑے صحابہ کرام ہیں۔ جن میں عبداللہ بن مسعود ابوسعید خدری وغیرہ بھی ہیں لیکن قارئین کرام! آپ دیکھ چکے ہیں کہ جاڑوی اپنی اس بے ہودہ کوشش میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ اور کذب بیانی ۱۹

عبداللہ بن زبیر متعہ کی پیداوار تھے۔ راغب اصفہانی کی عبارت

جواز متعہ

محاضرات راغب جلد دوم ص ۹۴۔ اٹھا کر دیکھیں عظیم صحابی زبیر بن العوام اور جلیلۃ القدر صحابیہ حضرت اسماء بنت ابی بکر خواہر ام المومنین عائشہ نہ حضرت عمر کی قولی مخالفت کرتے ہیں بلکہ حکم متعہ کی عملی تفسیر کر کے آپس میں متعہ کرتے ہیں۔ جس سے حضرت عبداللہ بن زبیر جیسا عظیم القدر سپوت جنم لیتا ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۵۲ سے امام رازی سے پوچھے فرماتے ہیں۔ صحابہ میں سے عمران بن حصین حضرت عمر کے خلاف جواز متعہ کا قائل تھا۔

Marfat.com

مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم ص ۹۵ میں حضرت عمر کے فرزند رشید اور صحاح ستہ کے بلند پایہ راوی عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے خلاف جواز متعہ کا فتوای دیتے ہیں۔ ارشاد الساری جلد ۱۱ ص ۸۷ میں معبد بن امیہ ابن خلف بھی مسئلہ متعہ میں حضرت عمر کے کھلے مخالفین میں سے ہیں۔ ارشاد الساری جلد ۱۱ ص ۸۷ میں معبد بن امیہ ابن خلف بھی مسئلہ متعہ میں حضرت عمر کے مخالفین میں سے ہیں۔ سنن بیہقی جلد ۷ ص ۲۰۵ میں خالد ابن مہاجر جیسا صحابی بھی حضرت عمر کی مخالفت کرتے ہوئے جواز متعہ کا قائل نظر آئے گا۔ کنز العمال جلد ۸ ص ۲۹۴ کھول کر دیکھیں عمرو بن حریث نے بھی حضرت عمر کی مخالفت میں جواز متعہ کا فتوای دیا ہے۔ موطا جلد دوم ص ۱۱۳ اٹھا کر دیکھئے ربیعہ بن امیہ بھی حضرت عمر کے خلاف جواز متعہ کا فتوای دیتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر صحابہ کی کثیر تعداد جواز متعہ کی قائل رہی ہے۔ اور بعض نے تو کھلے الفاظ میں حرمت متعہ کو حضرت عمر کی طرف منسوب بھی کیا ہے۔ اور پھر مخالفت بھی کی ہے۔ اور بعض نے حضرت عمر کا نام نہیں لیا۔ البتہ حضرت عمر کے حکم متعہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے جواز متعہ کا فتوای دیا ہے۔ اب رہے عموم صحابہ تو ارشاد الساری جلد ۱۱ ص ۸۷ کے مطابق جواز متعہ تقریباً تمام سے مروی ہے لکھا ہے۔

رَوٰی جَابِرٌ عَنْ جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ۔ جابر نے تمام صحابہ سے جواز متعہ روایت کیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ بعض صحابہ حضرت عمر کے فتوے حرمت متعہ کے خلاف سے خاموش رہ جاتے تھے۔ اور مخالفت نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا "حی علی خیر العمل" سے روکنا، نماز تراویح کا حکم دینا اور تدوین و نقل حدیث وغیرہ پر پابندی عائد کرنا جیسے مسائل میں صحابہ خاموش رہے۔ لیکن صحابہ کی خاموشی کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ وہ حضرت عمر کے تمام ان کاموں کو جائز قرار دیتے تھے۔ جو کتاب خدا اور سنت رسول کے خلاف تھے۔

(جواز متعہ ص ۶۸)

Marfat.com

راغب اصفہانی غالی شیعہ ہے

بحوالہ شیعہ کتب

جواب

سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں "متعہ کی پیداوار" جیسے غلیظ اور خبثِ عقیدت سے بھرے ہوئے الفاظ دراصل گندی ذہنیت کی سوچ ہے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے محاضرات راغب اصفہانی کا سہارا ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا۔ کے مترادف ہے۔ قابل توجہ یہ امر ہے۔ کہ عبداللہ بن زبیر کے والد گرامی جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق کی نقر اور ام المومنین عائشہ کی ہمشیرہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا یہ دونوں کیا باقاعدہ دائمی نکاح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یا میعادی نکاح کے طور پر رہ رہے تھے۔؟ تاریخ شاہد ہے۔ کہ ان دونوں نے نکاح متعہ نہیں بلکہ نکاح دائمی کر رکھا تھا۔ دائمی نکاح میں وطی کے بعد پیدا ہونے والا بچہ "متعہ کی پیداوار" نہیں کہلاتا۔ بلکہ اُسے اُن الفاظ سے وہی ذکر کرتا ہے۔ جو خود اس راستے سے آیا ہو۔ لہٰذا دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد پر "متعہ" کا اطلاق سخت تعصب کی نشاندہی کرتا ہے۔ محاضرات راغب اگرچہ ہمارے پاس نہیں۔ چلو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس میں یہ عبارت ہو گی۔ تو پھر بھی یہ کوئی قابلِ توجہ بات نہیں۔ کیونکہ راغب اصفہانی بھی کوئی "قابل اعتماد" نہیں لگتا۔ بلکہ وہ بھی اثیر جاڑوی کا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہے۔ سنیئے ان کی اپنی کتابوں سے اس کا تعارف۔

Marfat.com

الکنیٰ و الالقاب

فَقَالَ الْمَاهِرُ الْخَبِيْرُ الْمِرْزَا عَبْدُ اللهِ فِی (رض) فِیْ تَرْجُمَتِهٖ وَ نَقَلَ الْخِلَافَ فِیْ اِعْتِزَالِهٖ وَ تَشَيُّعِهٖ هٰذَا اللَّفْظَهُ لٰكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنِ علی الطَّبْرِسِیُّ قَدْ صَرَّحَ فِیْ اٰخِرِ كِتَابِهٖ اِسْرَارُ الْاِمَامَةِ اَنَّهٗ اَیْ الرَّاغِبِ كَانَ مِنْ حُكَمَآءِ الشِّيْعَةِ الْاِمَامِيَّةِ لَهٗ مُصَنِّفَات فَائِقَةٌ مِثْلُ الْمُفْرَدَاتِ فِیْ غَرِيْبِ الْقُرْاٰنِ وَاَفَانِيْنَ الْبَلَاغَةِ وَ الْمُحَاضَرَةِ ۔

(الکنیٰ والالقاب جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶۸
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ماہر اور باخبر شخص مرزا عبداللہ نے اصفہانی کے حالات کے متعلق کہا۔ کہ اس کے معتزلہ اور تشیع ہونے میں اختلاف ہے لیکن شیخ حسن بن علی طبرسی نے اپنی تصانیف اسرار الامامہ کے آخر میں اس کی صراحت کر دی ہے۔ کہ راغب اصفہانی شیعہ امامیہ حکماء میں سے تھا۔ اس کی اعلیٰ درجہ کی تصانیف ہیں۔ مثلاً مفردات فی غریب القرآن اور افانین البلاغت والمحاضرہ۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

(جَامِعُ التَّفْسِيْرِ) اَلْاِمَامُ اَبُوالْقَاسِمِ حُسَيْنِ بْنِ

Marfat.com

مُحَمَّدِ بْنِ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدِ الشَّهِيْر بِرَاغِبِ الْاِصْفَهَانِيْ ذُكِرَ فِي الرِّيَاضِ اَوَّلًا وُقُوْعُ الْخِلَافِ فِيْ تَشَيُّعِهِ ثُمَّ قَالَ لٰكِنَّ الشَّيْخَ حسن بن علی الطبرسی صَاحِبُ كَامِلُ الْبَهَائِيْ صَرَّحَ فِيْ اٰخِرِ كِتَابِهٖ اَسْرَارُ الْاِمَامَةِ اَنَّهٗ كَانَ مِنْ حُكَمَآءِ الشِّيْعَةِ الْاِمَامِيَّةِ

(الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۵ ص ۴۵)

ترجمہ:

جامع التفسیر امام ابو القاسم راغب اصفہانی کے بارے میں "ریاض" میں پہلے تو یہ ذکر کیا گیا۔ کہ اس کے تشیع میں اختلاف ہے پھر لکھا۔ کہ شیخ طبرسی مصنف صرف بہائی نے اپنی کتاب اسرار الامامہ کے آخر میں یہ تصریح کی ہے۔ کہ راغب شیعہ حکماء میں سے تھا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

اَلْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ فضل بن محمد المتوفی کما وَرَّخَهٗ فِيْ اَخْبَارًا بشر فی سنة اثنتین و خَمْسَمِائَة المرو هو بين كونه معتزليا اوشيعيا وجزم بالثانی حسن بن علی کامل البهائی فِيْ اٰخِرِ كتابه اسرار الا مامة و لذا ترجمة صَاحِبُ الرِّيَاضِ فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ۔ (الذریعہ جلد ۲ ص ۱۲۸)

Marfat.com

ترجمہ:

راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کے شیعہ یا معتزلی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن حسن بن علی نے اپنی تصنیف اسرار الامامہ کے آخر میں اس کے شیعہ ہونے پر جزم کیا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب الریاض نے اس کا ذکر "قسم اول" میں کیا ہے۔

اعیان الشیعہ

فِی الرِّیَاضِ اُخْتُلِفَ فِیْ کَوْنِہٖ شِیْعِیًّا فَالْعَامَۃُ صَرَّحَ بِکَوْنِہٖ مُعْتَزِلِیًّا وَّبَعْضُ الْخَاصَّۃِ صَرَّحَ بِذٰلِکَ وَلٰکِنَّ الشَّیْخَ حَسَنَ بْنَ علی الطبرسی قد صَرَّحَ فِیْ اٰخِرِ کِتَابِ اَسْرَارِ الْاِمَامَۃِ بِاَنَّہٗ کَانَ مِنْ حُکَمَاءِ الشِّیْعَۃِ ...... فَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ یَظُنُّوْنَ اَنَّہٗ مُعْتَزِلِیٌّ اَقُوْلُ یُؤَیِّدُ تَشَیُّعَہٗ قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّہٗ مُعْتَزِلِیٌّ فَاِنَّھُمْ کَثِیْرًا مَّا یَخْلُطُوْنَ بَیْنَ الشِّیْعِیِّ وَالْمُعْتَزِلِیِّ لِلتَّوَافُقِ فِیْ بَعْضِ الْاُصُوْلِ وَیُؤَیِّدُہٗ اَیْضًا کَثْرَۃُ رِوَایَاتِہٖ عَنْ اَئِمَّۃِ اَھْلِ الْبَیْتِ وَتَعْبِیْرُہٗ عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَقَوْلُہٗ فِیْ مُحَاضَرَاتِہٖ کَمَا فِیْ رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَقَالَ

Marfat.com

عَنْ اَنَسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَلِيْلِيْ وَوَزِيْرِيْ وَخَلِيْفَتِيْ وَخَيْرَ مَا اَتْرُكُ مِنْ بَعْدِيْ يَقْضِيْ دِيْنِيْ وَيُنْجِزُ مَوْعِدِيْ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ .... فَقَالَ يَحْيَى بن اقسم للشيخ بِالْبَصْرَةِ بِمَنْ اَفْتَيْتَ فِيْ جَوَازِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ بِعُمَرَ بن الخطاب فَقَالَ كَيْفَ هٰذَا وَعُمَرُ كَانَ اَشَدَّ النَّاسِ فِيْهَا قَالَ لِاَنَّ الْخَبَرَ صَحِيْحًا قَدْ اَتَاهُ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَدْ اَحَلَّا لَكُمْ مُتْعَتَيْنِ وَاَنَا اُحَرِّمُهُمَا عَلَيْكُمْ وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا فَقَبِلْنَا شَهَادَتَهٗ وَلَمْ نَقْبَلْ تَحْرِيْمَهٗ هٰذَا مَا نُقِلَ فِي الرَّوْضَاتِ عَنِ الْمُحَاضَرَاتِ۔

(اعیان الشیعہ جلد ششم تذکرہ راغب اصفہانی مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"الریاض" میں ہے کہ راغب اصفہانی کے شیعہ ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ عام لوگوں نے اس کو معتزلی کہا اور بعض خاص لوگوں نے بھی اسی کی تصریح کی۔ لیکن شیخ حسن بن علی طبرسی نے اپنی کتاب اسرار الامامہ کے آخر میں لکھا۔ کہ یہ شیعہ حکماء میں سے تھا..... بہت سے لوگوں کا ظن ہے۔ کہ راغب اصفہانی معتزلی ہے۔ میں کہتا ہوں جن لوگوں نے اس کے معتزلی ہونے کا قول کیا ہے۔ اسی سے اس کا شیعہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ شیعہ اور معتزلہ بہت سے مسائل میں

Marfat.com

ایک دوسرے کے موافق نظریات رکھتے ہیں کیونکہ کچھ اصول میں ان دونوں کا اتفاق ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کی اکثر روایات کا تعلق اہل بیت سے ہے۔ اور یہ اس سے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ کو "امیر المومنین" کہہ کر لکھا ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو اس نے محاضرات میں لکھا۔ اسی طرح کا قول روضات الجنات میں بھی ہے۔ قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ اس طرح ہو جائے جس طرح موسیٰ کے ساتھ ہارون کا معاملہ تھا۔ صرف یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ میرا خلیل، وزیر، خلیفہ اور میرے بہترین وارثوں میں سے وہ ہے جو میرے فرض ادا کرے گا۔ اور میرے وعدوں کو پورا کرے۔ وہ علی ابن ابی طالب ہے .... شیخ کو بصرہ میں یحییٰ بن اکثم نے عرض کیا کہ تو نے جواز متعہ کا فتویٰ کس کی رائے پر دیا؟ کہنے لگا عمر بن الخطاب کی رائے پر۔ پوچھا کس طرح کیا۔ کہ انہوں نے بر سر منبر یہ اعلان کیا تھا۔ پوچھا گیا اُن سے جواز متعہ کیونکر؟ وہ تو اس بارے میں بڑے سخت تھے۔ کیا وہ اس طرح کہ صحیح خبر یہ ہے۔ کہ حضرت عمر منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے تم پر دو متعہ حلال کیے تھے۔ اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ اُن پر عمل کرنے والوں کو سزا دوں گا۔ تو ہم نے ان کی گواہی تو قبول کر لی لیکن متعہ کو حرام قرار دینا قبول نہ کیا۔ یہ ہے وہ جو روضات میں بحوالہ محاضرات ذکر کیا گیا ہے۔

لمحۂ فکریہ: جاڑدی نے محاضرات کا حوالہ دے کر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی

Marfat.com

کوشش کی ہے اور صاحب محاضرات کے بارے میں یا تو اسے معلوم تھا۔ کہ وہ بھی شیعہ ہے۔ لیکن عوام کو مغالطہ دینے کے لیے اس کا مذہب بیان نہ کیا۔ یا پھر کم علمی کی بنا پر راغب اصفہانی کے بارے میں اس کے مذہب کا کوئی علم نہ تھا۔ ان کے علاوہ طبرسی نے راغب کے شیعہ ہونے پر بطور دلیل وہی عبارت پیش کی ہے جس کو جاڑوی نے جواز متعہ کے لیے پیش کیا ہے۔ اب کون ذی علم یہ مانے گا کہ ایک شیعہ کی تحریر سے اہل سنت پر حجت قائم کی جائے۔ اب اس کے بعد تفسیر کبیر سے جو حوالہ دیا گیا ہے اور عمران بن حصین کے جواز متعہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے ذرا اس کی طرف چلتے ہیں۔ اس روایت میں یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم دو راوی ہیں۔ جن پر جرح کی گئی ہے۔ ان کا ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ لہٰذا مجروح راویوں کی روایت مقام حجت و استدلال پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہوتی۔

آخر میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو متعہ کے جائز ماننے والا بیان کیا ہے اس کا تفصیلی تذکرہ بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ آپؓ متعہ کی حرمت کے واضح طور پر الفاظ فرماتے ہیں۔ جواز متعہ کی روایات سے مراد متعۃ النساء نہیں بلکہ متعۃ الحج ہے میعادی نکاح یعنی متعہ کی حرمت کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

بیہقی شریف

عن نافع عن عبد اللہ بن عمر اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ حَرَامٌ۔

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۶)

ترجمہ:
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت نافع ہے۔ کہ ان سے متعۃ النساء

Marfat.com

کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔

بیہقی شریف

اخبرنی شعیب عن نافع قال قال ابن عمر لا یحل لرجل ان ینکح امرأۃ الا نکاح الاسلام یمھرھا ویرثھا وترثه ولا یقافیھا الی اجل معلوم انھا امرأته فان مات احد ھما لم یتوارثا۔

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۷ کتاب النکاح مطبوعہ حیدر آباد دکن)

ترجمہ

جناب نافع سے شعیب بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت سے نکاح اسلام کے سوا کوئی نکاح کرے۔ اس عورت کو حق مہر دے۔ مرد اس عورت کا وارث ہوگی۔ اور ایک مقررہ وقت تک کے لیے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر اس صورت میں ان میں سے کوئی ایک مر جائے۔ تو ان کے درمیان وراثت جاری نہ ہوگی۔

توضیح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاڑوی نے کہا تھا۔ کہ بیٹا اپنے باپ کے خلاف فتوی دے رہا ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل اور ان کے بیٹے اس کے جواز کے قائل تھے۔ ہم نے جو دو روایات بیان کی ہیں۔ ان

Marfat.com

میں اور جاڑوی کے بیان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ابن عمر نکاح متعہ کو اسلامی نکاح کہتے ہیں نہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی نکاح وہ ہے۔ جس کے بعد مرد اور عورت ایک دوسرے کے وارث بنیں۔ نکاح متعہ میں وراثت نہیں ہوتی اس کی تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح متعۃ النساء کی حرمت کے بالتصریح قائل ومعتقد تھے۔

سلمہ بن امیہ معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے حلت متعہ کی حقیقت

ان تینوں حضرات کے متعلق جاڑوی کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ حرمتِ متعہ کے بعد یہ تینوں حضرات بھی اس اعلان کے سخت مخالف تھے۔ اور یہ تینوں حضرات متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس کا دھوکہ اور مغالطہ وہی ہے۔ اگرچہ اس کے حوالہ کے طور پر ارشاد الساری کتاب کا نام لیا گیا۔ لیکن اصل کتاب یہ نہیں ۔ بلکہ فتح الباری ہے۔ کتاب مذکورہ میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم کی اس عبارت کی تردید کر رہے ہیں۔ جس میں ابن حزم نے چندان صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں ۔ جن کے بارے میں اس کا خیال یہ تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ حضرات متعہ کی حلت کے قائل تھے۔ صاحب فتح الباری نے ان تمام دلائل وروایات کا ایک اجمالی جواب ذکر کیا۔ دیکھئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ کہ متعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ حصہ تک کیا۔ "رواہ جابر عن جمیع الصحابہ"، اس پر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں۔ فان کان قولہ فعلنا یعم جمیع الصحابۃ فقولہ ثم لم نعد یعم جمیع الصحابۃ

Marfat.com

فیکون اجماعًا۔ یعنی اگر حضرت جابر کا یہ کہنا کرسب کرتے رہے۔ اس "ہم سب" سے مُراد تمام صحابہ کرام ہیں۔ تو پھر اس کے بعد اُن کا یہ قول کہ "پھر ہم نے دوبارہ یہ نہیں کیا" سے مراد بھی تمام صحابہ کرام ہی ہوگا۔ جب تمام صحابہ کرام نے متعہ کرنا چھوڑ دیا تو حرمتِ متعہ پر اجماعِ صحابہ ہو گیا۔ اور اگر اس سے مراد تمام نہ ہوں۔ تو پھر اس سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہو گی۔ اور اس طریقہ سے تمام صحابہ کرام کا متعہ کرنا ثابت نہ ہوا۔ اسی لیے ابن حزم نے جب "فعلنا" سے مراد تمام صحابہ لیے تو ابن حجر نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ بہر حال اگر "فعلنا" سے مراد تمام صحابہ ہوں۔ تو "لم نعد" سے بھی تمام مُراد ہوں گے۔ اس طریقہ سے حرمتِ متعہ باجماعِ صحابہ ثابت ہو گی۔ اور اگر "فعلنا" سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہے تو پھر تمام صحابہ کرام کو اس میں شامل کرنا زیادتی ہے۔ اس سے صرف یہ معلوم ہو گا۔ کہ حضرت جابر متعہ کے قائل تھے۔ لیکن پھر اس کی حرمت کے قائل ہو گئے تھے۔ یہ تھا حال اس روایت کا جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھا۔ غلط فہمی کی بنا پر جاڑوی نے دوسروں کو بھی غلط فہمی کا شکار کرنا چاہا۔ اب آخر میں خالد بن مہاجر کے بارے میں حقیقتِ حال پیش خدمت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں بھی جاڑوی نے یہی تاثر دیا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے باوجود یہ حضرت اس کی مخالفت پر ڈٹے رہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے سنن بیہقی کا حوالہ دیا گیا۔ اس میں بھی کذب بیانی سے کام لیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ حرمتِ متعہ کے بعد جناب خالد بن مہاجر کا ایسا ایک قول بھی جاڑوی نہیں دکھا سکتا جس میں اُس کا مُنا ہوا نا یا نا نظر آتا ہو۔ سنن بیہقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

قَالَ ابنُ شِهَاب فَاَخبَرَنِي خالد بن مهاجر بن سيف الله

Marfat.com

اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَاهُ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ اَبِيْ عَمْرَهِ الْاَنْصَارِيُّ مَهْلًا قَالَ مَاهِيَ وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتُ فِيْ عَهْدِ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عَمْرَهِ اِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةٌ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ لِمَنْ يَّظْطَرَّ اِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ ثُمَّ اَحْكَمَ اللّٰهُ الدِّيْنَ وَنَهٰى عَنْهَا۔

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۵ کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں۔ کہ مجھے خالد بن مہاجر نے بتایا۔ کہ وہ ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک مرد آیا۔ اور اس نے اس سے متعہ کے بارے میں فتوے طلب کیا۔ اُسے ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا۔ ٹھہرو۔ کہا۔ وہ کیا ہوتا ہے؟ خدا کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا ہے۔ ابن ابی عمرہ نے کہا۔ متعہ کرنا اول اسلام میں رخصت تھا۔ لیکن اس شخص کے لیے جو اس پر مجبور ہو جائے۔ جس طرح مجبور کے لیے مردار، خون اور خنزیر جائز ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوطی عطا فرمادی تو پھر اس متعہ سے منع کر دیا۔

توضیح

خالد بن مہاجر اگرچہ متعہ کے جواز کے قائل تھے لیکن انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کا چونکہ علم نہ تھا۔ اس لیے جب ابن عمرو انصاری نے حقیقت حال کی وضاحت کی۔ اور متعہ کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ تو اس

Marfat.com

کو سن کر خالد بن مہاجر کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ آپ نے اس پر خاموشی فرمائی۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے ہوتے ہوئے اپنے نظریہ سے رجوع فرمالیا تھا۔ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اگر متعہ کی حرمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ تو خالد بن مہاجر اسے تسلیم نہ کریں۔ اور ابن ابی عمرہ انصاری کہیں۔ تو اسے تسلیم کرلیں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خالد بن مہاجر کے اقوال کا فرضی اختلاف پیش کر کے جاڑوی نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

ربیعہ بن امیہ

موطا امام مالک کے حوالہ سے حضرت عمر اور ربیعہ بن امیہ کی متعہ کے بارے میں جاڑی نے مخالفت ذکر کی۔ جھوٹ اور فریب دہی کی یہ بھی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ موطا میں اس اختلاف کا کوئی نام ونشان نہیں۔ بلکہ جو کچھ ربیعہ بن امیہ سے ہوا۔ وہ لاعلمی کی بنا پر تھا۔ اگر مقابلے یا مخالفت کے طور پر ہوتا۔ تو حضرت عمر رض انہیں رجم کرا دیتے۔ سنیئے امام مالک موطا میں کیا فرماتے ہیں۔

موطا امام مالک

مالك عن ابن شهاب عن عروة زبير ان خولة بنت حكيم دَخَلَتْ عَلَى ابْنِ الْخَطَّابِ فَسَأَلَتْ أَنَّ ربيعه بن اميه اِسْتَمْتَعَ بِامْرَأَةٍ فَحَمَلَتْ مِنْهُ فَخَرَجَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَزِعًا يَجُرُّ رِدَاءَهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْمُتْعَةُ لَوْكُنْتُ تَقَدَّمْتُ

Marfat.com

فِيْهَا لَرَجَمْتُ۔

(موطا امام مالک ص ۵۰۷ نکاح متعہ مطبوعہ
میر محمد کراچی)

ترجمہ:

خولہ بنت حکیم ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب کے ہاں آئیں۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے نکاح متعہ کیا۔ تو وہ عورت اس سے حاملہ ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں باہر تشریف لائے۔ اور آپ اپنی چادر گھسیٹ رہے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ متعہ ہے۔ اگر میں اس بارے میں پہلے سے اعلان کر چکا ہوتا۔ تو ربیعہ کو سنگسار کر دیتا۔

توضیح

موطا کی درج بالا عبارت واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ ربیعہ بن امیہ کا واقعہ دراصل متعہ کی حرمت سے لاعلمی کی بنا پر وقوع پذیر ہوا۔ جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس اعلان کا علم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتح مکہ کو اس سے منع کر دیا تھا۔ تو انہوں نے اس کی مخالفت نہ کی۔ اسی بنا پر جناب فاروق اعظم نے ربیعہ کو رجم نہ کرایا۔ اب اس وضاحت کے ہوتے ہوئے ان دونوں حضرات کے مابین فرضی مخالفت ثابت کرنا ظلم ہے۔

نوٹ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی ممانعت کا اعلان یوم فتح مکہ کو فرما دیا تھا۔ بعد میں جب ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم کا دور خلافت آیا تو ان دونوں خلفاء کو اغیار

Marfat.com

کی سازشوں اور جہاد میں مصروفیات کی بنا پر اس کا موقع نہ مل سکا۔ کہ وہ اپنے اپنے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کو شہرت دیتے۔ اس لیے بہت سے افراد اس کی ممانعت سے بے خبر تھے۔ بعد میں حضرت فاروق اعظم نے اعلان عام فرما دیا۔ تاکہ کسی کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔ اسی بنا پر انہوں نے ربیعہ کو بوجہ لاعلمی رجم کی سزا نہ دی۔ اور علم ہو جانے کے بعد ربیعہ نے پھر اس قسم کی حرکت نہ کی۔

ایک طرف جاڑوی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضرت عمر کے اعلان کے خلاف صحابہ کرام کی بہت سی شخصیات میدان میں اُتر آئیں۔ اور دوسری طرف اس نے یہ منطق اپنائی۔ کہ دو صحابہ کرام اگرچہ متعہ کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ یہ جائز ہے۔ لیکن حضرت عمر کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ حی علی خیر العمل اور تدوینِ قرآن ایسی باتوں پر صحابہ کرام نے مخالفت نہ کی۔ حالانکہ یہ اُن کے نزدیک ناجائز تھے۔"

ایک طرف کھلی مخالفت اور دوسری طرف ڈر کے مارے چپ سادھے ہوئے۔ کیا یہ صحابہ کرام کی عظمت بیان ہو رہی ہے؟ چلو مان لیتے ہیں۔ کہ عمر بن الخطاب کا ڈر تھا۔ لیکن جب عمر فاروق کا انتقال ہو گیا۔ عثمان غنی کا دور سازشوں کی زد میں تھا۔ اور علی المرتضٰی خلیفہ چہارم بن کر مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ ائمہ اثناء عشر نے اپنے اپنے دور میں اس کا رواج جائز کیوں نہ قرار دیا۔ اب عمر بن الخطاب تو نہ تھے۔ پھر کس کا ڈر تھا۔ کوئی شیعہ یہ ثابت کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ ان کے بارہ اماموں میں سے کتنے وہ ہیں۔ جنہوں نے متعہ پر عمل کیا۔ جب ان کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ متعہ کے بغیر ایمان نہیں۔ تو پھر اس کا اپنا ثابت ضروری تھا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے منع فرمایا۔ اس میں

Marfat.com

ان کا اپنا ذاتی مفاد کیا تھا متعہ کا اجرار خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے منع کرنے سے حضرت عمر کو کیا ملا؟ اگر کوئی صاحب عقل وخرد غور کرے۔ تو اسے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواہش پرست نہ تھے اور اس عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نفسانی خواہشات نہ اپنے لیے پسند کرتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے دوسرے مسلمان بہن بھائیوں کے لیے پسند فرماتے تھے۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وو الشیطن یفرّ من ظل عمر،، کا یہ عملی نمونہ تھا حضرت فاروق اعظم نے اوّل آخر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تحفظ کیا ہے۔ ذاتی اغراض ومقاصد پیش نظر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین ثم امین

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر ۲

حرمت متعہ کی روایات باہم متضاد ہیں

جواز متعہ : نظریہ ابن حجر۔

اب آیئے اور حضرت عمر کے روکنے اور صحابہ کرام کے خاموش رہنے کا سبب جو ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ کہ صحابی کی خاموشی ان کی رضا اور موافقت کے علاوہ حکم رسول پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا جائزہ لیں کہ یہ نظریہ کہاں تک درست ہے

Marfat.com

جہاں تک سکوت صحابہ کا تعلق ہے۔ وہ تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ صحابہ نے خاموشی نہیں کی بلکہ بانگِ دہل مخالفت کرتے رہے ہیں۔ البتہ ارشاد الساری جلد ۱۱ ص ۷۷ میں حرمت متعہ کے لیے تین روایات پیش کی گئی ہیں۔ ایک روایت ابوہریرہ سے ہے اور دو عبداللہ بن عمر سے ہے۔

جہاں تک ابوہریرہ کی روایت کا تعلق ہے۔ صاحب ارشاد الساری نے ابوہریرہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد خود اس حدیث پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

ان فی حدیث ابی هریرة مقالا فانه من روایة مومل ابن اسماعیل عن عکرمه ابن عمار و فی کل منهما مقال

ترجمہ:

ابوہریرہ کی حدیث سلسلہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں مومل بن اسماعیل اور عکرمہ بن عمار ہیں۔ اور یہ دونوں مجروح ہیں۔ اب آئیں اور عبداللہ ابن عمر کی دو احادیث دیکھیں۔ ان کی عبارت کچھ یوں ہے۔

لما ولی عمر خطب فقال ان رسول الله اذن لنا فی المتعة۔

جب عمر حکمران بنا تو اس نے دوران خطبہ کہا۔ کہ سرور کونین نے ہمیں

Marfat.com

تین بار متعہ کی اجازت دی تھی۔ لیکن پھر اسے حرام قرار دے دیا۔ ان احادیث کے سلسلہ سند سے قطع نظر اصل حدیث کو دیکھیں۔ عبداللہ بن عمر سرور کونین سے حدیث نقل نہیں کر رہا۔ حضرت عمر حکمران بنتے ہیں۔ تو دوران خطبہ فرماتے ہیں۔ کہ سرور کونین نے اجازت متعہ دینے کے بعد متعہ سے منع فرما دیا تھا۔ علاوہ ازیں سابقاً مسند احمد حنبل جلد دوم ص ۹۵ پر یہی عبداللہ بن عمر جواز متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے۔ جو گزر چکی ہے۔ جس میں عبداللہ بن عمر وضاحت سے بتاتے ہیں۔ کہ سرور کونین کے زمانہ میں متعہ ہوتا رہا ہے۔ کیا عبداللہ بن عمر کے کلام میں تضاد نہیں ہے؟ کیا حرمت کو عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ سے منسوب کیا؟ اور کیا عبداللہ بن عمر کی جواز متعہ کی احادیث کے مستند روای حرمتِ متعہ کے ضعیف راویوں پر غالب نہیں رہیں گے؟ (جواز متعہ ص ۶۹)

جواب:۔

نظریہ ابن حجر کے تحت جو کچھ جاڑوی نے کہا۔ اس کا خلاصہ تین امور ہیں۔

اوّل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ حرمت متعہ پر صحابہ کرام کی خاموشی دراصل حکم رسول کی موافقت ہے۔ کہ متعہ جائز ہی ہے۔

دوم: حرمت متعہ کی تین ہی روایات ہیں۔ ان میں سے روایتِ ابو ہریرہ مجروح ہے۔ کیونکہ وہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔

سوم: عبداللہ بن عمر کی روایات میں تضاد ہے۔ اور حرمت متعہ کی روایات بمقابلہ جواز متعہ ضعیف ہیں۔

اوّل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ حرمتِ متعہ پر صحابہ کی خاموشی خود جاڑوی کی اپنی تحریر اس کا منہ چڑاتی ہے۔ گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

Marfat.com

کہ بقول جاڑوی اعلانِ عمر کے وقت پر اور اس کے بعد عظیم صحابہ کرام نے اس کی مخالفت کی۔ اور پھر ان کے نام بھی جاڑوی نے گنوائے۔ اب یہاں اوروں کے ساتھ انہیں بھی "خاموش" بنا لیا گیا۔ یہ تو تھا ایک پہلو کہ جس سے جاڑوی کی بدحواسی ٹپک رہی ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے مخالفت کی بجائے موافقت میں اپنا تائیدی کردار ادا کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بطور حجت کافی ہے جس میں آپ نے تمام صحابہ کرام کی کیفیت بیان فرمائی۔ فرمایا۔ اعلانِ حرمتِ متعہ کے بعد "فَلَمْ نَعُدْ لَهَا"، ہم نے پھر اس (متعہ) کا اعادہ نہ کیا۔ کیا یہ خاموشی ہے؟

دوم: "حرمتِ متعہ پر روایت ابوہریرہ سخت مجروح ہے"، فتح الباری سے جو یہ اقتباس پیش کیا گیا۔ جاڑوی نے اس کا پس منظر بیان نہ کر کے تالیف و تصنیف میں بددیانتی کا ارتکاب کیا۔ صاحب فتح الباری بحث یہ کر رہے۔ کہ حرمت متعہ کی روایات کے مقامات مختلف ہیں۔ یعنی یہ اعلان خیبر کے دن ہوا، فتح مکہ کے دن، طاؤس کے دن۔ تبوک یا حجۃ الوداع کے دن۔ سفر تبوک کے دوران جن روایات سے حرمت متعہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ تین ہیں۔ جن میں ایک روایت حضرت ابوہریرہ کی ہے۔ یعنی ابن حجر بیان یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حرمت متعہ کا اعلان دو مرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جبکہ یوم خیبر تھا۔ یہ اعلان اس بنا پر کیا گیا۔ کہ دورِ جاہلیت میں لوگ متعہ کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلی فعل کو ممنوع فرما دیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس کی اباحت کر دی گئی۔ پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے منع فرما دیا۔ اس بحث کے بعد ابن حجر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ وہ روایات جن میں سفر تبوک کے دوران متعہ کی حرمت ملتی ہے۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ یعنی ان روایات کو حرمتِ متعہ پر پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ حرمت بعد میں اٹھالی گئی۔ اور پھر دائمی حرمت کا اعلان فتح مکہ کو ہوا جس کے بعد دوبارہ متعہ کی اجازت نہ دی گئی۔

Marfat.com

اب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اور اُدھر جاڑوی کی "تحقیق" سے اس کا موازنہ کیا جائے۔ تو بات صاف صاف نظر آئے گی۔ کہ ابن حجر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ حرمت متعہ یوم فتح مکہ کو ہوئی۔ سفر تبوک کی روایات ناقص ہیں۔ تین روایات پر جرح کر رہے ہیں لیکن جاڑوی اینڈ کمپنی ان تین روایات کی جرح تو پیش کر رہا ہے۔ یہ نہیں بتا رہا کہ ابن حجر نے یہ جرح کیوں کی۔ چلئے مان لیا۔ کہ مذکورہ تین روایات جن میں سے ایک روایت ابو ہریرہ کی بھی ہے۔ مجروح ہیں۔ لیکن وہ روایات جو حرمتِ متعہ کو یوم فتح مکہ سے ثابت کرتی ہیں۔ اُن کے بارے میں جاڑوی کا کیا خیال ہے؟ فتح الباری کی عبارت اور پھر اس کا مطلب اپنے حق میں ہموار کرنے کے لیے جاڑوی نے کیا کیا جتن کیے۔ آیئے فتح الباری کی عبارت دیکھیں۔ کہ وہ جاڑوی کا کس طرح منہ چڑاتی ہے۔

فتح الباری

والمشهور فی تحريمها ان ذالك كان فی غزوة الفتح كما اخرجه المسلم من حديث الربيع بن سمرة ...... فاما رواية التبوك اخرجها اسحاق بن راهويه وابن حبان من طريقة من حديث ابی هريرة الخ۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۳۸)

ترجمہ:
متعہ کی تحریم کے متعلق مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن کے ہوئی۔ جیسا کہ امام مسلم نے ربیع بن سمرہ کی حدیث بیان کی۔ ..... لیکن وہ روایات

Marfat.com

کہ جن سے حرمت متعہ یوم تبوک کو ثابت ہوتی ہے۔ جن کا اخراج اسحاق بن راہویہ اور ابن حبان نے کیا۔ اور حدیث ابوہریرہ اس پر پیش کی۔ یہ غیر مشہور ہے۔

سوم: حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں تضاد۔ جاڑوی کو تو "تضاد" کی تعریف کا ہی علم نہیں۔ اسے کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں اس لفظ کا استعمال کرے۔ حضرت ابن عمر کی وہ دونوں احادیث پیش خدمت ہیں۔ اُن میں تضاد تلاش کیجئے۔

۱۔ حضرت عمر نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے اس سے منع فرما دیا۔

۲۔ بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل، حضرت عبداللہ بن عمر نے متعہ کو جائز قرار دیا۔

روایت اولیٰ اور ثانیہ میں ایک بات متفق علیہ ہے۔ وہ یہ کہ متعہ جائز تھا۔ پہلی روایت میں اس کی اجازت تین دن تک مخصوص ذکر کی گئی ہے۔ اور دوسری روایت میں جواز متعہ کی روایت علی الاطلاق ہے۔ اس حد تک دونوں روایتوں میں اتفاق ہے۔ لیکن پہلی روایت میں تین دن کے بعد حرمت کا ذکر ہے دوسری میں نہیں۔ لیکن حرمت متعہ کا حکم دوسری روایت کے خلاف نہیں۔ خلاف تب ہوتا۔ کہ اس میں یہ بیان کیا جاتا۔ کہ متعہ کا جواز تین دن کے بعد منسوخ نہیں ہوا۔ جاڑوی کو یہ فرق نظر آیا۔ اور تضاد کی بھینس کو اندھے کی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیا۔

علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس متعہ کے جواز کے قائل ہیں وہ متعۃ النساء ہے ہی نہیں۔ (اس کی ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں) بلکہ اس سے مراد متعۃ الحج ہے اب یہ کس قدر ستم ظریفی ہے۔ کہ ایک روایت میں متعۃ النساء کی

Marfat.com

تین دن تک اباحت اور پھر ابدی حرمت کا ذکر اور دوسری روایت میں متعۃ الحج کے جواز کا مسئلہ، ان دونوں کو باہم متضاد بنا یا گیا۔ کیا تضاد کے لیے ایک ہی چیز کا متعین ہونا ضروری نہیں۔ اگر جاڑوی کے نزدیک تضاد یہی ہے۔ کہ دو مختلف چیزیں دو مختلف حکم رکھیں۔ تو پھر اتفاق کہاں ہوگا؟ آخر میں یہ دعوای جڑا گیا۔ کہ روایات جواز متعہ مضبوط ہیں۔ اور حرمت والی ضعیف۔ ہمارا چیلنج ہے۔ کہ جاڑوی اینڈ کمپنی کوئی ایک ایسی روایت پیش کر دیں۔ جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے دن متعۃ النساء کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ تو اس کے بعد متعۃ النساء کے جواز کا بھی ارشاد فرمایا۔ منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواز متعہ کی روایات مقبول ہیں۔ لیکن یہ جواز قبل تحریم کی ہیں۔ دائمی جواز کی ایک روایت بھی ان سے مروی نہیں۔

لہٰذا ضعیف و قوی کہنے کو تو جاڑوی نے کہہ دیا۔ لیکن اس کا ثابت کرنا اس کے لیے بلکہ اس کی تمام "امت شیعیت" کے لیے مشکل ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دھوکہ نمبر۲

اور

حاصل مطالعہ

جوازِ متعہ

سابقہ بیان سے جو حقیقت ثابت اور واضح ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ (۱) جوازِ متعہ احکام شرعیہ میں سے ہے۔ (۲) قرآن کریم سے جوازِ متعہ ثابت ہے (۳) سرورِ کونین سے جوازِ متعہ ثابت ہے (۴) سرورِ کونین سے متعہ کی حرمت ثابت نہیں (۵) صحابہ کی اکثریت زمانۂ رسالت میں عملاً متعہ پر عمل کرتی رہی۔ صحابہ کی واضح اکثریت تا دمِ آخر جوازِ متعہ کی قائل رہی (۶) متعہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں ہوتا رہا (۷) حضرت عمر نے اپنے زمانۂ حکومت میں متعہ پر سختی سے پابندی عائد کی (۸) بعض صحابہ نے حضرت عمر کے دُرّہ کے ڈر سے چپ سادھ لی (۹) جلیل القدر صحابہ نے حضرت عمر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کھلے عام مخالفت کی بعد کے فقہائے اہل سنت کی دو قسم ہوگئیں۔ کچھ متعہ کو جائز قرار دیتے رہے۔ اور کچھ متعہ کو حرام اور غیر شرعی کہتے رہے (۱۰) متعہ کو حرام کہنے والے علماء نے حضرت عمر کی تحریم کو سامنے رکھ کر آیاتِ قرآن کی مختلف تاویلیں کیں۔ اور حضرت عمر کی تحریم کو درست ثابت کرنے کی خاطر مقامِ مصطفےٰ تک کا خیال نہ کیا (۱۱) حتیٰ کہ تو شجی جیسے علم کلام کے مسلّم علماء نے حضرت عمر اور سرورِ کونین دونوں کو اجتہاد کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور انتہائی بے باکی سے کہہ دیا۔ کہ اجتہادِ عمر، اجتہادِ رسول

Marfat.com

سے متصادم ہوگیا۔ (۱۲) متعہ کو جائز قرار دینے والوں نے قرآن حکیم اور رسول کریم کے اصل جواز کو سامنے رکھا۔ اور حضرت عمر کی تحریم متعہ کی پرواہ نہ کی (۱۳) حضرت عمر کو امتی اور سرورِ کونین کو ذات احدیت کا نمائندہ سمجھا۔ سرورِ کونین کو مجتہد نہیں بلکہ شارع اور حضرت عمر کو دوسرے صحابہ کی طرح کا ایک صحابی سمجھا۔ حضرت عمر کی رائے کو دیگر افراد امت میں سے ایک فرد کی ذاتی رائے قرار دے کر قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ (۱۴) یہی نظریہ آئمہ اہل بیت اور شیعیانِ علی بن ابی طالب کا ہے۔ حتیٰ کہ شیعیانِ اہل بیت میں گزشتہ چودہ صدیوں میں ایک بھی اس نظریہ کا مخالف نہیں ہوا۔ آخر میں مناسب ہوگا کہ اگر علماء امامیہ میں سے شیخ مفید کی مختارات شیخ مفید سے اثبات متعہ پر ایک مناظرہ لکھ دیں۔ تاکہ قارئین کرام کی بصیرت میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفریح طبع ہو جائے۔ (جواز متعہ ص ۷۱، ۷۲)

جواب بالترتیب

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یوم فتح کو متعہ کی حرمت کا اعلان فرما دیا۔ تو اب جواز نہیں بلکہ حرمتِ متعہ احکام شرعیہ میں سے ہے۔

۲۔ جس آیت قرآنیہ سے جواز متعہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اولاً وہ آیت نکاح دائمی کے لیے اتری نہ کہ میعادی نکاح کے لیے، دوم اگر میعادی نکاح کے لیے تھی تو پھر اس کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ متعہ کی اجازت ثابت ہے لیکن صرف تین دن تک کے لیے تھی۔ بعد میں اسے ممنوع فرما دیا۔

۴۔ مسند اور مرفوع احادیث صحیحہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہے لیکن صرف تین دن تک کے لیے تھی۔ بعد میں اسے قرآن کریم نے منسوخ فرما دیا۔ تو اصل

Marfat.com

حرمت پھر سے موجود ہو گئی۔

۵۔ بامر مجبوری تین دن کے لیے متعہ کی اجازت اور وہ بھی اُن صحابہ کرام کے لیے جو آپ کے ساتھ غزوہ میں تھے۔ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار سے متجاوز تھی ان میں سے اکثریت کے بارے میں قول کرنا تو بہت آسان ہے۔ لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ جاڑوی وغیرہ تمام اصاغر واکابر پچاس صحابہ کرام کے اسماء گرامی ہی گنوا دیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے وقت متعہ کی وقتی حلت اور پھر حرمت کے بعد اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ بلکہ جاڑوی تو اپنے ہم مسلکوں کی اکثریت بھی نہیں دکھا سکتا۔ کہ جنہوں نے اس "شریف عمل" کو گلے لگایا ہو۔

۶۔ فتح مکہ کے دن حرمتِ متعہ کا اعلان ہوا۔ بعد میں دورِ ابوبکر اور عمر کے ابتدائی دور میں چونکہ سازشوں اور فتنوں نے سر اٹھا رکھا تھا۔ اس لیے اس اعلان کی تشہیر اور اس پر سختی سے عمل کرانے کا موقعہ نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس کی حرمت کا علم نہ ہونے کی بنا پر اس میں مصروف رہے۔ حالات سازگار ہونے پر حضرت عمر نے اس پر سختی سے عمل کروایا۔

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود اپنی طرف سے متعہ کی حرمت نہیں فرمائی۔ بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث کے پیش نظر ایسا کیا۔ اسی لیے آپ نے اعلان میں یہ بھی فرمایا۔ کہ جوازِ متعہ پر چار گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اس کی حرمت کو ختم فرما کر اباحت فرمائی تھی۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دُرّہ ٹھیک ہے بہت کارگر تھا۔ لیکن کس کے لیے؟ حضرات صحابہ کرام نے "لَمْ نَعُدْ هَا" کہہ کر حرمتِ متعہ پر اجماع کر لیا۔ اب انہیں کس دُرّے کا ڈر تھا۔ پھر یہ بھی کہ اگر ایک بڑھیا کھڑی ہو کر حضرت عمر کو ٹوک

Marfat.com

سکتی ہے۔ جس کا ذکر کتب اہل تشیع میں بھی موجود ہے۔ اور حضرت علی المرتضٰے نے جنہیں "عادل" فرمایا۔ ان کے دُرّے سے ڈرنے کا کیا مطلب؟ صحابہ کرام کوئی "شیعہ" تھوڑے ہی تھے۔ کہ وہ "تقیہ" کر لیتے۔ انہوں نے خاموشی اختیار نہیں کی۔ بلکہ بانگ دُہل حضرت عمر کا ساتھ دیا تھا۔

۹۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے مخالفت نہیں بلکہ موافقت کی۔ جس کی دلیل حضرت جابر کا یہ جملہ ہے۔ "ہم نے متعہ کو دوبارہ نہیں اپنایا" اور یہ بات کہ اہل سنت کی دو قسمیں ہوگئیں۔ ایک جواز کی قائل اور دوسری حرمت کی تو یہ بھی کذب ہے۔ اس سے مراد امام مالک کی ذات ہے۔ کہ وہ جوازِ متعہ کے قائل تھے۔ لیکن موطا امام مالک میں حرمت متعہ کی روایات موجود ہوتے ہوئے یہ کہنا بھی غلط ہے۔

۱۰۔ تاویلوں کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب قرآن کریم اور احادیث مصطفٰے سامنے نہ ہوں۔ جب آیاتِ ناسخ اور صریح احادیث موجود ہیں۔ تو پھر تاویل کی کیا ضرورت؟

۱۱۔ تو شجی ہمارا نہیں تمہارا بزرگ ہے۔ اور اسی لیے اس نے تمہاری طرح بکواس کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کو داغدار کرنے کے لیے اس نے یہ منطق و فلسفہ جھاڑا ہے۔

۱۲۔ کیا جواز متعہ والوں نے قرآن کے اصل جواز اور رسول اللہ کے اصل ارشاد کو سامنے رکھا؟ وہ ہیں کون؟ جاڑوی اینڈ کمپنی ہی جواز کی شائق ہے۔ جبکہ تمہارے نزدیک روایات صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ موجود قرآن، محرف اور غیر کامل ہے۔ پھر کس شوخی پر "قرآن کے اصل جواز" کو پیش کیا جا رہا ہے۔ ہاں وہ آیات جو اکتیس سے چالیس تک کے کسی سپارے میں ہوں۔ وہ پیش کر دو۔ تو شائد بات بن جائے۔ رہی دوسری اصل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

احادیث، تو اس سے بھی تمہارا دامن خالی ہے۔ ادھر ادھر سے گھڑ کر صحاح اربعہ بنائیں۔ اور ائمہ اہل بیت کے نام سے دکان چمکائی۔ ائمہ اہل بیت نے اسی لیے فرما دیا تھا۔ کہ خبردار! ہماری طرف سے پیش کردہ ہر بات کو ہماری بات نہ سمجھنا۔ ہاں اگر قرآن وسنت مصطفیٰ سے مطابقت رکھے تو ٹھیک ورنہ پھینک دینا۔ کیونکہ کسی کی سازش ہو گی۔

۱۳۔ حضرت عمر واقعی حضور کے امتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے محبوب خلیفہ اور نمائندہ ہیں۔ ہمیں اس سے کب انکار کرے۔ اگر انکار کیا تو تمہارے مُلاں جی قوشجی نے کیا۔ اب سنا یا نہیں جا رہا ہے۔ ٹھیک ہے الٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔

۱۴۔ ائمہ اہل بیت کا نظریہ اور شیعیان علی کا پسندیدہ "متعہ" ہے۔ جہاں تک اول الذکر کا دعویٰ ہے۔ تو اس پر کوئی ایک مستند حوالہ کہ کسی امام نے خود یا اپنے افراد خانہ کو اس کا شوق دلایا ہو۔ رہا موخر الذکر لوگوں کا معاملہ تو ان کے لیے تو نفس پرستی اور خواہش برآری کے سامان چاہئیں۔ لیکن بدقسمتی سے شام، لبنان اور عراق کے "شیعیان علی" بڑے بے وفا اور کم ہمت نکلے۔ کہ انہوں نے اپنے ائمہ کے نظریہ کو اپنے گھروں میں داخل نہ ہونے دیا۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو "بے شرم" کہا۔

شعر

شرم تم کو مگر نہیں آئی۔

Marfat.com

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۲۲

مناظرہ شیخ مفید براثبات متعہ ابن لؤلؤ کے ساتھ

جواز متعہ:

ابن لؤلؤ نے شیخ مفید سے سوال کیا۔ ثبوت متعہ پر آپ لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے شیخ مفید نے جواب دیا۔ ہمارے پاس قرآن کی یہ آیت ہے۔ احل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضہ ان اللہ کان علیما حکیم علاوہ ازیں تمہارے لیے سب کچھ حلال ہے۔ اگر تم اپنے مال کے ذریعہ بدکاری سے ہٹ کر شرافت کے ساتھ وطی کرنا چاہو چنانچہ جن عورتوں سے متعہ کرو انہیں ان کی اجرت واجبًا ادا کر دو۔ اور باہمی رضامندی کے بعد اگر کچھ کمی بیشی (مدت اور اجرت) کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ اللہ علیم وحکیم ہے۔ ذات احدیت نے واضح الفاظ سے نکاح متعہ کا شرائط و اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مثلاً اجرت

Marfat.com

باہمی رضامندی، اُجرت اور مدت میں بعد از عقد کمی یا بیشی کا اختیار وغیرہ ... ابن لوٹو نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذین هم لفروجهم حافظون۔ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فاولئك هم العادون۔

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے کسی طرف نہیں دیکھتے وہ قابلِ مذمت نہیں۔ علاوہ ازیں جو بھی تجاوز کرے گا۔ تو وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔ شیخ مفید نے ابن لوٹو کی دلیل کا رد کرتے ہوئے کہا۔ جہاں تک یہ سمجھتا ہوں۔ تو وجوہ کی بنا پر آپ کو اشتباہ ہوا۔ کہ آیت متعہ کی، ناسخ ہے۔

وجہ اوّل:

آیت میں ازدواج کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور آپ نے اپنے ذاتی مفروضہ کی بنا پر متعہ والی عورت کو زوجہ شمار نہیں کیا۔ حالانکہ اثباتِ متعہ کے قائل متعہ والی عورت کو زصرف زوجہ مانتے ہیں۔ بلکہ متعہ والی عورت کی زوجیت کو بھی ثابت کرتے ہیں

وجۂ دوئم:

شائد آپنے خیال نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ جامعین قرآن کو بھی اس بات کا خیال نہ رہا ہو۔ کہ ناسخ اس آیت کو کہا جاتا ہے۔ جو بعد میں آئے۔ اور منسوخ اس کو کہتے ہیں۔ جو پہلے آچکی ہو۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ میں آپ اگر غور فرمائیں تو

Marfat.com

معاملہ برعکس نظر آئے گا۔ جو آپ نے آیت پیش کی ہے۔ وہ سورہ مومن سے ہے
یہ قرآن پڑھنے والا جانتا ہے۔ کہ سورہ مومن کو جامعین قرآن نے مکی سورتوں
میں شمار کیا ہے۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ کہ مکی سورتیں نزول کے اعتبار سے
پہلے نازل ہوئیں ہیں۔ جب کہ آیت متعہ سورۃ نساء میں ہے۔ اور سورہ نساء کو جامعین
قرآن نے مدنی سورتوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں
کہ مدنی سورتیں وقت نزول میں مکی سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اب بھلا آپ
بتائیں۔ کہ مدنی حکم کا ناسخ مکی ہو سکتا ہے۔ اگر آیت متعہ مکی ہوتی۔ اور آیت
ازواج مدنی ہوتی تو پھر آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ آیت متعہ منسوخ ہے۔ اور آیت ازواج
ناسخ ہے۔ (جواز متعہ تصنیف اثیر جاڑوی فاضل قم)

جواب امر اوّل

"عورت متمتعہ "ازواج" میں داخل ہے۔ اور اس کی زوجیت بھی ثابت
ہے" کہنے کو تو بات بڑی آسان ہے۔ اور بزعم خود بہت بڑا اعتراض ہے۔ لیکن
اس دعویٰ پر دلائل کا مطالبہ کرنا ابن لڑو کا حق بنتا ہے۔ چلو تمہارے کہنے کے مطابق
مان لیتے ہیں۔ کہ ابن لڑو نے مطالبہ نہ کیا۔ اور تم نے اپنی طرف سے ڈگری جاری کردی
لیکن اب ان کی طرف سے ہمارا مطالبہ ہے۔ کہ جاڑوی وغیرہ اس دعویٰ پر دلائل
پیش کریں۔ تاکہ سنی علماء کو تسلی ہو جائے۔ اس کے برعکس ابن لڑو کی تائید میں ہم یہ
کہتے ہیں۔ کہ چند وجوہ کی بناء پر عورت متمتعہ "ازواج" میں داخل نہیں ہو سکتی۔

۱۔ منکوحہ مدخولہ کو طلاق ملنے پر عدت گزارنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن
متمتعہ کے ساتھ علیحدگی کی صورت میں عدت کی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۔ منکوحہ کے ساتھ اس کا خاوند ایلاء کرنا چاہیے۔ تو ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔

Marfat.com

۳- منکوحہ کے ساتھ ظہار بھی ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔

۴- منکوحہ کے وطی کرنے والا "محصن" کہلائے گا۔ متمتعہ کے ساتھ ہم بستری سے "احصان" ثابت نہیں ہوتا۔

۵- نکاح دائمی میں عورت کی رہائش، نان و نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے نکاح میعادی میں ان میں سے کسی کی ذمہ داری مرد پر نہیں ہوتی۔

۶- خاوند اور بیوی کے مابین اگر عصمت فروشی یا بدکاری کا الزام آجائے۔ تو قاضی لعان کرائے گا۔ نکاح متعہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

۷- میاں بیوی میں سے کسی کے انتقال کی صورت میں دوسرا اس کا لازماً وارث ہوگا۔ نکاح متعہ میں توارث نہیں۔

۸- نکاح دائمی میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ متعہ میں صرف نفس کی خواہش پورا کرنا ہے۔

۹- منکوحہ دائمی ان عورتوں میں سے ہر ایک ہوتی ہے۔ جن کو چار تک زوجیت میں لایا جا سکتا ہے۔ یعنی چار عورتوں سے زائد بیک وقت نکاح میں نہیں آسکتیں۔ لیکن عورت متمتعہ ان میں داخل نہیں۔ (بحوالہ فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۱) متمتعہ محض لونڈی کی حیثیت والی ہے۔ چاہے ایک ہزار ہو جائیں۔

۱۰- بیوی یا منکوحہ کا از روئے عرف اطلاق اس عورت پر ہوتا ہے۔ جو دائمی نکاح میں ہو۔ اور میعادی نکاح والی کو اہل بیت نے "مستاجرہ" کہا ہے
(فروع کافی جلد ۵ ص ۴۵۱)

چیلنج

شیخ مفید نے عورت متمتعہ کو "ازواج" میں داخل کیا۔ اور جارڈی نے اس

Marfat.com

مناظرہ پر بغلیں بجائیں۔ اب مفید تو "غیر مفید" ہو گیا۔ اس لیے اُس سے مطالبہ نہیں ہاں جاڑوی اینڈ کمپنی سے ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ مذکورہ دس امور جو متعہ کے لیے ہم نے بیان کیے۔ متعہ کے لیے ان کا ثبوت کہیں سے پیش کر دو۔ اور پچاس ہزار کا انعام پاؤ۔

جواب امر دوم

آیت متعہ مدنی سورت میں ہے۔ اور اس کی ناسخ مکی ہے۔ لہٰذا بعد میں اترنے والی منسوخ نہیں ہو سکتی الخ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ دلیل اور وجہ شیخ مفید نے بیان نہیں کی ہوگی جاڑوی نے اپنی دکان چمکانے کے لیے اس کا نام استعمال کیا ہے۔ اور اگر شیخ مفید کی ہی تسلیم کر لی جائے یا جاڑوی کی خود ساختہ۔ تو حیرت اس امر پر ہے۔ کہ ایسی کچی اور گری گزری باتوں پر "مناظرہ" کی فتح کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے مکی اور مدنی سورتوں کی تعریف کیا ہے؟ علماء نے اس کی تین صورتیں پیش کی ہیں۔

اوّل: ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہونے والی مکی اور اس کے بعد اترنے والی مدنی ہیں۔

دوم: جن میں اہل مکہ سے خطاب وہ مکی اور جن میں اہل مدینہ مخاطب وہ مدنی ہیں۔

سوم: جو مکہ میں نازل ہوئیں چاہے ہجرت سے پہلے یا بعد وہ مکی اور جو ایسی نہیں وہ مدنی ہیں۔

ان تینوں تعریفوں میں سے زیادہ مشہور آخر الذکر ہے۔ گزشتہ اوراق میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ کہ متعہ کی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوئی۔ اس لیے صاحب تفسیر روح المعانی نے لکھا ہے۔ "والذین ھم لفروجھم حافظون" اس دن نازل ہوئی ہوگی۔ جس دن (یعنی فتح مکہ کے دن) آپ نے متعہ کو ابدی حرام قرار دے دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ شیخ مفید اور ابن لوُلو کا مناظرہ محض شیعوں کو خوش کرنے کے لیے گھڑا گیا۔ تاکہ اپنی بدتری ثابت کر کے "متعہ" کو جزو ایمان بنائے رکھیں۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۲۲

متعہ والی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونڈی بحث

جوازِ متعہ:

ابن لولو۔ اگر متعہ والی عورت زوجہ حقیقیہ ہوتی تو اُسے وراثت میں سے بھی حصہ ملنا چاہیئے تھا۔ اور اسے طلاق بھی دی جا سکتی۔ چونکہ متعہ والی عورت کو نہ میراث سے حصہ ملتا ہے۔ اور نہ ہی اُسے طلاق دی جاتی ہے۔ اور ان دونوں صورتوں پر علمائے امامیہ کا اتفاق ہے۔ تو پھر اُسے کس طرح زوجہ حقیقیہ کہا جا سکتا ہے۔

شیخ مفید۔ یہ بھی آپ کا اشتباہ ہے۔ وراثت کا سبب صرف زوجیت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ زوجیت کے ساتھ کچھ اور بھی ہو تو میراث سے حصہ لے سکے گی۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ حسب ذیل بیویاں میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔

۱۔ مطلقہ عورت کو میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۲۔ لونڈی اگر لونڈی ہوتے ہوئے بیوی ہو تو اُسے میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۳۔ جو بیوی اپنے شوہر کی قاتل ہو اسے میراث نہیں ملتی۔

Marfat.com

۴ - بیوی اگر کافرہ ذمیہ ہو تو اسے مسلمان شوہر کی میراث سے حصہ نہیں ملتا۔ مذکورہ بالا ہوتی تو بیویاں ہیں۔ لیکن وفات شوہر کے بعد انہیں پوری امت مسلمہ کی کوئی فقہ بھی میراث کا حقدار نہیں سمجھتی۔ گویا میراث کے لیے صرف زوجیت ہی کافی نہیں اب لیجئے آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔ کہ متعہ والی عورت کو طلاق نہیں دی جا سکتی لہذا یہ حقیقی زوجہ نہیں۔ آپ خود غور فرمائیں۔ اور امت مسلمہ کے ہر مکتب فکر کی فقہ کو دیکھ لیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ میاں اور بیوی کی جدائی طلاق سے مشروط نہیں۔ بلکہ طلاق کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں۔ جن میں میاں اور بیوی بغیر طلاق ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ توجہ فرمائیں۔

۱ - جو عورت لعان کر دے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر شوہر سے علیحدہ نہیں ہو جاتی۔

۲ - جس عورت سے خلع کر لیا جائے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر مرد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی

۳ - جس مسلمان بیوی کا خاوند مرتد ہو جائے کیا وہ بلا طلاق شوہر سے جدا نہیں ہو سکتی۔

۴ - اگر نانی، نواسے، یا نواسی کو شرائط رضاع کے ساتھ دودھ پلا دے۔ تو کیا ان بچوں کی ماں ان بچوں کے باپ کے لیے بلا طلاق حرام موبد نہیں ہو جاتی آپ اندازہ لگائیں۔ کیا یہ ازواج حقیقیہ نہیں ہیں؟ دونوں فہرستیں آپ کے سامنے ہیں۔ وہ بھی ازواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔ اور وہ بھی ازواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح بنا برایں آپ کا یہ کلیہ کلیہ نہ رہا۔ جو زوجیت کے لیے طلاق اور میراث دونوں ضروری ہیں۔ لہذا جس طرح مذکورہ بالا عورتیں حقیقی ازواج ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح متعہ والی عورت بھی زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور

Marfat.com

طلاق کی پابند نہیں۔ جب ابن لوز خاموش ہو گئے۔ اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو میں نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا محترم آپ انصاف فرمائیں مسئلہ متعہ میں ہمارا اور جمہور مسلمین کا عجیب معاملہ ہے۔ جب جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ متعہ فرقہ جعفریہ کی بدعات سے ہے۔ جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ آیت متعہ قرآن میں موجود ہے۔ سرورِ کونین نے اجازت دی اور زمانۂ رسالت میں متعہ ہوتا بھی رہا ہے۔ صحابہ اور صحابیات باہم متعہ بھی کرتے رہے ہیں۔ جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کا اباحت متعہ پر اجماع ہے۔ اور جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں۔ کہ متعہ کے عدم جواز کا حکم حضرت عمر نے اپنے دورِ حکومت میں دیا تھا۔ اور اعتراف کرنے کے بعد کہ زمانۂ رسالت میں متعہ تھا لیکن میں اُسے حرام کرتا ہوں۔ گویا جس طرح دیگر صحابہ زمانۂ رسالت میں اثبات متعہ کی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر بھی ان صحابہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور زمانۂ رسالت میں اثبات متعہ کی روایت کرتے ہیں۔ البتہ روایت اثبات متعہ کرنے کے بعد حرمت متعہ کا فتویٰ فرماتے ہیں۔

واقع شیخ مفید ختم ہوا۔ اب آپ دیکھیں فرقہ جعفریہ کا کیا مقصود ہے۔ فرقہ جعفریہ نے صرف یہی کہا ہے۔ کہ ہم نے دیگر اصحاب کے ساتھ حضرت عمر کی اثبات متعہ کی روایت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور حضرت عمر کا فتویٰ ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ہمارا یہ فعل صرف ہمارا نہیں۔ بلکہ اس میں سرورِ کونین کے جلیل القدر صحابہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ جن کی فہرست سابقہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب امت مسلمہ کی مرضی خواہ ہمیں کچھ بھی کہیں ہم قرآن کریم سرورِ کونین کے فرامین اصحاب سرورِ کونین خواہ ام المومنین عائشہ کے عمل اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے عمل کو ٹھکرا کر کسی طرح صرف حضرت عمر کے فتویٰ کو تسلیم کر سکتے ہیں۔؟

(جواز متعہ ص ۷۵)

جواب: اثیر جاڑوی نے ایک فرضی مناظرہ اور دو مناظر اپنی طرف سے پیش کر کے

Marfat.com

اِدھر اُدھر کی ہانک کر خود ہی فاتح بن گیا۔ فرضی طور پر دو اعتراضات کے جو جوابات دیئے گئے آپ پر ان کی اصلیت چھپی نہیں۔ اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ اگر نکاح دائمی ہو اور اسے توڑنا چاہیں۔ تو طلاق کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ طلاق کا کوئی مانع نہ ہو۔ وہ جو جاڑوی نے شیخ مفید کی طرف سے چار چار باتیں ذکر کیں۔ وہ موانع کی فہرست میں آتی ہیں۔ مطلقہ کو میراث نہیں ملتی لیکن متمتعہ، مطلقہ کب سے ہوئی؟ مطلقہ کو طلاق دے کر فارغ کر دیا گیا۔ متمتعہ کو فارغ کس طلاق سے کیا گیا؟ لونڈی بیوی ہو تو وراثت نہیں۔ اور اگر آزاد عورت ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ لیکن متمتعہ لونڈی ہو یا آزاد دونوں صورتوں میں وراثت سے محروم ہے۔ شوہر کی قاتلہ نہ ہو تو پھر متمتعہ اور منکوحہ میں فرق ہوگا یا نہ ہوگا منکوحہ اگر مسلمان ہو کافرہ یا ذمیہ نہ ہو۔ تو وارث ہوگی یا نہیں؟ صرف دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے طلاق، رقیت، قتل اور اختلاف دین وہ امور ہیں۔ جو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں کیا ان میں کے نہ ہوتے ہوئے بھی زوجہ وراثت سے محروم ہوگی؟ ہماری گفتگو ان موانع کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ یعنی منکوحہ اگر مطلقہ، لونڈی، قاتلہ یا کافرہ نہیں تو کیا وارث ہوگی یا نہیں۔ اور انہی اوصاف کے ساتھ متمتعہ وارث ہوگی یا نہیں؟ صاف بات ہے۔ کہ منکوحہ وارث ہوگی۔ اور متمتعہ نہیں۔ لہذا متمتعہ اور منکوحہ دونوں ایک جیسی کیسی ہوگئیں؟ یہاں شیخ مفید کے سر پر مناظرہ کی پگڑی باندھ کر یہ باور کرایا جا رہا ہے۔ کہ نکاح دائمی اور نکاح میعادی میں آنے والی عورت ایک جیسی ہے۔ اور جاڑوی نے اپنی اسی کتاب کے شروع میں منکوحہ اور متمتعہ کے درمیان خود فرق بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ عورت متمتعہ سے جب مقررہ وقت تک استفادہ ہو جائے تو اس کے جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی کہ متمتعہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جو شرعًا ایک وقت میں اکٹھی نکاح میں لانا جائز ہیں۔ اور متعہ کے لیے وراثت کا معدوم ہونا اور خود حقیقی شرط ہے۔ ایک طرف خود فرق بیان کیا جا رہا ہے اور دوسری

Marfat.com

طرف دونوں کو ایک کر کے دکھایا جارہا ہے۔ سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

"اجماع مسلمین" کے ضمن میں جاڑوی نے چند اجماعی صورتیں ذکر کیں۔ ہم اُن میں سے ہر ایک کا تفصیلی جواب تحریر کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ آیت متعہ اگر تسلیم کر لی جائے کہ قرآن میں ہے۔ تو وہ منسوخ ہو چکی ہے۔ صحابہ کرام نے متعہ کیا۔ لیکن حرمت کے بعد اور علم حرمت کے بعد ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ باقی رہا یہ کہ ہم اہل تشیع قرآن کو چھوڑ کر سنت پیغمبر سے منہ موڑ کر ائمہ اہل بیت کے عمل کو ترک کر کے صرف ایک عمر کے فتوای پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے از خود اسے حرام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس پر سنتِ رسول پیش کی تھی۔ اہل بیت کرام نے بھی متعہ کی حرمت کو تسلیم کیا ہے۔ فروع کافی وغیرہ کتب کو دیکھ لیا جائے۔ اور اہل بیت کے سردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت کو صراحۃً بیان فرمایا ہے۔ ان حالات میں قرآن کریم سے روگردانی سنت مصطفیٰ سے جان چھڑوانی اور اہل بیت کے ارشادات پر من مانی تمہیں مبارک ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

كتاب الحدود

Marfat.com

کتاب الحدود

حدود الٰہیہ کا مقصد بنی نوع انسان سے جرائم کا خاتمہ ہے۔ اور ان کے قیام سے ظالم و مظلوم کے مابین عدل و انصاف کے باعث معاشرہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتا ہے۔ چوری کرنے پر اگر چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو دوسرں کے لیے یہ بات باعث عبرت ہو جائے گی۔ قاتل کو قصاصًا مار دیا جائے تو انسانی جانوں کو تحفظ مل جائے گا۔ اسی طرح کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا اگر کوڑوں کی زد میں آجائے۔ تو مرد و زن کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ قطع ید، قصاص، رجم اور سو یا اسی کوڑے چند سنگین جرائم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے۔ ان میں سے سخت ترین سزا زانی (شادی شدہ) کے لیے ہے۔ وہ یہ کہ اسے پتھر مار مار کر موت کی نیند سلا دیا جائے۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں اس سزا کا ذکر تو ضرور ہے۔ لیکن اس کے اجراء کے لیے ایسا طریقہ کار اور دور دراز کار بخشیں ان کے ہاں موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے اس کا نفاذ ناممکن ہو گیا ہے۔ اس عدم امکان پر حوالہ جات سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ "زنا" کی تعریف کر دی جائے۔ تاکہ اصل مقصد تک رسائی آسان ہو جائے۔

Marfat.com

"زنا، کسی ایسی عورت سے وطی کرنا ہے۔ جو نہ ملک یمین (لونڈی) ہیں ہو۔ اور نہ ہی اس سے نکاح کیا گیا ہو۔ نکاح یا عقد شرعی کا انعقاد ایجاب وقبول بشرطِ دو گواہ ہوتا ہے۔ شہادت اس لیے شرط ہے۔ کہ اس سے دو افراد کا رشتہ زوجیت میں منسلک ہونے کا نیا تعلق (زوجیت) لوگوں میں شہرت پکڑے۔ اور ان کے اکٹھا ہونے پر کوئی اعتراض کرے۔ اس کے برخلاف اگر صرف ایجاب وقبول پر ہی عقد شرعی کو موقوف رکھا جائے۔ اور گواہی شرط نہ ہو۔ تو پھر زنا اور عقد شرعی میں فرق مشکل ہو جائے گا۔ زنا میں بھی زانی اور مزنیہ اکثر باہم راضی ہوتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ میں عقد شرعی کے لیے گواہی شرط نہیں رکھی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ آپ کسی جوڑے کو بدکاری کا الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ کہہ دیں گے۔ ہم نے باہم رضامندی سے یہ کام کیا ہے اب زنا کے ثبوت اور اس پر مقرر حد کا نفاذ کیونکر ہو گا؟

اگر اہل تشیع اس امر سے انکار کریں۔ کہ احناف کی طرح ہمارے ہاں بھی عقد شرعی کے لیے گواہی شرط ہے۔ اور ہم پر یہ الزام ہے۔ کہ ہم شہادت کو شرط قرار نہیں دیتے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ ان کے ہاں انعقادِ نکاح کے لیے شہادت کا نہ ہونا بطور نص ثابت ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک نکاح میں شہادت اس لیے ہونی چاہیئے۔ کہ کل کلاں اگر میاں بیوی کے درمیان تنازعہ ہو جائے تو میراث یا اولاد کے بارے میں یہ گواہی کام دے گی۔ اس لیے گواہی کو مستحسن اور اولویت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اب اس شرط کے خاتمہ کے ساتھ جس عیاشی اور بے راہ روی کی گنجائش نکالی گئی۔ وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

⁂

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۱

گواہی کے بغیر نکاح شرعی ہو جاتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن عمر بن اذینہ عن زرارۃ بن اعین قال سُئِلَ اَبُوْعَبْدِ اللہِ عَنِ الرَّجُلِ یَتَزَوَّجُ الْمَرْاَۃَ بِغَیْرِ شُھُوْدٍ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِتَزْوِیْجِ الْبَتَّۃَ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اللہِ اِنَّمَا جُعِلَ الشُّھُوْدُ فِیْ تَزْوِیْجِ الْبَتَّۃِ مِنْ اَجَلِ الْوَلَدِ وَلَوْلَا ذَالِکَ لَمْ یَکُنْ بِہٖ بَاْسًا۔

(فروع کافی جلد ۵ ص ۳۸۷۔ باب التزویج بغیر البینہ۔)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی عنہ سے ایسے مرد کے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو بغیر گواہوں کے نکاح کرتا ہے؟ فرمایا اللہ اور اس مرد کے مابین اس نکاح کے ہونے میں کوئی حرج نہیں

Marfat.com

گواہ تو اس لیے رکھے جاتے ہیں تاکہ اولاد کے بارے میں بوقتِ ضرورت کام آئے۔ اگر یہ (اولاد) نہ ہو۔ تو گواہی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے

توضیح

جب نکاح شرعی کے لیے گواہی کی ضرورت نہ رہی۔ اور اگر ہے بھی تو صرف اولاد کے حلالی ہونے کے لیے۔ تو پھر واضح ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ یہ بدکاری حصول اولاد کی خاطر تو کرتے نہیں۔ بلکہ خواہش نفس کو پورا کرتے ہیں۔ اور اولاد سے بچنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک زنا اور عقد شرعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ فرق نظر آتا ہے۔ تو شاید ایجاب وقبول کا اور وہ بھی زبان سے کہنا۔ ورنہ باہم رضامندی تو دل میں موجود ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں اگر عقد کیے بغیر بھول کر کسی عورت سے وطی کرلی۔ تو وہ سزا کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

مسئلہ نمبر ۲

عقد کیے بغیر اگر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی سزا نہیں

فروع کافی

عدة من اصحابنا عن احمد بن محمد عن بعض

Marfat.com

اصحابہ عن زرع بن محمد عن سماعۃ قال
سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ اَدْخَلَ جَارِيَةً يَتَمَتَّعُ بِهَا ثُمَّ
اَنْسَىٰ اَنْ يَشْتَرِطَ حَتَّىٰ وَاقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ
حَدُّ الزَّانِي قَالَ لَا وَلٰكِنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدَ النِّكَاحِ
وَيَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ مَا اَتَىٰ۔

(۱۔ فروع کافی جلد پنجم ص ۴۶۶ کتاب النکاح
باب النوادر)
(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۴۹۲
کتاب النکاح باب ان من اراد تمتع
بامرأۃ فنسی العقد حتی وطئہا)

ترجمہ:

اسماء کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ایک مرد کسی عورت کے پاس نکاح متعہ کے لیے گیا۔ لیکن وقت وغیرہ کی شرط مقرر کرنا بھول گیا۔ اور اس سے ہم بستری کر بیٹھا۔ کیا اس پر زنا کی حد واجب ہو گی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن اس عورت کے ساتھ نکاح کرے۔ اور پھر وطی کرے۔ اور جو پہلے کر چکا۔ اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ میں نکاح متعہ کا ذکر ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ متع کرنے والا ایجاب و قبول اور وقت کی تعیین سب کچھ بھول گیا۔ اگر یاد رہا تو

Marfat.com

صرف خواہش نفس پوری کرنا۔ وہ پوری کر چکا۔ تو یاد آیا۔ ہائے یہ کیا کر بیٹھا۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "اپنے لاڈلے" کو بقول سماء وہ رعایت کی۔ کہ اس پر مٹنے کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا۔ چلو اب نکاح کر لو۔ اور شرائط باندھ لو۔ اور پھر ہم بستری کر لو۔ اس سے پہلے رہ گئی کسر پوری ہو جائے گی۔ اور صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا۔ بتلایئے۔ کہ اس طریقہ سے کس چیز کو رواج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور پھر وہ بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے؟ شہادت تو پہلے ہی شرط نہ تھی ایجاب و قبول بھی نکاح کے رکن نہ رہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۳

ایجاب وقبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن نوح بن شعیب عن علی بن حسان عن عبد الرحمٰن بن کثیر عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَۃٌ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَہِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ

Marfat.com

فَقَالَ كَيْفَ زَنَيْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِيَةِ فَاَصَابَنِي عَطَشٌ شَدِيْدٌ فَاسْتَسْقَيْتُ اَعْرَابِيًّا فَاَبٰى اَنْ يَسْقِيَنِيْ اِلَّا عَنْ اَمْكِنَهُ مِنْ نَفْسِيْ فَلَمَّا اَجْهَدَنِي الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلٰى نَفْسِيْ سَقَانِيْ فَاَمْكَنْتُهُ عَنْ نَفْسِيْ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ تَزْوِيْجٌ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۶۷ کتاب النکاح باب النوادر۔)

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے۔ لہٰذا مجھے اس گناہ سے پاک کرو۔ آپ نے اُسے رجم کا حکم دیا۔ جب اس کا علم حضرت علی المرتضیٰ کو ہوا۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیسے کیا؟ کہنے لگی۔ میں بے آباد جگہ سے گزری۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک دیہاتی سے میں نے پانی مانگا۔ وہ کہنے لگا۔ اگر تم مجھے اپنے ساتھ وطی کرنے دو۔ تو میں پانی دے دوں گا۔ مجھے چونکہ سخت پیاس لگی تھی۔ اور جان جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے میں نے اس کی یہ شرط مان لی۔ پانی پینے کے بعد اس نے مجھ سے بدکاری کر لی۔ یہ سُن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم! یہ تو شادی ہے۔

☆

Marfat.com

مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عورت چونکہ مسلمان تھی۔ اس لیے اُسے مسئلہ شرعی یہی معلوم تھا۔ کہ جو کچھ میں نے کروایا ہے۔ وُہ زنا ہے۔ اور بہت بڑا جرم ہے۔ اس کی تلافی اور خداخوفی کے سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی۔ تاکہ اس کی خلاصی کا کوئی طریقہ اُسے بتائیں۔

۲۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا فیصلہ بمطابق شرع کیا۔ اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں رجم کی سزا کا حکم دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ تمام صحابہ کرام بھی اس فعل کو زنا ہی سمجھتے ہیں۔ ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی اس کے خلاف بول پڑتا۔ گویا رجم کی سزا "اجماعی" تھی۔

۳۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسے اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ فرمایا یہ نکاح ہے۔

۴۔ مذکورہ صورتِ جماع جس طرح بھی وقوع پذیر ہوئی۔ اس عورت اور اُس مرد کے درمیان قطعًا ایجاب وقبول نہ پایا گیا۔

خلاصہ کلام:

ایک عورت جو مسلمان ہوتے ہوئے اپنے فعل کو زنا سمجھ کر اس سے طہارت کا طریقہ معلوم کرنا چاہتی ہے۔ پھر اس کے فعل کو خلیفۃ المسلمین اور دیگر موجود صحابہ کرام نے بھی زنا ہی سمجھ کر اس پر حدرجم کی توثیق کردی۔

Marfat.com

ایسے نص کو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے "نکاح" کہنا کس قدر زیادتی ہے۔ لیکن زیادتی تو ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ ان کے "مجتہدوں" کو تو یہ رعایت مل رہی ہے۔ کہ مولا علی نے بغیر ایجاب و قبول ایک مرد و عورت کے جماع کو ناجائز نہیں کہا۔ بلکہ رب کعبہ کی قسم اٹھا کر اُسے عقد شرعی قرار دے دیا۔ لہٰذا ان کا عقیدہ ٹھہرا۔ کہ ایجاب و قبول کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

روایت مذکورہ کے محشین کو عجیب چکر پڑا۔ کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مطلوبہ پانی اس نکاح کا حق مہر ہو گیا۔ اور کبھی یہ تاویل کہ اضطرار اور مجبوری کی بنا پر یہ فعل زنا نہ رہا۔ اور کلینی کہتا ہے۔ کہ یہ نکاح بالمعاوضہ ہونے کی بنا پر متعہ ہو جائے گا۔

لیکن پانی کو حق مہر ٹھہرایا جائے۔ تو پھر عورت اس کو زنا کیوں کہہ رہی ہے۔ جس کے ساتھ یہ معاملہ طے پایا۔ معلوم ہوا۔ کہ اگر ایجاب و قبول کے بغیر کچھ معاوضہ ٹھہرا کر مختصر وقت کے لیے خواہش نفس پوری کر لی جائے۔ تو اسے زنا ہی کہا جائے گا۔ البتہ یہ "شیعی متعہ"، تو شاید بن جائے۔ لیکن نکاح شرعی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دوسری تاویل سے بھی یہ فعل "نکاح شرعی"، نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نہ تو اس کی تائید پر کوئی آیت یا حدیث پیش کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی عقل اسے تسلیم کرتی ہے۔ ورنہ حالت اضطراری میں کی گئی بدکاری معاف ہو جاتی۔ اور کلینی صاحب نے خواہ مخواہ اسے متعہ ٹھہرا دیا۔ سوچا ہوتا۔ کہ وہ عورت سنی تھی۔ یا شیعہ۔ اگر شیعہ تھی تو پھر پہلے ہی "وہ طاہرہ"، ہے۔ دوبارہ فاروق اعظم کے پاس طہارت کے لیے حاضر کیوں ہوئی۔ اور اگر سنی تھی۔ تو متعہ اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لہٰذا وہ حرام، حلال کس طرح ہو گیا؟ مختصر یہ کہ یہ فعل فقہ جعفریہ کی رُو سے نکاح ہوا۔ اور وہ بھی ایجاب و قبول کے بغیر۔ لہٰذا اس میں اور زنا میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔

Marfat.com

چوری کی حد میں خصوصی رعایت

قرآن کریم میں چوری کرنے والے کی سزا ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔ اس حد میں بھی اہل تشیع نے دخل اندازی کی۔ اور ہاتھ کاٹنے کی بجائے صرف انگلیوں کے کاٹنے پر اکتفا کیا۔ بلکہ انگلیوں میں سے بھی صرف انگوٹھا کاٹنا بطور حد کہا۔ ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر احادیث شاہد ہیں۔ اور یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔ لیکن اہل تشیع کو اپنے مسلک پر ایک حدیث مصطفےٰ بھی بطور دلیل نہیں مل سکتی۔ اس سلسلہ میں اُن کی دوڑ دھوپ ائمہ اہل بیت کے اقوال و افعال تک ہے۔ اور ان میں بھی وہ صرف ان حضرات کے قیاس ہی کا حوالہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہاتھ سے مراد انہوں نے انگوٹھا لیا ہے۔ پھر اس کے ہٹ سے مقیس علیہ گنوائے۔ کہیں لکھنے کے لیے ہاتھ کا استعمال بطور دلیل پیش کیا۔ کہیں اعضائے سجدہ پر قیاس کرتے ہوئے صرف انگلیاں مراد لیں۔ ہم ان کے چند دلائل اور پھر ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں جو ملاحظہ ہوں۔

÷

Marfat.com

چوری پر صرف انگلیاں کاٹنے کے دلائل اور ان کے جوابات

وسائل شیعہ

محمد بن مسعود العیاشی فی تفسیرہ عن زرقان صاحب ابن ابی داؤد عن ابن ابی داود، انہ رجع مِنۡ عِنۡدِ الۡمُعۡتَصِمِ وَ هُوَ مُغۡتَمٌّ فَقُلۡتُ لَهُ فِیۡ ذَالِکَ اِلٰی اَنۡ قَالَ فَقَالَ اِنَّ سَارِقًا اَقَرَّ عَلٰی نَفۡسِهٖ بِالسَّرِقَةِ وَ سَالَ الۡخَلِیۡفَةَ تَطۡهِیۡرَهٗ بِاِقَامَةِ الۡحَدِّ عَلَیۡهِ فَجَمَعَ لِذَالِکَ الۡفُقَهَاءَ فِیۡ مَجۡلِسِهٖ وَ قَدۡ اَحۡضَرَ مُحَمَّدَ بۡنَ عَلِیٍّ عَلَیۡهِ السَّلَامُ فَسَاَلَنَا عَنِ الۡقَطۡعِ فِیۡ اَیِّ مَوۡضِعٍ یَجِبُ اَنۡ یُقۡطَعَ فَقُلۡتُ مِنَ الۡکُرۡسُوۡعِ لِقَوۡلِ اللّٰهِ فِی التَّیَمُّمِ فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ وَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ اتَّفَقَ مَعِیَ عَلٰی ذَالِکَ قَوۡمٌ وَ قَالَ اٰخَرُوۡنَ بَلۡ یَجِبُ الۡقَطۡعُ مِنَ الۡمِرۡفَقِ قَالَ وَ مَا الدَّلِیۡلُ عَلٰی ذَالِکَ؛ قَالَ لِاَنَّ اللّٰهَ قَالَ وَ اَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ قَالَ فَالۡتَفَتَ اِلٰی مُحَمَّدِ بۡنِ عَلِیٍّ عَلَیۡهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا تَقُوۡلُ فِیۡ هٰذَا

Marfat.com

يَا اَبَا جَعْفَرَ؟
قَالَ قَدْ تَكَلَّمَ الْقَوْمُ فِيْهِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
قَالَ دَعْنِيْ مِمَّا تَكَلَّمُوْا بِهِ اَيُّ شَيْءٍ عِنْدَكَ؟
قَالَ اعْفِنِيْ عَنْ هٰذَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اَقْسَمْتُ
عَلَيْهِ بِاللّٰهِ لِمَا اَخْبَرْتَ بِمَا عِنْدَكَ فِيْهِ فَقَالَ
اَمَّا اِذَا اَقْسَمْتَ عَلَيَّ بِاللّٰهِ اِنِّيْ اَقُوْلُ اِنَّهُمْ اَخْطَئُوْا
فِيْهِ السُّنَّةَ فَاِنَّ الْقَطْعَ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ مِفْصَلِ
اُصُوْلِ الْاَصَابِعِ فَيُتْرَكُ الْكَفُّ قَالَ يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسُّجُوْدُ عَلٰى سَبْعَةِ
اَعْضَاءٍ اَلْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ
فَاِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ مِنَ الْكُرْسُوْعِ اَوِ الْمِرْفَقِ
لَمْ يَبْقَ لَهُ يَدٌ يَسْجُدُ عَلَيْهَا وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ يَعْنِيْ بِهِ هٰذِهِ الْاَعْضَاءَ السَّبْعَةَ

۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص ۴۹۰ کتاب الحدود
و التعزیرات (ابواب حد السرقہ)
۲۔ تفسیر عیاشی جلد اول ص ۳۱۹ زیر آیت
السارق والسارقۃ الخ)

ترجمہ:
محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں زرقان کے حوالہ سے ابن
ابی داؤد سے روایت بیان کی ۔ کہ جب ابن ابی داؤد، معتصم
باللہ کے ہاں سے واپس آیا ۔ تو وہ غمگین تھا ۔ میں نے اس

Marfat.com

سے پریشانی کے متعلق پوچھا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ ایک چور نے چوری کا اقرار کیا۔ اور خلیفہ سے کہا۔ کہ مجھے اس جرم سے پاک کیا جائے۔ اور مجھ پر چوری کی حد لگائی جائے۔ خلیفہ نے اپنے ہاں تمام فقہاء کو جمع کیا۔ اُن میں محمد بن علی (امام محمد باقر) بھی تھے۔ خلیفہ نے ہم سے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں پوچھا۔ کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے۔ میں نے کہا کلائی سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اپنے موہنوں اور ہاتھوں کا مسح کرو" میری اس رائے پر لوگوں نے اتفاق کیا بکھ دوسرے لوگ بولے۔ کہ کہنی سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے خلیفہ نے پوچھا اس پر کوئی دلیل؟ کہا۔ دلیل یہ قول باری تعالیٰ ہے "تم اپنے ہاتھوں کو مرافق تک دھوؤ"، وہ پھر امام باقر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے ابوجعفر! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔؟ کہنے لگے۔ اے امیرالمؤمنین! لوگوں نے اس بارے میں کافی گفتگو کر لی ہے۔ خلیفہ کہنے لگا۔ چھوڑیئے ان باتوں کو آپ اپنی رائے بتلائیں؟ امام باقر نے کہا مجھے اس سے معاف رکھو۔ پھر خلیفہ نے انہیں قسم دلائی۔ کہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ فرمایا اب جبکہ تم نے مجھے قسم دلائی ہے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ ان تمام کی آراء سنت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہاتھ انگلیوں کے جوڑ سے کاٹا جانا واجب ہے۔ تاکہ ہتھیلی باقی رہ جائے۔ پوچھا کیوں! فرمایا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ اگر کسی چور کا کلائی یا کہنی سے ہاتھ کاٹ

Marfat.com

دیا گیا۔ تو سجدہ کرنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ان المساجد للہ" یعنی سجدہ کے ساتوں اعضاء اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

توضیح:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کی حد خود بیان فرما کر دوسری آراء کو خلاف سنت فرمایا۔ یعنی کہنی یا کلائی سے کاٹنا غلط ہے۔ بلکہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹنا واجب ہے۔ تاکہ حدیث مصطفیٰ کی مخالفت لازم نہ آئے امام محمد باقر کا منقول قول ہی اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ چونکہ پہلے دو جواب مع دلیل امام موصوف نے ذکر دیئے تھے۔ اس لیے اُن کی تردید کی ضرورت نہ رہی۔ صرف امام صاحب کی طرف منسوب قول کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔

جواب اوّل

خلیفہ نے جب ایک دو مرتبہ امام محمد باقر سے چور کے قطع ید کے بارے میں پوچھا تو وہ خاموش رہے۔ اور فرمایا۔ نہ پوچھو۔ یہی بہتر ہے۔ یہ بات بطور تقیہ تو ہو نہیں سکتی۔ اس لیے کہ تقیہ خوف کے وقت ہوتا ہے۔ یہاں جب خلیفۂ وقت خود ان کی عزت کرتا ہے۔ اور اُن سے اس امر کی تحقیق چاہتا ہے۔ تو پھر بطور تقیہ کہ کس طرح درست ہوا۔ لہذا نہ آپ نے خاموشی بطور تقیہ فرمائی۔ اور نہ ہی جو کچھ بیان کیا وہ بطور تقیہ تھا۔ لیکن اگر اس روایت کو درست تسلیم کر جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ وقت کا امام، مسائل شرعیہ کو بلا وجہ چھپا رہا ہے۔ اور یہ اُن کی شان کے لائق نہیں۔
علاوہ ازیں اگر دلیل کو دیکھا جائے۔ تو ایک اور خرابی لازم آتی ہے۔

Marfat.com

کہ ہم نے مان لیا کہ ہاتھ کلائیوں سے کاٹنے کی صورت میں اعضائے سجدہ صرف چھ رہ جائیں گے۔ لہذا سجدہ کا سات اعضاء کے ساتھ نہ ہونے کی صورت میں ایک فرض رہ گیا۔ اور یوں فرض کے رہ جانے سے نماز نہ ہوئی۔ لیکن انگلیوں کی جڑ سے کاٹنے پر بھی ایک بہت خرابی اُٹھے گی۔ وہ یہ کہ نماز کے لیے وضو فرض ہے۔ اور فرائض وضو میں سے ایک فرض ہاتھوں کا دھونا بھی ہے۔ اور ہاتھوں کا دھونا انگلیوں سمیت فرض ہے۔ لہذا جس چور کی صرف انگلیاں کاٹی گئیں۔ اب اُن کا وضو میں دھونا ختم ہو گیا۔ جب وضو کا ایک فرض ناقص ہوا۔ تو پورا وضو ناقص ہو گیا۔ بلکہ فرض رہ جانے کی وجہ سے وضو ہوا ہی نہیں۔ جب وضو ہی نہ ہوا تو نماز کس طرح درست ہو گی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ سرے سے ہاتھ کی ایک انگلی بھی نہیں کاٹنی چاہیئے۔ اور اگر ایسا کیا جائے۔ تو چوری کی سزا بالکل ختم۔ اور اگر اس پر امام باقر کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اسی طرح کا سہارا لیا جائے تو پھر نماز کی بالکل چھٹی ہو گئی۔

جواب دوم:

قرآن کریم کی آیت قصاص اس طرح ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ۔

یعنی جو عضو کسی کا کسی نے ضائع کر دیا۔ اس کا قصاص یہی ہے۔ کہ اس ضائع کرنے والے کا بھی وہی عضو ضائع کر دیا جائے۔ اب اس قانون کے پیش نظر اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا۔ تو اس کا

Marfat.com

قصاص بھی یہی ہوگا۔ کہ اس کا ہاتھ بھی اسی جگہ سے کاٹا جائے۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس قصاص کے بعد وہ اگر نماز پڑھنا چاہے۔ تو اس کی نماز ہوگی۔ یا نہیں؟ اگر ہو گئی۔ تو چوری بھی ہو جائے گی۔ اور اگر نہیں ہوئی؟ تو پھر نماز معاف ہونی چاہیے کیونکہ ساتواں عضو اس کا رہا ہی نہیں۔ اب وہ ساتوں اعضاء پر سجدہ کیسے کرے؟ معلوم ہوا کہ اہل تشیع نے جو دلیل امام محمد باقر کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس پر عمل نہیں ہو سکتا

جواب سوم:

اگر کسی شخص کا ہاتھ بطور قصاص کاٹا گیا۔ اب اس نے چوری کی۔ اور جرم ثابت ہونے پر چوری کی حد اس پر قائم ہو گئی۔ کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اور اس کی تصریح شیخ الطائفہ محقق طوسی نے بھی کی ہے۔ محقق طوسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

تہذیب الاحکام

فَقُلْتُ لَهٗ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُطِعَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى فِيْ قِصَاصٍ فَسَرَقَ مَا يُصْنَعُ بِهٖ قَالَ فَقَالَ لَا يُقْطَعُ وَلَا يُتْرَكُ بِغَيْرِ سَاقٍ قَالَ قُلْتُ فَلَوْ اَنَّ رَجُلًا قُطِعَتْ يَدُهُ الْيُمْنٰى فِيْ قِصَاصٍ ثُمَّ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ اَيُقْتَصُّ مِنْهُ اَمْ لَا فَقَالَ اِنَّمَا يُتْرَكُ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاَمَّا فِيْ حُقُوْقِ النَّاسِ فَيُقْتَصُّ مِنْهُ فِي الْاَرْبَعِ جَمِيْعًا۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱۰ ص ۳۵ فی حد السرقۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

عبداللہ بن حجاج کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ کہ اگر ایک آدمی کا بایاں ہاتھ کسی قصاص میں کاٹا جائے۔ پھر وہ چوری کرے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ کہتے لگے۔ دِمکھل کاٹا جائے اور نہ بغیر پنڈلی کے چھوڑا جائے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر کسی شخص کا دایاں ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے ایک اور آدمی کا ہاتھ ظلماً کاٹا تو کیا اب اس سے قصاص لیا جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق تو چھوڑا جا سکتا ہے۔ لیکن حقوق العباد میں چاروں صورتوں میں قصاص لیا جائے گا۔

توضیح

مسئلہ مذکورہ کی تفصیل یوں ہوگی۔ کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے کا ظلماً ہاتھ کاٹ دیا۔ اب اس نے دایاں کاٹا ہو یا بایاں۔ اس کے متعلق امام صاحب کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ جو ہاتھ اس نے کاٹا۔ وہی اس کا کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے ظلماً کسی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ تو اس ظالم کے بھی دونوں ہاتھ کاٹیں جائیں گے۔ کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اس لیے اس کی معافی یا رعایت نہیں ہو سکتی۔ اب یہ سزائیں جب امام جعفر صادق سے منقول ہیں۔ تو ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ یا دونوں ہاتھ قصاصاً کاٹ دیئے گئے۔ بلکہ آپ کے آخری الفاظ چاروں صورتوں میں۔ یعنی کسی نے کسی کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ تو اس کے بھی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے جائیں گے۔ تو کیا اس کی نماز ہوگی۔ یا نہ۔ کیونکہ ایک ہاتھ کٹنے کی صورت میں اعضائے سجدہ چھ رہ گئے۔ اور دونوں

Marfat.com

ہاتھ کٹنے کی صورت میں پانچ رہ گئے۔ اور اگر دونوں پاؤں بھی کاٹ دیئے گئے۔ تو صرف تین اعضاء رہ گئے۔ اب تو اکثر اعضاء سجدہ کے بغیر سجدہ کیا جا رہا ہے۔ لہذا چوری والی دلیل کے مطابق تو نماز بالکل نہیں ہونی چاہیئے۔ اس لیے ایسے آدمی پر نماز کی فرضیت ہی نہیں رہنی چاہیئے۔ اور اگر قصاصًا ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جاتے تو امام صاحب کے فتویٰ کے خلاف ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کے متعلق یہ فتویٰ کہ صرف اس کی انگلیاں کاٹی جائیں۔ امام صاحب کا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ مذکورہ دلیل ان کی دلیل ہے۔ یہ سب کچھ جان چھڑانے کے لیے کسی نے امام صاحب پر بہتان باندھا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ۔

صرف انگلیاں کاٹنے پر دوسری دلیل

مسالک الافہام

وَ اَمَّا حَدُّ مَا يُقْطَعُ عِنْدَنَا فَهُوَ مِنْ اُصُوْلِ الْاَصَابِعِ وَ يُتْرَكُ لَهُ الرَّاحَةُ وَ الْاِبْهَامُ وَ رَوَاهُ اَصْحَابُنَا عَنْ اَئِمَّتِهِمْ وَ رَوَاهُ الْعَامَّةُ اَيْضًا عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اِطْلَاقُ الْيَدِ عَلٰى ذَالِكَ كَثِيْرَةٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ وَ لَا خِلَافَ فِيْ اَنَّ الْكَاتِبَ لَا

Marfat.com

يَكْتُبُ إِلَّا بِأَصَابِعِهِ وَعَلَى هٰذَا فَيَكُوْنُ فِيْ هٰذَا الْحَمْلِ قَدْ وَفَيْنَا النَّظَامَ مِنْ حَقِّهٖ وَمَا زَادَ عَلَيْهِ يَحْتَاجُ إِلَى دَلِيْلٍ إِذْ هُوَ بَاقٍ عَلَى التَّحْرِيْمِ لِمَا فِيْهِ مِنْ إِدْخَالِ الضَّرَرِ وَالتَّأَلُّمِ عَلَى الْحَيْوَانِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ عَقْلًا وَنَقْلًا إِلَّا بِدَلِيْلٍ يَقْطَعُ الْعُذْرَ۔

(مسالک الافہام جلد ۳ ص ۲۶۰ ،کتاب الحدود حد السرقۃ)

ترجمہ:

اور بہر حال (جہاں تک) چوری کی حد ہاتھ کاٹنا ہے۔ تو ہمارے نزدیک یہ ہے۔ کہ انگلیوں کی جڑوں سے ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ ہتھیلی اور انگوٹھا چھوڑ دیئے جائیں۔ ہمارے ائمہ سے ہمارے اصحاب نے یہی روایت کیا ہے۔ اور عام علمانے بھی حضرت علی المرتضیٰ سے یہ روایت کی ہے۔ اس قدر پر ہاتھ کا اطلاق بکثرت آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ ان لوگوں کے لیے تباہی ہے۔ جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں،، اور یہ بات بغیر اختلاف کے سبھی مانتے ہیں۔ کہ لکھنا صرف انگلیوں سے ہوتا ہے۔ (جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ ،، ید،، فرمایا ہے۔) اس طریقہ سے انگلیوں تک کاٹنے کی سزا دینا ظاہری طور پر مکمل معنی ہے۔ اور اس سے زائد کا کاٹنا دلیل کا محتاج ہوگا۔ کیونکہ اس کی حرمت باقی ہے۔ کیونکہ بقیہ ہاتھ کے کاٹنے سے ذی حیات کو تکلیف پہنچانا ہے۔ جو از روئے عقل و نقل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی دلیل ہو جو اس عذر

Marfat.com

کو ختم کر دے۔

توضیح

مختصر یہ کہ آیت "فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا" میں لفظ "ید" کا اطلاق انگلیوں پر ہوا ہے جس کی دلیل "یکتبون الکتاب بایدیهم" ہے جب کتابت کے فعل کے لیے لفظ "ید" کا اطلاق صرف انگلیاں ہیں۔ تو قطع ید سے مراد بھی انگلیاں ہوں گی۔ انگلیوں سے زائد کا کاٹنا دلیل کا محتاج ہے۔ کیونکہ زائد کاٹنے سے تکلیف ہوگی۔ اور کسی ذی روح کو بلا دلیل تکلیف دینا حرام ہے

جواب:

دلیل مذکورہ از روئے عقل و نقل نا قابل اعتبار ہے۔ عقلاً اس طرح کہ لکھتے وقت صرف انگلیوں کا استعمال ہونا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ جب آدمی کسی کاغذ وغیرہ پر لکھتا ہے۔ تو قلم انگلیوں میں سے دو انگلیوں اور ایک انگوٹھے میں پکڑا ہوتا ہے۔ باقی دو انگلیاں فارغ ہوتی ہیں۔ ان میں چھنگلیا تو سطح کاغذ پر لگی رہتی ہے اور اس کے ساتھ والی نہ سطح کاغذ پر اور نہ ہی اس پر قلم رکھا ہوتا ہے۔ لہذا لکھنے میں ان دونوں کا کوئی دخل نہیں۔ اس لیے عقلاً کتابت صرف دو انگلیوں اور انگوٹھے سے ہوتی ہے۔ اور اہل تشیع انگوٹھے کو "قطع ید" میں شامل نہ کر کے خود اپنی دلیل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہذا یہ دوسرے پر حجت کس طرح ہوگی؟ اگر انگوٹھے اور چھنگلیا کو داخل کرنے کے لیے یہ کہا جائے کہ یہ بھی لکھتے وقت حرکت کرتی ہیں تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر ہتھیلی کا نچلا حصہ سطح کاغذ پر نہ رکھا جائے۔ تو صرف انگلیاں لکھنے میں ناکام رہیں گی۔ اس لیے لکھتے وقت انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی کا نچلا حصہ کلائی تک بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا کتابت کے وقت

Marfat.com

صرف انگلیوں کا استعمال ملحوظ رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

رہا دلیل کا دوسرا پہلو کہ انگلیوں کے علاوہ حصہ کو کاٹنے پر کوئی مستقل دلیل ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ایذا رسانی کی بنا پر حرمت موجود ہے۔ سو اس بارے میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ لفظ "ید" کا اطلاق کندھے تک پورے بازو پر ہوتا ہے۔ پورے بازو کو چھوڑ کر صرف انگلیوں تک کا حصّہ ایک حصّہ مخصوص ہے۔ اس تخصیص کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ اور دلیل قرآن و حدیث سے اہل تشیع کے پاس ہرگز نہیں ہے۔ البتہ ہم جب کلائی تک کاٹنے کا کہتے ہیں۔ تو یہ بھی تخصیص ہے لیکن ہمارے پاس اس تخصیص کے لیے احادیثِ رسول اللہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تبیین الحقائق

وَلَنَا مَا رُوِیَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَطْعِ یَدِ سَارِقٍ مِنَ الرُّسْغِ۔

(تبیین الحقائق ص۲۲۴ تذکرہ حد السرقہ)

ترجمہ:

ہمارے پاس چور کے کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث دلیل ہے۔ وہ آپ نے ایک چور کے کلائی سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

علاوہ ازیں اسی کتاب میں دوسری دلیل اجماع امت ذکر فرمائی۔ وَلَانَّ کل من قطع من الائمۃ من الرسغ فصار اجماعا فعلا فلا یجوز خلافہ۔

یعنی ہر دور میں خلفاء اور حکام نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ لہٰذا یہ فعلی اجماع

Marfat.com

ہوگیا۔ اس کی خلاف ورزی جائز نہیں مختصر یہ کہ مسالک الافہام میں چور کی صرف انگلیاں کاٹنے پر جو دلیل پیش کی گئی۔ وہ باطل اور بے اصل ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ۔

حدِ سرقہ میں صرف انگلیاں کاٹنے کی تیسری دلیل

تہذیب الاحکام

سهل ابن زياد عن محمد بن سليمان الديلمي عن هارون ابن الجلهم عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال اتى امير المومنين بقوم لصوص قد سرقوا فقطع ايديهم من نصف الكف وترك الابهام لم يقطعها وامر هم ان يدخلوا دار الضيافة وامر بايديهم ان تعالج واطعمهم السن والعسل واللحم حتى برء وا ودعا بهم وقال يا هولاء ان ايديكم قد سبقت الى النار فان تبتم علم الله عز وجل صدق النيّة تاب الله عليكم وجررتم ايديكم الى الجنة وان انتم لم تتوبوا ولم تقلعوا عما انتم عليه جرتكم ايديكم الى النار۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱۰ ص ۱۲۵ تذکرہ فی حد السرقہ)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے چوروں کی ایک جماعت پیش کی گئی۔ آپ نے اُن کے نصف ہتھیلی سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا انگوٹھا چھوڑ دینا۔ پھر انہیں مہمان خانے میں لے جانے کو کہا۔ اور ان کے ہاتھوں کا علاج کرانے اور انہیں گھی، شہد اور گوشت کھلانے کو کہا۔ تندرست ہونے پر انہیں بلوایا۔ اور فرمایا اے لوگو! تمہارے ہاتھ آگ (دوزخ) کی طرف سبقت لے گئے۔ سو اگر تم توبہ کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری صدقِ نیت کو جانتا ہے۔ تو وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔ اور تم اپنے اُن ہاتھوں کو دوزخ سے نکال کر جنت لے جانے والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم نے توبہ نہ کی۔ اور اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے تو تمہارے ہاتھ تمہیں دوزخ میں کھینچ کر لے جائیں گے۔

توضیح:

روایت مذکورہ میں محقق طوسی نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آپ چوری کی سزا میں ہاتھ کو صرف نصف ہتھیلی تک کاٹتے تھے۔ اور انگوٹھا چھوڑ دیا کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق اہلِ تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔

جواب:

مذکورہ روایت پر کئی طرح سے جرح ہو سکتی ہے۔ جس کی بنا پر اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے منقول اس روایت میں نصف ہتھیلی تک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ہے۔ جب کہ اہل تشیع صرف انگلیوں کو کاٹنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ روایت اہل تشیع کا مسلک ثابت نہیں کرتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے اکثر راویوں کے سخت مجروح ہونے کے باعث یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔

پہلا راوی سہل ابن زیاد کے متعلق تنقیح المقال کی تحقیق

تنقیح المقال

سهل ابن زياد الادمی الرازی ابو سعيد عن موضع من الاستبصار ان ابا سعيد الادمی ضعيف جدا عند نقاد الاخبار وقال نجاشی سهل ابن زياد ابو علی ادمی الرازی كان ضعيف فی الحديث غير معتمد فيه وكان احمد بن محمد عيسى يشهد عليه بالغلو والكذب واخرجه من القم الی الری وقال ابن الغضائری سهل ابن زياد ابو سعيد الادمی الرازی كان ضعيفا جدا فاسد الرواية والدين وكان احمد بن محمد بن عيسى الاشعری اخرجه من قم واظهر البراءة منه ونهی الناس عن السماع منه والرواية عنه ويروی المراسيل ويعتمد المجاهيل ونقل

Marfat.com

عن علی بن محمد القتیبی انہ قال سمعت الفضل بن شاذان یقول فی ابی الخیر وھو صالح بن سلمی ابی حماد الرازی ابو الخیر کما کنی و قال کان ابو محمد الفضل یرتضیہ و یمدحہ ولا یرتضی ابا سعید الادمی و یقول ھو احمق۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۷۵، باب سہل من ابواب السین)

ترجمہ:

کتاب الاستبصار میں کئی مقام پر سہل ابن زیاد آدمی کو بہت زیادہ ضعیف فی الروایہ کہا گیا۔ نجاشی نے اسے ضعیف فی الحدیث کہا اور غیر معتمد آدمی قرار دیا۔ احمد بن محمد عیسیٰ اس پر غلو اور کذب کی شہادت دیتا تھا۔ اور اس نے اسے قم سے نکال دیا۔ ابن الغضائری نے بھی اسے بہت زیادہ ضعیف کہا۔ روایت اور دین میں فاسد کہا۔ جب احمد بن محمد عیسیٰ نے اسے قم سے نکال کر ری بھیج دیا۔ تو اس سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو اس سے روایت سننے سے منع کر دیا کہ یہ مرسل اور مجہول روایات ذکر کرتا ہے۔ علی بن قتیبی کہتا ہے۔ کہ میں نے فضل بن شاذان کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ صالح بن موسیٰ اپنی کنیت کی طرح ابو الخیر تھا۔ اور وہ اس کو پسند کرتا۔ اور اس کی تعریف بھی کرتا تھا لیکن ابو سعید آدمی (سہل بن زیاد) کے بارے میں کہتا۔ کہ یہ بے وقوف ہے۔

Marfat.com

راوی نمبر۲: محمد بن سلمان الدیلمی

جامع الرواۃ

ضَعِیْفٌ جِدًّا لَا یُعَوَّلُ عَلَیْہِ فِیْ شَیْءٍ (صہ جش) لہ

(۱ جامع الرواۃ۔جلد دوم ص۱۲۲

مصنف محمد ابن علی اردبیلی)

(۲۔تنقیح المقال جلد سوم ص۱۲۲ باب

محمد بن الراب المیم)

ترجمہ:

محمد بن سلیمان الدیلمی بہت زیادہ ضعیف فی الروایات ہے۔ کسی چیز کے متعلق اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ خلاصہ اور نجاشی نے یہی لکھا ہے۔

راوی نمبر۳: محمد بن مسلم

رجال کشی

عَنْ اَبِی الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ یَا اَبَا الصَّبَّاحِ ہَلَکَ الْمُتَرَئِسُوْنَ فِیْ اَدْیَانِہِمْ مِنْہُمْ زُرَارَۃُ وَ بُرَیْدٌ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَ اِسْمَاعِیْلُ

Marfat.com

الجعفی ... عن مفضل بن عمر قال سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَعْلَمُ الشَّیْئَ حَتّٰی یَکُوْنَ۔

(رجال کشی صفحہ ۱۵۱ تذکرہ محمد بن مسلم الطائفی۔
مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

ابو الصباح روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ وہ لوگ جو اپنے دین میں شک لاتے ہیں۔ ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے زرارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفی بھی ہیں ... مفضل بن عمر سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ محمد بن مسلم پر خدا کی لعنت۔ وہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے علم نہیں ہوتا ہے۔

لمحہ فکریہ

روایتِ مذکورہ کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چور دل کے نصف ہتھیلی تک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت تھا۔ اس کے راوی وہ لوگ ہیں۔ جو انتہائی ناقابلِ اعتبار، غلو اور کذب کے عادی، مجہول روایتوں کے راوی، احمق ناقابلِ اعتماد اور ان سب خرابیوں سے بڑھ کر اپنے دین میں شک لانے والے اور امام جعفر کی پھٹکار کے مارے ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جاہل جانے۔ کیا ان راویوں کی روایت سے استدلال کرتے ہو؟ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرات ائمہ کی روایات میں اِدھر اُدھر کی ہزاروں باتیں ملادیں

Marfat.com

جس کی بنا پر ائمہ کو تنبیہ کرنا پڑی، لہٰذا یہ روایت بھی دیگر روایات کی طرح من گھڑت اور بے اصل ہے۔ جس کی نسبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کر دی گئی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

چوری کے جرم پر سے ہاتھ کاٹنے پر اہل سنت کے دلائل

چوری کے بارے میں حد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا الخ۔
ترجمہ: "چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو" آیت مذکورہ میں ہاتھ کاٹنے کا حکم موجود ہے۔ لیکن اس کی تفصیل موجود نہیں یعنی کہاں سے کاٹا جائے۔ اور کونسا کاٹا جائے؟ اس لیے اس کی تفصیل کے لیے شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی کی ضرورت پڑی۔ آپ نے قولاً اور عملاً جو اس کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی۔ وہی قابل قبول اور قابل عمل ہوگی۔ نہ کہ کسی دوسرے مجتہد یا امام کی۔ آیت کریمہ کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرات ائمہ مجتہدین کا اس کے متعلق فہم و ادراک کیا کہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ

قَالَ الْمُصَنِّفُ وَقَدْ صَحَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

قَطَعَ يَمِيْنَ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ قُلْتُ فِيْهِ اَحَادِيْثُ فَمِنْهَا مَا اَخْرَجَهُ الدَّارُقُطْنِيُّ فِيْ سُنَنِهٖ عَنْ اَبِيْ نُعَيْمِ النَّخْعِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَرْزَمِيِّ عَنْ عَمَرَ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ وَثِيَابُهٗ تَحْتَ رَأْسِهٖ فَجَاءَ سَارِقٌ فَاَخَذَهَا فَاُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقَرَّ السَّارِقُ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَنْ يُّقْطَعَ فَقَالَ صَفْوَانُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُقْطَعُ رَجُلٌ مِنَ الْعَرَبِ فِيْ ثَوْبِيْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا كَانَ قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِيْ بِهٖ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِشْفَعُوْا مَالَمْ يَصِلْ اِلَى الْوَالِيْ فَاِذَا وَصَلَ اِلَى الْوَالِيْ فَعَضَمَا فَلَا عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ اَمَرَ بِقَطْعِهٖ مِنَ الْمَفْصَلِ ـ

(نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ
جلد سوم ص ۳۷۰ فصل فی کیفیۃ
القطع مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:
مصنف نے کہا کہ تحقیق یہ بات صحیح اور ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جسے دارقطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا۔ ابونعیم کہتے ہیں۔ کہ محمد بن عبیداللہ عرزمی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ہمیں ایک حدیث سنائی۔ کہ صفوان بن امیہ بن خلف مسجد میں سویا تھا۔ اور اس نے اپنے کپڑے اپنے سر کے نیچے رکھے تھے۔ چور آیا۔ اور وہ کپڑے لے اڑا۔ بعد میں پکڑے جانے پر اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ چور نے چوری کا اقرار کر لیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر صفوان بولے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایک عرب کا ہاتھ میرے کپڑے چُرانے کی وجہ سے کاٹا جائے گا؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چور کے میرے پاس آنے سے پہلے تم نے یہ کیوں نہ کہا؟ (مطلب یہ ہے۔ کہ اب اس کی معافی کا کوئی فائدہ نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُس وقت سفارش کرو کہ جب کہ مجرم والی کے پاس نہ پہنچا ہو۔ اور جب حاکم کے پاس اُسے لے جایا جا چکا ہو۔ اور پھر اس کو معاف کر دیا جائے۔ تو اللہ اس کو معاف نہیں کرتا۔ (یعنی ہاتھ کاٹنے کی سزا منسوخ نہ ہوگی) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کا ہاتھ کلائی (جوڑ) سے کاٹ دو۔

فتح القدیر

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ رِجَاءَ بْنِ

Marfat.com

حَیْوَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَطَعَ رَجُلاً مِنَ الْمَفْصَلِ وَاِنَّمَا فِیْہِ الْاِرْسَالُ وَاَخْرَجَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِیٍّ اِنَّھُمَا قَطَعَا مِنَ الْمَفْصَلِ وَانْعَقَدَ عَلَیْہِ الْاِجْمَاعُ۔

(فتح القدیر جلد چہارم ص ۲۴۷ فصل فی کیفیۃ القطع۔ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

رجاء بن حیوۃ سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا کلائی سے ہاتھ کاٹا۔ (یعنی چوری کے جرم میں) اس روایت میں ارسال ہے۔ اور حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا ہے۔ اسی پر اجماع منعقد ہوا۔

بدائع الصنائع

اَمَّا الْمَوْضَعُ الَّذِیْ یُقْطَعُ مِنَ الْیَدِ الْیُمْنٰی فَھُوَ مِفْصَلُ الزَّنْدِ عِنْدَ عَامَّۃِ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ تُقْطَعُ الْاَصَابِعُ وَقَالَ الْخَوَارِجُ تُقْطَعُ مِنَ الْمَنْکِبِ لِظَاھِرِ قَوْلِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا وَالْیَدُ اِسْمٌ لِھٰذِہِ الْجُمْلَۃِ وَالصَّحِیْحُ

Marfat.com

قَوْلُنَا لِمَا رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَطَعَ یَدَ السَّارِقِ مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ فَکَانَ فِعْلُہٗ بَیَانًا لِلْمُرَادِ مِنَ الْاٰیَۃِ الشَّرِیْفَۃِ کَاَنَّہٗ نَصَّ سُبْحٰنَہٗ فَقَالَ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ وَعَلَیْہِ عَمَلُ الْاُمَّۃِ مِنْ لَدُنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِنَا ھٰذَا وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۸۸ حد سرقہ

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال وُہ مقام کہ جہاں سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے تو وُہ کلائی ہے۔ اور یہ قول عام علماء کا ہے۔ اور بعض نے صرف انگلیاں کاٹنے کو کہا۔ اور خارجی کہتے ہیں۔ کہ کندھے سے کاٹنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ظاہری معنی یہی ہے۔ فاقطعوا ایدیھما اس میں لفظ ”ید“ کا اطلاق کندھے تک ہاتھ پر ہوتا ہے۔ لیکن صحیح قول یہی ہے۔ کہ کلائی سے کاٹا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا تھا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف قرآن کے اجمال کا بیان ہوا۔ یوں سمجھئے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ایسے کہ چور کے ہاتھ کلائی سے کاٹو۔ اسی مقدار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے لے کر آج تک تمام امت کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

Marfat.com

تبیین الحقائق

وَ لَنَا مَا رُوِیَ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَطْعِ یَدِ السَّارِقِ مِنَ الرُّسْغِ وَ لِاَنَّ کُلَّ مَنْ قَطَعَ مِنَ الْاَئِمَّۃِ مِنَ الرُّسْغِ فَصَارَ اِجْمَاعًا فِعْلاً فَلَا یَجُوْزُ خِلَافُہٗ۔

(تبیین الحقائق ص ۲۲۴ کیفیۃ قطع السرقہ
مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

ہماری دلیل یہ روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہم یہ اس لیے بھی کہتے ہیں۔ کہ تمام ائمہ اہل سنت نے چور کا ہاتھ کلائی سے ہی کاٹنے کا کہا ہے۔ لہٰذا یہ فعلی اجماع ہو گیا۔ سو اس کی مخالفت جائز نہ ہو گی۔

تبیین الحقائق

اَنَّ الْیَدَ ذَاتُ مَقَاطِعَ ثَلَاثَۃٍ وَھِیَ اَنَّ الرُّسْغَ وَالْمِرْفَقَ وَالْمَنْکِبَ وَ کُلٌّ فِیْھَا یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ مُرَادًا فَزَالَ الْاِحْتِمَالُ بِبَیَانِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ حَیْثُ اَمَرَ بِقَطْعِ الْیَدِ الْیُمْنٰی مِنَ الزَّنْدِ وَلِاَنَّ مِفْصَلَ الزَّنْدِ مِنَ الرُّسْغِ یَتَیَقَّنُ بِہٖ لِکَوْنِہٖ مُرَادًا لَا نَّہٗ اَقَلُّ

Marfat.com

فَيُؤْخَذُ بِهٖ لِاَنَّ الْعُقُوْبَاتِ لَا تَثْبُتُ بِشُبْهَةٍ وَفِيْمَا زَادَ عَلَى الرُّسْغِ مُشْتَبِهَةٌ فَلَا تَثْبُتُ وَاِنَّمَا كَانَ مِفْصَلُ الرُّسْغِ بِبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تبیین الحقائق تصنیف علامہ زیلعی رح
ص ۲۲۴)

ترجمہ:

ہاتھ میں تین جگہ جوڑ ہوتے ہیں۔ کلائی، کہنی اور کندھا۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کا احتمال تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے یہ احتمالات زائل ہو گئے۔ کیونکہ آپ نے ایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور یہ اس لیے بھی درست ہے۔ کہ ہاتھ کا کلائی سے کاٹا جانا امر یقینی ہے۔ کیونکہ اس سے اور نیچے کوئی جوڑ ہے ہی نہیں لہذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ عقوبت شرعی شبہ کے ساتھ ثابت نہیں ہوا کرتی۔ ہاتھ کا وہ حصہ جو کلائی سے اوپر کا ہے۔ وہ مشتبہ ہے۔ لہذا یہ ثابت نہ ہو گا۔ بہر حال ہاتھ کا کلائی والا جوڑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے ثابت ہے اور وہی معین ہو چکا ہے۔

توضیح

کتب مذکورہ کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے پر دلالت کرنے والی احادیث "صحیح" ہیں۔

Marfat.com

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔
۳۔ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بھی چور کے لیے دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے کی حد لگائی۔
۴۔ تمام ائمہ نے اسی پر عمل کیا۔ لہذا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر اجماع فعلی منعقد ہو چکا ہے۔
۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور پاک سے آج تک کلائی سے ہاتھ کٹتا چلا آرہا ہے۔
۶۔ اگرچہ بعض نے انگلیوں سے اور خارجیوں نے کندھے سے کاٹنے کا کہا ہے لیکن احادیث نبوی سے اس کی صحت نہیں ہوتی۔
۷۔ ہاتھ میں تین جوڑ ہوتے ہیں۔ سب سے کم فاصلہ پر کلائی پھر کہنی اور پھر کندھا ہے۔ لہذا قریب ترین تو یقینی ہے، دوسرے شبہ کی بنا پر مراد نہ ہوں گے

نوٹ:

احادیث مذکورہ میں مقام قطع کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں مفصل زند رسغ

ان میں سے لفظ مفصل، شیعہ سنی دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان تینوں الفاظ کا از روئے لغت معنی معلوم ہونا چاہیئے تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے۔
اہل تشیع کی کتاب تہذیب الاحکام میں مفصل کا لفظ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر ہوا جس کا معنی "جوڑ" ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل میں مفصل الاصابع لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ وضاحت یا تفصیل کسی انجان کی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہاتھ میں انگوٹھے سمیت پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر انگلی کا جوڑ مستقل طور پر موجود ہے۔ اس طرح پانچ انگلیوں کے پانچ جوڑ ہوئے۔ اب ان کی تعبیر کے لیے مفصل الاصابع نہیں بلکہ مفاصل الاصابع ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا گیا

Marfat.com

اس لیے لفظ مفصل کا واحد کے صیغہ کے ساتھ لکھا جا نا بتلاتا ہے۔کہ کوئی ایک جوڑ مُراد ہے۔اور ایک جوڑ (ہاتھ میں) تین جگہ ہیں۔اسی بحث کو صاحب تبیین الحقائق نے ذکر کیا۔قرآن کریم میں جب ہاتھ کاٹنے کا ذکر آیا۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مفصل کو مقام قطع بتایا گیا۔تو اس طرح نتیجہ یہ نکلا۔کہ کم از کم مفصل (کلائی) کو یقینی ہونے کی بنا پر کاٹا جائے گا۔اس طرح کتب شیعہ میں موجود لفظ مفصل نے مسلک اہل سنت کی تائید کی ہے۔لیکن اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے کسی نابلد نے ،،الاصابع،، کی قید بڑھا دی۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مفصل کے علاوہ زند اور رسغ بھی مستعمل ہوئے۔اس لیے ہم ان کی کتب لغت سے معنی ذکر کرتے ہیں۔

،،زند،، کا کتب لغت سے معنی

لسان العرب

وَقَدْ رُوِیَ بِالْیَاءِ وَسَیَأْتِیْ ذِکْرُہٗ وَالزَّنْدَانِ طَرَفَا عُظْمَیِ السَّاعِدَیْنِ مُذَکَّرَانِ غَیْرُہٗ وَالزَّنْدَانِ عَظْمَا السَّاعِدِ اَحَدُھُمَا اَدَقُّ مِنَ الْاٰخِرِ فَطَرْفُ الزَّنْدِ الَّذِیْ یَلِی الْاِبْھَامَ ھُوَالْکُوْعُ وَطَرَفُ الزَّنْدِ الَّذِیْ یَلِی الْخِنْصَرَ کُرْسُوْعٌ وَالرُّسْغُ مُجْتَمَعُ الزَّنْدَیْنِ وَمِنْ عِنْدَھُمَا تُقْطَعُ یَدُ السَّارِقِ وَالزَّنْدُ

Marfat.com

مُوْصَلُ طَرَفِ الذِّرَاعِ فِي الْكَفِّ وَهُمَا زَنْدَانِ الْكُوْعُ وَالْكُرْسُوْعُ۔

لسان العرب جلد ۳ ص ۱۹۶

تذکرہ لفظ زند)

ترجمہ:

"یا" کے ساتھ لفظ زند آیا ہے۔ اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔ لفظ زندان تثنیہ ہے۔ جو کلائی کی دو طرفوں کو کہتے ہیں جس پر کلائی ختم ہوتی ہے۔ اس جگہ دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ ایک ہڈی دوسری کی نسبت کم اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ لہذا زند کی ایک طرف انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی اور دوسری طرف چھنگلیا کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ انگوٹھے والی طرف کو "کوع" اور چھنگلیا والی کو "کرسوع" کہتے ہیں۔ ان دونوں طرفوں کو ملائیں۔ تو اسے "رسغ" کہتے ہیں۔ جہاں سے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور زند کلائی کو ہاتھ سے ملانے والا ہے۔ اس کی دو طرفوں کے کوع اور کرسوع نام ہیں۔

توضیح:

کلائی کی انگوٹھے کی طرف واقع متصل حصہ کوع اور چھنگلیا سے متصل حصہ کرسوع ہے۔ ان دونوں کا مقام اتصال رسغ اور زند کہلاتا ہے۔

Marfat.com

رُسغ کی تحقیق

لسان العرب

الرسغ مفصل ما بین الکف و الذراع ۔
وقیل الرسغ مجتمع الساقین و القدمین
وقیل ھو مفصل ما بین الساعد و الکف
والساق و القدم۔

(لسان العرب جلد ۸ ص ۴۲۸ بحث لفظ رُسغ)

ترجمہ:
ہتھیلی اور کلائی کے مابین واقع جوڑ کو رُسغ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں پنڈلیوں اور قدموں کے جوڑ کو رُسغ کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ کلائی اور ہتھیلی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو رُسغ کہتے ہیں۔

فکریہ

قارئین کرام! اہل تشیع نے اپنے مسلک کے حق ہونے پر جو دلیل پیش کی۔ اس کی تائید میں ان کے پاس ایک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے۔ اور جو دلیلیں گھڑی ہیں۔ وہ بھی ترازوئے عقل پر پوری نہیں اترتیں

Marfat.com

ائمہ اہل بیت کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی اس کے راوی ناقابلِ اعتبار اور غیر معتمد ہیں لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کا مسلک احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ وائمہ پر قائم ہے۔ اس سلسلہ میں زند، رسغ اور مفصل کے الفاظ بمعہ تحقیق لغوی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس تمام قیل وقال کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ چور کا ہاتھ دایاں اور وہ بھی کلائی سے کاٹا جائے گا یہی احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر آج تک امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ صرف انگلیوں سے ہاتھ کاٹنا خلاف عقل و مخالف نقل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ ٥)

دو اشکال اور ان کا جواب

اسی بحث میں ایک دو اشکال اور ان کا جواب ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔
پہلا اشکال یہ ہے۔ کہ جن احادیث سے ثابت کیا گیا۔ کہ چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔ وہ ضعیف احادیث ہیں۔ لہٰذا ان سے استدلال درست نہیں۔
اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اپنے مقام پر لیکن اگر وہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ درجۂ صحت پا لیتی ہے۔ لہٰذا یہ احادیث متعدد طریقوں سے روایت ہونے کی بنا پر ضعیف نہ رہیں۔ اور پھر جب ان پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ تو پھر قطعیت کا درجہ پا لیتی ہیں۔ اسی لیے جب کسی روایت پر عمل لگاتار اور ہر دور میں بکثرت ہوتا رہا ہو۔ تو درجہ تواتر میں داخل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ شہر مکہ اور مدینہ کا ثبوت۔

Marfat.com

لہذا ایسی روایت کے لیے سند کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی بات کو فتح القدیر میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

فتح القدیر

وَ اَمَّا کَوْنُہٗ مِنَ الزَّنْدِ وَ ھُوَ مِفْصَلُ الرُّسْغِ وَیُقَالُ الْکُوْعُ فَلِاَ نَّہُ الْمُتَوَارِثُ وَ مِثْلُہٗ لَا یُطْلَبُ فِیْہِ سَنَدٌ۔

(فتح الباری جلد ۱۲ ص ۸۰/ تحت
قولہ السارق الخ)

ترجمہ:

ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا یعنی کلائی اور ہتھیلی کے درمیان واقع جوڑ سے جسے کوع بھی کہتے ہیں۔ تو یہ اس لیے کہ اس پر لگاتار ہر دور میں عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس قسم کی بات کے لیے سند کا مطالبہ طلب نہیں کیا جاتا۔

دوسرا اشکال یہ کہ قرآن میں صرف ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے۔ دائیں بائیں کی تخصیص نہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق لفظ "یمین" موجود ہے۔ اور اس پر کچھ احادیث بھی دلیل ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے تخصیص نہیں کی۔

اعتراض:

کتب اہل سنت میں یہ موجود ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

ایک چور کی صرف انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔ لہٰذا قطع ید کا مقام انگلیاں ہی ہو گا۔
حوالہ یہ ہے۔

فتح الباری

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ مِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ حَیْوَۃِ اَنَّ عَلِیًّا قَطَعَہٗ مِنَ الْمَفْصَلِ وَ جَاءَ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ قَطَعَ الْیَدَ مِنَ الْاَصَابِعِ وَ الرِّجْلَ مِنْ مِشْطِ الْقَدَمِ اَخْرَجَہٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عن معمر عن قتادہ عنہ وَ ھُوَ مُنْقَطِعٌ۔

(فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۸۰/تحت
قولہ السارق الخ)

ترجمہ:

ابی حیوہ کے ذریعہ ابن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا۔ اور انہی سے روایت ہے کہ علی المرتضیٰ نے انگلیوں سے ہاتھ کاٹا۔ اور قدم کو درمیان سے کاٹا۔ اس روایت کو عبد الرزاق نے معمر عن قتادہ سے روایت کیا ہے۔ اور وہ منقطع ہے۔

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل دو طرح سے مذکور ہوا۔ سر دست دوسرا عمل کہ آپ نے چور کا ہاتھ انگلیوں سے کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ عمل زیر بحث ہے۔ سو اس بارے میں جواب خود اس روایت کے آخری الفاظ ہیں۔ یعنی یہ روایت منقطع ہے

-لہذا انقطاع کی وجہ سے یہ روایت مقصد کو ثابت کرنے میں ناکافی ہے اور اگر انقطاع کی پرواہ کیے بغیر عمل شیر خدا کو دیکھا جائے۔ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف نظر آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف وسائل الشیعہ میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ آپ چور کا ہاتھ نصف سے زائد کاٹا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ہاتھ قابلِ استعمال نہ رہتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ السَّارِقِ يَسْرِقُ فَتُقْطَعُ يَدُهُ ثُمَّ يَسْرِقُ فَتُقْطَعُ رِجْلُهُ ثُمَّ يَسْرِقُ هَلْ عَلَيْهِ قَطْعٌ فَقَالَ فِيْ كِتَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضٰى قَبْلَ اَنْ يَّقْطَعَ اَكْثَرَ مِنْ يَدٍ وَ رِجْلٍ وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَسْتَحْيِيْ مِنْ رَبِّيْ اَنْ لَا اَدَعَ لَهٗ يَدًا يَسْتَنْجِيْ بِهَا اَوْ رِجْلًا يَمْشِيْ عَلَيْهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸
ص ۴۹۵- ابواب حد السرقہ
مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے چور کے بارے میں پوچھا۔ جس نے ایک مرتبہ چوری کی تو اُسے قطع ید کی سزا دی گئی

Marfat.com

پھر اس نے چوری کی۔ تو اس مرتبہ اس کا ایک پاؤں کاٹا گیا۔ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس پر قطع کی حد ہے یا نہیں ؟ امام نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضٰی کی کتاب میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور آپ نے کسی چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹا۔ حضرت علی المرتضٰی یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کا دوسرا ہاتھ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر دوسرا پاؤں بھی کاٹ دوں۔ تو مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ میں نے اس چور کے لیے استنجاء کرنے کے لیے ہاتھ نہ چھوڑا۔ اور چلنے کے لیے پاؤں بھی نہ چھوڑے۔

توضیح

روایت مذکورہ میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹ جانے کے بعد پھر چوری کرنے والے کے متعلق حضرت علی المرتضٰی کا قول واضح طور پر بتا رہا ہے۔ کہ جس طرح پہلا ہاتھ کاٹا گیا۔ اگر اسی طرح دوسرا بھی کاٹ دیا جائے۔ تو ایسا آدمی استنجاء نہیں کر سکتا۔ اب آپ بتائیں۔ کہ اگر صرف انگلیوں تک ہاتھ کاٹا جائے اور انگوٹھا بھی چھوڑ دیا جائے۔ تو ہتھیلی موجود ہونے کی صورت میں استنجاء کرنا ناممکن کس طرح ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس سلسلہ میں یہ تھا۔ کہ آپ ہاتھ کا اتنا حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ جس کے بعد وہ استعمال کے قابل نہ رہتا۔ اور ایسا کاٹنا کلائی یا اس سے تھوڑا اوپر (نصف ہتھیلی) تک ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پچھلی روایت کے خلاف ہے۔ جس میں صرف انگلیاں کاٹنے کی بات تھی۔ اس لیے اس تعارض

Marfat.com

کی بنا پر ناقابل عمل ہو گئی۔ اور قابل عمل وہی صورت ہوئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

قطع ید کی حکمت

چور کا ہاتھ کاٹنا کیوں بطور حد مقرر کیا گیا؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ کام کرنے میں دایاں ہاتھ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا چوری کرنے میں بھی دایاں ہاتھ کا زیادہ دخل ہونے کی بنا پر اُسے یہ سزا دی گئی۔ تاکہ وہ آلہ ہی باقی نہ رہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔ اگر اس کا ہاتھ صرف انگلیوں تک کاٹا گیا۔ تو پھر دوسری تیسری مرتبہ چوری کرنا اگرچہ پہلے کی نسبت ذرا مشکل ہو گا۔ لیکن بہرحال یہ آدھ کٹا ہاتھ ضرور استعمال ہو گا۔ اس لیے اگر کلائی سے کاٹا جائے گا۔ تو پھر اس کا استعمال کم سے کم یا بالکل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ہاتھ کلائی سے کاٹنا ہی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

Marfat.com

كتاب العطر

والاباحة

Marfat.com

کتاب الحضر والاباحة

"فقہ جعفریہ" میں حلت و حرمت کے مسائل میں خصوصی رعایت

اس سے قبل بہت سے مسائل ہم نے اہل تشیع کی فقہ سے ذکر کئے مقصد یہ ہے۔ کہ چند چیدہ مسائل کو دیکھ کر بھی قارئین کرام آپ اس فقہ کی مجموعی کیفیت معلوم کریں گے۔ مذکورہ مسائل سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ اس فقہ کی بنیاد خواہشات نفسانیہ کی تکمیل ہے۔ خواہ وہ عبادات و معاملات میں ہیر پھیر سے حاصل ہو۔ یا نجاست و پاکیزگی کے ضمن میں میسر آئے۔ ان مسائل کو ہم نے ان کی کتب سے بحوالہ ذکر کیا۔ اور پھر ان کے تقابل کے طور پر اہل سنت کا مسلک ذکر کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا۔ فقہ جعفریہ چونکہ ان لوگوں کی مرویات کا مجموعہ ہے جن پر ائمہ اہل بیت نے ناراضگی اور لعنت تک کا اظہار کیا۔ اس لیے ایسے راویان سے یہ توقع کرنا کہ وہ صحیح اسلامی فقہ پیش کریں گے۔ عبث ہے۔ عقل و نقل دونوں میں سے کسی معیار پر فقہ جعفریہ کے مسائل پورے نہیں اترتے۔ آخر میں حلت و حرمت کے چند مسائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ تاکہ کھانے پینے میں جو ان لوگوں نے آسانیاں اور نفس پروریاں بنا رکھی ہیں آپ انہیں دیکھ پائیں۔

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۱

''فقہ جعفریہ'' میں گدھا حلال ہے

وسائل الشیعہ

وَفِي الْعِلَلِ وَعُيُوْنِ الْاَخْبَارِ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ اَنَّ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَ اِلَيْهِ فِيْمَا كَتَبَ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِهٖ كُرِهَ اَكْلُ لُحُوْمِ الْبِغَالِ وَالْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ لِحَاجَةِ النَّاسِ اِلٰى ظُهُوْرِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْخَوْفِ فِيْ فَنَاءِهَا وَقِلَّتِهَا لَا لِقَذَرِ خَلْقِهَا وَلَا لِقَذَرِ غَذَاءِهَا۔

(۱) وسائل الشیعہ جلد۱۶ ص۳۹۲ کتاب الاطعمۃ والاشربہ۔)

(۲) علل الشرائع جلد دوم ص ۲۵۰ مطبع حیدریہ نجف)

(۳) عیون الاخبار جلد دوم ص ۹۷)

ترجمہ:

علل الشرائع اور عیون الاخبار میں اسناد کے ساتھ محمد بن سنان

Marfat.com

سے منقول ہے۔ کہ امام رضا نے چند مسائل کے جواب میں اسے لکھا۔ خچر اور گھریلو گدھے کا گوشت مکروہ ہے۔ اور یہ کراہت اس لیے ہے کہ لوگوں کو ان کی سواری کی ضرورت پڑتی ہے۔ انہیں دوسرے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی نسل فنا ہونے کا خطرہ یا قلت کا خطرہ ہو جائے گا کراہت کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی خلقت گندی ہے۔ یا ان کی غذا خراب ہوتی ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ لُحُوْمِ الْخَیْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِیْرِ فَقَالَ حَلَالٌ وَلٰکِنَّ النَّاسَ یَعَافُوْنَهَا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۳)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ ۴۱ حدیث ۱۷۲)

(۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۳)

ترجمہ:

محمد بن مسلم نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ خچر، گدھے اور گھوڑے کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ فرمایا حلال ہے۔ لیکن لوگ کھاتے نہیں۔

توضیح:

پہلی روایت میں گدھے اور خچر کے گوشت کو مکروہ کہا گیا۔ وہ بھی اس بنا پر

Marfat.com

کہ یہ سواری وغیرہ کے کام آتے ہیں۔ اور لوگوں نے اگر کھانا شروع کر دیئے۔ توان کی قلت ہو جائے گی۔ دوسری روایت میں کراہت کا قول نہیں بلکہ صاف صاف حلال کہا گیا اور پھر لوگوں کے حالات کی شکایت کی گئی۔ کہ وہ لاعلمی یالطبعی کراہت وغیرہ کی بنا پر نہیں کھاتے۔ گویا دوسری روایت میں ایک قدم اور بڑھ گیا۔ تاکہ بلا کراہت کھائے جائیں۔ اب ذرا اور آگے چلئے۔ تو نظر آئے گا۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا سنتِ رسول ہے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا ”سنّتِ رسول“ ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اٰبَائِهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتَيْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فَرَسٌ لَهٗ يَكِيْدُ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْحَرْهُ يُضَعَّفُ لَكَ بِهٖ اَجْرَانِ بِنَحْرِكَ اِيَّاهُ وَاحْتِسَابِكَ لَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ قَالَ نَعَمْ كُلْ وَاَطْعِمْنِيْ قَالَ فَاَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخِذًا مِنْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ وَاَطْعَمَنِيْ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ ص۴۸ فی الصید والذبائح ۔)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۴ کتاب الاطعمۃ والاشربۃ

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر گئے۔ تو اچانک اس کا گھوڑا مرنے کے قریب نظر آیا۔ آپ نے انصاری سے فرمایا۔ اس کو ذبح کر دو۔ دوہرا ثواب ملے گا۔ ایک ذبح کرنے کا دوسرا نیکی کی نیت کا۔ وہ کہنے لگا۔ یارسول اللہ! کیا اس میں سے مجھے بھی کچھ کھانے کو ملے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ کھاؤ۔ اور مجھے بھی کھلاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ایک ران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۃً دیا۔ آپ نے اس سے کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔

توضیح

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے، گھوڑے اور خچر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اگرچہ گھوڑے کے بارے میں حلت کی حدیث بھی موجود ہے۔ لیکن فقہائے اسلام نے اسے کھانا مکروہ تحریمی کہا ہے۔ لیکن یہ جرأت کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس گھوڑے کا گوشت کھایا۔ یہ جرأت صرف اہل تشیع ہی کر سکتے ہیں۔ آپ جب منع فرما رہے ہیں۔ تو خود کیونکر تناول کریں گے۔ لیکن اہل تشیع نے اس روایت سے یہ اخذ کیا ہے۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا وہ سنت رسول ،، ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ مرتا مرتا گدھا بھی کیوں بیکار جائے۔ اس کے کباب بنا کر تقسیم کیے جائیں۔ اور علماء و ذاکرین کو ہدیۃً کھلائے جائیں۔

Marfat.com

فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَخْرَجَ حَدِیْثَ الْبُخَارِیْ مُسْنَدًا لی سالم و نافع عن ابن عمر نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ یَوْمَ خَیْبَرَ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۸، مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

مسند اور مرفوع روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کا گوشت کھانا منع کر دیا تھا۔

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ وَمِنْھُمْ اَبُوْ سَلِیْطٍ وَکَانَ بَدْرِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَخْرَجَ

Marfat.com

حَدِیْثُہٗ اَلطَّحَاوِیُّ اَیْضًا بِاَسْنَادِہٖ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ
بْنِ اَبِیْ سَلِیْطٍ عَنْ اَبِیْہِ وَ مِنْھُمْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَخْرَجَ حَدِیْثَہُ الطَّحَاوِیُّ اَیْضًا
بِاَسْنَادِہٖ اِلٰی ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنِ النَّسِیْنِ مَالِكٍ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا اِفْتَتَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ اَصَابُوْا حُمُرًا فَطَبَخُوْا
مِنْھَا فَنَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَلَا اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یَنْھَیٰکُمْ عَنْھَا فَاِنَّھَا نَجَسٌ
فَاکْفَؤُا الْقُدُوْرَ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۷۹
مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع کر دیا ہے۔ ان رواۃ میں ابوسلیط بدری بھی ہیں۔ جن سے امام بخاری نے حدیث بیان کی۔ اُن میں سے انس بن مالک بھی ہیں۔ ان کی روایت امام طحاوی نے ذکر کی ہے۔ کہتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا۔ وہاں کچھ گدھے ہاتھ لگے۔ لوگوں نے کچھ گدھے پکائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہلکارے نے اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں اس (گدھے کے گوشت کھانے) سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ لہذا اپنی ہنڈیوں کو ان کے گوشت سے دور رکھو۔

Marfat.com

اور انہیں اندھا کردو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھْدَرَ الْمُتْعَۃَ وَحَرَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ یَوْمَ خَیْبَرَ اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَالْحَسَنِ بن محمد بن علی عن ابیھما عن علی ابن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ مُتْعَۃِ النِّسَاءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ اَکْلِ الْحُمُرِ الْاُنْسِیَّۃِ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۸، کتاب الذبائح الخ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو ختم کردیا۔ اور پالتو گدھوں کا گوشت حرام کردیا۔ یہ اعلان یوم خیبر کو ہوا۔ اسے بخاری اور مسلم نے بالاسناد حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور پالتو گدھے کا گوشت کھانا یوم خیبر کو منع فرمادیا ہے۔

توضیح:

صاحب البنایہ علامہ بدرالدین عینی نے پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت کی

Marfat.com

روایت کرنے والے چند جلیل القدر صحابہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کیے۔ جن میں حضرت علی المرتضے، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن عباس، ابوسلیط، انس بن مالک، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، مقداد اور سلمیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس قدر جلیل القدر صحابہ کرام کی متفقہ روایت درجۂ شہرت تک پہنچتی ہے۔ ایسی روایات سے قرآن کریم کی نصوص کی تخصیص وضاحت کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود اہل تشیع گدھے کے گوشت کو حلال قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ خصوصی رعایت انہیں مبارک ہو۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں چونکہ روایات مختلف ہیں۔ کہیں گدھے کی طرح اس کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اور کہیں اس کی حلت معلوم ہوتی ہے۔ فقہی ضابطہ کے مطابق (جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں۔ تو حرمت راجح ہوتی ہے۔) امام اعظم رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے گوشت کھانے کو مکروہ لکھا۔ اسے بعض فقہاء نے مکروہ تحریمی پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ البنایہ اور فتح القدیر میں مذکور ہے۔

مسئلہ نمبر (۲)

"فقہ جعفریہ" میں کوا بھی حلال ہے۔

تہذیب الاحکام:

الحسین بن سعید عن خضلی عن ابان عن زرارۃ عن احدھما علیہ السلام انّہٗ قالَ

Marfat.com

اِنَّ اَكْلَ الْغُرَابِ لَيْسَ بِحَرَامٍ اِنَّمَا حَرَامٌ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۸ فی الصید الخ)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۷ کتاب الاطعمۃ والاشربۃ الخ)

ترجمہ:

زرارہ نے حضرت امام رضا سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کوا کھانا حرام نہیں۔ حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا ہو۔

توضیح:

اہل تشیع کے ہاں حرام وہی ہے۔ جسے قرآن کریم نے حرام کہا ہو۔ چونکہ کوے کا حرام ہونا قرآن کریم میں موجود نہیں۔ اس لیے وہ حرام نہیں ہے۔ اس قانون سے بہت سی راہیں کھل گئیں۔ صرف کوا ہی نہیں بلکہ چند حیوانات کے علاوہ ان کے لیے سب کچھ حلال ہو گیا ہے۔ گدھا، کتا، بلی، چوہا یعنی خنزیر کے علاوہ تمام حیوانات ان کے لیے حلال ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں کوئی بھی حرام نہیں۔ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض بھی ان کے لیے حلال ہو گئے۔ کتنی رعایت ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ۔

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۳

ساڑھے گیارہ تولہ کے قریب خون اگر ہنڈیا میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتی

وسائل الشیعہ

عَنْ محمد بن عبد الجبار عن محمد بن اسماعیل عن علی ابن النعمان عن سعید الاعرج قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ قِدْرٍ فِيْهَا جَزُوْرٌ وَقَعَ فِيْهَا قَدْرُ اُوْقِيَةٍ مِنْ دَمٍ اَيُؤْكَلُ قَالَ نَعَمْ فَاِنَّ النَّارَ تَاْكُلُ الدَّمَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۴۶۳ کتاب الاطعمة والاشربہ)

(۲۔ فروع کافی جلد ۶ ص ۲۳۵)

(۳۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۶)

ترجمہ:

سعید اعرج کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہنڈیا میں اونٹ کا گوشت تھا۔ اس میں ایک اوقیہ

Marfat.com

(گیارہ تولہ آٹھ ماشے) خون پڑگیا۔ تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا ہاں کیونکہ آگ خون کو کھا جاتی ہے۔ (اس لیے خون پڑنے کے باوجود باقی نہ رہا) لہذا اس کے کھانے میں کیا حرج ہے۔

تحفہ کریہ

"خون" ان حرام اشیاء میں سے ایک ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا۔ انما حرم علیکم المیتۃ و الدم الخ اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم پر مردار اور خون حرام کر دیا ہے۔ اس نص صریح کے ہوتے ہوئے ایک ہنڈیا میں پکتے ہوئے گوشت کو بچانے کے لیے اہل تشیع نے کیا فریب گھڑا ہے کوسے کے حلال کرنے کے لیے یہ کہا۔ کہ اس کی حرمت قرآن میں موجود نہیں۔ لیکن خون اور وہ بھی تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ ہنڈیا میں پڑجائے۔ تو قرآن کریم کے حرام کہنے کے باوجود وہ حرام نہ ہوا۔ اور نہ گوشت کو نجس کیا؟ یہ دورنگی خوب ہے۔ اور بہانہ یہ بنایا۔ کہ آگ نے خون کو کھا لیا ہے۔ اسی جگہ صاحب وسائل الشیعہ نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھا۔ کہ یہ تقیہ پر محمول ہے۔ محمد بن حسن الحر العاملی کے الفاظ یہ ہیں۔ هٰذَا مَحْمُوْلٌ إِمَّا عَلَى التَّقِيَّةِ وَ إِمَّا عَلٰى جَوَازِ الْاَكْلِ بَعْدَ غَسْلِ اللَّحْمِ۔ دو تاویلات کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ تقیہ پر محمول ہے۔ دوم یہ کہ یہ اس طرح درست ہوگا۔ کہ گوشت کو دھو کر کھا یا جائے لیکن "تقیہ" کا الزام امام جعفر پر لگانا انتہائی جرأت کا کام ہے۔ کیونکہ جس دور میں امام جعفر تھے۔ وہ شیعیت کے پھلنے پھولنے کا سنہری دور تھا۔ تقیہ اپنا بستر بوریا باندھ چکا تھا۔ اور اصلیت موجزن تھی۔ ہزاروں لوگ امام جعفر سے سیکھتے سکھاتے تھے۔ ایسے میں امام جعفر کو "تقیہ" کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر آپ کو کس کا ڈر تھا کہ

Marfat.com

جس کی بنا پر حق بات چھپائی جا رہی ہے۔ پھر جب اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کی اتباع پیغمبروں کی اتباع سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور تلخیص الشافی پر جلد سوم صفحہ نمبر ۸۷ مطبوعہ قم جدید پر موجود ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام تقیہ نہیں کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو شریعت ختم ہو جاتی۔ جب ان کے نزدیک ادنیٰ کا یہ درجہ ہے تو اعلیٰ کا کیا مقام ہوگا اس لیے تقیہ کا الزام بھی ایک احمق کی بڑ سے زیادہ کچھ نہیں۔ رہا یہ کہ دھو کر کھانا جائز ہے یہ تاویل بالکل بے معنی اور لاحاصل ہے۔ کیونکہ دھونے کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب وہ حرام اور نجس رہے۔ خود امام صاحب نے اس کے حلال ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ آگ نے اس خون کو جلا دیا ہے۔ لہذا حل کردہ باقی نہ رہا۔ اور ہنڈیا میں موجود گوشت پاک کا پاک رہا۔ اس دلیل کے ہوتے ہوئے اور کیا ضرورت پڑ گئی۔ کہ پاک کو پاک کرنے کے لیے دھویا جائے۔ اسی لیے اس تاویل کی تردید من لایحضرہ الفقیہ نے ان الفاظ سے کر دی۔ حُمِلَ الدَّمُ عَلٰی مَا لَیْسَ بِنَجِسٍ کَدَمِ السَّمَکَ وَشِبْہِہٖ یعنی یہ خون اس خون پر محمول کیا جائے گا۔ جو نجس نہیں ہوتا جیسا کہ مچھلی وغیرہ کا خون۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ تاویلات دُور از قیاس ہیں۔ حدیث مذکور اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں شکم پروری کے لیے ہر ممکن رعایت پائی جاتی ہے۔ شاید ڈھونڈے سے آپ کو کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام ملے۔ ورنہ سب کچھ جائز اور حلال ہے۔ خنزیر نجس العین تھا لیکن گوشت کے رَسیا اسے بھی حلال کر گئے۔ اس کی تفصیل باب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۴

ہنڈیا میں چوہا گر کر مر جانے سے بھی نجاست نہیں آتی

تہذیب الاحکام

محمد بن یعقوب عن علی بن ابراھیم عن ابیہ عن النوفلی عن السکونی عن ابی عبداللہ علیہ السلام اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنْ قِدْرٍ طُبِخَتْ وَاِذَا فِی الْقِدْرِ فَارَۃٌ قَالَ یُھْرَقُ مَرَقُھَا وَیُغْسَلُ اللَّحْمُ وَیُؤْکَلُ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۸۶ باب فی الذبائح الخ)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۴۶۳ باب ان القدر اذا طبخت)

(۳ فروع کافی جلد ۶ ص ۲۶۱ کتاب الاطعمہ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے پوچھا گیا۔ ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی۔ اچانک اس میں سے چوہا ملا۔ (تو اس کا حکم کیا ہے؟) فرمایا۔ اس میں سے سالن گرا دیا جائے۔ گوشت دھو کر کھا لیا جائے۔

توضیح

مقصد یہ ہے۔ کہ کھانے کے لیے جو گوشت پکایا۔ وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے سے کھانا چاہیئے۔ سالن کو گرا دو۔ اور اس میں اُبل اُبل کر جو گوشت پکا۔ اُسے دھو کر کھاؤ۔ کیا گوشت کے ہر ذرہ میں وہ نجس شوربا سرایت نہیں کر چکا تھا؟ سرایت کرنے کی بنا پر وہ نرم ہو گیا۔ تو جس طرح نمک مرچ اس کے ہر ذرہ میں سرایت کر جاتے ہیں۔

اسی طرح چوہا والا نجس پانی بھی گوشت کے ہر ذرہ میں پہنچا۔ اب دھو کر کھانے کی ترکیب ایسی سوجھی۔ کہ اس پر "نشان حیدر" ملنا چاہیئے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ یہ سب کچھ پیٹ کے دھندے کے لیے کیا گیا۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو خواہ مخواہ اس کا نشانہ بنایا گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

Marfat.com

مسئلہ نمبر ۵

سُنّی کی دکان سے خریدا ہوا حلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے

تہذیب الاحکام

محمد ابن احمد بن یحیٰی عن احمد بن حمزہ
عن محمد بن علی عن یونس بن یعقوب عن
ابی بصیر قال سألت اباعبد اللہ علیہ السلام
عَنِ الرَّجُلِ یَشْتَرِی اللَّحْمَ مِنَ السُّوقِ وَعِنْدَهُ
مَنْ یَذْبِحُ وَ یَبِیْعُ مِنْ اَخْوَانِہٖ فَیَتَعَمَّدُ الشِّرَاءَ
مِنَ النِّصَابِ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ تَسْئَلُنِیْ اَنْ اَقُوْلُ مَا
یَاْکُلُ اِلَّا مِثْلَ الْمَیْتَةِ وَالدَّمِ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ
قُلْتُ سُبْحَانَ اللہِ مِثْلُ الْمَیْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِیْرِ
فَقَالَ نَعَمْ وَاَعْظَمُ عِنْدَ اللہِ مِنْ ذَالِکَ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۷۱ فی الذبائح الخ)
(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ صفحہ نمبر ۳۵۶
باب اباحت الذبائح)

Marfat.com

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ایک آدمی بازار سے گوشت خریدتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے ذبح کرنے والا بھی موجود ہے۔ پھر وہ بازار سے کسی سُنّی سے گوشت خریدتا ہے (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا تو کس چیز کے متعلق پوچھتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ ایسا گوشت کھائے گا۔ جو مُردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! آپ اس خریدے گئے گوشت کو مُردار خون اور خنزیر کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ اس سے زیادہ حرام ہے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ سے اہل تشیع کی اہل سنت سے دشمنی اور بغض وعداوت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ایک طرف جب ان کے پیٹ کا مسئلہ آتا ہے۔ تو گدھا، کتا، خون، مرا ہوا چوہا سب جائز۔ اور دوسری طرف سُنّی کی دکان سے خریدا ہوا گوشت اس قدر قابلِ نفرت ہے۔ کہ اس جیسی نفرت والی کوئی دوسری چیز ہے ہی نہیں۔ ان کے حواس باختہ ہونے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ گدھے کو حلال ثابت کرنے کے لیے یہ ضابطہ وضع کیا تھا۔ کہ جسے قرآن نے حرام کیا وہی حرام ہے دوسرا کوئی حرام نہیں۔ اس ضابطے کے پیش نظر کوئی شیعہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ایسی دکھا دے۔ جس میں یہ کہا گیا ہو ــ کہ سنی سے خریدا گوشت ان سے بھی بڑھ کر حرام ہے۔ اتنے بڑے حرام کے لیے کوئی نص موجود نہیں۔ تو پھر اس کو حرام کہنا

Marfat.com

کس طرح دُرست ہوا؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ ان مسائل کا تعلق حضرت ائمہ اہل بیت سے ہرگز نہیں۔ صرف ان کا نام استعمال کر کے اپنی دکان چمکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی روایت جو ابو بصیر کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مذکور ہوئی۔ یہ ابو بصیر وہ راوی ہے۔ جس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کئی بار لعنت بھیجی حوالہ کے لیے رجال کشی ملاحظہ کریں۔ ہم بارہا مذکورہ حوالہ درج کر چکے ہیں ایسے ہی ملعون اور کذاب لوگوں کی عادت کے پیش نظر امام جعفر وغیرہ ائمہ اہل بیت یہ فرمانے پر مجبور ہوئے۔ کہ لوگوں نے ہمارے کلام میں خلط ملط کر دیا ہے۔ صحیح اور غیر صحیح روایات اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ اس لیے ہماری کسی روایت یا حدیث کے صحیح ہونے کی پہچان یہ ہے۔ کہ اسے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ پر پیش کرو۔ اگر موافقت ہو۔ تو بہتر ورنہ وہ روایات چھوڑ دو۔ اور کتاب اللہ و سنت رسول سے دامن وابستہ رکھو۔ دوسری حدیث جو ہم آگے ذکر کر رہے ہیں ذرا اس پر نظر دوڑائیں۔ اور پھر نتیجہ نکالیں۔

وسائل الشیعہ

عن بشير بن غيلان قال سألت اباعبد الله عليه السلام عن ذبائح اليهود والنصارى والنصاب قال فلوى شدقه وقال كلها الى يوم ما قول قرينة التقية هنا ظاهر۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۵۶

ابواب الذبائح)

Marfat.com

ترجمہ:

بشیر بن غیلان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کے ذبیحہ کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے باچھ کو مروڑا۔ اور کہا۔ غیر معینہ دن تک کھاؤ۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس ارشاد میں تقیہ کرنا واضح ہے۔

لمحۂ فکریہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ اور فرا مجوس کا ذبح کردہ حلال جانور کھانے کی اجازت عطا کر دی۔ لیکن خبث باطنی کا مظاہرہ کرنے سے مصنف نہ چوکا۔ "و اقول" کا دُم چھلا لگا کر امام صاحب کی ذات کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس طرح کہ امام صاحب نے ان کے ذبائح کو کھانے کی اجازت بطور تقیہ دی ہے اس تقیہ پر یہاں قرینہ واضح طور پر موجود ہے۔ وہ قرینہ "باچھیں مروڑنا" ہی ہو سکتا ہے ہم بارہا یہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خود شیعہ مورخین اس پر متفق ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تقیہ کا زمانہ نہ تھا۔ حالات سازگار تھے۔ لہٰذا ایسی جلیل القدر شخصیت پر "تقیہ" کی تہمت لگانا خبث باطنی سے کم نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کے نزدیک اس گوشت میں کوئی حرمت نہیں۔ ان پر حرمت کا فیصلہ تھوپنا کسی بناوٹی محب کا کام ہے۔ ظالموں کو اہل سنت سے عداوت نے ائمہ اہل بیت پر افترا باندھنے کی جسارت دی۔ یہ ہے ان کی عقیدت اور محبت اہل بیت کا ثبوت مختصر یہ کہ ہم نے ان کی کتب سے چیدہ چیدہ مسائل ذکر کئے۔ جن کی نسبت امام جعفر وغیرہ ائمہ اہل بیت کی طرف کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں ان حضرات کے اقوال و اعمال ایسے مسائل کی نہ اجازت دیتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں

Marfat.com

دیکھ کر یہ خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسائل ناقابل قبول اور حق سے دور ہیں یہ سب کچھ زرارہ، ابو بصیر وغیرہ کی پیداوار ہے کہ دھوکہ دینے کے لیے ان مسائل کی نسبت ائمہ کی طرف کر دی گئی۔ اور اس سلسلہ میں زیادہ بدنام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کرنے کی کوشش کی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی من مانی روایات اور خود ساختہ احادیث کی نسبت ان کی طرف کر کے اس کا مجموعی نام "فقہ جعفریہ" رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ حق و صداقت کی بصیرت عطا فرما کر حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

مچھلی کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں شیعہ سنی نظریہ

ہر قسم کی مچھلی حلال ہے
سُنّی

چھلکے دار پانی والی مچھلی حلال ہوتی ہے
شیعہ

توضیح المسائل

اگر چھلکے دار مچھلی زندہ پانی سے پکڑ لی جائے۔ اور پانی سے باہر مر جائے تو پاک اور اسے کھانا حلال ہے اور اگر پانی میں مر جائے تو پاک ہے لیکن اس کا کھانا حرام ہے۔ اور جس مچھلی کے اوپر چھلکے نہیں ہوتے اگرچہ وہ پانی سے زندہ پکڑ لی جائے اور پانی کے باہر وہ مرے تو وہ حرام ہے۔

(توضیح المسائل ص ۴۰۲ ذکر مچھلی کا شکار مصنفہ امام خمینی)

فروع کافی

عن عبد اللہ بن مغیرہ عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بالکوفۃ یرکب بغلۃ رسول اللہ ثم یمر بسوق الحیتان فیقول لا

Marfat.com

تَاكُلُوْا وَلَا تَبِيْعُوْا مِنَ السَّمَكِ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ قَشْرٌ ...... عَنْ حَنَانَ بْنِ سَدِيْدٍ قَالَ سَأَلَ الْعَلَاءُ بْنُ كَاكُلْ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَنَا حَاضِرٌ عَنِ الْجَرْيِ فَقَالَ وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَشْيَاءَ مُحَرَّمَةً مِنَ السَّمَكِ فَلَا نَقْرَبُهَا ثُمَّ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ قَشْرٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا نَقْرَبَنَّهُ۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۲۲۱ کتاب الصید
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ شہر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر ایک بازار میں سے گزر رہے تھے۔ وہاں مچھلیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جب تک کسی مچھلی پر چھلکے نہ ہوں۔ تو نہ اس کو کھاؤ۔ اور نہ ہی اس کی خرید و فروخت کرو ...... علاء بن کاکل نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک مچھلی کے بارے میں پوچھا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں مچھلی کی بہت سی اقسام کو حرام لکھا ہوا پایا۔ لہٰذا ہمیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تک مچھلی چھلکوں والی نہ ہو۔ ہم اس کے ہرگز قریب نہیں جائیں گے۔

ضروری نوٹ: مچھلی کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ مذکورہ دو عدد حوالہ جات

Marfat.com

سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ اس جگہ مچھلی کے ساتھ "ومالم یکن لہ قشر" یعنی چھلکے دار ہونے کی پابندی لگائی گئی۔ یہ پابندی کہاں سے لی گئی؟ اس کا کوئی سرا نہیں ملتا۔ کیونکہ ان کی تمام کتب فقیہہ وغیرہ فقیہہ میں ایک حدیث بھی اس پابندی کی تائید میں موجود نہیں ہے۔ تہذیب الاحکام میں جو تقریباً پچاس احادیث اسی موضوع پر ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً صحیح ثابت نہیں۔ فروع کافی کی بھی یہی نوعیت ہے۔ ان تمام احادیث کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے ائمہ اہل بیت کی طرف ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ قید شرعی تھی۔ تو پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں چھپائے رکھا۔ حالانکہ اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ نبی تقیہ نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اس طرح حلال وحرام کا امت تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

نبی شرعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا

تلخیص الشافی

فَاَمَّا الرَّسُوْلُ فَاِنَّمَا لَمْ تَجُزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لِاَنَّ الشَّرِيْعَةَ لَا تُعْرَفُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ وَلَا يُوْصَلُ اِلَيْهَا اِلَّا بِقَوْلِهٖ فَمَتٰى جَازَتِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا اِلَى الْعِلْمِ بِمَا كُلِّفْنَاهُ طَرِيْقٌ۔

(تلخیص الشافی جلد سوم ص ۸۷
مطبوعہ قم جدید)

ترجمہ: بہر حال رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقیہ کرنے کا قول

Marfat.com

کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت صرف ان کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کی طرف آگاہی بجز قولِ رسول کے نہیں ہو سکتی۔ سو اگر تقیہ کا جواز متصور ہو تو پھر ہمیں اپنے بارے میں احکام کا علم کسی اور طریقہ سے کیسے ہو گا؟

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام میں سے کسی کو نہ غلط بیان کیا۔ اور نہ کسی کے ڈر کے مارے اسے چھپایا۔ بلکہ حقیقت حال واضح فرما دی۔ اب زیر بحث مسئلہ میں پوری کتب شیعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مچھلی کے حلال ہونے کے بارے میں مذکورہ شرط مذکور نہیں۔ ہاں اہل تشیع اس بات کے قائل ہیں۔ کہ امام وقت مسائل شرعیہ و احکام دینیہ میں تقیہ کر سکتا ہے۔ اور ایک ہی مسئلہ کے مختلف جوابات دے سکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

عن زرارة بن اعين عن ابی جعفر علیه السلام قال سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَنِيْ ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِيْ ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِيْ وَاَجَابَ صَاحِبِيْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِيْعَتِكُمْ قَدِمَا يَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِغَيْرِ مَا اَجَبْتَ بِهٖ صَاحِبَهٗ؟ فَقَالَ يَا زُرَارَةُ اِنَّ هٰذَا خَيْرٌ لَنَا وَاَبْقٰى لَنَا وَلَكُمْ وَلَوِ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰى اَمْرٍ وَاحِدٍ لَصَدَّقَكُمُ النَّاسُ عَلَيْنَا وَلَكَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا

Marfat.com

وَ بِنَا بِكُمْ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ شِيعَتُكُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوهُمْ عَلَى الْأَسِنَّةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمَضَوْا وَ هُمْ يَخْرُجُونَ مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ فَأَجَابَنِي بِمِثْلِ جَوَابِ أَبِيهِ۔

(اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۶۵
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

زرارہ بن اعین کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ پھر ایک شخص اور آیا۔ اور اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام نے اسے مجھے دیئے گئے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام نے اسے ہم دونوں کے جواب سے الگ تیسرا جواب دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول! دونوں آدمی عراقی تھے۔ آپ کے شیعہ تھے۔ سوال پوچھنے کے لیے آئے تھے۔ آپ نے دونوں کو ایک ہی سوال کا الگ الگ جواب دیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے زرارہ! ایسا کرنا ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اس میں ہماری اور تمہاری زندگی ہے۔ اگر تم ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ تمہیں اپنی مجلس سے نکال دیں گے۔ پھر ہماری اور تمہاری زندگی دوبھر ہو جائے گی۔ پھر زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ پوچھا۔ آپ کے شیعہ ایسے فرمانبردار ہیں۔ اگر انہیں نیزوں کے سامنے کر دیا آگ میں کودنے کا حکم دو۔ وہ فوراً بجا لائیں گے۔ لیکن جب

Marfat.com

وہ مختلف جواب سنتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔ تو امام جعفر نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ جیسا کہ ان کے والد نے جواب دیا تھا۔

مچھلی کے حلال وحرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے مختلف فتوے

حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک مچھلی کی بہت سی اقسام حرام ہیں۔ صرف چھلکے والی مچھلی حلال ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ اَبِیْ فَضْلٍ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِنَا عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ الْجَارِیُّ وَالْمَارْمَاھِیْ وَالطَّافِیْ حَرَامٌ فِیْ کِتَابِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۵ باب الصید والذبائح)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ صفحہ ۴۰۳ / مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بہت سے لوگوں نے روایت کی۔ کہ آپ نے فرمایا۔ مچھلی کی جری اور مارماہی اور مرکر پانی پر تیرنے والی

Marfat.com

اقسام حضرت علی کی کتاب میں حرام ہیں۔

فروع کافی

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن عبد اللہ بن المغیرہ عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان امیر المومنین علی بن ابی طالب بالکوفۃ یرکب بغلۃ رسول اللہ ثم یمر بسوق الحیتان فیقول لا تاکلوا و لا تبیعوا من السمک مالم یکن لہ قشر...... عن حنان بن سدید قال سال العلاء بن کامل ابا عبد اللہ و انا حاضر عن الجری فقال وجدنا فی کتاب علی اشیاء محرمۃ من السمک فلا تقربھا ثم قال ابو عبد اللہ ما لم یکن لہ قشر من السمک فلا تقربنہ۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۲۲۰ کتاب الصید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ رسول اللہ کی خچر پر سوار ہو کر کوفہ کے بازار مچھلی فراشاں سے گزرے تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس مچھلی کے چھلکے نہ ہوں تو اُسے کھاؤ اور نہ اس کا لین دین کرو۔ علا بن کامل نے امام جعفر سے پوچھا۔ میں اس وقت حاضر تھا۔ کہ جری مچھلی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ ہم نے علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی کتاب میں بہت سی مچھلی کی اقسام حرام پائیں۔ لہٰذا تم ان کے قریب نہ جاؤ پھر فرمایا۔

Marfat.com

جب تک چھلکے والی مچھلی نہ ہو۔ قریب مت جاؤ۔

امام جعفر صادق کے نزدیک جری مچھلی کے علاوہ کوئی دوسری مچھلی مکروہ نہیں ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ مُحَمَّدِ الحلبی قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ لَا یَکْرُہُ شَیْئٌ مِنَ الْحِیْتَانِ اِلَّا الْجِرِّیُّ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۵/ باب فی الصید والذبائح)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ مچھلی کی جری قسم مکروہ ہے۔ اس کے سواء بقیہ تمام اقسام حلال ہیں۔

صرف جریث نامی مچھلی مکروہ ہے۔ (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عن فضالہ عن ابان عن جریز عن حکم عن ابی عبد اللہ قَالَ لَا یَکْرُہُ مِنَ الْحِیْتَانِ شَیْئٌ اِلَّا

Marfat.com

الْجِرِّيْثُ۔

(تہذیب الاحکام جلد۹ ص۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جریث نامی مچھلی کے سوا کوئی مچھلی مکروہ نہیں ہے۔

سب مچھلیاں حلال ہیں (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عنہ عن عبد الرحمن بن ابی نجران عن عاصم بن حمید عن محمد بن مسلم قال سألت ابا عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْجَرِّيِ وَ الْمَارِمَاهِيَ والذمير وَمَالَهٗ قِشْرٌ مِنَ السَّمَكِ حَرَامٌ هُوَ؟ فَقَالَ لِيْ يَا مُحَمَّدُ اِقْرَاءُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي الْاَنْعَامِ (قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْ مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الخ) قَالَ فَقَرَأْتُهَا حَتّٰى فَرَغْتُ عَنْهَا فَقَالَ اِنَّمَا الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فِيْ كِتَابِهٖ وَلٰكِنَّهُمْ قَدْ كَانُوْا يَعَافُوْنَ اَشْيَاءَ فَنَحْنُ نَعَافُهَا۔

(تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۶ کتاب فی الصید والذبائح)

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جری

Marfat.com

مارماہی زمیر اور چھلکے والی مچھلی کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ حرام ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! آیت پڑھو۔ جو سورہ انعام میں ہے۔ قل لا اجد فی ما اوحی الی الخ) میں نے جب مکمل پڑھی۔ تو فرمانے لگے۔ حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے لیکن لوگ مچھلیوں کی ان اقسام سے بچتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی اجتناب کرتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ

گزشتہ حوالہ جات کو بار بار پڑھیں اور ان کے مضامین کو باہم ملائیں۔ آپ ان میں تطبیق نہ دے سکیں گے۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے۔ کہ پیغمبر احکام شرعیہ میں تقیہ نہیں کرتا۔ مچھلی کے بارے میں وہ چھلکے دار،، ہونے کی شرط اہل تشیع کی کسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا جن کے کلام میں تقیہ نہ تھا۔ انہوں نے اس شرط کو نہ لگایا۔ اور جن لوگوں نے یہ شرط لگائی۔ وہ ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور ان کا تقیہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فی الفعل اسی مسئلہ میں موجود ہے۔ سب سے پہلے امام علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی طرف ایک کتاب کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا۔ کہ انہوں نے صرف چھلکے والی مچھلی کو حلال فرمایا۔ اس کے علاوہ تمام اقسام کی مچھلیاں حرام ہوئیں۔ ان اقسام میں سے خاص کر جری، مارماہی اور طافی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بعد امام جعفر صادق کا قول مذکور ہوا۔ جس میں انہوں نے صرف جری نامی مچھلی کی حرمت کا قول کیا ہے۔ طافی اور مارماہی وغیرہ کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ جری کی استثناء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤخر الذکر دونوں اقسام حلال ہیں۔ حالانکہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب کے حوالہ کے مطابق یہ دونوں حرام ہیں۔ اب ان دونوں میں سے کونسا قول

Marfat.com

درست ہے اور کونسا غلط؟ ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب امام بطور تقیہ مسئلہ شرعی بیان کر سکتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر کے ان کو حرام کہا ہو یا امام جعفر صادق نے بطور تقیہ ان کو حلال کہا ہو۔ پھر اس کے بعد امام جعفر صادق کا ایک اور قول منقول ہے۔ کہ صرف جریث نامی مچھلی حلال ہے۔ اس قول میں "جری" کا تذکرہ بھی نہیں ایک نئی قسم کی حرمت پائی گئی ہے۔ اول قول کے مطابق یہ قسم حلال اور جری حرام اس قول کے مطابق جری حلال اور جریث حرام۔ اب کیا فیصلہ کریں۔ اور کیسے کریں؟ بالآخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرما دیا۔ کہ ہماری باتوں میں چونکہ ہمارے ہی مارآستینوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ بلکہ من گھڑت باتیں ہماری حدیث بنا کر شیعوں کے سامنے پیش کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ اب ہمیں یہ کہنا پڑا ہے۔ کہ ہماری ہر وہ بات قابل تسلیم نہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ لہذا حلت و حرمت میں کسی مچھلی کو حلال و حرام قرار دینے کی ہمیں کیا ضرورت۔ اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ ہاں ہم بھی لوگوں کے دیکھا دیکھی کچھ مچھلیاں نہیں کھاتے۔ نہ کھانا اور بات ہے اور اسے حرام قرار دینا اور بات۔ آخری بات خود جو سب پر حاوی ہے وہ یہ کہ ائمہ اہل بیت نے یہ سب کچھ بطور تقیہ کیا اور کہا ہے۔ حقیقت مسئلہ وہ جانیں یا ان کا خدا جانے۔ وسائل الشیعہ ص ۴۰۴ جلد ۱۶ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ انہیں بار بار پڑھیں۔ مع احتمال حمل الجميع على التقية یعنی یہ احتمال بھی موجود ہے۔ کہ مذکورہ تمام تر روایات تقیہ کا شاہکار ہوں۔ مختصر یہ کہ جب روایات ائمہ اہل بیت باہم متعارض اور متخالف ہیں۔ تو اس تعارض نے انہیں درجہ سقوط میں رکھ دیا۔ لہذا ایسے موقعہ پر اس سے بالا دلیل پر عمل ہوتا ہے۔ اور وہ قرآن و سنت ہی ہیں۔ اس بات کا علم شیعہ لوگوں کو بھی ہے۔ کہ مچھلی علی الاطلاق حلال ہے۔ لیکن چونکہ یہ اہل سنت کا مسلک بن گیا۔ اس لیے وہ شیعہ ہی کس کام کا

Marfat.com

جو اہل سنت کی فقہی جزئیات کی مخالفت نہ کرے۔ اس لیے انہیں مخالفت کے لیے دو آدمیوں کی روایت بھی ایسے مقام پر کام دے جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

فَإِنْ كَانَ الْخَبَرَانِ عَنْكُمَا مَشْهُورَيْنِ قَدْ رَوَاهُمَا الثِّقَاتُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُكْمُهُ حُكْمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ حُكْمُهُ حُكْمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَافَقَ الْعَامَّةَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ الْفَقِيهَانِ عَرَفَا حُكْمَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَجَدْنَا أَحَدَ الْخَبَرَيْنِ مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرَ مُخَالِفًا لَهُمْ بِأَيِّ الْخَبَرَيْنِ يُؤْخَذُ؟ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِيهِ الرَّشَادُ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَإِنْ وَافَقَهُمَا الْخَبَرَانِ جَمِيعًا قَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا هُمْ إِلَيْهِ أَمْيَلُ حُكَّامُهُمْ وَقُضَاتُهُمْ فَيُتْرَكُ وَيُؤْخَذُ بِالْآخَرِ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۶۸ کتاب فضل العلم)

ترجمہ:

اگر دو حدیثیں آپ دونوں سے مشہور ہوں۔ اور انہیں آپ سے ثقہ راویوں نے روایت کیا ہو۔ (تو ان میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟) فرمایا دیکھا جائے کہ جو روایت اللہ کی کتاب پر اور حضور کی سنت کے مطابق حکم والی ہو۔ اور عام (اہل سنت) کے خلاف ہو۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔

Marfat.com

اور جو عام (اہل سنت) کے موافق ہو اور کتاب وسنت کے حکم سے اس کا حکم مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ میری جان آپ پر نثار! آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ دو فقہاء کرام نے اپنی اپنی روایت کا حکم، کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے معلوم کیا ہو لیکن ہم ان دونوں میں سے ایک کو عام (اہل سنت) کے موافق اور دوسری کو اُن کے مخالف پائیں۔ تو ان دونوں میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟ فرمایا۔ جو عام (اہل سنت) کے خلاف ہے اس میں ہی بہتری اور ہدایت ہے۔ میں نے پھر عرض کیا۔ میری جان آپ پر قربان! اگر دونوں روایتیں عام (اہل سنت) کے موافق ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا۔ پھر دیکھو کہ جس کی طرف اُن کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے اسے چھوڑ دو اور دوسری کو لے لو۔

مچھلی کے تمام اقسام کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

دلیل اوّل

حدیث پاک کی عمومیت

البنایہ فی شرح الہدایہ

لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ اَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالسَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَاَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ.

Marfat.com

وَالطّحَالُ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ۔ جلد ۹ ص ۹۶
مطبوعہ دار الفکر طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ہمارے لیے دو خون اور دو مری ہوئی اشیاء حلال کر دی گئی ہیں۔ دو مری ہوئی اشیاء میں سے ایک مچھلی اور دوسری مکڑی ہے۔ اور دو خونوں میں سے پہلا جگر اور دوسرا تلی ہے۔ (اس حدیث پاک میں مچھلی کو کسی قید و شرط کے بغیر ذکر کرنا اس کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔)

دلیل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریث کو حلال فرمایا

البنایہ فی شرح الہدایہ

وروی محمد فی الاصل عن عمر وابن وهب عن عمره بیان الطبیخ قُلْتُ خَرَجْتُ مَعَ وَلِیْدَةٍ لَنَا فَاشْتَرَیْنَا جَرِیْثَةً بِقَفِیْزِ حِنْطَةٍ فَوَضَعْنَا هَا

Marfat.com

فِيْ زَنْبِيْلٍ فَخَرَجَ رَأْسُهَا مِنْ جَانِبٍ وَذَنْبُهَا مِنْ جَانِبٍ اٰخَرَ فَمَرَّ بِنَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ "بِكَمْ اَخَذْتِ" قَالَتْ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ "اَطْعِمُهُ مَا اَرْخَصَهُ وَاَوْسَعَهُ لِلْعِيَالِ" فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْجِرِّيْثَ يُؤْكَلُ لِاَنَّهُ نَوْعٌ مِنَ السَّمَكِ فَيُجْعَلُ كَسَائِرِ الْاَنْوَاعِ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ حُجَّةٌ لَنَا عَلٰى بَعْضِ الرَّافِضِيْنَ وَاَهْلِ الْكِتَابِ فَاِنَّهُمْ يُكْرِهُوْنَ اَكْلَ الْجِرِّيْثِ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهُ كَانَ دَيُّوْثًا يَدْعُوْنَ النَّاسَ اِلٰى حَلِيْلَتِهٖ فَمُسِخَ بِهٖ۔ وَهُوَ مَتْرُوْكٌ بِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَذَا قَالَ خَوَاهَرْزَادَه رح فِيْ شَرْحِهٖ وَرَوٰى مُحَمَّدٌ اَيْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْجِرِّيْثِ فَقَالَ اَمَّا نَحْنُ فَلَا نَرٰى بِهٖ بَأْسًا وَاَمَّا اَهْلُ الْكِتَابِ فَيُكْرِهُوْنَ فَاِذَا صَحَّ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ اِبَاحَةَ الْجِرِّيْثِ وَلَمْ يَرِدْ عَنْ غَيْرِهِمَا خِلَافٌ حَلَّ ذَالِكَ مَحَلَّ الْاِجْمَاعِ۔

البنایۃ فی شرح الہدایہ جلد ۹
ص ۱۰ مطبوعہ دار الفکر)

ترجمہ:

امام محمد نے اصل میں بواسطہ عمرو بن وہب، عمرہ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتی ہیں۔ کہ میں اپنی ایک لڑکی کی معیت میں بازار گئی۔ وہاں سے ہم نے ایک جریث (مچھلی) گندم کی ایک بوری کے بدلہ میں خریدی۔ اور اُسے

زنبیل میں رکھ لیا۔ اس کا ایک سر زنبیل کی ایک طرف سے اور دوسرا دوسری طرف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کتنے درہم کی خریدی ہے؟ میں نے آپ کو اس کی قیمت بتائی۔ تو فرمانے لگے۔ اللہ نے جو تمہیں اتنی سستی دلوادی اُسے کھاؤ اور اپنے بال بچوں کے لیے اس میں وسعت ہے۔ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں جریث مچھلی کے ماکول ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ بھی مچھلی کی ہی ایک قسم ہے۔ لہٰذا اس کا معاملہ بھی بقیہ تمام مچھلیوں کا سا ہونا چاہیئے یہ حدیث ہم اہل سنت کے لیے بعض رافضیوں اور اہل کتاب کے خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جریث کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ (جریث) ایک بے غیرت آدمی تھا۔ جو لوگوں کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کے لیے بلایا کرتا تھا۔ تو اس جرم کی پاداش میں اس آدمی کو جریث مچھلی کی صورت میں مسخ کر دیا گیا۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی وجہ سے ان (رافضیوں، اہل بیت) کی دلیل ختم ہو گئی۔ خواہر زادہ نے اس کی شرح میں اسی طرح کہا ہے۔ امام محمد نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی ہے کہ ان سے جریث کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بہر حال ہم اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں پاتے۔ ہاں اہل کتاب اسے مکروہ کہتے ہیں لہٰذا جب حضرت علی المرتضےٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جریث کی اباحت روایت صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ کسی اور سے اس کا خلاف موجود نہیں۔ تو پھر جریث مچھلی کی حلت "اجماع امت،، کے طور پر ثابت ہو گئی۔

ث

Marfat.com

لمحۂ فکریہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشادِ عالی سے جریث مچھلی کی حلت بالاتفاق ثابت ہوئی۔ اسی مچھلی کو ملی مچھلی بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا رافضیوں کا اس کو حرام یا مکروہ کہنا بالکل غلط ہوا۔ اگر اس کی کوئی درست صورت ہوتی۔ تو کم از کم تمام ائمہ اہل بیت تو اس پر اتفاق کرتے۔ لیکن گزشتہ حوالہ جات میں آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ ان کا باہم شدید اختلاف ہے۔ بلکہ ایک ہی امام کے متضاد اقوال موجود ہیں۔ اس کا واضح نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان جلیل القدر حضرات سے ایسے متضاد اقوال کا صدور خلاف منصب ہے۔ اس لیے یہ اقوال ان کی طرف سے لوگوں نے خود بنا کر کتابوں میں درج کر دیئے ہیں۔ اب ان اقوال پر اعتماد بالکل اٹھ گیا۔ اس لیے بالآخر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف پلٹے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اور خود کتب شیعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث بھی اس سلسلہ میں موجود نہیں۔ ہم نے جریث مچھلی کے بارے میں ایک صریح حدیث جو ہر قسم کی مچھلی کی حلت بیان کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک شہادت پیش کی ہے۔ اس کے بعد اب رافضیوں کے پاس اور کون سی حجت باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی بنا پر ان کے مقابلہ میں اُسے لایا جائے۔ اور ان سے ثابت شدہ حلت کو چھوڑ کر حرمت کا قول کیا جائے۔ محض اہل سنت کی مخالفت برائے مخالفت سے کیا فائدہ؟ لہٰذا ہر قسم کی مچھلی کی حلت ہی حکم شرعی ہے۔

Marfat.com

بحث دوم

خرگوش کی حلّت و حرمت میں شیعہ سُنی اختلاف

وسائل الشیعہ

وَ فِیْ عُیُوْنِ الْاَخْبَارِ وَ فِی الْعِلَلِ بِاَسَانِیْدَ تَأْتِیْ فِیْ اٰخِرِ الْکِتَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْمَا کَتَبَ اِلَیْہِ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِہٖ فِی الْعِلَلِ وَحَرُمَ الْاَرْنَبُ لِاَنَّھَا بِمَنْزِلَۃِ السِّنَّوْرِ وَ لَھَا مَخَالِبُ کَمَخَالِبِ السِّنَّوْرِ وَسِبَاعِ الْوَحْشِ فَجَرَتْ مَجْرَاھَا مَعَ قَذَرِھَا فِیْ نَفْسِھَا وَمَا یَکُوْنُ فِیْھَا مِنَ الدَّمِ کَمَا یَکُوْنُ مِنَ النِّسَاءِ لِاَنَّھَا مَسْخٌ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶
ص ۳۸۳/ابواب الاطعمۃ۔
۲/العلل الشرائع باب ۳۳۵
ص ۴۸۲)

ترجمہ:

محمد بن سنان امام رضاء سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے کچھ مسائل کے جواب میں جو مختلف علتوں کے بارے میں تھے اسے لکھا خرگوش

Marfat.com

حرام ہے۔ کیونکہ بلی کی طرح ہے۔ اور اس کے پنجے بھی بلی جیسے ہی ہیں۔
اور دوسرے وحشی پھاڑ کر کھانے والوں کی طرح اس کے پنجے ہیں۔
لہٰذا یہ بھی ان کے حکم میں ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی ذات میں گندگی
بھی ہے۔ اور وہ خون بھی جو عورتوں میں ہوتا ہے (یعنی حیض و نفاس کا خون)
کیونکہ خرگوش مسخ شدہ عورت ہے۔

توضیح:

عبارت بالا میں خرگوش کی حرمت کی تین وجوہات بیان ہوئیں۔ (۱) خرگوش بلی کی طرح ہے اس لیے
جب بلی حرام ہے تو یہ بھی حرام۔ (۲) اس میں گندگی (حیض و نفاس) ہے (۳) بدکرداری کی
وجہ سے یہ ایک عورت کی مسخ شدہ حالت ہے۔

جواب وجہ اوّل

خرگوش اور بلی کی مشابہت درست نہیں۔ کیونکہ مشابہت جس چیز میں دی گئی۔ وہ
دونوں کے پنجے ہونے میں ہے۔ لیکن ہر ذی عقل اس فرق کو جانتا ہے۔ کہ بلی اور
خرگوش کے پنجوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ بلی ان درندوں میں سے ہے۔
جو اپنا شکار پنجے کے ذریعہ پکڑتے ہیں۔ اور اُسے چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں۔ اور
خرگوش میں یہ چیز بالکل موجود نہیں ہے۔ وہ نہ کسی کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ اور نہ ہی
اپنی خوراک بنانے کے لیے پنجوں سے شکار کرتا ہے۔ اس لیے یہ قیاس "قیاس
مع الفارق" ہوگا۔ اور یہ اصولی طور پر درست نہیں ہوتا۔ اور اس سے بڑھ کر
اسے "سباع الوحش" میں سے شمار کرنا اور بھی عقل سے گری ہوئی بات ہے۔
کیونکہ اسے کسی نے بھی درندہ جانوروں میں سے شمار نہیں کیا۔ لہٰذا اتنی گھٹیا بات

Marfat.com

اور پھر اُسے امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کس طرح اِسے باور کیا جا سکتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی نے اُن کی طرف من گھڑت طریقے سے یہ روایت کتابوں میں درج کر دی ہے۔ اس کی تائید ہم اس سے بھی کر سکتے ہیں۔ کہ بلی کے پنجوں کو "مخالب" کہہ کر خرگوش کو "ذی مخلب" بتانا اس لفظ سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ اس کا قائل یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ "مخلب" کن جانداروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جو "وحشی درندے" ہیں۔ ان کے پنجوں کے لیے عربی میں کیا لفظ ہے۔ کتب شیعہ سے اس کی مثال سنیئے۔

العلل الشرائع:

قَالَ اَبِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ حَرَامٌ۔

(العلل الشرائع باب ۲۳۵ ص ۴۸۲)

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔ درندوں میں سے ہر ذی ناب حرام ہے۔ اور پرندوں میں سے ہر ذی مخلب حرام ہے۔

گویا خرگوش کو "ذی مخلب" کہہ کر اسے پرندوں میں شمار کیا گیا۔ حالانکہ یہ پرندہ نہیں۔ اور بلی کے ساتھ تشبیہ دے کر درندہ بتایا گیا۔ حالانکہ یہ درندہ بھی نہیں مختصر یہ کہ نہ تو خرگوش، بلی کی طرح اپنی خوراک چیر پھاڑ کر کھاتا ہے۔ اور نہ ہی پرندوں کی طرح اڑتا ہے۔ اور اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ اس لیے خرگوش کو بلی کے مشابہ قرار دینا عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہ ہوا۔

Marfat.com

جواب وجہ ثانی؛

خرگوش کی گندگی اس کی حرمت کی دلیل بھی پہلی دلیل کی طرح غلط ہے اول تو روایت مذکورہ ہی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مفید حرمت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ وہ اس طرح کہ خرگوش میں گندگی اس وجہ سے بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک بدکار اور فاحشہ عورت تھی۔ اپنے خاوند کی نافرمان تھی۔ کیونکہ یہ حیض ختم ہونے پر غسل نہیں کرتی تھی۔ گویا خرگوش دراصل عورت تھی۔ اب انسانوں میں سے عورت ہو یا مرد اس کے حرام ہونے کی وجہ سے نفاس یا جنابت وغیرہ سے پاک نہ ہونا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کرامت و عظمت کے پیش نظر اسے حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہی علت ہوتی۔ تو پھر ہر اس مرد و عورت کو حلال سمجھ کر کھانا درست ہوتا۔ جن میں یہ گندگی نہ ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تو جب یہ طے پایا کہ مرد و عورت کی حرمت اس کی تکریم کے باعث ہے۔ تو اگر ایک عورت کی شکل کسی غلطی کے ارتکاب سے مسخ کر دی گئی۔ تو اس میں حرمت حیض وغیرہ سے کیسے آگئی۔ علاوہ ازیں اگر یہ عجیب و غریب منطق و دلیل دیکھی جائے۔ تو زیادہ سے زیادہ مادہ خرگوش کی حرمت ثابت کرے گی۔ نر خرگوش میں جب یہ علت نہیں تو پھر اسے کیوں حرام کہا جاتا ہے عنقریب اس پر ایک حوالہ آرہا ہے۔ لہٰذا خرگوش کی حرمت کی علت "حیض" قرار دینا بھی درست نہ ہوا۔

جواب وجہ ثالث

خرگوش دراصل مسخ شدہ عورت ہے۔ اس لیے مسخ شدہ ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے۔ اس کی تردید پہلے تو یہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ صحیح نہیں۔ جو حرمت کی

Marfat.com

دلیل بن سکے۔ کیونکہ حرمت کے لیے دلیل قطعی چاہیئے۔ جو آپ کے پاس ہے نہیں۔

اسی علت کی دوسری تردید ہم یُوں کرتے ہیں۔ کہ جن مردوں یا عورتوں کی عورتوں شکلیں مسخ کی گئیں۔ آخر اُن کی کوئی وجہ ہو گی۔ کوئی شدید نافرمانی اُن سے صادر ہوئی ہو گی۔ تبھی تو اللہ پاک نے انہیں شکل انسانی میں رہنے نہ دیا۔ اس سلسلے میں اہل تشیع جو وجہ بیان کرتے ہیں۔ وہ قابل دید نی بھی ہے۔ اور قابل عبرت بھی۔

وسائل الشیعہ

فَاِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مَسَخَ قَوْمًا سَبْعَمِائَۃ اُمَّۃٍ عَصَوُا الْاَوْصِیَاءَ بَعْدَ الرُّسُلِ فَاَخَذَ اَرْبَعَمِائَۃ مِنْھُمْ بَرًّا وَ ثَلَاثَمِائَۃ بَحْرًا ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃ " فَجَعَلْنَاھُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنَاھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ "

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۸۲

کتاب الاطعمۃ)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے سات سو قسم کے لوگوں کی شکلیں مسخ کیں۔ انہوں نے انبیاء کرام کے بعد ان کے " وصی " لوگوں کی نافرمانی کی۔ ان میں سے چار سو خشکی میں چلے گئے۔ اور تین سو سمندر دریاؤں میں جا بسے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ فجعلنا ھم احادیث الخ،

خرگوش اور مختلف جانوروں کی صورت میں جن مردوں اور عورتوں کی شکلیں مسخ کی گئی۔ اس کی عجیب علت آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ علت اس لیے عجیب ہے کہ

Marfat.com

اس کی وجہ سے ہی اہل تشیع کے نزدیک انبیاء کرام پر ابتلاء وآزمائش کا دور گزرا۔ آدم نے اس کی پاداش میں جنت گنوایا۔ ساری عمر توبہ تائب کرنا پڑا۔ نوح کو طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ ابراہیم کو آگ میں جانا اور اسماعیل کو چھری تلے لیٹنا پڑا ان تمام خرافات کا تذکرہ ہم عقائد جعفریہ جلد اول میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خرگوش کے مسخ ہونے کو علت حرمت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔

تردید وجہ ثالث

خرگوش ایک بدکار کی مسخ شدہ صورت کا نام ہے۔ اس لیے حرام ہے۔ یہ بھی دھوکہ اور عقل ونقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل تشیع واہل سنت دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جن لوگوں کی شکلیں مسخ ہوئی۔ وہ تین دن سے زائد تک زندہ نہ رہے۔ اس لیے خرگوش جو کسی عورت کی بدکرداری کی صورت میں بنا تھا۔ وہ تین دن کے بعد فنا ہو گیا۔ تین دن تک کا اتفاق ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن حسین قال رُوِیَ اَنَّ الْمَمْسُوخَ لَمْ یَبْقَ اَکْثَرَ مِنْ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ وَاِنَّ ھٰذِہٖ مَثَلٌ لَھَا فَنَھَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَنْ اَکْلِھَا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶
ص ۳۸۳)

(۲۔ البنایہ فی شرح الھدایہ
جلد ۹ ص ۸۹)

Marfat.com

ترجمہ:

محمد بن علی بن حسین نے کہا، کہ جن اشخاص کی شکلیں مسخ کر دی گئیں۔ وہ تین دن سے زائد زندہ نہ رہے۔ اور اس وقت جو موجود ہیں۔ وہ ان کی مثل ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ تمام مسخ شدہ صورتوں والے تین دن کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ لہٰذا ان کے کھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اس حوالہ کے آخری الفاظ پر غور کریں۔ تو دراصل یہ خرگوش کی حرمت کی ایک طرح سے چوتھی علت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ اس کی شکل و صورت بھی اسی خرگوش کی طرح ہے۔ جو ایک عورت کے مسخ کرنے پر بنی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بہانہ بھی اسی طرح کالبے سر پا ہے جس طرح پچھلے دو تین تھے۔ شاید اس کا استدلال کچھ یُوں کیا گیا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنا دی تھیں۔ اور ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں یُوں موجود ہے۔ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ (ہم نے ان میں سے کچھ بندر اور کچھ خنزیر بنا دیئے۔) اب کوئی فقہی مکتب فکر ان دونوں میں سے کسی کی علت کا قائل نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو خنزیر کی حرمت خود قرآن کریم میں بیان فرما دی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جن لوگوں کی شکلیں خنزیر کی سی بنا دی گئی تھیں۔ وہ تو تین دن کے بعد ختم ہو گئے۔ لیکن اب خنزیر کو اس لیے حرام کیا گیا ہے۔ کہ اس کی شکل اُس جیسی ہے لہٰذا ہم (اہل تشیع) بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ خرگوش کی حرمت بھی اسی خرگوش سے شکل ملنے کی بنا پر ہے۔ اگرچہ وہ مسخ شدہ خرگوش تین دن کے بعد باقی نہ رہا۔

ہم اس عجیب و غریب دلیل کے جواب میں عرض کریں گے۔ کہ خنزیر کی شکل میں کسی کا مسخ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوا۔ جب ان لوگوں نے مختلف گناہ کیے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ تو انہیں یہ سزا دی گئی۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

تفسیر مجمع البیان

(وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيرَ) اَیْ مَسَخَهُمْ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ يعنی بِالْقِرَدَةِ اَصْحَابَ السَّبْتِ وَ بِالْخَنَازِيرِ كُفَّارَ مَائِدَةِ عِيْسٰى۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۱۶ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔ یعنی ان لوگوں کی شکلیں مسخ کر کے بندر اور سور بنا دیئے گئے۔ مفسرین نے کہا ہے۔ کہ بندر کی شکل بننے والے وہ لوگ تھے جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے نہ باز آئے۔ اور سور بننے والے وہ کافر تھے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے والے مائدہ کی ناشکری کی۔

اہل تشیع کی اس تفسیر سے واضح ہوا۔ کہ خنزیر ان لوگوں کو بنایا گیا تھا۔ جو مائدہ کے منکر اور ناشکرے ہو گئے تھے۔ اور یہ معجزہ حضرت عیسیٰ کو عطا ہوا تھا۔ اس سے قبل کسی نبی کی امت کے کسی فرد کو بطور سزا سور کی شکل میں مسخ نہیں کیا گیا۔ لیکن خنزیر بہرحال پہلے موجود تھا۔ اور اس کی حرمت بھی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس کی حرمت خود اہل تشیع کو تسلیم ہے۔ حالانکہ ان دونوں پیغمبروں کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا طویل عرصہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو

وسائل الشیعہ:

اِنَّ الْخِنْزِيْرَ كَانَ مُحَرَّمًا فِیْ شَرِيْعَةِ مُوْسٰى

Marfat.com

وَ مَا وَقَعَ الْمَسْخُ الَّذِيْ فِي الرِّوَايَةِ اِلَّا عَلٰى عَهْدِ الْمَسِيْحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا مَرَّ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۸۵)

ترجمہ:

بے شک خنزیر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی حرام تھا اور جو مسخ شدہ خنزیر ہے۔ وہ روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ السلام کے دور میں ہوا۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اسی طرح خرگوش کا مسئلہ بھی ہے۔ کہ جب مسخ شدہ خرگوش سے پہلے کا خرگوش بھی تھا۔ تو اس میں مسخ شدہ کی مثلیت کہاں مستحق تھی۔ لہذا یہ مثلیت کا بہانہ بھی بیکار ہے جب اہل تشیع کی حرمت کی تینوں (چاروں) علتیں عقل و نقل کے خلاف ثابت ہو گئیں۔ تو پھر انہیں بھی تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کہ خرگوش حرام نہیں۔ جس طرح اہل سنت اس کی حلت کے قائل ہیں۔ وہ بھی قائل ہو جائیں۔ اب آخر میں ہم اہل سنت کا نظریہ اسی خرگوش کے مسئلہ میں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام دونوں اطراف کے دلائل کا تقابلی مطالعہ کر کے کسی نتیجہ پر بخوبی پہنچ سکیں۔

خرگوش کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

خرگوش کی حلت پر اگرچہ ہم بہت سے دلائل عقلیہ بھی قائم کر سکتے اور رکھ سکتے ہیں۔ لیکن جب اس مسئلہ میں نصوص قطعیہ موجود ہوں۔ تو پھر عقلی دلائل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حلت خرگوش پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ لیکن ہم سردست ایک دو حوالہ جات ہی پیش کریں گے۔

☆

Marfat.com

البنایہ فی شرح الہدایہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَرْنَبٍ قَدْ شَوَاهَا فَوَضَعَهَا بَیْنَ یَدَیْهِ فَاَمْسَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَاْكُلْ وَاَمَرَ الْقَوْمَ اَنْ یَاْكُلُوْا وَزَادَ فِی اللَّفْظِ .. فَاِنِّیْ لَوِ اشْتَهَیْتُهَا اَكَلْتُهَا...... عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ بِاَرْنَبٍ یُهْدِیْهَا اِلَیْهِ فَقَالَ مَا هٰذِهٖ؟ قَالَ هَدِیَّةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا یَاْكُلُ مِنَ الْهَدِیَّةِ حَتّٰی یَاْمُرَ صَاحِبُهَا فَیَاْكُلَ مِنْهَا مِنْ اَجْلِ الشَّاةِ الَّتِیْ اُهْدِیَتْ اِلَیْهِ بِخَیْبَرَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ كُلْ فَقَالَ اِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ تَصُوْمُ مَاذَا؟ قَالَ ثَلَاثَةٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ فَاجْعَلْهَا الْبِیْضَ الْغُرَّ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَاَرْبَعَةَ عَشَرَ وَخَمْسَةَ عَشَرَ قَالَ فَاَوْمٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ بِیَدِهٖ اِلَی الْاَرْنَبِ لِیَاْخُذَ مِنْهَا فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ اَمَا اِنِّیْ رَاَیْتُهَا تَدْمٰی یَعْنِیْ تَحِیْضُ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوْا وَلَمْ یَاْكُلْ

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۴ صفحہ ۸۷ تا ۸۹)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک اعرابی ہاتھ میں بھنا ہوا خرگوش لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور وہ خرگوش اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے اور اُسے نہ کھایا۔ اور موجود لوگوں سے فرمایا۔ تم کھاؤ۔ یہ بھی الفاظ زیادہ مذکور ہیں۔ اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں بھی اسے کھالیتا

.......حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک اعرابی خرگوش بطور ہدیہ لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔؟ کہنے لگا۔ ہدیہ ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ اس وقت نہیں کھاتے جب تک کہ اس کا دینے والا اس میں سے خود نہ کھائے۔ یہ آپ نے طریقہ اس لیے اپنا رکھا تھا۔ کہ ایک مرتبہ خیبر میں ایک بکری آپ کو ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ (جس کے کھانے سے کئی صحابہ کرام شہید ہو گئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدیہ لانے والے کو فرمایا۔ تم کھاؤ۔ اس نے عرض کیا حضور! میں روزے سے ہوں۔ فرمایا۔ کیسے روزے؟ کہنے لگا کہ میں ہر مہینہ میں تین روزے رکھتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اُس سے ۱۳،۱۴،۱۵ مقرر کرو۔ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ اس سے کچھ لو۔ اعرابی نے کہا۔ کہ میں نے اسے دیکھا۔ کہ اسے حیض آتا ہے۔ اس پر آپ نے قوم سے فرمایا۔ تم کھاؤ۔ خود نہ کھایا۔

نوٹ:۔ مذکورہ روایات میں خرگوش کی اگرچہ حرمت بیان نہیں ہوئی۔

Marfat.com

لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے تناول نہ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کو ناپسند تھا۔ اور یہی کراہت ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مذکورہ حدیث میں ہی اس کی وضاحت موجود ہے۔ وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں کھا لیتا،، ان الفاظ میں آپ نے اسے کھانے کا اظہار فرما کر واضح کر دیا۔ کہ یہ کھانے کی چیز ہے۔ اگر کھانا چاہو تو کھا لیا کرو۔ دوسرا یہ بھی استدلال ہے۔ کہ آپ نے تو نہ کھایا لیکن آپ نے دوسروں کو اپنے سامنے کھاتا دیکھ کر منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ بھی ''سنت،، ہی کی ایک قسم ہے۔ لہذا اگر حرام ہوتا تو آپ کھانے کا اظہار بھی نہ فرماتے۔ اور صحابہ کرام کو کھاتے دیکھ کر خاموش بھی نہ رہتے۔ مزید براں ایک اور روایت ہم ذکر کرتے ہیں۔ جس میں صراحۃً آپ کا تناول فرمانا موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

قَالَ لَا بَأْسَ بِاَكْلِ الْاَرْنَبِ لِاَنَّ النَّبِيَّ اَكَلَ مِنْهُ حِيْنَ اُهْدِيَ اِلَيْهِ مَشْوِيًّا وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِالْاَكْلِ مِنْهُ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ صفحہ ۸ مطبوعہ دار الفکر)

ترجمہ:

خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش تناول فرمایا۔ جب کسی نے بھنا ہوا بطور ہدیہ آپ کی

Marfat.com

خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور آپ نے اپنے صحابہ کو بھی اس میں سے کھانے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت میں دو ٹوک انداز میں مذکور ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھنا ہوا خرگوش خود بھی تناول فرمایا۔ اور حضرات صحابہ کرام کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ گویا فعلی اور قولی سنت ہو گیا۔ اس واقعہ میں اعرابی نے وہ علت بھی پیش کی تھی۔ جسے شیعہ لوگ حرمت کی وجہ سے ہیں۔ (یعنی حیض آنا) اس کے باوجود آپ نے اُسے کھانے کی اجازت دے دی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ "حیض آنے"۔ کی علت اس میں حرمت ثابت نہیں کر سکتی۔ یہ اہل تشیع کی خود ساختہ علت ہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار)

Marfat.com

مآخذ و مراجع

کتب اہل تشیع

نام کتاب	مصنف	مقام طباعت	
الاستبصار	ابوجعفر محمد بن حسن طوسی	تہران	جدید
اعیان الشیعہ	سید امین	بیروت	جدید
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	تہران	جدید
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی	تہران	جدید
تحفۃ العوام	سید مظہر حسین	نولکشور	قدیم
تہذیب الاحکام	ابوجعفر طوسی شیخ الطائفہ	تہران	جدید
ترجمہ مقبول	مقبول احمد شیعہ	لاہور	قدیم
تنقیح المقال	شیخ عبداللہ مامقانی	تہران	جدید
توضیح المسائل	آیت اللہ خمینی		
تلخیص الشافی	ابوجعفر طوسی شیخ الطائفہ	قم	جدید
جواز متعہ	اثیر جاڑوی شیعی	دریا خان بھکر	انوار نجف
جامع الرواۃ	محمد بن اردبیلی	قم	جدید
جلاء العیون	ملا باقر مجلسی	تہران	جدید
حلیۃ المتقین			
الذریعہ	آقائے بزرگ طہرانی	بیروت	جدید

Marfat.com

نام کتاب	مصنف	مقام طباعت	
ذخیرۃ المعاد	شیخ زین العابدین	لکھنو	قدیم
رجال کشی	محمد بن عمر کشی	تہران	جدید
فرق الشیعہ	ابو محمد بن موسیٰ نوبختی	نجف	جدید
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی	تہران	جدید
الفقہ علی المذاہب الخمسہ			
فتوحات شیعہ	مولوی محمد اسماعیل گوجروی		
فقہ الامام جعفر صادق		قم	جدید
الکنیٰ والالقاب	شیخ عباس قمی	تہران	جدید
لوامع التنزیل	سید علی حائری رضوی	لاہور	قدیم
من لایحضرہ الفقیہ	ابوجعفر محمد بن علی صدوق	تہران	جدید
منہج الصادقین	ملا فتح علی کاشانی	تہران	جدید
مجمع البیان	ابو علی فضل بن حسن طبرسی	تہران	جدید
مسالک الافہام		تہران	جدید
معالم الاصول		تہران	جدید
مجالس المومنین	نور اللہ شوستری	تبریز	جدید
نہج البلاغہ	سید ابوالحسن شریف محمد رضی	بیروت	جدید
وسائل الشیعہ		تہران	جدید

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

شیعہ مذہب

المعروف

جلد سوم

فقہ جعفریہ

مصنف مناظر اسلام شیخ الحدیث الحاج
مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ حسینیہ
بلال گنج، لاہور

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

https://telegram.me/Tehqiqat
https://telegram.me/faizanealahazrat
https://telegram.me/FiqaHanfiBooks
https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

عن علی بن الحسین قال الصبر من الایمان بمنزلة الرأس فی الجسد ولا ایمان لمن لا صبر له

فرمان امام زین العابدینؑ

ترجمہ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں وہ بے ایمان کا فر ہے جس کے صبر نہیں ہے

جامع الاخبار مصنف شیخ صدوق صفحہ نمبر ۱۳۲ الفصل الحادی والسبعون فی الصبر

فقہ جعفریہ

جلد سوم

❋ باب اول:	❋ ماتم کے بیان میں
❋ باب دوم:	❋ ماتم و صحابہ کے جواب میں

تالیف

مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامع رسولیہ شیرازیہ امیر روڈ بلال گنج لاہور فون ۲۲۶۲۲۸

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب:۔۔۔۔ فقہ جعفریہ جلد سوم

مصنف:۔۔۔۔ محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی صاحب

ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت: راجہ محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

قیمت:۔۔۔۔ ۲۰ روپے

مطبع:۔۔۔۔ حامد جمیل پرنٹرز لاہور

سن طباعت: اپریل ۱۹۹۰ء

اظہار تشکر و تحدیث نعمت

عرصہ پنتیس (۳۵) سال سے فقیر کی آرزو تھی۔ کہ مذہب شیعہ کی تردید پر ایک جامع کتاب لکھی جائے۔ جو ان کے تمام نظریات باطلہ کے محققانہ رد پر مشتمل ہو۔ لیکن ایک تو درس و تدریس اور مدرسہ کی ذمہ داریوں کی مصروفیت اور دوسرا مجھے اپنے صاحب قلم نہ ہونے کا بھی خیال تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی کریں عارف کامل مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی اور قبلہ عالم سیدی، مرشدی، سید محمد باقر علی شاہ صاحب کی مخصوص دعاؤں کے سہارے اپنی آرزو کی تکمیل کے لیے ۱۲ ربیع اول ۱۴۰۲ھ کو بیڑا اٹھایا۔ اور یکم رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ تک ۱۶ ضخیم جلدیں اس موضوع پر مکمل کر کے فراغت پائی۔ والحمد للہ رب العالمین

(۵ جلدیں تحفہ جعفریہ - ۴ جلدیں عقائد جعفریہ - ۴ جلدیں فقہ جعفریہ - ۱ جلد میزان الکتب - ۱ جلد دشمنان معاویہ کا علمی محاسبہ ۱ جلد نور العین فی ایمان ابوین کریمین) قارئین سے التماس ہے کہ مذکورہ کتب سے استفادہ کریں تو اس علمی کحق دعا بخشش فرمائیں۔

Marfat.com

الاهداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ۔ خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز لیا۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول محبوب اولیاء و بتول پیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین:

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فہرست مضامین

فقہ جعفریہ

جلد سوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	باب اوّل	۳۳
۲	ماتم کے بیان میں	۳۳
۳	فصل اوّل:	۳۵
۴	ماتم کیا ہے؟ اور اس کی شرعی حدود کیا ہیں	۳۵
۵	دلیل ۱:	۳۶
۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل	۳۶
۷	دلیل ۲:	۳۷
۸	دلیل ۳:	۳۹
۹	مذکورہ تین احادیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوئے۔	۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
١٠	دلیل ۴:	٤٣
١١	فصل دوم:	٤٧
١٢	مروجہ ماتم کی نوعیت، اس کے اثبات پر شیعی دلائل اور ان کے دندان شکن جوابات	٤٧
١٣	دلیل ۱:	٤٨
١٤	سینہ کوبی اور منہ پر طمانچے مارنے کا ثبوت۔	٤٨
١٥	جواب اول:	٤٩
١٦	جواب دوم:	٥٠
١٧	حاصل کلام:	٥٢
١٨	دلیل ۲:	٥٤
١٩	تخصیص ماتم حسین علیہ السلام	//
٢٠	حاصل دلیل:	٥٥
٢١	جواب:	//
٢٢	اپنی عقل کا ماتم کیجئے۔	٥٨
٢٣	روایت بخاری کا مطلب۔	٦١
٢٤	دلیل ۳:	٦٢
٢٥	جواب:	٦٣
٢٦	یہ استدلال اس طرح درست ہے۔	٦٤
٢٧	دلیل ۴:	٦٨
٢٨	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عائشہ کا ماتم کرنا۔	//
٢٩	جواب اول:	٦٩

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۰	نظرِ انصاف:	۷۱
۳۱	جواب دوم:	۷۵
۳۲	دلیل ۵:	//
۳۳	جواب:	۷۷
۳۴	حاصل کلام:	۸۳
۳۵	دلیل ۶:	۸۴
۳۶	جواب:	۸۶
۳۷	ایک وہم اور اس کا ازالہ	۸۹
۳۸	ابو مخنف لوط ابن یحییٰ کیسا راوی ہے؟	۹۱
۳۹	دلیل ۷:	۹۲
۴۰	جواب:	۹۳
۴۱	معارج النبوت کیسی کتاب ہے؟	۹۴
۴۲	دلیل ۸:	۹۶
۴۳	جواب اول اور چیلنج	//
۴۴	جواب دوم:	۹۷
۴۵	جواب سوم:	۹۸
۴۶	دلیل ۹:	۹۹
۴۷	جواب:	//
۴۸	دلیل ۱۰:	۱۰۱
۴۹	زنجیر زنی فرطِ محبت کی علامت ہے۔	//

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۰	جواب :	۱۰۴
۵۱	امر اول کی تردید	۱۰۵
۵۲	امر دوم کی تردید	۱۰۶
۵۳	امر سوم کی تردید	۱۱۱
۵۴	نقل کردتو پوری نقل کرو۔	۱۱۲
۵۵	دلیل ۱۱ :	۱۱۳
۵۶	گریہ فاطمۃ الزہرا رض بر شہدائے اُحد	״
۵۷	گریہ یعقوبؑ بر یوسفؑ	۱۱۴
۵۸	گریہ رسولِ خدا بر امام مظلوم	״
۵۹	گریہ جناب امیر علیہ السلام بر حسین علیہ السلام مقام کربلا	۱۱۵
۶۰	جواب :	۱۱۶
۶۱	اختتامی نوٹ	۱۱۷
۶۲	فصلِ سوم :	۱۱۸
۶۳	مروجہ شیعی ماتم کے متعلق قرآنِ مجید نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہلِ بیت کے فرمان۔	״
۶۴	مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔	۱۱۹
۶۵	حاصل کلام :	۱۲۴
۶۶	اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کا شانِ نزول	״
۶۷	پچیس ہزار روپے انعام	۱۳۱
۶۸	ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فرامین۔	۱۳۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۹	فرمانِ امام باقر رضی اللہ عنہ	۱۳۳
۷۰	مذکورہ فرمان سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔	۱۳۴
۷۱	فرمان امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۳۵
۷۲	فرمانِ بالا سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔	۱۳۶
۷۳	فرمان امام باقر رضی اللہ عنہ	۱۳۷
۷۴	اس فرمان سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔	۱۳۸
۷۵	امام جعفر صادق رض کا فرمان	//
۷۶	امام جعفر صادق رض کا فرمان	۱۴۰
۷۷	فرمان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	//
۷۸	فرمانِ امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۴۱
۷۹	ماتم سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔	۱۴۳
۸۰	امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان	۱۴۴
۸۱	فرمان شیر خدا رضی اللہ عنہ	۱۴۵
۸۲	علی المرتضٰی رض کا ایک اور فرمان	۱۴۷
۸۳	ماتم کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب	۱۴۸
۸۴	حاصل کلام،	۱۵۳
۸۵	فصل چہارم،	۱۵۵
۸۶	ماتم کس نے ایجاد کیا؟ اس کا فقہی حکم کیا ہے اور ائمہ کیا ہو کا سب سے پہلے ماتم کرنے والا شیطان تھا۔	
۸۷	امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کی ابتداء یزید نے کی	۱۵۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۸۸	ہندہ (یزید کی بیوی) نے اپنے خاوند (یزید) کے حکم سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کیا۔	۱۵۷
۸۹	ماتم کرنے والے پر کفارہ واجب ہے۔	۱۵۸
۹۰	ماتم کرنے کا انجام (عذاب) کیا ہوگا؟	۱۶۰
۹۱	(۱) ماتمی کا منہ قبر میں قبلہ کی سمت سے پھیر دیا جائے گا۔	"
۹۲	(۲) غنا کرنے والے اور مرثیہ خواں کو قبر سے اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا۔	۱۶۱
۹۳	(۳) ماتمی کی دبر سے فرشتے آگ ڈال کر اس کے منہ سے نکالیں گے جبکہ ماتمی کی شکل کتے کی ہوگی۔	۱۶۳
۹۴	جائے عبرت	۱۶۵
۹۵	(۴) مروجہ ماتم کرنے والا نیکیاں ضائع کر بیٹھتا ہے۔	۱۶۶
۹۶	(۵) نوحہ گر قیامت کے دن پگھلے ہوئے تانبہ کا لباس پہنایا جائے گا۔	۱۶۸
۹۷	ایک اور سوال	۱۷۰
۹۸	تنبیہ:	۱۷۲
۹۹	منتہی الآمال کی عبارات	"
۱۰۰	ریاکار ماتمی کو بروز قیامت کافر اور فاسق کہہ کر بلایا جائے گا۔	۱۷۴
۱۰۱	خلاصہ	۱۷۵
۱۰۲	محافل حسین میں جھوٹی روایات اور من گھڑت کہانیاں	۱۷۷
۱۰۳	خلاصہ	۱۷۸
۱۰۴	مروجہ ماتم کا رکن اعظم غنا ہے۔	۱۸۰

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۵	خلاصہ:	۱۸۱
۱۰۶	محافل حسین رضی اللہ عنہ میں غناء کے ساتھ مرثیہ خوانی کا حکم	۱۸۶
۱۰۷	خلاصہ:	۱۸۷
۱۰۸	دورِ حاضر میں شیعی محافل ومجالس کی حقیقت وکیفیت	۱۸۹
۱۰۹	الحاصل	۱۹۱
۱۱۰	فصل پنجم	۱۹۴
۱۱۱	داڑھی چٹ مونچھیں دراز سیاہ لباس کڑے لوہے کے ماتمیوں کی علامات اور ان کی تردید	″
۱۱۲	داڑھی منڈے کو حضرت علی رض نے مسجد سے نکلوا دیا۔	۱۹۵
۱۱۳	امام حسین رضی اللہ عنہ کی داڑھی تھی۔	۱۹۷
۱۱۴	داڑھی اور مونچھوں کے بارہ میں ارشاد نبوی	۱۹۸
۱۱۵	داڑھی کو کٹانے والے مجوسی ہیں	۲۰۰
۱۱۶	داڑھی مونڈنے پر پوری دیت کی ادائیگی لازم ہے	۲۰۱
۱۱۷	داڑھی کی مقدار کے متعلق امام جعفر صادق کا فرمان	۲۰۲
۱۱۸	لمبی مونچھیں شیطان کا خیمہ ہیں	۲۰۳
۱۱۹	مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل امور صراحۃً ثابت ہوئے۔	۲۰۵
۱۲۰	لمحہ فکریہ:	۲۰۶
۱۲۱	سیاہ (ماتمی) لباس کے متعلق رسول کریم اور ائمہ اہل بیت کا فرمان	۲۰۷
۱۲۲	تنبیہ	۲۱۱
۱۲۳	وضاحت:	۲۱۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۴	مذکورہ حدیث سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔	۲۱۶
۱۲۵	لمحہ فکریہ:	//
۱۲۶	لوہے کے کپڑے وغیرہ پہننا کیسا ہے۔	۲۱۸
۱۲۷	لمحہ فکریہ:	۲۲۱
۱۲۸		
۱۲۹	شیعہ حضرات کے لیے نماز کی چھٹی	۲۲۳
۱۳۰	مذکورہ روایات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔	۲۲۹
۱۳۱	لمحہ فکریہ:	۲۳۰
۱۳۲	فصل ششم:	۲۳۱
۱۳۳	تعزیہ کی تاریخ ایجاد اور اس کی شرعی حیثیت اور گھوڑا نکالنے کی حقیقت اور ان کے احکام	//
۱۳۴	مضمون	۲۳۲
۱۳۵	لمحہ فکریہ:	۲۳۳
۱۳۶	منہ مانگا انعام لو	//
۱۳۷	اقسام تعزیہ اور ان کی تعریف	۲۳۵
۱۳۸	(۱) تعزیہ:	//
۱۳۹	(۲) ضریح:	//
۱۴۰	(۳) مہندی:	۲۳۶
۱۴۱	(۴) ذوالجناح:	//
۱۴۲	(۵) تابوت:	//

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۳	(۶) عَلَمْ	۲۳۷
۱۴۴	(۷) براق	"
۱۴۵	(۸) تخت	"
۱۴۶	لمحہ فکریہ	۲۳۸
۱۴۷	تعزیہ بنانے کی شرعی حیثیت	۲۴۰
۱۴۸	الحاصل	۲۴۲
۱۴۹	تعزیہ کے بارہ میں حضرت علی رض کا فرمان	"
۱۵۰	میدان کربلا میں گھوڑا موجود ہونے کی حقیقت اور گھوڑا نکالنے کی شرعی حیثیت	۲۴۶
۱۵۱	مدینہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا آغاز بھی اونٹنی سے کیا اور کربلا میں بھی اونٹنی سے ہی اترے۔	۲۴۷
۱۵۲	مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔	۲۵۰
۱۵۳	لمحہ فکریہ:	۲۵۱
۱۵۴	امام حسین کربلا میں اونٹنی پر سے اترے	۲۵۲
۱۵۵	رِکَائِبْ وَرِحَالْ کی تحقیق	۲۵۶
۱۵۶	رِکَائِب	"
۱۵۷	رِحَالْ	۲۵۷
۱۵۸	دلدل اور ذوالجناح نکالنے کی کوئی گنجائش نہیں	۲۶۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵۹	**بَابْ دوم**	۲۶۷
۱۶۰	حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اثبت ماتم کے متعلق غلام حسین شیعی کی دغا بازیاں	//
۱۶۱	نجفی شیعی کی دغابازی نمبر (۱)	۲۶۸
۱۶۲	قرآن پڑھو اور نبی بن جاؤ	//
۱۶۳	جواب اول:	۲۶۹
۱۶۴	حدیث بالا کا پہلا راوی محمد ابن علی ضعیف منکر اور موضوع احادیث روایت کرنے والا ہے۔	۲۷۱
۱۶۵	مذکورہ حدیث قطب ابراہیم ملطی نے گڑھی اور یہ کذاب تھا۔	۲۷۳
۱۶۶	لمحہ فکریہ	۲۷۵
۱۶۷	جواب دوم:	۲۷۶
۱۶۸	متعہ کرنے والا حسنین علی اور نبی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے	۲۷۷
۱۶۹	بقول شیعہ امام جعفر صادق رضی نے متعہ دوریہ کی اجازت دی۔	۲۷۹
۱۷۰	بقول شیعہ شادی شدہ عورت سے بھی امام جعفر رض نے متعہ کرنے کی اجازت	۲۸۰
۱۷۱	بقول شیعہ فاسقہ فاجرہ سے بھی امام جعفر نے متعہ کرنے کی اجازت دے دی۔	۲۸۱
۱۷۲	بقول شیعہ نصرانیہ اور یہودیہ سے بھی امام موصوف نے بھی متعہ کی اجازت دی۔	۲۸۲
۱۷۳	بقول شیعہ امام جعفر صادق کے ہاں متعہ کے لیے نہ نکاح نہ گواہی نہ اعلان	۲۸۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۴	مٹھی بھر گندم کے عوض بھی متعہ کر سکتے ہیں۔ (امام جعفر)	۲۸۳
۱۷۵	متعہ خالص زنا ہے اور اگر نہیں تو مذہب شیعہ کے مطابق دنیا میں سرے سے زنا کا وجود ہی نہیں	۲۸۴
۱۷۶	نجفی شیعی کی دغابازی نمبر ۲	۲۸۶
۱۷۷	اہل سنت پر الزام کہ وہ ذکرِ حسین ممنوع سمجھتے ہیں۔	"
۱۷۸	جواب اوّل	۲۸۸
۱۷۹	امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹی روایات سے ذکرِ حسین نہ کیا جائے۔	۲۹۰
۱۸۰	امام غزالی کی عبارت سے نجفی شیعی کی دھوکہ دہی کی اصل بنیاد	۲۹۴
۱۸۱	جواب دوم؛	۲۹۵
۱۸۲	شیعہ مجتہد کا فتویٰ	۲۹۶
۱۸۳	امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کے دوران غناء، نوحہ کرنا اور منہ پیٹنا حرام اور شیطانی عمل ہے۔	"
۱۸۴	بقول شیعہ مجتہد غلط اور جھوٹے واقعات کے ذریعہ شہادت حسین کو بیان کرنا اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔	۲۹۸
۱۸۵	نجفی شیعی کی تیسری دغابازی	۳۰۱
۱۸۶	ناصبی (سنی) قتل حسین پر خوشی کرتے ہیں۔ اور شیعہ ماتم	"
۱۸۷	جواب	۳۰۲
۱۸۸	ناصبی کون ہیں۔	۳۰۴
۱۸۹	البدایہ کی اصل عبارت جس سے دھوکہ دیا گیا۔	۳۰۸

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۱۴	لمحہ فکریہ	۱۹۰
۳۱۵	غم حسین کا انوکھا طریقہ	۱۹۱
۳۱۶	خلاصہ	۱۹۲
۳۱۸	نجفی شیعی کی چوتھی دغا بازی	۱۹۳
//	یاد حسین میں ماتم کے بجائے قرآن خوانی کرنا سنت یزید ہے۔	۱۹۴
۳۲۰	جواب اول	۱۹۵
۳۲۱	یوم عاشورہ پر قرآن خوانی سنت شبیری ہے۔ اور ماتم کرنا بے صبری سے کام لینا طریقہ شیطانی ہے۔	۱۹۶
۳۲۷	لمحہ فکریہ	۱۹۷
۳۲۸	اعتراف حقیقت	۱۹۸
۳۳۴	غلام حسین نجفی کی پانچویں دغا بازی	۱۹۹
//	وفات سیدہ فاطمہ رض پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صبر نہ کرنا	۲۰۰
۳۳۵	جواب اول:	۲۰۱
//	کیا حضرت علی بے صبرے آدمی تھے؟	۲۰۲
۳۳۷	جواب دوم:	۲۰۳
//	نہج البلاغہ کی عبارت نقل کرنے میں خیانت	۲۰۴
۳۳۹	لمحہ فکریہ	۲۰۵
۳۴۱	نجفی کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ زہرا رض پر ماتم کرنے کا ثبوت	۲۰۶
۳۴۲	جواب اول:	۲۰۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۰۸	اَین اور حنین کا معنی کتب لغت سے	۳۴۲
۲۰۹	عربی ڈکشنری	۳۴۳
۲۱۰	جواب دوم:	۳۴۵
۲۱۱	مروج الذہب شیعوں کی اپنی کتاب ہے۔	//
۲۱۲	غلام حسین نجفی شیعی کی چھٹی دغابازی	۳۵۰
۲۱۳	جواب	//
۲۱۴	نجفی شیعی کی ساتویں دغابازی	۳۵۲
۲۱۵	حضرت ابوبکر رضی کے بیٹے پر بیوی عائشہ کا جزع کرنا	//
۲۱۶	جواب اول	۳۵۳
۲۱۷	مذکورہ حوالہ کی سند غیر معروف ہے۔	//
۲۱۸	جواب دوم:	۳۵۴
۲۱۹	اس کی غیر معروف سند میں اصل راوی شیعہ تھے۔	//
۲۲۰	جواب سوم:	۳۵۵
۲۲۱	جواب چہارم:	
۲۲۲	جواب پنجم:	۳۵۶
۲۲۳	لفظ جزع کا معنی مروجہ ماتم نہیں	//
۲۲۴	امام جعفر نے مروجہ ماتم کو ناجائز قرار دیا ہے	۳۵۹
۲۲۵	نجفی شیعی کی آٹھویں دغابازی	۳۶۲
۲۲۶	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے وفات نبی پر صبر نہیں چاہیے۔	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۷	جواب اول	۳۶۴
۲۲۸	تذکرۃ الخواص کی عبارت نقل کرنے میں خیانت	"
۲۲۹	لمحۂ فکریہ	۳۶۷
۲۳۰	جواب دوم	۳۷۰
۲۳۱	تذکرۃ الخواص کا مصنف سنی نہیں شیعہ ہے۔	"
۲۳۲	لفظ بکاء اور جزع کے متعلق ایک متفق علیہ اور مصدقہ ضابطہ	۳۷۲
۲۳۳	خلاصہ:	۳۷۷
۲۳۴	غلام حسین نجفی کی نویں دغا بازی	۳۷۹
۲۳۵	ملّا غلام رسول نارووالی کی عیاری	"
۲۳۶	آدم و حوا کا نوحہ	۳۸۰
۲۳۷	جواب	۳۸۱
۲۳۸	دغا بازی نمبر۱۰	۳۸۲
۲۳۹	ماتم سے منع کرنے والی روایت کو ملا باقر مجلسی معتبر اور نجفی ضعیف قرار دیتا ہے۔	"
۲۴۰	دغا بازی نمبر۱۱	۳۸۶
۲۴۱	دغا بازی نمبر۱۲	۳۸۸
۲۴۲	دغا بازی نمبر۱۳	۳۸۹
۲۴۳	تاریخ یعقوبی کو اہل سنت کی کتاب قرار دینا بڑی دھوکہ بازی ہے	"
۲۴۴	شرم تم کو مگر نہیں آتی۔	۳۹۰
۲۴۵	دغا بازی نمبر۱۴	۳۹۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۴۶	حضرت ابوبکر صدیق پر ام المومنین بی بی عائشہ کا نوحہ	۳۹۲
۲۴۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سیدہ زہراء کا نوحہ	//
۲۴۸	جناب امام حسین کا نوحہ کرنا۔	۳۹۳
۲۴۹	جواب اول:	۳۹۴
۲۵۰	سیدہ عائشہ کے ماتم کی روایت کئی لحاظ سے ضعیف ہے۔	//
۲۵۱	جواب دوم:	۳۹۸
۲۵۲	خلاصہ کلام	//
۲۵۳	غلام حسین نجفی کی پندرھویں دغابازی	۳۹۹
۲۵۴	قتل حسین کی خبر پر مدینہ میں نساء بنی ہاشم نے نوحہ کیا اور اموی امیر نے اسے قتلِ عثمان کا بدلہ قرار دیا	//
۲۵۵	جواب:	۴۰۰
۲۵۶	غلام حسین نجفی کی دغابازی نمبر ۱۶	۴۰۲
۲۵۷	فضائل حق کا ذکر نوحہ ممنوعہ نہیں ہے۔	//
۲۵۸	جواب:	۴۰۳
۲۵۹	غلام حسین نجفی کی دغابازی نمبر ۱۷	۴۰۵
۲۶۰	امام جعفر اپنی اولاد کے فوت ہونے پر سال سال تک نوحہ کرتے تھے۔	//
۲۶۱	شیعہ مذہب میں نوحہ کا جواز	//
۲۶۲	جواب اول	۴۰۶
۲۶۳	محض لفظ نوحہ دلیل ماتم نہیں	//

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۶۴	جواب دوم:	۴۰۷
۲۶۵	اس روایت کا راوی بقول شیعہ کافر ہے	//
۲۶۶	لمحہ فکریہ	۴۱۰
۲۶۷	جواب سوم:	۴۱۱
۲۶۸	غلام حسین نجفی کی دغا بازی نمبر ۱۸	۴۱۳
۲۶۹	حضرت ام المومنین کے گھر ڈھول پر ندبہ ہوا۔	//
۲۷۰	جواب	۴۱۴
۲۷۱	ندبہ کا معنی ہے میت کے محاسن بیان کرنا نہ کہ مروجہ ماتم کرنا۔	//
۲۷۲	نوٹ	۴۱۸
۲۷۳	دغا بازی نمبر ۱۹	۴۲۰
۲۷۴	حضرت عمر نے مارا بھی خود اور روئے بھی خود	//
۲۷۵	جواب:	۴۲۱
۲۷۶	قاتلان حسین ہی شیعہ تھے۔	۴۲۳
۲۷۷	دغا بازی نمبر ۲۰	۴۲۵
۲۷۸	غار میں حضرت ابو بکر صدیق رض کا رونا	//
۲۷۹	جواب:	۴۲۶
۲۸۰	دغا بازی نمبر ۲۱	۴۲۷
۲۸۱	جواب	۴۲۸
۲۸۲	دغا بازی نمبر ۲۲	۴۲۹
۲۸۳	جواب	۴۳۱

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۸۴	دغابازی نمبر۲۳	۴۳۳
۲۸۵	امیر حمزہ پر رونے والی عورتوں کے لیے نبی علیہ السلام کی دعا۔	//
۲۸۶	جواب اوّل:	۴۳۴
۲۸۷	جواب دوم:	//
۲۸۸	لمحہ فکریہ	۴۳۷
۲۸۹	دغابازی نمبر۲۴	۴۳۹
۲۹۰	جواب	۴۴۰
۲۹۱	نوٹ	۴۴۳
۲۹۲	دغابازی نمبر۲۵	۴۴۴
۲۹۳	حرمت ماتم پر کوئی آیت موجود نہیں	//
۲۹۴	جواب	۴۴۵
۲۹۵	جواب اوّل:	۴۴۷
۲۹۶	شہادت حسین اگر شہادت رسول کی فرع مانتے ہو تو رسول کا ماتم کیوں نہیں کرتے۔	۴۴۶
۲۹۷	جواب دوم:	۴۴۷
۲۹۸	ردِ ماتم پر قرآن سے آیات	۴۴۷
۲۹۹	لمحہ فکریہ	۴۵۲
۳۰۰	دغابازی ۲۶	۴۵۵
۳۰۱	جواب:	۴۵۶
۳۰۲	حرمت جزع والی روایت کا راوی رہیل ابن زیاد ثقہ ہے۔	۴۵۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۰۳	گریہ کی حرمت کا راوی (جراح مدائنی) ثقہ ہے۔	۴۵۸
۳۰۴	ران پیٹنے کی حرمت والا راوی (اسماعیل بن ابی زیاد سکونی) ثقہ ہے	۴۶۰
۳۰۵	برہان والی روایت کا راوی (سلمیٰ بن الخطاب) ثقہ ہے۔	۴۶۲
۳۰۶	لمحہ فکریہ	۴۶۴
۳۰۷	نوٹ	۴۶۶
۳۰۸	دغا بازی نمبر ۲۷	//
۳۰۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو مجلس ماتم میں بھیجا	//
۳۱۰	جواب اول:	۴۶۷
۳۱۱	جواب دوم:	۴۶۸
۳۱۲	ہشام ابن عمار کیسا راوی ہے۔	//
۳۱۳	اسی روایت کا دوسرا راوی (ابو حمزہ ثمالی) بھی ضعیف ہے۔	۴۶۹
۳۱۴	لمحہ فکریہ	۴۷۰
۳۱۵	دغا بازی نمبر ۲۸	۴۷۱
۳۱۶	ران پیٹ کر خون بہانا سنت حضرت آدمؑ ہے	//
۳۱۷	جواب اول	۴۷۳
۳۱۸	جواب دوم	//
۳۱۹	دغا بازی نمبر ۲۹	۴۷۴
۳۲۰	ران کا پیٹنا سنت نبوی ہے	//
۳۲۱	جواب اول	۴۷۶
۳۲۲	جواب دوم	۴۷۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۳	مگر یہ استدلال درست معلوم ہوتا ہے۔	۴۸۰
۲۲۴	دغا بازی نمبر ۳۰	۴۸۲
۲۲۵	ران پیٹنا سنت حضرت علی علیہ السلام ہے۔	//
۲۲۶	جواب	//
۲۲۷	لمحہ فکریہ	۴۸۴
۲۲۸	دغا بازی نمبر ۳۱	۴۸۵
۲۲۹	ران کا پیٹنا سنتِ صحابہ	//
۲۳۰	جواب	۴۸۶
۲۳۱	دغا بازی نمبر ۳۲	۴۸۹
۲۳۲	قرآن میں ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے منہ پیٹ لیا	//
۲۳۳	جواب	/
۲۳۴	دغا بازی نمبر ۳۳	۴۹۱
۲۳۵	وصالِ نبیؐ پر سیدہ عائشہ رض کا اور قتل عثمان پر عورتوں کا منہ پیٹنا	//
۲۳۶	جواب	۴۹۲
۲۳۷	دغا بازی نمبر ۳۴	۴۹۴
۲۳۸	ماتم اور صحابہ کے چند عنوانات اور اس پر تائیدی حوالہ جات کا خلاصہ	//
۲۳۹	جواب	۴۹۵
۲۴۰	دغا بازی نمبر ۳۵	۴۹۶
۲۴۱	ماتم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	//
۲۴۲	جواب	۴۹۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۴۳	دغابازی نمبر ۳۶	۴۹۹
۳۴۴	ماتم بلال رض	//
۳۴۵	جواب	//
۳۴۶	دغابازی نمبر ۳۷	۵۰۱
۳۴۷	امام احمد بن حنبل رض پر ماتم	//
۳۴۸	جواب	۵۰۲
۳۴۹	دغابازی نمبر ۳۸	۵۰۳
۳۵۰	احمد ابن حنبل کے استاد کا ماتم	//
۳۵۱	جواب	۵۰۴
۳۵۲	دغابازی نمبر ۳۹	۵۰۵
۳۵۳	موت عمر رض پر جنات کا ماتم	//
۳۵۴	جواب	۵۰۶
۳۵۵	دغابازی نمبر ۴۰	۵۰۸
۳۵۶	خالد بن ولید پر سات روز ماتم ہوا	//
۳۵۷	جواب	۵۰۹
۳۵۸	لمحہ فکریہ	۵۱۲
۳۵۹	دغابازی نمبر ۴۱	۵۱۳
۳۶۰	ماتم اعرابی	//
۳۶۱	جواب	۵۱۴
۳۶۲	دغابازی نمبر ۴۲	۵۱۶

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۱۶	جواب	۳۶۳
۵۱۸	دغا بازی نمبر۴۲	۳۶۴
//	امام باقرؑ نے اپنے ماتم کی وصیت کی اور پیسے دیئے	۳۶۵
۵۱۹	جواب	۳۶۶
//	ان روایات میں ماتم سے مراد اہل میت کو کھانا کھلانا ہے	۳۶۷
۵۲۱	مذکورہ احادیث میں موجود لفظ ماتم پر فروع کافی کا حاشیہ	۳۶۸
//	لمحہ فکریہ	۳۶۹
۵۲۵	دغا بازی نمبر۴۴	۳۷۰
//	وقت مصیبت سر میں خاک ڈالنا سنت حضرت عمر ہے۔	۳۷۱
۵۲۶	جواب	۳۷۲
۵۲۹	دغا بازی نمبر۴۵	۳۷۳
۵۳۰	جواب	۳۷۴
۵۳۲	دغا بازی نمبر۴۶	۳۷۵
//	اجازت ماتم مظلوم کربلا	۳۷۶
۵۳۳	جواب	۳۷۷
۵۳۴	دغا بازی نمبر۴۷	۳۷۸
//	انبیاء اور ائمہ کا ماتم جائز ہے۔	۳۷۹
۵۳۵	جواب	۳۸۰
۵۳۹	دغا بازی نمبر۴۸	۳۸۱
//	ماتم میں شرکت حقوق الناس میں سے ہے	۳۸۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۸۳	جواب	۵۴۰
۳۸۴	دغابازی نمبر ۴۹	۵۴۶
۳۸۵	ماتم اور غم حسین میں سر میں خاک ڈالنا سنت نبی ہے	/
۳۸۶	جواب	۵۴۷
۳۸۷	دغابازی نمبر ۵۰	۵۵۰
۳۸۸	حضرت اویس قرنی کا خون بہانا	//
۳۸۹	جواب	//
۳۹۰	دغابازی نمبر ۵۱	۵۵۴
۳۹۱	امام زین العابدین کا غم حسین میں گریبان چاک کرنا	//
۳۹۲	دغابازی نمبر ۵۲	۵۵۶
۳۹۳	امام حسن عسکری کا گریبان چاک کرنا	//
۳۹۴	جواب	//
۳۹۵		
۳۹۶	دغابازی نمبر ۵۳	۵۵۸
۳۹۷	حضرت ہارون پر موسیٰ کا گریبان چاک کرنا	//
۳۹۸	جواب	۵۵۹
۳۹۹	دغابازی نمبر ۵۴	۵۶۱
۴۰۰	مصیبت میں دوش سے ردا اتارنا	//
۴۰۱	جواب	۵۶۲
۴۰۲	دغابازی نمبر ۵۵	۵۶۴

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۴۰۳	سیاہ پوشی	۵۶۴
۴۰۴	نوٹ	//
۴۰۵	جواب	۵۶۵
۴۰۶	دغا بازی نمبر ۵۶	۵۷۱
۴۰۷	تابوتِ بنی اسرائیل میں انبیاء کی تشبیہیں تھیں	//
۴۰۸	جواب	//
۴۰۹	دغا بازی نمبر ۵۷	۵۷۴
۴۱۰	شریعت کا بانی حسین کے گھوڑے کی شبیہ بنا	//
۴۱۱	جواب اول	۵۷۵
۴۱۲	جواب دوم	//
۴۱۳	دغا بازی نمبر ۵۸	۵۷۸
۴۱۴	قبر کی شبیہ اور اس کا چومنا	//
۴۱۵	جواب	۵۷۹
۴۱۶	دغا بازی نمبر ۵۹	۵۸۰
۴۱۷	جواب	//
۴۱۸	دغا بازی نمبر ۶۰	۵۸۱
۴۱۹	جواب	//
۴۲۰	دغا بازی نمبر ۶۱	۵۸۴
۴۲۱	لوگوں نے امام رضا کی سواری کے قدم چوم لیے	//
۴۲۲	جواب	۵۸۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۲۳	نوٹ	۵۸۵
۴۲۴	دغا بازی نمبر۶۲	۵۸۶
۴۲۵	نبی پاکؐ کے علم کا پھریرا سیاہ تھا۔	//
۴۲۶	جواب	//
۴۲۷	دغا بازی نمبر۶۳	۵۸۸
۴۲۸	جواب	۵۸۹
۴۲۹	دغا بازی نمبر۶۴	۵۹۲
۴۳۰	جواب	//
۴۳۱	دغا بازی نمبر۶۵	۵۹۴
۴۳۲	بی بی عائشہ کا جلوس دیکھنا	//
۴۳۳	جواب	۵۹۵
۴۳۴	دغا بازی نمبر۶۶	۵۹۸
۴۳۵	تبرا کرنا سنتِ عائشہ ہے	//
۴۳۶	جواب	۵۹۹
۴۳۷	دغا بازی نمبر۶۷	۶۰۲
۴۳۸	لعنت کرنا سنت نبی ہے	//
۴۳۹	جواب	۶۰۳
۴۴۰	دغا بازی نمبر۶۸	۶۰۴
۴۴۱	دشمنِ اہل بیت پر لعنت درِ جنت پر تحریر ہے	//
۴۴۲	جواب	۶۰۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۴۳	دغابازی نمبر ۶۹	۶۰۷
۴۴۴	جواب	۶۰۸
۴۴۵	دغابازی نمبر ۷۰	۶۱۰
۴۴۶	عزادار کا انجام	//
۴۴۷	جواب	۶۱۱
۴۴۸	دغابازی نمبر ۷۱	۶۱۴
۴۴۹	بنی ہاشم کے علاوہ کربلا میں کیوں شہید ہوا	//
۴۵۰	جواب	۶۱۵
۴۵۱	دغابازی نمبر ۷۲	۶۱۹
۴۵۲	یزید کے متعلق شیعوں کا عقیدہ	//
۴۵۳	جواب	۶۲۰
۴۵۴	دغابازی نمبر ۷۳	۶۲۱
۴۵۵	امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید نے قتل کروایا	//
۴۵۶	جواب	۶۲۲
۴۵۷	کوفیوں کا بکثرت خطوط لکھنا	۶۲۳
۴۵۸	اسی ہزار نے امام کی بیعت کر لی	۶۲۴
۴۵۹	ابن زیاد کی دھمکیوں نے پانسہ پلٹ دیا	//
۴۶۰	شیعوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کیا (حضرت امام حسین)	۶۲۶
۴۶۱	میدان کربلا میں اسی ہزار کوفی تھے کوئی غیر نہ تھا۔	۶۲۷
۴۶۲	دغابازی نمبر ۷۴	۶۲۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۶۳	اہل سنت یزید پر لعنت نہیں کرتے	۶۲۹
۴۶۴	جواب	۶۳۰
۴۶۵	شیعوں کے نزدیک یزید غمگسار حسین ہے۔	〃
۴۶۶	امام حسین کا سر انور اپنی گود میں رکھ کر یزید بیٹھا	〃
۴۶۷	امام زین العابدین کے بغیر یزید کھانا نہ کھاتا تھا	۶۳۱
۴۶۸	مدینہ منورہ واپسی پر یزید نے اہل بیت کو بہت سامال دیا۔	۶۳۲
۴۶۹	لمحہ فکریہ	۶۳۳
۴۷۰	دغابازی نمبر ۷۵	۶۳۴
۴۷۱	یزید نے مدینۃ الرسول کو تباہ کیا اور صحابی چپ رہے۔	〃
۴۷۲	جواب	۶۳۵
۴۷۳	یہ جھوٹ ہے صحابہ نے ہی اس کا مقابلہ کیا	〃
۴۷۴	دغابازی نمبر ۷۶	۶۳۸
۴۷۵	جواب	〃
۴۷۶	دغابازی نمبر ۷۷	۶۴۳
۴۷۷	عثمان غنی کی قمیص کو دیکھ کر لوگ سال بھر روتے رہے۔	〃
۴۷۸	جناب عثمان کی قمیص اور داڑھی کی عزاداری سال بھر	〃
۴۷۹	جواب:	۶۴۴
۴۸۰	دغابازی نمبر ۷۸	۶۴۶
۴۸۱	جواب	〃
۴۸۲	کوئی بلادلیل شیعہ ہیں۔	۶۴۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۸۳	دغابازی نمبر ۷۹	۶۴۹
۴۸۴	جواب	〃
۴۸۵	دغابازی نمبر ۸۰	۶۵۴
۴۸۶	جواب	〃
۴۸۷	دغابازی نمبر ۸۱	۶۵۷
۴۸۸	جواب	〃
۴۸۹	مکاری نمبر ۸۲	۶۵۹
۴۹۰	گریبان چاک کرنا شرعاً جائز نہیں	〃
۴۹۱	دغابازی نمبر ۸۳	۶۶۱
۴۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وفات نبی پر صبر اچھا نہیں	〃
۴۹۳	جواب	۶۶۲
۴۹۴	مروجہ ماتم کے رد میں امام خمینی اور ایرانی صدر خامنائی کا فتویٰ	۶۶۵
۴۹۵	یوم عاشور منانے کے مروجہ طریقے غیر اسلامی ہیں۔ (خامنائی)	〃
۴۹۶	توضیح	۶۶۶
۴۹۷	نوٹ	〃
۴۹۸	وضاحت:	۶۶۹

Marfat.com

بابُ اوّلُ

ماتمؒ کےؒ بیانؒ میںؒ۔

Marfat.com

باب اول

ماتم کے بیان میں

موجودہ دور میں اہل سنت وجماعت اور شیعہ حضرات کے درمیان جو سب سے اہم نزاعی مسئلہ ہے۔ وہ ماتم ہے۔ یہ عوام کو گمراہ کرنے کے لیے شیعوں کے پاس ایک میٹھا زہر ہے۔ اور اکثریت کو جو ان کے عقائد سے نا آشنا ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ نواسۂ رسول مقبول، سیدہ خاتون جنت کے جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے بہت سے ساتھیوں کو جس بے دردی سے میدانِ کربلا میں شہید کیا گیا۔ یہ ایک عظیم اندوہناک واقعہ تھا۔ ایسا واقعہ زمین وآسمان نے نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ تا قیامت ممکن۔

ان پر جو ظلم روا رکھے گئے۔ اور مظلومانہ طور پر انہیں شہید کیا گیا۔ ان کی شہادت پر غم کا اظہار کرنے کے لیے منہ پیٹنا، سینہ کوبی کرنا اور خنجر زنی ایسی چیزیں ہیں۔ جن سے محبتِ حسین اور عقیدتِ شہید کربلا کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی عقیدت ومحبت کے پیش نظر تعزیہ نکالنا، ذوالجناح کی شبیہہ برآمد کرنا اور ان کے غم میں سیاہ کپڑے زیب تن کرنا بھی عشقِ حسین کی عملی تصویر ہے۔ اور ان اعمال وافعال کو کرنے والا پکا جنتی ہے۔ اگرچہ وہ زندگی بھر نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ ودیگر اعمال صالحہ نہ بھی کرے۔ تب بھی اس کی بخشش یقینی ہے۔ اور ان اعمال پر عمل کرتے کرتے اگر کوئی مر جائے۔ تو وہ شہید ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان حالات میں میں چاہتا ہوں۔ کہ اس موضوع کو شرعی نقطۂ نگاہ سے واضح کردوں تاکہ روزِ روشن کی طرح بات واضح ہو جائے۔ اور معلوم ہو جائے۔ کہ یہ افعال نہ تو کسی اللہ

Marfat.com

کے پیغمبر سے وقوع پذیر ہوئے۔ نہ انہوں نے ایسے اعمال و افعال کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی کسی صحابی سے ایسی کوئی روایت منقول ہوئی۔ حتیٰ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد میں سے کسی امام اہل بیت نے یہ کام نہ کیے۔ بلکہ تاریخ ثابت کرتی ہے۔ کہ یہ تمام افعال جو شیعوں کی امتیازی علامت بن کر رہ گئے۔ ان کے بانی مبانی اور اولین عامل وہ لوگ تھے۔ جو دشمنانِ حسین اور بدخواہانِ اہل بیت تھے۔ یہ مسئلہ ماتم چونکہ عوام کی نظروں میں سب سے زیادہ متنازعہ فیہ مسئلہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے میں اس کی بھرپور بحث کروں گا۔ اور پانچ فصلوں میں اسے تفصیل سے بیان کروں گا۔ تاکہ کوئی اشکال و خفا نہ رہے۔

Marfat.com

فصل اوّل

ماتم کیا ہے؟ اور اس کی شرعی حدود کیا ہیں ؟

لفظ ماتم "اَتَمَ" سے بنا ہے ۔جس کے علماء لغت نے چند ایک معانی بیان کیے ہیں ۔

لسان العرب:

اَلْمَاتَمُ لِمَعْنَی الْمُنَاحَةِ وَالْحُزْنِ وَالنَّوْحِ وَالْبُکَاءِ

(لسان العرب جلد ۱۲ ص ۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سوگ کرنا، غم کھانا، رونا اور پیٹنا ماتم ہے ۔

لیکن شریعت نے کسی آدمی کی فوتیدگی پر اس کا سوگ منانا، اس پر غمگین ہونا اور آنکھوں سے غیر اختیاری طور پر مرنے والے کے فراق میں آنسو بہ نکلنا۔ ان افعال کو جائز کہا۔ اور نظر استحسان سے دیکھا ہے۔ بلکہ ان پر ہی عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اجر عظیم عطا فرماتا ہے اور یہ اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت سے مسند طریقے سے کتب صحاح میں موجود ہیں اور ان کے خلاف جزع فزع کرنا خلاف شرع ممنوع ہے اور یہ اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال پر آنسو بہائے اور صبر فرمایا اور اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ جو میں نے کیا ہے یہی سنت ہے اور اس کے خلاف یعنی جزع فزع کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے تو حاصل کلام یہ ہوا کہ ماتم کے کئی معنیٰ کلام عرب میں مستعمل ہیں مگر شرعی ماتم آنکھوں سے آنسو بہا کر رونا اور صبر کرنا ہے۔ واویلا اور جزع فزع رونا پیٹنا نہیں ہے۔ اب اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں ۔

Marfat.com

دلیل ۱

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل

امالی طوسی:

عن عائشۃ قالت لما مات ابراھیم بکی النبی علیہ السلام حتی جرت دموعہ علی لحیتہ۔ فقیل لہ یارسول اللہ تنھی عن البکاء وانت تبکی فقال لیس ھذا بکاء انما ھذہ رحمۃ ومَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ

(امالی طوسی جلد اول ص ۲۹۸/ الجزء الثالث عشر مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا آپ نے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے حتیٰ کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ سے عرض کی گئی یارسول اللہ! آپ تو رونے سے منع فرماتے ہیں

Marfat.com

اور خود رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ آہ و بکا نہیں بلکہ رحمت ہے اور جو کسی پر رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

دلیل ۲

منتہی الامال:

از حضرت صادق (ع) روایت شدہ کہ چوں حضرت ابراہیم از دنیا رحلت کرد آب از دیدہ ہائے مبارک حضرت رسول (ص) فرو ریخت و فرمود کہ دیدہ میگرید و دل اندوہناک میشود و نمیگوییم چیزے کہ باعث غضب پروردگار گردد پس خطاب با ابراہیم کرد کہ ما بر تو اندوہناک ایم۔

(۱) منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول ص ۱۲۷

در بیان احوالِ اقربا حضرت رسول (ص)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۱۳۔ باب

فی التعزیۃ والجزع عند المصیبۃ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور آپ نے فرمایا کہ آنکھیں پرنم ہیں اور دل غمناک ہے اور میں نہیں کہتا کوئی چیز جو پروردگارِ عالم کے غضب کا باعث ہو جائے۔ پس حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہم تیری وفات پر غمگین ہیں۔

Marfat.com

مذکورہ دونوں حدیثوں سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل واضح ہوا کہ آپ نے اپنے لختِ جگر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر اس قدر آنسو بہائے کہ آپ کی ریشِ انور تر ہو گئی لیکن آپ نے اپنے صاحبزادے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹا! تیری جدائی پر میرا دل غمگین ہے لیکن میں کوئی ایسا فعل (منہ ماتھا پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا وغیرہ) نہیں کروں گا۔ جو خدائے تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سینہ کوبی کرنے، بال نوچنے اور واویلا کرنے سے منع فرمایا ہوا تھا اسی لیے بعض احباب کو شک ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آہ بکا کو شروع کر دیا ہے حالانکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہوا تھا۔ تو اس پر جب انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس رونے سے میں نے منع فرمایا ہے۔ وہ سینہ کوبی کرنا، بال نوچنا اور رخسارے پیٹنا وغیرہ ہے۔ اور جس طریقہ سے میں رو یا ہوں یہ رحمت ہے۔ اور جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی محبوب اور پیارے کی موت پر آنسو بہا کر رونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور منہ پیٹنا، سینہ کوبی وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کا مغضوب فعل ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ لیکن بعض حضرات عام لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم ماتم کرتے ہیں یہ حقیقت میں تعزیت ہے۔ کہ جس کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو حکم دیا ہے۔ اور ہمارے فعل سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ لیکن یہ ان کا دھوکا اور فریب ہے۔ کیونکہ ہم تعزیت کا حکم اور اس کی تعریف کتب شیعہ سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

÷

Marfat.com

دلیل ۳

فروع کافی:

عدۃ من اصحابنا عن سھل بن زیاد عن علی بن الحکم عن سلیمان بن عمرو النخعی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من اصیب بمصیبۃ فلیذکر مصابہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ من اعظم المصائب۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۲۰ کتاب الجنائز باب التعزی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) فرمایا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہ جس پر کوئی مصیبت آجائے تو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں کو یاد کرے کیونکہ وہ سب سے بڑی مصیبت تھی۔

(فروع کافی مترجم جلد سوم مطبوعہ کراچی ص ۱۸۴)

ایضاً:

عن عبد اللہ بن الولید الجعفی عن رجل عن ابیہ قال لما اصیب امیر المومنین علیہ السلام نعی الحسن الی الحسین علیہما السلام وھو بالمدائن فلما قرء الکتاب قال یالھا من مصیبۃ ما اعظمہا مع ان رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ و الہ وسلم قال من اصیب منکم بمصیبۃ فلیذکر مصابہ بی فانہ لن یصاب بمصیبۃ اعظم منھا وصدق صلی اللہ علیہ و آلہ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۲۰ کتاب الجنائز باب التعزی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) فرمایا جب امیر المومنین علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ تو امام حسن علیہ السلام نے اس کی خبر امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجی۔ جو مدائن میں تھے۔ جب یہ خبر پہنچی۔ تو فرمایا۔ ہائے کیسی بڑی مصیبت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی مصیبت تم پر آئے۔ تو میری مصیبت کو یاد کر لیا کرو۔ کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

(فروع کافی مترجم جلد سوم ص ۱۸۴ مطبوعہ کراچی)

ایضاً:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ ھُمْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالنَّبِیُّ مُسَجّٰی وَ فِی الْبَیْتِ عَلِیٌّ وَ فَاطِمَۃُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ بَیْتِ الرَّحْمَۃِ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

Marfat.com

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَ خَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكًا لِمَا فَاتَ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَاِيَّاهُ فَارْجُوْا فَاِنَّ الْمُصَابَ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ هٰذَا اٰخِرُ وَطْئِيْ مِنَ الدُّنْيَا قَالُوْا فَسَمِعْنَا الصَّوْتَ وَلَمْ نَرَ الشَّخْصَ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۲۱ کتاب الجنائز باب التعزی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا۔ اور آپ کفن میں بند تھے۔ تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اس وقت گھر میں حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ جبرئیل نے کہا۔ السلام علیکم۔ اے دار رحمت کے رہنے والو! ہر جان نے موت کو چکھنا ہے۔ اور تمہیں مکمل طور پر تمہارا اجر و ثواب کل قیامت کو دیا جائے گا۔ پھر جس کو آگ سے دور رکھا گیا۔ اور جنت میں داخل کیا گیا۔ وہ یقیناً کامیاب ہوا۔ اور دنیوی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے۔ ہر مصیبت میں اللہ کی طرف صبر کے ساتھ رجوع کرنا چاہیئے اور ہر ہلاک ہونے والی شئی کا خلیفہ ہے۔ اور ہر گم شدہ چیز کا مداوا ہے۔ سو اللہ پر وثوق کرو۔ اور اسی کی طرف رجوع کرو مصیبت زدہ وہ جو ثواب سے محروم رہا۔ دنیا میں میرا یہ آخری پھیرا ہے۔ ان موجود

Marfat.com

حضرات نے کہا۔ہم نے جبرئیل کی آواز سنی لیکن اس کا وجود نہ دیکھ پائے۔

مذکورہ تین احادیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوئے

۱۔ مروجہ ماتم جو کہ بے صبری کا آئینہ دار ہے۔اس کو تعزیت قرار دینا لغتِ عرب کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے مشہور کتاب "المنجد" میں ص ۸۰۱ پر یوں مذکور ہے۔عَزّیٰ، یُعَزِّیْ، تَعْزِیَۃ تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا۔لغت کے علاوہ ان احادیث میں واضح طور پر اس کی تائید ہے۔اور شیعہ ترجمہ کرنے والوں نے بھی "تعزیت" کا معنی یا ترجمہ "صبر" کیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔کہ مروجہ ماتم اور ہے۔اور تعزیت اور چیز ہے۔اسی لیے شیعوں کے ہاں مروجہ ماتم کو تعزیت قرار دینا بہت بڑا فریب ہے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کی وفات پر فرمایا۔اگرچہ ہمارے لیے یہ بہت بڑی مصیبت ہے لیکن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کو مدنظر رکھتے ہوئے صبر کرتے ہیں ۔کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی دوسری مصیبت نہیں ہوسکتی۔اور آپ کا اس بارے میں اپنا ارشادِ گرامی بھی یہی مفہوم رکھتا ہے۔امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بات منقول ہے۔کہ جب کوئی مصیبت چھوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی مصیبت کو یاد کر کے صبر کرے۔تو جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے یہ ثابت ہوا۔کہ دنیا میں سب سے بڑی مصیبت کا سامنا حضور کو کرنا پڑا۔

Marfat.com

تو اس کے باوجود آپ کا ماتم نہیں کیا گیا۔ لہٰذا آپ کے سوا دوسروں کی مصیبت پر ماتم کرنا ناانصافی ہوگی۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف پر صبر کیا گیا۔ اسی طرح دیگر حضرات کے وصال کے بعد بھی متعلقین کے لیے صبر سے بڑھ کر کوئی دوسرا طریقہ تعزیت نہیں۔

۳۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے جو تعزیت کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ اللہ تعالٰے تمہیں اس عظیم مصیبت میں صبر کی توفیق مرحمت فرمائے۔

دین کا منبع اور احکام الٰہیہ کے اجراء کا ذریعہ یہ تین ہستیاں ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم۔ جب ان تینوں نے کسی بڑی سے بڑی مصیبت پر تعزیت کا طریقہ یہ تبلایا۔ کہ صبر کرو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم "تعزیت" کے زمرہ میں داخل نہیں ہے۔ اس لیے جو لوگ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتم کو تعزیت کا نام دیتے ہیں۔ اور پھر ماتم کے ذریعہ ان سے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ طریقہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا انوکھا طریقہ ہے۔ اور اس طریقہ کی تلقین کرنے والا نہ تو بارگاہ نبوی میں مقبول ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی حضرت جبرئیل امین اس کے اس فعل کو پسند کرتے ہیں۔ اور ائمہ اہل بیت تو صبر کرنے والے کے یار ہیں۔

دلیل نمبر ۴

جلاء العیون

بسند معتبر از جابر انصاری روایت کردہ است کہ حضرت رسول خدا در مرض آخر خود با حضرت فاطمہ علیہا السلام گفت .... بداں

Marfat.com

اے فاطمہ کہ برائے پیغمبراں گریباں نمی باید درید و روئی باید خراشید واویلاہ نمی باید گفت۔ ولیکن بگو آنچہ پدر تو در وفات ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشماں میگریند و دل بدرد میاید نمی گوئم چیزے کہ موجب غضب پروردگار باشد ای ابراہیم ما بر تو اندوہناکیم اگر ابراہیم زندہ می ماندی بایست کہ پیغمبر شود۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۱۹ شرح وقایعی کہ نزدیک ارتحال آنحضرت رخ داد۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

معتبر سند کے ساتھ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض موت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اے فاطمہ! سن و۔ پیغمبر کی خاطر گریبان پھاڑنے نہ چاہئیں۔ منہ نہ نوچنا چاہیئے۔ واویلا نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر کچھ کرنا یا کہنا ہو۔ تو وہی جو تمہارے والد نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر کہا۔ اے بیٹے! آنکھیں روتی ہیں۔ اور دل دکھی ہے لیکن کوئی ایسی بات نہ کہوں گا۔ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری خاطر صدمہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ پیغمبر ہوتا۔

جلاء العیون

حضرت فرمود کہ صبر کنید خدا عفو کند از شما از انکہ کنید مرا از گریہ و نالہ۔

Marfat.com

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے گا۔ مجھے رونے اور نالہ و فریاد کے ذریعہ دکھ نہ پہنچاؤ۔

اس حدیث پاک نے واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ماتم کی شرعی حیثیت کو بیان کیا ہے۔ جس کے بعد ہر اس شخص کو جو ذرہ بھر ایمان رکھتا ہو۔ مروجہ ماتم کے حرام ہونے میں شک نہ رہے گا۔ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وصال دختر نیک اختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تعزیت کا جائز طریقہ بتلایا۔ وہ یہ کہ اگر تم کسی کی تعزیت کرنا چاہو۔ تو وہی طریقہ اختیار کرو۔ جو تمہارے والد (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر اختیار کیا تھا۔ آپ نے اس طریقہ کو بھی بیان فرمایا۔ کہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ اور دل غم ناک ہو۔ اور صبر پر عمل ہو۔ فقط۔ اس کے بغیر جو طریقہ ہائے تعزیت ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا غضب اترتا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ کسی کی نوحہ گی پر تعزیت کا شرعی طریقہ صرف اتنا ہی ہے۔ جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا، منہ پر طمانچہ مارنا ایسے افعال ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔

اس حدیث میں غور کرنے سے ثابت ہوا۔ کہ جو شخص کسی کی وفات پر جزع فزع کرتا ہے۔ گریبان پھاڑتا ہے۔ اور زنجیروں سے اپنے جسم سے خون گراتا ہے یہ وہ افعال ہیں۔ جو اللہ کو غضہ میں لاتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے تکلیف پہنچتی ہے۔ لہٰذا مروجہ شیعی ماتم اللہ کے غضب کی علامت اور نبی کریم کی تکلیف کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ کے رسول کی ایذا قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق اللہ کی لعنت کا سبب ہے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ:

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دینے کے درپے ہوں۔
ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت۔

☆

Marfat.com

فصل دوم

مروجہ ماتم کی نوعیت، اس کے اثبات پر شیعی دلائل اور ان کے دندان شکن جوابات

نواسۂ رسول امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہیدان کربلا کی یاد میں شیعہ حضرات تمام سال اور خاص کر محرم الحرام کے ابتدائی دس دنوں میں جگہ جگہ "مجلس ماتم" کا انعقاد کرتے ہیں۔ اور "ماتمی جلوس" کا اہتمام ہوتا ہے۔ ان مجالس محافل کی نوعیت یہ ہوتی ہے لوگ سیاہ کپڑے پہن کر "ہائے حسین ہائے حسین" کی صداؤں میں اپنا سینہ کوٹتے ہیں۔ زنجیروں اور چھریوں سے اپنی پشت اور سینوں کو زخمی کر کے خون بہا کر "رسم شبیری" ادا کرتے ہیں۔ ایسے ماتمی جلوسوں میں تابوت، ذوالجناح، علم عباس اور نیزوں پر رنگ برنگے دوپٹے نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور یوں ان تمام خرافات کے ساتھ بڑی بڑی سڑکوں، گلی محلوں سے ان کا گزر ہوتا ہے۔ ان کے مذہبی ذاکرین جاہل عوام اور اپنے ہم مسلک جاہل شیعوں کو یہ بتانے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ فعل معمولی نہیں۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اور اس کی اتنی فضیلت ہے۔ جو ایک مرتبہ ماتم کرے گا۔ وہ جنت میں درجات اعلیٰ کا مستحق ہو جائے گا۔ ماتم کے جواز و اثبات پر بہت سی چھوٹی موٹی کتب دستیاب ہیں۔ سر دست میں انہی کے ایک مناظر، مبلغ اعظم مولوی محمد اسمعیل

Marfat.com

گوجروی کی تصنیف "براہین ماتم" سے چند ایسے دلائل پیش کرتا ہوں جن پر شیعہ لوگوں کو ناز ہے۔ اور ان کا دعویٰ ہے۔ کہ آج تک کوئی سنی ان دلائل کا جواب نہ دے سکا۔ اس لیے "اس مبلغ اعظم" کی کتاب کے دس عدد معرکۃ الآراء اعتراضات یا دلائل نقل کر کے پھر ان کا یکے بعد دیگرے جواب عرض کروں گا۔ جس سے حق حق اور باطل باطل ہو جائے گا۔

دلیل اول

سینہ کوبی اور منہ پر طمانچہ مارنے کا ثبوت

براہین ماتم:

سب سے زیادہ زور ہمارے برادران کا سینہ کوبی پر ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ہزاروں ثبوت کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ۔

(پ ۲۷ الذاریات)

ترجمہ:

پھر آگے آئیں بی بی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دروازہ سے ہائے ہائے کرتی ہوئی پھر اپنا منہ پیٹا افسوس سے اور کہا کہ ہائے کیا جنے گی بچہ بڑھیا۔

(تفسیر موضح القرآن مصنفہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی ص ۴۴۵ مطبوعہ لاہور) (براہین ماتم ص ۵۸)

Marfat.com

جواب اول:

مولوی اسماعیل گوجروی شیعی نے اپنے ہاں مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے شاہ عبدالقادر صاحب کی موضح القرآن سے جو عبارت پیش کی ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے ایک بے سند حکایت بیان کی ہے۔ اس بے سند حکایت نے مولوی اسماعیل کے لیے آب حیات کا کام دیا۔ اور اپنی تصنیف "براہین ماتم" میں ایک موضوع یا سرخی قائم کرکے اس کے ذیل میں تائیدی طور پر یہ حکایت نقل کی۔ سرخی یہ ہے۔ "ثبوت سینہ کوبی ورخسار زنی بر حسین"۔

لیکن اس قسم کی بے سند حکایت سے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے اُسے بطور دلیل پیش کرنا یوں سمجھئے۔ جیسا کہ ڈوبنے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو۔ مولوی گوجروی صاحب کا دعوٰی کتنا وزنی اور اس کے اثبات کے لیے بے سروپا و بے سند حکایت پیش کرنا خود ثابت کرتا ہے۔ کہ اس حکایت کے بے سند ہوتے ہوئے بھی اس کا اصل موضوع اور مضمون کی سرخی سے کوئی تعلق نہیں۔ اتنے اہم دعوٰی کے لیے چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ کوئی نص قرآنی پیش کی جاتی۔ یا کسی صحیح حدیث یا کسی معتبر اہل سنت کی کتاب کی عبارت پیش کرتے۔ جس سے صاحب کتاب اسماعیل گوجروی مروجہ ماتم کے اثبات پر استدلال لاتے۔ تو بھی کچھ محنت پھل لاتی۔ اگر تھوڑے سے وقت کے لیے بر سبیل تنزل حکایت مذکورہ کو ہم درست مان لیتے ہیں۔ تو مولوی صاحب سے یہ پوچھا جا سکتا ہے حضرت صاحب! آپ کا عنوان ہے۔ مروجہ ماتم میں سینہ کوبی اور رخسار زنی تو آپ ہی ذرا بتائیں۔ کہ اس واقعہ میں سینہ کوبی کے لیے کون سا لفظ استعمال ہوا باقی رہا رخسار زنی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کا اپنے منہ پر ہاتھ مارنا تو یہ شرم وحیا کی وجہ سے تھا۔ انہوں نے کسی کا ماتم کرتے ہوئے یہ حرکت

Marfat.com

نہیں کی۔

علاوہ ازیں سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل کو آج تک کسی پیغمبر، امام یا فقیہہ امت نے مروجہ ماتم کے جواز پر بطور دلیل پیش کیا ہو۔ تو کوئی ایک صحیح روایت بتا دیں۔ منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

جواب دوم:

جس آیت سے مولوی اسماعیل گوجروی نے مروجہ ماتم میں سینہ کوبی وغیرہ کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر نانوے برس کی ہو چکی تھی۔ اور خود ابراہیم علیہ السلام ایک سو بیس سال کی عمر پا چکے تھے۔ شادی کے بعد ان دونوں کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے انہیں ایک بیٹا ملنے کی خوشخبری سنائی۔ تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے مارے تعجب کے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا۔ یعنی ہائے افسوس! کیا میرے ہاں بچہ ہوگا۔ حالانکہ میں بہت بوڑھی ہو چکی۔ اور ادھر میرا خاوند بھی انتہائی بوڑھا ہو چکا ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے یہ الفاظ ایک تعجب کے انداز سے نکلے۔ جیسا کہ انہونی بات اور خوشی کی بات کے وقت عورتوں کی طبیعت اس قسم کے الفاظ نکالتی ہے۔ ان الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں قرآن کے اندر ذکر فرما دیا۔ انداز تعجب اور مروجہ ماتم میں فرق نہ کرنا اپنے فہم و ادراک کے ماتم کے برابر ہے۔ آیئے اس تعجب سے نکلے ان الفاظ کو خود شیعہ کتب سے ثابت کریں۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر قمی:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِىْ صَرَّةٍ اَىْ فِىْ جَمَاعَةٍ فَصَكَّتْ

Marfat.com

وَجْهَهَا اَیْ فَغَطَّتْهُ لِمَا بَشَّرَهَا جِبْرَئِیْلُ بِاِسْحَاقَ۔

(تفسیر قمی ص ۳۲۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جماعت میں آئیں۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے انہیں حضرت اسحاق کی خوشخبری سنائی۔ آپ نے اس خوشخبری کی وجہ سے حیاء و شرم کے ساتھ اپنا چہرہ کپڑے میں چھپا لیا۔

منہج الصادقین:

مقاتل و کلبینی گفتہ اند۔ کہ انگشتہا را جمع کردہ در بر ہر دو جبینِ خود زد واں از عادت زناں است در وقتیکہ تعجب کنند و گویند کہ دراں حال کہ ایں مژدہ شنید دم حیض در خود یافت و بجہت حیاء طمانچہ بر روئے خود زد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نہم ص ۴۰ مطبوعہ تہران ،
سورۃ الذاریات)

ترجمہ:

مقاتل اور کلبینی کہتے ہیں۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے ماتھے پر رکھا۔ اور ایسا کرنا عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ جبکہ وہ کسی بات پر تعجب کریں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ اس خوشخبری کے سنتے ہی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا خونِ حیض جاری ہو گیا۔ اور شرم و حیاء کی وجہ سے اپنے منہ پر

Marfat.com

طمانچہ مارا۔

تفسیر صافی:

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا قِيلَ فَلَطَمَتْ بِاَطْرَافِ الْاَصَابِعِ ، جَبْهَتَهَا فِعْلَ الْمُتَعَجِّبِ وَالْقُمِّيِّ اَيْ غَطَّتْهُ ۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۶۰۸ سورۃ الذاریات مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

کہا گیا ہے۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کے کناروں کو اپنے منہ پر مارا۔ جیسا کہ کوئی تعجب کرنے والا حالت تعجب میں کرتا ہے۔ اور "قمی" نے کہا ہے۔ کہ آپ نے از روئے حیاء اپنے چہرہ کو (کپڑے یا ہاتھوں میں) چھپا لیا تھا۔

مجمع البیان:

(فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) اَيْ جَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ جَبِيْنَهَا تَعَجُّبًا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد نہم ص ۱۵۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کی انگلیوں کو اکٹھا کر کے بطور تعجب اپنی پیشانی پر مارا۔

حاصل کلام:

مذکورہ شیعہ تفاسیر نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ مولوی اسماعیل گوجروی

Marfat.com

نے جس آیت سے مروجہ ماتم میں سینہ کوبی اور رخسار زنی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس آیت کو اس پر دلیل وحجت لایا ہے۔ یہ سب کچھ اس کی جہالتِ مرکبہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ انہی کے عظیم مفسر قمی نے ”صکت“ کا معنی ”غطت“ کیا۔ جو چہرہ ڈھانپنے یا چھپانے کو کہتے ہیں۔ رخسار زنی کہاں اور چہرہ ڈھانپنا کہاں؟ دوسرے مفسر نے اس کا مفہوم یوں بیان کیا ہے۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔ اور ایسا کرنا از روئے تعجب تھا۔ جو عام طور پر بوقتِ تعجب عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ اسی طرح تیسرے مفسر نے اس کی وضاحت یوں کی۔ کہ مائی صاحبہ نے انگلیوں کے کناروں کو اکٹھا کر کے اپنے منہ پر تعجب کرتے مارا۔

اب ان تفاسیر کی وضاحت کے بعد میں شیعہ مولوی اسماعیل گوجروی سے پوچھتا ہوں۔ کہ یہ مفسرین بھی تمہارے ہی ہیں۔ کیا یہ جاہل اور بے وقوف تھے۔ اگر جواب اثبات میں ہو۔ تو پھر شیعہ حضرات کے نزدیک یہ تفسیریں غیر مقبول بلکہ مردود ہوں۔ حالانکہ وہ ان تفاسیر کو قابل اعتماد شمار کرتے ہیں۔ اور اگر واقعی قابلِ اعتماد ہیں۔ تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ مولوی صاحب! آپ اپنے مسلک سے ناواقف ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو دھوکہ میں رکھ کر ایک من گھڑت مسلک کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ اس آیت سے اگر ماتم پر استدلال درست ہوتا۔ تو مذکورہ تفسیروں کی روشنی میں اس کا طریقہ یہ ہوتا۔ کہ جب کسی شیعہ کے ہاں بچہ پیدا ہونے کے آثار دکھائی دیں۔ تو وہ اس خوشی کا اظہار منہ پر طمانچہ مار کر کرتا۔ اور یہ طریقہ ماتم بھی صرف عورتوں تک محدود ہوتا کیونکہ آیت مذکورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایسی کوئی حرکت کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تیسرا یہ کہ اگر ماتم کا جواز اس آیت سے درست ہوتا۔ تو اپنے چہرے کو

Marfat.com

پردے سے چھپا کر یا اپنے ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر اس پر عمل کر لیا جاتا۔ اس میں بھی کسی تعجب کی کیفیت کا ہونا لازمی ہے۔

ان چند تصریحات کی روشنی میں قارئین حضرات غور کریں۔ کہ مذکورہ آیت کی جو تفاسیر شیعہ مفسرین نے کی ہیں۔ ان کو دیکھ کر آپ بخوبی جان چکے ہوں گے کہ اس آیت کا مروجہ ماتم سے کیا تعلق ہے؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ شیعہ علماء و ذاکرین کو اس بات کا پورا پورا علم ہے۔ کہ آیت مذکورہ سے مروجہ ماتم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر وہ کہیں۔ کہ مروجہ ماتم کا آیت زیر بحث سے تعلق ہے تو اس پر ایک شرط باندھیں۔ کہ اگر واقعی تم کہتے ہو۔ کہ مروجہ ماتم کا آیت سے تعلق نہیں تو بہتر ورنہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کی شرط باندھو۔ یعنی یوں کہو۔ کہ اگر اس آیت سے مروجہ ماتم ثابت نہیں۔ تو میری بیوی کو تین طلاقیں۔ اور جو بھی عورت میرے نکاح میں آئے اُسے بھی تین طلاقیں۔

اس شرط کے پیش کرنے کے بعد کوئی بھی شیعہ مولوی مروجہ ماتم پر اس آیت سے استدلال کرنے کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ ذرا اس نسخہ کو آزما کر دیکھ لیں۔

دلیل دوم

تخصیص ماتم حسین علیہ السلام

براہین ماتم:

ہم شیعہ ہر جگہ جواز ماتم کے مدعی نہیں۔ بلکہ ماتم حسین علیہ السلام کے اور آپ کے ماتم کی نظر کے خصوصاً قائل ہیں۔ کیونکہ آپ کا غم دینی غم ہے۔ اور آپ

Marfat.com

مظلوم ہیں۔ اور مظلوم کے ماتم کی اجازت ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَ کَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا۔

(پ۶ سورۃ النسآء)

معلوم ہوا قولِ سوء کہنے کی مظلوم کو اجازت ہے۔

(بخاری شریف ص ۱۷۳، جلد اول میں ہے)

اَلْجَزْعُ اَلْقَوْلُ السَّیِّئُ وَالظَّنُّ السَّیِّئُ۔

کہ قول سوء سے مراد جزع فزع اور ظن سوء بھی ہے۔

(ماخوذ از "براہین ماتم" مصنفہ مولوی محمد اسماعیل ص ۱۵ مطبوعہ لائلپور۔)

حاصل دلیل:

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مروجہ ماتم پر شیعوں کے مبلغ اور مناظر اعظم مولوی اسماعیل گوجروی کی اس دلیل کا حاصل یہ ہے۔ کہ امام مظلوم ہیں۔ اور مظلوم کے ماتم کی قرآن مجید نے ان الفاظ میں اجازت دی ہے۔ "اللہ تعالیٰ بُری بات کے اعلان کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر مظلوم آدمی کے لیے جائز ہے۔ کہ بُری بات کا اعلان کرے" بُری بات کے اعلان کو جزع و فزع کہتے ہیں۔ جیسا بحوالہ بخاری شریف مذکور ہوا۔ اور جزع و فزع کا معنی مروجہ ماتم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کرنا جائز ہے۔ کیونکہ امام موصوف بھی مظلوم تھے۔

جواب:

مولوی اسماعیل شیعی نے قرآن کریم کی اس آیت کے ساتھ بخاری شریف

Marfat.com

میں مذکورہ روایت کا پیوند لگا کر مروجہ شیعی ماتم کو جس طرح ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

قرآن پاک کی اس آیت میں جو کچھ بیان ہوا۔وہ صرف یہ ہے۔کہ بری بات کا اظہار واعلان اللہ کے ہاں پسندیدہ نہیں۔ہاں اگر کسی پر ظلم ہوا۔تو مظلوم اگر اپنے اوپر کیے گئے ظلم کی داستان سناتا ہے۔تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اس آیت کے تحت ایک شیعی مترجم ومفسر جناب مقبول احمد نے تحریر کیا۔

ترجمہ مقبول:

> تفسیر عیاشی میں انہی حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔کہ جو شخص کسی گروہ کو مہمان بنائے۔پھر ان کی مہمانی اچھی طرح نہ کرے۔تو وہ ان لوگوں میں سے ہوا جنہوں نے ظلم کیا۔اور مہمانوں کے ذمہ کچھ عیب نہیں ہے۔اگر وہ اپنی مظلومی کا ذکر زبان پر لائیں۔
> اور انہی حضرت سے ''الجھر بالسوء من القول'' کے یہ معنی منقول ہیں۔کہ جو کسی شخص کی واقعی حالت بیان کر دے (بڑھا کر کچھ نہ کہے اور بلا علم صحیح کچھ نہ کہے) اور جس امر میں گواہوں کی تعداد مقرر ہے۔جب تک ان کے گواہ موجود نہ ہوں۔کچھ نہ کہے۔

مجمع البیان:

> (وثانیھا) اَنَّ مَعْنَاہُ لَایُحِبُّ الْجَھْرَ بِالدُّعَآءِ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا اَنْ یَظْلِمَ اِلْسَانٌ فَیَدْعُوْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَہٗ فَلَا یُکْرَہُ ذَالِکَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔
> (تفسیر مجمع البیان جلد دوم ص ۱۳۱ پارہ ششم مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے۔ کہ کسی کے لیے بددعا کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے۔ تو مظلوم ظالم کے لیے اگر بددعا کر دے تو یہ مکروہ نہیں۔ یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔

صافی:

وَ فِی الْمَجْمَعِ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ الضَّیْفُ یَنْزِلُ بِالرَّجُلِ فَلَا یُحْسِنُ ضِیَافَتَهٗ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَذْکُرَ سُوْءَ مَا فَعَلَهٗ وَ الْعَیَاشِیُّ عَنْهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ مَنْ اَضَافَ قَوْمًا فَاَسَاءَ ضِیَافَتَهُمْ فَهُوَ مِمَّنْ ظَلَمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمْ فِیْمَا قَالُوْا فِیْهِ وَ عَنْهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلْجَهْرُ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اَنْ یَذْکُرَ الرَّجُلَ بِمَا فِیْهِ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۴۰۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کوئی مہمان کسی کے ہاں آتا ہے۔ اور مہمان نواز اس کی اچھی طرح مہمان نوازی نہیں کرتا۔ اگر وہ مہمان اس کی اس روش کو بیان کرے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ عیاشی نے امام موصوف سے روایت کی۔ اگر کسی نے چند آدمی بطور مہمان اپنے ہاں بلائے۔ پھر ان کی مہمان نوازی اچھی طرح نہ کی۔ تو وہ شخص ظالم ہے۔ اگر اس کے ہاں کے مہمان اس کے خلاف کوئی

Marfat.com

بات کریں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ کہ آدمی اگر کسی واقعہ کو اسی طرح بیان کر دے۔ جس طرح وہ ہوا۔ تو یہ درست ہے۔ (اور وہ "الجهر بالسوء" میں داخل نہیں۔)

منہج الصادقین:

مراد این ست کہ دوست نمی دارد خدائے کہ احدی را مذمت کند و شکایت او نماید و ببدی نام او برد مگر کہ مظلوم باشد جائز است۔ و اوراکہ شکایت کند و اظہار مراد کند ببدی نام او راکہ ذکر کند ظلم او را۔ بر مردمان ظاہر سازد تا مردمان از او پرحذر باشند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد سوم پارہ نمبر ۶ ص ۱۴۴
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا۔ جو کسی کی مذمت کرے۔ شکایت کرے۔ اور برائی کے طور پر اس کا نام لے۔ ہاں اگر مظلوم ہو۔ تو پھر اس کے لیے جائز ہے۔ کہ ظالم کی شکایت کرے۔ اور اس کو بدنام کرے۔ اور اس کا ظلم لوگوں پر واضح کرے۔ تاکہ عوام اس سے بچیں۔

اپنی عقل کا ماتم کیجئے

قارئین کرام! آیت زیر بحث کی ہم نے مسلک شیعہ کی چند معتبر اور مستند تفاسیر کی عبارت بمعہ ترجمہ نقل کی ہے۔ اُسے دیکھیں۔ اور "ماتم حسین" ثابت کرنے والے مناظر اہل تشیع کا اس سے استدلال دیکھئے۔ تو یہ بات آپ پر بالکل

Marfat.com

واضح ہو جائے گی۔ کہ مروجہ ماتم سے اس آیت کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت سے مروجہ ماتم ثابت کرنا قرآن کریم کی "تحریف" ہے۔ اور "تفسیر بالرائے" ہے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں مفسرین اہل تشیع نے حضرات ائمہ اہل بیت کی زبانی جو کچھ بیان کیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اگر کوئی شخص کسی کے ہاں مہمان کے طور پر جائے۔ اور گھر والا اس کی اچھی طرح مہمان نوازی نہ کرے۔ تو وہ اس کے رویہ کو لوگوں کے سامنے بیان کر سکتا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ اگر کوئی شخص چند آدمیوں کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت پر بلائے۔ پھر ان کی دعوت میں سرد مہری دکھائے۔ ایسے شخص کی باتیں اگر دوسرے کے سامنے کر دی جائیں۔ تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۔ اگر کوئی آدمی کسی واقعہ میں حقیقتِ واقعہ بغیر کمی بیشی ذکر کر دیتا ہے۔ تو بھی اس آیت "الجھر بالسوء" کے حکم میں داخل نہ ہوگا۔

ان تین امور میں سے کوئی بھی امر کیا "مروجہ ماتم" بننے کی صلاحیت رکھتا ہے ان تین امور میں سے کوئی بھی مروجہ ماتم نہیں بن سکتا۔ تو پھر مولوی گوجروی صاحب نے کس برتے پر اس آیت سے اسے ثابت کر دکھایا؟ کیا خوفِ خدا نہیں ہے؟ عقل کا ماتم کر لیتے اور آیت سے مروجہ ماتم ثابت نہ کیا ہوتا۔ تو بہت بہتر ہوتا۔ قہر خدا کا کہ آیات قرآنیہ میں "تحریف" ان کی تفسیر بالرائے پر جرأت کر لی۔ لیکن حق قبول کرنے کی جسارت نہ ہوئی۔

بالفرض ہم مولوی اسماعیل گوجروی کی یہ بات مان لیتے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ مظلوم ہیں۔ اور مظلوم کے لیے ماتم کرنا جائز ہے۔ تو مولوی صاحب کو یہ ثابت کرنا

Marfat.com

چاہیئے تھا۔ کہ امام مظلوم اور آپ کے اہل بیت مظلومین نے اپنے اپنے ظالموں کا ماتم کیا ہے۔ اور چونکہ ان حضرات نے ماتم کیا۔ لہٰذا ماتم جائز ہوا۔ لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ ایک مولوی صاحب چھوڑ ساری دنیائے شیعیت اس کے ذاکرین مجتہدین اور آیت اللہ و شریعت مدار بھی جمع ہو جائیں۔ اور کسی امام کا ایک قول یا فعل سند صحیح کے ساتھ دکھا دیں۔ جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا مروجہ ماتم ثابت ہوتا ہو۔ تو میں اس کو اس ہمت پر بیس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کروں گا۔ مگر فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس الخ۔

بالفرض ہم نے اس لیے عرض کیا ہے۔ کہ آیت زیر بحث سے صرف مظلوم کو حق دیا گیا ہے۔ کہ اپنے اوپر کیے گئے ظلم و زیادتی کو وہ بیان کر سکتا ہے۔ جب بقول گوجروی امام حسین مظلوم ہیں۔ تو اگر وہ اپنے اوپر کیے گئے ظلم کی داستان بیان کرتے۔ یا آپ کے دیگر میدان کربلا کے مظلوم حضرات یزیدیوں کے ظلم کی داستانیں اور ان کی زیادتیاں علی الاعلان بتائے۔

تو از روئے قرآن ان کا یہ فعل مکروہ نہیں۔ اور اللہ کو ناپسند نہیں۔ ظالم کی زیادتی اور اس کے ظلم کی کہانی کسی کو سنانی اور بات ہے۔ اور ظالم کے ظلم پر ماتم کرنا اور بات ہے۔ "القول" کا لفظ پیش نظر رہے۔ تو اس سے اتنا معلوم ہوا۔ کہ اگر شیعہ حضرات واقعی اہل بیت کے ہمدرد ہیں۔ اور ان کی ہمدردی کی بنا پر وہ ان ظالموں کے ظلم کو اعلانیہ بیان کر کے اپنی ہمدردی کا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ تو پھر تحریر و تقریر کے ذریعہ یزیدیوں کے ظلم بیان کریں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن "القول" کے علاوہ مروجہ ماتم کی صورت میں خود اپنے آپ کو پیٹنا، اپنے بال نوچنے اور اپنی پشت پر خنجر چلانے یہ کیسے ہمدردی ہے۔ اور ظالم کے ظلم کو بیان

Marfat.com

کرنے کا یہ کونسا طریقہ ہے ؟ ذرا سوچو توسہی ۔

روایت بخاری کا مطلب

مولوی اسماعیل گوجروی نے آیت سے مدعا پر استدلال کو مکمل کرنے کے لیے بخاری شریف کی عبارت کا سہارا لیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو آیت کا مفہوم بیان کرنے میں جس طرح بددیانتی اور تحریف کی گئی۔ روایت بخاری میں بھی وہی حال ہے۔ امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں " الجزع القول السئی و الظن السئی "، یعنی مروجہ ماتم بری بات اور برا گمان ہے لیکن ان الفاظ سے یہ مطلب کیسے نکالا گیا۔ کہ ہر بری بات "مروجہ ماتم" ہے دیکھئے عام آدمی دن بھر ہزاروں باتیں بُری کرتا ہے۔ اگر ہر بُری بات ماتم ہوتی تو کوئی آدمی بھی ماتم سے خالی نہ ہوتا۔ یعنی ماتمی ہوتا۔ اور ہر آدمی کو چوبیس گھنٹے ماتم کرنا اور سینہ کوبی کرتے رہنا چاہیئے تھا۔ اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جزع (ماتم) اور " قول سوء "، دونوں کے درمیان نسبت مساوات نہیں یعنی ہر بُری بات مروجہ ماتم ہو اور مروجہ ماتم بُری بات ہو۔ بلکہ ان دونوں کے مابین عموم وخصوص مطلق ہے۔ یعنی ہر ماتم (سینہ کوبی، بال نوچنا) قول سوء (بری بات) ہے لیکن ہر قول سوء ماتم نہیں۔ دیکھئے گالی بکنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا بری باتیں ہیں لیکن ان کو کوئی بھی ماتم کہنے کو تیار نہیں۔ اسی طرح زنجیریں مارنا بال نوچنا ماتم ہیں لیکن قول سوء نہیں۔ بلکہ عمل سوء ہیں۔ اور ہائے حسین ہائے حسین کرنا ماتم بھی ہے اور قول سوء بھی ہے۔

اگر یہی درست ہوتا۔ جو مولوی گوجروی نے لکھا۔ تو پھر سیدھی سی بات ہے۔ کہ امام بخاری نے مروجہ ماتم کو بُری بات کہا ہے۔ اور تم لوگ اُسے سب سے

Marfat.com

بڑی نیکی شمار کرتے ہو۔ اور اس کے تارک کو دوزخی کہتے ہو۔ امام بخاری نے جو بیان فرمایا وہ اہل سنت کا مسلک ہے۔ لہٰذا اس روایت بخاری سے مروجہ ماتم پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔ ہاں اس سے مروجہ ماتم کے غلط اور ناجائز ہونے کو اس حدیث سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ جو کہ حق ہے۔

دلیل سوم

براهین ماتم:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ قَالَ جَاءَ اِعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ يَضْرِبُ نَحْرَهٗ وَيَنْتِفُ شَعْرَهٗ وَيَقُوْلُ هَلَكَ الْاَبْعَدُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا ذَالِكَ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُعْتِقَ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُهْدِيَ بُدْنَةً قَالَ لَا قَالَ فَاجْلِسْ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ مَا اَحَدٌ اَحْوَجَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ كُلْهُ وَصُمْ يَوْمًا مَكَانَ مَا اَصَبْتَ۔

(موطا امام مالک ص ۹ باب کفارۃ من افطر فی رمضان مطبوعہ مجتبائی۔)

ترجمہ:

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک اعرابی آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا سینہ کوٹتا ہوا اور بال نوچتا ہوا

Marfat.com

کہتا تھا کہ ہلاک ہوا وہ شخص جو دور ہے نیکیوں سے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوا۔ بولا میں نے صحبت کی اپنی بیوی سے رمضان کے روزہ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بردہ آزاد کر سکتا ہے۔ بولا نہیں فرمایا آپ نے ایک اونٹ یا گائے کو ہدیہ کر سکتا ہے۔ بولا نہیں۔ فرمایا آپ نے بیٹھ اتنے میں ایک ٹوکرہ کھجور کا آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا اس کو لے اور صدقہ کر وہ بولا مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کھالے اس کو اور ایک روزہ رکھ لے۔ اس دن کے بدلے جس دن تو نے یہ کام کیا۔

(براہین ماتم مصنفہ مولوی اسماعیل گوجروی ص۶۲-۶۳)

جواب:

سب سے پہلی اور بنیادی بات تو یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات اپنا مسلک (مروجہ ماتم) ثابت کرنے کے لیے کسی آیتِ قرآنی کا حوالہ دیتے۔ جو صراحت کے ساتھ اس کو جائز بتاتی۔ یا پھر ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے کوئی نص صریح لائی ہوتی۔ لیکن یہ کہاں سے لائیں۔ قرآن پاک سے دلیل لانے سے عاجز اور ائمہ اہل بیت سے کوئی قول سند صحیح کے ساتھ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اثبات کی دلیل کہاں ملتی۔ وہاں تو مروجہ ماتم کی پرزور تردید مروی ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئندہ فصلوں میں ہم بیان کریں گے۔ ان ڈوبتوں نے دیکھا کہ چلو اور کچھ نہیں ملتا۔ تو تنکے کا ہی سہارا کافی ہے۔ لہٰذا مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے ایک صحابی کے واقعہ کو بطور دلیل پیش کر دیا۔ یہ انہی صحابہ کرام میں سے ایک ہیں جنہیں یہ فرقہ خارج از اسلام قرار دیتا ہے۔ (معاذ اللہ) کسی مرتد کے قول و فعل سے اپنا مسلک ثابت کرنا چاہتے ہو۔ کیا نتیجہ دیتا ہے۔

Marfat.com

اس طریقہ استدلال سے معلوم ہوا کہ شیعوں کے پاس مروجہ ماتم کے جائز ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ یہ طریقہ (مروجہ ماتم) محض بے دلیل اور بے سند ہے۔ استدلال کے جوش میں یہ بھی ہوش نہ رہا۔ کہ صحابی کے واقعہ اور اس کے فعل سے تمہارے مروجہ ماتم کی کیا نسبت ہے۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحابی نے رمضان پاک کا روزہ رکھ کر اپنی بیوی سے جماع کرنے کا "ظلم" کر لیا تھا۔ اور اس زیادتی پر نادم اور پشیمان ہو کر انہوں نے یہ حرکت کی۔ گویا یہ ایک ظالم (زیادتی کرنے والا) علی نفسہ کا فعل تھا۔ لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ ظالم نہ تھے۔ بلکہ مظلوم تھے۔ اس لیے ظالم اور مظلوم میں کیا مناسبت ہو سکتی ہے؟

یہ استدلال اس طرح درست ہے۔

صحابی کے اس واقعہ سے مروجہ ماتم پر استدلال اگر درست طریقہ پر کرنا ہے۔ تو اس کا طریقہ ہم بتائے دیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ صحابی مذکور نے ایک جرم کیا۔ اور اس نے اپنے جرم پر ندامت کے آنسو بہائے۔ سینہ کوبی کی۔ اور بال نوچے۔ مختصر یہ کہ ایک مجرم ماتم کے ذریعہ اپنے جرم کا اعتراف کر رہا ہے۔ اب آئیے ان لوگوں کی طرف جو امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کرتے ہیں۔ ان کے ماتم کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ وہ مجرم ہیں۔ اور بذریعہ ماتم اپنے جرم کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور ان کا جرم یہ تھا۔ کہ قاتلانِ حسین یہی ہیں۔ اللہ کے محبوب کے نواسہ کا خون گرانے والے اُن کے ساتھیوں کو بھوکا پیاسا تڑپانے والے یہی لوگ تھے۔ انہیں اس جرم کو مانتے ہوئے بطور اقرار ماتم کرنا چاہیئے۔ اور خوب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر بلانے کے لیے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرنے والے یہی تھے۔ پھر انہی بُلانے والوں نے امام مسلم بن عقیل

Marfat.com

کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ اُن کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں۔ اور امام حسین کو مسلم بن عقیل کے ذریعہ اپنی جانثاری کا پیغام بھی پہنچایا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود جب امام موصوف کربلا پہنچے۔ تو ان کے آنے سے قبل امام مسلم کو شہید کرنے والے بھی یہی تھے۔ پھر امام موصوف کو شہید بھی انہی لوگوں نے کیا۔

ان کا ایک جرم ہو۔ تو اس پر روئیں۔ اور پھر چپ ہو جائیں۔ ایک مرتبہ ماتم کریں اور پھر خاموش ہو جائیں۔ نہیں بلکہ یہاں تو اجرام کے ڈھیر ہیں۔ اور ان پر ماتم کریں گے ہر سال کریں گے۔ بلکہ سال میں کئی بار کریں گے۔ اور قیامت تک کریں گے۔ اور کیوں نہ کریں۔ جب امام مظلوم کی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کوفہ پہنچیں۔ اور کوفیوں کو ماتم کرتے دیکھا۔ تو فرمایا۔

أَتَبْكُونَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُكُمْ

ترجمہ:

کیا تم روتے ہو۔ بتاؤ تو سہی آخر تمہارے بغیر وہ کون تھے جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا؟

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں) نے جب کوفیوں کو روتے پیٹتے دیکھا۔ تو فرمایا۔

احتجاج طبرسی:

يَقْتُلُنَا رِجَالُكُمْ وَتَبْكِينَا نِسَاؤُكُمْ لَقَدْ تَعَدَّيْتُمْ عَلَيْنَا عُدْوَانًا وَظُلْمًا عَظِيمًا۔

(۱- احتجاج طبرسی ص ۱۶۵ احتجاج فاطمہ صغریٰ مطبوعہ قدیم)

(۲- احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ نمبر ۲۹ مطبوعہ طبع جدید

(۳- مقتل ابی مخنف ص ۱۰۱ دخول السبایا الی الکوفہ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

تمہارے ہی مردوں نے ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا۔ اور اب تمہاری ہی عورتیں ہم پر رو رہی ہیں۔ یقیناً تم لوگوں نے ہم پر بہت بڑا ظلم کیا۔ اور بہت بڑی زیادتی کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے کوفہ کے ماتمیوں کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی اسی جگہ مذکور ہیں۔

احتجاج طبرسی:

وَاللّٰهِ فَابْكُوْا فَاِنَّكُمْ اَحْرٰى بِالْبُكَاءِ فَابْكُوْا كَثِيْرًا وَاضْحَكُوْا قَلِيْلًا۔

ترجمہ:

خدا کی قسم! خوب روؤ۔ تمہارے لائق بھی رونا ہی ہے۔ لہٰذا بکثرت روؤ۔ اور بہت کم ہنسو۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا احتجاج طبرسی ص ۱۶۵ پر ایک قول منقول ہے۔ فرماتے ہیں۔

عَنْ حَذِيْمِ ابْنِ شَرِيْكِ الْاَسَدِيْ قَالَ لَمَّا اَتٰى عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بِالنِّسْوَةِ مِنْ كَرْبَلَاءَ كَانَ مَرِيْضًا وَاِذَا نِسَاءُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ يَنْتَدِبْنَ مُشَقَّقَاتِ الْجُيُوْبِ وَالرِّجَالُ مَعَهُنَّ يَبْكُوْنَ فَقَالَ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِصَوْتٍ ضَئِيْلٍ وَقَدْ نَهِكَتْهُ الْعِلَّةُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَبْكُوْنَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُهُمْ۔

Marfat.com

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۹ خطبہ زینب
بنت علی ابن ابی طالب مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ عورتوں کے ساتھ کربلا سے کوفہ پہنچے۔ آپ اس وقت بیمار تھے۔ کوفہ میں آپ نے اچانک کوفی عورتوں کو روتے چلاتے دیکھا۔ ان کے گریبان پھٹے ہوئے تھے اور مرد بھی ان عورتوں کے ساتھ رونے میں مصروف تھے۔ امام زین العابدین نے بوجہ مرض آہستہ آواز انہیں کہا۔ یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں۔ تو یہ بتلائیں۔ ہمیں ان کے بغیر کس نے قتل کیا۔ (یعنی ہمارے اعزہ اور اقارب کو میدان کربلا میں شہید کرنے والے ان کے بغیر اور کون تھے۔ انہوں نے ہی قتل کیا۔ اور خود ہی قاتل رو رہے ہیں۔)

قارئین کرام! آپ نے خود ان کی کتب سے دیکھا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کو روتے دیکھ کر یہی کہا۔ کہ تم ہی قاتلانِ حسین ہو۔ اور پھر رو رہے ہو۔ اب مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو پھر پڑھیں۔ تو استدلال یوں ہوگا۔ کہ صحابی جب اپنے جرم پر ماتم کرسکتا ہے۔ تو ہم قاتلانِ حسین اس جرم پر کیوں نہ ماتم کریں۔ کیونکہ ہمارا جرم اس صحابی کے جرم سے کچھ کم نہیں۔ کیونکہ اس نے روزہ ضائع کیا۔ اور ہم نے نواسۂ رسول سمیت بہتر کے لگ بھگ مسلمانوں کو بھوکا پیاسا شہید کر دیا۔ لہٰذا ہمارے لیے اس صحابی کی نسبت بدرجہ اتم ماتم کرنا ضروری ہے۔

نوٹ: مولوی اسماعیل شیعی نے موطا امام مالک کی روایت کے نقل کا اس لیے

Marfat.com

یہ انہوں نے کسی سے سن رکھا ہوگا۔ ورنہ مؤطا امام مالک کا کوئی بھی قدیم وجدید نسخہ لے لیں۔ ص ۹ پر آپ کو یہ حدیث نہ ملے گی۔ کیونکہ یہ حدیث "کتاب الصیام وکفارہ من افطر فی رمضان" کے باب میں مذکور ہے۔ میرے پاس موطا کے نسخہ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم آرام باغ کراچی کے صفحہ ۳۲۸ پر یہ حدیث ہے۔ لہٰذا صفحہ ۹ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر آپ تلاش کرنا چاہیں۔ تو کتاب الصیام کے مذکورہ باب میں دیکھ لیں گے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

دلیل چہارم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عائشہ کا ماتم کرنا

براہین ماتم:

عن عبد اللہ بن الزبیر قال سمعت عائشة تقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری و نحری و فی دولتی لم اظلم فیہ احدا فمن سفھی وحداثة سنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض و ھو فی حجری ثم وضعت راسہ علی وسادة و قمت التدم مع النساء واضرب

Marfat.com

وجہی۔

(۱۔ رواہ احمد فی مسندہ)
(۲۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۳۰۵ جلد چہارم)
(۳۔ تاریخ طبری ص ۱۹۷ جلد دوم جز سوم)
(۴۔ سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۴۷۶ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اور میری باری میں انتقال فرمایا میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میری گود میں انتقال فرمانا میری کم عمری اور بے احتیاطی کی وجہ سے تھا۔ اس کے بعد میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور کو ایک تکیہ پر رکھا۔ اور کھڑی ہو کر دوسری عورتوں کے ساتھ پیٹنے لگی۔ اور میں اپنے منہ پر (اپنے ہاتھ) مار رہی تھی)

(برابین ماتم ص ۶۰)

جواب اول:

مولوی اسماعیل گوجروی نے جواز ماتم پر جو یہ دلیل پیش کی۔ شیعہ حضرات کے لیے ایک معرکۃ الآراء دلیل ہے۔ اور اہل سنت پر ماتم کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے اس کو بڑے فخر و غرور سے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر میں چاہتا ہوں۔ کہ پہلے اس کے راویوں پر "فن اسماء الرجال" کے تحت کچھ گفتگو ہو جائے۔ تاکہ روایت کا درجہ معلوم ہو سکے۔ اور یہ معلوم ہو سکے۔ کہ کیا یہ حدیث قابلِ استدلال اور قابل قبول ہے۔ یا نہیں؟

Marfat.com

تاریخ طبری میں اس کے مصنف نے یہ روایت جس راوی سے کی ہے۔ اس کا نام "محمد ابن حمید" ہے۔ اس راوی کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی نے "تہذیب التہذیب" نامی کتاب میں یوں لکھا ہے۔ یہ کتاب "اسماء الرجال" میں بہت اہم اور سب سے بڑی کتاب ہے۔

ابن حمید:

وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَه "مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ" كَثِيْرُ الْمَنَاكِيْرِ - وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِيْ حَدِيْثِهٖ نَظْرٌ وَقَالَ النِّسَائِيُّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ الْجَوْزَجَانِيُّ رَدِيُّ الْمَذْهَبِ غَيْرُ ثِقَةٍ وَقَالَ فَضْلَكُ الرَّازِيُّ عِنْدِيْ عَنْ "ابن حميد" خَمْسُوْنَ اَلْفًا لَا اُحَدِّثُ عَنْهُ بِحَرْفٍ ...... وَقَالَ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدِ الْاَسَدِيْ ..... ثُمَّ قَالَ كُلُّ شَيْئٍ كَانَ يُحَدِّثُنَا ابْنُ حُمَيْدٍ كُنَّا نَتَّهِمُهٗ فِيْهِ وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ كَانَتْ اَحَادِيْثُهٗ تَزِيْدُ وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَجْرَاَ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ كَانَ يَاْخُذُ اَحَادِيْثَ النَّاسِ فَيُقَلِّبُ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ ...... وَقَالَ اَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ سَعِيْدٍ ..... قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ خَرَاشٍ يَقُوْلُ ثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ وَكَانَ وَاللّٰهِ يَكْذِبُ -

(تہذیب التہذیب جلد نہم ص ۱۲۹ - ۱۳۰ مطبوعہ بیروت -

Marfat.com

ترجمہ:

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں۔ کہ "محمد بن حمید" منکر حدیثیں زیادہ روایت کرتا ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ اس کی روایت کردہ حدیث میں نظر ہے۔ (یعنی بے سوچے سمجھے قبول نہ ہوگی) امام نسائی فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔ اور جوزجانی کہتے ہیں۔ یہ ردی المذہب اور غیر ثقہ ہے۔ اور فضلک رازی نے کہا۔ میرے پاس ابن حمید کی روایت کردہ پچاس ہزار احادیث ہیں۔ لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں۔ کہ ابن حمید جو حدیث ہمیں سناتا۔ ہم اس کو متہم کرتے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ یہ کثیر الاحادیث ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اس سے بڑا بے باک میں نے کوئی دوسرا نہ دیکھا۔ لوگوں سے حدیث لینا۔ اور ایک دوسری میں خلط ملط کر دیتا۔ اور ابو العباس بن سعید نے کہا۔ ابن خراش سے میں نے سنا۔ کہ ابن حمید ہمیں حدیثیں سناتا۔ اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا۔

نظر انصاف:

جس سند میں ایک راوی ایسا ہو۔ جو "فن اسماء الرجال" میں کذاب، غیر ثقہ، ردی المذہب اور خاص اللہ تعالیٰ پر غلط باتوں کی نسبت کرنے کی جرأت میں لاثانی ہو۔ اس روایت کا کیا مقام ہوگا؟ ایسی حدیث سے مولوی اسماعیل گوجروی کا سند لال کرنا کہ ماتم جائز ہے لوگوں کو کھلا دھوکہ دینا ہے۔ یا پھر اپنی بے علمی بے بسی کا رونا ہے۔ ورنہ ایسی حدیث جس کے راوی پر اس قدر جرح ہو۔

Marfat.com

وہ قابل استدلال نہیں رہتی۔ اس بات سے "فن اسماء الرجال" کا ادنیٰ طالب علم بھی آگاہ ہے۔

سلمہ بن فضل:

یہ راوی محمد حمید راوی کے استاد ہیں۔ ان سے ابن حمید نے روایت کی ہے۔ ان کا پورا نام "سلمہ بن فضل الابرش الانصاری" ہے۔

تہذیب التہذیب:

فَقَالَ الْبُخَارِیُّ عِنْدَهٗ مَنَاكِيْرُ وَهَنَهٗ عَلِیٌّ قَالَ عَلِیٌّ مَا خَرَجْنَا مِنَ الرَّیِّ حَتّٰی رَمَيْنَا بِحَدِيْثِهٖ قَالَ الْبَرْزَعِیُّ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ كَانَ اَهْلُ الرَّیِّ لَا يَرْغَبُوْنَ فِيْهِ لِمَعَانٍ فِيْهِ مِنْ سُوْءِ رَأْيِهٖ وَظُلْمٍ فِيْهِ .... وَاَمَّا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى فَسَمِعْتُهٗ غَيْرَ مَرَّةٍ وَاَشَارَهٗ اَبُوْ زُرْعَةَ اِلٰى لِسَانِهٖ يُرِيْدُ الْكَذِبَ وَقَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ وَقَالَ النَّسَائِیُّ ضَعِيْفٌ۔ وَقَالَ الدُّوْرِیُّ كَانَ يَتَشَيَّعُ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۵۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

امام بخاری نے فرمایا سلمہ بن فضل کے پاس زیادہ احادیث منکر تھیں۔ جن کو علی نے کمزور کہا۔ علی نے کہا۔ ہم نے رے نامی شہر سے باہر نکلتے وقت اس کی حدیثیں وہیں چھوڑ دی تھیں۔ برزعی کہتا

Marfat.com

ہے۔ کہ ابوذرعہ نے کہا۔ کہ اہل رے سلمہ بن فضل کی طرف رغبت نہ کرتے تھے۔ کیونکہ یہ شخص بُری رائے اور ظلم سے موصوف تھا۔ ابراہیم بن موسیٰ نے کہا۔ کہ میں نے اس (سلمہ بن فضل) کے بارے میں ابوذرعہ کو بارہا اپنی زبان پکڑتے دیکھا۔ جس سے وہ اس کا جھوٹا ہونا اشارۃً بیان کرتے تھے۔ امام نسائی نے اسے ضعیف کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ اس میں شیعیت تھی۔

قارئین کرام! "فن اسماء الرجال" کے طور پر ہم نے سلمہ بن فضل کے بارے ناقدین کی تنقید مع وجوہات ذکر کی۔ بخاری کے نزدیک یہ "منکر احادیث کا جامع" ہے۔ اور ابوذرعہ اس کے بارے میں یہاں تک کہتے ہیں کہ خود اس کے ہم شہر لوگ اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ کیونکہ ظلم اور بُری رائے اس میں مشہور تھی۔ بلکہ ابوزرعہ نے تو کذاب بھی کہا۔ امام نسائی نے کذاب مائل بہ شیعیت کہا۔ اور کوئی جرح کی وجہ نہ بھی ہوتی۔ صرف شیعیت ہی اس مقام پر کافی تھی۔ کیونکہ مولوی اسماعیل گوجروی نے اس حدیث کو سنیوں کی حدیث کے طور پر بیان کیا۔ اور بطور حجت ہماری حدیث پیش کر کے مروجہ ماتم کو ہماری عبارات سے ثابت کرنے کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ آپ غور فرمائیں۔ جس حدیث کا راوی ایک شیعہ ہو۔ وہ سنیوں کی روایت کیسے ہوئی؟ گویا مولوی اسماعیل نے عوام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ دیکھو۔ اہل سنت کی کتابوں میں ثابت ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر مروجہ ماتم کیا تھا۔

محمد بن اسحاق:

یہ راوی سلمہ بن فضل کے استاد ہیں۔ ان کا پورا نام محمد بن اسحاق بن

Marfat.com

یسار بن خیار ہے۔ ان کا حال بھی ملاحظہ کریں تاکہ راویانِ حدیث میں ان کے مقام کو سمجھا جا سکے۔

تہذیب التہذیب:

وَقَالَ مَالِكٌ دَجَّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ......
وَكَانَ يَرَى بِغَيْرِ نَوْعٍ مِنَ الْبِدَعِ وَقَالَ مُوسَى بْنُ هَارُوْنَ سَمِعْتُ مُحَمَّدُ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ يَقُوْلُ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ يُرْمِيْ بِالْقَدَرِ وَقَالَ الْمَيْمُوْنِيْ عَنْ إِبْنِ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ وَقَالَ النِّسَائِيْ لَيْسَ بِقَوِيٍّ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱-۴۴)

ترجمہ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ محمد بن اسحاق دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ جوزجانی نے کہا ہے۔ اس پر مختلف بدعات ایجاد کرنے کا الزام لگایا گیا۔ موسیٰ بن ہارون نے کہا۔ میں نے محمد بن عبداللہ نمیر سے سنا کہ محمد بن اسحاق قدریہ تھا۔ میمونی نے ابن معین سے نقل کیا۔ یہ ضعیف تھا۔ اور امام نسائی نے اسے "لیس بقوی" کہا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث میں جب ایسے راوی ہوں۔ جن کو ائمہ حدیث "قابل حجت" شمار نہ فرمائیں۔ تو وہ حدیث اہل سنت کے ہاں کیسے قابلِ قبول ہو سکتی ہے؟ اس قسم کے غیر معتبر راویوں کی حدیث بیان کر کے جو شیعوں نے مروجہ ماتم جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس لے دے کے کچھ ایسی ہی ناقابلِ حجت احادیث ہیں۔ جب خود حدیث

Marfat.com

غیر مقبول ہوئی۔ تو اس سے استدلال اور حجت کو کون قوی اور قابلِ عمل کہے گا۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب دوم:

ائمہ محدثین کے ہاں ایک قانون یہ بھی ہے۔ کہ جب حدیث کا کوئی راوی خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے۔ یا اس میں تنقید یا عذر پیش کرے۔ تو وہ حدیث بھی قابلِ عمل نہیں رہتی۔ مولوی گوجروی نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ لیکن ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عذر اور تنقید نظر نہ آئی۔ وہ یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میرا ایسا کرنا (چہرہ پر ہاتھ مارنا اور پیٹنا) بوجہ بے عقلی اور کم سنی کے تھا۔ (یعنی اگر میری عمر حدِ بلوغ تک پہنچ چکی ہوتی۔ اور اس کے ساتھ میری عقل بھی کامل ہو چکی ہوتی۔ تو پھر یہ کام مجھ سے متوقع نہ تھا۔

آپ حضرات خود سوچیں۔ کہ اہل تشیع جن کے فعل کو اپنے مسلک کے ثبوت پر بطور دلیل و حجت پیش کر رہے ہیں۔ یہ وہی شخصیت ہیں۔ کہ "فروع کافی" کی روایت کے مطابق ہر نماز فرضی کے بعد ان پر شیعوں لوگوں کو لعنت کرنی چاہیئے۔ ادھر اس قدر نفرت اور ادھر ان کے فعل کو اپنے مسلک کی دلیل بنانا کس قدر منافقت ہے۔ پھر جب قاعدہ مذکورہ کے تحت راوی حدیث خود اپنی روایت کردہ بات کو ناپسند کرے۔ اور اس میں عذر پیش کرے۔ ایسے میں دوسرے کے لیے اس سے ثبوت مہیا کرنا کس طرح روا ہے؟ (تفکر)

دلیل پنجم

براھین ماتم:

وَ اَقَامَتْ عَائِشَۃُ عَلَیْہِ النَّوْحَ فَنَھَاھُنَّ

Marfat.com

عَنِ الْبُكَاءِ فَأَبَيْنَ يَنْتَهِيْنَ فَقَالَ لِهِشَامِ ابْنِ الْوَلِيْدِ اُدْخُلْ فَاَخْرِجْ اِلَيَّ ابْنَةَ اَبِيْ قُحَافَةَ اُخْتَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِهِشَامٍ حِيْنَ سَمِعَتْ ذَالِكَ مِنْ عُمَرَ اِنِّيْ اُحَرِّجُ عَلَيْكَ بَيْتِيْ فَقَالَ لِهِشَامٍ اُدْخُلْ فَقَدْ اَذِنْتُ لَكَ فَدَخَلَ هِشَامٌ فَاَخْرَجَ اُمَّ فَرْوَةَ ابْنَةَ اَبِيْ قُحَافَةَ فَعَلَاهَا بِالدُّرَّةِ ضَرَبَاتٍ فَتَفَرَّقَ النَّوَّاحُ حِيْنَ سَمِعَ ذَالِكَ۔

(۱۔ تاریخ کامل ص ۲۸۸ جلد دوم مطبوعہ مصر۔)
(۲۔ عقد الفرید جلد سوم ص ۵۶)

ترجمہ:

کہ بی بی عائشہ ام المومنین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نوحہ برپا کیا۔ اور نوحہ خواں بلائیں۔ حضرت عمر نے ان کو اس نوحہ خوانی سے منع کیا۔ انہوں نے رکنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے سپاہی ہشام بن ولید کو حکم دیا۔ کہ (عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں گھسیں۔ اور ام فروہ دختر ابو قحافہ ہمشیرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسولؐ ام المومنین نصف دین کی عالمہ ماہرہ نے ہشام سپاہی عمر کو فرمایا۔ کہ خبردار میں اپنے بیت شرف خانہ اطہر میں تیرا داخلہ حرام کرتی ہوں۔ عمر نے کہا داخل ہو جا تجھے میں جو حکم دیتا ہوں۔ پس ہشام داخل ہو گیا۔ ام فروہ کو کھینچ کر باہر لایا۔ پس حضرت عمر نے درہ سے اس کو خوب

Marfat.com

مارا اور بار بار مارا۔ پس یہ حالت دیکھ کر وہ نوحہ خواں عورتیں رفوچکر ہو گئیں۔

کیا یہاں بھی حضرت عائشہ سے بھول ہو گئی۔ کیا ان سے ہر روز بھول ہوتی رہے۔ اگر معمولی بات تھی۔ تو حضرت عمر نے روکنا کیوں چاہا۔ اور حضرت عائشہ نے اس پر اصرار کیوں کیا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرت عائشہ کا علم حضرت عمر سے زیادہ ہے۔ اس سے قبل بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا "بکاء علی المیت" کے متعلق حضرت عمر کی غلطی نکال چکی ہیں۔ (براہین ماتم ص ۶۱)

جواب:

کسی حدیث یا روایت سے استدلال و حجت پکڑنا اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی سند متصل، مرفوع اور ۔۔ ہو۔ مولوی گوجروی نے جو یہ حدیث لکھ کر "کامل ابن اثیر" کا حوالہ دیا ہے ۔۔۔ کتاب میں یہ حدیث بلا سند مذکور ہے۔ ہاں اسی حدیث کو علامہ طبری نے اپنی تصنیف "تاریخ طبری" جلد دوم جزء چہارم ص ۴۹ پر دو سندوں سے ذکر کیا ہے۔ علامہ طبری کی ذکر کردہ اس حدیث کی پہلی سند یہ ہے۔

تاریخ طبری:

حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ ابْنُ یَزِیْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ مُسَیَّبٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ اَقَامَتْ عَائِشَۃُ عَلَیْہِ النَّوْحَ الخ۔

اس حدیث پاک میں ابتدائے روایت حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اب مقام غور یہ ہے۔ کہ کیا حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت موجود تھے۔ اور انہوں نے بعد از وفات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جزع فزع والی کیفیت کو دیکھ کر پھر اس کو روایت کیا۔ یا ان کی موجودگی ثابت نہیں ہے؟

ابن حجر عسقلانی نے ''اسماء الرجال'' کی مشہور کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں خود حضرت ابن مسیب کا قول نقل کیا ہے۔

تہذیب التہذیب:

اِبْنُ مُسَیِّبٍ یَقُوْلُ وُلِدْتُ لِسَنَتَیْنِ مَضَتَا مِنْ خَلَافَةِ عُمَرَ۔

(تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۸۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال گزرنے پر پیدا ہوا۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وفات پائے دو سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ تو حضرت ابن مسیب کا تولد ہوتا ہے۔ تو جو بچہ کسی کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہو۔ اس کا اس فوت ہونے والے کے پاس بوقت وصال موجود ہونا ناممکن ہے۔

اس لیے حضرت ابن مسیب نے خود تو یہ واقعہ نہ دیکھا۔ البتہ کسی دیکھنے والے سے سُنا ہوگا۔ لیکن اس کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ لہذا سند میں اتصال نہ رہا۔ جب متصل نہ ثابت ہو سکی۔ تو اس سے استدلال یا ہمارے خلاف اسے بطور حجت پیش کرنا کب وزن رکھتا ہے۔

Marfat.com

اس انقطاع کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے راوی "یونس بن یزید" ہیں۔ ان کا حال بھی سن لیجئے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ الدِّمَشْقِیُّ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ یَقُوْلُ فِیْ حَدِیْثِ یُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ مُنْکَرَاتٌ ...... وَ قَالَ الْمَیْمُوْنِیُّ سُئِلَ اَحْمَدُ مَنْ اَثْبَتَ فِی الزُّهْرِیِّ قَالَ مَعْمَرٌ قِیْلَ فَیُوْنُسَ قَالَ رَوٰی اَحَادِیْثَ مُنْکَرَةً۔

(تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ ص ۴۵۱ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں میں نے ابا عبداللہ امام احمد بن حنبل سے سنا وہ کہتے تھے زہری سے یونس نے احادیث منکرات روایت کی ہیں۔ میمونی کہتے ہیں۔ کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا۔ زہری کے شاگردوں میں سے مضبوط شاگرد کون سا ہے؟ فرمایا معمر۔ کہا گیا۔ یونس۔ فرمایا وہ منکرات کی روایت کرتا ہے۔

اس سے قبل آپ نے اس حدیث کے بارے میں سند کے اعتبار سے تحقیق پڑھی۔ جس سے معلوم ہوا تھا کہ یہ متصل نہیں۔

اب اس کے راویوں میں سے ایک "یونس ابن یزید" پر جرح ملاحظہ فرمائی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق یہ راوی اگرچہ امام زہری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں لیکن ان کی اکثر احادیث

Marfat.com

منکرات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور غیر صحیحہ ہوتی ہیں۔ جب یہ حدیث بھی اسی راوی یعنی "یونس بن یزید" نے امام زہری سے روایت کی۔ تو اس کا درجہ بھی منکرات کا ہی ہوا۔ لہذا اسے صحیح کون کہے گا۔ اور ہم پر حجت کیسے ہو گی؟ لیکن مولوی گوجروی کو اس سے کیا غرض کہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے۔ اور اس کے راوی کس درجے کے ہیں۔؟ اُسے تو بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دے کر یہ باور کرانا ہے کہ سُنیوں کی کتابوں میں مروجہ ماتم کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے جب ان کی کتب میں ماتم کا ثبوت ہے۔ تو پھر ہم شیعوں پر ماتم کرنے میں کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔؟

دوسری سند:

اسی حدیث کی دوسری سند علامہ طبری نے "تاریخ طبری" میں جلد دوم جزء چہارم کے ص ۹۴ پر یوں مذکور فرمائی ہے۔

تاریخ طبری:

حدثنی الحارث عن ابن سعد قال اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنا ابو بکر بن عبد اللہ ابن ابی سبرۃ عن عمرو ابن ابی عمرو الخ۔

ترجمہ:

میرے سامنے حدیث بیان کی حارث نے ابن سعید سے اس نے کہا خبر دی ہمیں محمد بن عمر نے اس نے کہا حدیث بیان کی ہمارے سامنے ابوبکر بن عبد اللہ بن سبرہ نے عمرو بن ابی عمرو سے۔

Marfat.com

سند مذکور میں تین راویوں (محمد بن عمر، ابوبکر ابن عبد اللہ، عمرو ابن ابی عمرو) کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن عمر بن واقد الواقدی :

قَالَ الْبُخَارِیُّ اَلْوَاقِدِیُّ مَدَنِیٌّ سَکَنَ بَغْدَادَ مَتْرُوْكُ الْحَدِیْثِ تَرَكَهٗ اَحْمَدُ وَ ابْنُ الْمُبَارِكِ وَ ابْنُ نُمَیْرٍ وَ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ زَکَرِیَّا وَ قَالَ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ كَذَّبَهٗ اَحْمَدُ وَ قَالَ مُعَاوِیَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ لِیْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اَلْوَاقِدِیُّ كَذَّابٌ وَ قَالَ لِیْ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ ضَعِیْفٌ وَ قَالَ مَرَّةً لَیْسَ بِشَیْءٍ وَ قَالَ مَرَّةً كَانَ یُقَلِّبُ حَدِیْثَ یُوْنُسَ یُغَیِّرُهٗ عَنْ مَعْمَرٍ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَ قَالَ مَرَّةً لَیْسَ بِشَیْءٍ۔

(۱- تہذیب التہذیب جلد نہم ص ۳۶۴ مطبوعہ بیروت

(۲- میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۱۰ طبع قدیم مصر)

ترجمہ:

امام بخاری کہتے ہیں۔ کہ (محمد بن عمر) واقدی مدنی تھا۔ اس نے بعد میں بغداد میں سکونت کر لی۔ متروک الحدیث ہے۔ امام احمد ابن المبارک ابن نمیر اور اسمٰعیل بن زکریا نے اسے ترک کیا ہے۔ امام بخاری نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ واقدی کو امام احمد نے کذاب کہا۔ معاویہ بن صالح کہتے ہیں۔ مجھے احمد بن حنبل نے کہا۔ واقدی کذاب ہے۔ اور یحیٰی بن معین نے مجھے کہا۔ واقدی ضعیف ہے۔ ایک مرتبہ اسے لیس بشئی اور دوسری

Marfat.com

مرتبہ کہا۔ کہ دانندی۔ یونس کی احادیث میں رد و بدل کرتا ہے۔ اور یونس کی جگہ معمر کو رکھتا ہے۔ وہ ثقہ نہیں۔ اور لیس بشئی ہے۔

ابوبکر بن عبداللہ

تہذیب التہذیب:

قَالَ صَالِحُ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنِ سَبْرَةَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ ....

وَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْهِ لَيْسَ بِشَيْئٍ كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ وَ يَكْذِبُ ....

وَقَالَ الْبُخَارِيُّ ضَعِيْفٌ وَقَالَ مَرَّةً مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ النَّسَائِيُّ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۲۷-۲۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

صالح بن احمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ "ابوبکر بن ابی سبرہ" حدیثیں گھڑا کرتا تھا........ عبداللہ بن احمد اپنے والد سے روایت کرتا ہے۔ کہ "ابوبکر بن عبداللہ، لیس بشئی ہے۔ اور من گھڑت حدیثیں بیان کرتا تھا۔ اور جھوٹا تھا۔ امام بخاری نے اسے ضعیف کہا۔ اور کبھی اسے "منکر الحدیث" کہا۔ اور امام نسائی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔

ایسا راوی جو متروک الحدیث، منکر الحدیث ہو۔ اور اس سے بڑھ کر

Marfat.com

کذاب وہن گھڑت حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ ایسے راوی کی روایت کیسے ہو مقبول ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اسی راوی کے استاد عمرو ابن ابی بکر کی حالت بھی سن لیجئے۔

عمرو بن ابی عمرو

تہذیب التہذیب

قَالَ الدَّوْرِيُّ عَنْ إِبْنِ مُعِيْنٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ ضُعْفٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ خَيْثَمَهْ عَنْ إِبْنِ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ .... وَقَالَ النِّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۸۳)

ترجمہ :

دوری نے ابن معین سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ (عمرو ابن ابی عمرو) اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ یہ مضبوط آدمی نہیں ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے بیان کیا۔ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ اور امام نسائی نے اسے "لیس بشئی" کہا۔ (یعنی غیر معتبر ہے۔

حاصل کلام :

مولوی اسماعیل گوجروی نے جس حدیث پاک سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد کی وفات پر ماتم ثابت کرنے کے بعد اسے جواز ماتم پر بطور حجت پیش کیا۔ آپ نے اس حدیث کی سند میں مذکور راویوں میں سے تین راویوں کی حالت ملاحظہ فرمائی۔ ان میں سے

Marfat.com

کوئی کذاب، واضع الحدیث ہے۔ اور کوئی منکر الحدیث اور متروک الحدیث ہے۔ ایسے راویوں کی روایت محدثین کے ہاں کب مقبول ہو سکتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ اس قسم کے راویوں کا سہارا لے کر شیعہ ملاں نے حضرت ام المومنین پر ماتم کا غلط الزام لگایا ہے۔ اور انہیں اس طرح بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

پھر یہ بات بھی بالکل واضح ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شیعہ جب مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ تو پھر ان کی ایک بات سے یہ لوگ اپنے مسلک پر استدلال کیسے کر رہیں؟ ہاں بات وہی ہے۔ کہ بطور دشمنی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی ذات پر انہوں نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔ اور اہل سنت پر حجت بھی قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اس حدیث کی سند سے معلوم ہوا۔ کہ اس سے استدلال کرنا، ماتمی برداری۔ اور اس کا قابل حجت ہونا ہرگز مسلم نہیں ہے۔ بس اندھے کی طرح مولوی اسماعیل گوجروی نے ادھر اُدھر بہت پاؤں مارے۔ لیکن اندھا تھا۔ کیچڑ میں گر گیا۔ اور اپنے کپڑوں اور جسم کو گندہ کر گیا۔

دلیل ششم

براہین ماتم:

یہ تمام راوی ایک طرف مگر جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کا ماتم بنفس حسین مظلوم مع ہاشمیات عزاداری میں ایک اصل الاصول ہے دیکھو اہل سنت کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۱۹۳ مطبوعہ بیروت۔

البدایہ والنہایہ:

قَالَ قُرَّةُ بْنُ قَيْسٍ لَمَّا مَرَّتِ النِّسْوَةُ بِالْقَتْلٰى صَحِنَّ وَ لَطَمْنَ خُدُوْدَهُنَّ قَالَ فَمَا رَأَيْتُ مِنْ مَنْظَرٍ مِنْ نِسْوَةٍ قَطُّ اَحْسَنَ مَنْظَرٍ رَأَيْتُهُ

Marfat.com

مِنْهُنَّ ذَالِكَ الْيَوْم۔

کہ راوی لکھتا ہے۔ کہ جب آل محمد کا قافلہ مقتولان دشت کربلا کی لاشوں پر پہنچا۔ تو مخدراتِ عصمت و طہارت بے محابا گر پڑیں۔ اور انہوں نے آہ و بکا اور نوحہ کیا۔ رخسار پیٹے۔ ماتم کیا۔ راوی کہتا ہے۔ اتنا بہتر ین منظر حلقہ ماتم کا کبھی نظر نہ آیا۔ جیسا کہ اس دن دیکھا۔ اور جناب سیدہ ثانیہ زینب کبریٰ نے جو اس حلقہ میں نوحہ و ندبہ پڑھا۔ اس کی تصویر کشی مورخ ابن کثیر نے یوں کی ہے۔

البدایہ والنہایہ:

فَلَمَّا مَرُّوْا بِمَكَانِ الْمَعْرِكَةِ وَرَاَوُا الْحُسَيْنَ وَاَصْحَابَهٗ مُطَرَّحِيْنَ هُنَالِكَ بَكَتْهُ النِّسَآءُ وَصَرَخْنَ وَنَدَبَتْ زَيْنَبُ اَخَاهَا الْحُسَيْنَ وَاَهْلَهَا فَقَالَتْ وَهِيَ تَبْكِيْ يَامُحَمَّدَاهُ يَامُحَمَّدَاهُ صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ وَمَلَكُ السَّمَآءِ هٰذَا الْحُسَيْنُ بِالْعَرَاى مُزَّمِلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ يَامُحَمَّدَاهُ وَبَنَاتُكَ سَبَايَا وَذُرِّيَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ تَسْفِيْ عَلَيْهَا الصَّبَاءُ قَالَ فَاَبْكَتْ وَاللّٰهِ كُلَّ عَدُوٍّ وَصَدِيْقٍ۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۹۳ جلد ۸ مطبوعہ بیروت۔)

ترجمہ:

کہ جب یہ قافلہ قتل گاہ حسین سے گزرا۔ اور حسین مظلوم اور آپ کے اصحابوں کی لاشوں پر نظر پڑی۔ کہ پارہ پارہ ہو کر خاک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت بے بیاں روئیں۔ اور پیٹیں۔ جناب زینب ہمشیرہ امام مظلوم غریب الدیار نے یہ نوحہ پڑھا۔ رو رو کے کہتی ہائے میرے

Marfat.com

نانا محمد ہائے تجھ پر خدا نے درود بھیجا۔ ملائکہ نے سلام پڑھا مگر یہ تیرا حسین آج دشت کربلا میں خاک آلود پڑا ہے۔ اس کے تمام اعضاء پارہ پارہ کر دیئے گئے ہیں۔ ہائے میرے نانا جان محمد تیری بیٹیاں آج قیدی ہو کر جا رہی ہیں۔ اور تیری اولاد قتل کر دی گئی ہے۔ جن کی لاشوں پر خاک دھول پڑ رہی ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جناب زینب نے حلقہ ماتم میں کچھ ایسا دردناک نوحہ پڑھا۔ کہ دوست اور دشمن کو رلا یا۔

یہ ہے حضور اختصاراً سینہ کوبی کا ثبوت اور عزاداری کی اصل کہ جناب زینب امام زین العابدین رسن بستہ قیدی کی موجودگی میں حلقہ باندھ کر پیٹ رہی تھیں۔ اور نوحہ خوانی بھی کر رہی تھیں۔ (براہین ماتم ص ۶۹)

جواب:

مولوی محمد اسماعیل شیعی گوجروی نے اس دلیل کو مروجہ ماتم کی سب سے بڑی دلیل قرار دیا۔ اور اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ یہ اصل الاصول دلائل ہے۔ اور اس کو نقل بھی اہل سنت کی کتابوں سے کیا گیا ہے۔ جس کا تاثر یہ دینا چاہا۔ کہ اہل سنت کے نزدیک بھی یہ روایت معتبر ہے۔ لہذا سنیوں کی کتابوں سے ثابت ہوا۔ کہ مروجہ ماتم کی بنیاد اہل بیت کی دختران نیک اختران نے رکھی۔ امام زین العابدین نے یہ ماتم دیکھا۔ اور منع نہ فرمایا۔

ہم اس سے قبل احادیث کی تحقیق و تدقیق کے وقت یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ کسی روایت کا معتبر ہونا کچھ شرائط پر منحصر ہے۔ جب تک شرائط پوری نہ ہوں۔ ایسی روایت سے استدلال درست نہیں ہوتا۔ ان شرائط میں سے چند ایک یہ بھی ہیں۔ کہ راوی صحیح العقیدہ ہو۔ متقی و پرہیزگار ہو۔ لہذا سند روایت میں اگر کوئی

Marfat.com

راوی بدمذہب، کذاب اور ضعیف آجائے۔ تو وہ روایت مقبول نہیں ہوتی۔ مذکورہ روایت کی سند البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۱۹۲ مطبوعہ بیروت در یاض پر یہ ہے

البدایہ والنہایہ:

قال ابن ابی الدنیا حدثنی سلمۃ بن شبیب عن الحمیدی عن سفیان سمعت سالم بن ابی حفصہ قال قال الحسن الخ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۱۹۲ مطبوعہ بیروت درياض)

سالم بن ابی حفصہ:

مذکورہ روایت میں ایک راوی "سالم بن ابی حفصہ" بھی ہیں۔ اس راوی کے متعلق "اسماء الرجال" کی سب سے بڑی کتاب "تہذیب التہذیب" سے اس کی حالت بیان کی جاتی ہے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيّ ضَعِيفُ الْحَدِيْثِ يَفْرُطُ فِي التَّشَيُّعِ ...... وَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْهِ كَانَ شِيْعِيًّا ...... وَ قَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ خَلَفِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي حَفْصَةَ وَ كَانَ مِنْ رُؤُسِ مَنْ يَنْتَقِصُ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ۔ وَ قَالَ ابْنُ عَدِيّ لَهُ اَحَادِيْثُ وَ عَامَّةُ مَا يَرْوِيْهِ فِيْ فَضَائِلِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَ هُوَ مِنَ الْغَالِيْنَ

Marfat.com

فِیْ مُتَشَیِّعِیْ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ۔

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۴۳۳-۴۳۴ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

عمرو بن علی نے کہا۔ کہ (سالم بن ابی حفصہ) ضعیف الحدیث ہے۔ اور مذہب شیعہ میں کٹر تھا۔ اور عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں روایت کی۔ کہ شیعہ تھا۔ حجاج بن منہال کہتے ہیں۔ کہ سالم بن ابی حفصہ ان لوگوں کا سردار تھا۔ جو سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تنقیص شان کرتے ہیں۔ (یعنی ان دونوں کی شان میں کمی کرنے والوں کا سرغنہ تھا) اور ابن عدی کہتے ہیں۔ اس راوی کی عام روایات وہ ہیں۔ جو فضائل اہل بیت سے متعلق ہیں۔ اور خود یہ کوفی شیعوں میں سے کٹر شیعہ تھا۔

"اسماء الرجال"، کی اس تحقیق سے آپ نے جان لیا ہے۔ کہ "سالم بن ابی حفصہ"، کٹر شیعہ، ضعیف الحدیث اور شیخین کا بدخواہ تھا۔ تو اب دیکھئے۔ اس راوی کی روایت اہل سنت پر کیسے حجت ہو سکتی ہے۔ نہ ہی سنی صحیح العقیدہ اور نہ ہی ثقہ و عادل یہ تو اس راوی کے حالات تھے۔ لیکن مولوی گوجروی نے جس باب سے یہ روایت ذکر کی۔ اس کے آخر میں اس باب کی روایات کے متعلق جو "البدایہ والنہایہ"، کے مصنف نے خود لکھا۔ اس کو نہ پڑھا۔ اس باب کی روایات کا اصل یوں بیان کیا۔

البدایہ والنہایہ:

وَ لِلشِّیْعَۃِ وَالرَّافِضَۃِ فِیْ صِفَۃِ مَصْرَعِ الْحُسَیْنِ کَذِبٌ کَثِیْرٌ وَ اَخْبَارٌ بَاطِلَۃٌ وَ فِیْمَا ذَکَرْنَا

Marfat.com

كِفَايَةٌ وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَاهُ نَظَرٌ، وَلَوْلَا أَنَّ ابْنَ جَرِيْرٍ وَغَيْرَهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالْأَئِمَّةِ ذَكَرُوْهُ مَا سُقْتُهُ وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مِخْنَفٍ لُوْطِ بْنِ يَحْيٰى وَقَدْ كَانَ شِيْعِيًّا وَهُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ وَلٰكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۰۲ مطبوعہ ریاض و بیروت)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بارے میں رافضیوں اور شیعوں کے پاس بکثرت جھوٹی اور باطل روایات ہیں۔ اور جو ہم نے ان کی روایات ذکر کیں۔ یہ بطور نمونہ کافی ہیں۔ اور بعض میں نظر بھی ہے اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ وائمہ اہل حدیث ان کی ایسی خبروں کو ذکر نہ کرتے تو میں کبھی ان کے پیچھے نہ پڑتا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں اکثر روایات "ابو مخنف لوط بن یحیٰی" سے مروی ہیں۔ جو پکا شیعہ تھا لیکن الحدیث میں ضعیف تھا۔ لیکن واقعات اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبریں اس کے پاس ایسی تھیں۔ جو دوسروں کے پاس بمشکل ملتی تھیں۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ:

"البدایہ والنہایہ" کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی شہادت کے متعلق اکثر روایات "ابومخنف لوط بن یحییٰ" سے کی گئی ہیں۔ اس سے یہ بھی وہم ہو سکتا ہے۔ کہ اہل بیت کے ماتم کرنے کی مذکورہ روایت شائد اُن قلیل روایات میں سے ہے۔ جو ابومخنف سے مروی نہ ہو۔ تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے ہم "تاریخ طبری" کی اصل روایت پیش کرتے ہیں۔ جس سے "البدایہ والنہایہ" کے مصنف نے اسے روایت کیا ہے۔

تاریخ طبری:

قَالَ اَبُوْ مُخْنَفٍ فَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ زُهَیْرِ الْعَبَسِیّ عَنْ قُرَّةَ بْنِ قَیْسٍ التَّمِیْمِیِّ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰی تِلْكَ النِّسْوَةِ لَمَّا مَرَرْنَ بِحُسَیْنٍ وَاَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ صَحِنَ وَلَطَمْنَ وُجُوْهَهُنَّ قَالَ فَاعْتَرَضْتُهُنَّ عَلٰی فَرَسٍ فَمَا رَاَیْتُ مَنْظَرًا مِنْ نِسْوَةٍ قَطُّ كَانَ اَحْسَنَ مَنْظَرٍ رَاَیْتُهٗ مِنْهُنَّ۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر الطبری جلد سوم جزء ششم ص ۲۶۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

ابومخنف نے کہا۔ مجھ سے ابوزہیر العبسی نے قرہ بن قیس التمیمی سے روایت کی۔ کہ میں نے ان عورتوں کو دیکھا۔ جب وہ امام حسین، ان کے اہل اور ان کی اولاد کے پاس سے گزریں۔ تو وہ چلائیں۔ اور اپنے چہروں کو پیٹا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس سے گزر گیا۔ اور میں نے اس سے قبل عورتوں کی بے لبسی کا ایسا منظر کبھی

Marfat.com

نہ دیکھا۔ جوان سے مجھے دیکھنے میں آیا۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ کیسا راوی ہے؟

لسان المیزان:

لُوْطُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْ مُخْنَفٍ اِخْبَارِيٌّ تَالِفٌ لَا يُوْثَقُ بِهٖ تَرَكَهٗ اَبُوْ حَاتِمٍ وَغَيْرُهٗ وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ ضَعِيْفٌ وَقَالَ يَحْيٰى بْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مَرَّةً لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ شِيْعِيٌّ مُحْتَرِقٌ صَاحِبُ اَخْبَارِهِمْ۔

(لسان المیزان جلد چہارم ص ۴۹۲ مطبوعہ بیروت لبنان)

ترجمہ:

ابو مخنف لوط بن یحییٰ اِدھر اُدھر کی خبریں پہنچانے والا اور قصہ کہانیاں جمع کرنے والا ہے۔ اس پر وثوق نہیں کیا جا سکتا۔ ابو حاتم وغیرہ نے اسے متروک سمجھا۔ دارقطنی نے اسے ضعیف کہا یحییٰ بن معین اسے غیر ثقہ اور کبھی "لیس بشئ" کہتے ہیں۔ ابن عدی نے اسے جلا شیعی کہا۔ شیعوں کی خبریں اسی سے ملتی ہیں۔

مقام غور:

یہ تھا حال اس روایت کا کہ جسے مولوی اسماعیل گوجروی نے ماتم کے

Marfat.com

موضوع پر اصل الاصول کہا۔ اور تمام بقیہ روایات کے مقابلہ میں اتنی وزنی کہا۔ کہ اس کی ہم پلہ کوئی بھی روایت نہیں ہو سکتی۔

اس اصل الاصول روایت کے راوی "ابو مخنف لوط بن یحییٰ،، کے بارے میں آپ نے پڑھا۔ کہ یہ شخص غالی شیعہ تھا۔ اور اپنے غلو کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تنقیص شان بھی کرتا تھا۔ تو ایسا شخص جو پہلے درجے کا حاسد اور شیعوں کا صرف اخباری نمائندہ ہو۔ تو ایسے راوی کی حدیث اہل سنت کے لیے کس طرح حجت بن سکتی ہے۔ اس پر طرفہ تماشا یہ کہ جس روایت کو شیعہ اصل الاصول قرار دے رہے ہیں۔ اس کا راوی ایک اخباری شیعہ اور قصہ کہانیاں کہنے والا ہے۔ جس کی باتوں کو کوئی بھی ذی عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن مروجہ ماتم پر جب شیعوں کے پاس قرآن پاک یا کسی حدیث صحیح یا کسی امام کا معتبر اور مستند قول نہ تھا۔ اور نہ مل سکتا ہے۔ تو ایسے میں انہوں نے اس بات کو غنیمت سمجھا۔ کہ کسی قصہ گو اور ادھر ادھر کی خبریں اڑانے والے کی کسی بات کو مروجہ ماتم کا اصل الاصول قرار دیں۔ لہٰذا آپ نے یہ نتیجہ ضرور نکال لیا ہوگا۔ کہ مروجہ ماتم کے جواز پر اس روایت کو پیش کرنا یا تو انتہائی جہالت و حماقت ہے۔ یا پھر بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔

دلیل ہفتم

براہین ماتم:

ماتم فاطمۃ الزہرا از خبر مرگ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مدارج النبوۃ ص ۶۱۳ جلد دوم میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں۔ کہ فاطمۃ الزہرا چوں ایں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں

Marfat.com

دو دید وی گریست و ہم زنان ہاشمیہ مے نالیدند۔

ترجمہ:

کہ جب رسالت مآب کی خبر مرگ میدان احد سے مدینہ پہنچی اور جناب سیدہ نے سنی۔ سر پیٹتی ہوئی باہر آئی۔ اور زار و زار رو رہی تھی۔ اور دیگر ہاشمی عورتیں بھی روتی تھیں۔

سبحان اللہ! جناب سیدہ کا غم رسالت مآب میں پیٹنا بھی کتب اہل سنت سے ثابت ہو گیا۔ (براہین ماتم ص ۶۳ تا ۶۴)

جواب:

اس سے پہلے روایات کے سلسلہ میں ہم نے عرض کیا تھا۔ کہ کسی روایت یا حدیث کا نقل کر دینا کسی حکم کے ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی سند اور راویان کی جانچ پڑتال کے بعد یہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کہ مذکورہ حدیث مقبول ہے۔ یا مردود۔ اس لیے پہلی بات اس روایت کے معاملہ میں یہ ہے۔ کہ مولوی اسماعیل گوجروی کی روایت کردہ یہ حدیث (جو "مدارج النبوۃ" سے منقول ہوئی) ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا سر اور پاؤں نہیں۔ دوسری بات یہ کہ مولوی گوجروی نے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے اپنے مطلب کی عبارت لے لی۔ اور پوری عبارت کو ذکر نہ کیا۔ اس طرح اس ناقل نے دھوکہ اور فریب دے کر اپنا مطلب ثابت کرنے کی کوشش کی۔ "مدارج النبوۃ" کی پوری عبارت درج ذیل ہے۔

مدارج النبوۃ:

از غرائب روایات است کہ در معارج النبوۃ آوردہ کہ آواز شیطان

Marfat.com

کہ بقتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ندا میکرد مدینہ رسید۔ تادر خانہ ئے مدینہ نیز شنیدند۔ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں ایں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں دوید۔ و میگریست و ہم زنان ہاشمیہ می نالیدند۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۸۸ فصل قتل حمزہ سے ایک صفحہ پہلے۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔)

ترجمہ:

معارج النبوۃ کی غریب روایات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میدانِ اُحد میں وفات پا جانے کی شیطانی خبر جب مدینہ پہنچی۔ جس کو مدینہ کے رہنے والوں نے سنا۔ جب یہ آواز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سنی۔ تو سر پر ہاتھ مارتے ہوئے آپ گھر سے باہر نکلیں۔ اور رو رہی تھیں۔ اور خاندان ہاشم کی عورتیں بھی گریہ وزاری کر رہی تھیں۔

معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "مدارج النبوۃ" میں اس روایت کو درج فرمانے سے قبل یہ صاف صاف کہہ دیا۔ کہ یہ روایت "معارج النبوۃ" کی غریب روایات میں سے ایک غریب روایت ہے۔ حضرت شیخ محقق کی اس طرح نشاندہی کرنے کے بعد اسے تحریر کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ موصوف کے نزدیک یہ روایت معتبر اور مقبول نہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ "معارج النبوۃ"

Marfat.com

کے مصنف "ملامعین کاشفی" ایک واعظ تھے۔ ان کا شمار مستند علماء میں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب اعلیٰ حضرت اہل سنت مجدد مائۃ مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمتہ سے اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ ایک سنی واعظ تھے۔ ان کی کتاب میں رطب ویابس سب کچھ ہے۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۴۴ مطبوعہ کراچی)

یہ تھی اس کتاب کی حقیقت اور اس روایت کی تحقیق جسے مولوی اسماعیل گوجروی نے نقل کرکے بڑے بلند بانگ دعویٰ سے کہا۔" جناب سیدہ کا غم رسالت میں پیٹنا بھی کتب اہل سنت سے ثابت ہوگیا"۔ جس مصنف کو صرف سنیوں کا واعظ کہا گیا ہو اور جس کی کتب میں رطب ویابس سب کچھ موجود ہو۔ تو پھر ایسے غیر ثقہ آدمی کی کتاب سے ایک غریب روایت کرنا اور پھر اس پر اتنا اترانا کس وجہ سے معقول ہے؟ لہٰذا اہل سنت پر ایسی روایت حجت نہیں بن سکتی۔ ہاں پچھلی روایات کی طرح اس روایت کی تحقیق سے بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ شیعوں کے مروجہ ماتم پر ان کے پاس اپنی کوئی روایت ہے۔ جو متصل الاسناد صحیح اور ثقہ عادل سے روایت ہو۔ نہ ہی انہیں کہیں اور جگہ سے کوئی قابلِ وثوق عبارت مل سکی۔ اس لیے مروجہ ماتم کی بنیاد ہی بے اصل اور بے سند ہے۔ اور ایک سراب ہے جس سے نہ کسی کی تشنگی بجھے۔ اور نہ کوئی یقینی بات بنے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دلیل ہشتم

ہماری نظر سے شیعوں کی طرف سے شائع شدہ ایک اشتہار گزرا جس میں منجملہ دیگر اعتراضات کے ایک یہ اعتراض بھی تھا جس کی عبارت ہم من وعن نقل کر رہے ہیں۔

آنحضرتؐ بعد شہادتِ حمزہ مدینہ تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا آپؐ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی صدائیں بلند تھیں۔ آپ نے دیکھا سب اپنے عزیز واقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے۔ (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۳۵۵) رقت کے جوش میں آپ کی زبان سے نکلا کہ حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں انصار نے یہ الفاظ سنے تو تڑپ اٹھے سب نے جا کر اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ حمزہ کے دولت کدہ پر جا کر ماتم کریں، جب آنحضرتؐ نے پردہ نشینانِ انصار عورتوں کو ماتم کرتے دیکھا، تو آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔

(تاریخ کامل جلد دوم ص ۶۴)

جواب اوّل اور چیلنج

اگر کوئی شیعہ تاریخ کامل میں انہی الفاظ کے ساتھ یہ اعتراض دکھا دے تو ہم اسے بیس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ یہ شیعوں کا عظیم ڈھونگ ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا،، کی مثل ایک جھوٹی روایت کو دلیل بناتے ہیں۔

Marfat.com

جواب دوم:

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کامل میں ابن اثیر نے یہ عبارت یوں نقل کی ہے۔

الکامل فی التاریخ:

وَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِدَارٍ مِنْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ فَسَمِعَ الْبُکَاءَ وَالنَّوَائِحَ فَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَبَکٰی وَ قَالَ لٰکِنَّ حَمْزَۃَ لَا بَوَاکِیَ لَہٗ فَرَجَعَ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ اِلٰی دَارِ بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْہَلَ فَاَمَرَ نِسَاءَ ھُمْ اَنْ یَذْھَبْنَ فَیَبْکِیْنَ عَلٰی حَمْزَۃَ

ترجمہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھروں میں سے ایک گھر کے قریب سے گزرے تو وہاں سے رونے اور نوحہ کرنے کی آواز سنی جس پر آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا حمزہ (میرے چچا) کو کوئی رونے والا نہیں ہے۔ چنانچہ سعد بن معاذ دار بنی عبد الاشہل کی طرف لوٹے اور ان کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ جا کر حمزہ پر روئیں۔

تبلاؤ! اس عبارت میں کہاں ہے کہ تمام مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور کہاں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ یہاں تو صرف اتنا ہے کہ آپ نے انصار کے ایک گھر سے رونے کی آواز سنی تو خیال آیا کہ چچا حمزہ اپنے پیچھے کوئی کنبہ نہیں چھوڑ گیا۔ جو اس پر روتا یعنی افسوس کہ اس کی نسل منقطع ہو گئی، تبلائیے یہاں سے ماتم کیسے ثابت ہوا نبی علیہ السلام کے قول میں تو صرف رونے کا ذکر ہے نوحہ یا ماتم کا نہیں ہے۔ باقی رہا

Marfat.com

سعد بن معاذ نے عورتوں کو کہنا کہ جا کر امیر حمزہ پر روئیں۔ تو ہم ازلا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے طور پر یہ کہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسے فرمایا نہیں تھا۔ ثانیاً یہ کہ جناب سعد نے عورتوں کو رونے کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ اس سے میت پر رونا ثابت ہوا ماتم یا نوحہ کا جواز کہاں سے آگیا؟ مگر اعتراض کرنے والے کی حماقت یا بد دیانتی دیکھو کہ اشتہار میں لکھ رہا ہے کہ سب انصار نے اپنی عورتوں کو کہا کہ حمزہ کے دولت کدہ پر جا کر ماتم کریں۔

تیسری بات یہ ہے کہ کامل کی مذکورہ عبارت میں یہ صراحت بھی نہیں ہے کہ آیا سعد بن معاذ کے کہنے کے مطابق واقعی عورتیں رونے کے لیے امیر حمزہ کے گھر گئی بھی تھیں یا نہیں، مگر اعتراض کرنے والا اتنا بے شرم واقع ہوا ہے کہ لکھ رہا ہے۔ "آنحضرت نے جب پردہ نشین انصار عورتوں کو ماتم کرتے دیکھا تو ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی"۔ اس کے جواب میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

جواب سوم:

کامل نے مذکورہ عبارت بلا سند بیان کی ہے اور طبری نے اپنی تاریخ کبیر میں یہی عبارت سر مو فرق کے بغیر بلا کم و کاست پوری سند بیان کی ہے ساتھ لکھی ہے۔ اور چونکہ کامل نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ میں نے تمام تواریخ میں سے طبری پر اعتماد کیا ہے لہٰذا اظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ عبارت دراصل کامل کی نہیں طبری کی ہے۔ اب ہم طبری سے اس عبارت کی سند بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اس عبارت کا از روئے سند کے وزن معلوم ہو جائے۔ چنانچہ طبری میں ہے۔

طبری: حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ عن محمد بن اسحاق قال حدثنی ابی اسحاق بن یسار عن

Marfat.com

اشیاخ من بنی سلمة الخ۔ (طبری جلد سوم ۲۶ تا ۲۷ السنة الثالثة)
اس سند کا پہلا راوی جس سے طبری روایت کر رہا ہے۔ ابن حمید ہے۔ دوسرا سلمہ ہے تیسرا محمد بن اسحاق ہے اور ان تینوں کے متعلق ہم پچھلے صفحات میں پوری شرح وبسط کے ساتھ لکھ آئے ہیں کہ یہ کس درجہ کے ضعیف متروک اور کذاب راوی ہیں۔ ابن حمید کو تہذیب جلد ۹ ص ۱۲۹ میں وضاع اور کذاب لکھا گیا ہے سلمہ کو تہذیب ص ۱۵۳ جلد ۴، میں متروک ضعیف شیعہ کہا گیا ہے اور محمد بن اسحاق کو تہذیب ص ۴۱ تا ۴۴ میں بدعتی، ضعیف شیعہ کہا گیا ہے اور محمد بن اسحاق کو بدعتی، ضعیف متروک اور دجال قرار دیا گیا ہے۔

تبلائیے جس روایت کے تین راوی اس طرح کے متروک ہوں۔ اس کو ماتم کے ثبوت کے لیے بطور اعتراض پیش کرنا اعلیٰ درجہ کی حماقت ہے یا نہیں۔

دلیل نہم

براهين ماتم:

مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق میں ہے) چوں ایں خبر بعمر رسید متألم شد ص ۶۰۵ جلد دوم
کہ جب یہ خبر طلاق حضرت حفصہ حضرت عمر کو پہنچی تو بہت دردناک ہوئے اور بہت پیچ وتاب کھائے۔

اور مدارج النبوۃ صـ ۴۳ رکن چہارم مطبوعہ بمبئی) میں اس کی تفصیل یوں ہے
فلما چوں حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایں معنی معلوم کرد۔ خاک برسر ریخت و فغاں برآورد کہ جب طلاق حفصہ کی خبر حضرت عمر کو پہنچی تو اپنے سر پر خاک ڈال لی اور آہ وفغاں کرنے لگے

جواب: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں "مدارج النبوۃ" سے مولوی اسماعیل شیعی نے جو عبارت پیش کی۔ اسے آپ ذرا پھر دیکھ لیں۔ اور یہ عبارت جس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی۔ اس مقصد یا عنوان کو بھی پیش نظر

Marfat.com

رکھئے۔ پھر دعویٰ اور دلیل کی مطابقت دیکھئے۔ تو مولوی گوجروی کی بے بسی اور جہالت پر ماتم کرنے کو جی چاہے گا۔ (اگرچہ ماتم ثابت نہیں) دعویٰ تھا ،، ماتم عمر ،، اور دلیل میں ،، مقالم عمر ،، ہے جس کے خود مولوی گوجروی نے یہ معنی کیے ہیں۔ بہت دردناک ہوئے اور بہت پیچ و تاب کھائے۔ دردناک ہونے اور پیچ و تاب کھانے سے کیا مروجہ ماتم ثابت ہو گیا۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا غم ناک ہونا اور اپنی بیٹی کی طلاق کا سن کر پریشان ہونا اتنی سی بات کو ناجائز کون کہتا ہے۔ لیکن یہ غمزدگی اور پریشانی ماتم کیونکر بن گئی ؟

اس کے بعد مولوی اسماعیل شیعی نے ،، معارج النبوۃ ،، کی ایک عبارت پیش کر کے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی طلاق کی خبر سُن کر اپنے سر پر جو مٹی ڈال لی۔ اور آہ و فغان کرنے لگے۔ تو یہی ماتم کا طریقہ ہے۔ لہٰذا مروجہ ماتم (جس میں سر پر مٹی ڈالنا اور آہ و فغاں کرنا ہوتا ہے) حضرت فاروق اعظم کے عمل سے ثابت ہو گیا۔

اس سلسلہ میں ہم گزشتہ حدیث کے جواب میں وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ معارج النبوۃ ،، کا مصنف صرف ایک واعظ ہے۔ کوئی محقق اور مستند نہیں۔ لہٰذا ان کی بات کوئی سند نہیں ہے۔ جس طرح شیعوں کے واعظ (ذاکر حضرات) اِدھر اُدھر کی ہانک کر داد و تحسین لیتے ہیں۔

جب اِن کے سرکردہ علماء سے کسی ذاکر کی گپ شپ کے بارے میں حقیقت معلوم کرنا چاہیں۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ چھوڑ وہ کوئی عالم تھوڑا ہی ہے۔ ایک ذاکر ہی ہے۔ اس کا قول کوئی حجت نہیں ہے۔ تو اسی طرح ملا معین کاشفی بھی ایک واعظانہ انداز رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ علمائے اہل سنت کا ان کے بارے میں یہی

Marfat.com

متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ان کی کتب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ لہٰذا ان کی بات ہم پر حجت نہیں۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ صاحب معارج النبوۃ نے اس روایت کی سند کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پریشانی ایک طبعی اور فطری پریشانی تھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس کے روح فرسا کوائف سن کر ایسا سخت دل کون ہوگا جس کے آنسو نہ بہہ نکلیں۔ اس لیے ہمارا تو عقیدہ ہے۔ کہ مصائب اہل بیت اور شہدائے کربلا پر ڈھائے گئے مظالم سن کر غم زدہ ہونا بلکہ آنسو تک بہہ نکلنا قابل ثواب ہے۔ اور سنت نبوی ہے۔

دلیل دہم

براھین ماتم:

زنجیر زنی فرط محبت کی علامت ہے

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

(پ۱۲ سورۃ یوسف)

(تفسیر کبیر ص ۲۲۴ جلد پنجم مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

پس جب دیکھا انہوں نے اس کو بڑا جانا اور کاٹ ڈالے ہاتھ اپنے اور کہا پاکی ہے واسطے اللہ کے نہیں یہ آدمی مگر فرشتہ

Marfat.com

بزرگ۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

تفسیر کبیر:

إِنَّمَا أَكْبَرْنَهُ لِأَنَّهُنَّ رَأَيْنَ عَلَيْهِ نُوْرَ النُّبُوَّةِ وَهَيْئَةَ الْمَلٰئِكَةِ وَهِيَ عَدَمُ الْإِلْتِفَاتِ إِلَى الْمَطْعُوْمِ وَالْمَنْكُوْحِ وَعَدَمُ الْإِعْتِدَادِ بِهِنَّ وَكَانَ الْجَمَالُ الْعَظِيْمُ مَقْرُوْنًا بِتِلْكَ الْهَيْبَةِ وَالْهَيْئَةِ فَتَعَجَّبْنَ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ فَلَاجَرَمَ أَكْبَرْنَهُ وَعَظَّمْنَهُ وَوَقَعَ الرُّعْبُ وَالْمَهَابَةُ مِنْهُ فِيْ قُلُوْبِهِنَّ،،

(تفسیر کبیر ص ۲۲۴ جلد پنجم مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

"یعنی ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لیے بڑا سمجھا کہ آپ کے اوپر نور نبوت اور علاماتِ رسالت اور انکساری اور حشمت دیکھی۔ اور ہیئتِ ملکیت بھی مشاہدہ کی۔ اور وہ کھانے پینے کی طرف عدم التفات تھی۔ اور اس ہیبت اور ہیئت کے ساتھ ساتھ جمال عظیم بھی مقرون تھا۔ لہذا وہ عورتیں حیران ہوگئیں۔ اس لیے آپ کو بڑا سمجھا عظمت کی وجہ سے رعب اور ہیبت دلوں میں سما گئی اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

یعنی ان عورتوں کو حضرت میں دو چیزیں نظر آئیں۔ جمال عظیم اور سیرت ملکیہ طاہرہ مطہرہ۔ پس حسن موجب حُبّ شدید ہوا۔ اور سیرت ملکیہ موجب عدم وصال لہذا وہ عورتیں محبت اور حسرت میں سرشار ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ

Marfat.com

بیٹھیں۔

تفسیر عرائس البیان جلد اوّل ص ۴۲۱ مطبوعہ نولکشور میں اسی آیت "ولما رأينه اكبرنه" کے ماتحت لکھا ہے۔ کہ

تفسیر عرائس البیان:

عَظَّمْنَهُ بِعَظْمَتِ اللّٰهِ وَهِبْنَ مِنْهُ وَاَحَارِيْنَ فِيْ وَجْهِهٖ نُوْرَ هَيْبَتِ اللّٰهِ۔

(تفسیر عرائس البیان جلد اول ص ۴۲۱ مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ:

کہ انہوں نے اس کو بوجہ عظمت خداوندی بڑا سمجھا۔ اور آپ کے چہرے میں جب ہیبت اللہ کا نور دیکھا تو ہیبت میں آگئیں۔

وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَذَالِكَ مِنْ اِسْتِغْرَاقِهِنَّ فِيْ عَظْمَتِ اللّٰهِ وَجَلَالِهٖ۔

ترجمہ:

کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے خدائی عظمت اور جلال میں مستغرق ہو کر۔

آیت ہذا سے معلوم ہوا۔ کہ فرطِ محبت میں اپنے ہاتھوں کو چھریوں سے زخمی کرنا دلیل محبت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ علامت لکھ کر اس کی کوئی رد موجود نہ ہونا اس کے دلیل محبت ہونے پر دال ہے۔ لہٰذا جو نوجوان محبت حسین علیہ السلام میں زنجیر کا ماتم کرتے ہیں۔ ان کی محبت میں کیوں شک کیا جاتا ہے۔ کیا کربلا کا واقعہ اُمّ فرزند رسول کا قتل بنی زادیوں کی اسیری محیر العقول نہیں۔ اس میں اگر

Marfat.com

کوئی شخص حیران ہو کر زنجیر زنی کرے۔ تو تعجب کیا؟ اپنے محبوب کے مصائب سن کر خود کو مبتلائے مصائب کر لینا کمالِ محبت ہے۔ چنانچہ عاشقِ رسول حضرت اویس قرنی کا قصہ مشہور و معروف ہے۔

سیرت حلبیہ

وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا كُسِرَتْ رُبَاعِيَتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى كُسِرَتْ رُبَاعِيَتِيْ الخ۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۲۸)

ترجمہ:

کہ حضرت اویس قرنی نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم صرف حضور رسالت مآب کے دانت ہی نہیں توڑے گئے۔ حتیٰ کہ میرے بھی توڑے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہی زخمی نہیں ہوا۔ بلکہ میرا بھی زخمی ہوا ہے۔

اب یہ ظاہر ہے۔ کہ اویس قرنی ظاہراً تو شامل جہاد ہوئے نہیں۔ یہ دانت کیسے زخمی ہوئے۔ چہرہ کیسے زخمی ہوا۔ اور کس نے کیا؟ اگر یہ سب کچھ اویس قرنی نے خود کیا ہے۔ تو غم محبوب میں کیا کیا جائز ہوگا؟ (براہین ماتم ص ۹۵)

جواب:

شیعہ لوگ جب اپنے مبلغ اعظم کی یہ دلیل پڑھتے ہوں گے۔ تو خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوں گے۔ اور نعرہ زنی کے بغیر نہ رہ سکتے ہوں گے۔ لیکن درحقیقت اس میں کوئی ایسی دلیل نہیں۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مروجہ ماتم سے تعلق رکھتی ہو اس لمبی چوڑی دلیل کا خلاصہ مندرجہ ذیل تین امور ہیں۔

Marfat.com

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کی ہیبت سے مصری عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال اور سیرت ملکیہ کو دیکھ کر حب شدید کی وجہ سے آپ کا وصال حاصل نہ کرسکیں۔ تو حسرت سے انہوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہونے کی وجہ سے حضرت اویس قرنی نے فرطِ محبت میں اپنے تمام دانت شہید کر دیئے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اگر مصری عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال و سیرت ملکیہ سے محبت کی وجہ سے ہاتھ کاٹ سکتی ہیں۔ اور حضرت اویس قرنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں اپنے سارے دانت شہید کرسکتے ہیں۔ تو ہم شیعہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی بنا پر زنجیر زنی کیوں نہیں کر سکتے۔

امر اول کی تردید

اگر مصری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت وہیبت کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ تو ہاتھ کاٹنے کا سبب یا علت "ہیبت وعزت" ہوئی۔ تو ہم شیعہ لوگوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہیبت پر انہیں یہ قانون یاد نہ آیا۔ نہ کسی شیعہ نے ان کی ہیبت کی وجہ سے کبھی زنجیر زنی کی۔ چلو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے یہ قانون جاری ہوا۔ تو پھر قانون کی جامعیت یوں ہوگی۔ جب کسی کی عظمت ہیبت دل میں آجائے۔ تو اس وقت زنجیر زنی شروع کر دی جائے۔ چاہے وہ ہیبت

Marfat.com

کسی ذاکر یا شیعی مجتہد ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس قانون پر عمل پیرا ہونے سے وہ شیعی ذاکر اور مجتہد بھی راضی ہو جائے گا۔ کہ میری محبت میں میرے چاہنے والے زنجیر زنی کر رہے ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے۔ کہ مصری عورتوں نے ہیبتِ یوسف کی وجہ سے کاٹ دیئے۔ اور شیعہ لوگ مظلومیت حسین پر زنجیر زنی کرتے ہیں۔ ان دونوں میں کیا مناسبت ہے۔ ہاں یہ ضرور مناسبت نظر آتی ہے۔ کہ ان عورتوں کو حسنِ یوسف پسند آیا۔ اور خوشی میں اس قدر بے شدھ ہو گئیں۔ کہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ اور پتہ نہ چلا۔ اِدھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدیوں نے جب شہید کر دیا۔ تو اس سے انہیں اتنی خوشی ہوئی۔ کہ فرطِ محبتِ شہادتِ حسین میں جھوم گئے اور اپنی پشتوں پر زنجیریں مار کر لہو کی بوندیں نذرانہ کرنے لگے۔ اور اللہ کا شکریہ بجا لائے۔ کہ ہماری مراد پوری ہوئی۔ ہمارے خطوط نے رنگ دکھایا۔ ہم نے بہت اچھی مہمان نوازی کی۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

امر دوم کی تردید

حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال حاصل نہ ہو سکا۔ تو مصر کی عورتوں نے اس حسرت پہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

کیونکہ انہیں وصلِ یوسف کی شکل میں اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا تھی۔ وہ نہ ہو سکی۔ تو بتایئے۔ کہ مروجہ ماتم کو اس حسرت سے کیا نسبت ہے؟ مجھے تو کوئی ایسی مناسبت نظر نہ آسکی۔ جو ان دونوں میں مشترک ہو۔ ہاں اس مقام پر بھی ایک وجہ مشترک بن سکتی ہے۔ وہ یہ کہ ان عورتوں نے خواہشات نفسانیہ کی تکمیل نہ ہونے کی بنا پر ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اور تم شیعہ لوگوں کو ہر زمانہ میں ایک حسرت باقی ہے۔

Marfat.com

وہ یہ کہ کاش! امام حسین رضی اللہ عنہ ہمارے زمانہ میں ہوتے۔ اور ہم انہیں اپنے پاس بلاتے۔ ہزاروں خطوط لکھ کر انہیں آنے پر مجبور کرتے۔ پھر جب آجاتے۔ تو ہم ان کا کھانا پینا بند کر دیتے۔ پھر ان کے ساتھیوں کو شہید کرتے۔ آخر میں امام کو بھی جام شہادت پینے پر مجبور کر دیتے۔ لیکن یہ سب کچھ تو ہمارے آباؤ اجداد کر گئے۔ ثواب جزیل وہ کما گئے۔ دنیا میں نام وہ پیدا کر گئے۔ تاریخ میں ان کی باتیں رقم ہو گئیں۔ ہائے افسوس! وائے حسرت! ہماری قسمت میں یہ محرومی کیوں تھی۔؟ یہی حسرت جب ذرا جوش مارتی ہے۔ تو زنجیریں اٹھتی ہیں۔ اپنی ہی پشتوں پر برستی ہیں۔ اور منہ سے حسرت کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ ہائے حسین۔ ہائے حسین! تم ہمارے دور میں کیوں نہ ہوئے۔ یا ہم اس وقت کیوں نہ تھے؟ پھر جب حسرت کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ تو چار دن نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ حسرت واقعہ کربلا کے بعد منتقل ہوتی رہی۔ اور منتقل ہوتی رہے گی۔ خدا جانتا ہے۔ اس بے وقوف قوم کو کب سمجھ آئے گی۔؟

خواہشات نفسانیہ کی تکمیل نہ ہونے کی بنا پر مصر کی عورتوں نے ہاتھ کاٹے اس کا ثبوت ایک شیعی تفسیر سے ملاحظہ ہو۔

منہج الصادقین

(وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ) و برید ند دستہائے خود را یعنی در آں وقت کہ گوشت یا ترنج می بریدند۔ چوں چشم ایشاں بر جمال یوسف افتاد۔ بے خود شدہ کارد بر دستہائے خود نہادہ می بریدند۔ وگمانِ ایشاں آں بود۔ کہ گوشت یا ترنج می بریدند۔ واصلاً الم آنرا احساس نکردند ومروی است۔ کہ زلیخا ہر یکے را ترنجے وکاردے بداد۔ وگفت چوں

Marfat.com

برشما گزرکند. شما ہریک پارۂ ایں ترنج ببرید وری وہید۔ چوں یوسف بمجلس ایشاں محو جمال اوشدہ ومدہوش شدند۔ ودستہائے خود را بجائے ترنج بریدند۔ وازغایتِ تحیر اصلاً اثرے درخود نیافتند وگفتند اند کہ "اکبرن" بمعنی "حضن" است۔ ماخوذ از اکبرت المراۃ اذا حاضت لانھا تدخل الکبر بالحیض) یعنی از شدت شوق وفرطِ شہوت حائض گشتند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۷ زیر آیت وقطعن ایدیھن سورۃ یوسف)

ترجمہ:

زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یعنی اس وقت جبکہ وہ گوشت یا پھل کاٹ رہی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھا۔ تو بے خود ہو کر چھریاں اپنے ہاتھوں پر رکھ کر ہاتھوں کو کاٹنے لگیں۔ اور ان کا گمان یہ تھا۔ کہ وہ گوشت یا پھل ہی کاٹ رہی ہیں ہاتھ کاٹنے کا درد بالکل انہیں محسوس نہ ہوا۔

مروی ہے۔ کہ زلیخا نے ان عورتوں میں سے ہر ایک کو پھل اور چھری پکڑائی اور کہا جب یوسف تمہارے پاس سے گزریں۔ تو تم میں سے ہر ایک پھل کا تھوڑا سا ٹکڑا کاٹ کر انہیں پیش کرے گی۔ لیکن ہوا کیا۔ کہ جب حضرت یوسف کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ تو وہ آپ کے حسن و جمال میں اتنی بے خود ہو گئیں۔ کہ پھل کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے۔ اور انتہائی حیرانی کی وجہ سے انہیں ہاتھ کاٹنے کا قطعاً درد محسوس نہ ہوا۔

Marfat.com

اس مقام پر یہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ "اکبرن" کا معنی "حضن" ہے۔ جو "اکبرت المراۃ اذا حاضت" سے ماخوذ ہے۔ اس طرح معنی یہ ہوگا۔ کہ وہ عورتیں انتہائی شوق اور فراوانیٔ شہوت سے حالت حیض میں ہو گئیں۔ یعنی انہیں حیض آگیا۔

ملا فتح اللہ کاشانی شیعی سے نقل شدہ تفسیر کے پیش نظر اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر کی نفسانی خواہشات میں معتد بہ اضافہ ہوا۔ اور شہوت زوروں پہ آگئی جس سے انہیں حیض آگیا۔ اور اس کیفیت میں انہوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ویسے اس تفسیر کا کوئی تک نظر نہیں آتا۔ کہ حسن یوسف نے تو یہ کرشمہ دکھا دیا۔ کہ ان عورتوں کو حیض آگیا لیکن ہاتھ کس بنا پر کاٹے۔ اس کی وجہ نظر نہیں آتی۔ بہر حال چلو جیسا مفسر ویسی تفسیر ہم اس تفسیر کو مروّجہ ماتم کرنے اور زنجیر زنی سے ملاتے ہیں۔ (کیونکہ مولوی اسماعیل گوجروی نے اسی آیت سے زنجیر زنی ثابت کی ہے۔)

مناسبت یہ ہوگی۔ یا ہونی چاہیئے۔ کہ جس طرح ان مصری عورتوں کو حسنِ یوسف کے نظارہ کی وجہ سے حیض آگیا۔ اور بے خود ہو کر ہاتھ کاٹ لیئے اسی طرح شیعہ لوگوں کو عموماً اور ان کی باکرہ عورتوں کو بالخصوص امام حسین کا حسن وجمال دیکھ کر غلبہ شہوت سے حیض آجانا چاہیئے۔ اور پھر پہلے سے ہاتھوں میں تھامی ہوئی چھریوں سے ماتم کرنا شروع کردیں۔

اس واقعہ کا ایک اور رُخ بھی ہے۔ جس کا شیعوں سے گہرا تعلق ہے۔ اور حقیقی مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ زنانِ مصر فاحشہ عورتیں تھیں۔ انہوں نے حضرت یوسف کے حصول کے لیے ہر حربہ استعمال کیا جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی۔

Marfat.com

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ۔

ترجمہ:

یعنی اے میرے پروردگار! مجھے قید خانہ میں جانا اس سے کہیں بہتر ہے۔ جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلانا چاہتی ہیں۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتوں کے بُرے ارادے سے اللہ کی پناہ مانگی۔ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ماتم اور زنجیر زنی وغیرہ کو بُرا جانتے ہیں۔ اور ان کاموں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کی واضح دلیل یہ ہے۔ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کو دیکھا۔ کہ وہ آپ کی جدائی میں ماتم کرنا چاہتی ہیں۔ تو آپ نے ان کو جو حکم دیا۔ اس کو شیعہ مصنف شیخ مفید نے یوں نقل کیا۔

ارشاد شیخ مفید:

فَقَالَ لَهَا یَا اُخَیَّةُ لَا یَذْهَبَنَّ حِلْمَكِ الشَّیْطٰنُ .... وَقَالَ لَهَا یَا اُخْتَاهُ اِتَّقِی اللّٰهَ وَتَعَزِّیْ بِعَزَاءِ اللّٰهِ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۳۲ فی مکالمۃ الحسین مع اختہ زینب)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے پیاری بہن! تیری بردباری اور ہمت کو کہیں شیطان نہ لے جائے۔ اور کہا۔ اے بہن! خوفِ خدا کرو۔ اور ایسی تعزیت کرو۔ جس کی اللہ نے اجازت دی ہے۔

(یعنی منہ پر طمانچہ مارنا سینہ کوبی کرنا اور زنجیر زنی وغیرہ ایسے افعال ہیں۔

Marfat.com

جو مصیبت کے وقت شیطانی داؤ ہوتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ صابر و شاکر آدمی کو اپنے دام میں لانا چاہتا ہے۔ اس کے برخلاف آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنا اور صبر و شکر کرنا سنت نبوی ہے۔ اور اللہ کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔ لہٰذا اس سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مروجہ ماتم سینہ کوبی اور زنجیر زنی وغیرہ کو شیطانی فعل سمجھتے تھے۔ اور اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رض کو اس سے بچنے کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ اسی طرح ان لوگوں سے جو اس قسم کی خرافات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو نہ ان لوگوں سے کوئی تعلق اور نہ ہی ان کے شیطانی افعال سے کوئی واسطہ ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تیسرے امر کی تردید

شیعہ مبلغ اعظم نے مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت اکھاڑ پھینکنے کو بطور حجت پیش کیا۔ اور زنجیر زنی سے اس کا قلابہ ملایا۔ اس امر میں پہلی بات یہ ہے۔ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ ہر وہ فعل جو جسم انسانی کے لیے مضر اور اسے بدنما کر دینے والا ہو۔ وہ حرام ہے۔ (مثلاً شراب، بھنگ اور کسی کے عضو بلاوجہ شرعی کاٹ دینا (جسے مثلہ کرنا کہتے ہیں) اس لیے اہل سنت وجماعت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت اکھاڑ پھینکنے والی روایت کو منکر اور غیر مقبول سمجھتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق دانت

Marfat.com

اکھاڑنے والی روایت کو اگر کوئی بڑے سے بڑا شیعہ سند صحیح غیر مجروح سے ثابت کروے۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام پائے۔ لیکن شیعہ ذاکرین ومجتہدین بمع مبلغ اعظم کوئی بھی ایسی روایت پیش نہ کرسکے گا جس کی سند صحیح اور غیر مجروح ہو۔

نقل کرو تو پوری نقل کرو

چلو ہم بالفرض اسے تسلیم کرلیتے ہیں۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا۔ اور تم بھی "اویسی" بننا چاہتے ہو۔ تو اس کی صورت یہ ہونی چاہیئے۔ کہ حضرت اویس قرنی نے جب سُنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید کردیئے گئے۔ تو انہوں نے اپنے سارے دانت اکھاڑ باہر پھینکے۔ تو جب اے اہل تشیع! تمہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں علم ہوا کہ یزیدیوں نے آپ کا سر قلم کیا۔ پھر اُسے نیزے کی نوک پر چڑھایا۔ تو تم بھی ازروئے عقیدت ومحبت اپنے میں ایک دوسرے کے سر کاٹتے اور نیزوں کی نوک پر چڑھاتے۔ اگر تمام شیعہ ایسے نہیں کرسکتے۔ تو تقریبِ ماتم اور زنجیر زنی کو کامیاب بنانے کے لیے کم از کم ایک شیعہ ہی اپنے سر کا نذرانۂ عقیدت بارگاہِ حسینی میں پیش کردیا کرتا۔ اور اُسے کربلا گامے شاہ تک جلوس تعزیت کی شکل میں لے جایا جاتا۔ تو ہم بھی مان لیتے۔ کہ واقعی "اویسی" سنت ادا ہورہی ہے۔ اور محبت کا عظیم اظہار کیا جارہا ہے۔ بصورت دیگر، ہم یہ کہیں گے کھیر کھانے والے مجنوں تو بہت مل جاتے ہیں۔ اور وہ تم ہو۔ خون دینے والے کوئی اور ہی ہوں گے۔

بعض بھولے بھالے سنیوں کو یہ دھوکہ دیا جاتا ہے۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ان مخصوص دانتوں کا علم نہ تھا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کردیئے

Marfat.com

گئے۔ تو انہوں نے شک کی بنا پر سارے ہی دانت اکھاڑ باہر پھینک دیئے۔ اس لیے ہمیں بھی (شیعوں کو) یقین سے معلوم نہیں۔ کہ امام مظلوم کو تلواروں کے زخم کہاں کہاں آئے۔ لہٰذا ہم اپنے پورے جسم پر چھریاں مارتے ہیں۔ ان شیعوں سے آپ گزارش کریں۔ کہ چلو تمہاری بات مان لیتے۔ کہ امام مظلوم پر برسنے والی تلواروں کے زخم معین طور پر تمہیں معلوم نہ تھے۔ لیکن اس بات کا تو تمہیں یقینی علم ہے۔ کہ آپ کا سر انور جسم اطہر سے جدا کیا گیا۔ اور اُسے ظالموں نے نیزے کی نوک پہ بلند کیا۔ تو پھر تم شک پر کیوں مرتے مارتے ہو۔ پک پر مرو مارو۔ گردین کاٹو۔ انہیں سر بازار بانس پہ چڑھاؤ۔ اور پھر "عشق اویس قرنی" کا الاپ الاؤ۔ لیکن بات بنانی اور ہے۔ اور کر کے دکھانی چیزے دیگر است۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ

دلیل یازدہم

گریۂ فاطمۃ الزہرا بر شہدائے احد

براہین ماتم:

فَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ تَاتِيْهِمْ فَتَبْكِيْ عِنْدَ هُمْ وَتَدْعُوْ لَهُمْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص۴۵)

ترجمہ:

یعنی حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کی

Marfat.com

قبور پر آیا کرتی تھیں۔ اور وہاں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں۔ اور ان کے لیے دعائیں کرتی تھیں۔

(دراہین ماتم ص۔ ۵)

گریہ یعقوب بر یوسف:

وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ۔ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(پ۱۳ سورۃ یوسف)

ترجمہ:

اور منہ پھیر لیا ان سے اور کہا ہائے افسوس اوپر یوسف کے اور سفید ہو گئی آنکھیں یعقوب کی غم سے۔ پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ کہا انہوں نے کہا۔ قسم ہے خدا کی آپ ہمیشہ ذکر یوسف کرتے کرتے بیمار ہو جائیں گے بلکہ ہلاک کہا سوائے اس کے نہیں کریں اپنے غم اور حزن کی شکایت اپنے اللہ سے کرتا رہتا ہوں۔ اور خدا کی طرف سے جو میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔

(دراہین ماتم ص ۵۵)

گریۂ رسول خدا بر امام مظلوم:

عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ فِيْ رِوَايَةٍ قَدْ خَلَتْ يَوْمًا عَلٰى

Marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰہِ فَوَضَعْتُ فِیْ حِجْرِہٖ ثُمَّ کَانَتْ مِنِّیْ الْتِفَاتَۃٌ فَاِذَا عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُہْرِیْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَالَكَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا۔

(مشکوۃ شریف ص ۵۷۲)

ترجمہ:

ام الفضل زوجہ حضرت عباس عم رسول سے روایت ہے۔ کہ میں ایک روز رسولِ خدا کی خدمت اقدس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو جبکہ وہ ایک روز کے تھے لے کر حاضر ہوئی۔ حضور کی گود میں رکھ دیئے۔ میں نے جو غور سے دیکھا۔ تو حضور کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ حضور یہ کیا۔ یہ رونا کیسا۔ فرمایا۔ اے بی بی میرے پاس جبریل امین آئے۔ انہوں نے خبر دی ہے۔ کہ میری امت میرے اس بیٹے کو ناحق قتل کرے گی۔

(ابن ابی حاتم ص ۵۷)

گریۂ جناب امیر علیہ السلام بر حسین علیہ السلام

مقام کربلا

عَنْ اَصْبَغَ بْنِ نُبَاتَۃَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَیْنَا مَعَہٗ مَوْضِعَ قَبْرِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

Marfat.com

فَقَالَ هٰهُنَا مَنَاخُ رِكَابِهِمْ وَ مَوْضِعُ رِحَالِهِمْ وَهٰهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ فِتْيَةٌ مِّنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ يُقْتَلُوْنَ بِهٰذَا الْعَرْصَةِ يَبْكِيْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔

(رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ ص ۱۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

(صواعق محرقہ لابن حجر مکی ص ۱۱۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اصبغ بن بنانہ نے روایت کی ہے۔ کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ صفین کی واپسی پر اس جگہ آئے۔ جہاں اب قبر حسین ہے۔ حضرت وہاں بہت روئے دریافت پر فرمایا۔ کہ یہ حسین غریب کی قتل گاہ ہے یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی۔ یہاں ان کے خیمے ہوں گے۔ یہاں ان کی قتل گاہ ہوگی۔ آل محمد کے چند جوان اس میدان میں مارے جائیں گے ان پر زمین روئے گی۔ آسمان روئے گا۔

(براہین ماتم ص ۵۷)

جواب:

مولوی اسماعیل شیعی گوجروی نے اس دلیل میں چند "گریہ" نقل کیے۔ دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ گریہ اور مروجہ ماتم میں کون سی قدر "مشترک ہے۔ "گریہ" کسی کی جدائی میں آنکھوں سے آنسو بہانا ہے۔ اور مروجہ ماتم چھاتی پیٹنا، زنجیر زنی بال نوچنا وغیرہ افعال کا معجون مرکب ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ تھا۔ کہ محض رونا تو سنت نبوی ہے۔ وہ ناجائز نہیں۔ لیکن زنجیر زنی سینہ کوبی کرنا اور بال نوچنا یہ افعال حرام ہیں۔ رونے کے جواز سے مروجہ ماتم کیسے ثابت ہوگیا۔

Marfat.com

لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیعوں کے پاس مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل ایسی نہیں۔ جو دلیل کہلانے کی مستحق ہو۔ بس اِدھر اُدھر کی کہانیاں اور قصے ہیں۔ جو ان کے سہارہ کے لیے کافی ہیں۔ بیچارے اتنے بے بس ہو گئے۔ کہ گریہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنا شروع کر دیا ہے۔

اختتامی نوٹ:

شیعہ حضرات کے پاس مروجہ ماتم پر معرکۃ الآراد لائل اور مضبوط ترین استدلالات یہی تھے۔ جو ان کے مناظر اعظم مولوی اسماعیل گوجروی نے "براہین ماتم" نامی کتاب میں درج کیے۔ اور اس پر دنیائے شیعیت کو ناز تھا۔ کہ قیامت تک کوئی سنی ان دلائل کا جواب نہ دے سکے گا۔ مولوی گوجروی نے ان دلائل میں انداز پر فریب اپنایا تھا۔ اور عوام کو دھوکہ دینے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن آپ نے میرے جوابات سے دیکھ لیا۔ کہ ان دلائل کا مروجہ ماتم کو ثابت کرنے میں کوئی وزن نہیں۔ یہی وہ دلائل تھے۔ جب مولوی اسماعیل گوجروی نے "براہین ماتم" کے نام سے چھپوا کر عوام کو روشناس کرایا۔ تو تمام شیعہ جھوم اٹھے تھے۔ اور اپنے مناظر اعظم کی علمی قوت اور مناظرانہ صلاحیتوں پر نازاں ہو کر یہاں تک کہہ اُٹھے۔ کہ کسی سنی کو ان دلائل کے جواب کی کب ہمت ہو گی۔ بہر حال آپ نے بنظر انصاف دلائل بھی دیکھے۔ جوابات بھی پڑھے سنی تو بہر حال پہلے سے ہی مروجہ ماتم کے خلاف تھے۔ لیکن اب اس کتاب کے چھپنے کے بعد میں شیعوں کے موجود تمام کہہ دمہ کو دعوت غور وفکر دیتا ہوں۔ کہ خدارا جس راستے پر چل رہے ہو۔ وہ نجات کا ضامن نہیں۔ ذلت ہے۔ ان غلط سلط روایات کا سہارا چھوڑ کر صحیح معنوں میں محبانِ اہل بیت ہو جاؤ۔

Marfat.com

فصل سوم

مروّجہ شیعی ماتم کے متعلق قرآن مجید، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کے فرمان

فرمان باری تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ الخ۔ (پ۲۸ ع۶)

ترجمہ:

اے نبی مکرم! جب آپ کے حضور عورتیں حاضر ہو کر اس بات پر بیعت کریں۔ کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے۔ الخ

اصول کافی و تفسیر قمی:

فَقَامَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ اَمَرَنَا اللهُ اَنْ لَّا نَعْصِيَنَكَ فِيْهِ فَقَالَ اَنْ لَّا تَخْمِشْنَ وَجْهًا وَلَا تَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا تَنْتِفْنَ شَعْرًا وَلَا تُمَزِّقْنَ جَيْبًا وَلَا تُسَوِّدْنَ ثَوْبًا

Marfat.com

وَلَا تَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ وَلَا يُقِيْمَنَّ عِنْدَ قَبْرٍ فَبَايِعْهُنَّ عَلٰى هٰذِهِ الشُّرُوْطِ۔

(۱۔ تفسیر قمی سورۃ ممتحنہ رکوع ۲ ص ۶۷۰ طبع قدیم)

(۲۔ اصول کافی جلد پنجم ص ۵۲۷ باب صفۃ مبایعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم النساء)

ترجمہ

ام حکیم بنت حارث (جو اس وقت عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھیں) کھڑی ہوئیں۔ اور پوچھنے لگیں۔ یا رسول اللہ! وہ "معروف"، کیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ ہم آپ کی اس میں نافرمانی نہ کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معروف یہ ہے۔ کہ تم چہروں پر خراشیں مت ڈالو۔ گالوں پر طمانچہ مت مارو۔ بالوں کو ہرگز نہ نوچو۔ گریبان نہ پھاڑو کپڑوں کو سیاہ مت کرو۔ ہائے ہائے نہ پکارو اور قبر کے نزدیک کھڑی نہ ہوؤ۔ تو عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شرائط (کو قبول کرتے ہوئے) بیعت کر لی)

مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت میں مذکورہ شرائط پر عورتوں سے بیعت لی۔

Marfat.com

۲ - عورتوں سے مزید یہ بھی شرائط قبول کرنے پر بیعت لی گئی۔ (۱) کالے کپڑے نہ پہننا۔ (۲) گالوں پر طمانچے نہ مارنا (۳) بال نہ نوچنا۔ (۴) گریبان نہ پھاڑنا۔ (۵) ہائے ہائے نہ پکارنا (۶) منہ پر خراشیں نہ ڈالنا۔

۳ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "معروف" کے بارے میں فرمایا۔ کہ ماتم منع ہے (یعنی مروجہ ماتم، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے)

۴ - شرک، ظلم، چوری، قتل اولاد، زنا، بہتان و افتراء یہ وہ گناہ ہیں۔ جن کے ساتھ "معروف کی نافرمانی" بھی شامل ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ جب مذکورہ سب گناہ گناہ کبیرہ ہیں۔ تو اسی طرح "معروف میں نافرمانی" بھی گناہ کبیرہ ہی ہے۔ جس سے باز رہنے کی شرط پر آپ نے بیعت لی۔ لہٰذا مروجہ ماتم از روئے تفسیر قمی و اصول کافی، شیعوں کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ مروجہ ماتم میں وہ تمام باتیں موجود ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حکیم کو ارشاد فرمائیں۔ اس لیے میں کہتا ہوں۔ کہ قارئین کرام خاص کر شیعہ حضرات کو چاہیے۔ کہ مسلک اہل سنت و جماعت پر کاربند ہو جائیں اور اسی کو حق سمجھیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ۲:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ (پ ۲ ع ۳)

ترجمہ:

اے پیغمبر ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری پہنچا دو۔ جو مصیبت پڑنے

Marfat.com

کے وقت یہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں۔ اور اس کے حضور میں پلٹ کر جائیں گے۔ یہی ہیں وہ جن پر ان کے پروردگار کی جانب سے صلوات اور رحمت ہے۔ اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بندے مصائب و آلام کے وقت جزع فزع نہیں کرتے۔ کیونکہ اس آیت سے پچھلی آیت میں ان آزمائشوں اور بلیات کا ذکر تھا۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندوں کو آزماتا ہے۔ خوف، بھوک، نقصانِ مال، جانی نقصان اور پھلوں کا نقصان یہ ہیں وہ امور جن سے اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش فرماتا ہے۔ پھر ان آزمائشوں میں جو لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور بوقتِ مصیبت ان کی زبان پر یہ ہوتا ہے، "کہ ہم اللہ کے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں" اور اس کے ساتھ ساتھ صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑتے۔ تو ایسے خوش نصیب لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔ کہ صلوات اور رحمتوں سے ان کو نوازا جاتا ہے۔ اور ہدایت یافتہ یہی لوگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انعامات کے علاوہ چند مزید انعامات کی بھی خوشخبری دی۔ ایک شیعی مفسر علامہ طبرسی نے ان انعامات کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے

مجمع البیان:

وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اُصِيْبَ بِمُصِيْبَةٍ فَاَحْدَثَ اِسْتِرْجَاعًا وَ اَنْ تَقَادَمَ عَهْدُهَا كَتَبَ اللهُ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ يَوْمِ اُصِيْبَ۔ وَ رَوَى الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اٰبَائِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَتَبَهُ اللهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْ كَانَتْ

Marfat.com

عِصْمَتُهٗ شَهَادَةُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ اِذَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النِّعْمَةَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَمَنْ اِذَا اَصَابَ ذَنْبًا قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَمَنْ اِذَا اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ قَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول ص ۲۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی مصیبت کے وقت انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہے۔ اگرچہ وہ مصیبت اگر گزر چکی ہو۔ تو اس شخص کو اس دن کے ثواب کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ جس دن مصیبت نے اُسے چھوا تھا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص میں چار خصلتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنتیوں میں لکھ دے گا۔ (۱) جس شخص کی ڈھال لا الہ الا اللہ کی شہادت ہو۔ (۲) جو شخص اللہ کی طرف سے نعمت ملنے پر الحمد للہ کہے (۳) گناہ ہو جانے کے بعد استغفر اللہ کہے۔ (۴) مصیبت آنے پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہے۔

فرمان باری تعالیٰ ۳:

يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ۔　　(پ۱۳ سورۂ یوسف)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کی جدائی پر کہا: یاسف! اور ان کی آنکھیں حزن سے سپید ہو گئیں۔ سو وہ بہت ہی دکھی تھے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے شیعہ حضرات کے کئی مفسرین نے یوں لکھا ہے۔

قمی و منہج الصادقین:

سُئِلَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عا مَا بَلَغَ مِنْ حُزْنِ يَعْقُوْبَ عَلٰى يُوْسُفَ قَالَ حُزْنُ سَبْعِيْنَ ثَكْلٰى بِاَوْلَادِهَا وَقَالَ اِنَّ يَعْقُوْبَ لَمْ يَعْرِفِ الْاِسْتِرْجَاعَ وَلِذَا قَالَ وَااَسَفَاهُ عَلٰى يُوْسُفَ۔

(۱۔ تفسیر قمی سورۃ یوسف ص ۳۲۷ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(۲۔ تفسیر منہج الصادقین جلد پنجم ص ۲۵۷ جز نمبر ۵)

(۳۔ مجمع البیان جلد ۳ ص ۲۵۷ جز نمبر ۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا حضرت یعقوب علیہ السلام کا حزن کس درجہ اور حد کو پہنچا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی ستر عورتوں کے حزن کے برابر جن کی اولاد مر گئی ہو۔ اور فرمایا چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام استرجاع (انا للہ و انا الیہ راجعون) سے واقف نہ تھے۔ اسی لیے "یا اسفی علی یوسف" کے الفاظ کہے۔

Marfat.com

حاصل کلام:

صاحب مجمع البیان نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کے تمام آباؤ اجداد سے مستند سند کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ کہ جس شخص کی بوقت مصیبت "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھنے کی عادت ہے۔ وہ جنتی ہے۔ لہذا یہ کیونکر ممکن "سید اشباب اہل الجنۃ" میں یہ خصلت ناپید ہو۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت میں یہ خصلت موجود تھی۔ ان کے بارے میں اس خصلت سے متصف نہ ہونے کا قول کرنا بھی بے ادبی ہوگا۔ اسی کے ساتھ شیعہ مفسرین نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں متفقہ طور پر لکھا۔ کہ آپ اس کلمہ (انا للہ و انا الیہ راجعون) سے واقف نہ تھے عدم واقفیت کی بنا پر آپ نے اس کی بجائے "یا اسفی علی یوسف" کہا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سوا کسی دوسرے کو عطا نہیں کیا گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت نے ہر مصیبت بلکہ شہید اور غیر شہید کے وصال پر یہی کلمہ زبان سے ادا کیا ہوگا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کا شان نزول:

مولوی فرمان علی شیعی مترجم نے اس کلمہ کا شان نزول یوں لکھا ہے۔ کہ

"جب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچی۔ تو آپ نے "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہا تو اسی موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔ اور یہ کلمہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا اور وہ خدا کو اتنا پسند آیا۔ کہ اس کو بطور حکایت قرآن میں بیان فرما دیا۔"

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ اور انصاف سے فیصلہ فرمائیں۔ کہ شیعوں کے مروجہ

Marfat.com

ماتم کو اس آیت کریمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور ارشاداتِ ائمہ اہل بیت سے کیا مناسبت ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں رتی بھر ایمان ہو۔ اور محبت اہل بیت سے سرشار ہو تو وہ یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ مروجہ ماتم کو شریعت مصطفویہ اور احادیثِ ائمہ اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں اور اس بہانہ کی بھی تردید ہو گئی۔ جو شیعہ تراشا کرتے ہیں۔ کہ ہم تو صرف شہداء کے ماتم کے قائل ہیں۔ ہر ایک کا ماتم نہیں کرتے۔ کیا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید نہیں۔ یہ تو وہ خوش قسمت شخص ہیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے "سید الشہداء" کا خطاب ملا۔ ان کی شہادت کی خبر سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا کہا تھا مولوی فرمان علی کی زبانی آپ سن چکے۔ کہ آپنے "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا تھا۔ اس حکم کی بجائے جزع فزع اور دیگر مروجہ ماتم کے لوازمات سے آپ۔ نے احتراز فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شہدائے کرام پر بھی ماتم کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی گنجائش ہوتی۔ تو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سید الشہدا امیر حمزہ کی شہادت پر ماتم کرتے۔

مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہو گیا" انا للہ و انا الیہ راجعون" کلمہ صرف امت محمدیہ کو عطا ہوا۔ اس کی تصدیق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کی۔ اب میں ان سیاہ پوش ماتمیوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں ان میں سے کوئی ایک پسند کر لو۔

۱۔ اپنے آپ کو امت محمدیہ میں شامل کر لو۔ اور ائمہ اہل بیت کی تعلیمات و ارشادات کے مطابق عمل پیرا ہو جاؤ۔ اور اس کی صورت یہ ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اگر کوئی کلمۂ افسوس یا تعزیت کہنا ہے۔ تو وہی کہو۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت کہا تھا۔

۲۔ اگر امتِ محمدیہ میں داخل ہونا پسند نہ کرو۔ اور خروج و رقص ہی کو پسند کر کے امت یعقوبیہ میں داخل ہونا پسند کر لو۔ تو پھر بھی اسی قدر تعزیت یا کلمات تاسف کہو۔

Marfat.com

جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے "یا اسفی علی یوسف" کے طور پر کہے۔ لیکن اگر اس کلمہ سے بڑھ کر تم نے زنجیر زنی، گریبان دری، سینہ کوبی اور بال نوچنے کے ذریعہ تعزیت کرنا ہے۔ تو پھر تمہیں شیطان اور یزید کی امت میں داخل ہو جانا چاہیئے کیونکہ یہ کام انہی کے کام تھے۔ جو تم نے اپنا رکھے ہیں۔ لیکن اہل سنت و جماعت کا عمل وہی ہوگا۔ جو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت نے کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بوقت مصیبت "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہا جائے۔ اور جزع فزع کو حرام سمجھا جائے۔ یہی مغفرت کا سبب ہے۔ اور یہی اللہ کے بندوں کی عادت ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ۴:

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ (پ ۱۴ ع ۲۲)

ترجمہ:

اور (اے رسول، صبر کرو اور تم سے صبر نہ ہوگا مگر اللہ ہی کی مدد سے اور ان (شہدائے احد) کے متعلق رنج نہ کرو۔ اور (کافر) جو چال چلتے ہیں۔ اس سے دل تنگ نہ ہو۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

شہدائے احد کے صدمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صبر کی تلقین فرمائی۔ ترجمہ سے آپ نے اسے معلوم کر لیا۔ اسی کی توثیق اور تائید "منہج الصادقین" میں یوں مذکور ہے۔

Marfat.com

تفسیر منہج الصادقین:

(وَلَا تَحْزَنْ) بر مومناں و آنچہ بایشاں رسیدہ از قتل و مثلہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد پنجم ص ۲۳۱ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

یعنی غزوۂ احد کے موقعہ پر مومنوں پر قتل اور مثلہ کی صورت میں جو مصیبت آئی۔ آپ اس کا غم نہ کریں۔

واقعہ یہ ہوا کہ جنگِ احد میں کفار نے مسلمانوں کے ساتھ انتہائی درندوں والا سلوک کیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں بدشکل بنانے کی کوشش کی۔ (اسے مثلہ کہا جاتا ہے) ان قبیح حرکات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی دکھ ہوا خصوصاً حضرت امیر حمزہ رض کی شہادت سے آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ یعنی اے محبوب! ہم نے شہداء احد کو ان تکالیف و مصائب کی وجہ سے بلند و بالا اعزازات سے نوازا ہے۔ آپ ان کے بارے میں رنج و غم نہ کریں۔ اور صبر اختیار فرمائیں۔

اب شیعہ حضرات سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ رب العزت نے شہدائے احد کے بارے میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غم کھانے سے منع فرمایا اور صبر کا حکم فرمایا۔ تو کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کو بلند و بالا مقام عطا فرمایا۔ یا کہ محروم رکھا؟ ان کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "سیدا شباب اہل الجنۃ" یعنی حسن و حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ جب ان کی بلندیٔ درجات کی خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا دی۔ تو شہدائے احد کو بلندیٔ درجات پر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دے۔ اور امام حسین کے درجاتِ بلند و بالا پر تم ماتم کرو۔ جزع فزع

Marfat.com

کرو۔ سینہ کوبی اور زنجیر زنی کرو۔ کیا ایسا کرنا تمہارے لیے جائز ہوگا۔
اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے۔ کہ بوقتِ مصیبت صبر کو بروئے کار لاؤ۔ اگر اس واضح فرمان کے بعد بھی کوئی شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر صفِ ماتم بچھاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اس ماتمی کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بلندیٔ درجات پسند نہ آئی۔ اور جنتی نوجوانوں کا سردار بننا اسے بُرا لگا جس کی وجہ سے اس کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور اپنے آپ کو مار مار کر لہولہان کر کے اس افسوس کا اظہار کر رہا ہے۔

فرمانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم:

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ۔

(فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر والجزع الخ ص ۲۲۴ طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ بوقت مصیبت رانوں پر ہاتھ مارنے سے اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ تو جو شخص زنجیر زنی، سینہ کوبی

Marfat.com

اور بال نوچنے میں مصروف ہو۔ اس کے اجر و ثواب کا ضیاع تو ہوگا ہی۔ ساتھ ہی نامۂ اعمال میں برائیوں کا اضافہ بھی ہوگا۔ گویا دوہرا نقصان اٹھانا پڑا۔ بلکہ تین گنا۔ ایک نیکیاں ضائع، دوسرا گناہ لازم۔ تیسرا اپنا آپ برباد۔ (اللہ ہدایت عطا فرمائے)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۲:

اصول کافی:

قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ شِمْرٍ الْیَمَانِیْ یَرْفَعُ الْحَدِیْثَ اِلٰی عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ فَمَنْ صَبَرَ عَلَی الْمُصِیْبَۃِ اَتَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَوَابَ ثَلٰثِ مِائَۃِ دَرَجَۃٍ مَا بَیْنَ الدَّرَجَۃِ اِلَی الدَّرَجَۃِ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۹۱ کتاب ایمان والکفر باب الصبر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۳۲ الفصل الحادی والسبعون مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے مصیبت پر صبر کیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تین سو درجات عطا فرمائے۔ ایسے درجات کہ ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے۔ جتنا آسمان اور زمین کے

Marfat.com

درمیان۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کرنے والے کے لیے اچھا ہے وہ کسی کی وفات کے صدمہ پر صبر کرے۔ یا کسی اور مصیبت کے آنے پر، اللہ کے ہاں کل قیامت کو تین سو درجات کی حصول کی خوشخبری سنائی۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اول تو صبر کرے۔ اور اگر کسی کی فوتیدگی پر آنسو بھی بہہ نکلیں۔ تو یہ بھی صبر کے منافی نہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کی مثال ہے۔ اسی قدر دو ماتم شرعی۔ جائز ہے۔ اور اسی پر جنت میں تین سو درجات کی عطا ہو گی۔ "عیون الاخبار" میں بھی اس کی توثیق ملتی ہے۔

عیون اخبار الرضا:

قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ .... يَا ابْنَ شَبِيبٍ اِنْ بَكَيْتَ عَلَى الْحُسَيْنِ حَتّٰى تَسِيْلَ دُمُوْعُكَ عَلٰى خَدَّيْكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ كُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتَهُ صَغِيْرًا كَانَ اَوْ كَبِيْرًا قَلِيْلًا كَانَ اَوْ كَثِيْرًا۔

(عیون اخبار الرضا مصنفہ شیخ صدوق جلد اول ص ۲۳۳

فی ثواب البکاء علی الحسین یوم عاشورا

مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابن شبیب! امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اگر تو اس قدر رویا کہ تیرے آنسو رخساروں تک بہہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تیرے چھوٹے بڑے، تھوڑے اور زیادہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔

Marfat.com

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے درجات کا ذکر فرمایا۔ اور ائمہ اہل بیت نے جو جو مژدے سنائے۔ کیا وہ مروجہ ماتم اور جزع فزع کرنے پر حاصل ہونے کا اعلان ہے۔ یا اس تمام خوشخبری کی حصولی صبر (جو کہ مروجہ ماتم کی نفی ہے) پر موقوف فرمائی گئی۔

۲۵۰۰۰ روپے انعام

میں تمام خورد و کلاں شیعہ کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سے صبر کرنے پر جن درجات کا ذکر کیا ہے۔ اگر اسی قسم کے درجات کا ذکر کسی حدیث ایسی سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہو یا ائمہ اہل بیت میں سے کسی نے صراحتہً یہ ارشاد فرمایا ہو، کہ جو آدمی امام حسین رضی اللہ عنہ پر سینہ کوبی زنجیر زنی اور بال نوچے گا۔ اس کو ایسے درجات ملیں گے (جو صبر کرنے پر ملنے کی بشارت دی گئی) تو میں اس کو اس پچیس ہزار روپیہ فی حوالہ نقد انعام دونگا اور مروجہ ماتم کا معتقد ہو جاؤں گا۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ الخ

فرمان رسول مقبول ۳: فروع کافی:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَةَ

Marfat.com

إِذَا مِتُّ لَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تُنْشِرِي عَلَيَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِي بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيلِ وَلَا تُقِيمِي عَلَيَّ نَائِحَةً

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۲۷ کتاب النکاح
باب صفۃ مبایعۃ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ بیٹی! جب میں انتقال کر جاؤں۔ تو میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا اپنے بال نہ کھولنا اور ویل عویل نہ کرنا۔ اور نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو کس قدر واضح الفاظ میں ارشاد موجود ہے۔ کہ میری فوتیدگی پر ایسے افعال نہ کرنا۔ جو شیعہ حضرات کے ہاں مروجہ ماتم میں کیے جاتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فرامین

فرمان امام باقر رضی اللہ عنہ

فروع کافی:

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ مَا الْجَزْعُ؟ قَالَ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصَّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمِ الْوَجْہِ وَجَزِّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النَّوَاحَۃَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ طَرِیْقِہٖ۔ وَمَنْ صَبَرَ وَاسْتَرْجَعَ وَحَمِدَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ رَضِیَ بِمَا صَنَعَ اللّٰہُ وَوَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ جَرٰی عَلَیْہِ الْقَضَآءُ وَھُوَ ذَمِیْمٌ وَاَحْبَطَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَجْرَہٗ۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۲۲۲ کتاب الجنائز باب الصبر والجزع والاسترجاع طبع جدید)

ترجمہ:

جابر کہتے ہیں۔ میں نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے جزع کے متعلق پوچھا

Marfat.com

یہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ شدید جزع یہ ہے۔ کہ کوئی شخص ویل عویل الفاظ چیخ کر نکالے۔ اور اپنے چہرہ کو پیٹے، پیشانی کے بال نوچے۔ اور جس نے نوحہ کیا۔ اس نے صبر کو چھوڑا۔ اور صحیح طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے راہ چل پڑا اور جس نے صبر کیا۔ اور بوقت مصیبت استرجاع (انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا) کہا۔ اور اللہ کی حمد بیان کی۔ تو اس نے اللہ کو راضی کر لیا۔ اس کا اجر اللہ کے حضور ہے۔ اور جو بوقتِ مصیبت ایسا نہ کرے گا۔ اس پر حکم خداوندی تو ہو کر رہے گا۔ لیکن وہ قابلِ مذمت ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ثواب و اجر ضائع کر دیا۔

مذکورہ فرمان سے درج ذیل امور ثابت ہوئے!

۱۔ مروجہ ماتم (رونا، پیٹنا۔ منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوبی اور سر کے بال نوچنا) کا نام عربی زبان اور ائمہ اہل بیت کے حدیث کے رو سے "جزع" ہے۔ جس کے منع ہونے پر امام باقر رضی اللہ عنہ نے نص فرمائی ہے۔

۲۔ صبر اور جزع دو متغائر اور مختلف حقیقتیں ہیں۔ لہٰذا جزع کرنے والا صابر نہیں۔ اور صبر کرنے والا، ماتمی نہیں ہو سکتا۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کا بتلایا ہوا راستہ مروجہ ماتم کے خلاف ہے۔ اس لیے مروجہ ماتم کرنے والا محبِ اہل بیت نہیں ہو سکتا۔

۴۔ مصیبت کے وقت اور کسی کے وصال پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

۵۔ مروجہ ماتم (زنجیر زنی کرنا، سینہ کوبی کرنا، منہ پر طمانچے مارنا) کرنے والا امام باقرؓ کے فتویٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود ہے۔ اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

۶۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ محرم الحرام وغیرہ میں شیعہ حضرات کا مروجہ ماتم کرنا ائمہ اہل بیت کے حکم کے خلاف ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کا اس موقعہ پر قرآن خوانی کرنا اور صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑنا ائمہ اہل بیت کے حکم کے عین مطابق ہے۔ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اہل بیت و ائمہ اہل بیت سے سچی اور پکی عقیدت صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کو ہے۔ اور ہم ہی ان کے صحیح تابع فرمان ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

فرمانِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَ الْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَ ھُوَ صَبُوْرٌ وَ اِنَّ الْجَزَعَ وَ الْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَ ھُوَ جَزُوْعٌ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم باب الصبر والجزع ص ۲۲۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد اول ص ، د طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک صبر اور مصیبت دونوں مومن کی طرف آتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت اس پر آتی ہے۔ وہ اس وقت انتہائی صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جزع و بلا آگے پیچھے کافر کے پاس آتے ہیں۔ جب اس کے پاس مصیبت آتی ہے۔ تو وہ انتہائی رونے پیٹنے والا ہوتا ہے۔

فرمانِ بالا سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ مصیبت کے وقت کافر اور مومن دونوں کی کیفیت جدا جدا ہوتی ہے۔ مومن صبر کرتا ہے۔ اور کافر روتا پیٹتا ہے۔ یعنی مروجہ ماتم کرتا ہے۔

۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک بوقتِ مصیبت صبر کرنے والا مومن اور مروجہ ماتم کرنے والا کافر ہے۔

۳۔ جزع (مروجہ ماتم) دراصل صبر کی ضد ہے۔

۴۔ محرم میں شیعہ لوگوں کا امام حسین کے نام پر مروجہ ماتم کرنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک کافرانہ فعل ہے۔ اور صبر کرنا آنسو بہانا سنت نبوی ہے۔ جو سراسر مومنانہ فعل ہے۔ لہٰذا شیعہ لوگوں کا اپنے گروہ کے لیے "مومنین" کا لفظ مخصوص کر لینا بالکل الٹا معاملہ ہے۔

کارِ شیطاں میکند نامش ولی

÷

Marfat.com

فرمان امام باقر رضی اللہ عنہ

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ یُصَابُ بِمُصِیْبَۃٍ فَیَسْتَرْجِعُ عِنْدَ ذِکْرِہِ الْمُصِیْبَۃَ وَیَصْبِرُ حِیْنَ تَفْجَأُہٗ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَکُلَّمَا ذَکَرَ مُصِیْبَۃً فَاسْتَرْجَعَ عِنْدَ ذِکْرِ الْمُصِیْبَۃِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ کُلَّ ذَنْبٍ اِکْتَسَبَ فِیْمَا بَیْنَہُمَا۔

(فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر و

الجزع الخ ص ۲۲۴ طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جس آدمی کو کوئی مصیبت چھوئے پھر وہ اناللہ و انا الیہ راجعون کہتا ہے۔ اور اس مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور بندہ جب کسی گزری مصیبت کو یاد کر کے اناللہ و انا الیہ راجعون کہے اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ جو مصیبت کے آنے کے وقت سے اناللہ و انا الیہ راجعون الخ کہنے تک اس نے کیے ہوں گے۔

Marfat.com

اِس فرمان سے دو باتیں ثابت ہوئیں

۱۔ بوقتِ مصیبت صبر کرنا اور انا للہ و انا الیہ راجعون، کہنا۔ ائمہ اہل بیت کی تعلیمات میں سے ہے۔ اور اس کلمہ کے کہنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲۔ مصیبت کے وقت صبر نہ کرنا اور استرجاع نہ کہنا۔ ائمہ اہل بیت کو ناپسند ہے لہٰذا یہ خلاف شرع اور باطل ہوا۔ اور اس کے کرنے والا محب ائمہ اہل بیت نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ صبر و استرجاع کرنے والے (اہل سنت وجماعت) ہی تعلیماتِ ائمہ اہل بیت پر عمل پیرا ہیں

ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان

فروع کافی:

عَنْ جَرَّاحِ الْمَدَائِنِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا يَصْلِحُ الصِّيَاحُ عَلَى الْمَيِّتِ وَلَا يَنْبَغِيْ وَ لٰكِنَّ النَّاسَ لَا يَعْرِفُوْنَهُ وَالصَّبْرُ خَيْرٌ عَنْ عَلَاءِ بْنِ كَامِلٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَصَرَخَتْ صَارِخَةٌ مِنَ الدَّارِ فَقَامَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ جَلَسَ فَاسْتَرْجَعَ

Marfat.com

وَ عَادَ فِیْ حَدِیْثِہٖ حَتّٰی فَرَغَ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ نُّعَافٰی فِیْ اَنْفُسِنَا وَ اَوْلَادِنَا وَ اَمْوَالِنَا فَاِذَا وَقَعَ الْقَضَاءُ فَلَیْسَ لَنَا اَنْ نُّحِبَّ مَا لَمْ یُحِبَّ اللّٰہُ لَنَا۔

(فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر والجزع الخ

ص ۲۲۶ طبع جدید)

ترجمہ:

جراح المدائنی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا میت پر چیخنا چلانا درست نہیں۔ اور لوگوں کو یہ نہ کرنا چاہیئے لیکن لوگ اس کی وقعت کو جانتے نہیں۔ صبر ہر حال میں سب سے بہتر ہے۔ علاء بن کامل سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا تو گھر سے ایک عورت کے چیخنے کی آواز آئی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ پھر بیٹھے۔ اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا پھر سے اپنی گفتگو شروع کر دی۔ یہاں تک آپ گفتگو مکمل کر چکے۔ پھر فرمایا ہمیں یہ بات بہت پسند ہے۔ کہ ہم اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کے بارے میں بری ہی رہیں۔ جب اللہ کی تقدیر آ جائے۔ تو ہمیں یہ بات بہت پسند ہونا چاہیئے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اور اس کی ناپسند سے بچنا چاہیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم ایسا فعل ہے جسے ائمہ اہل بیت بنظر تحسین نہیں دیکھتے۔ عورت کے محض چیخ کو سن کر ناراضگی کا اظہار کرنے والے کسی کو بال نوچنے، پیٹنے اور سینہ کوبی کرتے دیکھ کر کب خوش ہو سکتے تھے اس لیے مروجہ ماتم اللہ اور اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کا ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس سے ہر

Marfat.com

کلمہ گو کو بچنا چاہیئے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذٰلِكَ اِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِیْمَانُ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۸۷ کتاب الایمان والکفر باب الصبر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے۔ جیسا جسم انسانی کے ساتھ سر کا۔ جب سر نہ رہے۔ جسم نہیں رہتا۔ اور جب صبر نہ رہے۔ ایمان نہیں رہتا۔

فرمان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

جامع الاخبار:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ فِی الْجَسَدِ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا صَبْرَ لَهٗ۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۳۲ الفصل الحادی والسبعون فی الصبر)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے۔ جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں۔ وہ بے ایمان ہے۔ جس کے ہاں صبر کی صفت نہیں۔

فرمانِ امام حسین رضی اللہ

الارشاد للشیخ مفید

فَقَالَتْ وَاثُكْلَاهُ لَيْتَ الْمَوْتُ أَعْدَمَنِي الْحَيٰوةَ الْيَوْمَ
مَاتَتْ أُمِّي فَاطِمَةُ وَأَبِي عَلِيٌّ وَأَخِي الْحَسَنُ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ يَا خَلِيفَةَ الْمَاضِينَ وَثِمَالَ الْبَاقِينَ فَنَظَرَ
إِلَيْهَا الْحُسَيْنُ ع فَقَالَ لَهَا يَا أُخَيَّةُ لَا يُذْهِبَنَّ
حِلْمَكِ الشَّيْطٰنُ .... وَقَالَ لَهَا إِنَّهَا يَا أُخَيَّةُ
اِتَّقِي اللّٰهَ وَتَعَزَّي بِعَزَاءِ اللّٰهِ وَاعْلَمِي أَنَّ أَهْلَ الْأَرْضِ
يَمُوتُونَ وَأَهْلَ السَّمَاءِ لَا يَبْقُونَ .... جَدِّي
خَيْرٌ مِنِّي وَأَبِي خَيْرٌ مِنِّي وَأُمِّي خَيْرٌ مِنِّي وَأَخِي خَيْرٌ مِنِّي
وَلِي وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أُسْوَةٌ فَعَزَّاهَا بِهٰذَا وَنَحْوِهِ وَقَالَ لَهَا يَا أُخَيَّةُ إِنِّي
أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ فَأَبِرِّي قَسَمِي لَا تَشُقِّي عَلَيَّ جَيْبًا وَلَا
تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ

Marfat.com

وَالثُّبُوْرِ۔

(۱۔الارشاد الشیخ مفید ص ۲۳۲ فی مکالمۃ الحسین
علیہ السلام مع اختہ زینب مطبوعہ قم
خیابان ارم
(۲۔اعلام الوریٰ مصنفہ فضل ابن حسن طبرسی ص ۲۳۶
امر الامام اختاہ زینب بالصبر مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جس وقت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں اپنے خیمہ سے نکل کر یزیدیوں کے مقابلہ کے لیے جانے لگے۔ تو آپ کی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کہنے لگیں) ہائے افسوس! کاش میری موت آجاتی اور آج کے دن میں یہ حالات نہ دیکھتی۔ میری والدہ جنابہ فاطمہ میرے والد جناب علی، میرے بھائی جناب حسن رضی اللہ عنہم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اے گزرے لوگوں کے خلیفہ! اے آنے والوں کے سرمایہ!

امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے پیاری بہن! آپ کے صبر کو کہیں شیطان نہ لوٹ لے ...... اور فرمایا۔ اے ہمشیرہ! خوف خدا اپناؤ۔ اور اللہ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق تعزیت کرو۔ خوب سمجھ لو۔ تمام اہل زمین مر جائیں گے۔ اہل آسمان باقی نہ رہیں گے .... میرے نانا، میرے بابا، میری والدہ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لیے

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی ہدایات ایک بہترین نمونہ ہیں۔ تو انہی کے طریقہ کے مطابق تعزیت کرنا۔ اور فرمایا۔ اے اماں جائی میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ میری قسم کی لاج رکھتے ہوئے اُسے پورا کر دکھانا۔ میرے مرنے پر اپنا گریبان نہ پھاڑنا۔ اور میری موت پر اپنے چہرہ کو نہ خراشنا۔ اور نہ ہی ہلاکت و بربادی کے الفاظ بولنا۔

مروجہ ماتم کے ممنوع اور حرام ہونے پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کتنا واضح اور غیر مبہم ہے۔ یہ وہ شہزادۂ عالی مرتبت ہیں۔ جن کا اہل شیعہ ماتم کرتے ہیں۔ اور اسے کارِ ثواب سمجھ کر عقیدت کا مظہر جان کر خود بھی حرام کے مرتکب اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ امام مظلوم نے اپنی ہمشیرہ کو جو ہدایات بطور حلف دیں۔ یہ وہی ہدایات ہیں۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر ائمہ اہل بیت نے خود اپنائیں۔ اور اپنے متعلقین و متوسلین کو ان پر عمل پیرا ہونے کی سخت تاکیدات فرمائیں۔ جب امام مظلوم اپنی ہمشیرہ کو مروجہ ماتم سے منع فرما رہے ہیں۔ تو اے شیعہ! تمہیں اس کی کب اجازت دے گئے۔ اور کس نے اس کو تمہارے لیے حلال و جائز کر دیا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

ماتم سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں

نہج البلاغہ:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰى قَدْرِ الْمُصِيْبَةِ

Marfat.com

وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَىٰ فَخِذِهِ عِنْدَ مُصِيبَتِهِ حَبِطَ عَمَلُهُ۔

(نہج البلاغہ ص ۴۹۵ باب المختار من حکم امیر المؤمنین علیہ السلام حکم ۱۴۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے۔ (یعنی جتنی بڑی مصیبت آتی ہے۔ اتنا ہی بڑا صبر درکار ہوتا ہے۔) جس نے بوقت مصیبت اپنے رانوں پر ہاتھ مارے۔ تو اس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ کہ جتنی بڑی مصیبت آئے اتنا ہی اس پر صبر کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اتنا صبر عطا فرما دیتا ہے۔ جتنا وہ کسی مصیبت میں کرنا چاہے۔ اگر کوئی شخص مصیبت کے وقت صبر کی بجائے جزع فزع (مروجہ ماتم) کرے گا۔ تو اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ لہذا فرمانِ علی رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم کرنے والوں کو نیکی کا حصول تو کجا بلکہ ان کی پہلے سے موجود نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں۔ اور چھاتی پیٹ پیٹ کر سرخ کر لینے اور چھریاں مار کر خون بہانے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان:

اے سکینہ تو بہت جلد میرے پاس آ۔ تاکہ میں تجھ کو اس طرح وداع کروں۔ جیسے مرنے والا وداع کیا جاتا ہے۔ میں تجھ کو وصیت کرتا

Marfat.com

ہوں اس فرزند صغیر کے بارے میں اور بعد اس کے عیال ویتیموں اور ہمسایوں کے باب میں کہ سب کے ساتھ سلوک کرنا اور جب میں قتل ہو جاؤں تو تم اپنی چادر اور گریبان مت پھاڑنا اور نالہ و فریاد کر کے نہ رونا۔ بلکہ اے سکینہ بحکم الٰہی پر صبر کرنا کیونکہ ہم صاحبانِ صبر اور اہل احسان ہیں۔ مجھے اپنے باپ اور دادا اور بھائی کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ جب ان کے حقوق کو اہل طغیان و غضب نے غارت کیا۔

(ذبح عظیم ص ۲۸۸ جناب حسین کی تنہائی اور بے کسی کے حالات مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری لاہور منیل حویلی)

فرمانِ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ

نہج البلاغہ:

وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ. قَالَهُ وَهُوَ يَلِي غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَتَجْهِيْزَهُ. بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاءِ خَصَصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَعَمَّمْتَ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ فِيْكَ سَوَاءً وَلَوْلَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤُوْنِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۵ ص ۳۵۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید بیروت سائز)

Marfat.com

ترجمہ:

جب آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے کر کفنانے لگے۔ تو فرمایا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کی وفات سے نبوت، وحی، آسمان کی خبریں منقطع ہو گئیں۔ جو کہ آپ کے غیر کے مرنے سے نہ ہوئی تھیں۔ آپ مصیبت پہنچانے پر مخصوص ہوئے۔ حتی کہ اپنے غیر کی مصیبت سے ہمیں مطمئن کر دیا۔ (آپ کی وفات سے جو مصیبت ہم پر پڑی ہے دوسرے کی موت میں یہ رنج واندوہ کہاں) آپ کی مصیبت ایک عام مصیبت ہے۔ حتی کہ لوگ آپ کی مصیبت سے یکساں دگیر ہو رہے ہیں۔ اور اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے۔ جزع فزع سے منع نہ فرماتے تو ہم اس مصیبت پر مجرائے اشک کا پانی انتہا کو پہنچا دیتے (آنکھ اور دماغ کی تمام رطوبتیں قربان کر دیتے)

(ترجمہ نیرنگ نصاحت ص ۳۲۷ مطبوعہ دوستی دہلی طبع قدیم)

ائمہ اہل بیت کے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پڑھنے اور سننے کے بعد کوئی بھی محب اہل بیت یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مروجہ ماتم ائمہ اہل بیت کے نزدیک بالکل ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ کیونکہ علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرما دیا۔ کہ مروجہ ماتم اگر جائز ہوتا۔ تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ کیونکہ دنیا کی تمام مصیبتیں اگر یکجا جمع کر دی جائیں تو وہ مجموعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی مصیبت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتیں۔ لہذا اگر کسی مصیبت پر جزع فزع (مروجہ ماتم) جائز ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ضرور ماتم کرتے۔ لیکن آپ نے اس سے منع کیا۔ اور صبر و تحمل کا درس دیا۔

Marfat.com

علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان:

من لا یحضرہ الفقیہ:

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ حِیْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لَا تَدْعِیْ بِوَیْلٍ وَلَا ثُکْلٍ وَلَا حُزْنٍ وَلَا حَرْبٍ وَمَا قُلْتَ فِیْہِ فَقَدْ صَدَقْتَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۵۶ فی العزاء والجزع عند المصیبت مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)
(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۱۲ جلد اول مطبوعہ تہران طبع جدید۔ تعزیت و الجزع الخ)

ترجمہ:

حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ مطہرہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ کسی کی موت پر اور کسی کے دوران جنگ شہید ہو جانے پر غم کھاتے ہوئے واویلا کے ساتھ ماتم نہ کرنا۔ اور جو کچھ اس کے بارے میں میں نے کہا ہے۔ وہ سچ کہا ہے۔

Marfat.com

ماتم کے بارے میں ایک سوال
اور اس کا جواب

سوال:

آپ نے جتنے دلائل ماتم کے رد میں ہماری کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ہم ان کے ہرگز منکر نہیں۔بلکہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔کہ مروجہ ماتم کرنے والے کے نیک اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔اور بروز قیامت اُسے تانبے کا لباس پہنایا جائے گا۔اور ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔کہ جو روایات ماتم کے بارے میں ذکر کی گئیں۔وہ سب صحیح ہیں۔لیکن ہمارا صرف یہ دعوی ہے۔کہ صرف شہید کا ماتم اور خصوصاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز ہے۔دوسرے کسی کا ماتم ہم جائز نہیں کہتے۔اس لیے اگر اہل سنت کے پاس شہید کا ماتم نہ کرنے پر کوئی دلیل ہو۔تو وہ پیش کریں۔

شیعہ مبلغ اعظم مولوی اسماعیل گوجروی نے بھی «براہین ماتم» نامی اپنی تصنیف میں یہی کہا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں۔

«ہم شیعہ ہر جگہ ماتم کے مدعی نہیں۔بلکہ ماتم حسین علیہ السلام اور آپ کے ماتم کی نظیر کے خصوصاً قائل ہیں۔» تھوڑا آگے چل کر اس دعوی کی دلیل یوں تحریر کی ہے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کُلُّ الْجَزَعِ

Marfat.com

وَالْبُکَاءُ مَکْرُوْہٌ سِوَی الْجَزْعِ وَالْبُکَاءِ عَلَی الْحُسَیْنِ۔

ترجمہ:

یعنی جناب صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر جزع اور آہ وبکاء مکروہ ہے۔ سوائے ماتم اور آہ وبکاء حسین علیہ السلام کے)

(ماخوذ از براہین ماتم مصنفہ مولوی اسماعیل ص ۵۰ تا ۵۱)

جواب:

اس سوال کے جواب میں پہلی گزارش میں یہ کروں گا کہ شیعہ لوگوں نے ماتم کے جواز پر شہید کی جو قید لگائی ہے۔ کیا اس قید کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں یا کسی امام کے فرمان میں موجود ہے۔ جس کی وجہ سے تم نے مروجہ ماتم کے لیے مخصوص آدمیوں کو منتخب کر لیا۔ اگر حدیث رسول ہے۔ تو بھی پیش کریں۔ اور اگر قول فرمان امام ہے۔ تو بھی پیش کریں۔ اور اس کتاب کا نام بھی تحریر ہونا چاہیئے۔ سند متصل اور حدیث صحیح مرفوع کے ساتھ اگر ایک حوالہ بھی تمام شیعہ مل کر کہیں سے دکھا دیں۔ تو دس ہزار روپیہ نقد انعام پائیں۔ اور ایسی روایت دکھانا حق تمہارا بنتا ہے۔ کیونکہ شہید کے لیے اور خصوصًا امام حسین کے لیے ماتم کرنے کی اجازت کا دعویٰ تمہاری طرف سے ہے۔ ہم پر یہ ضروری نہیں۔ کہ ہم کوئی ایسی دلیل دکھائیں۔ کہ جس میں شہید کے لیے بھی ماتم ناجائز ہو۔ لیکن تمہاری بھلائی اور امید ہدایت پر میں انشاء اللہ تمہاری کتابوں سے بلکہ کتب صحاح اربعہ سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ شہید پر ماتم کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ حِیْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لَا تَدْعِیْ بِوَیْلٍ وَلَا ثُکْلٍ وَلَا حُزْنٍ وَلَا حَرَبٍ وَ مَا قُلْتَ فِیْہِ فَقَدْ صَدَقْتَ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۵۶ فی العزاء النح مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۱۲ طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو ارشاد فرمایا کسی کی موت پر اور جنگ میں کسی کے شہید ہونے پر غم میں واویلا نہ کرنا۔ اور رونا پیٹنا نہیں۔ میں نے جو کچھ تجھے کہہ دیا ہے۔ حق و صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ کہ ماتم کی کوئی بھی صورت شرعاً جائز نہیں۔ اور نہ ہی کسی فرد (شہید) کے لیے اس کی اجازت ہے۔ اگر شہید کے لیے رونے پیٹنے اور واویلا کرنے کی اجازت ہوتی۔ تو حضرت امیر حمزہ پر حضرت فاطمۃ الزہرا کو ماتم کرنے کی اجازت مل جاتی۔ کیونکہ حضرت حمزہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس کے مطابق "سید الشہداء" ہیں۔ جب ان کے لیے گنجائش نہیں۔ تو دوسرے شہید کی استثناء کیونکر ممکن ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دراصل ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا شہید پر ماتم دراصل اللہ کی طرف سے ممنوع ہوا۔

Marfat.com

رہا یہ معاملہ کہ مولوی اسماعیل نے "براہین ماتم" میں جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔ جس سے شہید کا ماتم کرنے کا جواز نکلتا ہے۔ اور وہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم۔ تو اس بارے میں ایک بات پر میں مولوی اسماعیل گوجروی کو شاباش دیتا ہوں۔ کہ اس نے بھی مروجہ ماتم کو (سوائے امام حسین رضی اللہ عنہ کے) بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منع قرار دیا۔ اور یہ مانا کہ ہم ہر جگہ ماتم کے مدعی نہیں۔ لہٰذا اس روایت اور اقرار کے بعد جھگڑا دراصل اس میں رہ جاتا ہے۔ کہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز ہے۔ یا نہیں؟

اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جو "براہین ماتم" میں حدیث ذکر کی گئی۔ اس کی سند مذکور نہیں۔ جس کی وجہ سے اس کا بے سند ہونا بھی ممکن ہے۔ لہٰذا اس کی صحت اور عدم صحت کی تمیز کرنی چاہیئے۔ پھر کہیں اس حدیث سے کوئی بات بنے گی۔

سب سے زیادہ اس روایت کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کا امتیاز اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ خود امام حسین رضی اللہ عنہ کو پوچھا جائے۔ حضور! آپ اپنے ماتم کے بارے میں کچھ فرما گئے ہیں۔ یا کہ نہیں۔ اگر فرمان ہے۔ تو اثبات میں ہے یا نفی میں؟ اس کا ذکر خود شیعہ کتب میں موجود ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کے بارے میں فرمان ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:

چوں نالہ و بیقراری ایشاں را مشاہدہ نمود فرمود کہ شمارا بخدا سوگند می دہم کہ صبر پیش آورید۔ و دست از جزع و بیتابی بردارید۔

(جلاء العیون ص ۵۱۵ توجہ آنحضرت بجانب مکہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے کوفہ جانے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اس وقت بنی ہاشم کی عورتوں کی بیقراری نالہ وفغاں سنا۔ تو فرمایا۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ صبر کو اختیار کرو اور جزع (مروجہ ماتم) و بیتابی سے ہاتھ اٹھاؤ۔

۲ جلاء العیون:

چوں زینب خاتون ایں خبر وحشت اثر را شنید طپانچہ بروئے خود زد و فریاد و واویلا بلند کرد حضرت فرمود کہ اے خواہر گرامی ویل عذاب برائے تو نیست برائے دشمنانِ تست صبر کن و بزاری دشمناں را بر من شاد مگرداں۔

(جلاء العیون ص ۵۴۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنا خواب بتلایا) اور جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ وحشت ناک خواب سنا۔ تو اپنا منہ پیٹ لیا۔ فریاد کی۔ اور واویلا بلند کیا امام حسین رضی اللہ عنہ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا۔ اے گرامی ہمشیرہ! ویل اور عذاب تمہارے لیے نہیں۔ تمہارے دشمنوں کے لیے ہے۔ تم صبر کرو اور دشمنوں کو اس جزع فزع پر راضی نہ کرو۔

۳۔ جلاء العیون:

فرمود اے خواہر با جان برابر حلم و بردباری پیشہ خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و برقضائے

Marfat.com

حق تعالیٰ صبر کن۔

(جلاء العیون ص ۵۵۲ وقائع شب عاشورہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(میدان کربلا میں مختلف عزیز و اقارب کی شہادت پر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جزع فزع کیا۔ تو اس موقعہ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اے ہمشیرہ! علم اور بردباری سے کام لو۔ اور شیطان کو اپنے اوپر تسلط نہ دو۔ اور خدا کی قضاء پر راضی ہو کر صبر کرو۔

۴۔ جلاء العیون:

گفت اے خواہر نیک احتراز خدا بترس و بر قضائے حق تعالیٰ راضی شو

(جلاء العیون ص ۵۵۲ وقائع شب عاشورہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(محرم الحرام کی دسویں شب جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے جزع فزع کرتے دیکھا۔ تو فرمایا) اے نیک بہن! اللہ کا خوف رکھو۔ اور اللہ کی رضا پر راضی ہو جاؤ۔

حاصل کلام:

مذکورہ چار عدد حوالہ جات سے (جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہیں) معلوم ہوا۔ کہ جزع فزع (مروجہ ماتم) منع ہے۔ یہ بات آپ نے خدا کی قسم اٹھا کر فرمائی۔ اس کی بجائے صبر و شکر کرنا شیوۂ نیکوکاراں ہے۔

Marfat.com

جزع فزع کرنے والے پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا اس فعل کے کرنے سے خوفِ خدا پیش نظر رہنا چاہیئے ان ارشادات کے پیش نظر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی گئی ایک بے سر و پا حدیث کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ خود جزع فزع (مروجہ ماتم) کو ناپسند فعلِ شیطان اور سببِ غضبِ خدا سمجھتے تھے۔ تو یہ کیونکر ممکن ہو۔ کہ ان کے خاندان کے چشم و چراغ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے جدامجد کے ارشادات کے خلاف کہیں۔ اس لیے اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور حقیقت وہی ہے۔ جو امام حسین نے بیان فرما دی۔

دوسری بات اس معاملہ میں زیر غور یہ ہے۔ کہ اگر مروجہ ماتم (سینہ کوبی، زنجیرزنی اور بال نوچنے وغیرہ) جائز ہوتا۔ تو شیعی فقہاء اس کے مرتکب پر بطور سزا کفارہ کیوں لازم کرتے ہیں؟ مروجہ ماتم پر کفارہ کی بحث اگلی فصل میں مستقل حوالہ جات سے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

فصل چہارم

کس نے ایجاد کیا؟ اس کا فقہی حکم کیا ہے؟ اور ابتدا کیسے ہوئی؟

سب سے پہلے ماتم کرنے والا شیطان تھا

مجمع المعارف:

در حدیث است کہ غناء نوحۂ ابلیس بود بر فراق بہشت و فرمود نوحہ کنندہ بیاید روز قیامت نوحہ کناں مانند سگ۔ و فرمود نوحہ و غناء فسون زنا است۔

(مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص ۱۶۲
در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حدیث پاک میں ہے۔ کہ غناء، ابلیس کا نوحہ (ماتم) ہے۔ یہ ماتم اس نے بہشت کی جدائی میں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماتم کرنے والا کل قیامت کے دن کتے کی طرح آئے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ماتم اور مرثیہ خوانی زنا کا منتر ہے۔

Marfat.com

امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کی ابتداء یزید نے کی

منتہی الامال:

وجمعے نقل کردہ اند کہ یزید امر کرد سرِ مطہر امام علیہ السلام را بر در قصر شوم اونصب کردند۔ و اہل بیت را امر کرد کہ داخل خانۂ او شوند چوں مخدرات اہل بیت عصمت و جلالت علیہم السلام داخل خانہ آں لعین شدند۔ زنانِ آل ابو سفیان زیورہائے خود را کندند۔ ولباس ماتم پوشیدند۔ وصدا بگریہ و نوحہ بلند کردند۔ وسہ روزہ ماتم داشتند۔

(منتہی الآمال جلد اول مقصد چہارم فصل ہشتم مصنفہ شیخ عباس قمی ص ۵۵ نوحہ کردن زنانِ آل ابوسفیان براہل بیت مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کے متعلق یزید نے یہ حکم دیا۔ کہ اس کو یزید کے منحوس محل پر لٹکا دیا جائے اور اہل بیت کو حکم دیا۔ کہ اس کے گھر داخل ہوں۔ جب مستورات اہل بیت رضی اللہ عنہن

اس لعین کے محل میں داخل ہوئیں۔ تو آل ابوسفیان کی عورتوں نے اپنے زیورات اتار دیئے۔ اور لباسِ ماتم پہن کے آواز نوحہ وگریہ وزاری بلند کرتی رہیں۔ اور تین روز ماتم کیا۔

Marfat.com

ہندہ (یزید کی بیوی) نے اپنے خاوند، (یزید) کے حکم سے امام حسین کا ماتم کیا

ابو مخنف وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ حکم یزید لعین سے سر مبارک سید الشہداء اس کے دروازۂ قصر پر آویزاں کیا گیا۔ اور اہل بیت آنحضرت کو اپنے محل بھجوایا۔ جب مخدرات اہل بیت عصمت و طہارت اس کے محل میں داخل ہوئے۔ عورات ابو سفیان نے اپنے زیورات اتار دیئے۔ اور لباسِ ماتم پہن کے آواز نوحہ و گریہ زاری بلند کی۔ اور تین روز ماتم رہا۔

(جلاء العیون اردو۔ جلد دوم ص ۹۵، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور طبع جدید)

ان موخر الذکر دو روایات سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کا آغاز یزید کے گھر سے ہوا۔ اور یزید ہی کے حکم سے ہوا۔ اگرچہ مطلقاً ماتم کی ابتداء شیطان سے ہوئی۔ لیکن ماتم امام حسین کی ابتداء یزید نے کرائی۔ اس کے گھر سے شروع ہوئی لہٰذا مسلمانوں کو قطعاً یہ گوارا نہیں ہو سکتا۔ کہ ایسا فعل جس کا بانی مبانی ابلیس ہو۔ اور یزید نے اسے پھر سے زندہ کیا۔ اس فعل کو کریں۔

❊

Marfat.com

ماتم کرنے والے پر کفارہ واجب ہے

توضیح المسائل:

مسئلہ ۶۳۴:

جائز نیست انسان در مرگِ کسی صورت و بدن را بخراشد و بخود لطمہ بزند۔

مسئلہ ۶۳۵:

پارہ کردن یقہ در مرگِ غیر پدر و برادر جائز نیست۔

مسئلہ ۶۳۶:

اگر مرد در مرگِ زن یا فرزند لقیہ یا لباس خود را پارہ کند۔ یا اگر زن در عزائے میت صورت خود را بخراشد بطوریکہ خون بیاید۔ یا موئے خود را بکند۔ باید یک بندہ آزاد کند۔ یا دہ فقیر را طعام دہد۔ یا آنہا را بپوشاند۔ و اگر نتواند باید سہ روز روزہ بگیرد۔ بلکہ اگر خون ہم نیاید۔ بنا بر احتیاط واجب بایں دستور عمل نماید۔

(توضیح المسائل مصنفہ روح اللہ موسوی خمینی ص۱۰۱
مستحبات دفن مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ مسئلہ ۶۳۴:

کسی کی فوتیدگی پر کسی انسان کے لیے اپنے بدن کو چھیلنا، اپنی شکل و چہرہ کو چھیلنا اور منہ پر طمانچہ مارنا جائز نہیں۔

ترجمہ مسئلہ نمبر ۶۳۵

اپنے باپ یا بھائی کی فوتیدگی پر علاوہ کسی دوسرے کی فوتیدگی پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

ترجمہ: مسئلہ ۶۲۶:

اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کی موت پر اپنا گریبان اپنا لباس چاک کرے گا۔ یا کوئی عورت کسی میت کی تعزیت کرتے ہوئے اپنا چہرہ اتنا زخمی کرلے کہ اس سے خون بہ نکلے یا اپنے بالوں کو نوچے۔ تو ان میں سے ہر ایک پر ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے۔ یا دس فقیروں کو کھانا کھلانا ضروری ہے یا دس فقیروں کو کپڑے پہنانا لازمی ہے۔ اگر ان میں کسی کفارہ کی طاقت نہ رکھے۔ تو تین دن کے روزے رکھے۔ بلکہ اگرچہ چہرہ پر خراشنے سے خون نہ بھی نکلے۔ تو بھی از روئے احتیاط اس طریقہ (کفارہ) کو اپنانا چاہیئے۔

شیعہ لوگوں کے ہاں جو فقہ مروج ہے۔ اس کے تین مسائل جو اوپر درج کیے گئے۔ ان سے واضح ہو گیا۔ کہ مروجہ ماتم ان کی فقہ میں بھی ایک حرام فعل ہے۔ جس کی حرمت پر واضح دلیل یہ ہے۔ کہ اس پر ان کے فقہاء نے کفارہ واجب کیا۔ اور کفارہ کسی جرم اور گناہ پر ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا ماتم کرنے والے پر کفارہ کا وجوب اس فعل ماتم کو جرم اور گناہ ثابت کرتا ہے۔ اپنی فقہ سے لازماً شیعہ علماء اور ذاکرین بے خبر نہ ہوں گے۔ جانتے ہوئے پھر عوام کو اس فعلِ قبیح اور موجب کفارہ سے لوگوں کو رکنے کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے بلکہ روکنے کی بجائے وہ مروجہ ماتم پر بہت سے انعامات اور اجر و ثواب کا وعدہ سناتے ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت اور جن میں کوئی صداقت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر کسی شیعہ کو اس فعل قبیح کے بارے میں ذاکرین نے اندھیرے میں رکھا۔ تو ہم نے انہیں چراغ دکھا دیا ہے۔ آگے اس کی روشنی میں چلنا نہ چلنا ان کی مرضی۔

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

ماتم کرنے کا انجام (عذاب) کیا ہو گا۔؟

۱۔ ماتمی کا منہ قبر میں قبلہ کی سمت سے پھیر دیا جائے گا۔

مجمع المعارف:

بروایتے فرمود۔ کہ ہفت نفر در قبر از قبلہ روگرداں شوند۔ خمر فروش، مُصر بر شراب و شہادت دہندو بناحق و محتکر و ربوا خوار و عاق والدین و نوحہ گر و فرمود کہ ہر کہ کتمان شہادت نماید حق تعالیٰ گوشت او را بخورا ند باو در حضور خلائق و داخل جہنم شود در حالتے کہ زبان خود می خاید۔

(مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص ۱۶۸
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بمطابق ایک روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سات آدمیوں کا قبر میں منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے۔ (۱) شراب بیچنے والا (۲) شراب لگاتار پینے والا۔ ۳۔ ناحق گواہی دینے والا۔ ۴۔ جُوا باز (۵) سود خوار (۶) والدین کا نافرمان۔ ۷۔ ماتم کرنے والا۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ جو شخص گواہی کو چھپاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کا اپنا گوشت کھانے کو دے گا۔ اور وہ میدان حشر سب لوگوں کے سامنے اپنا گوشت کھائے گا۔ اور جہنم میں اس حالت سے داخل ہو گا۔ کہ اپنی زبان کو کاٹ رہا ہو گا۔

Marfat.com

توضیح: قبر میں اتارنے کے بعد مردہ کا منہ قبلہ رُخ کرنا اہل اسلام کا دستور ہے۔ اور یہ اس لیے کیا جاتا ہے۔ تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر ایمانیات کے ماننے اور نہ ماننے والے کے مابین امتیاز رہے۔ گویا قبلہ رخ دفنانا بظاہر اس کے مومن ہونے کی علامت ہے۔ اور اس (اللہ تعالیٰ) کے بتلائے ہوئے قبلہ کو اپنی نماز میں قبلہ سمجھ کر اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے والا ہر شخص دفنانے کے بعد اس کا منہ اُدھر ہی رکھا جائے گا۔ اس لیے جس آدمی کے کسی گناہ کبیرہ کو اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادے۔ اور اس پر گرفت کرے تو اس کا ایک انداز یہ ہوتا ہے۔ کہ قبر میں ایسے شخص کا منہ قبلہ سے موڑ دیا جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس طرح مذکورہ حدیث میں بقیہ چھ افعال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اسی طرح ماتم کرنا بھی اللہ کو ہرگز پسند نہیں اسی وجہ سے ماتمیوں کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جائے گا۔

۲۔ غناء کرنے والے اور مرثیہ خوان کو قبر سے اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا

مجمع المعارف:

از رسول خدا منقول است۔ کہ محشور خواہد شد صاحب غنا و خوانندگی از قبرش کور و گنگ کہ چوں زنا کار و ساز ندہ ہیچ نیست کہ بلند کند آواز خود را بخواندگی مگر آنکہ خدا دو شیطان فرستد کہ بر دوش او سوار شدہ و بپاشنہ پا ہائے خود بسینہ و پشتِ او زنند تا وقتی وا گذارد و فرمود کہ ہر کہ یکدرہم بصاحب ساز و ہر و آلتِ نسا دو ہد زدِ خدا شد یہ تر است از زنا د

با ادخور ہتا دیار۔

(مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص ۱۶۲ در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ کہ غناء کرنے والا اور مرثیہ خوان کو قبر سے زانی کی طرح اندھا اور گونگا اٹھایا جائے گا۔ اور کوئی گانے والا جب مرثیہ خوانی کے لیے آواز بلند کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اس کی طرف بھیج دیتا ہے۔ جو اس کے کندھے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ وہ دونوں اپنے پاؤں کی ایڑیاں اس کی چھاتی اور پشت پر اس وقت تک مارتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ نوحہ خوانی ترک نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی شخص کسی ساز بجانے والے کو ایک درہم دیتا ہے۔ اور اسے کوئی گانے بجانے والا ادا کر دیتا ہے تو اس کا ایسا کرنا اپنی سگی ماں سے ستر مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ مرثیہ خوانی اور غنا اتنے ہی بدتر ہیں۔ جتنا کہ زنا۔ اس لیے ان دونوں کا عذاب بھی یکساں ذکر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مرثیہ خوان پر دو شیطان مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور نوحہ خوان اور ساز بجانے والا کسی قسم کی امداد کا مستحق نہیں۔ بلکہ اس کی ایک درہم سے معمولی سی خدمت کرنا اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کے برابر قرار دی گئی۔ تو اس سے بڑھ کر اس فعل کے قبیح اور شنیع ہونے کی کونسی دلیل کی ضرورت ہے۔

نوٹ: اگر کوئی شیعہ یہ اعتراض کرے۔ کہ سنی لوگ خواہ مخواہ ہمیں بدنام کرتے ہیں۔

Marfat.com

ٹھیک ہے۔ ہم مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساز نہیں بجاتے اور اس کے معاونین کے بارے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک گزری۔ اس کا اطلاق ہم پر نہیں ہوتا۔ اس کا جواب میں عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ فقیر راقم الحروف ۱۹۵۷ء جب حج کی سعادت سے فارغ ہو کر بسوں کے قافلہ کی صورت میں بغداد شریف پہنچا۔ تو اس دن محرم الحرام کی ۹ تاریخ تھی۔ بغداد کی ایک مسجد ''منطقہ مسجد براسہ'' میں میں نے آنکھوں سے دیکھا۔ کہ شیعہ لوگوں کا ایک جلوس کاظمین سے چل کر مذکورہ مسجد میں آیا۔ اور جو کچھ انہوں نے وہاں کیا۔ اور میں نے دیکھا زبان زیب نہیں دیتی کہ اسے بیان کروں۔ پرلے درجے کی عریانی اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ساز بھی بج رہے تھے مرثیہ خوانی بھی ساتھ تھی۔ اس لیے شیعہ حضرات اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ وہ مرثیہ خوانی کرتے وقت ساز استعمال نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی اپنی کتاب ''منتہی الامال جلد اول'' کے آخر میں اس کے مصنف شیخ قمی نے اس بات کی بہت زور دے کر تردید کی۔ کہ ''اب میرے زمانہ میں ساز بجانا ماتم کی جزو بن چکا ہے جو کہ گناہ عظیم ہے''، ہم انشاء اللہ ماتم کی بحث کے اختتام میں اس کتاب کی پوری عبارت نقل کریں گے۔

۳۔ ماتمی کی دُبر سے فرشتے آگ ڈال کر اس کے منہ سے نکالیں گے جبکہ ماتمی کی شکل کتے کی ہو گی

حیات القلوب:

(آنحضرت فرمود) وزنی را دیدم بر صورتِ سگ و آتش در دبرش داخل میکردند واز دہانش بیروں می آید و ملائکہ سر و بدنش را بگرز ہائے آہن

Marfat.com

می زدند۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا گفت اے پدر بزرگوار من! مرا خبر دہ کہ عمل وسیرت ایشاں چہ بود کہ حق تعالیٰ ایں نوع عذاب برایشاں مسلط گرداند۔ حضرت گفت کہ آں زنے کہ بصورت سگ بود و آتش در دبرش میکردند۔ او خوانندہ و نوحہ کنندہ وحسود بود۔

(۱۔ حیات القلوب جلد دوم ص ۵۴۲ باب بست وچہارم در معراج آنحضرت مطبوعہ نولکشور)

(۲۔ عیون اخبار الرضا جلد دوم ص ۱۱۔ ما راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المعراج الخ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

(۳۔ انوار نعمانیہ جلد اول طبع جدید ص ۲۱۶ مطبوعہ تبریز فی ذکر ذر ملکوتی وطبع قدیم ص ۶۸ دستی۔)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ایک عورت کتے کی شکل میں دیکھی۔ کہ فرشتے اس کی دبر سے آگ داخل کرتے ہیں۔ اور منہ سے آگ باہر آجاتی ہے۔ اور فرشتے آہنی گرزوں کے ساتھ اس کے سر اور بدن کو مارتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا میرے بزرگوار ابا جان مجھے بتلائیے۔ کہ ان عورتوں کا دنیا میں کیا عمل اور عادت تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قسم کا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ وہ عورت جو کتے کی شکل میں تھی۔ اور فرشتے اس کی دبر میں آگ جھونک رہے تھے۔ وہ مرثیہ خوان، نوحہ کرنے والی اور حسد

Marfat.com

کرنے والی تھی۔

جائے عبرت ہے:

قارئین کرام! آپ نے اللہ تعالیٰ کا حضرت انسان کے بارے میں یہ ارشاد تو پڑھا ہوگا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔ اس ارشاد ربانی کی بنیاد پر انسان افضل المخلوقات ہوا اور ہر ذی روح پر اللہ نے اسے فضیلت عطا فرمائی۔ اس کے باوجود مذکورہ حدیث کی روشنی میں نوحہ کرنے والی اور ماتمی عورت کو انسانی شکل سے محروم کر کے کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ اس سے اندازہ فرمائیے۔ کہ نوحہ اور مرثیہ خوانی کس قدر اللہ کے نزدیک قبیح فعل ہے۔ اس کے قبیح ہونے کی واضح علامت یہ ہے۔ کہ ماتمی عورت کی دُبر سے آگ داخل ہو کر منہ سے نکلے گی۔ اس سے آپ اندازہ کریں۔ کہ جس اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور بلند مرتبوں سے نوازا۔ تو اس اللہ کی طرف سے کسی کو ایسا عذاب دیا جانا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس فعل کے حرام اور قبیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

لہٰذا اگر کسی سے زندگی کے کسی موڑ پر ایسا فعل سرزد ہوا ہو۔ تو اُسے معافی مانگ کر اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچانے کی فکر کرنی چاہیئے۔

❖

Marfat.com

۴۔ مروجہ ماتم کرنے والا نیکیاں ضائع کر بیٹھتا ہے:

حیات القلوب:

پس حضرت فرمود کہ یا علی بقبر پائیں رو و فرزندم را در لحد گزار۔ حضرت امیر المومنین داخل قبر شد۔ وآں طائر قدسی را در آشیان لحد گزاشت۔ پس مردم گفتند۔ کہ سزاوار نیست احدی را کہ فرزند خود را در لحد گزارد۔ و در قبر فرزند خود داخل شود۔ زیرا کہ حضرت رسول داخل قبر فرزند خود نشد۔ پس حضرت فرمود۔ کہ ایھا الناس! بر شما حرام نیست۔ داخل قبر ہائے فرزند خود بشوید۔ ولیکن من ایمن نیستم کہ اگر یکے از شما داخل قبر فرزند خود شود و بند ہائے کفن او را بکشاید۔ از آنکہ شیطان بر او مسلط شود و او را بدارد بر جزعی کہ باعث حبط اجر او شود۔ پس حضرت از نزدیک قبر مراجعت نمود.......

وکلینی بسند معتبر دیگر از حضرت صادق روایت کردہ است۔ کہ چوں حضرت ابراہیم از دنیا رحلت نمود۔ آب از دیدہ ہائے مبارک حضرت رسول فرو ریخت و فرمود کہ دیدہ میگرید و دل اندوہناک می شود و نمی گویم چیزے کہ باعث غضب پروردگار گردد۔ پس خطاب کرد با ابراہیم ما بر تو اندوہناکیم ای ابراہیم۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۴ تا ۱۰۲۵ باب پنجاہ و یکم ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا۔ قبر کی پائنتی سے اتر کر میرے بیٹے کو لحد میں اتارو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبر میں اترے۔ اور اس قدسی پرندہ کو آشیانۂ لحد میں چھوڑا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں۔ کہ اپنے فرزند کو لحد میں داخل کرے۔ اور اس کی قبر میں داخل ہو جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کی قبر میں داخل نہ ہوئے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تمہارے لیے اپنے بیٹوں کی قبروں میں داخل ہونا حرام نہیں۔ لیکن مجھے یہ خطرہ ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی اپنے بیٹے کی قبر میں داخل ہو کر اس کے کفن کی گرہ کھول دے۔ اور شیطان اس پر مسلط ہو جائے۔ اور وہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر جزع فزع کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے اس کا تمام ثواب ضائع ہو جائے۔ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے ذرا ہٹ گئے۔

کلینی نے ایک اور معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر حضرت ابراہیم دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ آنکھیں رو رہی ہیں۔ اور دل غم ناک ہے۔ لیکن میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے اللہ تعالیٰ کو غصہ آجائے۔ یہ کہہ کر اپنے لخت جگر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے ابراہیم! ہم تیری وفات پر غم ناک ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا۔ کہ بیٹے کی قبر میں اس کے باپ کا داخل ہونا حرام نہیں لیکن اس سے یہ خطرہ ضرور ہو جاتا ہے۔ کہ کہیں باپ اپنے بیٹے کی شکل دیکھ کر تسلط شیطان کی وجہ سے کچھ ایسی

Marfat.com

حرکات یا افعال نہ کر بیٹھے۔ جو شرعاً ناجائز ہوں۔ اور جن کی وجہ سے اس کا اجر و ثواب ضائع ہو جائے۔ یعنی بیٹے کی جدائی پر دل کا غمناک ہو جانا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنا تو سنت نبوی ٹھہرا۔ اس سے زائد کوئی بھی فعل (واویلا کرنا، منہ پر طمانچہ مارنا، بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ۔) وہ اس وقت کرے گا۔ جب اس پر شیطان مسلط ہو جائے گا۔ اور پھر ان کاموں کے کرنے سے غضب الٰہی کا مورد بن جائے گا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم کرنے والے پر شیطان مسلط ہوتا ہے اور اس کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے۔

۵۔ نوحہ گر کو قیامت کے دن پگھلے ہوئے تانبہ کا لباس پہنایا جائے گا۔

حیات القلوب:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول فرمود کہ چہار خصلت بد ہمیشہ در امت من خواہد بود تا روز قیامت اول فخر کردن بحسب ہائے خود دوم طعن کردن بر نسب ہائے مردم سوم آمدن باراں را از اوضاع کواکب دانستن و اعتقاد بعلم نجوم داشتن چہارم نوحہ کردن و بدرستیکہ اگر نوحہ کنندہ توبہ نکند پیش از مردنش چوں روز قیامت مبعوث شود جامہ از مس گداختہ و جامہ از جرب براو پوشانند

(حیات القلوب جلد دوم ص ۶۷۵ باب
شصت و دوم در فضائل امت آنحضرت
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابن بابویہ نے معتبر روایت سے بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار بُری عادتیں قیامت تک میری امت میں رہیں گی۔ پہلی اپنے حسب پر فخر کرنا دوسری لوگوں کے نسب پر طعن کرنا تیسری بارش کا ستاروں کی گردش سے اُنے کا عقیدہ رکھنا اور علم نجوم پر یقین کرنا چوتھی نوحہ کرنا۔

خوب جان لینا چاہیئے۔ کہ اگر نوحہ کرنے والا اپنے مرنے سے قبل توبہ نہ کرے گا۔ بروز قیامت جب اُٹھایا جائے گا۔ تو تانبہ پگھلا ہوا۔ اور تارکول کے بنے کپڑے اس کو پہنائے جائیں گے۔

اس حدیث سے واضح ہوا۔ کہ نوحہ (رونا پیٹنا وماتم کرنا) گناہِ کبیرہ ہے۔ جس کی معافی سچی توبہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ اگر بغیر توبہ مر گیا۔ تو اس گناہ کی پاداش میں اُسے دوزخیوں میں ممتاز لباس پہنایا جائے گا (یعنی پگھلے تانبے کی شلوار اور تارکول کی قمیص) تاکہ باقی جہنمیوں کو اس کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ کہ یہ ماتمی شخص تھا۔

لہٰذا مقام غور ہے کہ یہ حدیث ایسی مضبوط حدیث ہے۔ کہ ملا باقر مجلسی شیعی نے خود اس کی سند کو معتبر کہا ہے۔ یعنی اس کے راویوں میں سے کوئی بھی جھوٹا کذاب اور مجروح نہیں۔ تو پھر اس صحیح السند روایت سے بڑھ کر ماتم کے منع ہونے پر اور کونسی دلیل کی ضرورت ہے۔ پھر بھی جواز ماتم کے لیے اگر مولوی اسماعیل گوجروی کی طرح دیگر شیعہ لیڈر من گھڑت اور جھوٹی روایات پیش کریں۔ تو انہیں امت شیعہ کا خیرخواہ کون کہے گا؟ دیکھئے! خود ان شیعہ حضرات کے اکابر کہہ چکے۔ کہ ماتمی کو مرنے کے بعد کتے کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ کھانے کو آگ دی

Marfat.com

جائے گی۔ پگھلا ہوا تانبہ اس کی شلوار ہوگی۔ کھولتا ہوا تارکول اس کی قمیص بنے گا۔ آگ اس کی دُبر سے داخل ہو کر منہ سے نکلے گی۔ نیکیاں سبھی اکارت ہو جائیں گی۔ بوقتِ ماتم، ماتمی پر شیطان مسلط ہوتا ہے۔ اور وہی اس سے اپنا من پسندیہ کام کرواتا ہے۔ اور قبر میں اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں رہنے دیا جاتا۔ ایک ماتم کے اتنے نقصانات اور پھر ان نقصانات کو بالائے طاق رکھ کر جو ذاکریا واعظ مروجہ ماتم اور نوحہ کی تلقین کرے اور اس پر ثواب واجر کے مرثیے سنائے۔ تو بتلایئے اس نے کیسی خیر خواہی کی؟ کونسا فائدہ پہنچایا۔ ؎

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ایک اور سوال

ہم نے گزشتہ اوراق میں سیدنا حضرت امام حسین کے فرمانات سے یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ آپ نے اپنے بعد اپنے ماتم کو منع فرما دیا تھا۔ اور اس فعل کو شیطانی فعل قرار دیا تھا۔ اس موقعہ پر مولوی اسماعیل گوجروی کے سوال کی ایک توجیہ اور غرض و غایت پیش نظر ہے۔ وہ یہ کہ

ہم شیعہ لوگ جو زنجیر زنی، سینہ کوبی اور آہ و فغاں کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہمارے ائمہ نے ان کو اچھا نہ جانا۔ لیکن ان ائمہ کی روایات و احادیث کے ہوتے ہوئے ہمارے شیعی فقہاء نے اس کو جائز کہا۔ تو اے سنیو! اگر تم ہمارے ہی کسی فقیہہ کی عبارت ایسی دکھا دو۔ جس میں اس نے مروجہ ماتم کو ناجائز اور حرام کہا ہو۔ تو پھر معلوم ہو جائے۔ کہ ائمہ نے جو ماتم پر کفارہ مقرر کیا ہے۔ وہ کفارہ ماتم حسین

Marfat.com

کرنے والے پر بھی پڑتا ہے۔

جواب:

یہ سوال تو بے معنی ہے لیکن ہم اس بے معنی سوال کا جواب بھی عرض کر دیتے ہیں۔ تاکہ سائل کی تسلی ہو جائے۔ اور شاید ہدایت اس کا راہ تک رہی ہو۔

مجمع المسائل،

"در تعزیہ داری حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اگر شخص زخمے مثل تیغ، وغیرہ برخود بزند کہ ضرر باشد بر بدنش۔ حرام است"

(مجمع المسائل مصنفہ حسین القمی ص ۳۲۱)

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیہ داری میں اگر کسی شخص کسی قسم کا کوئی زخم تلوار وغیرہ سے اپنے بدن پر لگایا۔ جس سے اس کے جسم کو نقصان پہنچا۔ تو اس کا یہ فعل حرام ہے۔

روح اللہ خمینی کے اس فتوے سے واضح طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر ماتم کرنا زنجیر زنی وغیرہ کسی طور پر بھی جسم پر زخم کرنا حرام ہے۔ جب یہ فعل حرام ٹھرا تو اس حرام کا کفارہ بھی لازمی ہونا چاہئے۔ تو پتہ چلا۔ کہ ماتم حسین پر زنجیر زنی بھی موجب کفارہ ہے ماتم حسین پر زنجیر زنی کوئی مستثنیٰ نہیں۔ میرا خیال ہے۔ اب کسی شیعہ کے پاس کوئی بہانہ باقی نہ رہا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید ہے۔ کہ ان کے قلوب کو غلط روایات کی پابندی سے ہٹا کر ہدایت پر لے آئے۔

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

Marfat.com

تنبیہ:

ماتم کی بحث کے اختتام پر میں چاہتا ہوں۔ کہ مسلک شیعہ کے ثقہ محدث، ناصر الملۃ والدین شیخ عباس قمی کی مروجہ ماتم کے بارے میں فاضلانہ بحث لکھوں۔ تاکہ صاحب انصاف شیعہ حضرات کے سامنے مروجہ ماتم کی حقیقت کھل جائے۔ اور وہ راہ راست پر آ جائیں۔

منتہی الآمال کی عبارات

عبارت ۱:

وبالجملہ اخبار ایں باب بسیار است وایں مختصر گنجائش بیش ازیں نیست پس شائستہ است کہ شیعان وذاکرین خصوصاً ملتفت شدہ دراں سوگواری و عزاداری بروجہی سلوک کنند کہ زبان نواصب دراز نشود و اقتصار برواجبات و مستحبات کردہ از استعمال محرمات از قبیل غنا کہ غالباً نوحہ ہائے لطمہ خالی ازاں نیست و ازا کاذیب مفتعلہ و حکایات ضعیفہ مظنونۃ الکذب کہ درجملہ ای از کتب غیر معتبرہ بلکہ نقل از کتبی کہ مصنف آنہا از متدینین اھل علم و حدیث نیست احتراز نماید۔ و شیطان را دراں عبادت بزرگ کہ اعظم شعائر اللہ است راہ ندہند۔ واز معاصی کثیرہ کہ روح عبادت را میبرد بپرہیز د خصوصاً بیاد کذب وغناء کہ دراں عمل ساری و جاری شدہ است۔ وکم ترکسی ازاو مصون است وصواب چناں است کہ دراں مقام چند خبری در بزرگی عقاب ہر یک مذکور شود، شاید اگر کسی خدائے نخواستہ مبتلا

Marfat.com

باشد مرتدع شود۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۴۴ د ذکر پارہ از احادیث
اہل سنت و مذمت ریاء و دروغ و عذاب
دروغگو مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ اس بارے میں روایات بہت سی ہیں۔ اور اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں لہٰذا مناسب یہ ہے۔ کہ تمام شیعہ حضرات اور خصوصًا ذاکرین حضرات توجہ کریں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سوگواری اور عزاداری میں ایسا طریقہ اپنائیں جس سے خارجیوں کی زبان سے لعن طعن سے چھوٹ جائیں۔ صرف واجبات اور مستحبات پر ہی اقتصار کریں۔ اور محرمات کے استعمال سے بچیں۔ جیسا کہ گانا مرثیہ خوانی کرنا جو غالبًا زمہ جات سے خالی نہیں ہوتا۔ اور من گھڑت حکایات اور ضعیف واقعات جن پر جھوٹ کا ظن ہو۔ جو ان کتابوں میں ذکر کی گئیں جو غیر معتبر ہیں۔ بلکہ ان کتابوں سے انہیں نقل کیا گیا ہے۔ جن کے مصنفین دین دار، اہل علم اور حدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے نہ تھے۔ ایسی حکایات و واقعات کے بیان کرنے سے دریغ کرنا چاہیئے۔ اور شیطان کو اس عبادت میں جو اللہ تعالیٰ کے عظیم شعائر میں سے ہے۔ دخیل نہ ہونے دیں۔ اور بہت سے ایسے معاصی سے جو عبادت کی روح کو ختم کر دیتے ہیں۔ پرہیز کرنا چاہیئے۔ خاص کر ریاء، جھوٹ اور گانا کہ یہ کام اب عام طور پر جاری و ساری ہیں۔ اور بہت کم مجلسیں ایسی ہیں جن میں یہ باتیں نہ ہوتی ہوں۔ اور درست طریقہ یہ ہے۔ کہ ایسے مقامات

Marfat.com

پر چند ایسی روایات بھی ضرور ذکر کرنی چاہئیں۔ جو ان میں سے ہر ایک عذاب وسزا پر مشتمل ہوں۔ کیونکہ خدانخواستہ اگر کوئی ان کاموں کا عادی ہو چکا ہو تو وہ اپنا رویہ تبدیل کرے۔

شیعہ مجتہد نے یہ واضح کر دیا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیت کی مجالس میں افعال حرام بہت سے داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں جھوٹی روایات، مرثیہ خوانی اور نوحہ جات کا دور دورہ بھی ہے۔ ان حرام کاموں کی وجہ سے وہ بجائے ثواب کے الٹا عذاب اور گناہ بن کر رہ گئیں۔

لہٰذا ذاکرین اور شیعہ علماء کو ان محرمات کے بارے میں جن روایات واحادیث میں وعیدیں آئی ہیں۔ انہیں ذکر کرنا چاہیئے۔ تا کہ ان کاموں سے محافلِ حسین پاک ہو جائیں جب تک ان محافل کو ان محرمات سے پاک نہیں کیا جاتا۔ ان میں جانا گناہ ہے۔

ریا کار ماتمی کو بروز قیامت کافر اور فاسق کہہ کر بلایا جائے گا

عبارت نمبر۲: منتهی الآمال:

اما ریاء پس در کتاب وسنت آیات واخبار بسیار وارد شدہ۔ بر مذمت و وعید براں و در حدیث نبوی (ص) است۔ کہ ادنیٰ ریا شرک است و نیز از آنحضرت مروی است کہ آتش واہل آتش صیحہ وفغاں میکشند از اہل ریا عرضہ داشتند یا رسول اللہ آتش نیز بفغاں می آید فرمود بلی از حرارتِ آتشی کہ ریا کاراں باں معذب شوند و نیز فرمود کہ ریا کار را روز قیامت بچہار نام

Marfat.com

ندا میکنند۔ میگویند۔ ای کافر، ای فاجر، ای غادر، ای خاسر۔ گمراہ شد کوشش تو باطل شد اجر تو و نصیبی نیست ترا بطلب مزد خود را از کسیکہ از برائے او عمل می کردی۔ ای خدعہ کنندہ۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۴)

ترجمہ:

بہر حال ریاء تو اس کی مذمت میں بہت سی آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ وارد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ کہ معمولی ریاء شرک ہے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ دوزخ کی آگ اور دوزخی ریاء کاروں سے چلا چلا کر بیزاری کرتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ کیا آگ بھی پکار کرتی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس آگ کی گرمی سے جس سے ریاکار کو سزا دی جائے گی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ ریاءکار کو بروز قیامت چار ناموں سے بلائیں گے۔ اے کافر، اے فاجر، اے دھوکہ باز، اے ذلیل۔ تیری کوشش بےکار گئی۔ تیرا اجر باطل ہوگیا۔ تیرا ہمارے ہاں کوئی حصہ نہیں۔ اپنا ثواب اس سے جاکر مانگ۔ جس کے لیے تو نے عمل کیا۔ اے دھوکہ خوردہ۔

خلاصہ:

شیخ عباس قمی شیعی اپنے ہم مسلک وہم مشرب لوگوں کے کرتوت سے چونکہ باخبر ہیں۔ اس لیے گھر کے بھیدی کے طور پر وہ اہل خانہ کی کیفیت صاف صاف بیان کر گئے۔ کہ شیعہ حضرات صرف دکھلاوے کے لیے محفل حسین کے نام پر ماتم کرتے ہیں۔ اگرچہ ماتم ویسے ہی ناجائز ہے۔ لیکن پھر اس کو محض نمود و نمائش کے لیے کرنا دوگنا گناہ ہوا۔ اس لیے بقول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان ریاکاروں کو بروز حشر کافر

Marfat.com

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے "کافی" میں مروی ہے۔ کہ جھوٹے کی سب سے پہلے تکذیب کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ دو فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب ہیں۔ پھر خود جھوٹا کہ جسے بلاشک وشبہ یہ معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اسی مقام پر کتاب الاعمال میں بھی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام شر اور برائیوں کے تالے مقرر کیے ہیں۔ ان تمام کی کنجی شراب ہے۔ اور جھوٹ تو شراب سے بھی بدتر ہے۔

کافی میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے۔ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک کوئی شخص جھوٹ کو ترک نہیں کرتا۔ وہ ایمان کا مزہ اور ذائقہ حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جھوٹ چاہے بطور خوش طبعی، مزاح یا جان بوجھ کر بولا جائے۔ "جامع الاخبار" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب کوئی ایمان دار بلا عذر جھوٹ بولتا ہے تو اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اور اس کے دل سے بدبو جا باہر نکلتی ہے۔ اور عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جھوٹے کے ایک جھوٹ کے بدلے ستر زنا لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے کم ترین زنا وہ ہے جو کوئی اپنی سگی ماں سے کرے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام خباثتوں کو ایک گھر میں بند کر کے رکھتے ہیں۔ اور جھوٹ ان سب کی کنجی ہے۔

خلاصہ: صاحب منتہی الآمال یہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

نام پر منعقد کی گئی محفل میں اگر سچی حکایات و واقعات بیان کیے جائیں۔ اور آپ کی شہادت سے متعلق صحیح روایات ذکر کی جائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اعمال و اقوال بیان کیے جائیں۔ اور کربلا کے میدان میں آپ کی استقامت علی الحق اور دین پروری کے سچے واقعات سنائیں جائیں۔ تو یہ صرف جائز ہی نہیں۔ بلکہ ثواب کا باعث بھی ہیں۔ اور عوام کے لیے باعثِ ہدایات و تقلید بھی ہیں۔ لیکن جو لوگ ان حقائق کی بجائے جھوٹی روایات من گھڑت قصّے کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ (جیسا کہ امام قاسم کی مہندی، گھوڑے کا رونا وغیرہ۔) تو یہ اتنا عظیم جرم ہے۔ جو ایک بار نہیں۔ ستر بار زنا کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ جس کا ادنیٰ ترین گناہ اپنی سگی والدہ سے زنا کے برابر ہے۔ پھر اس دروغ گو پر اللہ کی لعنت، ستر ہزار عام فرشتوں کی لعنت، حاملین عرش مخصوص فرشتوں کی لعنت بھی ہوتی ہے۔

اسی لیے اسی مقام پر لکھتے لکھتے "شیخ قمی" یہاں تک لکھ گیا۔ ایسی محفل میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ

"از قصہ خوانان کہ آیا گوش دادن بایشان حلال است۔ حضرت فرمود حلال نیست"

ترجمہ:

یعنی ایسی محفلوں میں جا کر ذاکروں سے غلط سلط روایات سننا جائز ہے۔
آپ نے فرمایا۔ جائز نہیں۔

مزید فرمایا۔

"پس آں گوش کنندہ ابلیس را پرستیدہ" ایسی غلط مرثیہ خوانی سننے والا در اصل شیطان کا پجاری ہے۔

اور فرمایا:

Marfat.com

" بایداز مجالسِ شان اعراض کرد۔ وسخنان ایشان راگوش نکرد "ان کی مجالس میں نہ جانا چاہیئے۔ اور ان کی باتوں کی طرف کان نہ دھرنے چاہئیں۔

مروجہ ماتم کا رکن اعظم غناء ہے :۔

لغت کی معتبر کتاب " المنجد " میں ص ۲۹۳ پر غناء کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

اَلْغِنَاءُ مِنَ الصَّوْتِ مَا طُرِبَ بِهٖ۔

ترجمہ:

غناء ایسی آواز کو کہتے ہیں۔ (جس کو سُر اور راگ کے ساتھ نکالنے سے) طرب، ولذت پیدا ہوتی ہو۔

کتب شیعہ میں لفظ غناء کی تعریف ملاحظہ ہو۔

معارفِ اسلام :

اَلْغِنَاءُ بِالْمَدِّ الصَّوْتُ الْمُشْتَمِلُ عَلَى التَّرْجِيْعِ الْمُطْرِبِ وَمَا سُمِّيَ فِي الْعُرْفِ الْغِنَاءَ وَاِنْ لَمْ يُطْرِبْ سَوَاءٌ كَانَ فِيْ شِعْرٍ اَمْ قُرْاٰنٍ اَمْ غَيْرِهِمَا۔

(معارف اسلام ص ۲۸)

ترجمہ:

لفظ غناء کو جب مد کے ساتھ پڑھا جائے۔ تو اس آواز کو کہتے ہیں۔ جو کبھی بلند اور کبھی پست، نکالی جائے۔ اس سے سننے والا لذت محسوس کرے۔ اور ہر وہ آواز جسے عرف عام میں گانا کہا جائے۔ وہ " غناء " ہے۔ چاہے

Marfat.com

ایسی آواز شعر کہتے وقت، قرآن کی تلاوت یا کسی اور مقام پر نکالی جائے۔ اور اگرچہ اس میں لذت و خوشی نہ بھی ہو۔

منتهى الآمال

اما غناء پس شکی نیست در حرمت و مذمت گوش کردن آں مطلقاً چه در مصیبت و مرثیہ خوانی حضرت سید الشہداء (ع) باشد یا غیر آں ....
حقیقتِ غناء ہماں صورت لہویست خواہ با ترجیع باشد یا از تقطیع صوت و موزون کردن او حاصل شود۔ چنانچہ در لحن مشہور تصنیف و نوحہ ہائے موزان۔

(منتهى الآمال جلد اول ص ۵۴۹ در مذمتِ غناء و عدم جوازِ غناء در مراثی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
غناء کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کا سننا قابلِ مذمت ہے۔ چاہے کسی مصیبت کے وقت یا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرثیہ پڑھتے وقت یا کسی اور جگہ ہی کیوں نہ ہو۔

اور "غناء" درحقیقت وہ آواز ہے۔ جو لہو و لعب کے طور پر نکلی ہو پھر عام ہے۔ کہ ایسی آواز شعر کے ساتھ یا ویسے ہی موزون آواز کے ساتھ نکالی جائے۔ جیسا کہ راگ و سُر میں یا رونے پیٹنے کے وقت موزون آواز نکالی جائے۔

خلاصہ: لغت و شرع میں غناء وہ آواز کہلائی۔ جو موزون آواز سے نکالی گئی ہو۔

Marfat.com

اس کی ادائیگی سُر کے ساتھ ہو یا بغیر سُر کے ہو۔ اس کی مثال راگ یا رونے پیٹنے وقت مخزون آواز نکالنا ہے۔

لغت اور کتب شیعہ سے "غنا" کی تعریف ذکر کرنے کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ یعنی مروّجہ ماتم حسین غناء کے بغیر نا تمام ہوتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں مروّجہ ماتم کی کیفیت جن لوگوں نے دیکھی۔ وہ تو کسی دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن جن حضرات کو کسی ماتمی مجلس کے دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ ہم خود شیعہ راہنماؤں کے قلم سے اس کا طریقہ اور اس کی کیفیت بیان کیے دیتے ہیں۔ جس سے آپ خود اس حقیقت سے آشنا ہو جائیں گے۔ کہ مروّجہ ماتم میں غناء ایک رکنِ اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر ماتم، ماتم ہی نہیں رہتا۔

وفا را نبالوی شیعی مروّجہ ماتم کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

"ماتم کا ایک سادہ سا دستور یہ ہے۔ کہ سوز خواں بند ختم کرتا ہے۔ تو نقیب پکارتا ہے۔ ماتم حسین! اور ماتم دارانِ حسین دائیں ہاتھ سے سینہ زنی کرتے ہیں۔ اور یا حسین پکارے جاتے ہیں۔ دو منٹ کے بعد سوز خوانی شروع ہو جاتی ہے تو تب نعرۂ حیدری کا جملہ بلند آہنگی سے کرتا ہے ...... شدتِ غم میں سینہ زنی دونوں ہاتھوں سے ہوتی ہے ...... ماتمی جلوس میں ضرب و آہنگ کا آرٹ ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ موسیقی کی غم آمیز دھنوں میں جو نوحے یا مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ انہیں احترام کے طور پر سوز خوانی کا نام دیا جاتا ہے ...... محفل عزا میں کبھی ماتم ہوتا ہے۔ کبھی نہیں بھی ہوتا۔ اور محفل حضرت سید الشہدا، امام غریب الغربا اور امام منتظر کی زیارتوں پر ختم کر دی جاتی ہے۔ لیکن تعزیہ ضریح اور ذوالجناح و علم کے جلوس کے ساتھ ماتم لازمی ہوتا ہے۔ اور ماتمی نوحے بھی پڑھے جاتے ہیں۔"

(ماہنامہ المعرفت ص، احیدرآباد محرم ۱۳۸۹ھ)

Marfat.com

وقار انبالوی شیعی کے کلام سے واضح ہو گیا۔ کہ مروجہ ماتم، مرثیہ خوانی، نوحہ خوانی موسیقی کی دھنوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ صاحب انصاف کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ اور وہ یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے گا۔ کہ غناء موسیقی اور مروجہ ماتم میں کوئی فرق نہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں آپ یوں کہہ لیں۔ کہ مروجہ ماتم "عین غناء" ہے یہ الگ بات ہے۔ کہ شیعہ حضرات اس کا نام غناء اور موسیقی نہ رکھیں۔ بلکہ مجالسِ حسین یا سوز خوانی کا نام دے دیں۔ لیکن نام تبدیل کرنے سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔

اس قاعدہ کی (نام کی تبدیلی سے حقیقت تبدیل نہیں ہوا کرتی) تصدیق و تائید دور حاضر کے ایک شیعی قلم کار "کاظمی صاحب" سے ملاحظہ کیجئے۔

"قاعدہ کلیہ یہ ہے۔ کہ ایک چیز کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقتِ واقعیہ نہیں بدل جایا کرتی۔ بلکہ جوں کی توں رہتی ہے۔ مثلاً عرف عام میں ایک مائع کو اردو زبان میں پانی کہتے ہیں عربی میں ماء، فارسی میں آب، پشتو میں ابو، ہندی میں جل، ترکی میں سو ہنزہ وگلگ کے لوگ اپنی زبان میں اسے سل اور انگریزی میں اُسے واٹر (WATER) کہتے ہیں۔ غرضیکہ ہر ملک کی زبان میں ایک ہی چیز کے الگ الگ نام ہیں اسی طرح گانے کو راگ کہو یا غناء یا موسیقی تو اسے سماع کا نام دینے سے یہ حلال نہ ہو گا۔ نہ جائز، نہ مباح، نہ مستحب بلکہ حرام کا حرام ہی رہے گا۔"

آگے چند مثالیں دینے کے بعد "کاظمی صاحب" لکھتے ہیں:

"غرضیکہ ہر فعل منکر کے جواز میں یہ لوگ نام کی تبدیلی کا سہارا لیتے ہیں۔ اسی پر غناء و سماع کو قیاس کر لیں۔ اگر غناء کا نام سماع رکھ لیا جائے۔ تو پھر بھی غناء ہی رہے گا۔ اور غناء ہی کے احکام اس پر وارد ہوں گے۔"

(شیعہ ماہنامہ معارف اسلام ص ۲۴ بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ)

Marfat.com

شیعہ عالم کاظمی نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ کسی چیز کے نام کو تبدیل کر دینے سے اس کی حقیقت تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ لہذا شیعہ حضرات مروجہ ماتم میں جو کچھ کرتے ہیں۔ ان کے امام باڑوں یا مجلس گاہوں کے قرب وجوار میں رہنے والے اس کیفیت سے بخوبی واقف ہیں۔ جس کی طرف وقار انبالوی کے الفاظ صراحت کے ساتھ اشارہ کر رہے ہیں سوز خوانی، دوہڑے اور بیت بازی اگر غناء نہیں تو پھر غناء اور کس بلا کا نام ہے۔؟

پھر بعض دفعہ جب شیعہ مجالس میں سوز خوانی اور مرثیہ خوانی کے لیے نوجوان لڑکوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اور وہ چھوکرے اپنی سریلی آواز اور اپنی مخصوص حرکات کے ذریعہ حاضرین مجلس کو ایسی لذت اور ایسا وجد مہیا کرتے ہیں۔ اور قواعد موسیقی کے لحاظ سے آواز میں ایسا ارتعاش پیدا کرتے ہیں۔ کہ ان حاضرین پر محویت طاری ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے نہ انہیں اذان سنائی دیتی ہے۔ نہ نماز کا وقت یاد رہتا ہے۔ اور نہ ہی نماز پڑھنے کا خیال آتا ہے۔ بہر حال مروجہ ماتم کے بارے میں خود شیعہ لوگوں کی جو عبارات میں نے پیش کی ہیں۔ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ "عین غناء" ہے۔ اب غناء کے متعلق ائمہ اہل بیت اور علمائے شیعہ سے متفقہ فیصلہ سماعت فرمائیے

مجمع المعارف برحلیۃ المتقین

نہر دہم در اجرائے سوال عقبۂ دہم کہ از غناء و خواندگی و آں سخن حرام است۔

بدانکہ ایں زمزمۂ شیطانی و نوحۂ شوم اہل خذلان و شغل ارباب شقاق و آشیانۂ نفاق بالاجماع والاتفاق اہل بیت عصمت صلوات اللہ علیہم و علمائے شیعہ و اہل وفاق حرام است۔ چنانکہ متقدمین و متاخرین نقل کردہ اند۔ بلکہ بمثل زنا حرام است۔ و حرمت او ضروری مذہب شیعہ است

Marfat.com

واز کبائر گناہان است۔ کہ مرتکب آں فاسق و فاجر است۔ و ہر کہ حلال داند ظاہراً مرتد و کافر است و آیات متکاثرہ و روایات متواترہ در حرمت او وارد شدہ است و تا حال احدی از علمائے امامیہ تحلیلت آں قائل نہ شدہ اند۔)

(مجمع المعارف حاشیہ حلیۃ المتقین ص ۱۷۱
در حرمت غناء مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

دسویں ممانعت غناء اور نوحہ خوانی کے دسویں عقاب (سزا) کے سوال کے اجراء میں۔ اور وہ (نوحہ خوانی) حرام باتوں کا نام ہے۔ جان لو! کہ غناء اور نوحہ خوانی شیطان کا نغمہ ہے۔ اور ذلیل لوگوں کا برائی بھرا رونا کرلانا ہے۔ اور نافرمانوں کا شغل اور منافقوں کا آشیانہ ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، تمام علماء شیعہ اور اہل وفاق کے نزدیک حرام ہے۔ جیسا کہ اگلے پچھلے سبھی شیعی اکابر نے اسے نقل کیا ہے۔ بلکہ اس کی حرمت زناء جیسی ہے۔ اور مذہب شیعہ میں اس کی حرمت بہت ضروری ہے۔ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ جس کا مرتکب فاسق اور فاجر ہے۔ اور جو اس (غناء نوحہ خوانی) کو حلال جانے گا۔ بظاہر وہ مرتد اور کافر ہے۔ اس کی حرمت پر بہت سی آیات اور احادیث متواترہ موجود ہیں۔ علمائے امامیہ میں سے کسی ایک نے بھی آج تک اس کی حلت کا قول نہیں کیا۔

☆

Marfat.com

محافلِ حسین رضی اللہ عنہ میں غناء کے ساتھ مرثیہ خوانی کا حکم

منتہی الامال

واما غناء پس شکے نیست در حرمت و مذمت گوش کردن آں مطلقاً چہ در مصیبت و مرثیہ خوانی حضرت سید الشہدا علیہ السلام باشد........ وحقیقت غناء ہماں صوت لہویست خواہ با ترجیع باشد یا از تقطیع صوت و موزون کردن او حاصل شود چنانچہ در لحن مشہور تصنیف و زمزمہ ہائی موازن او مشہور میشود و تصریح کردہ بایں تعمیم شیخ افقہ اکبر شیخ جعفر در شرح قواعد و فرقی نیست بر مشہور بین مرثیہ سید الشہداء علیہ السلام وغیر او در حرمت و شرط نیست خوبی صوت بلکہ میزان آں صوت است کہ اہل فسوق با در حال طرب تلہی میکنند و در عرف او را خوانندگی گویند ہر چہ بخوانند و بہر وجہ بخوانند ہمہ حرام و موجب دخول جہنم است واگر نشر فضائل مستحب است دروغ و غناء حرام و باطل اند۔ و مناسب است در اینجا نقل کلام شیخ اجل اعظم استاد من تاخر و تقدم حجۃ الفرقۃ الناجیہ علامۃ الملۃ الزاکیہ شیخنا الاستاد الاکبر نور اللہ ضریحہ المطہر در مکاسب در ردکسی کہ گمان کردہ کہ غناء در مراثی موجب مزید بکاء و تفجع است کہ میفرماید اعانت غناء بر بکاء و تفجع ممنوع است۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۵۴۹)

Marfat.com

ترجمہ: بہر حال غنا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اس کا سننا مطلقاً قابل مذمت ہے۔ چاہے کسی مصیبت کے وقت ہو۔ یا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کی مرثیہ خوانی کے وقت۔

غنا درحقیقت اس آواز کا نام ہے۔ جو لہو و لہب کے طور پر نکلی ہو۔ خواہ وہ سُر کے ساتھ ہو۔ یا بغیر سُر کے موزون کلام ہو۔ لیکن اس کو بطور لہو و لہب نکالا گیا ہو۔ جیسا کہ راگ و سُر میں یا رونے پیٹنے کے وقت موزوں آواز کے ساتھ ہوتی ہے۔ افقر اکبر شیخ جعفر نے "شرح قواعد" میں اس کی تعمیم کو بیان کیا ہے۔ اس کے حرام ہونے میں یہ امتیاز کرنا غلط ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مرثیہ پڑھتے وقت تو جائز ہو۔ اور دوسرے اوقات میں یہ حرام ہو۔ شیعہ مشہور مذہب یہی ہے۔ اور غنا کے لیے آواز کا سریلا اور اچھا ہونا بھی ضروری نہیں۔ بلکہ آواز کو ایسے وزن اور طریقہ سے نکالنا جس طرح فاسق و فاجر لوگ خوشی اور مسرت کی حالت میں نکالتے ہیں۔ جسے عرف میں "خوانندگی" کہتے ہیں۔ خوانندگی کسی طور ہو۔ اور اس میں کچھ بھی پڑھا جائے۔ ہر طرح حرام ہے۔ اور دخول جہنم کا سبب ہے۔ اگرچہ فضائل کا بیان کرنا مستحب ہے لیکن جھوٹ اور غنا بالکل حرام اور باطل ہیں۔ لہٰذا مستحب کے ساتھ حرام کو ملا کر ادا کرنا بھی باطل ہے۔)

اس مقام پر مناسب ہے۔ کہ امام حجت فرقہ ناجیہ علامہ نور اللہ کا کلام ذکر کیا جائے۔ جو انہوں نے "مکاسب" میں ایک شیخ کے رد میں لکھا۔ جس کا گمان یہ تھا۔ کہ مرثیہ خوانی غنا کی وجہ سے چونکہ رونے اور دکھ درد کے اظہار میں شدت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس شدت میں غنا جائز ہونا چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ غنا کے ذریعہ رونے میں شدت کا حصول اور اس سے اعانت ممنوع اور باطل ہے۔

خلاصہ،

شیعہ مجتہد شیخ عباس قمی نے محافل حسین میں مرثیہ خوانی کرتے وقت غنا کو

Marfat.com

(۲) میں شامل کرنے کی شدید مذمت کی۔ سریلی آوازوں کے ساتھ دوہڑے پڑھنا عجیب و غریب انداز سے آواز کو اوپر نیچے کرنا اور پھر اسی لہجے میں مراثی پڑھنا شیعی مجتہد نے حرام قرار دیا۔ اور کچھ لوگوں کے اس خیال کی سخت تردید کی۔ جو کہتے ہیں۔ کہ سریلی آواز اور غناء سے مرثیہ پڑھنے میں جذبات ابھرتے ہیں۔ اور یادِ حسین میں رونا زیادہ آتا ہے۔ اور دُکھ درد کے اظہار میں بھی شدت آ جاتی ہے۔ ان کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ حرام کاموں سے ثواب کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

آگے جا کر مزید لکھتے ہیں۔ کہ قابلِ مذمت اور باعثِ شرم یہ بات ہے۔ کہ لہو و لعب کے کچھ پرستار لوگ اور خواہشات کے پجاری جب آلاتِ لہو و لعب کے ساتھ ان برگزیدہ ہستیوں کا نام لیتے ہیں۔ جن کے اسماء گرامی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بزرگی اور کرامت سے مزین فرمایا۔ ان حضرات کے نام ان لوگوں کی طرح تھوڑے ہی ہیں جنہیں گویئے اور گانے بجانے والے لوگ اپنے کلام میں مزے لے لے کر پڑھتے ہیں۔ کہاں طہارتِ زینب و سکینہ اور کہاں لیلیٰ و سلمیٰ؟ اس انداز کو اگر کوئی غور سے دیکھے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ

”اگر کسی تامل کند ایں کار از حدِ فسق گزشتہ سر از گریبانِ کفر و الحاد می آورد“

یعنی اگر کوئی شخص غور و تامل کرے۔ تو ایسا کرنا حدِ فسق سے گزر کر کفر و الحاد میں داخل ہونا نظر آتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ اس قسم کے افعال غلبۂ شہوت اور شیطانی مکر و فریب سے سرزد ہوتے ہیں۔ تو اتنی جرأت ان پاکباز و پاکیزات مستورات اہل بیت کے بارے میں کرنا واقعی کفر و الحاد میں دخول ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین۔

Marfat.com

دورِ حاضر میں شیعی محافل و مجالس

کی حقیقت و کیفیت

منتہی الآمال

مانند ذکر مصائب کہ یکے از وسائل معتبرہ معاش شدہ وجہت عبادت کمتر ملحوظ شود تا رفتہ رفتہ کار بجائے رسیدہ کہ در مجامع علماء مذہب اکاذیب صریحہ ذکر میشود۔ ونہی از منکر میسر نیست وجلای از ذاکرین مصائب باک از اختراع وقائع مبکیہ ندارند۔ بسا باشد کہ اختراع سخنی کند وخود را مشمول حدیث "وَمَنْ اَبْکٰی فَلَهُ الْجَنَّةُ"، میداند۔ وبطول زمان ہماں حرف دروغ شیوعی در تالیفات جدیدہ پیدا کند۔ وہرگاہ محدث مطلع ابن منع از آں اکاذیب نماید نسبت بکتابی مطبوع یا بہ کلامی مسموع دہد یا تمسک بقاعدہ تسامح در ادلہ سنن نماید ودست آویز نقل ہائے ضعیفہ قرار دہد موجب ملامت و توبیخ علی خارجہ خواہد شد۔ مانند جملہ از وقائع معروفہ کہ در کتب جدیدہ مضبوط وزد اہل علم وحدیث عین واثری از آں وقائع نیست مانند عروسی قاسم در کربلا کہ در کتاب روضۃ الشہداء تالیف فاضل کاشفی نقل شدہ۔

(منتہی الآمال جلد اول صفحہ نمبر ۵۵)

ترجمہ: (شیخ قمی دورِ حاضر کی مجالس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں)
جیسا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر ڈھائے گئے مصائب کو بیان کرنا اس

Marfat.com

دَور میں ایک ذریعہ معاش بن گیا ہے۔ اور اس میں عبادت کی جہت بہت کم ملحوظ ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا۔ کہ شیعہ مذہب کے علماء کی موجودگی میں مجلسوں کے اندر صریح جھوٹ اور من گھڑت روایات بیان ہونے لگیں۔ لیکن برائی سے روکنا میسر نہیں۔ اور تمام کے تمام ذاکرین جو مصائب بیان کرنے والے ہیں من گھڑت واقعات جن کے ذریعہ لوگوں کو رلائیں۔ بیان کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں رکھتے۔ اور ایسا اکثر ہوتا ہے۔ کہ کسی من گھڑت بات کو پیش کر کے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اس حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔ "جس نے کسی کو رُلایا اُس کے لیے جنت ہے" وقت گزرنے کے ساتھ وہی بکواسات اور جھوٹ سے پُر باتیں نئی کتابوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور پھر جب کوئی محدث یا عالم ان واہی تباہی اور بے اصل باتوں پر لوگوں کو مطلع کرتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں چھپی ہوئی کتاب کی نشاندہی کرتا ہے۔ یا کسی سے سنی سنائی بات کا حوالہ دیتا ہے یا دلائل سنن سے ان تمسکات کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو بطریقہ چشم پوشی واقع ہوئے۔ یا ضعیف لقول کی نشاندہی کرتا ہے۔ تو وہ باعث ملامت اور لوگوں کے نزدیک ڈانٹ ڈپٹ کا مستحق بن جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ تمام واقعات جو کہ نئی تصنیفات میں مشہور و معروف ہیں۔ لیکن اہل علم اور محدثین کے نزدیک نہ کوئی اس کا وجود ہوتا ہے۔ اور نہ ہی ان واقعات کا کوئی اثر و نشان کہیں نظر آتا ہے۔ ان واقعات میں سے ایک حضرت قاسم کی میدان کربلا میں شادی کا واقعہ بھی ہے۔ جو روضۃ الشہداء" نامی کتاب میں ہے۔ جو کہ فاضل کاشفی کی تصنیف ہے۔

خلاصہ: شیخ قمی چونکہ اس گھر کا باشندہ ہے۔ اس لیے وہ اپنے ان مروجہ محفلوں میں

Marfat.com

ہونے والے واقعات کا شاہد ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ ہماری محفلوں میں صریح جھوٹ بولے جاتے ہیں۔ جو گناہ کبیرہ ہیں۔ اور پھر ان کو بیان کرتے کرتے اس قدر شہرت دے دی گئی ہے۔ کہ اگر بھولے سے کوئی عالم یا محدث و مجتہدان کے بے اصل ہونے کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ تو اس کی بجائے کہ اس کی بات تسلیم کر لی جائے۔ لوگ اُسے مذہبی انحراف کا طعنہ دیتے ہیں۔

شیخ قمی بیچارہ اس حد تک شاکی ہے۔ کہ ہمارے شیعہ حضرات اپنی محفل و مجلس میں ائمہ اطہار کی عصمت اور اہل بیت کی مستورات کی تکریم و بزرگی کا بھی خیال نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے فرائض (نماز) کی پرواہ نہیں۔ دوسروں کو بھی ان فرائض سے روکنے کا ذریعہ بنتے ہیں فضائل ائمہ میں اس قدر حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ کہ انہیں تنقیص انبیاء سے بھی ڈر نہیں لگتا۔ حالانکہ یہ سب باتیں شرعاً و عقلاً ممنوع اور حرام ہیں۔

الحاصل :-

صاحب منتہی الآمال شیخ قمی نے مروّجہ محافل و مجالسِ حسین کے انداز و کیفیت پر رونا رویا۔ اور ان میں ان افعال پر خاص کر گرفت فرمائی۔ جو مذہب شیعہ میں بھی ناجائز اور حرام ہیں۔ اس طرح اس مجتہد نے دراصل مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید کی ہے کیونکہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے نام پر منعقد ہونے والی اہل سنت کی کانفرنس یا اجلاس کچھ اس انداز کے ہوتے ہیں۔ کہ ان میں فضائل و مناقبِ اہل بیت، امام عالی مقام کی حق گوئی استقامت، آپ کی دین الٰہی کی خاطر جان کی قربانی دے دینا وغیرہ واقعات ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی روایات معتبرہ صحیحہ کے ساتھ بیان ہوتے ہیں۔ ان واقعات کے بیان کرنے میں جذبات کی فراوانی سے اگر آنسو بہہ نکلیں۔ تو وہ باعث اجر و ثواب ہیں۔ اس کے علاوہ سنیوں کے ہاں محرم الحرام میں یوم عاشور کو خصوصاً قرآن خوانی ہوتی ہے طرح طرح کے کھانے غریبوں و مسکینوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ان ایام کے

Marfat.com

روزے بھی رکھتے ہیں۔ قرآن خوانی ہوتی ہے اور صدقہ و خیرات کے ذریعہ حاصل ہونے والا ثواب شہداء کربلا کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے خلاف شیخ قمی نے جوانہوں کی محافل کی تصویر کشی کی وہ یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی محفلیں اور مجلسیں منعقد کرتے ہیں۔ جن میں ان کے ذاکرین جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ من گھڑت قصے کہانیوں کی بھرمار ہوتی ہے راگ ساز کا دور دورہ ہوتا ہے۔ موسیقی کے قوانین و اصول کے مطابق دوہڑے اور مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور پھر یہ سب کچھ نمود و نمائش کے لیے ہوتا ہے۔ ان کی نہ کوئی شرعًا اصل اور نہ کوئی ان میں خلوص کی بو نظر آتی ہے۔ کرائے کے ڈوم میراثی اور لفنگے لوگ ماتم حسین کے لیے اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ جن کے ذریعہ اپنی اور اپنی مجالس کی نمائش مقصود ہوتی ہے اور یہ سب کچھ خلوص سے کوسوں دور ہوتا ہے۔

مذکورہ عبارات میں آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں۔ کہ ایسے افعال کے مرتکب دوزخی ہیں۔ اور شیخ قمی نے بحوالہ دو جامع الاخبار، بلا وجہ جھوٹ کو ستر مرتبہ زنا کے مساوی قرار دیا ہے۔ جن میں کم تر زنا اپنی سگی ماں سے زنا کرنا ہے۔ ان افعال کی تردید کے باوجود آخر میں شیخ قمی نے لکھ دیا۔ کہ سب کچھ خلافِ شرع ہے۔ لیکن زمانہ کے گزرنے کے ساتھ یہی من گھڑت اور ناجائز و حرام باتیں لوگوں کے ذہن میں اس قدر جم چکی ہیں۔ کہ ان کے خلاف کسی قسم کی بڑی سے بڑی آواز انہیں متاثر نہیں کر سکتی۔ بلکہ الٹا منع کرنے والا ملامت کا نشانہ بن جاتا ہے۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کا اس کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔

صاحبِ انصاف کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ان باتوں کا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے کوئی ثبوت اور نہ ہی اقوال ائمہ اس کے مؤید ہیں۔ بلکہ یہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب ہیں۔ اسی لیے شیخ قمی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی۔ کہ کسی نے ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

Marfat.com

کیا ایسی محافل و مجالس میں شرکت کرنی چاہیئے۔ تو آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایسی مجالس میں غلط باتیں، کذب بیانی اور من گھڑت واقعات کی بھرمار ہوتی ہے۔ اور ان کے سننے والا دراصل شیطان کا پجاری ہوتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

فصل پنجم

داڑھی چٹ مونچھیں دراز سیاہ لباس کڑے لوہے کے ماتمیوں کی علامات اور انکی تردید

محبان اہلبیت اور نام نہاد مومنین کی فی زمانہ چند امتیازی علامات یہ ہیں۔
۱۔ داڑھی غائب۔ ۲۔ مونچھیں لمبی۔ ۳۔ ہاتھ پاؤں میں لوہے کے کڑے۔ ۴۔ سیاہ ماتمی لباس۔

ان علامات کے بارے میں شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان کی نجات اور جنت میں داخل ہونے کے لیے یہی ذریعے ہیں۔
ہذا ان کے اس خام خیال کو باطل ثابت کرنے کی غرض سے میں ان علامات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور ائمہ اہل بیت کے فرامات وارشادات پیش کرتا ہوں۔

ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

داڑھی منڈے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد سے نکلوا دیا۔

علل الشرائع

عن زید بن علی عن ابائہ عن علی علیہ السلام انہ رای رجلا بہ تانیث فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ اخرج من مسجد رسول اللہ یامن لعنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال علی علیہ السلام سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعن اللہ المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال۔

(علل الشرائع ص ۶۰۲ باب ۳۸۵ حدیث ۶۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

زید بن علی رضی اللہ عنہما اپنے آباؤ اجداد سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک مرد کو عورت کی سی شکل بنائے دیکھا۔ (جس میں داڑھی

Marfat.com

منڈوانا بھی شامل ہے) آپ نے اس کو فرمایا۔ اے شخص! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے نکل جا۔ تجھ جیسے پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے۔ پھر فرمایا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت کرتا ہے۔ جو عورتوں کی سی شکل و صورت بناتے ہیں۔ اور ان عورتوں پر بھی لعنت بھیجتا ہے۔ جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

یہ ایسی حدیث ہے۔ جو ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے۔ اور آخری راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

لہٰذا اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس مرد اور عورت پر اللہ کی لعنت کا ذکر کیا۔ جو ایک دوسرے کی مشابہت کریں۔ اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے داڑھی قدرتی طور پر مردوں کو عطا کی۔ اور اللہ کے بندوں نے اسے بطور مردانہ علامت رکھا۔ لہٰذا جو شخص اس مردانہ علامت کو چھوڑ دے۔ یعنی داڑھی منڈوائے۔ تو اس نے اپنا چہرہ عورتوں جیسا صاف بنانے کی کوشش کی۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے مرد کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکال دیا۔ اور رسول خدا کی زبانی اس پر اللہ کی لعنت کا ذکر بھی کیا۔

اسی حدیث صحیح سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ قطعاً خوش نہیں۔ اسی لیے مرد کو آپ نے مسجد نبوی سے باہر نکال دیا۔ شاید یہی وجہ ہو۔ کہ اس دور کے "مدعیان محبتِ علی" نے اسی حدیث کے مضمون کو سمجھ کر اب مسجدیں بنانا ہی چھوڑ دی ہیں۔ ان کی بجائے امام باڑے بنا دیئے گئے نہ مسجد ہو گی۔ نہ کوئی انہیں اس حدیث سے طعنہ دے گا۔

Marfat.com

امام حسین رضی اللہ عنہ کی داڑھی تھی

امالی شیخ صدوق:

أَخَذَ الْحُسَيْنُ بِطَرَفِ لِحْيَتِهِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ سَبْعٍ وَخَمْسِيْنَ سَنَةً۔

(امالی شیخ صدوق المجلس الثلاثون ص ۹۶ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

میدان کربلا میں جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے فضائل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کا ذکر کیا۔ تو ان یزیدیوں کربلائیوں نے جواب دیا۔ کہ ہم آپ کے پیاسا مرنے تک بات چیت بند نہ کریں گے۔ اس پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس دن ستاون برس کی عمر میں اپنی داڑھی شریف کو پکڑ کر انہیں اللہ کے غضب سے ڈرایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ آپ کی داڑھی شریف قبضہ برابر تھی۔ کیونکہ آپ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر ان لوگوں کو غضب خدا سے ڈرایا تھا۔ اور ہاتھ سے پکڑنا۔ اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ داڑھی شریف مٹھی بھر تھی۔

Marfat.com

داڑھی اور مونچھوں کے بارے میں ارشاد نبوی

من لایحضرہ الفقیہ:

قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفو الشوارب واعفو اللحی ولا تشبھوا بالیھود

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۷ فی غسل الجمعہ وآداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مونچھیں پست کرو۔ اور داڑھیاں کو بڑھاؤ اور یہودیوں کی سی شکل نہ بناؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانا یہودیوں کی علامت ہے۔ اور مسلمان کو اس مشابہت سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح داڑھی منڈانے کو یہودی کی نشانی بتلا کر کتنی شدید وعید ارشاد فرمائی۔

اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی منڈانے کی وعید شدید بیان فرمائی اور ائمہ اہل بیت کا عمل بھی اس کا گواہ ہے۔ کہ داڑھی ضرور ہونی چاہیئے۔ اس صراحت کے باوجود جو مرد گاؤ تکیہ لگا کر مونچھوں کو خوب تاؤ دے۔ اور اس داڑھی کو روزانہ سیر واسترہ کرے۔ اور پھر "یا علی"، کا نعرہ لگائے۔ تو کیا صرف ایسے نعرہ سے کوئی اُسے "محب علی" کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ انہی محبین کاذب کے بارے میں امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں فرمایا۔

Marfat.com

مجمع المعارف:

از حضرت امام رضا مرویست اگر در مقام تمیز شیعہ برائیم نیابم۔ ایشاں را مگر وصف کنندہ بزبان واگر امتحان کنم نیابم مگر مرتد واگر خلاصہ وزبدہ کنم ایشاں را از ہزار یکے خالص نباشد تا آنکہ فرمود تکیہ میکنند بر مسندھا ومیگویند ما شیعہ علی ہستیم۔ ونیست شیعۂ علی مگر کسیکہ فعل او قولش را تصدیق کند۔

(مجمع المعارف برحاشیہ حلیۃ المتقین ص ، مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں شیعوں کی تمیز کروں۔ تو مجھے صرف زبان سے محبت کے دعویٰ کرنے والے ہی ملیں گے۔ اور اگر ان کا امتحان لوں۔ تو مرتد ہی پاؤں۔ اور اگر ان کا نچوڑ پیش کروں۔ تو ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہ ہوگا۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ بڑی بڑی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے کہتے ہوں گے۔ ہم شیعانِ علی ہیں۔ حالانکہ شیعانِ علی وہی لوگ ہیں۔ جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ دو شیعانِ علی "آج سے نہیں۔ بلکہ ائمہ اہل بیت کے دور میں بھی اسی قسم کے عمل کے پابند ہوں گے۔

یعنی یہ کہ صرف زبانی کلامی دعوائے محبت ہے۔ لیکن اعمال ان کے ائمہ اہلبیت کے خلاف ہیں۔ بایں وجہ امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک ہزار میں سے ایک شیعہ مخلص مل جائے۔ تو غنیمت ہے۔ کیونکہ دعویٰ ان کا اور ہوتا ہے۔ اور عمل ان کے دوسرے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

داڑھی کو کٹانے والے مجوسی ہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَجُوْسَ جَزُّوْا لِحَاھُمْ وَ وَفَّرُوْا شَوَارِبَھُمْ وَ اِنَّا نَجُزُّ الشَّوَارِبَ وَ نُعْفِی اللُّحٰی وَ ھِیَ الْفِطْرَۃُ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۷ فی غسل الجمعۃ وآداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)
(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۹ فی نتف الشیب وحد اللحیۃ وغسل المیت۔ طبع قدیم مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجوسی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں۔ اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں۔ اور ہم مونچھیں کاٹتے ہیں۔ اور داڑھیوں کو بڑھاتے ہیں۔ اور یہی فطرت ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ مجوسیوں اور مومنین میں ایک فرق داڑھی کٹانے اور رکھنے کا بھی ہے۔ جو کٹاتے ہیں۔ وہ مجوسی ہیں

Marfat.com

اور جو رکھتے ہیں۔ وہ میرے مومن امتی ہیں۔ اور ہمارا عمل ہی فطرت انسانیہ ہے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانے والے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور فطرت انسانی سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ وہ مجوسی ہے۔ اور فطرت انسانی سے خارج ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار

داڑھی رکھنا ایک ایسا قابل احترام اور باعزت فعل ہے۔ کہ اس کے مونڈنے والے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوری دیت کا حکم دیا ہے۔

داڑھی مونڈنے پر پوری دیت کی ادائیگی لازم ہے

من لایحضرہ الفقیہ

فِی رِوَایَةِ السَّکُونِیْ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَضٰی فِی اللِّحْیَةِ اِذَا حُلِقَتْ فَلَمْ تَنْبُتْ بِالدِّیَةِ الْکَامِلَةِ فَاِذَا انْبَتَتْ فَثُلُثُ الدِّیَةِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۱۲ جلد چہارم باب ما یجب فی اللحیۃ اذا حلقت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سکونی کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک فیصلہ

Marfat.com

فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی داڑھی مونڈ دیتا ہے۔ اور پھر وہ نہ اُگے۔ تو مونڈنے والے کو مکمل دیت دینی پڑے گی۔ اور اگر اُگ جائے تو ایک تہائی دیت لازم ہو گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ کسی کی داڑھی مونڈنا اتنا بڑا گناہ ہے۔ جتنا کسی کو قتل کر دینا گناہ ہے۔ کیونکہ دیت کا وجوب دونوں کو مساوی درجہ دے دیتا ہے۔ ادھر حضرت علی کا یہ فیصلہ اور ادھر ''محبان علی'' کو دیکھئے۔ عوام تو رہے عوام ان کے علماء و ذاکرین کی بھی داڑھی ڈھونڈنے سے ملے گی۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور ائمہ اہل بیت کی سچی اتباع مرحمت فرمائے۔

داڑھی کی مقدار کے متعلق امام جعفر صادقؑ کا فرمان

من لایحضرہ الفقیہ:

عَنْ یُوْنُسَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِہٖ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَدْرِ اللِّحْیَۃِ قَالَ تَقْبِضُ بِیَدِکَ عَلَی اللِّحْیَۃِ وَ تَجُزُّ مَا فَضَلَ

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۷۶ فی غسل الجمعۃ و آداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

(۲)۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۹ طبع قدیم
(۳)۔ فروع کافی جلد ۶ ص ۴۸۷ کتاب الزی والتجمل باب اللحیۃ والشارب
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے داڑھی کی مقدار کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک قبضہ سے کم نہ ہونی چاہیئے۔ اور جو مٹھی سے زیادہ ہو۔ اسے کاٹ دو۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مقدار داڑھی کے بارے میں صاف صاف فرمایا کہ ایک قبضہ سے کم نہ ہونی چاہیئے۔ ہاں اگر زیادہ بڑھ جائے۔ تو اسے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ کے اس فرمان سے نام نہاد محبان اہل بیت کو سبق لینا چاہیئے۔ اور آج ہی انہیں اپنی شکل و شباہت ائمہ اہل بیت کے فرمودات کے مطابق بنا لینی چاہیئے حقیقی محبت کا یہی تقاضا ہے۔

لمبی مونچھیں شیطان کا خیمہ ہیں

فروع کافی:

عَنِ السَّكُونِي عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُطَوِّلَنَّ أَحَدُكُمْ شَارِبَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَّخِذُهُ مَخْبَأً يَسْتَتِرُ بِهِ۔

Marfat.com

(فروع کافی جلد ۶ ص ۴۸۸ کتاب الزیّ والتجمل باب اللحیۃ والشارب مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سکونی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی ہرگز اپنی مونچھیں لمبی نہ کرے۔ کیونکہ شیطان لمبی مونچھوں کو اپنا خیمہ بنا کر ان میں چھپ بیٹھتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ جن بناوٹی محبانِ اہل بیت کے چہروں پر داڑھی کی بجائے مونچھیں خاصی طویل ہوتی ہیں۔ ان کی مونچھوں کے خیمہ میں شیطان خیمہ زن ہوتا ہے۔ تو جس منہ پر شیطان خیمہ زن ہو۔ اُس سے سچی بات کب نکل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات تقیہ کے بغیر گزارہ نہیں کرسکتے۔

مجمع المعارف:

وبروایتی فرمود کہ یا علی ہر کہ موئے لب را نگیرد از ما نیست وشفاعت ما را در نیابد وہر کہ شارب گذارد ہمیشہ در لعنتِ خدا وملئکہ باشد ودعائش مستجاب نمی شود۔ وقبض روحش دشوار باشد وعذاب قبرش شدید باشد وبہر موئی ماری وعقربی برا و مسلط باشد تا قیامت وچوں از قبر بر خیزد بر پیشانی او نوشتہ اہل آتش یا علی ہر کہ شارب بگیرد بہر موئے ثواب صدقہ دہ من طلا دارد کہ ہر منی ہفتادہ رطل وہر رطلی ہفتاد مدّ و ہر مدّی چوں کوہ اِحد۔

Marfat.com

مجمع المعارف بر حاشیہ حلیۃ المتقین ص ۴۳
در مذمت شارب گزاشتن مطبوعہ تہران
طبع قدیم)

ترجمہ:

ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا۔ اے علی! جو مونچھیں پست نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ہماری شفاعت اُسے نصیب نہ ہوگی۔ اور جو شخص مونچھوں کو لمبا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اللہ اور فرشتوں کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور اس کی روح بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ اس کو قبر کا عذاب بھی سخت ہوگا۔ اس کی مونچھوں کے ہر بال کے بدلے اس پر ایک سانپ اور ایک بچھو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ قیامت تک اس پر مسلط رہیں گے۔ پھر جب وہ قبر سے اُٹھے گا۔ تو اس کی پیشانی پر "دوزخی" لکھا ہوگا۔ اے علی! جو شخص مونچھوں کے بال پست کرتا ہے۔ تو اس کو ہر بال کے بدلہ میں دس من سونا صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ جس کا ہر من ستر رطل کے برابر اور ہر رطل ستر مد اور ہر مد اُحد پہاڑ کے برابر وزنی ہے۔

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل امور صراحۃً ثابت ہوئے

۱۔ مونچھیں لمبی رکھنے والے کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ائمہ اہل بیت سے کوئی

Marfat.com

تعلق نہیں۔

۲۔ ایسے شخص کو بروز قیامت نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور نہ ہی ائمہ اہل بیت کی شفاعت نصیب ہوگی۔

۳۔ مونچھیں لمبی رکھنے والے پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے۔

۴۔ اس کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی۔

۵۔ اس کی روح بوقت نزع بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔

۶۔ مرنے کے بعد قبر میں اس کی مونچھوں کے ہر بال کے برابر بچھو اور سانپ اس پر مسلط ہوں گے۔ جو قیامت تک اُسے ڈستے رہیں گے۔

۷۔ قبر سے اٹھتے وقت اس کی پیشانی پر "دوزخی" لکھا ہوگا۔

۸۔ مونچھیں پست رکھنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک ایک بال کے عوض کئی ہزار احد پہاڑوں کے برابر صدقہ کا ثواب ملے گا

لمحہ فکریہ:

غور طلب امر ہے۔ کہ ایک "بناوٹی محب" کی چال ڈھال کس قدر منافقانہ ہے۔ جو کہ ظاہری طور پر محبتِ اہل بیت کے بلند و بالا دعویٰ کرتا ہے۔ اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی نافرمانی میں کتنا ہٹ دھرم ہے جبکہ اس کو یہ معلوم ہے۔ کہ مونچھیں لمبی کرنے والے کے لیے سات عدد عذاب ہیں۔ جن کا نچوڑ یہ ہے۔ کہ زندگی بھر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت و پھٹکار پڑتی ہے۔ قبر میں گیا۔ تو بچھو اور سانپ اس کی تواضع کے لیے موجود اور جب قبر سے اُٹھے گا۔ تو چہرہ امتیازی تمغہ (دوزخی) سے چمک رہا ہوگا۔ ان تمام عذابات کو سُن پڑھ کر پھر بھی کہتا ہے۔ مجھے یہ سب منظور ہیں۔ لیکن میں مونچھیں کٹوانے اور پست کرنے

Marfat.com

کے لیے آمادہ نہیں ہوں۔ کیونکہ میری پہچان یہی ہے۔ اور میری شخصیت کی علامت یہی لمبی مونچھیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کٹوانے پر جو کروڑوں کا صدقہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ یہ حضرت اُسے حاصل کرنے کی سعی نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ ثواب اور اجر تو انہیں چاہیئے۔ جنہیں دوزخ سے رہائی کی ضرورت اور جنت میں دخول کی ضرورت ہو۔ اسے ان دونوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا ثواب کمانا اس کے مقدر میں ہی نہیں۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ مجھے ثواب مل ہی نہیں سکتا۔ تو پھر اس کے لیے کوشش کیوں کی جائے؟

سیاہ (ماتمی) لباس کے متعلق رسول کریم اور ائمہ اہل بیت کا فرمان

شیعہ حضرات کی من جملہ علامات میں سے ایک بڑی علامت سیاہ لباس بھی ہے، جسے اہل تشیع محبانِ اہل بیت کا لباس سمجھتے ہیں۔ آیئے ان کے اس خیال کو دیکھیں کہ یہ کہاں تک درست ہے؟ سیاہ لباس کے متعلق چند احادیث پیش خدمت ہیں۔ انہیں پڑھیئے۔ اور پھر دل پر ہاتھ رکھ کر تبلایئے۔ کہ ایسا لباس کس کی علامت ہے۔ اور اسے کون پہننے والا ہے۔

حدیث ۱:

تحفۃ العوام:

وارد ہے کہ راوی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھوں۔ فرمایا نہیں۔ اہل جہنم کا لباس ہے۔ دوسری حدیث میں

Marfat.com

فرمایا سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ یہ لباس فرعون کا ہے۔

حدیث ۲:

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ اُصَلِّیْ فِی الْقَلَنْسُوَۃِ السَّوْدَاءِ فَقَالَ لَا تُصَلِّ فِیْھَا فَاِنَّھَا لِبَاسُ اَھْلِ النَّارِ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۳ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس الذی تکرہ فیہ الصلوٰۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ طبع جدید)

(۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۱ فی لباس المصلی طبع قدیم)

(۴۔ علل الشرائع ص ۳۶۴ باب ۸۶ العلۃ التی من اجلھا لا تجوز الصلوٰۃ فی سواد)

(۵۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۱۳ مطبوعہ تہران طبع جدید باب فی ما یجوز الصلوٰۃ فیہ من اللباس الخ)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سیاہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے پہن کر

Marfat.com

نماز نہ پڑھنا۔ وہ دوزخیوں کا لباس ہے۔

حدیث ۳:

علل الشرائع:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ فِیْمَا عَلَّمَ اَصْحَابَہٗ لَا تَلْبِسُوا السَّوَادَ فَاِنَّہٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ۔

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷ / العلۃ التی من اجلھا لا تجوز الصلوۃ فی سواد)

ترجمہ:

ابوبصیر امام جعفر صادق سے وہ امام باقر سے وہ امام زین العابدین سے اور وہ امام حسین سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں شاگردوں اور عقیدتمندوں کو جو باتیں سکھلائیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی۔ کہ سیاہ کپڑے نہ پہننا کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

حدیث ۴:

من لا یحضرہ الفقیہ:

رَوٰی اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ اَوْحَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰی نَبِیٍّ مِنْ اَنْبِیَائِہٖ قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ لَا یَلْبِسُوْا لِبَاسَ اَعْدَائِیْ وَلَا یَطْعَمُوْا مَطَاعِمَ اَعْدَائِیْ وَلَا یَسْلُکُوْا مَسَالِکَ اَعْدَائِیْ

Marfat.com

فَيَكُوْنُوْا اَعْدَائِیْ كَمَا هُمْ اَعْدَائِیْ فَاَمَّا لُبْسُ السَّوَادِ لِلتَّقِيَّةِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ باب فیما یصلی فیہ و ما لا یصلی فیہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۸/العلۃ التی من اجلہا لا تجوز الصلوٰۃ فی سواد طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اسماعیل بن مسلم نے روایت کی ہے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کو یہ وحی بھیجی۔ مومنوں کو کہہ دیجئے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں۔ میرے دشمنوں کے کھانے نہ کھائیں۔ میرے دشمنوں کے طریقے پر نہ چلیں۔ ورنہ وہ بھی ان کی طرح میرے دشمن ہو جائیں گے۔ لیکن تقیہ کرتے ہوئے سیاہ کپڑا پہن لینا اس میں کوئی حرج و گناہ نہیں۔

حدیث ۵:

من لا یحضرہ الفقیہ:

فَقَدْ رُوِیَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ مَنْصُوْرٍ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْحِيْرَةِ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اَبِی الْعَبَّاسِ الْخَلِيْفَةِ يَدْعُوْهُ فَدَعَا بِمِمْطَرٍ اَحَدُ وَجْهَيْهِ اَسْوَدُ وَالْاٰخَرُ

Marfat.com

أَبْيَضُ فَلَبِسَهُ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَا إِنِّي أَلْبِسُهُ وَأَنَا أَعْلَمُ أَنَّهُ لِبَاسُ أَهْلِ النَّارِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ باب
فیما یصلی فیہ و ما لایصلی فیہ الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۲ طبع قدیم)

(۳۔علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷/العلۃ
التی من اجلہا لا تجوز الصلوٰۃ فی
سواد۔طبع جدید)

ترجمہ:

مذیفہ بن منصور کہتا ہے۔ کہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس مقام حیرہ میں تھا۔ خلیفہ ابوالعباس کا ایک قاصد آیا۔ اور آپ کو پیغام دعوت دیا۔ آپ نے برساتی طلب کی۔ جس کا ایک حصہ سیاہ اور دوسرا سفید تھا۔ اُسے پہن لیا۔ پھر امام جعفر نے فرمایا۔ میں اسے پہن تو لیتا ہوں۔ بہرحال میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ یہ دوزخیوں کا لباس ہے۔

تنبیہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ سیاہ لباس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ جہنمی کا لباس ہے۔ اور پھر آپ نے پہن بھی لیا اتنے بڑے امام سے اتنی بڑی غلطی ہونا نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔ اور جو کچھ ہوا۔ غیر متوقع تھا

Marfat.com

لباس جہنمیوں کا اور پہننے والے اہل بیت کے مقتدا و پیشوا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔ اس بات کا جواب خود "علل الشرائع" میں شیخ صدوق نے یہ دیا ہے:۔

علل الشرائع:

قَالَ مُؤَلِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ لَبِسَهُ لِلتَّقِيَّةِ وَ اِنَّمَا اَخْبَرَ حُذَيْفَةُ بْنُ مَنْصُوْرٍ بِاَنَّهُ لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ لِاَنَّهُ اتَّهَمَهُ وَ قَدْ دَخَلَ اِلَيْهِ قَوْمٌ مِنَ الشِّيْعَةِ يَسْأَلُوْنَهُ عَنِ السَّوَادِ وَ لَمْ يَثِقْ اِلَيْهِمْ فِيْ كِتْمَانِ السِّرِّ فَاتَّقَاهُمْ فِيْهِ -

(علل الشرائع ص ۳۴۷)

ترجمہ:

کتاب کا مؤلف کہتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سیاہ ملنے والی برساتی بطور تقیہ اوڑھی۔ اور حذیفہ بن منصور نے جو یہ خبر دی۔ کہ سیاہ لباس دوزخیوں کا لباس ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس وقت وہاں کچھ شیعہ سیاہ لباس کے بارے میں پوچھ رہے تھے جن پر حذیفہ بن منصور کو شک تھا۔ کہ یہ لوگ اس راز کو چھپا نہ رہنے دیں گے۔ تو اس بارے میں تقیہ کہہ دیا۔ کہ امام موصوف نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ یہ جہنمی لباس ہے۔ پھر اسے پہن لیا۔ (تاکہ وہ شیعہ لوگ جن پر حذیفہ بن منصور کو شک تھا۔ وہ اس بات کو ظاہر نہ کر دیں۔ کہ ایسا لباس پہننا جائز نہیں۔)

Marfat.com

عیون اخبار الرضا:

حدیث نمبر ۶:

فَلَمَّا وَصَلَ عَلِیُّ بْنُ مُوسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلیٰ الْمَامُوْنِ وَھُوَ بِمَرْوٍ وَلَّاہُ الْعَھْدَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَمَرَ لِلْجُنْدِ بِرِزْقِ سَنَۃٍ وَکَتَبَ اِلیٰ الْاٰفَاقِ بِذٰلِکَ وَسَمَّاہُ الرِّضَا وَضَرَبَ الدَّرَاھِمَ بِاِسْمِہٖ وَاَمَرَ النَّاسَ بِلُبْسِ الْخُضْرَۃِ وَتَرْکِ السَّوَادِ وَزَوَّجَہٗ اِبْنَتَہٗ اُمَّ حَبِیْبٍ وَزَوَّجَ اِبْنَہٗ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ اِبْنَتَہٗ اُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْمَامُوْنِ۔

(عیون اخبار الرضا جلد دوم ص۱۴۷
باب تزویج المامون ابنتہ الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب علی بن موسیٰ المعروف امام رضا رضی اللہ عنہ مرو میں مامون الرشید کے پاس پہنچے۔ اور اس نے اپنے بعد انہیں ولی عہد مقرر کر لیا۔ اور لشکر کے لیے سال بھر کا رزق دینے کو کہہ دیا۔ اور حکومت کے مختلف اطراف میں ولی عہدی کی تشہیر کی۔ اور آپ کا نام اس نے "رضا" رکھا ان کا نام دراہم پر بطور مہر لکھ دیا۔ اور لوگوں کو سبز لباس زیب تن کرنے کا حکم دیا۔ اور سیاہ لباس چھوڑنے کا حکم دیا۔ اور اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی آپ سے کر دی۔ اور ان کے بیٹے محمد بن علی کی شادی اپنی دوسری بیٹی ام الفضل بنت مامون سے کر دی۔

Marfat.com

وضاحت:

اصل معاملہ یہ ہے۔ کہ بنی عباسیہ میں سیاہ لباس پہننے کا رواج چلا آرہا تھا۔ جسے ائمہ اہل بیت ناجائز سمجھتے تھے۔ جب خلیفہ مامون الرشید معتزلی شیعہ بن گیا تو اس نے علی بن موسیٰ (امام رضا) اور ان کے بیٹے محمد بن علی سے اپنی دونوں بیٹیوں کے عقد کر دیئے۔ اور آپ کو جب اپنا ولی عہد بنایا۔ تو اس بات کو جانتے ہوئے کہ امام رضا رضی اللہ عنہ سیاہ لباس پہننا ناجائز سمجھتے ہیں۔ ان کی خوشنودی کی خاطر لوگوں کو حکم دیا کہ آج کے بعد وہ سبز لباس پہنیں اور سیاہ لباس پہننا ترک کر دیں۔

Marfat.com

حدیث ۷:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَر صَادِق عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنْ لِبَاسِکُمْ شَیْءٌ اَحْسَنَ مِنَ الْبَیَاضِ فَالْبِسُوْہُ مَوْتَاکُمْ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۸ کتاب الجنائز
باب مایستحب من الثیاب کفن الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید لباس سے بہتر کوئی دوسرا لباس نہیں۔ لہٰذا اپنے مردوں کو یہی سفید لباس پہنایا کرو۔ (یعنی کفن سفید رنگ کا ہونا چاہیئے۔)

حدیث ۸:

علی بن محمد عن بعض اصحابہ عن ابو شاعن الحسین بن المختار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ لَا تُکَفِّنَ الْمَیِّتَ بِالسَّوَادِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۹ کتاب الجنائز
باب مایستحب من الثیاب تکفن الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میت کو سیاہ کفن نہ پہنایا جائے۔

Marfat.com

مذکورہ احادیث سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ سیاہ لباس جہنمیوں کا لباس ہے۔
۲۔ سیاہ لباس جامۂ فرعون ہے۔
۳۔ کالے کپڑے پہن کر ائمہ اہل بیت نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔
۴۔ سیاہ لباس اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا لباس ہے۔ اس سے احتراز ضروری ہے۔
۵۔ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سیاہ لباس زیب تن کرنے سے منع کرتے رہے اور کبھی بھی ایسا لباس نہ پہنا۔
۶۔ خلفائے بنو عباس اس بات سے بخوبی آگاہ تھے۔ کہ ائمہ اہل بیت کالے لباس پہننے کے سخت مخالف ہیں۔
۷۔ میت کے لیے سفید کفن بہت بہتر ہے۔
۸۔ لباسوں میں سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔

لمحہ فکریہ!

احادیث مذکورہ میں ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے تصریح فرمائی۔ کہ سیاہ لباس جہنمیوں اور فرعونوں کا لباس ہے۔ ان احادیث کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں پھر شیعہ حضرات کے لیے دو راستے ہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ یہ احادیث اور خاص کر تیسری حدیث جس کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے جھوٹی ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا

Marfat.com

کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے یہ حدیث جھوٹی بیان کی۔ جس سے ان کا جھوٹ بولنا بھی ثابت ہوگا (معاذ اللہ) لہذا جبکہ ائمہ اہل بیت کو جھوٹا کہنا تمہارے مذہب میں کفر ہے۔ تو یہ احتمال نہیں ہو سکتا۔

دوسرا راستہ یہ کہ تم ان احادیث کی صحت کو تسلیم کرلو۔ اور یہ مان لو۔ کہ ائمہ اہل بیت نے جو سیاہ لباس کے بارے میں فیصلہ فرمایا۔ وہ درست ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ شیعوں سے بڑھ کر کوئی بھی ائمہ اہل بیت کا گستاخ اور دشمن نہیں سیاہ لباس پہن کر جہنمیوں کے روپ دھارے۔ فرعونیوں کی کرتوت کرے۔ اور پھر "محبت اہل بیت" کا دعویٰ کرے؟ ناممکن ہے۔

جب سیاہ لباس زیب تن کرنا اس قدر قابل گرفت ہے۔ تو سیاہ لباس میں شیعی ماتمی اللہ اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کا دشمن نہ ہوا۔ تو اور کیا ہوگا؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید لباس کو بہترین لباس فرمایا۔ اور مومن کی زندگی اور موت کے وقت اسی لباس کو زیب تن کرنے کی ترغیب فرمائی۔ اس کے برعکس آپ نے سیاہ لباس کو زندگی اور موت کے وقت استعمال کرنے کو اچھا نہ جانا۔ بلکہ فرعون اور جہنمی کا لباس تک کہہ دیا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ جنتی لباس سفید لباس ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں کو سیاہ لباس سے نفرت رہی ہے تو پھر ان ارشادات کے باوجود شیعہ لوگوں کو اہل جنت کا لباس چھوڑ کر دوزخیوں کا لباس کیوں مرغوب ہے۔ اور ائمہ اہل بیت کی ہدایات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فرعونیوں کی سی پوشاک پہننا کیوں پسند ہے۔؟ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ دوزخی لباس کو پسند فرماتے تھے۔ اور کیا آپ فرعونی پوشاک سے خوش ہوا کرتے تھے؟ اللہ تعالیٰ ان اندھے عقیدت مندوں کو بینائی عطا فرمائے اور دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

لوہے کے کڑے وغیرہ پہننا کیسا ہے؟

گزشتہ اوراق میں آپ نے سیاہ ماتمی لباس کے بارے میں پڑھا۔ اب ہم لوہے کے کڑے وغیرہ پہننے کے متعلق چند احادیث ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی شیعوں کی مخصوص علامت ہے۔ لہٰذا ملاحظہ فرمائیے۔

فروع کافی:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا تجوز الصلوٰۃ فی شیئٍ من الحدید فانہ نجس ممسوخ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۰ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس الذی یکرہ فیہ الصلوٰۃ الخ

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۲۷ باب فی ما یجوز بہ الصلوٰۃ فیہ من اللباس الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۳۔ علل الشرائع باب ۵۰ ص ۳۴۸ العلۃ التی من اجلہا لا یجوز للرجل ان یختم بخاتم)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوہے کی کوئی چیز پہن کر

Marfat.com

نماز جائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ نجس اور بُری چیز سے مسخ کی ہوئی ہے۔

تہذیب الاحکام:

عن السکونی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي الرَّجُلُ وَفِيْ يَدِهٖ خَاتَمُ حَدِيْدٍ۔

(۱۔فروع کافی جلد سوم ص۴۰۴ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس الذی یکرہ فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔تہذیب الاحکام جلد دوم ص۲۲۷ باب فی ما یجوز الصلوٰۃ فیہ من اللباس الخ مطبوعہ طبع جدید تہران)

(۳۔من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۶۳ باب فی ما یصلی فیہ و ما لا یصلی فیہ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

سکونی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی پہن کر کوئی آدمی نماز نہ پڑھے۔

Marfat.com

حدیث ۳:

من لا یحضر الفقیہ:

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا طَهَّرَ اللّٰهُ یَدًا فِیْھَا حَلْقَۃُ حَدِیْدٍ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۴ باب فی ما یصلی فیہ و ما لا یصلی الخ مطبوعہ تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۸۲ مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس ہاتھ کو پاک نہیں کرے گا جس میں لوہے کی انگوٹھی ہے۔

حدیث ۴:

من لا یحضرہ الفقیہ:

رَوٰی عَمَّارُ السَّابَاطِیُّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ یُصَلِّیْ وَ عَلَیْہِ خَاتَمُ حَدِیْدٍ قَالَ لَا وَ لَا یَتَخَتَّمُ بِہٖ لِاَنَّہٗ مِنْ لِبَاسِ اَھْلِ النَّارِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۴ باب فی ما یصلی فیہ و ما لا یصلی الخ مطبوعہ تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۸۲ مطبوعہ لکھنؤ)

علل الشرائع باب ۵۷ ص ۳۴۸ / العلۃ من اجلھا لا یجوز ان یتختم بخاتم

Marfat.com

ترجمہ:

عمار سا باطی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے لوہے کی انگوٹھی پہنے شخص کے بارے میں نماز کا حکم بیان فرمایا۔ اور کہا اس کی نماز نہ ہوئی۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ لوہے کی انگوٹھی نہ پہنی جائے۔ کیونکہ یہ دوزخیوں کا لباس (زیور) ہے۔

لمحہ فکریہ:

یہ چند احادیث۔ ان احادیث کا نمونہ ہیں۔ جن میں لوہے کی انگوٹھی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ارشادات بیان کئے گئے۔ لوہے کی انگوٹھی سے نماز کا نہ ہونا، اس سے ہاتھ کی پاکیزگی جاتے رہنا اور اس کا دوزخیوں کا زیور ہونا کیا یہ عقوبات کم ہیں؟

لیکن ہمت اور حوصلہ کی داد دیتے ہیں۔ ہم "ملنگان علی" کو انہوں نے ایک نہیں کئی کئی لوہے کی انگوٹھیاں پہن رکھی ہوتی ہیں۔ بلکہ انگوٹھی تو معمولی زیور ہے۔ ان کے بازوؤں پر اچھے خاصے وزنی کڑے ہوتے ہیں۔ اور کہنیوں تک بازو بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا "محبان علی" کو یہی زیب دیتا ہے۔ کہ وہ ہر فعل میں ائمہ اہل بیت کی مخالفت کریں؟ لباس سیاہ انہوں نے منع فرمایا۔ ان لوگوں نے اسے زیب تن کیا۔ ماتم پر وعیدیں سنائیں۔ انہوں نے اسے سینہ سے لگایا۔ داڑھی بڑھانے کا کہا تو انہوں نے میدان صاف کر دیا۔ مونچھیں کٹوانے کو کہا تو انہوں نے منہ پر کانٹے بو لیے۔ لوہے کی انگوٹھی کو جہنمی زیور کہا ——— انہوں نے اپنی زینت بنا یا۔ حاشا و کلا یہ سب امور ان کی محبت کی علامت نہیں۔ بلکہ ان سے بغض و عداوت کا مظہر ہیں۔ ائمہ اہل بیت جسے حلال کہیں۔ ان کے نزدیک، حرام ٹھہرے۔ اور جسے حرام کہیں وہ ان کی من پسند ہو۔

Marfat.com

یں تو یہی کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے۔ اور یہ لوگ حضرات ائمہ اہل بیت کی مخالفت ترک کر کے سچے پکے ان کے غلام بن جائیں۔ اپنی دنیا اور آخرت برباد ہونے سے بچائیں۔

امین ثم امین

Marfat.com

شیعہ حضرات کے لیے نماز کی چھٹی

شیعہ حضرات کا یہ خیال ہے۔ کہ اگر ماتم کر لیا جائے۔ تو یہ اتنی بڑی عبادت ہے۔ کہ اس کے ہوتے ہوئے نماز کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ شیعوں کے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ وہ بخوبی اس امر سے آگاہ ہیں۔ کہ جب کسی جگہ مجلس ماتم بپا ہو۔ اور وہ اتنا طول پکڑ لے۔ کہ کسی نماز کا وقت شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جائے تو ان حاضرین میں سے کوئی بھی مجلس کو چھوڑ کر نماز پڑھنے نہ اٹھے گا عوام تو عوام ان کے علماء و ذاکرین بھی نماز نہیں پڑھتے۔ اسی طرح ماتمی جلوس اور تعزیہ وغیرہ کے جلوس میں کبھی کسی شیعہ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا گیا۔ بنا بریں دین کے اہم ستون سے تغافل برتنے پر اور تارک نماز کے لیے حضرات ائمہ اہل بیت نے جو احادیث روایت کی ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا۔ کہ انہیں ذکر کر دوں۔ شاید کسی شیعہ کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو جائے۔

(واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم)

حدیث ۱:

جامع الاخبار:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ فَمَنْ تَرَكَ صَلٰوتَهٗ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ

Marfat.com

هَدَمَ دِيْنَهُ .... وَ قَالَ لَا تُضَيِّعُوْا صَلٰوتَكُمْ فَاِنَّ مَنْ ضَيَّعَ صَلٰوتَهُ حَشَرَهُ اللّٰهُ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ اَخْزَاهُمْ وَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ النَّارَ مَعَ الْمُنَافِقِيْنَ فَالْوَيْلُ لِمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلٰى صَلٰوتِهِ۔

(جامع الاخبار ص ۸۳/الفصل الرابع والثلاثون فی تارک الصلوٰۃ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی۔ اس نے دین (کی عمارت) کو گرایا .... اور یہ بھی فرمایا۔ اپنی نمازوں کو ضائع مت کرو۔ جس نے اپنی نماز ضائع کی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا حشر قارون، فرعون اور ہامان کے ساتھ کرے گا۔ ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور انہیں اللہ رسوا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بے نماز کو ضرور دوزخ کی آگ میں منافقین کے ساتھ داخل کرے گا۔ اور بربادی اس شخص کے لیے جو اپنی نماز کی حفاظت نہیں کرتا۔

حدیث ۲:

جامع الاخبار:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ لَا يَرْجُوْا ثَوَابَهَا وَ لَا يَخَافُ عِقَابَهَا وَ لَا اُبَالِيْ اَنْ

Marfat.com

يَمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا اَوْ مَجُوْسِيًّا۔

(جامع الاخبار ص۸۴ مطبوعہ نجف اشرف
طبع جدید)

ترجمہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کو اس طرح چھوڑا کہ نہ اس کے ثواب کی امید رکھتا ہو۔ اور نہ اس کے ترک پر سزا کا خوف رکھتا ہو۔ تو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) مجھے اس کے یہودی، عیسائی یا مجوسی بن کر مرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔

حدیث ۳۔

جامع الاخبار:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰى تَارِكِ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ اَوْ كِسْوَةٍ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا اَوَّلُهُمْ اٰدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ۔

(جامع الاخبار ص۸۴ مطبوعہ نجف
اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا جس نے بے نماز کی ایک لقمہ یا کوئی معمولی کپڑا دے کر مدد کی۔ تو گویا۔ اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کر دیا جن میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور آخری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

Marfat.com

حدیث ۴:

جامع الاخبار:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَاِذَا مَاتَ لَا یُغْسَلُ وَلَا یُکَفَّنُ وَلَا یُدْفَنُ فِیْ قُبُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(جامع الاخبار ص ۸۴ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے تین دن نماز چھوڑے رکھی۔ وہ جب مرے۔ تو اُسے نہ غسل دیا جائے۔ نہ کفنایا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کی قبروں میں اُسے دفنایا جائے۔

حدیث ۵:

جامع الاخبار:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ الْکَلْبُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَلْبًا وَ لَمْ یَخْلُقْنِیْ خِنْزِیْرًا وَ یَقُوْلُ الْخِنْزِیْرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ خِنْزِیْرًا وَلَمْ یَخْلُقْنِیْ کَافِرًا وَ یَقُوْلُ الْکَافِرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَافِرًا وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ مُنَافِقًا وَ الْمُنَافِقُ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ مُنَافِقًا وَ لَمْ یَخْلُقْنِیْ تَارِکَ الصَّلٰوۃِ

(جامع الاخبار ص ۸۴ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

Marfat.com

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کتا کہتا ہے اللہ ہے سب خوبیوں والا جس نے مجھے کتا بنایا۔ اور خنزیر نہ بنایا۔ خنزیر کہتا ہے۔ خوبیاں اس اللہ کو جس نے مجھے خنزیر بنایا۔ اور کافر نہ بنایا۔ اور کافر کہتا ہے۔ تعریفیں اللہ کی جس نے مجھے کافر بنایا۔ اور مجھے منافق نہ بنایا۔ منافق کہتا ہے۔ تمام صفتیں اللہ کی جس نے مجھے منافق بنایا۔ اور بے نماز نہ بنایا۔

حدیث نمبر ۶:

انوار نعمانیہ:

قَدْ وَرَدَ فِي الْأَخْبَارِ أَنَّ مَنْ تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِ تَارِكِ الصَّلٰوةِ فَكَأَنَّمَا هَدَمَ الْبَيْتَ الْمَعْمُوْرَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَكَأَنَّمَا قَتَلَ أَلْفَ مَلَكٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهُ وَلَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهُ وَمَنْ أَحْرَقَ سَبْعِيْنَ مُصْحَفًا أَوْ قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا وَزَنٰى مَعَ أُمِّهِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَافْتَضَّ سَبْعِيْنَ بِكْرًا بِطَرِيْقِ الزِّنَا فَهُوَ أَقْرَبُ إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ مِنْ تَارِكِ الصَّلٰوةِ مُتَعَمِّدًا وَمَنْ أَعَانَ تَارِكَ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ أَوْ كِسْوَةٍ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ نَبِيًّا وَمَنْ أَخَّرَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ تَرَكَهَا حُبِسَ عَلَى الصِّرَاطِ ثَمَانِيْنَ حُقْبًا كُلَّ حُقْبٍ ثَلٰثُمِائَةٍ وَسِتُّوْنَ يَوْمًا كُلَّ يَوْمٍ كَعُمْرِ الدُّنْيَا فَمَنْ أَقَامَهَا أَقَامَ الدِّيْنَ

Marfat.com

وَمَنْ تَرَكَهَا هٰذَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ۔

(۱- انوار نعمانیہ جلد ۳ ص ۲۰۹ ظلمت فی احوال الصوفیاء والنواصب مطبوعہ تبریز ایران)

نوٹ: (۲- انوار نعمانیہ ص ۲۲۲ تہدید تارک الصلوۃ

میرے پاس قدیم انوار نعمانیہ پر صفحات درج نہیں۔ میں نے جو خود صفحات لگائے ہیں۔ یہ نمبر صد اس کے مطابق ہے۔

ترجمہ:

حدیث پاک میں وارد ہوا۔ جو شخص بے نماز کو دیکھ کر ہنس دیا۔ گویا اس نے بیت المعمور سات مرتبہ گرایا۔ اور گویا اس نے ایک ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کیا۔ اتنے ہی انبیاء و مرسلین کو شہید کیا۔ بے نماز کا ایمان نہیں بے نماز کا دین میں کوئی حصہ نہیں جس نے ستر قرآن پاک کے نسخے جلائے۔ یا ستر انبیائے کرام کو شہید کیا۔ اور بطریقہ زنا ستر کنواری عورتوں کو قتل کیا۔ اپنی سگی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا۔ تو اتنا بڑا مجرم اللہ کی رحمت کے زیادہ قریب ہے۔ اور بے نماز اس سے بھی بہت دور جس نے بے نماز کی ایک لقمہ یا کپڑے کے ذریعہ مدد کی۔ اس نے گویا نبی کو قتل کر دیا۔ جس نے نماز وقت سے موخر کر کے پڑھی۔ اور نماز چھوڑ دی۔ پلصراط پر اس کو اسّی حقبے قید رکھا جائے گا۔ ہر حقبہ تین سو ساٹھ دن کے برابر اور ایک دن پوری دنیا کی عمر کے برابر ہو گا۔ تو جس نے نماز قائم رکھی۔ اس نے دین قائم کیا۔ اور جس نے یہ نماز نہ پڑھی۔ اس نے دین کو گرا دیا۔

نوٹ:

انوار نعمانیہ میں ان اخبار کے ذکر کرنے کے بعد اس کے مصنف ،

Marfat.com

نعمت اللہ جزائری نے یہ قید لگائی۔ کہ مذکورہ افعال کو حلال سمجھ کر کوئی کرے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ شیعہ مسلک میں کسی امر یا نہی کا ثبوت اس وقت نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی تصدیق بواسطہ امام نہ ہو جائے۔ اور اگر تصدیق امام نہ ہو۔ تو وہ مردود ہے۔ آپ نے جامع الاخبار کی روایات کو بھی پڑھا۔ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان افعال کے بارے میں حلت کی کوئی قید نہیں فرمائی۔ اس لیے مسلک شیعہ کے مطابق نعمت اللہ جزائری کی ان افعال کے بارے میں "حلت کی قید" لگانا، خود اپنی طرف سے ہے۔ جو بے معنی اور لغو ہے۔

مذکورہ روایات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ تارک نماز اپنے دین (کی عمارت) کو گرانے والا ہے۔

۲۔ بے نماز کا حشر فرعون، قارون اور ہامان کے ساتھ ہوگا۔

۳۔ تارکِ نماز کو اللہ رب العزت منافقین کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے گا۔

۴۔ تارکِ نماز کا یہودی، عیسائی اور مجوسی ہو کر مرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں نہیں اور نہ ہی آپ کو اس کی کوئی پرواہ ہے۔

۵۔ بے نماز کی ایک لقمہ یا معمولی کپڑے سے مدد کرنا اتنا بڑا جرم ہے۔ جیسا کہ کسی نے ستر انبیاء کو قتل کیا۔ جن میں پہلے حضرت آدم اور آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

۶۔ متواتر تین دن نماز نہ پڑھنے والے کو نہ غسل دیا جائے۔ نہ کفن پہنایا جائے

Marfat.com

اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو ہرگز دفن نہ کیا جائے۔

۷۔ بے نماز، کتے، خنزیر، کافر اور منافق سے بھی بدتر ہے۔

۸۔ بے نماز کو دیکھ کر تبسم کرنے والا اتنا بڑا مجرم ہے۔ گویا اس نے ستر مرتبہ بیت المعمور کو گرایا۔ ستر مقرب فرشتوں کو قتل کیا۔ اور ستر انبیائے کرام کو شہید کیا۔

۹۔ نماز چھوڑنا اتنا بڑا جرم ہے۔ کہ ستر قرآن جلانے والا، ستر پیغمبروں کا قاتل، ستر کنواریوں کو زنا سے قتل کرنے والا اور ستر دفعہ اپنی سگی ماں سے زنا کرنے والا تو اللہ کی رحمت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن بے نماز کو رحمت ملنے کی کوئی امید نہیں۔

۱۰۔ بے نماز کو پلصراط پر اسی حقبے کھڑا رکھا جائے گا۔ جن میں سے ہر ایک حقبہ تین سو ساٹھ دن کا ہوگا۔ اور ایک دن اتنا طویل ہوگا۔ جتنی اس دنیا کی عمر ہے۔

لمحہ فکریہ:

شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ ہمارے یہے کوئی قول کوئی روایت اور کوئی حدیث اس وقت تک قابل اعتبار نہیں۔ جب تک اسے ائمہ اہل بیت میں سے کوئی امام روایت نہ کرے۔ یا خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ میں نے دس عدد احادیث وہ بیان کی ہیں۔ جو ان کی کتب سے ماخوذ ہیں۔ ان روایات کا ان کی کتب میں لگاتار موجود ہونا ان کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ ان روایات میں تارکِ نماز کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا۔ اس سے زمین و آسمان کانپ جائیں

Marfat.com

اور انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ لیکن اس کے باوجود مجھے سمجھ نہیں آتی کہ شیعہ لوگ بے نماز کیوں ہوتے ہیں۔ انہیں نماز پڑھنی کیوں نصیب نہیں۔

فصل ششم

تعزیہ کی تاریخ ایجاد، اس کی شرعی حیثیت اور گھوڑا نکالنے کی حقیقت اور ان کے احکام

کیونکہ تعزیہ ایک بدعت ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اور دورِ صحابہ کرام میں اس کی مثل نہیں ملتی۔ لہذا اس کے شروع کرنے کا کوئی وقت یا تاریخ ہونا ضروری ہے۔ ہم اس بارے میں اگر کسی اپنی (اہل سنت وجماعت) کتاب کا حوالہ دیں۔ یا کسی چشم دید گواہ کی گواہی پیش کریں۔ تو وہ شیعہ حضرات کے لیے قابل قبول نہ ہوگی۔ اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ ان کے ہی کسی عالم کی کوئی تحریر پیش کروں۔ لہذا ایجاد تعزیہ کے بارے میں خود شیعوں کے ایک عالم غلام احمد کاکوروی کا مضمون من وعن نقل کرتا ہوں۔ جس کو ماہنامہ المعرفت حیدر آباد میں اس کے مدیر حشمت علی نے بابت ماہ محرم ۱۳۸۹ھ میں شائع کیا۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

مضمون:

لفظ تعزیہ تعزیت سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ماتم پرسی یا مرنے والے پر اظہار رنج وغم کے ہوتے ہیں۔ تعزیہ داری کے بارے میں ابھی تک پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی۔ البتہ اس کے آغاز کے بارے میں ایک روایت ضرور مشہور ہے۔ کہ سب سے پہلا تعزیہ صاحب قرآن امیر تیمور نے رکھا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ تیمور کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد عقیدت تھی۔ اور وہ ہر سال کربلا معلی روضہ اطہر کی زیارت کو جاتا تھا ایک سال جنگ وجدال میں وہ اس قدر مصروف رہا۔ کہ وہ زیارت نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے روضہ اقدس کی شبیہہ منگوا کر اس کو تعزیہ کی صورت میں بنا لیا۔ اور اس کی زیارت سے تسکین حاصل کرلی۔ بہر حال جہاں تک عزاداری کا تعلق ہے۔ اس کی ابتدا ایران میں عہد صفوی (نویں صدی ہجری) سے ہوئی۔ اس کے بعد ہندوستان میں جب خاندان تغلق کا زوال شروع ہوا۔ اور سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوا۔ تو جنوبی ہندوستان میں ایک حسن گنگو نامی نے بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ حسن گنگو چونکہ ایران کے بہمنی خاندان شیعہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے اس کی سلطنت بہمنی کہلائی۔ اس سلطنت کے سلاطین میں شیعہ اور سنی دونوں عقائد کے بادشاہ گزرے ہیں۔ اور امرائے دربار میں بھی ملکی مصاحبین اور وزراء شامل رہے۔ اس لیے شمالی ہند میں تعزیہ داری رائج ہونے سے پہلے تعزیہ داری کا آغاز ان سے ہوا۔ جب چودھویں صدی کے آخر میں سلطنت بہمنی کو زوال ہوا۔ اور وہ پانچ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی۔ ان میں عادل شاہی نظام اور بریدشاہی ریاستوں میں اکثر شیعہ عقائد کے لوگ گزرے ہیں۔ بالخصوص عادل شاہی سلطنت میں یوسف عادل شاہی، اور

Marfat.com

قلی قطب شاہ نے تعزیہ داری کو باقاعدہ طور پر رواج دیا۔ اور ان ریاستوں میں باقاعدگی کے ساتھ دس روز تک یعنی یکم محرم سے دس محرم تک عزاداری ہوتی رہی۔ اور تعزیہ رکھے جاتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

تعزیہ کے بدعت ہونے میں کوئی ابہام و شک نہ رہا۔ کیونکہ مضمون بالا میں نہ اس کی نسبت کسی پیغمبر کی طرف کی گئی اور نہ ہی پیغمبر آخر الزمان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و سکوت سے اس کا سنت ہونا مذکور ہوا۔ اور نہ ہی اہل بیت کے ائمہ میں کسی امام کی طرف اس کے شروع کرنے کو منسوب کیا گیا۔ بلکہ نویں صدی کے ایک شیعہ بادشاہ تیمور لنگ نے اس کی ابتداء کی۔ گویا تعزیہ کی خشت اول کا معمار تیمور لنگ ہے۔

منہ مانگا انعام لو

تیمور لنگ کی ابتداء کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شیعہ لوگوں نے تعزیہ کی بہت سی اقسام وضع کریں۔ جن کی فہرست بمعہ تعریف ہم عنقریب بیان کریں گے۔

لیکن ان اقسام کے ذکر کرنے سے قبل ایک تعجب انگیز بات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر تعزیہ کوئی دینی یا شرعی رکن تھا۔ تو امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد میں سے آٹھ عدد ائمہ گزرے ان حضرات پر بھی اس رکن کی اشاعت اور اس کے فوائد و برکات کی تبلیغ نہایت

Marfat.com

ضروری تھی۔ کیونکہ ان ائمہ حضرات کا شرعی اور نسبی تعلق جس قدر امام عالی مقام سے تھا۔ اتنا موجودہ شیعوں کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ اس لیے وُہ اس کی اشاعت اور اس پر عمل کرنے کے زیادہ حق دار تھے۔ جب ان میں سے کسی ایک نے بھی اسے شرعی رکن نہ سمجھا۔ بلکہ ان حضرات کو اس کا تصور تک بھی نہ تھا۔ جس کی وجہ سے نہ ان کے عمل سے تعزیہ ثابت اور نہ ان کے کسی ارشاد سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے تو اب بنا وٹی محبان اہل بیت جو اپنے آپ کو مذہب امامیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ان کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ کہ ہمارے مذہب میں کوئی ایک بات یا مسئلہ ایسا نہیں۔ جس کا اصل حضرات ائمہ اہل بیت سے ثابت نہ ہو تو میں اسی تعزیہ کے بارے میں ان سب کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا قول یا فعل مروجہ تعزیہ کے جواز میں دکھا دیں۔ تو منہ مانگا انعام پائیں ورنہ میرا صرف ایک ہی مطالبہ ہے۔ کہ من گھڑت مذہب کو چھوڑ کر صحیح مستند اور ائمہ اہل بیت کا مذہب اپنا لو۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اقسام تعزیہ اور ان کی تعریف

اوپر جو کچھ غلام احمد کاکوروی کا مضمون ذکر ہوا۔ اس میں تعزیہ کی ابتداء اور ایجاد کا تذکرہ تھا۔ اب میں اس کی اقسام اور ہر ایک قسم کی تعریف عرض کرتا ہوں۔ کتب شیعہ اور معمولاتِ اہل تشیع سے اس کی آٹھ اقسام ہیں۔ جن کے ذریعہ ایک شبیہ بنا کر کربلا کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔

(۱) تعزیہ (۲) ضریح (۳) مہندی (۴) ذوالجناح (۵) تابوت (۶) براق (۷) تخت (۸) علم۔ ان کی تعریف ماہنامہ المعرفت سے پیش خدمت ہے۔

(۱) تعزیہ:

تعزیہ دراصل لکڑی کی کھپیوں اور رنگین کاغذ کی مدد سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے روضے کی شکل میں بنایا جاتا ہے۔ اس میں بالکل ویسے ہی گنبد اور مینار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ روضہ اقدس میں ہیں۔

اور اس کے اندر کاغذ کی دو قبریں ہوتی ہیں۔ الخ

(۲) ضریح:

دراصل روضۂ اقدس کے اس حصّہ کی شکل کو کہتے ہیں جس پر دو قبریں بنی

Marfat.com

رہتی ہیں۔ ضریح اور تعزیہ میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ ضریح روضے کے آدھے حصہ کی شکل کو کہتے ہیں۔ اور تعزیہ پورے حصے کو ضریح میں گنبد اور مینار عموماً نہیں ہوتے۔ مگر اسے بھی تعزیہ کی طرح رکھا جاتا ہے۔

(۳) مہندی:

اس کی شکل بالکل کشتی نما ہوتی ہے۔ اور یہ ساتویں محرم کو جلوس کی شکل میں نکالی جاتی ہے۔ اور یہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔

(۴) ذوالجناح:

اس گھوڑے کی شکل کو کہتے ہیں جس پر بیٹھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزیدیوں سے لڑے تھے۔ اس میں ایک گھوڑے کو باقاعدہ طور پر فوجی گھوڑے کی شکل میں مختلف اسلحہ سے مسلح کیا جاتا ہے۔ اور اس میں گھوڑے کی لگام زرہ بکتر سب چیزیں ہوتی ہیں۔ اور اس کی جھول میں سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں۔ جو اس گھوڑے کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد میدانِ کربلا میں تنہا واپس ہوا تھا۔ عقیدت منداس کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور باقاعدہ آنکھوں سے لگا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور منتیں مانتے ہیں۔

(۵) تابوت:

اس پالنے کی تصویر کو کہتے ہیں۔ جس میں حضرت علی لیٹتے تھے۔ حضرت اصغر

Marfat.com

امام حسین کے شیر خوار بیٹے تھے۔ جو میدانِ کربلا میں اشقیاء کے تیروں سے شہید ہو گئے اس جھولے میں بھی سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بھی ماتم کرتے ہوئے لوگ جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں۔ اور اس واقعہ پر گریہ کرتے ہیں۔

(۶) علم:

حضرت عباس علیہ السلام کی یاد میں نکالا جاتا ہے۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فوج کے جنرل تھے۔ اور اس واقعہ پر گریہ کرتے ہیں۔

(۷) براق:

اس کی شکل بھی گھوڑے کی مانند ہوتی ہے۔ اور اس میں گھوڑے کے دھڑ میں ایک انسانی چہرہ لگا دیا جاتا ہے۔ اور اس کے دو پر ہوتے ہیں۔ اور یہ شائد اس کی یاد دلاتی ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت کے بعد اس گھوڑے پر بیٹھ کر جنت میں تشریف لے گئے تھے۔

(۸) تخت:

عموماً سنی حضرات (یعنی جاہل نام نہاد سنی) نکالتے ہیں۔ اور یہ تخت شہروں کی بجائے قصبات کے لوگ اپنے یہاں رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ساتویں محرم کو حضرت قاسم کی شادی کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ تعزیہ داری ہندوستان میں ہی باقاعدہ طور پر منائی جاتی ہے۔ اور تقریب کی شکل میں منائی جاتی ہے۔ اور اس میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور صوبوں میں علیحدہ علیحدہ دستور ہیں۔ الخ انتہی بلفظہٖ۔

(شیعی ماہنامہ المعرفت حیدرآباد بابت محرم ۱۳۸۹ھ مدیر حشمت علی)

Marfat.com

اور اس کی مزید وضاحت ایک شیعہ مؤلف نے اپنی کتاب "مجاہد اعظم" میں یوں تحریر کی ہے۔

"تعزیئے جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں۔ کہیں بھی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ ایران جو شیعوں کا خاص گھر ہے۔ وہاں بھی اس کا رواج نہیں۔ ہندوستان کے طول و عرض میں ہر جگہ تعزیئے بنائے جاتے ہیں۔ اور یہ شیعوں پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ سنی (جہلاء) اور ہندو بھی اس رسم میں شریک ہیں۔ آخر اس کی ابتدا کب ہوئی۔ کس نے کی۔ اور کیوں کی۔ افسوس کہ اس کے جواب میں تاریخ خاموش ہے۔

(مجاہد اعظم ص ۳۲۲)

لمحہ فکریہ:

تعزیہ کی جو آٹھ اقسام آپ نے ان کی کتب سے تفصیل و تعریف پڑھیں۔ یہ سب کچھ ان کی خود ساختہ باتیں ہیں۔ جن کا تعلق نہ قرآن حکیم سے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اور نہ ہی ائمہ اہل بیت کے فرمودات سے ہے۔ بلکہ شرعی بدعات ہیں۔ جو ان کی اپنی تحریروں سے ثابت ہے۔

ان تعزیوں کا دوسرا پہلو کہ جن چیزوں کی یہ شبیہہ بنائی گئی ہیں۔ کیا وہ اصل اشیاء کسی صحیح و مستند تاریخ میں موجود ہیں۔ میں اس بارے میں کہتا ہوں۔ کہ ان کی کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا جس کی "ذوالجناح" کی شکل میں نقالی کی گئی۔ بالکل من گھڑت بات ہے۔ میں اس فصل کے آخر میں اس کے بارے میں چند کار آمد حوالہ جات پیش کروں گا۔ کہ میدان کربلا میں آپ یزیدیوں سے لڑتے وقت اونٹنی پر سوار تھے۔

اسی طرح امام قاسم رضی اللہ عنہ کی شادی کی یادگار "مہندی" نکالی جاتی ہے

Marfat.com

آپ گزشتہ اوراق میں "منتہی الامال" کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ کہ یہ واقعہ من گھڑت ہے اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس واقعہ کا بھی کسی صحیح تاریخ میں کوئی ذکر نہیں۔ اور نہ ہی عقل سلیم اسے تسلیم کرتی ہے۔ جب شہزادگان اہل بیت اور کربلا کے مسافروں کو پانی کی ایک بوند بھی یزیدیوں نے دینا گوارہ نہ کیا۔ تو ایسے میں کسی کے ہاتھوں پر مہندی لگانا کیونکر ممکن ہے۔ جو پانی مہندی بھگونے میں استعمال ہوتا۔ وہ کسی پیاسے کے کام آسکتا تھا۔ اور یہ سمجھنا کہ شہزادگانِ اہل بیت نے دوسروں کی پیاس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی تقریب کو "پروقار" بنانے کی کوشش کی۔ ایک بہت بڑا الزام ہے۔ جس سے یہ حضرات بری ہیں۔

پھر اس مہندی لگانے کا موقعہ ہی کیا تھا۔ ایک طرف موت کے سائے پھیلے جا رہے تھے۔ سبھی موت کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اور دوسری طرف ایک شہزادہ ان تمام واقعات و حالات سے بے خبر خوشی میں مہندی لگوا رہا ہے اس پر مزید یہ کہ مہندی لگانا ایک زینت ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر مردوں کو اجازت نہیں دی۔ تو خانوادۂ رسول میں ایسی رسم جس کا شریعت میں کوئی وجود نہ ہو۔ کا پایا جانا خود ایک ناقابل فہم بات ہے۔

اسی لیے ہم تو کہتے ہیں۔ کہ جس شخص کے دل میں اہل بیت کی محبت اور عقیدت ہو گی۔ وہ اس فعل کو ان کی طرف نسبت کرنے کو "توہین اہل بیت" تصور کرے گا لیکن شیعہ حضرات کو دیکھئے۔ کہ ان کی خود ساختہ "کاغذی شبیہات" کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ کہ انہیں "شعائر اللہ" کے ہم پلہ کہنے سے گریز نہیں کرتے۔ انہی کے ایک مولوی "بشیر شیعی" نے اپنے رسالہ "عزائے حسین" کے صہ ۵۲ پر لکھا ہے۔ کہ "قرآن بھی کاغذ اور تعزیہ بھی کاغذ اور ان کی تعظیم و تکریم یکساں ہے۔" (معاذ اللہ) اسے کہتے ہیں چوری اور پھر سینہ زوری۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

تعزیہ بنانے کی شرعی حیثیت

تعزیہ کی تعریف میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ یہ لکڑی کی کھپچیوں اور رنگین کاغذ کی کی مدد سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی پوری شکل ہوتی ہے الخ اس کی شرعی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ ایک بدعت صریح ہے۔ جسے نادانی سے بعض لوگ شعائر اللہ میں شمار کرنے لگے ہیں۔

بدعت صریح ہونے کی وجہ سے یہ فعل حرام ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کے صحیح علماء جو اس کی حقیقت سے آشنا ہیں۔ وہ بھی اسے حرام سمجھتے ہیں۔ لیکن اکثر ذاکرین و علماء اس کی مخالفت سے ڈرتے ہیں۔ اور انہیں خطرہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں ان پر قوم شیعہ کی طرف سے کوئی عتاب نہ آجائے۔ کیونکہ یہ بدعت اس قدر عام ہو چکی ہے۔ کہ اب اس کی مخالفت کرنے سے اپنی پٹائی کا خطرہ ہے۔ اسی وجہ سے ایسے علماء عوام کے سامنے اعلانِ حق کرنے سے گھبراتے ہیں لیکن بعض وہ بھی ہیں۔ جنہوں نے جرأت سے کام لیا۔ اور علی الاعلان اس کی مخالفت کرتے ہوئے "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" پر عمل کیا۔ جیسا کہ ابھی قریب زمانہ میں "مولوی الفت حسین" (جو کہ ذمہ دار شیعہ مولوی تھا۔) نے ایک کتاب بنام "تنقیح المسائل" لکھی ہے۔

اس کتاب کے مقامات مختلفہ پر مندرجہ ذیل صریح الفاظ موجود ہیں۔

Marfat.com

۱۔ "تعزیہ وغیرہ ہرگز مذہب امامیہ درست نہیں۔ بلکہ بمنزلہ سوانگ ہے۔"

(ص ۱۷۔ ۱۹)

۲۔ مرثیہ خوانی پر اجرت لینی درست نہیں۔ ص ۵۱

۳۔ شادیٔ قاسم بے اصل واقعہ ہے۔ ص ۱۷

اور اسی طرح شیعہ حضرات کی ایک مشہور کتاب "اصلاح الرسوم بکلام المعصوم" میں بھی حق گوئی کا یوں اظہار کیا گیا ہے۔

۱۔ تعزیہ کے سامنے شیرینی رکھنا حرام ہے۔

۲۔ طوق اور زنجیر پہننا حرام ہے۔

۳۔ علم اور تعزیہ کے سامنے زیارت پڑھنا حرام ہے۔ ص ۲۹۶

اسی طرح پنجاب کے شیعوں کے ایک مشہور و معروف شیعہ مولوی "محمد حسین ڈھکو" نے ایک رسالہ بنام "اصلاح المجالس والمحافل" لکھا جس میں اس نے مروجہ ماتم اور تعزیہ وغیرہ کی یوں تردید کی۔

عشرت کنیم و تعزیہ اش مے نہیم نام
حاشا کہ رسم و راہ محبت چنیں بود

لیکن رونے کا مقام یہ ہے۔ کہ جہاں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حسینی سٹیج پر جانے والے بعض نالائقوں کی یہ حالت ہو کر وہ عین ایام محرم الحرام میں بجائے واعظ یا ذاکر حسین معلوم ہونے کے اپنی وضع قطع، شکل و صورت اور ڈیل ڈول سے کسی تھیٹر کے ایکٹر معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں اگر سامعین کی یہ حالت نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگی

(ص ۱۲۰)

Marfat.com

الحاصل:

آپ حضرات نے یہ جان لیا۔ کہ مروجہ ماتم، تعزیہ اور علم وغیرہ سب بدعات شرعیہ ہیں۔ جو حرام اور باعث گمراہی ہیں۔ اس امر کی تصدیق و توثیق بھی شیعوں کے علماء نے کر دی۔ لیکن اس کے باوجود اگر شیعہ لوگ یہ کہیں۔ کہ جن علماء کی عبارات پیش کی گئیں۔ ان کی بات کا کوئی وزن نہیں۔ کیونکہ وہ معتبر اور مجتہد شیعہ نہ تھے اس لیے ہم تو ان افعال کی حرمت تب تسلیم کریں گے۔ جب ائمہ اہل بیت میں سے کوئی امام انہیں حرام کہے۔

لہٰذا ہمیں کسی امام کا قول دکھاؤ۔ یہ اگرچہ ان کا ایک بہانہ ہے۔ اور اپنے مذہب سے جہالت کی بنا پر ہے۔ تاہم پھر بھی ان کی ضد توڑنے اور احقاق حق و ابطال باطل کی خاطر ایسا حوالہ بھی پیش کر دیتا ہوں۔ اہل بیت کے ائمہ کے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث صریح پیش خدمت ہے۔ اور وہ ان کی "صحاح اربعہ" میں سے نقل ہے۔

تعزیہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

من لایحضرہ الفقیہ:

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۲۰ باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۶۰ فی تجدید القبور مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قبر پھر سے بنائے۔ یا اس کی شبیہ و شکل بنائے۔ وہ اسلام سے خارج ہے انتہیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی شرح شیعہ مجتہد شیخ صدوق نے اسی مقام پر یوں کی۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَالَّذِیْ اَقُوْلُ فِیْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ مَثَّلَ مِثَالاً یَعْنِیْ بِہٖ اَنَّہٗ مَنْ اَبْدَعَ بِدْعَۃً وَدَعَا اِلَیْھَا اَوْ وَضَعَ دِیْنًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَوْلِیْ فِیْ ذَالِکَ قَوْلُ اَئِمَّتِیْ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۲۱ طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول۔ "من مثل مثالا" کے بارے میں میں کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اس سے یہ مراد لی ہے۔ "جس نے کسی بدعت کو جنم دیا۔ اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا۔ یا کوئی دین گھڑا تو وہ اسلام سے نکل گیا" میرا اس قول میں یہ کہنا دراصل میرے ائمہ کا قول ہے۔

میرا خیال ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے۔ اور وہ

Marfat.com

علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنا امام و پیشوا تسلیم کرتا ہو۔ اس کے نیچے تعزیہ وغیرہ شبیہات کی حرمت کے لیے اس سے بڑھ کر کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ "باب مدینۃ العلم" تھے۔ آپ کی بات دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہوئی۔

سب جانتے مانتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم ظاہری اور علم باطنی کے سرچشمہ تھے۔ اللہ نے آپ کو "علم لدنی" سے نوازا تھا۔ اسی علم کے ذریعہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائی مورتیوں کو شعائر اللہ سمجھنے لگیں گے۔ جو شرک اور کفر ہے۔ اس لیے آپ نے ایک ایسا عام لفظ ذکر فرمایا۔ جس میں تمام شبیہات آجاتی ہیں۔ یعنی "جو قبر دوبارہ بنائے گا۔ یا اس کی تشبیہ اور شکل بنائے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جن چیزوں کو حضرت علی المرتضٰی نے حرام قرار دیا تھا۔ وہی چیزیں بعض ابن الوقت شیعہ مولویوں کی تحریروں میں، شعائر اللہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ جیسا کہ مولوی بشیر کی کتاب "عزائے حسین" میں تحریر ہے:۔

"قرآن بھی کاغذ اور تعزیہ بھی کاغذ اور ان دونوں کی تعظیم و تکریم یکساں ہے۔ ص ۵۲"

"ذوالجناح و تعزیہ اور علم یہ شعائر اللہ ہیں۔ ان کی تعظیم فرض ہے" (ص ۲۶ تا ۲۷)

(ص ۲۶ تا ۲۷)

مولوی بشیر شیعہ کی ان تحریرات کو پڑھیے۔ اور اس کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کی تشریح جو شیخ صدوق نے کی۔ وہ بھی پڑھیے۔ ان دونوں تحریرات کو پڑھ کر ہر انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان اسی تعزیہ وغیرہ کے متعلق تھا۔ جس کو مولوی بشیر نے "عزائے حسین" نامی کتاب میں تحریر کیا ہے۔ شیخ صدوق کی تشریح

Marfat.com

سے معلوم ہوا کہ تعزیہ وغیرہ شبیہات دین گمراہی ہے اور "بدعات شرعیہ" ہیں۔ لیکن انہی چیزوں کو مولوی بشیر شیعہ "شعائر اللہ" کے ہم پلہ کہہ رہا ہے۔

حالات و مشاہدات سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ جن خرافات کو مولوی بشیر شیعہ نے "عزائے حسین" نامی کتاب میں "شعائر اللہ" کہا ہے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم کو فرض قرار دیا۔ یہ صرف زبانی کلامی بات نہیں۔ بلکہ فی زمانہ شیعہ لوگ واقعی انہیں "شعائر اللہ" ہی سمجھتے ہیں۔ ذوالجناح، تعزیہ کے دیگر اقسام کے جلوس کے وقت بیسیوں مرتبہ جھگڑے ہوئے۔ قتل و غارت تک نوبت پہنچی۔ مگر شیعوں نے ان کو ہرگز چھوڑا نہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں۔ تو شیعہ نہ رہیں گے۔ ایسی باتیں خود شیعہ ذاکرین اور مولویوں سے ہم نے بارہا سنیں۔

اب فیصلہ خود فرمالیں۔ کہ مولوی بشیر اور اس کے ہمنوا شیعہ و ذاکرین و مومنین حق پر ہیں۔ یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا حق پر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان شبیہات کو بدعتِ شرعیہ اور حرام کہیں۔ یہ ناخلف و ناہنجار انہیں شعائر اللہ گردانیں۔ بے شک حق علی کے ساتھ ہے۔ اور علی حق کے ساتھ ہے۔ لیکن مذہبی عناد و غلو کو بالائے طاق رکھیں۔ تو ہدایت ملنا دور نہیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

میدان کربلا میں گھوڑا موجود ہونے کی حقیقت اور گھوڑا نکالنے کی شرعی حیثیت

دور حاضر میں گھوڑا نکالنا شیعہ حضرات کے ہاں ایک ایسا اہم دینی فریضہ بن چکا ہے۔ جس کی خاطر وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں اسی فعل کی وجہ سے بینکڑوں افراد گھوڑے کی نذر ہو گئے۔ لقمۂ اجل بن گئے۔ اور ہزاروں دست و پا سے معذور ہو گئے۔ گویا گھوڑا نکالنا ایک خطرناک فعل بن گیا ہے۔ جس کی اجازت کے لیے لائسنس جاری کرنے کی ضرورت درپیش آئی۔ تاکہ اس کے مفاسد و نقصانات کم سے کم ہو جائیں۔ جس کے پاس گھوڑا نکالنے کا لائسنس نہیں ہوتا۔ وہ گھوڑا نہیں نکال سکتا۔ ارکان دین یعنی نماز روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے لیے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں۔ لیکن گھوڑا نکالنا ایسا من گھڑت واقعہ ہے۔ جو لائسنس کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے مکہ تشریف لانا اور جس مقصد کے پیش نظر یہ سفر آپ نے اختیار فرمایا۔ جب ان کی طرف میرا خیال

Marfat.com

جاتا ہے۔ اور پھر انہی حالات میں آپ کا میدانِ کربلا میں وررد دیکھتا ہوں۔ بلکہ اس معاملہ میں کتب شیعہ کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو حیرت ہوتی ہے۔ کہ یہ اصل اور مصنوعی گھوڑا، "شعائر اللہ" کیسے بن گیا؟

یہ بات بالکل قرین قیاس اور مبنی برحقیقت ہے کہ گھوڑا عربی لوگ عام طور اس وقت سے کر نکلتے تھے۔ جب ارادہ جنگ ہو۔ ورنہ ان کی مرغوب و من پسند سواری (حالتِ امن میں) اونٹ تھا۔ سیدنا امام عالی مقام کا یہ سفر بارادۂ جنگ نہ تھا۔ ورنہ آپ اس کی مکمل تیاری کر کے ساز و سامان لے کر اور مع لشکر روانہ ہوتے۔ اور آپ اس سفر میں عورتوں اور معصوم بچوں اور بیماروں کو ساتھ نہ لیتے۔ ان تمام اشیاء کا آپ کے ساتھ (دورانِ سفر) ہونا اس امر کی غمازی کرتا ہے۔ کہ یہ قافلہ لڑنے کے لیے نہیں جا رہا تھا۔ آپ اس سفر کے دوران گھوڑے کی بجائے اونٹ پر سوار تھے۔ بہت سے معتمد شیعہ علماء نے اس کی تصدیق کی۔

مدینہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا آغاز بھی اونٹنی پر کیا اور کربلا میں اونٹنی سے ہی اترے

ذبح عظیم

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کربلا کے وقت اپنے بھائی محمد ابن حنیفہ کو اپنا قائم مقام اور وصی بنایا تھا اور اپنا وصیت نامہ بھی انہی کے سپرد کیا چنانچہ مقتل ابی مخنف کی عبارت یوں ہے۔

ثم ان محمد ابن حنیفہ سمع ان اخاہ الحسین

Marfat.com

یریدالعراق فبکی بکاء شدیدا ثم قال له
ان اهل الکوفة قد عرفت غدرهم بابیک
و اخیک فان قبلت قولی اقم بمکته فقال یااخی
انی اخشی ان تقاتلنی جنود بنی امیه فی مکة
فاکون کالذی یستباح دمه فی حرم الله ثم
قال یااخی فیسرالی یمن فانك امنع الناس به فقال
الحسین علیه السلام یااخی ساتنظر فیما قلت فلما
کان وقت السحر عزم علی
المسیرالی العراق فاخذ محمد ابن
الحنیفة زمام ناقته و قال یااخی ما سبب ذالك انك
عجلت فقال جدی رسول الله صلی الله علیه وسلم
آتانی بعد ما فارقتك و انا نائم فضمنی الی صدره
و قبل بین عینی و قال لی یاحسین یاقرة عینی اخرج
الی العراق فان الله عز وجل قد شاء ان یراك
قتیلا مصبغا بدمائك فبکی محمد ابن حنیفه
بکاء شدیدا فقال یااخی اذا کان الحال هکذا
فلا معنی لحملك هولاء النسوة فقال قال لی جدی
علیه السلام ایضًا ان الله عز وجل قد شاء ان یرهن
سبایا۔

(ذبح عظیم ص ۱۶۵ امنیجر کتب خانہ اثناعشری لاہور)

Marfat.com

ترجمہ:

جب محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ ہمارے بھائی جناب امام حسین ملک ایران کی طرف تشریف لے جانے کا قصد رکھتے ہیں۔ تو آپ زاروقطار روئے۔ پس آپنے عرض کی اے بھائی آپ اہل کوفہ کے غدر کو اپنے پدر بزرگوار اور برادر عالی مقام کے ساتھ خوب جانتے ہیں پس اگر آپ میری عرض پذیرا فرمائیں تو مکہ میں قیام کریں۔ جناب امام حسین نے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہے کہ لشکر بنو امیہ مجھ کو مکہ میں قتل نہ کر ڈالے اور کہیں میں وہ شخص نہ ہوں۔ جس کا خون بہانا حرم محترم میں مباح ہو محمد ابن حنفیہ نے کہا آپ یمن کی طرف تشریف لے جائیں کہ وہاں کے لوگ مخالفوں کو آپ تک نہ آنے دیں گے۔ امام عالی مقام نے جواب فرمایا۔ کہ اے برادر عزیز اگر میں پتھر میں بھی سما جاؤں تاہم یہ بیدین مجھ کو وہاں سے بھی نکال لیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس میں غور کروں گا۔ مگر جب صبح ہوئی تو حضرت نے سفر عراق کا قصد مصمم فرمایا یہ خبر پا کہ محمد ابن حنفیہ آئے اور انہوں نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی۔ اور عرض کی کہ اے بھائی اتنی عجلت فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ جناب حسین نے فرمایا تمہارے رخصت ہونے کے بعد میں سو گیا۔ تو میں نے عالم رؤیا میں نبی پاک علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ تشریف لائے ہیں۔ تو آپنے مجھے سینہ اقدس سے لگایا۔ اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا اے حسین میری آنکھوں کی ٹھنڈک عراق کی طرف روانہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی یہ بھی مرضی ہے کہ تو قتل ہو اور اپنے خون میں رنگین ہو۔ اتنا سنا تھا۔

Marfat.com

کہ محمد ابن حنیفہ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ اے بھائی جب آپ کو یہ حال معلوم ہے تو پھر عورتوں کو ساتھ کیوں لے جاتے ہو تو امام حسین نے فرمایا کہ نبی پاک علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی مرضی ہے کہ ہماری عورتیں بھی اسیر ہوں۔

مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ امام حسین کے ساتھ مدینہ اور مکہ والوں کی سچی محبت تھی مگر کوفیوں نے خطوط اور قسمیں اٹھا کر اپنے اعتماد میں لے کر دھوکا کیا۔

۲۔ امام حسین بمع عورتوں اور بچوں کے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ آپ جنگ کے لیے نہیں جا رہے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کے لیے جا رہے تھے۔ جس پر آپ کا خواب ایک بہت بڑا گواہ ہے۔ اس لیے آپ نے رات کے وقت تیاری کی کسی کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلایا اگر آپ کا جنگ کا ارادہ ہوتا تو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ جب آپ نے مکہ سے کوچ فرمایا اور پوری دنیا کے مسلمان حرمین میں جمع تھے تو اس سے بڑھ کر آپ کو اعلان جنگ کے لیے کون سا موقع تھا۔ اگر آپ اعلان فرما دیتے تو لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کا ساتھ دیتے مگر آپ نے رات کی تنہائی میں تیاری فرمائی اور روانہ ہو گئے۔

۳۔ جب امام حسین مدینہ شریف سے روانہ ہوئے تو آپ اونٹنی پر سوار تھے

Marfat.com

اور اونٹنی پر ہی آپ نے سفر کیا یہاں تک کہ جب آپ کربلا میں اترے۔ تو اس وقت بھی آپ اونٹنی سے ہی اترے ہیں۔ جیسے کہ آئندہ صفحہ پر اس کا واضح ثبوت آرہا ہے۔

لمحہ فکریہ:

ہر ذی عقل آدمی مذکورہ عبارت پڑھنے کے بعد یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سفر جہاد کی نیت سے نہیں کیا ہے۔ اس لیے آپ اپنے ساتھ اہل وعیال کو لے کر روانہ ہوئے۔ گھوڑا تو تب ساتھ لیتے کہ آپ کا ارادہ جہاد ہوتا۔ لیکن نامعلوم کہ آپ نے سفر کا آغاز بھی اونٹنی پہ کیا اور اترے بھی کربلا میں اونٹنی پر سے تو پھر گھوڑا آپ کے پاس کہاں سے آگیا۔ پھر غضب کی بات یہ ہے کہ جو اب شیعہ حضرات گھوڑا نکالتے ہیں نہ تو یہ امام حسین کا اصلی گھوڑا ہے اور نہ ہی یہ امام حسین کا نقلی گھوڑا ہے۔ کیونکہ آپ کے پاس کربلا میں گھوڑا تھا ہی نہیں۔ سواری کے لیے گھوڑا نہیں بلکہ اونٹنی تھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب بدھ یا جمعرات ۲ محرم الحرام کو کربلا اترے۔ تو آپ نے جو ساتھیوں سے خطاب فرمایا۔ اس میں ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو آپ کی سواریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ث

Marfat.com

امام حسین کربلا میں اونٹنی پر سے اترے

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ:

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذِهٖ كَرْبَلَاءُ مَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ هٰذَا مَنَاخُ رِكَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا۔

(۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص ۴۷ فی مصرعہ و مقتلہ علیہ السلام مطبوعہ تبریز طبع جدید)

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۹۷ فی مقتلہ علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہی کربلا ہے۔ اور یہی تکلیف و امتحان کا مقام ہے۔ ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، ہمارے کجاوے اتارنے کا مقام اور ہمارے نوجوانوں کی شہادت گاہ ہے۔

اس روایت نے واضح کر دیا۔ کہ امام عالی مقام جب کربلا میں تشریف لائے تو آپ مع ساتھیوں کے اونٹوں پر سوار تھے۔

اسی لیے اس مقام کو اونٹ بیٹھنے کی جگہ اور کجاوے اتارنے کا مقام فرمایا۔

Marfat.com

اگر گھوڑوں پر سوار تھے۔ تو پھر لفظ "رکاب" اور "رحال" ارشاد نہ فرماتے۔ ان دونوں الفاظ کی تحقیق آگے آ رہی ہے۔

آپ نے بوقتِ پڑاؤ یہ بھی فرمایا۔ کہ یہی جگہ ہماری شہادت کی جگہ بھی ہے۔

اس خبر کا پس منظر یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کا سفر فرمایا دورانِ سفر جب میدان کربلا سے گزر ہوا۔ تو کچھ دیر وہاں ٹھہر گئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر اپنے ساتھیوں کو کچھ باتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ کے اس مقام پر خطاب کو ایک بہت بڑے شیعہ مؤرخ "احمد بن داؤد دینوری" نے اپنی مشہور کتاب "الاخبار الطوال" میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبانی اسے یوں نقل کیا ہے۔

الاخبار الطوال

قَالَ الْحُسَيْنُ وَمَا اسْمُ هٰذَا الْمَكَانِ ؟ قَالُوْا لَهٗ كَرْبَلَاءَ۔ قَالَ ذَاتَ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ وَلَقَدْ مَرَّ اَبِيْ بِهٰذَا الْمَكَانِ عِنْدَ مَسِيْرِهٖ اِلٰى صِفِّيْنَ وَاَنَا مَعَهٗ فَوَقَفَ فَسَأَلَ عَنْهُ فَاُخْبِرَ بِاسْمِهٖ فَقَالَ هٰهُنَا مَحَطُّ رِكَابِهِمْ وَهٰهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ۔

(الاخبار الطوال مصنفہ احمد بن داؤد ص ۲۵۲
نہایۃ الحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کے بارے میں دریافت

Marfat.com

فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی۔ یہ کربلا ہے۔ فرمایا تکلیف و امتحان والی جگہ میرے والدگرامی (حضرت علی المرتضیٰ) جنگ صفین کی طرف جاتے ہوئے اس جگہ سے جب گزرے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ تو کچھ دیر ٹھہر گئے۔ اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ آپ کو اس کا نام بتایا گیا۔ تو فرمایا۔ یہ جگہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی ہے۔ اور یہ جگہ ان کے خون سے لت پت ہو گی۔

اس قابلِ اعتبار تاریخی حوالہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ شہنشاہِ ولایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب علم لدنی کی نگاہ باطنی سے اس مقام کو دیکھا۔ تو اپنے تمام اہل بیت کا منظر سامنے آ گیا۔ آپ نے پھر اس قافلہ کے ساتھ جو کچھ پیش آنے والا تھا۔ اس کی تصویر کھینچ دی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی جب اس مقام پر تشریف فرما ہوئے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کے ارشادات تازہ ہوئے۔ اور آپ نے بھی وہی الفاظ فرمائے۔ جو اپنے والدگرامی سے سنے تھے۔ اور چونکہ ان الفاظ کے معانی اس مقام پر اپنا عملی روپ دھارتے نظر آ رہے تھے۔ لہٰذا آپ نے وہی من وعن الفاظ اپنے ساتھیوں سے کہے۔ جو بطور پیش گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ سفر صفین میں سُن چکے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیش گوئی اور پھر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا ان الفاظ کو من وعن ذکر فرمانا یہ واضح کرتا ہے۔ کہ امام عالی مقام بوقتِ ورود کربلا گھوڑے پر سوار نہ تھے۔ بلکہ اونٹنی آپ کی سواری میں تھی اہلِ انصاف اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات درست اور سچی ہے۔ یا ان جھوٹے مجتہدوں کی؟ ائمہ اہل بیت میں سے دو جلیل القدر امام یقیناً حق و صداقت پر ہیں۔ اور

Marfat.com

ان کی بات بالکل سچ ہے۔ اس لیے اب اِن شیعوں کے جھوٹے ہونے کی اور دلیل نہ بھی ہو۔ تب بھی اسی دلیل کے ذریعہ یہ جھوٹے ثابت ہو گئے۔

تاریخ کربلا کے سب سے پہلے اور شیعہ حضرات کے مستند و معتبر مؤرخ "ابی مخنف" نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں سواری کے متعلق یہ لکھا ہے۔

مقتل ابی مخنف

فَقَالَ الْحُسَيْنُ وَاللهِ لَا اُعْطِيْ بِيَدِيْ اِعْطَاءَ الذَّلِيْلِ وَلَا اَفِرُّ فِرَارَ الْعَبِيْدِ ثُمَّ تَلَا اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ثُمَّ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ وَاَمَرَ عُقْبَةَ بْنَ سَمْعَانَ اَنْ يَعْقِلَهَا بِمَاضِلِ زِمَامِهَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مضایقۃ القوم للحسین
مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں ذلیل آدمی کی طرح اپنا ہاتھ (کسی کی بیعت میں) نہ دوں گا۔ اور نہ غلاموں کی طرح راہِ فرار اختیار کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے قرآنی آیت پڑھی۔ "و میں ہر متکبر سے تمہارے اور اپنے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو متکبر، قیامت کا منکر ہے۔" پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری بٹھائی (یعنی اونٹنی بٹھائی) اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ کہ اس اونٹنی کے پاؤں باندھ دے۔ تو اس نے بچی ہوئی نکیل کی رسی سے اُسے باندھ دیا۔

Marfat.com

رِکَابُ وَرِحَالُ کی تحقیق

مذکورہ احادیث میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے "مناخ رکابنا" اور "محط رحالنا" دو الفاظ استعمال فرمائے۔ ہم نے ان کے معنی علی الترتیب یہ کئے۔ اونٹ بٹھانے کی جگہ، کجاوے اتارنے کی جگہ۔ اس موقعہ پر لفظ "رکاب" اور لفظ "رحال" کے بارے میں اگرچہ لغت عرب کو جاننے والے ان معنوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ لیکن بعض شیعہ ذاکرین سے جب اس موضوع پر بات کی جائے۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ "رکاب" سے عام سواری مراد ہے۔ وہ گھوڑا بھی ہو سکتا ہے اور اونٹ بھی۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ عربی لغت کی متداول کتب سے ان کے معانی بیان کر دیے جائیں۔ تاکہ کسی ذاکر کے لیے حیل و حجت کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور اپنے من گھڑت معانی پر خود آگاہ ہو جائیں۔

رِکَابُ

المنجد:

رکاب۔ سواری کے اونٹ۔

(المنجد ص ۴۷۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

Marfat.com

لسان العرب:

وَالرِّكَابُ. اَلْإِبِلُ الَّتِيْ يُسَارُ عَلَيْهَا وَاحِدَ تُهَا رَاحِلَةٌ وَلَا وَاحِدَ لَهَا مِنْ لَفْظِهَا. وَجَمْعُهَا رُكُبٌ بِضَمِّ الْكَافِ مِثْلَ كُتُبٍ۔

(لسان العرب جلد اول ص ۴۳۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"رکاب" وہ اونٹ ہیں جن پر سفر کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا واحد "راحلہ" ہے۔ اور لفظ رکاب سے لفظی طور پر اس کا واحد نہیں اس کی جمع رُکب بروزن کُتب ہے۔

(رِحَالٌ)

المنجد:

رِحَالٌ: جمع رَحْلٌ کی ہے جس کا معنی ہے۔ کجاوہ یا پالان۔

(المنجد ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

لسان العرب:

اَلرَّحْلُ:

مَرْكَبٌ لِلْبَعِيْرِ وَالنَّاقَةِ وَجَمْعُهُ اَرْحُلٌ

Marfat.com

وَ رِحَالٌ۔ (لسان العرب جلد اول ص ۴، ۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"رحل" اونٹ اور اونٹنی پر بیٹھنے اور سفر کرنے کے لیے بنائے گئے کجاوے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَرْحُلٌ اور رِحَالٌ آتی ہے۔

ان تصریحات لغت کے بعد اب کسی شیعہ ذاکر یا مولوی کو یہ کہنے کی جرأت نہ رہے گی۔ کہ وہ "رکاب" سے مراد گھوڑا لے۔ کیونکہ "لسان العرب" جیسی لغت کی مستند اور معتبر کتاب میں اس کے معنی گھوڑا کی بجائے اونٹ کیے گئے ہیں۔ اب نہ ماننا تو محض ضد اور ہٹ دھرمی ہوگی۔ جس کا علاج نہیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہے ہوئے الفاظ اور ان کی اصل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول الفاظ میں جب "مناخ رکابنا" اور "محط رحالنا" کے الفاظ ملتے ہیں۔ تو ان دونوں کے موازنہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ رحل گھوڑے پر رکھے گئے پالان کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ یہ اونٹ پر رکھے گئے کجاوہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت لفظوں کے معنی اور ان کے استعمال سے ناآشنا نہ تھے۔ وہ خالص عربی ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ کونسا لفظ کن معنی کے لیے موزوں ہے۔ اس لیے حضرت علی اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا اس لفظ کو استعمال کرنا اگر لغوی معنی کے علاوہ کسی غیر معروف معنی میں لیا جائے تو پھر ان کی زبان دانی پر بھی اعتراض آئے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ یہاں گھوڑا مراد نہیں ہے اگر اس کے باوجود کوئی انتہائی ضدی اور ہٹ دھرم یہ کہے۔ کہ لغات کی باتیں نہیں مانتے بلکہ کوئی ایسی روایت دکھا دو۔ جس میں صاف صاف "ناقہ" کا لفظ موجود ہو۔ پھر تسلیم کریں گے۔ میں ایسے کو دو طرح کے جوابات دیتا ہوں۔ پہلا

Marfat.com

جواب تو یہ ہے۔ کہ اگر تم ”رکاب“ کا لفظ اونٹ اونٹنی کے لیے نہیں مانتے۔ اور لغت عرب سے جاہل ہو۔ تو پھر ”ناقہ“ کا معنی اونٹنی کس کے کہنے پر مانو گے۔ آخر کسی لغت والے نے ہی اس لفظ کا معنی اونٹنی بتایا ہوگا۔ لغت سے بھاگنا اور پھر اسی کا سہارا لینا کتنی نادانی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ میں خود ان کی کتب سے ثابت کر دیتا ہوں۔ کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں ”ناقہ“ پر سوار تھے۔

مقتل ابی مخنف:

فَلَمَّا نَظَرَ الطِّرِمَّاحُ اَخَذَ بِزِمَامِ نَاقَةِ الْحُسَيْنِ وَاَنْشَاءَ يَقُوْلُ۔

يَا نَاقَتِيْ لَاتَجْزَعِيْ مِنْ زَجْرِيْ
وَشَمِّرِيْ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ
بِخَيْرِ رُكْبَانٍ وَخَيْرِ سَفَرٍ
حَتّٰى تَحِلِّيْ بِخَيْرِ الْفَخْرِ

(مقتل ابی مخنف ص ۴۵ ـ ۴۶ ملاقات الحر مع الحسین مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

(حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب میدان کربلا تشریف لائے تو حر آپ کی نگرانی کرتے ہوئے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک عاشق اور محب ”طرماح“ نامی نے جب امام موصوف کو آتے ہوئے دیکھا۔ تو آگے بڑھا۔ اور

Marfat.com

ہاں حسین رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی لگام ہاتھ میں تھامے معذرت کرتے ہوئے
چند اشعار کہے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔
"اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ ڈپٹ سے پریشان نہ ہونا۔
اور طلوع فجر سے قبل بہترین سوار کو لے کر بہترین سفر پر روانہ ہو جا۔
یہاں تک کہ تو بہت بڑے فخر سے مزین ہو جائے۔"
اسی واقعہ کو "محمد بن علی ابن شہر آشوب مازندرانی" نے بھی اپنی کتاب میں
طرماح کے اشعار سمیت یوں نقل کیا۔

مناقب ابن شہر آشوب:

يَا نَاقَتِيْ لَا تَجْزَعِيْ مِنْ زَجْرِيْ
وَامْضِ بِنَا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ
بِخَيْرِ فِتْيَانٍ وَخَيْرِ سَفْرٍ
آلِ رَسُوْلِ اللهِ اَهْلِ الْخَيْرِ

(مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۹۶
مطبوعہ قم خیابان طبع جدید)

ترجمہ:
اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ ڈپٹ سے پریشان نہ ہونا۔
ہمیں بہترین سواروں کے ساتھ طلوع فجر سے قبل یہاں سے
بہترین سفر کی طرف لے چل۔ وہ بہترین سوار، اللہ کے رسول کی آل
ہیں۔ جو صاحب خیر ہیں۔
ان تصریحات کے ساتھ ہٹ دھرم سائل کی تسلی ہو گئی۔ اور اسے مزید

Marfat.com

حیل وحجت کی گنجائش باقی نہ رہی۔میدان کربلا میں امام عالی مقام کی سواری کے طور پر گھوڑا تھا۔یا اونٹنی تھی۔بات بالکل اسی لفظ سے واضح ہوگئی۔جو سائل نے خود تجویز کیا تھا۔آئیے اور آگے چلتے ہیں۔خود شیعہ مصنفین کی کتب میں سے ہم وہ لفظ بھی دکھا سکتے ہیں۔جس کو ہر کس و ناکس جانتا ہے۔کہ یہ لفظ صرف اونٹ اونٹنی کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں۔گھوڑے پر ان کا قطعاً اطلاق نہیں ہوتا۔

تاریخ روضۃ الصفاء:

امام حسین فرمود۔مرگ نزد من آسان تراست از ملاقات با ابن زیاد۔
بعد ازاں فرمود۔تا شتراں بار کردند و مردم خود را سوار ساختہ روئے بجانب حجاز بنہادر۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد سوم ص ۱۷۹ مطبوعہ لکھنؤ۔طبع قدیم)

ترجمہ:

(جب حُر نے امام عالی مقام کو "ابن زیاد" کے پاس چلنے کا مشورہ دیا تو) امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔میرے لیے ابن زیاد کے ساتھ ملاقات کرنے کی نسبت جام شہادت نوش کر لینا زیادہ آسان ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ساتھیو! سامان اونٹوں پر لاد دو۔اور اپنے ساتھیوں کو سوار کر کے حجاز کی طرف روانہ ہو چلو۔

تفسیر لوامع التنزیل:

جَاءَ الشِّمْرُ فِيْ قَبِيْلَةٍ عَظِيْمَةٍ يُقَاتِلُهُ ثُمَّ

Marfat.com

حَالَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ رَحْلِهِ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد ۳ ص ۹۱)

ترجمہ:

شمر ایک بہت بڑی جماعت لے کر جنگ کے لیے آیا۔ اور وہ نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کی اونٹنی کے درمیان حائل ہو گیا۔ (یعنی اس نے آپ کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔)

دلدل اور ذوالجناح نکالنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

قارئین کرام!

تاریخی حوالہ جات سے ہم نے ثابت کر دکھایا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سفر کربلا جنگ کی خاطر نہ کیا تھا۔ اس لیے آپ نے اس سفر کے لیے گھوڑا بطور سواری اپنے ساتھ نہ لیا۔ انتہائے سفر پر جب آپ میدان کربلا میں تشریف لائے۔ تو آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ اسی سے نیچے اترے۔ آپ کے مداحوں نے بھی اونٹنی کے بارے میں اشعار کہے۔ مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں اونٹنی کی بجائے اب بھی کوئی "گھوڑا گھوڑا" ہی کی رٹ لگائے۔ تو پھر اس ضد کا کوئی علاج نہیں۔

میں ان حضرات کو مشورہ دیتا ہوں۔ کہ اگر تم نے میدان کربلا میں سواری امام عالی مقام کی شبیہ ضرور نکالنی ہے۔ تو وہ اونٹ یا اونٹنی ہونی چاہیے۔ دلدل یا ذوالجناح کا کوئی ثبوت نہیں۔ خود تمہارے شیعہ مورخین اور محققین نے گھوڑے کا ثبوت نہ پیش کیا۔ بلکہ اونٹنی ذکر کی۔ "دلدل" لغت کے اعتبار سے ایک قسم کا خچر ہے۔ جس کا رنگ سفید مائل بہ سیاہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ غیاث اللغات میں اس کی وضاحت ہے تو پھر بھی تمہیں اس رنگ کا کوئی خچر تلاش کرنا چاہیے۔ بہر صورت گھوڑا نکالنے کی کوئی

Marfat.com

صورت نہیں بن سکتی۔

اول تو امر ثابت ہے۔ کہ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹ یا اونٹنی تھی۔ گھوڑا نہ تھا۔ جیسا کہ معتبر کتب شیعہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اگر بفرض محال میدان کربلا میں آپ کے پاس گھوڑا بطور سواری مان لیا جائے۔ تو پھر تمہارے اس گھوڑے کو جسے محرم میں ذوالجناح کا نام دے کر جلوس نکالتے ہو۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی تشبیہ قرار دینا انتہائی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ اپنے ہاں ایک پالتو گھوڑے کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ قرار دینا کس قدر توہین ہے۔

قرآن پاک کی "سورۃ الفیل" کا شان نزول بھی کچھ تمہارے ذوالجناح کی طرح کا ایک واقعہ نظر آتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ابرہہ نے یمن میں ایک کعبہ کی شبیہ تیار کروائی۔ جس کے مینار وغیرہ سونے کے بنوائے گئے تھے۔

تفسیر مجمع البیان

ثُمَّ اَنَّهٗ بَنٰى كَعْبَةً فِي الْيَمَنِ فَجَعَلَ فِيْهَا قُبَابًا مِنْ ذَهَبٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۱ ص ۵۴۰)

ترجمہ:

یعنی ابرہہ نے یمن میں کعبہ اس شان سے بنوایا۔ کہ اس کے گنبد سونے کے تھے۔

ابرہہ نے تو گویا کعبہ سونا کا بنا دیا۔ لیکن شیعہ لوگ گھوڑے کو بہت زیادہ مزین تو کرتے ہیں۔ لیکن سامری کی طرح سونے کا نہ بنا سکے۔ بہرحال

Marfat.com

ابرہہ کہنے لگا۔ کعبہ تو یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ فعل پسند نہ آیا۔ کیونکہ اگرچہ اس کا بنایا ہوا کعبہ قیمتی ضرور تھا۔ لیکن اُسے کعبہ کہنے سے اصلی کعبہ کی توہین تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو بمعہ اس کے لشکر کے ابابیلوں سے مروا دیا۔

اس واقعہ سے شیعہ لوگوں کو بھی سبق سیکھنا چاہیئے۔ میں انہیں یہی مشورہ دوں گا۔ کہ تمہارا گھوڑا امام عالی مقام کے گھوڑے کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ (اگر آپ کی سواری کے طور پر گھوڑا ثابت ہو جائے) تو پھر اس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ کہنا دراصل امام موصوف کے گھوڑے کی توہین ہے۔

علاوہ ازیں ایک بدیہی امر ہے۔ کہ آپ کے روضہ کی نقالی بناوٹی طور پر لکڑیوں اور کاغذوں سے حاصل کی گئی۔ کوئی سنگِ مرمر یا دوسرے اینٹ پتھروں کا روضہ بنا کر اُسے اٹھائے تو تعزیہ کا جلوس نہیں نکالا جاتا۔ اسی طرح ضریح اور مہندی سب تعزیہ ان اصل اشیاء کی شبیہ کے طور پر اپنے ہاتھوں سے بنا کر پیش کی جاتی ہیں تو اس طرح خود ذوالجناح کے بارے میں بھی یہی طریقہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ لکڑیوں اور بانس وغیرہ کی مدد سے ایک گھوڑے کا ڈھانچہ تیار کیا جاتا۔ پھر اسے مختلف کاغذوں سے مناسب طور پر کانٹ چھانٹ کر گھوڑا بنایا جاتا ۔ اور جس طرح تعزیہ اور ضریح کو ماتمی کندھوں پر اٹھا کر جلوس میں چلتے ہیں۔ اسی طرح گھوڑا بھی دو چار آدمی کسی پھٹے پر رکھ کر جلوس میں لے کر چلتے۔ یہ لمبا تڑنگا تر کی نسل کا گھوڑا جس کی رکھوالی پر سالانہ لاکھوں روپے اٹھتے ہیں۔ اور اس کی خدمت کے لیے کئی ایک خدمتگار مقرر رہتے ہیں۔ مربع اس کے نام پر الاٹ ہیں۔ ایک مر جائے۔ تو دوسرا اسی نسل کا شبیہ ذوالجناح بن جاتا ہے۔ یہ تو خود ایک مستقل اور اصل گھوڑا ہے۔ امام عالی مقام کے گھوڑے کی شبیہ کیسے بن گیا۔ کتنی بے وقوفی ہے۔ اللہ نے دماغ اتنا ماؤف کر دیا کہ جسے خود قیمت ادا کر کے خریدیں۔ اس کے ماں باپ بھی ہوں۔ اور اس کی

Marfat.com

نسل باقاعدہ موجود ہو۔ اُسے امام حسین کی شبیہہ کہہ رہے ہو۔

وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون

ان تمام باتوں کو چھوڑ کر انہیں چاہیئے۔ کہ امام عالی مقام کی باتوں اور آپ کے کارناموں کو اپنے لیے شبیہہ بنائیں۔ اُن پر عمل کریں۔ اس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی قدر و منزلت ہو گی۔ اور آپ کی شفاعت نصیب ہونے کی توی امید ہو سکتی ہے۔ بڑا آسان راستہ ہے۔ برخلاف اس کے کہ گھوڑا نکالو گے۔ تو اس کی خاطر لائسنس کی ضرورت پڑے گی۔ ورنہ پولیس گھوڑا نہ نکالنے دے گی۔ اس میں دنگا فساد کا شدید خطرہ بھی ہے۔ لیکن امام عالی مقام کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے نہ کسی لائسنس کی ضرورت نہ پولیس کی گرفتاری کا خطرہ اور نہ دنگا فساد کا خطرہ و احتمال۔ دنیا بھی آسان اور آخرت بھی بھلی ہو جائے گی۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ

حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

÷

Marfat.com

باب دوم

مصنفہ علامہ حسین نجفی ماتم اور صحابہ کے جواب میں

Marfat.com

باب دوم

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اثبات ماتم کے متعلق غلام حسین شیعی کی دغابازیاں۔

"ماتم اور صحابہ" نامی کتاب جو غلام حسین نجفی شیعی کی تصنیف ہے۔ جو بزعم خود "حجۃ الاسلام" بھی کہلواتے اور لکھواتے ہیں۔ اس کتاب کا ہم نے بنور مطالعہ کیا۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس میں مصنف نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء گرامی اور ان کے بعض افعال کو اثبات ماتم کے طور پر پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ماتم کوئی بری بات نہیں۔ بلکہ یہ تو سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اجلہ صحابہ کرام کا پسندیدہ طریقہ رہا ہے۔ سنی خواہ مخواہ "ماتم" کا ماتم کرتے ہیں۔ اس بظاہر ہوئے ہوئے انداز اور بیباطن دجل و فریب سے سرشار طریقہ سے عوام کے ذہن میں ایک جستجو، ایک پریشانی اور ایک حل طلب معمہ ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ ان حضرات نے اگر واقعی ماتم کیا ہے۔ تو جواز ماتم کے لیے اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو گی؟

راقم الحروف اگرچہ مولوی اسماعیل شیعہ وغیرہ کے اعتراضات من وعن نقل

Marfat.com

کرکے اس مسئلہ پر کافی گفتگو کر چکا ہے۔ لیکن اس کتاب کے چند اعتراضات نئے تھے۔ جن کا مستقل جواب ہونا ضروری تھا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی تھی۔ کہ کتاب ہذا میں مولوی غلام رسول ناروروالی (اہل سنت) اور قاضی مظہر حسین چکوال (دیوبندی) کے نام سے کران کے استدلالات کا جواب اس انداز سے دیا گیا تھا۔ کہ جس سے پڑھنے والے کو تاثر یہ ملتا تھا۔ کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں اور غلام حسین نجفی شیعی سچا ہے، چونکہ نجفی شیعی نے جو حوالہ جات "اثبات ماتم" کے طور پر پیش کیے۔ وہ سراسر دغا بازیاں ہیں۔ حقائق سے اُن کا دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ اس لیے میں نے اس کے سوالات کو "دغا بازیوں" سے موسوم کر کے پیش کیا ہے۔ اب اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

نجفی شیعی کی دغابازی نمبر (۱)

قرآن پڑھو اور نبی بن جاؤ۔

ماتم اور صحابہ

وَ مَنْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ اُعْطِیَ ثُلُثَ النُّبُوَّۃِ وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَیِ الْقُرْآنِ اُعْطِیَ ثُلُثَیِ النُّبُوَّۃِ وَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ کُلَّہٗ اُعْطِیَ النُّبُوَّۃَ کُلَّھَا۔

Marfat.com

ترجمہ:

خلیفہ زادہ ابن عمر راوی ہے۔ جو ایک تہائی قرآن پڑھے گا اسے ایک تہائی نبوت ملے گی۔ اور جو دو تہائی قرآن پڑھے گا اسے دو تہائی نبوت ملے گی۔ جو سارا قرآن پڑھے وہ درجہ نبوت پر فائز ہوگا۔

قارئین دیکھا آپ نے خلیفہ زادے نے کس طرح عقیدہ نبوت کو ختم کیا۔ ارباب انصاف غور کا مقام ہے۔ نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ جہاد صرف قرآن کے الفاظ رٹ کر نبی بن جاؤ۔ اہل سنت کو اندھے حافظانِ قرآن مبارک ہوں۔ کیونکہ یہاں کے نبی ہیں۔ اگر اہل سنت قرآن رٹنے سے نبی بن سکتے ہیں۔ تو شیعہ امام حسین کی عزاداری کرنے سے مومن کیوں نہیں بن سکتے؟

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی ص ۱۰

مطبوعہ لاہور

جوابِ اوّل:

غلام حسین نجفی نے موضوع کتنا بھیانک اور چونکا دینے والا منتخب کیا "قرآن پڑھو نبی بن جاؤ" پھر چابک دستی بلکہ دغابازی یہ کی۔ کہ اس کی تائید میں جو عربی عبارت پیش کی۔ اور ترجمہ کرتے وقت خلیفہ زادہ ابن عمر (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو راوی قرار دیا۔ اس عربی عبارت کو کس کتاب سے لیا۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ تک جو سند ہے۔ اس کا نام و نشان نہیں۔ جیسا کہ کسی روایت کی اہمیت یا عدم اہمیت اس کے روایت کرنے والوں پر ہوتی ہے۔ مگر روایت موجود لیکن نہ اس کی سند اور نہ ہی اس کتاب کا نام کہ جس سے منقول ہوئی۔ اور ایسا نجفی نے جان بوجھ کر کیا۔ تاکہ اس حقیقت کو مخفی رکھا جائے۔ اور اپنا الو سیدھا کیا جائے۔ آیئے اس روایت کی سند اور اُس کتاب کا حوالہ جس میں یہ موجود ہے۔ دیکھتے چلیں۔

Marfat.com

تاریخ بغداد:

اخبرنا القاضی ابو العلاء محمد بن علی
ابو الحسن علی بن عمر بن محمد الحربی
و ابو العباس الحسین بن محمد بن علی
الحلبی قالا حدثنا قاسم بن ابراهیم الملطی
حدثنا لوین حدثنا مالك بن انس عن نافع عن
ابن عمر قال قال رسول الله صلی علیه
و سلم الخ

(تاریخ بغداد للخطیب بغدادی۔ جلد ۱۲ ص ۴۴۶
مطبوعہ مدینہ شریف طبع جدید)

ترجمہ:

خبر دی ہمیں قاضی ابو العلی محمد بن علی ابو الحسن علی بن عمر بن محمد حربی اور
ابو العباس حسین بن محمد بن علی حلبی نے دونوں نے کہا کہ حدیث بیان
کی ہمارے سامنے قاسم بن ابراہیم ملطی نے کہ بیان کیا لوین نے بیان
کیا مالک بن انس نے کہ حدیث بیان کی حضرت نافع نے
حضرت ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
الی آخرہ

Marfat.com

حدیث بالا کا پہلا راوی "محمد بن علی" ضعیف، منکر اور موضوع احادیث روایت کرنے والا ہے۔

میزان الاعتدال:

محمد بن علی القاضی ابو العلاء الواسطی المقری ضعیف .... و قال الخطیب رَأیتُ لَهُ اُصُولاً مُضطَرِبَةً وَ اَشیَاءَ سَمَاعَهُ فِیهَا مَفسُودٌ..... وَرَوَی حَدِیثاً مُسَلسَلاً بِاَخذِ الیَدِ .... قَالَ الخَطِیبُ فَاستَنکَرتُهُ وَقُلتُ لَهُ اَرَاهُ بَاطِلاً قَالَ المُصَنِّفُ وَ سَاقَ لَهُ الخَطِیبُ حَدِیثاً اٰخَرَ اِتَّهَمَ فِی اِسنَادِهِ وَقَالَ الخَطِیبُ اَمَّا حَدِیثُ اَخذِ الیَدِ فَاتَّهَمَ بِرَضعِهِ فَاَنکَرتُ عَلَیهِ فَامتَنَعَ بَعدُ مِن رِوَایَتِهِ وَرَجَعَ عَنهُ وَ ذَکَرَ الخَطِیبُ اَشیَاءَ تُوجِبُ وَ هنَهُ۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال تصنیف امام ذہبی۔ جلد سوم ص ۱۰۶ حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ :

محمد بن علی القاضی ابو العلاء الواسطی المقری ضعیف ہے۔ خلیب کا کہنا ہے۔ کہ میں نے اس کے اصول مضطرب پائے۔ اور ایسی روایات سُنیں۔ جن کی سماعت فاسد تھی۔ (یعنی اس نے اپنے شیخ سے جو روایت میں مذکور ہوا اس سے وہ حدیث نہیں سنی) اخذ ید والی حدیث مسلسل بیان کی۔ خطیب نے کہا۔ کہ میں نے اس روایت (اخذ ید) کو منکر قرار دیا۔ اور کہا۔ کہ میرے خیال میں یہ باطل ہے۔ مصنف کتاب امام ذہبی نے کہا۔ کہ خطیب نے ایک اور اس راوی کی حدیث بیان کی۔ جس کی سند میں تہمت تھی۔ اور خطیب نے اخذ ید والی حدیث کے بارے میں کہا۔ کہ میں نے محمد بن علی کو اس کے موضوع ہونے کا اتہام لگایا۔ اور میں نے اسے منکر کہا۔ جس کی وجہ سے اس نے اس روایت کو پھر روایت کرنا بند کر دیا۔ اور اُس سے رجوع کر لیا۔ اس کے علاوہ خطیب نے محمد بن علی کے متعلق اور بہت سی ایسی باتیں ذکر کیں۔ جن سے اس کی روایت میں کمزوری واجب ہو جاتی ہے

"محمد بن علی الواسطی" کے متعلق آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ خود خطیب بغدادی نے اسے بعض روایات کا واضع قرار دیا۔ اور پھر ان روایات سے اِس کا رجوع بھی ثابت کیا۔ اسی خطیب بغدادی کی کتاب سے اس کی روایت کو ذکر کر کے نجفی نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے اور اہل سنت پر اعتراض کرنے کی کوشش کی تھی۔ لہذا ایسے راوی کی روایت کا کیا درجہ ہے۔ کہ اُس سے استدلال پکڑا جائے۔ اور پھر اُس سے الزام تراشی کی جائے۔ نجفی صاحب! کان کھول کر سُن لو۔ تمہاری دغا بازی بالکل ننگی ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہی حدیث جو تم نے پیش کی۔ اور محمد بن علی

Marfat.com

واسطی کی سند سے ذکر کی۔ اس حدیث کا گھڑنے والا اصل شخص "قاسم بن ابراہیم ملطی" ہے جسے خطیب بغدادی نے ان محدثین و علماء کرام کی سوانح کے دوران لکھا۔ جو بغداد میں پیدا ہوئے۔ یا بغداد میں تشریف لا کر قرآن و حدیث کی خدمات سرانجام دیں۔ خطیب بغدادی نے اسی شخص کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے اس روایت کو ذکر کیا۔ یہی قاسم بن ابراہیم ہے۔ کہ جس کو کتب اسمائے رجال کذاب اور باطل کہتی ہیں۔ بلکہ اسی حدیث کے حوالہ سے اس کو حدیثیں گھڑنے والا بھی کہا گیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مذکورہ حدیث "قاسم بن ابراہیم ملطی" نے گھڑی اور یہ کذاب تھا

لسان المیزان

قاسم بن ابراهيم الملطى عن لوين قال الدار قطنى كَذَّابٌ قُلْتُ اَتى بِطَامَةٍ لَاتُطَاقُ فَقَالَ حَدَّثَنَا لوين ثنا سويد بن عبد العزيز عن حميد عن انس رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اُسرِىَ بِيْ رَاَيْتُ رَبِّي بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ حِجَابًا مِنْ نَارٍ فَرَاَيْتُ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ حَتّٰى رأَيْتُ تَاجًا الحديث۔ وَاَكمَلَ مِنْهُ مَارُوِى عَنْ لُوَين عَنْ مَالِكٍ عن نَافِعٍ عَنْ ابى عمر رضى الله عنهما

Marfat.com

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اُعْطِیَ ثُلُثَ النُّبُوَّۃِ اَلْحَدِیْث ۔۔ اِلٰی اَنْ قَالَ وَمَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ اُعْطِیَ النُّبُوَّۃَ کُلَّھَا وَھٰذَا بَاطِلٌ وَضَلَالٌ کَالَّذِیْ قَبْلَہٗ اِنْتَھٰی وَقَالَ الْخَطِیْبُ رَوٰی عَنْہُ الْفِرْیَابِیُّ عَنْ اَبِیْ رُمَیْتَۃَ الْمُبَارَکِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَعَنْ لُوَیْنَ عَنْ مَالِکٍ عَجَائِبَ مِنَ الْاَبَاطِیْلِ وَقَالَ عَبْدُ الْغَنِیْ بْنُ سَعِیْدٍ لَیْسَ فِی الْمَلْطِیِّیْنَ ثِقَۃٌ۔

(لسان المیزان تصنیف ابن حجر عسقلانی۔ جلد ۴ ص ۵۶ حرف القاف مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

قاسم بن ابراہیم ملطی لوین سے روایت کرتا ہے۔ دارقطنی نے قاسم کو کذاب کہا۔ قاسم نے ایک حدیث بیان کی۔ کہ ہمیں سوید بن عبد العزیز اس نے حمید اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ فرمایا۔ جب مجھے معراج کی رات سیر کرائی گئی۔ میں نے اپنے اور اپنے رب کے درمیان ایک آگ کا پردہ دیکھا۔ پھر میں نے ہر شئی کو دیکھا۔ یہاں تک کہ ایک تاج دیکھا الخ۔ اس حدیث سے زیادہ کامل وہ ہے۔ جو لوین نے امام مالک انہوں نے جناب نافع اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

Marfat.com

جو شخص قرآن کا تیسرا حصہ پڑھے گا۔ اُسے گویا نبوّت کا تیسرا حصہ عطا کیا گیا۔ (الحدیث) یہاں تک فرمایا۔ کہ جس نے پورا قرآن پڑھا۔ اس کو کامل نبوت عطا ہوئی۔ اور یہ (روایت) باطل اور گمراہی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی (ثلث القرآن مزاج والی) باطل اور گمراہ کن ہے۔ انتھی خطیب نے کہا۔ کہ اس قاسم سے فریابی اور یہ ابو امیہ المبارک سے اور اس نے لوین سے ایسی روایات کیں۔ جو باطل ہونے میں عجوبہ تھیں۔ اور عبد الغنی بن سعید نے کہا۔ کہ ملطی لوگوں میں کوئی بھی ثقہ نہیں۔ (قاسم بن ابراہیم بھی ملطی ہے)

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی کی مکاری اور فریب دہی آپ نے ملاحظہ کر لی۔ کتنا عجیب و پُر فریب عنوان تھا "قرآن پڑھو اور نبی بن جاؤ"۔ لیکن جب اس روایت کی حقیقت کی چھان بین کی گئی۔ تو سرے سے موضوع پائی۔ ہم نے اس روایت کا آخری اور پہلا راوی (آخری محمد بن علی واسطی اور پہلا قاسم بن ابراہیم ہے) فن اسماء الرجال میں دیکھا۔ دونوں وضاع اور کذاب ہیں۔ علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی نے ان کے وضاع اور کذاب ہونے کو بالتصریح بیان فرمایا۔ اور روایت زیر بحث بھی ان کی اختراعات میں سے ایک ہے۔ اس لیے نجفی نے کس ہوشیاری سے اور چالاکی سے ایک موضوع حدیث کے ذریعہ اہل سنت کو کوسنے اور اپنے ماتم کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ یہ تو تھا اس روایت کا حال کہ جس کو نجفی نے لیا۔ اس کے ساتھ استدلال کو عجیب طریقہ پر چسپاں کیا گیا۔ وہ یہ کہ وہ اگر اہل سنت قرآن رٹنے سے نبی بن سکتے ہیں۔ تو شیعہ حضرات امام حسین کی عزاداری سے مومن کیوں نہیں بن سکتے؟"

Marfat.com

ان دونوں باتوں میں باہم کیا تعلق ہے؟ جہاں تک پہلے جملے کا معاملہ تھا۔ وہ تو نکلا موضوع۔ اور اس کے راوی من گھڑت روایات کے سرخیل۔ اب انہی دونوں باتوں کو ذرا نجفی کے انداز سے جوڑو۔ اور معنی نکالو۔

کسی شخص کا قرآن رٹنے سے نبی بننا باطل اور بے ایمانی ہے۔ اس لیے امام حسین کی عزاداری کرنے سے کسی کا مومن رہنا بھی باطل اور گمراہ کن بات ہے لہٰذا ماتم اور رونے پیٹنے کو جائز سمجھنے والا گمراہ اور بے دین ہے۔ ہم تو اس سے قبل یہ نقل کر چکے ہیں۔ کہ وہ ماتم کرنے والا کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا اور اس کی دُبر سے آگ داخل کر کے منہ سے نکالی جائے گی۔ کیا مومن کی یہی سزا ہو گی؟ اگر یہی سزا مقرر و مقدر ہے۔ تو ایسے ایمان سے توبہ۔ اور نجفی وغیرہ مومنین کو یہ مبارک ہو۔۔۔۔۔۔۔

جواب دوم:

نجفی نے تو ایک من گھڑت روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ ثلث قرآن کے پڑھنے سے تیسرا حصہ نبوت کا مل جاتا ہے۔ مکمل سے پوری نبوت مل جاتی ہے۔ اس من گھڑت روایت پر خوش ہونا کوئی عقل مندی نہیں۔ اور ہم تمہیں صحیح روایات بتلاتے ہیں۔ اگر واقعی (معاذ اللہ) نبی بننے کا شوق ہے۔ تو ہم اہل سنت تمہیں تمہارے گھر کی لکھی ترکیب بتلاتے ہیں۔ اس معمولی سی کوشش سے امام حسن و حسین اور نبی تک بن جاؤ گے۔

Marfat.com

بقول شیعہ متعہ کرو

کیونکہ متعہ کرنے والا حسنین علی اور نبی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے

منہج الصادقین

قال النبی من تمتع مرۃ درجتہ کدرجۃ الحسین۔ و من تمتع مرتین درجتہ کدرجۃ الحسن (ع) و من تمتع ثلث مرات درجتہ کدرجۃ علی و من تمتع اربع مرات درجتہ کدرجتی

ہر کہ یکبار متعہ کند۔ درجہ او چوں درجہ حسین باشد و ہر کہ دو بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ حسن (ع) باشد و ہر کہ سہ بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ علی ابن ابی طالب (ع) باشد و ہر کہ چہار بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ من باشد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۴۹۳ الجزء الخامس مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو ایک مرتبہ متعہ کرے گا۔ وہ درجہ

Marfat.com

حسین پائے گا۔ جو دو مرتبہ متع کرے گا۔
درجۂ امام حسن پائے گا۔ جو تین مرتبہ کرے گا۔ تو
درجۂ علی بن ابی طالب کو پہنچے گا۔ اور جو چار مرتبہ متعہ کرے گا۔ وہ میرے
درجہ کو پائے گا۔ (العیاذ باللہ)

صاحبِ تفسیر نے حدیث نقل کرکے اس کا ترجمہ بھی کیا لیکن اس پر کوئی جرح وغیرہ نہ کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذکورہ روایت ان کے معیار کے مطابق درست ہے۔ تو اس صحیح روایت سے یہی ثابت ہوا۔ کہ ایک مرتبہ متعہ سے مقام حسینیت دو مرتبہ سے مرتبہ حسنیت اور تین مرتبہ سے مقام علی پر متعہ کرنے والا ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏"فائز" ہو جاتا ہے۔ اور اگر پھر بھی باز نہ آئے۔ بلکہ مزید ترقی درجات چاہتا ہو۔ تو تین کے بعد ایک ہی جست میں مرتبۂ نبوت پالے گا۔ آگے نہ جانے کونسا سانپ سُونگھ گیا۔ کہ پانچ چھ سات الآخر مرتبہ متعہ کرنے والا کہاں جائے گا کس مقام کو حاصل کرے گا۔ یہ نہ بیان کیا۔ دیکھا! مذہب ہو تو ایسا۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔

"متعہ" کی تفصیلی بحث ہم کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ متعہ کے لیے نہ گواہی کی ضرورت نہ حق مہر کی پابندی۔ اور نہ ہی اس فعل سے حصول اولاد کا مقصد بلکہ اس کے لیے عورت کا پاک دامن ہونا بھی کوئی ضروری نہیں۔ مجوسیہ تک سے یہ ہو سکتا ہے۔ اور آدمی ہزار عورتوں سے متعہ کر سکتا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

بقول شیعہ امام جعفر صادق نے ہزار عورت کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی

تہذیب الاحکام

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ ذُکِرَ لَهُ الْمُتْعَةُ اَهِیَ مِنَ الْاَرْبَعِ قَالَ تَزَوَّجْ مِنْهُنَّ اَلْفًا فَاِنَّهُنَّ مُسْتَاجَرَاتٌ

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حضور متعہ کا ذکر ہوا۔ اور پوچھا گیا۔ کہ کیا متعہ صرف چار عورتوں سے ہی جائز ہے۔ (زیادہ سے نہیں)؟ فرمایا۔ تو ایسی ہزار عورتوں سے نکاح متعہ کرے۔ (یہ جائز ہے) کیونکہ وہ تو کرایہ پرلی گئی ہیں۔

Marfat.com

بقول شیعہ شادی شدہ عورت سے بھی امام جعفر نے متعہ کرنے کی اجازت دی

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَۃً مُتْعَۃً فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّ لَہَا زَوْجًا فَفَتَّشْتُ عَنْ ذَالِکَ فَوَجَدْتُ لَہَا زَوْجًا فَقَالَ..... وَلِمَ فَتَّشْتَ؟

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۳)

ترجمہ:

راوی کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ حضرت: میں نے ایک عورت سے نکاح متعہ کیا۔ اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں خاوند والی نہ ہو۔ تو میں نے تفتیش کی۔ پتہ چلا کہ واقعی اس کا خاوند موجود ہے۔ (تو کیا میں نے یہ غلط کیا یا درست کیا؟) امام فرمانے لگے..... تو نے تفتیش کیوں کی؟ (یعنی اس کی کیا ضرورت تھی۔ کہ تحقیق کی جائے کہ یہ خاوند والی ہے یا بغیر خاوند کے ہے۔ جب متعہ کرنے کے لیے اس قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ تو تیری تفتیش بیکار تھی۔ اور جو کچھ کیا۔ تو نے جائز کیا۔)

Marfat.com

بقول شیعہ فاسقہ فاجرہ سے بھی امام جعفر صادق نے متعہ کرنے کی اجازت دے دی

تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلَ عَمَّارٌ وَاَنَا عِنْدَهُ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ الْفَاجِرَةَ مُتْعَةً قَالَ لَا بَأْسَ۔

(تہذیب الاحکام ص ۲۵۳ جلد ۷)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ عمار نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پوچھا۔ کہ ایک آدمی کسی فاجرہ سے نکاح متعہ کرتا ہے۔ (تو یہ کیا ہے ؟ میں (زرارہ) بھی وہاں موجود تھا۔ امام موصوف نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

بقول شیعہ نصرانیہ اور یہودیہ سے بھی امام موصوف نے متعہ کی اجازت دی

تہذیب الاحکام :

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ یَتَمَتَّعَ الرَّجُلُ بِالْیَهُوْدِیَّةِ وَالنَّصْرَانِیَّةِ وَعِنْدَهٗ حُرَّةٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۶)

ترجمہ :
امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی یہودن، اور عیسائی عورت سے متعہ کر لیتا ہے۔ تو ایسا کرنے میں کوئی گناہ اور حرج نہیں ہے۔

بقول شیعہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں نکاح متعہ کے لیے نہ گواہی نہ اعلان

تہذیب الاحکام

وَلَیْسَ فِی الْمُتْعَةِ اِشْهَادٌ وَلَا

Marfat.com

اِعْلَانٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۶۱)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ کے نکاح میں نہ کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اور نہ اعلان کی حاجت ہے۔

مٹھی بھر گندم کے عوض متعہ کر سکتے ہیں

(امام جعفر)

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْاَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَدْنٰی مَا یَتَزَوَّجُ بِهِ الْمُتْعَةَ؟ قَالَ کَفٌّ مِنْ بُرٍّ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷، ص ۲۶۰)

ترجمہ:

ابوسعید احول کا کہنا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ متعہ کے لیے کم از کم کتنی مالیت ہونی چاہیئے۔ فرمایا مٹھی بھر گندم کے عوض متعہ کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

متعہ خالص زنا ہے

اور

اگر نہیں تو مذہب شیعہ کے مطابق دنیا میں سرے زنا کا وجود ہی نہیں ہے

ناظرین کرام! متعہ کے بارے میں مندرجہ بالا حوالہ جات سے آپ نے اس کے چیدہ چیدہ چند مسائل معلوم کر لیے۔ چار مرتبہ اس فعل کا مرتکب مقام نبوت پر فائز ہو جاتا ہے۔ نہ گواہی کی ضرورت نہ خطیر رقم کی۔ بس اپنی بیگانی جس پر جی للچایا اُس غریب کی شام لوٹ لی۔ ایک نہیں ہزار سے کریں حتی کہ خاندوالی سے کریں میدان آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر کوئی زنا کا الزام دھرے تو امام جعفر صادق رضی کی طرف منسوب روایات سے اُس کا منہ موڑ دیں۔ بلکہ توڑ دیں۔ کبھی بھی کسی شیعہ پر حد زنا نافذ نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ محل وموقعہ پر پکڑے جانے کے باوجود وہ اس کو "متعہ" کہہ کر جان چھوڑائے گا۔ حالانکہ "زنا" اور اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں ایک ہی فعل کے دو نام ہیں۔

متعہ یعنی زنا کا مرتکب شیعہ بجائے سو کوڑے یا رجم کے اس قدر محترم ہو گیا۔ کہ چار مرتبہ ارتکاب سے درجہ نبوت پا گیا۔ اس قدر قبیح اور قابل حد فعل سے لوگوں کو

Marfat.com

درجۂ نبوت پر فائز کر کے کیا نجفی صاحب کا عقیدۂ ختم نبوت باقی رہا۔ ہم پر ایک موضوع روایت کے ذریعہ الزام دھرا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اب آپ اپنے گھر کی خبر تو لیں۔ کتنے بدمعاش اور حرامی لوگوں کو آپ کے مذہب نے پیغمبر بنا دیا۔ بالفرض اگر وہ روایت قاسم بن ابراہیم کذاب کی بیان کی گئی۔ درست قرار پاتی۔ تو پھر بھی موازنہ کر لیجئے۔ کہ کس کا پلڑا بھاری ہے۔ تلاوتِ قرآن آخر ایک نیک فعل ہے۔ اور متعہ بالتحقیق زنا ہونے کی وجہ سے حرام اور شنیع فعل ہے۔ نبوت کا حصول نیک فعل اور حرام فعل سے ذرا بتلائیے۔ کونسا اچھا اور موافق نظر آتا ہے۔ (ویسے ہم تو مرتبہ نبوت کو بذریعہ کسب کسی کے لیے حاصل ہو جانا مانتے ہی نہیں۔)

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ مسلک خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کا دوسرا نام ہے۔ متعہ ہو یا سرعام سر ننگے ماتم کرنا، موسیقی ہو یا مرثیہ خوانی یہ سب ایک ہی شجر ممنوعہ کے پھل ہیں۔ اس کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ یہ سب ... کی طرف بلانے کی صورتیں ہیں۔ آخر مرتبہ نبوت کا حصول ہر ایک کی تمنا ہوتی ہے۔ خدا سمجھے۔!

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

نجفی شیعی کی دغابازی نمبر ۲

اہل سنت پر الزام کہ وہ ذکر حسین ممنوع سمجھتے ہیں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر سے نجفی شیعی نے دھوکہ دیتے ہوئے یہ باور کرانا چاہا۔ کہ اہل سنت کو امام غزالی نے عاشورا کے دن ذکر حسین کرنے سے اس لیے روکا ہے۔ کہ اس کے کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں حضرات صحابہ کرام سے بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم سے یزید کا ظالم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کے ظلم کا رخ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہو جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اسے خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اور امیر معاویہ سے اس ظلم کا انتقال دیگر صحابہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے شام کا گورنر امیر معاویہ کو مقرر کیا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ماتم حسین جائز تو ہے۔ لیکن اس سے نقصان بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ جو سنیوں کو منظور و قبول نہیں۔ نجفی شیعی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

ماتم اور صحابہ

"اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ خاتمہ ص ۲۲۱"

صواعق محرقہ:

قَالَ الْغَزَالِيُّ وَغَيْرُهُ وَيَحْرُمُ عَلَى الْوَاعِظِ وَغَيْرِهِ

Marfat.com

رِوَایَۃُ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ وَالْحَسَنِ وَحِکَایَاتُہٗ وَمَا جَرٰی بَیْنَ الصَّحَابَۃِ مِنَ التَّشَاجُرِ وَالتَّخَاصُمِ فَاِنَّہٗ یُھَیِّجُ عَلٰی بُغْضِ الصَّحَابَۃِ وَالطَّعْنِ فِیْھِمْ۔

(صواعق محرقہ خاتمہ ص ۲۲۱)

ترجمہ:

امام غزالی لکھتے ہیں۔ کہ امام حسین اور امام حسن (علیہما الصلوۃ والسلام) کی شہادت کا ذکر کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ذکرِ شہادتِ حسین صحابہ کرام کے بغض کی آگ بھڑکاتا ہے۔

لیجئے قارئین کرام معاملہ صاف ہوگیا۔ قابل غور یہ بات ہے۔ کہ شہادت حسین سننے سے صحابہ کی دشمنی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جو شخص وہ مظالم جو امام مظلوم پر ہوئے ہیں سنے گا تو قاتل کی تلاش کرے گا۔ اور قاتل یزید ہے پھر وہ یہ تلاش کرے گا۔ کہ یزید کو کس نے بادشاہ بنایا۔ یزید کو معاویہ نے بادشاہ بنایا۔ پھر وہ سوچے گا۔ کہ امیر معاویہ کو شام کی گورنری کس نے دی اور اس کے پاؤں کس نے مضبوط کیے اور معاویہ پر نوازشات کی بارش خلافت راشدہ کے زمانہ میں ہوئی۔

پس بات ساری کھل جائے گی اور بزرگوں کے کارنامے آشکارا ہو جائیں گے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے فتوای دے دیا۔ کہ ذکرِ حسین کرنا ہی حرام ہے۔"

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی شیعی ص ۱۲ مطبوعہ لاہور۔)

Marfat.com

جواب اوّل:

معترض نے اپنی کتاب میں تاثر دینے کی کوشش کی۔ بلکہ فتویٰ جڑ دیا۔ کہ اہل سنت عاشورا کے دن ذکر حسین کو حرام سمجھتے ہیں۔ ذرا اس عبارت کو اور یوم عاشورا کو موجود محافلِ شہادت اور مصائب و آلام امام حسین کو دیکھیں۔ دونوں میں کیا فرق نظر آئے گا۔ اہل سنت محرم الحرام کے پورے مہینہ اور خاص کر پہلے دس دن اور بالخصوص یوم عاشورا پر ذکر حسین کی بڑی بڑی محافل منعقد کرتے ہیں۔ کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ جلسے کیے جاتے ہیں۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اور اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کے سامعین میں جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ تو مشاہدہ ہی نجفی شیعی کی دغابازی کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ نجفی بھی دیکھتا سنتا رہا ہے۔ اِس لیے دھوکہ اور فریب ہی کے سوا اس عبارت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

رہا وہ امر جو امام غزالی کی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ یعنی یہ کہ اس سے یزید کا ظلم اور یزید کے ظلم سے امیر معاویہ پھر دیگر صحابہ کرام کا ظلم کھل کر سامنے آجاتا ہے یہ بھی ایک دھوکہ ہی ہے۔ اور فریب دہی کی کوشش ہے۔ کیونکہ یزید سے ظلم کا امیر معاویہ کی طرف منتقل ہونا اور پھر آگے چلتے جانا اس وقت متصور ہوتا جب ان حضرات کی خواہش اور تمنا کے مطابق واقعہ کربلا ہوتا۔ اور ان لوگوں کا منصوبہ اس میں کارفرما ہوتا اور اگر ان حضرات کا واقعہ کربلا سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی کوئی خفیہ منصوبہ کارفرما تھا۔ تو پھر یہ حضرات موردِ الزام کیوں ٹھہرائے جائیں۔

آپ تمام قارئین اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ کہ ہر باپ کی دلی تمنا ہوتی ہے

Marfat.com

کہ اس کی اولاد نیک اور فرمانبردار نکلے۔ اور بڑے ہو کر وہ سکھ چین کا ذریعہ بنے لیکن یہ خواہش کبھی پوری ہوتی ہے۔ اور کبھی ادھوری ہی رہ جاتی ہے۔ اب اولاد کا بڑے ہو کر فاسق و فاجر بن جانا باپ کے لیے باعث الزام کیوں ہو جائے۔؟
اسی طرح ہر باپ اپنے بیٹے کی شادی پر ہزاروں لاکھوں خرچ کرتا ہے۔ اور اس کا گھر آباد کرنے کی تقریب پر دُور و قریب کے رشتہ داروں کو بلا کر خوشیاں مناتا ہے لیکن یہی بچہ کچھ عرصہ گزرنے پر باپ کے لیے باعث صدمہ بن جاتا ہے اور پریشان کرنے لگتا ہے۔ تو کیا بچہ کی اسی حرکت سے اس کے باپ کو یہ الزام دیا جائے گا۔ کہ تو نے اس کی شادی کیوں کی تھی الخ؟

کچھ یہی معاملہ نجفی کا ہے۔ کیونکہ اس کا کہنا ہے۔ کہ "اہل سنت یوم عاشورا کو ذکر امام حسین اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں امیر معاویہ کا ظلم ظاہر نہ ہو جائے"۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ تو اللہ کے حضور دعا مانگی تھی "یا اللہ! میں نے عوام کی بھلائی کے پیش نظر یزید کو ولی عہد بنایا ہے۔ تو قبول فرما۔ اور اگر میں نے اس کی نااہلی کے ہوتے ہوئے اور اقربا پروری کے خیال سے ایسا کیا ہے۔ تو اس کو جلد دنیا سے اٹھا لے"۔ اب ایسے امیر کے متعلق کہ فلاح و بہبودِ عوام جس کے پیش نظر ہو۔ یہ کیونکر الزام دیا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ ظالمانہ حرکت کی تھی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی نجفی نے غلط استدلال کیا۔ اور اس کے ذریعہ بھی فریب دینے کی کوشش کی۔ امام موصوف نے جو واعظین کرام کو تنبیہ کی۔ کہ انہیں شہادتِ امام حسین کی روایات بیان نہ کرنا چاہئیں۔ اور حضرات صحابہ کرام کے مابین واقع ہونے والے مخاصمات و مشاجرات (جھگڑے) عوام کے سامنے بیان نہیں کرنے چاہئیں۔ تو گزارش ہے۔ کہ امام موصوف نے مطلقاً ایسا کرنے سے

Marfat.com

منع نہیں فرمایا۔ بلکہ من گھڑت اور ادھر اُدھر کی اڑتی اڑاتی باتیں ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ کچھ واعظین کا رویہ بن چکا ہے۔ اور صحابہ کرام کے مابین رونما ہونے والے اختلافات سے چونکہ عوام الناس کا ان کے بارے میں عقیدہ متزلزل ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لیے آپ نے ان حالات میں ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر نجفی شیعی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تو بات صاف ہو جاتی۔ اور امام موصوف کا مدعا قاری پر واضح ہو جاتا۔ لیکن اس نے محض دھوکہ دینے کے لیے اپنے مطلب کا کلام لے لیا۔ اور سابق لاحق کو چھوڑ دیا۔ اگر ایسی خیانت اور بددیانتی نہ کی جاتی۔ تو یہ کہنا مشکل ہو جاتا۔ کہ امام غزالی نے اہل سنت کو یوم عاشورا کے دن ذکر حسین کرنے سے منع کیا۔ تاکہ اس سے مظالم معاویہ اور صحابہ کرام ظاہر نہ ہو جائیں۔ آیئے امام موصوف کی مکمل عبارت دیکھیں۔ اور پھر نجفی کے نتیجہ سے موازنہ کریں۔

امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹی روایات سے ذکر حسین رضی اللہ عنہ کیا جائے

صواعق محرقہ

قَالَ الْغَزَالِیُّ وَغَیْرُہٗ وَیَحْرُمُ عَلَی الْوَاعِظِ وَغَیْرِہٖ رِوَایَۃُ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ وَحِکَایَاتُہٗ وَمَا جَرٰی بَیْنَ الصَّحَابَۃِ مِنَ التَّشَاجُرِ وَالتَّخَاصُمِ فَاِنَّہٗ یُھَیِّجُ عَلٰی بُغْضِ الصَّحَابَۃِ وَالطَّعْنِ فِیْھِمْ

Marfat.com

وَهُمْ اَعْلَامُ الَّذِيْنَ تَلَقَّى الْاَئِمَّةُ الَّذِيْنَ عَنْهُمْ
رِوَايَةً وَنَحْنُ تَلَقَّيْنَاهُ مِنَ الْاَئِمَّةِ دِرَايَةً فَالطَّاعِنُ
فِيْهِمْ مَطْعُوْنٌ طَاعِنٌ فِيْ نَفْسِهٖ وَدِيْنِهٖ
قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَالنَّوَوِيُّ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ
عُدُوْلٌ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِائَةُ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ صَحَابِيٍّ عِنْدَ
مَوْتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ
وَالْاَخْبَارُ مُصَرِّحَانِ بِعَدَالَتِهِمْ وَجَلَالَتِهِمْ
وَلِمَا جَرٰى بَيْنَهُمْ مَحَامِلُ لَا يَحْتَمِلُ ذِكْرَهَا
هٰذَا الْكِتَابُ اِنْتَهٰى مُلَخَّصًا وَمَا ذُكِرَ مِنْ حُرْمَةِ
رِوَايَةِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَمَا بَعْدَهَا لَا يُنَافِيْ مَا
ذَكَرْتُهٗ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ لِاَنَّ هٰذَا الْبَيَانُ الْحَقُّ
الَّذِيْ يَجِبُ اعْتِقَادُهٗ مِنْ جَلَالَةِ الصَّحَابَةِ وَبَرَائَتِهِمْ
مِنْ كُلِّ نَقْصٍ بِخِلَافِ مَا يَفْعَلُهُ الْوُعَّاظُ الْجَهَلَةُ
فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ بِالْاَخْبَارِ الْكَاذِبَةِ الْمَوْضُوْعَةِ
وَنَحْوِهَا وَلَا يُبَيِّنُوْنَ الْمَحَامِلَ وَالْحَقَّ الَّذِيْ
يَجِبُ اعْتِقَادُهٗ فَيُوْقِعُوْنَ الْعَامَّةَ فِيْ بُغْضِ الصَّحَابَةِ
وَتَنْقِيْصِهِمْ بِخِلَافِ مَا ذَكَرْنَاهُ فَاِنَّهٗ لِغَايَةِ اِجْلَالِ
لَهُمْ وَتَنْزِيْهِهِمْ هٰذَا وَقَدْ بَتَرَ عُمَرُ يَزِيْدَ
لِسُوْءِ مَا فَعَلَهٗ وَاسْتِجَابَةِ دَعْوَةِ اَبِيْهِ فَاِنَّهٗ
لَمْ يَمُرَّ عَلٰى عَهْدِهٖ اِلَيْهِ فَخَطَبَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ

Marfat.com

اِنَّمَا عَامَدْتُ لِيَزِيْدَ لَمَّا رَأَيْتُ مِنْ فِعْلِهٖ
فَبَلَّغْتُهُ مَا أَمَّلْتُهُ وَ أَعْنَتُهُ وَإِنْ كُنْتُ إِنَّمَا حَمَلَنِيْ
حُبُّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ وَ إِنَّهُ لَيْسَ لِمَا صَنَعْتُ بِهٖ
أَهْلًا فَاقْبِضْهُ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ ذَالِكَ فَكَانَ
كَذَالِكَ لِأَنَّ وِلَايَتَهُ كَانَتْ سَنَةَ سِتِّيْنَ وَمَاتَ
سَنَةَ أَرْبَعٍ وَسِتِّيْنَ۔

(صواعق محرقہ ص ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ ازہر مصر)

ترجمہ:

امام غزالی وغیرہ علماء نے فرمایا۔ کہ واعظ وغیرہ پر امام حسین کے قتل کے واقعات اور حکایات کی روایات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور ان جھگڑوں کے بارے میں روایات سے بھی بچنا چاہیئے جو حضرات صحابہ کرام کے درمیان ہوئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے صحابہ کرام کے بارے میں بغض اور طعن کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ دین کے ستون تھے اور ائمہ کرام نے ان حضرات سے دین بطور روایت حاصل کیا اور ہم نے حضرات ائمہ کرام سے درایت کے طور پر دین سیکھا۔ لہٰذا ان کے بارے میں طعن کرنے والا خود اپنے دین اور اپنی ذات کو مطعون کر رہا ہے۔ ابن الصلاح اور النووی نے کہا۔ تمام صحابہ کرام عادل تھے۔ (یعنی گناہ کبیرہ سے بچے ہوئے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرنے والے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت ایک لاکھ اور چودہ ہزار صحابہ کرام موجود تھے۔ قرآن کریم اور احادیث ان کی عدالت کی تصریح

Marfat.com

اوران کی بزرگی پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔ اور جو باہم ان حضرات کے درمیان جھگڑے اور اختلافات ہوئے۔ یہ کتاب ان کے ذکر کرنے کی متحمل نہیں ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات کو ذکر کرنا "حرام سمجھنا"، اوراس کے ساتھ ساتھ میرا اس کتاب میں ان واقعات کو ذکر بھی کرنا ان دونوں باتوں میں کوئی منافات اور تناقض نہیں۔ (جو بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔) وہ اس طرح کہ حضرات صحابہ کرام کی جلالت اور ہر نقص سے ان کو بری سمجھنا یہ بات "بیان حق" کے ضمن میں آتی ہے۔ اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے (لہذا ایسی باتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے)۔ بخلاف ان روایات وواقعات کے جو جاہل واعظین بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اکثر ایسی باتیں بیان کرگزرتے ہیں۔ جو جھوٹی من گھڑت اور باطل ہوتی ہیں اور جن کا ذکر کرنا ضروری اور واجب ہوتا ہے۔ انہیں ذکر نہیں کر پاتے۔ لہذا ان کے ایسے کرنے سے عوام کے ذہن حضرات صحابہ کرام کے متعلق بغض اوران کی عظمت شان میں کمی کی طرف سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ برخلاف ان باتوں کے جو ہم نے ذکر کیں۔ کیونکہ ان کی بزرگی اور پاکیزگی کا اعلیٰ مقام دل میں جاگزیں ہوتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے۔ کہ یزید کی عمر اس کی بدعملی اوراس کے والد گرامی کی دعا کی قبولیت کی وجہ سے کم ہوگئی۔ سو جب کچھ لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے ولی عہد بنانے پر کوسا۔ تو آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"اے اللہ! اگر میں نے یزید کو ولی عہدان باتوں کی بنا پر بنایا۔ جو میں نے اس کی دیکھیں۔ تو اس کو میری تمناؤں کے پورا کرنے تک عمر عطا فرما۔ اوراس کی مدد بھی کر۔ اور اگر ایسا میں نے اس لیے کیا۔ کہ میں اس کا باپ اور وہ میرا بیٹا ہے اور محبت پدری سے ایسا ہوا۔ اور وہ اس منصب کا اہل نہیں۔ تو اسے دنیا سے اٹھا"

Marfat.com

لہٰذا حالات گواہ ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دُعا کے مطابق ہی ہوا کیونکہ یزید ساٹھ ہجری میں مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور چار سال کے اندر مر گیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے نجفی شیعی کی دھوکہ دہی کی اصل بنیاد

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اور اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ امام موصوف نے اس میں دو الگ الگ باتیں ذکر فرمائیں۔ ایک یہ کہ واعظین کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں من گھڑت اور غلط روایات ذکر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ کہ حضرات صحابہ کرام کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات اور جھگڑوں کو عوام کے سامنے بیان کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ان کے باہم اختلاف کو بیان کرنے سے کم علم اور جاہل لوگ کسی ایک فریق کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا سمجھنا شروع کر دیں گے۔ (مثلاً جنگ جمل کا واقعہ سن کر عام آدمی یا تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق بغض رکھے گا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حق پر سمجھے گا۔ یا اس کے اُلٹ اُس کا تصور ہو گا۔ حالانکہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔ ان واقعات سے یہ عقیدہ قائم نہیں رہ سکتا۔) ان حضرات کے مابین جو کچھ ہوا۔ وہ اجتہادی خطا کے ضمن میں آتا ہے ہم جنگ صفین اور جنگ جمل میں اس پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔

لیکن نجفی شیعی نے چالاکی یہ چلی۔ کہ پہلی بات کو دوسری بات کا نتیجہ بنا کر پیش کیا۔ اور کوشش کی۔ کہ یہ ثابت کیا جائے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر شہادت سے چونکہ صحابہ کرام کے بارے میں بغض پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ حالانکہ امام غزالی نے امام حسین کی شہادت کے بارے میں غلط اور من گھڑت روایات سے

Marfat.com

منع فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خود شہادتِ امام کے متعلق روایات لکھی ہیں۔ کہ جن کا ذکر کرنا از روئے عقیدہ واجب ہے۔ کہاں امام حسین کے بارے میں جھوٹی روایات سے منع کرنا اور کہاں صحابہ کرام کے مابین مخاصمات کے ذکر سے منع کرنا مخاصمات صحابہ کا ذکر عوام کے سامنے اس لیے منع کیا گیا۔ کہ اس سے بغض صحابہ پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ اور شہادت کے متعلق غلط واقعات ویسے ہی منع ہیں۔ ان کو منع اس لیے نہیں کیا گیا کہ ان سے بھی وہی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ جو نجفی نے بیان کی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ نجفی کا یہ الزام لگانا قطعاً کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کہ "ذکر حسین سے بغض صحابہ پیدا ہوتا ہے"۔ ان دونوں باتوں کو خلط ملط کر کے اس نے فریب دہی اور عیاری کا کمال مظاہرہ کیا۔

جواب دوم :

نجفی شیعی نے اہل سنت پر پُر فریب الزام دھرنے کی کوشش کی۔ کہ اہل سنت بغض حسین کی وجہ سے ان کا ذکر اور ان کی شہادت کے واقعات بیان نہیں کرتے ذرا اسی موضوع پر اپنے مسلک کی بھی خبر لی ہوتی۔ اپنی کتب کی ورق گردانی کی ہوتی اور پھر دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاتے۔ کہ جو کچھ بھونڈے طریقہ سے ہم سُنیوں کو کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تو ہماری کارستانی ہے۔ آئیے! ذرا آئینہ دیکھیں۔ عنوان ہمارا مضمون اہل تشیع کا ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

شیعہ مجتہد کا فتویٰ

امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کے دوران غناء، نوحہ کرنا اور مونہہ پیٹنا حرام اور شیطانی عمل ہے

منتہی الآمال:

پس شائستہ است کہ شیعیان عموماً و ذاکرین خصوصاً ملتفت شدہ دراین سوگواری و عزاداری بروجہی سلوک کنند کہ زبان نواصب دراز نشود و اقتصار بر واجبات و مستحباتِ کردہ از استعمال محرمات از قبیل غنا کہ غالباً نوحہ ہائے لطم خالی از آں نیست و از اکاذیب منقولہ حکایات ضعیفہ مظنونۃ الکذب کہ در جملہ ای از کتب غیر معتبرہ بلکہ نقل از کتبی کہ مصنف آنہا از متدینین اہل علم و حدیث نیست احتراز نمایند و شیطان را دراین عبادت بزرگ اعظم شعائر اللہ است راہ ندہند و از معاصی کثیرہ کہ روح عبادت را میبرد بپرہیزد خصوصاً ریا و کذب و غناء کہ دراین عمل ساری جاری شدہ است۔

(منتہی الآمال از شیخ قمی جلد اول
صفحہ نمبر ۴۴۵ خاتمہ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

پس مناسب ہے کہ تمام شیعہ بالعموم اور ذاکرین بالخصوص جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری اور سوگواری میں شرکت کرتے ہیں ان مجالس میں ایسا طریقہ اپنائیں۔ کہ نواصب (اہل سنت) کو اعتراض کرنے کا موقع ہاتھ نہ آسکے۔ وہ یوں کہ صرف وہی باتیں بیان کریں۔ جو واجب اور مستحب ہوں۔ اور محرمات سے کلی اجتناب کریں۔ جیسا کہ گانا بجانا ہے۔ کیونکہ غالباً ماتمی لوگ نوحہ خوانی ضرور کرتے ہیں۔ اور جھوٹی روایات اور کمزور حکایت سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ اس قسم کی باتیں عام طور پر غیر معتبر کتب میں ملتی ہیں۔ اور ان میں جھوٹ کا ظن غالب ہوتا ہے۔ بلکہ کسی ایسی کتاب سے کوئی بات نقل کرنے سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔ کہ جس کا مصنف دین داری میں مشہور نہ ہو۔ اور اسے عالم اور حدیث دان نہ سمجھا گیا ہو۔ اور یہ بھی مناسب ہے۔ کہ امام حسین کی یاد میں منعقد ہونے والی مجالس ایسی بزرگ عبادت کو شیطانی کاموں سے بچایا جائے۔ کیونکہ ایسی مجالس شعائر اللہ میں سے بہت اہم درجہ رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے گناہ والے کاموں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ کہ جن کی وجہ سے عبادت کا روح جا رہا ہے۔ بالخصوص دکھلاوا، جھوٹ اور گانا بجانا جو کہ ذکر حسین کی مجالس میں ہر طرف اہل تشیع نے جاری وساری کر رکھا ہے (ان سے ضرور اجتناب کرنا چاہیے)

Marfat.com

بقول شیعہ مجتہد

غلط اور جھوٹے واقعات کے ذریعہ شہادت حسین کو بیان کرنا اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے

منتہی الآمال

در جامع الاخبار از رسول خدا (ص) روایت کردہ کہ فرمودہ ہر گاہ دروغ گوید مومن بدوں عذر لعنت کند اورا ہفتاد ہزار ملک و از دل او بوئے گندے بیروں آید و بالا رود تا بعرش رسد پس لعنت کنند اورا حملۂ عرش و حق تعالیٰ بواسطۂ آں یک دروغ ہفتاد زنا براو نویسد کہ آساں تراینہا مثل آنست کہ کسی با مادر خود زنا کند۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۵
خاتم الکتاب۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

جامع الاخبار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو مومن عذر کے بغیر جھوٹ کہتا ہے۔ اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس ایک جھوٹ کی وجہ سے ستر زنا کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں درج فرماتا ہے۔ کہ ان میں سے سب سے کم تر زنا وہ جو کسی نے اپنی ماں سے کیا ہو۔

''تحفۃ الاسلام'' نجفی شیعی نے اہل سنت پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جو اعتراض کرنے کی کوشش کی۔ ہمارے دو عدد جوابات سے اس کی قلعی کھل گئی۔ اور دغا بازی اور فریب دہی کا بھانڈا سر راہ پھوٹ گیا۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی سے عداوت اور بغض حسد کی بیماری لگ جائے۔ تو رات دن وہ بیچارا اسی میں جلتا رہتا ہے۔ اور خود خرید کردہ یہ آگ اس کو دنیا کے علاوہ قبر و حشر میں بھی چھوڑنے کا نام نہیں لیتی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جو استدلال کیا گیا۔ اس کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ نجفی یا تو اس استعداد سے خالی ہے۔ جس کی بدولت کسی عبارت کو صحیح سمجھا جا سکے۔ یا استعداد تو ہوگی۔ لیکن ابھی نابالغ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کو مطلقاً حرام وممنوع نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسے واقعات و روایات کے ذکر سے منع کیا۔ کہ جو من گھڑت اور جھوٹ کا پلندہ ہوں۔ اور واعظین و ذاکرین کو تنبیہ کی کہ اس عظیم واقعہ میں رنگ بھرنے کے لیے جھوٹی موٹی روایات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح حضرات صحابہ کرام کے مابین رونما ہونے والے جھگڑوں کو بیان کرنا بھی مطلقاً منع نہ فرمایا۔ بلکہ حقائق کے بیان کی اجازت دی۔ ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کے

Marfat.com

بارے میں بھی ایسے "حجۃ الاسلام کیا کہیں گے۔

اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ

خبردار! میرے صحابہ کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات (کے بیان) سے پرہیز کرو۔

اگر جھوٹے اور من گھڑت واقعات بیان کرنا خود تمہارے اکابر کے نزدیک زنا سے بدتر اور شیطانی فعل شمار ہوتے ہیں۔ تو کیا اس سے وہی نتیجہ نکالو گے۔ جو امام غزالی کی عبارت سے نکالا ہے۔ یعنی یہ کہ امام حسین کی شہادت کا ذکر اپنی ماں سے زنا کرنے سے بڑھ کر شیطانی فعل ہے۔ (معاذ اللہ) مجالس حسین میں نوحہ کرنا اور غناء حرام ہیں۔ اور یہی حرام فعل بقول شیخ قمی اہل تشیع میں جاری و ساری ہے۔ حرام خود کرتے ہو اور وہ بھی محافل و مجالسِ شہادت حسین میں۔ اور الزام دھرتے ہو سُنیوں پر؟ "شرم تم کو مگر نہیں آتی۔"

Marfat.com

نجفی شیعی کی تیسری دغا بازی

ناصبی (سنی) قتل حسین پر خوشی کرتے ہیں اور شیعہ ماتم ......

ماتم اور صحابہ:

حضرت امام حسین کی شہادت کے دن ناصبی کیا کرتے تھے؟ اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۲۔

البدایہ والنہایہ:

وَقَدْ عَاكَسَ الرَّافِضَةَ وَالشِّيعَةَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ النَّوَاصِبُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ فَكَانُوا فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ يَطْبَخُونَ الْحُبُوبَ يَغْتَسِلُونَ وَيَتَطَيَّبُونَ وَيَلْبَسُونَ اَفْخَرَ ثِيَابِهِمْ وَيَتَّخِذُونَ ذَالِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا يَصْنَعُونَ فِيهِ الْاَطْعِمَةَ وَيُظْهِرُونَ السُّرُورَ وَالْفَرَحَ يُرِيدُونَ بِذَالِكَ عِنَادَ الرَّوَافِضِ مَعَاكِسَتَهُمْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۲)

Marfat.com

ترجمہ:
شیعہ کے برعکس اہل شام ناصبی روز عاشورا دیگیں پکاتے تھے غسل کرتے تھے خوشبو لگاتے تھے۔ فاخرہ لباس پہنتے تھے۔ اس روز کو عید قرار دیتے تھے قسم قسم کے کھانے تیار ہوتے تھے۔ خوشی اور سرور ظاہر کرتے تھے۔ اور اس سے غرض ان کی شیعوں سے (ضد) اور شیعہ کے اُلٹ کرنا تھا۔
حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے دن شیعہ کیا کرتے تھے؟ اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ

البدایہ والنہایہ

وَقَدْ اَسْرَفَتِ الرَّافِضَةُ فِي دَوْلَةِ بَنِي بُوَيْهٍ فِي حُدُوْدِ الْاَرْبَعِمِائَةِ فَكَانَتِ الدَّبَادِبُ تُضْرَبُ بِبَغْدَادَ وَنَحْوِهَا مِنَ الْبِلَادِ فِي يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيُذَرُّ الرَّمَادُ وَالتِّبْنُ فِي الطُّرُقَاتِ وَالْاَسْوَاقِ وَتُعَلَّقُ الْمُسُوْحُ عَلَى الدَّكَاكِيْنِ وَيُظْهِرُ النَّاسُ الْحُزْنَ وَالْبُكَاءَ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ لَا يَشْرَبُ الْمَاءَ لَيْلَتَئِذٍ مُوَافَقَةً لِلْحُسَيْنِ لِاَنَّهُ قُتِلَ عَطْشَانًا ثُمَّ تَخْرُجُ النِّسَاءُ حَاسِرَاتٍ عَنْ وُجُوْهِهِنَّ يَنُحْنَ وَيَلْطِمْنَ وُجُوْهَهُنَّ وَصُدُوْرَهُنَّ حَافِيَاتٍ فِي الْاَسْوَاقِ ...... وَاِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ بِهٰذَا وَاَشْبَاهِهٖ اَنْ يُشَنِّعُوْا عَلٰى دَوْلَةِ بَنِيْ اُمَيَّةَ لِاَنَّهٗ قُتِلَ فِيْ دَوْلَتِهِمْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۲۰۲)

Marfat.com

ترجمہ:

چار سو ہجری کے حدود میں بنی بویہ کی سلطنت کے دوران شیعہ بڑھ گئے۔ بغداد اور اس جیسے شہروں میں عاشوراء کے دن نقارے بجائے جاتے تھے۔ بازاروں اور راہوں میں بھوسہ اور راکھ پھینکی جاتی تھی۔ دوکانوں پر سیاہ پردے لٹکائے جاتے تھے۔ اور گریہ کرتے تھے۔ اور بہت سے لوگ عاشورا کی رات پانی پینا چھوڑ دیتے تھے کیونکہ اس روز امام حسین پیاسے شہید ہوئے۔ اور عاشوراء کے دن شیعہ کی عورتیں کھلے سر اور ننگے پاؤں نکلتی تھیں۔ نوحہ کرتیں اور منہ کوبی کرتیں اور یہ سب کچھ بنی امیہ کو بدنام کرنے کی خاطر کیا جاتا تھا کیونکہ حسین بنی امیہ کے دور حکومت میں شہید ہوئے۔

قارئین! اہل تشیع کا عاشوراء کے دن ماتم اور اپنے بدن سے خون بہانا یہ معاویہ اور اولاد معاویہ کے خلاف اس ظلم کا احتجاج ہے۔ جو انہوں نے اپنی حکومت کے دوران اولادِ نبی اور شیعیانِ علی پر کیا ہے۔ ظلم کے خلاف مظلوموں کا احتجاج قیامت تک جاری رہے گا۔ اور ظالم اُسے روکنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

(رسالہ "ماتم اور صحابہ" تصنیف نجفی شیعی ص ۱۴۰ تا ۱۴۱
مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

جواب:

"ماتم اور صحابہ" کے مصنف نجفی علیہ ما علیہ نے البدایہ والنہایہ کی عبارت نقل کر کے اور اس میں لفظِ "ناصبی" کا غلط ترجمہ کر کے دھوکہ دہی اور بددیانتی میں ایک اور مثال قائم کی۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ اسی کتاب کے اسی مقام پر جو حافظ ابن کثیر نے اہل سنت کی عزاداری کا طریقہ ذکر کیا۔ نجفی اُسے سرے سے ہضم کر گیا۔ بلکہ ہڑپ کر گیا۔ عبارات کو

Marfat.com

الٹ پلٹ کر اور لفظوں کا خود ساختہ ترجمہ کر کے اس فریب کی بنیاد ہموار کی گئی لیکن ایسا سب کچھ اُسے کرنا چاہیئے تھا تاکہ "مافی الضمیر" کی نشاندہی ہو سکے۔ "وہناں کے ماندآں رازے کزو سازند محفلہا"

صاحب البدایہ والنہایہ نے عبارات مذکورہ اس موضوع کے تحت لکھیں۔ کہ "شیعہ اور ناصبی یوم عاشورا کو دونوں ہی خلافِ شرع اور قابلِ مذمت طریقہ اپناتے ہیں"۔

ناصبی کون ہیں؟

ناصبی وہ لوگ ہیں۔ جو جنگ صفین میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑنے کی تیاری کر چکے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب دونوں طرف سے حضرت ابو موسٰے اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو ثالث اور حکم مقرر کیا گیا۔ اور دونوں طرف (حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ) صلح کی بات مکمل ہو گئی۔ تو یہی لوگ جو حضرت علی المرتضٰی کے ساتھ تھے۔ فوراً حضرت علی المرتضٰی کے خلاف ہو گئے۔ اور کہا۔ اے علی! تم نے قرآن کے اصول کی مخالفت کی ہے کیونکہ قرآن میں ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ اور تم نے تو انسانوں میں سے حکم مقرر کر لیا ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے ان (ناصبی) لوگوں نے حضرت علی المرتضٰی پر کفر کے فتوے بھی لگائے۔ اور کچھ عرصہ بعد ان کی حضرت علی المرتضٰی کے ساتھ مقام "نہرواں" پر جنگ بھی ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ان کا خوب صفایا کیا۔ ناصبی جو شروع میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پیروکار اور مرید تھے۔ ان میں سے ہی ایک مرید "عبدالرحمٰن بن ملجم"

Marfat.com

بھی تھا۔ جس نے بعد میں موقعہ پا کر حضرت علی المرتضیٰ کو شہید کر دیا۔ مزید تسلی کے لیے اہل تشیع کی معتبر کتاب "تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین" جلد دوم ص ۱۸۵ از زیر عنوان تذکرہ صحیفہ صلح (مطبوعہ یوسفی دہلی) کی طرف رجوع کریں۔

دراصل "ناصبی"، وہ ٹولہ تھا۔ جو شروع میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خیر خواہ اور مرید با صفا تھا۔

لیکن جنگ صفین میں مسئلہ تحکیم پر اختلاف کی وجہ سے آپ کا دشمن بن گیا۔ اور بالآخر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب "ناصبی" ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ اور آپ کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لسان العرب

وَالنَّوَاصِبُ قَوْمٌ يَتَدَيَّنُوْنَ بِبُغْضِيَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(لسان العرب جلد اول ص ۷۶۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"ناصبی" وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد رکھنے کو اپنا دینی فرض سمجھتے ہیں۔

اس گروہ نواصب کی دشمنی کا یہ عالم ہے۔ کہ عقل کے اندھوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے ساتھ محاذ آرائی کر کے جرم عظیم کا ارتکاب کیا تھا۔ کیونکہ حسین نے اس طرح امت کو تفرقہ بازی کی نذر کر دیا تھا۔

Marfat.com

اور احادیث مقدسہ میں تفرقہ باز کے لیے سخت وعید مذکور ہے۔ اس خیال و فاسد عقیدہ کی وجہ سے "نواصب" یہ سمجھتے اور کہتے ہیں۔ کہ امام حسین کو قتل کرنا درست فعل تھا۔ اعتبار نہ آئے۔ تو اس دور کے کچھ لوگوں کی تحریرات پڑھ لیں۔ جو ان نواصب کے ہی دُم چھلہ ہیں محمود احمد عباسی اور محمد دین بٹ اسی گروہ کے کارکن ہیں ۔ "رشید بن رشید" نامی کتاب میں یزید کو "علیہ السلام" بلکہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے تعریفی اور مدحیہ الفاظ سے یاد کیا گیا۔ لیکن اس کے بالمقابل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو "باغی" قرار دیا گیا پھر اسی کتاب کے مضامین پر مطلع ہو کر کچھ ناعاقبت اندیشوں نے اپنی تقاریظ لکھیں۔ اور یوں وہ بھی اسی تالاب کی مچھلیاں بن گئے۔ جس میں نواصب کا بسیرا تھا۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام کے بارے میں مذکورہ اعتقادات نواصب (خارجیوں) کے ہیں۔

بحمداللہ! اہل سنت وجماعت ان کے ان عقائد باطلہ کی نہ تائید کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں حق گردانتے ہیں۔ اور جو تائید و توثیق کرتے ہیں۔ ہم تو انہیں بھی "نواصب" کی ہی ایک شاخ تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صاحب البدایہ والنہایہ نے جب اہل تشیع کی محرم الحرام بالخصوص یوم عاشورا میں ہونے والی خرافات اور واہی تباہی باتوں کا ذکر کیا۔ اسی کے ساتھ "ناصبی" (خارجیوں) کے باطل عقائد کی پرزور تردید کی۔ اور پھر آخر میں اہل سنت وجماعت کا "عزاداری حسین" کے بارے میں مؤقف بیان کیا۔

حافظ ابن کثیر صاحب البدایہ والنہایہ کی یا تو عبارت کو "نجفی" سمجھ نہ سکا۔ اور اگر سمجھ گیا۔ تو پھر غلط بیانی کرنے سے باز نہ آیا۔ کیونکہ ایسا کرنا اس کی فطرت ثانیہ ہے اہل سنت پر الزام دھرنا اور اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے "کہیں کی اینٹ کہیں کا گارا" لیا۔ اور حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی۔ صاحب البدایہ والنہایہ نے

Marfat.com

ان من گھڑت واقعات کی سرکوبی کی۔ اور رد بلیغ فرمایا۔ جو شیعوں نے اپنے طور پر گھڑ رکھے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خارجیوں (ناصبی) کا طرز عمل بھی بیان کر دیا۔ کیونکہ ایک طرف "محبت علی" کے دعوے داروں کا بیان تھا۔ اور دوسری طرف ، "دشمنان علی" کا وطیرہ اور عمل کا تذکرہ تھا۔ دونوں طرف کے یوم عاشورا کے معمولات بیان کیے۔ تاکہ محبت علی" کے نام سے غلو کرنے اور بغض علی" کے ضمن میں تنقیص کرنے والوں کی نشاندہی کردی جائے۔ اور پھر ان دونوں کی افراط و تفریط کو چھوڑ کر "صراط مستقیم" پر گامزن ہونے کی صورت بتلائی جا سکے۔ اور ثابت کیا جائے۔ کہ ان دونوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار اور آپ کی شہادت کے واقعات بیان کرنے میں اہل سنت کا راستہ ہی "میانہ اور مستقیم" راستہ ہے۔ اور اہلسنت کی ان دنوں میں منعقدہ محافل اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ ان محافل میں اور ان دنوں میں نہ تو ہم اہل تشیع کی طرح جزع وفزع اور سینہ کوبی وغیرہ محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی یزید وغیرہ کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ شہادت امام کے واقعات سے حزن و ملال کا اظہار کرتے ہیں۔ اور خرشیوں کا ماحول پیدا کرنے اور مرد و زن کا باہم اختلاط اس سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر ضروری ہے۔ کہ البدایہ والنہایہ کی مکمل عبارت درج کردی جائے۔ تاکہ ہر قاری اسے پڑھ کر ان حقائق سے مطلع ہو جائے۔ جو ہم گذشتہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔ اور دودھ اور پانی دونوں الگ الگ دیکھ سکیں۔ اصل عبارت پڑھیئے۔ اور نجفی کی دھوکہ دہی پر مطلع ہو جائیے۔

☆

Marfat.com

البدایہ کی اصل عبارت جس سے دھوکہ دیا گیا۔

البدایہ والنہایہ

وقد اسرف الرافضة فی دولة بنی بویه فی حدود الاربعمائة وما حولها فکانت الدبادب تضرب ببغداد و نحوها من البلاد فی یوم عاشوراء و یذر الرماد و التبن فی الطرقات و الاسواق و تعلق المسوح علی الدکاکین و یظهر الناس الحزن و البکاء و کثیر منهم لا یشرب الماء لیلتئذ موافقة للحسین لانه قتل عطشانا ثم تخرج النساء حاسرات عن وجوههن ینحن و یلطمن وجوههن وصدورهن حافیات فی الاسواق الی غیر ذالک من البدع الشنیعة و الاهواء الفظیعة و الهتائك المخترعة و انما یریدون بهذا و اشباهه ان یشنعوا علی دولة بنی امیة لانه قتل فی دولتهم۔

و قد عاکس الرافضة و الشیعة یوم عاشوراء النواصب من اهل الشام فکانوا الی یوم عاشوراء

Marfat.com

يَطْبَخُوْنَ الْحُبُوْبَ وَ يَغْتَسِلُوْنَ وَيَتَطَيَّبُوْنَ وَ يَلْبَسُوْنَ اَفْخَرَ ثِيَابِهِمْ وَ يَتَّخِذُوْنَ ذَالِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا يَصْنَعُوْنَ فِيْهِ اَنْوَاعَ الْاَطْعِمَةِ وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَالْفَرْحَ يُرِيْدُوْنَ بِذَالِكَ عِنَادَ الرَّوَافِضِ وَمُعَاكَسَتِهِمْ۔

وَقَدْ تَاَوَّلَ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهٗ اَنَّهٗ جَاءَ لِيُفَرِّقَ كَلِمَةَ الْمُسْلِمِيْنَ بَعْدَ اِجْتِمَاعِهَا وَ لِيَخْلَعَ مَنْ بَايَعَهٗ مِنَ النَّاسِ وَاجْتَمَعُوْا عَلَيْهِ وَ قَدْ وَرَدَ فِيْ صَحِيْحِ الْمُسْلِمِ الْحَدِيْثُ بِالزَّجْرِ عَنْ ذَالِكَ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْهُ وَالتَّوَعُّدِ عَلَيْهِ وَ بِتَقْدِيْرِ اَنْ تَكُوْنَ طَائِفَةٌ مِنَ الْجَهَلَةِ قَدْ تَاَوَّلُوْا عَلَيْهِ وَ قَتَلُوْهُ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ قَتْلُهٗ بَلْ كَانَ يَجِبُ عَلَيْهِمْ اِجَابَتُهٗ اِلٰى مَا سَاَلَ مِنْ تِلْكَ الْخِصَالِ الثَّلَاثَةِ الْمُتَقَدَّمِ ذِكْرُهَا فَاِذَا ذُمَّتْ طَائِفَةٌ مِنَ الْجَبَّارِيْنَ تُذَمُّ الْاُمَّةُ كُلُّهَا بِكَمَالِهَا وَتُتَّهَمُ عَلٰى نَبِيِّهَا (ص) فَلَيْسَ الْاَمْرُ كَمَا ذَهَبُوْا اِلَيْهِ وَلَا كَمَا سَلَكُوْهُ بَلْ اَكْثَرُ الْاَئِمَّةِ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا كَارِهَةٌ مَا وَقَعَ مِنْ قَتْلِهٖ وَ قَتْلِ اَصْحَابِهٖ سِوٰى نَفَرٍ قَلِيْلَةٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَبَّحَهُمُ اللّٰهُ وَ اَكْثَرُهُمْ كَانُوْا قَدْ كَاتَبُوْهُ لِيَتَوَصَّلُوْا بِهٖ اِلٰى اَغْرَاضِهِمْ وَمَقَاصِدِهِمْ

Marfat.com

الْفَايِدَةِ.............فَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِيْ لَهُ اَنْ يَحْزَنَهُ قَتْلُهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ (ص) الَّتِيْ هِيَ اَفْضَلُ بَنَاتِهِ وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا وَلٰكِنْ لَا يُحَسِّنُ مَا يَفْعَلُهُ الشِّيْعَةُ مِنْ اِظْهَارِ الْجَزْعِ وَالْحُزْنِ الَّذِيْ لَعَلَّ اَكْثَرَهُ تَصَنُّعٌ وَرِيَاءٌ وَقَدْ كَانَ اَبُوْهُ اَفْضَلُ مِنْهُ فَقُتِلَ وَهُمْ لَا يَتَّخِذُوْنَ مَقْتَلَهُ مَاتِمًا كَيَوْمِ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ فَاِنَّ اَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ خَارِجٌ اِلَى صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِي السَّابِعِ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ اَرْبَعِيْنَ ------ وَاَحْسَنُ مَا يُقَالُ عِنْدَ ذِكْرِ هٰذِهِ الْمَصَائِبِ وَاَمْثَالِهَا مَا رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ جَدِّهِ رَسُوْلِ اللهِ (ص) اَنَّهُ قَالَ (مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابُ بِمُصِيْبَةٍ فَيَتَذَكَّرُهَا وَاِنْ تَقَادَمَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لَهَا اِسْتِرْجَاعًا اِلَّا اَعْطَاهُ اللهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ يَوْمِ اُصِيْبَ مِنْهَا.)

(رواہ الامام احمد وابن ماجہ)

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۲۰۲، ۲۰۳ ثم دخلت سنۃ احدی و ستین۔

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ۳۵۲ھ کے لگ بھگ بنی بویہ کی سلطنت میں رافضیوں (شیعوں)

Marfat.com

نے (ماتم امام حسین رضی اللہ عنہ میں۔) بڑی زیادتی کی۔ پس بغداد اور دوسرے شہروں میں عاشوراء (دسویں محرم) کے دن نقارے بجائے جاتے۔ سڑکوں اور بازاروں میں راکھ اور گھاس پھوس بکھیری جاتی۔ دوکانوں پر سیاہ پردے لٹکائے جاتے، لوگ غم کا اظہار کرتے اور گریہ کرتے اور اکثر لوگ اس رات امام حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت میں پانی تک نہ پیتے۔ اس لیے کہ آپ کو اس دن پیاسا شہید کیا گیا۔ عورتیں ننگے منہ نکلتیں، نوحہ کرتیں، چہرہ اور سینہ پیٹتیں، بازاروں میں ننگے پاؤں چلتیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بدعات سیئہ، خواہشات مذمومہ اور خود ساختہ رسوا کن باتوں کا ارتکاب کرتے۔ اور اس قسم کے افعال سے وہ بنی امیہ کی سلطنت کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے تھے کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی حکومت میں شہید کیے گئے۔

شامی نواصب (خارجی لوگ) یوم عاشوراء کو شیعوں اور رافضیوں کے برعکس کرتے۔ یہ لوگ اس دن مختلف کھانے پکاتے، غسل کرتے، خوشبوئیں لگاتے، فخریہ لباس پہنتے اور عید کا سماں باندھتے۔ وہ اس روز طرح طرح کے کھانے پکاتے اور کھاتے۔ اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے اس طرح کے افعال سے ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ رافضیوں کی اس دن میں مخالفت کی جائے۔

جن لوگوں نے امام عالی مقام کو شہید کیا۔ ان کی تاویل یہ تھی۔ کہ امام موصوف مسلمانوں میں تفریق و انتشار کا سبب بنے ہیں۔ اور ان کی یہ بھی غرض تھی کہ لوگ اس شخص (یزید) کی بیعت توڑ دیں۔ جس کی بیعت پر تمام کا اجماع ہو چکا تھا۔ حالانکہ صحیح مسلم شریف میں ایسا کرنے پر بڑی سخت ڈانٹ

Marfat.com

اور ترمذی میں موجود ہے۔

س تقدیر و تاویل پر جاہل لوگوں کے ایک گروہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ارادہ کر لیا۔ کہ انہیں شہید کر دیا جائے۔ اور آپ کو شہید کر دیا گیا۔ لیکن (اس تاویل غلط کی بنا پر) وہ لوگ امام موصوف کو شہید کرنے کے مجاز نہ تھے۔ بلکہ ان پر واجب تھا۔ کہ آپ کی پیش کردہ تین شرائط قبول کر لیتے۔ پس جب جابرین اور ظالموں کے ایک گروہ کی مذمت ہوئی۔ تو گویا اس سے تمام امت کی مذمت ہو گی۔ اور وہ لوگ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کو تکلیف پہنچانے کی وجہ سے متہم ہو گئے۔ حالانکہ معاملہ اس طرح کا نہ تھا۔ جس طرح ان رافضیوں نے سمجھ رکھا تھا۔ بلکہ اکثر ائمہ متقدمین و متاخرین سبھی امام عالی مقام اور ان کے رفقاء کے شہید کرنے کو ناپسند جانتے ہیں۔ صرف کوفیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی۔ جو اس شہادت کے حق میں تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی۔ کہ اہل کوفہ کی اکثریت نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر بلوایا تھا۔ تاکہ وہ اپنے غلط مقاصد اور باطل خیالات کی تکمیل کر سکیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے۔ کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر غمگین ہو۔ کیونکہ آپ خاندان سادات میں سے اور ان صحابہ کرام میں سے تھے۔ جو علماء و مقتدا تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیٹی کی اولاد تھے۔ جو دوسری بیٹیوں سے افضل تھیں۔ آپ بڑے بہادر، سخی اور عبادت گزار تھے۔ لیکن اہل تشیع جو جزع و فزع اور درد غم (مروجہ ماتم) کرتے ہیں۔ یہ ہرگز اچھا نہیں۔ کیونکہ ایسا اکثر بناوٹ

Marfat.com

اور دکھلاوے کا مظہر ہوتا ہے۔ اُدھر دیکھئے کہ امام موصوف کے والد بزرگوار حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ جو یقیناً ان سے افضل تھے۔ انہیں شہید کر دیا گیا۔ لیکن عجیب معاملہ ہے کہ اہل تشیع ان کی شہادت پر ماتم وجزع وفزع نہیں کرتے۔ جس طرح امام حسین کی شہادت کے موقعہ پر کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ بروز جمعہ مطابق سنہ ۴۰ ہجری صبح کی نماز پڑھنے کے لیے جب مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

اس قسم کے مصائب اور اندوہ ناک واقعات پر بہتر یہ ہے۔ کہ وہ کام کیا جائے۔ جو امام زین العابدین نے اپنے نانا جان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے جس کو کوئی مصیبت اور دکھ پہنچا۔ اور وہ اس کو یاد کرتا رہا۔ باوجود اس کے کہ وہ پریشانی گزر چکی ہو۔ یاد کر کے استرجاع (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھتا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے اتنا ہی اجر وثواب عطاء فرماتا ہے جتنا اُسے بروز مصیبت عطاء کیا گیا،، اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

البدایہ والنہایہ کی مکمل عبارت ہم نے پیش کر دی۔ اور اس سے آپ قارئین حضرات کو اندازہ ہو گیا ہو گا۔ کہ نجفی شیعی نے اپنے مطلب کی خاطر اس عبارت کو کس قدر توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ اگر وہ پوری عبارت درج کر دیتا۔ تو بجائے ثبوتِ ماتم اور جزع فزع کے اُلٹا اس کی ممانعت سامنے آتی۔ صاحب البدایہ والنہایہ کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہو کر۔

Marfat.com

۱ - یوم عاشوراء کو خوشیاں منانا نواصب (خارجیوں) کا کام تھا۔
۲ - یہی نواصب (خارجی لوگ) امام عالی مقام کی شہادت کو جائز قرار دیتے ہیں۔
۳ - امام موصوف کا کربلا تشریف لے جانا ان کے نزدیک تفریق بین المسلمین کی ایک صورت تھی۔

ان عقائد و خیالات باطلہ کے ذکر کرنے کے بعد صاحب البدایہ والنہایہ نے ان کے حق میں بددعا کی۔ اس کے برخلاف اہل تشیع کا معمول یہ تھا کہ

۱ - سڑکوں بازاروں میں راکھ بکھیرتے۔ دوکانوں پر سیاہ پردے لٹکاتے
۲ - ماتم اور جزع و فزع کرتے۔ اور دسویں محرم کی رات کو پانی نہ پیتے۔
۳ - ان کی عورتیں ننگے سر اور ننگے پاؤں روتی کرلاتی اور بین کرتی سینہ کوبی کرتی ہوئیں باہر نکلتیں۔
۴ - ان افعال مذمومہ سے ان کا مقصد بنی امیہ کے خلاف زہر اگلنا اور ناراضگی کا اظہار کرنا تھا۔

امام عالی مقام کے ساتھ محبت اور عشق کا ان افعال کے وقوع سے کوئی تعلق نہ تھا۔

اس افراط و تفریط سے بچ کر میانہ روی اور صحیح طریقہ جو اہل سنت کا ہے ابن کثیر نے وہ ذکر کیا کہ

۱ - یوم عاشورا کو امام عالی مقام کی شہادت کے واقعات بیان کرنے اور سننے چاہئیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ شہادت کی یاد تازہ ہو۔ اور غم حسین کا اظہار ہو سکے۔

☆

Marfat.com

غمِ حسین کا انوکھا طریقہ؟

راقم الحروف کو ۱۹۵۷ء میں بغداد شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ اس دوران بغداد شریف کے نزدیک منطقہ مسجد براسہ میں دس محرم الحرام کو اہل تشیع کا ایک جلوس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس جلوس میں ساز اور باجے بجائے جا رہے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ جلوس کی صورت میں غمِ حسین منا رہے ہیں۔ بتلایئے۔ کہ ان رافضیوں اور ان خارجیوں میں کیا فرق ہے۔ جن خوارج کا تذکرہ صاحب البدایہ والنہایہ نے کیا۔ وہ بھی خوشیاں مناتے اور عید کا سماں دیکھنے میں آتا۔ اور یہ رافضی ابھی انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے۔

ابن کثیر اور تمام اہل سنت وجماعت حضرات کا عقیدہ ہے۔ کہ امام عالی مقام کو ظلماً شہید کیا گیا۔ اور ان کے ساتھیوں پر زیادتیاں کی گئیں۔ جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا۔ اور اس ظلم میں شرکت کی۔ وہ اس دنیا میں ہی باعث عبرت بنے۔ اور طرح طرح کے مصائب اور آفات میں گھرے۔ بلکہ کتے کی موت مرے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البدایہ والنہایہ

وَ اَمَّا مَارُوِیَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ وَ الْفِتَنِ الَّتِیْ اَصَابَتْ مَنْ قَتَلَہٗ فَاَکْثَرُھَا صَحِیْحٌ فَاِنَّہٗ قَلَّ مَنْ نَجَا مِنْ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْہُ مِنْ آفَۃٍ وَعَاھَۃٍ

Marfat.com

فِي الدُّنْيَا فَلَمْ يَخْرُجْ مِنْهَا حَتّٰى أُصِيْبَ بِمَرَضٍ أَكْثَرُ هُمْ أَصَابَهُمُ الْجُنُوْنَ۔

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص ۲۰۱-۲۰۲)

ترجمہ:

بہر حال وہ احادیث و روایات جو ان لوگوں کے بارے میں مذکور ہوئیں جنہوں نے امام حسین کو شہید کیا۔ تو ان میں سے اکثر صحیح ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں میں کہ جنہوں نے امام موصوف کو شہید کیا۔ بہت کم ایسے لوگ تھے۔ جو کسی آفت اور مصیبت میں گرفتار نہ ہوئے ہوں۔ دنیا سے جانے سے پہلے ان میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی بیماری لگی۔ اور اکثر تو جنون کا نشانہ بنے۔

خلاصہ:

نجفی شیعی نے دو عنوان باندھے تھے۔ ۱۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ناصبی کیا کرتے تھے۔ ۲۔ آپ کی شہادت کے روز شیعہ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں عنوان میں پرلے درجے کی بد دیانتی سے کام لیا گیا۔ اور حقیقت کو چھپانے کی ہر ممکن مکاری کی۔ لیکن صاحب البدایہ والنہایہ کی مکمل عبارت پیش کر کے ہم نے اس غبارے کی ہوا نکال دی۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ امام حسین کی شہادت کے دن ڈھول باجے بجانا اور سینہ کوبی وغیرہ کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ شیعہ کرتے ہیں۔ اور اس دن خوشی منانا اور عید کا سا ماحول بنانا بھی ناجائز ہے۔ جو خارجیوں اور ناصب کا کام ہے۔ بلکہ ان دونوں طریقوں سے بچ کر درمیانہ راستہ اختیار کرنا مستحسن ہے۔ اور یہی اہل سنت و جماعت کا طریقہ ہے۔ ہم اہل سنت یوم عاشورا ر

Marfat.com

بلکہ پورے محرم الحرام میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کے ساتھیوں کی جانثاری کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ جگہ جگہ ایسی محافل ہوتی ہیں۔ اور ان حضرات کے حضور ایصال ثواب کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے افعال و کردار پر عمل پیرا ہونے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ان کی شجاعت و جوانمردی پر سلام بھیجتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

نجفی شیعی کی چوتھی دغابازی

یادِ حسین میں ماتم کے بجائے قرآن خوانی کرنا سنتِ یزید ہے

نجفی شیعی نے اپنی تصنیف "ماتم اور صحابہ" میں ایک عنوان یہ بھی باندھا ہے۔ "دسویں محرم الحرام کو عزاداری کی بجائے قرآن خوانی سنتِ یزید ہے" اس بات کے ثبوت کے لیے ایک کتاب "معالی السبطین" کا حوالہ بھی ذکر کیا۔ گویا کہنا یہ چاہا۔ کہ یزید پلید نے یوم عاشوراء پر قرآن خوانی اس لیے شروع کی تاکہ اسی دن لوگ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ سے باز رہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

ماتم اور صحابہ

معالی السبطین

وَفِی التَّاسِخِ اِنْتَبَهَ اَهْلُ الشَّامِ مِنْ تِلْكَ الرَّقْدَةِ وَاسْتَيْقَظُوْا مِنْهَا وَعَطَّلَتِ الْاَسْوَاقُ وَجَعَلُوْا يَقُوْدُوْنَ هٰذَا رَأْسُ الْحُسَيْنِ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّنَا

Marfat.com

مَا عَلِمْنَا بِذٰلِكَ اِنَّمَا قَالُوْا هٰذَا رَأْسُ خَارِجِيٍّ خَرَجَ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْخَبَرُ اِلٰى يَزِيْدَ فَاسْتَعْمَلَ لَهُمُ الْاَجْزَاءَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفَرَّقَهَا فِي الْمَسَاجِدِ وَكَانُوْا اِذَا صَلَّوْا وَفَرَغُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ وُضِعَتِ الْاَجْزَاءُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ حَتّٰى يَشْتَغِلُوْا بِهَا عَنْ ذِكْرِ الْحُسَيْنِ۔

(معالی السبطین ص ۲۴۸)

ترجمہ:

ناسخ التواریخ میں ہے۔ کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد اہل شام خواب غفلت سے بیدار ہوئے تو کہنے لگے۔ کہ یزید نے تو ہمیں بتایا تھا۔ کہ یہ خارجی کا سر ہے۔ جس نے عراق میں خروج کیا۔ دمشق میں لایا گیا۔ یہ بات غلط ہے۔ یہ نواسۂ رسول امام حسین کا سر ہے (اور یزید کے متعلق ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے لگی) جب اس کی اطلاع یزید کو پہنچی تو اس نے قرآن کو چھوٹی چھوٹی جزوں میں تقسیم کرایا۔ اور پھر ان اجزاء کو مساجد میں بانٹ دیا گیا۔ تاکہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوں تو ذکر حسین نہ کریں۔ اور تلاوت میں مشغول رہیں۔

قارئین: اب جو لوگ مسجدوں میں یوم عاشوراء تلاوت اور ختم شریف پر زور دیتے ہیں۔ اور مجلس حسین سے منع کرتے ہیں۔ عزاداری کی ڈٹ کر مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ فیصلہ کریں۔ کہ کس کی سنت پر عمل کر رہے ہیں؟۔

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی ص ۱۷۶ مطبوعہ لاہور)

Marfat.com

جواب اول: معالی السبطین یہ کتاب شیعوں کی ہے۔ کیونکہ اس کا مصنف شیخ محمد مہدی مازندرانی مشہور شیعوں کا امام ہے۔ لیکن غلام حسین نجفی نے صرف دغابازی کی خاطر مالی السبطین کو مہمل چھوڑ دیا اور یہ لکھا کہ شیعوں کی معتبر مجالس کی کتاب ہے۔ تاکہ وہ اس کو سنیوں پر بطور حجت اور دلیل پیش کر سکے۔ اس لیے اس نے اس کتاب کی عبارت سے ثابت کیا کہ اہل سنت ذکر حسین کو پسند نہیں کرتے تو یہ دغابازی نہیں تو اور کیا ہے۔

علاوہ ازیں اس کتاب کی عبارت براہ راست نقل نہیں کی گئی۔ بلکہ ناسخ التواریخ کے حوالے سے درج ہوئی۔ ناسخ التواریخ اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب ہے۔ اس لیے یہ حوالہ ہمارے خلاف کسی طور بھی دلیل وحجت نہیں بن سکتا۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے۔ کہ نجفی شیعی نے جو استدلال کیا۔ اس سے نہ قرآن کریم کی حیاء آسے آئی۔ اور نہ ہی حضرات ائمہ اہل بیت کی شرم۔ بلکہ جس طرح ہو سکا۔ اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر کی۔ ذرا استدلال تو ملاحظہ فرمائیں۔ جو لوگ دسویں محرم کو اپنی مساجد میں تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں۔ اور ختم دلاتے ہیں۔ اور عزاداری سے منع کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنے والے بھلا سوچیں تو کہ وہ کس کی سنت ادا کر رہے ہیں۔؟ یعنی عزاداری کی بجائے یوم عاشورا کو تلاوت کرنا اور ختم دلانا یزید اور اس کے ہم نواؤں کا شیوہ ہے۔

آیئے ذرا اس موضوع پر کتب شیعہ سے پوچھیں۔ کہ محرم الحرام کی دسویں شب امام عالی مقام اور ان کے ساتھیوں نے کیا عمل کیا تھا؟ کتب اہل تشیع میں یہ بات صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ کہ شب عاشورا امام حسین اور ان کے رفقاء نے تلاوت قرآن میں بسر کی۔ تسبیح و تہلیل میں رات گزاری۔ یہ باتیں ان کتب میں مذکور ہیں۔ کہ ان کے مصنفین کے سامنے نجفی شیعی کی حیثیت پرکاہ کی بھی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے جہاں اور بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک وصیت

Marfat.com

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یہ فرمائی کہ میرے بعد دیکھنا ماتم نہ کرنا، بال نہ نوچنا، سینہ کوبی نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے صبر و علم کو شیطان اڑا لے جائے۔ تو معلوم ہوا کہ شب عاشورا اور یوم عاشور قرآن خوانی اور تسبیح و تہلیل کرنا وصیت حسینی ہے۔ اور ماتم و سر کوبی کرنا شیطانی فعل ہے۔

"یوم عاشوراء پر قرآن خوانی سنت شبیری ہے"

اور

ماتم کرنا، بے صبری سے کام لینا طریقہ شیطانی ہے

ناسخ التواریخ

فَقَالَ ارْجِعْ اِلَيْهِمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُؤَخِّرَهُمْ وَتَدْفَعَهُمْ عَنَّا الْعَشِيَّةَ لَعَلَّنَا نُصَلِّي لِرَبِّنَا اللَّيْلَةَ وَنَدْعُوْهُ وَنَسْتَغْفِرُوْهُ فَلَوْ يَعْلَمُ اِنِّيْ قَدْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ لَهٗ وَتِلَاوَةَ كِتَابِهٖ وَكَثْرَةَ الدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ۔

(ناسخ التواریخ۔ حالاتِ سید الشہداء جلد دوم ص ۲۱۷ تا ۲۱۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

(۲۔ ارشاد شیخ مفید ص۔ ۲۲۰ فی ورود شمر بن ذی الجوشن بارض کربلا مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

(محرم الحرام کی دسویں رات کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عباس بن علی سے فرمایا) ان یزیدیوں کی طرف جاؤ۔ اور اگر ہو سکے۔ تو آج کی رات ان کو ہم سے دور رکھنے کی کوشش کرو۔ اگر ایسا ہو جائے تو آج رات ہم اپنے رب کی جی بھر کر عبادت کریں گے۔ اس سے دعائیں مانگیں گے۔ اس سے گناہوں کی معافی کی درخواست کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ کہ میں صرف اسی کی رضا کی خاطر نماز پڑھنا محبوب رکھتا ہوں۔ اسے ہی راضی کرنے کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں۔ اور کثرتِ دعا اور استغفار محض اس کی خوشنودی کے لیے سرانجام دیتا ہوں۔

ذبح عظیم:

تمام مؤرخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ شب عاشورہ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے شب بیداری اور عبادت گزاری میں کاٹی۔ یہی وہ رات تھی۔ جس کی مہلت نہایت مشکل سے عمر بن سعد نے امام عالی مقام کو دی تھی۔ علامہ ابو اسحاق مدائنی اسفرائنی "وضیاء العینین فی مقتل الحسین" میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام اصحاب نے یہ رات عبادت میں گزاری۔ ان کی تسبیح کی آوازیں ایسی آتی تھیں۔ جیسے شہد کی مکھیوں کی

Marfat.com

آوازیں اڑنے کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ تمام شب کوئی قیام میں تھا۔ کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں۔ (دیکھو ترجمہ ص ۸۴)

امام طبری بھی لکھتے ہیں۔ کہ اس رات کو جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت واصحاب تمام شب نماز ومناجات میں مشغول رہے۔ (دیکھو صلاح النشائین باسناد طبری ص ۳۶) اور مقتل ابو مخنف میں ہے۔

مقتل ابی مخنف

ثُمَّ فِي اللَّيْلَةِ التَّاسِعَةِ مِنَ الْمُحَرَّمِ كَانَ لِأَصْحَابِهِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالتِّلَاوَةِ۔

(ذبح عظیم تصنیف مولوی اولاد حیدر فوق بلگرامی شیعی ص ۲۱۵ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

نویں محرم کی رات جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے ذکر عبادت اور تلاوت قرآن میں صرف فرمائی۔ ان کی آوازیں ایسی تھیں جیسی شہد کی مکھیوں کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔

ارشاد شیخ مفید

فَقَالَتْ وَاثُكْلَاهُ لَيْتَ الْمَوْتَ اَعْدَمَنِي الْحَيَاةَ الْيَوْمَ مَاتَتْ اُمِّي فَاطِمَةُ وَاَبِي عَلِيٌّ وَاَخِي الْحَسَنُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَا خَلِيْفَةَ الْمَاضِيْنَ وَثِمَالَ الْبَاقِيْنَ

Marfat.com

فَنَظَرَ اِلَيْهَا الْحُسَيْنُ (ع) فَقَالَ لَهَا يَا اُخَيَّةُ لَا يَذْهَبَنَّ حِلْمَكِ الشَّيْطَانُ وَ تَرَقْرَقَتْ عَيْنَاهُ بِالدُّمُوعِ وَ قَالَ (لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ) فَقَالَتْ يَا وَيْلَتَاهُ أَفَتَغْتَصِبُ نَفْسَكَ اِغْتِصَابًا فَذَاكَ اَقْرَحُ لِقَلْبِي وَ اَشَدُّ عَلَى نَفْسِي ثُمَّ لَطَمَتْ وَجْهَهَا وَ هَوَتْ اِلَى جَيْبِهَا فَشَقَّتْهُ وَ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَقَامَ اِلَيْهَا الْحُسَيْنُ (ع) فَصَبَّ عَلَى وَجْهِهَا الْمَاءَ وَ قَالَ لَهَا اَيْهًا يَا اُخْتَاهُ اِتَّقِي اللّٰهَ وَ تَعَزَّيْ بِعَزَاءِ اللّٰهِ وَ اعْلَمِي اَنَّ اَهْلَ الْاَرْضِ يَمُوتُونَ وَ اَهْلَ السَّمَاءِ لَا يَبْقَوْنَ وَ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهِ وَ يَبْعَثُ الْخَلْقَ وَ يُعِيدُهُمْ وَ هُوَ فَرْدٌ وَحْدَهُ جَدِّي خَيْرٌ مِنِّي وَ اَبِي خَيْرٌ مِنِّي وَ اُمِّي خَيْرٌ مِنِّي وَ لِي وَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اُسْوَةٌ فَعَزَّاهَا بِهٰذَا وَ نَحْوِهِ وَ قَالَ لَهَا يَا اُخَيَّةُ اِنِّي اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ فَاَبِرِّي قَسَمِي لَا تَشُقِّي عَلَيَّ جَيْبًا وَ لَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا وَ لَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَ الثُّبُورِ۔

(الارشاد الشیخ المفید ص ۲۳۲ فی مکالمۃ الحسین علیہ السلام مع اختہ زینب مطبوعہ قم طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے (میدان کربلا میں جب دیکھا۔ کہ وقتِ شہادت آن پہنچا ہے۔ تو ازراہِ افسوس انہوں نے) کہا۔ ہائے افسوس! کاش موت آج میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی۔ میری والدہ فاطمہ میرے والد علی المرتضٰے اور بھائی حسن رضی اللہ عنہم سب دنیا سے رخصت ہو چکے۔ اے خلیفۃ الماضیین (گزرے ہوئے لوگوں کے خلیفہ) اے پسماندگان کے سہارا! (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) جب یہ الفاظ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سُنے۔ تو آن کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔ اے بہن! شیطان تیرے صبر و حلم کو نہ چھین لے۔ اس جملے کے ساتھ ہی امام کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ فرمایا اگر قطا پرندے کو رات کے وقت بند کر دیا جائے۔ تو وہ اپنے گھونسلے میں آرام سے سو جاتا ہے۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا۔ افسوس! کیا آپ اپنی جان کو ہم سے جُدا کرنا اور چھیننا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو یہ بات تو میرے دل کو اور زیادہ چھلنی کر دینے والی ہے۔ میرے لیے بڑی ناگوار بات ہے۔ پھر حضرت زینب نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ امام عالی مقام ان کی طرف بڑھے۔ اِن کے چہرہ پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ اور فرمایا۔ اے بہن! خدا کا خوف کرو۔ اور اس کے حکم کے مطابق افسوس بجا لاؤ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام اہل زمین مر جائیں گے۔ اور تمام آسمان والے باقی نہ رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شئی

Marfat.com

فنا ہونے والی ہے۔ وہ اللہ کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوق بنائی وہی اس مخلوق کو دوبارہ اٹھائے گا۔ اور اپنی طرف لوٹائے گا۔ وہ اکیلا و تنہا ہے۔ میرے نانا جان، والد محترم، والدہ صاحبہ اور بھائی جان مجھ سے سبھی بہتر تھے۔ میرے اور سبھی مسلمانوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی باتوں سے جناب زینب رضی اللہ عنہا کو دلاسا اور تسلی دی۔ اور یہ بھی فرمایا۔ اے بہن! میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ اور دیکھو میری قسم کو پورا کرنا۔ قسم اس بات کی کہ مجھ پر اپنا گریبان چاک نہ کرنا۔ میرے شہید ہونے کے بعد اپنا چہرہ زخمی نہ کرنا۔ اور نہ ہی چیخ و پکار اور واویلا کرنا۔

مقتل ابی مخنف

قَالَ ثُمَّ حَمَلَ عَلَى الْقَوْمِ وَلَمْ يَزَلْ يُقَاتِلُ حَتّٰى قَتَلَ خَمْسِيْنَ فَارِسًا وَخَشِيَ اَنْ تَفُوْتَهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْحُسَيْنِ فَرَجَعَ وَقَالَ يَامَوْلَاىَ اِنِّي خَشِيْتُ اَنْ تَفُوْتَنِي الصَّلٰوةُ فَصَلِّ بِنَا قَالَ فَقَامَ الْحُسَيْنُ وَصَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الظُّهْرِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْجَنَّةَ قَدْ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَاتَّصَلَتْ اَنْهَارُهَا وَاَيْنَعَتْ ثِمَارُهَا وَزُيِّنَتْ قُصُوْرُهَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۶۷ مبارزۃ الاصحاب مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

ابومخنف نے کہا۔ کہ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی زہیر نے یزیدی لشکر پر حملہ کیا۔ اور پچاس کے قریب گھڑسواروں کو جب قتل کر چکا تو فکرمند ہوئے کہ کہیں لڑائی میں مشغولیت کی وجہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا فوت نہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر واپس پلٹے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ اے میرے مولا! مجھے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا۔ کہ کہیں یہ سعادت مجھ سے چھوٹ نہ جائے۔ اس لیے آپ ہمیں باجماعت نماز پڑھا دیجئے۔ یہ سن کر امام موصوف اٹھے۔ اور اُن موجود ساتھیوں کو نماز ظہر پڑھائی۔ نماز سے فراغت پر فرمایا۔ دیکھو! جنت کے دروازے کھول دیئے گئے، اس کی نہروں کو قریب کر دیا گیا اس کے پھلوں کو پختہ کر دیا گیا۔ اور اس کے محلات کو (ہمارے لیے) آراستہ کر دیا گیا ہے۔ (یعنی اب ہماری شہادت کا وقت بالکل قریب ہے۔ اس کے لیے تیاری کر لو)

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے ہم نے جو چند حوالہ جات درج کیے ہیں۔ ان میں امام عالی مقام اور آپ کے رفقاء کے وہ معمولات مذکور ہیں جو شب عاشور کو میدانِ کربلا میں ان حضرات نے کیے۔ اور آنے والوں کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ صاف ظاہر کہ ان حضرات کی سنت اور طریقہ عزاداری نہیں۔ بلکہ تسبیح و تہلیل اور تلاوت و نوافل ہے۔ خود امام موصوف نے دسویں

Marfat.com

شب محرم تلاوتِ قرآن میں بسر فرمائی۔ نوافل ادا کیے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ پھر یوم عاشور یعنی محرم الحرام کی دسویں تاریخ بوقتِ صبح آپ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہوئے کہا۔ کہ ماتم اور سینہ کوبی نہ کرنا اور آہ و فریاد سے باز رہنا۔

نجفی شیعی کے بقول یہ سب باتیں "سنت یزید" تھیں۔ اس دغاباز کی منطق سے صاف ظاہر کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کار اس طریقہ پر گامزن تھے۔ جو "طریقۂ یزیدی" تھا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی گستاخی ہوسکتی ہے؟ تاریخی حوالہ جات سے یہ بات بھی صاف طور پر موجود ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے دسویں محرم کی رات اپنے بھائی عباس بن علی کو یہ فرمایا۔ کہ جاؤ اور یزیدی لشکر سے ہمارے لیے ایک رات کی مہلت طلب کرو۔ تاکہ اس رات ہم اللہ تعالیٰ کے حضور خوب گڑگڑا کے توبہ کریں۔ استغفار کریں اور اس کی عبادت بجا لائیں۔ کیونکہ یہ افعال خدا جانتا ہے مجھے بہت محبوب ہیں۔

معلوم ہوا۔ کہ شب عاشورا ور یوم عاشور قرآن خوانی، نوافل کی ادائیگی اور توبہ و استغفار "سنت حسینی" ہے۔ اور اس کو "سنت یزیدی" کہنے والا کتنا ناعاقبت اندیش اور دشمنِ اہل بیت ہے۔ اس خاسر و خائب کو بخوبی علم بھی ہے۔ کہ سینہ کوبی ماتم کرنا اور واویلا و فریاد کرنا خود مذہب شیعہ میں بھی حرام و ناجائز ہے۔ لیکن اگر اس حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ تو پھر خطرہ موجود کہ مجالس و محافل شیعہ سے مجھے کوڑی تک ہاتھ نہ آئے گی۔

اعترافِ حقیقت:

آج سے قریبًا تیس سال قبل جبکہ راقم الحروف لاہور میں تکیہ سادھواں میں

Marfat.com

مقیم تھا۔ تو شیعہ مسلک کے ایک "مولوی" بنام نور محمد جو اپنے مسلک کا اچھا خاصا عالم تھا۔ سے بہت سے مسائل پر میری اور اس کی باہم بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ تو جب کبھی مروجہ ماتم کی بات آتی۔ تو وہ صاف صاف کہتا۔ اگر ہم اس ماتم کو بند کرنے کی تحریک شروع کریں۔ جیسا کہ ہمارا مسلک بھی ہے۔ تو ہمارے ساتھی شیعہ ہی ہمیں قتل کر دیں گے۔

اسی طرح ۱۹۵۷ء میں جب سفر حجاز کے دوران میں منطقہ مسجد براسہ میں قیام پذیر تھا۔ یہ جگہ اہل تشیع کا مرکز بھی تھی۔ اس دوران دسویں محرم کو اہل تشیع کے معمولات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے اس دن ڈھول بجائے۔ سارنگیاں استعمال کیں۔ تو میں نے اس مسجد کے خطیب (جو شیعہ تھا) سے پوچھا۔ کہ دسویں محرم کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم کے طور پر ان ڈھول اور سارنگیوں کا استعمال کیا حقیقت رکھتا ہے۔؟ ان کا کوئی جواز ہے۔؟ تو خطیب موصوف کہنے لگا۔ ہم شیعہ علماء بے بس ہیں۔ مجبور ہیں۔ کیونکہ اگر ہم ان خرافات کو روکنے کی کوشش کریں۔ تو ہم قتل کر دیئے جائیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ سب کچھ ہمارے مسلک و مذہب میں بھی حرام ہے۔

واقعی یہ حقیقت ہے۔ اور اس کا تمام شیعہ علماء کو پورا پورا علم ہے۔ کہ مروجہ سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنا مذہب شیعہ میں بھی حرام ہیں۔ اس کی تائید و توثیق پر احادیث صریحہ اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وصال سیدہ فاطمہ کو وصیت فرمائی۔ کہ میرے بعد بال نہ نوچنا۔ واویلا نہ کرنا۔ سینہ کوبی نہ کرنا۔ اور نوحہ خوانی کے لیے عورتوں کو ہرگز جمع نہ کرنا۔ اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف پر فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپ کے وصال فرمانے پر جو مصیبت اور پریشانی ہم پر ٹوٹی۔

Marfat.com

دنیا میں کسی پر وائی ہوگی۔ تمام دنیا آپ کے وصال پر دلگیر ہے۔ اگر آپ صبر کا حکم نہ فرماتے اور جزع وفزع سے منع فرماتے۔ تو اس مصیبت پر ہماری آنکھوں اور ہمارے دماغوں کی تمام رطوبتیں ختم ہو جاتیں۔ (نیرنگ فصاحت ص، ۳۲)

اب آپ حضرات خود فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضٰی اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے مروجہ ماتم اور عزاداری کے طریقوں سے منع فرمایا۔ اور نجفی شیعی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ ماتم نہ کرنا اور قرآن پڑھنا "سنتِ یزیدی" ہے۔ کیا اس عنوان اور موضوع کے ذریعہ اس شیعہ نے حدیث پیغمبر، ارشاداتِ علی وحسین کو چیلنج نہیں کیا؟

پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ دسویں محرم الحرام کو اہل تشیع صبح صادق سے بعد عشاء تک ہزاروں کی تعداد میں ماتم اور عزاداری میں مشغول رہتے ہیں۔ اس دوران کتنے وہ شیعہ ہیں، جو نماز بروقت ادا کرتے ہیں۔ امام عالی مقام نے آخر دم تک نماز ترک نہ فرمائی۔ کیا ان شیعہ لوگوں کی مصیبت اور پریشانی امام عالی مقام کی آزمائش وابتلاء سے بڑھ کر ہے۔ آپ کے ایک جاں نثار زہیر کا واقعہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

امام موصوف نے دوران جنگ نماز باجماعت ادا فرمائی۔ شیعوں اور ان کے بڑے ایجنٹ نجفی سے ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کیا تم نے بھی دورانِ جلوس یوم عاشورہ کبھی نماز باجماعت ادا کی؟ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی پابندیٔ نماز کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ کے ایک جانثار ساتھی زہیر نے آواز دی۔ مولا! مجھے خطرہ ہے کہ دوران لڑائی ہماری نماز قضا نہ ہو جائے۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے لڑنا چھوڑ کر فوراً نماز ادا فرمائی۔ اتنی عظیم پریشانی کے عالم میں امام عالی مقام نے نماز کو قضا کرنا گوارا نہ فرمایا۔ اور باجماعت نماز ادا فرمائی۔ ماتمی شیعو! عزادارو! اور محبت حسین میں

Marfat.com

واویلا و شور مچانے والو! ذرا انصاف سے بتانا۔ کہ کیا تمہارا یہ کردار امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اور عشق کی دلیل ہے؟ کیا اہل بیت کی سنت پر اسی طرح چلا جاتا ہے؟ منہ پیٹنے اور مروجہ ماتم کی ترغیب دینے والو اگر واقعی یہ سنتِ اہل بیت ہے۔ تو تم خود اس سے محروم کیوں رہتے ہو؟ دس محرم الحرام کو یا اس کے قریب قریب کتنے ذاکر اور کتنے مجتہد ہیں۔ جو اپنا منہ پیٹتے، سینہ کوبی کرتے اور زنجیر مارتے نظر آتے ہیں؟ آخر اس سنت سے انہیں اتنی نفرت کیوں۔ اور دوسروں کو اس کی اتنی شدید رغبت کیوں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

غلام حسین نجفی کے رسالہ "ماتم اور صحابہ" کے ص ۸۱ سے ص ۸۳ تک کا مطالعہ کیا جائے۔ تو ان میں اوراق کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

(۱): شہداء کو ہر سال یاد کرنا سنتِ پیغمبر و صحابہ ہے۔

(۲): محرم کی پہلی دس تاریخیں فضیلت والی ہیں۔

(۳): خدائی دنوں کی یاد کرنی چاہیئے۔

(۴): خدائی دن کون سے اور کیا ہیں۔؟

(۵): خدائی دنوں میں یوم عاشورہ بھی ہے۔

(۶): روز عاشورہ کے بارے میں غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس دن کا روزہ رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے اہل و عیال پر بکثرت خرچ کرنے سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔

(۷): حضرت عمر کے انتقال پر لوگوں کو کھانا بھول گیا۔

(۸): امام حسین کو گرتے ہوئے دیکھ کر حضور اس پر صبر نہ کر سکے۔

(۹): امام حسین کے غم اور اپنے بیٹے جناب ابراہیم کے انتقال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی آنکھیں پرنم ہو گئیں
(۱۰) : ابو طالب کی وفات پر حضور کا رو پڑنا۔
(۱۱) : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دادجان کے وصال پر رو دینا وغیرہ۔
نجفی کی کتاب کا نام ذکر جس کے ثبوت کے لیے یہ بیس ورق کالے کیے گئے اوران مضامین کا باہم موازنہ کریں۔ کیا ان میں سے کوئی ایک بات "مروجہ ماتم" کی تائید کرتی ہے؟ بس خواہ مخواہ سوادِ قلب کی طرح اِس غلام نے اوراقِ کتاب سیاہ کیے۔

بکھرے خیالات اور پریشان تحریر کے دوران اسی کتاب کے ص ۳۷ پر نہج البلاغہ کے ذریعہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ پر ایک جھوٹ باندھا حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کی عبارت یہ ہے۔

إِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيْلٌ إِلَّا عَلَيْكَ وَإِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيْحٌ۔

ترجمہ:

(یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم) آپ (کی وفات) پر بے صبری کا اظہار کوئی برا نہیں۔ اور جزع وفزع آپ کے سوا کسی دوسرے کے لیے بہت برا فعل ہے)

نہج البلاغہ کو ہم نے بار بار پڑھا۔ کہ کہیں سے اس عبارت کا ثبوت مل جائے۔ لیکن کوششِ لبسیار کے باوجود یہ عبارت نہ مل سکی۔ پھر نجفی سے بالواسطہ اس عبارت کا اتہ پتہ پوچھا گیا۔ تو جواب ملا۔ ہم تلاش کر رہے ہیں۔
خدا گواہ ہے۔ تلاش ختم ہو گئی۔ لیکن اس عبارت کا ثبوت وہ نہ دے سکا جب ان حروف کو قلم بند کرنے والا ہی نہ ڈھونڈ سکا۔ کسی دوسرے کو کہاں سے

Marfat.com

نظر آئیں گے۔ جس سے صاف ظاہر ہوا کہ مذکورہ عبارت نہج البلاغہ کی نہیں تھیں۔ بلکہ نجفی نے اس کی طرف منسوب کر دی۔ چلو ہم بالفرض اسے نہج البلاغہ کی ہی عبارت تسلیم کریں۔ تو اسی نہج البلاغہ کے ترجمہ نیرنگِ فصاحت سے جو قولِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیش کیا جا چکا ہے وہی اس کی تردید کر رہا ہے۔ قول یہ ہے۔ "وہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جزع و فزع سے منع نہ فرماتے تو ہم اپنی آنکھوں اور دماغ کی رطوبتیں ختم کر لیتے۔"

اس سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے نہج البلاغہ کا نام محض اپنا غلط مقصد اور غلط عقیدہ ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ دنیائے تصنیف اور میدانِ تحقیق کی بہت بڑی دغابازی اور فریب ہی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

غلام حسین نجفی کی پانچویں دغا بازی

"وفات سیدہ زہرا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صبر نہ کرنا"

ماتم اور صحابہ

نہج البلاغہ

قَلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَنْ صَفِیَّتِكَ صَبْرِیْ وَ رَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِیْ۔

(نہج البلاغہ ص ۱۸۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

حضرت علی علیہ السلام (جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دنیا سے وصال کے وقت) فرماتے ہیں۔

یارسول اللہ آپ کی بیٹی کی مصیبت پر میرا صبر و تحمل ختم ہو گیا۔

(درسالہ ماتم اور صحابہ ص ۲۹)

Marfat.com

جواب اوّل:

کیا حضرت علی(ع) بے صبرے آدمی تھے

"ماتم اور صحابہ" نامی کتاب کے مؤلف و مصنف نجفی شیعی نے اپنے اس موضوع سے تمام اہل بیت کرام، سادات عظام کی بالعموم اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات کو بالخصوص ایسی صفات کا حامل ثابت کیا ہے۔ جو قرآن و حدیث کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ کتاب و سنت میں جزع و فزع یعنی بے صبری کی مذمت اور اس کی ضد یعنی صبر کی تعریف بہت سے مقامات پر کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں صاحبان ایمان کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ ترجمہ۔ اے مومنو! صبر اور نماز کے ذریعہ (اپنے مصائب اور پریشانیوں پر) مدد طلب کرو۔

صبر ہی کے بارے میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا۔

بحار الانوار

قَالَ لِفَاطِمَۃَ اِذَا اَنَا مُتُّ لَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا وَلَا تَرْخِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً (بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ طہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا۔ اے فاطمہ! میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا، بال نہ کھولنا، ویل وعویل کر کے نہ چیخنا اور نوحہ کرنے والی عورتوں کو اکٹھا نہ کرنا۔

بحار الانوار

فقال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم لا کرب علی ابیك بعد الیوم یا فاطمة ان النبی صلی الله علیه وسلم لا یشق علیه الجیب و لا یغمش علیه الوجه ولا یدعی علیه بالویل و لکن قولی کما قال ابوك علی ابراهیم تدمع العینان و قد یوجع القلب و لا نقول ما یسخط الرب و انا بك یا ابراهیم لمحزونون۔

(بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۸۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
نبی پاکؐ نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا۔ کوئی تکلیف نہیں تیرے باپ پر آج کے بعد اے فاطمہ نبی پاکؐ نے فرمایا نہ گریبان چاک کرنا اس پر اور نہ منہ چھیلنا اور نہ اس پر واویلا کرنا اور لیکن تو وہی کہنا جو تیرے باپ نے ابراہیم پر آنسو بہاتے ہوئے کہا تھا۔ اور تحقیق تکلیف ہوتی ہے۔ دل کو اور ہم نہیں کہتے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ناراض ہو اور بے شک ہم اے ابراہیم آپ کی وجہ سے غمگین ہیں)
آیت کریمہ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد گرامی کی روشنی میں "صبر" کا مقام اور اہمیت واضح ہو گئی۔

اللہ رب العزت نے صبر کو بروئے کار لانے کا حکم دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے صبری اور اس کی علامتوں سے منع فرمایا لیکن نجفی نے یہ قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار کر کے دکھایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا نافرمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا منکر ثابت کیا جائے۔ ذرا اس کو رباطن کے عنوان کو ملاحظہ کریں۔ "حضرت علی کا صبر ختم ہو گیا" یعنی وہ خوبی اور وصف جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔ وہ "علی" کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ کیسا حق خدمت ادا کیا ہے۔ اور کیسی محبت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

برایں عقل و دانش بباید گریست

جواب دوم:

نہج البلاغہ کی عبارت نقل کرنے میں خیانت

صاحب ماتم اور صحابہ نے نہج البلاغہ کی عبارت، اور اس کے ترجمہ میں دوہری خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ بے چارہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ بصورت دیگر اپنے دعویٰ کی دلیل نہ بن سکتی تھی۔ اگر یقین نہ آئے۔ تو نہج البلاغہ کی اصل عبارت اور اس کا ترجمہ (ذاکر حسین شیعی کے قلم سے) ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

نہج البلاغہ

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رُوِيَ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ كَالْمُنَاجِيْ بِهِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهٖ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ عَنِّيْ وَعَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِيْ جِوَارِكَ وَالسَّرِيْعَةِ اللِّحَاقِ بِكَ قَلَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِيْ وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِيْ اِلَّا اَنَّ فِي التَّاَسِّيْ لِيْ بِعَظِيْمِ فُرْقَتِكَ وَفَادِحِ مُصِيْبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِيْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ وَفَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِيْ وَصَدْرِيْ نَفْسُكَ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(نہج البلاغہ ص ۳۱۹-۳۲۰ خطبہ نمبر ۲۰۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سیدہ نساء العالمین کے دفن کے وقت آپ نے فرمایا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے راز کی باتیں عرض کیا کرتے تھے۔ سلام ہو آپ پر اے رسول خدا میری طرف سے اور آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے پہلو میں وارد ہونے والی ہے۔ اور آپ سے ملحق ہونے کے لیے جلدی کر رہی ہے۔ یا رسول اللہ آپ کی برگزیدہ دختر کے انتقال سے میرا صبر کم ہو گیا اس کی مصیبت کی

Marfat.com

وجہ سے میری چستی اور چالاکی جاتی رہی۔ (میں ضعیف ہوگیا) مگر ہاں میرے واسطے اسی امر کی پیروی موجود ہے۔ کہ آپ کی بزرگ فرقت پر صبر کیا۔ آپ کی سنگین اور سخت مصیبت کے وقت صبر و شکیبائی سے کام لیا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو لحد میں رکھا۔ اور میرے ہی گلے اور سینے کے درمیان آپ کی روح روانہ ہوئی۔ (بوقت انتقال آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔) پھر جب میں نے اس مصیبت پر صبر کیا۔ تو اب بھی صبر کروں گا۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۹۱ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی طبع قدیم)

لمحہ فکریہ!

نہج البلاغہ کے درج بالا ترجمہ کو غور سے پڑھیے۔ اور نجفی کے قائم کردہ موضوع کو دیکھیے پھر صاف ظاہر ہو جائے گا۔ کہ اس موضوع کا ترجمہ میں کوئی نام و نشان نہیں۔ موازنہ کے لیے دونوں باتوں کو ہم لکھ دیتے ہیں۔ موضوع میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول یہ مذکور تھا۔ "میرا صبر ختم ہو گیا" انہیں الفاظ کا ترجمہ مترجم نے یوں کیا ہے "میرا صبر کم ہو گیا" صبر ختم ہو جانا اور صبر میں کمی آ جانا کیا ہم معنی الفاظ ہیں؟ ان میں فرق اگر محسوس نہ ہو۔ تو صبر کی جی" کی تفسیر و تشریح اسی عبارت سے ملاحظہ کیجیے۔ وہ یہ کہ میری چستی و چالاکی جاتی رہی۔ کہاں چستی اور چالاکی معدوم ہونا۔ اور کہاں اس سے ماتم کا ثبوت اور بے صبری کا اظہار؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی کیفیت اور استقلال ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ یارسول اللہ! آپ کا وصال میرے لیے سب سے بڑی پریشانی اور مصیبت کا سبب تھا۔ آپ کا وصال میری گود میں ہوا۔ اتنی بڑی مصیبت

Marfat.com

پر جب میں نے صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑا۔ تو اس سے کم درجہ مصیبت (حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا وصال) پر میرے لیے صبر و تحمل آسان ہوگا۔

شیعہ مترجم نے دراصل حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ایک عہد ذکر کیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کر رہے ہیں۔ کہ میں آپ کی لختِ جگر اور حسنین کریمین کی والدہ کے وصال پر انشاء اللہ صبر و تحمل سے کام لوں گا۔ اور ایسا کرنا میرے لیے نسبتاً آسان ہوگا۔ اب ہم دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا یہ وعدہ پورا کیا تھا۔ یا نہیں؟ اگر جواب (از طرف نجفی) یہ ہو کہ یہ وعدہ پورا نہ کیا گیا۔ (جیسا کہ نجفی کے موضوع سے بھی ثابت ہوتا ہے۔) تو "میرا صبر ختم ہو گیا"، درست۔ لیکن حضرت علی المرتضےٰ صبر و شکر کے پیکر نہ رہے۔ اور ان جیسی صابر و شاکر شخصیت کو بے صبر و شکر ثابت کرنا ان کی انتہائی گستاخی اور ان سے عداوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور اگر جواب یہ ہے۔ کہ آپ نے اپنا کیا گیا وعدہ نبھایا۔ جو کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی شایانِ شان ہے۔ تو اس سے شانِ علی تو اجاگر ہو گی۔ لیکن مدعائے نجفی پر پانی پھر جائے گا۔

قارئین کرام! ہم نے نجفی کو دوراہے پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ یہاں سے آگے کوئی سا ایک راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں باتوں میں کوئی وجہ اشتراک نہیں ہے سو معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے مذکورہ موضوع اور اس کے ذیل میں نہج البلاغہ کی عبارت سے یا تو جاہل شیعوں کے دل بہلانے کے لیے چال چلی ہے۔ یا پھر کوئی پرانی دبی ہوئی عداوتِ علی تھی۔ جس کو "محبت" کے رنگ میں ڈھال کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور قرینِ قیاس ہے۔ کہ یہ دونوں ہی مقصد اس مصنف کے پیش نظر ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

نجفی کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدہ زہرا پر ماتم کرنے کا ثبوت

ماتم اور صحابہ

مروج الذہب

وَلَمَّا قُبِضَتْ جَزَعَ عَلَيْهَا بَعْلُهَا عَلِيٌّ جَزَعًا شَدِيْدًا وَاشْتَدَّ بُكَاءُهُ وَظَهَرَ اَنِيْنُهُ وَحَنِيْنُهُ

(اہل سنت کی معتبر کتاب مروج الذہب جلد ثانی ص۲۹)

ترجمہ:

جب سیدہ زہرہ نے وفات پائی۔ تو جناب کی وفات پر آپ کے شوہر حضرت علیؑ نے بہت جزع کی اور بہت روئے۔

قارئین کرام! بقول چار یاری مذہب کے قاضی کے قرآن میں ستر بار صبر کا ذکر آیا ہے۔ تو کیا جس بزرگ کی شان میں نبی نے یہ فرمایا ہے۔ عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِيٍّ اس نے کوئی ایک مقام پر صبر بھی نہیں دیکھا ہوا تھا۔ جزع پر بہت زور دیا جاتا ہے۔

فروع کافی کی ضعیف روایات جزع کے متعلق بار بار پیش کی جاتی ہیں۔ تو کیا اس قاضی اور قادری کو یہ روایات نظر نہیں آئیں جن میں امام کے خود جزع کرنے کا

Marfat.com

ذکر ہے۔ ارباب انصاف بین الروایات کا یہ طریقہ نہیں جو ان دونوں نے اختیار کیا ہے
(ماتم اور صحابہ ص ۳۹۔۴۰ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

جواب اوّل:

انین اور حنین کا معنی کتب لغت سے

کہتے ہیں چور چوری چھوڑ سکتا ہے لیکن ہیرا پھیری نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی کہاوت نجفی علیہ ما علیہ پر صادق آتی ہے۔ جب مذہب ہی ہیرا پھیری اور تقیہ کی پیداوار ہو۔ تو اس کے پجاری اور ماننے والے کب سیدھی بات کریں گے۔ اگر سیدھی اور سچی بات کریں تو شیعہ نہ ہوئے۔ حوالہ مذکورہ سے بھی دغا و فریب کا سہارا لے کر حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہوئی ہے۔ اور ایسا اس لیے کرنا پڑا تاکہ ان کی مجالس ماتم بدستور قائم رہیں اور اس ضرب و حرب سے منہ میٹھا اور پیٹ کے دوزخ کا ایندھن ملتا رہے۔ مروج الذہب سے ذکر کردہ عبارت کا اگر صحیح ترجمہ کر دیا جاتا۔ تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا۔ عبارت مذکورہ سے مروجہ ماتم کی تردید ہو رہی ہے۔ نہ کہ اس کا ثبوت "ماتم اور صحابہ" نامی کتاب کے مصنف کا پورا زور قلم اس پر صرف ہو رہا ہے کہ مروجہ سینہ کوبی، زنجیر زنی اور ران پیٹنا ثابت ہے۔ آیئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت کے وصال پر جو کچھ کیا۔ اس کا اور ان دعوؤں کا موازنہ کریں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت کے وصال پر جو "جزع" کیا صاحب مروج الذہب نے اس کی تفسیر و تشریح ساتھ ہی ذکر کر دی ہے۔

Marfat.com

وَظَلَّ اَنِیْنُہٗ وَحَنِیْنُہٗ۔ یعنی آپ کے جزع کا یہ عالم تھا۔ یا آپ کا جزع اس رنگ میں تھا۔ کہ وصالِ خاتونِ جنت کی پریشانی اور تکلیف اور دُکھ درد کی وجہ سے آپ کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اور "آہ" مُنہ سے نکل گئی۔ ان دونوں الفاظ کا کتب لغات سے معنی ملاحظہ کریں۔

المنجد

اَنَّ۔ اِنِیْنًا وَ اِنَّاً وَ اِنَانًا وَ تَانَانًا۔

(المنجد مترجم ص ۸۱ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

کراھنا۔ درد اور دُکھ کی وجہ سے آہ نکالنا۔

المنجد

حَنَّ حَنِیْنًا۔ آواز نکالنا خوشی یا غمی سے۔

(المنجد مترجم ص ۲۸۶ مطبوعہ کراچی)

عربی ڈکشنری

حنین کا معنی ہے رونا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونا۔ سسکیاں بھرنا۔

(عربی ڈکشنری ص ۲۰۸ چھوٹا سائز)

لغت کی کتب سے ان الفاظ کا معنی آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ جو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بوقت جزع نکالے۔ لیکن ان الفاظ کے مفہوم کو ماتم (جس کو ثابت کرنے کے لیے کتاب لکھی گئی) سے کیا تعلق ہے؟ آپ اگر غور

Marfat.com

فرمائیں۔ تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی بوقت پریشانی یہ کیفیت دراصل اہل سنت کے نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ یعنی بوقت وصال غم میں آنسوؤں کا بہہ جانا اور سسکیاں بھرنا جائز ہے۔ اور اس کی تائید و تصدیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے یوں ملتی ہے۔ کہ جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہوا۔ تو آپ کے آنسو بہہ نکلے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مومن کو عطاء کی گئی رحمت ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر کہ حضرت علی المرتضےٰ نے جو کچھ کیا ہے وہ از روئے شرع ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی طرف سے عطاء کردہ رحمت کا مظاہرہ تھا۔ لیکن دغا باز نے کیسی چالاکی سے اس سنت اور جائز عمل کو "مروجہ ماتم" کے رنگ میں پیش کیا۔ لفظ "رانین" اور "حنین" کا جو ترجمہ شیعہ مترجم نے کیا۔ اور جو ارباب لغات نے کیا۔ اسے دیکھیں۔ اور نجفی نے جو اس کی تفسیر لکھی۔ اسے بھی دیکھیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ نجفی نے ترجمہ کیا ہی نہیں محض تفسیر پر اکتفا کیا۔ تاکہ اپنا مدعا ثابت کرنے میں آسانی رہے۔ ورنہ ترجمہ کرتا۔ تو بات کھل کر سامنے آجاتی۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت کے وصال پر جو کچھ کیا۔ وہ اس صدمہ میں آنسو بہنے تھے۔ اور کچھ آہ و زاری میں معمولی سی دکھ بھری آواز تھی۔ انہوں نے نہ سینہ کوبی کی، نہ کپڑے پھاڑے اور نہ ہی زنجیر زنی کی۔

خدا کا غضب! اس نام نہاد "محب علی" نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کا کیا خوب حق ادا کیا۔ محبت کے نام سے ان کی شخصیت کو بے صبر اور ماتمی ثابت کر کے اپنا اور اپنے مسلک کا رونا رویا۔ وہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مقام صبر و استقلال عطاء فرمایا۔ اور یہ کہے کہ انہوں نے بے صبری اور بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ وہ فرمائیں کہ ہمارا گھرانا مصائب اور تکالیف کے برداشت کرنے میں "کوہ عظیم" ؛

Marfat.com

ہے ۔ یہ کیسے ؟ عالمِ پریشانی میں وہ ایک تنکا سے بھی زیادہ کمزور تھے ۔ بہرحال آسمانِ صبر واستقامت پر تھو کنے سے اُس میں داغ آ نا تو ناممکن لیکن خود تھو کنے والے کا منہ اور شخصیت آلودگی سے نہیں بچ سکتی ۔ یہی حال بروزِ حشر اس "نام نہاد محب" کا ہوگا ۔ اللہ سمجھنے کی توفیق دے ۔

جواب دوم :

مروج الذہب شیعوں کی اپنی کتاب ہے

"مروج الذہب" کو صاحب ماتم نے اہل سنت کی "معتبر کتاب" کے طور پر پیش کیا ہے ۔

آئیے ! ذرا اس کتاب کے بارے میں حقائق تلاش کریں تاکہ مصنف کے مسلک و مذہب کا صحیح علم ہو جائے ۔ سو عرض ہے کہ مروج الذہب نامی کتاب کا مصنف "علی بن حسین مسعودی" ہے ۔ (اگر بقول تحقیق نجفی یہ شخص سنی ہے ۔ تو جامع الاخبار وغیرہ کی روایات کے مطابق یہ بھی کتّا اور سور ہوا ۔ کیونکہ ان کی کتب کی عبارات تمام اہل سنت کو اسی نام کا مستحق گردانتی ہیں) اس مصنف کے بارے میں شیعہ مؤرخین اور محدثین کی سُنیئے کہ مسلک و مشرب کے اعتبار سے یہ کون تھا ۔

الکنیٰ والالقاب

علامہ مجلسی در مقدمہ و پیش گفتار بحار فرمودہ و مسعودی را نجاشی در فہرستش از راویانِ شیعہ شمردہ و گفتہ او راست کتاب اثبات الوصیۃ

Marfat.com

علی ابن ابی طالب علیہ السلام وکتاب مروج الذہب در سال ۳۳۳ برابر شلغ از دنیا رفت۔

ترجمہ: علامہ باقر مجلسی نے مسعودی (علی بن حسین صاحب مروج الذہب) کو اپنی کتاب بحار الانوار کے مقدمہ میں اور نجاشی نے اپنی فہرست میں شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ اس کی ایک کتاب "اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب" اور دوسری "مروج الذہب" تھی۔ مقام شلغ میں ۳۳۳ھ میں اس نے انتقال کیا۔

منتخب التواریخ

مؤرخ ہر گاہ متعصب بود ہر چہ مقتضائے طبع او باشد انجام می دہد اما خداوند نہی فرمودہ است۔ قولہ تعالیٰ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ۔ دشمنی شما با قومی شمارا برآں ندارد کہ از عدل منحرف شوید عدل دورزید کہ بہ پرہیزگاری نزدیک تر است۔

یکے از علمائے معروف عجم در بارۂ مسعودی صاحب مروج الذہب گوید او شیعی بود بعلت آنکہ در اخبار خلفائے بنی عباس وغیرہ اقتصار بر مثالب وعیوب وطعن ولعن نکردہ است واز محاسن اعمال آنان لختی برشمردہ باآنکہ مسعودی مردی شیعی وامامی بود در نقل تاریخ وظیفہ مورخ را انجام دادہ است نہ ابراز تعصب مذہبی کردہ وہرکس داند کہ شقی ترین مردم روزگار نیز بعض نیک صفات داشتند۔

(منتخب التواریخ تصنیف محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی شیعی مقدمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

تاریخ دان اور تاریخ نویس جب متعصب ہوتا ہے۔ تو جو کچھ اس کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہی تحریر کرتا ہے لیکن خالق کائنات نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے۔ "۔ لوگو! تمہیں کسی قوم کی عداوت اور دشمنی اس روش پر آمادہ ہرگز نہ کرے۔ کہ تم عدل وانصاف کا دامن ہی چھوڑ دو۔ (دیکھو) عدل وانصاف کیے جاؤ یہی پرہیزگاری کے بہت نزدیک ہے۔

ایک غیر عرب مشہور عالم نے مسعودی کے بارے میں کہا۔ کہ وہ شیعہ نہ تھا جس کی دلیل اس نے یہ پیش کی۔ کہ مسعودی نے بنی عباس کے خلفاء وغیرہ کے متعلق صرف اور صرف ان کے نقائص، مظالم اور سب طعن پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ ان کے بعض ایسے افعال کا تذکرہ بھی کیا　　جو قابل تحسین تھے۔ (لیکن اس عالم کا یہ کہنا درست نہیں۔) کیونکہ مسعودی ان تمام باتوں کے باوجود شیعی اور امامی تھا اور اس نے تاریخ نویسی میں وہ راستہ اختیار کیا۔ جو ایک مؤرخ کے شایان شان تھا اس نے مذہبی تعصب کا اظہار نہ کیا۔ اور ہر شخص اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ کہ بدترین شخص بھی اپنے اندر بعض اچھی صفات رکھتا ہے۔

یہ دو حوالہ جات مسعودی کے نظریہ اور مسلک کی واضح نشاندہی کرنے کے لیے ہم نے درج کیے ہیں۔ اب ایک عدد حوالہ خود مسعودی کا اپنے بارے میں بھی ملاحظہ ہو جائے۔ کہ وہ اپنا مسلک کیا بتلاتا ہے؟

مروج الذہب

وَقَدْ اَتَيْنَا عَلَى الْكَلَامِ فِىْ ذَالِكَ عَلَى الشَّرْحِ

Marfat.com

وَالْاِیْضَاحِ فِیْ کِتَابِنَا الْمُسْتَرْجَعِ وَبِکِتَابِ الصَّفْوَۃِ فِی الْاِمَامَۃِ..وَفِیْ کِتَابِ الْاِسْتِبْصَارِ، وَفِیْ کِتَابِ "الزَّاھِی"، وَغَیْرِہٖ مِنْ کُتُبِنَا فِیْ ھٰذَا الْمَعْنٰی۔

(مروج الذہب للمسعودی ص ۲۷، جلد دوم ذکر مبعثہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ:

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بالنص امامت کے متعلق) ہم نے اپنی کتاب "الصفوۃ فی الامامت" اور الاستبصار والزاہی نامی کتابوں میں بہت شرح اور وضاحت کے ساتھ اس کو ذکر کیا۔ اور اس پر طویل کلام لکھا۔

ان حوالہ جات سے (جس میں مسعودی کا خود اپنا مسلک بھی درج ہوا) معلوم ہوا کہ یہ شخص مسلک و مشرب کے اعتبار سے شیعہ تھا۔ اور ان کے ایک فرقہ "امامیہ" کے عقائد رکھتا تھا۔ اور اسی کی تبلیغ و تشریح بھی کیا کرتا تھا۔ جب غیر عربی ایک عالم نے اس کی تاریخ نویسی پر اعتراض کیا۔ کہ وہ اپنی تاریخی کتب میں درج شدہ واقعات اور حالات کی بنا پر شیعہ نظر نہیں آتا۔ تو اس کے شیعہ ثابت کرنے کے لیے صاحب منتخب التواریخ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس امر کی وضاحت اور صفائی پیش کی۔ کہ آخر اس کا قصور یہی ہے۔ کہ اس نے بنی عباس کے خلفاء کی اچھی باتیں بھی اپنی تاریخ میں درج کر دیں۔ تو ایسا کرنا از روئے قرآن ایک مؤرخ کے لیے درست بلکہ لازم ہے۔ لہٰذا اس اعتراض کی بنا پر ایک کٹر امامی شیعہ ہی نہ ماننا ہرگز درست نہیں۔ یعنی پکا شیعہ تھا۔

Marfat.com

نجفی شیعی کا خود اپنے بڑے کو سنی قرار دینا اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی کتاب کہنا اس کی دو ہی توجیہات ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ نجفی اپنے ہی اکابر اور ان کی تحریروں سے ناواقف ہے۔ بیچارہ اپنے بیگانے کا امتیاز نہیں کر سکتا۔ یا یہ کہ جانتے بوجھتے محض اپنے مقصد کو ثابت کرنے کے لیے ایک اچھے خاصے شیعہ کو اٹھا کر سنیوں تک پھینک دیا۔ تاکہ عوام شیعہ ہی سمجھیں۔ کہ نجفی صاحب نے کمال کر دیا ہے۔ خود سنیوں کے عالم کی کتاب سے ماتم ثابت کر دکھایا۔ جہاں تک اس کتاب کی عبارت سے مروجہ ماتم اور جامہ دری وغیرہ ثابت کرنے کی جسارت کی گئی ہم اس کی بھی وضاحت کر چکے۔ اور اس پر مزید یہ کہ مذکورہ کتاب اور اس کا مصنف ان کے بڑوں کی نظر میں شیعہ امامی تھا اس کی عبارت بالفرض اگر مطلوبہ دعویٰ کی تائید بھی کرتی۔ تو ہم پر حجت ہرگز نہ بن سکتی تھی۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام اس دو غلا پن سے بخوبی آگاہ ہو گئے ہوں گے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

غلام حسین نجفی شیعی کی چھٹی دغابازی

نجفی شیعی نے پہلے کی طرح اپنی تصنیف کے صفحہ ۴۰ تا ۴۶ پر بھی وہی انداز اختیار کیا ہے۔ جو فضولیات اور لاحصل باتوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے نام کے مطابق ، مروجہ ماتم" کے ثبوت پر جو عنوان باندھے ہیں۔ وہ کچھ اس طرح ہیں۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا کو دیکھ کر صبر نہ کر سکے۔ بَکیٰ حَتّٰی بَلَّ الْاَرْضَ مِنْ دُمُوْعِہٖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اتنے روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔

۲۔ وفاتِ نبی پر ثلاثہ کی بے صبری۔ حضرت عمر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حواس باختہ ہو گئے۔

۳۔ حضرت عثمان وفات نبی پر حواس کھو بیٹھے۔

۴۔ صحابی کا وفاتِ نبی پر بے صبری کرنا اور بینائی کھو بیٹھنا۔

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ قبر نبی کو دیکھ کر صبر نہ کر سکی۔ اور قبر پر لیٹ گئی۔

(ماتم اور صحابہ صفحہ نمبر ۴۰ تا ۴۶ مطبوعہ لاہور۔)

جواب:

مقام غور ہے۔ کہ ان مذکورہ عنوانات میں سے کوئی ایک بھی اس امر کو ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ اہل تشیع کے ہاں "مروجہ ماتم،، درست اور فعلِ صحابہ کرام ہے۔ جس طرح پچھلے اعتراض کے جواب میں ہم نے گزارش کی تھی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کا سیدہ خاتونِ جنت کے وصال پر "انین وحنین" کرنا قطعاً خلاف شریعت نہیں۔ اور یہ بھی کہ اس سے مروجہ ماتم کے ثبوت کی بجائے اس کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ اسی طرح ان تمام عنوانات سے اگر ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ کہ ان حضرات نے بوجہ مصیبت اور کسی دوست کے انتقال پر رو ہی کچھ کیا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر کیا تھا۔ گفتگو تو اس مسئلہ پر ہو رہی تھی۔ کہ کیا مروجہ شیعی ماتم اور زنجیر زنی وغیرہ افعال شرعیہ ہیں۔ اور ان کے جواز کا کوئی شاہد ہے؟ ان شواہد و واقعات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ اور مروجہ ماتم دو مختلف امر ہیں۔ ان حوالہ جات سے مروجہ ماتم اور زنجیر زنی کا ثبوت ہرگز ہرگز نہیں ملتا۔ حضرات صحابہ کرام کا غمِ رسول میں نڈھال ہو جانا اور روتے روتے بینائی سے محروم ہونا اور سیدہ عائشہ صدیقہ کا قبرِ مصطفیٰ پر لیٹ جانا کس طرح مروجہ ماتم اور کپڑے پھاڑنے سے مشابہت رکھتا ہے۔ زنجیر مار مار کر لہولہان ہو جانا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنا کیا ایک جیسے ہی دو فعل ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے نجفی کے عقل و فراست پر تالے ڈال دیئے ہیں۔ تو اس سے دوسرے لوگ اندھے بہرے نہیں ہو گئے۔ سبھی جانتے ہیں کہ ان چار یا پانچ باتوں کے ذریعہ نجفی نے دھوکہ و فریب دینے کی کوشش کی ہے جسے ہم نے واضح کر دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۲

حضرت ابوبکر کے بیٹے پر بی بی عائشہ کا جزع کرنا۔

ماتم اور صحابہ | اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۷۹

تاریخ ابوالفداء:

وَاَقْبَلَ مُحَمَّدٌ يَمْشِيْ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلَى الْخَرْبَةِ نَقَبَضَ عَلَيْهِ وَاُتُوْا بِهٖ اِلٰى مُعَاوِيَةَ ابْنِ خَدِيْجٍ فَقَتَلَهٗ وَاَلْقَاهُ فِيْ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَاَحْرَقَهٗ بِالنَّارِ وَدَخَلَ عَمْرٌو مِصْرَ وَبَايَعَ اَهْلُهَا لِمُعَاوِيَةَ وَلَمَّا بَلَغَ عَائِشَةَ قَتْلُ اَخِيْهَا مُحَمَّدٍ جَزِعَتْ عَلَيْهِ وَقَنَتَتْ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَدْعُوْ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَضَمَّتْ عِيَالَ اَخِيْهَا مُحَمَّدٍ اِلَيْهَا وَلَمَّا بَلَغَ عَلِيًّا مَقْتَلُهٗ جَزَعَ عَلَيْهِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۷۹)

ترجمہ:

جب جناب محمد بن ابی بکر کو اسیر کر کے معاویہ ابن خدیج کے پاس لایا گیا۔ تو اس نے محمد کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلایا۔ جب بی بی عائشہ کو

Marfat.com

اپنے بھائی کے قتل کی خبر پہنچی تو اس مصیبت پر جزع کیا۔ اور ہر نماز کے بعد قنوت میں معاویہ اور عمرو عاص پر بددعا کرتی تھیں۔ اور جب محمد کے قتل کی خبر حضرت علی کو پہنچی تو حضرت علی نے بھی جزع کیا۔

قارئین۔ مولوی لوگ جزع کے معنی پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ جزع کے معنی خواہ منہ پیٹنا ہو یا بال نوچنا جو بھی معنی کیا جائے یہ جزع حضرت عائشہ نے محمد بن ابی بکر پر کیا اور اگر یہ بدعت ہے۔ تو اس کی ابتداء ام المؤمنین نے فرمائی۔

اگر بی بی عائشہ کا بھائی مر جائے تو جزع جائز ہے۔ اور اگر اولادِ رسول بھوکی، پیاسی ذبح کر دی جائے۔ اور تین روز تک فاطمہ زہرا کے جگر پاروں کی لاشیں دفن نہ ہونے پائیں۔ تو ان کی مصیبت پر حرام کیوں ہے؟

(رسالہ ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی ص ۴۵، ۴۶
— مطبوعہ لاہور)

جوابِ اوّل:

مذکورہ حوالہ کی سند غیر معروف ہے۔

غلام حسین نجفی شیعی نے تاریخ ابو الفداء کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضرت علی المرتضٰے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر کی وفات پر جزع یعنی منہ پیٹنا اور بال نوچنا کیا۔ اور اس روایت کو اپنے مدعا پر قوی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جزع کے معنی جو اس مدعی نے کیے۔ (منہ پیٹنا، بال نوچنا) وہ سرے سے اس لفظ کے معنی ہی نہیں ہیں۔ بے چارہ جزع کے معنی اگر اپنی طرف سے نہ کرتا۔ تو مروجہ ماتم کس طرح ثابت کرتا۔ لہٰذا اس نے

Marfat.com

پہلے خود لفظ جزع کا معنی متعین کیا۔ اور پھر اس کی روشنی میں مروجہ ماتم پر اس روایت کو دلیل قوی کے طور پر پیش کیا ہے۔ بہر حال اس روایت کو بطور درایت پرکھا جائے تو نا قابلِ اعتبار و استناد روایت بنے گی تاریخ ابوالفداء کی مذکورہ روایت کی کوئی سند ذکر نہ کی گئی۔ اور بے سند روایت کے متعلق خود نجفی بھی مقر ہے۔ کہ ایسی ہر روایت نا قابلِ حجت اور بے اصل ہوتی ہے۔ پھر نجفی شیعی نے بے سند روایت کا سہارا لے کر دوسرے پر حجت قائم کرنے کی ناکام کوشش کیوں کی ؟ لہٰذا بے سند روایت اُس کی طرح ہمیں بھی تسلیم نہیں ہے۔

جواب دوم:

اس کی غیر معروف سند میں اصل راوی شیعہ ہے

روایت مذکورہ کے بارے میں میں نے کئی ایک کتب کو دیکھا بھالا۔ تاریخ کامل اور ابن خلدون میں اس کی سند ناپید تھی۔ ہاں تاریخ طبری میں یہ بااسناد مذکور ہے۔ جو یہ ہے۔

تاریخ طبری:

قال ابو مخنف حدثنی محمد بن یوسف بن ثابت الانصاری عن شیخ من اهل المدینة۔

(تاریخ طبری جلد ششم ص ۵۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

ابو مخنف نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن یوسف بن انصاری نے انصاری نے اہل مدینہ میں سے اپنے کسی شیخ سے۔

اس روایت کا راوی اول ابو مخنف لوط بن یحییٰ ہے جس کے بارے میں کتب اسمائے رجال میں سے بارہا یہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ اس کی روایت معتبر نہیں۔ (لسان المیزان) اور بقول ابن عدی کے یہ حاسد اور متعصب شیعہ تھا۔ اور ان کا مخبر تھا اس قسم کے کٹر شیعہ کی روایت اپنے مسلک کے لیے تو مفید ہو سکتی ہے لیکن ہمارے لیے حجت اور دلیل ہرگز نہیں بن سکتی۔

جواب سوم:

تاریخ ابو الفداء کے علاوہ راقم الحروف نے تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۴۴۲ اور تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۶ پر مذکورہ روایت پائی۔ ان دونوں کتابوں میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جناب محمد بن ابی بکر کے قاتل پر قنوت پڑھنے کا تو ذکر ہے۔ لیکن "وجزعت" کا لفظ نہیں ملتا جس سے یہ تاثر ملتا ہے۔ کہ لفظ مذکور شاید من گھڑت ہو۔ اور ایسے لفظ کا سہارا لے کر ام المومنین رضی اللہ عنہا پر جزع فزع کا حکم صادر کرنا بہتان کے زمرے میں آتا ہے۔

جواب چہارم:

روایت مذکورہ میں محمد بن ابی بکر کو جلانے کا تذکرہ ہے۔ لیکن قرائن وشواہد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ علامہ خیر الدین زرکلی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الاعلام" میں اس واقعہ کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

Marfat.com

الاعلام:

لَمْ يُحْرَقْ وَدُفِنَتْ جُثَّتُهُ مَعَ رَأْسِهِ فِي مَسْجِدٍ يُعْرَفُ بِمَسْجِدِ زِمَامٍ خَارِجَ الْمَدِينَةِ الْفُسْطَاطِ قَالَ ابْنُ سَعِيْدٍ وَقَدْ زُرْتُ قَبْرَهُ فِي الْفُسْطَاطِ۔

(الاعلام جلد ۶ ص ۸۹ تذکرہ محمد بن ابی بکر)

ترجمہ:

محمد بن ابی بکر کو جلایا نہیں گیا تھا۔ آپ کی لاش بمعہ ان کے سر کے ایک مسجد میں دفن کر دی گئی۔ جو مسجد زمام کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ شہر فسطاط سے باہر واقع ہے۔ ابن سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے محمد بن ابی بکر کی قبر کی شہر فسطاط میں زیارت کی ہے۔

تو جس شخص کی قبر موجود ہو۔ اور اس کی زیارت بھی کی گئی ہو۔ اور اس کا مقام بھی معروف و مشہور ہو۔ تو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ "ان کو گدھے کی کھال میں ڈال کر جلایا گیا تھا" قطعاً درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جل کر راکھ بن جانے والے کا سر اور دھڑ نہیں رہتا۔ اور نہ ہی اُسے قبر کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

جواب پنجم:

لفظ جزع کا معنیٰ مروجہ ماتم نہیں

نجفی شیعی نے اپنی پرانی روش پر چلتے ہوئے لفظ "جزع" سے مروجہ ماتم اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ ثابت کرنے کی قابلِ مذمت کوشش کی ہے معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے۔کہ بے چارہ اس لفظ کے معنی اور استعمال تک سے ناواقف ہے یہی لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک مرتبہ استعمال ہوا۔اور اس کو صبر کے مقابل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَالَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ۔

یعنی کیا ہم جزع کریں یا صبر کریں الخ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جزع اور صبر کو ایک دوسرے کے مقابل کے طور پر ذکر کیا۔(اگرچہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا قول نہیں۔بلکہ کسی کا قول نقل کیا ہے لیکن پھر بھی مدعا ثابت کہ جزع اور صبر دو متقابل لفظ ہیں۔)

عربی لغت کی مشہور کتاب "لسان العرب" میں مذکور ہے۔

لسان العرب

اَلْجَزْعُ نَقِيْضُ الصَّبْرِ۔

ترجمہ: "جزع" صبر کی نقیض ہے۔ (لسان العرب جلد ۸ ص ۴۷)

المنجد میں یوں تحریر ہے۔

المنجد

جزع کا معنی صبر نہ کرتے ہوئے اظہار غم کرنا۔

(المنجد ص ۸۱ مطبوعہ کراچی)

ان شواہد سے معلوم ہوا۔کہ "جزع" صبر کی ضد اور نقیض ہے۔یعنی صبر نہ کرنے کو جزع کہتے ہیں۔عدم صبر یا صبر نہ کرنا ایک ایسا مفہوم ہے۔جس میں کمی بیشی اور کثرت و قلت کا پایا جانا بالکل واضح ہے۔یعنی معمولی بے صبری ہو یا کچھ زیادہ

Marfat.com

ہو یا انتہائی درجہ کی بے صبری ان سب صورتوں میں "جزع" کا اطلاق آتا ہے پھر بے صبری تمام حالات میں حرام و ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ بعض حالات میں حرام، بعض میں مکروہ اور خلافِ اولیٰ ہے۔ دیکھئے ایک شخص روٹی کے ٹھنڈا ہونے تک انتظار و صبر نہیں کرتا۔ یہ بھی بے صبری ہے۔ پانی کو تین سانس لے کر پینے کی بجائے ایک ہی دفعہ سارا پی جانا بھی بے صبری کا مظاہرہ ہے۔ روزہ رکھ کر بوقتِ افطار جلدی کرنا کہ ابھی سورج اندر باہر ہو اور روزہ کھول لیا جائے اسی طرح خواہشاتِ نفسانیہ کے پورا کرنے کے لیے کسی عورت سے زنا کا ارتکاب بھی بے صبری کے زمرے میں آتا ہے۔ ان میں بے صبری تو ہے لیکن سبھی کا حکم ایک سا نہیں ہے گویا "بے صبری" حلال و حرام دونوں قسم کے افعال پر بولا جاتا ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر شیعی نجفی کا اس لفظ سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا ایک ناپاک جسارت ہے۔ خود ان کے مسلک کی کتب میں بھی اس لفظ کا معنی رونا، پیٹنا، سینہ کوبی کرنا ہی نہیں بلکہ بے قراری بھی آیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی

فَقَالَ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ اِنَّمَا نَجْزَعُ قَبْلَ الْمُصِيْبَةِ فَاِذَا وَقَعَ اَمْرُ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِقَضَائِهٖ وَ سَلَّمْنَا لِاَمْرِهٖ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

فرمایا (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے) ہم اہل بیت بے قرار ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ قبل مصیبت لیکن جب مصیبت آجاتی ہے۔ تو تقاضائے الٰہی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے حکم کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

نجفی صاحب! ذرا بتلائیے تو کہاں آپ کا جزع سے مطلب اور معنی مروجہ ماتم اور بال نوچنا وغیرہ اور کہاں بے قراری؟ کیا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی آپ وہی کچھ ثابت کریں گے۔ جو آپ ثابت کرنے کے درپے ہیں۔؟ ویسے میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ اگر نجفی شیعی کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول یاد ہوتا۔ تو اس سے بھی وہی ثابت کر دکھاتا۔ جو اسی طرح کے دوسرے حضرات کے اقوال سے ثابت کر دکھایا۔ بہرحال "بے قراری" کوئی حرام و ممنوع نہیں۔ کہ اس قسم کے جزع کرنے پر حضرات اہل بیت کی طرف سے کسی جواب کی ضرورت درپیش ہو۔ مزید سنیئے! اس فروع کافی میں "جزع" کا معنی بال نوچنا اور منہ پیٹنا بھی مذکور ہے۔ اور اس قسم کے جزع کو خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حرام فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

امام جعفر نے مروجہ ماتم کو ناجائز قرار دیا ہے۔

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قُلْتُ مَا الْجَزَعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزَعِ الصُّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمُ الْوَجْہِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَ اَقَامَ النَّوَاحَۃَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ

Marfat.com

طَرِيْقِهِ وَمَنْ صَبَرَ وَاسْتَرْجَعَ وَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ رَضِيَ بِمَا صَنَعَ اللّٰهُ وَوَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ جَرٰى عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَهُوَ ذَمِيْمٌ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَجْرَهٗ۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۲۲۲ کتاب الجنائز

باب الصبر والجزع والاسترجاع)

ترجمہ:

فرمایا حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے جب میں نے پوچھا۔ جزع کیا ہے۔ اشد جزع زور سے رونا پیٹنا منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوٹنا سر کے بال نوچنا اور نوحہ کرنا ہے۔ یہ صورت ترک صبر کی ہے۔ اور صحیح طریقہ کو چھوڑنا ہے۔ اور جس نے صبر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اللہ کی حمد کی تو وہ اللہ کی مشیت پر راضی ہوا۔ اور اجر اپنا اللہ پر رکھا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا۔ حکم خدا تو جاری ہو کر رہا۔ اور وہ قابلِ مذمت قرار پاتا ہے۔ اور اس کا اجر ختم کر دیا جاتا ہے۔

(الشافی ترجمہ فروع کافی جلد سوم صفحہ

نمبر ۱۸۶، ۱۸۷)

اسی طرح لفظ "جزع" کا اطلاق ان آنسوؤں کے بہنے پر بھی ہوتا ہے۔ جو کسی مصیبت اور دکھ کی وجہ سے بہتے ہوں۔ لیکن اس کو کوئی بھی ناجائز نہیں کہتا۔ لیکن اگر کسی شخص نے بوقتِ مصیبت بال نوچے اور سینہ کوبی کی۔ تو یہ جزع امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ امام موصوف نے مصیبت پڑنے کے بعد اس قسم کے جزع کو "کافرانہ جزع" فرمایا ہے۔ امام موصوف کا قول ہے۔

Marfat.com

جامع الاخبار

اِنَّ الْجَزْعَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَقْبِلَانِ اِلَی الْکَافِرِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۳۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

جزع اور مصیبت کافر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ نیز آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔

جامع الاخبار

اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَہٗ۔

(جامع الاخبار ص ۱۳۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

صبر کا ایمان میں وہ مقام ہے۔ جو جسم انسانی میں سر کا ہے۔ اور جو بے صبرا ہے۔ وہ ایمان سے خالی ہے۔

ان ارشادات و شواہد کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو گئی۔ کہ "جزع" ایک ایسا مفہوم ہے۔ جس میں کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کی کچھ اقسام جائز اور بعض دوسری ناجائز ہیں۔ اب جبکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق جزع کی وہ صورت کہ جس میں بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ ہو۔ حرام ہے۔ اور کافرانہ فعل ہے۔ تو پھر اس لفظ سے یہی معنی ثابت کرنا اور شرعاً اسے جائز قرار دینا کوئی ذی فہم ہرگز نہیں مانے گا۔ اس جواز کی شکل میں بھی شیعی اُن صفات کو ذکر کرتے

Marfat.com

سے لفظ جزع کا صدور ہوا۔) بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرانہ فعل کا مرتکب بنا ہا ہے۔ اگر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر یہی جزع کیا، حضرات صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر یہی جزع کیا۔ تو ان کے بارے میں وہی فتوے دو گے جو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے پر فتوای دیا۔؟

معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کے اندھے پن کی علامت ہے۔ کہ وہ اپنے بیگانے سبھی کو کافر بنانے پر تُلا ہوا ہے۔ ہمارا یہ اعلان ہے۔ کہ اگر کسی ایک صحیح مرفوع حدیث سے نجفی شیعی یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے بوقتِ مصیبت سینہ کوبی کی، بال نوچے، گریبان پھاڑا اور زنجیر زنی کی۔ تو فی حوالہ تیس ہزار روپے نقد حاصل کر لو۔ یہ اکیلا نہیں اس کی پوری برادری کو چیلنج ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

Marfat.com

نجفی شیعی کی آٹھویں دغابازی

حضرت علی کا قول ہے وفات نبی پر صبر نہیں چاہیئے

ماتم اور صحابہ

اہل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الخواص الامہ صفحہ نمبر ۹ - نہج البلاغہ ص۲۰ مطبوعہ مصر

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ بَلَغَنِيْ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَفَ عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّ الْجَزْعَ لَيَقْبُحُ اِلَّا عَلَيْكَ فَاِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيْلٌ اِلَّا عَنْكَ

ترجمہ:

شعبی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب قبر نبی پر آئے۔ تو فرمایا یا رسول اللہ جزع کرنا آپ کی مصیبت پر قبیح نہیں ہے اور صبر کرنا آپ (کی مصیبت) پر اچھی چیز نہیں۔

قارئین کرام! حرمت جزع کی رٹ لگانے والے یہ قاضی اور قادری اپنی

Marfat.com

کتابوں کا مطالعہ کرتے تو ان کو اپنے چوتھے خلیفہ کا جزع کرنا نظر آجاتا۔ شاید یہ لوگ جن صحابہ کی سیرت حجت ہے ان میں حضرت علی کو شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ علی کی ذات تو وہ ہے۔ کہ نبی کریم نے فرمایا۔ علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ علی مع الحق والحق مع علی جب علی نے جزع فرمائی تو جزع از روئے قرآن بھی ثابت ہو گئی۔ اور جزع کرنا حق بھی ہو گیا۔ لیکن ان دونوں مولویوں کو جزع سے ضد ہے۔

(ماتم اور صحابہ ص ۳۸، ۳۹)

جواب اول:

تذکرۃ الخواص کی عبارت نقل کرنے میں خیانت

نہج البلاغہ سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا منقول کلام نجفی نے پیش کر کے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا چاہا۔ قول یہ ہے۔ "صبر اچھا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اچھا نہیں۔ اور جزع قبیح ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قبیح نہیں" لیکن اس قول سے نجفی شیعی کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ "مروجہ ماتم" کی ہیئت وصورت اور ہے۔ اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے فرمان کا دوسرا مفہوم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ "مروجہ ماتم" سینہ کوبی، زنجیرزنی اور بال نوچنے وغیرہ افعال پر مشتمل ہے۔ اس قسم کا ماتم صرف یہی نہیں کہ ہم ہی اسے حرام وممنوع کہتے ہوں۔ بلکہ احادیث بھی اس کی ممانعت میں بالتصریح موجود ہیں حضرت علی المرتضٰے کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا انتقال فرمانا ایسا شدید صدمہ کا باعث ہے۔ کہ اس سے پہلو تہی نہیں کی جا

Marfat.com

سکتی۔ دوسرے لوگوں کا وصال وانتقال اتنا شدید نہیں۔ اس لیے وہاں صبر اچھا اور جزع قبیح ہے۔

نجفی نے فریب ہی اور دھوکے سے کام لے کر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے مذکور قول سے مُراد لی ہے۔ کہ عدم صبر اور جزع "مروجہ ماتم" کا ہم معنی ہیں لہٰذا "مروجہ ماتم" کے جواز کا ثبوت حضرت علی المرتضٰے کے قول سے مل گیا۔ لیکن ان دونوں معانی میں ترادف اور مساوات صرف نجفی کی اختراع ہے۔ اس کے بڑے اس مفہوم کو ہرگز نہیں مانتے۔ ان بڑوں نے قولِ شیر خدا میں جزع کا معنی "ذکر کرنا" اور صبر کا مفہوم "غفلت برتنا" لیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ابن میثم :

وَالْجَزْعُ عَلَيْهِ غَيْرُ قَبِيْحٍ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَصْلُ الدِّيْنِ وَالْقُدْوَةُ فِيْهِ فَالْجَزْعُ فِي الْمُصِيْبَةِ بِهٖ يَسْتَلْزِمُ دَوَامَ تَذَكُّرِهِ الْمُسْتَلْزِمِ لِدَوَامِ ذِكْرِ اَخْلَاقِهٖ وَسُنَنِهٖ وَسِيْرَتِهٖ فَكَانَ غَيْرَ قَبِيْحٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ ..... وَاَمَّا الصَّبْرُ فَاِنَّهٗ يَؤُلُ اِلٰى سَلْوَانِهٖ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُ فَكَانَ غَيْرَ جَمِيْلٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ تَعَرَّضَ لِفَضِيْلَةِ الْقَبِيْحِ مِنْ بَعْضِ الْاِعْتِبَارَاتِ وَلِرَذِيْلَةِ الْحَسَنِ مِنْ وَجْهٍ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد ۵ ص ۲۹۳
مطبوعہ تہران)

Marfat.com

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے انتقال کے وقت) پر جزع کرنا بُرا نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کا اصل اور اس کے مقتدا ہیں۔ لہذا آپ کی مصیبت میں جزع کرنا آپ کے ذکر کو ہمیشہ جاری رکھنے کے لیے لازم ہے۔ اور آپ کا ذکر خیر کرتے رہنا اس کو لازم ہے۔ کہ آپ کے اخلاق حسنہ آپ کی تعلیمات اور سیرت طیبہ کا ہر وقت ذکر ہوتا رہے۔ لہذا اس وجہ سے آپ پر جزع کرنا بُرا نہیں۔

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب سُن کر اُن پر صبر نہ کرنا اس لیے بہتر ہے کہ اس قسم کے صبر کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ آپ کی طرف سے غفلت اور عدم توجہی برتی جائے۔ اور آپ سے غفلت، اور عدم توجہی چونکہ بری بات ہے۔ اس لیے اس کے محرکات (صبر کرنا) بھی اچھے نہ رہے۔ دکیا آپ دیکھتے نہیں) کہ کبھی ایسا ہے کہ ایک بُرائی (بے صبری) بعض اعتبارات کی وجہ سے اچھائی بن سکتی ہے۔ اور اچھائی کچھ دوسرے اعتبارات سے برائی میں شمار ہونے لگتی ہے۔

فیض الاسلام:

شکیبائی نیکو است مگر از جدائی تو وبے تابی زشت است مگر بر (مرگ) تو زیرا آنحضرت اصل دین و پیشوائے آں بود پس بے تابی در مصیبت او زشت نیست چوں ایں بے تابی مستلزم آں ست کہ ہمیشہ از خو و روش آں بزرگوار یاد شود و شکیبائی در آں نیکو نمی باشد۔ چوں مستلزم بے خبری از آں ست۔ (ترجمہ و شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۱۲۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

صبر اچھا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر (اچھا نہیں) اور بے تابی واضطراب بُرا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر (بُرا نہیں) اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصلِ دین اور پیشوائے دین تھے۔ لہٰذا ان کی مصیبت میں بے تابی بُری نہیں۔ کیونکہ اس بے تابی سے آپ کی عادت اور سیرت پاک ہر وقت سامنے رہتی ہے۔ اور صبر کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اچھا نہیں رہتا۔ کیونکہ اس پر عمل کرنے سے آپ کی ذات اقدس سے بے خبری لازم آتی ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی کو بھی معلوم تھا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول میں بے صبری اور جزع کا مفہوم "مروجہ ماتم" ہرگز نہ تھا۔ لیکن اس قول کی صحیح تشریح وتفسیر (جو اس کے بڑوں نے بیان کی) اگر بیان کرتا۔ تو اس کے مسلک کے خلاف پڑتا۔ یہ کس قدر بددیانتی اور فریب دہی ہے۔ چلو۔ ہم اہل سنت تو اس کے مخالف ٹھہرے۔ لیکن افسوس کہ ظالم نے اپنوں کی بات بھی نہ مانی۔ اور بڑی ڈھٹائی سے حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے قول کو وہ معنی پہنائے۔ جو کسی طور بھی درست نہیں ہو سکتے تھے اور اپنوں کی دیانت اور علمیت پر گھوڑا چلا دیا۔ ان کی تشریح وتفسیر کو سیاہ چادر تلے دبا کر "مروجہ ماتم" کے ثبوت کا علم بلند کر دیا۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود لفظ جزع کا مطلب "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرنا اور آپ کا اسوہ حسنہ بیان کرنا" اور بے صبری کا مفہوم "آپ سے غفلت برتنا" ہے۔ ان دونوں باتوں کو ہم اہل سنت کب منع کرتے ہیں۔ ہم تو اس قسم کی باتوں کو عین ایمان قرار دیتے ہیں۔ ہم یہ سے

Marfat.com

کوئی معمولی آدمی بھی اس کے نا جائز ہونے کا تصور نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں آنسو بہانا اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اب دوسری کتاب کی طرف آئیے۔ اس کتاب کی عبارت مکمل درج نہ کی تا کہ قلعی نہ کھل جائے اور دجل و فریب کا پردہ نہ چاک ہو جائے۔ چلو! جس قدر اسے مطلب تھی اس سے بھی تو مقصد برآری نہیں ہوتی۔ "جزع کرنا آپ کی مصیبت پر قبیح نہیں"، اس ترجمہ سے "مروجہ ماتم"، کی کوئی برائی ہے جس کے ثابت کرنے کے لیے نجفی ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ اس میں "جزع کرنا"، مذکور ہے جس کی بہت سی جائز اور ناجائز صورتیں ہیں۔ خواہ مخواہ اس سے وہ مطلب لینا جو امام جعفر صادق کے نزدیک شیوۂ کفر ہے۔ کہاں کی دینداری اور عقلمندی ہے؟ اب پوری عبارت نقل کر کے ہم اس کے دجل و فریب اور مکاری کو آشکار اکرتے ہیں۔

تذکرۃ الخواص الامہ:

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَفَ عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّ الْجَزَعَ لَيَقْبَحُ اِلَّا عَلَيْكَ وَاِنَّ الصَّبْرَ لَيَجْمُلُ اِلَّا عَنْكَ ثُمَّ قَالَ مَا فَاضَ دَمْعِيْ عِنْدَ نَازِلَةٍ اِلَّا جَعَلْتُكَ لِلْبُكَاءِ سَبَبًا وَاِذَا ذَكَرْتُكَ سَامَحْتُكَ بِهٖ مِنِّي الْجُفُوْنَ فَفَاضَ وَانْسَكَبَا۔

(تذکرۃ الخواص الامہ ص ۱۶۷ تذکرہ مختارات من شعرہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
شعبی نے کہا۔ مجھے یہ خبر ملی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! جزع کرنا آپ کے سوا کسی دوسرے پر بہت بُرا ہے۔ اور ہر مصیبت پر صبر کرنا بہت خوبصورت ہے۔ لیکن آپ کی جدائی پر صبر نہیں ہو سکتا پھر فرمایا۔ میری آنکھوں سے جب بھی آنسو بہے۔ تو میں نے آپ کی وفات کو رونے کا سبب بنا لیا۔ اور جب بھی آپ کی یاد مجھے آئی۔ تو آپ کی جدائی میں رونے سے میری آنکھوں نے تحمل نہ کیا۔ (بلکہ خوب کھل کر روئیں۔

فقط آنسوؤں سے رونا سنّتِ رسولِ کریم ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صاحبزادے جناب ابراہیم کے وصال پر آنسو بہہ نکلے تھے۔ کچھ یہی کیفیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھی مذکور ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا آنسو بہا کر رونا کون اسے ناجائز کہتا ہے۔ لیکن اس رونے سے جزع بمعنی مروجہ ماتم کہاں سے ثابت ہو گیا۔ سینہ کوبی کی اس سے شہادت کیونکر مل سکتی ہے۔ اور زنجیر زنی کا اس سے کہاں تعلق ہو سکتا ہے؟

کہاں کفار کا فعل اور کہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل شریف؟ نجفی کو خدا کا خوف کھانا چاہیئے۔ اور اپنی اس ناپاک جسارت پر اپنے رب کے حضور توبہ کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

جواب دوم:

تذکرۃ الخواص کا مصنف سنی نہیں شیعہ ہے

نجفی شیعی کا "تذکرۃ الخواص الامۃ" کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا بھی محل نظر ہے بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ سبط ابن جوزی (مصنف کتاب تذکرۃ الخواص الامہ) کو ہمارے اہل سنت حضرات شیعہ رافضی کہتے ہیں۔ ہماری بات پر یقین نہ ہو۔ تو اپنے ہی شیخ عباس قمی کی زبانی سن لیجئے۔

الکنی والالقاب:

سبط ابن جوزی۔ ابوالمظفر یوسف بن قزغلی بغدادی عالم فاضل مورخ وکمال است واز اوست کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ در ذکر خصائص ائمہ علیہم السلام ومرآت الزمان در تاریخ اعیان در حدود چہل مجلد ذہبی گفتہ ورآں حکایتہا ئے باور نکردنی آوردہ وگمان ندارم ثقہ باشد نارواگو وگزافہ پرداز است وبایں ہمہ رافضی است پایان۔

(الکنی والالقاب جلد سوم ص ۲۹۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سبط ابن جوزی ابوالمظفر یوسف بن قزغلی بغدادی ایک عالم فاضل اور مورخ کامل ہو گزرا ہے اس کی تصانیف میں سے ایک کتاب تذکرۃ الخواص الامہ

Marfat.com

ہے۔ جو حضرات ائمہ (اہل تشیع کے بارہ امام) کے خصائص میں لکھی گئی ہے۔ اور دوسری کتاب مرأۃ الجنان ہے۔ جو مشہور و معروف اشخاص کی سوانح پر مشتمل ہے۔ اس کی تقریباً چالیس جلدیں ہیں۔ علامہ ذہبی کا کہنا ہے۔ کہ ابن جوزی نے اس کتاب میں ایسی حکایات بھی درج کر دی ہیں۔ جن پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ وہ ذکر کرنے کے قابل ہی نہ تھیں) اس کے ثقہ ہونے کا مجھے گمان نہیں۔ اور یہ شخص فضول باتیں کہنے والا اور نامناسب الفاظ ادا کرنے والا تھا۔ اس کے باوجود یہ پکا رافضی (شیعہ) ہے۔

مختصر یہ کہ نجفی شیعی نے مروجہ ماتم اور سینہ کوبی ثابت کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ اگر عبارت میں خیانت کرنا پڑی۔ تو ذرا شرم محسوس نہ کی۔ اگر شیعوں کی کتاب کو سنیوں کی کتاب کہنا پڑا۔ تو بے حیائی سے ایسا کر دکھایا۔ اگر کسی اپنے بڑے کو شیعیت سے نکالنے پر کام بنتا دیکھا۔ تو فوراً اس کی ٹانگ پکڑی۔ اور سنیوں میں پھینک دیا۔ اگر ائمہ اہل بیت میں سے کسی کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو اپنے مقصد کی خاطر ان کی امامت کو داؤ پر لگا دیا۔ آخر ایسا کیوں نہ کرتا بے چارہ "حجۃ الاسلام" جو ہوا۔ آخر حجت بازی سے کب ٹل سکتا ہے۔ یہی ایک حربہ ہے۔ جس کے ذریعہ عام شیعہ اس کے فریب کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر حقیقت کو مدنظر رکھا جائے۔ تو ان کتب اور ان مصنفین کی عبارات سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ مروجہ ماتم اور سینہ کوبی وغیرہ کے مؤید تھے۔ اس کی تائید وہ کیوں کرتے۔ کیونکہ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یہ جزع تو افعال کفار میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمادے۔ حق و باطل کا امتیاز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دغا بازی و مکاری سے بیزاری عطا کرے۔ آمین

Marfat.com

لفظ بکاء اور جزع کے متعلق ایک
متفق علیہ اور مصدقہ ضابطہ

نجفی نے کتاب مذکورہ میں لفظ جزع اور نوحہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں کتب شیعہ اور کتب لغت سے ایک ضابطہ تحریر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں المنجد اور لسان العرب کے حوالہ جات سے یہ ذکر ہو چکا ہے۔ کہ جزع کا ہر جگہ ایک معنی نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی مقام پر فقط آنسو بہا کر رونا، دکھیا ہونا بے قرار ہونا اور کسی مقام پر منہ پیٹنا، سینہ کوبی کرنا اور بال نوچنا وغیرہ ہے۔ نہ یہ سارے افعال حلال ہیں۔ اور نہ ہی حرام۔ بلکہ جزع کی بعض صورتیں جائز اور بعض حرام ہیں۔ اب دوسرا لفظ نوحہ لیجئے۔ کہ جس سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی نجفی نے قسم کھا رکھی ہے لغت میں اس کا معنی ملاحظہ ہو۔

المنجد:

نَاحَتْ تَنُوْحُ نَوْحًا وَنُوَاحًا وَنِيَاحًا وَنِيَاحَةً وَمَنَاحَةً الْمَرْأَةِ الْمَيِّتَ وَعَلَى الْمَيِّتِ۔ عورت کا مردہ پر نوحہ کرنا۔ بین کرنا، واویلا کرنا۔ نِيَاحَةُ الْحَمَامَةِ۔ فاختہ کا کوکو کرنا۔ اِسْتَنَاحَتْ اِسْتِنَاحَةُ الْمَرْأَةِ عورت کا رونا،

Marfat.com

اِسْتَنَاحَ الذِّئْبُ بھیڑیئے کا بھونکنا۔ النوحہ۔ میت پر بین کرنا المناح رونے کی جگہ۔ المناحۃ عورتیں جو میت پر رونے کے لیے جمع ہوں۔

(المنجد ص ۱۳۳۰ مطبوعہ کراچی طبع جدید)

لسان العرب:

وحمامۃ نائحۃ ونواحۃ واستناح الرجل كناح واستناح الرجل بكى حتى استبكى غيرہ۔

(لسان العرب جلد دوم ص ۶۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

فاختہ کوکو کرنے والی۔ آدمی رویا ہے۔ ایک شخص اتنا رو یا کہ اس نے دوسرے کو بھی رُلا دیا ہو۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جزع کی طرح نوحہ بھی کسی ایک معنی میں ہی استعمال نہیں ہوتا۔ آنسو بہانا۔ بین کرنا، اور رونا اسی لفظ کے مختلف معانی ہیں۔ لہذا جہاں کہیں آنسو بہانے اور رونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ نوحہ جائز ہے۔ اور جہاں بین کرنے کے معنی میں آیا ہے۔ وہ حرام ہے۔ اور اس پر شدید وعیدیں موجود ہیں المنجد اور لسان العرب کتب لغت سے ان دو لفظوں کے معانی ہم نے ذکر کیے۔ اب اس کی تصدیق کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ حَزِنَّا عَلَیْکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ وَاِنَّا لَصَابِرُوْنَ یَحْزَنُ الْقَلْبُ وَتَدْمَعُ الْعَیْنُ وَلَا نَقُوْلُ مَا یُسْخِطُ الرَّبَّ۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۳ الی التعزیۃ والجزع عند المصیبت مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ منتہی الآمال مصنفہ شیخ قمی جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۷ دربیان احوال اقربا حضرت رسول دوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے ابراہیم! ہم تم پر غمگین ہیں۔ اور بے شک ہم صابر ہیں۔ دل مغموم ہے۔ اور آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ لیکن ہم کوئی ایسا کام نہ کریں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ جَاءَتْہُ وَفَاۃُ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَزَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ کَانَ

Marfat.com

إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ كَثُرَ بُكَاؤُهُ عَلَيْهِمَا جِدًّا وَيَقُولُ كَانَا يُحَدِّثَانِي وَيُؤَانِسَانِي فَذَهَبَا جَمِيعًا۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۱۳
فی التعزیۃ والجزع عند المصیبۃ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے انتقال کی خبر پہنچی۔ اس خبر کے بعد جب آپ گھر تشریف لاتے۔ تو ان دونوں کی یادیں بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ دونوں مجھ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ اور پیار و محبت تھا۔ ان دونوں کو مجھ سے وہ اکٹھے ہی دنیا سے انتقال کر گئے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الْبَلَاءَ وَالصَّبْرَ يَسْتَبِقَانِ إِلَى الْمُؤْمِنِ فَيَأْتِيهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ صَبُورٌ وَإِنَّ الْجَزَعَ وَالْبَلَاءَ يَسْتَبِقَانِ إِلَى الْكَافِرِ فَيَأْتِيهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ جَزُوعٌ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۱۳ فی التعزیۃ الخ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے شک جزع اور مصیبت مومن

Marfat.com

کو چھوتے ہیں۔ سو جب اُسے مصیبت (بلا) چھوتی ہے۔ تو وہ بڑے صبر سے اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور بے شک جزع اور مصیبت کافر کی طرف بڑھتی ہے۔ سو جب اُسے کوئی مصیبت آجاتی ہے۔ تو وُہ بہت زیادہ جزع کرنے والا نظر آتا ہے۔

امالی طوسی:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بَكَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى جَرَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ وَاَنْتَ تَبْكِيْ فَقَالَ لَيْسَ هٰذَا بُكَاءً اِنَّمَا هٰذِهٖ رَحْمَةٌ وَمَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ۔

(امالی طوسی جلد اوّل ص ۳۹۸
الجزء الثالث عشر مطبوعہ قم
طبع جدید)

ترجمہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے جناب ابراہیم نے وصال فرمایا۔ تو ان کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر روئے۔ کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ (بعد میں) آپ سے دریافت کیا گیا۔ یارسول اللہ! آپ تو ہمیں رونے سے منع فرماتے ہیں۔ اور خود اپنے بیٹے کی وفات پر روتے رہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے دیکھا۔ وہ رونا نہیں تھا۔

Marfat.com

یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی اور جو کسی پر رحم نہیں کرے گا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

خلاصہ:

کتب لغت اور ان کی تائید کے طور پر کتب شیعہ کے حوالہ جات آپ حضرات ملاحظہ کر چکے۔ اس وضاحت کے بعد ہر ذی عقل تسلیم کرے گا۔ کہ جزع اور نوحہ دو ایسے لفظ ہیں۔ جو جائز اور ناجائز دونوں قسم کے افعال پر بولے جاتے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کو بہانا اور رونا اگرچہ جزع اور نوحہ ہے۔ لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا صدور موجود ہونے کی صورت میں ایسے کوئی بھی ناجائز نہیں کہہ سکتا ہے خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ کی رحمت قرار دیا ہے۔ اپنے بیٹے اور جناب جعفر و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی وفات پر آپ کا ایسا جزع اور نوحہ مروی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے جزع اور نوحہ کو جو اس سے بڑھ کر ہو۔ یعنی سینہ کوبی گریبان چاک کرنا اور منہ پر طمانچے مارنا اس کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے غضب کا ذریعہ فرمایا ہے۔ لہٰذا اس قسم کا جزع و نوحہ ممنوع و حرام ہے۔ اور من لا یحضرہ الفقیہ کے مطابق یہ جزع اور نوحہ کفار کے افعال میں داخل ہے۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مومن اور کافر کا مصیبت کے وقت جزع اور نوحہ کرنا متعین کر دیا ہے۔ ان تصریحات کے بعد کوئی بھی ذی ہوش امام جعفر صادق، حضرت علی المرتضیٰ حتیٰ کہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مقابلہ میں ایک گھسے پٹے دغا باز کی باتوں اور گپوں پر کس طرح مطمئن ہو سکتا ہے۔

ہماری اس تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہو گئی۔ کہ اس جبلی ،،حجۃ الاسلام،، کو لغت عربی اور اپنے مسلک کی کتب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور اگر ان دونوں لفظوں

Marfat.com

کے معنی اور استعمال کو جانتا تھا۔ تو پھر ان کا غلط معنی پیش کر کے میدانِ تالیف و تصنیف میں رسوائے زمانہ کردار اپنایا۔ جس پر دنیائے شیعیت کو ماتم کرنا چاہیئے تھا۔ اور "حجۃ الاسلام" کا لقب دے کر اپنا منہ لپیٹ لینا چاہیئے تھا۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہوتا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو غلط رنگ میں پیش کیا جاتا۔

بہرحال نجفی اور اس کے ساتھی بخوبی آگاہ ہیں۔ کہ تعلیماتِ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم یہی ہیں۔ کہ سینہ کوبی، زنجیر زنی، بال نوچنے اور گریبان چاک کرنا ایسے افعال ہیں۔ جو شرعًا ناجائز اور حرام ہیں۔ ان کے جواز کے حق میں نہ تو ان حضرات سے کوئی صحیح مرفوع سند روایت موجود ہے۔ اور نہ ان کا خود فعل اس کی تائید و تصدیق میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان سے اس ناجائز صورت کا صدور ناممکن ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

غلام حسین نجفی کی نوبن دغابازی

ماتم اور صحابہ | " ملاں غلام رسول ناروالی کی عیاری "

ملاں موصوف نے اپنے رسالہ "ابتدائے ماتم" کے صفحہ ۱۷ پر ایک مجہول اور جھوٹی روایت لکھی ہے۔

"نوحہ کرنا کارِ شیطان ہے اور نوحہ کرنے والا کتے کی شکل میں قیامت کے دن آئے گا" یہ روایت اوّلاً تو غلط اور جھوٹی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس میں امام حسین پر نوحہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ ہم شیعہ تو صرف امام حسینؑ پر اور آپ کے ان متعلقین پر جو رنج و ظلم و جور سہنے نوحہ کرتے ہیں۔

یہ ملاں شیعہ دشمنی کی بنا پر نوحہ کی رٹ لگاتا ہے۔ اور ضعیف و مجہول اور غلط روایات کا سہارا لیتا ہے۔ حالانکہ معتبر کتب اہل سنت سے ثابت ہے (جیسا کہ اس کا ذکر ابھی آئے گا) کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور ام البشر جناب حوا نے بھی نوحہ فرمایا ہے۔ اور مزید برآں حضرت ابوبکر کی دختر نیک اختر اور رسول اللہ کی چہیتی زوجہ بی بی عائشہ نے بھی نوحہ فرمایا ہے۔

اگر اس ملاں کو عزادارانِ حسین کا کوئی پاس لحاظ نہ تھا۔ تو کم از کم اپنے باپ آدم اور اپنی ماں حوا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہی کچھ خیال کر لیا ہوتا۔

Marfat.com

آدم و حوّا کا نوحہ

اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ یعقوبی جلد اوّل صفحہ نمبر ۳۰

تاریخ یعقوبی:

وَمَكَثَ اٰدَمُ وَحَوَّا يَنُوحَانِ عَلٰى هَابِيلَ دَهْرًا طَوِيلًا حَتّٰى يُقَالُ اِنَّهٗ خَرَجَ مِنْ دُمُوعِهِمَا كَالنَّهْرِ۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۳۰)

ترجمہ:

آدم و حوا ایک مدت دراز تک ہابیل پر نوحہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے۔ کہ ان کے آنسوؤں سے (پانی) مانند نہر جاری ہوا۔

قادری جی! آدم آپ کا باپ ہے۔ اور حوا آپ کی ماں ہے۔ اور ان دونوں نے نوحہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ نوحہ کرنے والے روز قیامت مانند سگ آئیں گے۔ اب بتایئے ماں باپ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اگر آدم و حوا کا اپنے پارہ جگر ہابیل پر نوحہ کرنا جائز ہے۔ تو شیعہ حضرات کا بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نوحہ و بکا کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پرسا دینا جائز ہے۔

اور یاد رہے کہ مظلوم کی عزاداری ملّاں کے فتوؤں سے نہیں

Marfat.com

ڈکے گی۔

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی شیعی ص ۴۷، ۴۸
مطبوعہ لاہور)

جواب:

رسالہ ماتم اور صحابہ کے مصنف نجفی شیعی نے اس عبارت میں بھی کئی طرح سے دغابازی کی۔ اور دجل و فریب سے کام لے کر اپنا مدّعا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ اس حوالہ میں مذکور ہر ایک فریب کا مستقل جواب تحریر کروں۔ تاکہ حق و باطل نکھر کر سامنے آجائے۔

وباللّٰہ التوفیق

Marfat.com

... نارووالی کی روایت کو ملاں باقر مجلسی معتبر اور نجفی ضعیف قرار دیتا ہے

دغابازی نمبر ۱

"ملاں غلام رسول نارووالی کی عیاری" کے عنوان سے نجفی نے کہا۔ کہ "حلیۃ المتقین" سے جو عبارت مولوی نارووالی نے پیش کی (جو یہ ہے۔ نوحہ کار شیطان ہے اور نوحہ کرنے والا بروز قیامت کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔) یہ عبارت جھوٹی ہے۔

سو گزارش ہے۔ کہ کسی روایت کو جھوٹا کہہ دینے سے اُس کا جھوٹا ہونا ہرگز قابل تسلیم نہیں ہوتا۔ یہ اس وقت ہوگا۔ جب اس کے جھوٹے ہونے پر دلائل تو یہ پیش کیے جائیں جب اس روایت کے متعلق اس قسم کے دلائل نجفی نے پیش کیے۔ اور نہ ہی ہیں۔ تو پھر اس کے جھوٹا اور موضوع ہونے کا حکم لگانا کب دُرست ہوگا۔ بلکہ اس کے برعکس خود اہل تشیع کے ایک نامور مجتہد ملاں باقر مجلسی سے بسندِ صحیح اس مفہوم کی روایت موجود ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

حیات القلوب

بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام...... زنی را دیدم بر صورت سگ و آتش در دبرش داخل میکردند و از دہانش بیروں می آمد و ملائکہ سر و بدنش را

Marfat.com

بگرزہائے آہن میزدند فاطمہ صلوات اللہ علیہا گفت اے پدر بزرگوار من مرا خبردہ کرعمل وسیرت ایشاں چہ بود کرحق تعالیٰ ایں نوع عذاب برایشاں مسلط گردانید حضرت گفت ای دختر گرامی۔ ...... آنکہ بصورت سگ بود و آتش در دبرش میکردند او خوانندہ و نوحہ کنندہ وحسود بود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۵۴۲ باب بست وچہارم در معراج آنحضرت مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ مروی ہے ...... (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ میں نے ایک عورت دیکھی۔ جس کی شکل کتے کی تھی۔ اور فرشتے اس کی دُبر میں آگ داخل کر کے اُس کے مُنہ سے نکالتے تھے۔ اور کچھ دوسرے فرشتے اس کے سَر اور جسم کو لوہے کی گرزوں سے پیٹ رہے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ابا جان! بتلایئے کہ ان (سزا پانے والوں) کے کیا کرتوت تھے۔ جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے عذاب میں انہیں گرفتار کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نیک بیٹی! ...... جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اس کی دُبر میں آگ داخل کر کے اُس کے منہ سے نکال رہے تھے۔ وہ واویلا کرنے والی۔ نوحہ کرنے والی اور حسد کھانے والی تھی۔

قارئین کرام! معتبر سند کے ساتھ مروی روایت آپ نے ملاحظہ کی۔ اس میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج عالم برزخ

Marfat.com

میں نوحہ کرنے والی کو کتے کی شکل میں دیکھا۔ عالم برزخ یا عالم مثال درحقیقت قیامت میں پیش آنے والے واقعات و حالات کی ابتداء ہے۔ تو بروز قیامت نوحہ کرنے والی کی شکل کتے کی شکل میں تبدیل ہو جانا بسند صحیح ثابت ہو گیا۔ اور اس روایت کو بسند صحیح روایت کرنے کی بات وہ شخص کر رہا ہے۔ جو عباس قمی شیعی کی نظر میں بے مثل محقق اور یکتا مبلغ تھا۔

الکنی والالقاب

مجلسی ...... برائے ایں شیخ قرنی در عصر او و قبل از او نہ بود وے بے مثل بود در ترویج دین و احیاء شریعت سید المرسلین علیہ السلام بسبب تصنیف و تالیف وامر ونہی

(الکنی والالقاب جلد چہارم ص ۷۹ امطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ملا باقر مجلسی ...... اس شیخ کا نہ اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے دور میں کوئی ہمسر و برابر ہوا۔ دین کی ترویج اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احیاء میں بے مثل تھا۔ یہ مقام اس نے اپنی تصنیف و تالیف اور امر ونہی کے ذریعہ پایا۔

اسی شیخ کے متعلق عباس قمی زید لکھتا ہے۔

الکنی والالقاب

و بہ برکت ہمت او احادیث اہل البیت علیہم السلام منتشر گردیدہ مروی مؤید از زد خدا و مسدد بودہ و بیشتر علماء اعلام مانند آقا حسین خونساری

Marfat.com

داستاد ما ملا محمد باقر بلکہ سائر فضلاء اجلا کہ قبل ازیں طبقہ بودند از شاگرداں اُو نید وانا زا اخذ فقہ و حدیث و تفسیر کردہ و اجازت حدیث گرفتہ اند۔

(کتاب الکنی والالقاب جلد ۳ ص ۱۸۲ تذکرہ علامہ مجلسی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علامہ ملا باقر مجلسی کی ہمت اور محنت کی بدولت اہل بیت رضوان اللہ علیہم کی احادیث لوگوں تک پہنچیں۔ اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کا تائید یافتہ اور اس کی طرف سے راہ راست پر گامزن تھا۔ اور بہت سے مشہور و معروف علماء جیسا کہ آقا حسین خونساری اور ہمارے استاد ملا محمد باقر بلکہ اس طبقہ سے پہلے کے تمام نامی گرامی فضلاء انہیں کے شاگرد تھے۔ اور ان سے ہی فقہ و حدیث اور تفسیر کے علوم سیکھے۔ اور حدیث کی اجازت بھی انہیں سے حاصل کی۔

شیخ عباس قمی کے بقول ملا باقر مجلسی کی شان و شوکت آپ نے ملاحظہ کی۔ ایک طرف ان کا یہ عظیم مجتہد، مفسر اور معلم اور دوسری طرف غلام حسین نجفی شیعی ذرا موازنہ کریں اور پھر انصاف سے کہیں۔ کہ نجفی نے جو کچھ لکھا۔ وہ درست ہے۔ یا جو ملاں باقر مجلسی نے کہا وہ؟

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ مولوی غلام رسول ناروالی نے جو کچھ لکھا۔ وہ درست ہے۔ اور اہل تشیع کے ایک نامی گرامی عالم نے اس جیسی روایت بھی کی ہے۔ برخلاف اس کے کہ نجفی نے جو اس روایت کو غلط اور جھوٹا کہا۔ یہ کہنا خود غلط اور اور جھوٹ ہے۔

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۱۱

نجفی شیعی نے مروجہ ماتم ثابت کرنے کے لیے ایک عجیب چال چلی۔ وہ یہ کہ "ہم امام حسین رضی اللہ عنہ پر اور آپ کے ان متعلقین پر جو نشانہ ظلم وجور بنے ماتم کرتے ہیں اور یہ ماتم کرنے والے اس روایت کے مصداق نہیں بنتے جس میں کتے کی شکل کا ذکر ہے" مولوی غلام رسول ناڑوالی نے جو روایت پیش کی ہے۔ نجفی نے بصورت تسلیم اس میں مذکور نوحہ سے نوحہ امام حسین خارج کر دیا ہے۔ یعنی مقصد یہ ہے۔ کہ ہر نوحہ کرنے والا کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ مگر امام حسین اور آپ کے مظلوم ساتھیوں پر نوحہ کرنے والا اس وعید و سزا میں شامل نہیں۔ لہٰذا امام حسین وغیرہ ساتھیوں پر نوحہ کرنا جائز ہے۔

ہم نجفی سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ روایتِ مذکورہ جو کہ عام نوحہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ تم نے امام حسین وغیرہ پر نوحہ کرنے والوں کو اس سے کس دلیل کے ذریعہ نکالا۔ بغیر دلیل کے تخصیص ہرگز قابل قبول نہیں۔ اگر اس میں امام حسین وغیرہ پر نوحہ کرنے کا ذکر نہیں۔ تو پھر کسی دوسرے کا نام بتلا دو۔ کہ جس کے متعلق یہ وعید صادق سمجھی جائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر نوحہ کو اس عموم سے نکال کر وعید میں شامل نہ کرنا اس کی بظاہر دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اول وجہ یہ کہ شہادت، امام عالی مقام ایک اندوہ ناک اور باعثِ صدمہ واقعہ ہے۔ کہ اتنا اندوہناک کوئی دوسرا واقعہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا اسے مخصوص ہونا چاہیئے۔ اور اس پر نوحہ درست اور جائز ہونا چاہیئے۔ اگر وجہ تخصیص یہ ہے۔ تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ کتب شیعہ میں ایک ایسا صدمہ اور غم ہے۔ جو اس سے بلکہ تمام صدمات سے بڑا ہے۔ فروع کافی کو دیکھ لیجیئے۔

Marfat.com

فروع کافی:

عِدَّۃٌ مِنْ اَصْحَابِنَا عَنْ سَہْلِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحَکَمِ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ عُمَرَ وَ النَّخَعِیِّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ اُصِیْبَ بِمُصِیْبَۃٍ فَلْیَذْکُرْ مُصَابَہٗ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَاِنَّہٗ مِنْ اَعْظَمِ الْمَصَائِبِ۔

(فروع کافی جلد سوم صفحہ نمبر ۲۲۰ کتاب الجنائز التعزی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) ہمارے بہت سے اصحاب نے سہل بن زیاد کے واسطے سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ جس کو بھی کوئی مصیبت آئے۔ تو اسے اپنی مصیبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں پر پیش کر کے مطمئن ہونا چاہیے۔ (کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی اور معمولی مصیبت میں ڈالا ہے۔) یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والی ہر مصیبت اس قسم کی تمام مصیبتوں سے بہت بڑی تھی۔

لہٰذا بڑا صدمہ ہونا اگر تخصیص کی وجہ ہوتا۔ تو اس کے مستحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ اور اہل تشیع کو صرف اور صرف آپ کا ماتم کرنا چاہیے تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں تو صاف معلوم کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مظلومین کی تخصیص کا سبب یہ نہیں۔ اب دوسری وجہ کی طرف آیئے۔

Marfat.com

وہ یہ ہے۔ کہ آپ کو بلا وجہ مظلومانہ شہید کیا گیا تھا۔ یعنی آپ کی مظلومانہ شہادت تخصیص کی وجہ ہے۔ تو دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو کس جرم کی پاداش میں شہید کیا گیا تھا؟ کیا آپ کی شہادت مظلومانہ شہادت نہیں؟ یقیناً آپ کو بلا وجہ ظلماً شہید کیا گیا اور مرتبہ و مقام کے اعتبار سے آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ پھر تو صرف اور صرف حضرت علی المرتضےٰ کا ماتم ہونا چاہیئے تھا لیکن شیعہ لوگ ایسا نہیں کرتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ دونوں وجوہات علتِ تخصیص نہیں بن سکتیں۔ کوئی اور وجہ ہوگی۔ تلاش بسیار کے بعد ہمیں کوئی تیسری وجہ بجز اس کے کوئی نظر نہ آئی۔ کہ یہ سب کچھ اس لیے کیا جا رہا ہے۔ کہ اہل تشیع نے خود امام مظلوم کو کربلا بلایا اور اپنے ہی ہاتھوں انہیں شربتِ شہادت نوش کروایا۔ اس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے حق میں بد دعا کی۔ جو مقبول ہوئی۔ مروجہ ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی، اور کپڑے پھاڑنا اسی کا نتیجہ ہیں۔

دغابازی نمبر ۱۲

نجفی شیعی نے تیسری مکاری یہ کی۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام و حوّا کے اپنے بیٹے ہابیل پر نوحہ کرنے سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ ہم کتب لغت اور اس کی تائید میں کتب شیعہ سے یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ نوحہ کا معنی مروجہ ماتم ہی نہیں۔ بلکہ آنسو بہانا، غمگین ہونا۔ فاختہ کی کوکو کی آواز اور بھیڑیئے کی آواز کو بھی "نوحہ" کہتے ہیں۔ نجفی شیعی نے خواہ مخواہ اس سے مراد "مروجہ ماتم" لے لی۔ اس کی تفصیل و تحقیق گزشتہ اوراق میں ہم کر چکے ہیں۔

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۱۲

تاریخ یعقوبی کو اہل سنت کی کتاب قرار دینا بڑی دھوکہ بازی ہے

پہلی تین مکاریوں اور دغا بازیوں کی طرح ”ماتم اور صحابہ“ کے مصنف نے چوتھی مکاری یہ کی کہ ”تاریخ یعقوبی“ کو اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس کا مصنف پکا امامی شیعہ ہے۔ اپنے گھر کی گواہی ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح کاتب و نویسندہ عباسی و شیعہ امامی است جدش از موالی و طرفداری منصور دوانیقی بود و او مرد سپاہی بود کہ مسافرت را دوست می داشت و در شرق و غرب بلاد اسلامی گردش کردہ و در سال ۲۶۰ وارد ارمینہ شد آنگاہ مسافرت بہند نمود و از آنجا برگشت بمصر و بلاد مغرب و در سیاحتش کتاب بلدان را تالیف کرد بنام تاریخ یعقوبی و غیر اینہا در سال ۲۸۴ وفات نمود۔

Marfat.com

ترجمہ:

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر خاندانِ عباسیہ کا کاتب اور منشی تھا۔ اور مسلک کے اعتبار سے امامی شیعہ تھا۔ اس کا دادا منصور دوانیقی کے طرف داروں اور آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ سیر و سیاحت کا شوقین تھا۔ مشرق و مغرب کے اسلامی ممالک میں گھومتا پھرتا رہا۔ ۲۶۰ھ میں آرمینیہ آیا۔ پھر یہاں سے ہندوستان کے لیے رختِ سفر باندھا۔ وہاں سے واپس مصر کی طرف لوٹا۔ اور کچھ مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کی سیاحت کے موضوع پر "بلدان" نامی کتاب اس نے تالیف کی۔ اور ایک تاریخ کے موضوع پر "تاریخ یعقوبی" کے نام سے اس کی تصنیف ہے۔ ۲۸۴ھ میں فوت ہوا۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی :-

نجفی شیعی نے ابو البشر اور ام البشر علیہما السلام کا جس انداز سے نام لیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ان کی اولاد میں سے نہیں۔ مولوی غلام رسول ہی ان کی اولاد میں سے ہے۔ اگر اسے آدم کی اولاد ہونا ذرا بھر بھی تصور میں ہوتا۔ تو کبھی ایسی جسارت نہ کرتا کہ ان کے متعلق وہ فعل ثابت کرے۔ جس کی وجہ سے کل قیامت میں ان کی شکل و صورت معاذ اللہ کتے سے ملتی جلتی ہوتی۔ لیکن اس ناعاقبت اندیش اور شیطان کے ساتھی نے اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑی۔ اور اپنے حقیقی باپ اور ماں کو قیامت میں شکل انسانی سے محروم کر دیا اگر بخت اچھے ہوتے۔ تو صاف صاف کہہ دیتا۔ کہ آدم و حوا علیہما السلام نے اپنے بیٹے ہابیل کی وفات پر نوحہ (بمعنی رونا، آنسو بہانا) کیا۔ لہٰذا ایسا نوحہ جائز ہے لیکن بدبختی نے اس کو کہیں کا بھی نہ چھوڑا۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے بارے میں

Marfat.com

گستاخی کی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کو "ماتمی" ثابت کیا۔ صحابہ کرام کو "مروجہ ماتم" کرتے دکھایا۔ ہم آخر میں پھر وہی اعلان دہراتے ہیں۔ کہ نجفی صاحب! تم اور تمہارے اکابرو اصاغران حضرات میں سے کسی ایک کے بارے میں کوئی ایک سند صحیح روایت بالصراحت دکھادیں کہ انہوں نے مروجہ ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی وغیرہ کیا تھا۔ تو فی حوالہ منہ مانگا انعام دوں گا۔ اور اگر نہ پیش کر سکیں۔ تو پھر ان گستاخانہ و کفریہ عقائد سے توبہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ اس نے ابھی دروازہ توبہ بند نہیں کیا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۱۴

حضرت ابوبکر صدیق پر ام المومنین بی بی عائشہ کا نوحہ

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب عقد الفرید جلد ثانی صفحہ ۲۰ مؤلف شہاب الدین مالکی

عقد الفرید:

قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ اَقَامَتْ عَلَیْہِ عَائِشَۃُ النَّوْحَ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ جب ابوبکر نے وفات پائی۔ تو جناب عائشہ صدیقہ نے ان پر نوحہ کرنے والی عورتوں کو اکٹھا کیا۔

قادری صاحب: آپ کہتے ہیں کہ نوحہ کرنے والا قیامت کے دن مانند سگ آئے گا۔ فرمایئے یہ مدینہ کی عورتیں جنہوں نے بحکم ام المومنین عائشہ حضرت ابوبکر پر نوحہ کیا، روز قیامت کس طرح آئیں گی؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

لہذا اگر بی بی عائشہ کا اپنے باپ پر نوحہ کرنا جائز ہے۔ تو پھر شیعوں کا بھی اولادِ نبی کی مصیبت کو یاد کر کے حضور نبی کریم کو پرسا دینا جائز ہے۔ باقی رہی صورت سگ والی بات تو اگر ام المومنین بی بی عائشہ بچ گئیں تو شیعہ عورتیں بھی بچ جائیں گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت سیدہ زہرا کا نوحہ

کتاب وسائل الشیعہ

رَوَی الشَّیْخُ زَیْنُ الدِّیْنِ فِیْ مُسَکِّنِ الْفُؤَادِ

اَنَّ فَاطِمَۃَ نَاحَتْ عَلٰی اَبِیْہَا وَ اَنَّہٗ اَمَرَ

Marfat.com

بِالنَّوْحِ عَلٰی حَمْزَۃَ۔

(کتاب وسائل الشیعہ، کتاب الطہارہ باب جواز النوح والبکاء علی المیت (چھاپہ قدیم))

ترجمہ:

شیخ زین الدین نے اپنی کتاب مسکن الفوائد میں روایت کی ہے۔ کہ تحقیق فاطمہ زہرا نے اپنے باپ پر نوحہ کیا۔ اور نبی پاک نے جناب حمزہ پر نوحہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

جس طرح بی بی زہرا نے اپنے بابا محمد مصطفےٰ کا نوحہ کیا۔ اسی طرح شیعہ اولاد زہرا کے مصائب کی یاد میں نوحہ کر کے جناب زہرا کو پرسا دیتے ہیں۔

"جناب امام حسین پر جنات کا نوحہ کرنا"

کتاب فضائل الخمسہ:

قَالَ حَدَّثَنِی الْجَصَّاصُوْنَ قَالُوْا کُنَّا اِذَا خَرَجْنَا اِلَی الْجَبَّانَۃِ بِاللَّیْلِ عِنْدَ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ سَمِعْنَا الْجِنَّ یَنُوْحُوْنَ عَلَیْہِ وَ یَقُوْلُوْنَ مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِیْنَہٗ فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ۔ اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ جَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ۔

(کتاب فضائل الخمسہ ص ۲۹۲)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے کہ ہم شہادت حسین کے بعد رات کے وقت مقام جبانہ

Marfat.com

کی طرف نکلے تو سنا کہ جنات نوحے پڑھ رہے ہیں۔ اور وہ نوحہ مذکور پڑھ رہے ہیں۔

البدایہ والنہایہ:

عَنْ اُمِّ سَلْمَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ الْجِنَّ یَنُحْنَ عَلَی الْحُسَیْنِ وَ ھُنَّ یَقُلْنَ اَیُّھَا الْقَاتِلُوْنَ جَھْلًا حُسَیْنًا اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَ التَّنْکِیْلِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۱)

ترجمہ:

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا کہ امام حسین پر جنات نوحہ کر رہے ہیں۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ مصنفہ غلام حسین شیعی نجفی صفحہ ۴۹ تا ۵۱ مطبوعہ لاہور)

جواب اوّل:

سیدہ عائشہ کے ماتم کی روایت کئی لحاظ سے ضعیف ہے

مذکورہ سطور میں نجفی شیعی نے مروجہ ماتم اور پیٹنا وغیرہ ثابت کرنے کے لیے پہلی دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرنا پیش کی ہے۔ بلکہ اس کے بعد والی دو دلیلوں میں بھی "نوحہ"

Marfat.com

کو ہی مروجہ ماتم وغیرہ پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ تو اس سلسلہ میں ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ "نوحہ" سے مراد اگر صرف اور صرف مروجہ ماتم اور زنجیر زنی ہی ہوتی۔ تو استشہاد درست ہوتا۔ لیکن یہ لفظ حلال و حرام دونوں اقسام نوحہ پر بولا جاتا ہے۔ اس لیے اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنا بے علمی اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انتقال صدیق اکبر پر آنسو بہائے۔ اور ایسا کرنا کوئی معیوب فعل نہیں۔ معیوب یہ تھا کہ سیدہ ام المومنین کے بارے میں یہ ثابت ہوتا کہ انہوں نے مجلس ماتم بلائی۔ جس میں شریک عورتوں نے سینہ کوبی کی۔ زنجیریں ماریں اور کپڑے پھاڑے لیکن یہ ثابت ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اسی سلسلہ میں دوسری بات قابل ذکر ہے۔ کہ "عقد الفرید" سے عبارت نقل تو کر دی۔ لیکن اس روایت کی سند کا کوئی اتہ پتہ نہ دیا۔ یعنی یہ روایت سند کے بغیر ذکر کر دی لہٰذا اس طریقہ سے بھی یہ قابل بحث نہ بنی۔ بہرحال ہم نے اپنی تحقیق کی خاطر اس روایت کی سند تلاش کی۔ صرف تاریخ طبری میں وہ ہاتھ آئی۔ یہاں اس کی دو سندیں مذکور ہیں۔

سند اوّل:

حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مُسَيَّبٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْ بَكْرٍ اَقَامَتْ عَائِشَةُ عَلَيْهِ النَّوْحَ الخ

(تاریخ طبری جلد دوم جز چہارم ص ۴۹)

سند مذکور ایک نہیں بلکہ کئی وجوہ سے قابل بحث نہیں ہے۔ دیکھئے "یونس بن یزید" وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہم گزشتہ صفحات میں کتب اسمائے رجال کے

Marfat.com

حوالہ سے یہ واضح کر چکے ہیں۔ کہ اس کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ”منکر“ ہونے کی بنا پر ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتی۔

دوسری وجہ یہ کہ اس روایت کے آخری راوی ”سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ“ ہیں جن کی زبانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ واقعہ مذکور ہوا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے وہ وقت نہیں پایا۔ جس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ کیونکہ جناب سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ خلافتِ فاروقی کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انتقال فرمائے دو سال سے اوپر کا عرصہ گزر چکا تھا۔ کہ حضرت سعید بن مسیب پیدا ہوتے ہیں۔ اب ان کی روایت میں اتصال نہ ہونے کی بنا پر یہ روایت ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتی۔

سند ثانی:

حَدَّثَنِي حَارِثٌ عَنِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ سَبْرَةَ عَنْ عَمْرٍو ابْنِ اَبِيْ عَمْرٍو الخ

(تاریخ طبری جلد ۳ ص ۴۲۳ جزء ۳)

اس سند میں مذکور تین راوی یعنی محمد بن عمر، ابو بکر بن عبد اللہ، عمرو بن ابی عمرو وہ ہیں جن کے متعلق بھی ہم گذشتہ صفحات میں یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ کذاب، وضاع اور ضعیف ہیں۔ اس لیے اس سند کے اعتبار سے بھی یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔ جب یہ بات تحقیق ہو چکی کہ یہ روایت ناقابلِ حجت ہے۔ تو پھر اس میں مذکور لفظ نوحہ سے نجفی شیعی کا مروجہ ماتم ثابت کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور ان سے گستاخی ایسا گناہ ہے جس کی معافی نہیں ہو سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین: ابن عباس را روزی عرفرا ازاں آیت سوال کردند فرمود کہ

Marfat.com

مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْہُ قُبِلَتْ تَوْبَتُہٗ اِلَّا مَنْ خَاضَ فِیْ اَمْرِ عَائِشَۃَ

یعنی گاہ کسی گناہے بکند واز آں توبہ نماید توبہ او مقبول است مگر آں کسیکہ در امر عائشہ خوض کردہ و برد وافک کردہ و بدانکہ حق تعالیٰ تبرۂ سہ کس نمودہ بسہ چیز۔ یوسف را تبرۂ فرمود بلسان شاہد کرد شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ اَہْلِہَا وتبرۂ مریم کردہ بانطاق ولد او کہ در رد من او گفت اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وتبرۂ عائشہ کردہ بایں عظام بجہت عظیم سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۹۶ سورۃ النور مطبوعہ تہران۔)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بروز عرفہ لوگوں نے اس آیت (آیت براءۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو سورۂ نور میں ہے) کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ جس نے کوئی گناہ کیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی چاہی تو اس کو معافی مل جائے گی۔ مگر اس شخص کا یہ گناہ ناقابل معافی ہے۔ کہ جس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ادھر اُدھر کی باتیں سوچیں۔ اور آپ پر زنا کا الزام دھرا۔ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین اشخاص کی تین چیزوں سے پاکدامنی ذکر فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بچے کی زبان سے پاکدامنی بیان کروائی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وشہد شاھد الخ یعنی زلیخا کے گھر میں سے ہی ایک بچہ حضرت یوسف کی پاکدامنی کا گواہ بن گیا۔ دوسری حضرت مریم ہیں۔ کہ ان کی پاکدامنی خود ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) نے گود یا پنگھوڑے میں دی۔ اور کہا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اور تیسری پاکدامنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سورۂ نور کی ان باعظمت آیات سے فرمائی۔ یہ اس لیے کہ آپ جناب سید المرسلین

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نہیں۔

جواب دوم:

الذریعہ عقد الفرید کو اہلسنت کی معتبر کتاب قرار دے کر اہلسنت پر حجت قائم کرنا کہ ماتم مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ نے کیا یہ انتہائی بے شرمی اور دغابازی کی بات ہے عقد الفرید اہلسنت کی معتبر کتاب تو کجا اہلسنت کی کتاب ہی نہیں ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔ اِنَّ اٰيَةَ يَدُلُّ كَلَامُهُ عَلٰى تَشَيُّعِ (الذریعہ فی التصانیف الشیعہ جلد ۱۵ ص ۲۸۶)

یعنی صاحب عقد الفرید کی کلام اسی پر دلالت کرتی ہے کہ وہ شیعہ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ شیعہ کی اپنی من گھڑت روایت ہے جو اہلسنت پر حجت نہیں بن سکی۔

خلاصہ کلام نجفی شیعی نے "ماتم اور صحابہ" میں درج شدہ عبارت میں ایک دغا اور فریب یہ کیا کہ لفظ "نوحہ" سے مراد "مروجہ ماتم" لیا۔ جو کہ جہالت اور بے عقلی کی دلیل ہے۔ کیونکہ گذشتہ اوراق میں کتب لغت کے حوالہ جات اور پھر اس کی تائید میں کتب اہل تشیع سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ اس لفظ کے ایک نہیں کئی معانی ہیں۔ اگر اس سے مراد محض رونا اور آنسو بہانا ہو۔ تو یہ جائز بلکہ سنت خیر الانام ہے۔ اور اگر سینہ کوبی اور زنجیر زنی مراد ہو تو اس کے لیے احادیث میں وعید شدید ہے۔ کہ بروز قیامت اس کی شکل کتے کی سی ہو گی۔ اور آگ اس کی دُبر سے داخل ہو کر منہ سے نکالی جائے گی۔ دوسری فریب کاری یہ کی گئی کہ روایت وہ ذکر کی جس کی اوّل تو سند ہی نہ لکھی۔ پھر ہم نے جو تاریخ طبری میں اس کی دو عدد سندیں پائیں۔ دونوں ناقابل حجت ہیں بالغرض اگر اس روایت کے تمام راوی معیار کے مطابق مجروح نہ بھی ہوتے۔ تو بھی اس سے "مروجہ ماتم" کا ثبوت ہرگز ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سب کچھ نجفی نے اس لیے کیا تاکہ سیدھے سادھے شیعوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کو "مروجہ ماتم" کا قائل کر سکے۔ لیکن ہم نے اس کے دجل و فریب پر سے پردہ ہٹا دیا ہے۔ اب مراط مستقیم پر چلانا اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے اختیار میں ہے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

غلام حسین نجفی کی دغابازی نمبر ۱۵

قتلِ حسین کی خبر پر مدینہ میں نساءِ بنی ہاشم نے نوحہ کیا اور اموی امیر نے اسے قتلِ عثمان کا بدلہ قرار دیا

ماتم اور صحابہ: البدایہ والنہایہ:

ثُمَّ کَتَبَ ابْنُ زِیَادٍ اِلٰی عَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ اَمِیْرِ الْحَرَمَیْنِ یُبَشِّرُہٗ بِمَقْتَلِ الْحُسَیْنِ فَاَمَرَ مُنَادِیًا فَنَادٰی بِذٰلِکَ فَلَمَّا سَمِعَ نِسَاءُ بَنِیْ هَاشِمٍ اِرْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُنَّ بِالْبُکَاءِ وَالنَّوْحِ فَجَعَلَ عَمْرُو بْنُ سَعِیْدٍ یَقُوْلُ هٰذَا بُکَاءُ نِسَاءِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۷)

ترجمہ:

ابن زیاد نے امام مظلوم کی شہادت کی خبر خادم الحرمین عمرو ابن سعید کو بھیجی۔ اس نے منادی کو حکم دیا۔ کہ اس خوشخبری کی مدینہ میں ندا کر دے۔ جب یہ خبر مستورات

Marfat.com

بنی ہاشم نے سنی۔ تو انہوں نے آنجناب پر نوحہ وگریہ کیا۔ جب خادم الحرمین اموی گورنر نے خاندان نبوی کی مستورات کا گریہ سنا۔ تو کہنے لگا یہ گریہ اور رونا بدلہ ہے اس گریہ و رونے کا جو روز قتل عثمان ہوا۔

فائدہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام حسین کی شہادت سے بنو امیہ نے خونِ عثمان کا انتقام لیا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ "ماتم اور صحابہ" ص۱۵۱،۱۵۲ مطبوعہ لاہور)

جواب: "البدایہ والنہایہ" سے نجفی شیعی نے مروجہ ماتم ثابت کرنے کے لیے وہی انداز اختیار کیا۔ جو پچھلی مثالوں میں تھا۔ گذشتہ حوالہ جات میں بد دیانتی اور فریب دہی کی طرح اس حوالے کے ذریعہ بھی عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی روایت بالا کے متعلق سب سے اوّل ہم یہ کہتے ہیں، کہ اس کی سند تحریر نہ کر کے نجفی نے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ اسے بخوبی علم تھا۔ (یا انتہائی اعلیٰ درجہ کی بد دیانتی پیش نظر تھی) کہ اگر اس روایت کی سند ذکر کر دی جاتی تو معاملہ الٹ جاتا۔ کیونکہ اس کی روایت میں "ابو مخنف لوط بن یحییٰ" بھی ایک راوی ہے۔ جو پکا شیعہ بلکہ غالی رافضی تھا۔ روایت کی سند یہ ہے۔ قال هشام عن ابی مخنف حدثنی ابو حمزة الثمالی عن عبد الله الثمالی عن القاسم بن نجیب الخ۔

لہٰذا یہ روایت از روئے روایت بالکل ناکارہ اور ناقابل عمل ہے۔ اور ماتم و نوحہ کی تائید میں اس کی روایت ہرگز تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ یہ راوی خود ہی اسی مسلک کا ہے۔ دوسرا دھوکہ وہی پہلے والا کہ لفظ نوحہ اور پکار سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ بنی ہاشم کی عورتوں کے نوحے سے مراد رونا اور آنسو بہانا خود روایت سے مترشح ہے۔ "ارتفعت اصواتهن" کا معنی نجفی نے تو کیا ہی نہیں۔ لیکن روایت کے آخری الفاظ کا معنی خود اس کی زبان سے ملاحظہ کیجئے۔ اور پھر اس سے اس کی

Marfat.com

مروجہ ماتم ثابت کرنے کی جسارت بلکہ حماقت دیکھئے۔ ترجمے کے الفاظ یہ ہیں "جب خادم امام حسین نے خاندان نبوی کی مستورات کا گریہ سنا۔" اب آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا۔ کہ عناد و بغض نے عقل پر کس طرح پردہ ڈال دیا تھا۔ خود ہی ان الفاظ کا معنی "گریہ اور رونا کر رہا ہے۔ اور خود ہی ان الفاظ سے "مروجہ ماتم" ثابت کر رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں۔ اسلام میں حجۃ کرنے پر "حجۃ الاسلام" کا خطاب ملنا۔ برایں عقل و دانش بباید گریست۔

باقی رہا قتل حسین پر ابن زیاد کی مبارکبادی اور عمرو بن سعید کا یہ کہنا کہ بنی ہاشم کی عورتوں کا رونا قتلِ عثمان پر رونے والی عورتوں کا بدلہ ہے۔ ان باتوں سے مروجہ ماتم کا کیا تعلق؟ ابنِ زیاد سے ہم اہلسنت کا کوئی تعلق نہیں کہ اس کی خوشی اور مبارک بادی کو اہلسنت کے کھاتے میں ڈالا جائے۔ ہم تو اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس کی خوشی سے ہمارا کیا تعلق؟ لہٰذا اس کی خوشی سے ہم پر کوئی اعتراض اور نہ ہی نجفی کا دعویٰ ثابت

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

غلام حسین نجفی کی دغا بازی نمبر ۱۶

ماتم اور صحابہ: فضائل حق کا ذکر نوحہ ممنوعہ نہیں ہے

البدایہ والنہایہ:

قَالَ حَمَّادُ فَكَانَ ثَابِتٌ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ بَكٰى حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ وَهٰذَا لَا يُعَدُّ نِيَاحَةً بَلْ هُوَ مِنْ بَابِ ذِكْرِ فَضَائِلِهِ الْحَقِّ۔

(اہلسنت کی معتبر کتاب سنن ابن ماجہ ص۱۱۱
اہلسنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ
جلد ۵ ص۲۷۳۔

ترجمہ:

حماد کہتے ہیں کہ جناب ثابت سیدہ زہرا کے نوحہ کو نبی کریم پر جب بیان کرتے تھے تو روتے تھے۔ اور اس طرح روتے تھے۔ کہ ان کی پسلیاں ہلتی تھیں۔ ابن کثیر دمشقی لکھتا ہے کہ جس طرح سیدہ زہرا نے نبی کریم کی نوحہ خوانی کی یہ نوحہ ممنوعہ نہیں ہے۔ بلکہ فضائل حقہ کا ذکر ہے۔

قارئین۔ ہم شیعہ ایام محرم میں نوحہ پڑھتے ہیں وہ بھی امام حسین کے فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔ لہذا وہ بھی نوحہ ممنوعہ میں داخل نہیں۔ (ماخوذ رسالہ ماتم اور صحابہ صفحہ ۵۴ مطبوعہ لاہور)

Marfat.com

جواب: کتب اہل سنت ”سنن ابن ماجہ اور البدایۃ والنہایۃ“ کے مذکورہ حوالہ کے ساتھ بھی جو دغا کمایا گیا۔ اس کی ایک جھلک ہم ناظرین آپ کو دکھاتے ہیں۔ سب سے پہلے اس حوالہ کے عنوان پر نظر ڈالئے۔ عنوان یہ باندھا گیا۔ ”فضائل حق کا ذکر نوحہ ممنوعہ نہیں۔“ یعنی ثابت یہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی کے فضائل کا ذکر کرنا“ نوحہ ہے۔ لیکن یہ نوحہ وہ نہیں۔ جو ممنوعہ ہو۔ بلکہ جائز ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس طرح خود نجفی نے بھی نوحہ کے جائز اور ناجائز اقسام کو تسلیم کر لیا۔ جس کا بادلائل ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔ عنوان اور دلیل کا باہم کوئی تعلق و ربط نہیں۔ عنوان آپ نے دیکھ لیا۔ اب حدیث پاک کے آخری الفاظ کہ جن سے یہ عنوان اخذ کیا گیا۔ ان کو ملاحظہ فرمائیں۔
وَهٰذَا لَا يُعَدُّ نِيَاحَةً ان الفاظ کا سیدھا سادھا اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ یہ (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور پر دفن کرتے وقت مٹی ڈالنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اتنا رو دینا کہ آپ کی پسلیاں ہل جاتی تھیں) نوحہ نہیں شمار کیا جا سکتا۔ یعنی یہ نوحہ ہے ہی نہیں۔ حدیث پاک تو اس کے نوحہ کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ اور نجفی اسے نوحہ مان کر ”نوحہ ممنوعہ“ شمار کر رہا ہے۔ کیا یہ دھوکہ دہی اور دغابازی نہیں؟

آیئے ذرا ایک اور فریب کی طرف آپ کو متوجہ کروں۔ حدیث یہ ہے۔
”بکی حتی تختلف اضلاعہ“ یعنی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اتنا روتے کہ آپ کی پسلیاں بھی ہل جاتی تھیں۔ لفظ ”بکی“ کا معنی رونا ہے۔ لفظ ”نوحہ“ جب الفاظ حدیث میں مذکور ہی نہیں۔ تو ”نوحہ“ کی تائید میں اس حدیث کو پیش کرنا حماقت نہیں؟ پھر حماقت در حماقت یہ کہ ”بکی“ کو نوحہ کے معنی میں لیا اور نوحہ کو مروجہ ماتم کے معنی پہنائے کیا دھوکہ دہی ہے؟

تیسری جھلک بھی ملاحظہ ہو جائے۔ لکھا ہے۔ کہ ”ہم شیعہ ایام محرم میں نوحہ پڑھتے ہیں

Marfat.com

وہ بھی امام حسین کے فضائل کا ذکر ہوتا ہے، اگر "نوحہ پڑھنا" اس کا کیا مفہوم ہے اگر یہ کہ امام عالی مقام کی شان اور فضائل حسنہ کا ذکر کرنا نوحہ پڑھنا ہے۔ تو یہ اختلافی عمل ہے ہی نہیں۔ ایسا تو اہل سنت بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس کو "نوحہ" پڑھنا کہنا ایک نئی اصطلاح ہوگی۔ جس کا حدیث زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر "نوحہ پڑھنا" سے مراد امام حسین کی یاد میں رونا کہ جس سے پسلیاں ہل جاتی ہیں۔ تو عرض ہے "مروجہ ماتم" اسی کیفیت تک محدود ہے؟ دونوں ہاتھوں کو زور زور سے چھاتی پر مارنا، زنجیریں چلانا، عورتوں کا بال کھول کر سینہ کوبی کرنا اور آنسوؤں کی بجائے ہائے حسین ہائے حسین پکارنا ایک طرف یہ اور دوسری طرف روتے روتے پسلیاں ہل جانا کیا دونوں برابر ہیں۔

فاعتبروا یااولی الابصار

Marfat.com

غلام حسین نجفی کی دغابازی نمبر ۱۷

امام جعفر اپنی اولاد کے فوت ہونے پر سال سال تک نوحہ کرتے تھے

ماتم اور صحابہ: شیعہ مذہب میں نوحہ کا جواز

وسائل الشیعہ:

عَنْ حُسَيْنِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ مَاتَتِ الْبِنْتَةُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ فَنَاحَ عَلَيْهَا سَنَةً ثُمَّ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ اٰخَرُ فَنَاحَ عَلَيْهِ سَنَةً ثُمَّ مَاتَ إِسْمَاعِيلُ فَجَزَعَ عَلَيْهِ جَزَعًا شَدِيدًا فَقَطَعَ النَّوْحَ قَالَ فَقِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ أَيُنَاحُ فِي دَارِكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَاتَ حَمْزَةُ لٰكِنَّ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَهُ۔

(کتاب وسائل الشیعہ باب جواز النوح والبکا کتاب الطہارت باب دوم

ماتم و صحابہ ص ۵۴)

ترجمہ:

حسین ابن زید راوی ہے کہ امام جعفر صادق کی ایک بچی فوت ہوئی۔ اس پر جناب نے سال بھر نوحہ کیا۔ پھر ایک بچہ اور فوت ہوا۔ تو سال بھر نوحہ کیا پھر جناب کے بیٹے اسماعیل فوت ہوئے تو آپ نے ان کی موت پر سخت جزع کیا۔

Marfat.com

راوی کہتا ہے۔ کہ جناب سے پوچھا گیا کہ اس عمل مردو میں نوحہ کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا ہاں جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو نبی پاک نے فرمایا۔ کہ حمزہ پر کوئی نوحہ اور گریہ کرنے والی عورتیں نہیں۔

قارئین کرام۔ اگر نوحہ شیعہ مذہب میں گناہ ہوتا تو امام پاک کے گھرانے کے بچوں کا نوحہ نہ کیا جاتا۔ رسول خدا اپنے بچوں کا نوحہ کرنے کا حکم نہ دیتے۔ حضرت زہرا رسول اللہ پر نوحہ نہ فرماتیں۔ ان تمام ہستیوں کے افعال و فرامین نوحہ کے جواز کا بین ثبوت ہیں۔

جواب اول:

محض لفظ نوحہ دلیل ماتم نہیں

نجفی اور اس کے دوسرے ہم نوا اور ہم پیالہ لوگوں کے ساتھ جو ہم اہل سنت کا اختلاف ہے۔ ایک بار پھر اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ تاکہ گفتگو آگے چل سکے جھگڑا یہ نہیں کہ "نوحہ اور ماتم" ہوا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ نوحہ کے کئی ایک معانی ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں کتب لغت اور کتب اہل تشیع سے تحریر ہو چکا ہے۔ اسی طرح ماتم کا معنی کسی مجلس میں جمع ہونا آیا ہے۔ یہ اجتماع خوشی کا ہو یا غم کا۔ (دیکھئے مرج البحرین وغیرہ) لیکن اختلاف اس امر میں ہے کہ "مروجہ ماتم" ہوا ہے؟ اگر ہوا تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر اس پر لفظ نوحہ دلیل پیش کی جائے۔ تو اس پر پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ کون سی لغت کی کتاب یا شیعہ مسالک کی کتاب میں لفظ "نوحہ" کا معنی "مروجہ ماتم" آیا ہے۔؟ اسی لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ جب کہ کسی لغت اور شیعہ کتاب میں یہ معنی موجود نہیں تو اسی لفظ سے یہی معنی مراد لینا دغابازی ہے اور بہت بڑا دھوکہ دینا ہے۔

لفظ نوحہ کی طرح لفظ "جزع" کے بھی ایک سے زائد

Marfat.com

معنی ہیں۔ ایک روٹی پر صبر نہ کرنا، کسی کی بات برداشت نہ کرنا اور پانی ایک ہی سانس میں پی جانا "جزع" کہلائے گا۔ لیکن "مروجہ ماتم" پر اس لفظ کا کسی نے دبجز نجفی کے اطلاق نہیں کیا۔ لہٰذا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کلام میں مذکورہ لفظ "نوحہ اور جزع" کو مروجہ ماتم کے معنی میں لینا دغا بازی اور فریب ہی ہے۔ ہمارا چیلنج ہے۔ کہ نجفی شیعی اور اس کے سارے ساتھی بارہ اماموں میں سے کسی ایک امام سے ایک ہی روایت جو کہ مسند صحیح اور مرفوع ہو اس پر پیش کر دیں۔ کہ اسے شیعو! منہ پیٹو، سینہ کوبی کرو، کپڑے پھاڑو، زنجیریں مارو اور آگ پر ماتم کرو۔ تو فی روایت بیس ہزار روپیہ نقد انعام لیں۔

جواب دوم

اس روایت کا راوی بقول شیعہ کافر ہے

روایتِ مذکورہ خود ساختہ شیعہ مسلک کے اصول و ضوابط کے تحت ناقابل اعتبار ہے۔ وہ اس طرح کہ اس میں ایک راوی "حسین ابن زید بن علی" ہے۔ یہ وہی شخص ہے۔ جس نے عبداللہ بن معاذ کے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم کے ساتھ خروج کیا تھا۔ عبداللہ بن معاذ کے ان دونوں بیٹوں نے دعویٰ امامت کیا تھا۔ تو ان دونوں کے دعویٰ امامت کو تسلیم کر کے ہی جناب حسین ابن زید نے ان کے ساتھ خروج کیا یہ خروج اور اقرارِ امامت کس کا؟ عبداللہ بن معاذ کے دونوں بیٹے بارہ اماموں میں سے نہیں۔ اس لیے ان کی امامت کا اقرار ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی امامت کا اقرار ہوا۔ کتب شیعہ میں یہ تصریح موجود ہے۔ کہ جس نے بھی بارہ اماموں

Marfat.com

کے سوا دعویٰ امامت کیا۔ وہ کافر ہے۔ لہذا کافر کے ساتھ خروج اور اسی کی امامت کا اقرار کرنے والا مسلک شیعہ میں کب قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ مسلک شیعہ کے اس قانون و اصل پر حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنِ ادَّعَی الْاِمَامَۃَ وَلَیْسَ مِنْ اَھْلِھَا فَھُوَ کَافِرٌ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۷۲ کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جس نے بھی امامت کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ تو وہ کافر ہے اصول کافی میں درج شدہ امام موصوف کی اس روایت کی شرح کرتے ہوئے ملا قزوینی لکھتا ہے۔ وَاِنْ کَانَ مِنْ وُلْدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ بِلَا وَاسِطَۃٍ مِثْلُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنِیْفَۃَ یعنی ائمہ اہل بیت کے سوا دعویٰ امامت کرنے والا اگرچہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا بلا واسطہ فرزند ہو تب بھی وہ کافر ہے۔

(دیکھئے۔ صافی شرح اصول کافی جلد ۱ باب ۱۲۸ ص ۱ طبع قدیم لکھنؤ)

اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُہٗ

Marfat.com

يَقُوْلُ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ مَنِ ادَّعٰى اِمَامَةً مِنَ اللهِ لَيْسَتْ لَهٗ وَمَنْ جَحَدَ اِمَامَةً مِنَ اللهِ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ لَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ نَصِيْبًا۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۷۴ کتاب الحجۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بروز قیامت کلام نہ فرمائے گا۔ اور نہ ہی ان کو پاک فرمائے گا اور ان کے لیے سخت ترین عذاب ہوگا۔ پہلا وہ شخص جس نے اللہ کی طرف سے امام ہونے کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ دوسرا وہ جو کسی امام برحق کی امامت کا انکار کرے۔ اور تیسرا وہ جو یہ سمجھتا ہو کہ مذکورہ دونوں آدمیوں کا اسلام میں کچھ حصہ ہے۔ یعنی وہ مسلمان ہیں۔

تنقیح المقال:

وَعَدَّ الْحَاوِيْ اِيَّاهُ فِي الضُّعَفَاءِ كَمَا تَرَى اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ خُرُوْجُهٗ مَعَ مُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِيْمَ ابْنَيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ وَمُحَارَبَتُهٗ مَعَهُمَا قَادِحًا فِيْهِ وَقَدْ رَوٰى اَرْبَابُ السِّيَرِ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ شَهِدَ مَعَ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ اَرْبَعَةٌ وُلْدِ الْحُسَيْنِ اَنَا وَاَخِيْ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَعَبْدُ اللهِ

Marfat.com

اَبَاجَعْفَرٍ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ اَبُو الْفَرَجِ فِی الْمَقَاتِلِ الْحُسَیْنُ بْنُ زَیْدِ بْنِ عَلِیٍّ یَکْنٰی اَبَاعَبْدِ اللّٰهِ شَهِدَ حَرْبَ مُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِیْمَ اِبْنَیْ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ تَوَارٰی

(تنقیح المقال جلد اول ص ۳۲۸ باب الحسین من ابواب الحاء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حاوی نے حسین بن زید کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ تم کو معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ اس نے محمد اور ابراہیم کے ساتھ خروج کیا۔ جو عبداللہ بن حسن کے بیٹے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ مل کر لڑنا حاوی کے نزدیک باعث اعتراض بن گیا۔ ارباب سیر نے حسین بن زید سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ محمد بن عبداللہ کے ساتھ امام حسین کی اولاد میں سے چار آدمیوں نے شریک ہو کر لڑائی لڑی۔ ایک میں دوسرا میرا بھائی عیسیٰ اور بقیہ دو موسیٰ اور عبداللہ ہیں۔ جو امام جعفر صادق کے بیٹے ہیں۔ ابو الفرج نے اپنی تصنیف "مقاتل الطالبین" میں تحریر کیا ہے۔ کہ حسین بن زید بن علی کہ جن کی ابو عبداللہ کنیت تھی یہ محمد اور ابراہیم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ پھر روپوش ہو گئے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین! اہل تشیع کی اسمائے رجال کے موضوع پر سب سے زیادہ معتبر کتاب "تنقیح المقال" کی درج بالا عبارت آپ نے ملاحظہ کی۔ حسین ابن زید

Marfat.com

کو ضعیف "راوی کہنے کی وجہ وہی تھی۔ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ اس کتاب کے مصنف نے یہاں زم روبہ اختیار کیا ہے۔ جو مسلک شیعہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے قبل آپ اصول کافی کے دو عدد حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جن میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ کہ جو منصب امامت کا اہل نہ ہوتے ہوئے دعویٰ امامت کرے وہ بھی اور جو کسی امام برحق کی امامت کو تسلیم نہ کرے وہ بھی دونوں کافر ہیں۔ اب جبکہ یہ حقیقت ہے کہ حسین بن زید نے امام جعفر کے مقابلہ میں محمد بن ابراہیم کی امامت کو تسلیم کر کے ان کے ساتھ شریک ہو کر امام جعفر کے خلاف خروج کیا۔ تو کفر کی دونوں وجوہات اس راوی میں پائی گئیں لہٰذا مسلک شیعہ کے مطابق ایک کافر شخص کی روایت کس طرح حجت و دلیل بن سکے گی۔ جب یہ روایت ناقابلِ قبول اور ناقابلِ عمل ٹھہری۔ تو پھر کس سے "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنا بالکل لایعنی اور دھوکہ ہے۔

جواب سوم:

کتاب وسائل الشیعہ سے نجفی نے "مروجہ ماتم" کے جواز کے لیے جو دلیل پیش کی ہے اس میں لفظ نوحہ ہی مذکور ہے۔ جس کے متعلق ایک تائیدی تبصرہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ اس لفظ کا معنی سینہ کوبی کرنا، منہ پیٹنا اور زنجیر مارنا نہیں ہے۔ بلکہ رونا، آنسو بہانا اور غمگین ہونا ہے۔ اگر نجفی کو ضد ہو۔ کہ نوحہ کا معنی اس روایت میں "بین کرنا" ہے۔ تو پھر ملا باقر مجلسی سے مروی روایت میں وعید کس کے لیے ہوگی۔ "حیات القلوب" کے الفاظ ہیں۔

وا نکہ بصورت سگ بود وآتش در دبرش میکردند او خوانندہ و نوحہ کنندہ۔ یعنی کتے کی شکل و صورت والی عورت کہ جس کی دبر کی طرف سے آگ داخل کی جا رہی تھی۔ وہ "نوحہ کرنے والی" تھی۔ اور مزے کی بات یہ ہے۔ کہ روایت ہذا بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی

Marfat.com

نے "نوحہ کرنے والی" کے بارے میں اس شدید وعید کے ہوتے ہوئے خود اس فعل کا ارتکاب کیا۔ اور اس وعید کا مستحق بنایا؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ہذا بہتان عظیم۔ تو معلوم ہوا کہ امام موصوف کے کلام سے نوحہ بمعنی مروجہ ماتم ثابت کرنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

Marfat.com

غلام حسین نجفی کی دغا بازی نمبر ۱۸

حضرت ام المومنین کے گھر ڈھول پر ندبہ ہوا۔

ماتم اور صحابہ: بخاری شریف:

عن ربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی ...... فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف و یندبن من قتل من ابائی یوم البدر۔

(۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب صحیح بخاری جلد سوم ص ۱۷۹)

(۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ترمذی شریف جلد اول ص ۵)

(۳۔ مشکوٰۃ شریف جلد دوم کتاب النکاح ص ۵)

ترجمہ:

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں۔ کہ نبی پاک میرے پاس آئے اور کچھ لڑکیاں دف بجانے لگیں۔ اور میرے آباؤ اجداد جو بدر میں مارے گئے ان پر ندبہ کرنے لگیں۔

قارئین۔ دور کا تنکا تو نظر آتا ہے۔ اور قریب کا شہتیر بھی ہو تو نظر نہیں آتا۔ ام المومنین ربیع بنت معوذ کے گھر ڈھول پر ندبہ ہو رہا ہے۔ اور ملاں جی خود بھی

Marfat.com

سُن رہی ہیں۔ اور نبی پاک کو بھی سنوار رہی ہیں۔
تمام تنظیمیں اہل سنت کی کتاب اور روایت کے خلاف خاموش کیوں ہیں۔ اس لیے کہ گھر کی بات ہے۔ اور جب اہل تشیع امام حسین مظلوم پر بغیر ڈھول کے بھی ندبہ کرتے ہیں تو شریعت کی توپ کا دہانہ کھل جاتا ہے۔ کیونکہ نام حسین مٹانا ان کا مقصد ہے۔ خواہ جس طرح بھی ہو۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۵۵، ۵۶ مطبوعہ لاہور)

جواب:

ندبہ کا معنی ہے میت کے محاسن بیان کرنا نہ کہ مروجہ ماتم کرنا۔

بخاری شریف، ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے مذکورہ حدیث سے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کی اسی طرح بھونڈی کوشش کی گئی۔ جو نجفی کا پرانا طریقہ چلا آرہا ہے۔ ذرا فریب دہی کا انداز دیکھئے۔ حدیث مذکور کو جس باب کے تحت ان محدثین کرام نے نقل فرمایا۔ اگر اسی کو نجفی دیکھ لیتا۔ تو اپنے کیے پر ندامت کے آنسو بہاتا۔ باب الاحادیث یہ ہے۔

بَابُ اِعْلاَنِ النِّكَاحِ وَالْخِطْبَةِ۔
یعنی نکاح کے موقعہ پر اور منگنی کے وقت اعلان کرنے کے بارے میں احادیث۔

ناظرین! شادی اور منگنی کے وقت "مروجہ ماتم" کیا جاتا ہے۔ یا خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے؟

Marfat.com

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا اپنی شادی کا واقعہ بیان کر رہی ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ بوقت شادی نابالغ بچیاں میرے آن آباؤ اجداد کا تذکرہ شعروں کے رنگ میں دف بجا کر کر رہی تھیں۔ جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ اس سے "مروجہ ماتم" نجفی کو کس طرح نظر آیا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حدیث مذکورہ کو "مروجہ ماتم" سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

ہاں! یہ ضرور ہوا کہ بے چارہ لفظ "یندبن" سے دھوکہ میں پڑ گیا۔

اور اس دھوکہ کی وجہ سے سنیوں پر الزام دھر مارا۔ کہ سنی ڈھول کے ساتھ ماتم کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ پھر اس پر ایک زیب جڑا۔ کہ دور کا تنکا تو نظر آجاتا ہے۔ لیکن قریب کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ یعنی ہم (شیعہ) اگر بغیر ڈھول پیٹے پیٹتے ہیں۔ تو اس پر اعتراض اور خود ان کے بڑے ڈھول بجا کر ماتم کریں۔ تو خاموشی؟

اس ترجمہ اور انداز سے صاف ظاہر کہ نجفی کے نزدیک "ندبہ" کا ترجمہ ماتم ہے۔ اور اسی سے یہ تانا بانا تیار کیا گیا ہے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ الفاظ کے معنی ایک شخص کی مرضی پر چھوڑ دیئے جائیں۔ وہ جو چاہے معنی کرے۔ درست تسلیم کر لیا جائے۔ اس کے لیے لغت کی کتابوں سے استفادہ کرنا پڑتا ہے۔ لفظ "ندبہ" کے بارے میں کتب لغت کیا کہتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

المنجد:

الندبۃ۔ میت کے محاسن اور خوبیاں بیان کرنا۔ عربی ندبۃ خوش بیان عرب۔

(المنجد ص ۱۲۶۴ مطبوعہ کراچی)

"میت کے محاسن اور خوبیاں بیان کرنا" کیا ماتم اسی کو کہتے ہیں؟ کسی شخص کا خوش بیانی سے کچھ پڑھنا یا گانا کیا یہ "ماتم" ہے؟ اگر یہی ماتم ہے۔ تو پھر نجفی کی عقل کا

Marfat.com

ماتم ضرور ہو گیا۔ حدیث پاک میں ندبہ سے مراد یہی ہے۔ کہ معصوم بچیاں حضرت ربیع بنت معوذ کے آباؤ اجداد کے زریں کارنامے، ان کی بہادری و شجاعت اور سخاوت میں کہے گئے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ اور اس میں ترنم اور خوش بیانی بھی تھی۔ اس انداز سے اعلان شادی بھی ہو رہا تھا۔ اور عظمتِ اسلام بھی اجاگر کی جا رہی تھی۔

مرقات:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ ضَرْبِ الدَّفِّ عِنْدَ النِّكَاحِ وَالزِّفَافِ لِلْإِعْلَانِ وَالْحَقَ بَعْضُهُمُ الْخِتَانَ وَالْعِيدَيْنِ وَالْقُدُومَ مِنَ السَّفَرِ وَمُجْتَمَعَ الْأَحْبَابِ لِلسُّرُورِ وَقَالَ الْمُرَادُ بِهِ الدَّفُّ الَّذِي كَانَ فِي زَمَنِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَاَمَّا مَا عَلَيْهِ الْجَلَاجِلُ فَيَنْبَغِي اَنْ يَكُونَ مَكْرُوهًا بِالْاِتِّفَاقِ (وَيَنْدُبْنَ) بِضَمِّ الدَّالِ مِنَ النَّدْبِ وَهُوَ عَدُّ خِصَالِ الْمَيِّتِ وَمَحَاسِنِهِ اَىْ يَقُلْنَ مَرْثِيَةً (مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِي) وَشُجَاعَتِهِمْ فَاِنَّ مُعَوِّذًا وَاَخَاهُ قُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ۔

(مرقات جلد ۶ ص ۲۱۰ باب اعلان النکاح مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:

اس حدیث پاک میں نکاح اور زفاف کے وقت اعلان کی خاطر دف بجانے کے جواز کی دلیل ہے۔ اور بعض علماء نے اس میں ختنہ، عیدین کسی کا سفر سے واپس آنا اور احباب کا خوشی کے لیے اکٹھا ہونا بھی

Marfat.com

شامل کیا ہے۔ (یعنی ان مواقع پر بھی دف بجانا جائز کہتے ہیں۔)
انہوں نے کہا۔ کہ اس دف سے مراد وہ دف ہے۔ جو پہلے بزرگوں کے دور میں ہوتا تھا۔ لیکن ایسا دف جس پر گھنگھرو بندھے ہوئے ہوں تو اس کا بجانا مکروہ ہونا چاہیئے۔ بالاتفاق۔ لفظ یندبن حرفِ دال کے ضمہ کے ساتھ ندبہ سے مشتق ہے۔ اور ندبہ عربی میں میت کے محاسن اور عمدہ باتیں بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ بچیاں مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔ یہ اُن لوگوں کا تھا۔ جو حضرت ربیع کے آباؤ اجداد میں سے شہید ہو گئے تھے اور ان کی شجاعت کے واقعات بیان کر رہی تھیں۔ کیونکہ معوذ اور ان کے بھائی بدر کے دن جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔

لغت عربی اور حدیث مذکور کی شرح سے آپ حضرات اس امر کو بخوبی جان گئے ہوں گے۔ کہ "ندبہ" سے مراد خوشی کا اظہار اور فوت شدہ شخص کی خوبیاں بیان کرنا ہے گویا وہ لڑکیاں دف بجا کر خوشی کے موقعہ پر رواج کے مطابق خوشی منا رہی تھیں۔ اور بوقتِ نکاح ایسا کرنا جائز ہے۔ اس میں کیا اعتراض ؟

لیکن تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اس سے "مروجہ ماتم" ثابت کیا جا رہا ہے اور پھر اس قابلِ مذمت رویّہ کو اپنانے والا حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی شان میں جس انداز سے سوقیانہ انداز اپنائے ہوئے ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایمان نام کی کوئی شئی اس کے پاس ہی نہیں "اماں جی خود بھی ڈھول پر ندبہ سنتی رہیں۔ اور نبی پاک کو بھی سنواتی رہیں" خدا لگتی کہیئے کہ یہ انداز شریفانہ اور مؤمنانہ ہے ؟ پھر بزعم خویش اس ظالم نے بیک قلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کو ندبہ بمعنی مروجہ ماتم سننے والا ثابت کر دکھایا۔

"اماں جی" کے الفاظ بتلا رہے ہیں۔ کہ انہیں نجفی اپنی روحانی ماں ماننے کے لیے

Marfat.com

تیار نہیں۔ اور اس سے اہل سنت پر طنزیہ انداز سے یہ وار کیا جا رہا ہے۔ کہ سنو! دیکھو جنہیں تم تمام مومنوں کی ماں کہتے ہو۔ وہ تو ندبہ ستی رہیں۔ اور تم اس کو منع کہتے ہو۔ کیا ایک مسلمانی بیٹے کا اپنی روحانی ماں کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیے؟

ہم اس جگہ صاف صاف عرض کیے دیتے ہیں۔ کہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں شامل نہیں ہیں۔ اور انہوں نے اپنی شادی کے موقع پر جو ندبہ سنا ہم اس کے جواز کے قائل ہیں۔ حرام زدگی تو تم نے کی۔ انہیں ام المومنین تسلیم کیا۔ اور ان پر طنزیہ حملہ کیا۔ اور پھر ان کی تعلیمات کو درست معنی پہنانے کی تمہیں توفیق نہ ہوئی۔ آؤ ہے آؤ۔ اپنے تمام ماتمیوں کو۔ اور ثابت کر دکھاؤ کہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین کی فہرست میں شامل ہیں۔ خواہ مخواہ ان کے بارہ میں غلط معلومات پھیلا رہے ہو۔ نہ خوفِ خدا نہ شرمِ پیغمبر۔ وہ بھی نہیں یہ بھی نہیں۔

نوٹ:

نجفی شیعی نے اپنی تصنیف "ماتم اور صحابہ" کے ص ۵۶ تا ۵۸ مروجہ ماتم کے ثبوت و جواز پر جو دلائل ذکر کیے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ندبۂ عائشہ۔ (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر ندبہ کیا)۔

۲۔ ندبۂ حضرت ابوبکر وفات نبی پر۔

۳۔ نبی کریم اور حضرت ابوبکر کا رونا اور عمر کا رونے کی شکل بنانا۔

۴۔ حضرت ابوبکر کا حکم کہ رونے کی شکل بناؤ۔

۵۔ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے رونے سے پڑوسیوں کا بے چین ہونا۔

۶۔ حضرت ابوبکر و عمر کے گریہ کی آواز جناب عائشہ نے اپنے محلہ میں پہچانی۔

یہ ہیں وہ چھ عنوانات کہ جن کے ذریعہ نجفی علیہ ما علیہ نے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے

Marfat.com

کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ تمام قارئین اس بات سے بخوبی آگاہ و آشنا ہیں۔ کہ مروجہ ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی، تعزیہ سازی، بال نوچنے، اور واویلا کرتے ہوئے ہائے حسین ہائے حسین کرنے کا نام ہے۔ اوپر درج شدہ چھ عنوانات میں سے پہلے دو میں سیدہ عائشہ صدیقہ اور ان کے والد گرامی صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے ''ندبہ'' کا ذکر ہے۔ ندبہ کیا ہے؟ ابھی ابھی ہم اس کی تحقیق لکھ چکے۔ تو ان دونوں شخصیتوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر آپ کے محامد و محاسن بیان کرنے میں اور مروجہ ماتم میں کیا تعلق ہے۔ تاکہ ان کے ندبہ سے اسے ثابت کرنے کی سعی کی جائے۔ ان دو عنوانات کے بعد متواتر چار عنوانات میں ''رونے اور گریہ کی آواز'' مذکور ہے۔ رونے اور گریہ سے کون منع کرتا ہے۔ ہم اس بارے میں بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ ایسا آنسو سنتِ نبوی ہے۔ لیکن ''مروجہ ماتم'' سے اس کا کیا تعلق ہے۔؟

حضرت عائشہ صدیقہ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے جو کچھ کیا نجفی صاحب تم بھی کرو۔ تمہارے اکابر واصاغر کریں۔ کوئی سنی منع کرے۔ تو پھر اعتراض کرو لیکن یہ سب آنسو بہائیں۔ تم زنجیریں مارو، ہائے حسین کے الفاظ کہتے جاؤ۔ اور آنسو کا ایک قطرہ بھی ٹپکنے نہ پائے۔ اور پھر اس پر واویلا کہ سنی ہمیں وہ کچھ نہیں کرنے دیتے۔ جو حضرات صحابہ کرام بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے۔ ایسا واقعی قابل اعتراض ہے۔ اور یہی ہم بار بار کہتے ہیں۔ کہ ان پاکیزہ شخصیات پر ''مروجہ ماتم'' کرنے کا الزام مت دھرو۔ وہ اس سے کوسوں دور تھے۔ اور دوسرے حضرات کو اس سے دور رہنے کی تبلیغ و تلقین کرتے رہے۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بدقماشی کے حصہ میں تھی۔ انہیں یہ برائی، برائی نظر نہ آئے گی۔ بلکہ شیطان اس کو سجا سجا کر پیش کرتا ہے کہ اور اس کے بھائی و ساتھی اس پر فخر کریں گے۔ اور دوسروں کو اس طرح کرنے کی دعوت دیں گے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۱۹

ماتم اور صحابہ

حضرت عمر نے مارا بھی خود اور روئے بھی خود

تاریخ الخمیس:

فَلَمَّا كَانَ اٰخِرُ السَّوْطِ سَقَطَ الْغُلَامُ مَيِّتًا فَصَاحَ ثُمَّ جَعَلَ رَأْسَهُ فِيْ حِجْرِهٖ وَجَعَلَ يَبْكِيْ وَيَقُوْلُ بِأَبِيْ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ فَنَظَرَ النَّاسُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ فَارَقَ الدُّنْيَا فَلَمْ نَرَ يَوْمًا اَعْظَمَ مِنْهُ وَضَجَّ النَّاسُ بِالْبُكَاءِ وَالنَّحِيْبِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ الخمیس جلد ثانی ص ۲۵۲ مولف شیخ حسین الدیار بکری)

ترجمہ:

جب حضرت عمر نے اپنے بیٹے ابوشحمہ پر حد جاری کی۔ اور آخری کوڑا اس کو لگا۔ تو وہ گر پڑا۔ حضرت عمر نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور رونے لگے۔ اور عمر کی یہ حالت دیکھ کر سب لوگ رونے لگے۔

Marfat.com

قادری صاحب۔ رونا ایک فطری چیز ہے۔ جیسا کہ عمر اپنے بیٹے پر روئے۔ اور نعط بھی یاد رہے کہ مارا بھی خود اور روبھی خود رہے ہیں۔ شاید تم اپنے بزرگوں پر بہاتا تیاں کرتے ہو۔ کہ شیعوں نے مارا بھی خود ہے۔ اور روتے بھی خود ہیں۔ اور لفظ نحیب بھی یاد رکھنا جس کے معنی سخت گریہ ہے۔ پھر حضرت عمر سے ہی روایت نقل کی جاتی ہے۔ کہ میت پر گریہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۶۲)

جواب:

حوالہ مذکورہ میں نخعی کے مطلب کی بات ایک ہی تھی۔ وہ یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے جناب ابوشحمہ کے بوجہ سنگساری انتقال پر آنسو بہائے۔ اور انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی رو دیئے۔ اور سخت گریہ کناں ہوئے۔ دو لفظ "بکا، اور نحیب" سے "مروجہ ماتم" ثابت کیا جارہا ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے۔ کہ خود ان دونوں لفظوں کا معنی بھی "رونا" ہی کیا ہے۔ تو بتلائیے رونا اور مروجہ ماتم برابر ہیں۔ دونوں میں کیا مشابہت ہے۔؟

اسی واقعہ کو جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے پر حد شرعی جاری کرنے پر ثابت قدمی کا شاہکار ہے۔ کس بے دردی کے ساتھ ایک فعل حرام (مروجہ ماتم) کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان ارتکاب زنا کرنے کے بعد خود ہی اس کا اقرار کرلے۔ اور پھر اس پر حد جاری ہو جائے۔ تو اس کا مقام بہت بلند اور رتبہ بڑا عالی ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔ کہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس غلطی کا اقرار کیا۔ انہیں رجم کی سزا دی گئی۔ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ اگر ماعز کی توبہ اہل مدینہ پر بانٹ دی جائے۔ تو سب کی مغفرت ہو جائے۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کے بیٹے ابوشحمہ

Marfat.com

نے زنا کا اقرار کیا۔ تو آپ نے اس کو مارنا شروع کر دیا۔ مار کھانے کے دوران بار بار پانی مانگا لیکن فاروق اعظم نے یہ مطالبہ نہ مانا۔ حد پوری ہوئی۔ تو ابو شحمہ کا انتقال ہو گیا۔ تو عمر فاروق نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا۔ اور روتے ہوئے کہا۔ اے بیٹا! جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دو۔ تو میرا اسلام عرض کرنا۔ اور کہنا حضور! آپ کا غلام عمر آپ کی قائم کردہ حدود پر عمل پیرا ہے۔ "ریاض النضرہ" میں بالتفصیل یہ واقعہ ہے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے آپ سے سفارش کی۔ کہ اس کو چھوڑ دیا جائے لیکن آپ نے ان میں سے کسی کی نہ سنی۔

قارئین کرام! اسلامی عدل و مساوات کی یہ عظیم مثال ہے۔ کہ ایک وقت کا خلیفہ اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے پر حد زنا جاری کر رہا ہے۔ لیکن نجفی کو یہ دکھائی دیا۔ کہ باپ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو مارا۔ اور پھر خود ہی اس کو گود میں لے کر رونا شروع کر دیا کیا کوئی ذی ہوش اس واقعہ سے یہی کیفیت اخذ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی حدود کا نفاذ کیا بندے کا فعل متصور ہو گا؟ اگر یہی منطق درست ہو تو پھر حدود اللہ کا نفاذ کون کرے گا۔ جو بھی کرے گا وہ قاتل شمار ہو گا۔ اور پھر اسے قصاص میں دھر لیا جائے گا۔ عداوت۔ فاروق نے نجفی کو اندھا بنا دیا۔ وہ بدکاری کی سزا نافذ فرما رہے ہیں۔ جو خلیفہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذمہ داری تھی۔ اور یہ ان کو اس سزا کے نفاذ پر قاتل بنانے پر تلا ہوا ہے۔ اور پھر بے حیائی سے دو قدم اور آگے اٹھائے۔ اور کہا۔ "یہ نقطہ بھی یاد رہے کہ مارا بھی خود اور رو بھی خود رہے ہیں۔ شاید تم اپنے بزرگوں پر ہمارا قیاس کرتے ہو۔ کہ شیعوں نے مارا بھی خود ہے اور روتے بھی خود ہیں" نجفی صاحب بتلایئے کس سنی نے آپ سے یہ کہا کہ شیعوں نے امام عالی مقام کو زنا کی حد لگا کر شہید کیا تھا۔ لہذا وہ خود مارنے، ان دونوں واقعات میں کون سی مشابہت ہے؟ ہمیں اپنے بزرگوں پر تمہیں قیاس کرنے کی ضرورت ہے؟ کیا ان کی طرح تمہاری بزرگی ثابت کرنے کے ہم خواہش مند ہیں۔ حاشا و کلا ہم

Marfat.com

ان پر تمہیں قیاس نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تو دو ٹوک انداز میں کہتے ہیں۔ کہ چھوڑو یہ بیاپانی ان کے راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ دنیا و آخرت سنور جائے گی۔

(قاتلان حسین ہی شیعہ تھے)

تمہیں قاتلان حسین ہم کہتے ہیں! در ہر ماتم کرنے اور سینہ کوبی کرنے پر ہمارا کہنا مانتے ہو؟ نہیں نہیں تمہیں خود اقرار ہے۔ کہ قتل حسین ہمارا اعزازی کارنامہ ہے اور ہمارے بڑے اس عظیم کام کے سرانجام دینے والے تھے۔ ذرا بتلاؤ۔ امام عالی مقام کو ہزاروں خطوط لکھنے والے کون تھے۔؟ امام مسلم کی بیعت کر کے ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے کون تھے؟ انہیں اور ان کے بیٹوں کو شہید کرنے والے کہاں کے رہنے والے اور کون لوگ تھے۔ اور امام عالی مقام کا پانی بند کرنے والے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو پیاسا لا کر شہید کرنے والے کہاں کے باشندے تھے؟ مستورات اہل بیت کو زنجیروں میں جکڑ کر کوفہ و دمشق میں لانے والے کون تھے؟ ہم اس پر سیر حاصل بحث ذکر کر چکے ہیں۔ سردست حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے۔ جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ جنہیں گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ کر کوفہ و دمشق کے بازاروں سے گزارا گیا تھا۔ اور ان کی مظلومانہ حالت کو دیکھ کر جب اہل کوفہ زار و قطار روئے۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ اَتَبْكُوْنَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُكُمْ۔ اے کوفیو! ہماری حالت پر روتے ہو۔ آخر بتلاؤ وہ کون ہیں تمہارے بغیر جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا!

خود تمہاری کتاب بحار الانوار جلد ۵ ص ۱۰۹ پر تحریر ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا اَتَبْكُوْنَ وَ تَنْتَحِبُوْنَ اِىْ وَاللهِ فَابْكُوْا كَثِيْرًا وَ اضْحَكُوْا قَلِيْلًا

کیا اب تم سب کچھ کر گزرنے کے بعد روتے ہو۔ اور خوب گریہ کرتے ہو

Marfat.com

خدا واحد کی قسم اتم بہت روؤ اور ہنسنا تمہیں کم ہی نصیب ہو۔ یہ ہیں وہ الفاظ جو تمہاری کتابوں میں قاتلانِ حسین کے بارے میں مذکور ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ تمہیں قتلِ حسین کا مجرم گردانیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جو اہلِ تشیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا کے نتیجے کے طور پر رونا دھونا شروع کیا تھا۔ اس میں نت نئے افعال قبیحہ کا دخل ہوتا رہا۔ سینہ کوبی، زنجیر زنی بال نوچنے وغیرہ خود شیعہ علماء کے نزدیک بھی حرام ہیں لیکن اس کے باوجود سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ اور اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جائز تو ثابت ہونا ناممکن ہے۔ ہاں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا کی وجہ سے اس کا ترک کرنا بھی مشکل ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۲

ماتم اور صحابہ	غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رونا

مدارج النبوۃ:

اشک ہائے از رخسار او رواں شد بروئے شریف آنحضرت افتاد بیدار ساخت فرمود یا ابابکر لاتحزن الخ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۸ مولف شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ:

غار میں حضرت ابوبکر صدیق کے آنسو بہنے لگے۔ اور حضور کے رخ انور پر گرے حضور بیدار ہوئے اور فرمایا۔ اے ابوبکر لاتحزن الخ

قادری صاحب! تکلیف ہو تو رونا فطری ہے۔ جس طرح ابوبکر کو سانپ نے ڈسا تو وہ رو پڑے۔ لیکن بُرا ہو تعصب کا۔ اگر حضرت ابوبکر غار میں روئیں تو یہ ان کی فضیلت اور اگر شیعہ امام حسین کی یاد میں گریہ زاری کریں۔ تو بدعت کے فتوے۔ اعتراض۔ مجمع البیان میں ہے جو شیعہ کی کتاب ہے۔ اِنَّ الْبُکَاءَ لَا یُوْجِبُ صِدْقَ الْبَاکِیْ فِیْ دَعْوٰی رونے والے کا رونا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ شیعہ کا امام حسین کے غم میں رونا یہ ان کی صداقت کی دلیل نہیں..... وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً یَّبْکُوْنَ۔ ترجمہ۔ یوسف کے بھائی باپ کے پاس شام کے وقت روتے ہوئے آئے۔ جواب۔ قاضی جی۔ اس

Marfat.com

آیت کو شیعہ پرفٹ کیا۔ حالانکہ اس کو یارِ غار پرفٹ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فٹ ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۶۴)

جواب: مدارج النبوۃ رکن چہارم ص ۶۱ پر مذکورہ واقعہ یوں تحریر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت، غارِ ثور میں داخل ہو کر اس میں موجود تمام سوراخ بند کر دیئے تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا باعث تکلیف نہ بنے۔ صرف ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اُسے بند کرنے کے لیے جب ابوبکر کو کوئی چیز نہ ملی۔ تو انہوں نے اپنی ایڑی اس پر رکھ دی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی درخواست کی۔ آپ تشریف فرما ہوئے اور ابوبکر صدیق کی ران پر سر انور رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اُدھر مدت سے اس غار میں ایک سانپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے بے چین تھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر کسی سوراخ سے نکل کر دیدار کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ بالآخر اس نے ایڑی کو ڈسا۔ تاکہ راستہ بن جائے۔ اس کے ڈسنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہ آنسو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارِ انور پر گرے آپ نے ابوبکر سے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ ،، حضرت صلعم در حق ابوبکر دعائے خیر کرد ،، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

قارئین کرام! اس واقعہ سے ،، معروجہ ماتم ،، ثابت ہو رہا ہے؟ فریب اور دھوکہ دہی کی بھی حد ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی جانثاری اور محبت کے صلہ میں دعائے خیر دے رہے ہیں۔ جو کسی مومن کی زندگی کا انمول سرمایہ ہے۔ اور نجفی ہے کہ اس سے وہ فعل ثابت کرنے کے درپے ہے۔ جس کا مرتکب بروز حشر کتے کی شکل میں اُٹھے گا کیا قیامت میں کتے کی شکل اُٹھنے والے فعل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعائے خیر کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

اس کے بعد ایک اعتراض اور جواب سے چند سطور سیاہ کیں۔ اور ایک قانون کا سہارا لے کر اپنا دامن بچانے اور صدیق اکبر کو ملوث کرنے کی حماقت کی۔ برادرانِ یوسف سے اس کا استشہاد پیش کیا۔ تو یہ قانون واقعی اہل تشیع پر فٹ آتا ہے۔ کیونکہ خود بلا کر شہید کرنے والے تم ہی ہو۔ برادرانِ یوسف نے خود کنوئیں میں گرایا اور نام بھیڑیے کا لے لیا۔ اسی طرح "محبان علی" اور "شیعان علی" نے میدانِ کربلا میں گھناؤنا اور ظالمانہ کردار اپنایا۔ پھر اس سے بھاگنے کی کوشش میں ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دغا بازی نمبر ۲۱

ماتم اور صحابہ:

ص ۶۴ تا ص ۶۹ پر پھیلے ہوئے عنوانات اور ان کے تحت درج شدہ عبارات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد مختصر سا جواب سپرد قلم ہوگا۔ یہ اس لیے کہ ان میں سے کوئی دلیل ایسی نہیں جس کا جواب گزشتہ صفحات میں گزر نہ چکا ہو۔

۱۔ حضرت عثمان کا خون بھرا کرتہ۔ اس عنوان کے تحت نجفی رقم طراز ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا گیا۔ تو ان کے خون سے بھرا ہوا کرتہ جب سرزمین شام پہنچا۔ تو لوگ اسے دیکھ کر رو پڑے۔ فَبَكَرَ اعلَى الْقَمِيْصِ۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۱۳۹)

۲۔ جناب عمر نے اپنے بھائی کی موت کو زندگی بھر یاد رکھا۔ مَاهَبَتِ الصَّبَاءُ اِلَّا ذَكَرَ تَنِیْ زَيْدَبْنَ الْخَطَّابِ۔ جب کبھی باد صبا چلی۔ تو مجھے اپنا بھائی

Marfat.com

یاد آتا رہا۔ (البدایۃ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۳۶)

۳ - اپنا ماتم حضرت عمر بھی روئے۔ جب حضرت عمر کے بھائی زید بن الخطاب جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ تو اس وقت حضرت عمر کی کیفیت تھی۔ دَمَعَتْ عَیْنَاہُ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ (عقد الفرید جلد دوم ص ۵)

۴ - ابوبکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کی خبر جب ابوبکر صدیق کو پہنچی۔ تو آپ دوڑتے ہوئے یہ الفاظ کہہ رہے تھے۔ وَاقْطَعَ ظَہْرَاہُ۔ ہائے افسوس! میری کمر ٹوٹ گئی۔ (مسند امام اعظم ص ۱۷۹)

جواب:

عنوان نمبر ۱ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قمیص دیکھ کر شامی لوگوں نے گریہ کیا۔ کامل ابن اثیر میں یہاں لفظ "بَکَوْا" مذکور ہے۔ جس کا نجفی نے بھی "رونا" ہی معنی کیا ہے۔ تو اس سے "مروجہ ماتم" کا کیا تعلق ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ محض رونا تو سنت نبوی ہے۔ اس سے کون منع کرتا ہے۔ پھر شامیوں کا گریہ یا کوئی اور فعل کسی فعل کے جواز کی دلیل کب بن سکتا ہے۔ لہٰذا اس عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا۔ وہ فریب اور مکاری کے سوا کچھ نہیں۔

عنوان نمبر ۲ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بھائی کی موت کو زندگی بھر یاد رکھنا اور ان شیعوں کا سینہ پیٹنا، زنجیریں مارنا، اور گریبان پھاڑنا باہم کوئی مماثلت رکھتے ہیں پھر اس سے مروجہ ماتم کس طرح ثابت ہو گیا۔

عنوان نمبر ۴ کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کی خبر پر فرمایا "ہائے میری کمر ٹوٹ گئی" یہ اس خبر پر صدیق اکبر کے الفاظ ہیں۔ جس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور دکھ بھری خبر ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اسی پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جزع وفزع

Marfat.com

سے منع نہ فرماتے۔ تو ہم اپنی آنکھوں سے رو رو کر طوبت ختم کر دیتے۔ لیکن صبر کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اسی طرز کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنایا۔ کسی کے غم میں کر ٹوٹ جانا اور کسی کے لیے زنجیریں مار مار کر لہو لہان کر لینا کہاں یہ اور کہاں وہ؟ یہ تھا ان فریب کاریوں اور دھوکہ دہی کی کوششوں کا تذکرہ کہ جن کے ذریعہ نجفی نے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَار

۲۲ ویں دغابازی

ماتم اور صحابہ:

غلام حسین نجفی نے اس کے بعد (۹) عدد متواتر ایسے عنوانات قائم کیے ہیں۔ جن سے اسی انداز میں "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ ان عنوانات اور ان کے تحت درج شدہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت عمر کی موت پر بی بی عائشہ کی مجلس عزا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب انتقال فرمایا۔ تو ان کے صاحبزادے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ ان کے والد کے لیے حضور رسول کریم میں دفن کی اجازت دی جائے۔ تو اس وقت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو روتے ہوئے پایا۔ فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِي۔

۲۔ حضرت عمر کی موت پر بی بی حفصہ کا رونا۔ بخاری شریف میں اس واقعہ کے ذکر کرتے وقت یہ الفاظ مذکورہ ہیں۔ فَبَكَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی کے پاس کھڑے ہو کر کچھ دیر

Marfat.com

تک روتی رہیں۔

۳ ۔ نواسۂ ابی بکر کی عزاداری ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی جب شہادت کی خبر سنی ۔ تو فرمایا ۔ اے بیٹے ۔ یَبْکِی عَلَیْکَ کُلُّ شَیْءٍ ذِی حِسٍّ تیری شہادت پر ہر ذی روح روتا ہے ۔

۴ ۔ یوم الخیب ۔ تذکرہ خواص الائمہ سے نقل کیا گیا ۔ کہ جس دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ شریف سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں ۔ تاکہ وہاں پہنچ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف نبرد آزما ہو سکیں ۔ تو اس دن اتنا گریہ ہوا ۔ کہ اس سے پہلے ایسا دیکھنے میں نہیں آیا تھا ۔

۵ ۔ امام حسن کے جنازہ پر مروان کا گریہ صواعق محرقہ کے حوالے سے لکھا ہے ۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد مروان ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا ۔ تو اس نے ”وبکا“ کیا یعنی وہ رویا ۔

۶ ۔ صحابی کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے ۔ بحوالہ بخاری شریف لکھا ہے ۔ کہ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آزاد ہوئیں ۔ تو ان کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ عنہ اتنے غمزدہ ہوئے ۔ کہ رو رو کر ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی ۔

۷ ۔ بی بی عائشہ کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہے ۔ الادب المفرد سے یہ اقتباس لکھا ہے ۔ کہ ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے سے ناراض ہو گئیں ۔ بعد میں جب یہ واقعہ انہیں یاد آتا ۔ تو آنسوؤں سے ان کی اوڑھنی تر ہو جاتی تھی ۔

۸ ۔ شکست جنگ جمل کی یاد میں ۔ تذکرۃ الخواص و تاریخ بغداد کے حوالہ سے تحریر ہے کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل میں اپنے مقتول ساتھیوں کو جب یاد کرتیں ۔ تو روتے روتے ان کی اوڑھنی تر ہو جایا کرتی تھی ۔

Marfat.com

۹۔ ابوحنیفہ کی عزاداری: تاریخ غیس کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے انتقال کو یاد کر کے ان کے شاگرد رشید جناب امام محمد رویا کرتے تھے۔

(ماخوذ از ماتم اور صحابہ ص ۶۰ تا ۸۰)

جواب:

ان نو عدد متواتر حوالہ جات میں اور ان سے اگلے پچھلے تقریباً تمام دلائل میں دو تین لفظ بار بار آئے ہیں۔ وہ بکاء، جزع اور نوحہ۔ ان الفاظ کے متعلق گزشتہ اوراق میں ذکر شدہ جوابات کے ضمن میں ایک ضابطہ پیش خدمت ہے۔ تاکہ اس کی روشنی میں مسئلہ زیر بحث کی تحقیق ہو جائے۔ ضابطہ یوں ہے۔

کسی شخص کے انتقال پر بال نوچنا، سینہ پیٹنا، زنجیریں مارنا اور کپڑے پھاڑنا ایسے افعال ہیں۔ جو حرام ہیں۔ ان افعال کے لیے چاہے لفظ بکاء استعمال ہو یا جزع اور نوحہ۔ لہٰذا بکاء، جزع اور نوحہ وہی حرام ہے جس کی صورت ذکر شدہ افعال پر مبنی ہو اور کسی شخص کے وصال پر افسوس کرنا، آنسو بہانا اور رونا (جب کہ درج بالا افعال سے خالی ہوں) جائز اور سنت رسول ہیں خواہ اس کیفیت کو ان تین الفاظ میں سے کسی سے بیان کیا گیا ہو۔

گزشتہ اوراق میں لفظ نوحہ اور جزع کا لغوی مفہوم اور کتب شیعہ سے اس کی تصدیق مذکور ہو چکی ہے۔ یہاں صرف وضاحت کی خاطر ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ۔ عورتیں معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں۔ آیت کے اس جملہ کے تحت شیعہ مسلک کی تفاسیر بھی یہی لکھتی ہیں۔ کہ کسی مسلمان عورت کو گریبان چاک نہیں کرنا چاہیے۔ منہ نہیں پیٹنا چاہیے۔ سیاہ کپڑے نہیں پہننے چاہئیں اور بین نہیں کرنے چاہئیں۔ یعنی یہ افعال کرنے والا در اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ یا دوسرے طریقہ سے یہ افعال شرعاً ناجائز اور حرام ہیں جب

Marfat.com

عام مسلمانوں عورتوں کے لیے یہ حکم ہے۔ تو ازواج مطہرات اور حضرات صحابہ کرام و ائمہ اہل بیت کے لیے بطریقہ اولیٰ ان کی ممانعت ہوگی۔ لہذا ان افعال پر مشتمل بکاء، جزع اور نوحہ حرام ہے ان نو عدد عنوانات اور ان کے ضمن میں مذکورہ احادیث و روایات کے الفاظ میں غور کریں۔ تو کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نظر نہیں آئے گا جس کا معنی سینہ پیٹنا، بال نوچنا اور زنجیریں مارنا ہو۔ ہمارا اور اہل تشیع کا اختلاف صرف یہی ہے۔ کہ کسی حدیث و روایت یا اقوال ائمہ اہل بیت سے یہ ثابت کر دکھاؤ۔ کہ مروجہ ماتم اور تعزیہ داری کبھی ہوئی۔ یا کسی نے کبھی کی؟ محض رونا اور آنسو بہانا مختلف فیہ نہیں۔ ہم اسے جائز قرار دیتے ہیں لیکن اہل تشیع کے ہاں مروجہ ماتم وغیرہ افعال کثرت سے ہیں۔ خواہ مخواہ پانچ دس ورق سیاہ کر دینے سے کوئی دلیل حاصل تو نہیں ہو سکتی مختصر یہ کہ کسی کے انتقال پر جو امور جائز ہیں۔ اُن پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن جنہیں ہم (بلکہ اہل تشیع بھی ناجائز اور حرام کہتے ہیں اور پھر ان کا ارتکاب بھی کرتے ہیں) حرام کہتے ہیں۔ اُن کے جواز کی کوئی دلیل پیش کی جائے۔ ہم اس کے ثبوت پیش کرنے پر فی حوالہ میں ہزار روپے نقد انعام دینے کو تیار ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۲۲

امیر حمزہ پر رونے والی عورتوں کے لیے نبی علیہ السلام کی دُعا

ماتم اور صحابہ: "رونے والوں کے لیے نبی کی دُعا۔"

مدارج النبوۃ: اہل سنت کی معتبر کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۳۲ مولف شاہ عبدالحق محدث دہلی اہل سنت کی معتبر کتاب سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۷

آواز گریہ زنان از خانۂ حمزہ شنید پرسید کہ ایں چہ آواز است گفتند زنان انصار برعم تو گریند پس دعا کرد وآنحضرت فرمود رَضِیَ اللّٰہ عَنْکُنَّ وَعَنْ اَوْلَادِکُنَّ وَاَوْلَادِ اَوْلَادِکُنَّ

ترجمہ:

نبی کریم نے حمزہ کے گھر سے عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا انصار کی عورتیں آپ کے چچا حمزہ پر رو رہی ہیں۔ تب نے ان عورتوں کے لیے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تم پر بھی راضی ہو اور تمہاری اولاد سے بھی راضی ہو اور اولاد کی اولاد سے بھی راضی ہو۔

قارئین۔ حضور کی یہ دُعا ان عورتوں کے حق میں ہے۔ جنہوں نے حسبِ مذہب قادری صبر والی آیات کی مخالفت کی۔ اور شہید راہِ حق پر گریہ کیا۔ اور نبی کی دعا کی سزاوار

Marfat.com

ہو گیا۔		(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۸۱،۸۲)

جواب اوّل:

"مدارج النبوۃ"۔ میں موجود روایت مذکورہ میں شیخ محقق نے ایک لفظ بھی ایسا درج نہیں فرمایا جس سے مروجہ ماتم کی بُو آتی ہو۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والی عورتوں نے نہ سینہ کوبی کی، نہ بال نوچے، نہ زنجیریں ماریں۔ بلکہ صرف روئیں اور آنسو بہائے۔ اسی لیے ان کے حق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اگر مروجہ ماتم (جس میں مذکورہ تمام اشیاء موجود ہوتی ہیں۔) ان عورتوں سے وقوع پذیر ہوتا۔ تو ایسے حرام فعل پر اللہ کا پیغمبر دعا ہرگز نہ دیتا۔ بلکہ زجر و توبیخ ہوتی معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے بارگاہ رسالت میں وہ دلیری اور بے حیائی کی۔ کہ جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر یہ الزام آتا ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہو کر حرام فعل کے مرتکب کے لیے دعائے خیر فرما رہے ہیں۔ بخدا! کوئی معمولی سا آدمی بھی ایسا گوارا نہیں کرتا۔

جواب دوم:

نجفی نے "مدارج النبوۃ" سے بقدر ضرورت حصہ لے لیا۔ اور جس سے اس کے زعمی دعوی کی تردید ہوتی تھی۔ اُسے ذکر نہ کیا۔ آخر ایسا کیوں نہ کرتا۔ جب بددیانتی کے لیے لنگوٹ کس لیا ہوا ہے۔ تو پھر جس طرح بھی مطلب حاصل ہو جائے۔ وہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کی فریب کاری کو ظاہر اور دھوکہ دہی کو واضح کرنے کے لیے ہم مدارج النبوۃ کی مکمل عبارت درج کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مدارج النبوۃ

درینجا حکایتے غریب است کہ نقل کردہ اند کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمدینہ نزول فرمود از اکثر خانہائے انصار آواز گریہ زنان شنید مگر از خانہ

Marfat.com

حمزہ فرمود لکن حمزۃ لا بواکی لہ یعنی حمزہ زنانی کہ بروے گریہ کنند ندارد۔ انصار چوں ایں سخن شنیدند زنانِ خویش را گفتند کہ نخست بخانۂ حمزہ روند و بروی بگریند آنگاہ بخانۂ خویش گریہ کنند زنانِ انصار میانِ شام و خفتن بخانۂ حمزہ آمدند و تا نیم شب بروی میگریستند آنحضرت بخواب رفتہ بود چوں بیدار شد آواز گریۂ زنان از خانۂ حمزہ شنید پرسید کہ ایں چہ آواز است گفتند زنانِ انصار بر عم تو گریند پس دعا کرد آنحضرت فرمود رضی اللّٰہ عنکن و عن اولادکن و اولاد اولادکن۔ ایں چنیں است در معارج النبوۃ در روضۃ الاحباب ایں زیادہ کرد کہ در روایتی آمدہ کہ مقصود من ایں نہ بود کہ زنان بیایند و بر حمزہ گریہ کنند و نہی کرد از نوحہ کردن و مبالغہ و تاکید دراں امر بتقدیم اسانید انتہی گفت بندۂ مسکین ثبتہ اللّٰہ علی طریق الحق والیقین کہ ظاہر آنست کہ گفتن آنحضرت ایں کلمہ را لکن حمزہ لا بواکی لہ مقصود ازاں تاسف و تالم و غربت و مصیبت حمزہ بود کہ کشتہ شد بحالتے کہ معلوم است و غربت دیگر کہ کسی ہم ندارد کہ بروے گریہ کند و گریستن بے نوحہ ممنوع ہم نیست و انصار بجہت مبادرت باسترضاء و مبالغہ ایشاں دراں باب فہمیدند کہ مگر مقصود آنحضرت آنست کہ زناں بیایند و گریہ کنند و آنحضرت نیز چوں از جانب ایشاں معنی استرضاء و امتثال مشاہدہ کرد و تواند کہ نوحہ گری راہ یافتہ باشد پس منع کرد ازاں حکم مبالغہ نمود دراں و تواند کہ دراں حین نوحہ ہم مباح باشد پس نسخ کردند ایں حکم را۔ واللّٰہ اعلم۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۳۲، ۱۳۳ مطبوعہ سکھر)

ترجمہ:

اس جگہ ایک غریب حکایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ

Marfat.com

تشریف لائے ۔ تو آپ نے اکثر انصار کے گھروں سے عورتوں کے رونے کی آواز سنی ۔ صرف امیر حمزہ کے گھر سے کوئی آواز نہیں اٹھتی تھی ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ حمزہ پر رونے والی کوئی عورت نہیں ہے ۔ انصار نے جب آپ کا ارشاد سنا ۔ تو انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا ۔ کہ جاؤ پہلے جا کر امیر حمزہ کے گھر ان پر گریہ کرو ۔ پھر اپنے اپنے گھروں میں گریہ کرنا ۔ انصاری عورتوں نے مغرب اور عشاء کے درمیان امیر حمزہ کے گھر آ کر گریہ شروع کیا ۔ اور آدھی رات تک یہی کیفیت رہی ۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت خواب میں تھے ۔ جب اُٹھے ۔ تو امیر حمزہ کے گھر سے عورتوں کے رونے کی آواز سنی ۔ پوچھا ۔ یہ کیسی آواز ہے ۔ حاضرین نے کہا ۔ کہ انصاری عورتیں آپ کے چچا پر گریہ کر رہی ہیں ۔ پھر آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا ۔ اے اللہ! تو ان عورتوں سے راضی ہو ۔ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے راضی ہو ۔ معارج النبوۃ میں اسی طرح مذکور ہے ۔ لیکن روضۃ الاحباب میں کچھ زیادہ ہے ۔ وہ یہ کہ ایک روایت میں آیا ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ عورتیں آئیں ۔ اور امیر حمزہ پر آ کر گریہ کرنا شروع کردیں ۔ آپ نے نوحہ کرنے کی سختی سے نہی فرمائی ۔ اور اس کو بڑی تاکید کے ساتھ ذکر فرمایا ۔ انتہی

بندۂ مسکین اللہ تعالیٰ اس کو حق ویقین پر ثابت رکھے (یعنی مصنف شیخ عبدالحق دہلوی کہتا ہے ۔ کہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "ولکن حمزہ لا بواکی لہ" سے مقصد محض افسوس کرنا اور دکھ درد کا اظہار تھا ۔ کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت جیسا کہ معلوم ہے ۔ انتہائی غربت اور کس مپرسی کی حالت میں ہوئی ۔ اور دوسری غربت یہ کہ اُن کے پیچھے کوئی رونے والی نہیں ہے ۔ جو ان کی شہادت پر گریہ کرے

Marfat.com

اور بغیر نوحہ کے رونا ممنوع نہیں۔ اور انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضامندی کے حصول کی خاطر اور اس بارے میں مبالغہ کی وجہ سے یہ کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ عورتیں حضرت حمزہ کے گھر آئیں اور گریہ کریں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان عورتوں کی طرف سے یہ دیکھا۔ کہ انہوں نے یہ سب کچھ مجھے خوش کرنے کے لیے کیا ہے۔ اور میرا حکم فوری طور پر مانا ہے۔ تو آپ نے ان کے حق میں دعا کی ہو۔ اور یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ اس رونے نے نوحہ ممنوعہ کی صورت اختیار کر لی ہو۔ جس کی بنا پر آپ نے سخت منع فرما دیا۔ اور تیسرا احتمال یہ بھی ہے۔ کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا۔ بعد میں آپ نے اس حکم کو منسوخ فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

لمحہ فکریہ:-

"مدارج النبوت" کی مکمل عبارت بمعہ ترجمہ ہم نے پیش کر دی ہے۔ اب ذرا نجفی کے دعوے ایک مرتبہ پھر ذہن میں حاضر کریں۔

۱۔ شیخ عبد الحق صاحب مدارج النبوت کے نزدیک "مروجہ ماتم" جائز ہے۔

۲۔ مروجہ ماتم حضرت امیر حمزہ پر انصاری عورتوں نے کیا۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان عورتوں کے حق میں دعا فرمائی۔ نتیجہ یہ کہ ہم اہل تشیع مروجہ ماتم کرتے ہیں۔ تو یہ جائز اور مباح ہے بلکہ سنت ہے۔ اور ہمارے ایسا کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی دعا ہمارے شامل حال ہو گی۔ جو آپ نے انصاری عورتوں کے لیے فرمائی۔

ایک نہیں کئی طریقوں سے نجفی نے ڈنڈی ماری۔ شیخ عبد الحق صاحب صراحت فرما رہے ہیں۔ کہ "نوحہ" ممنوع و حرام ہے۔ اور نجفی ان سے جواز ثابت کر رہا ہے۔ انصاری عورتوں نے مروجہ ماتم نہیں بلکہ صرف آنسو بہا کر اور رو کر حضور نبی کریم

Marfat.com

کوئی کرنے کی کوشش کی۔ اسی پر آپ نے انہیں دعا دی۔ اہل تشیع! ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انصاری عورتوں کی طرح غم حسین مناؤ۔ اور دعائے پیغمبر کے حق دار ہو جاؤ لیکن یہ تمہاری قسمت میں کہاں؟ پھر بقول روضۃ الاحباب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انصاری عورتوں سے یہ کیفیت دیکھی۔ تو فرمایا۔ تم میرا مطلب غلط سمجھی ہو۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ امیر حمزہ بڑی کس مپرسی کی حالت میں شہید ہوئے۔ لہٰذا خبردار! ایسی حرکت آئندہ نہ ہونے پائے۔ میں تمہیں سختی سے منع کرتا ہوں۔ حضور نے تو یہ فرمایا۔ اور نجفی صاحب ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مروجہ ماتم و نوحہ پر ان عورتوں کو دعائیں دیں۔

مختصر یہ کہ شیخ عبدالحق صاحب اس روایت میں مذکور گریہ وزاری کو جائز حد تک تو درست قرار دینے کی تاویل و تفسیر کر رہے ہیں۔ لیکن ناجائز نوحہ کو بڑی شدت کے ساتھ حرام ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے نجفی صاحب اگر دیانت داری سے کام لیتے۔ تو بات بالکل ظاہر و باہر تھی۔ کہ مروجہ ماتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور انصاری عورتوں نے اول تو یہ نوحہ کیا ہی نہیں اور اگر یہی تھا۔ تو تبھی آپ نے منع فرمایا۔ لیکن اس صریح حرام کو جائز قرار دینے کے لیے اگر نجفی کو ذات پیغمبر پر الزام دھرنا پڑا۔ تو اس کی پرواہ نہ کی۔ صحابیات اور صحابہ کو استعمال کرنا پڑا۔ تو ذرا بھر شرم و حیا نہ آئی اور عبارات کے غلط مفہوم وضع کرنے پڑے۔ تو بڑی دیدہ دلیری سے ایسا کر لیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۲۴

ماتم اور صحابہ:

غلام حسین نجفی نے اپنی اس تصنیف کے ص ۸۲ تا ۸۹ تک مختلف عنوانات کے تحت درج شدہ حوالہ جات سے "مروجہ ماتم" کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور ان حوالہ جات میں بھی وہی طریقہ اور طرز استدلال اپنایا گیا ہے۔ جس کا نمونہ آپ گزشتہ عنوانات اور اس کے تحت درج شدہ حوالہ جات میں ملاحظہ فرما چکے۔ عنوانات اور حوالہ جات مختصر طور پر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ غم یعقوب علیہ السلام۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے تین اعضاء زبان، آنکھ اور دل کمزور ہو گئے۔ (تفسیر کبیر)

۲۔ غم یوسف میں کمر کا جھک جانا۔ غم یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی کمر جھک گئی۔ (خازن)

۳۔ غم یوسف میں بینائی کا ختم ہونا روح المعانی کے حوالہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی ہجر یوسف میں ختم ہو گئی۔ (روح المعانی)

۴۔ زندہ پر غم سو شہید کے برابر ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی گم شدگی پر ستر ماؤں کے صدمہ کے برابر صدمہ ہوا۔ لہذا ان کو سو شہیدوں کا ثواب ملا۔ (تفسیر در منثور)

۵۔ ابن عباس غم حسین میں روتے روتے نابینا ہو گئے۔ (تذکرة الخواص)

Marfat.com

جواب:

ان عنوانات میں سے پہلے چار عنوانات اور پھران کی تائید میں تفاسیر کا حوالہ پیش کر کے ثابت کیا گیا کہ "مروجہ ماتم"، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی کیا۔ حاشا وکلا حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذات اس الزام سے قطعاً بری ہے۔ خود قرآن گواہ ہے۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گھر آکر اپنے ابا جان سے کہا۔ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ تو آپ نے ان کو فرمایا۔ فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ الخ۔ اچھا! صبر ہر حال میں اچھا ہے۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ ہم سب کو پھر سے اکٹھا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے نکلے حروف قرآن میں ذکر کر رہا ہے جن میں انہوں نے صبر کو اپنانے کا اظہار فرمایا۔ اور نجفی ان ہی کے بارے میں "مروجہ ماتم" ثابت کر کے بے صبرا ثابت کر رہا ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے تین اعضاء

(آنکھ، زبان، دل) کا کمزور پڑ جانا کس وجہ سے ہوا۔ خود نجفی بھی مقر ہے۔ کہ اس کی وجہ حضرت یوسف علیہ السلام کا غم تھا۔ غم یوسف کہاں اور سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنا کہاں؟ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے تینوں اعضاء "مروجہ ماتم" کرنے کی وجہ سے متاثر ہوئے تھے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ دلی صدمہ تھا۔ اور جدائی یوسف کی پریشانی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کے اعضاء شریفہ متاثر ہوئے۔ اگر "مروجہ ماتم" سے ایسا ہوتا۔ تو سینہ کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ پشت پر سے کھال اتر جاتی اور سر سے بال کافور ہو جاتے "مروجہ ماتم" کا آنکھ، زبان اور دل سے کیا تعلق؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صابرانہ شان بیان فرمائی۔ اور اس کے ساتھ ایک بات اور ذکر کی جس میں نجفی صاحب کا من پسند لفظ بھی تھا معلوم نہیں اس پر نظر نہیں پڑی۔ یا اپنے حق میں وہ فٹ نہ آتا تھا۔ اس لیے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ یہ ہے

Marfat.com

کہ جب شام ڈھلے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی گھر لوٹے۔ اور یوسف علیہ السلام کو اپنے منصوبہ کے تحت راستہ سے ہٹا چکے ۔ تو ان کا گھر میں داخل ہونا اس کیفیت میں تھا۔ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ۔ وہ رات ڈھلے روتے کرلاتے اپنے والد کے پاس آئے۔ یعنی وہ کہہ رہے تھے۔ ہائے! ابا جان۔ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ اس میں لفظ "بکاء" موجود ہے۔ اور ہو سکتا تھا۔ کہ اس سے نجفی کا مقصد پورا ہو جاتا۔ لیکن پھر مصیبت یہ ہوتی کہ ان بھائیوں نے خود ہی تو یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا تھا۔ خود ہی کھوٹے پیسے کے عوض بیچ کر گھر آئے تھے۔ اور اب خود ہی ان پر بکاء کر رہے ہیں۔ کہیں اس سے شیعہ مسلک کی حقیقت عیاں نہ ہو جاتی کہ خود ہی امام عالی مقام کو کوفہ بلایا۔ خود ہی ان کے نمائندے مسلم بن عقیل کی بیعت کی۔ اور پھر خود شہید کر کے دنیا کے سامنے رونا کرلانا شروع کر دیا۔ اور غم حسین میں نڈھال ہو کر "محبت حسین" کا اظہار کرنے لگے۔ تو جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف کے بھائیوں سے فرمایا تھا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا۔ بھیڑیئے نے نہیں کھایا بلکہ تمہاری مشترکہ سازش ہے۔ اسی طرح ان "محبان حسین" اور "عاشقان اہل بیت" کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی ان کی گریہ وزاری دیکھ کر فرمایا تھا۔ خود ہی شہید کیا۔ اور پھر خود ہی رو رہے ہو۔ جاؤ رونا تمہاری قسمت میں ہو جائے۔ یہ وجہ تھی کہ واقعہ یوسف میں لفظ "بکاء" والی آیت سے استدلال نہ کیا۔

تفسیر درمنثور کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے زندہ بیٹے کے غم میں صدمہ اٹھایا۔ اور اس سے سو شہید کا ثواب پایا۔ آخر یہ "صدمہ" ہے دلی افسوس ہے۔ اور پریشانی ہے لیکن مروجہ ماتم کی کیفیت یہی ہے۔ سینہ پر ہاتھ مارتے وقت "تھپ تھپ" کی آواز، پشت پر زنجیریں پڑنے کی جھنکار اور خون شلوار سے نکل کر ٹخنوں تک پھیل جانا۔ کیا وہ "صدمہ" کہلاتا ہے۔ اور پھر یہ عجیب

Marfat.com

صدمہ ہے۔ جو سال میں ایک آدھ مرتبہ عرش اُٹھاتا ہے۔ اُس کے بعد امام زمان کی شہادت زمان کی تعلیمات۔ سب کی رخصتی۔ سبحان اللہ! بڑا سستا نسخہ ہے سو شہیدوں کے ثواب حاصل کرنے کا۔ جس ماں کا ایک بچہ مر جائے۔ اُسے عمر بھر چین نہیں آتا۔ جس کے ستر فوت ہو جائیں۔ اس کی کیا کیفیت ہو گی؟ اگر واقعی اہل تشیع کو امام عالی مقام کی شہادت کا صدمہ ہوتا۔ تو ان میں سے کسی کی کمر سیدھی نہ رہتی۔ کسی کی زبان گویا نہ ہوتی۔ کسی کی آنکھ بینا نہ ہوتی۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اتنا علم تھا۔ کہ ایک دن یوسف سے پھر ملاقات ہو گی۔ اور ہوئی۔ لیکن شیعہ لوگوں کو تو یقین ہے۔ کہ امام عالی مقام سے اب ملاقات دنیا میں قطعاً نہیں ہو گی۔ پھر ان کا غم یعقوب علیہ السلام کے غم سے سخت ہوا۔ جب تھوڑے غم نے وہ کام کیا۔ تو بڑے غم سے اس سے بڑے کام کی توقع تھی لیکن اس چھوٹے غم کا عشر عشیر بھی نہیں۔

آخری عنوان اور حوالہ "تذکرۃ الخواص" سے پیش کیا گیا۔ پہلی گزارش یہ ہے۔ کہ یہ کتاب ایک رافضی شیعی کی ہے۔ وہ بھی آخر "ماتی" ہونے کے ناطے سے "مروجہ ماتم" کا قائل تھا۔ اس نے بھی اس نجفی کی طرح اِدھر اُدھر کی ہانکی ہوں گی۔ اس لیے اس کا حوالہ نجفی کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔ اور اس سے اُس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ خوش ہو کر دو نعرہ حیدری، تو لگا سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے لیے اُس کی تحریر قطعاً حجت نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی ختم ہو جانا بوجہ صدمہ اور رونے کے تھی۔ جس طرح حضرت یعقوب کی بینائی ختم ہوئی تھی۔ مروجہ ماتم نہ حضرت یعقوب نے کیا۔ اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے ایسا ہونا متصور۔ امید ہے کہ نجفی کی ان عنوانات اور ان کے تحت مندرجہ حوالہ جات سے دھوکہ دہی اور فریب کاری ناظرین پر عیاں ہو گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

نوٹ:

"ماتم اور صحابہ" کے ص ۸۹ پر ایک اعتراض و جواب منقول ہے۔ چونکہ اس میں توہین اہل بیت تھی۔ اس لیے اُس کا جواب دینا کوئی ضروری نہ سمجھا۔ بخاری شریف کے باب الغسل یا کتاب الصوم سے ایک حدیث ذکر کی گئی۔ کہ روزے کی حالت میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا۔ اس کے ذکر کرنے کے بعد نجفی نے خبث باطنی سے خوب گل کھلائے۔ اور توہین آمیز باتیں درج کیں۔ ہم اس کے متعلق صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں۔ کہ اگر ایسا واقعہ نہ ہوتا۔ تو امت ایک شرعی مسئلہ سے قیامت تک کے لیے محروم رہتی۔ لہٰذا ان کا یہ احسان ہے۔ کہ ہمیں ان کی وساطت سے ایک حکم شرعی مل گیا۔ دوسرا اس واقعہ سے زوجین کے درمیان اُس محبت فطری کا اظہار ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک نعمت اور احسان فرمایا۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً۔ اس اللہ نے تم میاں بیوی کے درمیان مودت اور رحمت قائم فرما دی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو اعتراض بنا کر پیش کرنا کج باطنی اور جہالت کا آئینہ دار ہے۔ اگر زوجین کا یہ عمل قابلِ اعتراض ہے۔ تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو گدھے پر بٹھا کر مدینہ کے ایک ایک گھر کے سامنے پھرانا کون سی اچھائی ہے۔ جو تمہارے اکابر نے ان کے بارے میں لکھی۔ احتجاج طبرسی اور بیت الاحزان کو تو ذرا کھولو۔ اگر یہی تحریر ہے۔ تو بتلاؤ۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت کی یہ کیفیت (جو تم نے ان کی طرف منسوب کی) قابلِ اعتراض نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ "محبت" کے نام سے تم عداوت کو پروان چڑھاتے ہو۔ اور حضرات انبیاء کرام صحابہ، اہل بیت اور ائمہ حضرات کو دنیا کے سامنے بدنام کرنے کی یہودی سازش کے ہم نوا اور ہم خیال ہو۔ عبداللہ بن سبا کی روحانی اولاد سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔

*

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۲۵

حرمت ماتم پر کوئی آیت موجود نہیں

ماتم اور صحابہ:

ماتم ہو یا گریہ زنجیر زنی ہو یا سر میں خاک ڈالنا ان سے مقصد امام مظلوم کی شہادت کی یاد تازہ کرنا ہے۔ تاکہ امام عالی مقام محسن اعظم شہید انسانیت نیر دین معراج الہدیٰ، سفینۃ النجاۃ جانشینِ رسول جگر گوشۂ بتول، راکبِ دوش رسول مخدوم ملائکہ، سید شباب اہل الجنۃ ابی عبداللہ حسین بن علی علیہ السلام آلاف التحیہ والثناء روحی وارواح العالمین لہ الفداء کی شہادت کو دنیا فراموش نہ کرے۔ اور حسین علیہ السلام کی شہادت در اصل نبی کریم کی شہادت ہے۔ دو یکھئے سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز) اور نبی کی شہادت کی یاد منانا کسی شریعت میں حرام نہیں ہے۔ حرمت ماتم پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ کہ دکھاؤ کہاں لکھا ہے۔ جواباً عرض ہے۔ کہ آپ حرمت ماتم کے مدعی ہیں۔ اور دلیل دعوای مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ چودہ سو سال گزر گئے۔ ماتم حسین کی حرمت پر آپ نے کتنی آیات پیش فرمائیں۔ کہ جن کی دلالت مطابقی یا تضمنی یا التزامی ماتم حسین کی حرمت پر ہے۔ ماتم حسین کی حرمت پر ایک آیت بھی نہ آپ کے بزرگ پیش کر سکے۔ اور نہ آپ کی نسلیں پیش کر سکیں گی۔ ہم امام حسین علیہ السلام اور ان کے متعلقین پر ماتم کرتے ہیں۔ اور قاضی و قاری صاحب کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ کوئی آیت قرآن سے دکھاؤ۔ کہ جس میں لفظ ماتم ہو۔ اور لفظ حسین ہو۔ اور پھر

Marfat.com

اس میں ماتم حسین علیہ السلام پر حرمت کا حکم ہو۔ لفظ حرمت کا قرآن سے دکھانا ضروری ہے.....

ماتم حسین حدیث کی روشنی میں۔ اگر قرآن پاک سے ماتم حسین کی حرمت آپ نہیں دکھا سکتے۔ تو آیئے حدیث کے میدان میں اور اگر آپ حدیث بخاری یا دیگر صحاح ستہ سے پیش کریں تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ آپ کی کتب حدیث ہم صرف الزامی جواب کے لیے رکھتے ہیں ورنہ ہمارے نزدیک وہ کتب معتبر نہیں اور ہمارے لیے وہ حجت نہیں۔ آپ کے مذہب کی کتابیں آپ ہی کو مبارک اگر حرمت ماتم حسین پر آپ کوئی حدیث اہل تشیع کی کتاب سے پیش کریں تو وہ حدیث کہ جس میں لفظ حسین ہو اور لفظ حرمت ہو۔ اور ماتم حسین پر ہمارے کسی امام نے حرمت کا حکم لگایا ہو۔ تو لاؤ۔ لیکن چار یاری مذہب کا کوئی عالم بھی آج تک ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکا۔ تو جب ہمارے ائمہ میں سے کسی نے ماتم حسین کو حرام نہیں فرمایا۔ تو پھر ماتم ہمارے لیے جائز ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ سینہ ہم پیٹتے ہیں اور جگر دشمنِ اہلِ بیت ملاؤں کا دکھتا ہے۔ آخر کیوں؟ شائد اس لیے کہ ہمارے ماتم سے حسین مظلوم کی مظلومیت کا اعلان ہوتا ہے۔ جو ان کو گوارا نہیں۔ (ماتم اور صحابہ ص ۹۱ تا ۹۲)

جواب: نجفی شیعی نے درج بالا عبارت میں ادھر اُدھر کی بہت سی باتیں ہانکی ہیں۔ اگرچہ کم علم یا جاہل ان باتوں سے متاثر ہو سکتا ہوگا لیکن میدان تحقیق میں ان کی حیثیت پرِ کاہ کی بھی نہیں۔ بہر حال اس لمبی چوڑی عبارت سے جو ہم نے نتیجہ اخذ کیا۔ وہ درج ذیل سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر ان کے جوابات مذکور ہوں گے۔

۱۔ امام حسین کی شہادت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے۔ اور شہادتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منانا کسی شریعت میں حرام نہیں ہے۔

۲۔ چودہ سو سال ہو گئے۔ کوئی سنی آج تک ایسی ایک آیت بھی پیش نہ کر سکا۔ جس میں ماتم حسین کی حرمت مطابقۃً ضمناً یا التزاماً ہو۔ لہذا اب بھی چیلنج ہے۔ کہ کوئی ایک آیت جس میں لفظِ ماتم، حسین اور پھر امام حسین پر ماتم کے حرام ہونے

Marfat.com

کا ذکر ہو تو پیش کرو۔

۳۔ اگر ہماری کسی کتاب سے ان الفاظ میں حرمت دکھاؤ۔ کہ "امام حسین کی شہادت پر ماتم کرنا حرام ہے"۔ تو اس کے راوی امام کا ذکر ہونا چاہیئے۔ ورنہ امام عالی مقام کی مظلومیت پر ہمارا ماتم کرنا تمہیں کیوں دکھ دیتا ہے؟

تو اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ

شہادتِ حسین اگر شہادتِ رسول کی فرع مانتے ہو تو رسول کا ماتم کیوں نہیں کرتے؟

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہمارے درمیان اختلاف یہ ہے۔ کہ مروجہ ماتم (جس پر سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنا شامل ہیں) جائز ہے یا نہیں۔ یہاں یہ بحث نہیں۔ کہ یوم شہادت منانا درست ہے یا غلط۔ امام عالی مقام کی شہادت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت تھی۔ اس حد تک درست ہے۔ اور شہادت رسول منانا کسی شریعت میں حرام نہ ہونا یہ بھی تسلیم ہے۔ لیکن یاد منانے سے سینہ کوبی اور زنجیر زنی، ثابت کرنا کس درجہ کی حماقت ہے۔ جو نجفی برت رہا ہے۔ ہم اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر ہزاروں لاکھوں جگہوں پر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل منعقد کرتے ہیں۔ امام عالی مقام کے ایام شہادت میں اسی طرح طرح جگہ جلسے اور محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔ جن میں آپ کے فضائل و محاسن کا بیان ہوتا ہے۔ اور ظالموں کے ظلم کے تذکرے ہوتے ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے۔ لیکن سینہ کوبی وغیرہ تذکرۂ شہادت کے درمیان کہاں اور کدھر سے آگیا۔؟

Marfat.com

اسی ضمن میں ایک بات قابلِ ذکر بھی ہے۔ کہ جب شیعہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ امام عالی مقام کی شہادت اور اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور تذکرہ کا نائب ہے۔ یا وہ اصل اور یہ اس کی فرع ہے۔ تو اصل کی شہادت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایامِ ولادت اور ایامِ انتقال پر مروجہ ماتم، کیوں مفقود ہے؟ اصل کو چھوڑ کر فرع کے ساتھ یہ رویہ اپنانا آخر اس کی کوئی وجہ کوئی دلیل اور کوئی سبب تو ہونا چاہیے۔ اس کی وضاحت نجفی اور اس کے ساتھیوں پر ہمارا قرض ہے۔

جوابِ دوم:

(ردِ ماتم پر قرآن سے آیت)

نجفی شیعی نے اس مقام پر بڑے پرفریب انداز میں لکھا ہے۔ کہ کوئی سنی آج تک ایک آیت بھی ماتم حسین کی حرمت پر پیش نہ کر سکا نہ ہے۔ عدہ کر سکے گا ہماری عرفی مچلو علی سبیل التنزیل ایسا نہیں۔ تو پھر تم ہی اس کے ثبوت کے لیے کوئی ایک آیت پیش کر دو۔ جس میں لفظ ماتم ہو۔ لفظ حسین ہو۔ اور حسین پر ماتم کرنے کی اجازت ہو۔ (رضی اللہ عنہ)

اس جعلی حجۃ الاسلام نے کاش صرف و منطق کی ابتدائی کتب کا ہی اگر مطالعہ کیا ہوتا۔ یا ان میں بیان شدہ اصول یاد ہوتے۔ تو یہ انوکھا اور انہونا مطالبہ ہرگز نہ کرتا۔ جملہ خبریہ کیلئے موضوع و محمول کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک موضوع ہی موجود نہ ہو۔ تو محمول کو کس پر حمل کریں گے۔ اور کون اس کی خبر بنے گا۔ لہٰذا نجفی شیعی کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ کہ پورے قرآن کریم میں موضوع (یعنی ماتم حسین رضی اللہ عنہ) دکھا دو۔ تو جہاں تم۔ نام حسین دکھاؤ گے۔ اس کے ساتھ میں وہ ماتم حسین کی حرمت" بھی دکھا دوں گا۔ لہٰذا جب لفظ حسین ہی سرے سے قرآن کریم میں نہیں۔ تو ان پر کیے گئے ماتم کی حرمت کا ثبوت طلب کرنا حماقت اور فریب نہیں تو اور کیا ہوگا۔

Marfat.com

باقی رہی یہ بات کہ قرآن کریم میں کی کسی آیت سے دلالت کے کسی طریقہ سے بھی حرمت ماتم ثابت نہیں ہے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اے اہل تشیع! سینہ کوبی، زنجیر مارنا اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ افعال تمہارے ہاں کیا نام رکھتے ہیں۔ یعنی ان مجموعی افعال کو کس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیا اس کو تمہارے ہاں تمہاری اصطلاح میں "ماتم" نہیں کہا جاتا۔ ہاں! یقیناً اہل تشیع کی اصطلاح میں "ماتم" انہی افعال کا مجموعی نام ہے۔ اور اسی کے متعلق ان کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے۔ آئیے ذرا قرآن کریم میں عمومی دلالت کے اعتبار سے دیکھیں۔ کہ اس کے عدم جواز پر کوئی آیت دلالت کرتی ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ الخ معروف بات میں اگر عورتیں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔ تو ان کی بیعت لو۔ آیت مذکورہ کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ جسے کتب اہل تشیع نے بھی ذکر کیا ہے۔

حیات القلوب

کلینی و علی بن ابراہیم بسندہائے معتبر از صادق روایت کردہ اند کہ حضرت رسول در روز فتح مکہ در مسجد نشست۔ و با مرداں بیعت کرد تا وقت نماز ظہر شد و نماز کرد۔ و باز بیعت گرفت تا وقت نماز عصر پس بعد از نماز نشست برائے بیعت زنان و حق تعالیٰ ایں آیات را فرستاد۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ یعنی اے پیغمبر بزرگوار ہرگاہ آیند بسوئے تو زنان مومنہ

Marfat.com

کہ بیعت کنند باتو برآنکہ شریک نگردانند باخدا چیزے را۔ دزدی نکنند و زنا نکنند و نکشند اولاد خود را فیا و رند بہتانیکہ افترا کنند میاں دست ہا و پا ہا خود یعنی فرزند دیگر را بشوہر خود ملحق نکنند و نافرمانی تو نکنند در ہر امر نیکی کہ بایشاں بفرمائی پس بیعت کن بایشاں و طلب آمرزش کن از برائے ایشاں از خدا بدرستیکہ خدا آمر زندہ و مہربانست۔

چوں ایں آیت حضرت برایشاں ...... وام حکیم دختر حارث بن ہشام کہ زن عکرمہ پسر ابوجہل بود گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آں کدام معروفست کہ خدا گفتہ است کہ ما معصیت تو در آں نکنیم حضرت فرمود کہ در مصیبت ہا طمانچہ بر روئے خود مزنید و روئے خود را مخراشید و موئے خود را مکنید و گریبانِ خود را چاک مکنید و جامۂ خود را سیاہ مکنید و واویلا مکنید۔ پس برایں شرطہا حضرت بایشاں بیعت کرد۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۸۲۱، ۸۲۲ باب چہل و سوم در بیان فتح مکہ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

کلینی اور علی بن ابراہیم نے بسندہائے معتبرہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ظہر کے وقت تک مردوں کی بیعت فرماتے رہے پھر نماز ظہر ادا کی۔ اور اس کے بعد نماز عصر تک مردوں کی بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ نماز عصر کے بعد آپ عورتوں کی بیعت کے لیے تشریف فرما ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ یاایھا النبی اذا جاءک المؤمنات الخ اے نبی محترم! جب آپ کے پاس

Marfat.com

مومن عورتیں حاضر ہوں۔ اور ان شرائط پر پورا اترنے کا وعدہ کرکے آپ کی بیعت چاہیں۔ تو اُن کو بیعت میں لے لیں۔ شرائط یہ ہیں۔ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی۔ چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان تراشیں گی جو انہوں نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بطور افتراء گھڑا ہوگا۔ یعنی کسی دوسرے کے بچے کو اپنے خاوند کے ساتھ نہیں ملائیں گی۔ اور آپ کی نیکی کے کام میں مخالفت نہیں کریں گی۔ بیعت کر لینے کے بعد ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر عورتوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو ام حکیم دختر حارث بن ہشام جو عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی تھی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی نیکی ہے۔ جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی۔ اور ہمیں اس کی نافرمانی سے منع کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ یہ ہے۔ کہ مصیبتوں کے وقت اپنے مونہوں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے چہروں کو مت خراشو اپنے بالوں کو مت اکھیڑو، اپنے گریبان چاک مت کرو، اپنے کپڑوں کو سیاہ نہ کرو۔ اور واویلا مت کرو۔ ان شرائط پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کی بیعت لے لی۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَ لَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ،، قَالَ الْمَعْرُوْفُ اَنْ لَّا یَشْقُقْنَ

Marfat.com

جَيْبًا وَلَا يَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا يَدْعُوْنَ وَيْلًا وَلَا يَتَخَلَّفْنَ عِنْدَ قَبْرٍ وَلَا يُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَلَا يَنْشُرْنَ شَعْرًا عَنْ مُحَمَّد بن يحيٰى عن سلمة بن الخطاب عن سليمان بن سماعة الخزاعى عن على بن اسماعيل عن عمرو بن ابى المقدام قَالَ سَمِعْتُ اَبَاجَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ تَدْرُوْنَ مَاقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ؟ قُلْتُ لَا. قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اِذَا اَنَامِتُّ فَلَا تَخْمِشِىْ عَلَىَّ وَجْهًا وَلَا تَنْشُرِىْ عَلَىَّ شَعْرًا. وَلَا تُنَادِىْ بِالْوَيْلِ وَلَا تُقِيْمِىْ عَلَىَّ نَائِحَةً قَالَ هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِىْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.

(فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح ص ۵۲۷
باب صفت مبایعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ایک شخص نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ولا یعصینك فی معروف کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے جواباً فرمایا معروف یہ ہے۔ کہ عورتیں گریبان نہ پھاڑیں، رخسار نہ پیٹیں، واویلا نہ کریں۔ اور قبر کے نزدیک غیر شرعی بات نہ کریں۔ اور نہ ہی اپنے کپڑے سیاہ کریں۔ اور بال بکھیرے رکھیں (یعنی یہ سب کچھ بوقت مصیبت نہ کریں) عمرو بن ابی المقدام کہتا ہے۔ کہ میں نے امام ابو جعفر علیہ السلام سے سنا۔ انہوں نے فرمایا۔ کیا تم

Marfat.com

جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "ولا یعصینک فی معروف" کا کیا مطلب ہے۔؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں فرمانے لگے۔ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ دیکھو بیٹی! جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو مجھ پر از روئے غم اپنا چہرہ نہ زخمی کرنا، اور نہ ہی سر کے بال بکھیر کر مجھ پر غم کا اظہار کرنا، اور واویلا بھی نہ کرنا اور نہ ہی نوحہ کرنے والیاں بلانا۔ (تاکہ وہ مل کر نوحہ کریں) پھر فرمایا۔ یہی وہ معروف ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے "و لا یعصینک فی معروف" میں تذکرہ فرمایا۔

لمحۂ فکریہ:

نجفی نے بڑے اعتماد اور دعویٰ کے ساتھ تحریر کیا تھا۔ کہ قرآن کریم میں مطابقی تضمنی یا التزامی دلالت کے کسی طریقہ پر بھی ماتم کی حرمت آج تک کوئی شئی نہیں دکھا سکا ہم نے اس ضمن میں و لا یعصینک فی معروف قرآنی آیت کے جملہ کے تحت اپنی نہیں ان کے ائمہ کی تفسیر پیش کی۔ ائمہ اہل بیت میں سے امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما دونوں نے اس آیت کے حصہ سے جو تفسیر سمجھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تک پہنچی۔ وہ یہی کہ بوقت غم (کسی کے انتقال پر) گریبان چاک کرنا، مُنہ پر طمانچہ مارنا۔ واویلا کرنا اور نوحہ کرنا ایسے افعال ہیں۔ جن کا ارتکاب دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف میں نافرمانی کرنا ہے۔ کیا مروجہ ماتم اس کے علاوہ کوئی اور شئے ہے؟ اگر انہی بلکہ ان سے زائد امور قبیحہ پر مشتمل ہے۔ تو پھر ان کی حرمت قرآن کریم میں موجود ہے مطابقی، تضمنی یا التزامی کسی طور پر اس کا احتمال نہ ہوتا۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے ضمن میں ان امور کا تذکرہ کیوں فرما رہے ہیں۔ ام حکیم کے سوال اور اس کے

Marfat.com

جواب میں آپ کا یہ امور ارشاد فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ آیت کریمہ میں ان افعال کی حرمت موجود ہے۔ سوال کرنے والی بھی اسی آیت کے متعلق وضاحت طلب کر رہی ہیں۔ اور جواب میں اسی آیت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں۔

اسی طرح امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں وہی کچھ ارشاد فرمایا۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حکیم کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔ پھر امام باقر رضی اللہ عنہ نے از خود اس کی تفسیر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول شریف نقل کیا۔ جو آپ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے افعال مذکورہ سمجھے، امام باقر نے حضور سے انہی افعال کی روایت کی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وہی تفسیر فرمائی۔ تو اب اگر نجفی کو قرآن کریم میں ماتم کی حرمت نظر نہ آئی۔ یا بقول اس کے کسی نے آج تک نہ دکھائی۔ تو یہ دونوں عذر اب ختم ہو گئے۔ لہٰذا اگر اس کے برادری والے حق کی تلاش چاہتے ہیں۔ تو حق آگیا۔ اور باطل و فراڈ بھاگ گیا۔

اس سے نجفی کی اس عبارت کی تردید بھی ہو گئی۔ کہ قرآن کریم یا احادیث اہل تشیع میں کوئی ایک ثبوت دکھا دو۔ جس میں نام حسین، حرمت ماتم اور امام حسین پر ماتم کرنا حرام لکھا ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کے احکامات کسی ایک فرد کے لیے مخصوص نہیں ہوتے (ماسوائے چند احکامات کے) بلکہ اس میں قیامت تک کے لیے انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ لہٰذا اس جامعیت کے پیش نظر احکامات کو مطلقاً ذکر کیا گیا۔ یا عام انداز اختیار کیا گیا۔ پھر وہ جس پر منطبق ہو۔ اسی پر وہ حکم صادر ہو گا۔ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے ہیں۔ زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے ہیں۔ بقول نجفی کوئی چور اور زانی کہہ سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں میرا نام بتاؤ۔ کہاں ہے۔ میرا نام اور پھر اس کے ساتھ ہاتھ کاٹنے یا کوڑوں کی سزا کہاں ہے؟ تو کیا اس طرح وہ سزا سے بچ جائے گا۔ قطعاً نہیں۔ یا یزید کے چاہنے والے کہتے ہیں۔ تم یزید پر لعنت بھیجتے ہو۔ بتلاؤ قرآن کریم میں یزید کا کہیں نام اور پھر اس پر لعنت کی اجازت مذکور ہے؟

Marfat.com

قانون یہ ہے۔ کہ کسی حکم عام کو خاص کرنے کے لیے اس کے خصوص کی دلیل ضرور ہونی چاہیئے۔ ہر مرنے والے پر گریبان چاک کرنا، واویلا کرنا کپڑے پھاڑنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ افعال از روئے آیت "ولا یعصینک فی معروف" حرام ہیں۔ تم اگر ان افعال کو امام عالی مقام کے لیے جائز سمجھتے ہو۔ تو اس عام حکم کے تحت انہیں داخل نہیں سمجھا گیا۔ لہٰذا کوئی دلیل اور تخصیص کی وجہ پیش کرنا تمہارا کام ہے۔ یعنی یہ ثابت کیا جائے۔ کہ امام عالی مقام کی شہادت کے غم میں سینہ کوبی وغیرہ افعال خود حضورؐ نے یا اہل بیت کسی امام نے ان کی صراحت کی ہو۔ کہ یہ اس آیت کے عموم سے خارج ہیں ۔اگر کوئی ایک حوالہ پیش کر دو۔ تو بیس ہزار روپے نقد انعام ملیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نجفی نے اپنی جہالت اور بے وقوفی سے جاہل لوگوں کو بے وقوف بنا کر اپنا مقصد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اہل علم اس کے اس مکر و فریب اور دھوکہ دہی سے بخوبی آشنا ہیں۔ اور ہم نے اس کی فریب کاری اور دھوکہ دہی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام بھی نجفی کی اس مکاری و ہوشیاری سے مطلع ہو چکے ہوں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۲۶

ماتم اور صحابہ:

ثانیاً عرض یہ ہے کہ ہم کتب اربعہ یا کوئی اور کتاب اہل تشیع کی، اس کی ہر ہر حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہر ہر حدیث کو علم رجال کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔ اس حدیث کے راوی دیکھتے ہیں، صحت، سند روایات کے بعد اس حدیث کی دلالت دیکھتے ہیں۔ اس کا منطوق اور مفہوم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ عام ہے یا خاص، مطلق ہے یا مقید، مجمل ہے یا مبین اور پھر دیکھتے ہیں۔ کہ اس کا کوئی معارض تو نہیں اگر معارض ہو تو تعادل اور تراجیح کے باب پاس کرلے جاتے ہیں۔ حدیث کئی مراحل کے گزرنے کے بعد قابل عمل ہوتی ہے۔

پہلے تو عمومات کا حال از روئے سند دیکھ لیجئے۔ فروع کافی کی وہ روایات کہ جس میں جزع کا معنی بتایا گیا ہے۔ اور اس کے الفاظ کی نسبت امام کی طرف ہے۔ یہ نسبت ثابت نہیں۔ کیونکہ اس کا راوی سہل ابن زیاد ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ شیعہ مذہب کی کتب رجال دیکھ لیں۔ خصال والی وہ روایت جس میں ران پیٹنے کا ذکر ہے اس کا راوی بکر بن عبداللہ واقفی ہے۔ اسی روایت کا راوی فروع کافی میں سہل بن زیاد ہے۔ جو ضعیف ہے۔ فروع کافی کی وہ روایت جس میں گریہ کا ذکر ہے اس کا راوی جراح مدائنی ہے جو مجہول ہے۔ برہان والی روایت کا راوی سلمہ بن خطاب ہے۔ جو ضعیف ہے۔ فروع کافی کی وہ روایت جس میں ران کا ذکر ہے اس کا راوی سکونی ہے۔ جو ضعیف ہے۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ ضعیف روایات کے سہارے امام مظلوم کا ماتم پند نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح اس کی حرمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگر شیعہ مجتہدین کے نزدیک کوئی صحیح السند روایت آپ کو مل سکے۔ تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خدمتِ دین کے اور بہت سے موارد ہیں۔ خواہ مخواہ ماتم مظلوم کی حرمت ثابت کرنے کی سعی لاحاصل سے باز رہیں۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۹۳، ۹۴)

جواب:

نجفی کے بیان کے مطابق کسی حدیث و روایت کی تصدیق و تکذیب بعض شرائط پر منحصر ہے۔ اس سے کس کو انکار ہے۔ میرا خیال ہے۔ پوری کتاب میں صرف یہ ایک بات عالمانہ کہی گئی۔ اور درست کہی گئی۔ رہا یہ معاملہ کہ فروع کافی وغیرہ کتب اہل تشیع سے حرمتِ جزع اور مروجہ ماتم وغیرہ کے حرام ہونے کی روایات جن کے راوی سہل ابن زیاد عبداللہ واقفی، جراح مدائنی، سلمہ بن خطاب اور سکونی ضعیف راوی ہیں۔ لہٰذا ان کی روایات قابلِ استدلال و حجت نہیں۔ اس سے نجفی ناظرین کو یہ باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ سنی علماء ہمارے خلاف ہماری کتب سے ایسی احادیث و روایات کا سہارا لیتے ہیں جو ضعیف راویوں سے مروی ہیں۔ اس کے برعکس ان اہل سنت کے پاس کوئی صحیح مرفوع اور مسند روایت نہیں جو ان امور کی حرمت پر دلالت کرے۔ اس مقام پر گزارش ہے۔ کہ جن راویوں کے نام سے کر انہیں ضعیف کہا گیا انہی کے متعلق اہل تشیع کی کتب فن رجال سے ہم ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ راوی ضعیف نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں ضعیف بنا دیا گیا۔ اور وہ بھی اس لیے کہ اس حربے اور فریب کے علاوہ اپنی جان چھڑانے کا نجفی کے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ دل تھام کر ان راویوں کے بارے میں اپنی کتب سے حوالہ جات دیکھیں۔

Marfat.com

حرمتِ جزع والی روایت کا راوی "سہل بن زیاد" ثقہ ہے۔

تنقیح المقال:

سھل بن زیاد الادمی الرازی ابو سعید.........

إِنَّهُ ثِقَةٌ وَهُوَ الَّذِي سَمِعْتَهُ مِنَ الشَّيْخِ فِي بَابِ أَصْحَابِ الْهَادِي مِنْ رِجَالِهِ الْمُتَأَخِّرِ عَنِ الْفِهْرِسْتِ تَصْنِيفٌ وَكَأَنَّهُ فِي بَدْءِ أَمْرِهِ كَانَ يَذْهَبُ مَذْهَبَ الْمَشْهُورِ ثُمَّ بَانَتْ لَهُ وَثَاقَتُهُ وَتَبِعَهُ فِي ذَالِكَ جَمْعٌ فَفِي مَرْضِعٍ مِنَ التَّحْرِيمِ مَا لَفْظُهُ وَقَدْ عَرَفْتَ حَالَ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ وَإِنَّ الْأَقْوَى تَوْثِيقُهُ وَفِي مَوْضِعٍ آخَرَ مِنْهُ وَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ وَإِنْ ضَعَّفَ بَعْضُهُمْ سَهْلَ بْنَ زِيَادٍ۔

(تنقیح المقال مصنفہ علامہ مامقانی جلد دوم ص ۷۵ باب سھل من ابواب السین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابو سعید سہل بن زیاد ادمی رازی...... ثقہ ہے۔ یہ وہی راوی ہے کہ جس کے متعلق میں نے شیخ طوسی کی کتاب "رجال" جو شیخ کی کتاب "فہرست" کے بعد کی تصنیف ہے۔ میں پڑھا ہے۔ گویا کہ وہ شیخ

شروع میں سہل بن زیاد کے بارے میں مذہب مشہور (ضعیف راوی ہونا) رکھتا تھا۔ پھر جب شیخ کو اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ سہل بن زیاد ثقہ راوی ہے۔ اس مسئلہ میں ایک جماعت نے شیخ کی اتباع کی کتاب "التحریر" میں مذکور ہے۔ کہ تم نے سہل بن زیاد کا حال معلوم کر لیا۔ وہ ثقہ راوی ہے۔ ایک اور مقام پر تحریر ہے۔ کہ اس کی روایت صحیح ہے۔ اگرچہ بعض نے سہل بن زیاد کو ضعیف کہا ہے۔

گریہ کی حرمت کا راوی "جراح مدائنی" ثقہ ہے

تنقیح المقال:

جراح المدائنی......... وَيُنَافِيهِ نَقْلُ الْوَحِيدِ عَنْهُ عَدَّهُ فِي الْمَمْدُوحِ حِينَ قُلْتُ وَلَعَلَّهُ فِي غَيْرِ الْوَجِيزَةِ قَالَ الْوَحِيدُ وَلَعَلَّهُ يَعْنِي عَدَّهُ مَمْدُوحًا لِاَنَّ لِلصَّدُوقِ طَرِيقًا اِلَيْهِ وَلَعَلَّهُ كَثِيرَ الرِّوَايَةِ وَرِوَايَاتُهُ مُتَعَلَّقَاتٌ بِالْقَبُولِ وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُ النَّجَاشِيِّ يَرْوِيهِ عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ النَّضْرُ بْنُ سُوَيْدٍ انتهى۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رِوَايَةَ النَّضْرِ وَمَنْ مَاثَلَهُ مِمَّنْ قِيلَ فِي حَقِّهِ صَحِيحُ الْحَدِيثِ مِنْ اَمَارَاتِ الْوِثَاقَةِ وَاَقُوْلُ اِنَّ عَدَّ رِوَايَاتِ الرَّجُلِ مِنَ الْحِسَانِ غَيْرُ

Marfat.com

بَعِيدٌ لِاَنَّ عَدَمَ تَعَرُّضِ النَّجَاشِي لِمَذْهَبِهِ يَكْشِفُ عَنْ كَوْنِهِ إِمَامِيًّا كَمَا أَوْضَحْنَاهُ فِي مُقَدِّمَاتِ الْكِتَابِ وَمَجْمُوعُ مَا ذَكَرَ يَكْفِي فِي إِدْرَاجِهِ فِي الْحِسَانِ فَتَدَبَّرْ جَيِّدًا وَقَدْ نُقِلَ فِي جَامِعِ الرُّوَاةِ رِوَايَةُ الْقَاسِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْهُ۔

(تنقیح المقال جلد اوّل ص ۲۰۹ باب الجیم
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جراح المدائنی .... اور اس (جو کچھ وجیزہ کتاب میں جراح مدائنی کا ضعیف ہونا لکھا ہے) کے منافی ہے۔ نقل کرنا وحید کا صاحب وجیزہ سے جراح مدائنی کا ممدوحین میں شمار کرنا۔ میں (عبداللہ مامقانی) کہتا ہوں۔ شائد وحید نے صاحب وجیزہ سے وجیزہ کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب سے اس کا ممدوح ہونا نقل کیا ہو۔ وحید نے کہا۔ اور شائد اس کا اس کو ممدوح قرار دینا اس لیے ہے کہ شیخ صدوق کا ایک طریقہ (روایت کا) اس (مدائنی) کی طرف ملتا ہے۔ شائد اس لیے کہ وہ کثیر الروایات ہے۔ اور اس کی روایات قابل قبول ہیں۔ اور اس کی تائید کرتا ہے نجاشی کا قول کہ اس (جراح) سے ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ جن میں سے نضر بن سوید بھی ہے۔ انتہی بعض نے کہا کہ نضر اور اس جیسے راویوں کا کہ جن کو صحیح الحدیث قرار دیا گیا ہے کا جراح سے روایت کرنا۔ جراح کی ثقاہت کی علامت ہے۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ اس (جراح) آدمی کی روایات کو حسان (حسن حدیث کی جمع) شمار کرنا بعید نہیں۔ کیونکہ نجاشی کا اس کے مذہب کا پہچان کرنا

Marfat.com

اس کے امامی ہونے کا انکشاف کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے کتاب کے مقدمہ میں واضح کیا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ اس کی حدیث کو حسن قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ اس میں غور کرو۔ اور جامع الرواۃ میں قاسم بن سلیمان کی جراح سے روایت منقول ہے۔

ران پیٹنے کی حرمت والاراوی "اسماعیل بن ابی زیاد سکونی" ثقہ ہے

تنقیح المقال:

اسماعیل بن ابی زیاد السکونی الشعیری۔۔۔۔

رُبَمَا یُکْشَفُ عَنْ کَوْنِهِ إِمَامِیًّا شَدِیْدَ التَّقِیَّةِ لِاشْتِهَارِهِ بَیْنَ الْعَامَّةِ وَاخْتِلَاطِهِ بِهِمْ وَکَوْنِهِ مِنْ قُضَاتِهِمْ وَإِذَا انْضَمَّ إِلٰی ذٰلِكَ کَثْرَةُ رِوَایَاتِهِمْ وَکَوْنُهَا مُتَلَقَّاةً بِالْقُبُوْلِ عَنْهُ عِنْدَ الْفُحُوْلِ بَلْ رُبَمَا یُرَجِّحُوْنَهَا عَلٰی رِوَایَاتِ الْأَجِلَّةِ الْعُدُوْلِ کَمَا فِیْ بَابِ التَّیَمُّمِ فِیْ طَلَبِ فَاقِدِ الْمَاءِ غَلْوَةَ سَهْمٍ أَوْ سَهْمَیْنِ وَکَذَا انْضَمَّ إِلٰی ذٰلِكَ کُلِّهِ نَقْلُ الرِّوَایَاتِ عَنْهُ فِیْ جَمِیْعِ الْأَبْوَابِ وَکَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَتَّقِیْ عَنْهُ وَکَانَ یَرْوِیْ عَنْهُ جُلَّ مَا یُخَالِفُ الْعَامَّةَ حَصَلَ الظَّنُّ بِکَوْنِهِ إِمَامِیًّا وَرُبَمَا یُسْتَشْهَدُ بِکَوْنِهِ إِمَامِیًّا بِمَا فِی الْعِلَلِ عَنْ أَبِیْهِ

Marfat.com

عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّوْفَلِيِّ عَنِ السَّكُونِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ تَعَدَّى فِي الْوُضُوءِ كَانَ كَنَاقِضِهِ بِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ أَوِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ فَإِنَّ خِطَابَهُ إِيَّاهُ بِمِثْلِ ذَالِكَ رُبَّمَا يُشْعِرُ بِكَوْنِهِ مِنْ أَهْلِ الْإِمَامَةِ فَتَأَمَّلْ وَ ثَانِيًا بِأَنَّهُ لَوْ سُلِّمَ كَوْنُهُ عَامِيًّا فَقَدْ إِدَّعَى الشَّيْخُ فِي الْعِدَّةِ وَ غَيْرِهَا إِجْمَاعَ الشِّيعَةِ عَلَى الْعَمَلِ بِرِوَايَاتِهِ وَ عَنِ الْمُحَقِّقِ فِي الْمَسَائِلِ الْعَزِيَّةِ إِنَّهُ ذَكَرَ حَدِيثًا عَنِ السَّكُونِيِّ فِي أَنَّ الْمَاءَ يُطَهِّرُ وَ ذَكَرَ أَنَّهُ مُصَرَّحًا بِأَنَّهُ عَامِيٌّ وَ أَجَابَ بِأَنَّهُ وَإِنْ كَانَ كَذَالِكَ فَهُوَ مِنْ ثِقَاتِ الرُّوَاةِ وَ نُقِلَ عَنِ الشَّيْخِ فِي مَوَاضِعَ مِنْ كُتُبِهِ أَنَّ الْإِمَامِيَّةَ مُجْمِعَةٌ عَلَى الْعَمَلِ بِرِوَايَتِهِ وَ رِوَايَةِ عَمَّارٍ وَمَنْ مَاثَلَهُمَا مِنَ الثِّقَاتِ وَلَمْ يَقْدَحْ بِالْمَذْهَبِ فِي الرِّوَايَةِ مَعَ إِشْتِهَارِهَا وَ كُتُبُ جَمَاعَتِنَا مَمْلُوَّةٌ مِنَ الْفَتَاوَى الْمُسْتَنَدَةِ إِلَى نَقْلِهِ فَلْتَكُنْ هٰذِهِ كَذَالِكَ۔

(تنقیح المقال جلد اول ص ۱۲۷، ۱۲۸ باب اسماعیل من ابواب الهمزة۔ مطبوعہ تهران طبع جدید)

ترجمہ:

اسماعیل بن ابی زیاد سکونی شعیری...... بعض دفعہ اس کے امامی

Marfat.com

اور شدید تعقیہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے اہل سنت میں مشہور ہونے اور ان سے میل جول رکھنے اور ان کا قاضی ہونے کی وجہ سے اور جب اس کے ساتھ اور اس کی کثرت روایات اور جید لوگوں کے نزدیک قابل قبول ہونے کو ملایا جائے۔ بلکہ بعض اوقات وہ اس کی روایات کو اعلیٰ اور عادل راویان کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ ایک تیر یا دو تیر پھینکنے کے فاصلے سے پانی نہ پانے والے کے لیے تیمم کے باب میں اس کی روایات ہیں۔ اور اسی طرح اسی کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ تمام مسائل میں اس کی روایات کو نقل کرنے کو۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے سامنے حدیث بیان کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ اور اس سے بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جو اہل سنت کے مخالف ہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق غالب گمان امامی ہونے کا ہی ہے۔ اور بعض اوقات اس کے امامی ہونے پر استشہاد کیا جاتا ہے۔ بوجہ ان روایات کے جو کتاب "العلل" میں مصنف کے باپ سے وہ علی بن ابراہیم سے وہ اپنے باپ سے وہ نوفلی سے وہ سکونی سے وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ کہ فرمایا امام موصوف نے کہ جس نے وضو میں زیادتی کی وہ وضو توڑنے والا یا اس میں کمی کرنے والا ہے۔ پس بے شک امام کا سکونی کو خطاب فرمانا اس قسم کی احادیث میں بعض اوقات اس کے امامی ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ پس غور کر۔ دوسرا یہ کہ اگر اس (سکونی) کا عامی (غیر شیعہ) ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ تو شیخ نے "العدۃ وغیرہ" میں اس کی روایات پر عمل کرنے کے متعلق شیعہ کا اجماع ذکر کیا ہے۔ کتاب "الماتل العزیہ" میں محقق سے منقول ہے

Marfat.com

کہ اس محقق نے سکونی سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ اس بارے میں کہ پانی طاہر مطہر ہوتا ہے۔ اور محقق نے ذکر کیا کہ لوگوں نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ عامی ہے اور اس کا جواب دیا ہے۔ کہ اگرچہ وہ ایسے ہی ہو لیکن پھر بھی وہ ثقہ راویوں میں سے ہے۔ شیخ سے اس کی کتاب کے متعدد مقامات پر منقول ہے۔ کہ فرقہ امامیہ نوسکونی اور عمار اور ان کی مثل راویوں کی روایات پر عمل کرنے میں متفق ہیں۔ اور مشہور حدیث کے روایت کرنے کے لیے مذہب کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور ہماری جماعت (شیعہ) کی کتابیں اس سکونی کی روایات منقولہ سے فتاوی سے بھری پڑی ہیں۔ تو یہ بھی اسی طرح ہے۔ (یعنی سکونی امامی شیعہ ہے)

برہان والی روایت کا راوی "سلمیٰ بن الخطاب" ثقہ ہے

تنقیح المقال:

لكِنَّ مَوْلَى الْوَحِيْدِ مَالَ إِلَى إِصْلَاحِ حَالِ الرَّجُلِ فَقَالَ إِنَّ التَّضْعِيْفَ مَأْخُوْذٌ مِنَ النَّجَاشِيِّ وَمَرَّ فِي الْفَائِدَةِ الْإِشَارَةُ إِلَى أَنَّهُ لَا يَدُلُّ عَلَى الْفَلَاحِ فِي نَفْسِ الرَّاوِيْ وَإِلَى ضُعْفِ تَضْعِيْفِ ابْنِ الْغَضَائِرِيِّ وَنَاهِيْكَ لِجَلَالَةٍ بَلْ وَثَاقَةِ رَاوٍ يَرْوِيْ كُلُّ هٰذِهِ الْأَجِلَّةِ الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنَّا وَغَيْرُهُمْ سِيَّمَا وَمِنَ الْقُمِّيِّيْنَ وَمِنْ مَشَايِخِهِمْ وَأَعَاظِمِهِمْ وَفِيْهِمْ ابْنُ الْوَلِيْدِ وَأَيْضًا يَرْوِيْ عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يَحْيَى وَلَمْ يَسْتَثْنِ رِوَايَتَهُ

Marfat.com

وَ اَيْضًا هُوَ كَثِيْرُ الرِّوَايَةِ صَاحِبُ الْكُتُبِ اِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ مِمَّا هُوَ فِيْهِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص۴۹ باب سلمی من
ابواب السین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

لیکن مولی وحید سلمی بن الخطاب کی اصلاح کی طرف مائل ہے۔ پس اس نے کہا۔ کہ سلمی ابن الخطاب کو ضعیف کہنا نجاشی سے لیا گیا ہے۔ اور فائدہ میں اشارہ گزر چکا ہے۔ کہ نجاشی کا اس کو ضعیف کہنا خود قول ضعیف ہے۔ وہ بھی محض رائے میں۔ اور یہ بھی گزر چکا ہے۔ کہ ابن غضائری کا سلمی بن الخطاب کو ضعیف کہنا خود قول ضعیف ہے۔ تمہارے لیے اس کے ثقہ ہونے کی دلیل یہی کافی ہے۔ کہ اس سے بڑے بڑے جلیل القدر اور عظیم علماء نے روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں بالخصوص علمائے قمیین ان کے مشائخ اور دیگر معتدر علماء اور خاص کر ابن ولید نے بھی اس سے روایت کی ہے۔ محمد بن یحییٰ اس سے روایت کرتا ہے۔ لیکن اس کی روایت کے دوران کہیں بھی استثناء نہیں کرتا (یعنی اس کی تمام روایات کو ذکر کرتا ہے) اور اس کے ثقہ ہونے کی یہ دلیل بھی مفید ہے کہ وہ کثیر الروایات ہے۔ بہت سی کتابوں کا مصنف ہے۔ اور کئی دوسری صفات سے موصوف ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی کو فروع کافی، خصال اور برہان وغیرہ کتب اہل تشیع میں مذکورہ موجود روایات۔ (کہ جن میں سینہ کوبی، بال نوچنا، ران پیٹنا وغیرہ حرام کہے گئے ہیں)

Marfat.com

سے جو مسلک شیعہ پر زد پڑتی تھی۔ اس سے بچ نکلنے کا اور کوئی بہانہ ہاتھ نہ آیا۔ تو ان روایتوں میں سے کسی ایک راوی کو ضعیف کہہ کر گلو خلاصی کرنی چاہی۔ اور صاف صاف لکھ دیا۔ کہ یہ روایات اگرچہ مذکورہ مضمون اور مذکورہ کتب میں موجود ہیں۔ لیکن بوجہ ضعفِ راوی قابل استشہاد نہیں۔

مسلک شیعہ کی فن رجال پر معتمد اور معتبر کتاب تنقیح المقال سے ہم نے ان راویوں کے متعلق حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کا ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ جس کو ضعیف کہا گیا۔ وہ قوی اور ثقہ نکلا۔ جس کو مجہول کہا گیا وہ جانا پہچانا راوی ہے۔ اور جن لوگوں نے انہیں ضعیف کہا ان کا خود یہ کہنا ناقابل اعتبار ہے۔ یہ سب راوی ثقہ اور پکے امامی شیعہ تھے علامہ مامقانی نے ان کی ثقاہت کے ثبوت کے لیے کئی ایک طریقے ذکر کیے۔ تاکہ ان مختلف طریقوں سے ان لوگوں کے قول کی تردید ہو جائے۔ جو ان کے ضعف کے قائل ہیں۔ نجفی کی تنقیح المقال کی عبارات دیکھ کر شرم کے مارے رنگت اُڑ جانی چاہیئے تھی۔ لیکن کس قدر ڈھٹائی سے اپنے بیگانوں کو دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کی گئی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نجفی نہ اپنوں کا خیر خواہ ہے۔ اور نہ ہی غیروں کا۔ بلکہ صرف اور صرف دھوکا اور فریب کا احیا کرنے کے درپے ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اہل تشیع کو اس کی چکنی چپڑی باتوں پر اعتبار آجائے۔ لیکن جب حقیقت سامنے آتی ہو گی۔ تو اس کا ضرور ماتم کرتے ہوں گے۔ واہ رے "حجۃ الاسلام"، نہ اپنوں کی نہ غیروں کی کسی کا عزت نہ بچنے دی۔ لیکن کیا ہوا۔ اپنی دنیا و آخرت برباد کر لی۔ اور منہ کالا کر کے قبر میں روپوش ہو گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

نوٹ:

"ماتم اور صحابہ" کے صفحہ ۹۵ تا ۹۶ پر نجفی نے مروجہ ماتم اور عزاداری کے ثبوت میں قرآن کریم کی یہ آیت ذکر کی ہے۔ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ چونکہ بعینہٖ یہ استدلال "فتوحات شیعہ" میں اسماعیل شیعی گوجروی کا بھی مذکور تھا اور اس کا جواب اور اس کی تردید بالتفصیل ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ دیا گیا ہے

دغابازی نمبر ۲۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو مجلس ماتم میں بھیجا

ماتم اور صحابہ: ام المومنین بی بی ام سلمیٰ کو نبی کریم کی طرف سے ماتم کی اجازت۔

المعجم الصغیر للطبرانی:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّھَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ نِسَاءَ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ قَدْ اَقَمْنَ مَاتَمَھُنَّ عَلَی الْوَلِیْدِ بْنِ اَبِی الْوَلِیْدِ مُغِیْرَۃَ فَاَذِنَ لَھَا فَقَالَتْ وَھِیَ تَبْکِیْ۔ اَبْکِی الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ بْنِ مُغِیْرَۃِ۔ اَبْکِی الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اَخَا الْعَشِیْرَۃِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب المعجم الصغیر للطبرانی ص ۲۰۶)

ترجمہ:

ایک روز ام سلمہ نے نبی پاک کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا نبی اللہ ولید بن

Marfat.com

مغیرہ کا بنی مخزوم کی عورتوں نے ماتم کیا ہے۔ (اور میں جناب سے اس
ماتم میں شرکت کی اجازت چاہتی ہوں) پس جناب نے ان کو اجازت دی۔
ام سلمہ گئیں اور روتے ہوئے اس شعر کے ساتھ ماتم کیا۔ ابکی الولید
بن الولید بن مغیرہ۔۔۔ ابکی الولید خا العشیرد

قارئین آپ نے غور فرمایا کہ ام المومنین نے نبی پاک کو ماتم بپا ہونے کی خبر دی اور ماتم میں شریک ہونے کی اجازت بھی چاہی۔ اگر ماتم فعل حرام ہوتا تو یقیناً نبی کریم ام المومنین کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ در شرکت سے منع فرماتے اور جن عورتوں نے ماتم بپا کیا تھا انہیں بھی اس پر سرزنش کرتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نبی کریم نے انہیں بھی منع نہیں کیا۔ اور ام المومنین کو شرکت کی بھی اجازت دے دی۔ اور بی بی ام سلمہ نے ماتم میں شرکت ہی نہیں کی۔ بلکہ ماتم میں نوحہ پڑھا۔ ام المومنین کا نبی کی اجازت سے بزم ماتم میں شرکت کرنا ثابت ہے۔ اور ہم دیکھیں گے کہ ملاں لوگ اس روایت کے بعد ام المومنین پر کیا فتوے لگاتے ہیں۔ نیز بی بی سلمہ نبی کی اجازت سے اگر عام ماتم میں شرکت کر سکتی ہیں۔ تو نواسہ رسول امام حسین کا ماتم کس طرح حرام ہوگیا

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

(ماتم اور صحابہ ص ۹۶، ۹۷)

جواب اوّل:

طبرانی کی معجم صغیر سے جو روایت مذکور ہوئی۔ اس میں نجفی نے خواہ مخواہ اِدھر اُدھر کی ہانک کر اپنا مطلب سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ کیا۔ اس کے لیے لفظ "تبکی" استعمال ہوا۔ اور خود انہوں نے بھی "ابکی" کا لفظ ذکر کیا ہے۔ "بکا" کا معنی گزشتہ اوراق میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے بغیر حدیث مذکور میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس کا معنی سینہ کوبی، زنجیر زنی اور گال نوچنے وغیرہ ہوں اختلاف

Marfat.com

تو یہی امور کے مجموعہ مروجہ ماتم کہہ ہے۔ صرف رونا (جو بکاء کا معنی ہے) مختلف فیہ نہیں ہے۔ اس لیے بکاء کا معنی ماتم اور پھر اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنا دھوکہ دہی ہے۔ اور فریب کاری ہے صرف آنسو بہا کر رونا خلاف شرع ہرگز نہیں بلکہ سنت نبوی ہے۔

جواب دوم:

نجفی نے معجم صغیر کی روایت کو نقل کرنے میں بددیانتی اور کور باطنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایت مذکورہ مکمل طور پر ذکر نہ کی گئی۔ ورنہ اس کے بعد والے الفاظ میں خود اس کی تردید موجود تھی۔ اس روایت کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ اسی روایت کے آخر میں موجود ہے صاحب معجم صغیر روایت کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ تَفَرَّدَ بِهٖ هِشَامُ بْنُ عَمَّار وَلَا يُرْوٰى عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ اِلَّا بِهٰذَا الْاِسْنَاد۔ یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت صرف ہشام بن عمار نے کی ہے۔ یہ روایت کسی دوسرے راوی سے ہرگز مروی نہیں۔ اس آخری حصہ کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں اس روایت کے دو راویوں میں سے ہشام بن عمار ضعیف راوی ہے۔ بلکہ من گھڑت حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ فن رجال کی کتب سے اس کی تائید میں حوالہ ملاحظہ ہو۔

ہشام بن عمار کیسا راوی ہے؟

تہذیب التہذیب

وَقَالَ الْاٰجُرِّیْ عَنْ اَبِیْ دَاؤدَ اَبُوْ اَیُّوْبَ یَعْنِیْ سُلَیْمَانَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ خَیْرٌ مِّنْ هِشَامٍ حَدَّثَ هِشَامٌ بِاَرْبَعِمِائَةِ حَدِیْثٍ مُسْنَدَةٍ لَیْسَ لَهَا اَصْلٌ ... وَقَالَ الْمَرُّوْذِیُّ ذَکَرَ اَحْمَدُ هِشَامًا فَقَالَ طَیَّاشٌ خَفِیْفٌ وَذَکَرَ لَهٗ قِصَّةً

Marfat.com

وَ لَقَنَهُ بِالْقُرْآنِ نَحْوَ عَشِيَّةٍ حَتَّى تِلْكَ الْآيَاتِ
صَلُّوا خَلْفَهُ فَلْيُعِيْدُوا الصَّلٰوةَ

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۵۳، ۵۲
تذکرہ ہشام مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

اجری سے ابی داؤد اور اس سے اچھے راوی سلیمان بن عبدالرحمن سے بیان کیا۔ کہ ہشام نے چار سو ایسی احادیث لکھی ہیں۔ جو سند کے اعتبار سے مکمل ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اصل اور ثابت نہیں ہے۔ مروزی نے ذکر کیا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ طبلہ باز اور خبیث قسم کا آدمی ہے۔ اور انہوں نے اس کا قصہ بھی ذکر کیا۔ جس کا تعلق الفاظ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور یہاں تک فرمایا۔ کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اپنی نماز لوٹانی چاہیے۔

اسی روایت کا دوسرا راوی ”ابو حمزہ ثمالی“ بھی ضعیف ہے

تہذیب التہذیب

قَالَ أَحْمَدُ ضَعِيْفٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ
لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ لَيِّنٌ وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ
لَيِّنُ الْحَدِيْثِ يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ ... وَقَالَ يَزِيْدُ
بْنُ هَارُوْنَ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ ... وَقَالَ ابْنُ
حِبَّانَ كَانَ كَثِيْرَ الْوَهْمِ فِي الْأَخْبَارِ حَتَّى خَرَجَ مِنْ

Marfat.com

حَدِّ الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ اِذَا انْفَرَدَ مَعَ غُلُوِّهٖ فِيْ تَشَيُّعِهٖ وَرَوَى
ابْنُ عَدِيٍّ مِنَ الْفَلَّاسِ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَعَدَّهُ السُّلَيْمَانِيُّ
فِيْ قَوْمٍ مِنَ الرَّافِضَةِ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۸۰۷ تذکرہ ہشام مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

"ابوحمزہ ثمالی" کے بارے میں امام احمد نے کہا۔ کہ وہ ضعیف ہے۔ اور کسی قابل نہیں۔ ابن معین نے بھی یہی کہا۔ اور ابو زرعہ کا کہنا ہے کہ یہ نرم ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھے جانے کے قابل نہیں اور نہ ہی اس سے حجت پکڑی جا سکتی ہے۔ یزید بن ہارون کا کہنا ہے۔ کہ یہ رجعت کا قائل ہے ابن حبان نے کہا کہ یہ اخبار میں بہت وہمی تھا۔ اس حد تک کہ اس کی اخبار کے ساتھ احتجاج نہیں کیا جاتا۔ جبکہ یہ اس خبر کا منفرد راوی ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شیعیت میں بڑا کٹر آدمی تھا۔ ابن عدی نے فلاس سے روایت کی ہے۔ کہ ابوحمزہ ثمالی ثقہ نہیں۔ اور سلیمانی نے اُسے رافضیوں کے قبیلہ سے شمار کیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے گزشتہ دلائل کی طرح اس روایت سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے میں فریب دینے کی کوشش کی۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں مذکور لفظ "بکاء" سے اول تو سینہ کوبی وغیرہ کا پتہ تک نہیں چلتا دوسرا اس روایت کی سند میں صرف ہشام کا نام ہے۔ یعنی صرف اسی راوی نے اس روایت کو ذکر کیا۔ اور خود اس کی حقیقت وہ جو تہذیب التہذیب کے حوالہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ دوسرا راوی "ابوحمزہ ثمالی"

Marfat.com

تو بڑی کا اپنا بڑا نکلا۔ جب چھوٹے میاں کی فریب دہی اور دھوکہ بازی کا یہ عالم ہے۔ تو بڑے میاں کیا کچھ گل کھلائیں گے۔ کٹر رافضی اور غالی شیعہ نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو کہا۔ وہ اس کے اپنے عقائد کی ترجمانی ہے۔

دغا بازی نمبر ۲۸

ران پیٹ کر خون بہانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے

معارج النبوۃ:

در روایت است کہ چنداں قلق و اضطراب و درد اثر کردہ کہ دست بر زانو زدہ کہ گوشت و پوست از سر دست و سر زانوے او رفتہ بود و استخواں ظاہر شدہ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب معارج النبوہ رکن اول ص ۳۴۸)

ترجمہ:

حضرت آدم میں بے چینی اور اضطراب نے اتنا اثر کیا۔ کہ ہاتھ اپنے زانو پر مارا اور اس سے گوشت و پوست ہاتھ اور زانو کا ضائع ہو گیا اور ہڈی ظاہر ہو گئی۔

قارئین کرام جو لوگ ران پیٹنے سے عمل باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ذرا تعصب کی پٹی اتار کر حوالے کو پڑھیں کہ حضرت آدم ابو البشر بھی غم میں ران پیٹ رہے ہیں۔ اور خون بھی بہا رہے ہیں۔ ابو البشر تو اس طرح ران پیٹیں کہ اس سے خون جاری ہو جائے۔ یہ تو حرام نہیں۔ لیکن اگر مصائب امام حسین علیہ السلام کی یاد میں شیعہ ران پر ہاتھ ماریں۔ تو یہ

Marfat.com

بیچارے تمام اعمال سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ کیا اسی چیز کا نام انصاف ہے۔؟

دشمنانِ امام حسین کہتے ہیں۔ کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ جس روایت میں بھی ران پیٹنے کی قباحت کا ذکر ہے۔ وہ بھی ضعیف ہے۔

ارباب انصاف! ماتم کو چار یاری مُلاں گکب ہے تقلید یزید کہتے ہیں۔ اور گا ہے دین سے خارج کر دیتے ہیں۔ ہم نے چار یاری مذہب کی کتاب سے حضرت آدمؑ کا ماتم ثابت کر دیا ہے۔ اب ان کی خوشی ہے۔ کہ اپنے باپ آدم کو معاذ اللہ معاذ اللہ یزید کا مقلد بنائیں۔ یا کسی اور کا۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۹۸، ۹۹)

جواب اوّل:

نجفی شیعی نے حضرت آدم علیہ السلام کا فعل جس کتاب سے ثابت کیا ہے۔ اُسے ہمارے محقق علماء قابلِ اعتبار کتاب نہیں گردانتے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے احکام شریعت میں "معارج النبوۃ" کے مصنف ملا معین کاشفی کے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ کتاب ایک واعظ کی کتاب ہے۔ اور اس میں رطب و یابس سبھی کچھ موجود ہے۔ اگرچہ مصنف کا مسلکِ اہل سنت سے تعلق تھا۔ لیکن ان کی کتاب ایک واعظ کی وجہ سے ایسی اہمیت نہیں رکھتی کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔ لہٰذا ایسے شخص کی کتاب سے عبارت پیش کر کے "ماتم آدمؑ" ثابت کرنا دغا بازی ہے۔

جواب دوم:

گزشتہ سطور میں آپ نے خود نجفی کی تحریر سے ملاحظہ کیا۔ کہ ہر ایک کی ہر ایک روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی قبولیت کی کچھ شرائط ہیں۔ اس کے راویوں کا اسماء رجال کی کتب میں کیا مقام ہے۔ اس کی سند کیسی ہے۔ اس کے الفاظ کیا کہتے ہیں۔ اور مفہوم کیا ہے

Marfat.com

وغیرہ؟ یعنی بہت سے درپیش مراحل کے عبور کرنے کے بعد کوئی روایت درجہ صحت تک پہنچ سکتی ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہی احتیاط صرف ان احادیث کے متعلق ہے جو تمہارے مسلک و مشرب کے خلاف پڑتی ہوں۔ یا ہر ایک حدیث کے لیے یہ شرائط ہیں۔ اگر ہر ایک کے لیے ہیں۔ تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے ران پیٹنے والی حدیث کے لیے بھی یہی شرائط دیکھی جائیں گی۔ اگر ان شرائط پر پوری اترتی ہے۔ تو درست ورنہ نامعتبر ہو گی۔

معارج النبوۃ میں سرے سے اس روایت کی سند ہی موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کے راویوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا اس کی صحت اور عدم صحت کے پہچاننے کا کوئی طریقہ نہیں۔ ایسی بے سند روایت سے یہ استدلال پیش کرنا کہ حضرت آدم علیہ السلام ران پیٹتے اور خون بہاتے ہیں۔ امام حسین کے مصائب پر ایسا کرنا کیوں ناجائز ہے؟ کیا روایت مذکورہ قابلِ استدلال ہے۔ جب معلوم ہوا۔ کہ یہ روایت کئی ایک وجوہ سے غیر معتبر ہے۔ تو پھر اس سے استدلال پیش کرنا کس قدر دغا اور فریب دہی ہے۔ اس مجہول روایت کے برخلاف بہت سی ایسی احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ جن کی سند بھی قابلِ اعتبار جس کی کتابیں بھی قابلِ اعتبار۔ تو اس وقت کون عقلمند ایسا کرے گا۔ کہ مجہول روایت کو تو قابلِ استدلال سمجھے۔ لیکن مشہور و صحیح روایت کی طرف دھیان ہی نہ جائے۔

نجفی کو چاہیئے تھا۔ کہ یہی روایت مروجہ ماتم کے جواز پر کسی اہل بیت کے امام سے ذکر کرتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک بلکہ اہل تشیع کے نزدیک کوئی عمل اور کوئی عقیدہ اس وقت تک ثابت اور قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے متعلق حضرات ائمہ اہل بیت میں سے کسی ایک کی حدیث موجود نہ ہو۔ معارج النبوۃ اول تو سنی واعظ کی کتاب ہے اس سے تمہارا کیا تعلق۔ دوسرا اس روایت کی سند مفقود ہے۔ اس سے تمہارا استدلال بیکار۔ تیسرا حضرت آدم کا واقعہ اگر تسلیم بالفرض محال کر لیا جائے۔ تو اس سے شریعت محمدیہ

Marfat.com

یہ مسئلہ کے باقی رہنے اور جائز ہونے کی کیا دلیل؟

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ نجفی اور اس کے یار و مددگار سبھی مل کر کوشش کریں۔ کہ اپنی کسی کتاب سے سند صحیح کے ساتھ کسی ایک امام سے یہی روایت (حضرت آدم کے ران پیٹنے والی) ثابت کر دکھائیں۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغا بازی نمبر ۲۹

ران کا پیٹنا سنت نبوی ہے۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۰) اہل سنت کی معتبر کتاب نسائی شریف جلد سوم ص ۳۰۵) (اہل سنت کی معتبر کتاب ادب المفرد ص ۴۲۶) اہل سنت کی معتبر کتاب صحیح مسلم جلد اول ص ۲۹۱ (اہل سنت کی معتبر کتاب مسند ابی عوانہ جلد دوم ص ۳۹۲ میں ہے۔

مسند ابی عوانہ:

وَ هُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَ هُوَ يَقُوْلُ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔

(مسند ابی عوانہ جلد دوم ص ۳۹۲)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ لوٹے اس حال میں کہ اپنی ران کو پیٹ رہے تھے

Marfat.com

شرح البخاری:

قَوْلُہٗ یَضْرِبُ فَخِذَہٗ فِیْہِ جَوَازُ ضَرْبِ الْفَخِذِ عِنْدَ التَّأَسُّفِ۔

(اہلسنت کی معتبر کتاب شرح البخاری

جلد سوم ص ۹)

ترجمہ:

شارح ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وقت افسوس ران پیٹنے کا جواز ہے۔

قارئین: ملاں لوگ ران پیٹنے والے کے عمل کے باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو بتائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ران پیٹی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کا کیا ہوا؟

رسول اللہ شریعت کے بادشاہ ہیں۔ اور جناب کے ران پیٹنے کا ذکر صحیح بخاری میں ہے۔ بخاری کی ہر ہر حدیث کو اہل سنت من حیث السند صحیح مانتے ہیں۔ اور جناب شریعت کا بادشاہ خود ران پیٹ رہا ہے۔ تو پھر اگر شیعہ غم حسین علیہ السلام میں ماتم کریں۔ ران پیٹیں۔ تو ان کے عمل کیوں باطل ہوں گے۔ جو آل نبی سے بغض رکھتے ہیں۔ اور درجہ نفاق پر فائز ہیں عمل ان کے باطل ہیں۔

ارباب انصاف: ماتم کو تقلید یزید کہنے والے اپنی بخاری پڑھیں۔ اور ڈوب کر مر جائیں۔ ہم نے بخاری شریف سے نبی کریم کا ماتم ثابت کر دیا ہے شریعت کا بادشاہ معاذ اللہ کیا ران پیٹنے میں یزید کا مقلد ہے؟ (ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ

ص نمبر ۹۹، ۱۰۱)

Marfat.com

جواب اول:

بخاری شریف وغیرہ کتب احادیث سے جو نجفی نے روایت پیش کی ہے۔ اس میں بھی دغا بازی سے کام لیا گیا ہے۔ پہلے اس روایت کا پس منظر ملاحظہ ہو۔ پھر دوسرے موضوع کی طرف آئیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کیا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا حضور! حالت نیند میں ہماری روحیں اللہ کے سپرد ہوتی ہیں۔ وہ واپس کر دیتا ہے۔ تو ہم اٹھ بیٹھتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر آپ واپس تشریف لے گئے۔ جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ اپنی ران پر ہاتھ مار رہے تھے۔ اور یہ پڑھ رہے تھے۔ وکان الانسان اکثر شیء جدلا۔

بخاری شریف میں مذکور حدیث پاک کا ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد ہر پڑھنے والا فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اس میں "مروجہ ماتم" کے لیے کونسا لفظ ہے۔ پھر اس سے جواز کا معاملہ ڈھونڈنا بعد کی بات ہے۔ نجفی سے پوچھئے۔ کہ آپ جس ماتم کے جواز کی بات کر رہے ہیں۔ وہ اسی طرح کا ہے۔؟ ذرا بتلایئے تو سہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے انتقال اور کس کی شہادت پر ران پر ہاتھ مارا تھا؟ حالانکہ شیعہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقعہ پر ایسا کرتے ہیں اور اسی کو نجفی جائز ثابت کرنے کے درپے ہے۔ لے دے کے حدیث زیر بحث میں اگر کوئی لفظ نظر آتا ہے۔ تو وہ یَضْرِبُ فَخِذَہٗ ہے۔ جس کا معنی یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مارتے تھے۔ آیئے ذرا اس کی وجہ معلوم کریں۔ کہ ایسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وجہ سے کیا؟

ایک تاویل وہ جو نجفی نے ابن حجر عسقلانی شارح البخاری کی نقل کی۔ جس سے انہوں نے بوقت افسوس ران پر ہاتھ مارنا جائز ثابت ہونے کی دلیل بنائی۔ لیکن صرف یہی ایک تاویل ذکر کر دینا اور دوسری تاویلات سے منہ موڑ لینا فریق انصاف نہیں۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

اس کی مزید تاویلات لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

وَ قَالَ ابْنُ التِّيْنِ كَرِهَ اِحْتِجَاجَهُ بِالْاٰيَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَارَادَ منه ان ينسب التقصير الى نفسه ونقل ابن بطال عن المهلب قال فيه انه ليس للامام ان يتشدد فى النوافل حيث قنع صلى الله عليه وسلم بقول على رضى الله عنه انفسنا بيد الله لانه كلام صحيح فى العذر عن التنفل ولو كان فرضا ما عذره قال واما ضرب فخذه وقراءته الاية فدال على انه ظن انه احرجهم فندم على انباههم ...... وقال النووى المختار انه ضرب فخذه تعجبا من سرعة جوابه وعدم موافقته له على الاعتذار بما اعتذر به والله اعلم

(فتح البارى شرح صحيح البخارى للعسقلانى جلد سوم ص ۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

ابن تین نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ران پر ہاتھ اس لیے مارا کہ مذکورہ آیت سے احتجاج فرمانا آپ کو اچھا نہ لگا اور آپ نے تقصیر کو اپنی طرف نسبت کرنے کو اچھا سمجھا۔ مہلب سے ابن بطال ناقل ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو نوافل کی ادائیگی کے لیے اس پر سختی کرنا نامناسب ہے۔ دیکھتے نہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے عذر انفسنا بید اللہ، کو سن کر کچھ نہ کہا۔ (یعنی نماز تہجد پڑھنے کے لیے مزید کچھ نہ کہا) کیونکہ نفلی نماز کے چھوڑنے کے لیے یہ معقول اور صحیح عذر ہے۔ اور اگر فرائض کی بات ہوتی۔ تو پھر اتنا عذر قبول نہیں ہوتا۔ اور انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ران پر ہاتھ مارنا اور آیت کریمہ کا تلاوت کرنا تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے بارے میں گمان کیا۔ کہ میں نے انہیں نماز تہجد کا کہہ کر کچھ تنگ کیا ہے۔ تو آپ نے از روئے ندامت ران پر ہاتھ مارا...... امام نووی کا کہنا ہے کہ مختار یہ ہے۔ کہ آپ نے ران پر ہاتھ اس لیے مارا۔ کہ آپ حضرت علی المرتضٰے کے جواب کی سرعت سے تعجب میں پڑھ گئے۔ اور اس لیے بھی کہ ان کا جواب آپ کے خیالات کے ناموافق تھا۔ واللہ اعلم

ناظرین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ران پر ہاتھ مارنے کے واقعہ کی تاویلات آپ نے درج بالا حوالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر یہ کہ آپ کا یہ فعل شریف صرف تأسف کے اظہار کے لیے نہ تھا۔ بلکہ آیت مذکورہ کی تلاوت بے موقعہ ہو جانا حضرت علی المرتضٰے اور ان کی اہلیہ کو بے وقت جگانا اور حضرت علی المرتضٰے کا جواب بر بیہ اور عذر نامناسب معلوم ہونا یہ اور اس کے علاوہ بعض دوسری وجوہات علماء نے بیان کیں۔ ان تمام تاویلات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک تاویل کو منتخب کر کے اپنا الو سیدھا کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

حدیث مذکورہ میں لفظ "وھو یضرب فخذہ"... ران پر ہاتھ مارنے کے معنی میں صریح ضرور ہے۔ لیکن اس کی علت کوئی ایک مخصوص نہیں۔ تاکہ اسی پر اس کو محمول کیا جائے۔ لہٰذا اس سے غم پر ران پیٹنا اور پھر اس سے ماتم حسین پر ران پیٹنا ثابت

Marfat.com

کرنا درجہ کی حماقت ہے۔ اگر یہی ثابت کرنا ہے۔ تو پھر یوں کرو۔ کہ نجفی صاحب اپنے داماد کے گھر رات کے وقت جائیں۔ اور نیند سے انہیں بیدار کریں۔ انہیں نماز تہجد پڑھنے کی تلقین کریں۔ اور عذر پیش کرنے پر ران پیٹنے بیٹھ جائیں۔ لیکن اس قسم کا ماتم ان کی قسمت میں کہاں؟ یہاں تو سرے سے فرضی نمازیں ہی غائب ہیں۔ تہجد کے لیے کون کسی کو کہے گا۔ ہماری ان گزارشات سے معلوم ہوا۔ کہ اس حدیث سے مروجہ ماتم ثابت کرنا نجفی کی فریب کاریوں میں سے ایک فریب ہے۔ اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

جواب دوم:

اس سے پہلے ہم خود ماتم اور صحابہ ص ۹۲ کے حوالہ سے تحریر کر چکے ہیں۔ کہ کسی حدیث کا قابل قبول ہونا اور قابل عمل ہونا بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ نجفی نے بخاری شریف کی احادیث کے متعلق کہا۔ کہ اس کی تمام روایات اہل سنت کے نزدیک صحیح السند ہوتی ہیں؟ خود ہی ہمارے بارے میں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لیے اپنی رائے قائم کر لی۔ بخاری شریف میں درج شدہ روایات از اوّل تا آخر تمام کو بلا استثناء ہم صحیح السند اور قطعی الدلالت نہیں سمجھتے۔ چلو تمہاری رائے کو درست سمجھ کر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کسی روایت کا صحیح السند ہونا ہی کیا اس کو قابل عمل کر دیتا ہے؟ حالانکہ اپنی تصنیف کے ص ۹۲ پر تم خود ہی لکھ چکے ہو۔ کہ صحیح السند ہونے کے بعد بھی حدیث کو کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ دلالت منطوق، مفہوم، مطلق، مقید، مجمل، مبین اور معارض وغیرہ مراحل صحیح السند ہونے کے بعد ہیں۔ کہ ان سے گزرے بغیر وہ حدیث قابل عمل و استدلال نہیں ہوتی۔ پھر ہم نے فرض کر لیا۔ کہ نجفی صاحب صحیح السند کے بعد تمام مراحل طے کر گئے۔ لیکن ہم دریافت کرتے ہیں۔ کیا آخری مرحلہ معارض کا بھی آپ نے طے کر لیا۔ یعنی اس حدیث کی معارض احادیث کو دیکھا۔ پھر ان میں راجح کو ترجیح اور مرجوح کو نامقبول کہا۔ نجفی صاحب! آپ کی قسمت میں ہمت ہی کہاں تھی۔ کہ

Marfat.com

اتنے مراحل طے کرتے۔ آؤ ہم تمہیں اس طرف لیے چلتے ہیں۔

اس حدیث کی معارض وہ احادیث ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی موت پر جزع، واویلا کرنا اور گریبان پھاڑنا ان تمام کا ثبوت تو کجا بلکہ ممانعت صریحہ موجود ہے۔ اور وہ احادیث جرح و تعدیل کے میدان میں قابلِ عمل قرار دیگئی ہیں۔

بالخصوص وہ احادیث کہ جن میں آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ان افعال سے منع فرمایا ہے۔ اب یہاں اگر نجفی والی مذکورہ حدیث کو بھی ان احادیث کے مساوی مان لیا جائے۔ تو لازم آتا ہے رسول اللہ کے قول اور فعل میں تضاد ہو یعنی خود ماتم کر رہے ہیں۔ اور اپنی صاحبزادی کو اس سے منع فرما رہے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے معلوم ہوا کہ ممانعت والی احادیث قطعی الدلالت ہونے کی وجہ سے قابل عمل ہیں۔ اور ران پیٹنے والی حدیث مختلف تاویلات کی حامل ہوتے ہوئے اس معنی میں مشکوک ہوئی۔ اس لیے اس کا راجح مطلب و مقصد یہ ہوگا۔ کہ آپ نے ران پر ہاتھ بوجہ غم و افسوس کے نہیں بلکہ تعجب کی بنا پر مارے۔ اب ان دونوں قسم کی احادیث میں تعارض نہ رہا۔ اور تطبیق ہونے کی وجہ سے نبی پاک کی ذات پر وہ اعتراض نہ ہو سکے گا جو اوپر گزر چکا۔ پھر اس قسم کے تعارض کو رفع کرنے کا ہمارے ہاں یہ قانون ہے۔ کہ قول و فعل کے تضاد میں قول کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا قولی احادیث ان امور کی حرمت پر دال ہیں۔ انہی کو ترجیح دیتے ہوئے اس حدیث سے ماتم ثابت کرنا ایک بہت بڑا فریب ہے اور دغا بازی ہے۔

مگر یہ استدلال درست معلوم ہوتا ہے:

جیسا کہ بالتفصیل تحریر کر چکے ہیں۔ کہ اس حدیث سے مروجہ ماتم ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ حدیث قابل حجت رہی۔ لیکن ایک استدلال ہم بھی اس حدیث سے کرتے ہیں

Marfat.com

شاید قارئین کرام اُسے درست قرار دیں۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ران پیٹنے کی ایک وجہ ابن بطال نے بھی بیان کی۔ کہ آپ کا ایسا کرنا از روئے ندامت تھا۔ یعنی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا۔ کہ میں نے رات کے وقت آکر حضرت علی المرتضٰے وغیرہ کو خواہ مخواہ پریشان کیا۔ اس طرح انہیں تکلیف ہوئی۔ اپنے کیے پر ندامت کا اظہار ران پیٹ کر کرنا ثابت ہوا۔ تو اسی طرح اہل تشیع بھی اپنے کیے پر ندامت کرتے ہوئے سینہ کوبی، زنجیر زنی اور کپڑے پھاڑنے کی عادات اپنائے ہوئے ہوں۔ گویا ماتم ندامت کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کیوں جناب! کیسا استدلال ہے۔؟ ضرور پسند آیا ہوگا۔ کیونکہ یہ حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ آخر امام عالی مقام کو کوفہ بلانے والے کون تھے خطوط پر خطوط کن لوگوں نے لکھے تھے؟ پھر کوفہ اور شام کے بازاروں میں کون روئے مدمقابل کون تھے؟ اور شہید کرنے والے کہاں سے آئے تھے؟ ہم بالتفصیل کتب شیعہ کے حوالہ جات سے تحریر کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس وقت کے "شیعیان علی"، یہ سب کچھ گزرنے پر بطور ندامت رو ئے پیٹے۔ اور آج کل کے شیعہ ان کی پیروی کرتے ہوئے اُن کی رسم ادا کرکے اپنی پہچان کرا رہے ہیں۔ اور امام مظلوم کے ساتھ اپنا تعلق بیان کرتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۲۰

"ران پیٹنا سنت علی علیہ السلام ہے"

اہل سنت کی معتبر کتاب تحفہ اثنا عشریہ مؤلف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۲۳۵ میں ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ:

چوں شکست برلشکر ام المؤمنین افتاد و مردم از طرفین مقتول شدند حضرت امیر قتلے را ملاحظہ فرمود را نہائے خود را کوفتن گرفت۔

ملخص ترجمہ:

جب بی بی عائشہ کو شکست ہوئی اور امیر المؤمنین نے مقتولوں کی لاشوں کو دیکھا۔ تو اپنی ران کو پیٹنا شروع کر دیا۔

قارئین: ملاں لوگ فتوای لگاتے ہیں کہ ران پیٹنے سے عمل باطل ہو جاتے ہیں اگر اسے درست مان لیا جائے۔ تو معاذ اللہ حضرت رسول مقبول اور حضرت علی۔ ان کا کوئی عمل باقی نہ رہا۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۰۱، ۱۰۲)

جواب:

"مروجہ ماتم" ثابت کرنے کے لیے تحفہ اثنا عشریہ میں سے مذکورہ عبارت میں بھی اپنی پرانی روش کے مطابق دھوکہ دہی پر عمل کیا۔ اگر عبارت مذکورہ کو سیاق وسباق

Marfat.com

سمیت مکمل طور پر ذکر کیا جاتا۔ تو اس سے نجفی کے کیے پر پانی پھر جاتا۔ اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکھر کر سامنے آ جاتا لیکن ایسا جان بوجھ کر کیا گیا۔ تاکہ فریب دینے میں آسانی ہو۔ اور اپنا اُلو سیدھا ہو سکے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے مذکورہ عبارت دراصل اہل تشیع کی طرف سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کیے گئے ایک اعتراض کے جواب میں تحریر کی۔

اعتراض و جواب کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا آخر عمر میں فرمایا کرتی تھیں۔ قَاتَلْتُ عَلِيًّا وَدَدْتُ اَنِّیْ كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا۔ میں علی رضی اللہ عنہ سے لڑی۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ میں بھولی بسری ہوتی۔ داس اعتراض سے اہل تشیع یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے پر سیدہ عائشہ خود کو غلطی پر اور حضرت علی کو حق پر سمجھتی تھیں۔

اس اعتراض کا جواب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا۔ کہ جو معترض نے الفاظ نقل کیے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ حدیث موجود نہیں بلکہ حدیث کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زانو پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے۔

یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا۔ میں علی رضی اللہ عنہ اس سے پہلے مر کر بھولی بسری بات کیوں نہ ہو گیا۔ اگر جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسا فرمایا بھی ہو تو وہ اسی قبیل سے ہوگا۔ اور جہاں مقصد انصاف پسندی اور رجوع بحق ہو۔ طرفین سے اس قسم کے احساسات ندامت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو باہم مرتبہ شناسی پر مبنی ہوتا ہے۔

کیا یہ دکھ اور تعجب کی بات نہیں ؟ کہ ایسے قابل قدر جذبات اور احساسات کو

Marfat.com

بھی بزرگ مطاعن میں شمار کرتے ہیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۴۲۸ مطبوعہ کراچی)

لمحہ فکریہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ جمل کے بارے میں ہم اپنا موقف تفصیل کے ساتھ تحفہ جعفریہ کی جلد سوم میں بیان کر چکے ہیں۔ وہاں اس بحث کا تفصیل مطالعہ کر لیا جائے۔ یہاں صرف خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔ ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے مابین جنگ خطائے اجتہادی کے ضمن میں آتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے لیکن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خطا عنادی نہیں بلکہ اجتہادی تھی۔ اس عقیدے کی روشنی میں کوئی شخص صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض نہ کرے۔ جو شاہ صاحب مرحوم نے تحفہ اثنا عشریہ میں ذکر فرما کر اس کا جواب ذکر فرمایا۔ خطائے اجتہادی کے ثبوت پر ہم نے کتب شیعہ کے وہاں متعدد حوالہ جات نقل کیے ہیں۔

شاہ صاحب کے جواب سے نجفی نے جو مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بالکل بھونڈی کوشش ہے۔ اس کا مروجہ ماتم سے کوئی تعلق نہیں شاہ صاحب تو اس عبارت کے ذریعہ اہل تشیع کو الزامی جواب دے رہے ہیں۔ جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ اگر نسیا منسیا کا لفظ سیدہ عائشہ صدیقہ نے استعمال کیا۔ تو یہی لفظ حضرت علی نے بھی استعمال کیا۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایک کا بولا ہوا لفظ اس کے حق میں ناحق ہونے کی دلیل بن جائے اور دوسرے کے لیے ایسا نہ ہو؟

پھر ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر بقول اہل تشیع سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ لفظ اپنی خطا کا اظہار کرتے ہوئے کہے۔ اور بالفاظ دیگر آپ نے اپنی غلطی پر ماتم کیا۔ تو یہی ندامت حضرت علی سے بھی منقول ہے۔ لہٰذا اگر نجفی اس کو ماتم کی دلیل بناتا ہے۔ تو پھر کہنا پڑے گا۔ کہ

Marfat.com

حضرات نے بطور ندامت ماتم کیا۔ اور یہ شیعہ لوگ بھی ماتم بوجہ ندامت کرتے ہیں۔ کہ ہم سے امام مظلوم کے ساتھ کیا سلوک ہو گیا۔ ہم نے کیوں انہیں بلایا۔ کیوں انہیں شہید کیا؟ ان باتوں پر ندامت کرتے ہوئے اہل تشیع ماتم کرتے ہیں۔ بتلائیے یہ استدلال درست نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغا بازی نمبر ۱۳

"ران کا پیٹنا سنتِ صحابہ"

ماتم اور صحابہ:

مسند ابی عوانہ:

فَضَرَبَ الْقَوْمُ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب مسند ابی عوانہ جلد دوم ص ۱۴۱ میں ہے۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب سنن نسائی جلد دوم ص ۱۶)

(اہل سنت کی معتبر کتاب سنن ابی داؤد جلد ملے ص ۴۴۲ میں ہے۔

ترجمہ:

معاویہ بن حکم سلمی بیان کرتا ہے۔ کہ نبی کریم کے پیچھے ہم نماز پڑھ

Marfat.com

رہے تھے۔ کہ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے اس پر الحمد للہ کہا۔ تو قوم نے مجھے گھورا۔ تو میں نے ان سے کہا۔ کہ تم مجھے کیوں گھورتے ہو۔ تو صحابہ کرام نے اپنی رانوں کو پیٹا۔

قارئین ران پیٹنے کے عمل کو باطل قرار دینے والے صحابہ کے عمل کا بھی خیال رکھیں لیکن بُرا ہو تعصب کا۔ دور کا تنکا تو نظر آجاتا ہے۔ اور قریب کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا صحابی ران پیٹ رہا ہے۔ نبی کریم خاموش ہیں۔ اور تحفظ ناموس صحابہ کے ٹھیکیدار بھی خاموش ہیں۔ کیونکہ ان کی خصوصیت ہی یہ ہے۔ کہ صحابہ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرتے۔ خواہ اچھا ہو یا بُرا اور شیعوں کے ہر فعل پر اعتراض کرتے ہیں خواہ وہ اچھا فعل ہی کیوں نہ ہو۔ اگر تمہارے صحابہ کے اعمال ماتم کرنے سے باطل نہیں ہوتے۔ تو بے چارے شیعوں کے اعمال غم حسین میں ماتم کرنے سے کیسے باطل ہو جاتے ہیں۔ ارباب انصاف! اگر ماتم کرنا تقلید یزید ہے۔ تو کیا یہ صحابی بھی یزیدی تھے جنہوں نے یزید کی ولادت سے پہلے مسجد نبوی میں نبی کریم کے سامنے ماتم کیا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۳-۱)

جواب:

نجفی معترض کو تو صرف اعتراض سے اور جھوٹے استدلال سے واسطہ ہے۔ چاہے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔ سنن ابی داؤد وغیرہ کتب اہل سنت سے جو روایت ذکر کر کے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کی گئی۔ اس سے یہ دعویٰ ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ خیانت اور بددیانتی کا یہ عالم کہ روایت مذکورہ جس واقعہ کے متعلق تھی۔ وہ بھی مکمل ذکر نہ کیا۔ آخر کرتا بھی کیوں اس سے اپنے ڈھول کے پول کے کھلنے کا خطرہ تھا۔ اور مقصد میں واضح ناکامی تھی۔ "ران پر ہاتھ مارنے" کے الفاظ نظر آ گئے۔ اور انہیں اتنا اٹھایا۔ کہ مروجہ ماتم کے ہم پلہ کر دیا۔ آئیے ان الفاظ کے کہنے کا پس منظر دیکھیں۔ واقعہ یہ تھا۔

Marfat.com

ایک شخص نیا نیا مشرف باسلام ہوا۔ ابھی اسے نماز کے احکام کا بھی علم نہ تھا۔ ہوا یہ کہ اُس سے نماز کے دوران کچھ ایسی حرکات سرزد ہوئیں۔ جو نماز میں ہونی نہ چاہئیں تھیں۔ دیگر صحابہ کرام نے اس کو اشارے کے ذریعہ ان حرکات سے باز رکھنے کا طریقہ اختیار فرمایا۔ تو اس نے دورانِ نماز یہ کہہ دیا۔ تم لوگ مجھے کیوں گھورتے ہو؟ اس پر صحابہ کرام نے اُسے خاموش رکھنے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔ کہ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں رانوں پر ماریں۔ اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ (جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرانا چاہتے ہیں تو میں چپ ہو گیا۔

یہ تھا واقعہ کہ جس میں صحابہ کرام کا اپنے رانوں پر ہاتھ (انگلیاں) مارنے کا ذکر ہے۔ ہر صاحب انصاف اس واقعہ کے پیشِ نظر یہی سمجھے گا۔ کہ یہ"ران پیٹنا" کسی غم اور ماتم کے ارادے سے ہرگز ہرگز نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی کی فوتیدگی پر ایسا کیا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس خاموش رہنے کے لیے ایک اشارہ کے طور پر ایسا کیا گیا۔ اب بتلائیے۔ کہ شیعہ لوگ "ران پیٹنے" سے کس کو خاموش کرانا چاہتے ہیں۔ اور کس کی غلطی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ وہ اپنی غلطی کا اظہار کرنے کے لیے اسی طریقہ کو "دم دمام" کی شکل دیتے ہوں۔ یعنی لوگو! ہم نے (ہمارے بڑوں کے ذریعہ) میدانِ کربلا میں بہت بڑی غلطی کی۔ چونکہ یہ غلطی بڑی تھی۔ اور اس لیے اس کی خاطر ران پیٹنے سے بڑا اشارہ ہونا چاہیے اور وہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم منہ بھی پیٹیں۔ سینہ کوبی کریں اور زنجیر زنی مار بھی کریں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت درمیان میں کہاں سے آگئی۔ اور اس پر غم کے اظہار اور اس پر "ران پیٹنے" میں کونسی نسبت ہے؟

نجفی مخبوط الحواس کی لن ترانیاں دیکھیں کہ "ران پر ہاتھ مارنے" سے مروجہ ماتم ثابت کیا جا رہا ہے۔ چاہے وہ کسی طور رونما ہو۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر کسی کی ران پر مکھی

Marfat.com

بیٹھ جائے۔ تو وہ اُسے اڑانے کے لیے اُس جگہ پر ہاتھ مارے۔ تو آپ اس سے بھی "مروجہ ماتم" ثابت کرکے دم لیں گے۔ آپ نے کبڈی کھیلتے دیکھا ہوگا۔ پہلوانی کرتے دیکھا ہوگا ان دونوں کھیلوں میں "ران پیٹی" جاتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگا۔ کہ ران پیٹنے والے "ماتم" کررہے ہیں۔ عقل کے ناخن لو۔ یہ لوگ کس کا ماتم کررہے ہیں۔ اگر استدلال کا یہی انداز ہوتا تو اپریشن سے زنجیر زنی ثابت ہوتی۔ کسی کے مُنہ پر چپت رسید کرنے سے "منہ پیٹنا" ثابت ہوتا۔ اور کوئلے کی دلالی سے سیاہ کپڑے پہننے ثابت ہوتے۔

نجفی کی بد دماغی اور کم فہمی نہیں بلکہ کج فہمی کا یہ عالم ہے۔ کہ مذکورہ روایت میں "ران پیٹنے" کو یزید کی بیوی ہندہ کے ماتم پر قیاس کررہا ہے۔ اور اس صحابی کو جو آداب نماز سے ابھی باخبر نہ تھا۔ اُسے سمجھانے والے صحابہ کرام کو "سنتِ یزیدی" کا پیروکار بنا رہا ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے اس طور پر "ران پر ہاتھ مارنے" سے یہ ثابت بھی کیا جا رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد نبوی میں "ماتم" ہوا آپ اُسے دیکھتے رہے الخ خدا لگتی کہیئے۔ کہ واقعہ مذکورہ اور نجفی استدلال میں کوئی مطابقت ہے؟ یہ تھا۔ وہ مایۂ ناز طریقہ استدلال کہ جس کی بنا پر غالباً "حجۃ الاسلام" کا لقب نجفی کو دیا گیا۔

ھ

بر این عقل و دانش بباید گریست

Marfat.com

دغابازی نمبر ۳۲

قرآن میں ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے منہ پیٹ لیا

ماتم اور صحابہ :۔ "قرآن میں منہ پیٹنے کا ثبوت" :

بخاری شریف :

فَاَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا

(پارہ ۲۶ سورۃ الذاریات)

"صَكَّتْ" کا معنی ہے منہ پر طمانچہ مارنا۔

ثبوت ۲ بخاری شریف :

فَصَكَّتْ فَجَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ جَبْهَتَهَا

(بخاری شریف جلد ۶ ص ۱۳۹ اوالذاریات)

انگلیوں کو اکٹھا کیا اور منہ پر مارا۔

جواب :

نجفی شیعی کا بعینہ یہ سوال "فتوحات شیعہ" میں اس کے مؤلف نے بھی ذکر کیا ہے۔ ہم اس کا جواب تفصیلی طور پر لکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف بطور خلاصہ اس کا جواب تحریر کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

"قرآن کریم" میں منہ پیٹنے یعنی مروجہ ماتم کا ثبوت پیش کرنے پر بڑا زور دیا گیا۔ اور ناظرین کو مغالطہ میں ڈالنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور یہ باور کرانے کی سعی کی گئی۔ کہ حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام نے ماتم کیا۔ اور قرآن نے اس کو ذکر کیا۔ آپ ناظرین خود اندازہ لگائیں۔ کہ نجفی کا دعوٰے اور اس کے ثبوت میں دیا گیا حوالہ باہم کیا مناسبت رکھتے ہیں؟ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مختصر یوں ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب انہیں ایک فرزند کے تولد کی خوشخبری دی۔ تو انہوں نے ازراہِ تعجب اپنی انگلیاں پیشانی پر رکھ دیں۔ جیسا کہ عورتوں کی بوقتِ تعجب یہ عادت ہوتی ہے۔ لیکن نجفی نے اس تعجب کے طور پر منہ پر رکھے گئے ہاتھ سے "منہ پر طمانچہ مارنا" ثابت کر دیا۔ اس کے برخلاف نجفی نے کاش اپنے مسلک کی تفسیر دیکھی ہوتی۔ تفسیر قمی میں ص ۴۸۶ پر اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔ اَیْ غَطَّتْ وَجْہَہَا یعنی حضرت سارہ نے مارے شرم کے اپنا منہ چھپا لیا۔ ایک اور معنی اور تفسیر میں یوں مذکور ہے۔ فَزِعَتْ سَارَۃُ فَضَحِکَتْ اَیْ حَاضَتْ یعنی جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرشتے سے زمولود کی خبر سنی۔ تو گھبراہٹ کے عالم میں انہیں حیض آ گیا

تفسیر قمی کے اس حوالہ کے بعد نجفی صاحب سے سوال ہے۔ کہ اگر اس واقعہ سے "ماتم" ثابت کرتے ہو۔ تو پھر ایسے موقع پر کیا کرو۔ آخر ان مواقع پر ایسا کیوں نہیں کرتے جبکہ قرآن سے ثابت ہے؟ یعنی جب تم میں سے کسی کو بچے کی خوشخبری ملے۔ تو صف ماتم بچھایا کرو۔ (جس طرح دورِ جاہلیت میں بچی کی پیدائش پر صف ماتم بچھتی تھی۔) اور پھر ہر ماہ جب تمہاری کسی پردہ نشین کو حیض آنا شروع ہو۔ تو سینہ کوبی اور زنجیر زنی ہونی چاہیئے۔ ان دو اوقات میں تمام شیعہ برادری کو سخت ماتم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بحوالہ تفسیر قمی قرآن سے یہ ثابت ہے۔

ہماری ان گزارشات سے قارئین کرام بخوبی جان گئے ہوں گے۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا حماقت ہے اور دغا بازی ہے

Marfat.com

اگر ایسی ہی ہوتا۔ تو تفسیر قمی والااس مطلب و مقصد سے اندھا ہو گیا تھا۔ آخر اس کے مسلک کی بات ثابت ہو رہی تھی۔ وہ اس کی بجائے اِدھر اُدھر دوڑتا رہا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۲۳

وصالِ نبی پر سیدہ عائشہ کا اور قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ پر عورتوں کا منہ پیٹنا

ماتم او رصحابہ:

کتاب مذکور کے ص ۱۰۰ سے ص ۱۱۸ تک نجفی شیعی نے کتب اہل سنت سے مروجہ ماتم کے ثبوت پر جو عنوانات پیش کیے ہیں۔ ان میں بھی مکاری اور دغابازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ جس کی تفصیل آپ کے سامنے ابھی آتی ہے۔ مذکورہ عنوانات اور ان کا خلاصہ ملاحظہ ہو

۱۔ "وفات نبی پر عورتوں نے اپنے رخسار پیٹ پیٹ کر سرخ کر لیے،، اس عنوان کے ثبوت پر البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص ۲۴۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔ قَدْ تُوُفِّيَ عَلَى الْفِرَاشِ وَالنِّسْوَةُ حَوْلَهٗ فَحَمَّرْنَ وُجُوْهَهُنَّ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو آپ کے اردگرد بیٹھی عورتوں نے اپنے چہروں کو سرخ کر لیا۔

۲۔ وقت مصیبت سینہ اور منہ پیٹنا سنتِ عائشہ ہے،، اس کے ثبوت کے لیے تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۵۵ کی یہ عبارت درج کی۔ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

Marfat.com

قُبِضَ وَهُوَ فِي حِجْرِي ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلَى وِسَادَةٍ وَقُمْتُ الْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ وَاَضْرِبُ وَجْهِي۔ بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔نبی کریم نے میری گود میں وفات پائی میں نے حضور کا سر تکیہ پر رکھا۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔اور حضور کے غم میں میں نے دوسری عورتوں کے ساتھ اپنا منہ بھی پیٹا اور سینہ بھی۔

۳۔ ماتم زوجہ عثمان تاریخ طبری کا حوالہ۔وَذَكَرَ ابْنُ جَرِيرٍ اَنَّهُمْ اَرَادُوا اَحَزَّ رَأْسِهِ بَعْدَ قَتْلِهِ فَصَاحَ النِّسَاءُ وَضَرَبْنَ وُجُوْهَهُنَّ فِيْهِنَّ امْرَاتَاهُ نَائِلَةُ وَ اُمُّ الْبَنِيْنَ وَ بَنَاتُهُ۔ابن جریر نے ذکر کیا ہے۔کہ جب قاتلوں نے حضرت عثمان کا سر قلم کرنے کا ارادہ کیا تو عورتوں نے چیخ و پکار کی۔اور اپنے منہ پیٹے۔منہ پیٹنے والی عورتوں میں دو حضرت عثمان کی بیویاں تھیں۔ایک نائلہ اور دوسری ام البنین اور منہ پیٹنے والی عورتوں میں حضرت عثمان کی بیٹیاں بھی تھیں۔

۴۔ حضرت عثمان کی بیٹیوں کا ماتم اس مقام پر تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۸۹ کی یہ عبارت پیش کی۔ وَاَرَادُوا قَطْعَ رَأْسِهِ فَوَقَعَتْ نَائِلَةُ عَلَيْهِ وَاُمُّ الْبَنِيْنَ فَصِحْنَ وَضَرَبْنَ الْوُجُوْهَ۔جب حضرت عثمان کے قتل کے وقت قاتل نے ان کا سر قلم کرنا چاہا۔تو ان کی زوجہ نائلہ اور ام البنین ان پر گر پڑیں اور چیخیں اور اپنے منہ پیٹے۔

(ماتم اور صحابہ از ص ۱۱۰ تا ۱۱۸)

جواب:

رسالہ ماتم اور صحابہ میں درج شدہ عنوانات اور ان کے ثبوت کے طور پر تحریر کردہ حوالہ جات کے جوابات کا سلسلہ کچھ طوالت پکڑتا جا رہا ہے۔باوجودیکہ دل چاہتا ہے کہ نجفی کی مکاریوں اور دھوکہ دہی کی عبارتوں کا تفصیلی پوسٹ مارٹم کروں۔لیکن طوالت

Marfat.com

کے پیش نظر اختصار کرنا پڑ رہا ہے۔ گزشتہ سطور میں ذکر شدہ چار عنوانات میں سے پہلے عنوان کے تحت جو روایت درج کی گئی۔ اس کے متعلق اول یہ بات ہے۔ کہ بقول نجفی ہر روایت کی سند روایت ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں بن جاتی۔ بلکہ اس کے لیے بہت سی شرائط ہیں۔ البدایہ والنہایہ سے ذکر کردہ روایت کی سند کہاں ہے۔؟ دوسری بات یہ کہ بالفرض عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر وہی کیا۔ جو نجفی کے ذہن میں ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کیا اس طرح یہ سنت ہو گیا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص معصوم نہیں۔ اس لیے اگر ان عورتوں نے ایسا کیا۔ تو ان کے مقابلہ میں احادیثِ صحیحہ اس کی ممانعت میں موجود ہیں۔ ایسے میں ان عورتوں کے فعل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ ہمارا پھر وہی دعویٰ ہے۔ کہ عورتوں اور بچیوں کی بات نہ کرو۔ خاص کر اس لیے بھی کہ ان عورتوں اور بچیوں کو تم مسلمان بھی نہیں سمجھتے ہو۔ اگر حوالہ پیش کرنا ہے۔ تو کسی امام کا پیش کرو۔ وہ حوالہ باسند ہو۔ اور مرفوع و صحیح روایت کے ساتھ مذکور ہو۔ ایسا حوالہ ایک ہی پیش کر دو۔ اور منہ مانگا انعام پاؤ۔ پورے رسالے میں نجفی کا ایسی ایک حدیث بھی ذکر نہ کرنا اس بات کا غماز ہے۔ کہ ایسی حدیث ہے ہی نہیں

دوسرے عنوان کے تحت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا منہ پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا اس روایت کے بارے میں ہم تفصیلی جواب تحریر کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہی اعتراض فتوحاتِ شیعہ،، میں اسماعیل گوجروی نے بھی درج کیا تھا مختصر یہ کہ یہ روایت قابلِ استدلال ہرگز نہیں ہو سکتی۔

تیسرا اور چوتھا عنوان بھی اسی قسم کی روایت سے مزین کیا گیا۔ نہ اس کی سند اور نہ ہی فعل پیغمبر۔ بغیر سند کے یہ روایت کیونکر حجت قرار پائی۔ اور پھر جب کہ یہ فعل ایک عورت کا ہے۔ جو گناہ سے معصوم نہیں۔ اور نہ ہی اس کا فعل سنت بن جاتا ہے۔ اس لیے اس سے در ماتم،، کے جواز کا ثبوت کیسے ہو گیا؟ علاوہ ازیں اس روایت کا موجد تاریخ طبری

Marfat.com

جلد سوم ص ۱۹۷ پر ابن اسحاق ہے۔ یہی ابن اسحاق میزان الاعتدال اور تہذیب کے مطابق ایسا آدمی ہے کہ جس کے متعلق منقول ہے کہ لیس بحجۃ لیس بتری اور یُدلّس وجلد ابن اسحاق فی القدر یعنی ایسے راوی کی روایت سے استدلال کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ؟ بس نجفی کے سر پر بھوت سوار ہے۔ کہ وہ اہل تشیع کو یہ دکھلا کر خوش کر سکے۔ کہ میں نے اہل سنت کی کتابوں سے مروجہ ماتم ثابت کر دیا ہے۔ لیکن یقین جانیئے۔ اہل سنت و جماعت کے مسلک حقہ کے دلائل اور اصول وضوابط ایسے نہیں کہ نجفی جیسا چلتا پھرتا "حجۃ الاسلام" ان پر گرفت یا اعتراض کر سکے۔

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۳۴

ماتم اور صحابہ کے چند عنوانات اور اس پر تائیدی

حوالہ جات کا خلاصہ

عنوان ۱: "ماتم حضرت خدیجۃ الکبریٰ" اس کے ثبوت پر معارج النبوۃ میں سے یہ عبارت پیش کی۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار سے اذیت دی۔ تو سیدہ خدیجہ سر پیٹتی ہوئی باہر نکل آئیں۔"

عنوان ۲: "ماتم جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا" اس کی تائید میں بھی معارج النبوۃ کا ہی یہ حوالہ پیش کیا ہے۔ "جب سیدہ زہرا نے بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سنی۔ تو روتی ہوئی اور پیٹتی ہوئی باہر آئیں۔"

Marfat.com

جواب:

دونوں عنوانات کے ثبوت ہیں وہ معارج النبوہ میں سے . ہی یہ حوالہ پیش کیا ہے یہ کتاب رطب و یابس سے بھری پڑی ہے۔ اور محض ایک واعظ کی تصنیف ہے۔ لہٰذا اس میں کسی روایت کا درج ہو جانا قابل استدلال نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان دونوں روایات کی مجیبن نے بھی کوئی سند ذکر نہیں کی سند کے بغیر اس سے حجت نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ روایت مدارج النبوۃ میں بھی موجود ہے اور اس کے مصنف قابل غور ہیں۔ تو اس بارے میں عرض ہے۔ کہ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت ذکر کر کے اس کے بارے میں لکھ دیا۔ از غرائب روایات است کہ در معارج النبوہ آوردہ الخ ص ۱۱۸ جلد دوم)۔ جب ناقل خود اسے غریب روایت کہہ رہے ہیں۔ تو پھر قابل حجت کیونکر ہو گی۔ ؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۳۵

ماتم ابوھریرہ

ماتم اور صحابہ:

سنن ابن ماجہ:

قَالَ رَأَيْتُ أَبَاهُرَيْرَةَ يَضْرِبُ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ وَيَقُولُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ أَنْتُمْ تَزْعَمُوْنَ إِنِّي أَكْذِبُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ۔

حاشیہ: قَوْلُهُ يَضْرِبُ جَبْهَتَهُ وَإِنَّمَا يَضْرِبُهُ حُزْنًا وَتَأَسُّفًا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب ادب المفرد للبخاری ص ۴۲۶)

(اہل سنت کی معتبر کتاب سنن ابن ماجہ ص ۳۰ مولف محمد ابن یزید ابن ماجہ ہے)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو ہریرہ کو دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی پیٹ رہے تھے۔ اے اہل عراق تم گمان کرتے ہو کہ میں نبی پر جھوٹ

Marfat.com

باندھتا ہوں۔ اور اس صفحہ کے حاشیہ پر ہے۔ کہ وہ اپنی پیشانی کو غم اور تاسف کی وجہ سے پیٹ رہے تھے۔

قارئین کرام! اگر حضرت ابوہریرہ کے لیے ماتم کا جواز ہے۔ تو شیعہ حضرات کے لیے بھی غمِ حسین میں ماتم کرنا جائز ہے۔

جواب:

صحابیٔ رسول سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیشانی پر ہاتھ مارنے کا واقعہ یوں ہے لوگوں نے جب دیکھا۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ احادیث الرسول یاد ہیں۔ اور ان کی روایت کرتے ہیں۔ تو اس پر لوگوں کو تعجب ہوا۔ جب حضرت ابوہریرہ کو کثرتِ حدیث کی بات پر لوگوں کے تعجب کا علم ہوا۔ تو آپ نے ان لوگوں کے ایک وہم کو دور کرنے کے لیے از راہِ تعجب اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا۔ اور فرمایا۔ کیا تمہیں میری کثرتِ روایات بیان کرنے سے یہ وہم پڑ گیا ہے۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں گا۔ یعنی غلط اور موضوع احادیث بیان کرتا ہوں۔ اگر ایسا ہوا۔ تو اس کا وبال دگناہ میرے سر پر ہو گا۔

اسی واقعہ کو دوسری کتب احادیث میں یوں بھی بیان کیا گیا۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کہا۔ دیکھو انصار لوگ تو کھیتی باڑی سے فارغ نہیں ہوتے اور مہاجرین تجارت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور میں ہوں۔ کہ مجھے بہت زیادہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزارنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لیے میرے پاس بہ نسبت دیگر صحابہ احادیث زیادہ ہیں۔ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے رہا یہ معاملہ کہ شائد تم یہ سمجھو کہ میں کوئی بات خواہ مخواہ حضور کی طرف منسوب کر دوں گا۔ تو اس کذب بیانی اور افتراء کا سزاوار میں ہوں گا۔ اس کی فکر تمہیں نہیں ہونی چاہیئے۔

Marfat.com

واقعہ آپ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا۔ "مروّجہ ماتم" اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ازروئے تعجب پیشانی پر ہاتھ مارنے میں کونسی مناسبت ہے۔ ابوہریرہ کو غم اور افسوس تھا۔ تو کس بات پر؟ یہی ناکہ لوگ کثرتِ روایاتِ حدیث کی وجہ سے ان پر شک و وہم کرتے ہوں گے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ کوئی حدیث ابوہریرہ اپنی طرف سے گھڑ کر حضور کی طرف منسوب نہ کردیں۔ اور اس وہم پر تعجب اور افسوس کرتے ہوئے اپنے ہاتھ پیشانی پر مار رہے۔ ذرا غمِ حسین والے بتائیں۔ کہ کس وہم کو دور کرنے اور کس تعجب کے اظہار کے لیے "مروّجہ ماتم" کرتے ہیں؟ ہاں وہی بات یہاں بھی بن سکتی ہے۔ کہ واقعی اہلِ تشیع کو اپنے کئے پر افسوس ہوتا ہے۔ اور تعجب کرتے ہیں کہ ہم نے تو میدانِ کربلا میں خاندانِ اہلِ بیت کو ختم کردیا تھا۔ ہائے افسوس! ہم نے ایسا کیوں کیا تھا۔ اور قاتلانِ حسین نے بزعم خود یہ سوچا تھا۔ کہ اس طرح حسین اور اس کے ساتھیوں کا نام لیوا باقی نہ رہے گا لیکن تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کا نام اور روشن کردیا۔ غمِ حسین پر اس طرح ماتم کریں۔ یعنی منہ اور پیشانی پر ہاتھ ماریں۔ اور کذب بیانی کے وہم پر ماتھا پیٹیں۔ تو پھر اس کے لیے نجفی کو محرم ہو یا صفر بلکہ ہر ماہ ہر دن اپنا ماتھا پیٹنا چاہیئے۔ کیونکہ کذب بیانی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی کی شہادت پر ایسا کیا تھا۔ کہ تم بھی شہادت امام عالی مقام پر ایسا کرنا جو ان کے واقعہ سے ثابت کر رہے ہو؟ مختصر یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ازروئے افسوس و تعجب لوگوں کے وہم کو دُور کرنے کے لیے پیشانی پر ہاتھ مارا۔ اور نجفی نے اس سے سینہ کوبی، رخسار پیٹنا، زنجیر زنی اور سیاہ کپڑے پہن کر غمِ حسین کا بہانہ بنا کر ماتم و تعزیہ کرنا جائز کردیا۔ کیا یہ دغابازی اور مکاری نہیں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۳۶

ماتم بلال

ماتم اور صحابہ: مدارج النبوۃ:

پس بیروں آمد بلال دست برسر زناں وفریاد کناں وبود فریاد او از بریدہ شدن امید وشکستن پشت کاش کہ نمی زائد مادر من وچوں نزائید کاش می مردم پیش ازیں روز۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۲۱ مصنفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی میں ہے)

ترجمہ:

نبی کریم کی جب حالت نازک ہو گئی۔ تو بلال باہر آئے سر پر پیٹتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے اور کہتے جا رہے تھے کاش مجھے ماں نہ جنتی اور اگر جنا تھا تو کاش اس دن سے پہلے مر جاتا

جواب:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش بھی عبث اور بے کار بلکہ فریب کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کیونکہ بقول نجفی کسی روایت کی قبولیت کے کچھ مراحل ہوتے ہیں۔ اس مقام پر جواب طلب امر یہ ہے۔ کہ روایت

Marfat.com

مذکورہ کی سند ہے؟ کیونکہ جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو۔ اس کے بارے میں فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ تو جو روایت بلا سند ہو۔ اس کو حجت و دلیل نہیں بنایا جا سکتا لہٰذا اس بے سند حدیث کے مقابل میں بہت سی مسند صحیح اور مرفوع احادیث موجود ہیں۔ جن میں واویلا کرنے اور منہ و رخسار پیٹنے کی ممانعت ہے۔ اس لیے یہ روایت ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ فعل کب اور کیوں کیا؟ واقعہ یوں ہے۔ کہ شدتِ بیماری کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ کہ جاؤ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے حکم دو۔ کہ وہ نماز کی امامت کرائیں۔ الفاظ مدارج النبوۃ یہ ہیں۔ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بفرما یا بکر را کہ بگذارد نماز با مردم پس بیروں آمد بلال دست بر سر زنان الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرطِ غم اور بے خودی کے عالم میں سر پر ہاتھ مارتے ہوئے باہر نکلے۔ ایسا آپ نے کیوں کیا؟ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت بلال کو نظر آ رہا تھا۔ کہ بہت جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ جائیں گے۔ اور یہ وقت ایسا اندوہناک ہوگا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سب سے زیادہ گراں فرمایا تھا۔ اس بے خودی اور بے بسی کے عالم میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سر پر ہاتھ مارے۔ اور کہنے لگے کاش مجھے ماں نہ جنتی یا میں آج کے دن سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ اگر روایت بالا کو نجفی صحیح اور مرفوع تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امت کا امام اپنی زندگی میں مقرر فرمایا۔ تاکہ ان کی اولیت و افضلیت سب پر عیاں ہو جائے لہٰذا خلافت و امامت ابوبکر صدیق بھی نجفی کو تسلیم کرنی چاہیئے۔

دوسری بات یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت کر دکھاؤ کہ انہوں نے اس بے بسی کے عالم کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے دنوں میں

Marfat.com

اس طرح کیا ہو؟ اگر اس سے ماتم ثابت کرنا ہے۔ تو پھر ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر کوفیوں اور شامیوں نے صف ماتم بچھا دی تھی۔ پھر ہر سال اس کے جواز کا کیا بہانہ ہے۔

تیسری بات یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایک وقت سر پر ہاتھ مارنا اور تمہارے مروجہ ماتم کے ساتھ اس کا کیا تعلق؟ کیا سینہ کوبی، منہ اور رخسار پیٹنا اور بال کھلے چھوڑ کر دیوانوں کی سی شکل بنا کر آگ پر ماتم کرنے پر اتر آنا اس کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دور کا بھی تعلق ہے؟

اور اگر روایت مذکورہ صحیح نہیں مانتے۔ تو اس سے استدلال و بحث لغو ہے۔ بہر حال اس واقعہ کے ذریعہ نجفی نے مروجہ ماتم ثابت کرتے میں بھی مکاری سے کام لیا جسے ہم نے آشکارا کر دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دغابازی نمبر ۲۷

امام احمد بن حنبل پر ماتم

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر تاریخ بغداد جلد ۴ ص ۴۲۳۔

تاریخ بغداد:

قَالَ سَمِعْتُ الْوَرْكَانِي يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَقَعَ الْمَاتِمُ وَالنَّوْحُ فِيْ اَرْبَعَةِ اَصْنَافٍ مِنَ النَّاسِ اَلْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ

Marfat.com

ترجمہ:

جب امام احمد بن حنبل فوت ہوئے۔ تو چار اصناف نے ان پر ماتم کیا۔ اہل اسلام، یہود و نصاریٰ، مجوسی۔

قارئین: ماتم کو بدعت کہنے والے اپنے گھر کی خبر لیں۔ امام احمد بن حنبل کو ماراتھی خود ہے۔ اور پھران کا ماتم بھی کیا ہے۔ شائد اسی وجہ سے شیعہ حضرات کو الزام دیتے ہیں۔ کہ ماراتھی خود ہے۔ اور پیٹتے بھی خود ہیں۔ حالانکہ یہ مخالفین ماتم کے بزرگوں کی سنت ہے۔

جواب:

نجفی نے تاریخ بغداد کے حوالہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کے لیے دو الفاظ کا سہارا لیا ہے۔ ایک لفظ ماتم اور دوسرا نوحہ۔

ان دونوں الفاظ کی لغوی تحقیق مذکور ہو چکی ہے۔ اور پھر اس کی تائید میں کتب شیعہ سے حوالہ جات بھی گزر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ "نوحہ"، کبھی بین کرنے، کبھی صرف رونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور "ماتم" کا معنی حزن، نوحہ، آہ و بکا کرنا اور غم کھانا آتا ہے ان دو لفظوں کے علاوہ نجفی کے پاس استدلال کے لیے کوئی شئی نہیں ہے۔ صاحبانِ انصاف! ان دونوں الفاظ کے معانی دیکھئے۔ اور "مروجہ ماتم" کی صورت و کیفیت تصور میں لائیے۔ دونوں میں کوئی مناسبت ہے؟

ہم گزشتہ اوراق میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ رونا اور آنسو بہانا کسی کی فوتیدگی کے وقت، ناجائز فعل نہیں۔ بلکہ سنتِ رسول ہے۔ آپ سے اپنے بیٹے ابراہیم کے وصال پر حزن و ملال دیکھنے میں آیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اور آنسو بہانے کو اللہ کی رحمت قرار دیا۔ لیکن سینہ کوبی، کپڑے پھاڑنے۔ اور بال نوچنا منع فرمایا۔ اور ان افعال کو اللہ کے غضب ناک ہونے کی دلیل بتلایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے وصال پر

Marfat.com

مسلم وغیرہ مسلم نے جو غم کا اظہار کیا وہ صرف آنسو بہا کر محض رو کر کیا۔ اس میں "مروجہ ماتم" کی بُو تک بھی نہیں تھی۔ دونوں طبقوں کی پریشانی اور غمی کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق کے پابند تھے اسی طرح بندوں کے حقوق میں بھی کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے اس لیے مسلمانوں نے بحیثیت عظیم متقی اور مومن کامل ہونے کے ان کے وصال پر غمی کا اظہار کیا۔ اور غیر مسلموں نے اس لیے حزن و ملال کیا۔ کہ بحیثیت انسان آپ کے احسان اور خوش خلقی سے وہ انتہائی گرویدہ ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کے دکھ و درد کے اظہار سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا پہلی مکاریوں کی طرح ایک مکاری و فریب ہی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۳۸

احمد بن حنبل کے استاد کا ماتم

ماتم اور صحابہ:

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ الْحرى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاؤُدَ يَقُوْلُ عَمِيَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَلَهُ اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَالَ فَاَقَامُوْا عَلَيَّ مَاتَمًا

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد پنجم ص ۲۴۲)

ترجمہ:

امام احمد بن حنبل کے استاذ محمد بن خازم ابو معاویہ ضریر (یہ وہ بزرگوار

Marfat.com

ہیں۔ جو شیعوں سے اتنی عداوت رکھتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون عباسی سے کہنے لگے۔ کہ نبی کریم نے فرمایا ہے۔ کہ آخر زمانہ میں ایک گروہ آئے گا۔ جس کو رافضہ کہا جائے گا۔ اور جو ان کو پائے وہ ان کو قتل کر دے کیونکہ وہ مشرک ہیں) اللہ تعالیٰ نے جب بصیرت کے اندھے کی بصارت کو بھی چار سال کی عمر میں ختم کیا۔ تو کہتا ہے کہ اس وقت مجھ پر ماتم بپا کیا گیا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۳۲)

جواب:

نجفی شیعی نے تاریخ بغداد کے اس حوالہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ گزشتہ حوالہ جات کی طرح یہاں بھی دغابازی سے ہی کام لیا گیا۔ لفظ ”ماتم“، کہ جس سے نجفی استدلال کر رہا ہے۔ اس سے مراد ”مروجہ ماتم“، کس نے لیا۔ چار سال کی عمر میں آنکھوں کی بینائی ختم ہو جانے پر ان کے عزیز و اقارب کو صدمہ لاحق ہوا اور انہوں نے اس سے اظہارِ افسوس کیا۔ اس سے ”مروجہ ماتم“ کہاں ثابت ہو گیا؟ اگر نجفی کے بقول ”مروجہ ماتم“، کیا گیا۔ تو پھر یہاں کس کی شہادت ہوئی۔ کس کا وصال ہوا؟ کہ جس پر غم واندوہ کا یہ طریقہ اپنایا گیا۔ جو شیعہ اپناتے ہیں۔

دوسری وجہ ناقابل استدلال ہونے کی یہ ہے۔ کہ اس روایت کا راوی جسے غلطی سے نجفی نے ”محمود بن علی“ لکھا ہے۔ اس کی بجائے اس کا نام محمد بن علی اٰجری ہے۔ اور اسماء الرجال میں اسے عقائد کے اعتبار سے معتزلی بتایا گیا۔ اور اس کا عقیدہ تھا کہ عذاب قبر کوئی چیز ثابت نہیں۔ اور یہ کہ ہر شخص اپنے افعال کا خالق ہے۔ ایسے شخص کی روایت ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لسان المیزان:

محمد بن علی بن عبد الرحمن الاٰجری......

Marfat.com

سَمِعَ مِنْ اَبِی الْعَبَّاسِ الرَّوَاسِی کَتَبَ عَنْہُ اِبْنُ السَّمْعَانِی
وَقَالَ کَانَ مُعْتَزِلِیًّا مُصَرِّحًا بِہٖ۔

(لسان المیزان جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۱۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن علی بن عبدالرحمٰن اجری.........اس نے حدیث کی سماعت ابوالعباس رواسی سے کی۔ اور اجری کی حدیثوں کو ابن سمعانی نے لکھا اور کہا۔ کہ اجری کھلم کھلا معتزلی تھا۔

لہٰذا اس ذومعنی لفظ اور ناقابل استدلال راوی کی وجہ سے روایت مذکورہ قابلِ استدلال نہیں۔ جب یہ روایت اس کیفیت والی ہے۔ تو اس سے "دم وجہ ماتم" ثابت کرنا حماقت، جہالت اور کور باطنی کی دلیل ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار

دغابازی نمبر ۳۹

"موت عمر پر جنات کا ماتم"

ماتم اور صحابہ: ریاض النضرۃ جلد دوم ص ۱۸۷ مطبوعہ بغداد میں ہے

ریاض النضرہ:

وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ زِیَادٍ قَالَ رَثَتِ الْجِنُّ عُمَرَ فَکَانَ
فِیْمَا قَالُوْا۔ سَتَبْکِیْکَ نِسَاءُ الْجِنِّ۔ تَبْکِیْنَ مُنْتَحِبَاتٍ

Marfat.com

وَتَخْمِشْنَ وُجُوْهًا-كَالدَّنَانِيْرِ النَّقِيَّاتِ-

(ریاض النضرہ جلد دوم ص ۸۰، مطبوعہ بغداد)

ترجمہ:

جب حضرت عمر فوت ہوئے تو جنوں نے ان کا مرثیہ کہا۔ ملاحظہ ہو۔ اے عمر! جنات کی عورتیں تجھے رو رہی ہیں بلند آواز سے اور صاف دیناروں کی طرح اپنے چہرے کو وہ پیٹ رہی ہیں۔

قارئین! اگر پیٹنا بدعت ہے تو جنات کی عورتوں کو یہ بدعت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اہل سنت والجماعت کے بزرگوں کو ایسے جھوٹے افسانے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ارباب انصاف! حضرت عمر مر گئے ہیں۔ جنات کی عورتیں منہ پیٹ رہی ہیں۔ کتاب اور روایت کے خلاف تحریک خدام اہل سنت والجماعت خاموش ہے اور اگر اولاد نبی بھوکی پیاسی ذبح ہوئی مستورات اور بچے قید ہوئے۔ لاش امام حسین کئی دن بغیر دفن کے رہی۔ اور جنات ماتم کریں یا اہل تشیع ماتم کر کے نبی پاک کو پرسہ دیں تو شریعت کی مشین گن سے فتاویٰ کی گولیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

جواب:

"ریاض النضرہ" سے منقول شدہ روایت اور اس کی معارض احادیث کا موازنہ کیا جائے۔ جیسا کہ خود نجفی نے تسلیم کیا ہے۔ کہ کسی حدیث کی صحت و عدم صحت میں ایک مرحلہ اس کی معارض حدیث کا بھی ہے۔ بوقتِ تعارض کس کو ترجیح دینی چاہیے۔ "ریاض النضرہ" کی مذکورہ عبارت کی پوری سند درج نہ کرنے کی وجہ سے اس کا مرتبہ و مقام حدیثِ مسند سے کہیں کم ہے۔ اس لیے یہ قوت و صحت میں ان احادیث

Marfat.com

کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ جن میں سند صحیح کے ساتھ اور صراحۃً سینہ کوبی وغیرہ کی حرمت مذکور ہے۔ اس لیے ایسی ضعیف احادیث کو بطور حجت کون قبول کرے گا۔

روایت مذکورہ میں جنی عورتوں کا مرثیہ پڑھنا، رونا اور چہرہ پیٹنا مذکور ہے۔ اس میں مرثیہ خوانی اور رونا محل نزاع نہیں۔ ہاں اگر کوئی لفظ نجفی کے ہاتھ آیا۔ وہ "تخمشن وجوھا،، ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ان عورتوں نے کیا۔ جو جنات میں سے ہیں۔ اول تو اس کا ثبوت محل نظر ہے۔ یہ عورتیں کس کو نظر آئیں۔ پھر ان کے زخمی اور چھیلے ہوئے چہرے کس نے دیکھے؟ اگر یہ سب کچھ موجود آدمیوں کو نظر آرہا تھا۔ تو ان جنی عورتوں کا فعل کب دلیل شرعی بن سکتا ہے؟ جنات بہت کچھ کرتے ہیں۔ ان کے اعمال و اقوال درجہ استدلال تک ہرگز نہیں پہنچتے۔ نجفی صاحب کو چاہیئے تھا کہ "مروجہ ماتم،، کے جواز پر ادھر اُدھر کے حوالہ جات دینے کی بجائے کسی امام کا قول و عمل پیش کرتے۔ جو ان کے ہاں جواز و عدم جواز کا معیار ہے۔ لیکن پوری کتاب چھان ڈالیں۔ ایک روایت بھی سند صحیح کے ساتھ نہیں ملے گی۔ اور اگر کوئی ایک ہوتی۔ تو جنی عورتوں کا سہارا لینے کی ان کو ضرورت نہ پڑتی۔ بس ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی۔ اور کوئی تنکا ہاتھ آجانے کی تمنا کی۔ بھلا اس سے بھی کوئی مطمئن ہوتا ہے۔ دغابازی اور فریب کاری آخر ظاہر ہو ہی جاتی ہے

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۴۰

"خالد بن ولید پر سات روز ماتم ہوا"

ماتم اور صحابہ:

کنز العمال:

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عِکْرِمَۃَ قَالَ عَجَبًا لِقَوْلِ النَّاسِ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ نَھٰی عَنِ النَّوْحِ لَقَدْ بَکٰی عَلٰی خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ بِمَکَّۃَ وَ الْمَدِیْنَۃِ نِسَاءُ بَنِی الْمُغِیْرَۃِ سَبْعًا یَشْقُقْنَ الْجُیُوْبَ وَ یَضْرِبْنَ الْوُجُوْہَ وَ اَطْعَمُوْا الطَّعَامَ تِلْکَ الْاَیَّامَ حَتّٰی مَضَتْ مَا یَنْھَاھُنَّ عُمَرُ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۱۸ مؤلف شیخ علاؤ الدین)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ لوگوں پر تعجب ہے۔ کہ نوحہ خوانی سے منع کرنے کی نسبت حضرت عمر کی طرف کرتے ہیں۔ حالانکہ جب خالد بن ولید مرا۔ تو بنی مغیرہ کی عورتوں نے سات روز تک ماتم کیا۔ اپنے سینے پیٹے گریبان چاک کیے۔ اور نذر نیاز بھی چلتی رہی۔ اور اس نوحہ خوانی اور ماتم سے حضرت عمر نے انہیں بالکل منع نہیں کیا۔

Marfat.com

قارئین! ماتم کے مخالف ملاؤں کے جب بزرگ فوت ہوئے تو ان پر نوحہ اور ماتم حضرت عمر کے سامنے ہوا۔ بلکہ گریبان بھی چاک ہوئے۔ اور حضرت عمر جیسے سخت گیر نے انہیں منع نہ کیا۔ اور اگر شہادت امام حسین کو یاد رکھنے کے لیے ماتم کیا جائے تو ان ملاؤں کو تکلیف ہونے لگتی ہے۔

(ماخوذ از ماتم اور صحابہ)

جواب:

نجفی نے "کنز العمال" سے ایک روایت ذکر کر کے اپنا مطلب و مقصد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں سب سے اول گزارش یہ ہے کہ اس روایت کی مذکورہ کتاب میں کوئی سند موجود نہیں۔ اور نہ ہی نجفی اس کی سند پیش کر سکتا ہے لہٰذا بے سند ہونے کی وجہ سے قابل استدلال و حجت نہیں۔ اور پھر اس کے مقابلہ میں اسی کتاب میں وہ احادیث و روایات اس کے ساتھ ہی موجود ہیں۔ جن میں یہاں تک مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایسی عورتوں پر اس قدر سختی فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیچاری بھاگ اٹھتیں۔ اور بعض دفعہ ان کے دوپٹے بھی گر جاتے اس لیے یہ حدیث سیرتِ فاروق اعظم کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہے کنز العمال سے اسی حدیث کے متصل اس کی معارض احادیث ملاحظہ ہوں۔

کنز العمال:

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِجْتَمَعَ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ نِسَاءٌ يَبْكِيْنَ فَجَاءَ عُمَرُ وَمَعَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَعَهُ الدِّرَّةُ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اُدْخُلْ عَلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاْمُرْهَا فَتَحْتَجِبْ وَاَخْرِجْهُنَّ عَلَيَّ فَجَعَلَ يُخْرِجُهُنَّ عَلَيْهِ

Marfat.com

وَهُوَ يَضْرِبُهُنَّ بِالدُّرَّةِ فَسَقَطَ خِمَارُ اِمْرَاةٍ مِنْهُنَّ فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ خِمَارُهَا فَقَالَ دَعُوْهَا فَلَا حُرْمَةَ لَهَا وَكَانَ يُعْجِبُ مِنْ قَوْلِهٖ لَا حُرْمَةَ لَهَا۔

(کنز العمال جلد ۱۵ ص ۳۰، مطبوعہ حلب مصر طبع جدید)

ترجمہ:

عمرو بن دینار فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔ تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر عورتوں نے اکٹھے ہو کر رونا شروع کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ عبداللہ بن عباس کو لے کر تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ فرمایا اے عبداللہ! جاؤ جا کر ام المومنین رضی اللہ عنہا سے عرض کرو۔ کہ وہ پردہ کریں۔ اور رونے والی عورتوں کو باہر نکالو۔ چنانچہ حضرت ابن عباس اندر گئے اور ایک ایک کر کے ان کو حضرت عمر کی طرف نکالنا شروع کیا۔ جب بھی کوئی عورت اندر سے نکلتی۔ آپ اُسے کوڑے سے مارتے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک عورت کا دوپٹہ گر گیا۔ لوگوں نے کہا۔ اے امیر المومنین! اس کا دوپٹہ اسے دینے دیجئے تاکہ وہ پردہ کرلے۔ فرمایا۔ چھوڑو۔ اس کام کے بعد اُس عورت کی کوئی عزت نہیں رہی۔ کہ جسے دوپٹہ پہنا کر برقرار رکھا جائے۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تعجب کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

کنز العمال:

عَنْ سُفْیَانَ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ اِجْتَمَعَ نِسْوَةُ بَنِي الْمُغِیْرَةِ فِي دَارِ خَالِدٍ یَبْکِیْنَ عَلَیْهِ فَقِیْلَ لِعُمَرَ اِنَّهُنَّ قَدِ اجْتَمَعْنَ فِي دَارِ خَالِدٍ وَهُنَّ خُلَقَاءُ اَنْ یُسْمِعْنَكَ بَعْضَ مَا تَکْرَهُ فَاَرْسِلْ اِلَیْهِنَّ فَانْهَهُنَّ فَقَالَ عُمَرُ وَمَا عَلَیْهِنَّ اَنْ یُرِقْنَ مِنْ دُمُوْعِهِنَّ عَلٰی اَبِي سُلَیْمَانَ مَا لَمْ یَکُنْ نَقْعًا اَوْ لَقْلَقَةً

(ابن سعد)

کنز العمال جلد ۱۵ ص ۷۳۰ مطبوعہ حلب مصر طبع جدید)

ترجمہ:

سفیان بن سلمہ کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو قبیلہ بنی مغیرہ کی عورتیں ان کے گھر رونے کے لیے اکھٹے ہوئیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بتلایا گیا۔ کہ کچھ عورتیں حضرت خالد کے گھر جمع ہوئی ہیں۔ اور وہ آپ کو کچھ ایسی آوازیں اور باتیں سنانا چاہتی ہیں۔ جو آپ سننا پسند نہیں کرتے۔ (یعنی بین اور واویلا اور پیٹنا چلانا چاہتی ہیں) تو آپ نے ان عورتوں کو منع کر دیا۔ اور پھر فرمایا کہ اگر وہ عورتیں حضرت خالد پر غم کی صورت میں آنسوؤں سے روتی ہیں۔ تو ان پر کوئی حرج نہیں لیکن اگر انھوں نے سر میں خاک ڈالی یا ۔بین اور واویلا کیا۔ (تو پھر ان کا انتظام کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

لمحۂ فکریہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل اور سیرت و کنز العمال کے حوالہ سے ہم نے پیش کی۔ آپ کسی کے انتقال پر سر میں خاک ڈالنے اور واویلا کرنے کو کس قدر سختی سے منع فرماتے تھے۔ اور پھر ایسا کرنے والی عورتوں کو کوڑوں سے مارا بھی۔ ایسے پابند شرع اور نڈر خلیفہ و صحابی کے متعلق یہ کہنا کہ اُن کے سامنے ماتم ہوتا رہا۔ اور انہوں نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔ کس قدر بہتان ہے۔ یہ بہتان اس لیے بنا۔ کہ اس کے معارض اسی کتاب سے ہم نے دو روایتیں (اور وہ بھی حضرت خالد بن ولید کے انتقال کے وقت حضرت عمر بن الخطاب کے رویہ کے متعلق) ذکر کیں۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ واضح طور پر نظر آ رہا ہے۔ نجفی کی ذکر کردہ روایت بے سند بھی ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل و فعل کے خلاف بھی لہٰذا اس سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت خالد بن ولید پر سات دن تک "ماتم" ہوتا رہا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موجود ہوتے ہوئے بھی اس سے منع نہ کیا۔ کتنی بڑی مکاری ہے۔ اور بد دیانتی ہے۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی ہے۔ حقیقت ہے اگر نجفی ایسے "حجۃ الاسلام" حضرت فاروق اعظم کے دور میں ہوتے۔ یا آج اُن جیسا کوئی حکمران آجائے۔ تو اس جیسے ماتمیوں کی خوب مرمت ہوتی۔ اور ذوالجناح چھوڑ کر امام باڑوں میں چھپتے۔ لیکن کہیں بھی پناہ نہ ملتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۴۱

ماتم اعرابی

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب شرح الزرقانی مؤطا امام مالک جلد دوم مؤلف امام مالک بن انس اور شارح سید محمد زرقانی ہے۔

شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک:

قَالَ جَاءَ اِعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ یَضْرِبُ نَحْرَہٗ وَ یَنْتِفُ شَعْرَہٗ وَیَقُوْلُ ھَلَکَ الْاَبْعَدُ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے نبی کریم کے پاس ایک اعرابی آیا چھاتی کو پیٹتا ہوا اور بالوں کو نوچتا ہوا اور کہتا تھا کہ دور رہنے والا ہلاک ہوا۔ اور پھر اس صفحہ پر اسی شرح میں ہے۔

زَادَ دَارُ الْقُطْنِیْ وَ یَحْثِیْ عَلٰی رَاْسِہِ التُّرَابَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَ یَلْطِمُ وَجْھَہٗ وَ یَدْعُوْ وَیْلَہٗ قِیْلَ فِیْہِ جَوَازُ ذَالِکَ لِمَنْ وَقَعَتْ لَہٗ مُصِیْبَۃٌ فِی الدَّارَیْنِ۔

ترجمہ:

اور دار قطنی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ سر میں خاک ڈالے ہوئے تھا اور ایک روایت میں اس کا چہرہ پیٹنا اور واویلا کرنا بھی مذکور ہے۔ اس روایت میں اس شخص

Marfat.com

کے لیے جو مصیبت میں مبتلا ہو جواز موجود ہے منہ پیٹنے کا، بال نوچنے کا، چھاتی پیٹنے کا۔ اب یہ لوگ جو بدعت کی رٹ لگاتے ہیں۔ ذرا پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ جن چیزوں کو یہ ملاں بدعت کہتے ہیں۔ یہ سب اعرابی نے نبی کریم کے سامنے کی ہیں۔ اگر ان میں گناہ تھا۔ تو نبی پاک نے اعرابی کو فوراً منع کیوں نہ کیا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۳۷)

جواب:

نجفی علیہ ما علیہ نے زرقانی شرح مؤطا امام مالک سے جو روایت نقل کی۔ اس میں بد دیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے صرف اس قدر عبارت لے لی۔ جو اس کے خیال کے مطابق اس کے مقصد کے لیے مفید دکھلائی دی۔ پہلے مکمل عبارت ملاحظہ کیجیے۔ پھر اس کا جواب۔

شرح الزرقانی:

(يَضْرِبُ نَحْرَهُ وَيَنْتِفُ شَعْرَهُ) زَادَ الدَّارُ قُطْنِي وَيَحْثِيْ عَلَى رَأْسِهِ التُّرَابَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَلْطِمُ وَجْهَهُ وَيَدْعُوْ وَيْلَهُ قِيْلَ فِيْهِ جَوَازُ ذَالِكَ لِمَنْ وَقَعَتْ لَهُ مُصِيْبَةٌ فِي الدَّارَيْنِ لِمَا يُشْعِرُ بِهِ حَالُهُ مِنْ شِدَّةِ النَّدَمِ وَصِحَّةِ الْإِقْلَاعِ وَيَحْتَمِلُ أَنَّ هٰذَا الْوَاقِعَةَ قَبْلَ النَّهْيِ عَنْ لَطْمِ الْخُدُوْدِ وَحَلْقِ الشَّعْرِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

(شرح الزرقانی جلد دوم ص ۱۷۲ تذکرہ کفارہ من افطر فی رمضان)

ترجمہ:

(اپنی چھاتی پیٹتا ہوا اور بال نوچتا ہوا وہ اعرابی آیا) دار قطنی نے کہا۔ کہ وہ

Marfat.com

سر پر خاک ڈالتا آیا۔ ایک اور روایت میں مذکور کہ وہ اپنا چہرہ پیٹتا اور واویلا کرتا ہوا آیا۔ کہا گیا ہے۔ کہ اس واقعہ سے مذکورہ امور اس شخص کے لیے جائز ہو جاتے ہیں۔ جس پر دنیا و آخرت کی کوئی مصیبت آن پڑی ہو۔ اعرابی کا یہ واقعہ اس کی شدتِ ندامت اور بے خودی کی وجہ سے ہوا۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ واقعہ اس دور کا ہو۔ جب چہرہ پیٹنا اور بوقت مصیبت بال مونڈنا ابھی حرام نہ تھا۔

واقعہ مذکورہ کے ضمن میں دو باتیں پیش نظر رہیں۔ اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا۔ لیس منامن ضرب الخدود الخ یعنی جس نے رخسار پیٹے گریبان چاک کیے اور جاہلیت کی باتیں کیں۔ وہ ہم سے نہیں۔ اس اعلان سے قبل اگر کسی نے کچھ ان امور میں سے کیا تو وہ مجرم نہیں۔ جیسا کہ حرمت شراب سے قبل شراب پینا جرم تصور نہ کیا گیا۔ اسی حرمت کے بعد "ولا یعصینك فی معروف" آیت اترنے پر آپ نے عورتوں کی مشروط بیعت کی تھی۔ جس کی تفصیل تفاسیر طرفین سے گزر چکی ہے۔ زرقانی کے آخری الفاظ چونکہ معاملہ کی وضاحت کرتے تھے۔ اور نجفی کے عقیدہ کی پرزور تردید کرتے تھے۔ اس لیے ان کو نجفی ہڑپ کر گیا۔ دوسری بات یہ کہ اس اعرابی نے بے خودی اور بلا ارادہ ایسا کیا۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے۔ جس پر گرفت نہیں۔ اگر اسی سے مروجہ ماتم ثابت کرنا ہے۔ تو پھر روزہ رکھ کر اپنی بیوی سے جماع کرنے کے بعد ایسا کر لیا کرو۔ لیکن وہ بھی عمر میں صرف ایک بار۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۴۲

ماتم اور صحابہ:

رسالہ خدام الدین لاہور ۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء ص ۲ مضمون نویس بریرہ خاتون بعنوان حضرت عائشہ۔

(حضرت عائشہؓ ان کے انتقال سے لوگوں کو بہت صدمہ تھا۔ مسروق کہتا ہے اگر بعض مصالح مانع نہ ہوتے تو میں ام المومنین کے لیے ماتم برپا کرتا۔

قارئین: دیکھا حضرت عائشہ کے ماتم کی تیاری۔ اگر ماتم کرنے سے آدمی دوزخی ہو جاتا ہے۔ تو صحابہ کو کیا پڑی کہ موت حضرت عائشہ پر دوزخی ہونے کی کوشش کرتا۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۲۷-۱۲۸)

جواب:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا۔ وہ یہ کہ "اگر بعض مصالح مانع نہ ہوتے تو میں ام المومنین کے لیے ماتم برپا کرتا"، اس کا مفہوم کیا ہے؟ یعنی بہت سی ایسی احادیث اور ارشادات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو ماتم کی صراحت کے ساتھ ممانعت کرتے ہیں۔ اگر ایسی احادیث نبویہ نہ ہوتیں۔ تو میں وہ ماتم، برپا کرتا۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایسی بہت سی روایات ملتی ہیں۔ جو جناب مسروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے ملتی جلتی ہیں۔ لیکن آج تک کسی شیعہ نے ان روایات

Marfat.com

سے ”ماتم“ ثابت نہیں کیا۔ حالانکہ اس کا ثبوت ان روایات سے اتنا مشکل نہ تھا۔ ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ:

وَلَوْلَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤُوْنِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۳۵ ص ۳۵۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر انہیں غسل دے رہے تھے۔ تو یہ کلمات ان کی زبان پر جاری تھے۔) اگر آپ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کا حکم نہ دیا ہوتا۔ اور جزع سے منع نہ فرمایا ہوتا۔ تو ہم آپ کے وصال کے غم میں دماغ کی رطوبتیں ختم کر دیتے۔

دیکھئے! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول تقریباً انہی خیالات کا ترجمان ہے جو اوپر حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے نقل ہوئے۔ پھر اب تک کسی نے حضرت علی المرتضیٰ کے اس قول سے ”ماتم“ ثابت نہیں کیا۔ بلکہ اس سے تو ماتم کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی جواز کی بجائے ”ماتم“ کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن نجفی نے کمال چالاکی اور فریب دہی سے اپنے ساتھیوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ ایک صحابی ”ماتم“ کی تمنا کر کے دوزخی ہونے کی تمنا کر رہا ہے۔ کیا یہی جملہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے متعلق کیا کہو گے؟

دغا بازی نمبر ۴۳

امام باقر نے اپنے ماتم کی وصیت کی اور پیسے دیئے۔	ماتم اور صحابہ

فروع کافی:

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن حماد بن عیسیٰ عن حریز او غیرہ قال اوصٰی ابو جعفرٍ بثمانمائۃ درھم لماتمہ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے آٹھ سو درہم کی اپنے ماتم کے لیے وصیت۔

قارئین: اگر نوحہ یا ندبہ گناہ ہوتا تو معصوم امام اپنے مال سے آٹھ سو درہم اپنے اوپر ماتم کرنے کے لیے مخصوص نہ فرماتے۔ امام کی اس وصیت میں نوحہ و ماتم کا جواز بیّن ہے۔ (ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۳۹)

Marfat.com

جواب:

ان روایات میں ماتم سے مراد اہل میت کو کھانا کھلانا ہے

مذکورہ بالا دونوں روایات میں جو لفظ استدلال کی بنیاد بنایا گیا۔ وہ ماتم اور ندبہ ہے۔ ہم لفظ ماتم کے بارے میں کتب لغت اور کتب مسلک اہل تشیع سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ان کا معنی صرف سینہ کوبی، رخسار پیٹنا وغیرہ "مروجہ ماتم" نہیں لفظ ماتم "اتم" سے ماخوذ ہے۔ المنجد میں اس کا معنی جمع ہونا لکھا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ لفظ جس طرح غم کے لیے منعقد شدہ مجلس پر بولا جاتا ہے اسی طرح خوشی کے لیے قائم شدہ مجمع اور مجلس کو بھی "ماتم" کہتے ہیں اور پھر اسی لفظ سے بعض دفعہ وہ کھانا بھی مراد ہوتا ہے جو اطعام کے لیے جمع ہونے والوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اور انہیں کھلایا جاتا ہے۔ فروع کافی کے تین عدد حوالہ جات اس کی تائید پیش خدمت ہے۔

فروع کافی:

علی بن ابراھیم عن ابیہ حماد عن حریر عن زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال یُصْنَعُ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ مَاتَمٌ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ يَوْمِ مَاتَ

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷ کتاب الجنائز مطبوعہ طھران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

(بحذف اسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مرنے والے کے گھر والوں کے لیے تین دن تک کھانا پکانا چاہیے۔ (یعنی عزیز و اقارب اپنے اپنے گھر کھانا پکا کر میت کے گھر والوں کو کھلائیں یا اُن کے گھر بھیج دیں۔

فروع کافی:

الحسین بن محمد عن احمد بن اسحاق عن سعدان عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ يَنْبَغِيْ لِجِيْرَانِ صَاحِبِ الْمُصِيْبَةِ اَنْ يُطْعِمُوْا الطَّعَامَ عَنْهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔۔ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِتَّخِذُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ شُغِلُوْا۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتم (وصال کے بعد جمع شدہ لوگوں کو کھلانے کے لیے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی۔ اور آپ اس پر عمل کرنے کو سنت سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا تھا۔ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانے کا اہتمام کرو۔ کیونکہ وہ پریشانی میں مبتلا ہیں۔

Marfat.com

مذکورہ احادیث میں موجود لفظ "ماتم"

پر فروع کافی کا حاشیہ

حاشیہ فروع کافی:

اَلْمَاتَمُ كَمَقْعَدٍ. كُلُّ مُجْتَمَعٍ فِيْ حُزْنٍ اَوْ فَرَحٍ اَوْ خَاصٍ بِالنِّسَاءِ لِلْمَوْتِ اَوْ بِالشَّوَابِ مِنَ النِّسَاءِ وَيُطْلَقُ عَلَى الطَّعَامِ لِلْمَيِّتِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

لفظ ماتم بروزن مقعد ہے۔ ہر اس اجتماع کو جو غم یا خوشی کے لیے ہو، یا عورتوں کا خاص کر کسی میت پر اکٹھا ہونا، یا ثواب کے لیے مستورات کے اجتماع کے ساتھ خاص ہونا۔ "ماتم" کہلاتا ہے اور اس کھانے پر بھی لفظ ماتم کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو میت کے لیے (یعنی مرنے والے کی تعزیت پر آئے ہوئے لوگوں اور اس کے اہل خانہ کے لیے) پکایا جاتا ہے۔

لمحہ فکریہ:

فروع کافی میں سے وہی حوالہ جو نجفی نے اثباتِ "مروجہ ماتم" کے

Marfat.com

طور پر پیش کیا تھا۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے ماتم پر آٹھ سو درہم خرچ کرنا اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا وصیت سینہ کوبی اور زنجیر کے لیے تھی؟ کیا امام موصوف اسی قسم کے ماتم کو "سنت نبوی" سمجھتے تھے؟ جو شخص بھی اس روایت کو پڑھے گا۔ اور اس کے مفہوم کو سمجھتا ہوگا۔ وہ نجفی کی "حدیث دانی" کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا اور پھر اس پر مزید یہ کہ ایک عام شخص اس حوالہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اہل تشیع پر اہل سنت کے اس اعتراض کا جواب بخوبی پالے گا۔ "ماتم کے لیے اہل تشیع کے پاس ان کے کسی امام کا کوئی قول موجود نہیں" اس حوالہ پر نجفی کے ماتمی شیعہ احسان مند ہوں گے۔ اور منہ دکھانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ کہ ہمارے حجۃ الاسلام نے فروع کافی کی ایک مسند روایت کے ذریعہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول پیش کر دیا ہے۔ اس لیے ہم اپنے امام کے قول کے مطابق ماتم کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہمیں مخالفین کی پرواہ نہیں ہے یہ تو تھا عوام اہل تشیع کا اس روایت کے متعلق ایک خیال۔ ہے ذرا سوجھ بوجھ رکھنے والے اشخاص تو وہ اسی روایت کے ذریعہ "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے پر نجفی کا مذاق اڑائے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ اور اس کی فریب دہی اور چالاکی پر انگشت بدنداں ہو کر رہ جائیں گے وہی دو سوال جو گزشتہ سطور میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ان کی روشنی میں روایت مذکورہ کو رکھیں اور پھر روایت مذکورہ کے آخری الفاظ سے "مروجہ ماتم" پر استدلال کی قوت ملاحظہ کریں کیونکہ وہ الفاظ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت کے مطابق سنت ہونے کی علت کے طور پر بیان فرمائے۔ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّخِذُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا الخ یعنی میری وصیت ذکر آٹھ سو درہم میرے "ماتم" پر خرچ کرنا مطابق سنت اس لیے ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا "ماتم" جعفر طیار کے عزیز و اقرباء کو کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور آپ کا ارشاد یہ تھا کہ اے جعفر طیار کے عزیز و اقرباء اور پڑوسیو جعفر کے گھر والے ان کی شہادت کی وجہ سے مغموم ہیں۔ اور تعزیت کے لیے آنے والوں

Marfat.com

کے ساتھ تعزیت میں مشغول ہیں۔ اس پریشانی اور مشغولیت کی وجہ سے وہ نہ اپنے لیے کھانا تیار کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی تعزیت کے لیے آنے والے مہمانوں کے خورد و نوش کا انتظام کر سکتے ہیں۔ اس لیے یہ فریضہ اب تمہیں سرانجام دینا ہے۔ کہ ان کے کھانے کا انتظام کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا۔ کیا اس میں کوئی اشارہ ہے۔ کہ جعفر کی شہادت پر سینہ کوبی کرو۔ گریبان پھاڑو اور زنجیر زنی کرو۔ جب ان میں سے کوئی ایک بات بھی موجود و مذکور نہیں۔ بلکہ صرف کھانے کا انتظام کرنا مذکور ہے۔ تو اس سنت کے مطابق امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بھی نے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی۔ جس کا واضح مطلب یہ کہ میرے مرنے پر چونکہ اے میرے اہل خانہ تم پریشان ہو گے۔ لوگ تعزیت کے لیے آئیں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ تمہاری اور آنے والوں کی خوراک کا کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ لہٰذا میرے آٹھ سو درہم اس مقصد کے لیے رکھ لو۔ تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔ یہ تھا مقصد و مطلب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا جسے وہ اپنی رائے میں ”سنت“ فرما رہے ہیں۔ لیکن نجفی کو اس روایت سے کچھ اور ہی نظر آیا۔ جو سرے سے اس میں ہے ہی نہیں۔ لفظ ماتم اس مفہوم کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ فروع کافی کے حوالہ سے ہم ثابت کر چکے۔ فروع کافی کی یہ روایت اگر نجفی پوری ذکر کر دیتا تو بات واضح تھی۔ لیکن دغا بازی سے کام لے کر صرف اتنا حصہ لیا۔ جس سے مقصد نکالنا آسان تھا۔

دوسری بات یا دوسرا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ کہ لفظ ”ماتم“ اور لفظ ”نوحہ“ کا معنی ”مروجہ ماتم“ ہی نہیں۔ کہ جب بھی یہ الفاظ بولے جائیں۔ تو ان سے یہی مفہوم مراد لیا جائے۔ اس لیے اس کے مشترک ہونے کی وجہ سے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے قول میں لفظ سنت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے

Marfat.com

میں ارشاد اس امر کا قرینہ ہے۔ کہ اس سے مراد کسی کی فوتیدگی پر کھانا تیار کرنا اور
اور تعزیت والوں کو کھلانا ہے۔ نہ یہ کہ امام موصوف نے آٹھ سو درہم دیئے تاکہ اس سے
زنجیریں خریدیں۔ کالے کپڑے یں۔ گھوڑا خریدیں۔ تعزیے پر خرچ کریں۔ اور جلوس
نکال کر "مروجہ ماتم" کا خرچہ پورا کریں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۴۴

نام صحابہ اور	وقتِ مصیبت سر میں خاک ڈالنا سنت حضرت عمر ہے

حلیۃ الاولیاء:

عَنْ عَقَبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَفْصَۃَ بِنْتَ عُمَرَ فَبَلَغَ ذَالِکَ عُمَرَ فَوَضَعَ التُّرَابَ عَلٰی رَأْسِہٖ وَجَعَلَ یَقُوْلُ مَا یَعْبَاءُ اللّٰہُ بِعُمَرَ بَعْدَ ھٰذَا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب حلیۃ الاولیاء جلد دوم صفحہ نمبر ۵۱ پر ہے)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ جناب نبی کریم نے بی بی حفصہ بنت عمر کو طلاق دی۔ اور یہ خبر جناب عمر کو پہنچی۔ تو حضرت عمر نے سر میں خاک ڈال لی۔ اور کہنے لگے۔ اب اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں عمر کی کوئی آبرو نہیں۔

قارئین! طلاق بیٹی کی ایک صدمہ ہے لیکن آل نبی کا گھر جس طرح ویران ہوا۔ اور نواسہ رسول امام حسین علیہ السلام جس بے دردی سے شہید ہوئے۔ یہ اہل اسلام کے لیے ایک مصیبت عظمیٰ ہے منصف ذرا انصاف فرمائیں۔ کہ حفصہ کی طلاق پر حضرت عمر سر میں خاک ڈالیں۔ تو یہ شرعاً جرم نہیں۔ اور اگر امام حسین کی یاد میں سر میں ہم خاک ڈالیں۔

Marfat.com

تو یہ بدعت ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

جواب:

روایت مذکورہ سے عزت ماتم کی بات اس وقت تک تسلیم نہیں کی جاسکتی جب تک اس احتمال کی تردید نہ ہو جائے۔ احتمال یہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اپنے سر پر خاک ڈالنا ہو سکتا ہے کہ اس فعل کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہو حرمت آجانے کے بعد پھر اگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سرزد ہوا۔ تو وجہ استدلال بن سکتا ہے۔ لیکن اس احتمال کے ہوتے ہوئے ثبوت ماتم کے لیے یہ روایت حجت نہیں بن سکتی۔

علاوہ ازیں اس روایت کا مرکزی راوی "محمد بن مظفر" ہے۔ یہ شخص اگرچہ تمام مسائل میں قابل وثوق ہے۔ لیکن اس سے ایسی روایات جن میں کسی صحابی پر کوئی الزام آتا ہے قابل وثوق نہیں۔ کیونکہ "تشیع" پائے جانے کی وجہ سے ایسی روایات کے متعلق اس کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ خود نجفی کو دیکھئے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کے متعلق "سر میں خاک ڈالنا" ثابت کرنے میں کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ اس لیے کسی شیعہ سے یہ احتمال منقطع نہیں ہوتا۔ رہا محمد بن مظفر میں "تشیع" کا ثبوت تو حوالہ حاضر ہے۔

میزان الاعتدال:

(محمد بن المظفر) اَلْحَافِظُ ثِقَةٌ حُجَّةٌ مَعْرُوْفٌ اِلَّا اَنَّ اَبَا الْوَلِيْدِ الْبَاجِيْ قَالَ فِيْهِ تَشَيُّعٌ ظَاهِرٌ

(میزان الاعتدال جلد سوم صفحہ نمبر ۱۳۸ مطبوعہ مطبع سعادت۔ مصر)

Marfat.com

ترجمہ:

محمد بن مظفر راوی ثقہ اور معروف و حافظ تھا مگر ابوالولید باجی نے کہا کہ اس میں "تشیع" ظاہر تھا۔

روایت مذکورہ کا ایک راوی احمد بن عبدالرحمٰن ابن وہب ہے۔ یہ راوی بھی تقریباً بالاتفاق ضعیف ہے۔

الکامل فی ضعفاء الرجال:

رایت شیوخ اھل مصر الذین لحقتھم مجمعین علی ضعفہ ومن کتب عنہ من الغرباء غیر اھل بلدہ لا یمتنعون من الروایۃ عنہ، وحدثوا عنہ۔ ومن ضعفہ انکر علیہ احادیث انا ذاکر منھا البعض۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال جلد اول صفحہ نمبر ۱۸۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

ابن عدی کا کہنا ہے کہ میں نے مصری شیوخ کرام سے میری ملاقات ہوئی سبھی کو اس کے ضعف پر متفق پایا۔ اور جو لوگ اس سے روایت کرتے ہیں وہ اس کے شہر کے نہیں بلکہ پردیسی ہیں اس لیے وہ اس سے روایت کرنے میں کوئی حرج و رکاوٹ نہیں پاتے۔ اور اس سے انہوں نے حدیث بیان کی۔ اور جن لوگوں نے اسے ضعیف قرار دیا وہ اس پر انکار کرتے ہیں میں ان بعض کا ذکر کرتا ہوں۔

روایت مذکورہ کے دو راویوں کے حالات آپ نے ملاحظہ کیے۔ ان پر روایات کا دارومدار تھا۔ اور یہ دونوں علمائے تحقیق کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اس لیے

Marfat.com

ان کی مرویات قطعاً قابلِ استدلال نہیں۔اب نخفی کہتا پھرے۔کہ میں نے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر دکھایا۔کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی طلاق پر اپنے سر میں خاک ڈالی۔لیکن اس کا یہ کہنا اور ثابت کرنا مکاری اور فریب دہی کا نمونہ ہے۔حقیقت کا اس سے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جواب دوم:

حلیۃ المتقین اہل سنت کی معتبر کتاب نہیں ہے کیونکہ اس کے مصنف حافظ ابو نعیم کو خود شیعوں نے اپنا شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے۔جیسا کہ اعیان شیعہ وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور ہم نے اس کے شیعہ ہونے پر اپنی کتاب میزان الکتب میں مفصل بحث کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔لہٰذا یہ کہنا کہ اہل سنت کی معتبر کتاب حلیۃ الاولیاء میں عمر فاروق کا سر میں مٹی ڈال کر ماتم کرنا ثابت ہے۔یہ اول تا آخر دھوکہ دہی اور فراڈ کے مترادف ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۴۵

ماتم اور صحابہ　**وسائل الشیعہ، کتاب الطہارت**

عن العباس بن موسیٰ بن جعفر عن ابیہ فی حدیث انہ سال عن الماتم فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابعثوا الی جعفر طعاما فجرت السنۃ الی الیوم وکان علی بن الحسین یعمل لھن الطعام للماتم۔

(وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۸۸۹ کتاب الطہارت باب استحباب اتخاذ الطعام لاہل المصیبۃ ثلاثۃ ایام)

ترجمہ:

امام محمد باقر علیہ السلام سے اہل ماتم کو طعام دینے کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو امام نے فرمایا۔ کہ یہ جائز ہے۔ نبی پاک نے جب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے۔ تو اہل وعیال کو جو ماتم میں مصروف تھے کھانا بھجوانے کا حکم دیا۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام بھی ان مستورات کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ جو ماتم میں مصروف رہتی تھیں۔

قارئین! جو لوگ ماتم امام مظلوم میں مصروف ہوں۔ اگر ان کو نذر نیاز کھلائی جائے۔ تو حضرت مُلّاں خوب تمسخر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ ماتم تو صرف نذر نیاز

Marfat.com

اڑانے کے لیے ہی تو ہے۔ لیکن جب ان کے اپنے پیٹ کا مرحلہ آتا ہے۔ تو عجیب عجیب حدیثیں حلوے کی شان میں اختراع کرتے ہیں۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۳۹)

جواب:

وسائل الشیعہ سے روایت پیش کر کے اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنے میں بھی گزشتہ استدلالات کی طرح مکاری اور اندھے پن کا مظاہرہ کیا گیا اس روایت کا مضمون تقریبًا وہی ہے۔ جو پچھلی روایت میں تھا۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے "ماتم" کے بارے میں سوال ہوا۔ تو انہوں نے اس کے جواز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد پیش فرمایا۔ جو آپ نے جعفر بن ابی طالب کے انتقال پر فرمایا تھا۔ آپ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے۔ جعفر کے اہل (گھر والوں) کو کھانا بھیجو لیکن کمال مکاری اور فریب دہی سے نجفی نے اپنے مقصد کی خاطر ان الفاظ کا ترجمہ بھی بدل ڈالا۔ ملاحظہ ہو۔ اہل وعیال کو جو ماتم میں مصروف تھے کھانا بھجوانے کا حکم دیا۔ خط کشیدہ الفاظ کس عربی لفظ کا ترجمہ ہیں۔ اور اگر کہا جائے۔ چونکہ حضرت جعفر شہید ہو چکے تھے۔ لہٰذا شہید پر ماتم ہی کرتے ہوں گے۔ تو پھر پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ کیا یہ ماتم سینہ کوبی، زنجیر زنی اور کپڑے پھاڑنے پر مشتمل تھا۔ تاکہ اس سے ایسا کرنے والوں کی نذر و نیاز کا ثبوت دیا جائے۔

دوسری مکاری ملاحظہ ہو۔ وسائل الشیعہ سے جو حوالہ پیش کیا گیا۔ وہ اور اس جیسی کئی ایک روایات ایک مخصوص موضوع کے ضمن میں درج کی گئی ہیں۔ صاحب وسائل الشیعہ نے یہ روایت اس موضوع کے تحت درج کی۔ "باب استحباب اتخاذ الطعام لاہل المصیبۃ ثلاثۃ ایام" یعنی اس باب میں وہ احادیث مذکور ہوں گی۔ جن سے اہل مصیبت (جن کا کوئی فوت ہو گیا ہو) کے لیے تین دن تک کھانا بھیجنا مستحب ہے

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

سے سوال بھی اسی موضوع کے متعلق تھا یعنی میت کے اہل خانے کے لیے کھانا بھیجنا جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ سنت پیغمبر اکرم ہے۔ اور امام زین العابدین بھی تعزیت پر آنے والی عورتوں کے کھانے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ لفظ ماتم، سے مراد اس مقام پر وہ کھانا ہے جو میت پر تعزیت کرنے والوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کو ہم کب منع کرتے ہیں۔ ہم تو اسے سنت کہتے ہیں۔ روایت مذکورہ کی اپنے باب سے ہی مناسبت ہے لیکن عقل کے اندھے اور ماتم پر نذر و نیاز کے دلدادہ کو کھانے کے بہانہ کے طور پر یہ نظر آیا۔ کہ یہاں ماتم سے مراد سینہ کوبی وغیرہ ہے۔ اس لیے ایسا کرنے والوں کی حوصلا افزائی کرتے ہوئے انہیں پکی پکائی بھیجنی چاہیئے۔ تاکہ ایک تیر سے دو شکار ہو سکیں۔ حرام کا حرام بھی کرتے رہو۔ اور نجفی صاحب تمہارے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام محمد باقر اور امام زین العابدین سے یہ ثابت کر دکھائیں گے۔ کہ ان پاکیزہ شخصیات نے ایسے مواقع پر نذر و نیاز دی دیکھا آپ نے کہ نجفی نے کس روباہی سے حرام کاروں کے کھانے پینے کا بندوبست کر دیا۔ "حجۃ الاسلام" اسی لیے تو بنایا گیا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۴۶

ماتم اور صحابہ (۱) اجازت ماتم مظلوم کربلا ،،

وسائل الشیعہ

عَنْ صَادِقٍ وَلَقَدْ شَقَقْنَ الْجُيُوبَ وَلَطَمْنَ الْخُدُوْدَ الْفَاطِمِيَّاتُ عَلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ وَعَلٰى مِثْلِهٖ تُلْطَمُ الْخُدُوْدُ وَتُشَقُّ الْجُيُوْبُ۔

(اہل تشیع کی معتبر کتاب وسائل الشیعہ چھاپ قدیم اور جواہر الکلام جلد چہارم ص ۳۷۰)

ترجمہ:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ فاطمہ زہرا کی بیٹیوں نے امام حسین کی مصیبت پر (کربلا میں) اپنے منہ بھی پیٹے اور گریبان بھی چاک کیے۔ (اور فرمایا) حسین علیہ السلام جیسی ذات پاک پر منہ پیٹے جائیں اور گریبان چاک کیے جائیں۔

قارئین! اہل تشیع کے امام جعفر صادق نے شیعہ کو امام مظلوم حسین بن علی کے ماتم کی اجازت دی ہے۔ لہذا کسی اور مذہب کے علماء کے فتاویٰ کا انبار ان کے لیے بیکار ہے۔ (ماتم صحابہ ص ۱۴۲)

Marfat.com

جواب:

وسائل الشیعہ اور جواہر الکلام سے منقول کردہ روایت چونکہ بے سند ہے۔ اور بے سند روایت خود نجفی بھی تسلیم کرتا ہے کہ ایسی روایت تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اب کوئی اس سے پوچھے۔ کہ تبرک کر چاٹنے کی عادت کب سے پڑی ہے۔ جو روایت خود تمہارے قواعد و ضوابط کے مطابق قابلِ اعتبار نہیں۔ اس سے شیعوں کو غلط کام کرنے کی تسلی دے رہے ہو۔ اگر اجازت امام دکھانی تھی۔ تو کسی ایسی روایت سے جو درجہ صحت تک تو پہنچتی ہوتی۔ گناہ بھی کروایا اور وہ بھی بے لذت۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اس کام کی اجازت منسوب کرنے کی جسارت کی گئی۔ جسے آپ حرام کہتے رہے۔

علاوہ ازیں تاریخ طبری میں اسی مضمون کی حدیث سند کے ساتھ مذکور ہے گزشتہ اوراق میں ہم نے اُسے نقل کر دیا ہے۔ اور اس کے بارے میں تحقیق سے ثابت کیا تھا۔ کہ اس کے راوی قابلِ وثوق نہیں۔ اور حدیث سخت مجروح ہے۔ تو ایسی بے سند اور مجروح حدیث سے "دو مروجہ ماتم" ثابت کرتے ہوئے خوف خدا دامن گیر نہ ہوا۔ اور پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اس کا اجازت دہندہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۴

"انبیاء اور ائمہ کا ماتم جائز ہے۔"

ماتم اور صحابہ | اھل شیعہ کی کتاب ارشاد المبتدین ص۱۴۵ پر ہے

ارشاد المبتدین:

يُسْتَثْنٰى مِنْ ذَالِكَ مَوْلَانَا اَبُوْ عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ فَفِىْ حَسَنَةٍ عَنِ الصَّادِقِ كُلُّ الْجَزْعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوْهٌ مَاخَلَا الْجَزْعُ وَالْبُكَاءُ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ۔ رُوِىَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْبَاقِرِ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصَّرَاخُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيْلِ وَلَطْمِ الْوَجْهِ وَالصَّدْرِ وَجَزِّ الشَّعْرِ وَقَدْ يُسْتَثْنَى الْاَنْبِيَاءُ وَالْاَئِمَّةُ كُلُّهُمْ۔

ترجمہ:

امام فرماتے ہیں۔ کہ اس معروف والی آیت کے حکم سے حضرت امام حسین مستثنیٰ ہیں۔ نیز ایک اور روایت حسنہ میں ہے۔ کہ امام صادق فرماتے ہیں کہ ہر جزع اور بکاء مکروہ ہے سوائے اس جزع اور بکاء کے جو قتل حسین پر ہو۔ خلاصہ یہ کہ تمام انبیاء اور ائمہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا انبیاء اور ائمہ کا ماتم جائز ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۴۵)

Marfat.com

جواب:

نجفی شیعی نے اپنی کتاب "ارشاد المبتدین" کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اور اس کی عبارت پر جو ظلم ڈھایا۔ اگر کسی اہل سنت کی کتاب کے ساتھ ایسا کرتا تو بھی برا تھا لیکن یہ تو بہت ہی برا ہے۔ اسی کتاب کی اگر مکمل عبارت درج ہو جاتی۔ تو پھر پتہ چلتا کہ نجفی کا استدلال کتنا وزنی ہے۔ اور اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ آیئے ارشاد المبتدین کے مکمل حوالہ پر نظر ڈالیں۔

ارشاد المبتدین:

اَلْخَامِسَةُ قَدْ صَرَّحَ جُمْلَةٌ مِنَ الْاَصْحَابِ بِتَحْرِيْمِ شَقِّ الثَّوْبِ اِلَّا عَلَى الْاَبِ وَالْاَخِ وَقِيْلَ بِجَوَازِ ذٰلِكَ لِلنِّسَاءِ مُطْلَقًا وَعَنِ ابْنِ اِدْرِيْسَ اَلتَّحْرِيْمُ مُطْلَقًا وَيَظْهَرُ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَلْمِيْلُ اِلَى الْكَرَاهَةِ وَالْحَتْمَلُ فِى الْجَوَاهِرِ اِسْتِحْبَابُ الشَّقِّ عَلَيْهِمَا وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ وَاِنْ كَانَ لَا يَخْلُوْ عَنْ قُوَّةٍ لٰكِنَّ الْاَحْوَطَ التَّرْكُ مُطْلَقًا فَقَدْ رُوِىَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَعَنِ الصَّادِقِ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ اَنْ لَا يَشْقُقْنَ جَيْبًا وَلَا يَلْطُمْنَ وَجْهًا وَلَا يَدْعُوْنَ وَيْلًا وَيَتَشَنَّى مِنْ ذٰلِكَ مَوْلَانَا اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ فَفِىْ حَسَنَةِ مُعَاوِيَةَ عَنِ الصَّادِقِ كُلُّ الْجَزَعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوْهٌ مَا

Marfat.com

خَلَا الْجَزْعَ وَالْبُكَاءَ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَرُوِيَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْبَاقِرِ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصُّرَاخُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيْلِ وَلَطْمِ الْوَجْهِ وَالصَّدْرِ وَجَزِّ الشَّعْرِ وَقَدْ يُسْتَثْنَى الْاَنْبِيَاءُ وَالْاَئِمَّةُ كُلُّهُمْ وَ لٰكِنْ رُوِيَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ اَوْصٰى عِنْدَ مَا احْتُضِرَ فَقَالَ لَا يَلْطِمَنَّ عَلَيَّ خَدٌّ وَلَا يُشَقَّنَّ عَلَيَّ جَيْبًا مَا مِنْ اِمْرَأَةٍ تَشُقُّ جَيْبَهَا اِلَّا صُدِعَ لَهَا مِنْ جَهَنَّمَ صَدْعٌ كُلَّمَا زَادَتْ زِيْدَتْ۔

(ارشاد المبتدین تصنیف سید محمد تقی مطبع علوی بخشی خان علی سن طباعت ۱۲۷۹ھ)

ص ۱۴۱)

ترجمہ:

پانچواں مسئلہ۔ اہل تشیع کے تمام اصحاب نے ماسوائے باپ اور بھائی کے کسی مرنے والے پر کپڑے پھاڑنا حرام صریح قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ ایسا کرنا مطلقاً عورتوں کے لیے جائز ہے۔ ابن ادریس سے روایت ہے۔ کہ یہ مطلقاً حرام ہے۔ بعض متاخرین کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اس فعل میں کراہت کی طرف میلان کیا ہے۔ جواہر میں باپ اور بھائی کی فوتیدگی پر کپڑے پھاڑنے کو مستحب کہا گیا ہے۔ پہلا قول اگرچہ مضبوطی سے خالی نہیں لیکن زیادہ احتیاط اسی میں ہے۔ کہ یہ فعل نہ کیا جائے۔ کیونکہ

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ جس نے گالوں پر مارا گریبان پھاڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے آیت وَ لَا یعصینك فی معروف کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ گریبان نہ پھاڑیں۔ اور نہ ہی منہ پر طمانچے ماریں۔ اور واویلا ہرگز نہ کریں لیکن اس حکم سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ حسنہ میں امام جعفر صادق سے معاویہ راوی ہے کہ ہر قسم کی جزع اور بکا مکروہ ہے لیکن امام حسین کے قتل پر جزع اور بکا مکروہ نہیں۔ اور جابر کے ذریعہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ جزع کی سخت ترین قسم واویلا کرتے ہوئے چیخنا چلانا ہے۔ اور چہرہ و سینہ پیٹنا اور بال نوچنے میں اور تمام انبیاء کرام و ائمہ اہل بیت اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن جعفر بن محمد سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے بوقت وصال یہ وصیت کی تھی۔ کہ مجھ پر کوئی عورت ہرگز اپنے گال پر نہ مارے اور نہ ہی میرے غم میں اپنا گریبان پھاڑے۔ جو عورت بھی اپنا گریبان پھاڑے گی۔ تو وہ ٹکڑے جہنم کے ٹکڑے بنا دیئے جائیں گے۔ جس قدر اس میں وہ زیادتی کرے گی۔ اسی قدر دوزخ کے ٹکڑوں میں اس کے لیے زیادتی کی جائے گی۔

قارئین کرام! ارشاد المبتدین کی عبارت آپ نے دیکھی۔ اس میں گریبان پھاڑنے اور سینہ کوبی وغیرہ کے بارے میں چند ایک اقوال پیش کیے۔ بعض نے صرف باپ اور بھائی کی فوتیدگی پر ایسا کرنے کی اجازت دی۔ بعض نے صرف عورتوں کے لیے اس کو جائز قرار دیا۔ بعض نے تمام انبیائے کرام اور ائمہ اہل بیت کے لیے ایسا ماتم کرنے کی اجازت دی۔ لیکن سب کچھ ذکر کرنے کے بعد زیادہ محتاط اور مفتی بہ قول ذکر کرتے ہوئے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وصیت ذکر فرمائی۔ اور پھر امام موصوف

Marfat.com

کی زبانی اُن عورتوں کے لیے سخت وعید مذکور کہ جو کسی کے مرنے پر گریبان چاک کریں یا دوسری قسم "ماتم ممنوع" کریں۔ امام موصوف نے نہ خود اپنی ذات کے لیے ان افعال کی اجازت دی۔ اور نہ ہی کسی کو دچاہے وہ پیغمبر ہو یا امام) مستثنیٰ فرمایا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نجفی نے ارشاد المبتدین کی عبارت پوری اسی لیے ذکر نہ کی۔ کہ کہیں "مروجہ ماتم" کے ثبوت کی بجائے خود امام کی زبانی "حرمت" ثابت نہ ہو جائے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۴۸

"ماتم میں شرکت حقوق الناس میں سے ہے"

ماتم اور صحابہ: کتاب الصلوٰۃ فروع کافی صفحہ نمبر ۵۹

مَا يَجِبُ عَلَى الْجِيرَانِ لِأَهْلِ الْمُصِيبَةِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْكَاهِلِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ إِنَّ امْرَأَتِي وَامْرَأَةَ ابْنِ مَارِدٍ تَخْرُجَانِ فِي الْمَأْتَمِ فَأَنْهَاهُمَا فَتَقُولُ لِي امْرَأَتِي إِنْ كَانَ حَرَامًا فَانْهَنَا عَنْهُ حَتَّى نَتْرُكَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَرَامًا فَلِأَيِّ شَيْءٍ تَمْنَعُنَاهُ فَإِذَا مَاتَ لَنَا مَيِّتٌ لَمْ يَجِئْنَا أَحَدٌ قَالَ فَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَنِ الْحُقُوقِ تَسْأَلُنِي كَانَ أَبِي يَبْعَثُ أُمِّي وَأُمَّ فَرْوَةَ تَقْضِيَانِ حُقُوقَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ۔

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام موسیٰ کاظم سے عرض کی۔ کہ میری اور ابن مارد کی زوجہ ماتم میں شرکت کے لیے جاتی ہیں۔ جب ان دونوں کو منع کرتا ہوں تو میری زوجہ مجھ سے کہتی ہے کہ اگر ماتم حرام ہے۔ تو ہم کو اس سے منع کر ہم رک جائیں اور اگر یہ حرام نہیں تو ہم کو منع کرتا ہے۔ تو ہمارا کوئی مرے۔

Marfat.com

تو ہمارے پاس کوئی نہیں آئے گا۔ امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔ کہ تم مجھ سے حقوق الناس کے متعلق سوال کر رہے ہو۔ میرے والد امام جعفر صادق میری والدہ اور ام فروہ کو ماتم میں شرکت کے لیے بھیجتے تھے۔ تاکہ وہ اہل مدینہ کے حقوق ادا کریں۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۴۶)

جواب:

حدیث مذکورہ میں لفظ "ماتم" ہی نجفی کے استدلال کی مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ گزشتہ استدلالات کے جواب میں اسی لفظ کے لغت عرب میں معانی بھی مذکور ہوئے لیکن کسی عربی لغت اور حدیث کی کتاب میں اس لفظ کا معنی۔ سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا اور بال نوچنا نہیں کئے گئے۔ ہمارے اور نجفی (اہل تشیع) کے درمیان دراصل اختلاف اسی قسم کے ماتم کے متعلق ہے۔ اور اسی کو نجفی ثابت کرنے کی کوشش میں ہے۔ اہل تشیع اور اہل سنت کی کتب لغت سے لفظ "ماتم" کے معانی ملاحظہ ہوں۔

مجمع البحرین:

المأتم۔ مُجْتَمَعُ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْغَمِّ وَالْفَرَحِ ثُمَّ خُصِّصَ بِهِ اِجْتِمَاعُ النِّسَاءِ لِلْمَوْتِ۔ وَقِيْلَ هُوَ لِلشَّوَابِّ مِنْهُنَّ۔

(مجمع البحرین جلد ششم ص ۵ ذکر ماتم مطبوعہ تہران مکتبہ المرتضویہ)

ترجمہ:

عورتوں اور مردوں کا غم اور خوشی کے وقت اکٹھا ہونا ماتم کہلاتا ہے۔

Marfat.com

پھر اس لفظ کو کسی کی موت پر اکٹھی ہونے والی صرف عورتوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ عورتوں میں سے صرف نوجوان عورتوں کے اجتماع کے لیے مخصوص ہے۔

لسان العرب:

اَلْمَاتِمُ فِی الْاَصْلِ مُجْتَمَعُ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ فِی الْغَمِّ وَالْفَرَحِ ثُمَّ خُصَّ بِهٖ اِجْتِمَاعُ النِّسَاءِ لِلْمَوْتِ وَقِیْلَ هُوَ لِلشَّوَابِّ مِنْهُنَّ لَا غَیْرَ۔

(لسان العرب جلد ۱۲ ص ۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

لفظ ماتم اصل میں مردوں اور عورتوں کے اجتماع پر بولا جاتا ہے۔ چاہے وہ اجتماع بموقعہ خوشی ہو یا غم۔ پھر اس کو کسی کی موت کے وقت اکٹھی ہونے والی عورتوں کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ ان عورتوں میں سے بھی صرف نوجوان عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔ دوسری عورتوں کے لیے نہیں۔

اہل تشیع اور اہل سنت کے ہاں یہ دونوں لغت کی کتابیں مسلم ہیں۔ آپ نے لفظ "ماتم" کے معانی دونوں سے ملاحظہ کیے۔ فروع کافی کی عبارت پر حاشیہ ان الفاظ میں موجود ہے۔ یُطْلَقُ عَلَی الطَّعَامِ لِلْمَیِّتِ۔ "ماتم" اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو میت کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ (یعنی میت پر تعزیت کے لیے آئے ہوئے لوگوں کو کھلانے کے لیے جو کھانا تیار ہوتا ہے۔ اسے بھی "ماتم" کہتے ہیں۔)

قارئین کرام! فروع کافی کی مذکورہ عبارت میں جس ماتم کا ذکر ہے۔ وہ صرف یہ کہ

Marfat.com

امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی اجازت دی۔ کہ جس طرح میری والدہ اور ام فروہ رضی اللہ عنہما اہل مدینہ سے کسی کے گھر میت ہونے کی صورت میں تعزیت کے لیے جایا کرتی تھیں۔ اس طرح جانا "حقوق العباد" میں داخل ہے۔ اور ایسا ہونا چاہیئے لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا۔ کہ امام موصوف کی والدہ اور ام فروہ کسی کے ہاں تشریف لے جاتیں۔ اور پھر وہاں سینہ کوبی کرتیں۔ بال نوچتیں اور زنجیریں مارتیں؟ کیونکہ یہ فعل حرام فعل ہے۔ جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ (جو وقت مصیبت گریبان چاک کرے۔ رخسار پیٹے وغیرہ وہ ہم میں سے نہیں) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرزند دلبند سے اور منصب امامت پر فائز ہونے والے سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے نانا جان کے ارشادات کے خلاف چلیں گے۔ اس کے علاوہ آپ اگر فروع کافی کی اس روایت کے باب پر نظر ڈالیں۔ تو پھر بھی نجفی کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ موضوع یہ ہے۔ "مصیبت والوں کے ہمسایوں پر کیا واجب ہے" یعنی بقول نجفی مرے کسی کا اور ماتم واجب اس کے ہمسایوں پر ہے۔ ہمسائے چاقو چھریاں لے کر میت والے گھر آ جائیں۔ اور یہاں اکٹھے ہو کر سینہ کوبی کریں۔ زنجیروں سے لہو بہائیں۔ اور کپڑے پھاڑ کر بال نوچنے شروع کر دیں۔ یہ سب کچھ تو ہمسائے کریں۔ اور گھر والے تماشا دیکھا کریں۔ روایت مذکورہ تو یہی کچھ (بقول نجفی) کہہ رہی ہے۔ تو اس سے ثابت یہ ہوا۔ کہ امام عالی مقام کا گھرانہ اور یہ "مروجہ ماتم" کرنے والے ان کے ہمسائے ہیں۔ یہ ہمسائے حقوق الناس ادا کر رہے ہیں؟

مجمع البحرین اور لسان العرب کے حوالے سے جو لفظ ماتم کا معنی ہم نے ذکر کیا۔ فروع کافی کی مذکورہ روایت کے ساتھ والی دوسری روایت میں یہی مفہوم موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ مُرُوْا اَھَالِیَکُمْ بِالْقَوْلِ الْحَسَنِ عِنْدَ مَوْتَاکُمْ فَاِنَّ فَاطِمَۃَ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْھَا لَمَّا قُبِضَ اَبُوْھَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَسْعَدَتْھَا بَنَاتُ بَنِیْ ھَاشِمٍ فَقَالَتْ اُتْرُکْنَ التَّعْدَادَ وَعَلَیْکُنَّ بِالدُّعَاءِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷، ۲۱۸ (۲) کتاب الجنائز)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم اپنے اہل و عیال کو اپنے میں سے کسی کے انتقال کے بعد اچھی گفتگو کرنے کا حکم دو۔ یقیناً جب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ تو قبیلہ بنی ہاشم کی لڑکیوں نے آپ کی معاونت کی۔ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ ذکر کر کے سیدہ سے تعزیت کی) اس پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ وہ بجائے اس کے تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن و اوصاف بیان کرو۔ آپ پر درود پاک بھیجو۔)

یہ تھا وہ ماتم جو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو کرنے کا کہا۔ اور حضرت ام فروہ کو جس کے لیے اہل مدینہ کے گھر بھیجا جاتا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ میت کے لیے وہ ماتم، یہی مشروع ہے۔ کہ اس کے لیے رب کے حضور دعا کی جائے۔ اس کی مغفرت کا سوال کیا جائے۔ نہ یہ کہ اس کے محاسن و محامد بیان کرنے شروع کر دو۔ اور اس سے بھی بدترین ماتم کی وہ صورت کہ جس میں نوحہ خوانی، سینہ کوبی، زنجیر زنی اور گریبان

Marfat.com

پھاڑنا پایا جائے۔ اس لیے نجفی کا اس روایت سے مروجہ ماتم ثابت کرنا بھی ایک خوش کن فریب کے سوا کچھ نہیں۔

نوٹ:

ماتم اور صحابہ کے ص ۱۴۷ سے ص ۱۵۲ تک یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ میدان کربلا میں سیدزادیوں نے امام عالی مقام کا تین دن تک ”مروجہ ماتم“ کیا۔ اس کے لیے البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۷۷، اور کامل ابن اثیر ص ۲۹ وغیرہ کی روایات بطور حوالہ درج کیں۔ ان تمام حوالہ جات واستدلالات کے بارے میں بطور اختصار چند سطور پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ ان میں تمام استدلالات کا جواب ہے۔

روایت مذکورہ اوّل تو بے سند ہے۔ اور بلا سند روایت جب نجفی کے ہاں قبول نہیں۔ تو ہمارے خلاف حجت کس طرح بن سکتی ہے۔ اور دوم یہ کہ اس کا راوی ”لوط بن یحییٰ“ ہے۔ جو کہ کٹر شیعہ بلکہ جلا بھنا شیعہ تھا۔ اس کی روایت بھی ہمارے خلاف کوئی حجت نہیں ہوسکتی۔ اور سوم یہ کہ ماتم اور صحابہ کے ص ۱۵۱ پر نجفی نے ایک عجیب و غریب مکاری کھیلی ”کربلا میں نبی زادیوں کا تین دن تک ماتم کرنا“، اس موضوع کے لیے جو حوالہ ذکر کیا۔ وہ یوں ہے ”مقتل ابی مخنف حوالہ ینابیع المودۃ“، اس عبارت کا مطلب یہی کہ روایت دراصل مقتل ابی مخنف کی ہے۔ لیکن صاحب مقتل نے اسے ینابیع المودہ سے اخذ کیا ہے اور ینابیع والے کو حنفی بھی کہا گیا ہے۔ ذرا نجفی کے اس مقام پر فریب ملاحظہ ہوں۔ صاحب ینابیع وہ شخص ہے۔ جو ائمہ اہل بیت کی عصمت کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کی اکثر و بیشتر روایات شیخ الصدوق سے ہیں۔ کیا ایسا شخص حنفی ہوسکتا ہے؟ تو معلوم ہوا۔ کہ ایک شیعہ رافضی کو حنفی بنا کر پیش کرنا نجفی کا گھناؤنا فریب ہے علاوہ ازیں اس انداز اور طرز سے نجفی نے یہ تأثر دینے کی کوشش کی۔ کہ ایک شیعہ محدث لوط بن یحییٰ نے ایک سنی سے مروجہ ماتم کی تائید میں روایت ذکر کی۔ لہٰذا اہل سنت کو یہ بات تسلیم کرلینی چاہیے۔

Marfat.com

آیئے ذرا اس جگہ نجفی کی تحقیق کی داد دیں۔ اور اس کے "حجۃ الاسلام" لقب سے ملقب ہونے کی تصدیق کریں۔ صاحب ینابیع المودہ سلمان بن ابراہیم کا سن وصال ۱۲۹۴ھ ہجری ہے۔ اور ان سے روایت کرنے والا لوط بن یحیٰی شیعی محدث خود یا اس کا والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا۔ اس قسم متعلق شیعہ کتاب تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۳ کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

تنقیح المقال:

عَدَّهُ الشَّيْخُ فِيْ رِجَالِهٖ تَارَةً مِنْ اَصْحَابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ لٰكِنْ هٰذَا غَلَطٌ لِاَنَّ لُوْطَ بْنَ يَحْيٰى لَمْ يُدْرِكْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَكَانَ اَبُوْهُ يَحْيٰى مِنْ اَصْحَابِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۳)

ترجمہ:

شیخ نے اپنے رجال میں لوط بن یحیٰی کو حضرت امیر المومنین کے اصحاب میں سے شمار کیا لیکن یہ غلط ہے۔ ہاں حقیقت یہ ہے کہ اس کا باپ "یحیٰی" حضرت علی کے اصحاب میں سے تھا۔

خلاصہ یہ کہ لوط بن یحیٰی پہلی صدی ہجری کا آدمی ہے۔ اور صاحب ینابیع المودہ تیرھویں صدی کا نجفی کے بقول پہلی صدی میں موجود شخص نے تیرھویں صدی میں ہونے والے سے روایت نقل کی۔ جس کی پیدائش ابھی بارہ سو سال بعد ہوگی۔ اس سے شیعی محدث روایت نقل کر رہا ہے۔ اور پھر اس سے استدلال نجفی صاحب کر رہے ہیں۔ خدا لگتی کہئے کیا تحقیق ہے؟ اور "حجۃ الاسلام" ہونے کیسی حجت بازی کی۔ عیاری۔ مکاری اور بددیانتی آخر کس کیفیت کا نام ہے۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۴۹

ماتم اور غم حسین میں سر میں خاک ڈالنا سنت نبی ہے،

اہل سنت کی معتبر کتاب ترمذی شریف جلد دوم ص ۵۸۶
اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص ۱۱۵

ماتم اور صحابیہ: ترمذی شریف:

قَالَتْ وَدَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ وَهِیَ تَبْكِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْكِیْكِ قَالَتْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا۔

ترجمہ:

راوی کا بیان ہے کہ میں بی بی ام سلمہ کے پاس آئی۔ اس حالت میں کہ وہ رو رہی تھیں۔ اور میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے رلایا ہے۔ تو جناب سلمہ نے جواب دیا۔ کہ میں نے نبی کریم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ جناب کے سر اور داڑھی میں مٹی اور خاک تھی۔ میں نے پوچھا۔ یارسول اللہ! آپ کو کیا ہوا۔ جناب نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی قتل حسین والی جگہ پر حاضر ہوا تھا۔

Marfat.com

قارئین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غم حسین علیہ السلام میں سر پر خاک ڈالنا سنتِ رسول ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۵۲،۱۵۳)

جواب:

ترمذی شریف اور صواعق محرقہ کی عبارت سے نجفی نے حسب سابق ایک حرام فعل کو "سنت نبوی" قرار دینے کی ناپاک جسارت کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توہین کا مستحق ہو کر اہلِ جہنم کی وعید میں داخل ہوا۔ امام ترمذی نے روایت مذکورہ ذکر کرنے کے بعد جو کچھ اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ نجفی نے سرے سے اس کا تذکرہ تک نہ کیا۔ آخر کیوں کرتا۔ اس کے ذکر سے تو اس کے استدلال پر خاک پڑ جاتی۔ اور بے چارہ سر پیٹتا رہ جاتا۔

حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے لکھا۔ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔

علاوہ ازیں بالفرض اگر سند کی صحت اور دیگر شرائط صحت کے تحقق کو مان بھی لیا جائے۔ تو اس ناممکن کو ممکن کیونکر بنایا جائے گا۔ وہ یہ کہ روایت بالا کی راویہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بحوالہ الطبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۶ اور مرقات جلد ۱۱ ص ۲۴ سن انسٹھ ہجری میں انتقال ہوا تھا۔ ماتت ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سنۃ تسع وخمسین۔ ام سلمہ زوجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۹ھ میں وفات فرمائی۔ دوسری طرف امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت محرم الحرام ۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ یعنی ڈیڑھ سال بعد از وفاتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا امام موصوف نے شہادت پائی۔ اور یہ کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں امام موصوف شہید نہیں ہوئے تھے۔ اب دونوں حضرات کے سنِ وصال کی روشنی میں روایتِ مذکورہ کو دیکھیں۔ تو صاف ظاہر کہ امام حسین کی شہادت سے دو سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو حضرت ام سلمہ نے دیکھا کہ آپ کربلا میں شہادت حسین کی جگہ پر گئے تھے۔ اس سے "ماتم مروجہ" کس طرح ثابت ہو گیا۔ دیکھئے کیسی مکاری اور دغا بازی سے ناممکن کو نجفی نے ممکن بنایا۔ اور پھر حرام کو جائز کر لیا۔

علی سبیل تنزل یہ بھی باور کر لیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت شہادت سے دو سال قبل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے میدان کربلا سے آتے دیکھا۔ اور آپ کی یہ حالت بھی دیکھی۔ کہ آپ کی داڑھی اور سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس کی تصریح کن الفاظ میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اپنے ہاتھوں سے غم حسین کے طور پر اپنے سر اور داڑھی میں مٹی ڈالی تھی۔ اگر اس قسم کے الفاظ ہوتے تو نجفی صاحب بھی ترجمہ یوں نہ کرتے۔ "وہ جناب کے سر اور داڑھی میں مٹی اور خاک تھی"۔ بلکہ یہ لکھتے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) میدان کربلا سے مٹی اٹھائی اور اپنے سر میں ڈالی، داڑھی پر لگائی ترجمہ میں ایسی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ایسے الفاظ ہی نہ تھے۔ اس کے باوجود خیانت ملاحظہ ہو۔ اس روایت کو جس موضوع کے اثبات کے طور پر درج کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ "ماتم اور غم حسین میں سر میں خاک ڈالنا سنت نبی ہے" لفظ "خاک ڈالنا"، قابل غور ہیں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور اور داڑھی مبارک میں خاک کے اثرات تو اس وجہ سے تھے۔ کہ آپ خاک اڑتی زمین سے گزر کر آ رہے تھے۔ اور یہ مشاہدہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایسی زمین سے گزر کر آ رہا ہو۔ جہاں دھول ہو۔ اور ہوا چل رہی ہو۔ تو اس کے سر اور چہرے پر خاک پڑ جانا کوئی بعید از فہم بات نہیں۔ نجفی سے کوئی پوچھے۔ کہ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر یہ الزام کہ آپ نے غم حسین میں اپنے سر اور داڑھی کو خاک آلود کر لیا۔ کوئی صاحب ایمان لگا سکتا ہے۔؟ لوگوں کے لیے جہنم کی راہ دکھلانے والا خود کب اس سے بچ سکتا ہے۔

Marfat.com

نوٹ:

ماتم اور صحابہ کے صفحہ نمبر ۱۵۷ تا ۱۵۹ پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا امام موصوف پر ماتم کرنا۔ اس کے لیے حوالہ مقتل ابی مخنف بحوالہ ینابیع المودۃ مذکور ہے۔ اس کے جواب میں تفصیل سے ہم لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اول تو اس کا راوی لوط بن یحییٰ کٹر شیعہ رافضی اور اخباری ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے۔ اور دوسرا ان دونوں کے درمیان تقریباً ۱۲ سو سال کا زمانہ ہے۔ لہٰذا ایک کذاب شیعہ ہونے کی وجہ اور دوسرے اتنے طویل زمانہ کے باوجود روایت کرنے کی وجہ سے کون اس پر اعتبار کرے گا۔ نجفی اپنے ہم مسلک لوگوں کا دل تو بہلا سکتا ہے۔ لیکن تحقیق کے میدان میں کھڑا ہونے کے قابل بھی نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۰

ماتم اور صحابہ | **"حضرت اویس قرنی کا خون بہانا"**

اہل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ نمبر ۱۸ مؤلف شیخ فریدالدین عطار میں ہے :

تذکرۃ الاولیاء ۱

حضرت اویس قرنی کے دانت توڑنے کا ذکر بھائیوں کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جو انہوں نے محبت رسول میں توڑے تھے ...... اور جناب عمر نے ان کا ہاتھ بھی چوما ہے۔ ایسا جلیل القدر بزرگ حضرت علی اور جناب عمر کو بتا رہا ہے۔ کہ میں نے معیت محبوب کی یاد میں تمام دانت اکھیڑ دیئے ہیں۔ خون بہایا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۶۲ تا ۱۶۳)

جواب :

جواب سے قبل حضرت اویس قرنی کے واقعہ سے جس طرح استدلال کیا گیا۔ اس کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سو اس معاملہ میں اہل تشیع کا یہ نظریہ ہے۔ کہ جب حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت مبارک شہید کر دیئے گئے۔ تو انہوں نے آپ کی محبت و عقیدت میں اپنے دانت نکالنے چاہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ کون سے وہ دانت تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کر دیئے گئے۔ اس لیے انہوں نے تمام دانت نکلوا دیئے۔ کہ آخر ان تیس دانتوں میں سے ہی

Marfat.com

دو ہوں گے۔ تو جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل قابل ستائش اور محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے۔ تو یہی معاملہ اہل تشیع کا ہے۔ وہ اس طرح کہ امام عالی مقام رض رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس پر تلواروں کے بہت سے زخم تھے۔ لیکن کوئی جگہ متعین نہ تھی۔ اس لیے آپ کی محبت اور عشق میں اہل تشیع اپنے اجسام پر زخم لگاتے ہیں یعنی زنجیر زنی کرتے ہیں۔ اور چھریاں مارتے ہیں۔ تو جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا اپنے دانت نکلوا کر خون بہانا جائز اور درست تھا۔ اسی طرح اہل تشیع کا امام عالی مقام کے غم میں زنجیر زنی اور چھریاں مارنا درست ہے۔

واقعہ اور اس سے استدلال کی وضاحت کے بعد اب اس کے جواب کی طرف آئیے سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دانت نکلوانا تو بعد میں دیکھیں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت شہید ہونے کا واقعہ ہی ثابت نہیں۔ جن احادیث میں اس واقعہ کا ذکر ملتا ہے۔ اُن میں موجود مذکور الفاظ یہ ہیں۔ کُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ آپ کے سامنے والے دو دانتوں کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد انہی دانتوں کے متعلق احادیث میں آتا ہے۔ کہ آپ جب گفتگو فرماتے۔ تو ان دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں اس سے صاف ظاہر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مکمل طور پر شہید نہ ہوئے۔ بلکہ ان کا کچھ حصہ متاثر ہوا تھا۔ اس روایت کے مفہوم و معنی کی عقلی دلیل بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو عموماً اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً جسمانی طور پر کوئی نقص اور خرابی نہیں ہونے دی تھی۔ سامنے کے دو دانتوں کا ٹوٹ جانا (یعنی بالکل ختم ہو جانا) خوبصورتی کو متاثر کرتا ہے۔ اور منہ بھدا سا معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے از روئے عقل بھی یہ واقعہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں فرمایا۔ خلقت مبرا من کل عیب۔ آپ ہر عیب (چاہے وہ جسمانی ہو یا روحانی) سے پاک پیدا کیے گئے۔

Marfat.com

نجفی صاحب! حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ محبِ رسول تھے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ آپ نے بقول تمہارے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ کہ میں نے مصیبت کی یاد میں تمام دانت اکھیڑ دیئے ہیں۔ لیکن آپ کی کتب اور ہماری کتب اس بات سے بالکل خاموش ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر اپنے دانت اکھیڑے تھے؟ کوئی ایک آدھی روایت اس طرف اشارہ کرتی دکھائی نہیں دیتی۔ تو کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ تھی۔ اور مصیبتِ محبوب میں وہ بے قرار نہیں ہوتے تھے؟ باوجود اس کے آپ نے خون بہانے والی سنت ادا نہ کی۔ آخر کیوں؟ اس کا جواب یا تو یہ ہوسکتا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک ایسا طریقہ ناجائز تھا یعنی یہ کہ کسی اَر کے ساتھ جسم کو نقصان پہنچانا اور اس طرح خون بہانا قواعد شرعیہ کے اعتبار سے بلا ضرورت ناجائز ہے۔ اگر یہی وجہ تھی۔ تو پھر اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ایسا ناجائز فعل سُن کر بلکہ دیکھ کر حضرت عمر ایسے صحابی کا ہاتھ چومنا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسے باب العلم اور اللہ کے شیر کا تعریف کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے یہ بات واقع نہیں ہوئی۔ اور اگر ایسا کرنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز اور درست تھا۔ تو پھر محبت مصطفیٰ اور عشق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ حضرت اویس قرنی میں تھا۔ بہر حال اوّل تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شریف کا مکمل طور پر شہید ہونا ہی ثابت نہیں۔ اور دوسرا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا بھی درست نہیں۔ کہ ایک بے اصل بات پر اپنے سارے دانت اکھاڑ پھینکیں۔

بفرضِ محال تسلیم کر لیا جائے۔ کہ یہ سب کچھ ہوا۔ اور یہ بھی تسلیم کہ ایسا اس لیے ہوا کہ حضرت اویس قرنی کو شہید ہونے والے دو دانتوں کا صحیح علم نہ تھا۔ اس لیے آپ نے

Marfat.com

سارے ہی نکلوا دیئے۔ اور ان کی اقتداء میں اہل تشیع زنجیر زنی اس لیے کرتے ہیں کہ انہیں امام عالی مقام کے زخموں میں معین جگہ معلوم نہ تھی۔ اس لیے شیعہ ماتمی کبھی پشت پر کبھی سینہ پر اور کبھی منہ پر زنجیریں اور چھریاں ملتے ہیں۔ تاکہ کسی نہ کسی مقام پر لگا زخم امام عالی مقام کے زخم سے مشابہ ہو جائے گا۔ اور ہماری نجات ہو گی۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کہ جب تمہیں زخمی مقام کی تعیین کا علم نہیں۔ اور اس کی وجہ سے سارے جسم کو لہو لہان کرتے ہو۔ تو یہ بتلاؤ۔ کیا امام عالی مقام کا سر اقدس قلم ہوا تھا یا نہیں ؟ اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ کیونکہ سیرت کی تمام کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ امام عالی مقام کا سرِ انور تن اقدس سے جدا کر دیا گیا۔ آپ کو شہید کیا گیا۔ حضرت اویس قرنی نے دانت کے بدلے دانت زخمی کیے۔ کچھ اور تو نہیں کیا۔ اب اہل تشیع کو لازم ہے۔ کہ جس بات کا یقین ہے۔ اور وہ متعین ہے۔ تو مصیبتِ امام حسین کی یاد میں اپنے اپنے سر قلم کریں۔ اور یوں اس دارِ فانی سے کوچ کر جائیں لیکن نہ آج تک کسی شیعہ کو "ایسی محبت" کے اظہار کی توفیق ہوئی۔ اور نہ ہی قیامت تک امید ہے۔ تو پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے تمہیں کیا سروکار۔ رونا ہے۔ تو کھل کر روؤ۔ مگرمچھ کے سے آنسو بہانے کا کیا فائدہ؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۱

ماتم اور صحابہ	"امام زین العابدین کا غم حسین میں گریبان چاک کرنا"

روضۃ الاحباب:

اے یزید مرا یتیم ساختی و رخنہ در دین جدم انداختی پس دراز کردہ گریبان جامہ بدرید۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب روضۃ الاحباب از حاشیہ تاریخ احمدی)

ترجمہ:

دربار یزید میں امام چہارم سید سجاد نے فرمایا کہ اے یزید تو نے مجھے یتیم کیا اور میرے جد کے دین میں رخنہ ڈالا۔ اور حضرت نے ہاتھ بڑھایا۔ اور گریبان جامہ کو چاک کیا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۴)

جواب:

"روضۃ الاحباب نہ ہی اہل سنت کی کتاب ہے اور نہ ہی معتبر ہے۔ بلکہ امیر جمال الدین عطاء اللہ شیعی کی تصنیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

الذریعہ:

حُکِیَ فِی الرِّیَاضِ سَمَاعًا عَنِ الْفَاضِلِ الْهِنْدِیِّ اَنَّهٗ کَانَ شِیْعِیًّا وَعِنْدَهٗ کُتُبُهٗ عَلٰی طَرِیْقَۃِ الشِّیْعَۃِ۔

(الذریعہ جلد ۱۱ ص ۲۸۵ ذکر روضۃ الاحباب)

Marfat.com

ترجمہ:

ریاض العلماء میں ہے کہ فاضل ہندی سے سماعاً ثابت ہے کہ عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب پکا شیعہ ہے اور فاضل ہندی کہتا ہے صاحب روضۃ الاحباب کی چند اپنی کتب میرے پاس موجود ہیں جو شیعہ عقائد کے مطابق اس نے لکھی ہیں۔

اس لیے نجفی کا اسے "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہنا دھوکہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں رطب و یابس بہت کچھ مذکور ہے۔ اور پھر یہ روایت بلا سند ذکر کی گئی جس کی بنا پر اس میں اور ضعف آگیا۔ اُدھر اس کے مقابلہ میں ایسی روایات ہیں جو کتب مشہورہ و معتبرہ میں ہیں۔ اور ان کی سند بھی قابل وثوق ہے۔ اور گریبان چاک کرنے کی صراحۃً ممانعت بھی کرتی ہیں۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ۔ وہ ہم میں سے نہیں جو بوقتِ مصیبت گریبان پھاڑے گا۔ لہٰذا ایک ایسی کتاب کی روایت جو رطب و یابس سے پُر ہو۔ اور روایت بھی سند کے بغیر ہو۔ اور پھر اس روایت کے خلاف کتب معتبرہ میں سند صحیح کے ساتھ روایات موجود ہوں۔ اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنا دغا بازی اور فریب دہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ جب روضۃ الاحباب کتاب ہی اہل سنت کی نہیں بلکہ صاحب الذریعہ فی تصانیف الشیعہ نے اس کو کتب شیعہ کی فہرست میں داخل کیا تو اس کے باوجود غلام حسین نجفی کا اس کو اہل سنت کی معتبر کتاب قرار دینا کتنی مکاری بے حیائی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۲

ماتم اور صحابہ | "امام حسن عسکری کا گریبان چاک کرنا ۔"

من لایحضرہ الفقیہ

لَمَّا قُبِضَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَى الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدْ خَرَجَ مِنَ الدَّارِ وَقَدْ شَقَّ قَمِيْصَهُ مِنْ خَلْفٍ وَقُدَّامٍ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۶)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام ہادی کی وفات پر اس نے امام حسن عسکری کو دیکھا۔ جناب گھر سے باہر آئے اس حالت میں قمیص کا گریبان بھی چاک تھا اور عقب بھی چاک تھا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۴ تا ۱۶۵)

جواب:

من لایحضرہ الفقیہ کی روایت سے نجفی نے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا چاہا مگر اس میں "مروجہ ماتم" کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں۔ اول تو یہی بات جواب کے لیے کافی وشافی ہے۔ کہ روایت مذکورہ کی کوئی سند ذکر نہیں کی گئی۔ جب نجفی قانون کے مطابق وہ خود ایسی روایت کو قابلِ حجت نہیں سمجھتا۔ جو بلا سند ہو۔ تو پھر دوسروں کے لیے اُسے کیونکر بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ دوسری بات اس روایت میں قابل غور یہ ہے۔ کہ امام حسن عسکری جب گھر سے باہر تشریف لائے۔ تو ان کی قمیص آگے اور پیچھے

Marfat.com

سے پھٹی ہوئی تھی۔ کیا قمیص کو پھاڑنے والے خود امام حسن عسکری ہیں؟ اور کیا یہی قمیص اس وقت سے پہلے سالم اور بے عیب تھی؟ ان دونوں سوالات کا جواب نجفی کے ذمہ ہے جب تک ان کو ثابت نہ کر دے۔ اس وقت تک یہ کہنا کہ امام موصوف نے امام علی نقی کے انتقال پر ایسا کیا۔ ہرگز قابلِ تسلیم نہیں۔ پھر قمیص کو آگے سے پھاڑنا تو قابل قبول ہو سکتا ہے۔ لیکن پچھلی طرف سے پھاڑنا خلاف عادت ہے۔ آخر اُدھر سے کیوں پھٹی۔؟ بہر حال یہ استدلال نجفی کے مبلغ علم کے لیے استدلال تو بن سکتا ہے۔ "مروجہ ماتم" سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ واقعہ سے معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری نے گھر سے باہر تشریف لاتے وقت پرانی قمیص زیب تن کر لی ہو۔ جو بوسیدہ ہونے کی وجہ سے آگے اور پیچھے سے پھٹی ہوئی ہو۔ اور نجفی وغیرہ کو اسے امام موصوف کا "ماتم کرتے ہوئے پھاڑنا" نظر آ گیا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ روایت بالا سے بھی "مروجہ ماتم" ثابت کرنے میں فریب اور دغا سے کام لیا گیا ہے۔ اسی لیے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ نجفی مذکورہ حدیث کو اگر مرفوع اور صحیح حدیث ثابت کر دے چاہے خبر واحد ہی ثابت کر دے تو میں اسے منہ مانگا انعام پیش کروں گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۳

ماتم اور صحابہ	"حضرت ہارون پر موسیٰ کا گریبان چاک کرنا"

وسائل الشیعہ:

کتب ابو عون الابرش قرابته نجاح بن سلمه الى ابی محمد ان الناس قد استوهنوا من شقك على ابی الحسن فقال يا احمق مالك و ذاك قد شق موسىٰ على هارون۔

(کتب وسائل الشیعہ (کتاب الطہارت) باب جواز النوح والبکاء علی المیت (چھاپ قدیم)

ترجمہ:

جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے گریبان چاک کیا۔ تو ابو عون ابرش نے آپ کو خط لکھا کہ آپ کے گریبان چاک کرنے سے لوگوں میں کچھ وہن و اضطراب ہے۔ سرکار نے فرمایا۔ ایسے حالات میں گریبان چاک کرنا کوئی بری بات نہیں۔ حضرت موسیٰ نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۶۵)

قارئین مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا۔ کہ امام اور نبی کی مصیبت پر

Marfat.com

گریبان چاک کرنا جائز ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۵ تا ۱۶۶)

جواب:

نجفی شیعی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے بیگانے سبھی کی تعلیمات اور روایات کو اپنے پیمانے میں ڈھال کر اپنے مذموم مقاصد کو ثابت کرنے کی فکر میں ہے۔ مسلک امامی کا جو ستیاناس اس نے کیا۔ شائد کسی دوسرے کے حصے میں آیا ہوگا۔ دیکھئے اپنے ہی مسلک کی کتاب "وسائل الشیعہ" سے جو مذکورہ حوالہ پیش کیا ہے اس کے باب (عنوان) کو اس نے ان الفاظ سے ذکر کیا "کتاب الطہارۃ باب جواز النوح والبکاء علی المیت" یعنی اس باب میں وہ روایات ذکر ہوں گی۔ جو میت پر نوحہ کرنے اور بکاء کے جواز کی اجازت دیتی ہیں۔ اب جو روایت اس باب کے ضمن میں درج ہوگی۔ اس سے یہ بات ثابت ہونا ضروری ہے۔ لیکن حیرانی اس بات پر ہے۔ کہ صاحب وسائل الشیعہ اس روایت کو اس باب کے تحت نہیں لایا۔ بلکہ اس نے باب "کراہتہ الصیاح علی المیت" کے تحت اس کو ذکر کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میت پر چیخنا چلانا ناجائز ہے۔ لہذا اس روایت کو وسائل الشیعہ کا مصنف اس بارے میں ذکر کر رہا ہے۔ کہ میت پر چیخنا چلانا ناجائز ہے۔ اور نجفی اس کو اس بارے میں پیش کر رہا ہے۔ کہ میت پر نوحہ اور بکاء جائز ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ اپنے مقصد کی خاطر اپنے ہی مسلک کی کتاب کا موضوع بدل ڈالا۔ اور پھر ڈھٹائی سے اسے سرعام چھپوا کر لوگوں کو دکھایا۔ کیا یہ دجل و فریب نہیں؟

بہرحال اس مکر و فریب کے باوجود چونکہ روایت مذکور ہے۔ اس لیے ہم اس کے جواب کی طرف لوٹتے ہیں۔ سو عرض ہے۔ کہ یہ روایت چونکہ گزشتہ روایات کی طرح بے سند ہے۔ اس لیے قطعاً حجت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اگر سند

Marfat.com

کہیں سے نجفی وغیرہ ڈھونڈ لائیں۔ تو قابل غور یہ بات ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بہت سے احکام ایسے ہیں۔ جو شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گئے۔ بالفرض اگر حضرت موسیٰ نے ایسا کیا تھا۔ تو حرمت کا حکم آنے سے پہلے ایسا کرنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی۔ جیسا کہ "شراب نوشی" حرمت سے قبل مروج تھی۔ اس حالت میں اس کے مرتکب کے لیے کوئی سزا یا گناہ نہیں تھا۔ ہم تو گفتگو کر رہے ہیں اس امت کے بارے میں کہ کیا گریبان چاک کرنا اس کے لیے جائز ہے تو بات واضح ہے۔ کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرما دیا۔ جو گریبان چاک کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ تو اس وضاحت کے ہوتے ہوئے حضرات ائمہ اہل بیت کے متعلق یہ ثابت کرنا کہ انہوں نے گریبان چاک کیے۔ دراصل انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے برگشتہ ثابت کرنا ہے اور آپ کے طریقہ سے پھرا ہوا انسان "امت کا امام" کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ عجیب منطق ہے۔ کہ اہل تشیع حضرات ائمہ اہل بیت کو "امت کا امام" بھی مانتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ کے تارک بھی بتاتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۴

"مصیبت میں دوش سے ردا اتارنا"

ماتم اور صحابہ: من لا یحضرہ الفقیہ

وَ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رِدَائَہٗ فِیْ جَنَازَۃِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَسُئِلَ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْمَلٰئِکَۃَ قَدْ وَضَعَتْ اَرْدِیَتَہَا فَوَضَعْتُ رِدَائِیْ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۶)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ نبی کریم نے سعد بن معاذ کی موت پر دوش سے رداء اتار دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ انہوں نے سعد کے جنازے میں ردائیں اتار رکھی ہیں۔ لہٰذا میں نے بھی ردا اتار دی۔

قارئین! قادری صاحب اپنے رسالے ص ۲۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ وہ لعنتی ہے جو دوسرے کی مصیبت پر اپنی چادر اتار پھینکے۔ تو ہم پھر یہی عرض کر سکتے ہیں بے حیا باش ہرکہ خواہی کن۔ کیونکہ یہ روایت اسی روایت کے ساتھ تھی۔ جس کا

Marfat.com

قادری نے حوالہ دیا۔ اگر اس نادری کی نیت صاف ہوتی۔ تو دونوں روایتیں ایک ہی صفحہ پر تھیں۔ دونوں کو لکھ کر عالمانہ جرح کرتا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۶)

جواب:

نجفی دبے لفظوں میں اس امر کی تصدیق کر رہا ہے۔ کہ اس مقام پر روایتیں دو ہیں۔ ایک وہ جو خود اس نے ذکر کی۔ اور دوسری وہ جو مولوی غلام رسول صاحب ناروالی نے ذکر کی۔ ”عالمانہ جرح“ کا مطالبہ کرنے سے قبل کیا ہی اچھا ہوتا کہ نجفی ان دونوں روایتوں کو یکجا ذکر کر کے ترجمہ کر دیتا۔ آئیے ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ ”جرح“ کی کوئی ضرورت ہے یا نہیں؟

مولوی غلام رسول ناروالی کی ذکر کردہ روایت یہ ہے۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ وَضَعَ رِدَائَهُ فِيْ مُصِيْبَةِ غَيْرِهِ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وہ شخص جس نے کسی کی مصیبت پر چادر کندھے سے اتار پھینکی وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے۔ روایت مذکورہ میں بوقتِ مصیبت چادر کندھے پر سے پھینکنے کو قابل مذمت فعل کہا گیا۔ کیونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ مصیبت کے وقت صبر و شکر کرو۔ اور صبر کی بجائے چادر کندھے سے اتار پھینکنا بے صبری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ لہٰذا قابلِ مذمت ٹھہرا۔

اس کے برخلاف نجفی نے جو روایت ذکر کی۔ اس میں اگرچہ فرشتوں کا چادریں اتارنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چادر اتارنا مذکور ہے۔ لیکن کیا یہ مصیبت کی وجہ سے کیا گیا۔؟ اگر بوجہ مصیبت تھا۔ تو لفظ ”مصیبت“ جس طرح پہلی روایت (جو مولوی غلام رسول نے نقل کی) میں موجود ہے۔ یہاں بھی ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ چادریں اتارنے کی وجہ ”مصیبت“ نہ تھی۔ کوئی اور ہو گی۔ آئیے معلوم کریں۔ کہ وہ کیا تھی؟

Marfat.com

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شرکت کرنے کے لیے آسمانوں سے اس قدر فرشتے اترے۔ کہ زمین پر قدم رکھنے کی جگہ بھی نہ بچی۔ ان کی کثرت آنے کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تہبند شریف کو سمیٹ لیا۔ جیسا کہ احادیث شریف میں وارد ہے۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا تاکہ آنے والے فرشتوں کے لیے گنجائش ہو جائے۔ تو اسی طرح فرشتوں نے بھی اپنی اپنی چادریں اتار دیں۔ اس طرح یہ چادریں اتارنا بوجہ مصیبت نہ تھا۔ بلکہ بوجہ اژدہام ملکہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مولوی غلام رسول والی منقولہ روایت اور نجفی کی مذکورہ روایت میں سبب علیحدہ علیحدہ ہے۔ جب دونوں میں ایک وجہ اور سبب نہیں تو اس سے خواہ مخواہ دونوں روایتوں کو ایک ہی زمرے میں رکھنا بہت بڑا فریب ہے۔ یہ استدلال تو یوں ہی سمجھ لیں۔ کہ کسی شخص نے غسل کے لیے کپڑے اتارے۔ اور آپ اس سے یہ ثابت کر دکھائیں۔ کہ غم حسین میں ننگا ہونا جائز ہے۔ یا یوں کہ ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا۔ اور اس کا خون بہہ نکلا۔ تو آپ اس سے زنجیر زنی کے ذریعہ خون نکالنا ثابت کر دکھائیں۔ لہٰذا نجفی کا مولوی غلام رسول کے متعلق یہ کہنا کہ "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" دراصل اپنی حالت کی ترجمانی کر رہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۵

ماتم اور صحابہ	"سیاہ پوشی"

قارئین! غم حسین میں سیاہ پوشی پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ کہ یہ لباس آل فرعون کا ہے۔ دوزخیوں کا لباس ہے۔ حالانکہ یہ صرف غم کی علامت ہے۔ اور ایام محرم میں اہل تشیع کا شعار مذہبی ہے۔ اور غم امام حسین میں سیاہ لباس پہننے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منع فرمایا ہے۔ اور نہ ہی حدیث پاک میں اسے منع کیا گیا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۶۷)

نوٹ: "ماتم اور صحابہ" کے ص ۱۶۷ تا ۱۷۶ پر پھیلے ہوئے حوالہ جات سے نجفی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ محرم الحرام میں کالے کپڑے پہننا ہم اہل تشیع کا مذہبی شعار ہے۔ اسی رسالہ کے ص ۱۷۱ پر ہے "جب کسی مذہب والوں کو ان کے امام کسی کام کی اجازت دیں۔ تو وہ کام اس مذہب والوں کے لیے شرعاً جائز ہے۔ اور کسی دوسرے مذہب والوں کو اس پر اعتراض کا حق نہیں" مؤخرالذکر عبارت سے نجفی کا مقصود یہ ہے۔ کہ ہمارے امام اگر کسی کام کے کرنے کا ہمیں حکم دیتے ہیں۔ تو ہمارے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اگر اہل سنت اُس کام کو اچھا نہ سمجھیں۔ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اب ان دونوں عبارتوں کو پیش نظر رکھیں۔ تو مقصد بالکل واضح ہو جاتا ہے وہ یہ کہ چونکہ حضرات ائمہ اہل بیت نے ہم اہل تشیع کو کالے کپڑے پہننے کا حکم دیا اور

Marfat.com

محرم میں اس کی اجازت دی۔ لہذا ان حضرات کے ارشادات کی وجہ سے سیاہ پوشی ہمارا مذہبی شعار ہے۔ اہل سنت کو اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں اور اگر اہل سنت اس کو حرام و ناجائز کہتے ہیں تو اس سے سیاہ پوشی ناجائز نہیں ہوگی۔

جواب:

نجفی نے سیاہ پوشی کے موضوع پر دو تین باتیں بطور خاص ذکر کی ہیں۔

۱۔ سیاہ لباس کو آلِ فرعون کا لباس کہا جاتا ہے۔

۲۔ سیاہ لباس دوزخیوں کا لباس تبلایا جاتا ہے۔

۳۔ سیاہ لباس محرم الحرام میں زیب تن کرنا اہل تشیع کا مذہبی شعار ہے۔

۴۔ حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔

اوّل اللہ کرام کے متعلق عرض ہے۔ کہ سیاہ لباس کو وہ آل فرعون کا لباس،، کہنے والے کون لوگ ہیں؟ اچھا ہوتا اگر نجفی صاحب ان کا اتہ پتہ تبلا دیتے۔ چلو اس امر کی ہم نشاندہی کر دیتے ہیں۔ "بحث ماتم،، میں سیاہ لباس پہننے کی ممانعت اور حرمت پر ہم نے آٹھ عدد احادیث درج کیں۔ اور وہ سب کی سب اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے تھیں۔ ان کو دوبارہ ذکر کرنا باعث تطویل ہوگا۔ بطور خلاصہ اُن کے معانی اور مفاہیم یہ ہیں۔

حدیث ۱: تحفۃ العوام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ لباس کو اہل جہنم کا لباس فرمایا۔

(تحفۃ العوام جلد دوم ص ۳۰۰ باب نمبر ۱)

حدیث ۲: فروع کافی:

امام جعفر نے کالی ٹوپی میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اور اسے جہنمیوں کا لباس فرمایا۔ (فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۳) (من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۱) (علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۶) (تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۱۳)

Marfat.com

حدیث ۳: علل الشرائع؛

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر کی طرف وحی بھیجی کہ وہ مومنوں کو فرما دیں۔ کہ دشمنوں کا لباس نہ پہنیں ۔۔۔۔ اور سیاہ لباس صرف تقیہ کی صورت میں پہننا جائز ہے۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳)

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۸)

حدیث ۴: علل الشرائع:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سیاہ لباس پہننے سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷)

حدیث ۵: علل الشرائع؛

امام جعفر نے ایک دفعہ ایک برساتی اوڑھی جس کا کچھ حصہ سیاہ تھا۔ اور خلیفہ ابوالعباس کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ پھر فرمایا میں بخوبی جانتا ہوں۔ کہ یہ لباس جہنمیوں کا لباس ہے۔ پھر امام کے خود پہننے کی تاویل شیخ صدوق نے یہ کی۔ کہ آپ نے بطور تقیہ ایسا کیا تھا۔

(علل الشرائع ص ۳۴۷)

حدیث ۶: عیون اخبار الرضا:

امام رضا کو جب مامون الرشید نے اپنی بیٹی عقد میں دی۔ اور انہیں ولی عہد مقرر کر دیا۔ تو امام موصوف کی خوشنودی کے لیے لوگوں کو حکم دیا۔ کہ سیاہ لباس اتار دو۔ اور سفید پہنو۔ وجہ یہ تھی کہ بنی عباس لباس سیاہ پہنتے تھے۔ اور امام موصوف اس لباس کو جہنمیوں کا لباس

Marfat.com

سمجھتے تھے۔)

(عیون اخبار الرضا، جلد دوم ص ۱۴۴)

حدیث ۷: فروع کافی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید لباس کو بہترین لباس قرار دیا۔ اور مُردوں کو اسی میں کفن دینے کا حکم دیا۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۸)

حدیث ۸: فروع کافی:

امام جعفر فرماتے ہیں۔ کہ مردوں کو سیاہ لباس کا کفن مت دو۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۹)

احادیث بالا سے معلوم ہو گیا۔ کہ سیاہ لباس کو آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس کہنے والے حضرات ائمہ اہل بیت ہیں۔ کسی عام آدمی کا قول نہیں۔ ان حوالہ جات سے نجفی کے آخری الفاظ "نہ ہی حدیث پاک میں اس (سیاہ لباس پہننے) سے منع کیا گیا،، کا بخوبی رد ہو گیا۔ ایک نہیں بلکہ آٹھ احادیث اس کی حرمت ممانعت اور باغیان خدا اور رسول کے لباس ہونے کی تصریح کر رہی ہیں۔ اور انہی حوالہ جات سے یہ بات بھی صاف عریاں کہ "وہ ایام محرم میں اہل تشیع کا شعار مذہبی ہے،، قول کس طرح درست ہے۔ اہل تشیع اپنے تئیں حضرات ائمہ اہل بیت کے ارشادات و فرمودات کا مطیع و فرمانبردار کہتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کو اپنا مذہبی شعار بتلاتے ہیں۔ ذرا اس موضوع کے متعلق ناظرین آپ خود انصاف کریں۔ کہ سیاہ لباس دوران محرم پہننا بقول نجفی "اہل تشیع کا مذہبی شعار،، ہے۔ اور جن حضرات کے اقوال و ارشادات پر ان کا دارومدار وہ اس لباس کو آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس قرار دے رہے ہیں۔ تو واضح ہوا۔ کہ سیاہ لباس پہن کر فرعونیوں اور جہنمیوں کے مذہبی شعار کو

Marfat.com

اپنایا گیا ہے۔ نہ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے اقوال وارشادات پر عمل کیا گیا اس لیے اہل تشیع کا مذہبی شعار" انہیں مبارک ہو۔ اور اس کی نسبت ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

اب رہا اُن استدلالات کا معاملہ جو نجفی نے ۹ عدد کے قریب کتب اہل سنت سے سیاہ لباس پہننے کے حوالہ جات پیش کیے۔ جن کا اجمالی خاکہ یہ ہے۔

نمبر ۱: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب زاد المعاد جلد اول ص ۵۱)

نمبر ۲: جبرائیل علیہ السلام کا سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد چہارم ص ۲۲۲)

نمبر ۳: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ طبری ص ۲۸۲۶)

نمبر ۴: غم عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب شرح شمائل ترمذی ص ۱۶۶)

نمبر ۵: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کملی سیاہ تھی۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۶۶۵)

نمبر ۶: حضور کا عمامہ سیاہ تھا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب ترمذی شریف جلد اول ص ۵۴۲)

نمبر ۷: امام ابو حنیفہ موت کے بعد سیاہ لباس میں۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۳۲۳)

نمبر ۸: موت حضرت عمر پر جنات کی سیاہ پوشی

(اہل سنت کی معتبر کتاب ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۷)

نمبر ۹: امام حسن کا سیاہ لباس پہننا۔ (اہل سنت کی معتبر کتاب شرح شمائل ترمذی ص ۱۶۶)

Marfat.com

ان نو عدد حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ سیاہ لباس پہننا درست نہ ہے۔ اور یہ آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس نہیں ہے۔ تو گزارش یہ ہے۔ کہ سیاہ لباس کو، ہم اہل سنت آل فرعون کا اور جہنمیوں کا لباس نہیں کہتے۔ اس کے قائل ائمہ ائمہ اہل بیت ہیں۔ تو جب نجفی اور اس کے ہم خیال لوگوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ مسلک شیعہ میں وہ بات معتبر ہے۔ جو کسی امام معصوم سے منقول ہو۔ کیا مذکورہ نو عدد حوالہ جات کے قائل حضرات ائمہ معصومین ہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ نہیں۔ تو پھر ان حوالہ جات سے تمہارے ہاں سیاہ لباس پہننے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہم نہ سیاہ لباس پہننے کو منع کریں۔ نہ اسے آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس کہیں۔ اس بنا پر اگر اہل سنت میں سے کسی اکابر کا سیاہ لباس پہننا ثابت ہو۔ تو اس سے کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ قیامت تو یہ ٹوٹ رہی ہے۔ کہ ائمہ معصومین سیاہ لباس کو منع فرمائیں اور اہل تشیع بزعم خود ائمہ معصومین کے اقوال وارشاد کے پابند ہوتے ہوئے پھر فرعونیوں اور جہنمیوں کا لباس پہن کر اسے مذہبی شعار قرار دے رہے ہیں آخر یہ مذہب کس کا ہے؟

اس کے بعد نجفی نے ریاض النضرہ کے حوالہ سے ایک بات لکھی۔ کہ جن احادیث میں سیاہ لباس پہننے کی ممانعت آئی ہے۔ اُن سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں سیاہ لباس پہننے کی استثناء ہے۔ یعنی غم حسین میں سیاہ پوشی جائز ہے۔ اس حوالہ سے نجفی نے سیاہ پوشی جائز قرار دی۔ دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ صاحب ریاض النضرہ نے جن احادیث کو بطور ممانعت ذکر کیا۔ اُن کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ شخص ائمہ معصومین کی فہرست میں سے تو ہے نہیں۔ کہ اس کی بات کو وہ مذہبی شعار، بنا لیا جائے۔ نجفی صاحب کو چاہیئے تھا۔ بلکہ لازم تھا۔ کہ اس استثنائی قول کو کسی امام کی تحریر و تقریر سے پیش کرتا۔ اب جب کہ

Marfat.com

صاحب ریاض النضرۃ نے بھی کسی امام کی طرف اس استثنائی قول کی نسبت نہیں کی۔ اور نہ ہی نجفی کو کوئی ایسا قول مل سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے ہم خیال شیعوں کو کوئی ایک حدیث امام (جو کہ مرفوع اور صحیح ہو) اس بارے میں تاقیامت مل سکتی ہے۔ تو پھر "مذہبی شعار" کہ کس کے مذہب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔؟ اسے آپ گزشتہ سطور سے بخوبی جان چکے ہوں گے۔ پھر جب کہ ائمہ اہل بیت سیاہ پوشی کو اپنے دشمنوں کا لباس کہیں۔ اور فرمائیں۔ کہ جو ایسا لباس پہنے وہ بھی ہمارا دشمن ہے۔ تو اس وضاحت کے بعد ان سیاہ پوشوں کی "محبت اہل بیت" کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جائے گا۔ اور منہ کالے سیاہ پوشی کے روپ میں دور سے پہچانے جائیں گے۔ کہ دیکھو! وہ ...... آرہے ہیں۔

نوٹ:

"ماتم اور صحابہ" کے ص ۱۸۷ تا ۱۹۲ نجفی نے جو مقامات مقدسہ کی عظمت کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اس سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ ان مقامات کی تعظیم ہم بھی کرتے ہیں۔ آخر حج بھی تو مقامات مقدسہ کی زیارت کا نام ہے تو ہم اس کی کیونکر مخالفت کر سکتے ہیں۔ اسی لیے ان صفحات پر پھیلے ہوئے حوالہ جات کی بحث میں ہمیں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۶

تابوت بنی اسرائیل میں انبیا کی شبیہیں تھیں

ماتم اور صحابہ کے ص ۱۹۳ پر "تابوت کیا چیز ہے؟" کے عنوان کے تحت تفسیر خازن اور تفسیر کبیر کے حوالے سے نجفی نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ جب اس تابوت بنی اسرائیل میں حضرات انبیائے کرام کی تصویریں تھیں۔ اور ان کے تبرکات تھے۔ تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے اگر ہم اہل تشیع واقعہ کربلا کے مظلومین کی بعض شبیہیں بناتے ہیں۔ تو سنی لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ تابوت بنی اسرائیل میں بھی تو انبیائے کرام کی شبیہیں ہی تھیں۔ جب اُن کی تعظیم اُن کی اولاد کرتی رہی۔ تو اب اُسی قسم کی تعظیم کیونکر ممنوع ہو گئی۔؟

جواب:

اس سے قبل "مروجہ تعزیہ" کے موضوع پر اہل تشیع کی کتب سے ہم حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔ مولوی الفت حسین شیعی نے اپنی تصنیف "تنقیح المسائل" میں لکھا ہے۔ کہ تعزیہ وغیرہ ہرگز مذہب ائمہ اہل بیت میں درست نہیں (ص ۱۷، ۱۸) اس کے علاوہ محمد حسین ڈھکو شیعی بھی "اصلاح المجالس والمحافل" نامی کتاب میں رقمطراز ہے۔ عشرت می کنیم و تعزیہ اش مے نہیم نام۔ حاشا کہ رسم و راہ محبت چنیں بود۔

Marfat.com

ترجمہ:

عیش وعشرت کے لیے تعزیہ کا نام استعمال کرتے ہیں۔ حاشا! یہ ہرگز محبت وعقیدت کا طریقہ نہیں ہے۔

اور یہ بات بالکل درست ہے۔ آپ محرم الحرام میں اہل تشیع کی مجالس تعزیہ کو دیکھیں۔ ان میں ذاکر صاحبان کسی سینما گھر کے روح رواں نظر آئیں گے۔ اور سامعین کا جو عالم ہوگا۔ وہ ان کے راہنما پر خود قیاس کریں۔ علمائے شیعہ خود اس تعزیہ کی تردید کر چکے ہیں۔ اب اس مردے کو زندہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن نجفی سے یہ نہ ہو سکے گا۔

"تابوت بنی اسرائیل" میں جو کچھ تھا۔ اور ان اشیاء کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا یہ اس دور کی بات ہے۔ جب کسی کی تصویر کشی اور اس کی تعظیم منع نہ ہوئی تھی لیکن اس کی ممانعت آ جانے کے بعد پھر اس سے نجفی کا مظلومین کربلا کی تشبیہیں بنانا ثابت کرنا کتنی بڑی دغا بازی ہے۔ خود کتب شیعہ میں ذی روح کی تصویر بنانے کی ممانعت موجود ہے۔ اور ایسی تصویر کی جگہ پر نماز تک نہیں ہوتی۔

تحفۃ العوام:

مکروہ ہے نماز پڑھنا..... اس مکان میں جس میں شراب یا اور کوئی نشہ کی چیز رکھی ہو۔ اور جس میں تصویر ذی روح اور سایہ دار رکھی ہو... یا جس مکان میں تصویریں دیوار پر لٹکی ہوں۔ یا دیوار پر کھینچی ہوں مگر یہ کہ لٹکی ہوئی تصویروں کو الٹا کر دے۔ (۱۔ تحفۃ العوام حصہ اول باب ص ۲۶۰،۲۵ مطبوعہ نولکشور)

(۲۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۵۹،۱۵۸ مطبوعہ تہران)

(۳۔ فروع کافی جلد ۳ ص ۳۹۲ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ تہران۔)

Marfat.com

، کسی ذی روح کی تصویر بنانا چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کی تشبیہ ہے۔ اس لیے اس کی ممانعت آگئی۔ اور تصویر والی جگہ پر نماز پڑھنا بھی ممنوع ہو گیا۔ کیونکہ اس سے بت پرستی کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ کہ بروزِ قیامت تصویر بنانے والے کو اللہ تعالیٰ کہے گا۔ اس میں رُوح پھونکو۔ وہ روح نہ پھونک سکے گا۔ لہٰذا اُسے اِس جراُت پر عذاب دیا جائے گا۔ اس لیئے جہاں کہیں تصویر بنانے یا اس کی تعظیم کا مسئلہ ہے۔ وہ اس دور کی بات ہے۔ جب اس کی ممانعت نہیں آئی تھی۔

دیکھئے خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی شبیہیں جو کعبہ کے اندر رکھی ہوئی تھیں۔ انہیں توڑ دیا تھا۔ اگر بقول نجفی شبیہیں بنانا درست ہوتا۔ تو آپ اُن کو توڑنے کی بجائے ان کی تعظیم کا حکم دیتے تو معلوم ہوا۔ کہ اب کسی کی تشبیہہ بنانا درست نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سنیئے۔

قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ (من لایحضرہ الفقیہ ص ۶۰)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا جس نے قبر کی تجدید کی یا کوئی مورتی اور تمثیل بنائی۔ تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے "تابوت بنی اسرائیل" کے ضمن میں تفسیر خازن وغیرہ سے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور تعزیہ کو ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ جبکہ خود ان کے مذہب میں بھی یہ درست طریقہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پہچاننے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۷

شریعت کا بانی حسین کے گھوڑے کی شبیہ بنا

ماتم اور صحابہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب کشف المحجوب مصنف حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری مترجم محمد احمد قادری کے ص ۱۸۱ پر ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور دیکھا کہ حضور ؐ نے سیدنا امام حسین سید الشہداء کو اپنی پشت اقدس پر سوار کر رکھا تھا۔ اور ڈوری اپنے دہن مبارک پر دے کر امام حسین کے دست مبارک میں دے رکھی تھی۔ اور امام حسین ہانک رہے تھے۔ اور حضور اپنے گھٹنوں سے تشریف لے جا رہے تھے تو جب میں نے یہ شان دیکھی۔ تو عرض کیا۔ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ اے ابوعبداللہ آپ نے سواری تو عجیب پائی۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نِعْمَ الرَّاكِبُ يَا عُمَرُ۔ اے عمر! سوار بھی تو ایسے اچھے ہیں قارئین کرام دیکھا منہ میں ڈوری ہے۔ گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں۔ حضرت عمر دیکھ کر اونٹ سے تشبیہ دیتے ہیں پشت پر حسین سوار ہیں۔ رسول اللہ کیا حقیقتاً اونٹ بنے ہوئے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ شبیہ بنے ہوئے تھے۔ تو جس حسین کی سواری کی شبیہ خود رسول بنے اس کی سواری کی شبیہ کو تم بدعت نہیں کہہ سکتے۔ بنانے والے کو دوزخی نہیں کہہ سکتے (ماتم اور صحابہ ص ۲۰۶)

Marfat.com

جواب اول:

غور طلب امر یہ ہے کہ بقول نجفی اہل تشیع جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی تشبیہ نکالتے ہیں۔ یہ واقعی اس کی تشبیہ ہے یا ایک مستقل ذی روح دوسرے گھوڑے کا وجود؟ اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ اسی کی تشبیہ ہے۔ تو پھر نجفی سے پوچھا جائے گا۔ کہ امام عالی مقام کے پاس گھوڑا کہاں سے آیا؟ جبکہ ذبح عظیم اور مقتل ابی مخنف کے حوالے سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام مدینہ منورہ سے بوقت روانگی اور میدان کربلا میں تشریف آوری کے وقت اونٹنی پر سوار تھے۔ اسی لیے مقتل ابی مخنف وغیرہ کتب اہل تشیع میں امام عالی مقام کی اونٹنی کی تعریف میں بہت سے اشعار موجود ہیں۔ جب امام موصوف کے پاس گھوڑا تھا ہی نہیں تو اس کی شبیہ کا کیا معنی؟

اور اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امام موصوف کی سواری گھوڑا تھا۔ یہ اس کی تشبیہ ہے تو بھی یہ قطعاً درست نہیں۔ کیونکہ یہ گھوڑا اس گھوڑے کی تصویر یا تمثیل تو ہے نہیں۔ اسے ہر شخص تسلیم کرے گا۔ اور اگر ذی روح گھوڑے کی بجائے اس کی تصویر ہی کو کاغذ وغیرہ پر لگا کر "شبیہ ذوالجناح" کہا جائے۔ تو ایک خرابی یہ کہ ذی روح کی تصویر اور تمثیل خود تمہاری کتب بھی اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ دوسرا یہ کہ وہ گھوڑا جو امام موصوف کی سواری تھا۔ وہ کس نے دیکھا۔ کہ اس کی تصویر بنالی گئی۔ اور پھر وہ آپ تک پہنچ گئی۔

اور اگر اس گھوڑے کی تشبیہ موجود ذی روح اور مستقل ایک گھوڑے کی نسل کو کہا جائے۔ تو قواعد و اصول کے بالکل خلاف ہے۔ کتب اصول میں موجود ہے کہ ذی روح کی کوئی دوسری ذی روح مثل نہیں ہو سکتی۔ یعنی تمام ذی روح مثلی اشیاء نہیں بلکہ ذات قیمت کہلاتی ہیں۔ لیکن کیا کریں۔ نجفی کو اس اصل و ضابطہ کا بھی علم نہیں۔ اور اگر ہے۔ تو پھر فریب کے ذریعہ عوام کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔

جواب دوم: نجفی نے کشف المحجوب کا حوالہ دیا تو "شبیہ ذوالجناح" ثابت

Marfat.com

کرنے کے لیے لیکن اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے گہری محبت تھی۔ لہٰذا ان کی شان میں طعن کرنے والا پرلے درجے کا منافق ہی ہو سکتا ہے۔ اس ضمنی ثبوت کے بعد اب آئیے اُس موضوع کی طرف جو چل رہا ہے۔ تو سنیئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسہ کو اپنی گردن پر بٹھا کر سواری کرائی۔ بحمد اللہ ہر مسلمان اس سنت پر عمل کرتا ہے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو کندھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایسے وقت میں یہ نیت بھی کر لی جائے۔ کہ میں اس طرح سنت نبوی پر عمل کر رہا ہوں۔ تو شفقت کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی مل جائے گا۔

اور اگر اہل تشیع کا نمائندہ یہ کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی شبیہہ تھے۔ اور امام عالی مقام نے ان پر سواری فرمائی۔ تو پھر ہم کہتے ہیں۔ چلو اپنے میں سے کسی کو اونٹ بناؤ۔ اور امام عالی مقام کو تلاش کر کے اس پر بٹھا دو۔ بات بن جائے گی۔ اور ہم تمام اہل سنت اس حالت کو دیکھنے ضرور آئیں گے۔ اور اگر امام عالی مقام نہ مل سکیں۔ اور یقیناً نہیں مل سکتے۔ کیونکہ اگر ملتے۔ تو نجف سے لے کر لکھنؤ تک سارے پوش مجتہدین اور شریعت مدار بے شرع امام حسین رضی اللہ عنہ کی دکھ و درد بھری شہادت پر بین کرتے اور روتے پیٹتے نظر نہ آتے۔ انہیں تو سنت نبوی کی بجائے سنت یزیدی سے زیادہ پیار ہے۔ ان میں سے کوئی ایک امام موصوف کے گھوڑے کی شبیہ بن جاتا اور کوئی دوسرا اونچی جست لگا کر امام کی شبیہ بن جاتا۔ یوں سوار بھی اور سواری بھی مل جاتی۔ اور بقول نجفی سنتِ نبوی بھی ادا ہو جاتی۔ آخر اس سنتِ کو چھوڑ کر رونے پیٹنے کی سنت کو اختیار کیوں کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ماتم اور بین سے دُور رہ کر صبر و استقامت کا دامن تھام کر غم حسین کا اظہار کرنے والا ان میں ایک بھی نہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو جو عزت و عظمت

Marfat.com

حسین کے بیوپاری ہیں۔ حسینی کہلانے کا قطعاً حق نہیں۔ سنت نبوی کے مطابق تم خود کسی شیعہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ بناؤ۔ جیسا کہ نجفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ آخر ذی علم وعقل ہو۔ اور جامۂ انسانیت میں ہو۔ کیونکہ اس سنت کو اپنی بجائے ایک حیوان کے ذریعہ ادا کر رہے ہو۔ ایک گھوڑے کو قائم مقام پیغمبر کے ثابت کرنے کی جسارت کرتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی۔ طریقہ تو وہی تھا۔ جو مذکور ہو چکا۔ کہ تم میں سے بہترین شخص شبیہ ذوالجناح بنتا۔ اور دوسرا اچھا خاصا سمجھدار شبیہ حسین بن جاتا۔ پھر سوار اور سواری مال روڈ لاہور یا بندر روڈ کراچی پر جلوس کے آگے آگے چلتے۔ تو مذہب شیعہ کی اشاعت اور ترقی دنوں میں اتنی ہو جاتی۔ جتنی سالوں میں نہ ہو سکی۔ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ یہ شرط ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی تشبیہ نہیں کرو گے۔ تو پھر محبت امام عالی مقام کا دم بھرتے ذرا بھی حیاء نہیں آتی۔ امام موصوف میدانِ کربلا میں سر کٹوا دیں۔ اور ان کے دو محب،، امام کا گھوڑا بننے کے لیے تیار نہ ہوں۔ ایک خالی گھوڑے پر رنگین زین کس کر اُسے نشہ کا ٹیکہ لگا کر اُس کے اردگرد پاگلوں کی سی حرکتیں کر کے کون سے عقل مند آپ کی اس حرکت پر داد دیں گے۔ یہ تو ایک بہروپ ہے ایک سوانگ ہے۔ تماشا ہے۔ اور تعلیماتِ حسین کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ اگر سچی محبت چاہتے ہو۔ تو امام عالی مقام کی تعلیمات اور ارشادات کے مطیع ہو جاؤ۔ اور اتباع رسول کریم سے سرشار ہو کر اللہ کو راضی کرو۔ یہ بناوٹی گھوڑے، صندوق ڈولی، دوپٹے اور دیگر خرافات محبتِ حسین کی بجائے سنتِ یزید کی نشانی نظر آتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۸

ماتم اور صحابہ	قبر کی شبیہ اور اس کا چومنا ،،

بحوالہ مجمع البحرین ص ۸۶۸ پر ہے۔ (اس کے بعد نجفی نے عربی طویل عبارت نقل کی۔ ہم صرف اس کے ترجمہ پر اکتفا کر رہے ہیں۔

ترجمہ:

کفایت الشعبی میں ہے۔ کہ ایک مرد نبی کریم کے پاس آیا۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ دروازہ جنت کو چوموں گا۔ اب کیا کروں؟ نبی کریم نے فرمایا۔ تو جا کر باپ کی پیشانی اور ماں کے قدموں کو چوم لے۔ اس نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ زندہ نہ ہوں تو پھر کیا کروں۔ فرمایا۔ ماں باپ کی قبروں کا جا کر بوسہ لے۔ اس نے عرض کیا۔ میں اپنے ماں باپ کی قبروں کو نہیں جانتا۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ فرمایا دو خط زمین پر کھینچ لے۔ اور نیت کر ایک ماں کی قبر کا نشان ہے۔ اور دوسرا باپ کی قبر کا۔ اور دونوں کا بوسہ لے۔

قارئین! اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ ماں باپ کی قبر کی شبیہ بنانا جائز ہے۔ خواہ وہ ماں باپ جیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۹۷)

Marfat.com

جواب:

"مجمع البحرین"، جس کا حوالہ دیا گیا۔ وہ مسائل و احکام کی کتاب نہیں۔ بلکہ لغت کی ہے۔ اس میں الفاظ کے معانی بیان ہوتے ہیں کسی کام کے حلال و حرام ہونے کی بحث اس میں ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی یہ اس کا موضوع ہے۔ اس حقیقت کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ کہ لفظ صلوٰۃ کا معنی از روئے لغت "چوتڑ ہلانا" آتا ہے لیکن اگر نجفی کی طرح اس سے یہ استدلال کیا جائے۔ کہ صلوٰۃ کا معنی چونکہ چوتڑ ہلانا ہے۔ اس لیے نماز کی ادائیگی اس طرح کرنے سے ہو جاتی ہے۔ ایسے استدلال کو کون تسلیم کرے گا۔ بس یہی فریب اور دھوکہ نجفی نے دیا۔ اور اس لغت کی کتاب سے ایک مسئلہ ثابت کر دیا۔

علاوہ ازیں روایت مذکورہ بلا سند ہے۔ اور خود نجفی کے قواعد کے مطابق ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔ تو پھر ایسی روایت سے استدلال کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہوگا۔ بہرحال "مروجہ ماتم" کے ثبوت کے لیے ادھر ادھر بہت پاؤں پھیلائے گئے۔ لیکن ماسوا محرومی کے کچھ نہ ہاتھ آیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم ہر اس شبیہ کے منکر ہیں کہ جو کسی ذی روح کی شبیہ ہو۔ اس لیے نبی علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بنے ہوئے بتوں کو جو کعبہ میں پڑے ہوئے تھے۔ توڑ دیا۔ اور دوسرا اس شبیہ کے ہم منکر ہیں کہ جس کو دین کے لیے شعار اور عبادت بنایا جائے۔ جیسا کہ شیعہ لوگوں نے اپنے دین کے لیے شعار بنا لیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۵۹

ماتم اور صحابہ:

نجفی نے اس کتاب کے ص ۱۹۹، ۲۰۰ پر دو عنوانات قائم کیے ہیں ایک یہ حضرت عمر اور حضرت ابو بکر کی قبروں کی شبیہ اس کے ثبوت کے لیے تاریخ خمیس جلد دوم ص ۱۷۲ کا حوالہ دیا۔ صفحہ مذکورہ پر یہ موجود ہے۔ کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عمر اور حضرت ابو بکر صدیق کی قبروں کے نقشے پیش کیے گئے۔

دوسرا عنوان یہ ہے۔ "دو سکے کا نقشہ"، اس کے تحت "دو بشارت الدارین ص۵۴۱" کا حوالہ پیش کر کے اس میں اسلامی سکہ کا نقشہ پیش کرنے سے مروجہ تعزیہ ثابت کیا گیا ہے۔

جواب:

نجفی کے مروجہ تعزیہ اور دیگر تشبیہوں کے ثابت کرنے کے لیے مذکورہ دو باتیں اور پھر ان سے استدلال پیش کرنا نہایت تعجب خیز امر ہے۔ کسی کی قبر کی تصویر اور سکہ کا نقش اگر مروجہ تعزیہ کی دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا۔ تو پھر اہل سنت کی کتب سے اس قدر دور دراز کے حوالہ جات سے اس کی تائید و ثبوت کے لیے درد سر مول لینے کی کیا ضرورت تھی۔ بس یہی کہہ دیا جاتا۔ کہ دیکھو! مختلف دفاتر کے اندر مہریں استعمال ہوتی ہیں۔ خاص کر محکمہ ڈاک میں اس کا استعمال بکثرت ہے۔ اور وہ مہریں بھی کسی عبارت اور الفاظ کا نقش ہیں۔ اسی طرح پٹواری کے وہ رجسٹر جن پر زمینوں کی حد بندی

Marfat.com

اور نقشہ جات ہوتے ہیں۔ ان سب کے ہوتے ہوئے مروجہ تعزیہ کے لیے کسی اور ثبوت کی کیا ضرورت تھی؟

ناظرین وقارئین! نجفی کے استدلال کو دیکھیں۔ اور ”مروجہ تعزیہ“ کے ثبوت میں اس کی حیثیت ملاحظہ کریں۔ حقائق پر چلنا اور اسے تسلیم کرنا اس بے چارے کے بس میں نہیں۔ اسی لیے ہم نے اس کے استدلالات کو دغا بازی اور فریب دہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور حقیقت وہی ہے کہ جو ابھی ہم دغا بازی نمبر ۵۹ میں ذکر کر چکے ہیں

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۶۰

ماتم اور صحابہ: کتاب مذکورہ کے ص ۲۰۱ تا ۲۰۵ دو عنوان مذکور ہیں

۱۔ شبیہ انبیاء۔ اس عنوان کے تحت سورۃ السبا کی ایک آیت کی تشریح و تفسیر سے مروجہ تعزیہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ تشریح آیت یہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ان کے حکم سے جنات مسجدوں میں مختلف انبیاء کرام کی تصاویر بنایا کرتے تھے۔

۲۔ ثبوت ذوالجناح۔ بی بی عائشہ کا گھوڑا۔ اس موضوع کے تحت سنن ابی داؤد سے ایک روایت نقل کی۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں تھیں۔ اور ان میں ایک دو پروں والا گھوڑا بھی تھا۔ جو حضرت سلیمان کے گھوڑے کی تشبیہ تھی۔

جواب: ان دونوں باتوں کا جواب یہ ہے۔ کہ ذی روح کی تصاویر پہلی شریعتوں

Marfat.com

ہیں جائز تھی۔ اور گڑیا کی شکل میں کسی ذی روح کی مورتی ابتدائے اسلام میں جائز تھی۔ گزشتہ شرائع کے وہ احکام و مسائل جو اس شریعت میں باقی نہ رکھے گئے۔ وہ منسوخ ہو گئے۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات سے حضرات انبیائے کرام کی تصویریں بنوانا بھی کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اسی طرح ابتدائے اسلام میں جائز ہونے کے بعد اس گڑیا کی مورتیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع و حرام فرما دیا۔ اس لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں سے بھی استدلال درست نہ ہوا۔

علاوہ ازیں ہمارے بعض علماء نے ابوداؤد میں مذکورہ روایت کو منسوخ بھی کہا ہے اور اس کی ناسخ وہ احادیث ہیں۔ جن میں کسی جاندار کی تصویر یا مورتی کی ممانعت موجود ہے منسوخ ہونے کی بنا پر اس سے استدلال قطعاً درست نہ ہوگا۔ ہاں اگر اسے منسوخ نہ مانا جاتا۔ تو پھر کچھ بات بنتی نظر آتی تھی۔ لیکن حضرات محدثین کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ ان کے بچپن کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ دس بارہ سال تک لڑکے لڑکی میں بچپن کی عادات ہوتی ہیں۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت اسی کے لگ بھگ تھی۔ اس موقعہ پر بھی نجفی نے ایک اور فریب دہی سے کام لیا کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس بتائی۔ ایک دغا یہ کہ حدیث مذکور کا دو کتابوں سے حوالہ دیا۔ یعنی ابوداؤد اور مشکوٰۃ شریف۔ لیکن مشکوٰۃ شریف میں گھوڑے والی گڑیا کا ذکر موجود نہیں۔ دوسرا دغا یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت اٹھارہ سال کی تھی اہل سنت کی معتبر کتاب، مروج الذہب سے ثابت کیا ہے۔ اس بھلے مانس سے کوئی پوچھے۔ کہ "مروج الذہب" کو کس منہ سے اہل سنت کی معتبر کتاب کہہ رہے ہو۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اسے خود شیعہ بھی "امامی شیعہ" کہتے اور مانتے ہیں۔ کتاب الکنی والالقاب میں شیخ قمی کا حوالہ اس سلسلہ میں ہماری تائید کرتا ہے۔

تیسرا فریب یہ کہ نجفی نے اس واقعہ کا وقت "جنگ تبوک یا حنین" لکھا ہے۔

Marfat.com

کیونکہ ابو داؤد میں تبوک یا خیبر کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ نجفی نے اس لیے کیا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال ثابت ہو سکے۔ اگر حنین کی جگہ خیبر لکھتا۔ تو پھر اتنی عمر ثابت کرنا مشکل ہو جاتا۔ کیونکہ غزوہ خیبر ۲ھ کا واقعہ ہے۔ بہر حال ۲ھ میں بعمر ۹ سال آپ کی رخصتی ہوئی۔ اور غزوہ خیبر ۷ھ میں ہوا۔ اس اعتبار سے آپ کی عمر شریف چودہ برس کے لگ بھگ ہوئی۔ نہ کہ اٹھارہ سال جیسا کہ نجفی نے کہا ہے اور پھر جبکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کھلونوں کو دیکھا اور منع نہ فرمایا۔ اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس وقت تک ذی روح چیزوں کی شبیہ اور تصویر بنانے پر ممانعت کا حکم نہیں آیا تھا۔

اس کے علاوہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس چودہ سال کی عمر میں گڑیاں ہونے کا ثبوت اس روایت میں ہے۔ اس امر کی کوئی تصریح نہیں۔ کہ آپ نے یہ گڑیاں اور خاص کر وہ دو پروں والے گھوڑے کی شکل کی گڑیا ماضی قریب میں بنائی تھیں۔ احتمال ہے۔ کہ یہ گڑیاں بہت پہلے بنائی ہوں۔ جب آپ کی عمر بہت ہی تھوڑی ہو۔ تو ان احتمالات کے ہوتے ہوئے روایت مذکورہ سے "مروجہ تعزیہ" پر استدلال پیش کرنا اعلیٰ درجہ کا فریب دینے کی کوشش ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۶۱

لوگوں نے امام رضا کی سواری کے قدم چوم لیے

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص ۱۲۲ (حالات امام علی رضا)

صواعق محرقہ:

وَالنَّاسُ بَيْنَ صَارِخٍ وَبَاكٍ وَمُتَمَرِّغٍ فِي التُّرَابِ وَمُقَبِّلٍ لِحَافِرِ بَغْلَتِهِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص ۱۲۲ (حالات امام علی رضا)

ترجمہ:

جب امام علی رضا خراسان آئے۔ اور نیشاپور پہنچے۔ ابوزرعہ رازی اور محمد بن مسلم طوسی بمع دیگر علماء اور عوام استقبال کے لیے حاضر ہوئے۔ لوگوں کی حالت یہ تھی۔ کوئی چیخ رہا تھا۔ کوئی رو رہا تھا۔ کوئی خاک ڈال رہا تھا۔ اور جناب کی سواری کے سم چوم رہے تھے۔

قارئین! عزاداری امام حسین میں جو شبیہیں بنائی جاتی ہیں۔ ہم شیعہ ان کو خدا سمجھ کر نہیں پوجتے۔ معبود صرف خدا وحدہ لاشریک ہے۔ ان شبیہوں سے غرض

Marfat.com

ایک نقشہ کو ذہن میں لانا ہے۔ اور ان کا ادب و احترام اظہار محبت اہل بیت کے عنوان سے ہے۔ جس طرح امام رضا علیہ السلام کے سامنے اظہار عقیدت کے لیے لوگوں نے جناب کی سواری کے پاؤں چومے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۰۵)

جواب:

خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ جب مروجہ ماتم اور تعزیہ کو نجفی کے ہم نوا اور ہم پیالہ لوگوں نے ناجائز اور ممنوع کیا ہے۔ تو پھر اس کے پیٹ میں سُول کیوں اٹھتا ہے۔ کہ خواہی نخواہی ان کو جائز اور درست کر کے دم لے۔ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے مروجہ تعزیہ کی کیا نسبت ہے۔ امام موصوف کا گھوڑا کس کی شبیہہ سمجھ کر چوما گیا؟ آخر کچھ تو بولو۔ خاموش کیوں ہو۔

امام رضا کے گھوڑے کے سُم چومے اس وجہ سے گئے۔ کہ لوگوں کو امام موصوف کے ساتھ انتہائی عقیدت تھی۔ جس کی وجہ سے اُن کی ہر ایک چیز انہیں محبوب تھی امام موصوف کے گھوڑے اور جوڑے کو ان کی نسبت کی وجہ سے ہم بھی قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کو حضرات صحابہ کرام نے معزز جانا۔ اس کا احترام و اکرام کیا۔ لیکن اس کے برعکس اس واقعہ کو "مروجہ تعزیہ" کے ثبوت کے استدلال کے طور پر پیش کرنا ایک فریب اور مکر سے کم نہیں ہے

نوٹ:

"ماتم اور صحابہ" کے ص ۲۰۷ تا ۲۱۴ پر پھیلے ہوئے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ جبرئیل بی بی عائشہ کی شبیہہ میں خود آیا۔	بحوالہ مسند ابی حنیفہ۔
۲۔ جبرئیل بی بی عائشہ کی شبیہہ لایا۔	بحوالہ الاصابہ۔
۳۔ بی بی عائشہ کی گڑیاں۔	بحوالہ بخاری شریف
۴۔ حضرت عائشہ اور رسول کی دوڑ۔	بحوالہ مشکوٰۃ شریف

Marfat.com

ان عنوانات کے تحت مذکورہ حوالہ کے ذریعہ نجفی یہ ثابت کرنے کی کوشش میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ کہ محرم الحرام کے دوران کربلا والوں کی مختلف اشیاء کی شبیہیں بنانا درست ہے۔ ان واقعات سے ہر قاری بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ "مروجہ تعزیہ" کو ان سے کیا نسبت ہے۔ جبرئیل امین کا حضرت عائشہ صدیقہ کی شکل میں اترنا اگر قابلِ اعتراض ہے۔ تو پھر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے روپ میں جبرئیل کے آنے کے کیا معنی ہوں گے؟ فرشتوں کے بارے میں عقیدہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف اشکال میں ظاہر ہونے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ ان تمام واقعات سے نظر یہ آتا ہے۔ کہ نجفی اپنے دل کی کدورت کو اس بہانہ سے ظاہر کر رہا ہے۔ اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہم دوڑ بھی ذکر کی آخر اس دوڑ کا "مروجہ تعزیہ" کے ساتھ کیا ربط ہے۔ میاں بیوی اپنے گھر چار دیواری میں الفت و محبت کے جذبات کے اظہار کے طور پر اگر اس قسم کا فعل کر لیتے ہیں۔ تو اس میں کیا قباحت؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے یہ فعل سرزد ہو رہا ہے۔ افسوس کہ ظالم نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے کدورت کے اظہار میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا بھی خیال نہ کیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کے متعلق ملا فتح اللہ کاشانی شیعی کا قول بھی یاد نہ رہا۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ ہر گستاخ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی۔ مختصر یہ کہ ان چار عدد عنوانات کا "موضوعِ کتاب" سے کوئی تعلق نہیں۔

٭

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۶۲

ماتم اور صحابہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پھریرا سیاہ تھا"

بحوالہ ترمذی شریف جلد اول ص ۵۲۸ وغیرہ میں لکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک علم تھا جس کا نام عقاب تھا۔ اور حضرت بی بی عائشہ کے دروازے کا پردہ تھا۔ اور اس کے پھریرے کا رنگ سیاہ تھا۔

قارئین! سیاہ رنگ کے علم پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اور ہم نے اہل سنت کی کتاب سے ثابت کر دیا ہے کہ نبی کے علم کا رنگ سیاہ تھا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۲۵)

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کا پھریرا سیاہ رنگ کا ہونا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر لٹکے ہوئے پردے میں سیاہ رنگ کی موجودگی کا حوالہ اس لیے دیا گیا۔ تاکہ اہل تشیع کا "سیاہ علم" ثابت ہو جائے۔ ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں۔ کہ اہل سنت تو سیاہ کپڑے بھی پہننے کی ممانعت نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ جھنڈا یا دروازے کا پردہ سیاہ ہو۔ سیاہ رنگ کے علم پر اعتراض کرنے والے ہم تو ہیں نہیں۔ تاکہ ہماری کتب سے ہم پر حجت قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ اس لباس اور رنگ کو آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس کہنے والے ائمہ اہل بیت ہیں۔ جبکہ اہل تشیع اپنے آپ کو ائمہ اہل بیت کا پیرو اور متبع کہتے ہیں۔ تو "سیاہ جھنڈا" کے جواز پر کسی امام کا قول پیش کرتے

Marfat.com

ہماری کتب سے اس کی تائید میں ذکر کردہ حوالہ جات تمہارے لیے قطعاً کارآمد نہیں۔ اور ہمیں اُن سے کوئی نقصان نہیں۔ کتب اہل سنت سے حوالہ دے کر مخصوص انداز کے ذریعہ قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ "سیاہ علم" پر سنی اعتراض کرتے ہیں۔ بھلا ہمیں کیوں اعتراض ہو۔ ہم تو ایسے لباس کے قائل ہیں۔ مزہ تب ہے۔ کہ کسی امام کی کوئی ایک حدیث مرفوع صحیح اور مستند پیش کر کے اپنا مدعیٰ ثابت کرو۔ ادھر اُدھر کی ہانکنے سے کیا فائدہ۔

دغابازی نمبر ۶۳

ماتم اور صحابہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دیکھ کر صحابہ رو پڑے

اہل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الخواص الامہ ص۵۲ پر ہے

تذکرۃ الخواص الامہ:

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ اَخْرَجَ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ لِوَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُخْرِجْهُ قَبْلَ ذَالِكَ فَدَفَعَهُ اِلٰى قَيْسِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ عُبَادَةَ فَلَمَّا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ صَرَخُوْا وَبَكَوْا وَاجْتَمَعَ تَحْتَهٗ اَهْلُ بَدْرٍ وَالْاَنْصَارُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ۔

ترجمہ:

جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جنگ صفین میں رسول اللہ کا علم میدان صفین میں نکالا تھا۔ اور یہ علم قیس ابن سعد بن عبادہ کو

Marfat.com

دیا۔ جب اس علم کو بدری صحابہ انصار صحابہ مہاجرین صحابہ نے دیکھا۔ تو اس کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو اور صحابہ کرام کو (رسول اللہ کا زمانہ یاد آگیا) پس علم کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

قارئین! جس طرح صحابہ کرام نے اور دیگر مسلمین نے نبی پاک کے علم کو دیکھا۔ تو رسول اللہ یاد آ گئے۔ اور یہ اظہار محبت وعقیدت سے رونے لگے۔ اسی طرح ہم شیعہ شبیہ علم حضرت ابوالفضل عباس بن علی کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں لشکر امام حسین کا سپہ سالار یاد آجاتا ہے۔ اور ہم بھی اظہارِ محبت وعقیدت اور مظلوم کربلا کو پُرسہ دینے کی خاطر روتے ہیں۔ جس طرح صحابہ کرام کا گریہ علم نبی کو دیکھ کر بدعت نہیں ویسے ہی ہمارا گریہ بھی بدعت نہیں۔ اگر کسی قادری یا قاضی کو اس سے اختلاف ہو۔ تو یہ دشمنِ امام حسین ہے۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۱۶ تا ۲۱۷)

جواب:

"تذکرۃ الخواص" اہل سنت کی معتبر کتاب ہے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ اس کتاب کے مصنف کا نام سبط ابن جوزی ہے۔ جو اسماء رجال کے فن کی کتب کی رُو سے "رافضی" ہے۔ ایک رافضی کو "اہل سنت" بنا کر پیش کرنا کیا کہلاتا ہے؟ اسی لیے ہم نے نجفی کے ایک ایک استدلال کو "دغا بازی" کے عنوان سے لکھا ہے۔ رافضی المذہب کا حوالہ ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔

علاوہ ازیں روایت مذکورہ سے جو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ بھی غلط ہے وہ اس طرح کہ حضرات صحابہ کرام نے جس علم کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعینہٖ علم مبارک تھا۔ اور جو اہل تشیع علم لیے پھرتے ہیں۔ اور اس پر رنگ برنگے کپڑے اور تلواریں لٹکا رکھی ہوتی ہیں۔ اپنے ایمان سے بتلاؤ۔ کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہی علم تھا۔ یا یہ اس کی نقل اتاری گئی ہے۔ اس خود ساختہ علم کو

Marfat.com

حضرت عباس کا علم قرار دیا اور پھر اس پر رونے پیٹنے کا دھندا کرنا کوئی سنی اسے قبول نہیں کرسکتا۔ کیا تمہیں اپنے بڑوں کا رونا یاد نہیں۔ اور ان کے رونے پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ارشاد بھول گئے ہو "اے اہل کوفہ! تم ہم پر روتے ہو۔ ذرا بتلاؤ تو کس نے ہمیں قتل کیا ہے؟" اور مگر مچھ کے آنسو بہانے والے تمہارے اکابر کو سیدہ زینب کا یہ کہنا بھی بھول گیا۔

احتجاج طبرسی:

اِنَّ سَخَطَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَفِی الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُوْنَ اَتَبْکُوْنَ عَلٰی اَخِیْ اَجَلْ وَاللّٰہِ فَابْکُوْا فَاِنَّکُمْ اَحْرٰی بِالْبُکَاءِ فَابْکُوْا کَثِیْرًا وَاضْحَکُوْا قَلِیْلًا۔

(احتجاج طبرسی ص ۱۶۵، احتجاج زینب مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو گیا۔ اور تم ہمیشہ کے لیے عذاب میں ہو گئے۔ کیا تم میرے بھائی پر روتے ہو۔ ہاں اللہ کی قسم! تم روؤ۔ کیونکہ تم اسی قابل ہو سو روتے رہو۔ اور ہنسنا تمہیں کم نصیب ہو۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کا رونا اور تھا۔ اور اہل تشیع کا رونا اور ہے۔ وہ اصلی علم رسول کو دیکھ کر بے تاب ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنا خود ساختہ علم لکڑی یا بانس پر چڑھا کر اُسے "علم عباس" کا نام دیا۔ اور اس طرح اُس کو دیکھ کر پردہ پوشی کی خاطر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اُن کا رونا حضرت زینب کی بددعا کا نتیجہ ہے۔ نہ یہ کہ امام عالی مقام کے سپہ سالار کی محبت اور عقیدت کی وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانثار تھے۔ اور یہ خود ہی فرض کریں اور خود ہی پس ثواب آئکا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغابازی نمبر ۶۴

ماتم اور صحابہ: اکسیر العبادات ص۲۶۳ کی عبارت کا ترجمہ
حضرت علی علیہ السلام نے جنگ صفین میں مالک اشتر سے فرمایا کہ میرے پاس ایک علم ہے۔ جو آج سے پہلے میں نے نہیں نکالا۔ اور یہ وہ پہلا علم ہے جسے نبی کریم نے نکالا تھا۔ اور جناب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یا ابوالحسن! تم میرے بعد ناکثین قاسطین سے جنگ کرو گے۔ اور پھر جناب نے وہ علم نکالا۔ اور وہ پرانا ہو چکا تھا۔ اور لوگوں نے نبی کریم کے علم کو دیکھا تو بلند آواز سے رونے لگے۔ اور جن لوگوں نے اس علم تک پہنچنے کا راستہ پایا۔ انہوں نے اُسے چوما۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے سامنے لوگ علم کو دیکھ کر رو بھی رہے تھے۔ اور چوم بھی رہے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ علم کو دیکھ کر رونا اور چومنا شرعاً جائز ہے۔

شبیہ علم سے مقصود ایک نقشہ ذہن میں لانا ہوتا ہے۔ اور اس کا ادب و احترام اظہار عقیدت کے طور پر ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

جواب:

پچھلے استدلال کی طرح اس استدلال میں بھی مکر و فریب کا جال بچھایا گیا ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے والی اشیاء

Marfat.com

کا احترام اور ان سے عقیدت کا اظہار ہم عین ایمان سمجھتے ہیں۔ لیکن اختلاف اس میں ہے۔ کہ تعزیہ کی تمہاری مروجہ رسم جائز ہے یا نہیں۔ ہم اس سے قبل تمہارے ہی مکتب فکر کے مولوی محمد حسین ڈھکو وغیرہ کی کتب سے بحوالہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ ناجائز ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ اس علم سے مقصد ذہن میں ایک نقشہ لانا ہے۔ یہ بھی فریب اور مکاری کی ایک ترکیب ہے۔ حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کے علم اور تمہارے اس علم میں کونسی مشابہت ہے۔ کہ تم اسے ذہن میں اس علم کے نقشہ کے طور پر تصور کرتے ہو۔ اور پھر اسے اپنا مذہبی شعار گردانتے ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علم سے تمہیں کیا سروکار۔ انہیں اور ان کے بھائی کو قتل کرنے والے آخر کون تھے؟ بلکہ زبان سے نہیں حالت تمہاری تبلاتی ہے۔ کہ وہاں میں کچھ کالا ہے امام عالی مقام کے گھوڑے کی نقل، ان کے تیروں کی شبیہیں اور مستورات کے دوپٹے تمہارے پاس موجود اور علم عباس تم لیے پھرو۔ آخر یہ سب کہاں سے آگیا۔ سچ ہے۔ کہ جس سے اشیاء برآمد ہوں۔ وہ اس کا جواب دہ ہوتا ہے۔ یعنی چور وہی کہ جس سے چوری کی اشیاء ملیں۔ میدان کربلا سے گھوڑا لانے والے امام زین العابدین تو نہ تھے شہداء کربلا کے نیزے اور تیر خود شہداء تو اٹھا نہیں سکتے تھے۔ یہ انہی لوگوں کے پاس جا سکتے ہیں۔ جنہوں نے میدانِ کربلا کا معرکہ قائم کیا۔ اور امام عالی مقام کے ساتھیوں سمیت انہیں شہید کر کے دم لیا۔

علاوہ ازیں نجفی کا یہ کہنا کہ اس علم سے علم عباس کی شبیہ مقصود اور اس سے علم عباس کا نقشہ ذہن میں لا کر اس کی تعظیم و احترام مقصود ہے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ بعض دفعہ نقل اور شبیہ بنانا اصل کی توہین کے مترادف ہو جاتا ہے۔ جو توضیح کے پس منظر میں مذکورہ واقعہ اس کی تائید کرتا ہے۔ یعنی ابرہہ کو سخت ترین سزا کیوں ملی تھی۔؟ اس کا جرم یہ تھا۔ کہ اس نے خانہ کعبہ کی نقل بنائی تھی۔ لیکن اس کا یہ فعل اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کو پسند نہ آیا۔ تو وہ اس کے ساتھی سبھی مارے گئے۔ تصویر بنانے کی ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی کارفرما ہے۔ دیکھو مصور خود خالق تو نہیں لیکن ناقل ضرور ہے۔ اس کی شبیہہ بناتا ہے۔ تو اس شبیہہ اور نقل اتارنے پر اس مصور کو بروز قیامت کہا جائے گا۔ جاؤ اس تصویر میں جان ڈالو۔ یہ اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نقل اتاری۔

اس بارے میں ایک بات غور طلب یہ بھی ہے۔ کہ وہ ذہن ،، ایسی چیز خدا نے عطا فرمائی۔ جو ناممکن کا تصور بھی کر سکتی ہے۔ ان دیکھی اشیاء بھی اس کے دائرہ تصور سے باہر نہیں۔ آخر جس شیعہ نے علم عباس کی نقل اتاری۔ وہ پہلے اس کے ذہن میں تھی پھر اس کے مطابق کپڑا لیا۔ اُسے کاٹا۔ بانس لیا اس پر چڑھایا۔ اگر ذہن میں نقشہ لانے کا معاملہ تھا۔ تو اتنی تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ چلو یہ بھی مان لیا۔ کہ ہر شخص بن دیکھے نقشہ ذہن میں نہیں لا سکتا۔ تو ایک دفعہ اور ایک ہی علم کافی تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں اور وہ بھی آئے دن کون سے ذہن میں نقشہ کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ وسائل الشیعہ و مستدرک الوسائل اور "اکسیر العبادات،، کتاب کے حوالہ سے نجفی نے وہ مروّجہ علم ،، ثابت کرنے میں فریب دہی سے کام لیا۔ اور دھوکہ سے قائل کرانے کی کوشش کی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۶۵

ماتم اور صحابہ؛ ''بی بی عائشہ کا جلوس دیکھنا''

بخاری شریف:

اِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ اَنْظُرُ اِلٰى لَعِبِهِمْ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۹۴)
(اہل سنت کی معتبر کتاب مسلم شریف جلد ۱ ص ۲۹۷)
(اہل سنت کی معتبر کتاب سنن نسائی جلد سوم ص ۱۵)

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ ایک روز میں نے نبی کریم کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا۔ اور حبشی مسجد میں گتکا بازی کھیل رہے تھے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر سے چھپایا۔ اور میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی۔

قارئین! اس روایت میں یہ بات قابل غور ہے۔ کہ گتکا بازی کا یہ میچ مسجد نبوی میں کیوں رکھا گیا تھا۔ کیا مسجد کھیل کا میدان ہے۔ اور نیز وہ پیغمبر جس نے اپنی ازواج سے فرمایا تھا۔ کہ یہ صحابی تو اگرچہ اندھا ہے۔ آپ تو اندھی نہیں لہٰذا پردہ کرو۔ اس غیور نبی نے اپنی زوجہ کو خود تماشہ حبشیوں کا کیسے دکھایا۔ نیز جب بے چاری شیعہ عورتیں معاویہ اور اولاد معاویہ کے ظلم کو بے نقاب کرنے کے لیے روتی پیٹتی باہر آئیں۔ تو ان کے خلاف فتووں کی بھرمار۔ اگر بی بی عائشہ کے تماشہ دیکھنے کا ذکر ہو۔ اہل سنت کی تمام تنظیمیں خاموش اور وہ اس لیے کہ گھر کی بات ہے۔ اس میں ناموس صحابہ کا سوال ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

جواب:

"بے حیا باش ہرچہ خواہی کن،، نجفی نے مومنوں کی ماں اور زوجۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے جو سوقیانہ انداز اپنایا۔ اُسے دوہرانے کی ضرورت نہیں کور باطن اور ایمان سے کوسوں دور شخص کا یہی وطیرہ ہوتا ہے۔ حبشیوں کا مسجد نبوی میں گتکا بازی کرنا کس لیے تھا۔ یہ محض تماشا اور کھیل نہ تھا۔ بلکہ جنگ میں کارآمد طریقہ کی تربیت تھی۔ پھر اس جنگی تیاری کے طریقہ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس طرح دیکھا۔ اُس کا نقشہ نجفی کے ترجمہ سے ملاحظہ ہو۔ "نبی کریم نے مجھے اپنی چادر سے چھپایا،، یعنی آپ نے چھپ کر اور اوٹ میں ہو کر یہ کھیل دیکھا۔ اس سے نجفی اپنی ہم مشرب عورتوں کے بارے میں" روتی پیٹتی باہر آنے کی،، اجازت ثابت کر رہا ہے۔ شیعہ عورتیں بقول نجفی روتی پیٹتی بلا حجاب باہر سڑکوں پر کھلے بندوں عام مردوں کے جھرمٹ میں ہوں۔ اُدھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں

Marfat.com

چار دیواری کے اندر، رسول کریم کے پیچھے چھپ کر اور آپ کی چادر کی اوٹ میں دیکھیں تو ان دونوں حالتوں میں باہم کیا نسبت ہے۔ ادھر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا خاموش ادھر نجفی کی سگی بین کرتی ہوئی، سینہ کوبی کرتی ہوئی۔ سر کے بال کھلے چھوڑ کر سرعام پھرنے والی ان دونوں میں کون سی مطابقت ہے ؟

رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کو یہ فرمانا۔ صحابی اندھا ہے تم تو اندھی نہیں ہو۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں ہم اہل سنت اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کسی اجنبی عورت کو نظر شہوت اور بغیر شہوت دیکھنا حرام ہے۔ اسی طرح عورت کا بھی غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں حضور علیہ الصلوۃ تو دہی ارشاد فرمائیں اور خود ہی عملی طور پر اس کے خلاف کریں۔ نجفی کا انداز بیان یہ بتلاتا ہے۔ کہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ایک نہیں۔ یا وہ روایت جو نابینا صحابی والی ہے۔ وہ غلط ہے لیکن علم کے نابینے کو یہی دو احتمال نظر آئے۔ تیسرا احتمال نہ دیکھ سکا۔ عمدۃ القاری شرح البخاری میں اس واقعہ کے تحت مذکور ہے۔ کہ یہ واقعہ اس حرمت سے قبل کا ہے۔

عمدۃ القاری :

وَنَظَرُ الْمَرْأَةِ اِلٰى وَجْهِ الرَّجُلِ الْاَجْنَبِيِّ اِنْ كَانَ بِشَهْوَةٍ فَحَرَامٌ اِتِّفَاقًا وَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ شَهْوَةٍ فَالْاَصَحُّ التَّحْرِيْمُ وَقِيْلَ هٰذَا كَانَ قَبْلَ نُزُوْلِ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

(عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی جلد ۶ ص ۱۷۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اجنبی مرد کے چہرہ کو دیکھنا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو بالاتفاق حرام ہے

Marfat.com

اور اگر شہوت کے بغیر ہو تو صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ بھی حرام ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ (حبشیوں کا کھیل دیکھنا) آیت حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے۔

ان گزارشات سے قارئین کو بخوبی علم ہو چکا ہوگا۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے ساتھ مروجہ ماتم اور تعزیہ میں شریک شیعہ عورتوں کو کون سی نسبت ہے۔ علاوہ ازیں ایک قول کے مطابق یہ حدیث نزول حجاب کے احکامات سے قبل کی ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے۔

اس لیے منسوخ حدیث سے ایک واقعہ لے کر پھر اس سے شیعہ عورتوں کا بلاحجاب سڑکوں پر نکل کر بین کرنے، سینہ کوبی کرنے اور نوحہ خوانی کرنے کو جائز ثابت کرنا ایک نہیں بہت سی حماقتوں کا مجموعہ ہے۔ اور جہالتوں سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا ہے۔

نجفی نے اس طرح "مائی صاحبہ کو جلوس دیکھنے والی" کہہ کر ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ کیا اہل تشیع کا جلوس اسی طرح مسجدوں میں ہوتا ہے۔ اور کیا ان کی عورتیں اس جلوس کو اپنے اپنے خاوندوں کی چادروں میں چھپ کر دیکھتی ہیں؟ بھولے بھالے اور جاہل شیعہ تو نجفی کے اس استدلال سے خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی ذی ہوش اس واہی تباہی استدلال سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۲۶

ماتم اور صحابہ: "تبرا کرنا سنت عائشہ ہے"

عقد الفرید:

مُحَمَّدُ بْنُ حَنَفِيَّةَ اِنِّيْ يَمِيْنَ عَلِيٍّ يَوْمَ الْجَمَلِ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ يَسَارِهِ إِذْ سَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا عَائِشَةُ تَلْعَنُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ قَالَ عَلِيٌّ لَعَنَ اللهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ۔

(اہل سنت کی معتبر عقد الفرید جلد دوم کے ص ۲۲۳ پر ہے)

ترجمہ:

محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں۔ کہ روز جنگ جمل میں جناب علی علیہ السلام کے دائیں طرف تھا۔ اور ابن عباس بائیں طرف تھے۔ کہ جناب نے (شور و غل کی) آواز سنی۔ فرمایا۔ یہ کیسی آواز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بی بی عائشہ قاتلانِ عثمان پر لعنت کر رہی ہیں۔ حضرت علی نے بھی فرمایا۔ کہ خدا قاتلان عثمان پر لعنت کرے۔

قارئین! شیعہ لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ آل نبی پر ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اب خواہ اس کو تبرا سمجھو یا گالیاں۔ (ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۲۲۰، ۲۲۱)

Marfat.com

جواب:

شیعہ لوگ آل نبی پر ظلم کرنے والوں پر تبرا کرتے ہیں۔ خود نجفی بھی اس کا معترف ہے لیکن دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ وہ آل نبی پر ظلم کرنے والے،، کون ہیں۔ کہ جن پر خدا کی لعنت مانگی جارہی ہے۔ اہل تشیع کی کتب اس امر کی صراحت کرتی ہیں۔ کہ لعنت کے مستحق چار مرد اور چار عورتیں ہیں۔ مرد یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق، عثمان غنی، عمر بن الخطاب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور عورتیں یہ ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ام حکم اور ہندہ رضی اللہ عنہن۔ حوالہ کے لیے فروع کافی جلد سوم ص ۳۴۲ کتاب الصلوۃ ملاحظہ ہو۔ عقد الفرید کے حوالہ سے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا ان لوگوں پر لعنت کرنا ثابت کہ جنہوں نے حضرت عثمان کو شہید کیا۔ اور ان کی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ان لوگوں پر لعنت کہی۔ قاتلانِ عثمان کم از کم ایک مسلمان کے ضرور قاتل ہیں۔ پھر صحابیت اور خلافت اس سے امر زائد ہیں۔ اور کسی مسلمان کا قاتل بوجہ فاسق و فاجر ہونے کے مطلقاً لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔ خود قرآن کریم میں فاسق و فاجر پر اجمالی طور پر لعنت بھیجی گئی یہاں تک تو بات درست ہے لیکن ان لوگوں میں مذکورہ چار مرد اور چار عورتوں کو شامل کرنا کس دلیل کی بنا پر ہے۔ لعنت جب کسی پر کی جاتی ہے تو کتب شیعہ میں یہ موجود ہے۔ کہ اگر مخاطب واقعی لعنت کا مستحق تھا۔ تو خیر ورنہ وہ لعنت واپس لعنت کرنے والے پر آن پڑتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حلیۃ المتقین:

از امام محمد باقرؑ منقول است کہ لعنتے کہ از دہان شخصے بیروں می آید میگردد اگر صاحبش را میابد آنجا قرار میگیرد اگر نہ بگوبندہ اش برمیگردد۔

(حلیۃ المتقین ص ۱۶۴ رعایت حقوق مومنان
مطبوعہ تہران طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ لعنت جب کسی شخص کے منہ سے نکلتی ہے۔ تو وہ ادھر اُدھر پھرتی ہے۔ اگر ایسا آدمی مل جائے۔ (جس پر لعنت کی گئی) جو اس کا مستحق ہو۔ تو وہیں رک جاتی ہے۔ ورنہ واپس لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

حوالہ بالا سے معلوم ہوا۔ کہ کسی ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جو اس کا مستحق نہ ہو۔ خود لعنت بھیجنے والے کو ملعون بنا دیتی ہے۔ اب آیئے۔ اور دیکھیں۔ کہ کیا نجفی کا بچھایا ہوا جال خود اس کے پھنسنے کے کام نہ آگیا۔ نجفی اور اس کے اگلے پچھلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (چونکہ یہاں صرف انہی کا تذکرہ ہو رہا ہے) پر لعنت بھیجیں۔ اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجیں۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی بات تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ قاتلانِ حسین کو اس لعنت کا مستحق سمجھتے تھے یا نہیں؟ ہر ذی عقل یہی کہے گا۔ کہ یہ لوگ واقعی اس کے مستحق تھے۔ تو جب یہ لعنت کے مستحق ہوئے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ حضرت علی المرتضٰے کے نزدیک کیا ہوگا۔ کہ جن کے قتل کی بنا پر ان کے قاتلین ملعون ہوئے۔ یہی ناکہ حضرت عثمان کو آپ سچا پکا مسلمان سمجھتے تھے۔ تو جنہیں حضرت علی المرتضٰے اعلیٰ درجہ کا مسلمان و مومن سمجھیں۔ نجفی اور اس کے اگلے پچھلے ان پر لعنت بھیجیں۔ تو انصاف سے کہیئے وہ لعنت کدھر ٹھہرے گی۔؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وہ قول جو انوار النعمانیہ جلد اول اور احقاق حق میں منقول ہے۔ اُسے پھر سے دیکھ لیں۔ اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَ مَاتَا عَلَيْهِ۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ عادل اور منصف امام تھے۔ حق پر رہے۔ اور اسی پر فوت ہوئے۔ جن خلفاء کرام کی حضرت امام جعفر صادق تعریف

Marfat.com

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخِ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

کریں، حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ زندگی بھران کی اقتدار میں نمازیں ادا کریں۔ وہ ملعون کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان پر لعنت کرنے والا خود ملعون ہے۔ اگر حقیقت کو سامنے رکھا جائے۔ تو "آل نبی پر ظلم کرنے والے"، وہ کوفی اور شامی لوگ تھے۔ (جیسا کتب شیعہ سے اس کی تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔) جنہوں نے امام عالی مقام کو خطوط لکھ کر بُلوایا۔ اور ان کا پانی بند کر کے بھوکا پیاسا شہید کیا گیا۔ اور یہ سب کچھ کرنے والے "شیعانِ علی"، تھے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ آل نبی پر ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۶۷

ماتم اور صحابہ : "لعنت کرنا سنت نبی ہے"

بخاری شریف:

عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمٌ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّکُوْعِ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب بخاری شریف جلد ۶ ص ۳۸ سورۃ آل عمران)

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے نبی کریم سے سنا ہے۔ کہ جب حضور نماز صبح کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تھے۔ تو فرماتے تھے اے خدا یا فلاں فلاں اور فلاں پر لعنت کر (یعنی تینوں پر لعنت کر)

قارئین! دیکھا نبی پاک نے لعنت کے مستحق کو معاف نہیں کیا ہم شیعہ بھی لعنت کے مستحق پر تبرا کرتے ہیں۔ نہ رسول نے نام لیا۔ نہ ہمیں نام لینے کی ضرورت ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۲۱ تا ۲۲۲)

Marfat.com

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین اشخاص پر نماز صبح میں لعنت بھیجی۔ وہ پکے کافر تھے۔ اور انہوں نے وعدہ کرنے کے باوجود صحابہ کرام کو شہید کر دیا تھا۔ بعض روایات کے اعتبار سے آپ نے ان کے نام لے کر ایسا کیا۔ لیکن اہل تشیع اس روایت کی آڑ میں ان حضرات پر لعنت کرنے کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ جن کا حضرات انبیائے کرام کے بعد کوئی دوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِیْمَانٌ وَّ بُغْضُهُمَا كُفْرٌ۔ ابو بکر و عمر سے محبت ایمان ہے۔ اور ان سے بغض کفر ہے۔ اہل تشیع کی کتب اس امر کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں (رقیہ اور ام کلثوم) حضرت عثمان غنی کے عقد میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی کا عقد حضرت فاروق اعظم سے کیا تھا۔ آخر حضرت علی انہیں کیا سمجھتے تھے۔ اہل تشیع باوجود اس کے کہ ان کے دل خلفائے ثلاثہ کے بارے میں صاف نہیں۔ پھر بھی بظاہر انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ تو ایک مسلمان کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا خود ان کے مسلک میں بھی حرام ہے۔ ہماری اس تحریر سے واضح ہو گیا۔ کہ نجفی کا استدلال ایک پُر فریب اور مکر و فن کا شاہکار حربہ ہے۔ جس کی زد میں خود شیعہ تو آ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے اُس کا مدعیٰ ثابت ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔

☆

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۶۸

”دشمنِ اہل بیت پر لعنت در جنت پر تحریر ہے“

ماتم اور صحابہ: تاریخ بغداد:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ رَأَیْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ حُبُّ اللّٰہِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ صِفْوَۃُ اللّٰہِ فَاطِمَۃُ خَیْرَۃُ اللّٰہِ عَلٰی بَاغِضِہِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۵۹ پر تحریر ہے)

ترجمہ:

حضور فرماتے ہیں کہ معراج کی رات جب میں آسمان پر گیا۔ تو در جنت پر یہ چھ کلمے تحریر دیکھے۔ ۱۔ لا الہ الا اللہ ۲۔ محمد رسول اللہ۔ ۳۔ علی حب اللہ۔ ۴۔ الحسن و الحسین صفت اللہ۔ ۵۔ فاطمہ خیرۃ اللہ۔ ۶۔ علی باغضہم لعنۃ اللہ۔ ان کے دشمنوں پر اللہ کی لعنت۔

قارئین دیکھا آپ نے۔ ملاں کہتے ہیں کہ کلمہ میں ”علی ولی اللہ“ کیوں پڑھتے ہیں

Marfat.com

اور دشمنِ علی پر لعنت کیوں کرتے ہیں۔ عرض خدمت ہے۔ کہ آپ نے دیکھا کہ در جنت پر کونسا کلمہ لکھا ہے۔ قادری غلام رسول اور قاضی مظہر جب درِ جنت پر یہ کلمہ دیکھیں گے تو ان کی حالت اس وقت دیکھنے کے قابل ہو گی۔

جواب:

نجفی نے مذکورہ روایت سے جو کچھ ثابت کرنا چاہا۔ بظاہر اس میں کافی کشش نظر آتی ہے۔ دشمنِ اہل بیت کو کون اچھا اور متقی جانتا ہے۔ ہم بھی ان کے دشمنوں کو ملعون کہتے ہیں۔ لیکن پھر وہی سوال اُبھرتا ہے۔ کہ آخر وہ کون لوگ ہیں۔ نجفی اور اس کے ہم نوا اس بہانے خلفائے ثلاثہ اور حضرت امیر معاویہ وغیرہم کو موردِ لعن بنانے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔ اور ایسے حوالہ جات اسی کور باطنی کی تسکین کے لیے ذکر کرتے ہیں۔ بہرحال موضوع اور عنوان پر گفت گو کرتے ہیں۔ موضوع تھا۔ دو دشمنِ اہل بیت پر لعنت درِ جنت پر تحریر ہے،، اگرچہ ایسا ممکن ہے۔ لیکن روایت مذکورہ سے اس کی کوئی توثیق یا سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ خود نجفی کو بھی معلوم تھی۔ ورنہ وہ دھڑلے سے اس کی سند نقل کر دیتا۔ اس روایت کا مرکزی راوی، علی بن احمد المؤدب الحلوانی، ہے۔ یہ من گھڑت احادیث بیان کرنے کا عادی ہے۔ اور خطیب نے اس کی احادیث موضوعہ جتنی نقل کیں اُن میں سے روایت بالا انتہائی خطرناک روایت ہے۔ اس کے وضاع ہونے کی بنا پر ,,لسان المیزان،، میں اس پر لعنت کی گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو

لسان المیزان:

عن علی بن احمد المؤدب الحلوانی۔ حدیث عند هلال الحفار۔ روی احادیث موضوعة من افضها مارواه الخطیب) حدثنا هلال الحفار حدثنی

Marfat.com

علی بن احمد ابن حمویہ الحلوانی المؤدب ثنا محمد بن اسحاق المقری ثنا علی بن حماد الخشاب ثنا علی بن المدینی ثنا وکیع ثنا جابر عن مجاہد بن خیر ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا قال لما عرج بی رأیت علی باب الجنۃ مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی حبیب اللہ الحسن والحسین صفوۃ اللہ فاطمۃ امۃ اللہ علی باغضہم لعنۃ اللہ۔ قلت ای واللہ وعلی واضعہ لعنۃ اللہ قال الخطیب غالب ظنی ان ھذا الاحادیث من عمل الحلوانی۔

(لسان المیزان جلد ۴ ص ۱۹۴ حرف العین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن احمد المورب الحلوانی سے ہلال الحفار نے روایت کی۔ اس کی احادیث من گھڑت ہیں۔ اور اُن میں سے سب سے نکمی اور رسوا کن وہ حدیث ہے۔ جسے خطیب نے روایت کیا۔ (بحذف اسناد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرایا گیا۔ تو میں نے جنت کے دروازے پر یہ حروف لکھے ہوئے دیکھے۔ لا الہ الا اللہ الخ یہ سن کر میں نے کہا اس حدیث کے گھڑنے والے پر بھی خدا کی قسم لعنت ہو خطیب کا کہنا ہے۔ کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ اس قسم کی تمام احادیث حلوانی کی من گھڑت ہیں۔

یہ تھا اس روایت کا مقام اور اس کے راوی کا حال کہ جس پر نجفی نے اپنے استدلال کا تانا بانا بنا تھا۔ پھر موضوع سے ہٹ کر ایک موضوع کو چھیڑا۔ وہ یہ کہ مُلاّ نے کہتے ہیں کہ شیعوں نے اذان اور کلمہ میں "علی ولی اللہ" کہاں سے نکال لیا۔ اب اس من گھڑت روایت

Marfat.com

اس کلمہ کا ثبوت ہونا ضرور ہے لیکن اس کا بانی نہ کوئی امام ہے۔ نہ کوئی اہل بیت کا فرد بلکہ حدیثیں گھڑنے والا ایک ملعون شخص ہے۔ نجفی کو ایسا آدمی کیسا معتبر لگا۔ کر وضاع حدیث ہوتے ہوئے اس کو اپنا پیشوا بنا کر اس کی روایت کے مطابق اذان وکلمہ میں ایک لفظ زیادہ کیا۔ سمجھے آپ کہ نجفی کا مذہب کن لوگوں کے اقوال پر مبنی ہے۔ محض دھوکہ دینے کے لیے اپنے مذہب کو آئمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار

دغا بازی نمبر (۶۹)

ماتم اور صحابہ: (اس کتاب کے دو عنوان ملاحظہ ہوں)

۱۔ جوتی کے ذریعہ قرب خدا۔ اس کے ثبوت کے طور پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس جوتی کو پوجے۔ اور مقصود تقرب خدا ہو۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ عزاداری کا ثواب۔ اس عنوان کے تحت ذخائر العقبیٰ نامی کتاب کے ص ۱۹ سے ترجمہ پیش کیا ہے۔

”امام حسین فرماتے ہیں۔ کہ ہماری مصیبت میں جس کی آنکھ پرنم ہو جائے یا آنسوؤں کے قطرات بہہ نکلیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا اور اس کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ ارباب انصاف۔ نبی کا کلمہ پڑھنے والو غور کرو۔ اگر کوئی رسول اللہ کو جناب کی اولاد کے مصائب کا پرسہ دے عزاداری کرے۔ تو جب ہم اس

Marfat.com

کے لیے کوئی حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ اُسے جنت ملے گی۔ تو یہ قادری اور قاضی قرآن وحدیث کے حربے لے کر شریعت کی تو پلے کر فتووں کے بم لے کر دشمنیٔ امام حسین میں کمر بستہ ہو کر رسول اللہ کو اجرِ رسالت دینے کے لیے اپنے کلمے کی ترویج کی خاطر میدانِ مجادلہ میں اور مکابرہ میں اُتر آتے ہیں۔ اور مظلوم کے عزاداروں پر طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ کہ یہ سیاہ پوش ذاکر یہ بدعمل ملنگ صرف حسین حسین علی علی کرتے ہیں۔ نہ نماز نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۲۳ تا ۲۲۶)

جواب:

نجفی نے پہلا عنوان "جوتے کے ذریعہ قرب خدا" کے ثبوت کے لیے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کیا۔ لیکن عجیب مخمصہ ہے۔ کہ اس قول کا کوئی اتہ پتہ نہیں نہ کتاب کا نام نہ اس کے باب اور صفحہ کا تذکرہ کوئی ڈھونڈے تو کہاں؟ اس قسم کے حوالہ کو کوئی کیا اہمیت دے؟ رہا اس حوالہ میں مذکور جوتی کو قرب خدا کا ذریعہ کہنا۔ تو سن لیجئے کہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ کسی کامل کی جوتی وسیلہ بن سکتی ہے۔ جیسا کہ تابوت سکینہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ کہ اس تابوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین بھی تھیں بنی اسرائیل بوقت مشکل اسی تابوت کو سامنے رکھ کر دشمن پر فتح کے لیے دعا کیا کرتے تھے

اسی دغابازی کا دوسرا عنوان "عزاداری کا ثواب" اور پھر اس کی تائید کے لیے ذخائر العقبٰی سے ایک عبارت پیش کی۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ بے سند ہونے کی وجہ سے یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر اس سے نجفی کو کوئی فائدہ نہیں۔ دیکھئے روایت مذکورہ میں آنکھ پرنم یا اس سے آنسو بہنے کی بات موجود ہے۔ ہم گزشتہ اوراق میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس طرح سے رونا اور غم کا اظہار کوئی خلاف شرع بات نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

Marfat.com

صاحبزادے کی وفات پر آنسو بہائے تھے۔ لیکن آپ (نجفی) کا زور تو اس امر پر تھا۔ کہ ایسی روایات سے "مروجہ ماتم" ثابت کریں۔ جو سینہ کوبی، زنجیرزنی اور کپڑے پھاڑنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ ذرا بتلایئے تو سہی کہ اس روایت میں کون سے الفاظ ہیں۔ جو اس مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔

نجفی نے اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے سنیوں کو کوسنے کی کوشش کی۔ اور خارجیوں کے حوالہ سے یہ لکھا۔ کہ ان (خارجیوں) کی داڑھی بھی تھی۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ زکوٰۃ دیتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے۔ لیکن محبتِ اہل بیت سے خالی ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ کام نہ آیا۔ گویا نجفی اس طرح اپنے ملنگوں کو یہ شاباش دے رہا ہے۔ کہ اے علی کے ملنگو! نماز نہ پڑھو، زکوٰۃ ہرگز نہ دو۔ حج کے قریب بھی مت جاؤ۔ لیکن بھنگ چرس کو استعمال کر کے علی علی حسین حسین پکارتے رہو۔ تو اہل بیت کے نزدیک تم قابل ستائش ہو کاش نجفی نے اپنی مذہبی عظیم کتاب انوار نعمانیہ کا مطالعہ ہی کیا ہوتا۔ کہ اس میں نماز کے تارک کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ یاد نہ ہو۔ تو سن لو۔ اور غور کرو۔ "جس آدمی نے کسی بے نماز کو ایک لقمہ دیا۔ اس نے گویا اپنی ماں سے ستر بار زنا کیا۔ اور ستر دفعہ خانہ کعبہ کو گرایا۔ بڑے فائدے کی بات ملنگوں کو بتلائی جارہی ہے انہیں اس پر نجفی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

اگر داڑھی رکھنا اور نماز پڑھنا اس وجہ سے اچھا نہیں۔ کہ خارجی لوگ ایسا کرتے تھے۔ تو پھر قرآن کی تلاوت بھی نہ کریں۔ کوئی دوسرا نیک کام بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ واجب القتل لوگوں کی علامتیں ہیں۔ تو پھر بتلایئے کہ ائمہ اہل بیت اور دیگر اہل بیت کے افراد یہ کام کیوں کیا کرتے تھے۔ امام عالی مقام کی داڑھی تھی۔ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ اور نیزے پر قرآن پڑھنا نہ چھوڑا۔ ذرا ان کی بات لب کشائی کیجئے خدا کا غضب! اندھی عقل نجفی کو کدھر کدھر لیے پھرتی رہی۔ اور حواس باختہ ہو کر ایسے

Marfat.com

ایسے نازیبا کلمات کہہ گزرا ہے۔ جس سے نہ کوئی صحابی بچ سکا۔ اور نہ اہل بیت کے افراد اس سے بچ سکے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۲

ماتم اور صحابہ:

عزادار کا انجام

صواعق محرقہ:

واخبر الجمال الرشدی والشہاب الکورانی اَنَّ بَعْضَ اَبْنَاءِ تیمرلنک اَخْبَرَ اَنَّہٗ لَمَّا مَرِضَ تیمرلنک مَرَضَ الْمَوْتِ اِضْطَرَبَ فِیْ بَعْضِ الْاَیَّامِ اِضْطِرَابًا شَدِیْدًا فَاسْوَدَّ وَجْہُہٗ وَتَغَیَّرَ لَوْنُہٗ ثُمَّ اَفَاقَ فَذَکَرُوْا لَہٗ ذَالِکَ فَقَالَ اِنَّ مَلَائِکَۃَ الْعَذَابِ اَتَوْنِیْ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہُمْ اِذْہَبُوْا عَنْہُ فَاِنَّہٗ کَانَ یُحِبُّ ذُرِّیَّتِیْ وَیُحْسِنُ اِلَیْہِمْ فَذَہَبُوْا

(اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص ۱۸۱ مطبوعہ مصر چھاپ قدیم پر ہے۔

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ تیمور کے بیٹوں نے اُسے خبر دی ہے۔ کہ

Marfat.com

جب تیمور بیمار ہوا۔ تو بعض دنوں میں وہ بہت مضطرب ہوا۔ اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا۔ اور پھر وہ قدرے تندرست ہوگیا بیٹوں نے اس کی رنگت کی تبدیلی کا تذکرہ کیا۔ اس نے بتایا کہ اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئے تھے۔ اور اس کے بعد پیغمبر اسلام تشریف لائے۔ فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ میری اولاد سے محبت رکھتا تھا۔ اور ان سے احسان کرتا تھا۔ پس فرشتے مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

قارئین! مُلّاں لوگ اس بات کا بھی شور و غل کرتے ہیں۔ کہ تعزیہ داری کا بانی تمر لنگ ہے۔ اور وہ ایسا ایسا تھا۔ لیکن اس کا عمل جیسا ہی ہو۔ اولادِ نبی کی محبت اور ان سے احسان اور ان کی تعزیہ داری اس امر کا باعث بنی۔ کہ نبی نے آکر اس کی شفاعت فرمائی۔ ہم شیعہ گناہگار ہی سہی لیکن آلِ نبی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ وہ عقیدت کے صدقے ہماری شفاعت فرمائیں گے۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۲۷)

جواب:

"صواعق محرقہ" کی عبارت کو دیکھیں۔ اور اس سے نجفی کا "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کا انداز دیکھیں۔ تیمور لنگ کے پاس بوقتِ مرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے اس کی کیا صفت بیان کی تھی۔ کہ جس کی بنا پر فرشتوں نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔ یہی کہ اسے میری اولاد سے محبت ہے۔ اور ان سے احسان کرتا تھا۔ کیا کسی سے محبت اور اس سے احسان "مروجہ ماتم" بنتا ہے جبکہ "مروجہ ماتم" میں سینہ کوبی، زنجیر زنی اور دیگر قباحات موجود ہیں۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام یا کسی دوسرے نیک آدمی کے وصال و شہادت پر آنسو بہا کر رونا جائز ہے لیکن اس روایت میں رونے کا سرے سے ذکر ہی

Marfat.com

نہیں۔ محبت ایک دلی کیفیت کا نام ہے۔ اگر تیمور لنگ ''مروجہ ماتم'' ثابت کرنے والا ہوتا۔ تو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمانے کی بجائے اس سے ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ کیونکہ ''مروجہ ماتم'' کے افعال کرنے والے سے آپ بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔ لہٰذا تیمور لنگ کی آلِ نبی سے محبت، سے ''مروجہ ماتم'' ثابت کرنے میں نجفی نے نہایت دغا بازی سے کام لیا ہے۔

علاوہ ازیں ''صواعق محرقہ'' کی مذکورہ عبارت کا اگلا حصہ خود اس کی وضاحت کر رہا ہے۔ کہ اس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ لیکن وہ حصہ نجفی نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا۔ تاکہ معاملہ اُلٹ نہ جائے۔ صواعق محرقہ کے اگلے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

صواعق محرقہ:

وَاِذَا نَفَعَ حُبُّهُمْ هٰذَا الظَّالِمَ الَّذِیْ لَا اَظْلَمَ مِنْهُ فَكَيْفَ بِخَيْرِهٖ وَيَنْبَغِیْ اَنْ يَّزَادَ فِیْ اِكْرَامِ عَالِمِهِمْ وَصَالِحِهِمْ۔

ترجمہ:

جبکہ تیمور جیسے ظالم شخص کو جس سے بڑا ظالم نہ ہوگا۔ آلِ نبی کی محبت نے فائدہ دیا۔ تو دوسروں کے بارے میں اس کا فائدہ کیسا ہوگا لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ آلِ نبی کے علماء اور نیک لوگوں کی تعظیم زیادہ سے زیادہ کرے۔

اب۔ تبلایئے کہ آل رسول سے محبت اور عقیدت کو کون تسلیم نہیں کرتا ؟ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ یہ محبت دنیا و آخرت میں بہت مفید ہے۔ لیکن اس کا فائدہ تب ہوگا۔ جب محبت کرنے والا کافر نہ ہو۔ مومن گنہگار ہے۔ تو ان حضرات کی محبت و مودت ضرور فائدہ پہنچائے گی۔

Marfat.com

اس روایت سے جو کچھ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ ”مروّجہ ماتم“ جائز ہونے کے علاوہ آخرت میں نفع بخش بھی ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ روایت مذکورہ میں ”مروجہ ماتم“ کے جواز کے لیے کوئی ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ کوئی شیعہ کسی کتاب سے اسی تیمور لنگ کے متعلق اگر یہ ثابت کر دے۔ کہ اس کی رہائی سینہ کوبی، زنجیر زنی اور سیاہ کپڑے پہننے کی وجہ سے ہوئی۔ تو پھر استدلال میں کچھ وزن آسکتا ہے۔ لیکن پھر بھی دوسرے احتمالات کی بنیاد پر اس استدلال کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھئے یہ واقعہ تیمور لنگ کی حالت خواب کا ہے۔ خواب کے واقعات پر استدلال کرنا نری حماقت ہے۔ اور پھر خود اس کے اپنے متعلق یعنی خواب میں خود اپنے بارے میں کچھ دیکھا۔ ایک بہت بڑا ظالم ہونے کی وجہ سے اس کے خواب اور وہ بھی اپنے بارے میں کہاں تک قابل استدلال ہیں۔ بہر حال ہمیں تسلیم ہے کہ آل رسول کی محبت باعثِ نجات ہے۔ اور آخرت میں اس کا فائدہ ہے۔ بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس خواب کو دیکھیں۔ جو انہوں نے ابولہب کے متعلق دیکھا تھا۔ پوچھا۔ مرنے کے بعد تمہارا کیا حال ہے۔ کہا ہر وقت آگ میں گھرا رہتا ہوں صرف سوموار کے دن کچھ لمحات اچھے گزرتے ہیں۔ اور میری انگلی عذاب سے بچی ہوئی ہے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے۔ کہا میں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر سن کر اس انگلی سے ثویبہ نامی لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ تو جب ابولہب کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ تو ایک عام مسلمان اس خوشی سے محروم کیسے رہ سکتا ہے۔ لیکن تیمور لنگ کے خواب سے ”مروجہ ماتم“ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ثابت بھی ہو جائے کہ وہ ”مروجہ ماتم“ کرتا تھا۔ آخر اس کی وجہ سے نہیں بلکہ آل رسول کی محبت اور احسان کی وجہ سے اُسے فائدہ ہوا۔ محبت اور احسان کو ”مروجہ ماتم“ پر منطبق کرنا نجفی کی عجیب دھوکہ دہی ہے۔ اس سے اس کے ہم مسلک تو خوش ہو سکتے ہیں۔ اور سینہ کوبی اور

Marfat.com

زنجیر زنی کو مدارِ نجات سمجھ سکتے ہیں لیکن کوئی سنجیدہ آدمی اِس استدلال کو فریب اور مکر سے کم نہیں سمجھے گا۔

دغابازی نمبر (۱۷)

"بنی ہاشم کے علاوہ کربلا میں کون شہید ہوا"

ماتم اور صحابہ: البدایہ والنہایہ:

وَرَدَ عَلَيْنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِمْ وَسِتُّوْنَ رَجُلًا مِنْ شِيْعَتِهِمْ

(اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۱ ابن کثیر دمشقی)

(اہل سنت کی معتبر کتاب الاخبار الطوال لابی حنیفہ الدینوری ص ۲۶۰)

(اہل سنت کی معتبر کتاب العقد الفرید جز ثانی ص ۲۵۲)

(اہل سنت کی معتبر کتاب کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۴۳)

ترجمہ:

یزید کو اس کے فوجی افسر نے بتایا۔ جس کا نام زحر بن قیس تھا۔ کہ عراق میں حسین بن علی وارد ہوئے۔ اٹھارہ آدمی ان کے ساتھ ان کے اپنے اہلبیت بنی ہاشم میں سے تھے۔ اور ساٹھ مرد ان کے ساتھ ان کے شیعوں میں سے تھے

Marfat.com

(ہم نے ان پر تیری بیعت کو پیش کیا۔ سب نے انکار کر دیا۔ ہم نے ان سب کو قتل کر دیا۔ اور ان کے جسم بغیر کفن کے کربلا میں چھوڑ دیئے۔)

قارئین! اس روایت سے معلوم ہوا کہ شیعہ کربلا میں امام حسین پر جان نثار کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ چار یاری قاضی اور اس کا رفیق قادری شیعہ کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ شیعہ تو پھر بھی امام کے ساتھ شہید ہوئے۔ آپ کسی کتاب کا حوالہ دیں۔ کہ چار مذہب کا کوئی آدمی بھی یعنی سنی عقیدہ رکھنے والا اولادِ نبی پر جان نثاری کرتے ہوئے کربلا میں شہید ہوا ہو۔　　　(ماتم اور صحابہ ص ۲۳۸)

جواب:

نجفی کے اس استدلال میں پہلی دغا بازی یہ ہے۔ کہ اس نے "الاخبار الطوال" کو اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اس کے مصنف ابوحنیفہ دینوری کا سنی ہونا ثابت نہیں۔ جب مصنف کا سنی ہونا ہی ثابت نہیں۔ تو ایسے مصنف کی کتاب کو "اہل سنت کی معتبر کتاب"، کہنا کتنا بڑا دغا اور فریب ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال: احمد بن داؤد الدینوری۔

وَاَقُوْلُ اِنْ كَانَ اِمَامِيًّا كَانَ مِنَ الثِّقَاتِ لِتَوْثِيْقِ ابْنِ النَّدِيْمِ۔

(تنقیح المقال جلد اول ص ۶۰ باب احمد من ابواب الهمزہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

میں (صاحب تنقیح المقال) کہتا ہوں۔ کہ اگر وہ امامی ہے تو ثقہ ہے

Marfat.com

کیونکہ ابن ندیم نے اس کی تردید کی ہے۔

صاحب تنقیح المقال کو چونکہ احمد بن داؤد دینوری کے بارے میں صحیح معلومات میسر نہ آسکیں۔ اس لیے اس کے بارے میں "اگر" کی شرط لگائی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسے امامی شیعہ مانتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو سنّی اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا دغابازی ہی تو ہے۔

اس کے ساتھ دوسری دو کتب واقعی اہل سنت مسلک کی ترجمان ہیں لیکن نجفی کو غیروں کے حوالہ سے میدان کربلا میں شمولیت ثابت کرنے کی کیا پڑی ہے جبکہ اہل سنت اِن کے نزدیک سوّر اور کتے وغیرہ سے بدتر ہیں۔ تو پھر ان اشخاص کو اپنے علماء پر ترجیح دینے کا مطلب کیا؟ کیا ان کے علماء سنیوں سے بھی بدتر ہیں آخر کم تر جو ٹھہرے۔ چلو چھوڑیئے اس قیل وقال کو اصل موضوع کی طرف آیئے۔

"امام عالی مقام کی معیت میں ساٹھ شیعہ شہید ہوئے۔ اس لیے شیعہ لوگوں کو قاتلِ حسین کہنا غلط ہے" روایت کے الفاظ ہیں کہ۔ سِتُّوْنَ رَجُلًا مِنْ شِیْعَتِہٖ امام عالی مقام کے "شیعہ" کون تھے۔ لفظ شیعہ کا معنی ساتھی اور دوست بھی آیا ہے۔ تو اس احتمال پر معنی یہ ہوگا۔ کہ آپ کے ستر ساتھی اور جان نثار بھی شہید ہوئے۔ نجفی ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ ساٹھ آدمی ہماری نسل و مذہب کے بڑے تھے۔ ذرا بتلایئے تو "شیعیانِ علی و حسین" کون تھے۔ امام عالی مقام کو خطوط لکھنے والے اور کوفہ بلانے والے تھے۔ یا جنہوں نے خطوط وغیرہ نہیں لکھے تھے۔ اگر "شیعیانِ حسین"، ساٹھ کی تعداد میں وہ تھے۔ جنہوں نے آپ کو خطوط نہیں لکھے تھے۔ تو اس امر کی تصریح ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ایسے لوگ تمہارے نزدیک "شیعیانِ حسین"، نہیں۔ پھر اس طرف کو چھوڑیئے۔ اُن لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جو میدانِ کربلا میں امام موصوف کے مقابل تھے۔ کیا وہ شیعہ تھے

Marfat.com

بات۔ کیا انہوں نے خطوط نہیں لکھے تھے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان مقابلہ کرنے والوں میں کوئی بھی حجازی یا شامی نہ تھا۔

مقتل ابی مخنف کا کہنا ہے۔

فَتَكَامَلُوْا ثَمَانُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ فِيْهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ۔

ترجمہ:

ان اسی ہزار مخالفین میں ایک بھی مدمقابل شامی اور حجازی نہ تھا۔ یہ لوگ وہی تھے۔ جنہوں نے خطوط لکھے۔

اپنی مقتل ابی مخنف کی سنیئے۔ امام عالی مقام نے ان سے فرمایا۔ تم وہی ہو جنہوں نے خطوط لکھ کر مجھے بلایا۔ اور پھر انہیں ان کے لکھے ہوئے خطوط دکھانے کے لیے عقبی بن ثمان کو فرمایا۔

اَخْرِجِ الْخُرْجَيْنِ الْمَمْلُوْئَيْنِ كُتُبًا۔ ذرا وہ دو بوریاں خطوط سے بھری کھولو۔ اور ان سے خطوط نکالو۔ پھر خطوط انہیں دکھائے گئے۔ تو صاف مکر گئے کہ ہم نے یہ خطوط نہیں لکھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ کوئی شیعوں میں سے ایک بھی امام عالی مقام کی طرفداری میں نہیں لڑا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد پچھتاوا ضرور ہوا۔ کہ ہم سے کیا ہو گیا۔

"البدایہ والنہایہ" کی عبارت کے یہ الفاظ پھر پڑھیں۔ وَرَدَ عَلَيْنَا الْحُسَيْنُ الخ یعنی زحر بن قیس کہتا ہے۔ کہ اے یزید! ہمارے پاس امام حسین کے ساتھ آنے والوں میں ۱۸ آدمی ان کے اپنے خاندان کے ہیں۔ اور ساٹھ دوسرے ساتھی ہیں۔ مطلب یہ کہ کربلا میں پہنچنے سے قبل ہی اس قافلہ میں یہ لوگ موجود تھے۔ وہاں امام موصوف کی تشریف آوری کے بعد اس میں یہ لوگ شامل نہیں ہوئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ ساٹھ آدمی مکہ اور مدینہ سے ساتھ آئے تھے۔ کوفہ کے رہنے والے نہ تھے۔ ان خطوط

Marfat.com

لکھ کر بلانے والے کوفیوں میں سے ہرگز نہ تھے۔ یہ تھے وہ ساٹھ آدمی جنہیں نجفی "شیعہ" کہہ کر اپنی برادری میں شامل کر رہا ہے۔ امام عالی مقام کے ساتھ آنے والے اگر عرفی واصطلاحی شیعہ ہوتے۔ تو ان جانثاروں کو امام عالی مقام "سبب رسوائی" قرار نہ دیتے۔ نجفی بخوبی جانتا ہے۔ کہ جب امام موصوف نے کوفیوں کی غداری کو بھانپ لیا۔ تو فرمایا تھا۔ قَدْ خَذَلَتْنَا شِيعَتُنَا۔ ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا۔ آپ کے اس قول میں "شیعہ" سے مراد وہی عرفی اور اصطلاحی یعنی نجفی کے ساتھی مراد ہیں۔ اور ساٹھ کی تعداد میں شہید ہونے والے بھی انہیں کے ساتھی ہیں۔ یہ عجیب منطق ہے۔ امام عالی مقام کے ارشاد اور البدایہ والنہایہ کی عبارت کی تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ شہید ہونے والے بھی شیعہ از روئے لغت شیعہ تھے۔ یعنی مددگار اور ساتھی۔ اور میدان کربلا میں امام کو رسوا کرنے والے وہی خطوط لکھ کر بلانے والے شیعہ تھے۔ یعنی یہاں امام کے مددگار مراد نہیں۔ کیونکہ کسی کا دوست اور مددگار اسے ذلیل و رسوا نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے عرفی واصطلاحی شیعہ مراد ہیں۔ جو نجفی کے اگلے پچھلے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۲ ے

"یزید کے متعلق شیعوں کا عقیدہ"

ماتم اور صحابہ: اہلسنت کی معتبر کتاب مستدرک حاکم

عن زید بن ارقم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعلی و فاطمۃ و الحسن و الحسین ۔ انا حرب لمن حاربتم سالم لمن سالمتم

(اہل سنت کی معتبر کتاب مستدرک حاکم جلد سوم ص ۱۴۹)

ترجمہ:

نبی پاک نے فرمایا۔ جو شخص علی فاطمہ حسن و حسین سے جنگ کرے اس سے میری جنگ ہے۔ اور جو ان کی اطاعت کرے اس نے میری اطاعت کی ہے۔

قارئین۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور حضور کو شہید کیا۔ اس نے نبی کریم سے جنگ کی اور حضور کو شہید کیا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۲۹)

Marfat.com

جواب:

امام عالی مقام کے ساتھ جنگ کرنے والے اور انہیں شہید کرنے والے واقعی لعنتی مردود اور پلید لوگ ہیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ یہ لوگ کون تھے؟ نجفی نے اپنی برأت اور اپنے بڑوں کی پاکدامنی کو اس حوالے سے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اہل سنت وجماعت کو موردِ الزام ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ اس بات کو ایک سے زائد مرتبہ ہم دہرا چکے ہیں۔ اور کتب شیعہ مثلاً ارشاد شیخ مفید، مقتل ابی مخنف اور ناسخ التواریخ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام کو شہید کرنے والے اور ان سے برسر پیکار وہی اسی ہزار لوگ تھے جنہوں نے خطوط لکھ کر آپ کو کوفہ بلوایا۔ جنہوں نے ان کے بھیجے ہوئے نمائندہ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام موصوف کے لیے بیعت کی۔ جنہوں نے مسلم بن عقیل کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اور پھر انہی خطوط ارسال کرنے والوں بیعت کرنے والوں اور نمازیں پڑھنے والوں نے حضرت مسلم بن عقیل اور ان کے صاحبزادگان کو شہید کیا۔ پھر اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ امام موصوف کے وارد کربلا ہونے پر ان کے ساتھیوں رشتہ داروں اور خود امام عالی مقام کو شہید کیا۔ پھر اپنے کیے پر مگرمچھ کے آنسو بہانے لگے تو سیدہ زینب نے فرمایا تھا۔ اَتَبْكُوْنَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُكُمْ کیا تم روتے ہو۔ تبلاؤ تمہارے بغیر ہمارا قاتل کون ہے؟ پھر مقتل ابی مخنف وغیرہ کی اس روایت پر بھی غور کرو۔ "یزید نے ابن زیاد پر لعن طعن کیا۔ اور کہا کہ ابن مرجانہ (ابن زیاد) کا اگر کوئی امام حسین سے رشتہ ہوتا تو وہ ان کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا۔" نیز بحار الانوار میں مذکور ہے۔ کہ یزید امام زین العابدین کو اپنے ساتھ بٹھائے بغیر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ ایک طرف "یزید کے متعلق شیعوں کے عقیدہ" سے نجفی یہ تاثر دینے کی فکر میں ہے۔ کہ یزید اور اس کے ساتھیوں نے امام عالی مقام سے نہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی۔ اور انہیں شہید کیا۔ اور دوسری طرف اہل بیت سے

Marfat.com

اس کے پیار و محبت کی داستانیں سنائی جا رہی ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟

مختصر یہ کہ ہم اہل سنت اُن تمام افراد کو جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں شریک تھے یا ہیں یا ہوں گے۔ ان کے لیے نرم گوشہ نہیں رکھتے بلکہ صاف صاف کہتے ہیں۔ کہ ایسا کرنے والوں نے انہیں ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنجیدہ کیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر (۷۳)

"امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید نے قتل کروایا"

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب۔ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۶۲

کامل ابن اثیر:

فَلَسْتُ بِنَاسٍ اِطْرَادَكَ حُسَيْنًا مِنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى حَرَمِ اللّٰهِ وَ تَسْيِيْرَكَ الْخُيُوْلَ اِلَيْهِ فَمَا زِلْتَ بِذَالِكَ حَتّٰى اَشْخَصْتَهُ اِلَى الْعِرَاقِ فَاَغْتَنَمْتَهُمْ قِلَّةَ اَنْصَارٍ دَوَاِسْتِيْصَالَ اَهْلِ بَيْتِهِ وَ تَعَاوَنْتُمْ عَلَيْهِ كَاَنَّكُمْ قَتَلْتُمْ مِنَ الشِّرْكِ وَ الْكُفْرِ۔

ترجمہ:

(جناب عبداللہ بن عباس یزید کے خط کا جواب دیتے ہیں کہ اے یزید تیرا حسین علیہ السلام کو مدینہ اور مکہ سے نکالنا ہم نے فراموش نہیں کیا۔ تیرے

Marfat.com

سوار امام حسین کے تعاقب میں رہے۔ حتیٰ کہ تو نے اپنی فوج کی مدد سے امام حسین کو عراق میں پہنچایا۔ تو نے حسین کے مددگاروں کا کم ہونا اور اس کی اہل بیت کو قتل کرنا اپنے لیے غنیمت جانا۔ اور تو نے نواسۂ رسول کو آل اولادِ نبی کو اس طرح قتل کیا گویا تو نے غیر مسلم قتل کیے ہیں ...... امام حسین نواسۂ رسول اور امام برحق بھی ہیں۔ اور اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ جو کسی ایک مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔ اس کی جزا جہنم ہے۔ تو پھر جس نے ایسے مومن کو قتل کیا جس کی شان میں نبی کریم فرمائیں۔ دیکھو بخاری شریف ادب المفرد للبخاری حُسَيْنٌ مِنِّي وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ جس کے خون میں نبی پاک کا خون ہو جو اسے قتل کرے اور اس کے ساتھ نبی کریم کا تمام خاندان قتل کرے وہ یقیناً بلاشک وشبہ مرتد ہے۔ کافر ہے۔ لعنتی ہے۔ جہنمی ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۲۹، ۲۳۰)

جواب:

"کامل ابن اثیر" کے حوالہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ امام عالی مقام کے قتل کروانے میں یزید کا ہاتھ تھا۔ لیکن اس سے نجفی کو کیا حاصل؟ کیا ہم اہل سنت یزید کو اس سے بری قرار دیتے ہیں۔؟ سنیئے ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ امام عالی مقام کے قتل اور ان کے ساتھیوں کے قتل میں بالواسطہ اور بلاواسطہ حصہ لینے والے تمام لوگ ملعون ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر یہ بات بھی ہو جاتی۔ کہ یزید نے یہ فعل چونکہ خود نہیں کیا۔ بلکہ دوسروں سے کروایا۔ لہٰذا وہ دوسرے قتل کرنے والے کون تھے؟ تو بات اور واضح ہو جاتی۔ اور نجفی اس بات کی وضاحت بھی کر دیتا۔ کہ ان شیعوں کا اس وقت کیا کردار تھا۔ تو جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں۔ کہ کتب شیعہ اس بات کی صراحت کرتی ہیں۔ کہ کثیر

Marfat.com

تعداد میں خطوط ارسال کر کے منگوانے والے کوفیوں نے اسی ہزار کی تعداد میں امام موصوف کی بیعت کر لی تھی۔ جب ابن زیاد نے ڈرایا دھمکایا۔ تو امام کی بیعت چھوڑ کر یزید کی بیعت قبول کر لی۔ پھر ان کے ساتھ امام موصوف کا میدان کربلا میں مقابلہ ہوا۔ اور بالآخر انہوں نے امام عالی مقام کو شہید کر دیا۔ اس حقیقت کو کتب شیعہ میں بالاختصار ملاحظہ کیجئے۔

کوفیوں کا بکثرت خطوط لکھنا

مقتل ابی مخنف:

فَقَالَ الْحُسَيْنُ لِعُقْبَةَ بْنِ سَمْعَانَ اَخْرِجِ الْخُرْجَيْنِ الْمَمْلُوْئَيْنِ كُتُبًا فَاَخْرَجَهُمَا وَقَرَأَهُمَا عَلَيْهِمْ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۴ مطبوعہ نجف طبع قدیم)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا۔ خطوط کی بھری ہوئی وہ دو بوریاں تو کھولو۔ اور ان کو ان کے خطوط دکھلاؤ۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے عقبہ نے انہیں کھولا۔ اور ان کے خطوط انہیں پڑھ کر سنائے۔

Marfat.com

اسی ہزار نے امام کی بیعت کرلی

مقتل ابی مخنف:

قَالَ اَبُو مُخْنَفٍ وَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِ عَشَرَةً بَعْدُ وَعِشْرِيْنَ بَعْدَ عِشْرِيْنَ وَاَقَلَّ وَاَكْثَرَ حَتّٰى بَايَعَهُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ رِجَالٍ۔ (مقتل ابی مخنف ص ۲۱)

ترجمہ:
ابو مخنف کا کہنا ہے۔ کہ کوفی لوگ امام عالی مقام کے پاس آنے شروع ہوئے۔ دس دس اور بیس بیس کی ٹولیوں نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اس کی کمی بیشی کے ساتھ اسی ایک دن اسی ہزار آدمی حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔

ابن زیاد کی دھمکیوں نے پانسہ پلٹ دیا

مقتل ابی مخنف:

ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ وَاَمَرَ مُنَادِيَهٗ يُنَادِيْ فِيْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ اَنْ اَثْبِتُوْا عَلٰى بَيْعَةِ يَزِيْدَ مِنْ

Marfat.com

قَبْلَ اَنْ يَبْعَثَ اِلَيْكُمْ مِنَ الشَّامِ رِجَالًا يَقْتُلُوْنَ رِجَالَكُمْ وَيَسْبُوْنَ حَرِيْمَكُمْ قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ فَلَمَّا سَمِعَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ جَعَلَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَيَقُوْلُوْنَ مَالَنَا وَالدُّخُوْلُ بَيْنَ السَّلَاطِيْنِ وَنَقَضُوْا بَيْعَةَ الْحُسَيْنِ وَبَايَعُوْا يَزِيْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۲۵، ۲۶)

ترجمہ:

پھر ابن زیاد منبر سے نیچے اترا۔ اور قبائل عرب میں ایک منادی کو بھیجا اور یہ اعلان کروایا۔ لوگو! یزید کی بیعت پر قائم ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ شام سے ایسے آدمی بلائے۔ جو تمہارے مردوں کو قتل کردیں اور عورتوں کو قیدی بنالیں۔ ابو مخنف کا کہنا ہے۔ کہ جب کوفیوں نے یہ اعلان سُنا۔ تو ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ دو بادشاہوں کے درمیان پسنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے امام عالی مقام کی بیعت توڑ دی۔ اور یزید کی بیعت کرلی۔

Marfat.com

شیعوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کیا (حضرت امام حسین)

مقتل ابی مخنف

حَتّٰی اِنْتَھٰی اِلٰی زُبَالَۃَ فَنَزَلَ بِھَا ثُمَّ قَامَ خَطِیْبًا فَحَمِدَاللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَذَکَرَ النَّبِیَّ فَصَلّٰی عَلَیْہِ ثُمَّ نَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا جَمَعْتُکُمْ عَلٰی اَنَّ الْعِرَاقَ فِیْ قَبْضَتِیْ وَقَدْ جَاءَ فِیْ خَبَرٌ صَحِیْحٌ اَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِیْلٍ وَھَانِیَ بْنَ عُرْوَۃَ قُتِلَا وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِیْعَتُنَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۴۔ ارشاد شیخ مفید ص ۲۲ طبع قدیم)

ترجمہ:

عراق کی طرف چلتے چلتے امام حسین رضی اللہ عنہ مقام زبالہ پر پہنچے۔ سواری سے نیچے اترے۔ اور خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کے بعد بلند آواز سے فرمایا۔ لوگو! میں نے تمہیں اکٹھا کیا۔ کیونکہ عراق میرے قبضہ میں ہے۔ لیکن ابھی ابھی ایک سچی خبر پہنچی ہے۔ وہ یہ کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ بے شک ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کر چھوڑا ہے۔

☆

Marfat.com

میدان کربلا میں اسی ہزار کوفی تھے کوئی غیر نہ تھا

مقتل ابی مخنف:

فَتَكَامَلُوْا ثَمَانُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ فِيْهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۲)

ترجمہ:

میدان کربلا میں کوفی چار چار ہزار کی تعداد میں آکر اترتے رہے۔ حتی کہ ان کی تعداد اسی ہزار ہو گئی۔ ان میں ایک بھی شامی یا حجازی آدمی نہ تھا۔

قارئین! یزید نے امام عالی مقام کو واقعی شہید کروایا۔ اور وہ لعنتی ہو گیا لیکن ان خطوط لکھ کر بلوانے والوں، اور بیعت کر کے توڑنے والوں اور امام کے مقابلہ میں لڑ کر امام کو شہید کرنے والوں کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام نے انہیں ان کے لکھے ہوئے خطوط دکھلائے۔ تو معلوم ہے۔ اس پر ان کوفیوں نے کیا کہا تھا۔ سنیئے۔

مقتل ابی مخنف:

قَالُوْا لَنْ نَبْرَحَ حَتّٰى نَقْتُلَ صَاحِبَكُمْ وَمَنْ يُتَابِعُهٗ اَوْ يُبَايِعَ لِيَزِيْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۶)

Marfat.com

ترجمہ:

ہم تمہیں ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ (یہ باتیں امام عالی مقام کے ایک ساتھی زہیر سے ہو رہی ہیں) یہاں تک کہ تمہارا ساتھی (امام حسین) ہمارے ہاتھوں مارا نہ جائے۔ اور وہ بھی جو اس کی بیعت کر چکے ہیں۔ ایک صورت ہے کہ تم یزید کی بیعت کر لو۔ (تو ہماری تمہاری لڑائی ختم)

یہ کون تھے۔ جنہوں نے امام حسین کے ساتھی زہیر کو دو ٹوک دھمکی دی۔ اور پھر دھمکی کو پورا بھی کر دکھایا۔ میدانِ کربلا خانوادۂ اہل بیت اور ان کے ساتھیوں کے خون سے سُرخ ہے۔ بچوں تک کو معاف نہ کیا۔ یزید تو ملعون ہو ہی گیا۔ یہ سب کچھ کرنے والے کب جنتی رہے۔ ان کے بارے میں بھی نجفی وغیرہ کو دو ٹوک انداز میں کہنا چاہیئے۔ کہ چونکہ قاتلانِ حسین وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے۔ آپ کی بیعت کی۔ لہٰذا یہ لوگ بھی یزید بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ملعون اور جہنمی ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

٭

Marfat.com

دغا بازی نمبر (۷۴)

اہل سنت یزید پر لعنت نہیں کرتے

ماتم اور صحابہ: البدایہ والنہایہ:

وَمَنَعَ مِنْ ذَالِكَ اٰخَرُوْنَ وَصَنَّفُوْا فِيْهِ اَيْضًا لِئَلَّا يُجْعَلَ لَعْنُهٗ وَسِيْلَةً اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اَحَدٍ مِّنْ صَحَابَةٍ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۳)

(اور منع کیا اس (لعنت کرنے) سے دوسروں نے اور اس بارے میں کئی کتابیں بھی لکھیں تاکہ یہ لعنت یزید کے باپ اور اس کے ساتھیوں کی طرف لعنت کا وسیلہ نہ بن جائے)

قارئین! اس عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ یزید پر لعنت اس لیے نہ کی جائے کہ لعنت متعدی مرض کی طرح آگے سرایت کرے گی۔ کیونکہ یزید کو حکومت دینے میں اس کے باپ کا ہاتھ ہے۔ لہذا اگر یزید پر لعنت کرو گے۔ تو لعنت کی آگ کے شعلے اوپر جائیں گے۔ اور اس کی گرمی دور دور تک پہنچے گی۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۳۲)

Marfat.com

جواب:

شیعوں کے نزدیک یزید غمگسار حسین ہے

یزید پر لعنت کے مسئلہ میں اہل سنت کے نزدیک دو نظریے ہیں بعض تو صراحۃً اس پر لعنت کے قائل ہیں۔ اور بعض دوسرے کچھ تاریخی وجوہات کی بنا پر اس سے گریز کرتے ہیں۔ اس بحث کی تفصیل ہم نے امامت و خلافت کی بحث میں کی ہے انہی وجوہات کی بنا پر یزید کے جرم کی مختلف توجیہات اور اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان اختلافی روایات کے ضمن میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ اگر یزید پر لعن طعن کیا۔ تو لوگ اس سے ان کے والد گرامی کو بھی لعن طعن کا مستحق سمجھ لیں گے۔ حالانکہ نسبی رشتہ ہونے کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس کے ظلم و ستم میں کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اس امر کی تفصیل ہم مطاعن امیر معاویہ میں بیان کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ کریں اس حقیقت کے ہوتے ہوئے اب نجفی اور اس کے بڑوں کی یزید کے بارے میں سنیئے۔ کہ اس کا اہل بیت سے کس قدر پیار و محبت ثابت کر رہے ہیں۔

امام حسین کا سر انور اپنی گود میں رکھ کر یزید بیٹھا

مقتل ابی مخنف:

وَ نَهِضَ وَ دَخَلَ دَارَهُ وَ وَضَعَ الرَّأْسَ فِي طَشْتٍ وَ غَطَّاهُ بِمِنْدِيلٍ دِيْبَقِيٍّ وَ وَضَعَهُ فِي حَجْرِهِ وَ جَعَلَ

Marfat.com

يَلْطِمُ عَلٰى خَدِّهٖ وَيَقُوْلُ مَالِيْ وَقَتْلُ الْحُسَيْنِ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱۳۹)

ترجمہ:

یزید اٹھا اور اپنے گھر آیا۔ اور امام عالی مقام کا سر انور ایک تھال میں رکھ کر ریشمی رومال سے ڈھانپ کر اپنی گود میں رکھا۔ اور اپنے گالوں کو پیٹنے لگا۔ اور کہنے لگا قتل حسین سے مجھے کیا سروکار تھا۔

امام زین العابدین کے بغیر یزید کھانا نہ کھاتا تھا۔

بحار الانوار:

ثُمَّ اِنَّ يَزِيْدَ لَعَنَهُ اللّٰهُ اَنْزَلَهُمْ فِيْ دَارِهِ الْخَاصَّةِ فَمَا كَانَ يَتَغَدّٰى وَلَا يَتَعَشّٰى حَتّٰى يَحْضُرَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۴ تاریخ حسین بن علی مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

پھر یزید علیہ اللعنۃ نے ان اہل بیت کو اپنے مخصوص گھر میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد صبح و شام کا کھانا یہ اس وقت تک نہ کھاتا جب تک امام علی بن حسین یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف نہ لاتے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ واپسی پر یزید نے اہل بیت کو بہت سا مال دیا

مقتل ابی مخنف:

فَاَعْطَاهُمْ مَالًا كَثِيْرًا وَ اَخْلَفَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مَا اُخِذَ مِنْهُ وَ زَادَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُلِيِّ وَ الْحُلَلِ ثُمَّ دَعٰى بِالْجِمَالِ فَاَبْرَكُوْهَا وَ وَطَّئُوْهَا بِهِمْ بِاَحْسَنِ وِطَاءٍ فَاَجْمَلَهُ وَ دَعٰى بِقَائِدٍ مِنْ قُوَادِهِ وَضَمَّ اِلَيْهِ خَمْسَمِائَةِ فَارِسٍ وَ اَمَرَهُ بِالْمَسِيْرِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَسَارَ بِهِمْ مِنْ دِمَشْقَ وَ كَانَ يَتَقَدَّمُهُمْ تَارَةً وَ يَتَاَخَّرُ عَنْهُمْ تَارَةً وَ اَحْسَنَ لَهُمُ الصُّحْبَةَ وَ النَّصِيْحَةَ وَ الْخِدْمَةَ اللَّائِقَةَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱۴۰)

ترجمہ:

یزید نے اہل بیت کو مالِ کثیر دیا۔ اور اُن میں سے جس سے جتنا کچھ چھینا گیا۔ وہ ہی پورا نہ کیا بلکہ اس کے ساتھ بہت سے زیورات اور قیمتی لباس بھی عطا کیے پھر اونٹ لائے گئے۔ انہیں بٹھا کر خوبصورت پالان ان پر ڈالے گئے۔ پھر ساربان کو بلایا۔ اور اس کے ہمراہ پانچ سو گھڑسوار بھی کر دیئے۔ پھر حکم دیا۔ کہ ان اہل بیت کے افراد کو مدینہ منورہ چھوڑ آؤ۔ وہ ساربان انہیں لے کر شام سے روانہ ہوا کبھی ان کے آگے اور کبھی ان کے

Marfat.com

پیچھے چلتا۔ اور اس ساربان کی سنگت، بھلائی اور بہترین خدمت لائق تحسین تھی۔

لمحہ فکریہ:

یزید کے بارے میں ہمارے بعض علماء نے از روئے احتیاط لعن طعن کو روا رکھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے اہل بیت کا دوست اور غمگسار نہیں سمجھتے۔ وہ احتیاط جس وجہ سے تھی۔ آپ نے ملاحظہ کرلی۔ اب اہل تشیع کے نظریات یزید کے متعلق آپ نے ملاحظہ کیے۔ ان کے بقول وہ شہادت حسین پر "ماتم" کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی "ماتم" کرنے والے ہیں۔ اب یہی بتلا سکتے ہیں۔ کہ ان کے ماتم اور اس کے ماتم میں کیا فرق تھا۔ نجفی کے وہ تمام حوالہ جات جو "مروجہ ماتم" کے ثواب و اجر میں آپ پڑھ چکے۔ ان کو یزید پر چسپاں کریں۔ تو یزید اہل تشیع کے نزدیک پکا محب اہل بیت تھا۔ اور اس کی محبت بروز حشر ذریعہ نجات ہے۔ کاش ان حوالہ جات میں جو "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے کے لیے نجفی نے ماتم اور صحابہ نامی کتاب میں درج کیے۔ ایک حوالہ یہ بھی درج کر دیتا۔ اور اہل بیت کو دکھاتا۔ کہ دیکھو قاضی اور قادری صاحب تم خواہ مخواہ ہمیں کوستے ہو۔ ہم ماتم حسین کے ذریعہ سنت یزیدی ادا کر رہے ہیں۔ اگر تمہیں یہ اچھی نہیں لگتی۔ تو نہ سہی۔ ہمارا یہ مذہبی شعار ہے۔ اور اہل بیت سے محبت اور ان کی تعظیم کی علامت ہے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ کتب اہل تشیع یزید کی کس قدر صفائی اور محبت اہل بیت کی صراحت کر رہی ہیں۔ اہل بیت کا محسن ثابت کیا جا رہا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے۔ تو پھر اس پر لعن طعن کیوں؟ کیا عوام کو یہ دھوکہ نہیں دیا جا رہا ہے یہ تو وہی مثال ہوئی۔ کہ چور بھی عام لوگوں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا ہے۔ کہ لوگو! چور کو

Marfat.com

پکڑو۔ وُہ گیا۔ یہ گیا۔ حالانکہ چور وہ خود ہے۔ کیا سمجھے نجفی صاحب۔؟

دغا بازی نمبر ۷۵

یزید نے مدینۃ الرسول کو تباہ کیا اور صحابی چُپ رہے

ماتم اور صحابہ: نجفی نے ایک اور مقام پر البدایہ والنہایہ کے حوالے سے یزید کی بدکرداری بیان کی۔ پھر اس پر تبصرہ لکھا۔ سرِ دست تبصرہ کے الفاظ رقم ہیں۔

قارئین کرام! کتب اہل سنت میں جو حالات صحابہ کے لکھے ہیں۔ اگر انہیں ہم شیعہ لوگ برسرِ عام بیان کریں۔ تو شیعوں کو زندیق اور کافر کہا جاتا ہے۔ نبی کا کلمہ پڑھنے والو! غیر جانب دار ہو کر غور کرو۔ کہ مدینۃ الرسول کی مسلم آبادی صحابہ پر مشتمل تھی۔ اور یزید نے اس مدینہ کی ایک ہزار کنواری عورت سے زنا کروایا۔ تو کیا ایسا شخص زندیق اور کافر نہیں ہوگا؟ اگر یزید لعنتی نہیں ہے۔ تو دنیا میں کوئی شخص بھی لعنتی نہیں حتیٰ کہ ابلیس بھی نہیں۔ اگر یزید جنت میں جا سکتا ہے۔ تو تمام سکھ بھی جنت میں جا سکتے ہیں۔

٭

Marfat.com

جواب:

یہ جھوٹ ہے صحابہ نے ہی اس کا مقابلہ کیا

نجفی کو اپنی فطرتِ بد کے ہاتھوں مجبور ہو کر چھوٹے بڑے کسی کی عزت و آبرو کا خیال نہیں۔ اور اپنے مقصد کے اندھے پن میں اسے کوئی حقیقت نظر نہیں آتی درج بالا واقعہ کے دو پہلو اس کے پیش نظر ہیں۔ ایک پہلو جس کو دبے لفظوں میں بیان کیا گیا۔ وہ یہ کہ یزید کی اس بدکرداری پر باوجود کثیر صحابہ کرام کے کسی نے اسے برا نہیں کہا۔ اور کنواری لڑکیوں سے زنا ہوتے دیکھ کر کسی کو غیرت نہ آئی۔ حالانکہ ان میں سے کوئی کسی صحابی کی بیٹی ہوگی۔ کوئی کسی کی بہن۔ کوئی کسی کی بھانجی بھتیجی۔ گویا اس وقت مدینہ میں موجود صحابہ کرام کی تنقیص کا پہلو نکالا۔ اور اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ سو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اس وقت یزیدی فوج کا مقابلہ کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد بارہ ہزار چار سو ستانوے تھی۔ ان میں مہاجرین، انصار اور عالم اور حافظ بھی تھے۔ یہ لوگ خاموش بیٹھے نہیں رہے اور سب کچھ چپ سادھ کر برداشت نہیں کیا۔

جذب القلوب مترجم:

مسلم بن عقبی کو ایک عظیم الشان فوج دے کر اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا ان بدبختوں نے ان حضرات کو اسی مقام "حرہ" میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ اور تین دن تک مسجد نبوی کی ہتک حرمت کی۔ اس لیے اس واقعہ کو "حرہ" کہتے ہیں۔ یہ مقام مسجد سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک میل کی دوری پر واقع ہے۔ اسی

Marfat.com

فتنہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین و انصار و علماء تابعین اخیار کو قتل کیا گیا سوائے معصوم بچوں اور عورتوں کے دس ہزار عوام الناس کو قتل کیا گیا۔ سات سو حافظ قرآن شریف ستانوے قوم قریش کے آدمی درجۂ شہادت کو پہنچے یعنی شہداء کی تعداد تفصیل ذیل تھی۔

مہاجرین و انصار و تابعین	عوام الناس	حفاظ	قریش
۱۷۰۰	۱۰۰۰۰	۷۰۰	۹۷

میزان ۱۲۴۹۷ یعنی سوائے میدان کربلا کے شہداء، بچوں اور عورتوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں بارہ ہزار چار سو ستانوے حضرات کو یزید کی فوج نے بحکم یزید ظلم و ستم سے شہید کیا۔

لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ وانصارہ الی یوم الدین

(جذب القلوب تالیف شیخ دہلوی ص۵۶)

جذب القلوب کی عبارت سے صاف واضح کہ جب یزید نے امام عالی مقام اور ان کے ساتھیوں کو شہید کروایا۔ تو ان کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کو ملی۔ اس کے بعد یزید کی بداعمالیوں کی وقتاً فوقتاً انہیں اطلاعات ملتی رہیں۔ تو اہل مدینہ میں اس کے خلاف نفرت کے جذبات ابھرے۔ حتیٰ کہ انہوں نے بغاوت کردی۔ اس بغاوت کو کچلنے کے لیے یزید نے فوج کشی کی جس کی وجہ سے مدینہ منورہ کے بارہ ہزار چار سو ستانوے افراد شہید کر دیئے گئے۔ اگر بقول نجفی یہ خاموشی سے اپنی مستورات کی عصمت دری کراتے رہے۔ تو شہید کیوں اور کیسے ہوئے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام نے یزید کی بداعمالیوں پر چپ نہ سادھی بلکہ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ جام شہادت نوش فرما اب ذرا نجفی کے گھر کی خبر لیں میدان کربلا میں اسی ہزار و شیعیان علی، تھے۔ ان کے سامنے خاندان اہل بیت پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ یہ و محبان علی،، کہلانے والے کتنے تھے۔ جنہوں نے امام عالی مقام کی طرف داری کی۔ اور شہادت کا مرتبہ پایا۔ دس بیس کے نام ہی بتلادو۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ تھا۔ تو پھر نجفی صاحب آپ کو یہ

Marfat.com

کہنے کی جرأت کیسے ہو گئی۔ کہ مدینہ میں صحابہ کی اکثریت تھی۔ اور ان کی موجودگی میں عصمتیں لٹتی رہیں۔ انہوں نے کچھ نہ کیا۔ اگر یہی درست ہے۔ تو وہ شہید ہونے والے کون ہیں؟

اس روایت کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ یزید ملعون کیوں نہیں۔ اور اگر یہ بخشا گیا۔ تو کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا یعنی یزید کو ملعون کہنا چاہیئے تو یہ کس کو سنایا جا رہا ہے کیا جذب القلوب کی مذکورہ عبارت کے آخری الفاظ تمہیں نظر نہ آئے۔ شیخ محقق نے کہا لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ الخ۔ اللہ کی لعنت ہو یزید پر، اس کے مددگاروں پر اس کی اعانت کرنے والوں پر تا قیامت شیخ محقق نے یزید کے بارے میں صاف صاف لعنتی ہونا لکھ دیا۔ لیکن تمہارے پچھلے اس ملعون کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اور خیر خواہ اہل بیت ثابت کرتے ہیں۔ شہادت حسین پر ماتم کرنے والا کہتے ہیں۔ اور ہم سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ اگر یہ دوزخی نہیں تو پھر کون دوزخی ہے؟ یہ سوال تم خود اپنے آپ سے پوچھو۔ یوں مکر و فریب سے تو جان نہ چھڑا سکو گے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

دغابازی نمبر ۶

ماتم اور صحابہ:

نجفی نے اپنی کتاب کے ص ۲۲۴ سے ص ۲۲۶ تک پانچ عدد روایات نقل کیں کتاب کا نام "الامامۃ والسیاسۃ"، ہے۔ جو عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ کی تصنیف ہے ان روایات سے ثابت یہ کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عثمان کے قتل پر لوگوں کو حضرت عائشہ نے اکسایا تھا۔ عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد پھر حضرت عائشہ نے ان کے قتل کا بدلہ لینے کا نعرہ مارا۔ اور طلحہ، زبیر وغیرہ کو ساتھ ملا کر حضرت علی المرتضٰی سے جنگ کی۔ اس واقعہ کی روایات لکھ کر نجفی رقمطراز ہے۔

اد باب انصاف! اہل سنت شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ مارا بھی خود ہے اور روتے بھی خود ہیں۔ حالانکہ یہ بات ان کے بزرگوں کی سنت ہے۔

اعتراض: ابن قتیبہ شیعہ تھا۔ لہٰذا اس کی تصنیف امامت والسیاست اہل سنت کی تصنیف نہیں۔

جواب: عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ اہل سنت سے ہے۔ اور اس کی تصنیف ہے الامامت والسیاست۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۰ و عبداللہ بن مسلم قتیبہ کہ در اہل سنت معدود می شود کتاب المعارف دراصل تصانیف ہمی است۔

جواب: نجفی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات پیش

Marfat.com

کرکے دراصل کنایہ چاہا۔ کہ ہم اہل تشیع قاتلان حسین نہیں۔ اس امر کے اظہار کے لیے جملہ ملاحظہ ہو۔ "وہ مارا بھی خود ہے اور روتے بھی خود ہیں،،" لیکن نجفی کی کون مانے گا۔ ہم نے ان کی معتبر کتب سے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ امام عالی مقام کو شہید بھی انہوں نے کیا۔ اور پھر رونا پیٹنا بھی ان کی قسمت میں آیا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اسے حیلے بہانے سے ٹرخایا نہیں جاسکتا۔ نجفی کو کھلی دعوت ہے۔ کہ اپنی اُن کتب کے حوالہ جات کا جواب دے۔ جن سے "شیعیان علی،، کو قاتلانِ حسین ثابت کیا گیا ہے۔ اِدھر اُدھر کی ہانکنے سے حقیقت چھپ نہیں سکتی۔

شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ابن قتیبہ کا اہل سنت سے شمار کرنا درست ہے لیکن وہ ہمارا معتمد اور معتبر آدمی نہیں کہ اس کی بات ہم پر حجت کے طور پر پیش کی جائے اہل سنت کی کتب رجال سے پوچھئے ابن قتیبہ کیسا آدمی تھا۔

لسان المیزان:

عبد الله بن مسلم بن قتيبة۔ اِنَّ الدَّارقُطْنِی قَالَ كَانَ ابْنُ قُتَيْبَه يَمِيْلُ اِلَى التَّشْبِيْهِ مُنْحَرِفٌ عَنِ الْعِتْرَةِ وَكَلَامُهُ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ قَالَ الْبَيْهَقِى كَانَ يَرٰى رَأيَ الْكَرَامِيَّةِ..... وَذَكَرَ الْمَسْعُوْدِىُّ فِي الْمُرُوْجِ اِنَّ ابْنَ قُتَيْبَةَ اِسْتَمَدَّ فِي كُتُبِهِ مِنْ اَبِي حَنِيْفَةَ الدِّيْنُوْرِى (لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۷ حرف العین)

وَ سَمِعْتُ شَيْخِي الْعِرَاقِي يَقُوْلُ كَانَ ابْنُ قُتَيْبَه كَثِيْرَ الْغَلَطِ۔

Marfat.com

ترجمہ:
دار قطنی نے ابن قتیبہ کو مائل الی التشبیہ کہا۔ عترتِ رسول سے منحرف کہا اور اس کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ بیہقی کا کہنا ہے۔ کہ ابن قتیبہ کرامیہ کی رائے رکھتا تھا مسعودی نے مروج میں ذکر کیا کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتابوں میں ابن حنیفہ دینوری (امامی شیعی) سے استفادہ کیا میں نے اپنے شیخ عراقی سے سنا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ ابن قتیبہ کثیر الغلط ہے۔
صاحب لسان المیزان نے ابن قتیبہ کے بارے میں یہ کہا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا قائل، عترتِ رسول سے انحراف کرنے والا کرامیہ کا ہم عقیدہ امامی شیعہ سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ کثیر الغلط تھا۔ تو ان اوصاف سے متصف اہل سنت کا معتمد اور معتبر کیونکر ہو سکتا ہے۔؟
علاوہ ازیں اس ابن قتیبہ کی روایات میں سے کسی ایک کی بھی سند مذکور نہیں۔ نجفی کے اپنے قواعد و ضوابط کے اعتبار سے بے سند روایت قابل حجت نہیں ہو سکتی۔ تو یہ بے سند روایات قابل حجت کیسے بن گئیں۔ پھر ایک ضابطہ اور تحریر کرتا ہے۔ کہ سند والی روایت بھی تب قابل قبول ہے کہ اس کے مخالف کوئی دوسری روایت نہ ہو۔ ابن قتیبہ کی ان روایات کے خلاف روایات موجود ہیں ...
اپنے قانون کو بھی نجفی نے مدنظر نہ رکھ کر عوام سے کس قدر فریب کیا۔ اور دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ ان روایات سے دراصل ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قتل عثمان کی محرک ہیں۔ اس طرح انہیں بدنام کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اور "مارا بھی خود اور روتے بھی خود ہیں" کو ہم اہل سنت کے بڑوں (یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی عادت کہہ رہا ہے۔ اس قسم کی دھوکہ بازی اور مکاری سے نہ تو سیدہ عائشہ کا کچھ بگڑ سکتا ہے۔ اور نہ نجفی اپنے کیے پر

Marfat.com

پردہ ڈالنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ابن قتیبہ کے متعلق جو کچھ لکھا۔ اول تو وہ اس نام کے دو آدمیوں کی پہچان کرا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک ابراہیم بن قتیبہ ہے۔ جو کٹر شیعہ ہے۔ اور دوسرا عبداللہ بن مسلم قتیبہ ہے جس کے بارے میں آپ نے سنی لکھا۔ اس مقام پر غور طلب امر یہ ہے۔ کہ شاہ صاحب کا ایک ابن قتیبہ کو سنی کہہ دینا اس کے باعتبار روایت ثقہ ہونے کو لازم نہیں یعنی سنی ہو کر روایت میں غیر ثقہ ہو سکتا ہے۔ اس کی عدم ثقاہت کو لسان المیزان نے صراحت سے بیان کیا۔ شیخ عراقی کے بقول یہ "کثیر الغلط" تھا۔ لہذا ایسے شخص کی روایات باوجود سنی ہونے کے قابل حجت نہ ہو سکیں۔ نجفی نے اس مقام پر یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ ابن قتیبہ کو چونکہ شاہ صاحب نے سنی کہا ہے۔ لہذا اس کی ذکر کردہ روایت سنیوں کا عقیدہ ہے۔ حالانکہ اس کا سنی ہونا الگ اور ثقہ ہونا دوسری بات ہے محض سنی ہونے سے ثقاہت نہیں آجاتی۔

ایک اور پہلو اس بحث کا یہ بھی ہے۔ کہ شاہ صاحب نے ابن قتیبہ کو سنی لکھا لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ لسان المیزان کی عبارت آپ کے ذہن میں نہ ہو گی۔ ورنہ وہ کبھی اسے سنی بھی نہ کہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے والا، کرامیہ فرقہ کا ہم نوا بلکہ شیعوں کے ایک ٹولے کیسانیہ کے نظریات رکھنے والا کب اہل سنت ہو سکتا ہے۔

ابن قتیبہ کے بارے میں کیسانیہ ہونے کا قول بھی موجود ہے۔ اور کیسانیہ کون تھے؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ: (فرق الشیعہ ص ۲۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

وَفِرْقَةٌ قَالَتْ بِإِمَامَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ لِأَنَّهُ كَانَ صَاحِبَ رَايَةِ أَبِيهِ يَوْمَ الْبَصْرَةِ دُونَ أَخَوَيْهِ فَسُمُّوا الْكَيْسَانِيَّةَ

Marfat.com

ترجمہ:

شیعوں کا ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے۔ کیونکہ جنگ جمل کے وقت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا جھنڈا ان کے ہاتھوں میں تھا۔ اور ان کے دوسرے دونوں بھائی جھنڈے سے خالی تھے اس فرقے کو اس وجہ سے کیسانیہ کہا گیا۔

بہر حال ایک کثیر الغلط راوی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جسمانیات کے عقائد رکھنے والا، کرامیہ کا ہم نوا اور کیسانی شیعہ "سنی،، نہیں ہو سکتا۔ شاہ صاحب نے اس کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے اہل سنت میں شامل کر دیا۔ اس لیے اس کی تصنیف "الامامت والسیاست،، ہرگز کسی سنی کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ اسی بنا پر اس کا کوئی حوالہ اہل سنت کے لیے نقصان دہ نہیں۔

Marfat.com

دغا بازی نمبر ۲

عثمان غنی کی قمیص کو دیکھ کر لوگ سال بھر روتے رہے

"ماتم اور صحابہ" کے ص ۲۳۸ پر نجفی نے ایک عنوان باندھا

"جناب عثمان غنی کی قمیص اور داڑھی کی عزاداری سال بھر"

اس عنوان کے تحت "تطہیر الجنان" کی ایک عبارت مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان کی داڑھی نوچی۔ اس کے بعد الامامت والسیاست کی ایک عبارت درج کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ کے ایک سفیر نے بتایا۔ کہ دمشق میں پچاس ہزار ایسے بڑھے میں نے دیکھے۔ جنہوں نے عثمان کی قمیص کو دیکھ کر آنسوؤں سے اپنی داڑھیوں کو تر کر لیا تھا۔ پھر البدایہ والنہایہ سے ایک عبارت اس مضمون کی درج کی۔ کہ حضرت عثمان کی قمیص کبھی منبر پر، کبھی بلند اور کبھی نیچی جگہ پر رکھی جاتی، لوگ ایک سال تک اس کے اردگرد روتے رہے۔ ان واقعات کے بعد نجفی جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ "افسوس صد افسوس مسلمانوں پر، بنو امیہ کے ستر سالہ بوڑھے کی خاطر آج تک افسوس کرتے ہیں اور

Marfat.com

اولادِ رسول بھوکی پیاسی ذبح ہوئی۔ ان کی عزاداری کے لیے بدعت کے فتوے دیتے ہیں۔" (ماتم اور صحابہ ص ۲۳۸ تا ۲۴۰)

جواب:

نجفی شیعی نے ان روایات و واقعات سے "مروّجہ ماتم اور عزاداری" ثابت کرنا چاہی۔ جس کی ان روایات میں بُو تک بھی نہیں۔ آپ ہی بتلائیے۔ کہ کیا کہیں ان روایات میں سینہ کوبی اور زنجیر زنی کے اثبات کے لیے کوئی لفظ ہے۔؟ محض دھوکہ اور فریب سے کام لے کر ان واقعات سے "مروجہ ماتم" ثابت کیا گیا۔

رہا محمد بن ابی بکر کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو نوچنا۔ تو جس طرح کی یہ روایت ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ اہل مصر نے محمد بن ابی بکر کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا تھا۔ گویا حضرت عثمان غنی کی توہین کرنے کی سزا دنیا میں ہی مل گئی۔ نجفی کو اس سے کیا ملا۔ اس واقعہ سے وہ خوش اس لیے ہو رہا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے عزتی ہوئی۔ اور نجفی کے دل کی پوری ہوئی۔ لیکن مصریوں نے محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو سلوک کیا۔ نجفی کو یقیناً اس سے صدمہ ہوا ہوگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کدورت اور عداوت ان الفاظ سے ٹپک رہی ہے "بنو امیہ کا ستر سالہ بوڑھا" ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ چاند اور سورج پر تھوکنے والے کا تھوک اس کے اپنے منہ پر آن پڑتا ہے۔ تمہارے اگلے پچھلے کالے پیلے سبھی زور لگالیں۔ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عزت و عظمت کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے عزت و عظمت عطا کی ہے

محمد بن ابی بکر کا داڑھی نوچنا اور مصریوں کا ان کے ساتھ مذکورہ سلوک کرنا یہ دونوں روایات ہمارے ہاں غیر معتبر ہیں۔ ان کے قابلِ اعتبار ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا ایسی غیر معتبر روایات سے استدلال بیکار ہے۔ اسی طرح الامامت والسیاست

Marfat.com

کی روایت کا حال ہے۔ اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں گزشتہ سطور میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

"البدایہ والنہایہ" سے منقول روایت کہ اہل دمشق قمیص عثمان کو دیکھ کر روتے رہے۔ رونا اور مروجہ ماتم کیا دونوں ایک جیسے فعل ہیں؟ عزاداری اور تعزیت کسے کہتے ہیں۔ یہی ناکہ کسی کے ساتھ اس کے مرے ہوئے کے بارے میں دکھ بٹانا۔ اہل میت کی دل جوئی کرنا۔ اس سے مروجہ ماتم کیسے ثابت ہو گیا۔ جو سینہ کوبی زنجیر زنی پر مشتمل ہوتا ہے۔ نجفی نے دغا بازی سے عزاداری سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کی کوشش کی۔

اس کے علاوہ ہر ایک ذکر کردہ روایت بلا سند ہے۔ خود تمہارا ہی کہنا ہے کہ ایسی روایات قابل قبول نہیں ہوتیں۔ تو بے سند ہونے کی وجہ سے ان سے استدلال کرنے میں تمہیں اپنا ضابطہ اور قانون بھی یاد نہ رہا۔ مختصر یہ کہ محمد بن ابی بکر کا واقعہ اول تو ہے ہی غیر معتبر اور پھر اس کی سند بھی موجود نہیں۔ اس طرح الامامت والسیاست کا مصنف سنی نہ ہونے بلکہ شیعہ کیسانیہ ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار اور البدایہ والنہایہ کی عبارت بے سند ہے۔ ان سے مروجہ ماتم ثابت کرنا زی جہالت اور اعلیٰ درجہ کا فریب ہے۔ جو نجفی کی سرشت میں داخل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دغا بازی نمبر۸

نجفی شیعی نے کوفہ شہر کے بانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اس کے بانی عمر فاروق تھے۔ یہ شہر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور تک فاروقی وعثمانی لوگوں کا مرکز رہا۔ جناب علی المرتضیٰ نے پانچ چھ برس کوفہ میں سکونت رکھی۔ اس دوران آپ نے کسی کو بھی وہاں سے نکالا نہیں۔ البتہ اس شہر میں باہر سے آکر کچھ شیعہ آباد ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کے شہید ہو جانے کے بعد معاویہ بن ہند کے گورنر زیاد بن سمیہ نے چن چن کر قتل کر دیا۔ لہٰذا کوفہ پھر سے انہی افراد پر مشتمل ہو گیا۔ جو اس کے قدیم باشندے تھے۔ یہ کوئی شیعہ نہ تھے۔ اگر کسی تاریخ کی کتاب میں انہیں "شیعہ" کہا گیا ہے۔ تو اس سے مراد "مخلصین اہل سنت" مراد ہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہ کہا ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص۔۲۴۰ تا ۲۴۱)

جواب:

مندرجہ بالا عبارت سے نجفی کا مقصد یہ ہے۔ کہ کوئی لوگ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قبل کے دور میں شیعہ نہ تھے۔ اسی طرح آپ کے دور میں جو چند شیعہ آئے تھے۔ انہیں بعد میں قتل کر دیا۔ اور یزید کے دور میں اہل کوفہ پہلے کی طرح تمام کے تمام اہل سنت تھے۔ واقعہ کربلا چونکہ اسی شہر کے گردونواح میں ہوا۔ اور کوفیوں نے امام عالی مقام کو خطوط لکھے۔ پھر انہیں شہید کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قاتلانِ حسین شیعہ نہیں بلکہ سنی تھے۔

Marfat.com

آئیے ذرا اس گتھی کو سلجھائیں۔ کہ اہل کوفہ کون تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کے دارالخلافہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے خود نجفی بھی پانچ چھ سال تک خلافتِ علی المرتضیٰ کے پورے دور کا اس شہر کو دارالخلافہ مانتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔ کہ جب اس شہر میں حضرت علی المرتضیٰ کا ایک بھی شیعہ (محب علی) نہ تھا۔ تو پھر خواہ مخواہ ایسے شہر کو دارالخلافہ بنا کر آپ نے معاذ اللہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار لی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ کو منتخب فرمانا۔ اسی بنا پر تھا۔ کہ آپ اس شہر کے باسیوں کو اچھا خیر خواہ سمجھتے تھے۔ لہذا از روئے عقل بھی نجفی کی بات غلط ہے۔

نجفی نے دوسرا فریب یہ کہہ کر دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بعد ابن زیاد نے کوفہ میں آئے ہوئے چند شیعوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔ اب کوفہ کی آبادی مکمل طور پر اہل سنت کی تھی۔ اس فریب کی قلعی یوں کھلتی ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو انہی کوفیوں نے ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے۔ جن کی بنا پر آپ نے امام مسلم کو کوفہ بھیجا۔ امام مسلم کے وہاں پہنچتے پر اسی ہزار کوفی آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ اگر بقول نجفی کوئی شیعہ کوفہ میں نہ بچا تھا۔ تو یہ اسی ہزار بیعت کرنے والے کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے۔؟ ان اسی ہزار کا شیعہ ہونا ہم کتب شیعہ سے چند اوراق پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں نجفی صاحب کے مسلک کے ایک بڑے مجتہد کی سنیئے کہ کوفہ والے کون تھے۔

ش

Marfat.com

"کوفی بلا دلیل شیعہ ہیں"

مجالس المومنین:

وبالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامۂ دلیل ندارد۔ وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل محتاج بدلیل است اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المومنین جلد اوّل ص ۵۶ ذکر کوفہ مطبوعہ تہران ۱۳۷۵ھ)

ترجمہ:

خلاصہ کلام یہ کہ کوفہ والوں کو اپنے شیعہ ہونے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ (کیونکہ اصلی کوفی شیعہ ہی ہیں) اور اگر کوئی کوفی اپنے آپ کو جدی پشتی سنی کہتا ہے۔ تو اُسے دلیل دینا پڑے گی۔ کیونکہ یہ خلاف اصل ہے۔ چاہے کہنے والا ابوحنیفہ کوفی ہی کیوں نہ ہو۔

قارئین کرام! نوراللہ شوشتری نے بالکل بات واضح کر دی۔ کہ کوفی جدی پشتی شیعہ ہیں۔ اس لیے کوئی کوفی شیعہ کہے۔ تو اس کا کہنا ہی کافی ہے۔ ہاں کسی کوفی سنی کو اپنے سنی ہونے کی دلیل دینا پڑے گی۔ اس صراحت کے سامنے نجفی کا استدلال کیا حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بھی نجفی کو یاد نہ رہا۔ فرمایا:۔ مَاهِيَ إِلَّا الْكُوْفَةُ اَقْبِضُهَا وَ اَبْسُطُهَا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۵ ص ۶۶)

لیعنی میری سلطنت کوفہ میں ہے۔ چاہے اُسے سمیٹ لوں اور چاہے تو کشادہ کر لوں

Marfat.com

یا اعلان آپ نے اُن لوگوں کی آبادی کے متعلق کیا جو آپ کے محب (شیعہ) تھے۔ کیا دشمنوں کی زمین اور مخالفوں کے درمیان رہتے ہوئے کوئی سربراہ ایسا اعلان کر سکتا ہے؟ ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ نجفی نے کوفیوں کو سنی ثابت کرنے میں دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کی۔ جو ہم نے کامیاب نہ ہونے دی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

دغابازی نمبر۷

ماتم اور صحابہ: اعتراض: بحار الانوار:

وَ اَمَّا الَّتِیْ کَانَتْ عَلٰی صُوْرَةِ الْکَلْبِ وَالنَّارُ تَدْخُلُ فِیْ دُبُرِهَا وَتَخْرُجُ مِنْ فِیْهَا فَاِنَّهَا کَانَتْ مُغَنِّیَةً نَوَّاحَةً حَاسِدَةً۔

(بحار الانوار)

ترجمہ:

نبی کریم نے فرمایا۔ میں نے معراج کی رات ایک عورت کو دیکھا۔ جو کتے کی شکل میں تھی۔ آگ اس کے پیچھے سے داخل ہوتی تھی۔ اور منہ سے نکلتی تھی۔ اور وہ، وہ عورت تھی جو گانے والی، نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

جواب: یہ روایت سنداً درست نہیں۔ اس کا راوی سہل ولدیت مذکور نہ ہونے

Marfat.com

کی وجہ سے مجہول ہے۔ نیز یہ درایتاً درست نہیں۔ کیونکہ اس کے الفاظ میں رکاکت ہے۔ کیونکہ یہ بات نبی کریم نے جیسا کہ آغاز روایت میں ہے۔ اپنی بیٹی فاطمہ سے کہی۔ اور کوئی غیور باپ ایسا لچر کلام اپنی بیٹی سے نہیں کرتا۔ حضور نے اگر یہ بات بتانی تھی۔ تو اپنی بیوی عائشہ یا حفصہ کو بتاتے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۱،۲۴۲،۲۴۳)

جواب: نفسِ جواب سے قبل چند سطور بطور وضاحت سپرد قلم ہیں۔

نجفی شیعی کی چالاکی اور مکاری کے کئی ایک طریقے ہیں۔ جہاں جو طریقہ چلتا نظر آیا چلا دیا۔ "بحار الانوار" سے ذکر کردہ روایت کے حوالہ کے طور پر صرف اس کتاب کا نام ذکر کر دیا۔ کوئی صفحہ نہیں۔ کوئی جلد نہیں۔ حالانکہ اس کتاب کا جدید ایڈیشن ایک سو پچاس مجلدات پر مشتمل ہے۔ اوّل تو یہ حربہ استعمال کیا۔ تاکہ عوام پر اپنا سکہ بٹھا سکے۔ اُدھر اپنے خلاف حوالہ جات میں صفحہ، باب اور جلد تک طلب کیا جاتا ہے۔ بہرحال ہم نے اس امر کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا ضروری سمجھی۔ تاکہ تصنیف و تالیف کے میدان میں نجفی کی یہ چالاکی بھی واضح ہو جائے۔

اب اصل جواب کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہیں۔ بحار الانوار سے ذکر کردہ روایت کو درایتاً اور روایتاً غیر درست قرار دے کر ایک اعتراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کی نجفی نے بالکل بلاوجہ کی حرکت کی۔ روایت کے راوی سہل کی ولدیت مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اسے روایت "مجہول" قرار دے دی۔ میرے خیال کے مطابق اس کی دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ "نجفی" ایسے حجۃ الاسلام کو اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی کتب رجال دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔ دوسری یہ کہ اگر موقعہ ملا۔ تو ان میں "سہل" کے حالات بیان کرنے والی عربی عبارت کو سمجھ نہ سکا۔ یہ اس لیے کہ ان کے ہاں کی کتب فن رجال میں سہل کی ولدیت اور جدیت تک مذکور ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

تنقیح المقال :

سہل بن سعد من اصحاب الرضا قد وقع فی طریق الصدوق فی الفقیہ فی باب صوم الشک روی عن عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی عنہ قال سمعت الرضا الخ و لم اقف فی کتب اصحابنا الرجالیۃ علی ذکر نعم من اصحابہ سہل بن الیسع بن عبد اللہ بن سعد الاشعری الآتی و یحتمل ان یکون المراد بسہل بن سعد ھذا بحذف الوسائط نسبۃ الی الجد لشھرتہ او لغیر ذالک و ھو شائع ذائع۔ سہل بن الیسع بن عبد اللہ بن سعد الاشعری عدہ الشیخ فی رجالہ من اصحاب الرضا قائلا سہل بن الیسع بن عبد اللہ بن سعد الاشعری القمی جمیعا من اصحاب ابی الحسن موسی انتھی و قال النجاشی سہل بن الیسع بن عبد اللہ بن سعد الاشعری قمی ثقۃ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۷۷ حرف سین)

ترجمہ:

سہل بن سعد امام رضا رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے۔ جو شیخ صدوق کی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" کے باب صوم یوم الشک میں

Marfat.com

یشیخ مذکور کی سند سے آتا ہے۔ سہل مذکور عبدالعظیم بن عبداللہ الحسین سے روایت کرتا ہے اور یوں بھی اس کی روایت ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ الخ۔ میں نے (صاحب تنقیح المقال علامہ مامقانی) اپنے بزرگوں کی فن رجال کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں پایا۔ ہاں یہ ضرور موجود ہے۔ کہ امام رضا رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سہل بن الیسع بن عبداللہ بن سعد الاشعری جس کے حالات آگے آرہے ہیں موجود ہے۔ لیکن احتمال یہ ہے کہ یہ سہل بن الیسع وہی سہل بن سعد ہی ہو۔ وہ اس طرح کہ اس کے نام کے بعد دو واسطے چھوڑ کر (یعنی باپ اور دادا کا نام نہ لیا گیا۔ تیسرا فرد ذکر کیا گیا ہو۔ (جو کہ پردادا سعد ہے) کیونکہ پردادا کی شہرت یا کوئی اور اس کی قرینہ ہو سکتی ہے۔ اور راویوں کے بارے میں اس قسم کی باتیں کثیر الوقوع اور کثیر الاستعمال ہیں......

سہل بن الیسع بن عبداللہ بن سعد اشعری کو شیخ نے اپنی کتاب "رجال" میں امام رضا کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ سہل بن الیسع بن عبداللہ بن سعد اشعری لکھ کر یہ کہا۔ کہ یہ امام موسیٰ کے اصحاب میں سے ہے۔ (اور نجاشی کا کہنا ہے۔ کہ مذکور سہل بن الیسع اشعری قمی "ثقہ" راوی ہے۔

قارئین کرام! سہل راوی کی ولدیت مذکور نہ ہونے کا بہانہ بنا کر اسے مجہول الراوی قرار دینا کس قدر فریب دینا ہے۔ اس کے باپ کا نام الیسع ہے۔ دادا کا نام عبداللہ اور پردادا کا نام سعد ہے۔ اشعری اور قمی ہوتے ہوتے ہوئے امام موسیٰ رضا اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے۔ ان کے اصحاب میں سے ہے۔ اور نجاشی نے اس کے (ثقہ) ہونے کی تصریح بھی کر دی۔ ان حالات میں نجفی کا سہل کو مجہول قرار دینا ان دو وجوہات پر مبنی ہو سکتا ہے۔ جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ ملفوظ مذکورہ کو "سنداً درست نہیں" کہنا خود درست نہیں۔ کیونکہ درست نہ ہونے کی وجہ ہی درست نہ نکلی۔ ثقہ راوی کی روایت معتبر اور اس کا مضمون قابل عمل ہوا۔ آئیے! اس روایت

Marfat.com

کے معتبر ہونے پر "بحار الانوار" کے مصنف سے پوچھئے۔

حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۴۲ باب بستم وچہارم در معراج

بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام و ابن عباس روایت کردہ است الخ

ملا باقر مجلسی کا اس روایت کو "بسند معتبر" کہنا اور نجفی کا اسے "مسنداً درست نہیں" کہنا کتنا تضاد ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ باقر مجلسی کی تحقیق کو نجفی غلط ثابت کر رہا ہے۔ (اگرچہ یہ لازم ہے) بلکہ اس سے اس کی نجفی کی دغا بازی ٹپک رہی ہے۔ "وکیل آل محمد" نے اپنے بڑوں کی کیا اچھی وکالت کی؟ "حجۃ الاسلام" نے امام جعفر صادق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کو درایۃً وروایۃً غلط کہہ کر اس منصب کا حق ادا کر دیا؟ چند ٹکوں کی خاطر بک جانے والا اور تعلیمات آل محمد سے اعراض کرنے والا شیطان کا وکیل ہی ہو سکتا ہے۔ اور اسی سے شیطانی نظریہ کے پجاری تسکین پاتے ہوں گے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

Marfat.com

دغابازی نمبر (۸)

ماتم اور صحابہ: تفسیر قمی: اعتراض:

فَقَالَتْ اُمِّ حَکِیْمٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ اَمَرَنَا اللّٰہُ اَنْ لَّا یَعْصِیْنَکَ فِیْہِ فَقَالَ اَنْ لَا تَخْمِشْنَ وَجْہًا وَتَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا تَنْقُضْنَ شَعْرًا وَلَا تَمْزِقْنَ جَیْبًا وَلَا تَسَوَّدْنَ ثَوْبًا وَلَا تَدْعُوْنَ بِالْوَیْلِ وَلَا یَقُمْنَ عِنْدَ قَبْرٍ۔

(تفسیر قمی)

جواب ①:

اس روایت میں قبر پر جانے سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ اہل اسلام کا اس پر عمل نہیں۔

جواب ②:

علم اصول کا مسلّم قانون ہے۔ مَا مِنْ عَامٍ اِلَّا وَقَدْ خُصَّ لہٰذا یہ روایت مختص ہے۔ اس ماتم کے ساتھ جو زمانۂ جاہلیت میں کافر عورتیں کپڑے اتار کر اپنے مردوں پر منہ پیٹتی تھیں۔ اور بال نوچتی تھیں۔ نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ امام حسین پر منہ بھی پیٹے جائیں۔ اور گریبان بھی چاک کیے جائیں۔ یہ فرمانِ امام روایت مذکورہ کا مخصص ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۲)

Marfat.com

جواب:

قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بیعت میں داخل ہونے کی جو شرائط پیش فرمائیں۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب تفسیر "قمی"، کے مطابق وہ آٹھ تھیں۔
۱۔ آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ ۲۔ اپنے چہرے کو نہیں چھیلیں گی۔
۳۔ منہ نہ پیٹیں گی، ۴۔ بال نہیں نوچیں گی۔ ۵۔ گریبان نہیں پھاڑیں گی۔ ۶۔ کپڑوں کو سیاہ نہیں کریں گی۔ ۷۔ واویلا نہیں کریں گی ۸۔ اور قبروں پر نہ جائیں گی۔ ان شرائط میں آخری شرط قبروں پر نہ جانے کی ہے۔ لیکن نجفی کمال عیاری سے یا تو بقیہ سات شرائط کا سرے سے انکار کر رہا ہے۔ یا انہیں ملا کر بزعم خود تمام کے مجموعہ کو ایک شرط کہہ رہا ہے اور پھر اس شرط کے متعلق لکھا۔ کہ اہل اسلام کا اس پر عمل نہیں۔ یعنی لوگ قبروں پر جاتے ہیں یہ عیاری و مکاری اپنی جگہ پر لیکن روایت مذکورہ کو نجفی نے بہرحال صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ اس میں کوئی نقص یا جرح نہ کی۔ اسی لیے اس کے دو عدد جوابات میں اِدھر اُدھر کی ہانکی گئی۔ ورنہ صاف لکھ دیا ہوتا۔ کہ روایتِ تفسیر قمی قابل اعتبار نہیں۔

علاوہ ازیں اگر اس روایت میں صرف قبر پر جانے سے منع کیا گیا ہوتا۔ تو پھر اس کی تخصیص، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کیونکر درست ہوتی۔ کہ "امام حسین پر منہ بھی پیٹے جائیں اور گریبان بھی چاک کیے جائیں"، مطلب یہ کہ یہ حکم اس روایت کے عموم سے نکال لیا گیا۔ بقول نجفی عام حکم یہ تھا۔ کہ قبر پر مت جاؤ۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ قبر پر نہ جانے سے۔ "منہ پیٹنا اور گریبان چاک کرنا"، کس طرح مخصوص کیا گیا۔ حالانکہ یہ اس عام کے دائرہ میں داخل ہی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نجفی یہ تخصیص پیش کر کے یہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ اس روایت میں منہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے وغیرہ کی ممانعت ہے لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بوجہ مخصوص ہونے کے درست ہے۔

اب اس مرحلہ پر ہم نجفی اور اس کے ہم نواؤں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا تم

Marfat.com

آیت اور حدیث مذکور کو منسوخ سمجھتے ہو؟ یعنی اس کا عموم ختم ہو گیا؟ اگر یہ تسلیم ہے۔ تو پھر اس کا مخصص بھی قطعی الدلالت ہونا چاہیئے۔ وہ مخصص جو تم نے پیش کیا ہے۔ وہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس پر جس قدر بھی اطمینان کیا جائے آخر وہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لیکن اس مرحلہ پر ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ انہی امام صاحب سے کوئی ایک صحیح السند اور مرفوع حدیث اس تخصیص پر پیش کر دو۔ تو منہ مانگا انعام پاؤ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ روایت کے متعلق ہم تحریر کر چکے ہیں۔ البدایۃ والنہایہ میں اس روایت کا ذکر ملتا ہے۔ کہ دمشق سے واپسی پر اہل بیت کی عورتوں نے میدانِ کربلا میں پہنچ کر ماتم کیا۔ لیکن اس روایت کی سند صرف تاریخ طبری میں ہے۔ اور اس سند پر جرح ہونے کی وجہ سے یہ سخت مجروح واقع ہوئی۔

علاوہ ازیں یہ کہنا کہ دمشق سے واپسی پر اہل بیت کی عورتوں کا رونا امام جعفر کا قول ہے درست نہیں۔ بلکہ نجفی وغیرہ کا قول معلوم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ روایت مذکورہ اول تو امام موصوف کا قول ہے ہی نہیں۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر اس کی سند امام صاحب تک صحیح اور غیر مجروح ہونا قطعاً معلوم نہیں۔ بلکہ اس کا ثبوت نہیں۔ اور اگر بسند صحیح امام جعفر تک روایت مذکورہ پہنچی ہو۔ تو پھر اس سے دو مرتبہ ماتم، ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں اس کو مخصص کہہ کر آیت کریمہ کے عموم کا انکار کرنا ایک خوبصورت فریب دینے سے سوا کچھ نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

دھوکہ بازی نمبر ۸۱

ماتم اور صحابہ: اعتراض: من لایحضر الفقیہ:

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِفَاطِمَۃَ حِیْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ لَا تَدْعِیْنَ بِاَلْوَیْلِ۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

ترجمہ: نبی کریم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو جب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے۔ واویلا کرنے سے منع کیا۔

جواب: اس روایت میں صیغہ نہی ہے۔ اور نہی کا ایک معنی تسلیہ اور دلاسہ بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو محض دلاسہ دیا ہے۔ اس کا تعلق مروجہ عزاداری سے کسی قسم کا نہیں ہے۔ عزاداری امام مظلوم تو بنی امیہ کے ظلم کے خلاف احتجاج ہے جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم نے مروجہ ماتم اور تعزیہ داری کے منع ہونے پر جو ارشاد فرمائے ہیں۔ نجفی کا اولیں مقصد یہ ہے کہ ان کو توڑ موڑ کر سیاق و سباق سے الگ کر کے اپنی مرضی کے معانی پہنائے۔ اور اُن سے مروجہ ماتم کے ناجائز ہونے کا جو مفہوم نکلتا ہے۔ اُس کو غلط تاویل سے مروجہ ماتم سے لاتعلق ثابت کرنا اس کی فطرت ہے۔ من لایحضرہ الفقیہ کی درج بالا روایت مروجہ ماتم میں ایک ادنیٰ درجہ کے فعل یعنی واویلا کرنے سے منع کر رہی ہے۔ نجفی نے اپنی تاویل سے اس کا ایسا حلیہ بگاڑ دیا۔ کہ حدیث کا مقصد ہی سرے سے فوت ہو گیا۔ علاوہ ازیں روایت کو مکمل طور پر ذکر نہ کر کے مکاری سے کام لیا گیا۔

من لایحضر الفقیہ کی مکمل روایت

وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ

Marfat.com

حِيْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ لَا تَدْعِيْ بِذُلٍّ وَلَا ثُكْلٍ وَلَا حُزْنٍ وَلَا حَرْبٍ وَمَا قُلْتَ فِيْهِ فَقَدْ صَدَقْتَ

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۱۲

فی التعزیہ والجزع عند المصیبۃ

ترجمہ : مطبوعہ تہران طبع جدید)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو۔ واویلا مت کرو۔ نہ کسی کی موت پر، نہ پریشانی کے وقت اور نہ ہی جنگ کے وقت۔ میں نے جو کچھ کہا وہ سچ کہا ہے۔

قارئین کرام! روایت بالا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو اُن باتوں سے منع فرمایا۔ جو ”مروجہ ماتم“ میں موجود ہیں۔ اور انہی باتوں سے احتراز کی شرط پر آپ نے عورتوں سے بیعت لی تھی۔ جس کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ نجفی نے اس کی تاویل یہ کی۔ کہ آپ نے نہی بطور دلاسہ کی ہے۔ یعنی منہ پیٹنا، بال نوچنا اور واویلا کرنا جائز ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نوٹ: ماتم اور صحابہ کے ص ۲۴۴ سے ص ۲۵۴ تک نجفی نے مروجہ ماتم کے ثبوت پر جو دلائل پیش کیے ہیں۔ اور اعتراض وجواب کی شکل میں جو سطور سیاہ کی ہیں۔ ہم ان باتوں کا تفصیلی جواب ذکر کر چکے ہیں۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں مختصر یہ کہ مروجہ ماتم کے ناجائز ہونے پر کتب شیعہ سے جو روایات ملتی ہیں۔ نجفی نے اُن کی سند میں مذکور بعض راویوں کو غیر ثقہ قرار دے کر جان چھڑائی۔ لیکن ان غیر ثقہ بتائے جانے والے راویوں کا ہم نے ان کی کتب اسمائے رجال سے ثقہ ہونا ثابت کر کے نجفی کی مکاری وعیاری ظاہر کر دی۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی تحریر کر چکے ہیں۔ کہ سیاہ لباس کو جہنمیوں اور فرعونیوں کا لباس کہنے والے حضرات ائمہ اہل بیت ہیں۔ جن کے اقوال پر مذہب شیعہ قائم ہے۔ اس لیے ایسا لباس پہننے کے جواز میں اہل سنت کی کتب سے حوالہ جات پیش کرنا نجفی کے لیے قطعاً سود مند نہیں۔ اگر ہمت ہوتی تو امام حسین کے غم میں سیاہ لباس پہننے کے جواز پر کوئی ایک آدھ ایسی روایت پیش کی جاتی۔ جو کسی امام سے مروی ہوتی۔ ہم پھر اعلان کرتے ہیں۔ کہ ایک روایت ہی صحیح السند اور مرفوع کسی امام کی پیش کرو۔ اور منہ مانگا انعام پاؤ۔

دغابازی نمبر ۸۲

گریبان چاک کرنا شرعاً جائز نہیں

ماتم اور صحابہ: اعتراض: الامامۃ والسیاسہ:

جواب: اہل سنت کی معتبر کتاب الامامۃ والسیاسہ۔

ثُمَّ جَاءَ اُمُّ خَالِدٍ فَرَقَدَ عِنْدَهَا فَامَرَتْ جَوَارِيْهَا فَطَرَحْنَ عَلَيْهِ الشَّوَاذَكَ ثُمَّ غَطَتْهُ حَتّٰى قَتَلَتْهُ ثُمَّ خَرَجْنَ فَصِحْنَ وَشَقَقْنَ ثِيَابَهُنَّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ بِالْاَمْرِ بَعْدَهٗ۔

ترجمہ: مروان نے یزید کی زوجہ سے شادی کی تھی۔ پھر کسی بات پر یزید کے بیٹے خالد سے ان بن ہو گئی۔ خالد نے ماں سے شکایت کی۔ اس نے کہا میں اس کا بندوبست کرتی ہوں) پھر جب مروان رات کو گھر آکر خالد کی ماں کے پاس سویا۔ تو ام خالد نے کنیزوں سے حکم دیا۔ اور کنیزوں نے اس پر لحاف۔

Marfat.com

ڈال کر اس کو مار ڈالا۔ اور پھر ان عورتوں نے گریبان چاک کیے اور چلاتی ہوئی نکلیں۔ اور کہتی تھیں۔ یا امیر المومنین۔ یا امیر المومنین۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۰)

جواب: مروان کی موت پر اس کی بیوی کی کنیزوں نے ماتم کیا۔ یہ وہی مروان ہے جسے نجفی وغیرہ مسلمان نہیں سمجھتے۔ کیا "مروجہ ماتم" ایسے اشخاص کی سنت سمجھ کر کیا جاتا ہے؟ اگر یہ درست ہے۔ تو پھر مبارک ہو۔ اور پھر یہ کہنا چھوڑ دیا جائے۔ کہ ہم اہل تشیع ائمہ اہل بیت کے اقوال وارشادات کے مطیع ہیں۔ اور اگر جواب یہ ہے۔ کہ ہم مروجہ ماتم "ائمہ کی سنت سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ تو پھر ان کے اقوال و روایات چھوڑ کر کسی دوسرے کا فعل ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اور اگر یوں کہا جائے۔ کہ چونکہ مروان پر اس کی بیوی کی کنیزوں نے گریبان چاک کیے۔ اور چلائیں۔ لہٰذا پیٹنا وغیرہ اگر نا جائز ہے۔ تو ان عورتوں نے ایسا کیوں کیا؟ تو پھر ہماری طرف سے یہ جواب ہے۔ کہ "الامامت والسیاست" کتاب سے یہ روایت ذکر کی گئی ہے۔ اور اسے نجفی نے "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہہ کر ذکر کیا۔ یہ کہنا ایک فریب اور مکر سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کتاب کا اہل سنت کی تصنیف ہونا یہی معنی رکھتا ہے۔ کہ اس کا مصنف اہل سنت ہے۔ کتاب مذکورہ کا مصنف "عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ" ہے۔ اسمائے رجال میں اسے کذاب اور بے دین تک کہا گیا۔ اور شیعوں کے ایک فرقہ کیسانیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ فرقہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے۔ حوالہ کے لیے فرق الشیعہ کتاب دیکھ لیں۔ حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

بالفرض اگر اس مصنف کو سنی تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مذکورہ روایت قابل استدلال و حجت نہیں۔ کیونکہ اول تو اس کی سند ہی مفقود ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس کا راوی کذاب ہے۔ تیسرا یہ کہ مروان پر کنیزوں کے ماتم کرنے سے ماتم کرنا سنت ثابت نہیں ہوتا

Marfat.com

اور نہ ہی مروجہ ماتم کے جواز پر ان عامیانہ عورتوں کا فعل حجت بن سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ مروجہ ماتم (جو کہ سینہ کوبی، زنجیر زنی اور دیگر خرافات پر مشتمل ہے) اہل تشیع جائز کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ائمہ اہل بیت میں سے کسی امام کا سند صحیح کے ساتھ مرفوع قول پیش کرنا چاہیے۔ جن کی اقوال و روایات پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔ اِدھر اُدھر کے حوالہ جات پیش کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔ لیکن نجفی نے "ماتم اور صحابہ" میں تقریباً تمام حوالہ جات غیروں کی کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ اور اس طرح عوام کو فریب دینے کی کوشش کی ہے اور اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہا۔ تحقیقی ثبوت نہ ان کے پاس ہے۔ اور نہ مل سکے گا۔ اس لیے اب بھی موقعہ ہے۔ کہ حق قبول کر لیا جائے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دُغابازی نمبر ۸۲

ماتم اور صحابہ: "حضرت علی نے فرمایا۔ وفات نبی پر صبر اچھا نہیں"

نہج البلاغہ:

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِیْلٌ اِلَّا عَلَیْکَ وَاِنَّ الْجَزْعَ لَقَبِیْحٌ اِلَّا عَلَیْکَ۔

(نہج البلاغہ طبع مصر ص ۲۰۷)

ترجمہ:

حضرت علی وفات نبی پر فرماتے ہیں۔ کہ یا رسول اللہ صبر اچھی چیز ہے مگر آپ کی موت پر (صبر اچھی چیز نہیں) اور جزع بری چیز ہے مگر آپ کی موت پر (بری چیز نہیں)

قارئین: نبی کا فرمان ہے۔ الحسین منی و انا من الحسین

Marfat.com

اور شاہ عبدالعزیز سر الشہادتین میں فرماتے ہیں۔ کہ

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام شہید ہونے میں اپنے نانا کے قائم مقام ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسنین علیہما السلام کی شہادت درحقیقت نبی کریم کی شہادت ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ نبی کی وفات پر صبر اچھی چیز نہیں۔ لہٰذا امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو یاد کرنا اور ان پر گریہ و ماتم کرنا جو کہ مصیبت کے لوازمات میں سے ہے۔ اس بے صبری میں داخل نہیں جو ممنوع ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۳۷، ۳۸)

جواب:

نجفی شیعی نے "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے کے لیے صغریٰ کبریٰ بنا کر جس دلیل و حجت کا سہارا لیا۔ وہ اس کے اپنے اصول کے ہی مخالف ہے۔ رسالہ مذکورہ میں بارہا نجفی نے یہ کہا۔ کہ ہم صرف اور صرف امام حسین رضی اللہ عنہ کے "ماتم" کو جائز قرار دیتے ہیں۔ میرے برخوردار محمد طیب نے جب ایک مرتبہ نجفی سے دوران گفتگو پوچھا۔ کہ تم لوگ حضرت علی المرتضیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کیوں نہیں کرتے۔ تو جواب دیا گیا کہ چونکہ وہ شہید ظلماً نہ ہوئے تھے۔ اس لیے ان کی وفات اور امام عالی مقام کی وفات میں فرق ہے۔ امام موصوف چونکہ ظلماً شہید کر دیئے گئے تھے۔ اس لیے ہم ان کی مظلومیت کے پیش نظر صرف ان کا ماتم کرتے ہیں۔

یہ بات ہم نے اس لیے ذکر کی۔ تاکہ "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے کے لیے جس انداز سے صغریٰ کبریٰ گھڑ کر دلیل بنائی گئی۔ وہ عیاں ہو سکے۔ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے۔ اور نبی کریم کی وفات پر چونکہ صبر نہ کرنا جائز ہے۔ لہٰذا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ماتم کرنا جائز ہوا۔ اس دلیل سے ثابت ہوا کہ ماتم اور گریہ پر حسین کی اصل ماتم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ گویا یہ ماتم بظاہر امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر ہے۔ لیکن درحقیقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ ہے دلیل یہ کہہ رہی ہے۔

Marfat.com

اور نجفی وغیرہ کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ہم امام عالی مقام کے علاوہ کسی اور کا ماتم نہیں کرتے کیا یہ تناقض نہیں؟ اور صاحبِ تناقض کذاب و مفتری نہیں ہوتا؟ ایسے آدمی کا کون اعتبار کرتا ہے۔

نہج البلاغہ سے منقول عبارت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا ترجمہ اور اس سے استدلال نجفی کی اپنی اختراع ہے۔ عبارت مذکورہ کا اس کے شارحین نے جو ترجمہ کیا۔ وہ اور ہے اور نجفی کا ترجمہ اور ہے۔ نہج البلاغہ کی سب سے قابلِ اعتبار شرح "ابن میثم" میں مذکورہ روایت کی تشریح ملاحظہ ہو۔

ابن میثم:

وَاِنَّمَا كَانَ الصَّبْرُ غَيْرَ جَمِيْلٍ فِي الْمُصِيْبَةِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَالْجَزْعُ عَلَيْهِ غَيْرُ قَبِيْحٍ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَصْلُ الدِّيْنِ وَالْقُدْوَةُ فِيْهِ فَالْجَزْعُ فِي الْمُصِيْبَةِ بِهٖ يَسْتَلْزِمُ بِدَوَامِ ذِكْرِ اَخْلَاقِهٖ وَسُنَنِهٖ وَسِيْرَتِهٖ فَكَانَ غَيْرَ قَبِيْحٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ...... وَاَمَّا الصَّبْرُ فَاِنَّهٗ يَؤُوْلُ اِلَى السُّكُوْنِ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُ فَكَانَ غَيْرَ جَمِيْلٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ تَعَرَّضَ لِفَضِيْلَةِ الْقُبْحِ مِنْ بَعْضِ الْاِعْتِبَارَاتِ وَلِرَذِيْلَةِ الْحُسْنِ مِنْ وَجْهٍ۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد ۵ ص ۲۹۳ باب المختار من حکمہ علیہ السلام ومواعظہ مطبوعہ تہران)

Marfat.com

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صبر اچھا نہیں۔ اور جزع برا نہیں یعنی صبر کرنا اس لیے اچھا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی اصل اور اس کے قائد ہیں۔ لہٰذا آپ کے وصال کی مصیبت پر جزع کرنے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ آپ کا ذکر دائمی ہوتا رہے۔ اور آپ کی دائمی یاد آپ کے اخلاق، سنتوں اور سیرت کے دوام کو مستلزم ہے......

اور صبر کر لینا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ صابر آدمی آپ کی یاد سے غافل ہو گیا اس لیے اچھا نہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ بعض بری باتیں چند اعتبار کی وجہ سے اچھی اور بعض اچھی باتیں چند اعتبارات سے بری ہو جاتی ہیں۔

نہج البلاغہ کے شارح علامہ بحرانی شیعی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کا جو مطلب بیان کیا۔ وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ دین اور مقتدائے اسلام تھے۔ اس لیے آپ کے وصال کی مصیبت کو یاد کر کے آپ کے اخلاق و کردار کا تصور آئے گا۔ اور یہ تصور بہت اچھا ہے۔ کیونکہ اس طرح عوام آپ کی سیرت اور سنت کو سن سنا کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ علامہ بحرانی نے جزع کا معنی "مروجہ ماتم" نہیں کیا۔ بلکہ "ذکر" کے معنی میں لیا ہے اور صبر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے غفلت مراد لیا ہے۔ لہٰذا جزع اور بے صبری (ذکر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر اچھی چیز ہے۔ اور صبر (غفلت) اچھی نہیں۔

یہ تھا علامہ بحرانی کا کہنا اور اس طرح سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا جزع کرنا کون اس سے روکتا ہے۔؟ ہم بھی ذکرِ امام عالی مقام کرتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق و کردار اور ان کی سیرت

Marfat.com

بیان کرتے ہیں۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے ہی ثابت ہے۔ تو ہمیں اس پر کیوں اعتراض ہو؟ اعتراض اس پر کہ اس عبارت سے ''مروجہ ماتم'' ثابت کر کے فریب دینے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح اپنے مسلک کے بہت بڑے مجتہد علامہ بحرانی کی شرح کو ٹھکرانے کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کا ان کی منشا اور مرضی کے خلاف مطلب بیان کیا۔ آخر ''حجۃ الاسلام'' جو ٹھہرے۔

مروجہ ماتم کے رد میں امام خمینی اور ایرانی صدر خامنائی کا فتوے

مروجہ ماتم یعنی سینہ کوبی اور طمانچہ زنی شیعہ وسنی، سب کے ہاں بالاتفاق ناجائز و حرام ہے۔ کتب اہل سنت میں تو اس کے حوالہ جات کی کمی نہیں لیکن مدعیٔ ماتم کے نزدیک چونکہ کتب اہل سنت، قابل حجت نہیں۔ اس لیے فقیر نے مناسب خیال کیا ہے کہ شیعہ کے موجودہ دور کے متفقہ امام بلکہ بقول اہل تشیع ''آیت اللہ العظمیٰ''، ''اللہ کی بہت بڑی نشانی'' جناب خمینی صاحب اور ایران کی شیعہ حکومت کے شیعہ صدر جناب خامنائی کا ایک فتویٰ جو روزنامہ جنگ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء بروز منگل جلد پنجم کالم نمبر ۶ میں شائع ہوا۔ قارئین کو پیش گزار کر دیا جائے فتویٰ کا مضمون درج ذیل ہے۔

یوم عاشور منانے کے مروجہ طریقے غیر اسلامی ہیں (خامنائی)

تہران خصوصی رپورٹر:

ایران کے صدر نے کہا کہ یوم عاشور پر امام حسین کی یاد تازہ کرنے کے مروجہ طریقے یکسر غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ اسلام آباد کے ایک انگریزی روزنامہ کے مطابق ایران میں نماز جمعہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ طریقہ نمود و نمائش اور غیر اسلامی اصولوں پر مبنی ہے فضول خرچی اور اسراف ہمیں امام حسین کے راستے سے دور کر دیتا ہے۔ انہوں نے علم اور تعزیہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ خواہ محراب و گنبد کی شکل ہی کیوں نہ ہو یاد تازہ کرنے کی یہ اسلامی شکل نہیں۔ ان نمائشی چیزوں پر رقم خرچ کرنا

Marfat.com

حرام اور عاشور کی روح کے منافی ہے۔ کیونکہ یہ دن تفریح کا دن نہیں ہے۔ امام خمینی کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے صدر خامنائی نے کہا مذہبی تقریبات کے دوران لاؤڈ سپیکر کا استعمال مدہم ہونا چاہیئے اور عزاداری کے مفادات پر بھی پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیئے۔ لوگوں کو ماتم کرنے پر اکسانا نہیں چاہیئے۔ اور نہ ہی یہ رسم لوگوں کے لیے تکلیف دہ ہونی چاہیئے

توضیح: قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ مروّجہ ماتم جو علم و تعزیہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس کو شیعہ کے دو اماموں نے نمود و نمائش اور غیر اسلامی قرار دیا ہے۔ روح اسلام کے خلاف گردانا ہے اور اس پر رقم خرچ کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ فتویٰ ان لوگوں کا ہے۔ جن کو تو کسی تقیہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی ان پر مفہوم تقیہ صادق آتا ہے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا مروجہ ماتم کو اپنا شعار اور طریقہ بنا لینا سراسر غلط اور بے اصل و بے بنیاد ہے۔ نیز محافل محرم کے بھی خلاف ہے

نوٹ روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے مذکورہ بیان کی تردید کرتے ہوئے خانہ فرہنگ لاہور نے تحریر کیا کہ یہ صدر خامنائی کا بیان نہیں ہے۔

قارئین کرام! خانہ فرہنگ کی یہ تردید بے معنی اور باطل محض ہے۔ کیونکہ صدر خامنائی نے امام خمینی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے۔ کہ مروّجہ ماتم پر لوگوں کو اکسانا منع ہے۔ نیز امام خمینی کی کتب بھی اسی کی تائید و توثیق کرتی ہیں۔ امام خمینی نے اپنی مشہور کتاب "کشف الاسرار" میں یوں لکھا ہے

کشف الاسرار: یک نظری بعزاداری اینجا باید کرسخنی ہم در خصوص عزاداری و مجالسی کہ بنام سیّد بن علی بپا میشود بگوئم۔ ما و ہیچیک از دینداران نمیگوئیم کہ بانام برس ہر کارے میکند خوب است۔ چہ بسا علماء بزرگ و دانشمندان بسیاری از ایں کارہا ناروا دانستہ و بہوت خود از آں جلوہ گیری کردند۔ چنانچہ ہمہ میدانم کہ دولیست و چند سال پیش ازیں عالم عامل بزرگوار مرحوم حاج شیخ عبدالکریم کہ از بزرگ ترین روحانیین شیعہ بود در قم شبیہ خوانی را منع کرد و یکے از مجالس بسیار بزرگ را مبدل بروضہ خود کرد و روحانیین و دانشمندان دیگر ہم چیزہائے رابر خلاف

Marfat.com

دستور دین بودہ منع کردہ ومیکنند (کشف الاسرار ص ۱۷۳ مطبوعہ تہران در ذکر جواب دیگر از اعتراض)

ترجمہ: اس مقام پر ایک آدھ بات خاص کر عزاداری اور ان مجالس کے بارہ میں ہونی چاہیئے جو امام حسین بن علی کے نام پر منعقد ہوتی ہیں۔ ہم اور تمام دیندار لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ اس نام کے ساتھ جو بھی کوئی کام کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔ اس لیے کہ بہت سے بزرگ علماء اور دانشمندوں نے ان کاموں کو ناروا کہا اور سمجھا ہے۔ حتیٰ کہ ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ جیسا کہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ آج سے بیس سال سے زائد عرصہ ہوا کہ ایک بہت بڑے عالم عامل جناب شیخ عبدالکریم حاجی مرحوم جو شیعہ برادری میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں نے قم میں شبیہ خوانی کو منع کیا اور ایک بہت بڑی مجلس کو روضہ خوانی کی مجلس میں تبدیل کر دیا۔ اسی طرح کا روحانی مقام رکھنے والے دیگر دانشمندوں نے بھی ان کاموں سے منع کیا ہے۔ جو دین کے خلاف تھے۔ اور وہ اب بھی ایسا کرتے ہیں

قارئین! امام خمینی کی مذکورہ عبارت نے ثابت کر دیا کہ صدر رضامانی کا جو بیان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ بلکہ روزنامہ جنگ میں امام خمینی کی کتاب "کشف الاسرار" کی اس عبارت کی ہی وضاحت کی گئی ہے کہ "بہت بزرگ علماء اور دانشمندوں نے ان کاموں کو ناروا کہا اور سمجھا ہے۔ یہاں تک کہ ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے" اور شیعہ برادری میں شیخ عبدالکریم کا بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ وہ بھی اس کو منع کرتے تھے۔ امام خمینی کے اس بیان کے بعد مروجہ ماتم کے حرام و ناجائز ہونے میں بھی کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا اور اس سے بھی زیادہ توضیح مروجہ ماتم کے حرام ہونے پر ان کی کتاب "تحریر الوسیلہ" میں اور توضیح المسائل میں یوں مذکور ہے۔

تحریر الوسیلہ: وَلَا يَجُوْزُ اللَّطْمُ وَالْخَدْشُ وَجَزُّ الشَّعْرِ وَنَتْفُهُ وَالصُّرَاخُ الْخَارِجُ عَنْ حَدِّ الْاِعْتِدَالِ عَلَى الْاَحْوَطِ

Marfat.com

وَلَا يَجُوْزُ شَقُّ الثَّوْبِ عَلٰى غَيْرِ الْاَبِ وَالْاَخِ بَلْ فِيْ بَعْضِ الْاُمُوْرِ الْمَذْكُوْرَةِ تَجِبُ الْكَفَّارَةُ فَفِيْ جَزِّ الْمَرْأَةِ شَعْرَهَا فِي الْمُصِيْبَةِ كَفَّارَةُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَفِيْ نَتْفِهٖ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ وَكَذَا تَجِبُ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ فِيْ خَرْشِ الْمَرْأَةِ وَجْهَهَا اِذَا اَدْمَتْ بَلْ مُطْلَقًا عَلَى الْاَحْوَطِ وَفِيْ شَقِّ الرَّجُلِ ثَوْبَهٗ فِيْ مَوْتِ زَوْجَتِهٖ اَوْ وَلَدِهٖ وَهِيَ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ وَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ (تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۹۰ باب فی نقل المیت مطبوعہ تہران مکتبہ (اعتماد الاسلامیہ))

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے طمانچے مارنا اور کھرچنا بالوں کو کھینچنا اور نوچنا اور حدِ اعتدال سے زیادہ آواز نکالنا۔ اور جائز نہیں کپڑوں کو پھاڑنا سوائے باپ اور بھائی کے۔ بلکہ بعض امور مذکورہ میں کفارہ واجب ہوتا ہے تو اگر عورت مصیبت میں بالوں کو کھینچے تو اس پر ایک ماہ کے روزے بطور کفارہ واجب ہیں۔ اور اگر نوچے تو کفارہ یمین واجب ہے۔ اور اسی طرح جب عورت اپنے چہرے کو چھیلے تو بھی اس پر کفارہ یمین واجب ہے۔ جبکہ خون نکل آئے۔ بلکہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو مطلق قرار دیا جائے۔ (یعنی خون نکلے یا نہ نکلے) اور کوئی مرد اپنی بیوی یا بیٹے کی موت پر کپڑے پھاڑے تو اس پر دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا واجب ہیں۔ اور اگر یہ نہ پائے تو تین روزے رکھے

توضیح المسائل:

مستحب ہے کہ انسان اپنے عزیزوں کی موت پر خصوصاً بیٹے کی موت پر صبر کرے یعنی جس وقت یاد آئے۔ تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اور

Marfat.com

میت کے لیے قرآن پڑھے۔ اور ماں باپ کی قبر پر خداوند تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے۔ اور قبر پختہ بنائے تاکہ جلدی خراب نہ ہو۔ جائز نہیں کہ انسان کسی کی موت پر اپنے چہرے کو خراشے یا اپنے آپ کو طمانچے مارے۔ باپ اور بھائی کے علاوہ کسی کی موت پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں۔ اگر شوہر بیوی یا بیٹے کی موت پر گریبان چاک کرے اور کپڑے پھاڑے۔ یا اگر عورت کسی کی میت پر اپنے چہرے کو اس طرح خراشے کہ خون آ جائے یا بال نوچے تو اسے ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں لباس دینا پڑے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن روزے رکھے۔ بلکہ اگر خون نہ بھی نکلے تو احتیاطاً واجب ہے کہ اس دستور پر عمل کرے۔ احتیاطاً واجب یہ ہے کہ کسی میت پر آواز کو زیادہ بلند نہ کرے۔ (توضیح المسائل مترجم ص ۱۰۱ تذکرہ مستحبات دفن مصنفہ امام خمینی ناشر سازمان تبلیغات اسلامی شعبہ روابط بین الملل)

وضاحت:

امام خمینی نے مروجہ ماتم یعنی کپڑے پھاڑنے اور طمانچے مارنے کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا۔ یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے دینا۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو تین روزے رکھنا بیان کیا ہے۔ خمینی صاحب کے اس فتویٰ سے معلوم ہو رہا ہے کہ افعالِ مذکورہ یعنی مروجہ ماتم ان کے نزدیک ایک شرعی جرم ہے۔ جس کا شرعاً کفارہ واجب ہے لیکن یاد رہے کہ امام خمینی نے جو گریبان چاک کرنا منع قرار دیا ہے۔ اور اس میں سے بھائی اور باپ مستثنیٰ کیا ہے۔ تو یہ ان کی تخصیص بلا دلیل ہے۔ بصورت تسلیم بھی یہ تخصیص اہل تشیع کے لیے مفید ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ شیعہ تو امام حسین اور ان کے رفقاء کا ماتم کرتے ہیں۔ جو ان کے باپ ہیں نہ بھائی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مروجہ ماتم شیعہ سنی دونوں کے نزدیک متفق علیہ حرام ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

مآخذ و مراجع از کتب شیعہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف اور تاریخ وفات	مطبع
۱	قرآن مجید	ترجمہ مقبول احمد شیعہ سہ	اسلام پورہ لاہور
۲	امالی طوسی	ابوجعفر بن حسن ۴۶۰ھ	قم طبع جدید
۳	منتہی الآمال	شیخ عباس قمی ۱۳۵۹ھ	انتشاراتِ ایران
۴	من لایحضرہٗ الفقیہ	ابوجعفر صدوق محمد بن علی بن الحسین ۳۸۱ھ	تہران طبع جدید لکھنؤ قدیم
۵	فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی ۳۲۹ھ	طہران طبع جدید
۶	فروع کافی مترجم	سید ظفر حسن دورِ حاضرہ	کراچی
۷	جلاء العیون	ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ	طہران طبع جدید
۸	براہین ماتم	اسماعیل شیعی مصنف دور حاضرہ	لائل پور
۹	تفسیر قمی	علی بن ابراہیم قمی ۳۰۲ھ	ایران طبع قدیم)
۱۰	تفسیر منہج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی ۱۳۲۲ھ	طہران جدید
۱۱	تفسیر صافی	محمد محسن کاشانی ۱۰۰۹ھ	
۱۲	تفسیر مجمع البیان	ابو علی الفضل طبرسی ۵۴۸ھ	"
۱۳	احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی ۵۴۸ھ	مطبوعہ قدیم و جدید
۱۴	مقتل ابی مخنف	لوط بن یحییٰ ۱۶۹ھ	نجف اشرف طبع مصر
۱۵	ارشاد شیخ مفید	محمد بن محمد بن نعمان ۴۱۳ھ	قم خیابان ارم ایران
۱۶	اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی ۳۲۹ھ	تہران طبع جدید)
۱۷	جامع الاخبار	ابوجعفر شیخ صدوق محمد بن علی بن الحسین ۳۸۱ھ	نجف اشرف

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف اور تاریخ وفات	مطبع
۱۸	عیون اخبار الرضا	ابو جعفر شیخ صدوق محمد بن علی الحسین ۳۸۱ھ	حیدریہ نجف اشرف
۱۹	اعلام الوری	فضل ابن حسن طبرسی ۵۴۸ھ	بیروت۔ جدید
۲۰	نہج البلاغہ	سید شریف رضی ۴۰۶ھ	بیروت طبع جدید چھوٹا سائز
۲۱	ذبح عظیم	خان بہادر دورِ حاضرہ	کتب خانہ اثنا عشری لاہور
۲۲	ترجمہ نیرنگ فصاحت	سید ذاکر حسین اختر	یوسفی دہلی طبع قدیم
۲۳	مترجم جلاء العیون اردو	سید عبد الحسن دورہ حاضرہ	شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور طبع جدید
۲۴	توضیح المسائل	روح اللہ موسوی خمینی	طہران طبع جدید
۲۵	مجمع المعارف حاشیہ	ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ	" " "
۲۶	بر حلیۃ المتقین		
۲۷	حیات القلوب	ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ	نو لکشور طبع قدیم
۲۸	انوار نعمانیہ	نعمت اللہ الجزائری ۱۱۱۲ھ	طبع جدید تبریز
۲۹	مجمع المسائل	حسین القمی	تہران طبع جدید
۳۰	ماتم اور صحابہ	مولوی غلام حسین نجفی شیعی	دورہ حاضرہ لاہور
۳۱	تنقیح المقال	عبد اللہ مامقانی ۱۲۰۰ھ	طہران طبع جدید
۳۲	شیعی ماہنامہ المعرفت	مدیر حشمت علی بابت محرم ۱۳۸۹ھ	حیدر آباد
۳۳	کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ	علی بن عیسیٰ عربلی ۶۸۷ھ	تبریز طبع جدید
۳۴	مناقب ابن شہر آشوب	محمد بن علی بن شہر آشوب ۵۸۸ھ	قم۔ طبع جدید
۳۵	الاخبار الطوال	احمد بن داؤد ۲۸۲ھ	بیروت طبع جدید
۳۶	تاریخ روضۃ الصفاء	محمد بن حامد شاہ ۹۰۳ھ	لکھنؤ۔ طبع قدیم

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و تاریخ وفات	مطبع جات
۳۷	تفسیر لوامع التنزیل	سید علی حیری لاہوری۔ اسی نصف چودھویں صدی	طبع قدیم لاہور
۳۸	معالی السبطین	محمد مہدی سنہ ۱۲۶	نجف اشرف
۳۹	تہذیب الاحکام	ابوجعفر محمد بن حسن طوسی سنہ ۴۶۰ھ	تہران۔ طبع جدید
۴۰	ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی لسان الملک سنہ ۱۲۹۷ھ	" " "
۴۱	بحار الانوار	ملا باقر مجلسی سنہ ۱۱۱۱ھ	" " "
۴۲	مروج الذہب	علی بن حسین مسعودی سنہ ۳۴۶ھ	طبع جدید مطبوعہ بیروت
۴۳	الکنی والالقاب	شیخ عباس قمی سنہ ۱۳۵۹ھ	طبع جدید تہران
۴۴	منتخب التواریخ	محمد ہاشم ابن محمد علی خراسانی سنہ ۱۳۵۲ھ	تہران طبع جدید
۴۵	شرح نہج البلاغہ ابن میثم	کمال الدین میثم ہمرانی سنہ ۶۷۹ھ	تہران
۴۶	فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ	سید علی نقی سنہ ۱۳۵۵ھ	تہران طبع جدید
۴۷	تذکرۃ الخواص الامہ	علامہ سبط ابن جوزی سنہ ۶۵۴ھ	" " "
۴۸	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب سنہ ۲۵۶ھ	بیروت طبع جدید
۴۹	الذریعہ	آقا بزرگ الطہرانی سنہ ۱۳۱۲ھ	" " "
۵۰	تحفۃ العوام	سید ابوالحسن موسوی دورِ حاضرہ	منشی نولکشور لکھنؤ طبع قدیم
۵۱	حلیۃ المتقین	ملا باقر مجلسی سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران۔ طبع جدید
۵۲	فرق الشیعہ	محمد حسن بن موسیٰ نوبختی سنہ ۳۰۲ھ	مطبع حیدریہ نجف اشرف
۵۳	تحریر الوسیلہ	روح اللہ موسوی الخمینی دورِ حاضرہ	تہران طبع جدید
۵۴	کشف الاسرار	" " "	" " "
۵۵	مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شوستری سنہ ۱۰۱۹ھ	مطبع تہران طبع جدید

Marfat.com

Marfat.com

شیعہ مذہب

المعروف

جلد چہارم

فقہ جعفریہ

تصنیف مناظر اسلام شیخ الحدیث علامہ
مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ حسینیہ
بلال گنج لاہور

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

https://telegram.me/Tehqiqat
https://telegram.me/faizanealahazrat
https://telegram.me/FiqaHanfiBooks
https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

لا تقبلوا علینا حدیثاً الا ما وافق القرآن والسنۃ

فرمان امام جعفرؓ

ترجمہ

ہماری طرف سے وہی حدیث قبول کرو جو قرآن اور سنت کے موافق ہو۔ (شیعوں کی معتبر کتاب رجال کشی ص ۱۹۵)

فقہ جعفریہ

جلد چہارم

باب اول: .... فقہ حنفی پر اصولی اعتراضات

باب دوم: .... امام اعظم ابو حنیفہ کے فقہ مناقب۔

باب سوم: .... فقہ حنفی کی جزئیات پر اعتراضات کا رد۔

تالیف

مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ مارکیٹ رسولیہ شیرازیہ امیر روڈ بلال گنج لاہور فون ۲۲۴۲۲۸

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب: ـــــــ فقہ جعفریہ جلد چہارم

مصنف ـــــــ محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی صاحب

ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت: راجہ محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

قیمت: ـــــــ ۱۲۵ روپے

مطبع ـــــــ حامد جمیل پرنٹرز لاہور

سن طباعت: دسمبر ۱۹۹۰ء

Marfat.com

تمام دنیائے شیعیت کو کھلا چیلنج

الحمد للہ فقہ جعفریہ جلد چہارم زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اگر میری جبینِ نیاز خدائے رحمان و رحیم کی بارگاہ میں کروڑہا دفعہ خاک آلود ہو تو بھی اس امر کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا کہ ردِ شیعیت پر میری تحریر کا اکثر حصہ منصۂ شہود پر آ چکا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ تحفہ جعفریہ ۵ جلد، عقائد جعفریہ ۴ جلد اور فقہ جعفریہ ۴ جلد ان میں سے فقہ جعفریہ جلد ۱،۲، اور ۳ میں دورِ حاضر کے معروف شیعہ مصنف غلام حسین نجفی کی دو کتابوں "ماتم اور صحابہ" اور "حقیقت فقہ حنفیہ" کا بالترتیب رد لکھا گیا ہے۔ میں نے نجفی صاحب کی ان دونوں کتابوں کے ایک ایک صفحہ اور اس میں مذکور ایک ایک اعتراض کا شیعوں کی ہی کتب سے مفصل رد لکھا ہے۔

ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ غلام حسین نجفی نے فقہ جعفریہ کی ابتدائی جلدوں کے رد میں کچھ صفحات اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیے ہیں۔ اور عنقریب اسے چھپوایا جا رہا ہے۔ نجفی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ پہلے تحفہ جعفریہ اور پھر عقائد جعفریہ کا رد لکھتے مگر اس کی انہیں ہمت نہ ہو سکی اور نہ ہو سکتی تھی۔ اب اگر انہوں نے فقہ جعفریہ کا رد شروع کیا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ان میں کچھ اخلاقی جرات اور دل میں ذرہ برابر مادۂ انصاف موجود ہے تو وہ فقہ جعفریہ کی پہلی جلد سے چوتھی جلد تک صفحہ وار بالترتیب جواب لکھیں۔ جیسا کہ ہم نے انکی مذکورہ دو کتابوں کا مکمل صفایا کیا ہے۔ اگر وہ عقل و نقل کی روشنی میں بالترتیب جواب منظرِ عام پر لے آئیں کہ جسے اہلِ انصاف حق کہیں تو انہیں ایک لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔ مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ پاکستان، ایران اور دنیا بھر کے شیعہ جمع ہو کر بھی ہماری تصنیف کا بالترتیب جواب نہیں لکھ سکتے کیونکہ یہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے روحانی تصرف و تعاون سے زیبِ تکمیل ہوئی ہے۔ کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آستانہ عالیہ کا انتخاب فرمایا ہے۔ انشاء اللہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل سنت کا جھنڈا اب تا روزِ حشر بلند رہے گا۔ کہ جس کو اب کوئی گستاخِ صحابہ اتار نہیں سکے گا۔

ناشر: ادارہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف محمد علی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

Marfat.com

الاہداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین ۔ میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ ۔ خلف الرشید شیخ العرب و العجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع مدینہ طیبہ (خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا ۔

ع ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول محب اولاد بتول پیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فہرست مضامین

فقہ جعفریہ جلد چہارم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	باب اوّل فقہ حنفی پر نجفی کے اصولی اعتراض	۲۷
۲	اعتراض نمبر(۱): پیغمبر اسلام کے صحابہ ہی اسلام کو بہتر جانتے تھے مگر سنیوں نے وہ ترک کر دیا۔	۲۸
۳	اعتراض نمبر(۲): ابوبکر وعمر نے دین بگاڑ دیا تھا حضرت علی نے اس کی اصلاح فرمائی۔ اس لیے ابوبکر وعمر والی شریعت نہیں چاہیئے۔	۴۰
۴	اعتراض نمبر(۳): حالتِ تقیہ ختم ہو گئی ہے۔ اس لیے شیعوں کو اپنی فقہ پر آزادی سے عمل درآمد کی اجازت ہونی چاہیئے	۴۷
۵	اعتراض نمبر(۴): فقہ حنفی رسول کی طرف منسوب ہے نہ صحابہ کی طرف۔ اور اس میں کتے کے چمڑے کی طہارت جیسے فتوے بھی ہیں۔	۵۱

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۵	اعتراض نمبر ۵: ابو حنیفہ تو بہت بڑے جولاہے تھے اور جولاہا اسلام کو کیا سمجھے۔	۶
۶۰	ابو حنیفہ اور ان کے والد گرامی کی شخصیت ایک شیعہ کی نظروں میں۔	۷
۶۴	ابو حنیفہ مٹی کے ستون کو دلائل سے سونے کا ستون ثابت کر سکتے تھے۔	۸
۶۶	امام جعفر صادق رضا امام ابو حنیفہ کے سوتیلے باپ ہیں۔	۹
۶۸	اعتراض نمبر ۶:	۱۰
۶۸	اگر یہ دعوے درست ہے کہ امام جعفر کے ارشادات ہی فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ تو بخاری و مسلم نے ائمہ اہل بیت سے روایات کیوں نہیں لیں۔	۱۱
۷۱	ائمہ اہل بیت والی سند کو اگر مجنون پر پڑھ کر پھونکا جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ (امام ابن ماجہ کا ارشاد)	۱۲
۷۲	اعتراض نمبر ۷:	۱۳
۷۲	فقہ حنفی کے راوی اور سنیوں کے مسلمہ خلیفے ناقابل اعتماد ہیں۔	۱۴
۸۹	اعتراض نمبر ۸:	۱۵
۸۹	فقہ حنفی کا مایہ ناز راوی عمر بن خطاب ناقابل اعتماد ہے۔	۱۶
۹۸	اعتراض نمبر ۹:	۱۷
۹۸	جیش اسامہ سے پیچھے رہنے والے ارشاد نبی کے مطابق لعنتی تھے اور وہی لوگ فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔	۱۸
۱۰۴	اعتراض نمبر ۱۰: سنیوں کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز راوی عثمان بن عفان ہے جس نے قرآن جلوا دیئے تھے۔	۱۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۰	اعتراض نمبر۱۱:	۱۰۸
۲۱	سنیوں کی فقہ کی ایک مایہ ناز راویہ بی بی عائشہ ہے جسے بقول ابوہریرہ شیشے اور سرمے سے فرصت نہ تھی (معاذ اللہ)	۱۰۸
۲۲	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص میں شیعوں کی بعض من گھڑت روایات۔	
۲۳	حضرت ابوہریرہ رض کی سیرت کی چند جھلکیاں۔	۱۱۸
۲۴	اعتراض نمبر۱۲:	۱۲۹
۲۵	سنیوں کی فقہ کا ایک مایہ ناز راوی طلحہ بھی ہے جس نے بی بی عائشہ سے نکاح کی تمنا کی تھی۔ (معاذ اللہ)	۱۲۹
۲۶	حضرت طلحہ کے جنتی ہونے پر ابن ابی حدید شیعہ کا اعتراف	۱۳۲
۲۷	اعتراض نمبر۱۳:	
۲۸	سنیوں کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی ہے جو قرآن کی دو آخری سورتوں کا منکر تھا۔	۱۲۶
۲۹	اعتراض نمبر۱۴:	۱۳۹
۳۰	سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے۔ جو متعہ کو جائز سمجھتا ہے۔	۱۳۹
۳۱	اعتراض نمبر۱۵:	۱۴۲
۳۲	فقہ حنفی کا ایک مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر بھی ہے جس نے جھوٹی گواہی دلوائی تھی۔	۱۴۲
۳۳	اعتراض نمبر۱۶:	۱۵۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۴	اہل سنت کا ایک مایہ ناز راوی ابوہریرہ رضی ہے جسے حضرت عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی پاداش میں پٹوایا تھا۔ (معاذ اللہ)	۱۴۷
۳۵	اعتراض نمبر ۱۷:	۱۵۲
۳۶	ابو موسیٰ اشعری بھی سنیوں کا راوی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔	۱۵۲
۳۷	اعتراض نمبر ۱۸:	۱۵۴
۳۸	سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عمر ہے جس نے یزید پلید کی بیعت کی تھی	۱۵۴
۳۹	**باب دوم** امام اعظم کے مناقب اور آپ پر مخالفین کے اعتراضات کی تردید	۱۵۹
۴۰	**فصل اول**	
۴۱	آپ پر وارد کردہ اعتراضات کی تردید۔	۱۶۱
۴۲	اعتراض نمبر ۱:	۱۶۱
۴۳	بقول امام مالک دین کو سب سے زیادہ نقصان ابوحنیفہ نے پہنچایا ہے (معاذ اللہ)	۱۶۱
۴۴	اعتراض نمبر ۲: بقول امام مالک بن انس ابوحنیفہ کا فتنہ ابلیس کے فتنے سے سخت ہے۔ (معاذ اللہ)	۱۶۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۵	اعتراض نمبر ۳:	۱۶۰
۴۶	بقول عبدالرحمٰن مہدی دجال کے بعد اسلام کے لیے سب سے بڑا فتنہ ابوحنیفہ کی رائے ہے۔	۱۶۰
۴۷	اعتراض نمبر ۴:	۱۶۴
۴۸	ابوحنیفہ نے اسلامی مشین کے پیچ ڈھیلے کیے ہیں۔	۱۶۴
۴۹	اعتراض نمبر ۵:	۱۸۱
۵۰	نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوحنیفہ کے فتووں پر عمل کرنے سے منع کیا۔	۱۸۱
۵۱	اعتراض نمبر ۶:	۱۸۴
۵۲	ابوحنیفہ کی کتاب الحیل کی شان۔	۱۸۴
۵۳	اعتراض نمبر ۷:	۱۹۱
۵۴	ابوحنیفہ کی بیٹھک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہیں پڑھا جاتا تھا۔	۱۹۱
۵۵	اعتراض نمبر ۸:	۱۹۷
۵۶	حق ابوحنیفہ کے فتویٰ کی مخالفت میں ہے۔	۱۹۷
۵۷	اعتراض نمبر ۹:	۲۱۱
۵۸	ابوبکر کی گواہی کہ ابوحنیفہ نے دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدل دیا ہے۔	۲۱۱
۵۹	اعتراض نمبر ۱۰:	۲۲۸
۶۰	ابوحنیفہ کے جنازہ پر عیسائیوں کے پادری۔	۲۲۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۱	**اعتراض نمبر ۱۱:**	۲۳۲
۶۲	ابوحنیفہ کا دعوے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔	۲۳۲
۶۳	**اعتراض نمبر ۱۲:**	۲۳۵
۶۴	ابوحنیفہ کے نزدیک مومن کی شان۔	۲۳۵
۶۵	محرم عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے۔ اور کسی ناجائز کام کا کوئی گناہ نہیں عقیدہ اہل تشیع۔	۲۴۰
		۲۴۳
۶۶	**اعتراض نمبر ۱۳:**	۲۴۳
۶۷	ابوحنیفہ کے نزدیک جوتے کی پوجا۔	۲۴۳
۶۸	**اعتراض نمبر ۱۴:**	۲۴۷
۶۹	ابوحنیفہ کا ابوبکر کے ایمان کے متعلق فتویٰ۔	۲۴۷
۷۰	**اعتراض نمبر ۱۵:**	۲۵۲
۷۱	امام اعظم کا چالیس سال وضو۔	۲۵۲
۷۲	**فصل دوم** امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت اور فضائل و مناقب تاریخ بغداد کے آئینے میں	۲۶۴
۷۳	۱۔ امام اعظم کا نسب۔	۲۶۴
۷۴	۲۔ امام اعظم کی شخصیت۔	۲۶۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۵	۳۔ امام اعظم کی فقاہت اور خداداد صلاحیت۔	۲۶۷
۷۶	۴۔ آپ کے اساتذہ کرام۔	۲۷۰
۷۷	۵۔ امام اعظم کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا مظہر ہے۔	۲۷۲
۷۸	۶۔ قیامت سے قبل امام ابوحنیفہ کے علم کا ظہور ہوگا۔	۲۷۳
۷۹	۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ آپ نے صحابہ کرام اور انہوں نے تابعین اور انہوں نے ابوحنیفہ کو منتقل کیا۔	۲۷۴
۸۰	۸۔ مسند حدیث پر بیٹھے ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حوصلہ اور بردباری	۲۷۵
۸۱	۹۔ امام ابوحنیفہ کا مقام ان کے ہم عصر علماء کے نزدیک۔	۲۷۶
۸۲	۱۰۔ امام اوزاعی کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تاثرات۔	۲۷۷
۸۳	۱۱۔ امام اعظم کو وسیلہ بنانے والے پر خوف نہیں رہتا۔	۲۸۰
۸۴	۱۲۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت۔	۲۸۱
۸۵	۱۳۔ بے مثال فقیہہ۔	۲۸۲
۸۶	۱۴۔ پسندیدہ رائے والا۔	۲۸۳
۸۷	۱۵۔ تمام فقہائے کرام حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں۔	۲۸۳
۸۸	۱۶۔ بہت بڑے متقی اور فقیہہ۔	۲۸۴
۸۹	۱۷۔ خوف خدا کے آثار والا چہرہ۔	۲۸۴
۹۰	۱۸۔ دنیا کو ٹھکرا دینے والے۔	۲۸۵
۹۱	۱۹۔ امام ابوحنیفہ کا زہد و تقویٰ۔	۲۸۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۲	۲۰-چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔	۲۸۶
۹۳	۲۱-ایک روایت کے مطابق پینتالیس سال تک ایک وضو سے پانچوں نمازیں ادا کرتے رہے۔	۲۸۷
۹۴	۲۲-شب بیداری میں آپ کا مقام۔	۲۸۸
۹۵	۲۳-آپ کی عبادت اور تدریسی مصروفیات۔	۲۸۹
۹۶	۲۴-حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی سنت کا امام اعظم کے ہاں مرتبہ و مقام۔	۲۹۰
۹۷	۲۵-امام اعظم رض کی خداداد صلاحیت۔	۲۹۱
۹۸	۲۶-امام اعظم رض کی رائے اور مقام کا مرتبہ	۲۹۲
۹۹	۲۷-امام اعظم رض کی سخاوت	۲۹۴
۱۰۰	۲۸-ضرورت مندوں کا خیال	۲۹۵
۱۰۱	۲۹-احسان و حاجت روائی	۲۹۶
۱۰۲	۳۰-خوف خدا سے رونا اور دوزخ سے بچاؤ کی دعائیں۔	۲۹۷
۱۰۳	۳۱-خشوع و خضوع کی ایک جھلک۔	۲۹۸
۱۰۴	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کتب شیعہ سے فضائل و مناقب اور سیرت۔	۳۰۴
۱۰۵	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آباؤ کرام۔	۳۰۴
۱۰۶	امام اعظم رض کا فقہی مقام و بصیرت دراصل حضرت علی رض کی دعا کا اثر ہے	۳۱۰
۱۰۷	امام اعظم رض نے علوم ظاہری و باطنی حضرت امام جعفر صادق رض سے حاصل کیے۔	۳۱۱

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۸	امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ان دو سالوں پر فخر کرتے تھے جو آپ نے امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں بسر کیے۔	۳۱۲
۱۰۹	امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو امتِ محمدیہ کا بہت بڑا عالم سمجھتے تھے۔	۳۱۳
۱۱۰	امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے تو ابنِ رسول ﷺ سے خطاب کرتے۔	۳۱۷
۱۱۱	امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال کا مقام۔	۳۱۹
۱۱۲	امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت۔ مکالمہ مابین ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ و زنادقہ۔	۳۲۱
۱۱۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ۔	۳۲۲
۱۱۴	اسباب قتل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ	۳۲۸
۱۱۵	کتبِ شیعہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و سیرت کا مختصر خاکہ۔	۳۳۴
۱۱۶	**باب سوم** فقہ حنفی پر نجفی کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات اور ان کے بالترتیب جوابات	۳۳۹
۱۱۷	اعتراض نمبر ۱۔	۳۴۱
۱۱۸	سنی فقہ میں شانِ قرآن پاک۔	
۱۱۹	اعتراض نمبر ۲: فقہ حنفی میں قرآن مجید کا بوسہ لینا بدعت ہے۔	۳۴۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۰	اعتراض نمبر۳:	۳۵۵
۱۲۱	قرآن مجید کا نرم گداز رمل۔	۳۵۵
۱۲۲	اعتراض نمبر۴:	۳۶۰
۱۲۳	فقہ حنفی میں نجاست چاٹنا جائز ہے۔	۳۶۰
۱۲۴	اعتراض نمبر۵:	۳۶۵
۱۲۵	فقہ حنفی میں پیشاب کے قطرے پاک ہیں۔	۳۶۵
۱۲۶	اعتراض نمبر۶:	۳۷۲
۱۲۷	فقہ مالکی میں خنزیر وغیرہ کا جھوٹا پاک ہے۔	۳۷۲
۱۲۸	اعتراض نمبر۷:	۳۷۶
۱۲۹	سنی فقہ میں وضو کی شان۔	۳۷۶
۱۳۰	اعتراض نمبر۸:	۳۸۱
۱۳۱	ہنسنے سے وضو باطل	۳۸۱
۱۳۲	اعتراض نمبر۹:	۳۸۸
۱۳۳	گدھے کی کھال پر مسح۔	۳۸۸
۱۳۴	اعتراض نمبر۱۰:	۳۸۹
۱۳۵	گردن کے مسح کا جائز استحباب۔	۳۸۹
۱۳۶	اعتراض نمبر۱۱:	۳۹۱
۱۳۷	سنی فقہ میں استنجاء کی شان۔	۳۹۱
۱۳۸	اعتراض نمبر۱۲:	۳۹۴
۱۳۹	استنجاء کے بعد استبراء کا عجیب طریقہ۔	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۰	اعتراض نمبر ۱۳:	۲۹۸
۱۴۱	سنی فقہ میں غسل کی شان:	۲۹۸
۱۴۲	اعتراض نمبر ۱۴:	۴۰۶
۱۴۳	انزال کے بغیر غسل واجب نہیں۔	۴۰۶
۱۴۴	اعتراض نمبر ۱۵	۴۱۱
۱۴۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کرنا یاد نہ رہا۔	۴۱۱
۱۴۶	اعتراض نمبر ۱۶:	۴۱۷
۱۴۷	سنی فقہ میں میت کی شان	۴۱۷
۱۴۸	اعتراض نمبر ۱۷:	۴۲۲
۱۴۹	میت کی دبر میں روئی ڈالی جائے۔	۴۲۲
۱۵۰	اعتراض نمبر ۱۸:	۴۲۸
۱۵۱	جنازہ میں نو تکبیریں۔	۴۲۸
۱۵۲	اعتراض نمبر ۱۹:	۴۳۴
۱۵۳	شیعوں کی مخالفت میں قبر کی کوہان۔	۴۳۴
۱۵۴	اعتراض نمبر ۲۰: بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں	۴۳۷
۱۵۵	اعتراض نمبر ۲۱: حی علی خیر العمل کو اذان سے نکالنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے اجراء کی بدعت۔	۴۴۱
۱۵۶	"الصلوٰۃ خیر من النوم" پڑھنے کا حکم امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔	۴۴۶
۱۵۷	اعتراض نمبر ۲۲:	۴۴۹
۱۵۸	اہل سنت حنفیوں کی مایہ ناز نماز۔	۴۴۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵۹	اعتراض نمبر ۲۳:	۴۵۵
۱۶۰	بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز	۴۵۵
۱۶۱	اعتراض نمبر ۲۴:	۴۶۰
۱۶۲	سنی فقہ میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں بھانت بھانت کے فتوے	۴۶۰
۱۶۳	اعتراض نمبر ۲۵:	۴۷۴
۱۶۴	فقہ حنفی میں امام مسجد کی شان	۴۷۴
۱۶۵	اعتراض نمبر ۲۶:	۴۸۰
۱۶۶	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعتیں نکالیں۔	۴۸۰
۱۶۷	اعتراض نمبر ۲۷:	۴۸۵
۱۶۸	سنی فقہ میں نمازی کے مصلی کی شان	۴۸۵
۱۶۹	اعتراض نمبر ۲۸:	۴۸۹
۱۷۰	سنی فقہ میں روزہ کی شان	۴۸۹
۱۷۱	اعتراض نمبر ۲۹:	۴۹۳
۱۷۲	حضرت عمر روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے۔	۴۹۳
۱۷۳	اعتراض نمبر ۳۰:	۴۹۶
۱۰۴	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا ابطال۔	۴۹۶
۱۰۵	اعتراض نمبر ۳۱:	۵۰۱
۱۰۶	جانوروں سے وطی روزہ نہیں توڑتی۔	۵۰۱
۱۰۰	اعتراض نمبر ۳۲:	۵۰۶
۱۰۸	حالت روزہ میں دبر میں انگشت ڈالنا جائز ہے۔	۵۰۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۹	اعتراض نمبر ۳۳:	۵۰۸
۱۸۰	سنی فقہ میں حج کی شان۔	۵۰۸
۱۸۱	اعتراض نمبر ۳۴:	۵۱۶
۱۸۲	سنی فقہ کی رو سے کعبہ بھی غلط ہے۔	۵۱۶
۱۸۳	اعتراض نمبر ۳۵:	۵۱۹
۱۸۴	سنی فقہ میں حجر اسود کا کوئی مقام نہیں	۵۱۹
۱۸۵	اعتراض نمبر ۳۶:	۵۲۲
۱۸۶	سنی فقہ میں قربانی کی شان۔	۵۲۲
۱۸۷	اعتراض نمبر ۳۷:	۵۲۶
۱۸۸	قربانی کا جانور ذبح کرنے میں کافر کو نائب بنانا جائز ہے۔	۵۲۶
۱۸۹	اعتراض نمبر ۳۸:	۵۳۰
۱۹۰	سنی فقہ میں عقیقہ کی شان	۵۳۰
۱۹۱	اعتراض نمبر ۳۹:	۵۳۳
۱۹۲	سنی فقہ میں ختنہ کی شان۔	۵۳۳
۱۹۳	اعتراض نمبر ۴۰:	۵۳۶
۱۹۴	سنی فقہ میں عید کی شان۔	۵۳۶
۱۹۵	اعتراض نمبر ۴۱:	۵۴۴
۱۹۶	خطبہ نماز عید سے قبل پڑھنا مروان کی سنت ہے۔	۵۴۴
۱۹۷	اعتراض نمبر ۴۲:	۵۴۷
۱۹۸	سنی فقہ میں جمعہ کی شان۔	۵۴۷

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۵۲	اعتراض نمبر ۴۳:	۱۹۹
۵۵۲	سنی فقہ میں زکوٰۃ کی شان۔	۲۰۰
۵۵۶	اعتراض نمبر ۴۴:	۲۰۱
۵۵۶	زکوٰۃ کے متعلق بھانت بھانت کے فتوے۔	۲۰۲
۵۶۰	اعتراض نمبر ۴۵:	۲۰۳
۵۶۰	سنی فقہ میں جہاد کی شان	۲۰۴
۵۷۶	اعتراض نمبر ۴۶:	۲۰۵
۵۷۶	سنی فقہ میں نکاح کی شان۔ جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ سب سے افضل ہے۔	۲۰۶
۵۸۰	اعتراض نمبر ۴۷:	۲۰۷
۵۸۰	اپنی بہن۔ بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے۔	۲۰۸
۵۸۵	اعتراض نمبر ۴۸:	۲۰۹
۵۸۵	شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولکی بجنی چاہیے۔	۲۱۰
۵۸۸	اعتراض نمبر ۴۹:	۲۱۱
۵۸۸	شادی سے پہلے دلہن کا فوٹو دولہامیاں کو دکھایا جائے۔	۲۱۲
۵۹۱	اعتراض نمبر ۵۰:	۲۱۳
۵۹۱	عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے۔	۲۱۴
۵۹۸	اعتراض نمبر ۵۱:	۲۱۵
۵۹۸	وطی فی الدبر سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔	۲۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۱۷	اعتراض نمبر ۵۲:	۶۰۱
۲۱۸	مسجد میں عورت سے صحبت، جائز ہے	۶۰۱
۲۱۹	اعتراض نمبر ۵۳:	۶۰۳
۲۲۰	مرد اور عورت ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو ہاتھ پھیرا کریں۔	۶۰۷
۲۲۱	اعتراض نمبر ۵۴	۶۱۱
۲۲۲	جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا کہ جس کا پچھلا حصہ عورتوں اور اوپر والا مردوں جیسا ہوگا۔	۶۱۱
۲۲۳	اعتراض نمبر ۵۵:	۶۱۶
۲۲۴	نعمانی فقہ میں بکری اور بیوی میں تمیز نہیں رکھی گئی	۶۱۶
۲۲۵	اعتراض نمبر ۵۶:	۶۱۹
۲۲۶	فقہ حنفی میں نکاح کی شان	۶۱۹
۲۲۷	اہل تشیع کے ہاں نکاح کی شان	۶۲۱
۲۲۸	اعتراض نمبر ۵۷:	۶۲۶
۲۲۹	بیوی اور میاں کی ملاقات کے بغیر بھی اولاد حلال ہے۔	۶۲۶
۲۳۰	اعتراض نمبر ۵۸:	۶۲۸
۲۳۱	ثبوتِ نسب کا عجیب طریقہ۔	۶۲۸
۲۳۲	اعتراض نمبر ۵۹	۶۳۶
۲۳۳	سنی فقہ میں طلاق کی شان۔	۶۳۶
۲۳۴	امر اول کا جواب نمبر (۱)	۶۳۹
۲۳۵	امر دوم کا جواب نمبر	۶۴۲

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶۵۱	امر سوم کا جواب ۔ امر چہارم کا جواب	۲۳۶
۶۵۵	امر پنجم کا جواب	۲۳۷
۶۵۶	امر ششم کا جواب	۲۳۸
۶۶۳	اعتراض نمبر ۶۰:	۲۳۹
۶۶۷	زنا کی متعدد صورتوں میں حد کی تنسیخ ۔	۲۴۰
۶۷۵	ابو حنیفہ نامی شیعہ عالم اور مصنف کا ثبوت از کتب شیعہ۔ (القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد منصور بن حنون المغربی)	۲۴۱
۶۷۹	اعتراض نمبر ۶۱:	۲۴۲
۶۷۹	شراب کی سزا معاف	۲۴۳
۶۸۴	اعتراض نمبر ۶۲:	۲۴۴
۶۸۴	چوری کی متعدد صورتوں میں ہاتھ کاٹنے کی تنسیخ ۔	۲۴۵
۶۹۲	اعتراض نمبر ۶۳:	۲۴۶
۶۹۲	سنی فقہ میں تضادات کا بیان	۲۴۷
۶۹۹	اعتراض نمبر ۶۴:	۲۴۸
۶۹۹	سنی فقہ میں حلال جانوروں اور حرام جانوروں کے احکام	۲۴۹
۷۰۵	اعتراض نمبر ۶۵:	۲۵۰
۷۰۵	مختلف حرام جانوروں کی تحلیل ۔	۲۵۱
۷۰۹	اعتراض نمبر ۶۶۔ کھانے میں گر جائے تو اسے ڈبو دیں	۲۵۲
۷۱۲	اعتراض نمبر ۶۷: بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی جزء نہیں ۔	۲۵۳
۷۱۵	اعتراض نمبر ۶۸	۲۵۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۵۵	ولد الزنا (حرامی) کے پیچھے نماز جائز ہے۔	۷۱۵
۲۵۶	اعتراض نمبر ۶۹:	۷۱۹
۲۵۷	ظہر و عصر، مغرب، و عشاء ملا کر پڑھنا جائز ہیں۔	۷۱۹
۲۵۸	اعتراض نمبر ۷۰:	۷۲۵
۲۵۹	سنی فقہ میں ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے۔	۷۲۵
۲۶۰	اعتراض نمبر ۷۱:	۷۲۹
۲۶۱	شیعوں کی مخالفت میں انگوٹھی دائیں ہاتھ میں نہیں پہننی چاہیئے	۷۲۹
۲۶۲	اعتراض نمبر ۷۲:	۷۳۱
۲۶۳	بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا جائے تو وہ حلال ہے۔	۷۳۱
۲۶۴	اعتراض نمبر ۷۳، بعض نجس چیزوں کی حلت	۷۳۵
۲۶۵	اعتراض نمبر ۷۴: سنی فقہ میں گھوڑے کی حلت	۷۳۸
۲۶۶	اعتراض نمبر ۷۵: جوتوں، جرابوں اور عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔	۷۴۵
۲۶۷	اعتراض نمبر ۷۶: حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے۔	۷۴۶
۲۶۸	اعتراض نمبر ۷۷: اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنت عمر ہے	۷۴۹
۲۶۹	اعتراض نمبر ۷۸: غصبی مال کو کھانا جائز ہے۔	۷۵۴
۲۷۰	نوٹ: چند شیعہ راویوں کی ناجائز وکالت کا رد	
۲۷۱	بحث اول: ابوبصیر کی صفائی کہاں تک ہوئی	۷۵۷
۲۷۲	بحث دوم: زرارہ کی صفائی۔	۷۶۴
۲۷۳	عہد زریں	۷۷۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ مجتہدین میں سے آپ کو جو تفقہ فی الدین عطا فرمایا۔ وہ بے مثل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے دور کے اولیا کاملین میں سے ایک عظیم ولی اللہ تھے اور رب ذوالجلال نے آپ کے مقلدین میں بھی غوث وقطب اور ابدال پیدا فرمائے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری وساری رہے گا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء قاضی القضاۃ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ صاحب امالی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ ہی سے مستفیض ومستفید تھے۔ خود امام اعظم کے اساتذہ کرام آپ کی فقہی بصیرت اور ذہنی استعداد پر حیران تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی مخالفت کے لیے اگر ابلیس اٹھا۔ تو اس سے فضیلتِ آدم علیہ السلام کم نہ ہوئی موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرعون نے کانٹے بوئے۔ تو ناکامی کا منہ بالآخر اُسے ہی دیکھنا پڑا۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے اگر نمرود نے الاؤ تیار کیا۔ تو اس سے خلیل اللہ علیہ السلام کا بال بیکا نہ ہوا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ابولہب و ابوجہل نے بُرا بھلا کہا۔ تو رفعتِ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی نہ آئی۔ امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدیوں نے اگر محاصرہ کر کے شہید کر دیا۔ تو ان کی بجائے نام زندہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہی رہا۔ اسی طرح اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت، قرآن شناسی، حدیث فہمی اور قوت استدلال واستنباط میں دو لوگوں نے کیڑے نکالنے کی کوشش کی۔ تو اس سے شہرتِ امام موصوف کو مزید

Marfat.com

چار چاند لگے۔

ے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ان "لوگوں" میں سے کئی ہو گزرے ہیں اور کچھ آج بھی اپنی دوکان چمکانے کی فکر میں ہیں۔ انہی میں سے ایک "شپرہ چشم" غلام حسین نجفی شیعی بھی ہے۔ ابتدائیہ میں شاید میرا یہ "شپرہ چشم" کہنا آپ کو کچھ ناگوار گزرے لیکن جب آپ اس کا پہلا اعتراض پڑھیں گے۔ اور اس میں انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو یقین سے کہتا ہوں کہ آپ میرے اس لفظ کو اس کی شان میں "ادنیٰ لفظ" کہیں گے۔ نجفی شیعی نے امام اعظم پر کیے گئے اعتراضات کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور اس کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ" رکھا۔ اعتراضات میں کچھ ایسی روایات بھی ذکر کی گئیں جن کا فقہ حنفیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے ان کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔ ہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور ان کی فقاہت پر جو حملے کیے گئے۔ ان کا مسکت جواب دوں گا۔ جس سے قارئین کرام "حنفی فقہ" کی حقیقت اور معترض کی "صورت حمیرہ" آپ پر واضح ہو جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز

اس کے ساتھ ساتھ ہم ہر مقام پر انشاء اللہ "فقہ جعفریہ" (جو بد قسمتی سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے) کا آئینہ بھی دکھائیں گے۔ اور "جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا" کے تحت کچھ ہمارے قلم میں بھی روانی ہو گی۔ کیونکہ "احسان" وہاں مناسب ہوتا ہے جہاں اس کا کوئی "احسان مند" ہو۔ ورنہ اعدو الھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل الخ کے تحت اینٹ کا جواب پتھر سے دینا "عدل" ہوتا ہے۔ اب آیئے میدانِ سوال و جواب میں۔ اور دیکھئے کہ ظالم "وَ يَاتِي مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ" کا کیسے مصداق بنتے ہیں۔

Marfat.com

بَابُ اوّلْ

فقہ حنفی پر نجفی کے اعتراضات

Marfat.com

باب اوّل

فقہ حنفی پر نجفی کے اصولی اعتراضات

اعتراض نمبر ۱

پیغمبر اسلام کے صحابہ ہی اسلام کو بہتر جانتے تھے مگر سنیوں نے وہ ترک کر دیا

حقیقت فقہ حنفیہ

پیغمبر اسلام نے جو اسلام پہنچایا تھا۔ آنجناب کے اہل بیت اس اسلام کو دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے تھے۔ اور اہل بیت نبوت نے وہ اسلام ہم شیعوں تک پہنچایا ہے۔ پس صحیح اسلام ہمارے پاس ہے۔ اور حنفی حضرات جس اسلام کو فقہ حنفی کی شکل میں پیش کرتے ہیں ہم اس کو اسی طرح قبول نہیں کرتے۔ جس طرح مالکی شافعی حنبلی اور اہل حدیث سے قبول نہیں کرتے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲)

جواب:

اس اعتراض میں جو کچھ کہا گیا وہ یہ کہ اسلام چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور کسی معاملہ کو گھر والوں سے بڑھ کر دوسرا کوئی نہیں جانتا اس لیے اسلام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں تک جو پہنچا وہی صحیح اسلام ہے۔ اور یہ اسلام اہل تشیع کے پاس

Marfat.com

ہے ۔ حنفی فقہ قابل قبول نہیں۔ کیونکہ نہ اسے اہل حدیث مانتے ہیں۔ نہ شافعی و حنبلی اور اہلحدیث
گویا اس اعتراض کے دو حصے ہوئے۔

۱ ۔ اسلام شیعوں والا ہی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ اہل بیت کے واسطے سے پہنچا
۲ ۔ حنفی حضرات کا پیش کردہ اسلام قابل قبول نہیں کیونکہ اسے نہ مالکی، نہ شافعی
اور نہ ہی حنبلی وغیرہ تسلیم کرتے ہیں۔

Marfat.com

حصہ اوّل کی تردید

اہل بیت کرام کے پاس ہی اصل اسلام تھا۔ اور انہوں نے اپنے شیعوں کو ہی صرف وہ اسلام سکھایا۔ غلام حسین نجفی اور اس کے ہم نواؤں میں سے کسی نے بھی براہ راست، کسی اہل بیت سے کوئی حکم شرعی نہ لیا۔ اور نہ ہی انہوں نے ان چودہ سو سال بعد آنے والوں کو عالم ارواح میں اسلام سکھایا۔ بلکہ نجفی وغیرہ تک جو اسلام پہنچا وہ ان لوگوں کے توسل سے پہنچا۔ جو کسی امام کے دور میں موجود تھے۔ اور انہیں اس امام نے دین بتایا ہو۔ قطع نظر اس سے کہ اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے صرف اپنے شیعوں کو اسلامی احکام بتلائے۔ تو اس سے ائمہ اہل بیت پر اللہ کے احکام کو چھپانا لازم آتا ہے کیونکہ جب کوئی غیر شیعہ مسئلہ پوچھنے گیا تو انہوں نے اُسے گھر کا فرد نہ سمجھ کر مسئلہ بتانے سے انکار کر دیا۔ اور اگر بتا دیا تو پھر دو صورتیں ہوں گی صحیح بتایا ہوگا یا غلط اگر صحیح بتایا تو معلوم ہوا کہ گھر کے فرد کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس بھی صحیح اسلام منتقل ہوا۔ اسے صرف شیعوں تک محدود رکھنا حقائق کے خلاف ہوگا۔ اور غلط بتایا۔ تو شرعی مسئلہ غلط بتانے والا منصب امامت کے کہاں قابل؟

اب ہم اصل اعتراض کی طرف پھر لوٹتے ہیں۔ بات یہاں تک چلی تھی۔ کہ امام باقر یا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے نجفی وغیرہ آج کل کے مجتہد و ذاکرین کے پاس جو "صحیح اور اصلی اسلام" پہنچا وہ کئی واسطوں سے پہنچا۔ ائمہ اہل بیت سے براہ راست "صحیح اسلام" حاصل کرنے والوں نے بعد میں آنے والے شیعوں کو اُن کی تعلیمات پہنچائیں۔ تو گویا "صحیح اسلام" کا دارومدار ائمہ اہل بیت سے منتقل ہو کر ان کے بلاواسطہ شاگردوں کی طرف آ گیا۔ اب ہم

Marfat.com

شیعہ کتب سے یہ بتلاتے ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کو اپنے اِن بلاواسطہ شاگردوں پر کوئی اعتبار نہ تھا۔ اور اُن کی بددیانتی اور بدنظری کی بنا پر اُن پر لعن طعن تک کا قول موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِیْ هِشَامُ ابْنُ الْحَکَمِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ لَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا حَدِیْثًا اِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْاٰنَ وَ السُّنَّةَ اَوْ تَجِدُوْنَ مَعَهٗ شَاهِدًا مِنْ اَحَادِیْثِنَا الْمُتَقَدِّمَةِ فَاِنَّ الْمُغِیْرَةَ بْنَ سَعِیْدٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ دَسَّ فِیْ کُتُبِ اَصْحَابِ اَبِیْ اَحَادِیْثَ لَمْ یُحَدِّثْ بِهَا اَبِیْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالٰی وَسُنَّةَ نَبِیِّنَا۔۔۔۔۔ وَقَالَ لِیْ اِنَّ اَبَا الْخَطَّابِ کَذَبَ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) لَعَنَ اللّٰهُ اَبَا الْخَطَّابِ وَکَذٰلِكَ اَصْحَابَ اَبِی الْخَطَّابِ یَدُسُّوْنَ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثَ اِلٰی یَوْمِنَا هٰذَا فِیْ کُتُبِ اَصْحَابِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) فَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا خِلَافَ الْقُرْاٰنِ۔

(رجال کشی مصنفہ عمر بن عبدالعزیز الکشی ص ۱۹۵ در حالات مغیرہ بن سعید مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

ہشام بن حکم کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرمایا۔ ہماری طرف سے وہی حدیث قبول کرنا جو قرآن وسنت کے موافق ہو یا ہماری پہلے سے کہی گئی احادیث اس کی شہادت اور تائید کرتی ہوں۔ کیونکہ مغیرہ بن سعید ملعون نے میرے والدگرامی کے اصحاب کی کتابوں میں ایسی بہت سی حدیثیں ٹھونس دی ہیں جو میرے والد گرامی نے

Marfat.com

بیان ہی نہیں کی تھیں۔ خدا کا خوف کرو اور ہماری ایسی کوئی بات قبول نہ کرو۔ جو اللہ کے قول اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف ہو ....
امام رضا نے مجھے یہ بھی فرمایا۔ کہ ابوالخطاب نے بھی میرے والد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر من گھڑت حدیثوں کا بہتان باندھا۔ ابوالخطاب پر خدا کی پھٹکار۔ اسی طرح ابوالخطاب کے ساتھیوں نے بھی آج یہی وطیرہ بنایا ہوا ہے۔ کہ یہ سب میرے والد گرامی ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث میں اپنی طرف سے من گھڑت حدیثیں ٹھونستے ہیں۔ لہٰذا کوئی روایت جو خلاف قرآن ہو اُسے قبول نہ کرنا۔

رجال کشی:

عن هشام بن الحكم انّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ الله عليه السلام يَقُوْلُ كَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ يَتَعَمَّدُ الْكِذْبَ عَلٰى اَبِيْ وَ يَاْخُذُ كُتُبَ اَصْحَابِهٖ وَكَانَ اَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُوْنَ بِاَصْحَابِ اَبِيْ يَاْخُذُوْنَ الْكُتُبَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ فَيَدْفَعُوْنَهَا اِلَى الْمُغِيْرَةِ فَكَانَ يَدُسُّ فِيْهَا الْكُفْرَ وَالزَّنْدَقَةَ وَيُسْنِدُهَا اِلٰى اَبِيْ ثُمَّ يَدْفَعُهَا اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَيَاْمُرُهُمْ اَنْ يَبُثُّوْهَا فِي الشِّيْعَةِ۔

(رجال کشی ص ۱۹۶)

ترجمہ:

ہشام بن الحکم کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ مغیرہ بن سعید میرے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اُن کے اصحاب کی کتابیں لے لیتا۔ اس کے ساتھی میرے

Marfat.com

والد کے اصحاب سے چوری چھپے ملتے جلتے تھے۔ اس طرح وہ میرے والد کے اصحاب کی کتب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے جب انہیں کوئی کتاب ہاتھ لگتی تو وہ مغیرہ بن سعید کے پاس پہنچا دیتے۔ وہ اس میں کفر اور بے دینی (کی باتیں) ٹھونس دیتا۔ اور ان کی نسبت میرے والد کی طرف کر دیتا۔ اس طرح ہیرا پھیری کرنے کے بعد وہ کتاب واپس میرے والد گرامی کے اصحاب کو دے دی جاتی۔ اور ادھر اپنے ساتھیوں کو کہتا۔ کہ تم اس روایت و حدیث کو شیعوں میں پھیلا دو۔

رجال کشی:

عَنْ حَبِيْبِ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ لِلْحَسَنِ كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ لِلْحُسَيْنِ عليه السلام كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلٰى عَلِيِّ ابْنِ الْحُسَيْنِ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ السَّعِيْدِ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ

(رجال کشی ص ۱۹۷ تذکرہ مغیرہ بن سعید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حبیب خثعمی نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ امام حسن سے ایک کذاب جھوٹی حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔ حالانکہ اس نے امام موصوف سے وہ روایت سنی تک نہ ہوتی۔ اسی طرح امام حسین پر بھی کذب و افترا باندھنے والا تھا۔ اس نے بھی ان احادیث کی امام موصوف سے سماعت نہ کی تھی۔ مختار نامی شخص نے امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا۔ اور مغیرہ بن سعید نے امام باقر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

پر بہتان باندھے۔

توضیح :

امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک نہ ایک ضرور کذاب لگا رہا۔ جو ان کے نام سے کفر و بے دینی سے بھری روایات ذکر کرتا اور کمال چالاکی سے اُسے اپنے شیعوں میں پھیلا دیتا یہ کام اس قدر عام ہوا کہ خود حضرات ائمہ اہل بیت تک اس کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور کچھ کذاب و ملعون تو ایسے تھے۔ کہ ان کی اس شہرت اور جھوٹی حدیثوں کو لگاتار پھیلانے کا معاملہ اپنے بیگانے سبھی میں عام ہو گیا۔ جس بنا پر خود حضرات ائمہ اہل بیت نے ان کا نام لے کر ان کے کرتوت بتائے۔ اس لیے ہر امام نے ایسے لوگوں سے جہاں خبردار کیا وہاں واضح طور پر یہ بھی فرما دیا۔ کہ ہماری طرف سے ہر حدیث اور روایت کو تسلیم نہ کر لیا کرو۔ بلکہ قرآن و حدیث کے موافق پاؤ تو۔ ورنہ وہ کسی کذاب کی ہو گی جو ہماری طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اب نجفی صاحب بتائیں۔ کہ یہ "صحیح اسلام" ائمہ اہل بیت کے پاس تھا۔ لیکن ان سے جن واسطوں کے ذریعہ تم تک پہنچا۔ اُن پر خود امام نے لعنت ڈالی وہ اب کہاں سے تلاش کریں۔ اگر اس بارے میں نجفی وغیرہ یہ کہیں۔ کہ ان کذابوں کی روایات کو ہمارے اسماء الرجال کے ماہرین نے نشاندہی کر کے نکال باہر پھینکا ہے اب جو ذخیرہ اور مواد ہماری کتب احادیث میں ہے۔ وہ حضرات ائمہ کے قول کے مطابق قرآن و سنت کے موافق ہے۔ اس لیے "صحیح اسلام" اب بھی شیعوں کے پاس ہی ہے۔

تو اس دھوکا اور فریب کی قلعی ہم یوں کھولیں گے۔ کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ ہمارے اماموں کی احادیث قرآن کے مطابق ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس قرآن سے تمہاری مراد کون سا

Marfat.com

قرآن ہے۔ اگر موجودہ قرآن کہتے ہو۔ تو خود تمہارے اکابر کا متفقہ عقیدہ ہے۔ کہ یہ قرآن محرّف اور کمی بیشی سے بھرا پڑا ہے۔ اصل قرآن امام زمان غار سامرا میں لیے بیٹھے ہیں۔ اور اگر اس قرآن کے مطابق ہے۔ جو امام زمان کے پاس ہے۔ تو اس کے مضامین و آیات کا کسی شیعہ کو بھی علم نہیں۔ پھر ان کے ساتھ مطابقت کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

انوار نعمانیہ:

اَلثَّالِثُ اِنَّ تَسْلِیْمَ تَوَاتُرِهَا عَنِ الْوَحْيِ الْاِلٰهِيِّ وَكَوْنِ الْكُلِّ قَدْ اَنْزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ يَنْضِيْ اِلٰى طَرْحِ الْاَخْبَارِ الْمُسْتَفِيْضَةِ بَلِ الْمُتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةِ بِصَرِيْحِهَا عَلٰى وُقُوْعِ التَّحْرِيْفِ فِي الْقُرْاٰنِ كَلَامًا وَمَادَّةً وَاِعْرَابًا۔

(۱۔انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷ تذکرہ نور فی الصلوۃ طبع جدید تبریز)

(۲۔انوار نعمانیہ طبع قدیم ص ۲۲۷ دستی صفحہ)

ترجمہ:

موجودہ قرآن کے تبدیل شدہ ہونے پر تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ قرآن متواتر وحی الٰہی ہے۔ اور یہ کہ جبرائیل امین جسے لے کر آئے وہ مکمل طور پر یہی ہے۔ تو پھر ان اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ کو پھینکنا پڑے گا۔ جو صراحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

Marfat.com

کہ اس قرآن کریم میں مادہ، کلام اور اعراب ہر طرح سے تبدیلی ہوئی ہے؟

الحاصل:

ایک طرف ائمہ اہل بیت نے کذا بین کی من گھڑت روایات کا بیانگ دہل تذکرہ فرمایا۔ اور دوسری طرف اپنے ارشادات کو اس شرط کے ساتھ قبول کرنے کا ارشاد فرمایا۔ کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔ ان حالات میں اہل تشیع کے ہاں جو "صحیح اسلام" فقہ جعفریہ کی صورت میں ملتا ہے۔ یہی وہ اسلام ہے جسے نجفی وغیرہ صحیح اور گھر والوں کا اسلام کہہ رہے ہیں۔

اور خود گھر والے اس اسلام کے ناقلین سے بیزار ہیں۔ ان احادیث و روایات کی پرکھ کا طریقہ قرآن وسنت پر پیش کرنا تھا۔ موجود قرآن جب اہل تشیع کے نزدیک محرف ہے۔ تو اس پر پیش کرنا درست نہ ہوا۔ ان حقائق کی روشنی میں یہی بات سامنے آتی ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک جو احادیث موجود ہیں۔ وہ بقول ائمہ اہل بیت نامقبول ہیں۔ اور ان کی قبولیت کا جس پر دارومدار تھا وہ بھی محرف ہے۔ اس لیے "فقہ جعفریہ" کا صحیح اسلام ہونا تو درکنار اسلام کی اسے تو ہوا بھی نہ لگ سکی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ امام غائب سے کہیں کہ حضرت اب تشریف لائیے۔ اور اصلی قرآن ہمیں عطاء کیجئے۔ ہم اس کی روشنی میں اپنی فقہ جانچنا چاہتے ہیں۔ یا نئے سرے سے بنانا چاہتے ہیں۔ پھر جب وہ آئیں اصلی قرآن ساتھ لائیں۔ اور فقہ نئی مدون ہو تو نجفی صاحب خوشی منانے کے مستحق ہوں گے لیکن نہ امام آنے کے لیے تیار، نہ کسی کو اصلی قرآن دینے پر آمادہ تو پھر "صحیح اسلام" واقعی گھر والوں کے پاس رہا۔ اور وہ آسے غار میں لیے محو استراحت ہیں۔ کروڑوں امتیوں کے کفر و اسلام کی انہیں کوئی فکر نہیں۔ اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا کے وقت شائد زمین اس بوجھ کو خود باہر پھینکے۔ لیکن اس وقت کون

Marfat.com

دیکھے گا۔

تردید حصہ دوم:

نجفی نے فقہ حنفیہ کے تسلیم نہ کرنے کو ایک تشبیہ دے کر کہا کہ ہم فقہ حنفی کو اسی طرح نہیں مانتے جس طرح شافعی، مالکی اور حنبلی تسلیم نہیں کرتے چونکہ نجفی نے پہلے فقہ حنفی کو "صحیح اسلام" سے نکالا تھا۔ اور اپنے آپ کو صحیح اسلام والے بتایا تھا۔ اب اس تشبیہ کے ذریعہ کم از کم اتنا تو تسلیم کر لیا ہے کہ شافعی، مالکی اور حنبلی چونکہ احناف کے مخالف ہیں۔ اس لیے ان کا اسلام صحیح ہے۔ حالانکہ یہ تینوں فقہی مکاتب فکر بھی "گھر والے" نہیں ہیں، بلکہ جس طرح "حنفی"، "گھر والے" نہیں کہلاتے اسی طرح یہ بھی اہل تشیع نہ ہونے کی وجہ سے "غیر" ہی ہیں۔ ان کے ساتھ مماثلت اگر ہے تو صرف احناف کی مخالفت کی بنا پر ورنہ حقیقت حال کچھ اور ہے۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے۔ کہ حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی علماء کا باہم اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ بلکہ چند فقہی مسائل ہیں۔ جو اپنی اپنی اجتہادی رائے کے مطابق ہر ایک کے لیے واجب العمل ہیں۔ اور یہ اختلاف بھی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ احناف کے ساتھ فروعی مسائل میں اختلاف زیادہ تر شافعی المذہب علماء کا ہے۔ اس کے باوجود خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور مشکلات کے حل کیلیے مزار ابو حنیفہ کو اکسیر کہتے تھے۔ جب بغداد میں انہیں امام اعظم کے مزار پر حاضری کے دوران نماز ادا کرتے ہیں تو اپنے مسلک رفع یدین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کو جب امام ابو حنیفہ کی شان میں ایک قصیدہ پڑھتے سنا۔ تو اسے فرمائش کی۔ کہ بار بار پڑھو۔ اور ہر بار اسے انعام سے نوازا۔ اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَهٗ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهٗ يَتَضَوَّعٗ ثابت ہوا کہ ان حضرات کے ۰۰ بین

Marfat.com

اختلاف اصول پر نہ تھا۔ توحید و رسالت، آخرت ایسے اصول دین میں سب کا اتفاق ہے۔ لیکن اہل تشیع کے ساتھ اختلاف اصول دین میں ہے۔ کیونکہ مسئلہ امامت ان کے ہاں سب سے بڑا اصل دین ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے عقائد جعفریہ جلد دوم کا مطالعہ ضروری ہے۔ بہر حال فقہاء اربعہ کا اختلاف "اختلاف امتی رحمۃ" کا آئینہ دار ہے۔ اگر ایسے اختلافات کو صحیح اور غلط کا معیار بنایا جائے۔ تو پھر خود اہل تشیع بھی ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کی بنا پر کہیں کے نہ رہیں گے۔ اگر اعتبار نہیں تو فقہ جعفریہ جن کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ذرا اُن کے بارے میں ان کے چہیتے شیعہ کی گفتگو انہی کتابوں سے سنیئے

فرق الشیعہ

عمر ابن رياح زَعَمَ اَنَّهُ سَأَلَ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السلام عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَهُ فِيْهَا بِجَوَابٍ ثُمَّ عَادَ اِلَيْهِ فِيْ عَامٍ اٰخَرَ فَسَأَلَهُ عَنْ تِلْكَ الْمَسْئَلَةِ بِعَيْنِهَا فَاَجَابَهُ فِيْهَا بِخِلَافِ الْجَوَابِ الْاَوَّلِ فَقَالَ لِاَبِيْ جعفر هٰذَا خِلَافُ مَا اَجَبْتَنِيْ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ الْعَامَ الْمَاضِيْ فَقَالَ لَهُ اِنَّ جَوَابَنَا رُبَمَا خَرَجَ عَلٰى وَجْهِ التَّقِيَّةِ فَشَكَّ فِيْ اَمْرِهٖ وَاِمَامَتِهٖ فَلَقِيَ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ جَعْفَرٍ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ لَهُ

اَبَا جَعْفَرٍ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَنِيْ فِيْهَا بِجَوَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُهُ اِنِّيْ سَأَلْتُ عَنْهَا فِيْ عَامٍ اٰخَرَ فَاَجَابَنِيْ فِيْهَا بِخِلَافِ جَوَابِهِ الْاَوَّلِ فَقُلْتُ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ ذَالِكَ فَقَالَ فَعَلْتُهُ لِلتَّقِيَّةِ وَقَدْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنِّيْ مَا سَأَلْتُهُ عَنْهَا اِلَّا وَاَنَا صَحِيْحُ الْعَزْمِ

Marfat.com

عَلَى التَّدَيُّنِ بِمَا يُفْتِيْنِي بِهِ وَ قَبُوْلِهِ الْعَمَلَ بِهِ فَلَا
وَجْهَ لِاتِّقَائِهِ اِيَّايَ وَهٰذِهِ حَالِيْ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدُ
بْنُ قَيْسٍ فَلَعَلَّهُ حَضَرَكَ مَنِ اتَّقَاهُ فَقَالَ مَا حَضَرَ
مَجْلِسَهُ فِيْ وَاحِدَةٍ مِنَ الْمَسْئَلَتَيْنِ غَيْرِيْ لَا وَلٰكِنْ
جَوَابَيْهِ جَمِيْعًا خَرَجَا عَلٰى وَجْهِ التَّبْخِيْتِ وَلَمْ
يَحْفَظْ مَا اَجَابَ بِهِ فِي الْعَامِ الْمَاضِيْ فَيُجِيْبُ بِمِثْلِهِ
فَرَجَعَ عَنْ اِمَامَتِهِ وَقَالَ لَا يَكُوْنُ اِمَامًا مَنْ يُفْتِيْ
بِالْبَاطِلِ عَلٰى شَيْءٍ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ وَلَا فِيْ حَالٍ
مِنَ الْاَحْوَالِ وَلَا يَكُوْنُ اِمَامًا مَنْ يُفْتِيْ تَقِيَّةً بِغَيْرِ
مَا يَجِبُ عِنْدَ اللّٰهِ۔

(فرق الشیعہ ص ۶۰ تا ۶۱ ذکر عمر
ابن ریاح مطبوعہ نجف حیدریہ)

ترجمہ:

عمر بن ریاح کا زعم ہے۔ کہ اس نے امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ ایک سال کے بعد پھر واپس آیا۔ اور وہی پچھلے سال والا سوال کیا۔ لیکن امام باقر نے اب اس کا جواب پہلے جواب سے مختلف دیا۔ اس پر اس نے امام محمد باقر سے کہا۔ آپ کا اس مرتبہ دیا گیا جواب گذشتہ سال دیئے گئے جواب کے خلاف ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ ہم بسا اوقات سوالات کے جواب بطور تقیہ دیتے ہیں۔ اس بات سے عمر بن ریاح کو امام باقر کی امامت اور ان کی شخصیت نے مشکل میں ڈال دیا۔ پھر وہ ابو جعفر کے ایک ہم نشین

Marfat.com

محمد بن قیس بے لا۔ اور کہا۔ کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر سے ایک سوال کیا
انہوں نے جواب دیا۔

۔ پھر وہی سوال جب ایک سال کے وقفہ کے بعد پوچھا۔ تو جواب
پہلے جواب سے مختلف دیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ آپ نے ایسا کیوں
کیا ہے۔ کہنے لگے بطور تقیہ کیا ہے۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں نے
اُن سے سوال کیا تھا۔ تو میری صحیح نیت تھی کہ جو فرمائیں گے اُسے ہی میں
اپنا دین بناؤں گا۔ اور اسی پر عمل پیرا ہو جاؤں گا۔ اس کے باوجود ان
کا میرے ساتھ بطور تقیہ گفتگو کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ ؟ یہ سُن کر محمد بن
قیس بولا۔ شائد اس وقت تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص امام کی مجلس میں
موجود ہو۔ جس کی بنا پر تقیہ کی ضرورت پیش آئی ہو۔ عمر بن ریاح نے کہا۔
دونوں مرتبہ سوال کرتے وقت میرے ساتھ کوئی ایسا شخص امام کی مجلس میں موجود نہ تھا۔
لیکن ان کے یہ دو جواب دینے ناکامی کی وجہ سے ہیں۔ اور انہیں
گزشتہ سال کا دیا جواب یاد نہ رہا۔ تاکہ اب بھی ویسا ہی جواب
دیتے۔ اس کے بعد عمر بن ریاح نے امام باقر کی امامت سے رجوع
کر لیا۔ اور کہنے لگا۔ وہ شخص ہرگز امام نہیں ہو سکتا۔ جو کسی وجہ پر اور کسی وقت
بھی غلط فتویٰ دے۔ اور نہ ہی وہ امام ہو سکتا ہے۔ جو ایسے فتوے دے
جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست نہ ہوں۔

قارئین کرام! نجفی نے فقہ حنفی پر جو اعتراض کیا تھا۔ اگر ایسی بات کا اپنے گھر میں دیکھنا نصیب ہوتا۔ تو کبھی "فقہ جعفریہ" کا بیڑہ کار نہ کہلاتا۔ عمر بن ریاح کی بات تھی بھی درست۔ جب احکام شرعیہ کا منبع اور مرکز ہی غلط مسئلے بتانے لگ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو چھپاتا پھرے۔ تو پھر اس مرکز و منبع کے نام پر کسی اسلام کی بنیاد

Marfat.com

رکھا کون اُسے "صحیح اسلام" کہے گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ "فقہ جعفریہ" نام کے اعتبار سے امام جعفر صادق کی تعلیمات پر مشتمل دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اس میں بکثرت ایسی روایات ہیں۔ جو من گھڑت اور تقیہ کے روپ میں بیان ہوئیں۔ گویا اصل اسلام تو وہ تھا۔ جو ان اماموں نے چھپائے رکھا۔ اور جو ظاہر کیا وہ تقیہ کے طور پر ہونے کی وجہ سے غلط تھا۔ اُسی ظاہری ارشادات کے مجموعہ کا نام "فقہ جعفریہ" ہے۔ جسے نجفی "صحیح اسلام" کہہ رہا ہے۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے افراد ہونے کی وجہ سے اسلام کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اور صحیح جانتے تھے حنفی فقہ کو تو شافعی وغیرہ تسلیم نہیں کرتے لیکن خود حنفی تو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفری کو تو خود اس کے بانیوں نے تسلیم نہیں کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲

ابوبکر و عمر نے دین کو بگاڑ دیا تھا حضرت علی نے اس کی اصلاح فرمائی اس لیے ابوبکر و عمر والی شریعت نہیں چاہیئے۔ :

حقیقت فقہ حنفیہ:

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ صحابہ کرام میں سے ابوذر، سلمان، مقداد، عمار، بلال اور ابوایوب انصاری وغیرہ نے صحابہ کرام سے جو احادیث معتبر طرق سے نقل کیں۔ حجت ہیں۔ اور حضرت علی سے لے کر امام مہدی تک ائمہ اہل بیت نے جو احادیث نبوی بیان فرمائیں ہیں اور صحیح اسناد سے ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ حجت ہیں۔

خلاصہ:

مذکورہ شیعوں نے جو اسلام کی تشریح کی ہے۔ اور جو شکل و صورت پیش کی ہے

Marfat.com

ہم اس کو صحیح اسلام اور دین محمدی سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت کے بزرگوں نے مثلاً ابوہریرہ، ابو بکر، عمر، عثمان، نعمان، شافعی، مالکی، احمد بن حنبل، بخاری مسلم، غزالی، رازی ابن تیمیہ ابن عربی اور ابن کثیر وغیرہ نے جو شکل و صورت اسلام کی پیش کی ہے۔ چودہ سو برس کی تاریخ گواہ ہے۔ کہ شیعہ اسے کسی قیمت پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ جناب امیر نے شیخین کے بگڑے ہوئے اسلام کی اصلاح فرمائی تھی۔ البتہ آنجناب نے اپنی پوری رعایا کو اس پر چلنے کے لیے مجبور نہیں کیا تھا۔ اور یہی انصاف ہے۔ کہ حاکم اپنی رعایا کو اپنے عقیدہ پر چلنے کے لیے مجبور نہ کرے۔ اور نہ اس پر ان کا قتل عام کرے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳)

جواب:

نجفی اس اعتراض میں مولوی عبدالستار تونسوی کی ایک بات کا جواب دینا چاہتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ جب ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے دین و اسلام کو اپنے دور خلافت میں بگاڑا تھا۔ تو اس بگاڑ کو حضرت علی المرتضیٰ نے کیوں درست نہ کیا؟ اس کا نجفی نے یہ جواب دیا۔ کہ علی المرتضیٰ نے اُسے درست ضرور کیا تھا لیکن اس صحیح اسلام پر چلنے کی پابندی نہیں لگائی تھی۔ لہٰذا جن لوگوں نے اصلاح شدہ دین اسلام قبول کیا وہ آپ کے شیعہ کہلائے۔ اور جنہوں نے اپنی مرضی سے وہی دین جو ابو بکر و عمر کا تھا قبول کیے رکھا۔ اور اس کی اصلاحی صورت سے منہ گردانی کی۔ وہ اہلسنت کہلانے لگے۔ گویا شیعوں کے پاس حضرت علی المرتضیٰ، ابوذر، سلمان، مقداد وغیرہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کا اسلام ہے۔ اور سنیوں کے پاس رہی ابو بکر و عمر کا اسلام ہے جو بگاڑ دیا گیا تھا۔ علی المرتضیٰ نے دین میں اصلاح فرمانے کے باوجود انہیں اصلاح شدہ اسلام پر چلنے کا پابند نہ بنایا تھا۔ اس اعتراض میں بطور خلاصہ دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلے یہ کہ شیخین نے دین بگاڑا تھا۔ دوسری یہ کہ علی المرتضیٰ نے اسے درست کیا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں

Marfat.com

درست نہیں ہیں۔

پہلی بات کی تردید:

ابوبکر و عمر کا دین کو بگاڑنا اور اس وجہ سے کسی شیعہ (جن میں ائمہ اہل بیت بھی ہیں) کا ان کی کوئی بات تسلیم نہ کرنا غلط ہے۔ کیونکہ خود شیعہ کتب میں گواہ ہیں۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افعال و اعمال ائمہ اہل بیت کے لیے کسی بھی شرعی مسئلہ میں حجت رکھتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ:

وعن عروۃ بن عبد اللہ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ عَنْ حِلْیَۃِ السُّیُوْفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَیْفَہٗ قُلْتُ فَتَقُوْلُ الصِّدِّیْقُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَۃً وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ وَقَالَ لَھُمُ الصِّدِّیْقُ نَعَمِ الصِّدِّیْقُ نَعَمِ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَمْ یَقُلْ لَہٗ صِدِّیْقٌ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ لَہٗ قَوْلًا فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ۔

(کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۴۷ ذکر فی معاجز الامام مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:

عروہ بن عبداللہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا تلوار پر زیورات لگانے درست ہیں۔ فرمایا کوئی حرج نہیں

Marfat.com

کیونکہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو زیورات سے مزین کیا تھا۔ میں نے کہا حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہہ رہے ہیں؟ یہ سن کر آپ اپنی جگہ سے اچھلے۔ اور قبلہ رخ ہو کر فرمایا۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ اور جو انہیں صدیق نہیں کہتا، اللہ تعالیٰ اس کی کسی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔

توضیح:

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے بتائے گئے مسائل کی تائید وحجت کے طور پر پیش کرتے تھے اور یہ دلیل ہے۔ اس امر کی کہ یہ لوگ ان کے دین واسلام کو صحیح سمجھتے تھے۔ اور قول وعمل میں انہیں سچا ہونے اور سمجھنے کی بنا پر "صدیق" کہتے تھے۔ اسی طرح امام زین العابدین نے بھی ایک موقعہ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور حق رسی کی داد دی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ابن حدید:

ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ رَجَعَ الْاَمْرُ اِلَیَّ لَقَضَيْتُ فِيْهِ بِقَضَاءِ اَبُوْبَكْرٍ۔

(شرح ابن حدید جلد ۱۶ ص ۸۲)

توجمہ:

(حضرت علی کے ایک خط کی شرح کرتے ہوئے جو آپ نے عثمان بن حنیف کی طرف بھیجا) پھر زید نے کہا۔ ـــــ مجھے اللہ کی

Marfat.com

قسم! اگر باغ فدک کے جھگڑے کا معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں بھی اس میں وُہی فیصلہ کرتا۔ جو ابو بکر صدیق نے کیا تھا۔

ان دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دین کا محافظ اور پاسدار ہی سمجھا۔ اور ان کے قول و فعل کو حجت مانا۔ لیکن نجفی وغیرہ نام نہاد "غلامان اہل بیت"، نہ اہل بیت کے غلام ہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ابو بکر و عمر کے خیر خواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

دوسری بات:

"ابو بکر نے دین بگاڑا اور اسے علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے درست کیا" یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضےٰ اور دیگر ائمہ اہل بیت ابو بکر و عمر کو "عادل" کہتے ہیں۔ اور انہیں دین حق پر استقامت والا کہتے ہیں۔ اور اسی حق پر ان کا انتقال بھی ہوا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ملاحظہ ہو۔

اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ

یعنی ابو بکر و عمر دونوں عادل امام تھے۔ دونوں انصاف کرنے والے تھے۔ دونوں حق پر رہے اور حق پر ہی انتقال فرمایا ان حالات میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی اور دیگر ائمہ اہل بیت دین کے بگاڑنے والے نہ سمجھتے تھے۔ اور اگر بقول نجفی یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دین کو بگاڑا اس بگاڑ کو علی المرتضیٰ نے درست کیا۔ تو پھر ان کی کتابوں میں علی المرتضےٰ کی اس میں ناکامی کا کیا جواب ہوگا۔ ان کے بڑے مجتہد جناب نور اللہ شوستری اس موضوع پر کیا کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

مجالس المومنین:

چوں حضرت امیر درایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابی بکر وعمر را معتقد اند وایشاں را برحق می دانند قدرت براں نداشت باشد کہ کاری کند کہ دلالت برفساد خلافت ایشاں داشتہ باشد بنا برآنکہ مخالفت قول وفعل ایشاں را دلیل است برآنکہ ایشاں ظالم بودہ اند ولیاقت خلافت حضرت پیغمبر نداشتند۔ وچگونہ قدرت براں داشتہ باشد۔ وحال آنکہ اکثر اہل آں زماں را اعتقاد آں بود کہ امامت حضرت امیر مبنی برامامت ایشاں است وفساد امامت ایشاں را دلیل فساد امامت او می دانند ومشہور است کہ حضرت امیر درایام خلافت مردم را از نماز تراویح کہ بدعت عمر است منع کرد وایشاں بفریاد آمدند وآواز بلند کردند۔ کہ واعمراہ تا آنکہ آں حضرت بنا برمصلحت وقت ایشاں را بحال خود داشت۔

(مجالس المومنین جلد ۱ ص ۵۴ در ذکر فدک مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

جب علی المرتضٰے نے اپنے دور خلافت میں دیکھا کہ لوگوں کی کثرت ابوبکر وعمر کی حسن سیرت کی معتقد ہے۔ اور انہیں حق پر سمجھتی ہے۔ تو آپ کو ہرگز یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ کوئی ایسا کام کریں۔ جو ان دونوں کی خلافت کے فاسد اور غلط ہونے پر دلالت کرے۔ کیونکہ ان دونوں کے قول وفعل کی مخالفت کرنا اس بات کی دلیل بن جاتی کہ یہ

Marfat.com

دونوں ظالم تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کی ان میں اہلیت نہ تھی۔ ایسا کرنے کی حضرت علی المرتضیٰ کو ہمت بھی کیسے ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس وقت کی اکثریت یہ اعتقاد رکھتی تھی۔ کہ ان کی امامت کا دراصل ابوبکر و عمر کی امامت پر دارو مدار ہے۔ اور ان دونوں پر امامت کا فاسد ہونا خود ان کی اپنی امامت کو فاسد کرنا تھا۔ یہ بات مشہور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو جب نماز تراویح سے منع کیا۔ جو حضرت عمر کی شروع کردہ تھی۔ تو لوگوں نے شور و غوغا بلند کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ اس شور و غوغا کے باعث وقت کی مصلحت کے پیش نظر آپ نے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

توضیح:

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر و عمر کے بگاڑے ہوئے دین کو درست کرنا چاہا۔ لیکن ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ اس سے خود ان کی امامت و خلافت خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ اور ایک آدھ کوشش کر کے دیکھ لی۔ کہ عوام کی اکثریت ایسا برداشت نہیں کر سکتی۔ لہٰذا آپ نے دین و اسلام کو اسی طرح چھوڑ دیا۔ جس حالت پر ان کے پاس پہنچا تھا۔ خود بھی اسی پر عمل کرتے رہے۔ اور لوگوں کو بھی اسی پر عمل کرتے رہنے دیا۔ اب ان سے جو دین لوگوں نے سیکھا۔ اور اہل بیت نے اس درس گاہ سے جو کچھ حاصل کیا۔ وہ وہی تھا۔ جو ابوبکر و عمر کا قول و فعل تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ "وہ صحیح اسلام" اگر اہل بیت کے پاس ہے۔ تو وہ بھی شیخین سے ان کو ملا۔

Marfat.com

نوٹ:

مجالس المومنین کی مذکورہ عبارت کے مضمون کو ہم قطعاً درست تسلیم نہیں کرتے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب منصب خلافت سنبھالنے سے قبل خلفاء ثلاثہ کے مشیر رہے۔ اور ان کے مشورے اور فیصلہ جات پر وہ عمل کرتے رہے۔ اور پھر ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہنے کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔ تو پھر یہ کس منہ سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ابوبکر نے دین کو بگاڑا اور علی المرتضیٰ اُن کے مشیر بھی رہے۔ اس لیے نہ انہوں نے دین بگاڑا۔ اور نہ علی المرتضیٰ نے اسے درست کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب فرضی کہانیاں ہیں۔

اعتراض نمبر ۳

حالتِ تقیہ ختم ہو گئی ہے اس لیے شیعوں کو اپنی فقہ آزادی سے عمل در آمد کی اجازت ہونی چاہیئے

جب اہل سنت کے خلفاء اور حکام ان پر ظلم کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے تو شیعوں نے اپنی جان بچانے کی خاطر تقیہ کیا۔ اور اس میں کیا حرج ہے۔ اب جبکہ شیعوں کو جان کا خطرہ نہیں رہا۔ تو تقیہ کی ضرورت بھی نہیں۔ پس شیعوں کا یہ جائز مطالبہ ہے کہ ہم اپنے امور زندگی میں فقہ جعفریہ پر عمل کریں گے۔

(حقیقت حنفیہ ص ۱۴)

جواب:

مندرجہ بالا عبارت ایک اعتراض یا اپنے عقیدہ پر عمل کرنے کی تلقین کے جواب میں ہے۔ وہ یہ کہ اب اہل تشیع حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ" کا نفاذ کرو۔ ان کے اس مطالبہ پر عبدالستار تونسوی نے لکھا کہ تمہارا یہ مطالبہ دراصل اپنے مسلک سے دستبرداری کے مترادف ہے۔ لہٰذا تمہیں یہ مطالبہ نہیں کرنا

Marfat.com

چاہیئے۔ کیونکہ "تقیہ" کا تمہیں تمہارے ائمہ نے ہر دور میں حکم دے رکھا ہے۔ اب بھی تقیہ کی زندگی بسر کرو۔ اور چار و ناچار اہل سنت کے حکومتی قوانین کے تحت زندگی بسر کرو۔ نجفی نے اس مطالبہ کی تائید کی اور تقیہ کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر مندرجہ بالا عبارت میں بیان کیا۔ یعنی "تقیہ ہم ضرور کرتے رہے۔ لیکن یہ اس دور کی بات ہے۔ جب اہل سنت کے حکام و خلفاء ہم پر ظلم و تشدد کرتے تھے۔ ایسے حالات میں ہمارے ائمہ نے ہمیں جان بچانے کے لیے "تقیہ" کا لازمی حکم دیا۔ جب تقیہ کی علت اب موجود نہیں یعنی جان کا خطرہ اہل تشیع کو نہیں۔ تو پھر تقیہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ لہذا الغاء فقہ جعفریہ کا مطالبہ اور تقیہ ان دونوں میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں ہے۔

نجفی کے بقول ان کے ائمہ نے جان کے خطرے کے پیش نظر "تقیہ" کی اجازت دی۔ یہ بات یا تو اسے اپنے مسلک کی صحیح معلومات نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یا دھوکہ اور فریب سے متجاہل بن کر اپنے ائمہ کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی ہے۔ جہاں تک شیعوں پر اہل سنت کے خلفاء کا ظلم کرنا اور ان سے انہیں اپنی جان کا خطرہ رہنے کا ذکر کیا گیا یہ ایک طویل بحث ہے۔ اس کے بارے میں مختلف عنوانات کے تحت تفصیلی بحث فقہ جعفریہ میں کر چکے ہیں۔ سردست یہاں نجفی کے اس دھوکہ سے آگاہ کرنا ہے۔ کہ "تقیہ"، کیا بوقت ظلم جائز تھا۔ اور پھر ظلم اٹھ جانے پر اس کی اباحت نہیں رہتی؟ اس بارے میں انہی حضرات کے اقوال ملاحظہ ہوں کہ جنہوں نے (بقول نجفی) اہل تشیع کو "تقیہ" کی اجازت دی ہے۔

جامع الاخبار:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ تَرَكَ تَقِيَّةً قَبْلَ خُرُوْجِ قَائِمِنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

Marfat.com

مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا۔

(جامع الاخبار ص ۲۸۔ الفصل الثالث والاربعون فی التقیہ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس (شیعہ) نے ہمارے قائم (امام مہدی) کے تشریف لانے سے قبل وہ تقیہ، کرنا چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں ...... امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے بھی ہمارے امور میں سے کوئی امر لوگوں میں پھیلا دیا۔ گویا اس نے ہمیں قتل کر دیا۔

جامع الاخبار:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (ع) يَغْفِرُ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ كُلَّ ذَنْبٍ وَيُطَهِّرُ مِنْهُ فِي الْاٰخِرَةِ مَا خَلَا ذَنْبَيْنِ تَرْكِ التَّقِيَّةِ وَتَضْيِيْعِ حُقُوْقِ الْاِخْوَانِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ الفصل فی التقیہ)

ترجمہ:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنین کے تمام گناہ معاف کر دے گا اور آخرت میں ان سے پاک کر دے گا۔ مگر دو گناہ ایسے ہیں (جن کی نہ مغفرت ہو گی اور نہ ہی آخرت میں ان سے پاکیزگی) پہلا تقیہ کو چھوڑ دینا اور دوسرا بھائیوں کے حقوق ضائع

Marfat.com

کرنا۔

مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام مہدی کے خروج تک تقیہ نہ کرنے والے کو "شیعوں" سے نکال دیا۔ اور پھر ایسے کو اپنا قاتل تک قرار دیا۔ امام زین العابدین نے تقیہ نہ کرنے کو ناقابل معافی جرم قرار دیا۔ ان اقوال کی روشنی میں "فقہ جعفریہ" کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والا بقول امام جعفر صادق شیعہ ہی نہیں رہا۔ اور ایسا مطالبہ کر کے اس نے اپنے امام کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔ اور بقول امام زین العابدین یہ مطالبہ "ناقابل معافی جرم" ہے۔

نوٹ:

غلام حسین نجفی نے تقیہ کرنے کی تائید در اثبات میں ابو بکر صدیق کے غار ثور میں تقیہ کرنے، عثمان غنی کا گھر میں بیٹھا رہنا۔ اور امیر معاویہ کا فتح مکہ سے چند دن پہلے تک ایمان چھپائے رکھنا، یہ مثالیں پیش کر کے کہا۔ جب ان حضرات نے تقیہ کیا ہے۔ تو پھر ہمارے لیے بھی جائز ہے .... یہ ایک دھوکہ ہے۔ اس کا مختصر جواب یوں ہے۔ کہ ہم اہل سنت کے ہاں جب جان کا خطرہ ہو۔ تو کلمہ کفر زبان سے ادا کر لینے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر کسی نے اس کی بجائے موت کو ترجیح دی تو وہ شہادت کی موت ہو گی۔ اس مسئلہ میں اہل تشیع کے نزدیک اگر کلمہ کفر نہیں بولا جاتا۔ تو شہادت نہیں بلکہ وہ ائمہ اہل بیت سے تعلق توڑ بیٹھا ہے۔ اور یہ گناہ قیامت کو بھی معاف نہ ہو گا۔ لہذا ایسا شخص جہنمی ہے۔ اور تقیہ کی اہل تشیع کے نزدیک بہت وسعت ہے۔ حتی کہ دین کا دارو مدار اسی پر رکھا گیا ہے۔ لہذا اہل سنت کا تقیہ اور ہے اہل تشیع کا اور

جامع الاخبار:

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلام لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ

Marfat.com

وَاِنَّ التَّقِیَّۃَ لَاَوْسَعُ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۹، الفصل الثالث

والاربعون فی التقیہ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس کا وطیرہ تقیہ کرنا نہیں وہ بے دین ہے۔ اور یقیناً تقیہ میں زمین و آسمان کے خلا سے زیادہ وسعت ہے

اعتراض نمبر ۴

فقہ حنفی رسول کیطرف منسوب ہے نہ صحابہ کیطرف اور اس میں کتے کے چمڑے کی طہارت جیسے فتوے بھی ہیں۔

فقہ حنفی نہ ہی رسول اللہ سے منسوب ہے۔ نہ ہی ابو بکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم اور نہ ہی یزید سے منسوب ہے۔ یہ فقہ صرف ابو النعمان کی طرف منسوب ہے۔ اور حضرت نعمان کی فقہ وہ ہے۔ جس میں کتے کا چمڑا بھی پاک سمجھا جاتا ہے۔ پس ایسی فقہ کو ہم نہیں مانتے ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ ہم ایسی فقہ پر عمل کریں گے۔ جو ہمارے بارہ اماموں کی روشنی میں درست ہے۔ (فقہ حنفیہ ص ۱۶)

جواب:

غلام حسین نجفی نے "فقہ حنفیہ" کی نسبت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ عبدالستار تونسوی کی عبارت کا تقابلی طریقہ ہے۔ بہر حال اتنی بات دونوں میں مشترک ہے۔ کہ اگر فقہ حنفیہ رسول اللہ یا آپ کے اصحاب میں سے کسی طرح منسوب نہیں۔ تو فقہ جعفریہ بھی تو ایسی ہی ہے۔ ہم اس لفظی تقابل کو یہیں چھوڑتے ہیں۔ اصل اعتراض کی طرف لوٹتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس میں کتے کا چمڑا پاک قرار دیا گیا۔ لہذا ہم ایسی فقہ کو نہیں مانتے۔ کتے کے چمڑے کا پاک ہونا ایک جزئی مسئلہ ہے۔ جو اپنے پیچھے قانون

Marfat.com

ضابطہ یا اصل رکھتا ہے۔

اصل یہ ہے۔ کہ فقہ حنفی میں "نجس العین" خنزیر ہی ہے۔ اس کے سوا دیگر حیوانات گندے ناپاک اور حرام بے شک ہیں۔ لیکن اس کی نجاست اُن تمام سے بڑھ کر ہے۔ کتے کے چمڑے کا مسئلہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ کہ اگر شرعی طریقہ کے مطابق کسی نے کتے کو ذبح کر دیا۔ اور اُس سے خون بہہ گیا۔ تو اس کی کھال (چمڑا) پاک ہو گا۔ لیکن ایسا کرنے سے خنزیر کا چمڑا ہرگز پاک نہیں ہو سکتا۔ لیکن حیرانی کی بات ہے۔ کہ اگر کسی فقہ میں کتے کا چمڑا پاک کہا گیا۔ تو وہ ناقابل عمل ہو گئی۔ اور اگر کسی میں خنزیر کے چمڑے کو پاک کہا گیا تو اس کے نفاذ کا مطالبہ؟

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَسُئِلَ الصَّادِقُ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِیْرِ یُجْعَلُ دَلْوًا یُسْتَقٰی بِهِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۹ ذکر فی المیاہ الخ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ خنزیر کا چمڑا پاک پلید کیسا ہے۔؟ اگر اس کا ڈول بنا کر پانی پینے کے لیے کنوئیں سے نکالا جائے۔ تو اُس پانی کے بارے میں کیا حکم ہے۔؟ فرمایا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (جائز ہے)

نوٹ:

"فقہ جعفریہ" میں صرف دو حیوانات نجس و حرام ہیں۔ ایک کتا دوسرا خنزیر۔

Marfat.com

لیکن بعض اہل تشیع ان دونوں کو بھی جب تک یہ زندہ ہوں نجس نہیں مانتے۔ ہاں مرجانے کے بعد ان کی نجاست کے قائل ہیں۔ حوالہ درج ذیل ہے۔

المبسوط:

وَ اَمَّا مَا حُرِمَ شَرْعًا فَجُمْلَتُهُ اَنَّ الْحَيَوَانَ ضَرْبَانِ طَاهِرٌ وَ نَجِسٌ فَالنَّجِسُ اَلْكَلْبُ وَ الْخِنْزِيْرُ وَمَا تَوَالَدَ مِنْهُمَا اَوْمِنْ اَحَدِهِمَا وَمَا عَدَاهُمَا كُلُّهُ طَاهِرٌ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَ الْخِنْزِيْرَ قَالَ اِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيْرُ وَ الْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَ الْمَوْتِ۔

(المبسوط جلد ۶ ص ۲۷۹ ذکر ما یحل اکلہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بہرحال جو شرعاً حرام کر دیئے گئے۔ تو بات یہ ہے کہ تمام حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ طاہر اور کچھ نجس۔ کتا اور خنزیر اور ان دونوں سے یا ایک سے پیدا ہونے والا ہر جانور نجس ہے۔ ان دو کے سوا تمام حیوانات جب تک زندہ ہیں پاک ہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے۔ کہ حیوان کتے خنزیر سمیت تمام پاک ہیں۔ جب تک زندہ ہیں۔ انہوں نے اس حکم سے کتے خنزیر کو بھی نہیں نکالا۔ اور کہا کہ یہ دونوں قتل یا موت کے ساتھ ناپاک ہوتے ہیں۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ

اہل تشیع کے نزدیک کتا اور خنزیر دونوں زندہ ہوں یا مردہ پاک ہیں۔ ان دونوں کے زندہ ہوتے وقت طہارت کی دلیل "الحیوان کلہ طاھر فی حال حیاتہ" مذکور ہوئی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ سوچیں۔ کہ ان دونوں کے مرنے کے بعد طہارت کیسے ثابت ہوئی۔ تو من لا یحضرہ الفقیہ کا حوالہ آپ دوبارہ پڑھیں۔ اس میں خنزیر کی کھال کو ڈول بنانے کا سوال کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے چمڑے کا ڈول بنانے کا سوال کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے چمڑے کا ڈول اس کے زندہ رہتے ہوئے تو نہیں بنایا جا سکتا۔ خنزیر مرا یا مارا گیا۔ پھر کسی نے اس کی کھال اتاری۔ اس کا ڈول بنایا اور اس سے پانی نکالا۔ اگر کھال اتنے مراحل کے بعد بھی طاہر ہے۔ تو پھر خنزیر کی نجاست کدھر گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کتے اور خنزیر کے مرنے کے بعد اس کی کھال اہل تشیع کے نزدیک طاہر ہے۔ بلکہ خنزیر کو اگر کوئی کھاتا ہے۔ اور ایک آدھ مرتبہ نہیں بلکہ بار بار کھاتا ہے۔ تو فقہ جعفریہ میں ایسا شخص صرف ڈانٹ کا مستحق ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

وَبِهٰذَا الْاَسْنَادِ عَنْ اسحاق بن عمار عن اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ اَكْلُ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ عَلَيْهِ اَدَبٌ فَاِنْ عَادَ اُدِّبَ فَاِنْ عَادَ اُدِّبَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ۔

(فروع کافی جلد ۷ ص ۲۴۲ کتاب الحدود مطبوعہ تہران)

Marfat.com

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے مُردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھایا۔ اُسے ڈانٹ پلائی جائے۔ پھر اگر اعادہ کرے۔ اور پھر دوبارہ سہ بارہ کرے۔ تو بھی اسے ڈانٹ پلائی جائے۔ اس پر حد نہیں ہے۔

کتب شیعہ سے ہم نے نجفی کے گھر کی "فقہ" کی آپ کو تھوڑی سی سیر کرائی۔ فقہ حنفی پر کتے کے چمڑے کی طہارت وجہ اعتراض تھی۔ لیکن اپنے گھر خنزیر کے ڈول سے پانی نکال کر استعمال کرنے کی ان کا امام اجازت دے رہا ہے۔ اس کی طرف کوئی خیال نہیں۔ اگر کوئی خنزیر کا گوشت کھاتا ہے۔ اور بار بار کھاتا ہے۔ تو وہ بھی صرف ڈانٹ کے لائق ہے۔ کیا خیال ہے۔ ایسے مسائل کے ہوتے ہوئے "فقہ جعفریہ" کو سینے سے لگائے رکھنا اور اس کے نفاذ کا مطالبہ کرنا "فقہ حنفیہ" سے بہتر ہے؟ اللہ تعالیٰ حقائق کی سمجھ اور ان کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اعتراض نمبر ۵

ابو حنیفہ تو بہت بڑے جولاہے تھے اور جولاہا اسلام کو کیا سمجھے

اہل سنت کی معتبر کتاب شذرات الذہب ص ۲۲۰ میں لکھا ہے

نُعْمَانُ لَہٗ دَارٌ کَبِیْرٌ لِعَمَلِ الْخَزِّ وَ عِنْدَہٗ صُنَّاعٌ۔ کہ نعمان صاحب کا ایک بہت بڑا گھر تھا۔ اور اس گھر میں نعمان کا کھڈی کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعمان بہت بڑے جولاہے تھے۔ پس کہاں ایک بہت بڑا جولاہا اور کہاں دین اسلام جولاہا مسلمان تو ہو سکتا ہے۔ لیکن امت محمدی کا امام نہیں ہو سکتا اور اسی جولاہا پن کا ثبوت نعمان صاحب، نے فقہ اکبر میں یوں دیا ہے۔

وَ وَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ۔ کہ نبی کریم کے والدین

Marfat.com

(معاذ اللہ) کفر کی حالت میں مرے تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۹)

جواب:

الزام مذکورہ بالا میں نجفی نے سرکار امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر دو اعتراض کیے۔ اول یہ کہ آپ جولا ہے تھے۔ اور جولا ہا مسلمان تو ہو سکتا ہے۔ لیکن امت کا امام نہیں بن سکتا دوم یہ کہ انہوں نے دو چار حرف پڑھ کر بے تکی باتیں کہیں۔ اُن میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق کفر پر انتقال کرنا بھی ہے۔

تردید امر اول:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو جولا ہا کہہ کر نجفی دراصل ان کی تحقیر چاہتا ہے۔ کاش کہ اس موضوع پر اُسے اپنے مسلک کے مجتہدین کی تحریرات دیکھنا نصیب ہوتیں۔ تو اس طرح نہ ہنہناتا۔ امامت کے لیے یہ شرط کہ وہ اعلیٰ خاندان کا ہی ہو۔ کس نے لگائی ہے خاندان یا پیشہ ایک عارضی اور ضمنی چیز ہے۔ اصل آدمی ہوتا ہے۔ اولاد آدم ہونے کے اعتبار سے باعتبار ذات تمام ایک ہیں۔ اس کی ذرا وضاحت اپنے مجتہد سے سنیئے۔

تفسیر لوامع التنزیل

دریں جا دلالت میکند کہ دختر والا نسب و عالی حسب و جلیل نسب مرنی ذات اگرچہ دراصل غلام زنگی و حبشی باشد دادن جائز است ایں احد مطاعن اسلام است چنانچہ خود اعزا اہل اسلام ایں را قبیح و منکر میدانند بل مبلغو یند کہ علماء مسلمانان تجویز کردہ اند کہ بنکاح سید بدہند دختر سادات

Marfat.com

بی فاطمہ را کہ اولادِ رسول باشند بعام آدمی اگرچہ شرابی قمار باز کم ذات وغلام حبشی رزیل صفات ابا وجداً باشد دراین عقل تنفری کند۔

جواب اول:

عند العقل ومجروح نقل بل بالضرورۃ ثابت ومقطوع است کہ ہمہ آدمیان من حیث الذات متحد اند پس تقطعی بودن این کفاۃ ومماثلۃ ذاتی در ایشاں ثابت وثبوت این مناکح در میں خود ایشاں لازم وثابت باشد واز اینجا در حدیث مرتضیٰ علی علیہ السلام آمدہ۔ ان الناس من جہۃ التمثال اکفاء ابو نا آدم والام حواء۔

(تفسیر لوامع التنزیل الجزء الثانی ص ۴۷، مطبوعہ رفاہ عامہ پریس لاہور)

ترجمہ:

(علامہ حیری نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا۔ کہ وہ اعلیٰ کا ادنیٰ سے نکاح جائز نہیں سمجھتے اور یہ نظریہ غلط ہے لیکن ملا حیری خود ایک اشکال بیان کرتا ہے کہ اگر اعلیٰ کا ادنیٰ سے نکاح جائز قرار دیا جائے تو یہ نظریہ اس بات پر دلالت کرے گا۔ کہ ایک اعلیٰ نسب کی لڑکی اچھے حسب وعمدہ کردار کی مالک ایک ایسے شخص کے نکاح میں دے دی جائے۔ جو ذات کے اعتبار سے کمینہ ہو اگرچہ وہ حبشی غلام اور سیاہ رنگ والا ہو۔ یہ اسلام پر کیے گئے اعتراضات میں سے ایک اعتراض ہے۔ چنانچہ اس بات کو خود مسلمانوں کے نامور لوگ قبیح اور برا سمجھتے ہیں۔ بلکہ مذکورہ نظریہ والے تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا کی نسل سے

Marfat.com

کسی سیدزادی کا نکاح ایک عام آدمی کے ساتھ کردینا جائز ہے۔
چاہے وہ عام آدمی شرابی، جواری، کم ذات، غلام حبشی اور
باپ دادا سے کمینی صفات سے متصف چلا آرہا ہو۔ اس بات سے
عقل نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

جواب اول:

از روئے عقل اور باتفاق نقل بلکہ بدیہی طور پر یہ ثابت اور یقینی بات ہے کہ تمام آدمی باعتبار ذات متحد ہیں۔ لہٰذا یقینی طور پر دو آدمیوں کے درمیان پائے جانے والی یہ مماثلت اور کفاءت ان کے درمیان جواز نکاح کے لیے کافی ہے۔ اسی حقیقت کو سامنے رکھیں۔ تو سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مفہوم اسی کی تائید کرے گا۔ وبے شک تمام انسان ایک دوسرے کی مثل ہونے کے اعتبار سے ایک دوسرے کا کفو ہیں۔ ہم سب کا باپ آدم اور ماں حوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ اولاد آدم ہونے میں اعلیٰ وادنیٰ کا کوئی امتیاز نہیں۔ اگر عزت واکرام میں درجہ بندی ہے تو وہ تقویٰ وخوف خدا پر ہے۔ لہٰذا پیشہ کے اعتبار سے کسی کی حقارت نہ عقلاً درست اور نہ نقل اس کی اجازت دے۔ خود اہل تشیع اس قسم کی تفریق کرنے والوں کی بروز حشر گرفت کے قائل ہیں۔

مجمع البیان

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ أَيْ مِنْ
آدَمَ وَحَوَّاءَ وَالْمَعْنَىٰ إِنَّكُمْ مُتَسَاوُونَ فِي النَّسَبِ لِأَنَّ
كُلَّكُمْ يَرْجِعُ فِي النَّسَبِ إِلَىٰ آدَمَ وَحَوَّاءَ زَجَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ
عَنِ التَّفَاخُرِ بِالْأَنْسَابِ ...... وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اَنَّہٗ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَمَرْتُکُمْ فَضَیَّعْتُمْ مَا عَہِدْتُ اِلَیْکُمْ فِیْہِ وَرَفَعْتُمْ اَنْسَابَکُمْ فَالْیَوْمَ اَرْفَعُ نَسَبِیْ وَاَضَعُ اَنْسَابَکُمْ اَیْنَ الْمُتَّقُوْنَ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جز ۹ ص ۱۳۷-۱۳۸

سورۃ حجرات مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا یعنی آدم و حوا سے معنی یہ ہے کہ تم نسب کے اعتبار سے سب برابر ہو اس لیے کہ تم نسب میں سبھی آدم و حوا کی طرف ہی پلٹتے ہو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں نسب کے طور پر ایک دوسرے پر فخر کرنے پر ڈانٹا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا۔ لوگو میں نے تمہیں ایک حکم دیا تھا۔ تو تم نے میرے ساتھ کیا گیا اقرار و عہد ضائع کر دیا۔ اور اپنے اپنے نسب کو اونچا کرنے لگے لہٰذا آج کے دن میں اپنے نسب کو بلند کرتا ہوں۔ اور تمہارے نسب کو جھکاتا ہوں۔ کہاں ہیں صاحبان تقویٰ؟ بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے صاحب اکرام وہی ہے۔ جو صاحب تقویٰ ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر ان کے ایک پیشے کا اعتبار کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک آدمی ہونے کے اعتبار سے وہ اور سب آدمی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ لہٰذا اس قسم کی تفریق کرنے والے

Marfat.com

کل قیامت کو سرنگوں ہوں گے۔ ہاں اگر بڑائی کا معیار ہے تو وہ خوف خدا اور تقویٰ ہے۔ اب اس معیار کے اعتبار سے امام اعظم کی سیرت کو دیکھیں۔ تو نظر آئے گا کہ آپ واقعی "عند اللہ اکرم" ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے والد گرامی کی شخصیت ایک شیعہ کی نظر میں

الامام الصادق:

(اختصار کے پیش نظر ہم صرف استاد السید عفیفی شیعی کے تاثرات ترجمہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔)

امام ابوحنیفہ کے والد کا نام و نسب ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے۔ اور یہ ثابت دین و عقل کی طرف جو لوٹے تو اپنے اصل کی وجہ سے تھا۔ (کیونکہ ان کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برکت کی دعا کی تھی۔ كَانَ ثَابِتٌ صَغِيْرًا فَدَعَا لَهُ الْإِمَامُ عَلِيٌّ بِالْبَرَكَةِ)

(الامام الصادق ص ۲۸۲)

روایت کی گئی ہے کہ ثابت اپنی جوانی میں عابد اور زاہد تھا۔ ایک دن نہر پر وضو کر رہے تھے۔ کہ ایک سیب پانی میں بہتا ہوا آیا۔ تو آپ نے اس کو روک لیا۔ اور وضو کرنے کے بعد اس کو کھا لیا۔ اس کے بعد جب تھوکا تو تھوک میں خون آیا۔ انہوں نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ سیب جس کو میں نے کھایا ہے۔ یہ حرام ہے ورنہ میری تھوک خون سے نہ بدلتی لہٰذا آپ اٹھ کر اس طرف روانہ ہوئے کہ جدھر سے پانی آ رہا تھا۔ آگے آ کر ایک سیب

Marfat.com

کا درخت اُبا جس کا پھل اسی طرح کا تھا جیسا انہوں نے کھایا تھا۔ تو آپ نے اس کے مالک کو تلاش کیا۔ اور اس کو سارا واقعہ سناتے ہوئے اس سیب کا معاوضہ ایک درہم پیش کیا۔ مالک نے جب اس اتقاء اور پرہیزگاری کو دیکھا تو اس نے کہا کہ میں ایک درہم سے راضی ہوں۔ اور نہ اس سے زیادہ سے۔ تو حضرت ثابت نے فرمایا تو کس طرح راضی ہوتا ہے تو اس نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے جو نہ دیکھتی ہے نہ بولتی ہے نہ سنتی ہے نہ چلتی ہے۔ لہذا اگر اس کو قبول کرے تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ ورنہ میں تیرے ساتھ قیامت میں جھگڑا کروں گا۔ تو حضرت ثابت نے اپنے دل میں سوچنے کے بعد اپنے دل میں کہا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت نرم اور سہل ہے۔ تو جب نکاح ہو گیا۔ تو اپنی بیوی کے پاس گئے اس کو بے مثال خوبصورت پایا۔ تو اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سخت اشتباہ میں پڑ گئے کہ یہ کون ہے۔ تو اس نے آگے سے بول کر کہا کہ میں فلاں کی بیٹی اور تمہاری بیوی ہوں تو حضرت ثابت نے فرمایا۔ میں تجھے اس کے خلاف پاتا ہوں۔ جو تیرے باپ نے تیرے متعلق بیان کیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے کہ میں کئی سالوں سے گھر سے باہر نہیں نکلی اور نہ میں نے کسی اجنبی آدمی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی کے کلام کو سنا اور نہ ہی انہوں نے میرے کلام کو سنا۔ لہذا حضرت ثابت نے حقیقت حال کو پاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جو تمہارے ... کیے گئے اور ہمارا رب بخشنے والا اور شکر کی جزا دینے والا ہے ... اس کے بعد ... مصنف لکھتا ہے۔

الامام الصادق:

هَيْهَاتَ لَا يَاتِي الزَّمَانُ بِمِثْلِ ثَابِتٍ وَلَا بِمِثْلِ صَاحِبَتِهِ فَلَا عَجَبَ اَنْ يَتَوَلَّدَ مِنْهُمَا وَلَدٌ فِي صُوْرَةِ الْاِنْسَانِ وَ سِيْرَةِ الْمَلَكِ وَ يُحْيِي اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ الْقَوِيْمَ وَ يَشِيْعُ مَذْهَبُهُ فِي الْاَقْطَارِ وَ عِلْمُهُ فِي الْاَمْصَارِ وَيَقُوْلُ مِنْ هٰذَا الْوَالِدِ الْوَرِعِ الزَّاهِدِ وَ هٰذِهِ الْاُمِّ الطَّاهِرَةِ وُلِدَ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحنيفة النعمان فِي مَدِيْنَةِ الْكُوْفَةِ فِي سَنَةِ ۸۰ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ فِي عَصْرِ الدَّوْلَةِ الْاُمَوِيَّةِ فِي خِلَافَةِ عَبْدِالْمَلِكِ بن مروان

الامام الصادق ص ۲۸۲ مطبوعہ بیروت لبنان

ترجمہ:

ہائے افسوس! اب زمانہ حضرت ثابت ایسا آدمی اور اُن کی بیوی ایسی عورت نہیں لائے گا۔ ایسے دو بزرگوار میاں بیوی سے اگر ایک بچہ جو صورت انسانی میں سیرت ملکوتی سے مزین پیدا ہو۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اور اس بچے کے سبب اللہ تعالیٰ دین قویم کو زندگی بخشے۔ اور اس کا مذہب چار دانگ عالم میں پھیلے۔ اور اس کا علم شہروں میں پڑھا پڑھایا جائے۔ اور ان دونوں بزرگوں یعنی ایک عابد، زاہد متقی والد اور پاکیزہ صفات

Marfat.com

کی حامل والدہ سے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ شہر میں پیدا ہوئے۔ جب اموی دور تھا۔ اور عبدالملک بن مروان خلیفہ تھا

(الامام الصادق ص ۸۲ مطبوعہ بیروت لبنان)

توضیح:

استاد مغنیہ نے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جو حقیقت تھی۔ اسے قارئین کے گوش گزار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے والدین کا زہد و تقویٰ بے مثل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی دعا و وسیلہ سے انہیں ایسا بچہ عطا کیا۔ جو خداداد صلاحیتوں کی بنا پر دین واسلام کا عظیم خادم اور امت مسلمہ کا عظیم امام و رہنما ہوا۔ دنیا میں اس کے علم کی روشنی پھیلی۔ ایک طرف یہ حقائق اور دوسری طرف حسد و بغض سے بھرے نجفی کی تحریر (کہ چند حرف پڑھ کر بے تکی باتیں کرنے والا امام کیسے ہو سکتا ہے۔) دونوں کا موازنہ کریں۔ تو حقائق خود بخود سامنے آجائیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

تردید امر دوم

"امام اعظم نے چار حرف پڑھ کر بے تکے فتوے دیئے الخ" نجفی اس تحریر سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علم کو تحقیر بھرے انداز میں بیان کر رہا ہے۔ گویا امام ابو حنیفہ "عالم" تھے ہی نہیں پھر امامت کا دعوےٰ یا لوگوں کا انہیں امام تسلیم کر لینا نری حماقت ہے۔ اور انہیں مجتہد کا درجہ دینا کوئی عقلمندی نہیں۔ آیئے الامام الصادق کے مصنف استاذ حنفی سے پوچھیں۔ کہ امام ابو حنیفہ واقعی علمی طور پر ایسے ہی تھے۔

امام ابو حنیفہ اگر مٹی کے ستون کو دلائل سے سونا ثابت کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے

الامام الصادق:

إِنَّ عَصْرَ أَبِي حَنِيْفَةَ كَانَ عَصْرَ الْمُنَاظَرَاتِ وَالْجَدَلِ
إِلَى أَقْصَى حَدٍّ فَمُنَاظَرَاتٌ بَيْنَ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَبَيْنَ
فِرَقِ الْمُخْتَلِفَةِ وَبَيْنَ الْفُقَهَاءِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا
وَكَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ قَوِيَّ الْمُنَاظَرَةِ شَدِيْدَ الْجَدَلِ
يَتَدَرَّجُ بِمُحَاوِلِهِ إِلَى مَسَائِلِ يُعِيْنُهُ عَلَى الرُّسُلِ
إِلَى أَنْ يَرَى بِالنَّتِيْجَةِ فِي غَالِبِ الْأَحْيَانِ كَمَا وَصَفَهُ

Marfat.com

الْإِمَامُ مَالِكٌ بِقَوْلِهِ رَأَيْتُ رَجُلًا لَوْ كَلَّمَكَ فِي هٰذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهِ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ تَاللّٰهِ لَوْ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةَ مِنْ ذَهَبٍ لَأَقَامَ الدَّلِيلَ الْقِيَاسِيَّ عَلَى صِحَّةِ قَوْلِهِ -

(الامام الصادق ص ۳۱۵)

ترجمہ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ مناظرات و باہمی جھگڑوں کا زمانہ تھا۔ اور یہ علمی بحثیں اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ بے دینوں کے درمیان مناظرے اور فقہاء کے ایک دوسرے کے ساتھ مناظرے معمول بن چکے تھے۔ امام ابوحنیفہ مضبوط ترین مناظر اور سخت ترین جدل کرنے والے تھے۔ آپ ہر قسم کے اُن اسباب سے مسلح تھے۔ جو انہیں کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ان کے معاون ہو سکتے تھے۔ اور اکثر اوقات غلبہ انہی کا ہونا تھا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا۔

میں نے ایک شخص دیکھا۔ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کر دکھانا چاہے تو وہ اپنی دلیل سے ایسا کر سکتا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے۔ امام مالک نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر ابوحنیفہ کہہ دیتا کہ یہ ستون سونے کا ہے۔ (اور ہوتا وہ لکڑی یا مٹی کا بنا ہوا) تو وہ دلیل قیاسی سے اسے صحیح کر دکھاتا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی جلالت علمیہ اور زور استدلال کو اپنے دور کی مسلم شخصیات بھی تسلیم کرتی تھیں۔ اگر اس علم و استدلال کے سورج کو چمگادڑ نہ دیکھ سکے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ رہا یہ مسئلہ کہ امام ابوحنیفہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے والدین کریمین کے بارے میں فقہ اکبر میں وہ ماتا علی الکفر لکھا ہے۔ تو ہم اس پر چیلنج کرتے ہیں۔ کہ فقہ اکبر متن کی یہ عبارت کوئی دکھا دے۔ تو اسے پچاس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ فقہ اکبر کے پرانے اور نئے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

نوٹ:

عبارت مذکورہ فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھی ہے۔ اس کا رد تقریباً سبھی اہل سنت علماء نے لکھا ہے۔ بلکہ نبراس (جو شرح عقائد کی شرح ہے) میں ملا علی قاری کی اس عبارت سے توبہ و رجوع تحریر ہے۔ اس لیے نجفی ایسے شخص کو یہ کہہ کر ابو حنیفہ جو لاہا ہے۔ ان کی تحقیر نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ اس سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات پر بھی الزام آجاتا ہے۔ اور ان کی توہین کے مترادف ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امام ابو حنیفہ کے سوتیلے باپ ہیں

مناقب ابن شہر آشوب:

اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ مِنْ تَلَامِذَتِہٖ وَاِنَّ اُمَّہٗ فِیْ حِبَالَۃِ الصَّادِقِ۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۲۴۸ مطبوعہ خیابان قم)

ترجمہ:

(ابو عبداللہ محدث کہتے ہیں کہ) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے شاگرد تھے۔ اور ان کی والدہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں تھیں۔

خلاصہ کلام:

جب امام ابو حنیفہ جولاہے ہوئے تو ان کی والدہ بھی جولاہی کہلائیں گی۔ اب یہی طعن والزام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بھی آئے گا۔ کہ آپ نے ایک جولاہی سے شادی کی۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟ مختصر یہ کہ شذرات الذہب میں امام اعظم کے پیشہ کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ کہ آپ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور خود گھر پر کپڑا تیار کرنے کے لیے آپ کے پاس کئی ایک ملازم بھی تھے۔ اسے کاروبار تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس کاروبار کی بنا پر کسی کو جولاہا کہہ دینا ہرگز درست نہیں۔ جیسا کہ اگر کوئی حسنی حسینی سید جوتیوں کے کاروبار کرتا ہو۔ اور اپنے کارخانے میں بہت سے مزدور رکھے ہوں۔ تو وہ سید "موچی" نہیں بن جائے گا۔ جس طرح جوتیوں کے کاروبار اور کارخانہ چلاتے ہوئے ایک سید، موچی نہیں بنتا۔ اسی طرح کپڑے کے کاروبار سے آدمی "جولاہا" نہیں ہو جاتا۔ حضرات انبیاء کرام خود کئی کام اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود انہیں ایسے الفاظ سے یاد کرنے کا کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶

اگر یہ دعوٰی درست ہے کہ امام جعفر صادق کے ارشادات ہی فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ تو بخاری و مسلم نے ائمہ اہل بیت سے روایات کیوں نہیں لیں۔

تونسوی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص ۱۲ پر یہ چال بھی چلی ہے کہ امام جعفر کی وہی فقہ ہے جو انہوں نے اپنے شاگردان رشید ابو حنیفہ مالک اور دیگر اکابرین اہلسنت کو تعلیم فرمائی تھی۔ پس یہی فقہ حقیقت میں فقہ جعفریہ ہے۔

جواب:

تونسوی صاحب کیا آپ کا ذہنی توازن تو خراب نہیں ہوگیا۔ اگر امام جعفر آپ کے تمام بزرگوں کے استاد ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اہل سنت کے امام بخاری اور مسلم نے اپنی حدیث کی کتابوں میں ان سے حدیث نہ لی یا آپ کی فقہ کی کتابوں میں امام جعفر کے فرامین کیوں مذکور نہیں اور اس فقہ حنفیہ کو فقہ جعفریہ کا نام کیوں نہیں دیا جاتا۔ فقہ حنفیہ کو فقہ جعفریہ کہنا یہ چودھویں صدی میں آپ کا ڈھکوسلا اور سفید جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۰)

جواب:

نجفی صاحب نے اس اعتراض میں دو پریشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اول یہ کہ اگر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تمام اہل سنت کے اکابر کے استاد ہیں۔ تو پھر ان کی روایات بخاری و مسلم میں کیوں نہیں۔؟ دوم یہ کہ امام ابو حنیفہ کا علم دراصل امام جعفر صادق کا علم تھا۔ تو اس بنا پر ان کی فقہ کو حنفیہ کی بجائے وہ فقہ جعفریہ کہا جاتا۔

Marfat.com

حصہ اول کا جواب:

امام بخاری اور مسلم کا اپنی صحاح میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ذکر نہ کرنا اس بنا پر ہے۔ کہ ان دونوں محدثین کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ اکتساب واستفاضہ کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ جعفر صادق کی ولادت ۸۲ھ میں ہوئی۔ اور امام بخاری ٹھیک ایک سو بارہ سال بعد ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور امام مسلم تقریباً ایک سو بائیس سال بعد ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ لہٰذا ان کی باہم حدیث کی سماعت واخذ ناممکن تھی۔ دوسرا طریقہ کہ ثقہ راوی کے ذریعہ ان تک امام جعفر صادق کی احادیث پہنچیں۔ امام موصوف سے روایت کرنے والے زرارہ اور بصیر وغیرہ ایسے افراد ہیں۔ جن پر خود امام موصوف نے لعنت بھیجی۔ اور ان کا وطیرہ یہ تھا۔ کہ وہ احادیث ائمہ اہل بیت میں کمی بیشی کیا کرتے تھے۔ بلکہ موضوع احادیث ان کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ اسی بنا پر امام موصوف نے۔ فرمایا۔ ہماری کسی حدیث کو اس وقت تسلیم کرو۔ جب وہ قرآن وحدیث سے ملتی ہو۔ اب ایسے راویوں کی روایت پر کون اعتبار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی شرائط پوری نہ ہونے کی بنا پر امام جعفر صادق کی روایات کو اپنی صحاح میں ذکر نہیں کیا۔ اس لیے اعتراض زرارہ اور بصیر پر کریں۔ کہ انہوں نے آپ کے امام کی روایات کو اپنے مفاد کی خاطر دوسروں تک پہنچنے میں رکاوٹ کھڑی کر دی۔

حصہ دوم کا جواب:

یہ ٹھیک ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور امام موصوف آپ کے سوتیلے باپ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کی فقہ کو جعفریہ کی بجائے حنفیہ کہا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ بہ نسبت کسی کے مرتبہ اور مقام

Marfat.com

کے پیشِ نظر نہیں۔ اگر یہی وجہ ہوتی تو فقہ صدیقیہ، فقہ فاروقیہ وغیرہ نام ہوتا۔ اور اس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آپ اپنی فقہ کو فقہ علویہ، فقہ حسنیہ، فقہ حسینیہ یا فقہ باقریہ کی بجائے فقہ جعفریہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مرتبہ و مقام کے اعتبار سے یہ نسبت درست نہیں۔ اسی طرح ہم حنفی نے فقہ کی نسبت ابو حنیفہ کی طرف اس لیے کی۔ کہ مسائل شرعیہ کی تمام انواع پر جزئیات آن اکابر سے نہیں ملتیں۔ جب ان جزئیات کا حصول ابو حنیفہ سے ہے۔ تو پھر فقہ کی نسبت ان کی طرف ہوگئی۔ رہا یہ معاملہ کہ ابو حنیفہ کی بیان کردہ تمام جزئیات کا ماخذ اور مرکز امام جعفر صادق کی ذات ہے۔ تو پھر اس اعتبار کے پیشِ نظر بھی اس فقہ کا نام فقہ جعفریہ ہونا چاہیے تھا۔ تو اس بارے میں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے دور میں کچھ ایسے لوگوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ جنہوں نے آپ کے ارشادات میں اپنی خواہشات کو بھی دخل دے دیا۔ اس طرح ان کی تعلیمات اور من گھڑت باتیں خلط ملط ہوگئیں۔ بایں وجہ ان کی تعلیمات اور من گھڑت باتیں خلط ملط ہوگئیں۔ بایں وجہ ان کی طرف نسبت نہ کی گئی ورنہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔

لولا السنتان لهلك النعمان۔ اگر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے دو سال بسر کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ تو میں ہلاک ہوگیا ہوتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کو اپنی طرف فقہ کی نسبت کرنے شوق نہ تھا۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ان پر احسانات عظیم ہونے کے باوجود ان کی روایات میں چونکہ گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اس لیے احتیاط سے کام لیا گیا۔ جہاں تک حضرات ائمہ اہل بیت سے کسی روایت کا مقام و مرتبہ ہے بشرطیکہ وہ صحیح سند کے ساتھ ہو۔ تو اس کے بارے میں ہمارے اکابر یہاں تک فرما گئے ہیں:۔

☆

Marfat.com

سند حدیث میں اگر تمام راوی اہل بیت کے افراد ہوں۔ تو اس سند کو پڑھ کر مجنوں پر دم کرنے سے اس کا جنون جاتا رہتا ہے

ابن ماجہ:

حدثنا علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جعفر ابن محمد عن ابیہ عن علی بن حسین عن ابیہ عن علی ابن ابی طالب قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَۃٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ قَالَ اَبُوْ الصَّلْتِ لَوْ قُرِئَ ھٰذَا الْاَسْنَادُ عَلٰی مَجْنُوْنٍ لَبَرَأَ

(ابن ماجہ ص ۸ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ایمان قلبی معرفت، لسانی اقرار اور اعضاء سے عمل کا نام ہے ابوالصلت کہتے ہیں۔ کہ اگر اس روایت کی اسناد کسی مجنوں پر پڑھ کر دم کیا جائے، تو وہ ٹھیک ہو جائے۔

لمحۂ فکریہ:

ائمہ اہل بیت کا احترام اور قدر و منزلت کا جو نقشہ روایت بالا میں پیش کیا گیا

Marfat.com

ہے۔ شاندی "محبان اہل بیت" ایسی قدر و منزلت کرتے ہوں۔ صرف ان حضرات کے اسماء گرامیہ کو پڑھ کر مجنوں پر دم کر دینا اور پھر اسے افاقہ کی خوشخبری کچھ کم قدر و منزلت نہیں۔ اور اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت و عقیدت عطاء فرمائی ہے۔ ہمارے اکابر بھی اسی عقیدت سے سرشار تھے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جو واضح وجہ خود شیعہ مصنفین نے تحریر کی ہے۔ وہ بھی عقیدت اہل بیت تھی۔ ناسخ التواریخ ص ۳۲۰-۳۱۹ الامام الصادق بیروت جلد اول ذکر اسباب مقتل ابی حنیفہ ص ۳۶۴ اور مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت۔

اعتراض نمبر ۷

فقہ حنفی کے راوی اور سنیوں کے مسلمہ خلیفے ناقابل اعتماد ہیں۔

تونسوی اور لک صاحب نے اپنے رسالوں میں دل کی بھڑاس یوں بھی نکالی ہے کہ شیعہ مذہب کی کتب احادیث کے راوی جھوٹے ہیں۔ فقہ جعفریہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

جواب:

مثل مشہور ہے چھاج کو چھلنی کیا طعنے دیگی۔ جبکہ اس میں بے شمار چھید موجود ہیں۔ ہم بھی یہ عرض کرتے ہیں کہ جب اہل سنت کی کتب احادیث کے راوی جھوٹے ہیں پس فقہ حنفیہ بھی جھوٹ کا پلندہ ہے بلکہ راوی کی شان اور ہے اور خلیفہ و امام کی شان اور ہے۔ اور اہل سنت کے امام اور خلیفے بھی قابل اعتبار نہیں۔ نمونے کے طور پر بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اہل سنت کا پہلا مایہ ناز خلیفہ اور راوی ابوبکر ہے۔ بخاری شریف کتاب الخمس ر

Marfat.com

ہے۔ کہ اس نے نبی کریم کی بیٹی کا حق غصب کر کے رسول اللہ کو اذیت دی ہے۔ اور اس پر قرآن پاک میں لعنت کا ذکر ملتا ہے۔ نیز ادب المفرد کتاب الدعاء میں حضور نے فرمایا یَا اَبَا بَکْرٍ الشِّرْكُ فِیْکُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ کہ شرک تم میں بیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ نیز موطا امام مالک کتاب الجہاد میں ہے۔ کہ حضور نے ابوبکر کے بارے میں فرمایا۔ مَا اَدْرِیْ مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِیْ۔ کہ معلوم آپ میرے بعد کیا کیا بدعات کریں گے۔ نیز مسلم شریف کتاب الفئی میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے اقرار کیا۔ کہ جناب امیر اور جناب عباس ابن عبدالمطلب ابوبکر کو کاذباً عاصماً خائناً غادر اُجھوٹا گناہ گار خیانت دار اور دغا باز جانتے تھے۔ فقہ حنفیہ کے مایۂ ناز راوی ابوبکر کے بھی وارے وارے جاواں۔ کیا شان ہے۔ راوی کی اگر مذکورہ صفحات والے بزرگ کی خلفاء کی لسٹ میں گنجائش نکل سکتی ہے تو حنفیوں کو ہمارا حضرت زرارہ کیوں چبھتا ہے۔

جواب:

غلام حسین نجفی نے اعتراض کا جواب جس انداز سے دیا ہے۔ اُس سے اتنا ضرور پتہ چلا۔ کہ زرارہ کی صفائی میں اس کے پاس کوئی معقول دلیل نہ تھی۔ اس کی بجائے اس نے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چار الزامات لگائے۔ ہم ان شاء اللہ آئندہ سطور میں ان چاروں کا بالترتیب جواب ذکر کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

الزام اول کی تردید:

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمۃ الزہرا کا حق غصب کرنا" اس الزام کی تفصیلی تردید ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں پیش کر چکے ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ اس بارے میں چند سطور پیش دیں۔ "باغ فدک" کہ جس کے غصب کا الزام لگایا گیا ہے۔ وہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھا ہی نہیں اس لیے غصب کا اطلاق ایسی چیز پر نہیں ہوتا جو کسی

Marfat.com

کی ملکیت میں نہ ہو۔

اصول کافی کی عبارت ملاحظہ ہو۔ لَا نُوْرِثُ الْاَنْبِیَاءُ دِرْهَمًا وَّلَا دِیْنَارًا اِلَّا عِلْمًا۔ حضرات انبیاء کرام اپنے پیچھے وراثت میں درہم و دینار نہیں بلکہ علم چھوڑتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "باغ فدک"، کو اپنی ملکیت قرار ہی نہیں دیا۔ تو پھر اس کو بطور وراثت تقسیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ اگر صدیق اکبر کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی باغ فدک کا فیصلہ وہی کرتا جو آپ نے کیا۔ (شرح ابن حدید) اور اگر نجفی وغیرہ کے بقول یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ باغ فدک سیدہ خاتون جنت کی جاگیر تھی۔ ابوبکر صدیق نے اسے غصب کیے رکھا۔ تو جب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر ممکن ہوئے۔ تو آپ نے حق کو حقدار کی طرف پہنچانے کا فیصلہ کیوں نہ فرمایا؟ اس عقلی استدلال کا جواب۔ صاحب حلیۃ الابرار نے یوں دیا ہے۔ چونکہ یہ باغ ظالموں کے ہاتھ لگ چکا تھا۔ اس لیے علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے واپس نہ لیا۔ اس پر کوئی ان سے پوچھ سکتا ہے۔ کہ باغ واپس نہ لینے کی وجہ جب ظلم ہے۔ تو یہی وجہ خلفاء ثلاثہ میں بقول اہل تشیع موجود ہے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں کے نزدیک غاصب اور ظالم تھے۔ (معاذ اللہ) تو پھر ان تین غاصبوں کی چیز کو علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے لینے میں تامل کیوں نہ کیا۔؟

"باغ فدک" کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا۔ کہ اس کی آمدنی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خاتون جنت کو گھر کے اخراجات کے لیے کچھ دیا کرتے تھے جب آپ کا انتقال ہو گیا۔ تو سیدہ نے سمجھا۔ کہ اس کی آمدنی کے حق دار ہم ہیں۔ لہٰذا یہ باغ ہمیں ملنا چاہیئے۔ جناب صدیق اکبر نے اس کی آمدنی کے مصارف بیان کیے۔ اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف کی شہادت پیش کی۔ تو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اسے تسلیم کر لیا۔ شرح ابن میثم میں یہی مضمون منقول ہے۔ جب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے شکوک و شبہات کے دور ہونے کے بعد صدیق اکبر کے فیصلہ پر راضی ہو گئیں۔ تو پھر اس پر نجفی وغیرہ کو

Marfat.com

دُکھ کیوں ہے۔ جس کا مطالبہ تھا۔ وہ راضی ہیں۔ اور جن کا دُور کا بھی تعلق نہیں۔ وہ چیخ و پکار میں مصروف ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کی وجہ ہی جب موجود نہیں۔ تو پھر ابوبکر صدیق کے بارے میں یہ فرض کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ کہ انہوں نے سیدہ کو باغ فدک نہ دے کر ناراض کیا۔ اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی مول لے لی؟۔

الزام دوم کی تردید:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تم میں شرک ہے گویا ادب المفرد کے حوالہ سے نجفی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک والا یعنی مشرک کہا سنیوں نے اُسے اپنا امام بنالیا۔ (معاذ اللہ) ادب المفرد کی عبارت۔ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشرک ثابت کرنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اس دھوکہ دہی کو ظاہر کرنے کے لیے ہم پہلے ادب المفرد کی عبارت مذکورہ سیاق و سباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ پھر اس کی تشریح بیان کریں گے۔ ملاحظہ ہو۔

ادب المفرد:

حدثنا العباس النرسی قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا لَيثٌ قَالَ اَخْبَرَنِی رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ اِنْطَلَقْتُ مَعَ اَبِی بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ اِلَى النَّبِیِّ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَلشِّرْكُ فِيْكُمْ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَهَلِ الشِّرْكُ اِلَّا مَنْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَقَالَ النَّبِیُّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَلشِّرْكُ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى شَیْءٍ اِذَا قُلْتَهٗ ذَهَبَ

Marfat.com

عَنْكَ قَلِيْلَهُ وَكَثِيْرَهُ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ
اُشْرِكَ بِكَ وَ اَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ

(ادب المفرد ص ۱۰۵-۱۰۶ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جناب لیث کہتے ہیں۔ کہ ایک بصری مرد نے مجھے بتایا۔ کہ میں نے معقل بن یسار سے سُنا۔ کہ میں (معقل بن یسار) ابوبکر صدیق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ نے ابوبکر کو کہا البتہ شرک تم میں چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ شرک تو یہی ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بنائے (اور میں تو یہ ہرگز نہیں کرتا۔) آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شرک چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ مخفی ہوتا ہے۔ کیا میں تجھے ایک ایسی چیز نہ بتاؤں۔ جو قلیل وکثیر سب کو تجھ سے نکال دے؟ عرض کی ضرور۔ فرمایا۔ یہ کہو۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں تیرے ساتھ کسی کو جانتے بوجھتے شریک ٹھہراؤں۔ اور میں تجھ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ اس سے جس کا مجھے علم نہیں۔

توضیح:

ادب المفرد کی روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اس شرک سے مراد وہ شرک ہے۔ جو بہت پوشیدہ اور مخفی ہے۔ جس کی پوشیدگی اور اخفا خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ کہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ اس شرک سے مراد وہ نہیں جو مشرکین مکہ میں تھا۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ شرک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا

Marfat.com

قدا بتاتا ہے۔ اور میں ایسا ہرگز نہیں کرتا۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس شرک سے مراد عام شرکوں والا شرک نہیں۔ بلکہ اور ہے۔ اور اس اخفیٰ شرک کو ایک دوسری روایت نے صراحۃً بیان فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسند امام احمد بن حنبل:

عن عبادہ ابن نسيّ عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ انّہٗ بَکٰی فَقِیْلَ مَا یُبْکِیْکَ قَالَ شَیْئًا سَمِعْتُہٗ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَذَکَرْتُہٗ فَاَبْکَانِیْ سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الشِّرْکَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُشْرِکُ اُمَّتُکَ مِنْ بَعْدِکَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَثَنًا وَلٰكِنْ يُرَاؤُنَ بِاَعْمَالِهِمْ۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۴ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رو پڑے۔ تو پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہوئی؟ فرمانے لگے۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک بات یاد آگئی ہے۔ اس نے مجھے رُلا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خوف کرتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد مشرک ہو جائے گی؟ فرمایا ہاں۔ بے شک۔ وہ سورج۔ چاند اور بتوں کی عبادت تو نہیں کرے گی لیکن اعمال دکھاوے کی غرض سے کریں گے اور یہی شرک خفیہ ہے۔

Marfat.com

توضیح:

معلوم ہوا۔ کہ حدیث مذکورہ میں شرک سے مراد "ریا" ہے۔ وہ شرک نہیں۔ جس سے آدمی مشرک ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور خلود فی النار کی وعید اس پر منطبق ہو جاتی ہے۔ دکھاوا یا ریاکاری ایک اخلاقی مرض ہے۔ اور اسے گناہ صغیرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ریاء کو شرک کہنا جیسا کہ اہل سنت کی کتب احادیث میں ہے۔ اسی طرح کتب اہل تشیع میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ كُلُّ رِيَاءٍ شِرْكٌ اِنَّهٗ مَنْ عَمِلَ لِلنَّاسِ
كَانَ ثَوَابُهٗ عَلَى النَّاسِ   وَمَنْ عَمِلَ لِلّٰهِ كَانَ
ثَوَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۹۳ کتاب الایمان و...)

ترجمہ:
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہر دکھلاوا شرک ہے۔ بیشک جس نے کوئی کام لوگوں کے (دکھانے اور خوش کرنے کے لیے) کیا۔ تو اس کا ثواب لوگوں سے ہی لے گا۔ اور جس نے محض اللہ کی خاطر کوئی کام کیا۔ اس کا ثواب خدا کے پاس ہے۔

لمحہ فکریہ:

جب یہ طے ہو گیا۔ کہ مذکورہ شرک سے مراد شرک جلی نہیں بلکہ شرک خفی ہے۔ تو پھر

Marfat.com

اس سے مشرک بن جاتا کس طرح درست ہوا۔ پھر ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "فیکم" فرما کر تمام امت کو مخاطب کیا ہے۔ صرف سیدنا صدیق اکبر کہاں سے مخصوص ہو گئے۔ گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ جو آج تقریباً پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ نجفی کو یہ روایت بڑی پسند آئی۔ اور اس سے ابوبکر صدیق کی ذات پر الزام تراشا۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہی روایت تمام شیعوں کو پکا جہنمی بنا دیتی ہے۔ ہم نہیں بلکہ شیعوں کے ایک بڑے مجتہد شیخ عباس قمی یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے الفاظ غور سے پڑھو۔

منتہی الآمال:

خصوصاً ریا و کذب و غناء کہ در یں عمل جاری و ساری شدہ است......
اما ریا پس در کتاب و سنت آیات و اخبار بسیار وارد شدہ برحرمت او وعید براں و در حدیث نبوی است کہ ادنی ریا شرک است و نیز از آنحضرت مروی است کہ اہل آتش صیحہ و فغاں میکند از اہل ریا عرض داشتند یا رسول اللہ آتش نیز بفغاں می آید فرمود بلے از حرارت آتشے کہ ریا کاراں آں معذب باشد و نیز فرمود کہ ریا کار را روز قیامت بچہار نام ندا میکنند میگویند ای کافر، ای فاجر، اے غادر، ای خاسر۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

خاص کر ریا۔ جھوٹ، اور گانا بجانا کہ اس عمل (ماتم اور تعزیہ داری) میں جاری ہو چکا ہے۔ بہر حال ریا تو کتاب و سنت میں بہت سی آیات و اخبار اس کی حرمت پر وارد ہوئی ہیں۔ اور حدیث نبوی میں اس پر شدید وعید موجود ہے۔ وہ یہ کہ ریا ادنی درجہ کا بھی شرک ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے مروی ہے۔ کہ دوزخ کی آگ چیخ و پکار کے ذریعہ ریاکاروں پر ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آگ بھی چیخ و پکار کرتی ہے۔؟ فرمایا اس کی چیخ و پکار اس آگ سے ہے جو ریاکاروں کے عذاب کے لیے مقرر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ریاکار کو کل قیامت کے دن، چار ناموں سے بلایا جائے گا۔ اے کافر۔ اے فاجر۔ اے دھوکہ باز اور اے حسد کرنے والے۔

منتہی الآمال کے حوالے سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ اہل تشیع نے تعزیہ اور ماتم کی محافل و مجالس میں جھوٹ کے ساتھ ریاکو بھی دخیل کر لیا ہے۔ وہاں انہی لوگوں کے لیے ریاکار شیعوں کے لیے قرآن وسنت سے حرام فعل کا مرتکب ہونا بھی ثابت کر دیا گیا۔ اور پھر بڑی ہمدردی سے کام لیتے ہوئے انہیں مشورہ دیا گیا۔ کہ دوزخ سے بچو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ریاکار ماتمی تمام کے تمام از روئے حدیث، مشرک ہیں اور اس کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں ایسی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس سے دوزخ بھی پناہ چاہتا ہے۔ اور یہ سب خاسر، غادر، کافر اور فاجر ہیں۔ یہ نتیجہ ہم نے غلام حسین نجفی کے انداز دلائل سے نکالا ہے۔ اس لیے اگر کسی ماتمی اور تعزیہ دار کو یہ تحریر چبھے تو وہ نجفی کا گلا دبائے۔ جس نے ایسے دلائل دیئے۔ کہ اپنے شیعوں کو بھی کہیں کا نہ چھوڑا۔

الزام سوم کی تردید:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو کہا: "مَا اَدْرِیْ مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِیْ" جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ کہ ابوبکر ان کی رحلت کے بعد بدعات کا شکار ہو جائے گا۔ اس الزام کے لیے نجفی نے مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ کا حوالہ دیا۔ الفاظ مذکورہ اسی سے لیے گئے ہیں۔ لیکن دھوکہ دینے کے لیے اس نے صرف اتنے الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کیا۔ جن سے اس کی مطلب برآری ہو سکتی تھی۔ ہم مذکورہ روایت کے پورے الفاظ نقل کر کے سامنے، رقارئین کرام کو اس کے فریب سے آگاہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

موطا امام مالک:

مالكٌ عن ابی النضر مولیٰ عمر ابن عبید الله انّهٗ بلغهٗ انّ رسول الله صلی الله علیه وسلّم قال لشهداء احدٍ هٰؤلاء اشهد علیهم فقال ابوبکر رضی الله عنه یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ألسنا باخوانهم اسلمنا کما اسلموا وجاهدنا کما جاهدوا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم بلیٰ ولا ادری ما یحدثون بعدی قال فبکی ابوبکرٍ ثمّ بکی ثمّ قال أئنّا لکائنون بعدک۔

(موطا امام مالک ص ۷۷-۴۷۸، کتاب الجہاد تذکرہ شہداء فی سبیل اللہ مطبوعہ کراچی آرام باغ)

ترجمہ:

عمر بن عبید اللہ بیان کرتا ہے۔ کہ مجھے یہ روایت پہنچی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں احد کے شہیدوں کی گواہی دیتا ہوں اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ ہم بھی ان کی طرح اسلام لائے۔ ہم نے بھی ان کی طرح جہاد میں شرکت کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (کیوں نہیں تم بھی ان کی طرح ہی ہو) اور میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا نئے نئے کام انجام دو گے۔ اور نئی نئی چیزیں نکالو گے۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور خوب روئے پھر کہا۔ کیا ہم آپ کے بعد دنیا میں رہیں گے۔

Marfat.com

توضیح:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ احد کے شہداء کی عبادات، ایمان اور جہاد وغیرہ افعال و اعمال صالحہ کی گواہی دی۔ اور ان کی شہادت کے حق ہونے پر بھی شہادت دی۔ تو موجود تمام صحابہ کرام کو خیال آیا۔ کاش آپ ہمیں بھی اس گواہی میں شامل فرمائیں۔ بالآخر سب کی ترجمانی کرتے ہوئے ابو بکر صدیق نے درخواست کر ہی ڈالی اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان سب کی زندگیاں آخری وقت تک میرے سامنے گزریں۔ اس لیے اب جبکہ یہ میدانِ تکلیف اور اعمال سے گزر گئے۔ اور خوب گزرے تو میں ان کی گواہی دے رہا ہوں۔ لیکن تم میں جو ابھی زندہ ہو۔ جب تک میں بنفس نفیس موجود ہوں۔ اس وقت تک کاموں کی گواہی تو دے سکتا ہوں۔ لیکن جو کام ابھی میرے ہوتے ہوئے تم نے کیے ہی نہیں۔ ان کی گواہی کیسے دوں؟ ۔ اور ممکن کہ میرے وصال کے بعد تم میں سے کچھ لوگ وہ کام نہ کر سکیں۔ جو ان شہداء احد نے کر دیئے۔ بلکہ تم سے کچھ غلطیاں بھی سرزد ہو جائیں۔ تو اس حدیث میں اگرچہ گفتگو کرنے والے صدیق اکبر ہی تھے۔ لیکن آپ موجود تمام صحابہ کرام کے ترجمان بن کر مجسم سوال بنے ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ نے صرف اپنے بارے میں نہیں۔ بلکہ سب کے بارے میں عرض کیا۔ کیا ہم سب ان کی طرح مسلمان مجاہد نہیں؟ اور پھر ان کے جواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ما تحدثون" جمع کا صیغہ فرما کر ان تمام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اس سے صرف اور صرف ابو بکر صدیق ہی مراد لینے نامرادوں کا کام ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے اگر صدیق اکبر کو بدعتی کہنا مان لیا جائے۔ تو پھر اس کا اطلاق دیگر موجود صحابہ کرام پر بھی ہوگا۔ اس کے برعکس یہ روایت تو صدیق اکبر کے پختہ ایمان، اور محبت رسول کی دلیل بھی بن سکتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم لوگ میرے بعد نئی نئی باتیں نکالو گے۔ تو ابو بکر صدیق اس پر رو دیئے۔ یہ رونا

Marfat.com

کیوں تھا؟ اور پھر بڑے درد بھرے لہجہ میں بولے حضور! کیا ایسا وقت آئے گا کہ آپ ہم میں تشریف فرما نہ ہوں گے۔ اور ہم موجود ہوں گے۔ یعنی آپ کا وصال شریف ہم سے پہلے ہو جائے گا۔ کاش کہ ہم پہلے مرنے والے ہوتے۔ یہی ابوبکر صدیق ہیں۔ جنہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر فی الجنۃ۔ بلکہ جنت میں اپنا رفیق فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو

تفسیر امام حسن عسکری:

أَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ أَنِيسُكَ وَسَاعِدُكَ وَوَادُّكَ وَثَبَّتَ عَلَى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ.... لَا جَرَمَ أَنَّ اللّٰهَ اَطَّلَعَ عَلَى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔

(تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱ طبع قدیم)

ترجمہ:

شب ہجرت جبرئیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا یہ حکم پہنچایا کہ آپ اپنے ساتھ ابوبکر کو لے لیں۔ کیونکہ وہ آپ کا مونس ہے۔ آپ کا معاون اور چاہنے والا ہے۔ اور آپ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان پر ثابت قدم ہے۔ وہ آپ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ایک ہوگا۔ اور آپ کے مخلصین کے ساتھ جنت میں وہ بھی بلند ترین محلات

Marfat.com

یں ہوگا......... یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ابوبکر تیرے دل کے خیالات پر مطلع ہے
اور اسے اس بات کا بھی بخوبی علم ہے۔ کہ تیرا دل اور تیری زبان دونوں
متفق اور موافق ہیں۔ اللہ نے تیرا میرے ساتھ ایسا تعلق فرمادیا ہے۔ جیسا جسم کے
ساتھ آنکھ، کان اور سر کا ہوتا ہے۔

لمحۂ فکریہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی فرمائیں۔ جبریل امین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمدرد، خیرخواہ اور محب فرمائے۔ اور جنت میں آپ کا رفیق کرے۔ ان تمام باتوں کے مقابلہ میں "نجفی" کی بکواسات کی کیا اہمیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کان اور آنکھ کے بمنزلہ ابوبکر ہوئے۔ تو انہیں بدعتی کہنا اور ان پر الزام تراشی دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو برا بھلا کہنا ہے۔ (معاذ اللہ) ابوجہل سے کسی نے پوچھا۔ کہ حضور کیسے ہیں کہنے لگا۔ بہت بدصورت ہیں۔ ابوبکر سے یہی سوال ہوا۔ تو فرمایا۔ بے مثل ہیں۔ کچھ یہی کیفیت نجفی کی بھی ہے اللہ، اللہ کا رسول اور تمام صحابہ واجماعِ امت سبھی ابوبکر کی خوبیاں بیان کریں۔ اور اس نجفی ابوجہل کو حدیث مناقب سے بھی ابوبکر کا بدعتی ہونا معلوم ہو۔ دماغ میں کفر کا ناسور ہو تو اس کا علاج سوائے ایمان صحیح کے کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ نعمت اللہ ہی جسے عطا فرمائے۔ ورنہ بڑے بڑے جہنم واصل ہو گئے۔

الزام چہارم کی تردید:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خائن، بددیانت دغاباز کہنے کا الزام لگایا گیا۔ ہم نے

Marfat.com

اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۸۰ پر پیش کیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔ مختصر طور پر یہاں بھی اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں مسلم شریف کے حوالہ سے جو الزام مذکورہ پیش کیا گیا اس حدیث میں کافی طوالت ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مالک بن اوس کہتے ہیں مجھے حضرت فاروق اعظم نے بلوایا۔ تو آپ کے یرفا نامی دربان نے آپ سے عرض کیا۔ کہ باہر حضرت عثمان عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد کھڑے آپ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں جب انہیں اجازت ملی۔ اور یہ اندر آگئے۔ دربان پھر باہر آیا۔ اور واپس جا کر عرض کی۔ کہ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبدالمطلب بھی اجازت چاہتے ہیں۔ انہیں بھی اجازت مل گئی۔ جب یہ سب اکٹھے ہو گئے۔ تو عباس بن عبدالمطلب کہنے لگے۔ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ قَالَ فَقَالَ الْقَوْمُ اَجَلْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَاَرِحْهُمْ میرے اس جھوٹے، گناہ گار، دھوکہ باز اور خیانت کرنے والے کے درمیان فیصلہ کریں۔ قوم (موجود لوگوں) نے بھی عرض کیا۔ ہاں یا امیر المومنین، مہربانی فرما کر فیصلہ کر دیجئے۔ اس کے بعد فاروق اعظم بولے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آسمانوں اور زمین کا قائم فرمانے والا ہے۔ تم بتلاؤ کیا رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ہم انبیاء کرام میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے حاضرین نے کہا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ علی المرتضٰے اور عباس نے بھی اس کی تصدیق کی۔ فاروق اعظم بولے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے مال میں سے بقدر ضرورت ایک سال کا خرچہ رکھ کر بقیہ مصارف میں خرچ کر دیتے تھے۔ اس پر فاروق اعظم نے علی المرتضٰی، عباس، عثمان اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔ کیا جو مصارف میں نے بیان کیے ہیں۔ وہ درست ہیں؟ سب نے اس کی تصدیق کر دی۔ فاروق اعظم پھر بولے۔ کہ اے علی اور عباس تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور آپ کی میراث طلب کی۔ ابوبکر صدیق نے تم دونوں کو یہی جواب دیا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی وراثت نہیں ہوتی۔ تو تم نے اس پر انہیں کاذب اور غادر وغیرہ ٹھہرایا۔ پھر جب یہی بات میرے پاس پیش ہوئی۔ اور میں نے بھی اُسے اسی طرح انہی مصارف پر خرچ کرنا شروع کیا۔ تو تم نے مجھے بھی ایسے ہی الفاظ سے یاد کیا۔ تم نے بنی نضیر کے اموال کا مطالبہ کر دیا۔ کہ ہمارے سپرد کر دیئے جائیں۔ میں نے اس شرط پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ کہ تم اس میں وہی طریقہ اختیار کرو گے۔ جو رسول اللہ کا تھا۔ چنانچہ جب عہد ہو گیا۔ تو میں نے تمہارے سپرد کر دیا۔

لمحہ فکریہ:

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس نے جب بنی نضیر کے اموال کو اپنی تولیت میں لے لیا۔ تو کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اب اس کو ختم کرنے کے لیے دونوں پھر فاروق اعظم کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ تو فاروق اعظم نے تولیت کی تقسیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ملکیت کا وہم پڑ سکتا تھا۔ اس اختلاف میں عباس بن عبد المطلب نے حضرت علی المرتضیٰ کو خائن، غادر اور کاذب کہا۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ اگر علی المرتضیٰ کو تولیت کی تقسیم کی مخالفت کی بنا پر تم یہ الفاظ کہہ رہے ہو۔ تو پھر انہی الفاظ کا مصداق میں اور ابوبکر صدیق تو بطریقہ اولیٰ ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے بھی اس کی تقسیم نہیں ہونے دی۔ گویا فاروق اعظم نے عباس بن عبد المطلب کو یہ باتیں جواب الزامی کے طور پر فرمائیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ دیکھو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک نیک، دیانت دار اور پاکباز شخص تھے۔ ان کی طرح میں نے بھی بنی نضیر کے اموال کے ساتھ جو سلوک کیا اور علی المرتضیٰ وہی کچھ چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کوئی غلطی پر نہیں مقصد یہ تھا۔ کہ اے عباس! علی المرتضیٰ سے تمہارا جھگڑنا بیکار ہے۔

اب وہی الفاظ جو نجفی نے چن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غادر، کاذب اور خائن ثابت کرنا چاہا۔ آپ حضرات ان الفاظ کا انداز اظہار ملاحظہ کر چکے۔ ان سے فاروق اعظم کی قطعاً

Marfat.com

یہ مراد نہ تھی۔ کہ ابوبکر صدیق واقعی خائن، غادر اور کاذب تھے۔ بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا۔ کہ عباس تمہارا مطالبہ غلط ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر میرا اور ابوبکر کا ایسا ہونا لازم آئے گا حالانکہ تم ہمیں ایسا نہیں سمجھتے۔ جب ہمیں تم اچھا سمجھتے ہو۔ تو پھر علی المرتضٰے کو بھی یہ الفاظ نہ کہو کیونکہ ان کا اور ہمارا مقصد ایک ہی ہے۔ اور اگر نجفی وغیرہ کو اصرار ہو۔ کہ فاروق اعظم نے ان الفاظ کے ذریعہ حقیقت حال بیان فرمائی۔ تو پھر علی المرتضٰے کو بھی ایسا ہی کہنا پڑے گا۔ کیونکہ جناب عباس نے تو انہیں دوٹوک انداز میں فاروق اعظم کے سامنے اور صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ الفاظ کہے۔ اب نجفی علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہے گا۔ اس لیے روایت مذکورہ مذکورہ کا صحیح مطلب اور مفہوم یہی ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق نے صرف خاموش کرانے کے لیے عباس بن عبدالمطلب کو علی المرتضٰی کے ساتھ ملا کر خطاب دونوں سے فرمایا۔ لہٰذا نہ علی المرتضٰی خائن وغادر اور نہ ہی فاروق اعظم اور ابوبکر صدیق ایسے ہوئے۔

نوٹ:

نجفی نے کہا۔ کہ اگر ایسی صفات والا اہل سنت کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ تو پھر زرارہ ہمارا راوی انہیں کیوں قبول نہیں۔ اس بارے میں ہم اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ ابوبکر پر اٹھائے گئے الزامات لغو اور باطل ہیں۔۔ جبکہ زرارہ پر لعنت کا قول امام جعفر صادق رضی سے ایسا مشہور و معروف ہے۔ کہ کوئی شیعہ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ تنقیح المقال اور رجال کشی میں صراحتًہ لعنت کا ذکر موجود ہے۔ یہ دونوں کتابیں عام ملتی ہیں۔ اس لیے زرارہ پر لعنت کا انکار ناممکن ہے۔

چیلنج ۱:

ابوبکر صدیق اور زرارہ کا مقابلہ کرنے والے نجفی وغیرہ کو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ تم ہماری کسی کتاب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت کرنا ثابت

Marfat.com

کردو۔ تو بیس ہزار روپے نقد انعام دیں گے۔ ورنہ ہم تمہیں تمہاری کتابوں سے امام جعفر کی زرارہ پر ایک نہیں تین مرتبہ لعنت کرنا دکھاتے ہیں۔

رجال کشی:

قَالَ فَابْتَدَأَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ لِزُرَارَةَ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رجال کشی ص ۱۳۵ ذکر زرارہ بن امین مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے ابتداء میں زرارۃ پر لعنت بھیجتے ہوئے تین مرتبہ کہا اللہ تعالیٰ کی زرارۃ پر پھٹکار ہو، لعنت ہو۔ رحمت سے دوری ہو۔ اسی روایت سے پہلے صفحہ پر یوں مذکور ہے۔ سَمِعْتُ اَبَاعَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ بُرَيْدًا لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ۔ میں نے امام جعفر صادق کو سنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے۔ برید پر اور لعنت بھیجے زرارہ پر۔

چیلنج ع۲:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کے بارے میں فرمایا۔ کہ انہوں نے میری اور میرے والد کی احادیث میں غلط ملط کیا۔ اور غلط احادیث داخل کر دیں۔ (رجال کشی ۱۹۶) اگر نجفی وغیرہ کوئی ایک ایسا حوالہ پیش کر دے۔ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے بارے میں یہی کچھ کہا ہو۔ تو فی حوالہ پچیس ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔

Marfat.com

اعتراض نمبر ۸

فقہ حنفی کا مایہ ناز راوی عمر بن خطاب ناقابل اعتماد ہیں

اہل سنت کا دوسرا مایہ ناز خلیفہ اور راوی عمر فاروق ہے۔

۱۔ مسلم شریف باب ترک الوصیۃ میں ہے۔ کہ عمر صاحب نے نبی پاک کے بارے میں کہا تھا۔ کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان ہو گیا ہے۔ (یعنی وہ بک رہا ہے۔)

۲۔ یہ عمر صاحب قاتل نواسۂ نبی اور حدیبیہ میں نبوت پر شک کرنے والا ہے۔ خیبر اور احد میں جہاد سے بھاگنے والا ہے۔ اس خلافت کے بھی وارے وارے جاواں جس میں مایہ ناز خلیفہ عمر ہے۔ اور اس فقہ کے بھی قربان جاؤں جس کی حدیثوں کا راوی عمر صاحب ہے۔
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۴)

جواب الزام ۱:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان کہنے والا کہا۔ قطعاً غلط اور باطل ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۲۲۵ سے لے کر ص ۲۴۳ پر موجود ہے۔ بطور اختصار یہاں پیش خدمت ہے۔

جواب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اِيْتُوْنِي بِقِرْطَاسٍ فرمایا۔ تو حدیث میں موجود ہے۔ کہ اس وقت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اِنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید تکلیف میں ہیں آپ لوگ انہیں مزید تکلیف نہ دیں۔ عِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ جب ہمارے پاس قرآن کریم موجود ہے۔ تو پھر ہمیں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ اس سے سب کچھ مل جائے گا۔

جواب دوم:

یہ بھی احادیث میں موجود ہے۔ کہ جب عمر فاروق نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ کہا۔ تو اہل بیت کے کچھ افراد اس کے مؤید اور کچھ مختلف ہو گئے بعض دوسروں نے کہا۔ مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُونِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۶۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہے کیا آپ کی زبان اقدس سے بے ربط گفتگو نکل سکتی ہے۔ لہذا آپ سے اس کا اچھی طرح مفہوم معلوم کرو۔ یہ معاملہ کتابت جب دوبارہ آپ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔

تو معلوم ہوا۔ کہ "أَهَجَرَ"، کے الفاظ اہل بیت کے ان افراد نے کہے تھے۔ جو دوبارہ آپ سے کہی گئی بات دہرانا چاہتے تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدحواسی کے عالم میں تو نہیں فرما رہے۔ اس لیے آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ یہاں "اھجر"، میں ہمزہ استفہامیہ موجود ہے۔ اور جہاں موجود نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بقول وہاں اسے مقدر مانا جائے گا۔ "اگر در بعض روایات حرف استفہام مذکور نہ باشد مقدر است"، اب ہمزہ استفہامیہ کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اس کلام کو خبریہ انداز بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدحواسی کا اثبات کرتا ہے تو اس سے بڑا نادان اور بے وقوف کون ہو سکتا ہے۔؟ اور اس سے بڑھ کر نادانی یہ کہ ان الفاظ

Marfat.com

کے کہنے والے اہل بیت اور الزام و اعتراض حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کیونکر درست ہے

جوابِ سوئم:

"ایتونی"، جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے۔ جس سے تمام موجود حضرات سے خطاب معلوم ہوتا ہے۔ اس سے صرف اور صرف مراد حضرت فاروق اعظم لینا بالکل خلافِ اصل ہے۔ گویا اہل بیت سے آپ فرما رہے تھے۔ تم میرے پاس قلم و دوات لاؤ۔

جوابِ چہارم:

"ایتونی"، کا امر وجوب کے لیے نہ تھا۔ یا جس مقصد کے لیے آپ منگوانا چاہتے تھے۔ وہ کوئی لازم بات نہ تھی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں جب کاغذ دوات آ گئی۔ تو لکھوانے سے انکار نہ فرماتے۔ ان چار عدد جوابات سے معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ حدیث کسی طرح بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض بننے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اور جو مطلب و مفہوم نجفی وغیرہ نے اس کو پہنایا۔ وہ ہرگز ہرگز اس کا مفہوم نہیں ہے۔

جواب الزام ۲:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول کے قاتل ہیں،، عجیب الزام ہے۔ جس کا نہ سر پاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جو شہید ہوئے وہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کی شہادت سنہ ۶۱ھ میں ہوئی۔ لیکن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سنہ ۲۳ھ میں انتقال فرماتے ہیں۔ ۳۷ سال پہلے رخصت ہونے والے پر امام حسین کے قتل کا الزام دھرنا کوئی پاگل بھی نہیں کہے گا۔ اگر اس کی کوئی یہ تاویل کرے۔ کہ چلو خود نہ سہی لیکن ان کا بالواسطہ ہاتھ تھا۔ اس طرح کہ عمر بن الخطاب نے امیر معاویہ کو شام کا گورنر بنایا۔ اسی گورنر شام کے بیٹے یزید نے امام حسین کو شہید کروایا۔ لہٰذا امام حسین کی شہادت کی ذمہ داری بالواسطہ عمر بن الخطاب پر پڑتی ہے

Marfat.com

تو اس طرح حضرت علی المرتضےٰ بھی قتلِ حسین میں ملوث ہونے سے نہ بچ سکیں گے۔ کیونکہ فارس کا گورنر زیاد، حضرت علی المرتضےٰ کا مقرر کردہ تھا۔ اور اسی زیاد کے بیٹے نے امام حسین کو قتل کیا تھا۔

الزام مذکور میں نجفی نے یہ بھی لکھا۔ کہ غزوۂ حدیبیہ میں عمر بن الخطاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پڑگیا۔ یہ الزام بھی بے حقیقت ہے۔ اس کا تفصیلی جواب بھی تحفہ جعفریہ جلد چہارم ص ۶۶ تا ۹۵ پر دیا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ جب صلح حدیبیہ کی شرائط لکھی گئیں۔ تو کفار کی جانب سے کچھ ایسی شرائط پیش کی گئیں۔ جو سراسر ناانصافی پر مبنی تھیں۔ جب ان شرائط کی کتابت حضرت علی المرتضےٰ فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ الفاظ لکھوائے۔ هٰذَا مَا قَضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو کفار نے آپ کے رسول اللہ لکھوانے پر اعتراض کیا۔ آپ نے بات کو ختم کرنے کی غرض سے اسے مٹا دینے کو کہا۔ حضرت علی نے ان الفاظ کو مٹانے سے انکار کر دیا۔ حضور نے خود کاغذ لیا اور مذکورہ الفاظ مٹا دیئے۔ اور شرائط جب تحریر ہو چکیں۔ تو فاروق اعظم کا جذبۂ ایمانی ابل اٹھا۔ ابوبکر صدیق سے کہا۔ کیا ہم مسلمان نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق نہیں کیا قریش کافر نہیں؟ صدیق اکبر نے کہا۔ کیوں نہیں۔ فاروق اعظم نے کہا۔ کہ پھر ان کفار کی من مانی شرائط ماننے کا کیا مطلب؟ اس پر صدیق اکبر نے کہا۔ چپ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہی کرتے ہیں۔ یہی بات چیت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ہوئی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں رسول خدا ہوں اور وہ مجھے کبھی فراموش نہیں کرتا۔ "عمر اظہار پشیمانی کردو باستغفار کردہ است، حضرت عمر نے اپنے رویہ پر پشیمانی کا اظہار کیا۔ اور استغفار میں لگ گئے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۱ و وقائع سال ششم ہجری مطبوعہ تہران میں لکھا ہے کہ .. بکفارت ایں جرأت وجسارت نماز و روزہ و تصدق فراواں گذاشتم" اس جرأت کے بدلہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی نفلی نمازیں، روزے اور صدقہ

Marfat.com

خیرات کیا۔ (جلد دوم ص ۲۱۶ تا ۲۲۶)

اس واقعہ کے ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں ایسی جسارت کی۔ جو نجفی وغیرہ نے اپنی تحریر میں پیش کی ہے۔ "عمر فاروق غیرت رسول پر شک کرنے والا ہے" اگر کوئی یہ سوچے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی مخالفت کی اس لیے اُن پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ تو پھر علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو کیا کہو گے۔ آخر انہوں نے بھی تو لفظ "رسول اللہ" مٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ جسے بعد میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا۔

نوٹ:

اگر نجفی وغیرہ الزام مذکورہ کی تائید میں درمنثور کی یہ عبارت پیش کریں۔ وَاللّٰہِ مَا شَکَکْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا یَوْمَئِذٍ۔ خدا کی قسم! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ آج کے سوا مجھے کبھی شک نہ پڑا۔ تو اس بارے میں ہم کہیں گے۔ کہ روایت کے مذکورہ الفاظ بخاری جلد اول ص ۳۷۷ تا ۳۷۸ پارہ گیارہ باب الشروط فی الاجتہاد، مسند امام احمد بن حنبل مبوب المعروف الفتح الربانی جلد ۲۱ ص ۹۵ غزوۂ حدیبیہ میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ صرف درمنثور میں علامہ السیوطی نے نقل کیے ہیں۔ السیوطی نے یہ روایت ابن جریر سے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معمر راوی کے کسی شاگرد نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھ دیے۔ ان الفاظ کے قائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر اس مقام پر یہ کہا جائے۔

کہ عمر فاروق کے اس رویہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف وایذاء ہوئی۔ اور یہ کفر ہے۔ تو اس بارے میں ہم درج ذیل معروضات پیش کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

ناسخ التواریخ:

مسلمانان ازاین شرط شگفتی گرفتند کہ چگونہ مسلمانے را بکافران باز فرستیم و عمر بن خطاب گفت یا رسول اللہ چگونہ بدین شرط رضا دہی پیغمبر تبسم فرمود و گفت ہر کہ از اشد ر بنزد ما مسلمان آید و ما او را باز فرستیم خداوندش فرج بخشد و ہر کہ از ما روئے بگرداند و بنزدیک کافران رود باو حاجتے نداریم وار باکافران سزاوار تراست ...... درغم مباش کہ زیارت کعبہ خواہی کرد و طواف خواہی گذاشت۔

(ناسخ التواریخ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جلد دوم ص ۲۱۹)
(روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۳۶۶)

ترجمہ:
مسلمانوں نے اس شرط پر تعجب کا اظہار کیا۔کہ ہم کسی مسلمان کو کس طرح کافروں کے پاس بھیجیں گے۔عمر بن خطاب نے کہا۔یا رسول اللہ! آپ نے یہ شرط کس طرح بخوشی قبول فرمالی؟ آپ نے تبسم فرما کر کہا۔جو بھی ان کفار میں سے ہمارے پاس مسلمان آئے گا۔اور ہم اسے واپس بھیج دیں گے اللہ تعالیٰ اس کو فراخی وخوشی دکھائے گا۔اور جو ہم میں سے منہ پھیر کر کفار میں چلا جائے گا۔ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔وہ کافروں کے ساتھ ہی بھلا لگتا ہے۔تو فکر مند مت ہو۔کعبہ کی زیارت بھی کرے گا اور طواف بھی کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر بن الخطاب کے سوال پر تبسم فرمانا اس امر کی

Marfat.com

دلیل ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے سوال کرنے پر بُرا نہیں منایا تھا۔ بلکہ اس شرط کی حکمت سمجھا کر آخر میں خوشخبری بھی دی۔ کہ تجھے کعبہ پاک کی زیارت و طواف کا شرف حاصل ہوگا۔ باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی اور تبسم فرماتے ہوئے جواب دیا پھر بھی عمر بن الخطاب، کے دل میں محبت مصطفیٰ نے انہیں اس پر شرمندگی کا احساس دلایا۔ اور وہ اس کے پیش نظر صدقہ و خیرات کر کے دل کو تسکین و اطمینان دیتے رہے۔ یہ واقعہ تو عمر بن الخطاب کے کمالِ ایمان اور محبت کامل پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حسد و بغض کی آنکھ کو بجز عیب و نقص کے کچھ دکھائی نہ دے۔ تو اس میں کسی کا کیا قصور؟

اس اعتراض کا آخری حصہ بھی ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ احد اور خیبر سے بھاگ گئے تھے۔ اس معاملہ میں بھی حقیقت حال یوں ہے۔ کہ خیبر کی جنگ میں اِن کو فتح حاصل نہ ہوئی تھی۔ اس قدر تو کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ لیکن آپ کا کفار سے بھاگ کھڑے ہونا نجفی کی اختراع کے سوا کچھ نہیں۔ باقی رہا غزوۂ احد میں سے بھاگنا تو چونکہ کفار نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کی کثیر تعداد میدان میں قائم نہ رہ سکی لیکن یہ کہنا کہ اُن تمام میں سے عمر بن الخطاب میدانِ جنگ سے یوں دوڑے کہ گھر میں آکر سانس لیا۔ یا کسی خفیہ جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان کے سوا باقی تمام مسلمان پھر میدان میں آگئے۔ تو یہ بات ہرگز ہرگز مبنی برحقیقت نہیں ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آواز دی۔ تو سب سے پہلے لبیک کہنے والے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے حضرات میں عمر بن الخطاب بھی تھے۔ تھوڑے سے وقت کے لیے اِن صحابہ کرام سے لغزش ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (اللہ نے انہیں یقیناً معاف کر دیا۔) نازل فرما کر ان کی تقصیر معاف کر دی۔ اب ان کی معافی ہو جانے کے بعد نجفی کو اگر دکھ ہوتا ہے۔ تو ہم اس کا کیا علاج کریں۔ جبکہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے الزامات سراسر باطل اور لغو ٹھہرے۔ تو پھر جس نقشہ کو ان جیسا ہے۔ گیا۔ وہ

Marfat.com

بھی صحیح اور حق ثابت ہوئی حضرت عمر بن الخطاب کو نحقی اچھا کہے یا نہ کہے۔ علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ

(نہج البلاغہ ص ۳۵۰ خطبہ ۲۲۸)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ عمر فاروق کے شہروں کو برکت دے انہوں نے ٹیڑھی راہ کو سیدھا کیا۔ اور بیماری کا علاج کیا۔ مختلف شہروں کے باشندوں کو دین اسلام کی طرف پھیرا۔ سنت کو قائم کیا۔ حضور کے احکام کو جاری کیا۔ اور فتنے کو پس پشت ڈالا۔ آپ کا زمانہ فتنہ وفساد سے پاک رہا۔ اور دنیا سے کم عیب اور پاک جامے کر رخصت ہوئے۔ اور خلافت کی بھلائیوں کو پایا اور اس کے شر سے پہلے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا۔

احقاق الحق:

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ فَمَاتَا عَلَيْهِ عَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ

Marfat.com

يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(۱۔احقاق الحق صفحہ ۱۶)

(۲۔انوار نعمانیہ جلد ۱ ط۹۹)

ترجمہ:

ابوبکر و عمر دونوں عادل اور منصف امام تھے حق پر زندہ رہے اور اسی پر پر خاتمہ ہوا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو۔

لمحہ فکریہ:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں حضرت علی المرتضےٰ اور دیگر حضرات اہل بیت نے بہت کچھ بیان فرمایا۔ یہاں اس کا تذکرہ کرنا بے محل ہے۔ صرف ایک دو حوالہ جات اس لیے پیش کیے تاکہ نمونے کے طور پر ائمہ اہل بیت کی عقیدت کا آپ اندازہ کر سکیں۔ ایسی بزرگ شخصیت کے مقابلہ میں زرارہ کی کیا وقعت اور حیثیت جسے نجفی پیش کر رہا ہے۔ نجفی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے بہرحال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عادل مقسط اور حق کے شیدائی تھے۔ اور زرارہ خود اپنے ائمہ کی احادیث میں غلط بیانی کی وجہ سے ملعون کاذب اور باطل کا ہم نوا ہے۔ اسی لیے ایسے راوی کی روایات سے جمع شدہ فقہ بھی ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ یہ خود۔ اس کے مقابلہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کی فقہ قابل ستائش اور منظور خدا و رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ اور حق و باطل کو سمجھنے کے بعد حق قبول کرنے اور باطل کو رد کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۹

جیشِ اسامہ سے پیچھے رہنے والے ارشادِ نبی کے مطابق لعنتی تھے اور وہی فقہ حنفی کی بنیاد ہیں

کتاب الملل والنحل جلد اول ذکر بارہ اختلاف میں لکھا ہے۔ کہ حضور نے بوقت موت فرمایا تھا۔ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ کہ جو لشکر اسامہ کے ساتھ نہ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ابوبکر و عمر بھی اس لشکر میں تھے اور ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ واپس آ گئے تھے۔ فقہ حنفیہ تیرے بیلے جن لوگوں پر نبی لعنت فرمائے وہ فقہ حنفیہ کے خلیفہ بھی ہیں راوی اور امام بھی ہیں چشم بددور شالا نظر نہ لگے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے۔ کہ فقہ جعفریہ والے راویوں کو چھوڑ دیں اور فقہ حنفیہ والے ایسے خلیفوں کو چھوڑ دیں۔ جن پر نبی نے لعنت فرمائی ہے۔ اور پھر حساب کر کے دیکھیں کہ گھاٹے میں کون ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۴)

جواب اول:

صاحب الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی اسماعیلی شیعہ ہے۔ بلکہ غالی شیعہ ہے۔ اور اس پر الحاد اور بے دینی تک کے الزامات بھی ہیں۔ لہذا عقائد کے ضمن میں ایسے شخص کی بات خصوصاً خلفائے ثلاثہ پر طعن کے معاملہ میں کوئی تحریر کس طرح قابل حجت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شیعہ غالی اور بے دین ہونے کی وجہ سے اس سے ایسی ترجیح کرنا عبث ہے۔

طبقات شافعیۃ الکبری:

فی تاریخ شیخنا الذھبی ان ابن السمعانی ذکر انہ

Marfat.com

كَانَ مُتَّهِمًا بِالْمَيْلِ إِلَى أَهْلِ الْقِلَاعِ يَعْنِي إِسْمَاعِيلِيه وَالدَّعْوَةِ إِلَيْهِمْ وَالنُّصْرَةِ لِطَاعَتِهِمْ وَأَنَّ ذَلِكَ فِي التَّحْبِيرِ أَنَّهُ مُتَّهَمٌ بِالْإِلْحَادِ وَالْمَيْلِ إِلَيْهِمْ غَالٍ الْمُتَشَيِّعِ۔

(طبقات شافعیۃ الکبری جز ۴ ص ۷۹)

ترجمہ:

ہمارے شیخ علامہ ذہبی کی تاریخ میں ہے۔ کہ ابن سمعانی نے صاحب الملل والنحل کے بارے میں ذکر کیا۔ کہ وہ اسماعیلیہ فرقہ کی طرف میلان رکھنے کا متہم تھا۔ لوگوں کو ان کے عقیدہ کی طرف بلاتا اور ان کی اطاعت کرنے پر مدد کرتا۔ اور تحبیر میں کہا ہے۔ کہ وہ الحاد سے متہم تھا۔ کٹر شیعہ تھا۔

جواب دوم:

اسی اعتراض کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۵۷ تا ۳۷۹ پر موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ "لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا" کے الفاظ شہرستانی کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیے۔ اسی کی تائید ایک بہت بڑے شیعہ عالم نے بھی ان الفاظ میں کی ہے۔

"محمد بن عبد الکریم شہرستانی در کتاب ملل ونحل کردہ کہ پیغمبر فرمود جَهِّزُوا جَيْشَ أُسَامَةَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا ودر ایں حدیث اگرچہ تواترات ولے ذیلی آں مشتمل بر لعن است از طرق عامہ من بندہ در غیر ملل ونحل ندیدہ ام۔"

(شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور مطبوعہ بمبئی ص ۳۶۰ سن طباعت ۱۳۱۰ھ)

Marfat.com

ترجمہ:

محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے کتاب ملل و نحل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی۔ جھزوا جیش الخ جناب اسامہ کے لشکر کے ساز و سامان کی تیاری کرو جو اس سے پیچھے رہا اس پر اللہ کی لعنت اس حدیث کا ابتدائی حصہ اگرچہ متواتر ہے۔ لیکن آخری حصہ جو کہ لعنت کے مضمون پر مشتمل ہے عام طریقوں سے راقم کو ماسواء ملل و نحل کے اور کہیں نہیں ملا۔

جواب سوم:

واقعہ مذکورہ تاریخ کی روشنی میں مختصر یوں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو دوشنبہ ۲۶ صفر ۱۱ھ کو رومیوں سے جنگ کرنے پر مامور کیا۔

۲۷ صفر کو انہیں لشکر کی سرداری عطاء کی گئی۔ ۲۸ صفر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار ہو گئے۔ ۲۹ صفر کو آپ نے اسامہ کے لیے اپنے ہاتھ سے جھنڈا تیار کر کے دیا۔ اور فرمایا۔ نکلو اور جہاد کرو۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر شام کی طرف مقام جرفا میں قیام کیا۔ تاکہ فوج اکٹھی ہو جائے۔ ابوبکر، عمر، عبیدہ بن جراح نے شرکت کی تیاری کی۔ آٹھ ربیع الاول کی صبح تک تیاری مکمل ہو گئی۔ اسی دن حضور نے شدتِ مرض کی وجہ سے ابوبکر کو نماز کا خلیفہ مقرر فرمایا۔ دیگر صحابہ کرام دس ربیع الاول تک گروہ در گروہ لڑائی کے لیے لشکر میں پہنچ چکے تھے، گیارہ ربیع الاول کو حضرت اسامہ نے حضور سے اجازت طلب کی اجازت ملنے پر لشکر کو خروج کا حکم دیا۔ خود سوار ہو کر جانے کے لیے تیار تھے۔ کہ ان کی والدہ ام ایمن کی طرف سے پیغام ملا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت رحلت قریب معلوم ہوتا ہے۔ یہ پیغام سن کر اسامہ، عمر فاروق اور عبیدہ ابن جراح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مختصر طریقہ سے ذکر کردہ واقعہ پر نظر دوڑائیے۔ کہ کس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

کہ ابوبکر و عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے گریز کیا ہے۔؟ صاف ظاہر ہے کہ لشکر اسامہ میں شرکت کا حکم بھی آپ کا اور مصلیٰ امامت پر کھڑا ہونے کا ارشاد بھی آپ کا تھا۔ اور دوسرے صحابہ ام ایمن کا پیغام سن کر واپس آئے۔ جو حقیقت پر مبنی تھا۔ کیونکہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال ہو گیا تھا۔

جواب چہارم:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین مکمل ہو گئی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب اسامہ کو حکم دیا۔ شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ دیگر صحابہ کرام نے کہا۔ کہ ابھی توقف فرمائیں۔ ایک حضور کی وفات کا صدمہ اور دوسرا قبائل میں سے کچھ کا زکوٰۃ دینے سے انکار کا فتنہ اس لیے حالات کی بہتری تک اس پروگرام کو معطل کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں ابوبکر نے کیا کہا۔ ایک شیعہ مصنف مرزا تقی کی زبانی سنیئے۔

ناسخ التواریخ:

من فرمان پیغمبر دگرگون نکنم و خدا وند بچوں را محافظ خویش دانم۔

(ناسخ التواریخ جلد اول ص ۱۸۷ تاریخ الخلفاء
گسیل شدن اسامہ ابن زید)

ترجمہ:

میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ہرگز ٹال نہیں سکتا۔ اور اللہ بے نیاز کو اپنا محافظ جانتا ہوں۔

جب لوگوں نے آپ کی اس پختگی کا مظاہرہ دیکھا تو عمر بن خطاب سے عرض کیا۔ آپ انہیں کچھ سمجھائیں۔ چنانچہ عمر بن الخطاب کو جو جواب ملا وہ بھی اسی شیعی کی زبانی سن لیجیے

اے عمر! سخن دیوانگان گوئی آں را کہ پیغمبر بر داشتہ است من چگونہ توانم پست کرد

Marfat.com

ترجمہ:

اے عمر! دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ وہ کہ جسے سرکار دو عالم نے بلند کیا ہو۔ میں ابوبکر اُسے کس طرح پست کر سکتا ہوں۔

نتیجہ:

معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کے روکنے کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ لشکر کو روانہ کر دیا۔ اس میں ابوبکر صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کی۔ لہٰذا نجفی کا یہ کہنا ملعون دماغ کی اختراع ہے۔ فقہ جعفریہ والے ایسے راویوں کو چھوڑ دیں جن پر اماموں نے لعنت کی اور فقہ حنفیہ والے ایسے خلیفوں کو چھوڑ دیں جن پر نبی نے لعنت کی روایت۔ مذکورہ میں ابوبکر صدیق پر لعنت کا کوئی شائبہ تک ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ایک ملعون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کا امام بنا رہے ہوں۔ اب صرف ایک شق باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ زرارہ وغیرہ راویانِ ائمہ اہل بیت پر تو لعنتِ ائمہ بالتصریح موجود ہے۔ لہٰذا ان ملعون رواۃ کی ریت پر بنائی گئی فقہ جعفریہ کی عمارت کا الزام فطری امر ہے۔ لیکن یہ لوگ زرارہ کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے چھوڑنے سے امام باقر کی تعلیمات ہباءً منثوراً ہو جاتی ہیں۔

رجال کشی:

فَقَالَ لِی لَوْلَا زُرَارَةُ لَظَنَنْتُ اَنَّ اَحَادِیْثَ اَبِیْ سَتَذْهَبُ۔

(رجال کشی ص۱۲۲)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے ابو بصیر سے کہا۔ اگر زرارہ صاحب نہ ہوتے تو میرے والد امام باقر کی احادیث ختم ہو جاتیں۔

رجال کشی:

برید بن معاویہ العجلی و ابا لیث بن البختری المرادی و محمد بن مسلم و زرارہ اربعۃ نُجَبَاءُ اُمَنَاءُ اللّٰہِ عَلٰی حَلَالِہٖ وَ حَرَامِہٖ لَوْلَا ھٰؤُلَاءِ اِنْقَطَعَتْ اٰثَارُ النُّبُوَّۃِ وَ انْدَرَسَتْ۔

(رجال کشی ص ۱۵۲)

ترجمہ:

برید بن معاویہ العجلی، ابو لیث بن بختری مرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ چار شخص بہت پاکیزہ حضرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کے امین ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار ختم ہو گئے ہوتے اور مٹ گئے ہوتے

نتیجہ:

اہل سنت جن حضرات کو خلفاء راشدین مانتے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ جن کو آپ کا مصلی ملا۔ ان کے جنتی ہونے کو اہل تشیع کا مصنف بھی تسلیم کرتا ہے۔ لوامع التنزیل میں ہے۔ "حضور نے فرمایا وہ جس نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا یا جس کو میں نے اپنی بیٹی نکاح میں دی ایسے لوگوں کے لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے جنت کا وعدہ لے لیا ہے۔" لہٰذا ان کے بارے میں لعنت کا تصور کرنے والا بھی ملعون ہے۔ اس کے خلاف جن راویوں پر فقہ جعفر

Marfat.com

کا دارومدار ہے۔ وہ خود امام جعفر کے بقول طعون ہیں۔ اور ان چاروں کو اگر نکال دیا جائے تو فقہ جعفریہ کا کچھ بھی نہیں بچتا۔ چونکہ فقہ جعفریہ ان کی مرتب شدہ ہے۔ اور یہ عند الامام طعون لہذا ان طعونوں کی مرتب کردہ فقہ بھی طعون اور بے اصل ہے۔ اب حساب ہم نے کر دیا۔ دیکھیں گے ناظرین کہ کون ڈوبا اور کون کنارے لگا۔

اعتراض نمبر۱

سنیوں کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز راوی عثمان بن عفان ہے جس نے قرآن جلوا دیئے تھے۔

اہل سنت کے ایک اور مایہ ناز خلیفہ اور راوی عثمان صاحب بھی ہیں بخاری شریف باب جمع القرآن میں لکھا ہے۔ کہ

۱۔ اس نعثل نے قرآن جلائے

۲۔ اسی خدمت دین کے صلے میں اصحاب نبی نے اسے قتل کر دیا تھا۔

۳۔ اور بی بی عائشہ نے ہی اسے قتل کا حکم دیا تھا۔

(فقہ حنفیہ ص ۲۴)

جواب الزام ۱:

اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ عثمان غنی نے تمام قرآن کے نسخہ جات جلا دیئے تھے۔ تو پھر اعتراض آتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے پاس صحیح قرآن کہاں سے آیا۔ اور کس سے ملا۔؟ دراصل اہل تشیع کی طرف سے نجفی اس اعتراض میں بھی غلط وکالت کر رہا ہے۔ وہ اس بات سے ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ عثمان غنی نے جب قرآن جلا دیا۔ تو آج تک موجود قرآن کہاں سے آگیا۔؟ حالانکہ اس موجود قرآن کو اہل تشیع صحیح مانتے ہی نہیں۔ بلکہ ان کا نظریہ یہ ہے۔ کہ صحیح قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ وہ غار میں اسے اپنے ساتھ رکھے

Marfat.com

ہوئے ہیں۔جب آئیں گے تو ساتھ لائیں گے۔حضرت عثمان غنی کے قرآن جلانے کا جو واقعہ کتب میں مذکور ہے۔وہ یہ کہ کچھ لوگوں نے آیات قرآنی پر تفسیری نوٹ لکھ رکھے تھے۔اور بعض کے پاس منسوخ التلاوۃ آیات بھی لکھی پڑی تھیں۔آپ نے ایسی تحریرات کو ایک خطرے کے پیش نظر جلایا تھا۔وہ یہ تھا کہ کہیں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آنے والے لوگ ان تفسیری تحریروں کو بعینہٖ قرآن کی آیات نہ سمجھ لیں۔چونکہ اختلاف قرأت نے ایک مستقل جھگڑا کھڑا کر رکھا تھا۔اس لیے اس خطرہ کو تقویت ملتی تھی۔لہٰذا آپ نے اصل قرآن اور تفسیری تحریر کے درمیان فرق کے پیش نظر یہ قدم اٹھایا۔تاکہ آئندہ چل کر کوئی جھگڑا نہ اٹھ کھڑا ہو۔یاد رہے کہ ہم نے تحریف قرآن کے بارے میں ایک مستقل بحث لکھی ہے جو تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔اس بحث کو ہم نے عقائد جعفریہ جلد سوم میں تفصیل سے لکھا ہے۔

جواب الزام ۲:

"حضرت عثمان کی شہادت قرآن جلانے کی وجہ سے ہوئی"، یہ سراسر بہتان ہے اور کذب ہے جو نجفی نے صحابہ کرام پر لگایا۔اہل سنت کی کتب اس کی واضح تردید کرتی ہیں۔

البدایہ والنہایۃ:

وَاَمَّا مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ اَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ
اَسْلَمَهُ وَرَضِيَ بِقَتْلِهٖ فَهٰذَا لَا يَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ
مِّنَ الصَّحَابَةِ اَنَّهٗ رَضِيَ بِقَتْلِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ
بَلْ كُلُّهُمْ كَرِهَهٗ وَمَقَتَهٗ وَسَبَّ مَنْ فَعَلَهٗ

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۹۸)

Marfat.com

ترجمہ:

بہرحال جو کچھ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے بعض عثمان غنی کے قتل کو درست فعل قرار دیتے تھے اور اس پر راضی تھے۔ تو یہ کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے۔

کہ وہ عثمان غنی کے قتل پر راضی تھا۔ بلکہ تمام صحابہ نے اسے ناپسند کیا۔ اور اس پر غصہ کا اظہار کیا۔ اور قتل کرنے والوں کو برا بھلا کہا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل عثمان پر ہرگز خوش نہ تھے۔ اور نہ ہی ان کا کوئی اس میں دخل تھا۔ کچھ لوگوں کا مجھی کی طرح خیال تھا۔ کہ علی المرتضے رضی اللہ عنہ کا قتل عثمان میں دخل تھا۔ اس پر علی المرتضے نے حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا۔ یہ حلفیہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ میرا قتل عثمان میں کوئی دخل نہیں۔ تاریخ یعقوبی جلد دوم کو دیکھیں۔

جواب الزام ۳:

"سیدہ عائشہ نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا" اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد پنجم کے ص ۲۸ تا ۶۱ پر ہم نے تحریر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

۱۔ مذکورہ واقعہ کسی مسند اور صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ناقابل تسلیم ہے۔ اگر کوئی ایک ایسی حدیث پیش کر دے تو فی حوالہ بیس ہزار روپے نقد انعام حاصل کرے۔ اس کی تردید صحیح حدیث سے ملاحظہ ہو۔

طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا ابو معاویۃ الضریر قال اخبرنا الاعمش عن خیثمہ عن مسروق عن عائشۃ قالت حین

Marfat.com

قَتَلَ عُثْمَانَ تَرَكْتُمُوْهُ كَالثَّوْبِ النَّقِيِّ مِنَ الدَّنَسِ ثُمَّ قَرَّبْتُمُوْهُ تَذْبَحُوْنَهُ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ هَلَّا كَانَ هٰذَا قَبْلَ هٰذَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ هٰذَا عَمَلُكِ اَنْتِ كَتَبْتِ اِلَى النَّاسِ تَأْمُرِيْنَهُمْ بِالْخُرُوْجِ اِلَيْهِ قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَا وَالَّذِىْ اٰمَنَ بِهِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَكَفَرَ بِهِ الْكَافِرُوْنَ مَا كَتَبْتُ اِلَيْهِمْ بِسَوْدَاءَ فِىْ بَيْضَاءَ حَتّٰى جَلَسْتُ مَجْلِسِىْ هٰذَا قَالَ الْاَعْمَشُ فَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهُ كُتِبَ عَلٰى لِسَانِهَا۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۸۲ تذکرہ عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جناب مسروق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جب عثمان غنی کو قتل کر دیا گیا تو سیدہ عائشہ نے کہا۔ تم نے اُسے (عثمان) صاف ستھرے کپڑے کی مانند چھوڑا پھر تم قریب آئے اور اس طرح بے دوری سے اُسے قتل کر دیا۔ جس طرح بھیڑ بکری ذبح کی جاتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوا؟ یہ سن کر مسروق نے سیدہ سے کہا۔ یہ تو آپ کا ہی عمل ہے۔ کیونکہ آپ نے ہی لوگوں کو لکھا تھا۔ کہ عثمان غنی پر خروج کر دیا جائے۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ اس خدا کی قسم جس پر مومن ایمان لاتے ہیں اور کافروں نے جس کا انکار کیا میں نے ان کی طرف کسی سفید کاغذ پر کوئی حرف نہ لکھا۔ یہاں تک کہ میں اس جگہ تمہارے سامنے بیٹھی ہوں۔ اعمش نے کہا۔ سو لوگوں کی رائے یہ تھی

Marfat.com

کہ کچھ آدمیوں نے (از روئے شرارت) مائی صاحبہ کی طرف سے تحریری کام کیا۔

حوالہ بالا سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف قتل عثمان کی نسبت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہی بات جناب مسروق نے جب مائی صاحبہ سے کہی تو آپ نے حلفیہ اس کی تردید فرمادی۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے اور روایان کے اعتبار سے قابل استدلال ہے۔ کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ جلد پنجم از ص ۵۷ تا ص ۶۰ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱

سنیوں کی فقہ کی ایک مایہ ناز اور یہ بی بی عائشہ ہے بقول ابو ہریرہ شیشے اور سرمے سے فرصت نہ تھی (معاذ اللہ)

اہل سنت کی محدثوں کی ایک مایہ ناز راویہ بی بی عائشہ بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ ص ۲۰۴ میں لکھا ہے۔ کہ ابو ہریرہ نے بی بی عائشہ سے کہا تھا۔ شَغَلَكَ عَنْهُ الْمِرْاٰةُ وَالْمُكْحَلَةُ۔ کہ شیشے اور سرمے کی کاروائی نے نبی کی حدیث یاد کرنے سے آپ کو باز رکھا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان بیان کی ہے ابو ہریرہ نے بی بی عائشہ کی معلوم ہوا کہ حنفیوں نے خُذُوْا شَطْرَ دِیْنِکُمْ عَنْ ھٰذِہِ الْحُمَیْرَاءِ کہ آدھا دین حمیرا سے لو۔ یہ ایک ڈھکوسلا بنایا ہے۔ کیونکہ بی بی عائشہ کو ہار سنگار اور میک اپ سے فرصت ہی کیا ملتی تھی۔ عراب کے کتے بھی اسی بی بی کو بھونکتے تھے اور عثمان صاحب کے قتل کا فتویٰ صادر فرما کر انہیں بھی اسی سے ذبح کروایا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۴-۲۵)

جواب:

کتاب "اضواء السنۃ المحمدیہ" جس میں سے ایک عبارت اعتراض بالا میں دی گئی اسی کتاب کی ایک اور عبارت چند سطور بعد نجفی نے بطور اعتراض ذکر کی۔ گویا مذکورہ کتاب سے

Marfat.com

دو اعتراض کیے گئے۔ ایک یہ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ آپ اپنی زیب و زیبائش میں لگی رہتی ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی طرف آپ کی توجہ کم رہتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا جھوٹی احادیث بیان کرتی تھیں۔ اس بنا پر فاروق اعظم نے ان کی پٹائی بھی کی تھی۔ یہ کتاب ابوریۃ محمود کی تصنیف ہے۔ اور اس کے مصنف کی شیعیت اور بدزبانی خود اس کی تصانیف بیان کرتی ہیں۔ کتاب مذکورہ میں حضرات صحابہ کرام پر نازیبا اعتراضات کیے گئے۔ ایک اور تصنیف "ابوہریرہ" نامی میں اس نے اپنی شیعیت کا کھل کر اظہار و قرار کیا۔ اس بارے میں ہم آگے چل کر کچھ بیان کریں گے۔ رہا یہ اعتراض کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو ابوہریرہ نے وہ باتیں کہیں۔ جو اس کتاب میں مذکور ہیں۔ تو سب سے پہلے اس کی تردید بابطلان یوں ہے۔ کہ اس روایت کی کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔ لہٰذا بے سند روایت سے اعتراض نہیں بن سکتا۔ پھر اسی مصنف نے اسی روایت کو "ابوہریرہ" نامی کتاب میں ذکر کر کے یہاں یہ تاثر دیا۔ کہ ابوہریرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ کی ان الفاظ سے گستاخی کی۔ لہٰذا یہ کہنا پڑے گا۔ ابوریۃ محمود نہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ کا احترام کرنے والا اور نہ ہی حضرت ابوہریرہ کا غمخوار ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر ایسی باتیں لکھیں۔ کہ آن سے ان کا صحابی ثابت ہونا کجا مسلمان ہونا بھی محل نظر ہو جاتا ہے۔ انہیں پیٹ کی خاطر اسلام قبول کرنے والا کہا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نجفی کو سیدہ عائشہ صدیقہ پر اعتراض کرنے کے لیے اس خبیث مصنف کی خبیث تصنیف کا سہارا لینا پڑا۔ اس لیے ایسے مصنف کی ایسی تصنیف سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اعتراض کرنا قطعاً قابل قبول نہیں۔ اگر مذکورہ عبارت کو بفرض محال تسلیم کر لیا جائے۔ تو بھی زیادہ سے زیادہ ان دونوں کے مابین مکالمہ کی صورت میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اعتراض کرنا قطعاً قابل قبول نہیں۔ اگر مذکورہ عبارت کو بفرض محال ان دونوں کے

Marfat.com

مابین مکالمہ کی صورت میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں یعنی سیدہ عائشہ نے کہا ہو۔ اے ابوہریرہ! تم اتنی احادیث کیسے یاد کر لیتے ہو؟ ابوہریرہ نے کہا حضور نے مجھے دعا دی تھی پھر مائی صاحبہ نے پوچھا۔ تمہیں اتنی احادیث سننے کے مواقع کیسے میسر آتے ہیں۔ ابوہریرہ نے کہا ہو۔ کہ میں فارغ ہوتا ہوں۔ میرے پاس وقت کافی ہوتا ہے۔ آپ کی طرح میری ذمہ داریاں نہیں۔ آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے حصول کی خاطر کچھ وقت بناؤ سنگار کے لیے بھی نکالنا ہوتا ہے۔ اس لیے احادیث سننے کے مواقع مجھے زیادہ ملتے ہیں۔ یہ بات۔ اسی طرح ہو گی جس طرح ابوہریرہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھی مہاجر و انصار میری کثرت روایاتِ حدیث پر تعجب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان میں سے مہاجرین حضرات تجارت میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ اور انصار حضرات کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں۔ میں ان دونوں کاموں سے فارغ ہوں۔ اس لیے ان حضرات کا تعجب کوئی انوکھی بات نہیں۔

مقصد یہ ہے۔ کہ اگر حضرت۔ ابوہریرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کثرت روایاتِ حدیث نہ کرنے کی وجہ بیان کر دی کہ آپ کو بناؤ سنگار بھی تو کرنا ہوتا ہے تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ اگر بناؤ سنگھار کیا تھا تو وہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ ہر وقت اسی کام میں مصروف رہتی تھی عورت کے اس فطری کام کو ان دونوں شیعوں (نجفی اور ابو ریہ محمود) نے نقص سمجھا۔ یہ درحقیقت [illegible] وحسد و بغض کی نشانی ہے۔ یہی مصنف حضرات صحابہ کرام پر الزام دھرتا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تنقیص پر مشتمل احادیث خود بنائیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابوہریرہ:

[illegible] ابو ہریرہ یضع احادیث علی علی رضی اللہ عنہ

وَضَعَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةً عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
يَطُوْلُ بِنَا الْحَدِيْثُ لَوْ اَتَيْنَا بِهَا كُلِّهَا فَنَكْتَفِيْ بِاَمْثَالٍ
قَلِيْلَةٍ تُغْنِيْ عَنْ غَيْرِهَا۔

۱۔ قَالَ ابو جعفر الاسکافی اِنَّ مُعَاوِيَةَ وَضَعَ قَوْمًا
مِّنَ الصَّحَابَةِ وَقَوْمًا مِّنَ التَّابِعِيْنَ عَلٰى رِوَايَةِ
اَخْبَارٍ قَبِيْحَةٍ فِيْ عَلِيٍّ تَقْتَضِي الطَّعْنَ فِيْهِ وَالْبَرَاءَةَ
مِنْهُ وَجَعَلَ لَهُمْ عَلٰى ذَالِكَ جُعْلًا يُرْغَبُ فِيْ مِثْلِهٖ فَاخْتَلَقُوْا
مَا اَرْضَاهُ۔ مِنْهُمْ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَعَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ وَ
مُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ وَمِنَ التَّابِعِيْنَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ

۲۔ رَوَى الْاَعْمَشُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْهُرَيْرَةَ الْعِرَاقَ مَعَ
مُعَاوِيَةَ عَامَ الْجَمَاعَةِ ۴۱ھ جَاءَ اِلٰى مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ
وَقَالَ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ اَتَزْعُمُوْنَ اَنِّيْ اَكْذِبُ عَلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاُحْرِقُ نَفْسِيْ
بِالنَّارِ وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ
وسلم يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَرَمًا وَاِنَّ حَرَمِيْ بِالْمَدِيْنَةِ
مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهِمَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ وَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ
اِنَّ عَلِيًّا اَحْدَثَ فِيْهِ فَلَمَّا بَلَغَ مُعَاوِيَةَ قَوْلُهٗ اَجَازَهٗ
وَاَكْرَمَهٗ وَوَلَّاهُ اِمَارَةَ الْمَدِيْنَةِ۔

(ابو هریرة صفحہ ۲۳۶
مطبوعہ لبنان)

Marfat.com

ترجمہ:

(ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹی احادیث بنایا کرتا تھا۔)

ابو ہریرۃ نے علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بکثرت احادیث گھڑیں ان تمام کا تفصیلی ذکر کتاب کو بہت طویل کر دے گا۔ اس لیے ہم ایسی چند احادیث پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ان سے آپ دوسری بکثرت چھوڑی گئی احادیث کا اندازہ لگا سکیں گے۔

ابو جعفر اسکافی کہتا ہے کہ امیر معاویہ نے صحابہ کرام اور تابعین کرام میں سے ایک ایک جماعت اس کام کے لیے مقرر کی۔ کہ وہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف احادیث بنایا کریں۔ جن قبیح حدیثوں میں ان پر طعن کا جواز نکلتا ہو۔ اور ان سے بیزاری کا اظہار ہوتا ہو۔ امیر معاویہ نے اس کام کے لیے انہیں بھاری معاوضہ دینے کی پیش کش کر رکھی تھی۔ تاکہ وہ اسے بخوشی کریں۔ لہٰذا انہوں نے امیر معاویہ کی حسب منشاء احادیث گھڑیں ان لوگوں میں سے ابو ہریرہ، عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ تھے، اور تابعین میں سے عروہ بن زبیر وغیرہ تھے۔

اعمش بیان کرتا ہے۔ کہ جب ابو ہریرہ عراق میں امیر معاویہ کے ساتھ آئے یہ عام الجماعۃ ۴۱ھ کا واقعہ ہے۔ یہاں آکر ابو ہریرہ کوفہ کی ایک مسجد میں گئے۔ اور موجود لوگوں سے کہا۔ اے اہل عراق! کیا تم میرے بارے میں یہ زعم کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی جھوٹی حدیث بیان کروں گا۔ اور ایسا کر کے میں اپنے آپ کو آگ میں جلاؤں گا۔ خدا کی قسم! میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

Marfat.com

کہ بے شک ہر نبی کا حرم ہوتا ہے۔ اور میرا حرم مدینہ میں عیر اور ثور کے مابین جگہ ہے۔ لہٰذا جس نے ان دونوں مقامات کے اندر کوئی نئی بات نکالی۔ تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دے کر کہتا ہوں۔ کہ علی المرتضٰے نے ان دونوں جگہوں کے درمیان نئی بات نکالی ہے۔ جب ابو ہریرہ کا یہ قول امیر معاویہ تک پہنچا۔ تو ان کا بڑا احترام واکرام بجالایا۔ اور مدینہ منورہ کی امارت ان کے سپرد کر دی۔

حضرت علی المرتضٰے کا ایک خطبہ بھی اس کتاب میں درج کیا گیا۔ جس میں سیدہ عائشہ صدیقہ پر لعن طعن کا تذکرہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کتاب ابو ہریرہ:

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَائِشَةَ سَارَتْ اِلَى الْبَصْرَةِ وَمَعَهَا طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَكُلٌّ مِنْهُمَا يَرَى الْاَمْرَ لَهُ دُوْنَ صَاحِبِهِ اَمَّا طَلْحَةُ فَابْنُ عَمِّهَا وَاَمَّا الزُّبَيْرُ فَخَتَنُهَا وَاللّٰهِ اِنْ رَادَ وَا الْجَمَلَ الْاَحْمَرَ مَا تَقْطَعُ عَقَبَةً وَلَا تَحُلُّ عُقْدَةً اِلَّا فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَسُخْطِهِ۔

(کتاب ابو هريرة صفحه ۱۷۱ طبع بيروت لبنان)

ترجمہ:

لوگو! عائشہ بصرہ کی طرف چل پڑی۔ اس کے ساتھ طلحہ اور زبیر بھی ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے لیے طالب حکومت ہے۔ بہر حال

Marfat.com

طلحہ تو وہ عائشہ کا چچازاد بھائی ہے۔ اور زبیر اس کا بہنوئی ہے۔ خدا کی قسم! سرخ اونٹ پر سوار ہونے والی (عائشہ) جو بھی گھاٹی طے کرتی ہے۔ اور جو بھی عقدہ حل کرتی ہے۔ وہ تمام کا تمام اللہ کی نافرمانی اور ناراضگی لیے ہوئے ہوتا ہے۔

قارئین کرام! یہ خطبہ جو علی المرتضٰے کی طرف منسوب کیا گیا۔ اسی قسم کی لایعنی باتیں یہ مصنف بے دھڑک لکھتا ہے۔ حتیٰ کہ زبان درازی اور دشنام طرازی تک آجاتا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ رویہ اس کے کٹر شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ ہم ہی نہیں بلکہ اس کے ہم عصر علماء نے اسے شیعہ کہا۔ اور پھر اس کے طرفداروں نے اس کی صفائی میں بھی اوراق سیاہ کیے۔ صدرالدین شرف الدین نامی ہم نوا نے جو کچھ کہا۔ اسی کتاب کے پیش لفظ میں آپ یوں لکھا گیا ہے۔

کتاب ابو ھریرہ:

بَقِیَ اَنَّ السَّبَاعِیِّ وَ اَمْثَالَہٗ سَیَتَوَکَّدُوْنَ لِلْبُسَطَاءِ مِنْ قُرَّاءِ ھِمْ تُھْمَۃَ تَشَیُّعٍ اِلٰی رِیْبِہٖ وَیَسُوْقُوْنَ التُّھْمَۃَ کَمَا جَاءَتْ فِیْ کِتَابِ السُّنَّۃِ بِاُسْلُوْبِ الْمُرْجِفِیْنَ وَلٰکِنَّ السَّبَاعِیَّ یَخْشٰی عَصْرَہٗ لِیُخَفِّفَ عَلٰی نَفْسِہٖ ثِقْلَ ھٰذَا الْاُسْلُوْبِ الْغَلِیْظِ فَالتَّشَیُّعُ لَمْ یَعُدْ کُفْرًا وَلَا اِلْحَادًا فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یَعُدِ التَّسَنُّنُ ضَلَالَۃً وَلَا خُرُوْجًا عَلَی الْاِسْلَامِ کَذٰلِکَ وَاِنَّمَا ھُمَا فِیْ مَفْھُوْمِ الْوَعْیِ الْحَدِیْثِ جَدْوَلَانِ یَتَاَلَّفُ مِنْھُمَا نَھْرُ الْاِسْلَامِ الْکَبِیْرِ فَلَا یُخْطِی الْاِسْلَامَ

مُتَدِيّنٌ تَشَيَّعَ اَوْ تَسَنَّنَ ۔ الخ ۔

(کتاب ابوھریرہ ص ۲۶ مطبوعہ لبنان)

ترجمہ:

باقی رہی یہ بات کہ سباعی اور اس کے ہم نوا اپنے قارئین کو یہ تاکید کرتے ہیں۔ کہ ابوریہ شیعہ ہے۔ اور یہ لوگ اس پر منافقانہ طور پر ایسا کہتے ہیں۔ کاش کہ سباعی اس تشدد میں کچھ کمی کرتا۔ کیونکہ تشیع نہ تو کفر شمار ہوتا ہے۔ اور نہ ہی دین میں الحاد۔ یونہی سنی ہونا نہ تو گمراہ ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی اسلام سے خارج ہونے کی علامت یہ دونوں تو علم کے دو نالے ہیں جن سے اسلام کی عظیم نہر بنتی ہے۔ جو بھی دیندار ہے وہ راہ اسلام سے ہٹا ہوا نہیں چاہیئے وہ سنی ہو یا شیعہ۔ اسلام سے ہٹنے والے دونوں گروہوں میں سے وہ لوگ ہیں۔ جو متعصب اور منافق ہیں۔

قارئین کرام! صدرالدین شرف الدین نامی شخص نے جو ابوریہ کی صفائی پیش کی اور اس کے مخالفین کو منافق تک کہنے سے نہ چوکا۔ آخر ان مخالفین نے مخالفت کیوں کی خود اسی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے ابوریہ کو کٹر شیعہ ہونے کے بنا پر اسلام سے خارج کیا۔ اسی وجہ کو لے کر صدرالدین یہ کہہ رہا ہے۔ کہ شیعہ اور سنی دونوں اسلام کی نہر کے نالے ہیں۔ یعنی جس طرح سنی مسلمان ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی مسلمان اسلام سے خارج نہیں۔ گویا۔ صدرالدین اپنی اس تحریر کے ذریعہ تسلیم کر رہا ہے۔ کہ ابوریہ شیعہ ضرور ہے۔ لیکن شیعہ ہونے کی بنا پر اسے خارج از اسلام قرار دینا منافقت ہے۔ ہم یہاں اسلام کے ان دو نالوں کا کچھ نظریاتی اختلاف بیان کر کے اس کا فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔ کہ کیا واقعی یہ دونوں اسلام نامی نہر سے نکلنے

Marfat.com

والے نالے ہیں۔

۱ - ہر نماز کے بعد ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ پر اور سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ہندہ پر لعنتیں بھیجنا ضروری ہے۔ (شیعہ عقیدہ)

کسی صحابی یا صحابہ خصوصاً ازواج مطہرات کو بُرا بھلا کہنا دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے۔ اور ان کو ایذا پہنچانے والا جہنمی ہے (عقیدہ اہل سنت)

۲ - ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور مقداد کے سوا دیگر تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے۔ (شیعہ عقیدہ)

صحابہ کرام میں سے ہر ایک ایسا تھا۔ کہ ان میں سے کسی کی اقتداء کی جائے۔ تو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔ (اہل سنت کا عقیدہ)

۳ - موجودہ قرآن کریم محرف اور متبدل ہے۔ صحیح اور مکمل قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ (شیعہ عقیدہ)

یہی موجودہ قرآن ہی اصل اور صحیح و مکمل قرآن ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی اُترا (اہل سنت کا عقیدہ)

صرف نمونہ کے طور پر تین عقائد کا ہم نے تذکرہ کیا تفصیل کے لیے ہماری تصنیف عقائد جعفریہ چھ جلدیں ہیں۔ ان تین عقائد کے پیش نظر کیا کوئی دونوں (اہل سنت شیعہ) کو ایک ہی اسلام کے دو نالے کہہ سکتا ہے۔ صدرالدین خود نظریاتی طور پر اہل سنت سے دور ہے۔ اور شاید اس کا مقصد شیعوں کی تائید کرنے میں تھا۔ اس لیے اس نے شیعیت اور سنیت کو ہی ایک چیز کے دو نام قرار دے دیا۔ اس کی سنیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس نے اسی کتاب "ابو ہریرہ" میں امام بخاری پر بعض روایات صحیحہ کو لے کر سخت تنقید کی۔ اور انہیں موضوع تک کہہ دیا۔ کیونکہ ان سے شیعیت کی تردید

Marfat.com

ہوتی تھی۔ اور کہیں ایسی تاویلات کیں۔ کہ جن سے تشیع ٹپکتا نظر آتا ہے۔ ان احادیث میں سے بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ قیامت میں دوزخیوں کے اعضاء بڑھا دیئے جائیں گے۔ تاکہ ان کے مطابق سزا دی جائے۔

۲۔ آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔

۳۔ مکھی کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں بیماری ہے۔

۴۔ نوافل کے ادا کرنے سے بندہ قرب الٰہی پا لیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے کان، آنکھ اور دیگر اعضا قدرت الٰہیہ کا مظہر ہو جاتے ہیں۔

۵۔ موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ مار کر عزرائیل کی آنکھ پھوڑ دی۔

یہ احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث کے بارے میں خود امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے انہیں اس وقت تک نہ لکھا جب تک اشتعارہ نہ کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی جالیوں کے سامنے بیٹھ کر انہیں تحریر کیا۔ ایسی احادیث یا تو متشابہات میں سے ہیں۔ یا ان کی توجیہات نصوص قرآنیہ میں موجود ہیں۔ لیکن ان کو موضوع کہہ کر دراصل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو حدیثیں گھڑنے والا ثابت کرنا چاہا۔ پھر اسی مصنف نے اپنی کتاب میں بہت سے حوالہ جات تاریخ ابوالفداء اور عقد الفرید کے دیئے۔ حالانکہ یہ دونوں بھی شیعہ مصنفین کی کتابیں ہیں۔ لہٰذا نجفی کا اضواء علی السنۃ المحمدیہ کا حوالہ پیش کرنا قطعاً ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی چند جھلکیاں

صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے اوصاف وکمالات سے کتب سیرت بھری پڑی ہیں۔ ان کے بارے میں جو تأثر ابوریۃ نے پیش کیا۔ وہ اس کے تشیع کا غماز تو ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ حقیقت حال منکشف کرنے سے بہت دور ہے۔ دیکھئے ناکر اگر بقول ابوریہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دینوی لالچ کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں ایسی احادیث گھڑتے تھے جو ان پر لعن طعن کا جواز پیدا کرتی ہوں تو اس سے ثابت ہو گا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (معاذ اللہ) فاسق وفاجر تھے۔ وہ صادق اور عادل نہ تھے۔ حافظ ابن حجر سے پوچھئے کہ سیرت ابوہریرہ کیسی تھی۔

البدایہ والنہایہ:

وَقَدْ كَانَ اَبُوْهريره مِنَ الصِّدْقِ وَالْحِفْظِ وَالدِّيَانَةِ وَالْعِبَادَةِ وَالزَّهَادَةِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ عَلٰى جَانِبٍ عَظِيْمٍ قَالَ حماد بن زيد عن عباس الجريري عن ابي عثمان النهدي قَالَ كَانَ اَبُوْهريرة يَقُوْمُ ثُلُثَ اللَّيْلِ وَامْرَأَتُهُ ثُلُثَهُ وَابْنَتُهُ ثُلُثَهُ يَقُوْمُ هٰذَا ثُمَّ يُوْقِظُ هٰذَا ثُمَّ يُوْقِظُ هٰذَا وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اَوْصَانِي خَلِيْلِيْ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتِي الضُّحٰى وَاَنْ

Marfat.com

أُدْرِیْ قَبْلُ أَنْ أَنَامُ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَمَّنْ حَدَّثَهُ
قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ إِنِّيْ أُجَزِّئُ اللَّيْلَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ
فَجُزْءٌ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَجُزْءٌ أَنَامُ فِيْهِ وَجُزْءٌ
تَذَكَّرُ فِيْهِ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ و قال محمد
بن سعد حدثنا مسلم بن ابراهیم حدثنا
اسحاق بن عثمان القرشی حدثنا ابو ایوب
قَالَ كَانَ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ مَسْجِدٌ فِيْ مَخْدَعِهِ وَ
مَسْجِدٌ فِيْ بَيْتِهِ وَمَسْجِدٌ فِيْ حُجْرَتِهِ وَمَسْجِدٌ
عَلٰى بَابِ دَارِهِ إِذَا خَرَجَ صَلّٰى فِيْهَا جَمِيْعًا وَإِذَا
دَخَلَ صَلّٰى فِيْهَا جَمِيْعًا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۰ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سچائی، یادداشت، دیانت، عبادت
ذہانت اور عمل صالح میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ حماد ابن زید عباس
جریری کے ذریعہ ابو عثمان نہدی سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ تہائی رات قیام کرتے۔ ان کی بیوی دوسری تہائی اور
ان کی بیٹی تیسری تہائی جاگ کر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ ایک
دوسرے کو جگاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے۔ کہ ابو ہریرہ فرماتے
ہیں۔ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ ہر
مہینہ میں تین راتیں جاگوں۔ اور چاشت کی دو رکعتیں پڑھا کروں اور سونے

Marfat.com

سے قبل وتر ادا کر لیا کروں۔ ابن جریج اپنے شیخ سے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رات کے تین حصے کر لیتا ہوں۔ ایک حصہ قرآن کریم کی قراءت کے لیے دوسرا سونے کے لیے اور تیسرا احادیث رسول کو یاد کرنے کے لیے۔ ابوایوب راوی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی چار مسجدیں تھیں۔ ایک مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں دوسری اپنے گھر میں، تیسری اپنے حجرہ میں اور چوتھی گھر کے آخری دروازے کے قریب۔ جب گھر سے نکلتے تو ان چاروں میں نماز ادا کر کے نکلتے اور جب اندر آتے تب بھی چاروں میں نماز ادا کر کے آتے۔

البدایہ والنہایہ:

وَرَوٰی عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ احْمَدَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ کَانَ لَہٗ خَیْطٌ فِیْہِ اِثْنَا عَشَرَۃَ الْفَ عُقْدَۃٍ یُسَبِّحُ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۲)

ترجمہ:

عبداللہ بن احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ ان کا ایک دھاگہ تھا۔ جس میں بارہ ہزار گانٹھیں تھیں۔ سونے سے پہلے آپ ان پر تسبیح کر لیا کرتے تھے۔

توضیح:

معلوم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بڑے عابد، زاہد اور شب بیدار

Marfat.com

ان کے عادل و حافظ ہونے کی یہ بڑی دلیل ہے۔ کہ بخاری اور مسلم نے ان کی مرویات کو بغیر چون و چرا قبول کیا۔ ان سے کثیر تعداد میں روایات پائی جاتی ہیں۔ ان حقائق کے بعد آپ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ حدیثیں گھڑتے تھے۔ کس قدر زیادتی ہے۔ ابوریہ نے ان پر یہ الزام لگا کر خود اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ یہی ابوہریرہ ہیں۔ جن کی والدہ کے لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء خیر فرمائی تھی۔ صاحب البدایہ نے اسے یوں لکھا ہے۔

البدایہ والنہایہ:

ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جب اپنی والدہ کو دعوت ایمان دیتا تو وہ انکار کر دیتیں۔ ایک دن میری دعوت کے جواب میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ اور عرض کی کہ آپ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ اسے اسلام سے بہرہ ور کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں اس دعا کے بعد فوراً گھر آیا۔ تاکہ میں اپنی والدہ کو حضور کی دعا کے متعلق بتاؤں۔ گھر آیا۔ تو دیکھا کہ والدہ غسل کر کے کپڑے پہن رہی ہیں سامنے آنے پر بلند آواز سے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ پڑھا۔ میں یہ سن کر واپس حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور پہلے تو غم کے بارے لیکن اب خوشی کی وجہ سے رو دیا۔ عرض کی حضور مبارک ہو۔ آپ کی دعا کی برکت سے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو مشرف باسلام کر دیا۔ میں نے ایک اور دعا کے لیے گزارش کی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری والدہ کو لوگوں کے لیے محبوب بنا دے۔ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَكَ ھٰذَا وَاُمَّهٗ اِلٰی عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَبِّبْھُمْ اِلَیْھِمَا

ترجمہ:

اے اللہ! اپنے اس بندے اور اس کی والدہ کو مومنین کے لیے محبوب بنا دے۔ اور ان دونوں کو بھی مومنوں سے محبت کرنے والا بنا دے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی کوئی صاحب ایمان میری باتیں سنتا، مجھے دیکھتا یا میری والدہ کو دیکھتا تو وہ مجھ سے لازماً محبت کرتا۔ یہ حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تمام امت مسلمہ کا محبوب بنا دیا۔ آپ کی مرویات تمام امت کے خطیب و مقرر اپنے خطاب میں لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام مومنوں کے محبوب ٹھہرے۔ اب جو اس دولت سے محروم ہو یعنی اس کے دل میں ابو ہریرہ کی محبت کی بجائے عداوت ہو۔ تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ لہٰذا ابو ریۃ اور اس قماش کے دوسرے "نام نہاد مومنین" کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اہل تشیع

Marfat.com

کو شاید اس لیے ناراضگی ہے۔ کہ انہوں نے باغ فدک اور خلافتِ حقہ کے بارے میں جو روایات بیان فرمائیں۔ وہ ان لوگوں کی موت نظر آتی ہیں۔ تو اس میں ابو ہریرہ پر ناراضگی کی بجائے اپنے ایمان کی اصلاح کرنا چاہیئے۔ اہل تشیع کی طرح ابو ریہ نے بھی "ابو ہریرہ" نامی کتاب میں ان کے متعلق یہی رویہ اپنایا ہے۔ جس سے اس کی شیعیت عیاں ہوتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ کے حافظ الحدیث ہونے کی وجہ سے دعائے خیر کیا کرتے تھے

طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی عبد الله بن نافع عن ابیه قال کنت مع ابْنِ عُمَرَ فِي جَنَازَةِ اَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَمْشِي اَمَامَهَا وَيُكْثِرُ التَّرَحُّمَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ كَانَ مِمَّنْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۳۴۔ ذکر ابو ہریرہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن نافع کہتے۔ کہ مجھے میرے باپ نافع نے بتایا۔ کہ میں ابن عمر

Marfat.com

کے ساتھ حضرت ابوہریرہ کے جنازہ میں شریک تھا۔ ابن عمر جنازہ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ اور آپ ان پر بکثرت اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ وہ شخص ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا حافظ تھا۔ اور مسلمانوں کے پاس پہنچانے والا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوہریرہ کو ایک انعام عطا کرنا جو قتلِ عثمان تک ان کے پاس رہا

صفوۃ الصفوۃ:

عن ابی العالیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَیْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِتَمَرَاتٍ قَدْ عَافِیْھِنَّ بِالْبَرْکَۃِ وَقَالَ اَجْعَلُھُنَّ فِیْ مِزْوَدِكَ فَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْہُ شَیْئًا فَاَدْخِلْ یَدَكَ فَخُذْہُ تَنْثُرَہُ فَجَعَلْتُہُ فِیْ مِزْوَدِیْ فَوَجَّھْتُ مِنْہُ رَوَاحِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ تَعَالٰی وَكُنْتُ اٰكُلُ مِنْہُ وَاُطْعِمُ وَكَانَ فِیْ حِقْوِیْ حَتّٰی كَانَ یَوْمَ قَتْلِ عُثْمَانَ فَوَقَعَ فَذَھَبَ۔

(صفوۃ الصفوۃ جلد اول ص۶۹۱ مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

ترجمہ:

ابوالعالیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ میں ایک دفعہ چند کھجوریں لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ انہیں اپنے تھیلے میں ڈال لو۔ پھر جب کبھی تم اس سے کچھ نکالنا چاہو۔ تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا لیکن مکمل نہ کھولنا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ میں نے انہیں تھیلے میں ڈال لیا۔ پھر کئی مراحل کا سفر کیا۔ ان میں کھاتا پیتا رہا۔ اور وہ میری پیٹی میں تھیں۔ حتی کہ حضرت عثمان غنی کے قتل کا دن آگیا۔ اور وہ پیٹی مجھ سے گم ہو گئی۔

توضیح:

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے غیب سے رزق کا انتظام کر دیا۔ یہ ان کے روحانی مراتب اور کمالِ ایمان کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کے علم کی ایک جھلک

طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک عن ابن ابی ذئب عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی هریرة انه قال

Marfat.com

يَقُوْلُ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ اخبرنا سليمان بن حرب قال حدثنا ابو هلال قال الحسن قال ابو هريرة لو حَدَّثْتُكُمْ بِكُلِّ مَا فِیْ جَوْفِیْ لَرَمَيْتُمُوْنِیْ بِالْبَعْرِ قَالَ الْحَسَنُ صَدَقَ وَاللهِ لَوْ اَخْبَرَنَا اَنَّ بَيْتَ اللهِ يُهْدَمُ اَوْ يُحْرَقُ مَا صَدَّقَهُ النَّاسُ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۳۳۱)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مائیں سکھائیں ایک تو میں نے تم تک پہنچا دیا۔ اور اگر دوسری بیان کروں تو مجھ میری شہ رگ کاٹ دو گے۔ ابو ہریرہ ہی فرماتے ہیں۔ اگر میں ہر وہ بات جو میرے دل میں ہے تمہیں بتا دوں تو تم مجھے اونٹ کی مینگنیاں مارو حسن کہتے ہیں۔ ابو ہریرہ نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ ہمیں یہ خبر دیں کہ بیت اللہ گرا دیا گیا یا اسے جلا دیا گیا۔ تو لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں ماں کی شان

طبقات ابن سعد:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَكُنْ يَحُجُّ

Marfat.com

حَتّٰی مَاتَتْ اُمُّہٗ صُحْبَتِھَا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۳۲۹)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے انتقال تک حج نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی صحبت میں رہنا ضروری تھا۔

بوقت موت حضرت ابوہریرہ کی عاجزی

طبقات ابن سعد:

حدثنا ابو معشر عن سعید قال لَمَّا نَزَلَ بِاَبِیْ هُرَیْرَةَ الْمَوْتُ قَالَ لَاتَضْرِبُوْا عَلٰی قَبْرِیْ فُسْطَاطًا وَلَا تَتْبَعُوْنِیْ بِمِجْمَرَةٍ فَاِذَا حَمَلْتُمُوْنِیْ فَاَسْرِعُوْا فَاِنْ اَکُنْ صَالِحًا تَاْتُوْنَ بِیْ اِلٰی رَبِّیْ وَاِنْ اَکُنْ غَیْرَ ذٰلِکَ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْءٌ تَطْرَحُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِکُمْ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۳۳۸)

ترجمہ:

جناب سعد سے ابومعشر بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابوہریرہ پر آثار موت طاری ہوئے۔ تو انہوں نے کہا۔ میری قبر پر خیمہ نہ لگانا اور نہ ہی میرے جنازے کے پیچھے آگ لے کر چلنا۔ جب میری میت اٹھاؤ تو جلدی سے قبر تک لے جانا۔ اگر میں صالح

Marfat.com

اور نیک ہوں گا تو تم میرے رب کے پاس مجھے جلدی پہنچا دو گے
اور اگر میں ایسا نہ ہوا۔ تو پھر تمہارے کندھوں پر ایسی شئ ہے جسے تمہیں
جلدی نیچے رکھ دینا چاہیئے۔

بطور اختصار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چند فضائل و مناقب اس لیے بیان کیے گئے۔ تاکہ قارئین کرام کے ذہن میں ایسی شخصیت کے بارے میں جو نجفی اور ابو زہرہ نے تاثر دینے کی کوشش کی۔ اس کا ابطال ہو جائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۲

سنیوں کی فقہ کا ایک مایۂ ناز راوی طلحہ بھی ہے جس نے بی بی عائشہ سے نکاح کی تمنا کی تھی (معاذ اللہ)

اہل سنت کی فقہ کا ایک اور مایۂ ناز راوی طلحہ بھی ہے۔ تفسیر فتح القدیر سورت احزاب میں لکھا ہے۔ کہ اسی طلحہ نے آرزو کی تھی کہ نبی مرجائے تو میں بی بی عائشہ سے نکاح کروں گا۔ ماں سے نکاح کرنے والا راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے شادی کی تمنا کرنے والا ایک منافق تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس الزام سے بری ہیں۔ اس کی تصدیق تفسیر قرطبی سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر قرطبی:

قُلْتُ وَكَذَا حَكَى النَّحَّاسُ عَنْ مَعْمَرٍ أَنَّهُ طَلْحَةُ وَلَا يَصِحُّ قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ لِلّٰهِ دَرُّ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا عِنْدِي لَا يَصِحُّ عَلَى طلحة بن عبيد الله قَالَ شَيْخُنَا الامام ابو العباس وَقَدْ حُكِيَ هٰذَا الْقَوْلُ عَنْ بَعْضِ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَحَاشَاهُمْ عَنْ مِثْلِهِ وَالْكَذِبُ فِي نَقْلِهِ وَإِنَّمَا يَلِيقُ مِثْلُ هٰذَا الْقَوْلِ بِالْمُنَافِقِينَ الْجُهَّالِ يُرْوَى أَنَّ رَجُلًا

Marfat.com

مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ حِيْنَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ سَلَمَةَ بَعْدَ أَبِي سَلَمَةَ وَحَفْصَةَ بَعْدَ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ مَا بَالُ مُحَمَّدٍ يَتَزَوَّجُ نِسَاءَنَا وَاللّٰهِ لَوْ قَدْ مَاتَ لَأَجْعَلْنَا السِّهَامَ عَلَى نِسَائِهِ فَنَزَلَتِ الْآيَةُ فِيْ هٰذَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ نِكَاحَ أَزْوَاجِهِ وَجَعَلَ بِهِنَّ حُكْمَ الْأُمَّهَاتِ وَهٰذَا مِنْ خَصَائِصِهِ ۔۔۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۹
مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں کہ یہ بات حضرت طلحہ کی طرف سے بھی بیان کی گئی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ابن عطیہ نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس کو خوش رکھے اور یہ بات میرے نزدیک حضرت طلحہ کے متعلق ہرنا درست نہیں۔ یہی ہمارے شیخ امام ابوالعباس نے کہا۔ یہی قول بعض بزرگ صحابہ کرام سے بھی حکایت کیا گیا ہے۔ لیکن ایسے قول کے کرنے سے وہ حضرات بری ہیں۔ اور اس کے نقل میں جھوٹ ہو سکتا ہے۔ ایسا کہنا اور ایسا قول نقل کرنا تو منافقین اور جاہل لوگوں کا کام ہوا کرتا ہے۔ مروی ہے کہ ایک منافق مرد نے اس وقت کہا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ کے بعد ام سلمہ سے اور خنیس بن حذافہ کے بعد حفصہ سے شادی کی۔ کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری عورتوں سے

Marfat.com

شادی کرتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ مر گیا۔ تو ہم بذریعہ قرعہ اندازی اس کی بیویوں سے شادی کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا اور انہیں ماؤں کے منزلہ کر دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اور اس میں آپ کے مرتبہ پر آگاہ کیا گیا ہے۔

جواب دوم:

اور اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد شادی کی تمنا کی تھی۔ تو پھر یہ قابل اعتراض اس وقت ہوگا۔ جب یہ متعین ہو جائے۔ کہ انہوں نے آیت کی حرمت نازل ہونے کے بعد تمنا کی تھی۔ لیکن یہ ثبوت نجفی وغیرہ کوئی شیعہ پیش نہیں کر سکتا۔ مفسرین کرام نے اس تمنا کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے۔ کہ حضرت طلحہ نے اس خیال آنے پر کئی مرتبہ ندامت کا اظہار کیا۔

تفسیر قرطبی:

لَوْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَتَزَوَّجْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ قَالَ مُقَاتِلٌ هُوَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَدِمَ هٰذَا الرَّجُلُ عَلٰى مَا حَدَّثَ بِهٖ فِيْ نَفْسِهٖ فَمَشٰى اِلٰى مَكَّةَ عَلٰى رِجْلَيْهِ وَحَمَلَ عَلٰى عَشَرَةِ اَفْرَاسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَعْتَقَ رَقِيْقًا فَكَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۴ ص ۲۲۸)

Marfat.com

ترجمہ:

"اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میں عائشہ سے شادی کروں گا کیونکہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے" مقاتل نے کہا کہ یہ قول طلحہ بن عبید اللہ کا ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ کہ اس اللہ کے بندے نے اس پر ندامت کا اظہار کیا۔ جو یہ بات اس کے دل میں آئی تھی پس یہ شخص (طلحہ) پیدل مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ اور دس گھوڑے فی سبیل اللہ صدقہ کر دیئے۔ ایک غلام بھی آزاد کر دیا۔ اللہ نے اس کا کفارہ منظور کر لیا۔

لمحہ فکریہ:

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت طلحہ کا یہ خیال اول تو ثابت ہی نہیں بلکہ کسی منافق کا ہو سکتا ہے۔ اور اگر حضرت طلحہ کا آیت حرمت کے بعد ہوتا تو بھی قابل ملامت تب ہوتا جب آپ کا کھلے بندوں اظہار کرتے۔ لیکن یہ سب کچھ قطعاً ثابت نہیں۔ اس کے باوجود وہ اس خیال پر نادم ہوئے اور اس کا از خود بہت بڑا کفارہ ادا کیا۔ یہ ان کے کامل الایمان ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی۔ شیعہ کتاب سے حوالہ ملاحظہ ہو۔

٭

Marfat.com

حضرت طلحہ کے جنتی ہونے پر ابن حدید شیعی کا اعتراف

شرح ابن حدید:

وَطَلْحَةُ اَحَدُ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَاَحَدُ اَصْحَابِ الشُّوْرٰى وَكَانَ لَهُ فِي الدِّفَاعِ عَنْ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَوْمَ اُحُدٍ اَثَرٌ عَظِيْمٌ وَشَلَّتْ بَعْضُ اَصَابِعِهٖ يَوْمَئِذٍ وَقٰى رسولَ الله صلى الله عليه وسلم بِيَدِهٖ مِنْ سُيُوْفِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ اَلْيَوْمَ اَوْجَبَ طَلْحَةُ الْجَنَّةَ۔

(شرح ابن حدید جلد اول ص ۷۶

مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

حضرت طلحہ ان دس صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی۔ اور اصحاب شوریٰ میں سے ایک تھے۔ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ان کی قربانی بڑی عظیم تھی۔ اس دن ان کی کچھ انگلیاں بیکار ہو گئی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے مشرکین کی تلواروں کے وار جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے اپنے ہاتھ پر روکے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن فرمایا

Marfat.com

طلحہ نے آج اپنے لیے جنت واجب کر لی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا باتفاق روایات ثابت ہے۔ اس لیے مذکورہ اعتراض کا اگر کوئی وجود ہوتا۔ یا اس قسم کے خیال سے اُن کا دوزخی ہونا لازم ہوتا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جنت کی بشارت نہ دیتے۔ جب بالیقین آپ جنتی ہیں۔ تو پھر کوئی ناپسندیدہ فعل بھی آپ کو جہنم میں لے جانے کا سبب نہیں بن سکتا۔ چہ جائیکہ ایک کام کا سرے سے وجود ہی نہ ہو۔ اس کو لے کر ان کی ذات پر الزام دھرنا کونسی عقلمندی اور دینداری ہے ہم فقہ حنفی کے ماننے والے ایسے روایانِ حدیث رکھتے ہیں جن کا جنتی ہونا بارگاہِ رسالت سے ثابت ہے گویا فقہ حنفی جنتیوں کی فقہ ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب آیت قرآنیہ کے پیش نظر مومنوں کی ماں ہیں۔ (اس کو نجفی بھی تسلیم کرتا ہے۔) تو علی المرتضیٰ کی بھی ماں ہونگی۔ اب ہم نجفی وغیرہ شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ علی المرتضیٰ نے جنگ جمل میں اپنی ماں حضرت عائشہ کو مطلقہ خود کیوں کہا (معاذ اللہ) اور پھر کوئی اپنی ماں سے بھی جنگ کرتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

بقول شیعہ حضرت علی نے سیدہ عائشہ صدیقہ اُم المومنین کو طلاق دی (معاذ اللہ)

احتجاج طبرسی:

وَرُوِيَ عَنِ الْبَاقِرِ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجَمَلِ وَقَدْ اُشْتُقَّ هَوْدَجُ عَائِشَةَ

Marfat.com

بِاذ نَبْلٍ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاللّٰہِ مَا اَرَانِیْ اِلَّا مُطَلِّقُھَا

(احتجاج طبرسی جلد اول ۸۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے کہ جنگ جمل میں جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج تیروں سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔ تو علی المرتضےٰ نے کہا۔ خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو ام المومنین کو طلاق دینے والا دیکھتا ہوں۔

ہم نجفی سے حوالہ بالا کے ضمن میں پوچھتے ہیں۔ کہ جب علی المرتضےٰ نے جنگ جمل میں سیدہ عائشہ صدیقہ کو طلاق دی۔ تو طلاق دینا یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ پہلے نکاح پیدا ہوا ہو۔ اب سیدہ عائشہ جب ام المومنین ہونے کے ناطے سے علی المرتضےٰ کی بھی ماں ہوئیں۔ تو اس طرح علی المرتضےٰ نے بھی آپ کے عقیدہ کے مطابق پہلے ماں سے نکاح کیا پھر طلاق دی۔ حضرت طلحہ نے تو تمہارے بقول صرف نکاح کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن علی المرتضےٰ نے تو نکاح کر کے پھر چھوڑا۔ اب وہی الفاظ جو نجفی صاحب آپ نے حضرت طلحہ اور فقہ نعمان کے بارے میں کہے تھے ذرا انصاف کیجئے اور حضرت علی المرتضےٰ اور فقہ جعفریہ کے بارے میں ارشاد فرمایئے۔ یُوں اہل تشیع کو بھی پتہ چل جائے۔ کہ آپ اُن کے واقعی خیر خواہ ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۲۳

سنیوں کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی ہے جو قرآن کی دو آخری سورتوں کا منکر تھا

اہل سنت کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی ہے۔ تفسیر اتقان میں لکھا ہے۔ کہ یہ قرآن پاک کی آخری دو سورتوں کا منکر تھا۔ پس قرآن پاک کا منکر راوی فقہ نعمان کو ہی مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

اعتراض مذکورہ چونکہ تحریف قرآن کے ضمن میں آتا ہے۔ اس موضوع پر مذکورہ اعتراض کے سوا اور بھی کئی اعتراضات ہیں۔ جو اہل تشیع اپنے نظریہ چھپانے یا اس کا اہل سنت کو ہم نوا بنانے کے لیے ہم پر کرتے ہیں۔ اس لیے ہم اس موضوع کو ما و ما علیہ کے ساتھ عقائد جعفریہ جلد سوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ اور اس مخصوص اعتراض کا جواب ص ۲۲۶ تا ۳۰۸ پر موجود ہے۔ صرف خلاصۃً یہاں چند سطور سپرد قلم کی جا رہی ہیں۔ تاکہ تشنگی نہ رہے۔

تفسیر اتقان کی وہ عبارت جو اعتراض ہذا پر مشتمل ہے۔ اسے اہل تشیع بڑے بلند بانگ دعووں سے پیش کرتے ہیں۔ اور ثابت یہ کرتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے قرآن میں دو سورتیں زائد جمع کر دی گئیں۔ ان دو سورتوں کو عبداللہ بن مسعود قرآن نہیں مانتے۔ لیکن اہل تشیع عبارت مذکورہ صرف اس قدر ذکر کرتے ہیں۔ جس سے وہ اپنا مقصد نکال سکتے ہیں۔ اگر اتقان کی پوری عبارت پیش سامعین کر دیں تو نہ اعتراض باقی رہتا ہے۔

Marfat.com

اور نہ ہی اس کے لیے کوئی حجت۔ لہٰذا اتقان کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

فَخْرُ الدِّيْنِ قَالَ نُقِلَ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ
أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يُنْكِرُ كَوْنَ السُّوْرَةِ الْفَاتِحَةِ
وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ وَهُوَ فِيْ غَايَةِ الصُّعُوْبَةِ
لِأَنَّا إِنْ قُلْنَا إِنَّ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ كَانَ حَاصِلاً فِيْ
عَصْرِ الصَّحَابَةِ يَكُوْنُ ذَالِكَ مِنَ الْقُرْآنِ وَهُوَ لَا
يُوْجِبُ الْكُفْرَ وَإِنْ قُلْنَا لَمْ يَكُنْ حَاصِلاً فِيْ ذَالِكَ الزَّمَانِ
فَيَلْزَمُ أَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمُتَوَاتِرٍ فِي الْأَصْلِ قَالَ وَالْأَ
غْلَبُ عَلَى الظَّنِّ أَنَّ نَقْلَ هٰذَا الْمَذْهَبِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
نَقْلٌ بَاطِلٌ......... وَقَالَ النَّوَوِي فِي شرح المهذب
أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَالْفَاتِحَةَ
مِنَ الْقُرْآنِ وَأَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهَا شَيْئًا
كَفَرَ وَمَا نُقِلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَاطِلٌ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ
قَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِي كتاب القدح المعلى تتميم المحلى
هٰذَا كَذِبٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَوْضُوْعٌ وَإِنَّمَا صَحَّ
عَنْهُ قِرَاءَةُ عَاصِمٍ عَنْ ذَرٍّ عَنْهُ وَفِيْهَا الْمُعَوِّذَتَيْنِ
وَالْفَاتِحَةُ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص۸۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

امام فخر الدین رازی نے کہا۔ کہ بعض قدیم کتابوں میں منقول ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۂ فاتحہ اور معوذتین کا قرآن میں سے ہونے کا انکار کرتے تھے۔ یہ بات بہت پریشان کن اور مشکل سے قابل تسلیم ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں کہ نقل متواترہ صحابہ کرام کے دور میں حاصل تھی۔ تو پھر ان سورتوں کا قرآن ہونا لازم ہے۔ اور ان کا انکار کفر کو واجب کر دے گا۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ تواتر دور صحابہ میں حاصل نہ تھا۔ تو پھر سرے سے تمام قرآن کا متواتر ہونا ہی ماننا پڑے۔ اور کہا۔ کہ غالب ظن یہ ہے کہ ابن مسعود سے اس مذہب کا نقل باطل ہے۔۔۔۔۔ نووی نے شرح المہذب میں کہا۔ کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن میں۔ اور اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس بارے میں جو منقول ہے۔ باطل اور غیر صحیح ہے۔ ابن حزم نے کتاب القدح میں اسے ابن مسعود پر جھوٹ باندھنا کہا ہے۔ اور اس روایت کو موضوع لکھا ہے۔ کیونکہ ابن مسعود سے جو روایت قراءۃ جناب زر کے طریقہ سے عاصم نے بیان کی۔ اس میں معوذتین اور فاتحہ موجود ہیں۔

"اتقان" کی طرح علامہ السیوطی کی ایک اور تفسیر در منثور نامی بھی ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت یوں ذکر کی۔

تفسیر در منثور:

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لَقَدْ اُنْزِلَ عَلَیَّ

Marfat.com

آيَاتٌ لَمْ يَنْزِلْ عَلَيَّ مِثْلُهُنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر چند آیات ایسی نازل کی گئیں جن کی مثل اس سے پہلے نہیں اتریں۔ وہ معوذتین ہیں۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے قرآن ہونے کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں سورتوں کو قرآن نہ ماننے کی روایت ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔ ان کا مذہب یہ نہیں۔ لہٰذا روایت مذکورہ باطل اور موضوع ہے۔ اب نجفی کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو منکر قرآن کہنا کس قدر دریدہ دہنی ہے۔ دراصل نجفی یہ چاہتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تحریف قرآن میں ان کے اور ان کے ائمہ کے ہم نوا بن جائیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اور نہ قیامت تک ہوگا

اعتراض نمبر ۱۴

سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے جو متعہ کو جائز سمجھتا ہے

فقہ حنفی کا ایک اور مایۂ ناز راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے۔ مروج الذہب ذکر عبداللہ بن زبیر میں لکھا ہے۔ کہ ابن عباس متعہ کو جائز جانتا تھا۔ اور حنفی لوگ متعہ کو زنا جائز جاننے والا راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

Marfat.com

جواب :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جواز متعہ کے قائل تھے۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب آپ کو اس کے حرام ہونے کا علم نہ تھا۔ جونہی اس کی حرمت کا پتہ چلا۔ تو آپ نے اپنے سابقہ مذہب سے رجوع فرمالیا۔ تفسیر ابن عباس میں خود ان کی زبانی یہ بات موجود ہے۔ لہذا جب رجوع ثابت تو پھر قبل رجوع لاعلمی کی بنا پر یا ابتداءً جواز کے پیش نظر اگر عبداللہ بن عباس نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ تو اس پر کیا اعتراض؟ ہم نے اس اعتراض کی مکمل تفصیل فقہ جعفریہ جلد چہارم میں بیان کر دی ہے۔ جو عنقریب چھپ کر آ رہی ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

جواب دوم:

"مروج الذہب" نامی کتاب خیر سے شیعہ مصنف کی کتاب ہے۔ اس میں اگر ادھر اُدھر سے کوئی واہی تباہی بات درج کر دی گئی۔ تو وہ اہل سنت یا حنفی فقہ کا مسئلہ نہیں بن جاتی۔ نجفی وغیرہ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اس کتاب کو "اہل سنت کی کتاب" لکھ کر حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امامی شیعہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تحقیق تمام عقائد جعفریہ جلد پنجم میں مذکور ہے۔ اس کتاب کے مصنف کا حال اور اس کا عقیدہ ہم نہیں بلکہ اہل تشیع کی زبانی سناتے ہیں۔ سنیئے یہ کیسا راوی ہے۔؟

الکنی والالقاب:

مسعودی را نجاشی در فہرستش از راویان شیعہ شمردہ وگفتہ او راست کتاب اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب علیہ السلام وکتاب مروج الذہب در سال ۳۳۳ برابر (اشلج)

(الکنی والالقاب اصل عربی ج ۳ ص ۱۴۸ / الکنی والالقاب فارسی جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

Marfat.com

ترجمہ:

اور مسعودی (صاحب مروج الذہب) کو نجاشی نے اپنی فہرست میں شیعہ راویوں میں) سے شمار کیا ہے۔ اور کہا کہ اس کی ایک کتاب "اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب" ہے۔ اور مروج الذہب کتاب اس نے تصنیف کی تھی۔ ۳۳۲ میں اس کا انتقال ہوا۔

اعیان الشیعہ:

وَذَكَرَ لَهُ النَّجَاشِيُّ أَيْضًا الْإِبَانَةَ فِي أُصُولِ الدِّيَانَاتِ نَصَّ عَلَى تَشَيُّعِهِ الشَّيْخُ الطُّوسِيُّ وَالنَّجَاشِيُّ وَغَيْرُهُمَا وَلَهُ مُؤَلَّفَاتٌ فِي إِمَامَةِ الْأَئِمَّةِ الْاِثْنَيْ عَشَرَ۔

(اعیان الشیعہ جلد اول ص ۱۵۷
مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

نجاشی نے مسعودی کے بارے میں ذکر کیا کہ اس کی ایک کتاب "الابانۃ فی اصول الدیانات" ہے۔ اس کے اہل تشیع ہونے پر شیخ طوسی اور نجاشی نے نص بیان کی۔ اس کی بہت سی ایسی کتابیں ہیں۔ جن میں بارہ ائمہ کی امامت کے اثبات کا تذکرہ ہے۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ صاحب مروج الذہب پکا شیعہ ہے۔ اب ایک شیعہ مصنف کی بات کو لے کر حضرت عبداللہ بن عباس پر جواز متعہ کا فتویٰ لگانا

Marfat.com

کس قدر حسد وبغض ہے۔ دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ کسی حقیقی سنی حنفی کی کتاب سے ثابت کیا جاتا۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے۔ اور وہ بھی ایسا کہ انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔ لیکن ایسا حوالہ نجفی کو کہاں سے ملے گا۔؟

جواب سوم:

اہل تشیع کا نظریہ ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت کافر و منافق ہیں۔ چونکہ ان کے بقول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا اہل سنت کے راوی ہیں۔ لہذا وہ بھی اسی فتوے کی زد میں آئیں گے۔ حالانکہ ان کی کتب یہ بتلاتی ہیں۔ کہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ان سے محبت و پیار کرتے تھے۔ اور آپ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ایک یہ بھی تھے

منتہی الآمال:

عبداللہ بن عباس از اصحاب رسول خدا و محبین امیرالمومنین و تلمیذ آں جناب است، علامہ در خلاصہ فرمود کہ حال عبداللہ در جلالت و اخلاص بامیرالمومنین علیہ السلام اشہر از آں است کہ مخفی باشد۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۲۰۳ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔ اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے محبین اور شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ علامہ نے خلاصہ میں ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی حالت جلالت اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اخلاص کی کیفیت اس قدر مشہور ہے کہ وہ چھپی نہیں رہ سکتی۔

حضرت علی المرتضےٰ کے شاگرد رشید اور ان کے محب کو چاہیئے تو یہ تھا کہ نجفی اہل تشیع

Marfat.com

میں شمار کرتا۔ لیکن اس طرح اہل سنت پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے پہلے جناب ابن عباس کو اہل سنت میں شامل کیا۔ اور پھر ان کی ایسی عبارت جو شیعہ مصنف نے لکھی اس سے فقہ حنفی پر اعتراض دے مارا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کا دین و ایمان ایک چلتی پھرتی چیز ہے جدھر موڑنا چاہا موڑ لیا۔

اعتراض نمبر ۱۵

فقہ حنفی کا ایک مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر بھی ہے جس نے جھوٹی گواہی دلوائی تھی

فقہ حنفی کا ایک اور مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر ہے۔ الامامت والسیاست اذکر جمل میں لکھا ہے۔ کہ حواب کے مقام پر جھوٹی گواہی اسی نے دلوائی تھی۔ پس یہ جھوٹ کا بیوپاری راوی سنی بھائیوں کو مبارک ہو۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

"الامامت والسیاست" ابن قتیبہ کی تصنیف ہے۔ اسے کتب اسماء الرجال نے بدعقیدہ اور غلط بیانی کا مرتکب کہا ہے۔ کرامیہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی اس کی روایت سے ایک عظیم صحابی پر جھوٹی گواہی دلوانے کی تہمت کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔

لسان المیزان:

وَرَأَيْتُ فِيْ مِـ ...اۃ الزَّمَانِ أَنَّ الدَّارَقُطْنِيَّ قَالَ
كَانَ ابْنُ قُتَيْبَہ يَمِيلُ إِلَى التَّشْبِيہِ مُنْحَرِفٌ عَنْ

Marfat.com

الْعِتْرَةِ وَكَلَامُهُ يَدُلُّ عَلَيْهِ۔ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ يَرٰى رَأْيَ الْكَرَامِيَّةِ وَذَكَرَ الْمَسْعُوْدِيُّ فِي الْمُرُوجِ أَنَّ ابْنَ قُتَيْبَةَ اِسْتَمَدَّ فِيْ كُتُبِهٖ مِنْ أَبِيْ حنيفه الدينوري وَسَمِعْتُ الشيخ العراقي يَقُوْلُ كَانَ ابْنُ قُتَيْبَةَ كَثِيْرَ الْغَلَطِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۷، ۳۵۹ حرف العین)

ترجمہ:

میں نے مرآۃ الجنان میں دیکھا۔ کہ دار قطنی نے ابن قتیبہ کو مشبہ لوگوں کی طرف میلان والا بتایا۔ اور اہل بیت سے منحرف تھا۔ اس کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ بیہقی نے کہا کہ یہ شخص کرامیہ نظریہ رکھتا تھا مسعودی نے مروج میں ذکر کیا۔ کہ ابن قتیبہ نے اپنی تصانیف میں ابو حنیفہ دینوری کی کتب سے بہت سا استفادہ کیا۔ اُن سے مدولی۔ میں نے اپنے شیخ عراقی سے ابن قتیبہ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سُنا۔ کہ وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔

"المعارف"، جو ابن قتیبہ کی تصنیف ہے۔ کے مقدمہ میں ابن قتیبہ کے حالات ان الفاظ میں موجود ہیں۔

المعارف مقدمة التحقيق:

يَقُوْلُ فِيْ تَذْكِرَةِ الْحُفَّاظِ ابْنُ قُتَيْبَةَ مِنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ لٰكِنَّهٗ قَلِيْلُ الْعَمَلِ فِي الْحَدِيْثِ۔۔۔۔

Marfat.com

إِنَّ ابْنَ قُتَيْبَةَ خُلِّطَ عَلَيْهِ بِحِكَايَاتٍ عَنِ الْكُوفِيِّينَ
لَمْ يَكُنْ أَخَذَهَا عَنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ يَشْرَعُ فِي الْأَشْيَاءِ
لَا يَقُومُ بِهَا نَحْوُ تَعَرُّضِهِ لِتَأْلِيفِ كِتَابِهِ فِي النَّحْوِ
وَكِتَابِهِ فِي تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا وَكِتَابِهِ فِي مُعْجِزَاتِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُيُونِ الْأَخْبَارِ
وَالْمَعَارِفِ وَالشُّعَرَاءِ وَنَحْوِ ذَالِكَ مِمَّا أُزْرِيَ بِهِ
عِنْدَ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ كَانَ نَفَقَ بِهَا عِنْدَ الْعَامَّةِ
وَمَنْ لَا بَصِيرَةَ لَهُ وَغَابَهُ ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ وَأَبِي
الطيب نَجْمَ الْحَاكِمَ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ
النَّيْسَابُورِيِّ (۴۰۵ھ) الَّذِي يَقُولُ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى
أَنَّ الْقُتَيْبِيَّ كَذَّابٌ كَمَا نَجِدُ ابْنَ تَغْرِيْ بَرْدِي
يَرْوِي (۸۷۴ھ) وَكَانَ ابْنُ قُتَيْبَةَ خَبِيْثَ اللِّسَانِ
يَقَعُ فِي حَقِّ كِبَارِ الْعُلَمَاءِ۔

المعارف مقدمۃ التحقیق للدکتور ثروت عکاشہ

ص ۵۸-۶۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ کہ ابن قتیبہ اگرچہ بہت بڑا عالم تھا لیکن حدیث پر عمل کرنے میں بہت سست تھا۔ ابن قتیبہ کو ان حکایات میں غلط ہوا۔ جو اس نے کوفیوں سے سنی تھیں لیکن ان میں کوئی بھی ثقہ آدمی نہ تھا۔ اور ایسی چیزیں شروع کر دینے کی عادت تھی جن پر بعد میں قائم نہ رہتا۔ اس نے علم نحو، تعبیر الرؤیا معجزات النبی

Marfat.com

عیون الاخبار، المعارف، والشعراء اور اس قسم کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ جن کی بنا پر علماء نے اس کی بدگوئی کی ہے۔ اگرچہ اس کی تصنیفات عوام اور بے بہرہ لوگوں میں بہت مشہور ہیں۔ ابن انباری، ابوالطیب، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے کہا کہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابن قتیبہ کذاب ہے۔ جیسا کہ ہم تعزیبروی کو دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے ابن قتیبہ کو خبیث اللسان کہا۔ کیونکہ اس نے بڑے بڑے علماء کی پگڑی اچھالی ہے۔

لمحۂ فکریہ:

ابن قتیبہ کی مختصر سی سیرت ہم نے بیان کی۔ جس کی بدزبانی مشہور ہو۔ جو کذاب اور بے عمل ہو۔ اس کی باتوں کو سے کہ ایک جلیل القدر صحابی پر الزام دھرنا کون تسلیم کرے گا یہی ابن قتیبہ ہے۔ کہ جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بھی معاف نہ کیا۔

المعارف:

وَكَانَتْ وَاقِدَةُ مِنْ بَنِيْ مَازِنِ بْنِ صَعْصَعَةَ عِنْدَ عَبْدِ مُنَافٍ فَوَلَدَتْ لَهُ نَوْفَلاً وَاَبَاعَمْرٍو فَهَلَكَ عَنْهَا وَخَلَفَ عَلَيْهَا ابْنُهُ هَاشِمُ بْنُ عَبْدِ مُنَافٍ

(المعارف ص ۱۳۲)

ترجمہ:

واقدہ نامی عورت جو بنی مازن کے قبیلہ سے تھی۔ ابن مناف کے

Marfat.com

نکاح میں تھی۔ اس کے ہاں نوفل اور ابو عمرو پیدا ہوئے۔ پھر اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ تو اس نے خاوند کے بیٹے یعنی ہاشم بن عبد مناف کے ساتھ شادی کر لی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اقدس کو اس طرح گندی زبان اور نجس تحریر کے ذریعہ بیان کیا۔ معاذ اللہ آپ کے خاندان کی ایک عورت کو پہلے خاوند اور پھر اپنے بیٹے سے منکوحہ بنا کر پیش کیا۔ تو جس کے قلم سے سید العالمین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ چھوٹ سکے۔ اگر وہ عبداللہ بن زبیر کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کرے تو اس پر کیا تعجب؟ علاوہ ازیں نجفی نے ابن قتیبہ کی کتاب سے مقام حواب کا جو واقعہ ذکر کیا۔ نہ ابن قتیبہ نے اس کی کوئی سند بیان کی۔ اور نہ ہی نجفی کو معلوم۔ تو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا راوی بھی خود ابن قتیبہ ہی ہے اور شاگرد رشید نجفی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶

اہل سنت کا مایہ ناز راوی ابوہریرہ رض ہے جسے حضرت عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی پاداش میں پٹوایا تھا

اہل سنت کا ایک اور مایہ ناز راوی ابوہریرہ بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ ذکر ابوہریرہ میں لکھا ہے۔ کہ اسے ابوبکر و عمر و عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جھوٹا سمجھتے تھے۔ اور ایک مرتبہ حضرت عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی بابت اس کی ٹھکائی بھی کی تھی۔ چار یاروں کی نظر میں کذاب۔ راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

Marfat.com

اہل سنت کی فقہ کا ایک سرمایۂ ناز راوی انس بن مالک بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ ذکر ابو ہریرہ پر لکھا ہے۔ کہ نعمان صاحب انس بن مالک کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ حنفی بھائیو مبارک مبارک۔

اہل سنت کی فقہ کا ایک راوی عمرو ابن العاص بھی ہے تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے۔ کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چار آدمیوں نے دعوٰی کیا تھا۔ کہ یہ ہمارا نطفہ ہے پس ایسا پاکیزہ نسب راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۲۰ تا ۲۶)

جواب:

اعتراض مذکورہ میں دو عدد الزامات جن میں ایک حضرت ابو ہریرہ کو جھوٹا راوی اور دوسرے میں انس بن مالک کو مورد طعن بنایا گیا۔ یہ دونوں اعتراض جس کتاب سے پیش کیے گئے یعنی "اضواء علی السنۃ المحمدیہ" اس کا تعارف اور اس کے مصنف کے بارے میں گفتگو ہم کر چکے ہیں۔ لہٰذا وہی جواب یہاں بھی دیا جائے گا ہاں تیسرے الزام کا حوالہ جس کتاب سے دیا گیا۔ یعنی خواص الامۃ اس کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔ اس کا مصنف سبط ابن جوزی ہے۔ اور اس کے حالات سنی شیعہ دونوں کی کتب کچھ یوں بیان کرتی ہیں۔

لسان المیزان:

یوسف بن فرغلی الواعظ المورخ شمس الدین ابو المظفر سبط ابن الجوزی روی عَنْ جَدِّهِ وَ طَائِفَةٍ وَ أَلَّفَ كِتَابَ مِرْآةِ الزَّمَانِ فَتَرَاهُ يَأْتِي فِيهِ بِمَنَاكِيرِ الْحِكَايَاتِ وَمَا أَظُنُّهُ

Marfat.com

بِثِقَةٍ فِيْمَا يَنْقُلُهُ بَلْ يَجْنِفُ وَ يُجَازِفُ ثُمَّ اِنَّهُ تَرَفَّضَ ...... كَانَ رَافِضِيًّا وَ لَمَّا ذُكِرَ اَنَّهُ تَحَوَّلَ حَنَفِيًّا لِاَجْلِ الْمُعَظَّمِ عِيْسٰى قَالَ اَنَّهُ كَانَ يُعَظِّمُ الْاِمَامَ اَحْمَدَ وَ يَتَغَالٰى فِيْهِ وَعِنْدِيْ اَنَّهُ لَمْ يَنْتَقِلْ عَنْ مَذْهَبِهٖ اِلَّا فِي الصُّوْرَةِ الظَّاهِرَةِ۔

(لسان المیزان۔جلد ۶ ص ۳۲۸
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

یوسف بن فرغلی واعظ مؤرخ شمس الدین مظفر سبط ابن جوزی اپنے دادا اور دیگر بہت سے لوگوں سے روایت کرتا ہے اس نے مرآۃ الزمان نامی کتاب بھی تالیف کی۔ اس کے مطالعہ سے تمہیں معلوم ہوگا کہ اس میں بہت سی عجیب و غریب حکایات موجود ہیں۔ میں اسے ثقہ راوی نہیں گمان کرتا۔ بلکہ یہ اپنی منقولہ روایات میں باتونی اور طمع ساز لگتا ہے پھر یہ بھی کہ اس نے رافضیت اختیار کر لی ...... رافضی تھا۔ لیکن اپنے استاد عیسیٰ کی تعظیم اور احترام کے پیش نظر حنفی بن گیا۔ امام احمد کی عظمت میں بہت غلو کرتا تھا۔ میرے نزدیک اس نے رافضی مذہب چھوڑا ہی نہ تھا۔ بلکہ صرف ظاہری دکھاوے کے لیے حنفیت کا جامہ اوڑھ لیا تھا۔

میزان الاعتدال:

قال الشیخ محی الدین سبق البرسی لَمَّا بَلَغَ جِنِّيْ

Marfat.com

مَوْتَ سِبْطِ ابْنِ الْجَوْزِیْ قَالَ لَا رَحِمَهُ اللّٰهُ کَانَ رَافِضِیًّا

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۳۳

مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

شیخ محی الدین نے کہا جب میرے دادا جان کو سبط ابن جوزی کے مرنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا ـ اللہ اسے رحمت سے دور رکھے رافضی تھا۔

الکنیٰ والالقاب:

سبط ابن جوزی ابوالمظفر یوسف بن فرغلی بغدادی عالم فاضل مؤرخ و کامل است و از اوست کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ در ذکر خواص ائمہ علیہم السلام و مرأۃ الزمان در تاریخ اعیان در صدود چہل مجلد۔ ذہبی گفتہ در آں حکایت ہائے باور نکردنی آوردہ و گمان ندارم ثقہ باشد ناروا گو و گذا فہ پرداز است و با ینہم رافضی است ہاں ہاں۔

(الکنیٰ والالقاب فارسی جلد سوم ص ۹۷ مطبوعہ

تہران طبع جدید۔

(اصل عربی الکنیٰ والالقاب جلد دوم ص ۲۵۶)

ترجمہ:

سبط ابن جوزی بہت بڑا عالم فاضل اور تاریخ دان تھا۔ اس کی ایک کتاب تذکرہ خواص الائمہ ہے۔ جس میں اس نے ائمہ کے خواص بیان کیے ہیں اور دوسری کتاب مرأۃ الزمان ہے۔ جو مشاہیر کی تاریخ ہے۔ تقریباً

Marfat.com

چالیس جلدیں ہے۔ ذہبی نے کہا کہ سبط ابن جوزی نے اس کتاب میں ایسی حکایات ذکر کیں۔ جو نا قابل یقین ہیں۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ بے ہودہ حکایات کا دلدادہ ہے۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ہاں ہاں رافضی بھی ہے۔

لمحہ فکریہ:

صاحب تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن جوزی اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک ایک گپّی آدمی ہے۔ اور اس کی رافضیت بھی دونوں کے نزدیک مسلم ہے۔ رافضیوں کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ چند صحابہ کرام کو چھوڑ کر سبھی صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (معاذ اللہ) اسی لیے ان چند کے علاوہ دیگر صحابہ کرام پر لعن طعن، تبرا بازی اور الزام تراشی ان کے ہاں عام ہے۔ سبط ابن جوزی رافضی ہونے کے ناطے سے یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ اس لیے اُس نے زیر نظر کتاب میں جا بجا ایسے واقعات اور ایسی حکایات درج کیں۔ جو نا قابل یقین ہیں۔ مذکورہ الزام اس نے ایک واقعہ کے ضمن میں درج کیا۔ جو امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا ہے۔ اس میں بقول سبط ابن جوزی، امام حسن نے امیر معاویہ، ان کے والد اور عمرو بن العاص کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کیں۔ جو قابل ذکر نہیں۔ حالانکہ خلافت سے دستبرداری کے بعد امام حسن نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی تھی۔ ان حالات میں امام حسن کا امیر معاویہ پر لعن طعن کرنا کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اس لیے معلوم ہوا کہ ایسی بے سروپا باتیں سبط ابن جوزی نے اپنے نظریات و عقائد کے پیش نظر خود بنائیں۔ جیسا کہ مصنف شیعہ کرتا رہا ہے۔ جس کا نمونہ نجفی کی تحریرات میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اسی لیے شیخ محی الدین نے اس کی خبر موت سن کر بددعا کی تھی۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۷

ابوموسیٰ اشعری بھی سنیوں کا راوی ہے جو حضرت علی سے بغض رکھتا تھا۔

اہل سنت، کا ایک اور مایۂ ناز راوی ابوموسیٰ اشعری بھی ہے۔ کتاب الاستیعاب ذکر ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ ابن قیس بن سلیم میں ہے۔ کہ یہ حضرت علی سے بغض رکھتا تھا۔ پس دشمن علی راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت، فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

حضرت ابوموسیٰ اشعری کا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ کہ جب جنگ جمل اور جنگ صفین لڑی گئیں تو بہت سے صحابہ کرام نے ان دونوں میں شرکت نہ کی۔ ان حضرات نے نہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ ہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور نہ ہی امیر معاویہ کی حمایت و مخالفت کی۔ بلکہ ان حضرات کے پیش نظر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا۔ کہ جب تم میری امت میں فتنہ رونما ہوتے دیکھو۔ تو اپنی تلواروں کو احد پہاڑ پر مار کر اپنے گھر بیٹھ جانا۔ ان شرکت نہ کرنے والوں میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے۔ جو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص آدمی تھے۔ ان میں سے ہی جناب ابوموسیٰ اشعری بھی تھے۔ انہوں نے جنگ جمل کے وقت کوفہ میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے کہا۔ کہ لوگو! اس جنگ میں شرکت نہ کرو۔ بعد میں علی المرتضیٰ نے انہیں معزول کر دیا تھا۔ اس واقعہ میں "الاستیعاب" نے ایک جملہ لکھا۔ جو تحقیق کے لیے اعتراض بن گیا۔ جملہ یہ ہے۔ كَانَ مُنْحَرِفًا عَنْ عَلِيٍّ۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ جناب ابوموسیٰ اشعری، حضرت علی المرتضیٰ کی طرف داری سے انحراف کرنے

Marfat.com

والے تھے۔ لیکن نجفی نے "منحرفا" کا معنی بغض رکھنے والا کیا ہے۔ انحراف کا معنی بغض شاید نجفی لغت میں ہو۔ ورنہ اس کا سیدھا سادھا معنی روگردانی کرنا (منہ پھیر لینا) کسی کی طرف داری نہ کرنا۔ دوسرا راستہ اختیار کرنا وغیرہ آتا ہے۔ یہی الفاظ الاستیعاب میں اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں موجود ہیں۔ نجفی کا پروگرام یہ ہے۔ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بارے میں یہ ثابت کیا جائے۔ کہ انہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض تھا۔ (جس طرح خود نجفی کو تمام صحابہ کرام سے ہے۔ اجب یہ ثابت کر دکھایا جائے تو پھر شور مچا دیا جائے۔ کہ علی المرتضیٰ سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ لہٰذا ابوموسیٰ اشعری منافق ہے۔ (معاذ اللہ)

ہم بار بار یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ اہل سنت نہ تو کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اہل بیت کے حق میں دریدہ دہنی روا رکھتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض یا الزام دھرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان حضرات کے مابین جو اختلافات تھے۔ جو جھگڑے ہوئے وہ سپردِ خدا ہیں۔ زیادہ سے زیادہ خطاء اجتہادی کا قول کہا جا سکتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۸

سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عمر ہے جس نے یزید پلید کی بیعت کی تھی

سنیوں بھائیوں کا ایک راوی عبداللہ بن عمر بھی ہے۔ بخاری شریف کتاب الفتن میں لکھا ہے۔ کہ اسی عبداللہ نے یزید کی بیعت کی تھی۔ پس یزید پلید کی بیعت کرنے والا راوی فقہ حنفیہ کو مبارک ہو۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم طبقہ ثانی کے رواۃ مثلاً مجاہد عکرمہ، حسن بصری، عطاء ابن ریاح وغیرہ کے بھی پول کھولیں گے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۶)

جواب:

نجفی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نقص یہ بیان کیا۔ کہ انہوں نے یزید پلید کی بیعت کر لی تھی۔ لہٰذا وہ ثقہ راوی نہ رہے۔ اس کا الزامی جواب یوں ہے۔ کہ اگر عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت کی تھی۔ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بھی تو ایسا ہی کیا تھا۔ ذرا اپنی کتب میں سے اس کو ملاحظہ تو کرو۔

روضہ کافی:

ثُمَّ اَرسَلَ اِلٰی عَلِی بن الحسین علیہما السلام فقال لَهٗ مِثْلَ مقالَتِہٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ ابن الحسین علیہما السلام اَرَأَیْتَ اِنْ لَمْ اُقِرَّ لَكَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَهٗ یَزِیْدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ بَلٰی فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ ابن الحسین علیہما السلام

Marfat.com

قَدْ اَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَئَلْتَ۔

(روضۃ کافی جلد ۸ ص ۲۳۵ حدیث یزید
مع علی بن الحسین۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

ایک قریشی کو یزید نے بُلا کر اپنی بیعت کرنے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد یزید نے اُسے قتل کروا دیا۔ پھر ایک آدمی یزید نے امام زین العابدین کی طرف بھیجا۔ اور انہیں بھی وہی پیغام بھجوایا۔ جو قریشی کو کہا جا چکا تھا۔ اس کے جواب میں امام زین العابدین نے کہا۔ کیا خیال ہے اگر میں تیری بیعت کا اقرار نہ کروں۔ تو میرے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا جو قریشی نوجوان کے ساتھ ہو چکا ہے؟ یزید نے کہا۔ ہاں۔ پھر امام زین العابدین نے اسے کہا۔ اچھا جو چاہتے ہو میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ (یعنی تیری بیعت قبول ہے۔

جب یہ بیعت ہو گئی۔ تو پھر عمر بھر امام زین العابدین نے اسے توڑا نہیں۔ اس کے علاوہ کتب شیعہ میں یہاں تک موجود ہے۔ کہ جب واقعہ حرّا میں یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا۔ کہ امام زین العابدین اور ان کے گھرانے کے افراد کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہی نہیں۔ ذرا اس سے بھی آگے چلئے۔ کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والا مشرف نامی کمانڈر جب قتل وغارت سے فارغ ہوا۔ تو امام زین العابدین اس کے پاس تشریف لائے۔ اور پھر جس کی انہوں نے سفارش کی مشرف نے اسے بھی چھوڑ دیا ہر آں کہ حضرت شفاعت کرد مشرف بجہت آنحضرت از او در گذشت۔ و مکرّما از نزد او بیروں رفت

(منتہی الامال جلد ۲ ص ۴۰

Marfat.com

اور چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اس کی بڑی عزت کی۔ اب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں نجفی صاحب آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ ذرا دل تھام کر یزید پلید کی بیعت کرنے کے ارادے پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول بھی سن لیا جائے۔ جن کی شہادت نے اُسے پلید کر دیا۔ تمہاری کتابوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیعت یزید کی پیش کش کرنا یوں منقول ہے۔

تلخیص الشافی:

وقد روی انہ علیہ السلام قال لعمر ابن سعد اِخْتَارُوْا مِنِّیْ اِمَّا الرُّجُوْعَ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ اَقْبَلْتُ مِنْہُ اَوْ اَنْ اَضَعَ یَدِیْ عَلٰی یَدِ یَزِیْدَ فَھُوَ ابْنُ عَمِّیْ یَرٰی فِیْ رَایَہٗ وَ اِمَّا اَنْ تُسَیِّرُوْا اِلٰی ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاَکُوْنَ رَجُلًا مِنْ اَھْلِہٖ لِیْ مَا لَہٗ وَعَلَیَّ مَا عَلَیْہِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۴ ص ۱۸۶
مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

مروی ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن عمر سعد سے کہا میرے لیے تین باتوں میں سے کوئی ایک بات تم پسند کرو۔ ۱۔ اس جگہ واپس چلا جاؤں۔ جہاں سے آیا ہوں۔ ۲۔ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں (بیعت کر لوں) آخر وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ اُس نے میرے لیے اچھا ہی سوچا ہو گا۔ ۳۔ یا کسی قلعہ میں لے چلو۔ تاکہ پھر ان قلعہ بندوں کے نفع و نقصان میں بھی شریک ہو جاؤں۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرنے کی وجہ سے معیوب راوی ہوگئے یہی کام امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اسی کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے آمادگی فرمائی۔ اب یہ دونوں حضرات روایاتِ حدیث میں کیا مقام رکھتے ہیں۔ کیا ان کے حق میں بھی وہی کلمات کہے گا۔ جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس نے کہے ہیں۔ بالاختصار جواب مذکور ہوا۔ اگر تفصیل درکار ہے تو پھر ہماری تصنیف عقائد جعفریہ جلد دوم ص ۷۵ تا ۸۴ مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

باب دوم

امام اعظم ابو حنیفہ کے مناقب اور آپ پر وارد کیے گئے اعتراضات کے جوابات

Marfat.com

باب دوم:

فصل اوّل

آپ پر وارد کردہ اعتراضات کی تردید

اعتراض نمبر ا

دین اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ابوحنیفہ رض نے پہنچایا ہے۔

امام ابوحنیفہ نعمان امام اعظم کی پوزیشن صرف تاریخ بغداد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جس میں آپ کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اگر ہمارے حنفی بھائیوں کی تسلی نہ ہو۔ تو ایک مستقل کتاب نعمان لکھیں گے۔

(دین اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ابوحنیفہ نے پہنچایا) ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۵ ذکر نعمان مؤلف حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی۔

تاریخ بغداد

عن اسحاق بن ابراهيم الحسينى قال قال مالك
مَا وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ مَوْلُودٌ اَشْرَعَ لِي اَهْلِ الْإِسْلَامِ مِنْ اَبِي حَنِيْفَةَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۵ ذکر نعمان مؤلف)

Marfat.com

ترجمہ:

یعنی اسحاق بن ابراہیم کہتا ہے۔ کہ حضرت مالک فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بچہ اسلام میں ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے ابوحنیفہ سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچایا ہو

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۷)

جواب:

"امام اعظم کی پوزیشن صرف تاریخ بغداد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جس میں آپ کی مذمت کی گئی ہے" نجفی کا یہ جملہ خاص کر اس کا آخری حصہ "کہ جس میں آپ کی مذمت کی گئی ہے" اس کے اپنے اندر کے چور کی طرف اشارہ کرتا ہے مقصد یہ ہے۔ کہ امام صاحب کی مذمت لکھنی ہے۔ اس کے لیے اس کتاب سے جو بھی جیسا بھی مل جائے۔ وہ کافی ہوگا۔ تاریخ بغداد سے جتنی روایات نجفی نے نقل کی ہیں۔ وہ ایک مستقل باب کے تحت درج ہیں۔ پھر ان روایات پر محشی نے جرح بھی کی ہے کاش! نجفی اس باب کے الفاظ بھی نقل کر دیتا۔ اور محشی کی جرح بھی ساتھ ہی درج کر دیتا۔ پھر ہم دیکھتے کہ کس زبان وقلم سے یہ کہا جاتا ہے "آپ کی مذمت کی گئی ہے" علاوہ ازیں صاحب تاریخ بغداد نے جن لوگوں کی امام موصوف کے خلاف روایات نقل کی ہیں۔ ان ہی سے امام کی شان میں بھی روایات درج کیں۔ اسی لیے مصنف تاریخ بغداد خطیب بغدادی نے شروع میں ہی یہ کہہ دیا ہے۔ کہ میں نے اس کتاب میں تمام وہ روایات جو امام اعظم کی شان کے خلاف یا آپ کے مناقب واوصاف کے بارے میں ہیں۔ درج کر دی ہیں۔ اس سے آپ خود اندازہ لگائیں۔ کہ ایک شخص ابوحنیفہ کے بارے میں کبھی تو تعریفی الفاظ اور کبھی ان کی شان کے خلاف کہتا ہے۔ ایسے شخص کی بات کب قابل یقین ہو سکتی ہے۔ گویا اس کتاب میں روایات کے اندر

Marfat.com

تناقض موجود ہے۔ اس کی تفصیل اور وضاحت انشاء اللہ آئندہ صفحات پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر نجفی کو یہ الفاظ لکھنے چاہیئے تھے۔

"امام اعظم کی پوزیشن تاریخ بغداد سے نقل کرتا ہوں۔ صرف ان کی طرف سے جو اس کتاب میں آپ کی مذمت کے بارے میں ہیں۔ اور جو روایات اسی کتاب میں امام موصوف کی شان میں ہیں۔ میری تو یہ کریں ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھوں"؛ جس باب سے نجفی نے مذکورہ روایت ذکر کی ہے۔ محشی اس باب اور اس میں ذکر کردہ روایات کے بارے میں لکھتا ہے۔

رِوَايَاتُ هٰذَا الْبَابِ كُلُّهَا وَاهِيَةُ الْاِسْنَادِ۔

(صفحہ نمبر ۳۹۵)

ترجمہ:

اس باب میں درج تمام روایات سند کے لحاظ سے ناقابلِ اعتبار ہیں۔

نجفی کے مذکورہ اعتراض والی روایت کے تحت محشی نے جو جرح کی ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

تاریخ بغداد:

فِيهَا ابْنُ دُرُسْتَوَيْه وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَفِيهَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحُنَيْنِيُّ مِنْ أَصْحَابِ مَالِكٍ حَكَى ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ أَنَّ أَحْمَدَ بْنَ صَالِحٍ الْمِصْرِيَّ كَانَ لَا يَرْضَاهُ وَذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي كِتَابِ الضُّعَفَاءِ وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ الْأَزْدِيُّ وَابْنُ عَدِيٍّ ضَعِيفٌ

Marfat.com

مِنَ الْمِیْزَانِ۔ ذُرَاتَہٗ غَیْرُ مَعْقُوْلٍ صُدُوْرُمِثْلِ هٰذَا الْقَوْلِ عَنِ الْاِمَامِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْہُ نَقَلَہُ الثِّقَاتُ مِنْ تَقْرِیْظِہٖ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَثَنَائِہٖ عَلَیْہِ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِی الْاِنْتِقَاءِ بَعْدَ اَنْ سَاقَ مِثْلَ هٰذَا الْحِکَایَۃِ وَرَوٰی ذَالِكَ کُلَّہٗ عَنْ مَالِكٍ اَھْلُ الْحَدِیْثِ وَاَمَّا اَصْحَابُ مَالِكٍ مِنْ اَھْلِ الرَّاْیِ الْفُقَہَاءِ فَلَا یَرْوُوْنَ مِنْ ذَالِكَ شَیْئًا عَنْ مَالِكٍ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص۴۱۵ مطبوعہ المکتبہ السلفیہ المدینۃ المنورہ طبع جدید)

ترجمہ

روایت مذکورہ میں ایک راوی "ابن درستویہ" ہے۔ جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (کہ یہ انتہا درجہ کا ضعیف راوی ہے۔) اور اسی روایت میں ایک اور راوی "اسحاق بن ابراہیم" بھی ہے۔ جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ احمد بن صالح المصری اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ابن الجوزی نے اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ امام نسائی نے اس کو "غیر ثقہ" کہا۔ ازدی اور ابن عدی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے۔ کہ اس قسم کی بات امام مالک رضی اللہ عنہ سے صادر ہونا عجیب سا لگتا ہے۔ عقل اس کو باور نہیں کرتی۔ ثقہ لوگوں سے تو امام مالک کے متعلق یہ منقول ہے۔ کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ابن عبدالبر نے

Marfat.com

"انتقاء" میں یہ روایت ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اس قسم کی روایات امام مالک رضی اللہ عنہ سے "اہل حدیث" نے روایت کی ہیں۔ جو امام موصوف کے اصحاب میں سے نہیں۔ لیکن امام مالک کے اصحاب میں سے اہل الرائے نے اس قسم کی کوئی روایت ذکر نہیں کی۔

روایت مذکورہ پر اس جرح سے معلوم ہوا۔ کہ اس کے راوی "ابن درستویہ اور اسحاق بن ابراہیم"، ناقابلِ اعتبار ہیں ضعیف اور غیر ثقہ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ثقہ اور قابل اعتبار حضرات نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل بیان کیے ہیں۔ لہذا امام مالک رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں کے ذریعہ یہ ثابت ہے۔ کہ امام موصوف نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف نہیں بلکہ ان کے حق میں ہی فرمایا ہے۔ اب نجفی شیعی کو تو وہ روایات درکار تھیں۔ جن میں مذمت ہونی چاہیے وہ معتبر ہوں یا غیر معتبر۔ لیکن حقیقت سامنے آنے کے بعد قارئین حضرات یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ امام اعظم کی ذات پر نجفی نے الزام تراشی کی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر۲

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتنہ ابلیس کے فتنے سے سخت ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۶

تاریخ بغداد:

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ فِتْنَةُ اَبِي حَنِيْفَةَ اَضَرَّ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنْ فِتْنَةِ اِبْلِيْسَ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

یعنی مالک بن انس فرماتے ہیں۔ کہ ابوحنیفہ کا فتنہ اس امت کے لیے ابلیس کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ تھا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۸)

جواب:

اس روایت کا ایک راوی حبیب ابن حبیب ہے۔ اس کی کنیت ابوحبیب اور اس کے باپ کا نام زریق ہے۔ اس روای کا روایت میں کیا مقام ہے۔ ہم صاحب

Marfat.com

میزان الاعتدال کی زبانی سنیئے۔

میزان الاعتدال:

حبیب ابن ابی حبیب واسم ابیہ زریق ......
قَالَ اَحْمَدُ لَيْسَ بِثِقَةٍ ...... وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ
كَانَ مِنْ اَكْذَبِ النَّاسِ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ رَوٰى
عَنْ اِبْنِ اَخِي الزُّهْرِيِ اَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً
وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ اَحَادِيْثُهٗ كُلُّهَا مَوْضُوْعَةٌ
وَقَالَ ابْنُ حِبَّانٍ كَانَ يُوْرِقُ بِالْمَدِيْنَةِ عَلَى
الشُّيُوْخِ وَرَوٰى عَنِ الثِّقَاتِ الْمَوْضُوْعَاتِ كَانَ
يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيْثِهِمْ۔

(میزان الاعتدال جلد اول ذکر حرف الحاء صفحہ ۲۱۰
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

(الکامل فی ضعفاء الرجال جلد دوم ص ۸۱۸ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حبیب ابن حبیب اس کے باپ کا نام زریق تھا۔ امام احمد نے کہا کہ یہ غیر ثقہ تھا۔ اور ابوداؤد کا کہنا ہے کہ لوگوں میں سب سے جھوٹا شخص تھا۔ ابو حاتم نے کہا کہ یہ شخص زہری کے بھتیجے سے من گھڑت روایتیں کرتا تھا۔ ابن عدی اس کی تمام احادیث کو من گھڑت قرار دیتا ہے ابن حبان نے کہا کہ یہ شخص مدینہ منورہ میں شیوخ کے پاس آتا جاتا رہتا

Marfat.com

تھا۔ اور پھر ان کی طرف سے من گھڑت روایات بیان کرتا ہے۔ اور ان کی احادیث میں ایسے پیوند لگایا کرتا تھا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔

روایت مذکورہ کے راوی کا حال سامنے آنے پر آپ بخوبی کو واقعی شاباش دیں گے۔ کہ "حجۃ الاسلام"، واقعی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ایک بناوٹی حدیثیں بنانے والا امام اعظم کی ذات پر کیچڑ اچھالے تو نجفی کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی اور پھر اس راوی نے اپنی دیرینہ عادت کے تحت یہ قول سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا۔ حاشا وکلا امام مالک رضی اللہ عنہ ایسی بات کہیں۔ سنیئے امام مالک رضی اللہ عنہ حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ اور وہ بھی اسی کتاب سے ملاحظہ ہو۔

تاریخ بغداد:

اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِدْرِيْسَ قَالَ قِيْلَ لِمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ هَلْ رَاَيْتَ اَبَا حَنِيْفَةَ قَالَ نَعَمْ رَاَيْتُ رَجُلًا لَوْ كَلَّمَكَ فِيْ هٰذِهِ السَّارِيَةِ اَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهٖ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ تذکرہ قیل فی فقہ ابی حنیفہ ص ۳۳۸
مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ طبع جدید)

ترجمہ:

ہمیں احمد بن صباح نے خبر دی۔ میں نے امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا۔ کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

پوچھا گیا۔ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کی زیارت کی ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے انہیں ایک عظیم شخص پایا۔ اگر وہ اس ستون کے بارے میں تجھ سے گفتگو کرے۔ اور اس کو سونے کا ستون ثابت کرنا چاہے۔ تو ایسے دلائل دے گا۔ کہ وہ اس کو سونے کا ہی ثابت کرے گا۔

قارئین کرام! سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ امام اعظم کی فقاہت کے سبب کس قدر معتقد ہیں۔ ایک عظیم شخص پایا اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو کر دے گا۔ اور دوسری طرف ان کا امام صاحب کے متعلق یہ فرمان کہ ان کا فتنہ ابلیس کے فتنے سے زیادہ سخت ہے دونوں قول ایک ہی شخص کے اور ایک ہی کے متعلق یک وقت درست کیسے ہو سکتے ہیں اس لیے امام وقت اور ولی کامل ہوتے ہوئے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایسے نازیبا الفاظ کا صدور مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ جن سے امام اعظم کی توہین اور تنقیص نکلتی ہو۔ کسی کے علم وفضل کا معتقد اسی کے متعلق غیر مہذب اور ناشائستہ الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کسی نے یہ الفاظ خود تراش کر حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳

ابوحنیفہ کا فتنہ دجال کے فتنہ کے بعد سب سے بڑا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: تاریخ بغداد:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ مَا اَعْلَمُ فِي الْاِسْلَامِ فِتْنَةً بَعْدَ فِتْنَةِ بَعْدِ الدَّجَّالِ اَعْظَمَ مِنْ رَأْيِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

یعنی عبدالرحمن کہتا ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ اسلام میں دجال کے فتنے کے بعد ابوحنیفہ کی رائے سے کوئی بڑا فتنہ ہو۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۹)

جواب:

عبدالرحمن بن مہدی کی طرف لگایا گیا الزام تو ہمارے سامنے ہے۔ اور نجفی نے اسے بڑے طمطراق سے ذکر کر دیا لیکن یہی تاریخ بغداد مختلف ثقہ لوگوں سے جو امام اعظم کی سیرت بیان کرتی ہے۔ وہ بھی پیش نظر ہونی چاہیئے۔ ثقہ لوگوں نے آپ کو علم و رائے میں بڑے پایہ کا شخص کہا ہے۔ حلت و حرمت کے جاننے والا عظیم انسان قرار دیا۔ اور شب بیداری جیسے اوصاف کا مالک گردانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی حدیث صحیح اور حضرات صحابہ کرام کے اقوال صحیحہ کے مقابلہ میں اپنے قیاس واجتہاد کو خیرباد کہنے والا بزرگ فرمایا۔ ان کے برخلاف عبدالرحمن بن مہدی کا آپ کی ذات پر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ خاص کر ایسا اعتراض والزام جس کو ذکر تو کر دیا گیا لیکن اس کی وجہ وسبب معلوم نہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے بہت بڑا فتنہ ہے تو آخر کس سبب سے؟ عبدالرحمن بن مہدی کے پاس اگر اس امر کی کوئی ٹھوس دلیل اور قوی سبب ہوتا۔ تو وہ ضرور ذکر کر دیتا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ ایک طرف ثقہ لوگوں کی امام اعظم کی صفت وثناء کرنا اور دوسری طرف عبدالرحمن بن مہدی کی جرح اور وہ بھی بلادلیل ان میں کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ جرح بغیر دلیل تو ازروئے قانون "مردود" ہوتی ہے۔ نجفی نے قولِ مردود کو سینے سے لگایا۔ اور قولِ ثقات سے آنکھیں چرالیں۔ تاریخ بغداد سے ہی پڑھیے۔

تاریخ بغداد:

قَالَ سَمِعْتُ فُضَيْلَ بْنَ عَيَّاضٍ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَجُلًا فَقِيْهًا مَعْرُوْفًا بِالْفِقْهِ مَشْهُوْرًا بِالْوَرَعِ وَاسِعَ الْمَالِ مَعْرُوْفًا بِالْاَفْضَالِ عَلٰى كُلِّ مَنْ يُطِيْفُ بِهٖ صَبُوْرًا عَلٰى تَعْلِيْمِ الْعِلْمِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَسَنَ اللَّيْلِ كَثِيْرَ الصَّمْتِ قَلِيْلَ الْكَلَامِ حَتّٰى تَرِدُ مَسْئَلَةٌ فِيْ حَلَالٍ اَوْ حَرَامٍ فَكَانَ يُحْسِنُ اَنْ يَّدُلَّ عَلَى الْحَقِّ هَارِبًا مِّنْ مَالِ السُّلْطَانِ هٰذَا اٰخِرُ حَدِيْثِ مُحْرِمٍ وَزَادَ ابْنُ الصَّبَّاحِ وَكَانَ اِذَا وَرَدَتْ عَلَيْهِ مَسْئَلَةٌ فِيْهَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ اتَّبَعَهٗ وَاِنْ كَانَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ

Marfat.com

وَ اِلَّا قَاسَ وَاَحْسَنَ الْقِیَاسَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۰ مطبوعہ سلفیہ مدینہ

منورہ طبع جدید)

ترجمہ:

ابن منصور کا کہنا ہے کہ میں نے فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ) سے سنا انہوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) ایک فقیہ شخص تھے۔ فقہ میں معروف تھے۔ تقویٰ میں مشہور۔ مال میں وسیع جود و سخا میں کھلے ہاتھ والے اور ہر ملاقاتی کے ساتھ داد و دہش کا رویہ رکھنے والے تھے۔ علم دین کی تعلیم میں رات دن مصروف رہتے تھے۔ راتیں اللہ کی یاد میں گزارتے۔ اکثر خاموش رہتے۔ بات کم کرتے۔ ہاں حلال و حرام کے مسئلہ پوچھے جانے کے وقت گفتگو فرماتے۔ بات کی حقانیت اور تحقیق پر بڑی خوبصورت بات کرتے بادشاہ وقت کے پیسے سے دُور بھاگنے والے تھے۔ یہ حدیث مکرم لوی کی احادیث میں سے آخری حدیث ہے۔ ابن الصباح نے امام اعظم کے مذکورہ بالا اوصاف بیان کرنے میں یہ بھی اضافہ کیا ہے۔ کہ امام صاحب کا یہ طریقہ تھا جب آپ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا۔ اور اس کے بارے میں کوئی حدیث صحیح ہوتی۔ تو آپ حدیث نبوی کی اتباع کرتے۔ بصورت دیگر حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال و ارشادات کی طرف رجوع کرتے اگر ان سے کوئی قول وغیرہ نہ پاتے۔ تو قیاس و اجتہاد فرماتے۔ اور آپ کا قیاس و اجتہاد اپنی مثال آپ ہوتا تھا

لمحہ فکریہ:

ا پنے دور کے مشہور امام اور جانی پہچانی شخصیت حضرت فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

کے تاثرات امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ حضرات نے پڑھے۔ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مقام ولائت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مسائل شرعیہ میں بہت محتاط رہتے تھے۔ اگر حدیث صحیح ملتی یا صحابہ کرام اور تابعین سے کوئی اس مسئلہ کے متعلق صراحت ملتی۔ تو اپنی رائے کو استعمال نہ فرماتے۔ یعنی حتی الوسع رائے سے بچنے کی کوشش فرماتے۔ ناچار اور مجبور ہو کر قیاس و اجتہاد کا راستہ اپناتے۔ کیا اس قدر محتاط شخص کی رائے "دجال کا فتنہ" کہلا سکتی ہے۔ ؟ لہذا معلوم ہوا کہ یہ محض امام اعظم کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے الزام تراشی کی گئی ہے۔ ایسے جلیل القدر آدمی کے متعلق اتنے گرے ہوئے الفاظ وہی کہہ سکتا ہے۔ جو تعصب اور عناد کا شکار ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے اندھے نجفی" کو بصیرت عطا کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر۴

ابوحنیفہ نے اسلامی مشین کے پیچ ڈھیلے کیے ہیں

حقیقت فقہ حنفیہ:

تاریخ بغداد:

عَنْ سُفْیَانَ ثَوْرِیِّ اِذْ جَاءَهُ نَعْیُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرَاحَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْهُ لَقَدْ کَانَ یَنْقُضُ عُرَی الْاِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً مَا وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ مَوْلُوْدٌ اَشْأَمُ عَلٰی اَهْلِ الْاِسْلَامِ مِنْهُ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳

ص ۴۱۸)

ترجمہ:

یعنی سفیان ثوری کو جب امام ابوحنیفہ کی موت کی خبر پہنچی تو اس نے شکر خدا کیا اور کہا کہ ابوحنیفہ اسلام کی رسی کے پیچ ڈھیلے کرتا تھا۔ اور اسلام میں ابوحنیفہ سے زیادہ بدبخت کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۹)

Marfat.com

جواب اول:

روایت مذکورہ سے امام اعظم کی ذات پر الزام دھرنے کا کوئی جواز نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی، نعیم بن حماد، سخت مجروح ہے۔

میزان الاعتدال:

نعیم بن حماد الخزاعی...... قَالَ ابوداود كَانَ عِنْدَ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ عِشْرِيْنَ حَدِيْثًا عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ لَهَا اَصْلٌ وَقَالَ النِّسَائِيُّ هُوَ ضَعِيْفٌ.....قَالَ الْاَزْدِيْ كَانَ نُعَيْمٌ يَضَعُ الْحَدِيْثَ فِيْ تَقْوِيَةِ السُّنَّةِ وَحِكَايَاتٍ مُزَوَّرَةٍ فِيْ ثَلْبِ النُّعْمَانِ كُلُّهَا كَذِبٌ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم حرف النون ص ۲۳۸ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

نعیم بن حماد خزاعی کے متعلق ابوداؤد نے کہا۔ کہ اس کے پاس بیس احادیث تھیں جنہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا تھا۔ لیکن اُن کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اور نسائی نے اسے ضعیف کہا ...... ازدی کا کہنا ہے۔ کہ نعیم بن حماد سنت کی مضبوطی و تقویت کے موضوع پر احادیث اپنی طرف سے بنا لیا کرتا تھا۔

Marfat.com

اسی طرح امام ابوحنیفہ کے عیوب ونقائص بیان کرنے کے لیے من گھڑت حکایات، اور ادھر اُدھر کی باتیں کیا کرتا تھا۔ جو تمام کی تمام جھوٹی ہیں۔

جواب دوم:

روایتِ مذکورہ کی نسبت حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ تھوڑا سا آگے چل کر صاحب تاریخ بغداد نے اسی روایت کو امام اوزاعی کی طرف سے بیان کیا ہے۔ گویا جناب سفیان ثوری اور امام اوزاعی نے جب امام ابوحنیفہ کی موت کی خبر سنی۔ تو دونوں حضرات نے ایک جیسے الفاظ کہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ اتفاق کس طرح ہوا۔ ان دونوں جلیل القدر شخصیات کے وہ ارشادات جو انہوں نے امام اعظم کے فضائل ومناقب میں بیان فرمائے۔ وہ اُن کے اس قول کی نفی کرتے ہیں ۔ہم سردست ایک تو تاریخ بغداد کی عربی عبارت کی بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کریں گے۔ اور دوسرا وہ تمام روایات درج نہیں کریں گے۔ جو ان دونوں سے شانِ ابی حنیفہ میں مروی ہیں۔ بطور نمونہ ایک، دو کا ذکر ہی کافی ہوگا۔ ملاحظہ ہو کہ سفیان ثوری نے کیا فرمایا۔

تاریخ بغداد:

جب حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوا۔ تو ابوبکر بن عیاش نے اپنے ساتھیوں کو لیا اور سفیان ثوری کے گھر ان کے بھائی کی تعزیت کے لیے آئے۔ گھر تعزیت کرنے والوں سے بھر گیا تھا۔ ان میں عبداللہ بن ادریس بھی تھے۔ اتنے میں امام ابوحنیفہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں جناب سفیان کے گھر تشریف لائے۔ جناب سفیان ثوری ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے! امام ابوحنیفہ کو گلے سے لگایا۔ اور اپنی مسند پر انہیں بٹھایا۔ اور خود ان کے سامنے باادب بیٹھ

Marfat.com

گئے ابوبکر بن عیاش کا کہنا ہے۔ کہ یہ دیکھ کر مجھے سخت غصہ آیا۔ مجھے غصہ میں آیا دیکھ کر عبداللہ بن ادریس بولے۔ کہ تجھ پر افسوس ہے۔ بلاوجہ غصہ کر رہا ہے۔ کاش تجھے حقیقت حال کا علم ہوتا۔ بہرحال ہم بیٹھے رہے۔ اور اس انتظار میں تھے۔ کہ لوگ چلے جائیں۔ اتنے میں میں (ابوبکر) نے عبداللہ بن ادریس سے کہا۔ کہ دیکھو اتنے میں ہم سفیان ثوری سے کہا۔ کہ آپ نے آج وہ کام کیا۔ جو مجھے پسند آیا۔ اور نہ ہی میرے ساتھی اس سے خوش ہیں۔ سفیان ثوری نے پوچھا۔ کونسا ایسا کام مجھ سے ناگوار ہو گیا۔ جو آپ کو اچھا نہیں لگا۔ میں نے کہا۔ کہ تم نے ابوحنیفہ کی اس قدر عزت کی۔ اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے ان کو گلے لگایا پھر انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ اس قدر عزت افزائی نہ مجھے اچھی لگی۔ اور نہ میرے ساتھیوں کو ایک آنکھ بھائی۔ تو اس پر سفیان ثوری کہنے لگے۔ تم اس کو ناپسند کیوں کرتے ہو۔ کیا دیکھتے نہیں۔ کہ

هٰذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ فَاِنْ لَمْ اَقُمْ لِعِلْمِهٖ قُمْتُ لِسِنِّهٖ وَاِنْ لَمْ اَقُمْ لِسِنِّهٖ قُمْتُ لِفِقْهِهٖ وَاِنْ لَمْ اَقُمْ لِفِقْهِهٖ قُمْتُ لِوَرَعِهٖ فَاَحْجَمَنِیْ فَلَمْ یَكُنْ عِنْدِیْ جَوَابٌ۔

(ص ۳۴۱ جلد سوم)

ترجمہ:

یہ شخص علم میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ میں اُسے دیکھ کر کھڑا ہوا اور اگر اس کے علمی مرتبہ کے لیے کھڑا نہ ہوتا۔ تو اس کی عمر کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ (کیونکہ وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے) اور اگر عمر کی وجہ سے بھی کھڑا نہ ہوتا۔ تو اس کے تفقہ فی الدین کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ اور اگر فقہ بھی قیام کا سبب نہ ہوتا تو اس کا متقی اور پرہیزگار ہونا مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کرتا (ابوبکر عیاش

Marfat.com

کہتے ہیں۔) جب جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے قیام کی یہ وجوہات بتلائیں۔ تو میں لاجواب ہو گیا۔

یہ تھا ایک رویہ جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے احترام و تعظیم کا۔ جو انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برتا۔ اب امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اسی کتاب سے درج ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تاریخ بغداد:

سیدنا حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ امام اوزاعی کو ملنے شام آیا۔ تو امام موصوف نے مجھے کہا۔ اے خراسانی! ابوحنیفہ کنیت کا ایک مرد کوفہ میں ظاہر ہوا۔ یہ بدعتی کون ہے؟ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں۔ کہ میں اس کا جواب دینے کی بجائے وہاں سے واپس آگیا۔ اور اپنے گھر میں رکھی ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔ ان میں سے چند چیدہ چیدہ مسائل لے کر تین دن بعد پھر امام اوزاعی کے ہاں حاضر ہوا۔ امام اوزاعی مسجد کے امام اور مؤذن بھی تھے۔ کتاب میرے ہاتھ میں دیکھی۔ دیکھ کر پوچھا۔ یہ کونسی کتاب ہے۔ اس کے جواب میں میں نے وہ کتاب ہی اُن کو دے دی۔ کتاب لے کر پڑھنے لگے۔ ایک مسئلہ کے عنوان پر نظر پڑی۔ کتاب کو چھوڑا اور اذان کہی۔ فارغ ہونے پر پھر کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ حصہ پڑھا۔ اُسے بند کیا اور جیب میں ڈال لی نماز پڑھانے کے بعد پھر اُس کو نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اور پوچھا کہ اس کے لکھنے والا النعمان بن ثابت کون ہے۔

قُلْتُ شَيْخٌ لَقِيْتُهٗ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ هٰذَا نَبِيْلٌ مِنَ الْمَشَائِخِ إِذْهَبْ فَاسْتَكْثِرْ مِنْهُ قُلْتُ هٰذَا اَبُوْحَنِيْفَةَ نَهَيْتَ عَنْهُ (جلد ۱۳ ص ۳۳۸)

Marfat.com

ترجمہ:

میں نے کہا ایک بہت بڑا شیخ ہے۔ جس سے میں نے عراق میں ملاقات کی ہے۔ یہ سن کر امام اوزاعی نے کہا۔ یہ تو کوئی عظیم و کبیر مشائخ کرام میں سے معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے اور زیادہ سیکھو۔ یہ سن کر میں نے کہا۔ حضرت! یہی تو ابو حنیفہ ہے۔ جس سے آپ منع کر رہے تھے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر الزام دھرنے کے لیے جو جو روایت پیش کی۔ وہ ایک ایسے راوی کی ہے۔ جس سے بیسیوں ایسی احادیث ملتی ہیں۔ جو اس نے خود بنائیں۔ اور پھر کمال جرأت سے اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا۔ جو راوی اس قدر بے باک ہو۔ وہ اگر ابو حنیفہ کے متعلق گھر بیٹھ کر کوئی روایت تراش لیتا ہے۔ تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ اور پھر ایسی روایت سے امام ابو حنیفہ کی ذات پر الزام کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح من گھڑت روایت اور جھوٹی بات کو ثابت کرنے کے لیے دوسرا جھوٹ یہ بولا۔ کہ مجھے (نعیم بن حماد کو) یہ روایت سفیان ثوری نے بتلائی ہے۔ اور کبھی یہ کہا۔ کہ امام اوزاعی نے مجھے ایسا کہا تھا۔

ان دونوں جلیل القدر شخصیات کے امام ابو حنیفہ کے بارے میں آپ خیال سن چکے ہیں۔ ایک یہ کہے۔ کہ ایسا نابغہ روزگار کبھی کبھی ملتا ہے۔ اس سے کسب فیض کرو۔ دوسرا اس کے علم و تقویٰ کے پیش نظر کھڑے ہو کر استقبال کرے۔ اور اپنی مسند پیش کر دے ادھر یہ اور اُدھر وہ کہ "ابو حنیفہ نے اسلامی مشین کے پیچ ڈھیلے کر دیے" ان دونوں

Marfat.com

ہیں کیا تعلق و ربط ہے۔ معلوم ہوا کہ روایتِ مذکورہ "نعیم بن حماد" کی من گھڑت ہے۔ لہٰذا کذاب کی من گھڑت روایت نجفی کو اگر یہی نظر آئی۔ تو یہ اس کی پسند ہو گی۔ آخر "تقیہ" کے خوگر کو ایسا پسند ہو گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض ۵

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوحنیفہ کے فتووں پر عمل کرنے سے منع کیا

حقیقت فقہ حنفیہ:

تاریخ بغداد:

مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ يَقُوْلُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ فِي النَّظَرِ فِيْ كَلَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَصْحَابِهِ أَنْظُرُ فِيْهَا وَأَعْمَلُ عَلَيْهَا قَالَ لَا۔ لَا۔ لَا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۵)

ترجمہ:

یعنی محمد بن حماد کہتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کی۔ کہ کیا ابوحنیفہ کے مسئلوں پر عمل کرنا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۰)

Marfat.com

جواب :

جیسا کہ واضح طور پر مذکور ہے۔ کہ اس روایت کا راوی "محمد بن حماد" ہے۔ اس کے متعلق نجفی شیعی کو اسمائے رجال کی کتابیں دیکھنا نصیب نہ ہوئیں۔ اور اگر دیکھ کر اس راوی کی حیثیت معلوم ہو گئی تھی۔ تو پھر اس کا ذکر کرنا اس کی انتہائی حماقت ہے۔ کیونکہ نسب کے اعتبار سے یہ مجہول اور روایات کے اعتبار سے غیر محفوظ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لسان المیزان:

لَا يُعْرَفُ وَخَبَرُهُ مُنْكَرٌ اِنْتَهٰى ذَكَرَهُ الْعُقَيْلِي فَقَالَ مَجْهُوْلٌ فِي النَّسَبِ وَالرِّوَايَةِ حَدِيْثُهُ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ ثُمَّ سَاقَ لَهُ عَنْ مِهْرَانَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فُلَانِ ابْنِ عَبِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ اَبِي رَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ رَفَعَهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ الخ۔

(لسان المیزان جلد پنجم حرف میم ص ۱۴۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن حماد سامری غیر معروف ہے۔ اور اس کی روایات منکر ہیں عقیلی نے کہا کہ یہ شخص نسب اور روایت میں مجہول ہے۔ اس کی روایت کردہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ الخ۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ روایت مذکورہ ایک ایسے شخص کی ہے جس کے نسب کا کوئی پتہ نہیں۔ جس کی روایات منکر ہیں۔ جس کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔ ایسے

Marfat.com

شخص کی بات سے امام ابو حنیفہ کی شان میں کیا فرق پڑتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ سب کچھ خواب میں دیکھا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ محمد بن حماد راوی مذکور نہ تو صحابی ہے۔ اور نہ ہی تابعین میں شامل ہے۔ اگر ان دونوں طبقوں میں سے ہوتا۔ تو شاید حالت نیند میں دیکھا گیا کچھ وزن رکھتا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ خواب کے معاملات دوسرے پر دلیل و حجت نہیں بنا کرتے۔ لہٰذا اس خواب کے واقعہ کو امام ابو حنیفہ کے خلاف دلیل و حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ ادھر خواب اور خواب دیکھنے والا مجہول النسب والروایہ ہے اور ادھر سفیان ثوری اور امام اوزاعی ایسے ثقہ لوگ ان دونوں میں سے کن کی بات وزنی ہے۔ صاف بات ہے۔ کہ ثقہ اور ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے بیداری میں بات کرنے والے کی بات کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ اور سویا ہوا خواب دیکھنے والا غیر محفوظ و منکر روایات والا ان حضرات کی بات کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ "محمد بن حماد" کا خواب کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کے مسائل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کرنے اور عمل کرنے سے منع کر دیا۔ اور اُدھر ابو حنیفہ کے بارے میں یہ احتیاطی قول موجود کہ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے اور اقوال صحابہ کے سامنے یہ اپنی رائے کو بروئے کار نہیں لاتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ایسی روایات کے ذریعہ نجفی دراصل حسد و کینہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کا مصداق بنا ہے۔ اس سے امام ابو حنیفہ کی ذات پر الزام قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶

ابوحنیفہ کی کتاب الحیل کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۷ ابن مبارک کہتا ہے۔ کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتاب الحیل پڑھے۔ تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرسکتا ہے۔ مولوی ابن المبارک کہتا ہے۔ مَا اَدْرِیْ وَضَعَ کِتَابِ الْحِیَلِ اِلَّا شَیْطَانٌ۔ کہ کتاب الحیل کسی شیطان نے بنائی ہے۔ ابن مبارک کہتا ہے۔ کہ جس نے کتاب الحیل بنائی ہے۔ وہ ابلیس سے زیادہ شریر ہے۔ اور جو شخص کتاب الحیل کو پڑھے اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۱)

جواب اوّل:

اس ایک الزام میں نجفی شیعی نے چار الزامات جمع کر دیے ہیں۔

۱۔ کتاب الحیل کو پڑھنے والا حلال اشیاء کو حرام اور حرام اشیاء کو حلال کرسکتا ہے۔
۲۔ یہ کسی شیطان کی تصنیف ہے۔
۳۔ اس کا مصنف شریر ترین شخص ہے۔
۴۔ اس کے پڑھنے والے پر اسی کی بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

ان الزامات کے جواب میں اجمالی طور پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ یہ کتاب سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصنیف نہیں۔ "میزان" میں ذہبی نے کہا ہے۔

ولم نر کتاب الحیل الذی نسب الی ابی حنیفه

ترجمہ:

یعنی امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب "کتاب الحیل" نامی تصنیف کو ہم نہیں جانتے۔

علاوہ ازیں خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف میں اس باب کے اندر جن الزامات جناب عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب کر ذکر کیے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے ان تمام الزامات کو رد کر دیا ہے۔ اور اس تردید میں خطیب بغدادی کو بھی ان دونوں نے معاف نہ کیا حیران کن بات یہ ہے۔ کہ خطیب بغدادی نے یہ تمام الزامات جناب عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب کر کے ذکر کیے۔ عبداللہ بن مبارک وہ شخصیت ہیں۔ جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ ان کے قابل ذکر شاگردوں میں سے تھے۔ جس کتاب کے بارے میں خطیب بغدادی نے ذکر کیا۔ سرے سے وہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہی نہیں۔ انہی عبداللہ بن مبارک کی ذکر کردہ روایت مذکورہ کے بارے میں محشی فرماتے ہیں۔

تاریخ بغداد:

وَكَيْفَ يَنْسِبُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْكِتَابَ اِلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ مَعَ اَنَّهُ مِنْ تَلَامِذَتِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُجِلُّوْنَهُ حَيًّا وَمَيِّتًا كَمَا نَقَلَ ذَالِكَ الثِّقَاتُ الْعُدُوْلُ نَقْلًا يُفِيْدُ الْعِلْمَ

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن المبارک اس کتاب کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیسے کرسکتے ہیں۔ حالانکہ آپ امام صاحب کے ان شاگردوں میں سے ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں اور وصال کے بعد بھی آپ کی انتہائی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ اور ان کی شہرت کا باعث بنے۔ جیسا کہ یہ بات، بہت سے با وثوق لوگوں نے بیان کی۔ اور ان ثقہ لوگوں کا بیان کرنا مفید اور علم قطعی ہے۔

بطور نمونہ حضرت عبداللہ بن المبارک کے دو تین تعریفی اقوال اسی تاریخ بغداد سے پیش خدمت ہیں۔

تاریخ بغداد:

ابو وهب محمد بن مزاحم قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ لَوْ لَا أَنَّ اللّٰهَ اَغَاثَنِيْ بِاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَسُفْيَانَ كُنْتُ كَسَائِرِ النَّاسِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۷، ۳۳۷)

ترجمہ:

ابو وہب محمد بن مزاحم نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے پایا۔ اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کے ذریعہ میری اعانت نہ فرماتا۔ تو میں بھی عام لوگوں کی طرح (بے علم وجاہل) ہی ہوتا۔

Marfat.com

تاریخ بغداد:

محمد بن مزاحم يقول سمعت عبد الله بن المبارك يقول رأيت اعبد الناس ورأيت اورع الناس ورأيت اعلم الناس ورأيت افقه الناس فاما اعبد الناس فعبد العزيز ابي رواد و اما اورع الناس فالفضيل بن عياض و اما اعلم الناس فسفيان الثوري و اما افقه الناس فابو حنيفة ثم قال ما رأيت في الفقه مثله

تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۲ ۳۴۳ مطبوعہ السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن مزاحم کا کہنا ہے۔ کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا فرمایا۔ میں (وہ خوش قسمت انسان ہوں کہ جس) نے تمام لوگوں سے بڑھ کر عبادت گزار کی زیارت کی تمام سے زیادہ پرہیز گار کو دیکھا اور سب سے بڑھ کر عالم کو پایا اور جسے فقہ میں بے مثل شخصیت کو دیکھنا نصیب ہوا۔ وہ عبادت گزار عبدالعزیز ابی رواد تھے۔ وہ پرہیز گار جناب فضیل بن عیاض کی شخصیت تھی اور بڑے عالم جناب سفیان ثوری تھے۔ اور فقہ میں بے مثل جناب ابو حنیفہ تھے پھر کہا۔ کہ فقہ میں امام ابو حنیفہ سا کوئی دوسرا میں نے نہیں دیکھا۔

Marfat.com

تاریخ بغداد:

مَنْصُوْرِ بْنِ هَاشِمْ يَقُوْلُ كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارِكِ بِالْقَادِسِيَّةِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْكُوْفَةِ فَوَقَعَ فِي أَبِي حَنِيْفَةَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَيْحَكَ أَتَقَعُ فِي رَجُلٍ صَلّٰى خَمْسًا وَأَرْبَعِيْنَ سَنَةً خَمْسَ صَلَوَاتٍ عَلٰى وُضُوْءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ يَجْمَعُ الْقُرْاٰنَ فِي رَكْعَتَيْنِ فِي لَيْلَةٍ وَتَعَلَّمْتُ الْفِقْهَ الَّذِيْ عِنْدِيْ مِنْ أَبِي حَنِيْفَةَ۔

ترجمہ:

منصور بن ہاشم کا کہنا ہے۔ کہ ہم مقام قادسیہ میں جناب عبداللہ بن المبارک کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص کوفہ سے وارد ہوا۔ اور امام ابوحنیفہ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر جناب عبداللہ بن المبارک نے فرمایا۔ تیرے لیے بربادی! تو ایسے شخص کے بارے میں نازیبا الفاظ کہہ رہا ہے۔ جس نے پینتالیس سال متواتر پانچ نمازیں ایک ہی وضو سے ادا کیں۔ اور اس کے بارے میں کہ جو ایک رات میں دو رکعتوں میں مکمل قرآن پڑھا کرتا ہے۔ اور فقہ کا جتنا علم مجھ میں دیکھ رہے ہو یہ اسی کا فیضان ہے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیالات آپ نے ملاحظہ کیے۔ کیا ایسے شخص کا وہ قول ہو سکتا ہے۔ جو نجفی کو تاریخ بغداد سے ملا۔ ان تمام الزامات کی اصل وہ "کتاب الحیل" تھی۔ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

تحقیق شدہ کتابوں میں شامل ہی نہیں۔ جس کی تصنیف ہو گی۔ وہ جانے اور الزامات کا جواب بھی اسی پر لازم۔ وہ شیطان ہے۔ شریر ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال میں تبدیل کرنے والا ہے۔ ہمیں اس سے کیا غرض۔ ہاں آخری بات کہ اس کتاب کے قاری کا اپنی بیوی سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ "تقیہ" کا ہتھیار اور کس وقت استعمال کرو گے۔؟

جواب اول:

یہ الزام اور اس جیسے دوسرے الزامات جو نجفی شیعی نے تاریخ بغداد سے ذکر کیے۔ اگر تحقیق و تدقیق کی ذرا سی جھلک بھی اس کے اندر ہوتی۔ تو ان الزامات کے ذکر کرنے سے قبل ان کے تحت تحریر شدہ حواشی کا بھی مطالعہ کر لیا ہوتا۔ آیئے روایت مذکورہ کے بارے میں محشی نے کیا لکھا ہے۔ ذرا اُسے ملاحظہ کریں۔

تاریخ بغداد:

فِيهَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْعَبَّاسِ الْخَزَّازِ تَقَدَّمَ الْقَوْلُ فِيهِ وَ زَكَرِيَّا بْنُ سَهْلٍ غَيْرُ مَعْرُوفٍ وَ إِسْحَاقُ الطَّالَقَانِيُّ ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَ قَالَ كَانَ يَقُولُ بِالْإِرْجَاءِ فِيهَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُمَرَ الْبَرْمَكِيُّ ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَ قَالَ فِي بَعْضِ حَدِيثِهِ نُكْرَةٌ وَ فِيهَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَوْهَرِيُّ ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَ قَالَ فِي حَدِيثِهِ نُكْرَةٌ

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص نمبر ۴۲۷)

Marfat.com

ترجمہ:

ان روایات میں ایک راوی محمد بن عباس خزاز ہے۔ جس کے متعلق جرح گزر چکی ہے۔ دوسرا راوی زکریا بن سہل ہے۔ یہ غیر معروف ہے تیسرا راوی اسحاق الطالقانی ہے جس کے متعلق خود صاحب تاریخ بغداد نے کہا کہ وہ مرجیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ چوتھا راوی ابراہیم بن عمر برمکی ہے خود خطیب بغدادی نے اس کی بعض احادیث کو منکر کہا اور پانچواں راوی عمر بن محمد جوہری بھی منکر الحدیث ہے۔

خلاصۂ کلام:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر آن کی طرف ایک غلط طور پر منسوب کتاب کے حوالہ سے نجفی نے جو الزامات ذکر کیے۔ اور پھر ان الزامات کا قائل جناب عبداللہ بن مبارک کو لکھا۔ ان الزامات کی تردید میں ہماری گزارشات آپ نے ملاحظہ فرمائیں الحیل نامی کتاب۔ جب امام اعظم کی تصنیف ہی نہیں تو پھر اس کے مندرجات کا ذمہ وار وہ کیوں کر ٹھہریں۔ دوسری بات یہ کہ جب حضرت عبداللہ بن مبارک کسی دوسرے کی زبان سے امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں بُرے الفاظ سننا گوارا نہ کریں۔ تو وہ خود ایسے الفاظ اپنے شیخ و استاذ کے متعلق کب کہہ سکتے تھے۔ تیسری بات یہ کہ اس روایت کے پانچ عدد راویوں پر جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ان میں سے دو تین راویوں پر خود خطیب بغدادی نے جرح کی۔ ان تمام امور کو اگر نظر انصاف سے دیکھا جاتا تو کبھی بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام دھرنے کی جسارت نہ کی جاتی لیکن بغض اور عداوت قلبی کا کیا علاج؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۷

ابوحنیفہ کی بیٹھک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا جاتا

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۸۔ ابن مبارک کہتا ہے: وہ مجلس کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا گیا۔ وہ مجلس ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ اور قیس بن ربیع کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ اجہل الناس تھا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۱)

جواب:

تاریخ بغداد سے ذکر کردہ یہ روایت قطعاً مقبول نہیں۔ کیونکہ اس سند میں موجود تمام راوی وہ مجہول .. ہیں صرف ایک راوی کے حالات کتب اسماء رجال میں ملتے ہیں۔ اور وہ ہے عبدالواحد بن علی۔ اس کا کیا مقام ہے؟ ملاحظہ فرمائیں اگلے صفحہ پر۔

Marfat.com

لسان المیزان:

عبد الواحد بن علی بن برھان العکبری .... وَكَانَ يَمِيْلُ إِلَى مَذْهَبِ مُرْجِئَةِ الْمُعْتَزِلَةِ وَيَعْتَقِدُ اَنَّ الْكُفَّارَ لَا يُخَلَّدُوْنَ فِى النَّارِ .... كَانَ يَمْشِىْ مَكْشُوْفَ الرَّاْسِ وَكَانَ يَمِيْلُ إِلَى الْمُرْدَانِ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَ وَقَفَ مَرَّةً عَلَى مَكْتَبٍ عِنْدَ خُرُّ وُجِهِمْ فَاسْتَدْعَى وَاحِدًا وَاحِدًا فَيُقَبِّلُهُ وَيَدْعُوْ لَهُ وَيُسَبِّحُ اللّٰهَ فَرَاٰهَا ابْنُ الصَّبَّاغِ فَدَسَّ لَهُ وَاحِدًا قَبِيْحَ الْوَجْهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ وَقَالَ يَا اَبَا نَصْرٍ لَوْ غَيْرُكَ فَعَلَ بِنَا هٰذَا۔

(لسان المیزان جلد چہارم
ص ۸۲ باب حرف العین
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عبدالواحد بن علی راوی معتزلہ کی ایک شاخ مرجئہ کی طرف میلان رکھتا ہے۔ اور اس بات کا معتقد تھا۔ کہ کفار دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہیں جائیں گے .... ننگے سر پھرنے کا عادی تھا۔ اور نوعمر خوبصورت لڑکوں کی طرف دلی میلان رکھتا تھا۔ اور اس میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ کہ یہ ایک مدرسہ

Marfat.com

کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور چھٹی کے وقت لڑکوں نے جب نکلنا شروع کیا۔ تو ایک ایک کو بلاتا۔ اُن کے بوسے لیتا۔ دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا۔ ابن الصباغ نے عجب یہ ماجرا دیکھا۔ تو ان لڑکوں میں سے ایک بدصورت لڑکے کو چھپالیا۔ اس کے بعد میں عبدالواحد کے سامنے لایا۔ تو اُس بدصورت لڑکے کو دیکھ کر بوسہ لینے کی بجائے اُس نے منہ موڑ لیا۔ اور ابن الصباغ سے کہا۔ اے ابونصر! کاش کہ کوئی دوسرا شخص یہ کرتا۔ (یعنی یہ تنقید اور میرے فعل پر گرفت تمہاری بجائے کوئی دوسرا کرتا۔ تو مجھے افسوس نہ ہوتا۔)

روایتِ مذکورہ کے تمام راویوں میں سے جس کے حالات کتب اسماء رجال میں ملے۔ وہ آپ نے ملاحظہ کیے۔ ذاتی طور پر نفس پرست اور احکام شرعیہ کی خلاف ورزی میں بے باک تھا۔ اور نظریاتی طور پر کفار کے بارے میں ہمیشہ دوزخی ہونے کا قائل نہ تھا۔ ایسے شخص کی زبانی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر یہ الزام کہ ان کی مجلس میں درود و سلام نہیں پڑھا جاتا تھا۔ کون اسے تسلیم کرے گا؟ یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ جس مجلس میں درود شریف پڑھنا منع ہو۔ اس میں برکت ہرگز نہیں وہ محفل اور مجلس نقصان دہ ہوتی ہے۔ دراصل اس روایت کے سہارے ثابت یہ کیا جارہا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کی مجالس بےسود مند اور منفعت بخش نہیں تھیں۔ حالانکہ اسی تاریخ بغداد میں آپ کی مجالس کا منفعت بخش اور پُر وقار ہونا مذکور ہے۔

تاریخ بغداد:

قیل للقاسم بن معن ابن عبد الرحمن
بن عبد اللہ بن مسعود ترضی ان تکون

Marfat.com

مِنْ غِلْمَانِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ مَا جَلَسَ النَّاسُ اِلٰی اَحَدٍ اَنْفَعَ مِنْ مَجَالِسَۃِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۷)

ترجمہ:

قاسم بن معن سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ پسند کرتا ہے کہ تو امام ابوحنیفہ کے غلاموں (فرمانبرداروں) میں سے ہو جائے تو اس نے جواب دیا۔ کہ لوگ جن مجالس میں بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ابوحنیفہ کی مجالس سے بڑھ کر کوئی بھی منفعت بخش نہیں۔ (یعنی میں اُن کے غلاموں میں سے ہونا بہت پسند کرتا ہوں۔)

تاریخ بغداد:

حدثنا الحماق قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارِكِ يَقُوْلُ مَا كَانَ اَوْقَرَ مَجْلِسِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ كَانَ يُشْبِهُ الْفُقَهَاءَ وَكَانَ حَسَنَ السَّمْتِ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الثَّوْبِ وَلَقَدْ كُنَّا يَوْمًا فِیْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ فَوَقَعَتْ حَيَّةٌ فَسَقَطَتْ فِیْ حَجْرِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَهَرَبَ النَّاسُ غَيْرُهُ فَمَا رَأَيْتُهُ زَادَ عَلٰی اَنْ نَفَضَ الْحَيَّةَ وَجَلَسَ مَكَانَهُ۔

تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۶

مطبوعہ السلفیہ مدینہ منورہ)

Marfat.com

ترجمہ:

حمانی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن مبارک سے یہ سنا۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کس قدر باوقار ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس فقہاء کرام کی مجلس کے موافق و مشابہ ہوتی۔ خود امام صاحب خوبصورت، اچھے کپڑے پہننے والے اور بہترین اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ اوپر سے ایک سانپ امام ابوحنیفہ کی گود میں آگرا۔ امام اعظم کے سوا سبھی بھاگ نکلے۔ میں نے بس یہی دیکھا۔ کہ انہوں نے گود جھاڑ کر سانپ پھینک دیا۔ اور بے خوف اپنی جگہ پر بیٹھ گئے

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مجلس کے وقار اور "النفع" ہونے کی بات انہی سے آپ نے سنی۔ جن کی نسبت سے یہ ذکر کیا گیا تھا۔ کہ امام صاحب کی مجلس میں درود و سلام نہیں ہوتا تھا۔ صلوۃ و سلام کے بغیر مجلس انفع نہیں بلکہ واقبح المجالس ہوا کرتی ہے۔ اور اگر کلینی کے کہنے کے مطابق یہ باور کر لیا جائے۔ کہ عبداللہ بن مبارک "امام ابوحنیفہ" کی مجالس کو صلوۃ و سلام سے خالی قرار دیتے تھے۔ تو پھر ان کی شاگردی میں اتنی عمر کیوں صرف کی؟ بس دو چار مجالس کے بعد بھاگ جاتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ روایت من گھڑت ہے یا کسی اور طرح سے ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔

راوی عبدالواحد بھی انتہا درجہ کا مجروح ہے۔ جبکہ عبداللہ بن مبارک نہایت احترام و عقیدت کے پیکر ہیں۔ تو یہ روایت کسی طور پر امام اعظم

Marfat.com

پر طعن و اعتراض نہیں بن سکتی۔
ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ اس سے نجفی شیعی کی عداوت باطنی اور جہالت کا کا ثبوت مل گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۸

حق ابوحنیفہ کے فتویٰ کی مخالفت میں ہے

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی معتبر تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۳۲ مطبوعہ السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید) عمر ابن قیس کہتا ہے۔ جس نے حق ڈھونڈنا ہو وہ کوفہ میں آئے ابوحنیفہ کا فتویٰ معلوم کرکے اس کی مخالفت کرے۔ اور اسی کتاب کے ص ۴۴۳ پر لکھا ہے۔ کہ ابوبکر بن عیاش کہتا ہے۔ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ کہ خدا ابوحنیفہ کے چہرے کو سیاہ کرے۔ نیز اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ اسود ابن سالم کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کا نام مسجد میں لینا جرم ہے۔ نیز ص ۴۳۶ پر لکھا ہے۔ کہ سفیان ثوری کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ ضال اور مضل تھا یعنی وہ خود گمراہ تھا۔ اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ نیز ہارون بن یزید کہتا ہے کہ ابوحنیفہ کے پیروکار نصاریٰ کے مشابہ ہیں۔ نیز امام شافعی کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوحنیفہ کے پیروکاروں کی ایک کتاب دیکھی۔ جس میں ایک سو تیس ۱۳۰ ورق تھے۔ اس میں سے اسّی قرآن وسنت کے خلاف تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۲)

Marfat.com

جواب:

نجفی شیعی نے درج بالا عبارت کے اعتراض میں چند امور اکٹھے کر دیئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ”وحی“، ابوحنیفہ کے فتوی کے خلاف ہے۔
۲۔ ابوبکر عیاش نے ابوحنیفہ کے لیے ”چہرہ سیاہ ہونے“ کی بددعا کی۔
۳۔ ابوحنیفہ کا نام مسجد میں لینا حرام ہے۔
۴۔ سفیان ثوری نے ابوحنیفہ کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہا۔
۵۔ بقول ہارون، ابوحنیفہ کے پیروکار عیسائیوں کے مشابہ ہیں۔
۶۔ امام شافعی کے بقول ابوحنیفہ کے پیروکاری آدمی سے زیادہ فقہ خلاف قرآن و سنت ہے۔

Marfat.com

تردید امرِ اوّل

"حق" ابو حنیفہ کی مخالفت میں ہے۔ اس روایت کا مرکزی راوی "مؤمل بن اسماعیل" ہے۔ اس کا مقام ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

مؤمل بن اسماعیل .... قَالَ الْبُخَارِیُّ مُنْكَرُ الْحَدِیْثِ وَقَالَ اَبُوْ زَرْعَةَ فِیْ حَدِیْثِهٖ خَطَاءٌ كَثِیْرٌ .... قَالَ مُؤَمَّلُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ . . . . اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَدَمَ الْمُتْعَةَ الطَّلَاقُ وَالْعِدَّةُ وَالْمِیْرَاثُ هٰذَا حَدِیْثٌ مُنْكَرٌ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۲۲۱ حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو "منکر الحدیث" کہا۔ ابو زرعہ نے کہا۔ کہ اس کی حدیث میں "خطاء کثیر" ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کہتا

Marfat.com

ہے۔ کہ ہمیں عکرمہ بن عمار نے سعید المقبری سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "متعہ"، طلاق، عدت اور میراث کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ حدیث منکر ہے۔

"مؤمل بن اسماعیل" کے متعلق آپ ملاحظہ کر چکے۔ کہ کس درجہ کا راوی ہے۔ اور اس کی روایت کا کیا مقام ہے۔ ایسے خطا کرنے والے منکر الحدیث اور مجروح راوی کی روایت کس طرح امام ابوحنیفہ کی ذات پر اعتراض بننے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ اُدھر اس کے خلاف ثقہ لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور قرآن و سنت کی اتباع میں بہت واضح الفاظ میں آپ کی تعریف کی ہے۔ تاریخ بغداد کی اسی جلد میں جناب مسعر بن کدام سے منقول ہے۔

"امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ اور اجتہاد میں جو بھی غور کرے گا وہ اس کا دلدادہ ہو جائے گا۔ انہی کا کہنا ہے۔ کہ جس نے ابوحنیفہ کو اللہ اور اپنے درمیان وسیلہ بنا لیا۔ اُسے کسی چیز کا غم نہیں" (جلد ۱۳ ص ۳۳۹)

جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

"جو شخص امام ابوحنیفہ کے پاس آجاتا ہے۔ وہ سمجھ لے کہ دنیا کے تمام فقہاء کرام سے بڑھ کر فقیہ کے پاس آگیا۔ (جلد ۱۳ ص ۳۴۴)

قارئین کرام! مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث کی روایت ایک طرف رکھیئے۔ اور جن سے یہ روایت مذکور ہوئی۔ (یعنی مسعر بن کدام) اُن کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں تو نتیجہ واضح ہو جاتا ہے۔ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور ان تمام حقائق کے اقوال کے برخلاف "دوحق بتانا"، ان میں کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ کیا باطل فتوے صادر کرنے والے کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاتا ہے؟ ان

Marfat.com

تمام حقائق سے معلوم ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل کی اقتداء میں نجفی شیعی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ اور فتاوٰی و مسائل پر لایعنی اعتراض کر دیا۔ جناب مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جو بات صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ آپ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور ان کی فقاہت کو قرآن و سنت کے مطابق قرار دیتے تھے۔

تردید امر دوم

ابوبکر بن عیاش کی روایت سے نجفی شیعی جو کچھ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مذکور راوی کو اسمائے رجال کی کتابوں میں اس پایہ کا راوی نہیں مانا گیا۔ کہ اس کی روایت سے دلیل و حجت کا کام لیا جائے۔

میزان الاعتدال:

ابوبکر بن عیاش........ قَالَ اَبُوْنُعَیْمٍ لَمْ یَکُنْ فِیْ شُیُوْخِنَا اَحَدٌ اَکْثَرَ غَلَطًا مِنْهُ....... وَکَانَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ لَا یَعْبَأُ بِهٖ اِذَا ذُکِرَ عِنْدَهٗ کَلَحَ وَجْهَهٗ۔

(میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۴۹۹ مطبوعہ السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید۔)

Marfat.com

ترجمہ:

ابونعیم کا کہنا ہے۔ کہ ابوبکر بن عیاش ایسا کثیر الغلط شخص ہمارے مشائخ کرام میں سے کوئی اعتبار نہ کرتے۔

اور حبیب ۱۱ کی

کا ذکر ہوتا۔ تو وہ تیوری چڑھا لیتے تھے۔

کثیر الغلط اور ناقابل اعتبار راوی کی روایت کا سہارا لے کر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن کیا۔ اور ان کے لیے بددعا ذکر کی۔ ایسی دعا تو نجفی کو اپنے حق میں کروانی چاہیئے تھی۔ کپڑے سیاہ ہیں۔ جھنڈا سیاہ ہے اور اگر چہرہ بھی ایسا ہی ہو جاتا۔ تو "سونے پر سہاگہ" کے مصداق ہو جاتا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

تردید امر سوم

"ابوحنیفہ کا نام مسجد میں لینا حرام ہے" روایت مذکورہ کا راوی اسود بن سالم ہے۔ یہ اور اس کے علاوہ اس کی سند میں سے کوئی نہ تھا۔ جناب یحییٰ بن راوی ہیں مجہولوں کے ٹولہ کی کہی گئی بات کسی عام آدمی پر موجب طعن نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ اس کو ایسی شخصیت کے لیے طعن بنایا جائے۔ جو برسوں تک ایک وضو سے پانچوں نمازیں ادا کرتا رہا۔ دو نفلوں میں پورا قرآن کریم پڑھتا رہا۔ علاوہ ازیں مسجد میں دینی مصروفیات اس قدر تھیں۔ کہ کچھ لوگوں نے اس میں شمولیت کی۔ اور پھر ان کا جنازہ ہی اس مسجد سے اٹھایا گیا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

تاریخ بغداد:

(اعتراض اول کے منسوب الیہ) جناب مسعر بن کدام کہتے ہیں۔ کہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس جب ان کی مسجد میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ نماز صبح ادا فرما رہے تھے۔ فراغت کے بعد ظہر تک آپ نے حاضرین کو دین واسلام کی باتیں بتلائیں۔ پھر ظہر پڑھی۔ اور عصر تک مصروف تعلیم رہے۔ عصر سے مغرب اور پھر عشاء تک یہی سلسلہ جاری رہا مسعر بن کدام کہتے ہیں۔ کہ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ شخص اس قدر درس وتدریس کے بعد تھک جاتا ہوگا۔ اور اُسے شب بیداری کی دولت حاصل نہ ہوگی۔ لیکن میرا خیال درست نہ نکلا۔ حاضرین چلے گئے۔ اور امام ابو حنیفہ مسجد میں نماز نفل کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اس قدر قیام اللیل فرمایا کہ صبح ہوگئی۔ گھر تشریف لے گئے۔ کپڑے تبدیل کیے۔ اور نماز فجر کے لیے واپس مسجد میں تشریف لے آئے۔ نماز صبح سے فراغت پر وہی کل والی مصروفیات شروع ہوئیں رات ڈھلی۔ لوگ الوداع ہوئے۔ آپ نے گزشتہ رات کی طرح صبح تک قیام فرمایا میں سب کچھ دیکھتا رہا اسی طرح تیسرا دن اور رات بھی گزر گئے۔ میں امام ابوحنیفہ کی درس وتدریس اور عبادت کی مصروفیات دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ اور پکا ارادہ کر لیا۔ کہ بس اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ حتی کہ میں مرجاؤں یا امام ابوحنیفہ کا وصال ہوجائے ان کے اپنے الفاظ سماعت فرمایئے۔

فَلَازَمْتُهٗ فِيْ مَسْجِدِهٖ قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُعَاذٍ فَبَلَغَنِيْ اَنَّ مُسْعَرًا مَاتَ فِيْ مَسْجِدِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ سُجُوْدِهٖ (جلد ۱۳ ص ۳۵۶)

میں (مسعر بن کدام) نے ابوحنیفہ کی مسجد میں رہنے کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ ابن ابی معاذ کہتے ہیں۔ کہ مجھے یہ خبر ملی۔ کہ مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا مسجد ابی حنیفہ میں ہی بحالت

Marfat.com

سجدہ انتقال ہوا۔

بقول نجفی شیعی اسود بن سالم کا کہنا ہے۔ کہ "ابوحنیفہ کا مسجد میں نام لینا حرام ہے" اور ابوحنیفہ کی شخصیت: وہ کہ مسجد سے ضرورت کے بغیر باہر نہیں نکلتے۔ اور پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ "مسعر بن کدام" نے اپنی بقیہ زندگی۔ امام ابوحنیفہ کی میت میں گزار دی۔ اور انہی کی مسجد میں بحالت سجدہ انتقال کیا۔

جن کی تقریباً ساری زندگی خانہ خدا میں دین کی درس و تدریس میں گزری اُن کا نام مسجد میں لینا حرام ہے؟ تو کیا پھر ان کا نام "امام باڑہ" میں لیا جانا چاہیے بنا و ثؑ کربلاؤں" میں ان کے تذکرے ہونے چاہئیں۔؟ یہ امام ہمارے اہلسنت کے امام ہیں۔ اور ان جیسی نیک و متقی شخصیات کے نام مسجدوں میں ہی بھلے لگتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید امر چہارم

"ابوحنیفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے" کیا یہ بات جناب سفیان ثوری نے کہی؟ ؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

یہی سفیان ثوری ہیں۔ کہ جن کے ارشادات (جناب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق) ہم اعتراض نمبر۲ میں بیان کر چکے ہیں۔ یعنی امام اعظم کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہیں انہی مسند پر بٹھایا۔ خود سامنے مؤدبانہ بیٹھ گئے۔ پوچھا گیا۔ کہ آپ نے اس قدر ان کی تعظیم کیوں کی۔ تو فرمایا۔ یہ ہر اعتبار سے لائق احترام ہیں۔

Marfat.com

علم، عمر، تفقہ فی الدین، زہد و تقوی ایک سے ایک بڑھ کر خوبی ان میں موجود ہے جو ان کی تعظیم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اور اس قسم کے دوسرے اقوال اگر نجفی شیعی دیکھ لیتا۔ تو بے بنیاد الزام نہ دھرتا۔ علاوہ ازیں جناب سفیان ثوری کی طرف منسوب اس روایت کے ذیل میں حاشیہ پر بھی اگر نظر پڑ جاتی۔ تو پھر بھی شرم آجاتی۔ محشی رقم طراز ہیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِيْهَا اَبُوْ نَعِيْمٍ (اَعْنِيْ) الْحَافِظُ شَيْخٌ قَالَ الْخَطِيْبُ كَانَ رَجُلاً شَدِيْدَ الْعَصَبِيَّةِ قَالَ الْحَافِظُ مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ الْمُقَدَّسِيْ سَمِعْتُ اِسْمَاعِيْلَ بْنَ اَبِي الْفَضْلِ بِهَمْدَانَ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ يَقُوْلُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ لَا اُحِبُّهُمْ لِشِدَّةِ تَعَصُّبِهِمْ وَقِلَّةِ اِنْصَافِهِمْ اَبُوْ نَعِيْمٍ الْحَافِظُ وَالْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ بَكْرٍ الْخَطِيْبُ وَفِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ حَيَّانَ اَبُوْ شَيْخٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ وَفِيْهَا سَالِمُ بْنُ عِصَامٍ ذَكَرَهُ اَبُوْ نَعِيْمٍ فِيْ تَارِيْخِ اَصْبَهَانَ فَقَالَ كَانَ كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ وَالْغَرَائِبِ وَمَعَ هٰذَا فَلَا تَنْسَ مَا قَدَّمْنَاهُ لَكَ عَنِ الثَّوْرِيِّ مِمَّا نَقَلَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ مِنْ ثَلْمِ الثَّوْرِيِّ

Marfat.com

عَلَى الْإِمَامِ أَبُوْحَنِيْفَة۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۲ تا ۴۳۶
مطبوعہ السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید)

ترجمہ:

مذکورہ روایت میں ایک راوی "ابونعیم" ہے یعنی حافظ شیخ ابونعیم۔ خطیب کہتا ہے۔ کہ یہ شخص سخت متعصب تھا۔ حافظ محمد بن طاہر مقدسی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ہمدان میں اسماعیل بن ابی الفضل سے جو کہ اہل معرفت تھے، سنا۔ کہ حفاظ الحدیث میں سے تین آدمی مجھے اچھے نہیں لگتے کیونکہ وہ سخت متعصب تھے، اور انصاف آن میں نام کا ہی تھا۔ ایک ابونعیم، دوسرا ابوعبداللہ الحاکم اور تیسرا ابوبکر الخطیب۔

روایتِ بالا میں ایک اور راوی عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان بھی ہے۔ اس کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے۔ (جو مجروح ہے) تیسرا راوی سالم بن عصام ہے ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں ذکر کیا کہ یہ شخص بکثرت احادیث روایت کرنے والا اور عجیب و غریب ایں نقل کرنے والا ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ ارشاد جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف میں کہے۔ جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ تمہیں پیش نظر رکھنے چاہئیں۔"

خلاصہ یہ کہ جناب امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اور مقام علم پر نجفی کو کوئی ٹھوس دلیل نہ مل سکی۔ تو اس نے گھسی پٹی روایات کا سہارا لے کر اپنی آخرت برباد کرنے کی مزید کوشش کی۔ اور پھر ایسی روایات جن کا سیاق و سباق دیکھ لیا جاتا۔ ان کے راویوں کے حالات پڑھ لیے جاتے۔ اور منسوب کردہ حضرات کے تعریفی کلمات ملاحظہ کر لیے جاتے تو اس طرح کی ذلیل کی حرکت نہ ہوتی۔ خدا ہدایت عطا فرمائے۔

Marfat.com

تردید امر پنجم

""ابو حنیفہ کے پیروکار نصاریٰ کے مشابہ ہیں"" اس روایت کے صرف دو راوی ملتے ہیں۔ اور کتب اسمائے رجال کی رُو سے دونوں "مجہول" ہیں۔ ایک کا نام ایوب بن نشار بن یحییٰ اور دوسرے کا نام یزید ابن ہارون ہے۔ اس روایت کا اصل راوی یزید بن ہارون ہے۔ اس نے مذکورہ الزام دھرتے ہوئے کوئی وجہ بیان نہیں کی اور بلا وجہ جرح یا اعتراض قابل اعتبار ہرگز نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس روایت کے ناقابل عمل ہونے کی یہ دو وجوہات ہوئیں۔ اس لیے امام صاحب کے پیروکار "ملزم" نہیں بن سکتے۔

"نصاریٰ کی مشابہت" کس امر میں ہے۔ اس کی وضاحت نہیں کی۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ کا بیٹا" کہتے ہیں۔ اگر یہ مشابہت کی وجہ بنائی جائے تو حاشا وکلا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کوئی پیرو اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور اگر یُوں کہا جائے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے مقام سے بڑھا دیا اسی طرح حنفی بھی امام ابوحنیفہ کو ان کے مقام سے بڑھا دیتے ہیں۔ تو یہ وجہ بھی پہلی وجہ سے بڑھا دیتے ہیں۔ نصاریٰ نے اتنا بڑھایا کہ "ابن اللہ" ان بیٹھے۔ لیکن کوئی حنفی امام ابوحنیفہ کو "ابن اللہ" کجا پیغمبر ماننے کے لیے بھی تیار نہیں۔ یا یہ کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کے مقابلہ میں کسی دوسرے پیغمبر کو "برابر" نہیں سمجھتے اگر یہ بات ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حنفی امام اعظم کے مقابلہ میں دوسرے ائمہ کی مساوات کے

Marfat.com

قائل نہیں۔ تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اس وجہ کے پیش نظر نجفی وغیرہ بھی نصاریٰ کے مشابہ ہو جائیں گے۔

مختصر یہ کہ تشبیہ میں کسی ایک امر کی مناسبت ہوتی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں تمام امور میں مماثلت اور مشابہت نہیں ہوتی۔ مثلاً بلی شیر کی طرح ہے۔ تو کیا تمام امور میں دونوں ایک جیسے ہیں۔ بلی چوہے کا شکار کرتی ہے۔ دودھ پیتی ہے۔ قد میں پست ہوتی ہے۔ میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ کتے سے ڈرتی ہے۔ کیا شیر میں بھی یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا۔ کہ دو چیزیں اس وقت باہم مشابہ کہلاتی ہیں جب ان میں کسی ایک امر میں اتحاد ہو۔ یزید بن ہارون نے ابو حنیفہ کے پیروکاروں کو نصاریٰ سے مشابہ قرار دیا۔ آخر کس بات میں؟ اس کی کچھ وضاحت ہم سطور بالا میں کر چکے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس روایت سے شاگردانِ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہیں آتا

تردید امر ششم

”شاگردانِ امام اعظم میں سے کسی کی کتاب کو دیکھ کر امام شافعی کہتے ہیں۔ کہ اس کتاب کے ۹/۸ صفحات صحیح مسائل پر مشتمل ہیں۔“ سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ کو جو عقیدت امام ابو حنیفہ کے ساتھ تھی۔ اگر اس کی ایک آدھ جھلک نجفی ملاحظہ کر لیتا۔ تو اس قسم کی بے تکی روایات امام شافعی کی طرف سے پیش کرتے وقت بار بار سوچتا ہم امام شافعی کے خیالات ذکر کرنے سے قبل روایت مذکورہ کے راویوں کا کچھ تذکرہ کیے دیتے ہیں۔ تاکہ روایت کے میدان میں ان کی حیثیت متعین ہو جائے۔

Marfat.com

تمہارے ائمہ نے ایسا مس جائز قرار دیا ہے۔ (حوالہ جات ملاحظہ ہوں)

وسائل الشیعہ

عَنْ علی بن جعفر قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ مُوْسیٰ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یُقَبِّلُ قُبُلَ اِمْرَأَتِہٖ قَالَ لَا بَأْسَ وَرَوَاهُ الشَّیْخُ بِاَسْنَادِہٖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَعْقُوْبَ مِثْلَہٗ

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۷۷)

(۲۔ فروع کافی کتاب النکاح باب نوادر جلد پنجم ص ۴۹۷)

(۳۔ حلیۃ المتقین ص ۱۴۱ در آداب زفاف مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

علی بن جعفر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا۔ اس آدمی کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی کی پیشاب گاہ کا بوسہ لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی خوف نہیں۔

نوٹ:

وسائل الشیعہ، کے جس باب سے ہم نے یہ روایت ذکر کی ہے اس کے الفاظ مع ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

بَابُ جَوَازِ تَقْبِیْلِ الرَّجُلِ قُبُلَ زَوْجَتِہٖ

Marfat.com

وَمُبَاشَرَتِهٖ اَمَتَهٗ بِاَيِّ عُضْوٍ كَانَ مِنْ بَدَنِهٖ لِتَلَذُّذِهٖ لَا بِغَيْرِ بَدَنِهٖ۔

اس باب میں وہ روایات ذکر کی جا رہی ہیں۔ جن میں مذکور ہوگا۔ کہ مرد اپنی بیوی کی شرم گاہ کو چوم سے تو یہ جائز ہے۔ اور ایسی روایات بھی درج ہوں گی۔ جن میں اس امر کی اجازت مذکور ہو گی۔ کہ اپنی بیوی اور لونڈی کے ساتھ اپنے تمام اعضاء میں سے کسی عضو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ تاکہ اس سے زیادہ مزا آئے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ ہاں اعضاء کے علاوہ کسی باہر کی شئے سے ایسا کرنا جائز نہیں۔

ان تین عدد حوالہ جات میں اور خاص کر وسائل الشیعہ میں نجفی کے مس کی پوری تشریح موجود ہے۔ بے چارہ کیا کرے۔ بڑی کوشش کرتا ہے۔ کہ ہماری عادات بھی سنی اپنا لیں۔ لیکن دال نہیں گلتی۔ وسائل الشیعہ والے نے اس عجیب و غریب طریقوں کی علت بھی بیان کر دی یعنی اس کے طریقے اپنانے سے "سواد چوکھا" آتا ہے۔ واقعی شیعہ مرد جب اپنے امام کے اس قول پر عمل کرے گا۔ تو ان کے فوائد ضرور حاصل ہوں گے اور لذت ملے گی۔ یعنی بوسہ لینے والے کے منہ میں اگر شربت بزوری چلا جائے۔ تو وہ لذت آئے گی۔ جو شیر مادر میں بھی نہ تھی۔ اور اسی شیرینی کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر استہزاء کرنا آسان ہو جائے گا معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی نے یہ قلعہ فتح کر لیا ہے۔ اور یہ منزل طے کر لی ہے اس پیاس "آب حیات" کی بدولت اس پر وہ راز کھلتے ہیں۔ جو شیطان کو بھی نہ سوجھے۔ اور ایسی گندی زبان ہونا ظاہر ہے کہ اس زبان کا کسی شیعہ عورت کی شرمگاہ میں پھیرتے رہنے کا نتیجہ ہی ہے۔

☆

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۴

جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا جس کا پچھلا حصہ عورتوں اور اوپر والا حصہ مردوں جیسا ہوگا

حقیقت فقہ حنفیہ: الدر المختار

سنی فقہ میں ہے۔ کہ جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا۔ کہ نصفہ
الاعلیٰ کالذکور و الاسفل کالاناث جس
کا اوپر والا آدھا حصہ مردوں کی طرح ہوگا اور نیچے والا حصہ عورتوں کی
طرح ہوگا۔ اور اہل جنت ان سے وطی فی الدبر کریں گے۔

(الرد المختار کتاب الحدود،
باب وطی۔ جلد دوم ص ۸۵)

نوٹ:

فقہ نعمان تیرے قربان یہ مذہب علماء المشائخ کا اتنا رسیا ہے۔ کہ فردوس بریں
میں بھی یہ خواہش رکھتے ہیں۔ کہ ان کو یہ عادت پورا کرنے کے اسباب میسر ہوں ......
سنی فقہ میں ہے۔ کہ جب رات کو گھر میں کوئی میت ہو جائے۔ تو اسی رات بیوی سے
ہمبستری کرنا سنت حضرت عثمان ہے کیونکہ ام کلثوم زوجہ عثمان نے جس رات وفات پائی تو عثمان نے
اسی رات اپنی دوسری بیوی سے ہمبستری کی تھی۔

نوٹ: (بخاری شریف کتاب الجنائز باب من یدخل قبر المرأۃ [illegible])

بلے بلے بخاری شریف میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے کیا نیک عمل
تجویز کیا ہے سنی بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اس عبادت سے کوتاہی نہ کریں۔ جب بھی

Marfat.com

موقع آئے تو یہ عبادت ضرور سرانجام دیں۔ اور اس کا ثواب اپنی میت اور روح، عثمان کو ہدیہ کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۶)

جواب:

نجفی نے اس ایک اعتراض میں دراصل دو اعتراض کیے ہیں۔ ایک یہ کہ سنی کہتے ہیں۔ کہ جنت میں اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق بنائے گا۔ جس کا اوپر والا دھڑ مردوں کا اور نچلا عورتوں والا ہو گا۔ اور جنتی ان سے وطی فی الدبر کریں گے۔ اور اعتراض میں چالاکی یہ کی گئی ہے کہ دو مختلف عبارتوں کو جوڑ کر غلط مطلب نکالا گیا۔ ایسی مخلوق کے وہاں بنائے جانے کا تو ذکر ہے۔ لیکن ان سے جنتیوں کا وطی فی الدبر کرنا نجفی کا اختراع ہے۔ درمختار کی عبارت پیش خدمت ہے۔

دُرِّمختار:

(وَلَا تَكُوْنُ) اللِّوَاطَةُ (فِي الْجَنَّةِ عَلَى الصَّحِيْحِ لِاَنَّهُ تَعَالٰى اِسْتَقْبَحَهَا وَسَمَّاهَا خَبِيْثَةً وَالْجَنَّةُ مُنَزَّهَةٌ عَنْهَا فَتْح وَفِي الْاَشْبَاهِ: حُرْمَتُهَا عَقْلِيَّةٌ فَلَا وُجُوْدَ لَهَا فِي الْجَنَّةِ وَقِيْلَ سَمْعِيَّةٌ فَتُوْجَدُ۔ وَقِيْلَ يَخْلُقُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَائِفَةً نِصْفُهُمْ الْاَعْلٰى كَالذُّكُوْرِ وَالْاَسْفَلُ كَالْاِنَاثِ۔۔ وَالصَّحِيْحُ الْاَوَّلُ۔ وَفِي الْبَحْرِ حُرْمَتُهَا اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا لِحُرْمَتِهَا عَقْلًا وَشَرْعًا وَطَبْعًا، وَالزِّنَا لَيْسَ بِحَرَامٍ

Marfat.com

طَبْعًا۔

ترجمہ:

قول صحیح یہی ہے۔ کہ جنت میں لواطت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبیح کہا۔ اور اس کو خبیث بھی کہا۔ اور جنت خباثتوں اور قباحتوں سے پاک جگہ ہے۔ "اشباہ" میں ہے۔ کہ لواطت کی حرمت عقلی ہے لہٰذا جنت میں اس کا پایا جانا ناممکن ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اس کی حرمت آیات واحادیث کے ذریعہ ہے۔ (عقلی نہیں بلکہ سمعی ہے) لہٰذا جنت میں ہو سکتی ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا گروہ پیدا کرے گا۔ جن کے جسم کا اوپر والا آدھا حصہ مردوں کی طرح اور نیچے والا عورتوں کی طرح ہوگا۔ اور صحیح وہی اول قول ہے۔ "بحر" میں ہے۔ کہ لواطت کی حرمت زنا سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ (لواطت) عقلاً، شرعًا اور طبعًا حرام ہے۔ اور زنا طبعًا نہیں۔

اس کی شرح ردالمحتار کے الفاظ یہ ہیں۔

ردالمحتار:

(قَوْلُهٗ وَ قِيْلَ يَخْلُقُ اللّٰهُ تَعَالٰى (الخ) هٰذَا خَارِجٌ عَنْ مَحَلِّ النِّزَاعِ لِاَنَّ الْكَلَامَ فِي الْاِتْيَانِ فِي الدُّبُرِ۔

Marfat.com

یعنی صاحب درالمختار کا لواطت فی الجنۃ کی بحث کرتے ہوئے یہ ذکر کرنا کہ وہاں اللہ تعالیٰ ایک گروہ پیدا فرمائے گا۔ اس کا ادپر والا دھڑ مردوں کا الخ اس کا بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ علیحدہ مسئلہ ہے۔ علامہ نے یہ اس لیے وضاحت کی۔ کہ نجفی ایسے گندے ذہن کے لوگ اس عبارت کا تعلق لواطت فی الدبر کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اور معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے جنت میں وطی فی الدبر کا قول کیا ہے۔ اور اس کے وقوع کے قائل ہیں۔ وہ اس کا حل یہ بتلاتے ہیں۔ کہ اس فعل کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گروہ پیدا کرے گا الخ اس گروہ کے افراد کے ساتھ لواطت کی جائے گی۔

صاحب درالمختار نے اس بارے میں فیصلہ صادر فرمایا۔ کہ قول اول ہی صحیح ہے یعنی جنت میں یہ خبیث و قبیح فعل نہیں ہو سکتا۔ اس کی حرمت جب ہر طرح سے مکمل ہے۔ اور زنا سے بھی زیادہ جرم ہے۔ تو زنا جب نہیں ہوگا۔ اس کے امکانات کس طرح ہو سکتے ہیں۔ "قیل"، سے ذکر کرنا خود کمزوری کی دلیل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نجفی کا اہل سنت پر یہ بہتان ہے۔ اور امام قائم جب آئیں گے۔ تو ان چیسوں کی خبر سب سے پہلے لیں گے۔

(رجال کشی ص ۲۰۳)

دوسرا اعتراض نجفی کا یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کرنے پر اسی انتقال کی رات اپنی دوسری بیوی سے ہم بستری کی۔ لہٰذا سنیوں کو یہ سنت زندہ کر کے حضرت عثمان اور میت کو ثواب پہنچانا چاہیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق واقعہ کا تفصیلی جائزہ ہم تحفہ جعفریہ جلد چہارم ص ۲۱۱ پر دے چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ کریں۔ تو اس اعتراض کا جواب مکمل طریقہ سے

Marfat.com

آپ پائیں گے۔ یہاں سردست ایک بات ذکر کر دیتے ہیں۔ کہ نجفی وغیرہ کو یہ بڑا قلق ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے شادی کیوں کی؟ اسی پریشانی کو کبھی یہ کہہ کر مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ ام کلثوم اور رقیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان ایسے تھے ویسے تھے خواہ کچھ بھی ان دونوں صاحبزادیوں کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے نکاح کیا تھا۔ آپ کو مسلمان اسی وجہ سے ذوالنورین کہتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حضرت عثمان سے پیار تھا۔ وہ شیعوں کے واویلا کرنے سے کم نہیں ہو سکتا۔ اس پیار کی ایک جھلک تم اپنی کتاب سے بھی دیکھ لو۔

المبسوط:

وَزَوَّجَ بِنْتَيْهِ رُقَيَّهٗ وَاُمَّ كُلْثُوْمٍ عُثْمَانَ، لَمَّا مَاتَتِ الثَّانِيَةُ قَالَ لَوْ كَانَتْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْنَاهُ اِيَّاهَا۔ (المبسوط جلد چہارم ص ۱۵۰ خصائص النبی فی النکاح۔ مطبوعہ حیدریہ تہران)

ترجمہ:

آپ نے اپنی دونوں صاحبزادیاں رقیہ ام کلثوم عثمان کے عقد میں دے دیں۔ جب دوسری فوت ہوئیں۔ تو فرمایا اگر تیسری ہوتی۔ تو میں اس کی شادی بھی عثمان سے کر دیتا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۵

نعمانی فقہ میں بکری اور بیوی میں تمیز نہیں رکھی گئی

حقیقت فقہ حنفیہ: ہدایہ مع الدرایہ

وَالنِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِلَفْظَةِ الْبَيْعِ۔

(ہدایہ مع الدرایہ کتاب النکاح جلد دوم ص ۳۰۵)

ترجمہ:

کہ نکاح لفظ بِعتُ کے ساتھ واقع ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

کیا کہنا فقہ نعمان کا کیونکہ بِعتُ کا معنی ہے میں نے بیچا۔ گویا نعمانی فقہ میں بیوی اور بکری میں تمیز نہیں رکھی گئی بیچی اور خریدی تو بکری جاتی ہے یا اس کے مثل دوسری اشیاء۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۷۔۱۲۸)

جواب:

لفظ بیع کے ساتھ جوازِ نکاح پر نجفی نے احناف پر جس طریقہ سے اعتراض کیا وہ ایک بھونڈی کوشش ہے۔ کہ "بیوی اور بکری میں تمیز نہ رہی" یہ جملہ بد زبانی پر مشتمل ہوتے ہوئے ایک لچر اور بازاری انداز سے مذاق کے طور پر کہا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس انداز سے نجفی کی حماقت اور جہالت بھی ٹپک رہی ہے۔ وہ اس طرح کہ گزشتہ ادوار میں غلاموں اور لونڈیوں کا کاروبار ہوتا تھا کسی لونڈی کے خریدتے وقت خریدار اس

Marfat.com

کی پوری شخصیت کا مالک بن جاتا ہے۔ یعنی اس کے تمام جسمانی اعضاء مملوک قرار پاتے ہیں۔ اسے فقہی اصطلاح میں "ملک رقبہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ بات اسی قانون سے واضح ہے۔ کہ جہاں ملک رقبہ آئے گی۔ وہاں ملک بضع، بھی آجائے گی۔ یاد رہے کہ "ملک بضع" ایک آزاد عورت کے ساتھ نکاح ہونے کی صورت میں اس کے خاوند کو جس عضو کی ملکیت از روئے شرع ملی ہے وہ عورت کی غلیظ شرمگاہ ہے۔ چونکہ لونڈی کے لین دین کے وقت لفظ بیع و شراء بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مال ہے۔ اسی طرح مجازی طور پر ملک بضع حاصل کرنے کے لیے اگر بیع کے لفظ سے اسے تعبیر کیا گیا۔ تو اس سے مجازاً عقد ہو جائے گا۔ اصل مسئلہ یہ تھا۔ جسے جہالت اور بد دیانتی سے نجفی نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔

یہ اسی طرح درست ہے۔ جس طرح لفظ "ہبہ" سے نکاح ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا۔ اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ الخ۔ بیع کی طرح وہی تقریر لفظ "ہبہ" پر بھی چسپاں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ "ہبہ" تو بکری کی جاتی ہے۔ اور ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ لہٰذا القول نجفی اللہ تعالیٰ کے ہاں بکری اور بیوی میں کوئی تمیز نہیں۔ والعیاذ باللہ

درحقیقت یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "بیع" کے ہم معنی الفاظ سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اس طرح مجازاً نکاح ہو جاتا ہے۔ ہدایہ کی عبارت مع حاشیہ ملاحظہ ہو۔

الہدایہ

قَوْلُهُ هُوَ الصَّحِيْحُ اِحْتِرَازٌ عَنْ قَوْلِ

Marfat.com

اَبِیْ بَکْرٍ الْاَعْمَشِ فَاِنَّهٗ یَقُوْلُ لَا یَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْبَیْعِ لِاَنَّهٗ خَاصٌّ لِتَمْلِیْكِ مَالٍ وَ الْمَمْلُوْكُ بِالنِّكَاحِ لَیْسَ بِمَالٍ وَ لٰكِنَّ الصَّحِیْحَ هُوَ الْاِنْعِقَادُ لِاَنَّ الْبَیْعَ مُوْجِبٌ مِلْكًا هُوَ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ فِیْ مَحَلِّهٖ۔

(ھدایہ مع الدرایہ جلد ۲ ص ۳۰۵)

ترجمہ:

مصنف کا ھو الصحیح کہنا دراصل ابوبکر اعمش کے اس قول سے احتراز ہے۔ کہ جس میں انہوں نے کہا تھا۔ کہ لفظ بیع سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ لفظ مال کے بدلہ مال کی تملیک کے لیے مخصوص ہے۔ اور جو چیز نکاح میں مملوک بنتی ہے۔ وہ مال نہیں ہے لیکن صحیح مسئلہ یہی ہے۔ کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ بیع کے ذریعہ ملکیت آتی ہے۔ اور یہی ملک متعہ کی اپنے محل میں ملکیت کا سبب بنتی ہے۔

اس استدلال سے معلوم ہوا۔ کہ لفظ "بیع" بلا واسطہ نکاح میں استعمال نہیں کیا گیا۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ لفظ حقیقت نکاح کے لیے نہیں .... لیکن ایک واسطہ سے نکاح کے مقصود کو شامل ہے۔ (یعنی ملکیت کی وجہ سے) اس لیے نکاح میں جب ملک تمتع موجود ہے۔ تو اس اعتبار سے بطور مجاز اس سے نکاح ہو جائے گا تجفی کو چاہیئے تھا۔ کہ اس اجتہاد پر گرفت کرتا! اس استدلال کو کمزور کر کے دکھاتا لیکن اس طرف کی اُسے ہوا ہی نہیں لگی۔ اُسے بغض و عناد نے ایسا اندھا کر دیا ہے۔ کہ بس فقہ حنفی پر اعتراض کرنا ہے۔ چاہے اُس سے اس کی اپنی حماقت ٹپکتی ہو۔ اس کو پرواہ نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۶
سنی فقہ میں نکاح کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: الدر المختار

سنی فقہ میں ہے۔ کہ نکاح ایک ایسی عبادت ہے۔ جو آدم کے زمانہ سے شروع ہے۔ اور جنت میں بھی جاری رہے گی۔

(الدر المختار کتاب النکاح ص۱)

نوٹ:

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ کتاب النکاح ص ۲۶ میں لکھا ہے۔ کہ نکاح تمام عبادات سے افضل ہے۔ تبھی تو فقہ نعمان میں بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے کا اتنا ثواب ہے۔ جس طرح ایک کافر مارنے کا ثواب ہے۔ اور اگر کوئی شخص نامرد ہو یا بڑھا ہو تو وہ پٹھان کی طرح اپس کی تیلی جلائے۔ اور کافروں کی پوری کالونی کو ہی آگ لگادے۔ قیامت کے دن یہ شخص بھی فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کی صف میں کھڑا ہو گا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۰)

جواب:

نجفی نے اس عبارت میں دو باتیں قابل اعتراض بنائیں۔ اول یہ کہ نکاح ایسی عبادت ہے۔ جو آدم سے شروع ہوئی۔ اور جنت میں بھی جاری رہے گی۔ اس میں غور طلب یہ بات ہے۔ کہ کیا نجفی حضرت آدم کے نکاح کرنے کا منکر ہے؟ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر اپنے حلالی ہونے کا ثبوت کس طرح دے سکے گا۔ بلکہ کوئی بھی

Marfat.com

اس اعتراض سے نہ بچ سکے گا۔ اور اگر نکاح آدم کر تو ماننا ہے لیکن جنت میں اس کا ہونا قابلِ اعتراض ہے۔ تو اس سے قرآن کریم کی کئی ایک واضح آیات کا انکار لازم آتا ہے مختصر یہ کہ در مختار کی اصل عبارت ملاحظہ کریں۔ تو نجفی کا اعتراض تارِ عنکبوت سے بھی گیا گزرا نظر آئے گا۔ عبارت یہ ہے۔

لَیْسَ لَنَا عِبَادَۃٌ شُرِعَتْ مِنْ عَھْدِ اٰدَمَ اِلَی الْاٰنَ ثُمَّ تَسْتَمِرُّ فِی الْجَنَّۃِ اِلَّا النِّکَاحَ وَالْاِیْمَانَ۔

یعنی ہمارے ہاں کوئی ایسی عبادت نہیں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک چلی آ رہی ہو۔ اور پھر جنت میں بھی وہی جاری ہو مگر صرف دو عبادتیں صرف ایسی ہیں۔ ایک نکاح اور دوسرا ایمان۔

دوم اعتراض یہ کہ "رحمۃ الامۃ" میں مذکور ہے۔ کہ نکاح "جہاد" سے بھی بڑی عبادت ہے۔ نجفی نے اس مقام پر دھوکا اور فریب دینا چاہا۔ کیونکہ جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس میں نکاح کی جہاد وغیرہ سے افضلیت ایک خاص حالت میں مذکور ہے لیکن نجفی نے اس خاص حالت کا ذکر کر کے پرلے درجے کی بددیانتی سے کام لیا ہے۔ وہ خاص حالت یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی مالی حالت اچھی ہوتے ہوئے جسمانی طور پر وہ اس قدر خواہشات رکھتا ہے۔ کہ اگر وہ نکاح نہ کرے گا تو بدکاری وغیرہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ ایسے شخص کے لیے نکاح کر لینا فرض ہے۔ اور اس فرضیت کو نماز روزہ وغیرہ پر افضلیت ہے۔ رہا یہ کہ ہر شخص کے لیے نکاح کو فرض قرار دینا اور پھر جہاد وغیرہ فرائض سے اُسے افضل قرار دینا تو یہ قطعاً خلاف نقل و عقل ہے۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ کہ وہ زنا کا ارتکاب کرنے سے بچ جائے۔ تو ایسے پرہیزگار کے لیے نکاح کرنا مستحب اور سُنّت کا درجہ رکھتا ہے

Marfat.com

اس پر فرض نہیں کہ وہ ضرور نکاح کرے۔ فقہ حنفی کے اس مسئلہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اس فقہ میں نکاح کو عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ایک واضح دھوکہ ہے۔ اور بد دیانتی کا بڑی مثال ہے۔

اہل تشیع کے ہاں نکاح کی شان

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلیٰ اَبِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ هَلْ لَکَ مِنْ زَوْجَۃٍ قَالَ لَا فَقَالَ اَبِیْ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَاَنِّیْ بِتُّ لَیْلَۃً وَلَیْسَتْ لِیْ زَوْجَۃٌ ثُمَّ قَالَ الرَّکْعَتَانِ یُصَلِّیْهِمَا رَجُلٌ مُتَزَوِّجٌ اَفْضَلُ مِنْ رَجُلٍ اَعْزَبَ یَقُوْمُ لَیْلَۃً وَ یَصُوْمُ نَهَارَہٗ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ کتاب النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص میرے والد امام باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے

Marfat.com

کہنے لگا نہیں۔ اس پر میرے والد نے فرمایا۔ اگر مجھے دنیا اور اس کی تمام اشیاء دے دی جائیں۔ اور کہا جائے کہ ایک رات اسی طرح بغیر بیوی کے گزار دو۔ تو میں یہ بات ہرگز پسند نہ کروں گا۔ پھر فرمایا۔ دو رکعت نماز شادی شدہ مرد کی ادا کرنا اس شخص کی رات بھر کی عبادت اور دن کے روزہ سے بہتر ہے۔ جو کنوارا ہے۔

وسائل الشیعہ:

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا تَلَذَّذَ النَّاسُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ بِلَذَّةٍ اَكْثَرَ لَهُمْ مِنْ لَذَّةِ النِّسَاءِ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔ ثُمَّ قَالَ وَاِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ مَا يَتَلَذَّذُوْنَ بِشَيْءٍ مِنَ الْجَنَّةِ اَشْهٰى عِنْدَهُمْ مِنَ النِّكَاحِ لَا طَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۰ کتاب النکاح۔)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دنیا و آخرت میں لوگوں کے لیے سب سے زیادہ لذت والی بات عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے ہم بستری کرنا ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس کے قول کا مطلب ہے۔ "لوگوں کے لیے عورتوں اور بچوں کی خواہشات

Marfat.com

کی محبت بہت خوبصورت کر دی گئی ہے۔" پھر فرمایا کہ جنتی لوگ بہت
سے کھانے پینے کی اشیاء استعمال کریں گے۔ ان تمام سے بڑھ کر
لذت وہ نکاح میں پائیں گے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ عَلَیْہِ
السَّلَامُ یَقُوْلُ الْعَبْدُ کُلَّمَا ازْدَادَ لِلنِّسَاءِ
حُبًّا ازْدَادَ فِی الْاِیْمَانِ فَضْلًا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۱)

ترجمہ:

ابو العباس کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
سنا۔ آپ نے فرمایا کسی شخص کی جوں جوں عورتوں سے محبت بڑھتی
ہے۔ اسی طرح اس کے ایمان میں پختگی اور فضیلت آجاتی ہے

لمحہ فکریہ:

اہل سنت کی ایک کتاب سے مخصوص حالت میں نکاح کو جہاد سے افضل
قرار دیا گیا۔ جس پر نجفی کی "رگِ تقوی" پھڑکی اور اس پر اعتراض کر دیا۔ اب ذرا اپنے
گھر کی خبر لیجئے۔

۱۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک دنیا اور آخرت کی تمام اشیاء ایک طرف
اور بیوی ایک طرف۔

۲۔ امام جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ دنیا و آخرت میں عورت کی لذت بے مثل ہے۔

Marfat.com

۲ - امام جعفر صادق ہی فرماتے ہیں۔ کہ جس قدر عورتوں سے محبت بڑھے گی۔ اتنا ایمان افضل و کامل ہوگا۔

ہم اس مقام پر صرف یہی پوچھتے ہیں۔ کہ وسائل الشیعہ کے مذکورہ اقوال "ائمہ اہل بیت" کے اقوال ہیں۔ یا نہیں؟ اگر ہیں۔ (جیسا کہ نجفی کا مسلک و مذہب ہے) تو پھر ایک جہاد کیا دنیا و آخرت کی کوئی نعمت بیوی کا مقابلہ نہ کرسکی یعنی بیوی کی تفضیل کلی ہے۔ نماز، روزہ جہاد اور حج وغیرہ تمام ارکانِ اسلام اور فرائض سے بڑھ کر فریضہ نکاح ہے۔ فقہ حنفی تو پھر کہیں پیچھے رک گئی۔ تمہاری فقہ نے تو سب کچھ مات کر دیا۔ اب کرو اعتراض اپنے اماموں پر۔ قارئین کرام یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں۔ بلکہ ان کی کتب کے مطابق ان کے ایسے امام بھی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے عملی طور پر یہ افضلیت حاصل کی۔

جلاء العیون

ابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ حضرت امام حسن دویست و پنجاہ زن بروایتی بسیصد زن بنکاح خود درآورد۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۴۲۹ زندگانی امام مجتبیٰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

"ابن شہر آشوب روایت کرتا ہے۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سو اور ایک روایت کے مطابق تین سو عورتوں سے شادی کی"

نتیجہ یہ نکاح واقعی ہر دور میں ایک عبادت رہا ہے۔ اور نفلی عبادات پر اس کو افضلیت حاصل ہے۔ اور بہت سے شہوانی خیالات سے۔

Marfat.com

مُحَمَّدِ بْنِ محمد بن الاَشْعَثِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ اَصْلٌ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۱۱۷
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

سہل بن احمد مذکور فضل بن حباب سے روایتِ حدیث کرتا ہے۔ اور رافضی وجھوٹا ہونے کا اس پر الزام ہے۔ یہ الزام لگانے والے امام زہری وغیرہ ہیں۔ ابن الفوارس کا کہنا ہے۔ کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ ہم نے اس سے محمد بن محمد بن الاشعث کی کتاب لکھی۔ اس کے پاس کوئی قابلِ اعتماد اصل نہ تھا۔ (جس پر ہمیں بھروسہ ہوتا۔)

الزام لگانے والا کون تھا۔ آپ نے حقیقت حال معلوم کرلی۔ نجفی شیعی کی نسل کا ایک پرلے درجے کا جھوٹا اور رذو الجناح کی لید کو تبرک سمجھ کر کھا جانے والا "سہل بن احمد" ہے۔ اس سے کیا توقع ہوسکتی تھی۔ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہتا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا " حافظ الحدیث نہ ہونا عقلی طور پر ناممکن ہونے کے علاوہ ایک کذاب رافضی کی لید کھا اس بھی ہے۔ جس سے نجفی شیعی کے مقصد پر پانی پھر گیا ہے۔

نوٹ:

ممکن ہے۔ کوئی نجفی میسا سر پھرا یہ کہدے۔ کہ کتب اسمائے الرجال میں جس راوی کا نام سہل بن احمد رافضی مذکور ہے۔ وہ " دیباجی" نسبت رکھتا تھا۔ اور روایتِ مذکورہ میں اس کی نسبت "واسطی" بیان ہوئی۔ لہٰذا وہ اور تھا یہ اور ہوگا۔ تو اس سلسلہ میں گذارش ہے۔ کہ اسمائے رجال کی کتابوں میں اس نام کا ایک ہی آدمی ملتا ہے۔ جس سے صاف

Marfat.com

معلوم ہوا کہ یہ دونوں اسی ایک کی نسبتیں ہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ فلاں جعفری زیدی، اثنا عشری ہے۔ اور اگر کوئی اصرار کرے۔ کہ یہ دو آدمی تھے۔ تو اس صورت میں ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ "دیباجی"، کے حالات ہم نے ذکر کر دیئے۔ لیکن "واسطی"، کی نسبت والا کہیں نہیں تھا۔ لہذا مجہول الحال ٹھہرا۔ ایسے کی روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر طعن پھر بھی نہیں ہو سکتا۔

تردید امر ہفتم

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب شدہ قول کے مطابق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث میں معتبر نہیں تھے۔ یہ بھی گزشتہ الزامات کی طرح بے اصل اور لغو الزام ہے۔ ایک وجہ وہی ہے۔ جو پچھلے امر کی تردید میں گزر چکی ہے۔ یعنی حدیث پاک میں غیر معتبر شخص کو "فقہ الناس" کہنا عقلاً غلط ہے۔ کیونکہ فقہ کا ایک اہم ماخذ "حدیث"، بھی ہے۔ کیونکہ یہ بات کچھ اس طرح ہو جائے گی۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ کے عالم ہونے میں لاثانی تھے۔ ان کی فقہ قابل اعتبار ہے لیکن وہ حدیث میں معتبر نہیں ہیں۔ اس کلام کو کون درست تسلیم کرے گا۔

دوسری وجہ اس الزام کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ کی سند میں یہ الفاظ ہیں۔

اخبرنا برقانی اخبرنا احمد بن سعید ابن ابن سعد الخ

یعنی روایت مذکورہ بیان کرنے والا کوئی "برقانی"، ہے ہم نے اس لقب و نسب والا راوی کتب اسمائے رجال میں بہت تلاش کیا۔ لیکن نہ مل سکا۔ جس کا یہی

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ایک مجہول الحال راوی کی ہے۔ ایسے راوی کی روایت کسی امر میں دلیل و حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ چہ جائیکہ کسی پر الزام دھرنے میں اس کو قابلِ قبول سمجھا جائے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پچھلے الزامات کی طرح اس الزام سے بھی بری ہے۔ صرف اتنی بات ہے۔ کہ اس سے نجفی شیعی وغیرہ کی ذہنیت کا صاف پتہ چل جاتا ہے۔

نوٹ:

اس الزام کے آخر میں نجفی شیعی نے "تونسوی صاحب" کو جو طنزیہ طور پر کہا ہے کہ پہلے اپنے مذہب کی کتاب تاریخ بغداد کی تیرھویں جلد سے اپنے امام کی شان دیکھ لیتے الخ۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہونے کے اعتبار سے دنہ کہ تونسوی صاحب کے طرفدار ہونے کی وجہ سے) ہم نے تمہارے بے تکے اور لغو و باطل الزامات کا ایک ایک کر کے دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور آئندہ بھی دیں گے۔ لیکن ہماری طرف سے اب تمہیں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارے "ائمہ اہل بیت" پر ہم نے "عقائد جعفریہ" میں الزامات ذکر کیے ہیں۔ ان کو اگر پڑھو گے۔ تو نانی اماں یاد آ جائے گی۔ عوام دونوں طرف کے الزامات پڑھیں گے۔ جب ان کے جوابات بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو پھر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہو جائیں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر عیسائیوں کے پادری

حقیقت فقہ حنفیہ: ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ہے تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۵۴۔

بشیر بن ابی اظہر نیشاپوری کہتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہے۔ اور اس پر سیاہ چادر ہے۔ اور اس کے اردگرد عیسائیوں کے پادری تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے۔ بتایا گیا کہ ابو حنیفہ کی میت ہے۔ میں نے یہ خواب ابو یوسف کو سنایا۔ اس نے کہا بھیا براہ مہربانی کسی اور کو نہ سنانا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۴)

جواب:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے نجفی شیعی نے ایسی باتوں کا سہارا لیا۔ جنہیں ذی عقل آدمی پیش کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ بشیر بن اظہر نے خواب میں

Marfat.com

دیکھا۔ اِس ناقل سے کوئی پوچھے۔ کہ خواب بھی کبھی حجت بنتا ہے؟ پھر امام الائمہ، افقہ الناس زہد و تقویٰ میں بے مثال شخصیت پر ایسے غلط خواب کے ذریعہ الزام لگا ناکہاں کی دانشمندی ہے۔ نجفی شیعی بھی اس حقیقت سے آشنا ہوگا۔ کہ اس خواب سے امام اعظم رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا طعن والزام ثابت نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ خواب دیکھنے والا بشیر بن اظہر نامی راوی اسمائے رجال کی کتابوں میں "مجہول" ہے۔ مجہول الحال ہونا اور پھر اس کا خواب یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو کر کیا طاقت پائیں گی۔ کہ قابلِ استدلال ہو سکیں؟

اسی روایت کا ایک اور راوی "عبداللہ بن جعفر بن درستویہ" بھی ہے۔ جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرَ بْنِ دَرَستویہ الفارسی النَّحْوِی صَاحِبُ یَعْقُوب الفسوی قَالَ الْخَطِیْبُ سَمِعْتُ اللالکائی ذَکَرَہُ وَضَعَّفَہُ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۷ حرف العین مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

یعقوب الفسوی کے صاحب عبداللہ بن جعفر کے متعلق تاریخ بغداد کا مصنف خطیب بغدادی کہتا ہے۔ کہ میں نے لالکائی سے سُنا۔ اُس نے اِس کا ذکر کیا۔ اور اسے ضعیف کہا۔

روایت مذکورہ کا تیسرا راوی "عبداللہ بن علی بن عبداللہ مدینی" ہے۔ اس کے متعلق خطیب بغدادی نے یہ کہا ہے۔

Marfat.com

تاریخ بغداد:

علی بن محمد بن نصر قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ يُوسُفَ يَقُولُ سَأَلْتُ الدَّارَقُطْنِيَّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمَدِينِيِّ رَوَى عَنْ أَبِيهِ كِتَابَ الْعِلَلِ فَقَالَ إِنَّمَا أَخَذَ كُتُبَهُ وَرَوَى أَخْبَارَهُ مُنَاوَلَةً قَالَ وَمَا سَمِعَ كَثِيرًا مِنْ أَبِيهِ قُلْتُ لِمَ قَالَ لِأَنَّهُ مَا كَانَ يُمَكِّنُهُ مِنْ كُتُبِهِ قَالَ وَلَهُ اِبْنٌ آخَرُ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ وَقَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ وَرَوَى وَهُوَ ثِقَةٌ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۰ ص ۹ و ۱۰)

ترجمہ:

علی بن محمد بن نصر کہتا ہے۔ کہ میں نے حمزہ بن یوسف کو کہتے ہوئے سُنا۔ کہ میں نے دارقطنی سے عبداللہ بن علی بن عبداللہ مدینی کے بارے میں پوچھا۔ کہ اس نے اپنے باپ سے "کتاب العلل" روایت کی ہے۔ تو جواباً مجھے انہوں نے کہا۔ کہ اس نے اپنے باپ کی کتابیں حاصل کیں۔ اور اس کی احادیث کی روایت سند کے بغیر کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس نے اکثر روایات اپنے باپ سے نہیں سنیں۔ میں نے پوچھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ دارقطنی نے جواب دیا۔ کہ وہ اپنے باپ کی کتابوں سے جس قدر ہو سکا۔ وہی کہتا رہا۔ پھر کہا کہ اس کا ایک اور بھائی تھا۔ جس کا نام "محمد" تھا۔ اس نے اپنے والد سے حدیث کی

Marfat.com

سماعت بھی کی اور پھر روایت بھی کی۔ وہ ثقہ تھا۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے روایت مذکورہ کے سہارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آں کی شخصیت پر ایک خواب کے ذریعہ الزام لگانے کی بھونڈی کوشش کی۔ خواب ہونا ایک طرف رہا۔ اس کے راویوں میں سے ضعیف اور غیر ثقہ لوگ بھی ہیں۔ وہ بھی ہیں۔ جو اپنے باپ کی احادیث کو اپنی طرف سے منسوب کرنے والے ہیں۔ اور کچھ ایسی بھی روایات ہیں کہ جن کا وجود نہیں ملتا۔ کیا اس قسم کی روایت قابلِ حجت و دلیل بن سکتی ہے؟ تو معلوم ہوا۔ کہ بشیر بن اظہر کا خواب اور اس خواب کے ضعیف اور قابلِ اعتبار راوی اتنی قدر اہمیت نہیں رکھتے۔ کہ نجفی کی امیدیں پوری کر سکیں۔ اور نہ ہی اس سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر کوئی حرف آسکتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۱

ابو حنیفہ کا دعویٰ کہ اگر نبی کریم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد ص ۴۰۷ جلد ۱۳

تاریخ بغداد:

قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ لَوْ اَدْرَکَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَدْرَکْتُهٗ لَاَخَذَ بِکَثِیْرٍ مِّنْ قَوْلِیْ۔

ترجمہ:

ابو حنیفہ کہتا تھا کہ اگر میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانے میں جمع ہوتے تو بہت سے مسئلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے فتوے کو لیتے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۵)

جواب:

تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی سے روایت بالا کے الفاظ میں تصحیف

Marfat.com

ہوئی ہے۔ اس تصحیف کا صراحت کے ساتھ اسی مقام پر محشی نے ذکر کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ خطیب بغدادی نے لفظ "البتی" بگر "البنی" لکھ دیا۔ جس کی وجہ سے مفہوم اور مطلب میں تبدیلی ہو گئی۔ نجفی شیعی اگر اس روایت کے ضمن میں مذکور حاشیہ پڑھ لیتا۔ تو شاید اس الزام کو ذکر نہ کرتا لیکن بغض و حسد کی آگ جلانے سے کہاں چھوڑتی ہے۔ محشی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

قَالَ فِیْ جَامِعِ الْمَسَانِیْدِ هٰذَا تَصْحِیْفٌ مِنَ الْخَطِیْبِ وَقَعَ مِنْهُ وَافْتَضَحَ لَهٗ فَاِنَّ الرِّوَایَةَ الَّتِیْ یَرْوِیْهَا اَبُوْ یُوْسُفَ اَنَّهٗ لَمَّا ظَهَرَ عُثْمَانُ الْبَتِّیُّ بِالْبَصْرَةِ وَاَظْهَرَ مَذْهَبَهٗ فِی الْاُصُوْلِ بَلَغَ ذٰلِكَ اَبَا حَنِیْفَةَ فَقَالَ لَوْ اَنَّ الْبَتِّیَّ رَاٰنِیْ لَاَخَذَ بِكَثِیْرٍ مِنْ قَوْلِیْ وَاَنْتَ اِذَا اَحَطْتَ عِلْمًا لِمَا قَدَّمْنَا لَكَ عَنِ الثَّوْرِیِّ وَغَیْرِهٖ مِنْ اِسْتِمْسَاكِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ تَعْلَمُ اَنَّ مَا نُسِبَ اِلَیْهِ مِنْ قَوْلِهٖ وَهَلِ الدِّیْنُ اِلَّا الرَّأْیُ الْحَسَنُ كِذْبٌ مُّبِیْنٌ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳
ص ۴۰۷ مطبوعہ السلفیہ المدینۃ
المنورہ طبع جدید)

ترجمہ:

"جامع المسانید میں ہے۔ کہ یہ خطیب بغدادی کی تصحیف ہے۔ جو

Marfat.com

اس سے وقوع پذیر ہوئی۔ اور اس سے وہ رُسوا بھی ہوا کیونکہ اس موضوع پر جو روایت امام ابو یوسف سے مروی ہے۔ وہ یُوں ہے۔ وہ جب عثمان البتی نامی شخص بصرہ میں مشہور ہوا۔ اور اس نے اصول فقہ میں اپنا مذہب ظاہر کیا۔ تو یہ خبر امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ اس کے مذہب اور اصول کو سُن کر امام صاحب نے فرمایا۔ اگر عثمان البتی مجھے دیکھ پاتا۔ (یعنی میرے اصول و قواعد سن لیتا) تو بہت سے میرے اقوال سے استنباط کرتا۔ اور اُن پر عمل پیرا ہوتا۔

اے کتاب پڑھنے والے! جب گزشتہ اوراق میں امام ثوری رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ارشادات تو اچھی طرح مکمل طور پر جان لے گا۔ جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کے کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے تمسک کے متعلق کہے ہیں۔ تو پھر تجھے اس قول کا یقینا صحیح علم ہو جائے گا۔ جو آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ "کہ دین صرف اچھی رائے کا نام ہے۔" یہ کتنا واضح جھوٹ ہے "

لمحہ فکریہ:

خطیب بغدادی سے ایک لفظ غلطی سے کچھ اور لکھا گیا۔ جس کی تصحیح نہ ہو سکی۔ یعنی عثمان "البتی" کی جگہ "البنی" لکھا گیا۔ جس سے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا۔ اور نجفی نے اس کو غنیمت جانا۔ اور حسد و بغض کی عینک لگی ہونے کی وجہ سے حاشیہ پر نظر نہ پڑ سکی۔ اور جلدی سے الزام نقل کر دیا۔ خطیب بغدادی نے تصحیف کی۔ اور اس پر پچھتایا۔ لیکن نجفی نے اس تصحیف کو قصداً سمجھا۔ اور بڑی دلیری سے اُسے اپنی تصنیف پر منتقل کر دیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بیر سہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کو بھی معاف نہ کیا۔ کسی کی غلطی کو صحیح سمجھ کر ہوش و حواس قائم ہوتے ہوئے اپنی کتاب

Marfat.com

میں درج کر دیا۔ نہ خوف خدا نہ شرم پیغمبر۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۱۲

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مومن کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۸
سفیان ثوری اور شریک اور حسن بن صالح اور ابن ابی لیلی نے مل کر کسی آدمی کو اس مسئلہ کی خاطر ابو حنیفہ کے پاس بھیجا۔

تاریخ بغداد:

مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ قَتَلَ اَبَاهُ وَ نَكَحَ اُمَّهٗ وَشَرِبَ الْخَمْرَ فِيْ رَاْسِ اَبِيْهِ فَقَالَ مُؤْمِنٌ۔

(اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۸)

ترجمہ:
کہ اس مرد کے بارے میں تیرا کیا فتویٰ ہے۔ جو اپنے باپ کو قتل کرے اور اپنی ماں سے نکاح کرے اور اپنے باپ کی کھوپڑی

Marfat.com

میں شراب پیے۔ ابوحنیفہ نے کہا۔ کہ میرے نزدیک وہ مومن ہے۔
تونسوی صاحب آپ نے حقیقت فقہ جعفریہ پر رسالہ لکھ کر اپنے حنفی بھائیوں کی رسوائی کا سامان مہیا کیا ہے۔ آپ اس امام کی فقہ کے پیروکار ہیں۔ جس کے نزدیک ماں سے نکاح کرنے والا بھی مومن ہے۔ فقہ حنفیہ تجھے بتے جس میں باپ کا قاتل بھی مومن اور اس کے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے والا بھی مومن ہے۔ الیسی ذلیل فقہ سے ہماری تو ہزار بار توبہ۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵-۳۶)

جواب:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس روایت اور اس کے علاوہ اسی قبیلہ کی چار پانچ اور روایات سے لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ امام صاحب کا تعلق "فرقہ مرجیہ" سے تھا۔ اس فرقہ کے عقائد میں سے ایک مشہور عقیدہ یہ ہے۔
اِنَّہٗ لَا تَضُرُّ مَعَ الْاِیْمَانِ مَعْصِیَۃٌ کَمَا لَا تَنْفَعُ مَعَ الْکُفْرِ طَاعَۃٌ
یعنی ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ (مومن کو) نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکتا جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی بندگی (نیک کام) سود مند نہیں ہو سکتی۔ مرجیہ کہنا یہ چاہتے ہیں۔ کہ "مومن" چاہے جتنا بڑا گناہ کرے۔ اس کے ایمان میں کوئی خرابی اور نقصان نہیں آسکتا۔ "لوگ" یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے وہ شخص جس نے باپ کو قتل کیا۔ اس کی کھوپڑی میں شراب پی۔ اپنی والدہ سے نکاح کیا۔ یہ تمام گناہ اپنے مقام پر لیکن اس کے مومن ہونے میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا آیئے اس جگہ تاریخ بغداد کے حاشیہ پر نظر دوڑائیں۔

Marfat.com

حاشیہ تاریخ بغداد:

هٰذَا الْقَوْلُ اِفْتِرَاءٌ عَلَيْهِ اِذْ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ يَعْرِفُوْنَ قَوْلَهُ ذَكَرُوْا عَنْهُ اَنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّ مُرْتَكِبَ الْكَبِيْرَةِ مُفَوَّضٌ اَمْرُهُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا يَقُوْلُ ذَالِكَ سَائِرُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بَلْ لَقَدْ جَاءَ فِي الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ لِاِمَامِ مَا نَصَّهُ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ وَلَا نَقُوْلُ اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ النَّارَ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۹)

ترجمہ:

یہ قول (کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مرجئہ ہیں) ان پر بہت بڑا بہتان ہے اس لیے کہ آپ کے ساتھی جو آپ کے قول کو جانتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی طرف سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں: "کبیرہ گناہ کا مرتکب اللہ کے سپرد ہے۔ وہ اس کا معاملہ خوب ہی جانتا ہے۔" امام ابو حنیفہ کا یہ قول تمام اہل سنت وجماعت کے قول کی طرح ہی ہے بلکہ آپ کی تصنیف فقہ اکبر میں واضح طور پر آپ کی طرف سے یہ قول موجود ہے۔ "ہم نہ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ مومن کو کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ الزام امام ابو حنیفہ پر تب لگایا جا سکتا ہے۔ جب آپ کو "مرجئہ" میں سے شمار کیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کا اس فرقہ کے

Marfat.com

اس عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ان کا ایک قول کبیرہ گناہ کے مرتکب کے بارے میں یُوں مذکور ہے "مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے" اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کے گناہ کرنے کی صحیح حیثیت ہم متعین نہیں کر سکتے۔ کہ اس نے گناہ کبیرہ اُسے جائز سمجھ کر کیا ہے یا غلطی سے ایسا ہو گیا؟ واضح بات ہے۔ کہ ان دونوں حیثیتوں سے کبیرہ کا حکم مختلف ہو گا۔ اگر حلال و جائز سمجھ کر کیا تو دائرہ ایمان سے خارج اور اگر نفسانی خواہشات کے تحت کیا۔ تو اللہ کے سپرد وہ معاف کر دے یا نہ کرے۔ اس کے اختیار میں ہے۔

جواب[۲]:

روایت مذکورہ اس قابل نہیں کہ اس کو حجت بنایا جائے۔ کیونکہ اس کی سند میں موجود ایک راوی "محمد بن جعفر آدمی" ادمی ہے۔ جسے فن اسمائے رجال والوں نے غیر معتبر کہا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

محمد بن جعفر ابن فضالة ابو بكر الادمی القاری البغدادی الشاهد صَاحِبُ الصَّوْتِ الْمُطْرِبِ قَالَ ابْنُ اَبِی الْفَوَارِس غَلَطَ فِيْمَا حَدَّثَ وَمَاتَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَاَرْبَعِيْنَ وَثَلَاثَمِائَةٍ

(۱ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۴۶۳ مطبوعہ مصر طبع قدیم
(۲ لسان المیزان جلد ۵ ص ۱۰۸ حرف المیم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

محمد بن جعفر ادمی قاری بغدادی ایک گانے والا آدمی تھا۔ ابن فوارس نے کہا۔ اس نے اپنی ہر روایت میں غلطی کی۔ ۳۴۸ھ میں فوت ہوا۔

"میزان الاعتدال" کے اس حوالہ سے ثابت ہوا۔ کہ روایت مذکورہ کا راوی "محمد بن جعفر ادمی" ایک گویا ہونے اور اپنی روایات میں گڑبڑ کرنے کی وجہ سے قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت سے امام ابو حنیفہ کی شخصیت پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مذکورہ روایت غلط طریقہ سے امام صاحب کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

جواب ۳:

نجفی شیعی مذکورہ الزام ذکر کرتے ہوئے خوب کھِل کھلایا ہو گا۔ اور اس کے آخری الفاظ اس کیفیت کے ترجمان "آپ اس امام کی فقہ کے پیروکار ہیں۔ جس کے نزدیک ماں سے نکاح کرنے والا بھی مومن ہے الخ ایسی ذلیل فقہ سے ہماری توہزار بار توبہ"۔ یعنی فقہ حنفیہ میں بقول معترض چونکہ اپنی ماں سے نکاح جائز ہے۔ اس لیے یہ فقہ ذلیل ٹھہری۔ اور اسی وجہ سے نجفی نے ہزار بار توبہ کی۔ چلو اس طرح شاید نجفی کا دل مطمئن ہو گیا ہو گا۔ اور اپنے خیال میں ناظرین کے لیے ایک بہت بڑا اعتراض کھڑا کر دیا۔ لیکن اگر اسی طرح کی ذلت والا مسئلہ اور ہزار مرتبہ توبہ کرنے کا سبب ہم ان شیعہ لوگوں کی کتابوں سے دکھائیں تو پھر نجفی کی حالت دیدنی ہو گی۔ دل تھام کر حوالہ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

تمام محرم عورتوں سے نکاح کرنا حلال اور کسی ناجائز کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

(عقیدہ اہل تشیع)

فرق الشیعہ:

وَ كَانَ حَمْزَةُ ابْنُ عَمَّارَةَ نَكَحَ اِبْنَتَهُ وَاَحَلَّ جَمِيْعَ الْمَحَارِمِ وَ قَالَ مَنْ عَرَفَ الْاِمَامَ فَلْيَصْنَعْ مَاشَاءَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(فرق الشیعہ ص ۲۸ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

حمزہ ابن عمارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کی۔ اور تمام محرم عورتوں سے نکاح کو جائز و حلال کر دیا۔ (یعنی ماں، بیٹی، بہن، بھانجی وغیرہ) اور اس کا قول ہے۔ کہ جس نے امام کو پہچان لیا۔ اس کے لیے جو چاہے کرے۔ (کھلی چھٹی ہے۔) کسی قسم کا کوئی (چھوٹا بڑا) گناہ نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اہل تشیع مبارک ہو!

مزے ہی مزے اور وہ بھی مفت میں

"فرق الشیعہ" میں سے جو آپ نے پڑھا۔ وہ ایک شرط سے مشروط تھا شرط یہ تھی۔ کہ امام کو ماننے والا ہو۔ جیسا کہ بدیہی بات ہے۔ کہ اہل تشیع ایک نہیں بارہ کو امام مانتے ہیں۔ لہٰذا ہر شیعہ میں وہ شرط موجود ہے اب مشروط کی طرف۔ آئیے۔ جس کا راستہ حمزہ بن عمار نے صاف کر دیا۔ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب قول سے اُن کی ذات پر الزام دھرنے والو! تمہاری کتاب کے بقول تمہارے ایک بڑے نے تو اپنی بیٹی سے شادی رچا لی۔ اور دوسری محرم عورتوں کے لیے اجازت دے گیا۔ شاید اس وقت صرف اسی کی بیٹی ہی زندہ ہو گی۔ ورنہ ماں، نانی، دادی، ہمشیرہ، بھانجی، بھتیجی، پھوپھی الغرض جو محرم عورت بھی زندہ ہوتی تو امام کی معرفت کے سہارے مزے کر کے دکھاتا اور علی کا محب، حسین کا فدائی، اہل بیت کا شیدائی اور کربلا والوں کا غم خوار یہ سب کچھ گزرنے پر بھی "گناہ گار" نہ ہوتا۔ امام ابوحنیفہ نے تو پھر بھی گناہگار کہہ دیا۔ تم نے یہ بھی گوارا نہ کیا۔ مزے ہوں تو ایسے۔ مذہب ہے تو ایسا، فقہ ہو تو ایسی کہ جس میں سب کچھ کر گزرو "مومن" ہی رہو۔ تھوڑی سی کسر باقی تھی۔ وہ "رحمتہ" کی پیداوار، محمد بن نصیر نمیری نے پوری کر دی۔ بڑا ہمدرد تھا۔ اُن "غیر شادی شدہ یا رنڈوے لوگوں، کا بھی اس کو خیال تھا۔ جن کی "کوئی" نہیں۔ اگر وہ عجز و انکساری کی سیڑھی چڑھنا چاہیں۔ اور اپنی طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنا چاہیں۔ تو ایک دوسرے کی ڈبر استعمال کریں۔ قوم لوط

Marfat.com

کے طریقے پر عمل کر کے دوزخ کا ایندھن بنیں۔ دن میں ایک کی باری، رات بھر دوسرے کی۔ اس عجز و انکساری سے ایسا مرتبہ ملے گا۔ کہ قوم لوط بھی اس سے محروم ہوگی۔ دیکھا کیسی فقہ دکھلائی۔ فقہ حنفی سے ہزار بار توبہ شاید اس لیے تھی۔ کہ اس میں کبیرہ کے مرتکب پر سختی کی گئی۔ کیونکہ فقہ شیعی میں ایسی سختی ممنوع ہے۔ اے محارم کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے مومنو! اے قوم لوط کے طریقہ پر چلنے والو اہل بیت کے خادمو! اے اماموں کے نام پر اپنی خواہشات نفسانیہ کو تسکین پہنچانے والے محبو! اگر فقہ حنفی سے ہزار بار توبہ ہے۔ تو فقہ شیعی سے کروڑ بار توبہ۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۳

ابوحنیفہ کے نزدیک جوتے کی پوجا۔

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۵۔ یحییٰ بن حمزہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص خدا کی خاطر کسی جوتے کو پوجے تو کوئی گناہ نہیں (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۶)

جواب:

تاریخ بغداد میں "ابوحنیفہ کے نزدیک جوتے کی پوجا" پر دو عدد روایات ذکر ہیں۔ ان دونوں کا نمبر بالترتیب سات اور بارہ ہے۔ اول الذکر یعنی سات نمبر والی روایت کی اسناد میں ایک راوی "عبداللہ بن جعفر درستویہ" ہے۔ اس کے متعلق گزر چکا کہ ضعیف راوی ہے۔ مؤخرالذکر روایت میں "قاسم بن حبیب" راوی ہے۔ ابن معین نے اس کے متعلق "لاشئی" کہا ہے۔ لہٰذا از روئے اسناد ان دونوں روایات میں کوئی دم خم نہیں۔ کہ کسی پر حجت بنائی جائیں۔

علاوہ ازیں یہ روایات محض اپنے مضمون کے اعتبار سے غیر معقول اور غیر مقبول ہیں

Marfat.com

آیئے اس کی تفصیل و تحقیق کے لیے روایات مذکورہ کے حاشیہ کو دیکھ لیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِي الرِّوَايَةِ الْأُولَى عَبْدُ اللهِ بْنُ دُرُسْتَوَيْه حَكَى الْخَطِيْبُ نَفْسُهُ فِيْهِ عَنِ الْبُرْقَانِيِّ تَضْعِيْفَهُ .... وَفِي الرِّوَايَةِ الثَّانِيَةَ عَشَرَةَ الْقَاسِمُ بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ لَاشَيْءَ عَلَى أَنَّ هٰذَا الْقَوْلَ فِيْ ذَاتِهِ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ صُدُوْرُهُ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ بَلْ لَايُعْقَلُ صُدُوْرُهُ عَمَّنْ هُوَ أَقَلُّ فِي الْفِقْهِ وَالتَّقْوٰى فَإِنَّ هٰذَا لَايَقُوْلُهُ الْأَجَاهِلٌ بِالْأُصُوْلِ الْأَوَّلِيَّةِ لِلدِّيْنِ بَلْ مَنْ لَيْسَ يَعْرِفُ شَيْئًا مِنَ الدِّيْنِ وَهٰذَا خِلَافُ مَاتَوَاتَرَ عَنِ الثِّقَاتِ مِنْ عِلْمِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مِنْ إِمَامَتِهِ فِي الدِّيْنِ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳

ص ۳۷۴ تا ۳۷۵)

ترجمہ:

پہلی روایت میں ایک راوی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ ہے۔ اس کے بارے میں خطیب بغدادی نے خود برقانی سے حکایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ ضعیف راوی ہے۔ .... اور بارھویں روایت میں قاسم بن حبیب ہے۔ اس کے متعلق ابن معین کے حوالہ سے ابن

Marfat.com

ابی حاتم نے کہا۔ یہ "لاشی" ہے (اسناد میں جرح کو چھوڑ کر) اس قول میں باعتبار اس کے مفہوم اور ذات کے غیر معقولیت ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کا صدور از روئے عقل درست نہیں۔ بلکہ ایسا قول تو وہ شخص بھی نہیں کہہ سکتا۔ جو امام ابوحنیفہ سے فتوے اور تقوای میں کم درجہ کا ہو۔ ایسا قول تو وہی کہے گا۔ جو دین کے بنیادی اور ابتدائی اصول سے ناواقف ہوگا۔ بلکہ جو دین کی کسی بات کو بھی نہ جانتا ہو۔ اور یہ کہنا (کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اصول دین اور دینیات سے ناواقف تھے)
ان ثقہ لوگوں کی مخالفت ہوگا جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے علم کو بالتواتر ذکر کیا۔ اور اس لیے بھی کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دین میں امامت و پیشوائی تمام اہل سنت وجماعت کے نزدیک اجماعی بات ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے "بناوٹی حجۃ الاسلام" نے روایت مذکورہ کے سہارے جو کوشش کی۔ آپ نے اس کی حقیقت معلوم کرلی۔ ذرا سوچیے۔ کہ جس شخصیت کو حضرات ائمہ کرام "امام الفقہ" مانیں۔ جس کے تقوی وزہد کے بے مثل ہونے کی شہادت دیں۔ جس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد مرتبۂ امامت پر فائز ہوں۔ شرق وغرب میں رہنے والے کروڑوں مسلمان اس کے پیروکار ہوں ہزاروں لاکھوں اولیا کاملین جس کے علم وفقہ کے خوشہ چین ہوں۔ اس سے غیر اللہ کی پوجا (اور وہ بھی جوتی کی) کس طرح منقول ہوسکتی ہے۔ نحفی بھی جانتا ہے۔ کہ اس کے پاس پڑھنے والے ابجد کے طلباء بھی اس قول سے براءت کرتے ہیں۔ جب اس قول کی یہ کیفیت ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنی مسلمان بھی اس کا قائل ہونا گوارا نہیں کرتا۔ تو یہ

Marfat.com

کیونکہ ممکن ہے کہ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ایسا قول کریں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ روایات مذکورہ نہ تو میدانِ تحقیق میں اس پایہ کی ہیں۔ کہ کسی پر حجت بن سکیں۔ کیونکہ ضعیف۔ اور لاشئی راوی کی روایت ایسی ہی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں عقل و دیانت بھی اس قول کی نسبت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے سے مانع ہے۔ ایسے اقوال کی نسبت کرنے والا اجہل الناس ہو سکتا ہے۔ اور یہ ہے بھی نفس الامر میں درست۔ کیونکہ وہ حجۃ الاسلام۔۔ وغیرہ کوئی لقب رکھ لو۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتے ہیں۔ کہ اے اللہ! بے عقل لوگوں کو دین کی سمجھ عطاء فرما۔ اور بغض و حسد کے ماروں کو عدل و انصاف کی توفیق دے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۴

ابوحنیفہ کا ابوبکر کے ایمان کے متعلق فتوے

حقیقت فقہ حنفیہ: (ثبوت ملاحظہ ہو)

تاریخ بغداد:

اَبَا اِسْحَاقَ الْفَزَارِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَاحَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَاِیْمَانُ اِبْلِیْسَ وَاحِدٌ۔

(اھل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۶)

ترجمہ:

ابا اسحاق کہتا ہے۔ میں نے ابوحنیفہ سے سنا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ابوبکر صدیق کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک ہے۔

نوٹ:

اہل سنت کے مناظر اعظم تونسوی صاحب! آپ نے فقہ جعفریہ کی مذمت میں

Marfat.com

رسالہ لکھ کر تمام اہل سنت کو شرمندہ کرنے کا سامان مہیا کیا ہے۔ آپ نے حقیقتِ فقہ جعفریہ کی مذمت میں رسالہ لکھ کر غریب شیعوں کی غیرت کو للکارا ہے۔ شیعہ بے غیرت نہ تھے۔ کہ چپ بیٹھے رہتے۔ پس ہم نے دفاعی کارروائی کی خاطر قلم اٹھایا ہے۔ اور آپ کی فقہ اور آپ کے اماموں کے کچھ پول کھول دیئے ہیں۔ اور آئندہ کے لیے انتظار کریں۔

علامہ صاحب دراصل آپ کو جو دردِ زہ شروع ہوا ہے۔ وہ مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہے گا۔ اور آپ کی کھجلی کے لیے کسی اطلاع کی ضرورت ہے۔ آپ نے خواہ مخواہ ملک میں فتنہ وفساد برپا کیا ہے۔ ورنہ شیعہ سنی علماء نے باہم یہ طے کیا تھا۔ کہ دونوں مذاہب اپنی اپنی فقہ پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے لیکن آپ جیسے شر پسند عناصر نے دونوں مذہبوں کو آپس میں لڑانا خدمتِ دینِ اسلام سمجھ رکھا ہے۔ افسوس ہے تمہاری ناکام کوشش پر۔

آپ نے اپنے رسالہ میں شیعہ راویوں پر تنقید کر کے یہ سوچا کہ بس ہم نے شیعوں کو تحقیق کی چکی میں پیس ڈالا ہے لیکن ہم نے آپ کے مایۂ ناز امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی کے وہ پول کھول دیئے ہیں۔ کہ اگر آپ میں کچھ شرم وحیا ہو تو ڈوب کر مر جائیے۔ اگر ہمت ہے تو آئیے میدانِ تحریر میں ابو حنیفہ کی صفائی پیش کریں۔ لیکن آپ کیا صفائی پیش کریں گے۔ ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۶، ۳۷)

جواب:

"ابوبکر صدیق اور ابلیس کا ایمان ایک ہے"۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے سے پہلے نجفی شیعی اگر اس کے راوی کے متعلق جان لیتا۔ کہ وہ کس درجہ کا ہے۔ تو پھر یہ خرافات نقل کرتا۔ تاریخ بغداد میں اس مضمون کی دو روایات مذکور ہیں

Marfat.com

اور دونوں میں "ابواسحاق فرازی" نامی راوی ہے۔ یہ صاحب "منکرالحدیث" تھے۔ ان دونوں روایات کے تحت محشی کا قول ملاحظہ ہو۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِي الرِّوَايَةِ الْأُولَى مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى الْإِنْطَاكِيُّ وَلَهُ حِكَايَاتٌ تَالِفَةٌ عَنِ الْفَزَارِيِّ وَغَيْرِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَا يُلْتَفَتُ إِلَى حِكَايَاتِهِ إِلَّا مِنْ كِتَابٍ وَفِي الرِّوَايَتَيْنِ أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۶)

ترجمہ:

پہلی روایت میں ایک راوی "محبوب ابن موسیٰ" ہے۔ اس نے فرازی وغیرہ سے فضول روایات بیان کیں۔ ابوداؤد کا کہنا ہے۔ کہ اس کی روایات کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔ دونوں روایتوں میں ابواسحاق فرازی ہے۔ اور وہ منکرالحدیث تھا۔

کیوں نجفی صاحب! تونسوی نے آپ کی غیرت کو للکارا ہے لیکن بقول آپ کے "شیعہ بے غیرت نہ تھے کہ چپ بیٹھے رہتے تھے"، خوب چپ توڑی۔ ایک منکرالحدیث کی روایت لے کر اس پر پھولے نہیں سماتے۔ جیسی چپ ویسی گفتگو دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں معلوم ہوا۔ کہ منکرالحدیث راوی کی روایت امام اعظم رض پر اعتراض والزام کا کام نہیں دے سکتی۔ علاوہ ازیں دوسری روایات کی طرح اس روایت کے حاشیہ کی طرف نجفی کی آنکھ نہیں گئی۔ کہ ایسا قول امام اعظم ایسی شخصیت کی طرف سے متوقع نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

حاشیہ تاریخ بغداد:

وَتَشْبِيْهُ اِيْمَانِ اٰدَمَ اَوْ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَعْرِفَةِ اِبْلِيْسَ الَّذِيْ نَصَّ الْكِتَابُ الْكَرِيْمُ عَلٰى اَنَّهٗ (اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ) لَا يُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ عِبَارَاتِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ الَّذِيْ يُقَرِّرُ مَذْهَبَهٗ اَنَّ اَيَّ اِسْتِخْفَافٍ بِاَيِّ حُكْمٍ مِنْ اَحْكَامِ الدِّيْنِ كُفْرٌ وَهٰذِهٖ مَسْئَلَةٌ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْقَوْلِ بِالْاِرْجَاءِ وَسَتَعْلَمُ قَرِيْبًا بَرَاءَةَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ صفحہ ۳۷۶)

ترجمہ:

حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کو ابلیس کی معرفت کے ساتھ تشبیہ دینا (یعنی یوں کہنا کہ ابوبکر صدیق کا ایمان ابلیس کے ایمان جیسا تھا۔) حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عبارات۔۔۔۔ اس کے امکان کی نفی کرتی ہیں۔ کیونکہ ابلیس وہ ہے۔ کہ جس کے بارے میں قرآن کریم کی نص موجود ہے۔ "وہ اللہ کا حکم ماننے سے اس نے انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔ اور وہ کافر تھا (اللہ کے علم میں)" امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ دین کے کسی حکم کو ہلکا اور بے وقعت جاننا وہ کفر ہے۔ درحقیقت

Marfat.com

یہ مسئلہ (ایمان ابلیس اور ایمان ابوبکر کی مساوات) مرجئہ کے نظریہ پر ہے (جس کا عقیدہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے) اور اسے قارئین! تم بہت جلد اگلے صفحات میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اس عقیدہ اور فرقہ سے بیزاری معلوم کرلو گے۔

لمحہ فکریہ:

تاریخ بغداد کے حاشیہ سے اس امر کی صاف تردید معلوم ہوئی۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ یا قول ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ مرجئہ فرقہ" کا ہے۔ اور امام صاحب اس سے بری ہیں۔ اور ان کی براءت زبانی نہیں۔ بلکہ بادلیل ہے۔ یعنی آپ کا مشرب وہ ہے۔ کہ جس میں ایک حکم دین کا استخفاف بھی کفر ہے۔ تو کیا کوئی عقلمند یہ کہتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ابلیس کے کفر کے بارے میں خاموش یا مداہنت پسند ہیں۔ جس کے کفر کی نص قرآن کریم میں موجود ہے۔؟ یہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔ کوئی "بناوٹی محب اہل بیت" اور نام نہاد "مومن" نہیں۔ جو ایسے میں "تقیہ" ایسی ملعون بات پر ہارا کرے گا۔ سمجھے نجفی صاحب؟

حجۃ الاسلام! یہ تھا وہ پول جو آپ۔ نے بڑے طمطراق سے کھولا تھا۔ یہ تو ڈھول کا پول نکلا اس میں کچھ دم خم نہیں۔ البتہ اب ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر تاریخ بغداد سے لگائے گئے تمام الزامات کو صحیح ثابت کر دکھاؤ۔ اور جو ان پر جرح ہوئی اس کا جواب دو اور ہمت ہے۔ تو دعوت قبول کرو میدان تحقیق میں آؤ۔ میدان تحریر میں آنا کوئی بہادری نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر۱۵

امام اعظم کا چالیس سالہ وضوء

حقیقت فقہ حنفیہ

اہل سنت کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے۔

اَبُوْحَنِیْفَةَ مَکَثَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یُصَلِّی الصُّبْحَ بِوُضُوْءِ الْعِشَاءِ۔ کہ امام اعظم چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو کے ساتھ پڑھتے رہے۔ کیا بات ہے واللہ! اس چالیس سال کے عرصہ میں امام صاحب کی اولاد کیسے پیدا ہوئی۔ یا اس عرصہ میں جو اولاد ہوئی ہے۔ وہ دوپہر کے وقت کی کاشت کاری اور تخم ریزی ہے۔ یہ واقعہ تاریخ خمیس ص ۳۲۸ جلد دوم میں لکھا ہے۔ نیز تاریخ خمیس ص ۳۲۷ جلد دوم میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ابوحنیفہ نے خواب میں کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اور نعمان کے چمچوں نے اس کی یہ تعبیر فرمائی۔ کہ آپ دولت علم سے مالا مال ہوں گے۔ کیا گندہ خواب اور کیا گندی تعبیر ہے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۸)

Marfat.com

جواب :

اعتراض مذکورہ دراصل دو الزامات پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد رات کی بجائے دن کی کاشت کاری ہے
دوم یہ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے خواب میں بار ہا قبر پیغمبر کو کھودنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ ہم انشاء اللہ ان دونوں اعتراضات کا جواب دیں گے۔ جواب سے قبل اتنا ضرور کہیں گے کہ جو زبان اس اعتراض میں نجفی شیعی نے استعمال کی۔ وہ "اس بازار" کے باسیوں کی ہے۔ جو اس "وجہ الاسلام" کے رشتہ دار اور ہم مسلک ہیں اس لیے ہماری کوشش ہو گی۔ کہ ہر اعتراض کا مدلل جواب بہر صورت پیش کریں۔ اور اگر جوابات کے ساتھ "مرچ مصالحہ" کی ضرورت ہوئی۔ تو اسے بھی بروئے کار لائیں گے۔

الزام اول کا جواب :

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طہارت اور صفائی کے ضمن میں آپ کا چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا کرنا۔ "خبر متواتر" کی طرح اتنی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان کی تکذیب ممکن نہیں ہے۔ نجفی نے صرف دو کتب کا حوالہ پیش کیا ہے بہر حال جہاں تک اس کے ثبوت کا تعلق ہے۔ تو اس قدر کتب میں اور اس قدر ناقلین سے نقل اس کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا آپ کی یہ کرامت و طہارت تواتر سے ثابت ہے۔ اور اس کا انکار وہی کرے گا۔ جو عقل و دانش سے خالی ہے۔ اور تحقیق میں وہ بے بس ہو۔ اب اس پر وہ الزام یا "اس بازار کی زبان میں کلام۔ جو نجفی

Marfat.com

شیعی نے ذکر کیا ہے۔ کہ ان چالیس سالوں میں آپ کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد دن کی کاشت ہوئی۔

اس سلسلہ میں نجفی اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہم کھلی دعوت دیتے ہیں۔ کہ تم اپنی فقہ کی کسی کتاب میں سے دکھلا دو۔ کہ دن کے کسی حصہ میں اپنی بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنے منع ہیں۔ کسی ایک کتاب سے کسی ایک امام کا قول ہے۔ تو پیش کرو۔ اور منہ مانگا انعام حاصل کرو اگر کثرت عبادت کو یہ رنگ دیا جائے جو تم نے دیا ہے۔ اور اس سے ایک غلط تاثر پھیلانے کی حماقت کی جائے۔ تو پھر کان کھول کر سنو۔ اور حوش وحواس قائم رکھتے ہوئے ذرا مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھ کر وہی نتیجہ نکالنا۔

ارشاد شیخ مفید:

عَنْ جَابِرٍ جُعْفِيْ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُصَلِّيْ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَلْفَ رَكْعَةٍ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۵۶ مطبوعہ قم، خیابان ارم، طبع جدید)

ترجمہ:

جعفر جعفی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔

چہاردہ معصوم:

حضرت علی کی اولاد میں سے حضرت علی کی شکل سوائے زین العابدین کے

Marfat.com

دوسرے ائمہ میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔

حضرت باقر فرمود پدرم علی بن الحسین در ہر شبانہ روزی ہزار رکعت نماز میخواند۔

(چہاردہ معصوم جلد دوم ص ۱۶ مناقب حضرت سجاد مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت باقر نے فرمایا کہ میرے باپ علی بن حسین ہر دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اول الذکر روایت کے مطابق امام زین العابدین تقریباً پانچ سو رکعت بعد نماز عشاء تا طلوع صبح صادق روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری روایت کے پیش نظر ہر رات ایک ہزار نفل پڑھتے تھے۔ اور اسی دوسری روایت سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہر رات ایک ہزار نفل پڑھا کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات کی نماز جس خشوع وخضوع کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا ساری رات ان دونوں حضرات کی نماز میں بسر ہوتی تھی۔ اور امام زین العابدین کا دن بھی تقریباً اسی طرح گزرتا تھا۔ اب آؤ انہی الفاظ کی طرف جو نجفی صاحب تم نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شب بیداری کے متعلق کہے تھے۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھیے۔ اور زبان پر وہی کلمات ان دو بزرگ شخصیات کے متعلق بھی کہہ دو۔ کیونکہ معاملہ ان کا بھی ویسا ہی ہے۔ اولاد ان کی بھی تھی۔ ان کی بیویاں بھی تھیں۔ بلکہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے زوجہ مقدسہ ومطہرہ حضرت خاتون جنت بھی تو شب بیدار تھیں۔ ذرا سوچو۔ کیا کہا تھا۔ اور اب کیا کہنا پڑ گیا؟ اگر گنگ نہیں ہو گئی زبان تو اُسے حرکت دیجئے۔ اگر انصاف وعدل کے دلدادہ ہو تو کچھ بولیے۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب تم شرم کی چادر اتار ہی چکے ہو۔

Marfat.com

تو پھر ان پاکیزہ شخصیات کے بارے میں بھی بے شرم زبان اور بے حیا کلام کرنے سے نہیں شرمائے گئے اور محب اہل بیت ،، ہو۔ اور کہتے ہیں نا کہ محبت اور دشمنی میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔

ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں۔ کہ اپنی بیوی سے دن یا رات کے کسی حصہ میں حقوق زوجیت ادا کرنے کی کسی امام سے کوئی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ اب اگر دن کے وقت اس فعل کو بری نیت سے دیکھا جائے۔ اور اس کو مذاق و تمسخر کا رنگ پہنایا جائے۔ اور اس کے متعلق ایسے الفاظ کا استعمال کیے جائیں۔ جن سے اس فعل کی ممانعت نظر آتی ہو۔ تو آؤ ذرا اپنے دامن میں بھی تمہیں دیکھنے اور جھانکنے کی دعوت دیں۔ اور ایک "عظیم عبادت" کی نشاندہی کریں۔ اور "عین شریعت" پر پابند ہونے کی ترکیب بتائیں سنیئے!

حلیۃ المتقین:

در حدیث صحیح از حضرت امام محمد باقر منقولست کہ زنی آمد بخدمت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ چیست حق شوہر بر زن فرمود لازم است کہ اطاعت شوہر بکند و نافرمانی او نکند و از خانہ او بے رخصتِ او تصدق نکند و روزۂ سنت بے رخصتِ او ندارد در ہر وقت کہ ارادۂ نزدیکی او کند مضائقہ نکند اگرچہ بر پشت پالان شتر باشد۔

(حلیۃ المتقین ص ۴۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے بروایت صحیحہ منقول ہے۔

Marfat.com

کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاوند کے بیوی پر کیا حقوق ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بیوی کے لیے اپنے خاوند کی اطاعت لازم ہے۔
اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ و خیرات ادا نہ کرے۔ اور نفلی روزہ بھی اس کی مرضی کے بغیر نہ رکھے۔ اور جس وقت بھی وہ اس کے نزدیک آنے کا ارادہ کرے (یعنی ہم بستری کرنا چاہے) تو عورت کو دل تنگ نہ ہونا چاہیئے۔ وہ اگرچہ یہ فعل اونٹ کے پالان پر ہی کرنا چاہے۔

حلیۃ المتقین:

حضرت امام موسےٰ پرسیدند اگر کسی فرج زن را ببوسد چوں است؟ فرمود باکی نیست۔ واز حضرت صادق پرسیدند۔ اگر کسی زن خود را عریاں کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ مگر لذتی ازایں بہتر می باشد۔ و پرسیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کنیز خود بازی کند چوں است؟ فرمود باکی نیست۔ الا بغیر اجزائے بدن خود چیز دیگر درآنجا نکند۔

(حلیۃ المتقین ص ۱۴۱ مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص عورت کی شرمگاہ کو چومے تو کیا ہے۔ فرمایا۔ کوئی خرابی کی بات نہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر

Marfat.com

کوئی شخص اپنی بیوی کو ننگا کر کے اس کی طرف دیکھتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید ایسا کرنے سے لذت بڑھ جائے گی۔ اور لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ اور انگلی کے ساتھ عورت اور اپنی لونڈی کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے۔ تو یہ کیسا ہے؟ فرمایا خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ لیکن اپنے جسم کے اجزاء کے بغیر کوئی دوسری چیز اس جگہ (عورت کی شرمگاہ) میں نہ ڈالے۔

دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ

۱۔ عورت کی شرمگاہ کو چومنا جائز ہے۔

۲۔ اپنی عورت کو بالکل ننگا کر کے جی بھر کے اس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ نیز اس سے لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ اپنی لونڈی اور بیوی کی شرمگاہ کے ساتھ ہاتھ اور انگلی سے "تماشہ کرنا" جائز ہے۔

۴۔ عورت کو نفلی روزہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر رکھنا ناجائز ہے۔

۵۔ جس وقت بھی اپنی عورت سے جماع کا ارادہ کرے۔ عورت کو اس کی اطاعت لازم ہے۔ اگرچہ وہ اونٹ کے پالان پر ہی بلائے۔

تبصرہ:

نجفی شیعی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بلکہ اتہام دھرا۔ کہ آپ کی اولاد دن کے نطفہ کی پیداوار ہے۔ گویا دن کے وقت اپنی عورت سے وطی کرنا نجفی کے

Marfat.com

نزدیک ناجائز ہے۔ نجفی کے اس نظریئے کو ایک طرف رکھئے۔ اور دوسری طرف امر دوم چہارم اور پنجم پر ایک مرتبہ پھر نظر دوڑائیں۔ چلو مان لیا۔ کہ امر دوم میں دو احتمال موجود ہیں۔ اگرچہ دوسرا قوی نہیں۔ یعنی اپنی عورت کو ننگا کر کے اس کی طرف نظریں جما کر دیکھنا۔ اگرچہ رات کو بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن اندھیرے میں کیا نظر آئے گا۔ اور پھر اس کا "ثواب" لذت میں اضافہ کیونکر حاصل ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ روشنی کا بندوبست کر لیا جائے۔ بلب جلتا ہو۔ (چراغ اور لالٹین کا زمانہ گزر گیا) تو وہ بھی ہزار واٹ کا ہو۔ تاکہ لذت میں اضافہ ہو لیکن ہو سکتا ہے۔ کہ یہاں بیوی کے گھر "شام غریباں" منائی جا رہی ہو۔ اس لیے یہ احتمال ضعیف ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ مفید اور نظر کی کمزوری کا واحد علاج دن کے وقت کیا جائے۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا ہی نسخہ اپنے شیعوں کو نہیں تبلایا۔ بلکہ "لذت میں اضافہ" کا لفظ فرما کر نجفی کے نظریئہ پر پانی پھیر دیا۔ لذت کیسی اور اس میں اضافہ کیونکر؟ معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کے قائل اور مجوز ہیں۔

امر چہارم میں حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی اجازت و رخصت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

نجفی صاحب! سوچا ہے کہ ایسا حکم کیوں دیا گیا۔ روزہ سبھی جانتے ہیں دن کا ہوتا ہے۔ آخر اس عبادت سے روک کر کسی بہتر عبادت کی طرف رہنمائی کی گئی ہو گی۔ بلکہ اگر نفلی روزہ خاوند تڑانے کو کہے۔ تو رکھا ہوا روزہ اس کے کہنے پر عورت کو توڑنا پڑے گا۔ بصورتِ دیگر وہ گناہ گار ہو گی۔ کیا یہ اجازت اور اطاعتِ خاوند مائی اعتراض کے لیے تھی۔ جو آپ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات میں نظر آیا۔ اسی طرح امر پنجم میں وقت کو مطلقاً ذکر کر دیا گیا۔ (یعنی خاوند جس وقت بھی اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے) کیا اس لفظ وقت میں "دن" شامل نہیں؟

Marfat.com

"حلیۃ المتقین" کے حوالہ جات سے ایک طرف تو یہ امر ثابت ہوا کہ اپنی بیوی کے ساتھ جب بھی جماع کرنا چاہے۔ وہ کر سکتا ہے۔ ماسوا ان صورتوں کے کہ جن میں شریعت نے منع فرمایا۔ لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں آتا۔ دوسری طرف نجفی شیعی کے مذہب میں "شرم و حیاء" کا معیار بھی آپ نے دیکھا چونکہ یہ باتیں اُن کے مذہب کی ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی صاحب! اپنی بیوی کی شرم گاہ چوما کرو۔ ہاتھ اور انگلیوں کے ساتھ اس میں تماشہ کیا کرو۔ اور اونٹ کے پالان (جو دستیاب ہونا مشکل ہے۔ ہاں اس کی بجائے تانگے، ریڑھے، گڈا اور ٹرک وغیرہ) پر اس جائز امر کو کر کے شاباش حاصل کرو۔

یہ چند سطور ہم نے نجفی کے گستاخانہ کلام کی وجہ سے لکھیں۔ ایسے سربستہ راز اور رسوائیاں گاہے بگاہے آپ ملاحظہ کریں گے۔

الزام دوم کا جواب:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خواب کو نجفی نے تمسخر اور مذاق کا نشانہ بنایا۔ اور اس کی تعبیر بتانے والے کو "نعمان کے چمچے" کہا۔ خواب جیسا کہ واضح ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ اور اس کی تعبیر بتلانے والے محمد بن سیرین ہیں۔ خواب اور اس کی تعبیر ایک علم ہے۔ اور اس بارے میں احادیث مقدسہ میں کئی مرتبہ امور مذکور ہیں بلکہ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر اور پھر جناب یوسف کے ساتھ زندان میں دو قیدیوں کا خواب اور آپ کا ان کی تعبیر بتلانا تمام امت کے ساتھ موجود ہے۔ نجفی شیعی کا بس چلتا تو یہاں بھی گندی زبان کھول دیتا۔ آخر چاند سورج اور ستاروں کے سجدے سے بھائیوں کی اطاعت وغیرہ کا کیا تعلق ہے اور اسی طرح گائے کا قحط سالی سے کیا جوڑ لیکن اس بے چارے کو اس باغ کی سیر ہی

Marfat.com

نصیب نہ ہوئی۔ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض مقصود تھا۔ وہ بنا لیا۔ اب ذرا عنانِ تحریر ان کے گھر کی طرف پھیرتے ہیں۔ پھر پوچھیں گے کہ اب کیا کہتے ہو۔

ذبح عظیم:

ام الفضل زوجہ حضرت عباس نے خواب میں یہ دیکھا۔ کہ ان کی گود میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا کٹ کر گرا ہے۔ تو انہوں نے اس خواب کو بُرا جانا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ یہ خواب تو تمہارا نیک ہے۔ میری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جس کی تم اپنی گود میں پرورش کرو گی۔ ام فضل کا بیان ہے۔ کہ ایسے ہی ہوا۔

(ذبح عظیم ص۔ ا مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشریہ طبع جدید)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں قبر کھودنا اور آپ کے جسم اقدس کا ٹکڑا کٹ کر اپنی گود میں گرا ہوا دیکھنا ان دونوں میں زیادہ بُرا خواب دوسرا ہے۔ کیونکہ پہلے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بلا واسطہ تعلق نہیں ہے لیکن دوسرے میں آپ کے جسم اطہر کے متعلق بلا واسطہ خواب ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ام الفضل نے اس کو بُرا جانا۔

لیکن سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جو تعبیر بیان فرمائی۔ وہ اس طرف راہنمائی کرتی ہے۔ کہ خواب یہ بُرائی نہیں بلکہ خوشخبری ہے۔ اور وہ بقول ام الفضل

Marfat.com

ہو کر رہی۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ ابن سیرین نے اس کی جو تعبیر بتائی۔ ویسے ہی ہوا۔ اب ہم نجفی سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ خواب دونوں بظاہر گندے اور برے ہیں۔ اور تعبیریں دونوں کی اچھی ہیں۔ اور درواقعہ تعبیریں وہی ہوئیں جو تبلانے والوں نے تبلائیں۔ لہٰذا ابوحنیفہ کا خواب "گندہ خواب" اور اس کی تعبیر "گندی تعبیر" کہتے ہو۔ تو پھر حضرت ام الفضل کے خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق کیا کہو گے۔ اور ابوحنیفہ کے چھچوں نے گندے خواب کی گندی تعبیر کی۔ کیا یہی بجز اس حضرت ام الفضل کے خواب پر بھی کرو گے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اور آپ کے علم و فقاہت وغیرہ پر نجفی شیعی نے تاریخ بغداد سے حوالہ جات پیش کیے۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ صاحب تاریخ بغداد خطیب بغدادی نے ایسی روایات سے قبل اس امر کی واضح نشاندہی اور صراحت کر دی ہے۔ کہ میں نے لوگوں کے اعتراضات من وعن نقل کر دیئے ہیں۔ ان کی تصحیح کا ذمہ نہیں لیتا جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ روایت ذکر کر دوں گا لیکن اس کے درست ہونے یا نہ ہونے کے لیے میرا لکھ دینا کافی نہیں۔ اور میری کتاب میں ایسی باتوں کا آجانا کوئی دلیل و حجت نہیں بن جائے گا نجفی شیعی نے خطیب بغدادی کے یہ الفاظ سامنے نہ رکھے اور ان روایات کو اس ڈھٹائی سے پیش کیا کہ جیسے قرآن کریم کی آیت پیش کر رہا ہو۔ اور بڑے دعوے کے ساتھ یہ کہا۔ کہ اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد میں یہ ہے۔ اور وہ ہے اس سے آپ قارئین اس کی بددیانتی اور حق کو چھپانے کی عادت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہوں گے۔ اب ہم نے یہ سوچا

Marfat.com

کہ اسی تاریخ بغداد سے چند وہ روایات بھی نقل کر دیں۔ جن میں مصنف نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں۔ اس میں عجیب بات آپ دیکھیں گے۔ کہ ان روایات کے راوی اکثر وہی ہیں۔ جن سے وہ روایات نجفی نے ذکر کیں۔ جن میں امام اعظم کی ذات پر الزامات تھے۔ یہ اس لیے ضروری سمجھا۔ تاکہ قارئین کرام تصویر کے دونوں رخ دیکھ سکیں اور نجفی کے فراڈ اور بددیانتی پر آگاہی پا سکیں۔

Marfat.com

فصل دوم

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت اور فضائل و مناقب

تاریخ بغداد کے آئینہ میں

۱۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب:

تاریخ بغداد:

عبید اللہ شاذان المروزی قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ سَمِعْتُ اِسْمَاعِیْلَ بْنَ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ یَقُوْلُ اَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ الْمَرْزُبَانِ مِنْ اَبْنَاءِ الْفَارِسِ الْاَحْرَارِ وَاللّٰهِ مَا وَقَعَ عَلَیْنَا رِقٌّ قَطُّ وُلِدَ جَدِّیْ فِیْ سَنَةِ ثَمَانِیْنَ وَذَهَبَ ثَابِتٌ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَهُوَ صَغِیْرٌ فَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ فِیْهِ وَفِیْ ذُرِّیَّتِهٖ وَنَحْنُ نَرْجُوْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ یَكُوْنَ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ ذَالِكَ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْنَا قَالَ وَالنُّعْمَانُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ اَبُوْ ثَابِتٍ هُوَ الَّذِیْ اَهْدٰی لِعَلِیِّ بْنِ

Marfat.com

اِبْنِ طَالِبٍ اَلْفَالُوْذَجَ فِيْ يَوْمِ النَّيْرُوْزِ۔

(تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۳ مطبوعہ السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید ص ۳۲۵ تا ۳۲۶)

ترجمہ:

عبیداللہ شاذان المروزی کہتے ہیں۔ کہ میرے والد اور انہوں نے میرے دادا سے بیان کیا۔ کہ میں نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا۔ کہنے لگے۔ میں اسماعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان المرزبان ایرانی نسل کا ہوں اور ہم شروع سے ہی آزاد رہے ہیں۔ خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) ان کے والد جناب ثابت کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بچپن میں لے جایا گیا۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان میں اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ سے نزول برکت کی دعا فرمائی ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے امید رکھتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہمارے حق میں مانگی ہوئی دعا قبول فرمالی ہے۔ پھر اسماعیل کہتے ہیں۔ کہ نعمان بن مرزبان جو جناب ثابت کے والد ہیں۔ یہ وہ خوش قسمت شخص ہیں۔ کہ جنہوں نے یوم نیروز کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور ہدیہ فالودہ بھیجا تھا۔

❖

Marfat.com

۲ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت

تاریخ بغداد:

قَالَ اَبُوْ نعيم وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الثِّيَابِ طَيِّبَ الرِّيْحِ حَسَنَ الْمَجْلِسِ شَدِيْدَ الْكَرَمِ... حَسَنَ الْمُوَاسَاةِ لِاِخْوَانِهٖ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۰)

ترجمہ:

ابو نعیم کا کہنا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خوش شکل تھے۔ کپڑے بہت اچھے پہنتے، خوشبو لگاتے۔ مجلس کے اعتبار سے بہت حسین تھے۔ کرم و سخاوت میں خوب تھے۔ اور اپنے دوستوں بھائیوں کے ساتھ سلوک میں بہت اچھے تھے

Marfat.com

(۳) امام اعظم کی فقاہت اور خداداد صلاحیت

تاریخ بغداد:

قَالَ خَارِجَةُ دَعَا اَبُوْجَعْفَرَ اَبَا حَنِيْفَةَ اِلَى الْقَضَاءِ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَحَبَسَهُ ثُمَّ دَعَا بِهٖ يَوْمًا فَقَالَ اَتَرْغَبُ عَمَّا نَحْنُ فِيْهِ قَالَ اَصْلَحَ اللّٰهُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَصْلُحُ لِلْقَضَاءِ فَقَالَ لَهٗ كَذَبْتَ ثُمَّ عَرَضَ عَلَيْهِ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ قَدْ حَكَمَ عَلَى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنِّيْ لَا اَصْلُحُ لِلْقَضَاءِ لِاَنَّهٗ يَنْسُبُنِيْ اِلَى الْكَذِبِ فَاِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَلَا اَصْلُحُ وَاِنْ كُنْتُ صَادِقًا فَقَدْ اَخْبَرْتُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنِّيْ لَا اَصْلُحُ قَالَ فَرَدَّهٗ اِلَى الْحَبْسِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۲۸)

ترجمہ:

خارجہ نے کہا کہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو عہدہ قضا کی پیشکش کی۔ امام اعظم نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے آپ کو زندان میں ڈال دیا۔ پھر ایک دن بلوایا۔ اور پوچھا۔ اے ابوحنیفہ

Marfat.com

کیا تم ہماری پیش کش میں کچھ رغبت رکھتے ہو۔ امام موصوف نے جواب دیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اے امیر المؤمنین! میں قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یہ سن کر خلیفہ نے کہا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ پھر تیسری مرتبہ عہدہ قضاء پیش کیا۔ تو امام ابوحنیفہ نے کہا۔ اے امیر المؤمنین: آپ نے میرے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ میں عہدہ قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو امام ابوحنیفہ نے کہا۔ کیونکہ آپ نے مجھے جھوٹا کہا ہے۔ لہذا اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو صلاحیت ختم اور اگر میں سچا ہوں۔ تو میں نے امیر المؤمنین کو کہہ دیا ہے۔ کہ میں اس عہدہ کی صلاحیت نہیں رکھتا راوی کہتا ہے۔ کہ یہ سن کر خلیفہ نے امام ابوحنیفہ کو دوبارہ جیل بھیج دیا۔

تاریخ بغداد:

محمد بن عبد الرحمن قَالَ كَانَ رَجُلٌ بِالْكُوفَةِ يَتَنَاوَلُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَهُودِيًّا فَأَتَاهُ أَبُو حَنِيْفَةَ فَقَالَ أَتَيْتُكَ خَاطِبًا قَالَ لِمَنْ قَالَ لِابْنَتِكَ رَجُلٌ شَرِيْفٌ غَنِيٌّ بِالْمَالِ حَافِظٌ لِكِتَابِ اللهِ سَخِيٌّ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فِيْ رَكْعَةٍ كَثِيْرُ الْبُكَاءِ مِنْ خَوْفِ اللهِ قَالَ فِيْ دُوْنِ هٰذَا مُقْنِعٌ يَا أَبَا حَنِيْفَةَ قَالَ أَلَا إِنَّ فِيْهِ خَصْلَةً قَالَ وَمَا هِيَ قَالَ يَهُوْدِيٌّ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَأْمُرُنِيْ أَنْ أُزَوِّجَ ابْنَتِيْ مِنْ يَهُوْدِيٍّ؟ قَالَ لَا تَفْعَلْ؟

Marfat.com

قَالَ لَا قَالَ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَ ابْنَتَيْهِ مِنْ يَهُودِيٍّ؟ قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِنِّي تَائِبٌ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۴)

ترجمہ:

محمد بن عبدالرحمان کہتے ہیں۔ کوفہ میں ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہودی کہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اُس کے پاس آئے۔ اور کہا کہ میں تیرے پاس ایک آدمی کی طرف سے اس لیے آیا ہوں۔ کہ تیری بیٹی کا وہ خواستگار ہے۔ آدمی شریف، غنی، حافظ القرآن اور سخی ہونے کے علاوہ ایک رکعت میں ساری رات گزار دینے والا ہے۔ اللہ کے خوف سے بہت رونے والا ہے اس نے یہ سن کر کہا۔ کہ میں اس سے کم خوبیوں والے پر بھی اکتفا کر سکتا ہوں۔ امام ابوحنیفہ نے کہا اس میں ایک اور خصلت بھی ہے پوچھا وہ کون سی؟ کہا کہ وہ یہودی ہے کہنے لگا۔ سبحان اللہ! تو مجھے ایک یہودی سے اپنی بیٹی بیاہنے کو کہتا ہے۔؟ پوچھا۔ اچھا پھر تو ایسا نہیں کرے گا۔ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں یہودی کے نکاح میں دی تھیں۔؟ یہ سن کر اس نے استغفار کی۔ اور کہنے لگا۔ میں اللہ عزوجل کے ہاں تائب ہوتا ہوں۔

☆

Marfat.com

۴ آپ کے اساتذہ کرام

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی اُوَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ الرَّبِیْعَ بْنَ یُوْنُسَ یَقُوْلُ دَخَلَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ یَوْمًا عَلَی الْمَنْصُوْرِ وَعِنْدَہٗ عِیْسٰی بْنُ مُوْسٰی فَقَالَ لِلْمَنْصُوْرِ ھٰذَا عَالِمُ الدُّنْیَا الْیَوْمَ فَقَالَ لَہٗ یَا نُعْمَانُ عَمَّنْ اَخَذْتَ الْعِلْمَ قَالَ عَنْ اَصْحَابِ عُمَرَ وَعَنْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ وَعَنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَمَا کَانَ فِیْ وَقْتِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَعْلَمُ مِنْہُ قَالَ لَقَدِ اسْتَوْثَقْتَ لِنَفْسِکَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۴)

ترجمہ:

ابن ابی اویس نے ہمیں بتایا۔ کہ میں نے ربیع بن یونس سے سنا۔ کہ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خلیفہ منصور کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں عیسیٰ بن موسےٰ بھی تشریف فرما تھے

Marfat.com

انہوں (عیسیٰ بن موسیٰ) نے منصور سے کہا۔ کہ یہ شخص (ابو حنیفہ) اس وقت کا عالم یکتا ہے منصور نے آپ سے پوچھا۔ اے ابو حنیفہ! تم نے کن حضرات سے حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے حضرت عمر کے ساتھیوں کے ذریعہ حضرت عمر کا علم، حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھیوں سے حضرت علی کا علم اور حضرت عبداللہ بن عباس کے ساتھیوں سے ان کا علم حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس جس دور میں تھے۔ اس وقت روئے زمین پر ان سے بڑا عالم نہ تھا۔ یہ سن کر منصور نے کہا پھر تو تم نے اپنی ذات کو باوثوق بنالیا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی اجمالاً پڑھے۔ گویا آپ کی شخصیت میں علم فاروق اعظم، علم مرتضیٰ اور علم ابن عباس جمع تھا۔ یہی جامعیت تھی۔ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کو کہنا پڑا۔ کُلُّ فَقِیْہٍ عِیَالٌ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ تمام فقہاء اسلام حضرت امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں۔ نجفی شیعی وغیرہ کو جو اپنے آپ کو محبانِ علی اور عاشقانِ اہل بیت کہتے ہیں۔ انہیں تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت ہونی چاہیے تھی۔ کیونکہ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور حضرت عباس کے فرزند ارجمند جناب عبداللہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں۔ لیکن انہیں بغض و حسد نے کہیں کا نہ چھوڑا۔

Marfat.com

۵/ امام اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مظہر

تاریخ بغداد:

عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلًا وَفِیْ حَدِیْثِ الْقُصْرِیْ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ اِسْمُہٗ نُعْمَانُ وَکُنْیَتُہٗ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ۔ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ص ۳۳۵)

ترجمہ:

ابوسلمہ نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں ایک مرد ہوگا۔ اور حدیث القصری کے الفاظ کے مطابق فرمایا۔ میری امت میں ایک مرد نعمان نامی ہوگا۔ اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔

Marfat.com

۶۔ قیامت سے قبل امام ابو حنیفہ رض کے علم کا ظہور ہو گا۔

تاریخ بغداد:

محمد بن حفص عن الحسن ابن سلیمان
اَنَّهٗ قَالَ فِیْ تَفْسِیْرِ الْحَدِیْثِ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ
حَتّٰی یَظْهَرَ الْعِلْمُ قَالَ هُوَ عِلْمُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَتَفْسِیْرُهُ
الْاٰثَارَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۶)

ترجمہ:

محمد بن حفص جناب حسن بن سلیمان سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حدیث لا تقوم الساعۃ (قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک علم ظاہر نہ ہو گا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس علم سے مراد "علم ابی حنیفہ" ہے۔ اور آثار صحابہ کرام کی جو انہوں نے تفسیر کی ہے۔ وہ مراد ہے۔

Marfat.com

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ آپ نے صحابہ کرام اور انہوں نے تابعین

اور انہوں نے ابو حنیفہ کو منتقل کیا۔

تاریخ بغداد

قَالَ حَنَفُ بْنُ اَيُّوْبَ صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَارَ اِلٰى اَصْحَابِهِ ثُمَّ صَارَ اِلَى التَّابِعِيْنَ ثُمَّ صَارَ اِلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهِ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْضَ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَسْخَطْ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۶)

ترجمہ:

حنف ابن ایوب کا کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو اور اصحاب پیغمبر نے تابعین کرام کو علم منتقل کیا اور پھر یہ علم امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں آیا۔ سو یہ سن کر جو چاہے خوش ہو۔ اور جس کی مرضی ناراض ہو جائے۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

ان روایات سے معلوم ہوا۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وہ سراج امت محمدیہ" ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو چند واسطوں سے ان کو عطاء فرمایا۔ اس پر بغض و حسد والے (نجفی اینڈ برادرز) اگر ناراض ہوتے ہیں۔ تو ان کی اپنی بدبختی ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی دعاء کا صدقہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی برکت ہے۔

۸۔ مسند حدیث پر بیٹھے ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حوصلہ اور بردباری

تاریخ بغداد: (چونکہ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔ اس لیے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ:

حمانی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت ابن المبارک کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کس قدر با وقار ہوا کرتی تھی۔ فقہاء کرام سے ملتی جلتی تھی۔ خود امام ابو حنیفہ شکل و صورت کے اعتبار سے خوبصورت تھے۔ کپڑے اچھے اچھے پہنا کرتے تھے۔ ہم ایک دن مسجد جامع میں ان کی مجلس میں تھے۔ اچانک آپ کی گود میں اوپر سے ایک سانپ آگرا۔ آپ کے سوا تمام حاضرین بھاگ نکلے۔ میں نے صرف اتنا دیکھا۔

Marfat.com

کہ امام ابوحنیفہ نے صرف اس کو اپنی گود سے جھاڑ دیا لیکن اپنی جگہ سے آپ ادھر ادھر ہرگز نہیں ہوئے

نوٹ: یہی عبداللہ بن مبارک ہیں۔ کہ جن کی طرف نجفی شیعی نے ایک ایسی بات کی نسبت کر دی جس سے امام اعظم پر اعتراض وطعن ثابت کرنا چاہا۔ اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔

۹۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ان کے ہم عصر علماء کے نزدیک

تاریخ بغداد:

سَمِعْتُ اَبَا يَحْيٰى الْحِمَّانِي يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ رَجُلًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَبِي حَنِيْفَةَ .... سَمِعْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ يَقُوْلُ اَبُوْحَنِيْفَةَ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ ...... قَالَ قِيْلَ لِلْقَاسِمِ بْنِ مَعْنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنْ غِلْمَانِ اَبِي حَنِيْفَةَ

قَالَ مَا جَلَسَ النَّاسُ اِلٰى اَحَدٍ اَنْفَعَ مِنْ مُجَالَسَةِ اَبِي حَنِيْفَةَ

تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۳
ص ۳۴۷)

Marfat.com

ترجمہ:

(علی بن سالم عامری سامری کا کہنا ہے کہ) میں نے ابو یحییٰ حمانی کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے ابو حنیفہ سے بہتر کوئی دوسرا آدمی ہرگز نہیں دیکھا منجاب نے کہا۔ میں نے ابو بکر بن عیاش کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ ابو حنیفہ اپنے دور کے تمام علماء سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ قاسم بن معن سے پوچھا گیا۔ کہ کیا تم ابو حنیفہ کے خادموں میں اپنے آپ کو شمار کرنے میں راضی ہو۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ابو حنیفہ کی سی نفع بخش مجلس لوگوں کو ——— دوسرے کے ہاں کیسے ملے گی۔ (یعنی میں ابو حنیفہ کے غلمان میں داخل ہونا پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ ان کی مجلس دیگر تمام مجالس سے زیادہ نفع بخش ہے)

۱۰۔ امام اوزاعی کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تأثرات

تاریخ بغداد:

قِيلَ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ هَلْ رَأَيْتَ أَبَا حَنِيفَةَ قَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَجُلاً لَوْ كَلَّمَكَ فِي هٰذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهِ..... قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ سَعْدُونَ بْنَ أَبِي الطُّوسِي يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ

Marfat.com

يَقُولُ قَدِمْتُ الشَّامَ عَلَى الْاَوْزَاعِي فَرَاٰنِيْ بِبَيْرُوْتَ فَقَالَ لِيْ يَا خُرَاسَانِيُّ مَنْ هٰذَا الْمُبْتَدِعُ الَّذِيْ خَرَجَ بِالْكُوْفَةِ يُكْنٰى اَبَا حَنِيْفَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِيْ فَاَقْبَلْتُ عَلٰى كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَاَخْرَجْتُ مِنْهَا مَسَائِلَ مِنْ جِيَادِ الْمَسَائِلِ وَبَقِيْتُ فِيْ ذَالِكَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَجِئْتُ يَوْمَ الثَّالِثِ وَهُوَ مُؤَذِّنٌ بِمَسْجِدِهِمْ وَاِمَامُهُمْ اَلْكِتَابُ فِيْ يَدَيَّ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ هٰذَا الْكِتَابُ فَنَاوَلْتُهُ فَنَظَرَ فِيْ مَسْئَلَةٍ مِنْهَا رَقَعْتُ عَلَيْهَا قَالَ النُّعْمَانُ فَمَا زَالَ قَائِمًا بَعْدَ مَا اَذَّنَ حَتّٰى قَرَاَ صَدْرًا مِنَ الْكِتَابِ ثُمَّ وَضَعَ فِيْ كُمِّهِ ثُمَّ اَقَامَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَخْرَجَ الْكِتَابَ حَتّٰى اَتٰى عَلَيْهَا فَقَالَ لِيْ يَا خُرَاسَانِيُّ مَنِ النُّعْمَانُ ابْنُ الْكِتَابِتُ هٰذَا قُلْتُ شَيْخٌ لَقِيْتُهُ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ هٰذَا نَبِيْلٌ مِنَ الْمَشَائِخِ اِذْهَبْ فَاسْتَكْثِرْ مِنْهُ قُلْتُ هٰذَا اَبُوْحَنِيْفَةَ الَّذِيْ نَهَيْتَ عَنْهُ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۸)۔

ترجمہ:

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کیا آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا ہے

Marfat.com

فرمایا۔ ہاں۔ ایک ایسا آدمی پایا۔ کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے۔ (یعنی وہ سونے کا ہو نہ) تو اپنی قوت فقاہت و حجت سے اسے سونے کا ثابت کر دکھائے گا......فضل بن عبد الجبار کہتا ہے کہ میں نے ابوعثمان حمدون بن ابی الطوسی کو کہتے سنا۔ انہوں نے جناب عبد اللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا۔ کہ میں ایک مرتبہ شام گیا۔ اور بیروت کے شہر میں میری ملاقات امام اوزاعی سے ہوئی۔ دوران گفتگو انہوں نے پوچھا۔ اے خراسانی! ابوحنیفہ کنیت کا ایک شخص کوفہ میں کچھ نئی باتیں کر رہا ہے۔ یہ بدعتی کون ہے۔؟ امام اوزاعی کی یہ بات سن کر میں (عبد اللہ بن مبارک) اپنے گھر آگیا۔ جہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ گھر آکر میں نے امام ابوحنیفہ کے بیان کردہ مسائل میں سے چند اچھے مسئلے منتخب کیے اور تین دن کے بعد پھر امام اوزاعی کو دیئے۔ امام اوزاعی وہاں ایک مسجد کے مؤذن اور امام تھے۔ میرے ہاتھوں میں کچھ اوراق تھے دیکھ کر پوچھا۔ یہ کیسی کتاب ہے؟ میں نے وہ کاغذ اوزاعی کو دیئے۔ انہوں نے اس میں سے ایک مسئلہ پر نظر ڈالی جس پر یہ الفاظ تحریر تھے۔ قال النعمان۔ اذان دینے کے بعد کھڑے کھڑے انہوں نے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا۔ پھر تھیلے میں کتاب ڈالی اور نماز ادا فرمائی نماز سے فارغ ہونے پر پھر اسے پڑھنا شروع کیا۔ بالآخر پوچھنے لگے۔ اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں کہا۔ ایک شیخ (استاد) ہیں۔ میں انہیں عراق ملا تھا۔ تو امام اوزاعی نے فرمایا۔ کہ یہ شخص مشائخ کرام میں بڑا ذی علم اور صاحب عزم و ہمت ہے۔ اس سے جاکر اور بھی پڑھنا۔ اور کسب فیض کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ وہی ابوحنیفہ ہے

Marfat.com

کہ جس سے آپ نے منع کیا تھا۔

امام اعظم کو وسیلہ بنانے والے پر خوف نہیں رہتا

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ابو غسان کہتے ہیں۔ میں نے اسرائیل سے سُنا۔ انہوں نے کہا۔ کہ نعمان بن ثابت بہترین آدمی تھے۔ ہر وہ حدیث جس میں فقہ کا کوئی تعلق تھا۔ اس کا حافظ امام موصوف سے بڑھ کر کوئی نہ ہوا۔ اس میں بہت زیادہ غور و خوض کرنے اور فقہی مسائل کا استنباط کرنے والا ان سے زیادہ عالم و فقیہہ کوئی نہ تھا۔ انہوں نے حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے علم سیکھا۔ اور اُسے احسن طریقہ سے یاد کیا۔ امام موصوف کے زمانہ کے امراء وزراء اور خلفاء ان کی بہت زیادہ تکریم و اکرام کرتے تھے۔ تفقہ فی الدین کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کو کسی مسئلہ میں غور و فکر کرتے دیکھتا۔ تو آپ کا فریفتہ ہو جاتا۔ اور مسعر بن کدام کا کہنا ہے۔ جس نے ابو حنیفہ کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنایا۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ خوف حشر سے بچ جائے گا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۹)

Marfat.com

۱۴۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ جناب ابوبکر بن عیاش سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سفیان ثوری کا بھائی جب فوت ہوا۔ تو ہم چند لوگ اس کی تعزیت کے لیے گئے۔ بہت سے لوگ تعزیت کے لیے پہلے سے موجود تھے۔ ان میں ایک عبداللہ بن ادریس بھی تھے کچھ دیر بعد امام ابوحنیفہ مع چند افراد وہاں تشریف لائے۔ جناب ثوری رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ اور اپنی مسند پر بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں۔ کہ یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا میرے غصہ کے آثار دیکھ کر ابن ادریس نے مجھے کہا۔ افسوس ہے تم پر۔ مختصر یہ کہ ہم وہاں بیٹھے رہے۔ تعزیت کو آنے والے جب تقریباً سبھی جا چکے۔ تو میں (ابوبکر بن عیاش) نے عبداللہ بن ادریس کو رُکنے کے لیے کہا۔ وہ رُک گئے۔ بالآخر ہم نے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے ابوحنیفہ کی اس تعظیم کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ تمہیں غصہ کیوں آیا۔ اور میرا ایسا کرنا ناپسند کیوں کیا

Marfat.com

هٰذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ فَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِسِنِّهِ قُمْتُ لِفِقْهِهِ وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِفِقْهِهِ قُمْتُ لِوَرَعِهِ فَأَفْحَمَنِي فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي جَوَابٌ۔

یعنی یہ وہ مرد ہے۔ کہ اس کا علم میں ایک خاص مقام ہے۔ اگر علم کی وجہ سے میں نہ اٹھتا تو میں ان کی عمر کی وجہ سے تعظیم کرتا۔ (کیونکہ وہ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں) اگر عمر کو بھی چھوڑ دیں۔ تو میں ان کی فقاہت کے پیش نظر ان کی تعظیم کرتا۔ یہ بھی نہ ہی تو میں ان کے تقوے کی خاطر قیام کرتا۔ یہ کہہ کر سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے لاجواب کر دیا۔

(جلد ۱۳ ص ۳۴۱)

۱۳ — بے مثال فقیہہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

محمد بن مزاحم کہتے ہیں۔ میں نے جناب عبداللہ بن مبارک کو کہتے سنا کہ میں نے سب سے بڑا عابد، سب سے بڑا پرہیزگار سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہہ دیکھا ہے: "سب سے بڑا عابد" عبدالعزیز بن ابی رواد، سب سے بڑا پرہیزگار فضیل بن عیاض، سب سے بڑا عالم سفیان ثوری اور سب سے بڑا فقیہہ ابو حنیفہ ہیں۔ (میں نے ان تمام حضرات کی زیارت کی ہے) (جلد ۱۳ ص ۳۴۲، ۳۴۳)

Marfat.com

۱۴۔ پسندیدہ رائے والا

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

یحییٰ بن معین کا کہنا ہے۔ کہ یحییٰ بن سعید قطان کہا کرتے تھے۔ وہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اچھی رائے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

۱۵۔ تمام فقہاء کرام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ربیع کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام شافعی کو کہتے سُنا۔ وہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا...... جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے۔ اس کے لیے ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

(جلد ۱۳ ص ۳۴۶)

Marfat.com

۱۶۔ بہت بڑے متقی اور فقیہہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی متقی اور فقیہہ نہیں دیکھا۔ (جلد ۱۳ ص ۳۴۷)

۱۷۔ خوفِ خدا کے آثار والا چہرہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم نے امام ابوحنیفہ کی مجلس کی۔ ان سے سماعت کی۔ بخدا! جب بھی دیکھا۔ تو مجھے ان کے چہرہ پر اللہ تعالیٰ کے خوف کے آثار نمایاں نظر آتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

روایات بالا سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اعلم الناس، افقہ الناس شیخ المشائخ اور مکرم معظم ہونا ثابت ہے۔ وہ زہد و ورع کے پیکر تھے۔ اور امام الائمہ تھے۔ ان تمام صفات کے پیش نظر اگر کوئی ان کی ذات پر طعن کرتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر بے بصیرت، اور کور باطن کون ہو سکتا ہے؟ ان پر لعنت بھیجنے والا خود ملعون ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ

Marfat.com

۱۸۔ دنیا کو ٹھکرا دینے والے

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَحْمَدَ خُزَاعِي قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ مُزَاحِمٍ يَقُوْلُ بَذَلْتُ الدُّنْيَا لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فَلَمْ يُرِدْهَا وَضُرِبَ عَلَيْهَا بِالسِّيَاطِ فَلَمْ يَقْبَلْهَا۔

(جلد ۱۳ ص ۳۲۲)

ترجمہ:

ابراہیم بن احمد خزاعی کہتے ہیں۔کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا۔ کہ سہیل بن مزاحم کہتے تھے۔دنیا ابوحنیفہ کے سامنے پیش کر دی گئی لیکن انہوں نے اس کے قبول کرنے کا ارادہ تک نہ کیا۔اور اس کی خاطر آپ کو دُرّے لگائے گئے۔پھر بھی قبول نہ کیا۔

وضاحت:

کچھ لوگوں کا خیال ہے۔کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے محض اپنی شہرت کی خاطر اجتہاد میں غلو کیا۔اُن کے لیے یہ روایت کافی ہے۔آپ کو دنیا پیش کی گئی لیکن ٹھکرا دیا۔خلیفہ منصور نے آپ کو دنیاوی بڑا عہدہ "قاضی" پیش کیا۔آپ نے اس سے جس طرح پہلو تہی کی۔اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔شہرت تلاش کرنے والا تو ایسے مواقع

Marfat.com

ڈھونڈتا ہے۔ نہ یہ کہ ان مواقع کو ٹھکراتا ہے۔

۱۹۔ امام ابو حنیفہ کا زہد و تقویٰ

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُحْيِي اللَّيْلَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيْ رَكْعَةٍ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۵۴)

ترجمہ:

ہمیں حفص بن عبدالرحمٰن نے بتلایا۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تیس سال تک ایک رکعت (دو نفل) میں پورا قرآن کریم پڑھتے رہے۔ آپ کی شب بیداری کا یہ عالم تھا۔

۲۰ چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا فرمائی

تاریخ بغداد:

حماد بن قریش کا کہنا ہے کہ میں نے اسد بن عمرے سے سنا کہ امام ابوحنیفہ کے متعلق مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے۔ کہ انہوں نے چالیس سال

Marfat.com

متواتر عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ اور رات کو خوفِ خدا سے اس قدر روتے۔ کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ پر ترس آجاتا۔

(جلد ۱۳ ص ۳۵۴)

۲۱- ایک روایت کے مطابق پینتالیس سال تک ایک وضوء سے پانچوں نمازیں ادا کرتے رہے

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

منصور بن ہاشم کہتا ہے۔ کہ میں قادسیہ میں جناب عبداللہ بن مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک آدمی کوفہ سے وہاں آیا۔ اور اس نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہنے شروع کر دیئے۔ اس پر عبداللہ بن مبارک نے اُسے کہا۔ تو برباد ہو جائے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ جس نے پینتالیس سال تک پانچوں نمازیں ایک وضوء سے ادا کیں۔ اور دو رکعتوں میں پورا قرآن کریم ختم کر دیا کرتا ہے۔ اور میں نے تمام فقہ اسی سے سیکھی۔ جو تم میرے اندر دیکھ رہے ہو۔

(جلد ۱۳ ص ۳۵۵)

Marfat.com

۲۲۔ شب بیداری میں آپ کا مقام

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہیں جا رہے تھے۔ کہ دو آدمیوں کی گفتگو ہم نے سُنی۔ اُن میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ کہ دیکھو وہ ابو حنیفہ جا رہا ہے۔ جو رات کو نہیں سوتا۔ یہ سُن کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میری طرف سے ایسی کوئی بات لوگوں میں نہ بیان کی جائے۔ جو میرے اندر نہیں ہے۔ حالانکہ آپ واقعی پوری پوری رات نماز اور گریہ وزاری میں گزار دیا کرتے تھے ....

ابو جویریہ کا کہنا ہے۔ کہ مجھے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی صحبت میسر رہی۔ اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان سے بہتر شب بیداری والا کوئی بھی میں نے نہیں دیکھا۔ کئی مہینے گزر گئے لیکن میں نے انہیں زمین سے پہلو لگاتے نہ دیکھا۔ (یعنی سوتا ہوا نہ دیکھا)

Marfat.com

۲۲ آپ کی عبادت اور تدریسی مصروفیات

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

جناب مسعر بن کدام کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسجد میں آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ فارغ ہوئے۔ تو علم پڑھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا۔ ظہر کی نماز ادا کر کے عصر تک پڑھایا عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ یہ شخص سارا دن درس و تدریس میں گزار دیتا ہے۔ صرف فرضی نماز ادا کرتا ہے۔ رات کو اس سے عبادت نہیں ہوتی ہوگی۔ کیونکہ تھک جاتا ہوگا۔ لہذا میں اس خیال کی تسلی چاہتا تھا۔ عشاء کے بعد جب اکتساب علم کرنے والے چلے گئے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ امام ابو حنیفہ مسجد میں نماز کے لیے کھڑے ہوئے اس قدر قیام اللیل فرمایا۔ کہ صبح ہو گئی۔ نماز صبح سے تھوڑا سا پہلے گھر تشریف لے گئے۔ کپڑے تبدیل کیے۔ اور پھر وہی کل والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دن دو دن تین دن اور تین راتیں گزر گئیں اب ان حالات کے پیش نظر میں نے اپنے دل سے معاہدہ کر لیا۔ کہ اس شخص کا دامن نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس انتقال کر

Marfat.com

جاؤں۔ یہ کہہ کر میں نے آپ کی مسجد میں آپ کے ساتھ رہنے کا التزام کر لیا۔

تاریخ بغداد:

قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُعَاذٍ فَبَلَغَنِیْ اَنَّ مُسْعِرًا مَاتَ فِیْ مَسْجِدِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ سُجُوْدِہٖ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۵۶)

ترجمہ:

ابن ابی معاذ کہتے ہیں۔ کہ مجھے اطلاع ملی۔ کہ جناب مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال امام ابو حنیفہ کی مسجد میں بحالت سجدہ ہوا۔

۲۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی سنت کا امام اعظم کے ہاں مرتبہ و مقام

تاریخ بغداد:

وَ کَانَ اِذَا وَرَدَتْ عَلَیْہِ مَسْئَلَةٌ فِیْهَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ اِتَّبَعَہٗ وَاِنْ کَانَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَ اِلَّا قَاسَ وَاَحْسَنَ الْقِیَاسَ ...... حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَلِیْدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا یُوْسُفَ یَقُوْلُ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِتَفْسِیْرِ الْحَدِیْثِ وَمَوَاضِعِ

Marfat.com

النُّکَتِ الَّتِیْ فِیْهِ مِنَ الْفِقْهِ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔

(جلد ۱۳ ص ۳۴۰)

ترجمہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا۔ کہ جب آپ کے ہاں کوئی مسئلہ پیش ہوتا اور اگر کوئی صحیح حدیث اس بارے میں مل جاتی۔ تو اس کی اتباع کرتے۔ اور اگر صحابہ کرام اور تابعین سے اس بارے میں کچھ مل جاتا۔ تو بھی اسی کی اتباع کرتے۔ بصورت دیگر قیاس فرماتے۔ اور آپ کا قیاس بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا۔۔۔۔۔۔ بشر بن الولید نے کہا۔ کہ میں نے امام ابو یوسف کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں نے حدیث کی تشریح و تفسیر اور اس میں فقہی باریکیاں جاننے والا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔

۱۲۵ امام اعظم کی خداداد صلاحیت

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَغْلَسٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَمَاعَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا یُوْسُفَ یَقُوْلُ مَا خَالَفْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ فَتَدَبَّرْتُهُ اِلَّا رَاَیْتُ مَذْهَبَهُ الَّذِیْ ذَهَبَ اِلَیْهِ اَنْجٰی فِی الْاٰخِرَةِ وَکُنْتُ رُبَمَا مِلْتُ اِلٰی

Marfat.com

الْحَدِيْثِ وَكَانَ هُوَ اَبْصَرَ بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ مِنِّيْ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۰)

ترجمہ:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے خلاف قول کیا۔ پھر میں نے اس میں خوب غور و خوض کیا۔ تو مجھے یہی نظر آیا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہی ایسا ہے۔ جو آخرت میں زیادہ نجات دہندہ ہے۔ اور یوں بھی کئی مرتبہ ہوا کہ میں کسی حدیث کی طرف مائل ہوا۔ لیکن حال یہ تھا کہ امام صاحب صحیح حدیث کی جان پہچان میں مجھ سے بہت آگے تھے۔

۲۶ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کا مقام و مرتبہ

تاریخ بغداد:

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدِ الْقَطَّانَ يَقُوْلُ لَا نَكْذِبُ اللّٰهَ رُبَمَا اَخَذُ بِالشَّيْئِ مِنْ رَأْيِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ...... يَقُوْلُ لَا نَكْذِبُ اللّٰهَ مَا سَمِعْنَا اَحْسَنَ مِنْ رَأْيِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَلَقَدْ اَخَذْنَا بِاَكْثَرِ

Marfat.com

اَقْوَالِہٖ قَالَ یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ وَکَانَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ یَذْھَبُ بِہٖ فِی الْفَتْوٰی اِلٰی قَوْلِ الْکُوْفِیِّیْنَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۵)

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید قطان نے کہا۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہتے۔ ایسا بارہا ہوا۔ کہ ہم نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا۔ ایک اور جگہ کہا۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہتے۔ ہم نے رائے کے اعتبار سے امام اعظم سے بڑھ کر اچھی رائے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ ہم ان کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے۔ کہ یحییٰ بن سعید فتویٰ دینے میں اہل کوفہ کا مذہب اختیار کرتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور حدیث دانی کا کیا مرتبہ و مقام ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس قدر اس کے قائل تھے۔ کہ روز آخر آپ کی فقہ کو نجات دہندہ کہہ رہے ہیں۔ اور پھر یحییٰ بن سعید القطان ایسا ناقد محدث بھی آپ کے اقوال کو اپنا مذہب بنا رہا ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں معلوم ہوا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قیاس اور آپ کی رائے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایسے نابغۂ روزگار پر الزامات دھرنا بے عقلی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

Marfat.com

۲۷ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

تاریخ بغداد:

الحسن ابن زیاد قال رأی ابو حنیفۃ علی بعض جلسائہ ثیاباً رثۃ فامرہ فجلس حتی تفرق الناس وبقی وحدہ فقال لہ ارفع المصلی وکان تحتہ الف درہم فقال لہ خذ ھذہ الدراھم فغیّر بھا من حالک۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۱)

ترجمہ:

حسن ابن زیاد کہتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس میں ایک شخص کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ تو اس کو فرمایا۔ بیٹھے رہنا۔ جب حاضرین چلے گئے۔ اور وہ اکیلا رہ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرا مصلیٰ اٹھاؤ۔ اور اس کے نیچے سے جو کچھ ملے۔ لے لو۔ اس شخص نے مصلیٰ اٹھایا اور دیکھا کہ اس کے نیچے ایک ہزار درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لے جاؤ۔ اور اپنی حالت کو ذرا بہتر بنا لو۔

Marfat.com

۲۸ ضرورت مندوں کا خیال

تاریخ بغداد:

سعید اللغمی قال سمعت حفص بن حمزۃ القرشی یقول کان أبو حنیفۃ ربما مر به الرجل فیجلس إلیه بغیر قصد ولا مجالسۃ فإذا قام سأل عنه فإن کانت به فاقۃ وصله وإن مرض عاده حتی یجره إلی مواصلته وکان أکرم الناس مجالسۃ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۰)

ترجمہ:

سعید لغمی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حفص بن حمزہ قریشی سے سُنا۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کے قریب سے اگر کوئی آدمی گزرتا۔ اور بلا ارادہ وہاں بیٹھ جاتا۔ تو آپ فارغ ہونے پر اس سے پوچھتے۔ اگر وہ اپنی تنگدستی اور فاقہ زدگی بیان کرتا۔ تو آپ اس کی مدد فرماتے۔ اور اگر بیماری کا اظہار کرتا۔ تو اس کی عیادت فرماتے۔ پھر آپ دیر تک اُن لوگوں کو عطیات پہنچاتے رہتے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس سب سے زیادہ کرم و بخشش کی مجلس ہوتی۔

Marfat.com

۲۹- احسان وحاجت روائی

تاریخ بغداد:

اسماعیل بن یوسف سنمبری قال سَمِعْتُ اَبَا یُوْسُفَ یَقُوْلُ کَانَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَا یَکَادُ یُسْئَلُ حَاجَۃً اِلَّا قَضَاهَا فَجَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ لَہٗ اِنَّ لِفُلَانٍ عَلَیَّ خَمْسُمِائَۃِ دِرْھَمٍ وَ اَنَا ضَیِّقٌ فَسَلْہُ یَصْبِرْ عَنِّیْ وَ یُؤَخِّرْ لِیْ بِھَا فَکَلَّمَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ صَاحِبَ الْمَالِ فَقَالَ صَاحِبُ الْمَالِ ھِیَ لَہٗ قَدْ اَبْرَأْتُہٗ مِنْھَا فَقَالَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْھَا فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَیْسَ الْحَاجَۃُ لَکَ وَ اِنَّمَا الْحَاجَۃُ لِیْ قَضَیْتُ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۱)

ترجمہ:

اسماعیل بن یوسف سنبری کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی۔ کہ جب بھی کوئی آپ سے سوال کرتا۔ تو آپ پورا فرما دیتے۔ اسی طرح ایک آدمی آپ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ فلاں آدمی کے مجھ پر پانچ سو درہم قرضہ ہے۔ لیکن میں تنگدست ہوں۔ ابھی ادا نہیں کر سکتا

Marfat.com

آپ اس سے کہیں۔ کہ ابھی مجھ سے نہ مانگے۔ اور کچھ مہلت دیدے۔ یہ سُن کر امام اعظم اس قرض دینے والے کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اس سے گفتگو کی۔ وہ کہنے لگا۔ میں نے وہ پانچ صد درہم اُسے بخش دیئے۔ میں نے قرض سے اس کو بے باک کر دیا۔ یہ سُن کر مقروض نے کہا مجھے اس بخشش کی ضرورت نہیں۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اچھا اگر چہ تمہیں ضرورت نہیں۔ لیکن مجھے تو ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کی طرف سے رقم ادا کر دی۔

۲۰۔ خوفِ خدا سے رونا اور دوزخ سے بچاؤ کی دعائیں

تاریخ بغداد:

یزید بن الکمیت کہتے ہیں۔ (جو بہترین آدمی تھے) کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ علی ابن حسین نے ایک دن ہمیں نماز عشاء پڑھائی۔ اور اس میں سورت اذا زلزلت الارض کی تلاوت کی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ جب نماز ادا ہو چکی۔ اور لوگ مسجد سے نکل گئے تو میں نے دیکھا۔ کہ امام ابو حنیفہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے اس سورت کی آیات میں غور و فکر کر رہے ہیں۔ اور سانس پھولی ہوئی ہے۔ میں نے یہ دیکھ کر دل میں کہا۔ کہ مجھے اب یہاں سے چلے جانا چاہیئے۔

Marfat.com

تاکہ میری وجہ سے ان کا دل پریشان نہ ہو۔ لہٰذا میں نکل گیا۔ اس وقت قندیل روشن تھی۔ اور اس میں تھوڑا سا تیل تھا۔ میں دوبارہ طلوعِ فجر کے وقت آیا۔ تو دیکھا۔ کہ امام اعظم کھڑے ہیں۔ آپ نے اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے پکڑی ہوئی ہے۔ اور کہہ رہے ہیں۔ "اے وہ ذات! جو ایک ایک ذرہ نیکی کی جزا دے گی۔ اور ایک ایک ذرہ برائی کی سزا دے گی۔ اپنے بندے نعمان کو دوزخ کی آگ سے بچا لے،، (جلد ۱۳ ص ۳۵۷)

۳۱ خشوع وخضوع کی ایک جھلک

تاریخ بغداد:

قال حدثنی قاسم بن معین ان اباحنیفۃ قام لیلۃ بھذہ الآیۃ ربل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھیٰ وامرّ) یرددھا ویبکی ویتضرع

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۵۷)

ترجمہ:

قاسم بن معین کہتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ رات بھر کھڑے اس ایک آیت کی تلاوت کرتے رہے۔ اسے بار بار پڑھتے اور روتے اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے رہے۔ آیت یہ ہے بل الساعۃ موعدھم الخ بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے۔

Marfat.com

اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت ہے

تاریخ بغداد سے چند اقتباسات پیش کر کے ہم اپنے مضمون کو آگے چلاتے ہیں۔ لیکن ان اقتباسات کے آخر میں چند باتیں ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے اب چند گزارشات ملاحظہ ہوں۔

الحاصل:

"تاریخ بغداد،، میں سے ہم نے پچیس کے قریب وہ حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ جن سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ہر گوشہ کو تقریباً بیان کیا گیا ہے۔ ان حوالہ جات سے قبل ہم نے نجفی شیعی کے وہ اعتراض والزام جو اسی کتاب سے نقل کیے گئے۔ اُن کے جواب تحریر کیے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا۔ کہ قارئین کرام تصویر کے دونوں رُخ دیکھ کر کسی فیصلہ پر پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف میں اعتراض والی جو روایات ذکر کیں۔ اُن کی توثیق و تصدیق کا بیڑا نہیں اٹھایا۔ اس امر کی تصریح خطیب بغدادی نے اپنے قلم سے اسی کتاب میں کر دی ہے۔ جب خطیب بغدادی خود ایسی روایات کا ذمہ نہیں لیتے۔ تو پھر نجفی شیعی کو کیا حق تھا۔ کہ ان روایات کا سہارا لے کر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرتا۔ اگر نجفی میں کچھ بھی عدل و انصاف ہوتا۔ تو ان روایات کے ساتھ اُن روایات کا بھی ذکر کر دیتا۔ جو خطیب بغدادی نے مختلف حضرات سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ذکر کیں۔ لیکن ایسا جان بوجھ کر نہ کیا گیا۔ کیونکہ نجفی کو کوئی معلوم تھا کہ اگر میں نے وہ روایات بھی ذکر کر دیں۔ جن میں امام ابو حنیفہ کی تعریف کی گئی ہے تو بجائے اس کے کہ میں قارئین کو اُن سے متنفر کرنا چاہوں۔ اُلٹے وہ امام ابو حنیفہ کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ اس حسد و بغض کی آگ نے اس کی آنکھیں چندھیا دیں اور

Marfat.com

حق بینی سے محروم رکھا۔ چلو اگر وہ تعریفی روایات نہ بھی ذکر کرتا۔ تو کم از کم ان اعتراض والی روایات کے متعلق جو محشی نے لکھا تھا۔ وہی ساتھ بیان کر دیتا۔ انصاف و دیانت کا تقاضا یہی تھا۔ لیکن یہ دولت "حجۃ الاسلام" کو کہاں نصیب۔

ہم ذرا اور نرم لہجہ میں یوں بھی کہہ لیتے ہیں۔ کہ وہ ایسی روایات ذکر نہ ہی کرتا۔ جن میں امام ابو حنیفہ کی مدح و تعریف تھی۔ اور نہ ان الزامات والی روایات کا حاشیہ ہی نقل کرتا۔ کم از کم اپنے الزام کو پختہ کرنے کے لیے ان الزامی روایات کے راویوں کے کتب اسمائے رجال میں حالات پڑھ کر ان کی حیثیت تو بتلا دیتا۔ تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا۔ لیکن تحقیق نام کی کوئی چیز بھی تو بے چارے نجفی کے پاس نہیں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر جرح کرنے تو بیٹھ گیا۔ لیکن بدحواسی اور حسد کا یہ عالم ہے۔ کہ اصل بھی یاد نہ رہا۔ یعنی یہ کہ کسی پر جرح دلیل کے بغیر ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ آخر میں ہم اس سلسلہ میں خطیب بغدادی کی تصنیف "الکفایہ فی علم الروایہ" سے جرح اور تنقید کے متعلق اس کا اپنا نظریہ ذکر کرتے ہیں۔

الکفایۃ فی علم الروایۃ:

کتاب مذکورہ میں خطیب بغدادی نے امام مالک بن انس، سفیان ثوری سے یحییٰ بن معین تک کے حضرات کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ جو لوگ استقامتِ حال، بلندیٔ ذکر اور صداقت و بصیرت میں ان لوگوں کی طرح ہوں۔ ان کے عادل ہونے کے بارے میں سوال نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اُن کے مذکورہ حالات ہی اُن کی عدالت پر گواہ ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ

Marfat.com

میں ایک دو واقعہ بھی نقل کیے ہیں مثلاً لکھا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کسی نے جناب اسحاق بن راہویہ کے بارے میں پوچھا۔ کہ وہ از روئے روایت کس درجہ کے تھے۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ کیا اسحاق بن راہویہ کی شان رکھنے والے شخص کے بارے میں ایسے سوالات کیے جا سکتے ہیں؟ ایسا ہی ایک قول یحییٰ بن معین کے متعلق ابو عبید کا بیان کیا۔ (الکفایہ ص ۱۱۳، ۱۱۴) اس کے بعد لکھا۔ کہ جرح وہی قبول ہوگی۔ جو وضاحت اور تشریح کے ساتھ ہو اور ایسی ہی جرح کو ائمہ حدیث کے نزدیک مسلم کہا۔ اس ضمن میں امام مسلم وغیرھما کے احتجاج کی مثالیں بھی دیں۔

(دیکھو ص ۱۴۲ النسخہ قلمی)

خطیب بغدادی نے اس کتاب میں دو باتیں بطور خاص ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ امام مالک بن انس وغیرہ ایسی شہرت رکھنے والا عادل ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ جرح بغیر تشریح تفسیر سے حضرات ائمہ حدیث کے ہاں غیر مسلم ہوتی ہے اب ان دونوں باتوں کو سامنے رکھیے۔ اور امام ابو حنیفہ کی شخصیت کو ان کے ساتھ منسلک کیجئے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضل وعلم، زہد و تقوی، عبادت و تفقہ اور کرم وسخا کا کیا عالم تھا۔ اس کی ایک جھلک گزشتہ حوالہ جات میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ خطیب بغدادی کے اس ضابطہ کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ عادل اور متبع سنت سمجھتے تھے۔ لیکن جو روایات امام اعظم پر اعتراض بنتی تھیں۔ وہ بموجب عہد ذکر کر دیں۔ امام اعظم کی اچھی شہرت کا نقشہ صاحب "المغنی" نے یوں کھینچا ہے۔

المغنی (ترجمہ)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ کے مطابق لاکھوں کروڑوں مسلمان

Marfat.com

اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ کر رہے ہیں۔ اور ان کی رائے پر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد عمل پیرا ہے۔ اس کثرت سے ان کی فقہ اور رائے کا معمول بہ ہونا "دلیل صحت" ہے۔ بلکہ اول درجہ کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ ابو جعفر طحاوی نے ایک کتاب مسمّی "عقیدہ ابو حنیفہ" لکھی ہے۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب سے بہت زیادہ اخذ کرنے والوں میں سے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے۔ خاکسار شروانی بھی کہتا ہے۔ کہ یہ عقائد نسفی میں اس بات کی تصدیق و تائید میں پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے۔ کہ فی زمانہ عقائد کی صحت اور عدم صحت کا دار و مدار اسی پر ہے۔ ان عقائد میں سے اس کتاب میں ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں۔ جو "تاریخ بغداد" میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ عقیدہ ابو حنیفہ میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نشاندہی کی ہے کہ لوگوں نے اس قسم کے عقائد امام ابو حنیفہ کی طرف کیوں منسوب کیے ہیں ان کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ کی ذات جس مرتبہ و مقام کی ہے۔ اور اسلام میں اللہ تعالیٰ نے جو انہیں شہرت دوام عطا فرمائی ہے۔ وہ اس کی محتاج نہیں ہے۔ کہ اُن کی طرف سے معذرت کی جائے

(المغنی ص ۲۴۲ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی)

الکفایہ اور المغنی کی ان شہادتوں سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس شہرت کی مالک ہے۔ کہ لوگوں نے اُن پر جو الزامات لگائے۔ وہ خود ہی نابود ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے امام صاحب کی شخصیت اور اُبھر کر

Marfat.com

سامنے آتی ہے۔ نجفی شیعی کو چاہیئے تھا۔ کہ اگر اپنی فہتی لن ترانیوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ تو کھسیانی بلی کا رویہ نہ اپناتا۔ کوئی معقول بات پیش کر کے "امام اعظم" پر الزام لگاتا لیکن وہ ماں مرگئی۔ جس کے گھر میں ایسا بچہ پیدا ہو جو ابو حنیفہ کی ذات پر الزام لگا کر ثابت کر دکھائے۔ بہت سے آئے گزر گئے۔ ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا !

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کتب شیعہ سے فضائل و مناقب اور سیرت

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباءِ کرام۔

الامام الصادق:

يَقُوْلُ الْاُسْتَاذُ السَّيِّدُ عَفِيْفِيْ عِنْدَ ذِكْرِ لِوَالِدِ
اَبِيْ حَنِيْفَةَ هُوَ ثَابِتُ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ الْمَرْزُبَانِ
وَكَانَ ثَابِتٌ هٰذَا يَرْجِعُ اِلٰى دِيْنٍ وَعَقْلٍ وَمُرُوَّةٍ
تَصْدُرُ عَنْ جَدِّهِ فَقَدْ رُوِيَ اَنَّهُ كَانَ فِيْ شَبَابِهِ
وَرِعًا زَاهِدًا وَكَانَ يَوْمًا يَتَوَضَّاُ مِنْ جَدْوَلٍ
فَجَاءَتْ تُفَّاحَةٌ فِي الْمَاءِ فَاَمْسَكَهَا وَاَكَلَهَا
بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْوُضُوْءِ ثُمَّ بَصَقَ فَرَاٰى بُصَاقَهُ
دَمًا فَقَالَ فِيْ نَفْسِهِ لَعَلَّ مَا اَكَلْتُهُ حَرَامٌ وَاِلَّا
لَمَا تَغَيَّرَ بُصَاقِيْ فَتَتَبَّعَ رَاْسَ الْجَدْوَلِ فَوَجَدَ
شَجَرَةَ تُفَّاحِهَا مِثْلُ مَا اَكَلَ فَطَلَبَ صَاحِبَهَا

Marfat.com

وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ وَ اَعْطَاهُ دِرْهَمًا وَ قَالَ
اجْعَلْهَا فِي حَلٍّ فَلَمَّا رَاٰى صَاحِبُ التُّفَّاحَةِ
وَرَعَهُ وَ صَلَابَتَهُ فِي دِيْنِهِ اَحَبَّهُ وَ قَالَ
لَا اَرْضٰى بِدِرْهَمٍ وَلَا بِاَلْفِ دِرْهَمٍ وَلَا بِاَكْثَرَ
فَقَالَ ثَابِتٌ حَيْثُ تَرْضٰى قَالَ اِنَّ لِيْ اِبْنَةً لَا تَرٰى
وَلَا تَنْطِقُ وَلَا تَسْمَعُ وَلَا تَمْشِيْ فَاِنْ تَزَوَّجْتَهَا
اَجْعَلْهَا فِي حَلٍّ وَ اِلَّا اُخَاصِمُكَ يَوْمَ السُّوَالِ
وَ الْحِسَابِ فَلَبِثَ ثَابِتٌ فِي التَّفَكُّرِ سَاعَةً
ثُمَّ قَالَ فِيْ نَفْسِهِ عَذَابُ الدُّنْيَا اَسْهَلُ وَيَنْقَضِيْ
وَ عَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَشَدُّ وَ اَبْقٰى وَ تَزَوَّجَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا
تَقَبَّلَتْهُ بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ فَاشْتَبَهَ عَلٰى ثَابِتٍ
الْاَمْرُ لِاَنَّهُ وَجَدَهَا حَسْنَاءَ سَمِيْعَةً بَصِيْرَةً
نَاطِقَةً فَقَالَتْ لَهُ اَنَا زَوْجَتُكَ بِنْتُ فُلَانٍ
قَالَ وَجَدْتُكِ عَلٰى خِلَافِ مَا وَصَفَكِ اَبُوْكِ
قَالَتْ نَعَمْ فَاِنِّيْ كُنْتُ مِنْ سِنِيْنَ لَمْ اَطَأْ خَارِجَ
الْبَيْتِ وَلَمْ اَنْظُرْ الْاَجَانِبَ وَ لَمْ اَسْمَعْ كَلَامَهُمْ
وَ لَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامِيْ فَعَرَفَ ثَابِتٌ الْحَالَ وَ قَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ
رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(الامام الصادق تالیف اسد حیدر شیعی جلد اول ص ۲۸۲ تا ۳۸۳ مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

ترجمہ

استاد سید عفیفی حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا ذکر کرتے وقت کہتا تھا۔ کہ ان کا نام ثابت بن النعمان بن المرزبان تھا۔ اور یہ ثابت بہت بڑے دیندار اور عقلمند اور صاحب مروت تھے۔ یہ سب خوبیاں انہیں اپنے دادا سے ملی تھیں۔ روایت ہے۔ کہ یہ جوانی میں ہی پرہیز گار اور عبادت گزار تھے۔ ایک دن نہر پر وضو کر رہے تھے۔ کہ اچانک تیرتا ہوا ایک سیب آیا۔ انہوں نے وضو کے بعد اسے پکڑ کر کھا لیا۔ پھر جب تھوکا۔ تو تھوک میں خون ملا ہوا تھا۔ دل میں سوچا۔ شاید جو سیب میں نے کھایا۔ وہ حرام کھایا۔ اس لیے تھوک خون آلود ہو گیا۔ یہ سوچ کر نہر کے کنارے کنارے چل پڑے۔ حتیٰ کہ ایک درخت نظر آیا جس کے سیب اسی سیب سے ملتے جلتے تھے۔ جو انہوں نے نہر سے نکال کر کھایا تھا۔ اس درخت کے مالک کو تلاش کیا۔ اسے سارا قصہ بیان کر کے ایک درہم دیا۔ اور اس سے درخواست کی کہ وہ سیب اس درہم کے بدلے مجھے حلال کر دو۔ جب سیب کے مالک نے ان کا تقوےٰ اور دینی مضبوطی دیکھی۔ تو ان کو چاہنے لگ گیا۔ اور کہنے لگا۔ ایک چھوڑ ہزار درہم بھی دیں۔ میں پھر بھی راضی نہیں ہوں گا۔ جناب ثابت نے پوچھا۔ اچھا پھر کیسے راضی ہو گے؟ کہنے لگا۔ دیکھو! میری ایک بیٹی ہے۔ جو دیکھتی، سنتی اور بولتی نہیں۔ اگر اس سے شادی کر لو۔ تو میں وہ سیب تم کو جائز و مباح کر دوں گا ورنہ بروز قیامت میرا تمہارا فیصلہ ہو گا۔ یہ سن کر جناب ثابت کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گئے۔ پھر دل میں کہا۔ دنیا کا عذاب

Marfat.com

تو آسمان اور ختم ہو جانے والا ہے۔ اور عذاب آخرت سخت اور نہ ختم ہونے والا ہے۔ اس لڑکی سے شادی کر لی۔ جب دونوں نے ایک دوسرے کو علیحدہ مکان میں دیکھا۔ تو اس لڑکی نے جناب ثابت کو بڑے اچھے طریقہ سے خوش آمدید کہا۔ جناب ثابت اُسے دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ کیونکہ وہ نہایت خوبصورت، دیکھنے سننے والی اور گفتگو کرنے والی تھی۔ لڑکی بولی۔ جناب! میں آپ کی بیوی ہوں۔ فلاں کی بیٹی ہوں۔ گھبرائیے نہیں۔ آپ نے کہا۔ تمہارے باپ نے جو تیرے اوصاف مجھے بیان کیے تھے۔ تجھ میں تو اُن میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ معاملہ بالکل اُلٹ ہے۔ کہنے لگی۔ ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ کئی سال گزر گئے۔ میں نے اپنے گھر سے قدم تک باہر نہ رکھا۔ کسی اجنبی کو نہیں دیکھا۔ نہ کسی غیر کی گفتگو سنی۔ اور نہ ہی غیر محرموں نے میرا کلام سُنا۔ جب لڑکی نے اپنے متعلق..... یہ بیان کیا۔ تو جناب ثابت کہتے ہیں۔ کہ مجھے حقیقت حال معلوم ہو گئی۔ اور میں نے کہا۔ الحمد للہ الذی الخ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جو ہم سے حزن و پریشانی دُور لے گیا۔ یقیناً ہمارا پروردگار بخشنے والا اور شکر قبول کرنے والا ہے۔

"الامام الصادق" کے حوالہ سے ہم نے ایک شیعی مصنف استاذ عفیفی کا قول نقل کیا۔ اس میں عفیفی نے۔۔۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آباء کرام کی پرہیزگاری اور دینداری میں ایک خاص واقعہ درج کیا۔ اس واقعہ کے اندراج کے بعد یہی مصنف یعنی سید عفیفی اس پر اپنا خیال اور تبصرہ لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

Marfat.com

الامام الصادق:

استاذ السید حفیفی الحاصی یقول هیهات لا یأتی الزمان بمثل ثابت ولا بمثل صاحبته فلا عجب ان یتولد منهما ولد فی صورة الانسان وسیرة الملك ویحیی الله به دینه القویم ویشیع مذهبه فی الاقطار وعلمه فی الامصار ویقول من هذا الوالد الورع الزاهد وهذه الام الطاهرة ولد الامام الاعظم ابو حنیفة النعمان فی مدینة الکوفة فی سنة ۸۰ من الهجرة النبویة فی عصر الدولة الاموية فی خلافة عبد الملك بن مروان ویقول بعد ذالك ان اسمه النعمان وهو منقول من اسم جنس وقیل انه الدم وقیل انه الروح فیکون اتفاقا حسنا لان اباحنیفة روح الفقه وقوامه ومنه منشاه ونظامه

(الامام الصادق جلد اوّل ص ۲۸۳
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:
استاد سید عفیفی کا کہنا ہے کہ ہائے زمانہ ثابت ایسا شخص نہ پیش کر

Marfat.com

سکے گا۔ اور نہ ہی ان کی بیوی ایسی کوئی عورت آئے گی۔ لہذا ان دونوں شخصیتوں سے اگر ایک بچہ بشکل و صورت انسانی اور بصیرت فرشتہ پیدا ہو تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اور پھر اس بچہ کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے دین قویم کو زندگی و تازگی عطاء فرمائے۔ اس کے مذہب کو چار دانگ عالم میں پھیلائے اور اس کے علم کو شہر بشہر عام کر دے۔ تو یہ بھی تعجب والی بات نہیں۔

استاذ عفیفی یہ بھی کہتا ہے۔ کہ اس متقی اور زاہد مرد اور ایسی پاکیزہ ماں سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ شہر میں پیدا ہوئے یہ دور بنی امیہ کا دور تھا۔ اور ان دنوں عبد الملک بن مروان خلیفہ تھا۔ اس کے بعد ہی عفیفی مزید کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کا نام نعمان تھا۔ جو اسم جنس سے منقول ہے۔ اور کہا گیا کہ اس کا معنی خون یا روح ہے۔ تو دیکھئے کیسا اچھا اتفاق ہوا۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ اپنے نام کی مناسبت سے فقہ کی روح اور قوام ہوئے۔ اور انہی سے فقہ نے نشو و نما پائی۔ اور انہی سے اس کو نظم و نسق حاصل ہوا۔

لمحہ فکریہ:

شیعہ مصنف استاذ عفیفی نے واقعہ کے ضمن میں جو تبصرہ اور نتیجہ ذکر کیا۔ وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ بلکہ حقیقت کی ترجمانی کر کے استاد مذکور نے عناد و تعصب کو نزدیک نہیں آنے دیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ کہ نجفی شیعی بھی بغض و حسد کی عینک اتار پھینکتا۔ اور حقائق کو دیکھنے اور قبول کرنے کی توفیق پاتا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے والدین و آباؤ اجداد اور خود امام صاحب کی سیرت کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اب آئیے ذرا

Marfat.com

ایک اور گوشہ سیرت پر نظر ڈال لیں۔

امام ابو حنیفہ کا فقہی مقام و بصیرت دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کا اثر ہے

الامام الصادق:

وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ زُوْطِیْ جَدَّہٗ اَھْدٰی لِاِمَامِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَالُوْدَجًا یَوْمَ النَّیْرُوْزِ وَکَانَ ثَابِتٌ صَغِیْرًا فَدَعٰی لَہٗ اِمَامُ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْبَرَکَۃِ اَمَّا اُمُّہٗ فَلَمْ یَتَعَرَّضِ التَّارِیْخُ لِذِکْرِھَا بِالتَّفْصِیْلِ۔

(الامام الصادق جلد اوّل ص ۲۸۲
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بیان کرتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دادا جناب زوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور ہدیہ نوروز کو فالودہ بھیجا۔ ان دنوں ابو حنیفہ کے والد جناب ثابت چھوٹے بچے تھے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا تذکرہ کتب تاریخ میں تفصیل سے نہیں ملتا

Marfat.com

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے علوم ظاہری و باطنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اخذ کیے

الامام الصادق:

اِسْتَمَرَّ عَلٰی حَلْقَۃِ تَدْرِیْسِ وَاِفَادَاتِ جَعْفَرَ صَادِقٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَاسْتَفَادَ مِنْہُ اَوَّلاً فِی الْمَعَارِفِ الظَّاہِرِیَّۃِ وَالْبَاطِنِیَّۃِ۔

(الامام الصادق ص ۵۷ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

زمانہ دراز تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حلقہ تدریس میں بیٹھے رہے۔ اور ان سے آپ ابتداءً معارفِ ظاہریہ اور باطنیہ سے مستفید ہوئے۔

Marfat.com

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان ۲ دو سالوں پر فخر کرتے تھے۔ جو آپ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بسر کیے

الامام الصادق:

لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ نُعْمَانُ ابُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ الْاُلُوْسِيْ هٰذَا اَبُوْحَنِيْفَةَ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ يَفْتَخِرُ وَيَقُوْلُ بِاَفْصَحِ لِسَانٍ لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ نُعْمَانُ يَعْنِي السَّنَتَيْنِ اللَّتَيْنِ جَلَسَ فِيْهِمَا لِاَخْذِ الْعِلْمِ عَنِ الْاِمَامِ جَعْفَرِ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(الامام الصادق ص ۵۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

اگر دو سال نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو گیا تھا۔ الوسی کہتا ہے۔ کہ یہ ابو حنیفہ نے کہا۔ جو اہل سنت میں سے ہیں۔ اور فخر یہ کہا کرتے تھے۔ اور فصیح طور پر کہا ہے۔ کہ اگر دو سال نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتا ان

Marfat.com

دو سالوں سے مراد وہ دو سال ہیں۔ جو انہوں نے علم حاصل کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گزارے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق کو اُمّت محمدیہ کا بہت بڑا عالم سمجھتے تھے

الامام الصادق

وَكَانَ الْمَنْصُوْرُ يَأْمَلُ بِالْإِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عِنْدَ مَا رَعَاهُ بِعِنَايَتِهٖ وَنَصْرِهٖ وَقَدَّمَهُ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْفُقَهَاءِ اَنْ يُوْجَدَ مِنْهُ شَخْصِيَّةً عِلْمِيَّةً تَقِفُ اِمَامَ اِنْتِشَارِ مَذْهَبِ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلٰكِنَّهٗ قَدْ خَابَ اَمَلُهٗ فَهٰذَا الْاِمَامُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُصَرِّحُ لِلْمَلَاءِ بِاَنَّهٗ مَا رَاٰى اَعْلَمَ مِنْ جَعْفَرٍ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ بْنِ مُحَمَّدٍ وَاَنَّهٗ اَعْلَمُ الْاُمَّةِ۔

(الامام الصادق ص ۲۲۳ تا ۲۲۴
مطبوعہ مطبوعہ)

ترجمہ:

خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت سی رعایت

Marfat.com

کی۔ ان کی مدد کی۔ اور بہت سے فقہا پران کو اولیت و تقدیم دی۔ یہ سب کچھ اُس نے اس لیے کیا۔ کہ خلیفہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا۔ کہ ان سے کوئی ایسی علمی شخصیت پیدا ہو۔ جو امام جعفر بن محمد کے مذہب کے پھیلنے میں روکاوٹ بن کر کھڑی ہو سکے لیکن خلیفہ کی یہ امید پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں علی الاعلان بارہا کہا تھا۔ کہ حضرت امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ امت کے سب سے بڑے عالم یہی ہیں۔

لمحہ فکریہ:

روایتِ مذکورہ اس امر کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ کہ وقت کا خلیفہ منصور جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مذہب کو پھولتا پھلتا دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا۔ اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اُس نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی۔ لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے دنیوی لالچ اور خلیفہ کے رعب ودبدبہ کی پرواہ کیے بغیر عوام میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی حیثیت کا کھلم کھلا پرچار کیا۔ اور ببانگِ دہل یہ کہا۔ کہ لوگو! امت میں اس وقت امام جعفر رضی اللہ عنہ جیسا عالم کوئی بھی نہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابوحنیفہ بے حد احترام کرتے تھے۔ اور ان کے علم کو بے مثل سمجھتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان کے شیخ اور استاذ تھے۔ کاش جتنی عقیدت و محبت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو تھی اس سے آدھی بھی نجفی شیعی کے دل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہوتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

وضاحت:

جیسا کہ ہم اہل تشیع کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو علوم ظاہری و باطنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھنے سے حاصل ہوئے۔
اور خود امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
اس مجلس پر فخر بھی فرمایا کرتے تھے۔ تو اس بات کی وجہ سے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب شاگرد اور مرید ہوئے۔ تو اہل سنت کو امام ابو حنیفہ کی بجائے ان کے پیرومرشد اور استاذ کی تقلید کرنا چاہیئے تھی کیا امام ابو حنیفہ کی تقلید کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ چونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد ہیں۔ اور سنیوں کو اہل بیت سے محبت نہیں۔ اس لیے انہیں چھوڑ کر ابو حنیفہ کی تقلید کرتے ہیں؟ اس سوال کا تفصیلی جواب ہم اسی بحث کے آخر میں انشاء اللہ دیں گے۔ سر دست اس کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے۔

رجال کشی وغیرہ معتبر کتب شیعہ میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

> "ہم اہل بیت کے ائمہ سے مروی روایات و احادیث کو بیان کرنے والے بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو من گھڑت احادیث بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے ہم سے مروی کسی روایت پر اعتبار نہ رہا لہٰذا میں (امام جعفر صادق) کہتا ہوں۔ کہ ہم سے مروی روایت و حدیث جب تک قرآن کریم کے مضامین کے مطابق نہ ہو۔ اس پر عمل کرنا منع ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام ایک مسلم امر ہے۔

Marfat.com

لیکن مسئلہ تقلید میں آپ کی روایات وغیرہ بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب بقول امام موصوف ان روایات پر اعتبار ہی نہیں۔ تو تقلید کس طرح کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت حضرات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی عظمت و احترام کو مانتے ہوئے ان کی طرف سے غیر معتبر اور مسخ شدہ روایات کی تقلید نہیں کرتے۔

واللہ اعلم بالصّواب

Marfat.com

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امام جعفر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے۔ تو "یا ابن رسول اللہ" سے خطاب کرتے

الامام الصادق:

رِوَایَاتُهٗ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمَیْلُهٗ لِأَهْلِ الْبَیْتِ وَكَانَ أَبُوْ حَنِیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِمَّنْ یَخْتَلِفُ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَیَسْأَلُهٗ عَنْ كَثِیْرٍ مِنَ الْمَسَائِلِ مَعَ أَدَبٍ وَاِحْتِرَامٍ وَلَا یُخَاطِبُهٗ إِلَّا بِقَوْلِهٖ جُعِلْتُ فِدَاكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَدْ رَوٰی أَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَحَدَّثَ عَنْهُ وَاتَّصَلَ بِهٖ فِی الْمَدِیْنَةِ مُدَّةً مِنَ الزَّمَنِ ...... وَعَلٰی أَیِّ حَالٍ فَإِنَّ لِأَبِیْ حَنِیْفَةَ صِلَةً مَعَ أَهْلِ الْبَیْتِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَكَانَ یَنْتَصِرُ لَهُمْ

Marfat.com

رَدُوا ازدهم في جميع مَوَاقِفِهِمْ

(الامام الصادق ص ۳۱۷ مطبوعہ

بیروت)

ترجمہ:

امام ابوحنیفہ کی اکثر روایات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ اور ان کو اہل بیت سے بہت محبت تھی۔ ابوحنیفہ وہ ہیں جن کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں بکثرت آنا جانا تھا۔ ان سے بہت سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ اور نہایت ادب و احترام سے گفتگو کرتے جب بھی مخاطب کرتے تو ان الفاظ سے مخاطب کرتے "میں آپ پر قربان اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کی۔ اور ان کے ساتھ مدینہ میں ایک مدت تک قیام بھی کیا۔

بہر حال امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ گہرا تعلق اور لگاؤ تھا۔ ان کی کڑے وقت میں ہر ممکن مدد کیا کرتے تھے۔ اور ان کے بوجھ ہلکے کیا کرتے تھے۔ گویا ہر مقام میں ان کی خدمت کے لیے ہمہ تن حاضر تھے۔

قابل غور:

"الامام الصادق"، کے مصنف اسد حیدر نے دو ٹوک بات کہہ دی کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ بہر حال یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے بے پناہ محبت تھی۔ اور اس تعلق کی وجہ سے اُن کی ہر طرح خدمت کی۔ ایک شخص جب حضرات اہل بیت کے ساتھ اس قدر مخلص اور ان کا اتنا محب اور آڑے وقت میں کام آنے والا

Marfat.com

ہو۔ تو ایسے شخص کے متعلق حضرات اہل بیت کا کیا رد یہ ہو گا؟ جو شخص اہل بیت کی سیرت و اسوہ سے آشنا ہے۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ "هل جزاء الاحسان الا الاحسان" کے مصداق اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ہاں امام ابو حنیفہ کی بھی خاص قدر و منزلت ہو گی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امام ابو حنیفہ ان کی خدمت کریں۔ اور وہ ان کی مذمت کریں۔ نجفی شیعی کو کم از کم اپنے ہم مسلک لوگوں کی بات تسلیم کر لینی چاہیئے تھی۔ یہ امام ابو حنیفہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مخالف کہہ رہا ہے۔ اور وہ امام موصوف کو ان کا خادم اور غلام ثابت کر رہے ہیں

امام ابو حنیفہ کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کے اقوال کا مقام

الامام الصادق:

كَيْفَ وَ اَئِمَّةُ الْمَذَاهِبِ اَنْفُسُهُمْ قَدْ اَخَذُوْا عَنْ اَهْلِ الْبَيْتِ وَ جَعَلُوْا ذَالِكَ فَخْرًا لَهُمْ وَ سَبَبًا لِنَجَاحِهِمْ فَهٰذَا الْإِمَامُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَاْخُذُ بِاَقْوَالِ عَلِيٍّ ...... عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى جَعَلُوْا ذَالِكَ مِنْ مُرَجِّحَاتِ مَذْهَبِهِ عَلٰى غَيْرِهِ مِنَ الْمَذَاهِبِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا ذَكَرَ ذَالِكَ

Marfat.com

اَلْمَقْدَسِیُّ فِی اَحْسَنِ التَّقَاسِیْمِ وَکَانَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ یَفْتَخِرُ بِالْاَخْذِ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ لَوْلَا السَّنَتَانِ لَھَلَکَ النُّعْمَانُ)

(الامام الصادق ص ۲۳۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

مذاہب کے اماموں نے بذاتِ خود حضرات اہل بیت سے علم حاصل کیا۔ اور اس کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔ اور سبب نجات گردانا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال پر عمل کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان اقوال کو اپنے مذہب کے لیے باعث ترجیح قرار دیتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آن کے سامنے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔ المقدسی نے یہ بات احسن التقاسیم میں ذکر کی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور کہا کرتے تھے۔ دو اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا (یعنی وہ دو سال جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ میں بسر کیے اگر نہ ہوتے تو فقہی مسائل میں ٹھوکر کھا جانے کا اندیشہ تھا)

☆

Marfat.com

امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی فقاہت

مکالمہ مابین ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زنادقہ

ناسخ التواریخ:

در زینت المجالس مسطور است. کہ روزے ابو حنیفہ در مسجد نشستہ بود جماعتی از زنادقہ بیروں آمدند و آہنگ تباہی او را داشتند گفت از من یک مسئلہ بشنوید بعد از آں اختیار شما راست گفتند بگوی گفت کشتی پر از بار بدیدم بدوں اینکہ کشتی بان محافظت آں را نماید بروئی دریا میرفت تا بمقصد، پیوست آنجماعت گفتند محال است کشتی بان بریک نسق تواند بود ابو حنیفہ گفت سبحان اللہ چوں روا نباشد کہ سفینہ بے مدبر نگہبان بنظام حرکت نماید چگونہ روا میدارید کہ سائر افلاک و کواکب و نظام عالم بالا و پستی بیوجود ہستی مدبر دانا و مقتدر توانا صورت پذیرد چوں ملاحدہ ایں سخن بشنیدند بیشتر از ایشاں مسلمانی گزنفتند۔

(ناسخ التواریخ زندگانی امام جعفر صادق جلد چہارم
ص ۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

زینت المجالس میں لکھا ہوا ہے۔ کہ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ بے دینوں کی ایک جماعت اس ارادے سے باہر نکلی کہ آپ کا کام تمام کر دے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے ایک مسئلہ سن لو۔ بعد میں جو تمہارے دل میں آئے کر لینا۔ انہوں نے کہا۔ بتلایئے کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے ایک کشتی سامان سے لدی ہوئی دیکھی۔ جو دریا میں بغیر محافظ اور کشتی چلانے والے کے چل رہی تھی۔ اور بالآخر اپنی منزل پر پہنچ گئی۔ یہ سن کر وہ جماعت بولی۔ کشتی کا بغیر محافظ اور کشتی بان کے ایک ہی طریقہ اور کیفیت پر رہنا محال ہے۔ امام ابوحنیفہ بولے۔ سبحان اللہ! جب کشتی کا بغیر محافظ کے درست چلنا ممکن نہیں ہے۔ تو یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ تمام آسمان، سیارے اور کائنات کا نظام کسی مدبر اور قادر وقیوم کے بغیر چل رہا ہو۔ جب اُن بے دینوں نے آپ کی بات سنی۔ تو اُن میں سے بیشتر نے اسلام قبول کر لیا۔

لمحۂ فکریہ:

قارئین کرام! ان روایات میں آپ نے جو کچھ ملاحظہ کیا۔ اُس سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خداداد صلاحیت آپ پر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے انہیں وہ ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ کہ عقلی دلائل سے آپ نے بہت سے بے دینوں کو مشرف باسلام کیا۔ ایسی صلاحیت اور استعداد والا شخص خود بے دین اور گمراہ (معاذ اللہ) کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نجفی شیعی کو بھی

Marfat.com

حق سمجھنے کی توفیق اور ہدایت عطا فرمائے۔

حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کی اولاد کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

الامام الصادق:

وَكَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ يَرٰى اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَى الْحَقِّ فِيْ قِتَالِهٖ لِاَهْلِ الْجَمَلِ وَغَيْرِهٖ وَ يَتَّضِحُ ذَالِكَ مِنْ اَقْوَالِهٖ فِيْ عِدَّةِ مَوَاطِنَ مِنْهَا اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ يَوْمِ الْجَمَلِ فَقَالَ سَارَ عَلِيٌّ فِيْهِ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ اَعْلَمُ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ قِتَالِ اَهْلِ الْبَغْيِ۔

وَ قَوْلُهٗ۔ مَا قَاتَلَ اَحَدٌ عَلِيًّا اِلَّا وَعَلِيٌّ اَوْلٰى بِالْحَقِّ مِنْهُ.....

وَقَوْلُهٗ۔ اِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا اِنَّمَا قَاتَلَ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ بَعْدَ اَنْ بَايَعَاهُ وَخَالَفَا۔

وَقَالَ يَوْمًا لِاَصْحَابِهٖ اَتَدْرُوْنَ لِمَ يُبْغِضُنَا اَهْلُ الشَّامِ قَالُوْا لَا قَالَ لِاَنَّا لَوْ شَهِدْنَا عَسْكَرَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَ مُعَاوِيَةَ لَكُنَّا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

Marfat.com

أَتَدْرُوْنَ لِمَ يُبْغِضُنَا أَهْلُ الْحَدِيْثِ؟ قَالُوْا لَا
قَالَ لِأَنَّا نُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَنُقِرُّ بِفَضْلِهِمْ وَفِي رِوَايَةٍ
أَنَّهٗ قَالَ أَتَدْرُوْنَ لِمَ يُبْغِضُنَا أَهْلُ الْحَدِيْثِ؟
قَالُوْا لَا۔ قَالَ لِأَنَّا نُثْبِتُ خِلَافَةَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ
وَهُمْ لَا يُثْبِتُوْنَهٗ۔

(الامام الصادق ص ۳۱۸ تا ۳۱۹
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل جمل کے ساتھ لڑائی کرنے میں حق بجانب تھے۔ آپ کی یہ رائے بہت سے اقوال سے ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ آپ سے جنگ جمل کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو جواب دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں عدل پر چلے۔ اور آپ باغیوں سے لڑائی کرنے کے مسئلہ کو تمام مسلمانوں سے زیادہ جانتے تھے۔ دوسرا یہ کہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے والے کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر ہونے کے زیادہ مستحق تھے۔ تیسرا یہ کہ انہوں نے فرمایا "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائی اس لیے کی۔ کہ انہوں نے بیعت کر لینے کے بعد خلاف کیا تھا" امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے اصحاب سے

Marfat.com

فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ شامی لوگ ہمیں بُرا کیوں سمجھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ اُن کے بغض کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم اگر حضرت علی اور معاویہ کے مابین ہونے والی جنگ میں شریک ہوتے۔ تو ہم یقیناً حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے طرفدار ہوتے۔ پھر ایک اور سوال پوچھا۔ کہ کیا جانتے ہو کہ اہلحدیث ہم سے ناراض کیوں ہیں؟ اصحاب نے پھر عرض کیا نہیں معلوم۔ فرمایا اس لیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ اور اُن کی تعظیم واحترام کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اصحاب سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم سے "اہل الحدیث" کیوں بغض رکھتے ہیں۔ اصحاب نے عرض کیا نہیں معلوم۔ فرمایا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہم حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے ثبوت کے قائل نہیں ہیں۔

لمحہ فکریہ:

"الامام الصادق" کی مذکورہ عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اصحاب سے بغض وعناد رکھنے والے دو گروہ پیش پیش تھے۔ ایک شامی اور دوسرا اہل حدیث (جو خارجی تھے) حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کے بغض وعداوت کی وجہ بیان فرما دی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر سمجھنا اور اہل بیت سے محبت کرنا یہ دو سبب تھے۔

Marfat.com

جہاں تک جنگ جمل وغیرہ کا معاملہ ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اہل سنت کا نظریہ بھی وہی ہے۔ جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس کے مخالف لوگ "خارجی" ہیں نجفی شیعی نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر کے کن لوگوں کی طرفداری کی۔ اور کن کا کردار اپنایا۔؟ بات بالکل واضح ہے۔ کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب (حنفی حضرات) کی مخالفت کرنے والے شامی اور خارجی تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نجفی کا تخم بھی کہیں ان کی طرف سے آیا ہے۔ اسی لیے آن کا سا پھل دے رہا ہے۔ اور اسی سے اس بات کا بھانڈا بھی پھوٹ گیا۔ کہ "محب اہل بیت" کون ہے؟ یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے دراصل اہل بیت کے مخالف اور حضرت علی المرتضٰے کو باطل پر سمجھنے والے تھے۔ انہی مخالفین اہل بیت اور حضرت علی المرتضٰے کے دشمنوں کی سیرت نجفی نے اپنائی۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اس شامی اور خارجی نے "محب اہل بیت" کا روپ دھار رکھا ہے۔ ادھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے محبت کرنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ آپ اس قدر ان کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ اور ان کی عزت آپ کے دل میں اس قدر جاگزیں تھی۔ کہ مرتے دم تک یہ جدا نہ ہوئی۔ ملاحظہ ہو۔

الامام الصادق:

وَعَلٰى اَيِّ حَالٍ فَاِنَّ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ صِلَةً مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَكَانَ يَنْتَصِرُ لَهُمْ وَيُوَالِيْهِمْ فِيْ جَمِيْعِ مَوَاقِفِهِمْ۔ لَقَدْ نَاصَرَ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ وَسَاهَمَ فِي الدَّعْوَةِ اِلَى الْخُرُوْجِ مَعَهٗ وَكَانَ يَقُوْلُ ضَاهَا

Marfat.com

خُرُوْجُ زَيْدٍ خُرُوْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَوْمَ بَدْرٍ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَخَلَّفْتَ عَنْهُ؟ قَالَ حَبَسَنِيْ وَدَائِعُ النَّاسِ عَرَضْتُهَا عَلٰى ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى فَلَمْ يَقْبَلْ۔

(الامام الصادق ص ۱۳۱ جلد اوّل)

ترجمہ:

بہرحال امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک اور خبرگیری ایک واضح امر تھا۔ تمام مواقع پر ان کی مدد کرنا اور ان کا بوجھ بٹانا آپ کا شیوہ تھا۔

زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے خروج میں امام ابوحنیفہ نے ان کا ساتھ دیا اور اس خروج کے متعلق آپ کہا کرتے تھے۔ کہ زید بن علی کا خروج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ بدر سے ملتا جلتا ہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا۔ اگر آپ کے نزدیک خروج زید کی حقیقت یہی ہے تو آپ نے عملی طور پر ان کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگوں کی میرے پاس امانتیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے علی بن ابی لیلیٰ سے کہا۔ کہ میری طرف سے یہ امانتیں تم اپنے پاس رکھو۔ (کیونکہ میں زید بن علی کے ساتھ خروج میں شریک ہونا چاہتا ہوں) لیکن میری پیشکش اُس نے قبول نہ کی۔ (لہٰذا مجھے ان امانتوں کی وجہ سے پیچھے رہنا پڑ گیا)

Marfat.com

اسباب قتل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ

الامام الصادق:

وَالْآخَرُوْنَ يَرْوُوْنَ اَنَّ الْمَنْصُوْرَ اِنَّمَا اسْتَقْدَمَهٗ مِنَ الْكُوْفَةِ لِاَنَّهٗ اتُّهِمَ بِالتَّشَيُّعِ لِاِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ فَاِنَّهٗ اَعْلَنَ الْاِنْضِمَامَ لِجَانِبِ دَعْوَةِ مُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِيْمَ وَاَفْتٰى بِوُجُوْبِ الْخُرُوْجِ مَعَ اِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُنَا اَبُو الْفَرَجِ الْاَصْفَهَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى دَرَجَتِهٖ وَرَجُلَانِ يَسْتَفْتِيَانِهٖ فِي الْخُرُوْجِ مَعَ اِبْرَاهِيْمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اُخْرُجَا وَاِنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ يُشِيْرُ عَلَيْهِ اَنْ يَقْصُدَ الْكُوْفَةَ وَيَدْخُلَهَا سِرًّا فَاِنَّ مَنْ فِيْهَا مِنْ شِيْعَتِكُمْ يُبَيِّتُوْنَ اَبَا جَعْفَرٍ فَيَقْتُلُوْنَهٗ اَوْ يَاْخُذُوْنَ بِرَقَبَتِهٖ فَيَاْتُوْنَكَ بِهٖ وَكَتَبَ لَهٗ كِتَابًا اٰخَرَ فَظَفَرَ اَبُوْ جَعْفَرٍ بِكِتَابِهٖ فَسَيَّرَهٗ وَبَعَثَ اِلَيْهِ فَاَشْخَصَهٗ وَسَقَاهُ

Marfat.com

شَرْبَةً فَمَاتَ مِنْهَا۔

(۱۔ الامام الصادق ص ۳۱۹ تذکرہ اسباب
قتل ابی حنیفہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ مقاتل الطالبین ص ۳۶۵ تا ۳۶۷
تذکرہ تسمیہ من خرج مع ابراہیم الخ۔ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بارے میں ایک روایت یہ ہے۔ کہ خلیفہ کے کہنے پر انہوں نے عہدۂ قضاء قبول نہ کیا تھا۔ جس کی بنا پر اس نے آپ کو مروا دیا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے یوں روایت کی ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ جناب محمد اور ابراہیم کے ساتھ محبت رکھنے میں متہم تھے۔ اس لیے منصور نے کوفہ سے آپ کو بلوا بھیجا۔ اس کے ساتھ ساتھ امام اعظم نے ان دونوں کی دعوت کے ساتھ مل جانے کا اعلان بھی کر رکھا تھا۔ اور یہ فتویٰ بھی دیا تھا۔ کہ ابراہیم کے ساتھ خروج میں شریک ہونا واجب ہے ابوالفرج اصفہانی کا بیان ہے۔ کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کو . . . یہ کہتے سنا۔ کہ ایک دفعہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے مکان کی سیڑھیوں پر کھڑے تھے۔ آپ سے دو آدمیوں نے سوال کیا۔ کہ ابراہیم کے ساتھ خروج میں شریک ہونا کیسا ہے؟ امام ابو حنیفہ نے انہیں کہا کہ تم خروج کرو آپ نے امام ابراہیم کی طرف ایک خط لکھا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ تم کوفہ میں خفیہ طور پر آجاؤ۔ کیونکہ یہاں تمہارے،

Marfat.com

چاہنے والے کافی تعداد میں ہیں۔ ابوجعفر دوانقی کے ہاں رات بسر کریں اور اُسے قتل کر دیں۔ یا اُسے پکڑ کر آپ کے سامنے لے آئیں۔ پھر ایک اور خط تحریر کیا۔ لیکن اس خط کی ابوجعفر دوانقی کو اطلاع ہو گئی خط پکڑا گیا۔ اس کے بعد امام اعظم کو گرفتار کیا گیا۔ اور کوفہ سے بغداد منگوا لیا۔ یہاں پہنچنے پر انہیں تکالیف دیں۔ اور زہریلا شربت آپ کو پلا کر شہید کروا دیا گیا۔

الامام الصادق:

وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ جُمْلَةِ الْفُقَهَاءِ الْمُنْتَصِرِيْنَ لِمُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِيْمَ كَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَالْاَعْمَشِ وَمُسْعِرِ بْنِ كُدَامٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الْعَوَّامِ وَحِمْرَانَ ابْنِ دَاوٗدَ التَّطَّانِ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَغَيْرِهِمْ وَكَانَ بَعْضُهُمْ حَضَرَ حَرْبَهٗ وَكَانُوْا يَعُدُّوْنَ شُهَدَاءَ وَقْعَتِهٖ كَشُهَدَاءِ بَدْرٍ وَيُسَمُّوْنَهَا بَدْرَ الصُّغْرٰى وَقَدْ رَاَيْنَا الْمَنْصُوْرَ يَغُضُّ عَنْ مُوَاخَذَةِ اُوْلٰئِكَ الْفُقَهَاءِ لِاَنَّهٗ بِحَاجَةٍ مَاسَّةٍ لِبَقَائِهِمْ وَالْمُعَاوَنَةِ مَعَهُمْ وَبِذٰلِكَ يَتَصَدُّ اِيْجَادَ مَجْمُوْعَةٍ مِنْهُمْ لِتَخْفِيْفِ خَطَرِ انْتِشَارِ ذِكْرِ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَقْطَارِ

Marfat.com

فَقَدْ كَانَ هُوَ الشَّيْئُ الْمُعْتَرِضُ فِي حَلْقِهِ وَمِنَ الْحَقِّ وَالْإِنْصَافِ اَنْ نَقُولَ اِنَّ مَوْقِفَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْسَ كَمَوْقِفِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فَاِنَّ مَالِكَ لَمَّا عُوْقِبَ لِاَجْلِ فَتْوَاهُ بِالْخُرُوْجِ مَعَ مُحَمَّدٍ اَخْلَصَ بَعْدَ ذَالِكَ لِلْمَنْصُوْرِ وَتَغَيَّرَ مَوْقِفُهُ حَتّٰى كَانَ يُظْهِرُ اَنْ لَا فَضْلَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى غَيْرِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ بَلْ هُوَ كَسَائِرِ النَّاسِ اَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَلَمْ يَتَغَيَّرْ مَوْقِفُهُ

(۱- الامام الصادق ص ۲۲۰ مطبوعہ بیروت جدید)

(۲- مقاتل الطالبین ص ۳۶۴ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

امام محمد اور ابراہیم کے معاونین فقہاء کرام میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کے علاوہ جناب مالک بن انس، اعمش، مسعر بن کدام عبادۃ بن عوام، عمران بن داؤد قطان، شعبہ بن الحجاج اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ ان میں سے بعض نے تو ان کی لڑائی میں شرکت بھی کی۔ اور اس میں مرنے والوں کو شہید کہتے تھے۔ اور اس لڑائی کو بدر سے مناسبت کی وجہ "بدر الصغریٰ" کہتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ خلیفہ منصور ان فقہاء کرام سے مواخذہ

Marfat.com

کرنے میں چشم پوشی کرتا تھا۔ کیونکہ اُسے ان فقہاء کرام سے کچھ کام لینا تھا۔ اوران کی مدد کی اُسے ضرورت تھی۔ لہٰذا وہ اِن کی خاطر تواضع بھی کیا کرتا تھا۔ تاکہ اس طرح جناب جعفر بن محمد کا ذکر پھیلنے سے رک جائے۔ جناب جعفر کا ذکر دراصل منصور کے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی بن چکا تھا۔ حق وانصاف کی بات یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف حضرت مالک بن انس کے موقف سے کہیں مضبوط تھا کیونکہ امام مالک بن انس نے جب امام محمد کے حق میں خروج کرنے کے متعلق ایک فتوای دیا۔ کہ یہ جائز ہے۔ تو اس فتوای پر انہیں خلیفہ کی طرف سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر انہوں نے منصور کے حق میں اپنا، خلوص ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اپنا موقف تبدیل کر لیا تھا۔ یہاں تک وہ ظاہراً کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ وہ بھی عام لوگوں کی طرح ہی ہیں لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تادم آخر اپنا موقف تبدیل نہ کیا۔

ناسخ التواریخ:

بالجملہ ابراہیم در شب دوشنبہ غرہ شہر رمضان در سال یک صد و چہل و پنج ہجری در بصرہ دعوت خویش را آشکار ساخت تا مسلمانان با او بیعت کردند مانند بشیر الرجال و اعمش بن مہران و عباد ابن منصور قاضی صاحب مسجد عباد در بصرہ و مفضل ابن محمد و سعید الحافظ و اشال ایشاں و ابو حنیفہ را در حق محمد و ابراہیم عقیدتی استوار بود۔ گویند بعداز

Marfat.com

قتل ابراہیم زنی بنزد ابو حنیفہ آمد و گفت تو فتوای کردی کہ پسر من با ابراہیم،
خروج کند برفت و مقتول گشت در مینی ترا و را تقسیل گاہ فرستادی
فَقَالَ لَهَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ اِبْنِكِ۔ گفت کاش من
بجائے پسر تو بودم و در رکاب ابراہیم شہید می شدم۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم در حالات امام حسن
ذکر ابراہیم بن عبداللہ۔ ص ۲۴۹ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ جناب ابراہیم نے ۱۴۵ھ رمضان المبارک کی ابتدائی تاریخوں میں بروز پیر اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ بہت سے مسلمانوں نے اُن کی بیعت کر لی۔ جن میں بشیر الرجال، اعمش بن مہران، عباد بن منصور، بصرہ کی مسجد کے قاضی، مفضل ابن محمد، سعید الحافظ اور ان جیسے بہت سے مسلمانوں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقیدت امام محمد کے بارے میں بہت مضبوط تھی۔ بیان کرتے تھے۔ کہ امام ابراہیم کے قتل ہو جانے کے بعد ایک عورت امام ابو حنیفہ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ تم نے فتوای دیا۔ اور میرا بیٹا امام ابراہیم کا طرفدار بن کر مخالفوں سے لڑتے ہوئے مر گیا ہے در حقیقت تم نے اے ابو حنیفہ اُسے مارا ہے۔ یہ سُن کر امام موصوف نے فرمایا۔ کاش کہ تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا۔ اور ابراہیم کی رکاب تھامے ہوئے شہید ہوتا۔

Marfat.com

کتب شیعہ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور تشیر کا مختصر خاکہ

۱۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شاگردی نصیب ہے اور دو لَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ (اگر وہ دو سال میری زندگی میں شامل نہ ہوتے۔ جن میں مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھ کر علوم ظاہری و باطنی حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ تو میں ہلاک ہو جاتا۔) کا جملہ بدبعہ اس پر شاہد ہے۔

۲۔ آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔

۳۔ آپ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے بھی تھے۔ اس کے ثبوت کے لیے حوالہ یہ ہے۔

مناقب آل ابی طالب:

اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْمُحَدِّثُ فِي "رامش افزائے" اِنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ مِنْ تَلَامَذَتِهِ وَاِنَّ اُمَّهُ كَانَتْ فِيْ حِبَالَةِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(مناقب آل ابی طالب تصنیف ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۲۴۸ مطبوعہ قم جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

رامش افزائے نامی کتاب میں ابو عبد اللہ محدث نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور ان (ابو حنیفہ) کی والدہ امام موصوف کے عقد میں تھیں۔

۴ - آپ اہل بیت رسول کے بہت زیادہ معاون تھے۔ ان کی محبت سے سرشار تھے۔ حتیٰ کہ جناب محمد و ابراہیم بن عبد اللہ المحض زید بن علی رحمۃ اللہ علیہم کی محبت اور طرفداری کی وجہ سے خلیفہ وقت منصور نے انہیں قتل کروا دیا۔

۵ - آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال کو اپنے مذہب میں ترجیح دیا کرتے تھے۔

۶ - امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فداک یا ابن رسول اللہ کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔

۷ - امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو امتِ محمدیہ کا اپنے دور میں سب سے بڑا عالم سمجھتے تھے۔

۸ - ابو حنیفہ کا فقہ میں جو بھی مقام و مرتبہ ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیضان ہے۔

۹ - آپ انتہائی ذہین، فقیہہ اور عابد و زاہد تھے۔

۱۰ - آپ کے والدین بھی نہایت پارسا اور بندگانِ خدا تھے۔

۱۱ - محبت اہل بیت کی وجہ سے خارجی انہیں بغض و حسد سے دیکھتے تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حق بجانب کہنے کی وجہ سے شامیوں نے آپ کی مخالفت کی۔

Marfat.com

یہ مختصر سا خاکہ تھا۔ جو ہم نے کتب شیعہ سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں ذکر کیا۔ اور ایسا اس لیے کیا۔ تاکہ نجفی شیعی کو معلوم ہو سکے۔ کہ امام ابو حنیفہ کی شخصیت وہ ہے۔ جسے اس کے بڑے سے بھی بڑے ادب و احترام سے دیکھتے تھے۔ اگر ایک یہ نا خلف نکل آیا۔ تو اس سے ابو حنیفہ کے سورج کی روشنی کب ماند پڑ سکتی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام ان کے ہاں کتنا تھا۔ آپ وہ بھی ملاحظہ کر چکے۔ اس قدر احترام کرنے والے اور سوتیلا بیٹا و مرید ہو کر پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مسائل میں مناظرہ کرنے کھڑا ہو جائے کون اسے تسلیم کرے گا؟ یہ صرف اور صرف بناوٹی دو حجۃ الاسلام،، کی حجت بازی ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ بغض و عداوت کی آگ میں جلنے والا آخر کسی کی خوبی کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح وہ مجادلے اور مناظرے جو اہل تشیع نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے جیتنے کے بارے میں گھڑے ہیں۔ بالکل بے اصل اور لغو ہیں۔

خلاصہ یہ کہ نجفی شیعی نے "تاریخ بغداد،، سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند حوالہ جات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ امام ابو حنیفہ اس قابل نہیں تھے۔ جتنا کہ حنفیوں نے انہیں بنا دیا۔ حالانکہ ان روایات کو از روئے عقل و درایت اور باعتبار حالات رواۃ اگر دیکھا جاتا۔ تو اس مرتبہ کے ہرگز نہیں کہ ان سے کسی پر حجت قائم کی جا سکے۔ اور پھر خود صاحب تاریخ بغداد نے صرف ان کے ذکر کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ ان کے صحیح و ثابت ہونے کا التزام نہیں کیا۔ اور علاوہ ازیں محشی نے ان روایات کا جواب بھی وہیں درج کر دیا لیکن ان میں سے کچھ بھی نجفی شیعی کو نظر نہ آیا۔ ان روایات کے جوابات کے بعد کتب شیعہ سے ہم نے امام ابو حنیفہ کے فضائل و مناقب

Marfat.com

بیان کر دیئے۔ تاکہ کسی شیعہ کو امام صاحب کی ذات اور ان کی فقاہت پر اعتراض باقی نہ رہے۔ لہٰذا اگر کوئی بغض وحسد کا مارا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تحقیر کرتے ہوئے ان کے لیے لفظ "جولاہا" استعمال کرتا ہے۔ تو ایسے "درشام غریباں" کی پیداوار سے ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایسے جولاہے کی والدہ سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟ ایسے کو شاگرد اور مرید بنانے میں کیوں کوشش کی۔؟ حقیقت وہی ہے۔ جو شیعوں کا استاد نعیمی بیان کر گیا کہ "ابوحنیفہ کے والدین جیسے کسی کے والدین ہوں۔ تو ان کے ہاں اسی طرح کا بیٹا پیدا ہوگا۔ جو شکل وصورت میں انسان ہو گا لیکن سیرت وکردار میں فرشتہ ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تنبیہ:

نجفی شیعی نے اپنی تصنیف فقہ حنفیہ میں ص ۲۸ تک پندرہ عدد ایسے اعتراضات والزامات ذکر کیے ہیں۔ جن کا تعلق امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات سے تھا۔ ہم نے ان تمام کا ایک ایک کر کے دندان شکن جواب دے دیا۔ "فقہ حنفیہ" کے ص ۲۹ سے ص ۸۰ تک خواہ مخواہ ورق سیاہ کیے گئے ہیں۔ اُن میں کوئی قابل ذکر بات نہیں "سنی فقہ میں شانِ خدا تعالیٰ تاریخ بغداد کے حوالہ سے" "سنی فقہ میں نبوت کی شان" یہ دو موضوع ان صفحات پر تحریر ہیں۔ ان موضوعات کے ثبوت کے لیے تفسیر کبیر اور تاریخ بغداد سے حوالہ جات پیش کیے۔ علم سے تہی "حجۃ الاسلام" کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ دونوں کتابیں "فقہ" کی ہیں؟ بہرحال ان صفحات پر پھیلے ہوئی نجاسات اور یاوہ گوئیوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ اور اس سے ملتے جلتے اعتراضات والزامات کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ اور

Marfat.com

قرآن کریم کی تحریف کی بحث میں ہم دے چکے ہیں۔ اگر تحقیق و تشفی کی ضرورت ہو۔ توان کتب و مضامین کی طرف رجوع کریں۔

"حقیقت فقہ حنفیہ" کے ص ۳۹ تا ص ۸۰ تک فقہ حنفی کے متعلق جملہ اعتراضات کا جواب ہم انشاء اللہ دے رہے ہیں ان اعتراضات کو بالترتیب بقید صفحہ درج کرتے ہیں۔ اور پھر ہر ایک کا تسلی بخش جواب پیش ہے۔

❖

Marfat.com

باب سوم

فقہ حنفی پر
نجفی کی طرف سے اٹھائے گئے
اعتراضات کے جوابات

Marfat.com

بابِ سوم:

فقہ حنفی پر نجفی کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات اور ان کا بالترتیب جواب

"سُنّی فقہ میں شانِ قرآن پاک"

اعتراض نمبر ۱

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ ہے۔ کہ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے۔ اور وہ شفا حاصل کرنے کی نیت سے قرآن پاک کو لَوْ كَتَبَ بِالْبَوْلِ اَوْ بِالدَّمِ اَوْ عَلٰى جِلْدِ الْمَيْتَةِ لَا بَأْسَ بِهٖ۔ پیشاب، کے ساتھ یا خون کے ساتھ لکھے یا مردار کی کھال پر لکھے۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ (فتاویٰ قاضی محمد خان جلد ۱ ص ۷۸)

نوٹ:

فقہ نعمان نے قرآن پاک کا تو جنازہ ہی نکال دیا ہے۔ مذکورہ تینوں چیزیں نجس ہیں۔ اگر ان نجس چیزوں سے قرآن پاک لکھنا جائز ہے۔ تو پھر اور کون سی نجاست ہے جس سے قرآن نہیں لکھا جاسکتا۔ نعمان صاحب نے معاملہ کچھ اُلٹ ہی کردیا ہے۔

Marfat.com

پیشاب سے لکھنے کے قابل تو بخاری شریف تھی لیکن بخاری کو چھوڑ کر فتویٰ قرآن کے بارے میں صادر فرمایا ہے۔ کیا ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان رضی اللہ عنہم کی تعلیمات یہی ہیں۔ اور کیا فقہ نعمان یہی ہیں۔ کہ قرآن کی ہتک کی جائے۔ جس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ بغیر طہارت کے قرآن کو مس بھی نہ کرو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۵۳)

جواب اوّل:

جیسا کہ ہر صاحبِ عقل شعور جانتا ہے۔ کہ "فقہ حنفی" امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور فروعی مسائل کا نام ہے۔ کسی حنفی کی تحریر "فقہ حنفی" کا درجہ نہیں رکھتی۔ جب تک وہ ان اصول و قواعد کے مطابق نہ ہو۔ جو "فقہ حنفی" کے مدون ہیں۔ صاحب ہدایہ نے نکسیر کے موضوع پر مسائل کے ضمن میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ نکسیر کے بند کرنے کے لیے بطور علاج و دوا اگر کوئی شخص بول سے فاتحہ شریف لکھتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان کا یہ لکھ دینا "فقہ حنفی" نہیں بن جاتا حنفی ان کے مقلد نہیں۔ بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ حرام اشیاء کا استعمال بطور دوا اور بہ نیت شفاء بھی جائز نہیں ہے۔ اس فتویٰ کی تصریح درمختار میں ان الفاظ سے مذکور ہے۔

وَلَا يُشْرَبُ بَوْلُهٗ اَصْلًا لَا لِلتَّدَاوِيْ وَلَا لِغَيْرِهٖ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

(درمختار جلد اول ص ۲۱۰)

ترجمہ:

یعنی حلال جانوروں کا بول نہ دوا کے طور پر اور نہ کسی دوسری غرض کے

Marfat.com

پیش نظر پینا درست ہے۔
لہذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ پر مذکورہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

جواب دوم:

نجفی شیعی نے الزام کو سنوارنے کے لیے جس بات کو مرکزی طور پر پیش کیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ تینوں چیزیں (بول۔ خون اور مردار کا چمڑا) نجس ہیں۔ اس لیے نجس اشیاء سے اللہ کے کلام کو لکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے الخ۔ دریافت طلب یا وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ ان تین اشیاء میں سے "بول" سے مراد کس کا بول ہے۔ در مختار میں اس جگہ جو اصل مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ وہ ایک مخصوص بول کے بارے میں ہے۔ کتاب مذکور کی عبارت ملاحظہ ہو۔

وَبَوْلُ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ نَجَسٌ نِجَاسَةً مُخَفَّفَةً وَطَهَّرَهُ مُحَمَّدٌ وَلَا يُشْرَبُ بَوْلُهُ اَصْلًا لَا لِتَدَاوِيْ وَلَا لِغَيْرِهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

(ص ۲۱۰ جلد اول)

ترجمہ:

ان جانوروں کا بول کہ جن کا گوشت (حلال ہونے کی بنا پر) کھایا جاتا ہے۔ نجس ہے۔ لیکن اس میں نجاست خفیفہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پاک کہا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس بول کو نہ تو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کام کے لیے۔

Marfat.com

صاحبِ درمختار نے اس بول کے بارے میں دو اقوال ذکر کیے (نجاست خفیفہ اور طہارت) امام اعظم اس کو ناپاک اور امام محمد اس کو پاک کہتے ہیں۔ جیسا کہ اسی عبارت میں صراحت ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس بول کو بطور دوا یا بطور شفا یا بی استعمال میں لانا درست نہیں۔ تو وہ اعتراض والزام امام اعظم پر کس طرح وارد ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک پیشاب سے سورۂ فاتحہ لکھنا جائز ہے۔ لہٰذا نجفی کا یہ تحریر کرنا "نعمان صاحب نے معاملہ الٹ کر دیا ہے" فریب اور دھوکہ دینے کی حماقت ہے۔ نعمان صاحب کا فتویٰ ہم نے ذکر کر دیا۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اعتراض میں ذکر کردہ فتویٰ کس نعمان کا ہے؟

اور اگر بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بول کو پاک سمجھا جائے۔ تو نجس چیزوں سے قرآن لکھنا، کس طرح ثابت ہو گا۔

یہ تو پاک چیز سے قرآن لکھنا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ ان جانوروں کا پیشاب پاک ہونا صرف امام محمد کا قول ہو۔ اور حنفی ہونے کے ناطے سے اس قول کی وجہ سے "فقہ حنفی" موردِ الزام بن جائے۔ تو سنیئے۔ نجفی صاحب! آپ کی فقہ بھی ان جانوروں کے بول کو پاک کہتی ہے۔ اور ان کے ساتھ دوا کرنا جائز بتلاتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تحفۃ العوام:

جانوران حلال گوشت کا بول و براز پاک ہے۔ بشرطیکہ نجاستِ خارجی ان سے ملحق نہ ہو۔ (حصہ اول ص ۱۰)

المبسوط:

وَمَا اُكِلَ لَحْمُهٗ فَلَا بَاْسَ بِبَوْلِهٖ وَرَوْثِهٖ

Marfat.com

وَذَرْقِهٖ اِلَّا ذَرْقَ الدَّجَاجِ خَاصَّةً وَمَا يُكْرَهُ لَحْمُهٗ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهٖ وَرَوْثِهٖ مِثْلَ الْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ۔

(المبسوط فی فقہ الامامیہ
ابو جعفر طوسی شیعی جلد اول
ص ۳۶ کتاب المطہارت مطبوعہ
حیدری تہران)

ترجمہ:

جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اُس کا پیشاب، گوبر اور مینگنیاں پاک ہیں۔ صرف مرغ کی بیٹ پاک نہیں ہے۔ اور وہ جانور جن کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ ان کے پیشاب اور گوبر میں کوئی گناہ نہیں۔ جیسا کہ خچر اور گدھے۔

نجفی صاحب! ہوش ٹھکانے لگا۔ صرف پیشاب ہی نہیں گوبر اور لید وغیرہ بھی پاک ہے۔ اب کسی پاک چیز سے قرآنی آیات تحریر کرنے میں آپ کو بھی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ امام اعظم تو ان اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نجس ہونے کے باعث منع فرماتے ہیں۔ اور آپ کی فقہ نے ان کی پاکیزگی ثابت کر کے بطور دوا ان کا استعمال جائز کر دیا۔ کیا خیال ہے۔ کبھی ان مرغن اور خوشبودار اشیاء کا ناشتہ کرنے کے لیے تشریف لائیں۔ اطلاع پہلے سے ہو جائے تو کافی مقدار آپ کی تواضع کے لیے منگوا لیں۔ "ذوالجناح" کے "دائے گئے پیچھے" تھیلے اسی لیے کس کر باندھے جاتے ہیں۔ کہ اُس سے گرنے والی کستوری اور عنبر جمع رہے۔ اور روحانی و جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ایک آدھ قطرہ دیگ وغیرہ میں ڈال کر شفاء

Marfat.com

حاصل کی جائے۔ جب یہ اتنی متبرک اشیاء ہیں۔ تو عین ممکن ہے کہ "صحاح اربعہ" وغیرہ اسی کی سیاہی سے تحریر شدہ ہوں۔

جواب سوم:

بصورتِ تسلیم کہ فقہاء کرام نے خون سے سورۃ فاتحہ تحریر کرنے کی اجازت دی۔ لیکن یہ اجازت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ شرائط اس حوالہ میں درج ہیں۔ اور اس کی دلیل بھی ساتھ ہی مذکور ہے۔

رَدُّ الْمُحْتَار:

اِذَا سَالَ الدَّمُ مِنْ اَنْفِ اِنْسَانٍ وَلَا يَنْقَطِعُ حَتّٰى يَخْشٰى عَلَيْهِ الْمَوْتُ وَ قَدْ عَلِمَ اَنَّهٗ لَوْ كَتَبَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ اَوْ اِخْلَاصَ بِذَالِكَ الدَّمِ عَلٰى جَبْهَتِهٖ يَنْقَطِعُ فَلَا يُرَخَّصُ لَهٗ فِيْهِ وَ قِيْلَ يُرَخَّصُ كَمَا رُخِّصَ فِيْ شُرْبِ الْخَمْرِ لِلْعَطْشَانِ وَ اَكْلِ الْمَيْتَةِ فِي الْمَخْمَصَةِ ـ

(جلد اول ص ۲۱۰ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:
جب کسی آدمی کی نکسیر پھوٹے۔ اور رُکتی نہ ہو۔ حتی کہ اُسے مر جانے کا خوف ہو۔ اور اُسے یہ ظن غالب ہو کہ اگر سورۂ فاتحہ یا اخلاص

Marfat.com

اُس خون سے اپنی پیشانی پر لکھے گا۔ تو نکسیر بند ہو جائے گی۔ تو
اُسے ایسا کرنے کی رخصت نہیں دی جائے گی۔ اور کہا گیا ہے
کہ اُسے رخصت ہونی چاہیے۔ جیسا کہ سخت پیاسے کو شراب
پینے اور بھوک سے مرتے کو مردار کھانے کی ہے۔

عبارت مذکورہ میں مفتیٰ بہ قول یہی مذکور ہے۔ کہ نکسیر بند کرنے کے لیے اُسی خون سے قرآنی آیات لکھنا جائز نہیں۔ لیکن ایک ضعیف قول اس کے جواز پر بھی ہے۔ اُس رخصت کو کیوں روا رکھا گیا۔ صاحب ردالمختار اس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

لِاَنَّ الْحُرْمَةَ سَاقِطَةٌ عِنْدَ الْاِسْتِشْفَاءِ
وَحَلَّ الْخَمْرُ وَالْمَيْتَةُ لِلْعَطْشَانِ
وَالْجَائِعِ۔

کیونکہ شفایابی کے لیے (خون کی) حرمت ختم ہوگئی۔ اور پیاسے
کے لیے شراب پی لینا اور بھوکے کے لیے مردار کھا لینا حلال
ہوگیا۔

صورت مذکورہ میں خونِ نکسیر سے سورۃ الحمد یا اخلاص کو لکھنے کی شرائط یہ ٹھہریں۔

۱۔ اس مرض سے موت کا خطرہ پیدا ہو جائے۔

۲۔ کسی مسلمان حکیم یا ڈاکٹر کا مشورہ یہ ہو۔ کہ اس علاج کے سوا کوئی دوسرا طریقہِ شفا نہیں۔

جب ان دونوں شرائط کی وجہ سے شراب اور مردار کا استعمال جائز ہو گیا۔ بلکہ خود قرآن کہتا ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

Marfat.com

فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ۔ جوشخص حالت مجبوری میں بغاوت اور زیادتی سے ہٹ کر حرام اشیاء کو استعمال کر لیتا ہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نظریہ کے مطابق اُن جانوروں کا بُول نجس ہے۔ اور اسے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن نجاست خفیفہ تھی۔ ادھر شراب اور مردار از نجس ہیں۔ نجاست غلیظہ رکھتے ہیں۔ بامر مجبوری ان کو حلال کر دیا گیا۔ تو کیا بامر مجبوری، وخون کی نجاست، طہارت میں تبدیل نہ ہو جائے گی؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شرائط مذکورہ کی وجہ سے خون، بول وغیرہ نجس اشیاء سے نجاست اُٹھ جائے گی۔ اور پاک اشیاء کے حکم میں آجائیں گی۔ اس لیے ان سے قرآنی آیات لکھنا "نجس اشیاء سے لکھنے" کے ضمن میں ہرگز نہ آئے گا۔ جب نجفی شیعی کی فقہ بُول، گوبر اور لید کو پاک کہتی ہے۔ تو پھر فقہ حنفی پر اعتراض کس مُنہ سے کیا جا رہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲

فقہ حنفی میں قرآن مجید کا بوسہ لینا بدعت ہے

سُنی فقہ میں کسی ملوانے کا ہاتھ چومنا یا کسی بادشاہ کا ہاتھ چومنا تو ٹھیک ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن تَقْبِیْلُ الْمُصْحَفِ بِدْعَۃٌ قرآن پاک کا چومنا بدعت ہے۔

(الدرالمختار کتاب الحظر ص ۵۵ جلد چہارم

نوٹ:

کیا خرافات ہے فقہ نعمان۔ ملوانے کا ہاتھ دن میں کئی مرتبہ پیشاب و پاخانہ کے مقامات پر پھرتا رہتا ہے۔ اس کا چومنا تو کوئی گناہ نہیں۔ اللہ پاک کا قرآن چومنا بدعت ہے۔ حنفیوں کو چاہیئے کہ ملوانوں کے ہاتھوں کی بجائے ان کے خصیتین بھی چومیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۵۴)

جواب اول:

جب آدمی بے ایمانی پر آجائے۔ تو اُسے کون روکے لیکن بے ایمانی جب دوسروں تک پہنچ رہی ہو۔ تو دوسروں کو گمراہی سے بچانے کے لیے حقائق سامنے لانے چاہئیں۔ نجفی شیعی تو ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ کہ سنی فقہ کو کسی نہ کسی طرح لوگوں میں بدنام کیا جائے۔ انہی کوششوں میں سے ایک کوشش اس اعتراض

Marfat.com

میں بھی کی گئی ہے اہل سنت و جماعت کا یہ مسئلہ اتفاقی و اجماعی ہے۔ کہ قرآن کریم کو چومنا جائز ہے۔ صاحب درمختار نے مذکورہ بالا قول نقل کرتے وقت "قیل" سے اسے شروع کیا ہے۔ اور اس لفظ سے کسی بات کو شروع کرنا ہر اہل علم جانتا ہے۔ کہ آگے ذکر ہونے والی بات کمزور اور مرجوح ہے بے ایمانی کا یہ عالم کہ نجفی نے یہ لفظ سے اڑا دیا اور بات اس انداز میں ذکر کر دی۔ ۔ ۔ ۔ کہ پڑھنے والے واقعی وہ مفہوم مان لیں۔ جو وہ منوانا چاہتا ہے۔ صاحب درمختار نے اسی قول کے فوراً بعد حضرات صحابہ کرام کا اس بارے میں عمل نقل کیا۔ یعنی یہ کہ وہ قرآن کریم کو چوما کرتے تھے۔ اگر قول مذکور اتنا مضبوط ہوتا۔ تو اس کے خلاف عمل صحابہ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ معلوم ہوا کہ صاحب درمختار نے اس طریقہ کو اپنا کر اس قول کے ضعیف ہونے کی توثیق کر دی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

الدرالمختار:

قُلْتُ وَ تَقَدَّمَ فِی الْحَجِّ تَقْبِیْلُ عَتَبَةِ الْکَعْبَةِ وَفِی الْقُنْیَةِ فِیْ بَابِ مَا یَتَعَلَّقُ بِالْمَقَابِرِ تَقْبِیْلُ الْمُصْحَفِ قِیْلَ بِدْعَةٌ لٰکِنْ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یَاْخُذُ الْمُصْحَفَ کُلَّ غَدَاةٍ وَ یُقَبِّلُہٗ وَ یَقُوْلُ عَھْدُ رَبِّیْ وَ مَنْشُوْرُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ وَ کَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُقَبِّلُ الْمُصْحَفَ وَیَمْسَحُہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ

(الدرالمختار جلد ۶ ص ۳۸۴ مطبوعہ مصر جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

(صاحب درمختار بوسہ کی اقسام بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔)
میں کہتا ہوں کہ مسائل حج میں گزر چکا ہے ۔ کہ کعبہ پاک کی دہلیز کو بوسہ دیا جاتا ہے ۔ "قنیہ" میں قبرستان کے متعلق مسائل کے باب میں لکھا ہے ۔ کہ قرآن کریم کو چومنا بدعت کہا گیا ہے ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے ۔ آپ ہر صبح قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر پہلے اسے چومتے اور پھر کہتے کہ یہ میرے رب کا عہد اور منشور ہے ۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی قرآن کریم کو چومتے تھے ۔ اور اپنے منہ پر پھیرتے تھے ۔

اب آپ کو اس بات کا بخوبی علم ہو گیا ہو گا ۔ کہ صاحب "درمختار اس قول میں پہلے تو "قیل" کے ساتھ کمزوری کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ۔ اور پھر صحابہ کرام کے عمل سے اس کمزوری کو مزید واضح کر رہے ہیں ۔ لیکن "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے مصداق نجفی شیعی کو یہ تمام باتیں یکسر نظر آئیں ۔ اور اہل سنت پر الزام دھرنے بیٹھ گیا ۔ بغض و حسد کا کرشمہ ایسا ہی ہوتا ہے ۔

جواب دوم :

اگر نجفی اینڈ کمپنی کو اصرار ہو ۔ کہ "قیل" سے ذکر کیا گیا قول مضبوط ہوتا ہے ۔ (لہذا یہ قول بھی مضبوط ہے) تو اس پر کتب شیعہ سے صرف ایک قول پیش کرتے ہیں ۔ پھر جو کچھ ہو گا ۔ دیکھا جائے گا ۔

المبسوط:

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِيْ

Marfat.com

حَالِ حَیٰوتِہٖ وَلَمْ یَسْتَثْنِ الْکَلْبَ وَالْخِنْزِیْرَ قَالَ اِنَّمَا یَنْجِسُ الْخِنْزِیْرُ وَالْکَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔

(المبسوط جلد ۶ ص ۷۹ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

بعض شیعہ مجتہد کہتے ہیں۔ کہ ہر حیوان مکمل طور پر پاک ہوتا ہے۔ جب تک وہ زندہ ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے ان مجتہدوں نے نہ تو کتے کو نکالا اور نہ ہی خنزیر کو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کہا ہے۔ خنزیر اور کتا دو صورتوں میں ناپاک ہوتے ہیں۔ قتل ہونے یا مرنے سے۔

زندہ کتے اور سُور کو پاک کہنے والے کون ہیں؟ کبھی ان کی ماں کی ہے؟ پوچھتے ہیں۔ ان "حلال و پاک جانوروں"، کا گوشت کیسا ہے۔؟ ذرا بتلاؤ تو سہی؟

ان جوابات سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ قرآن کریم کا چومنا ہم اہل سنت کے نزدیک ہرگز بدعت نہیں ہے۔ جس طرح بزرگوں کے ہاتھ چومنے جائز ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کو بوسہ دینا یقیناً درست اور جائز ہے۔ جواب تو یہیں تک تھا۔ اعتراض کے آخر میں نجفی نے جو "تبصرہ"، لکھا۔ اس میں حنفیوں کو ملاؤں کے خصیتین چومنے کا مشورہ دیا۔ جہاں تک اس مشورہ کے جواب کا معاملہ ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اس فعل کے جواز کا کوئی حنفی بھی قائل نہیں۔ لہذا اس بات کا اعتراض کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے۔ کہ از قبیلِ خرافاتِ نجفی یہ مشورہ ایک نمونہ ہے۔ ہم حنفیوں کو ایسا مشورہ دینا زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کا ثبوت کوئی نہیں۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اس کے جواز کا قائل ہے۔ البتہ نجفی اور اس کے ہم مشرب لوگوں کو ہم ایک۔ با دلیل

Marfat.com

اور باثبوت مشورہ دے رہے ہیں۔ سُنیئے!

از حضرت امام موسےٰ پرسیدند کہ اگر کسی فرج زن را ببوسد چوں است فرمود باکی نیست۔

حلیۃ المتقین ص۱۴۱ در فضیلت تزویج

ترجمہ:

لوگوں نے امام موسےٰ کاظم سے دریافت کیا۔ یا حضرت! اگر کوئی شخص عورت کی شرمگاہ کو چوم لیتا ہے۔ تو یہ کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ذرا فرمایئے تو۔ اپنے امام کے قول وارشاد پر عمل کرتے ہو؟ اگر عمل نصیب ہے۔ تو اس بوسہ بازی سے ہفت طبق روشن ہو جاتے ہوں گے۔ ایسا ذائقہ اور مٹھاس شاید تمہیں شہد میں بھی نہ ملے۔ ہمارا یہ مشورہ نہ سمجھیں۔ بلکہ اپنے امام کی باتیں جانیں جو لکھی ہوئی آپ کی کتابوں میں ہیں۔ اگر یہ کہیں۔ کہ پوچھنے والے نے تو امام سے اپنی عورت کہہ کر سوال نہیں کیا۔ (اگر یہی سوال ہوتا تو "فرج زنِ خود را" کے الفاظ ہوتے) بلکہ "فرج زن" کہہ کر دریافت کیا۔ جس کا معنی یہ ہے۔ کہ کسی عورت کی شرمگاہ چومے۔ تو پھر کھلی باگ ہو گئی۔ جب بھی کام و دہن کا ذائقہ خراب ہوا۔ اپنے امام کا نسخہ استعمال کیا۔ نہ اپنی دیکھی نہ کسی دوسرے کی۔

نوٹ:

حاشا وکلا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ ایسی گری ہوئی بات فرمائیں۔ یہ پاکیزہ شخصیات اِن باتوں سے مبرا ہیں۔ یار لوگوں نے محض اپنی تماش بینی کے لیے ان پاکیزہ شخصیات کا سہارا لیا۔ جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کر کے اپنا

Marfat.com

الو سیدھا کرنے بیٹھ گئے۔ نہ وہ ان کے امام اور نہ یہ ان کے چاہنے والے۔ اس قسم کی باتیں کرنے والا کوئی اور موسے نامی شخص ہو گا۔ اس درفرضی امام موسٰی، کے لیے تم نے امام کے لفظ استعمال کیے۔ ورنہ سیدنا حضرت امام موسٰی کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی ادنیٰ توہین بھی ناقابل برداشت ہے۔ ہم اہل سنت کا تو یہی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرات اہل بیت اور ائمہ عظام کی سچی اور حقیقی محبت سے نوازے۔ آمین

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

Marfat.com

اعتراض نمبر۳

قرآن مجید کا نرم و نازک رحل

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی رانوں میں سر رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

(زاد المعاد لابن قیم باب سیرۃ النبی مع ازواج)

نوٹ:

فقہ نعمان کے وارے وارے جاواں۔ تلاوت قرآن مجید کے لیے نرم و نازک رحل تجویز کیا ہے۔ مولاؤں کو چاہیئے کہ سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کریں۔ اور شبینوں میں بیویوں کو مسجد میں لے جائیں اور ان کی رانوں میں سر رکھ کر قرآن شریف پڑھیں اور تراویح شریف کے لیے بھی یہی رحل مناسب رہے گا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۷۵)

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ران پر سر رکھ کر تلاوت قرآن کریم کرنے میں کونسا عیب ہے۔ جو نجفی کو نظر آیا۔ اس کے خبث باطنی کو ملاحظہ کریں۔ کہ رانوں پر کو "رانوں میں" تبدیل کر کے بے حیائی کا ریکارڈ توڑ دیا۔

Marfat.com

اور دو ہیں،، کے ذریعہ یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ حضرت، عائشہ رضی اللہ عنہا۔ کا جسم اقدس برہنہ تھا۔ اور ایسے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سر رکھ کر قرآن پڑھا۔ حاشا وکلا۔ روایت مذکورہ کا یہ خبیث مفہوم نجفی کے سوا کبھی کسی نے نہیں کیا۔ جہاں تک اس روایت کا مفہوم ہے۔ وہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر تلاوت قرآن کریم فرمایا کرتے تھے۔ ایسا کرنے میں کون سی قباحت ہے؟

روایت کے مفہوم کو اپنے مطلب کے مطابق بنا کر پھر دو نوٹ،، لکھ کر نجفی نے سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی گود میں نرم و نازک رحل سے تشبیہ دی۔ گویا ازراہ تمسخر اور استہزاء یہ حاشیہ آرائی کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مقدسہ کے ساتھ مذاق اڑانا کس قدر باعث گمراہی اور غضب الٰہی کا سبب ہے؟ اسی نجفی کے ایک گرو کی زبانی سنئیے۔

منہج الصادقین:

مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْهُ قُبِلَتْ تَوْبَتُهٗ اِلَّا مَنْ خَاضَ فِیْ اَمْرِ عَائِشَةَ۔ یعنی ہر گاہ کسی گناہی کند از آں توبہ نماید توبہ او مقبول است مگر آں کس در امر عائشہ خوض کردہ۔

(منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۸

سورہ نور۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

جب بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرتا ہے۔ اور پھر توبہ کر لیتا ہے۔ تو اس کی توبہ مقبول ہوتی ہے۔ مگر اس شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی جس

Marfat.com

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں عیب جوئی کی

جواب ۲:

روایت مذکورہ میں اگر ادھر ادھر سے کوئی بات قابل اعتراض بنتی ہے ۔ تو یہ کرایسا کرنا تہذیب سے گرا ہوا فعل ہے ۔ یعنی اس فعل کو غیر مہذب کہہ کر پھر حاشیہ آرائی کی گئی آیئے! اہل تشیع کی معتبر کتاب سے ایک حوالہ پڑھ لیں ۔

تہذیب المتین :

القصہ حضرت امیر فرماتے ہیں ۔ کہ اس صبح کو سردی زیادہ تھی ۔ میں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک چادر میں لپٹے تھے ۔ جب ہم نے حضرت کی گفتگو حضرت اسماء کے ساتھ سنی ۔ تو چاہا کہ اُٹھ کر علیحدہ ہو جائیں حضرت نے اپنے حق کی قسم دی ۔ کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا ۔ ناچار ہم اسی طرح لیٹے رہے ۔ تاآنکہ حضرت آکر ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں ہمارے بیچ پھیلا دیئے ۔ داہنا پاؤں میں نے اپنی چھاتی سے اور بایاں پاؤں فاطمہ نے اپنی چھاتی سے لگا لیا ۔ کہ خنکی ان کی دور ہو ۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ۔ کہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہیئے ۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی و فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شب زفاف فرمایا ۔ کہ کوئی کام نہ کرنا تا وقتیکہ میں تمہارے پاس نہ آؤں ۔ اور جب صبح کو ان کے پاس تشریف لائے تو پائے مبارک ان کے درمیان دراز کیے ۔ اور وہ بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے

(تہذیب المتین جلد اول ص ۸۲ مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)

Marfat.com

نوٹ:

نجفی وغیرہ اہل تشیع کے ہاں حضرات صحابہ کرام اور ازواج مطہرات خصوصاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا الفاظ کہنا اور لکھنا ایک عام معمول ہے۔ لیکن اہل بیت کرام کے متعلق ہم اُن (اہل تشیع) کے رویہ کے پیش نظر کبھی بھی یہ جرأت نہیں کرتے۔ اس لیے "تہذیب المتین" کے مصنف مولوی سید مظہر حسین نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں "وہ ملال کام میں غیرت نہیں چاہیئے" حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا دونوں ایک چادر میں لیٹے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے ایک پاؤں علی المرتضےٰ کی چھاتی اور دوسرا جنابہ فاطمہ کی چھاتی پر رکھا الخ۔ گویا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس واقعہ کے درست ہونے کی دلیل پیش کی جارہی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقول اہل تشیع اگر حضرت شیر خدا اور خاتون جنت کی شب زفاف سے فراغت پر جبکہ دونوں ایک ہی بستر پر تھے۔ اپنے پاؤں اُن دونوں کی چھاتیوں پر رکھنا جائز ہے۔ تو قرآن کریم کی تلاوت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر کرنا کس قدر قبیح ہوا؟ وہی حاشیہ یا واقعہ کے مطابق اِدھر اُدھر کی بکواسات "تہذیب المتین" کی عبارت پر بھی کی جا سکتی ہیں۔ لیکن نجفی کی بے غیرتی اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے تمسخر کے باوجود ہم ان مقدس حضرات کے متعلق وہ سوچنا بھی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضےٰ اور خاتون جنت اِن کے نہیں ہمارے محبوب اور پیشوا ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

جوابؒ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم پڑھنا اسی لیے تجھی کو کھٹکا ہوگا۔ کہ ایسا کرنے میں قرآن کریم کی عزت وادب نہ رہا۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ حیران کن صورت تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

وَ لَا یُقْرَاءُ الْقُرْاٰنَ عَلٰی حَالِ الْغَائِطِ اِلَّا اٰیَةَ الْکُرْسِیْ

(المبسوط جلد اول ص ۱۸
مطبوعہ ایران جدید)

ترجمہ:

پاخانہ کرتے وقت قرآن نہ پڑھا جائے۔ مگر آیت الکرسی (کی تلاوت کی جائے)

اس حوالہ پر ہم تبصرہ نہیں کرتے۔ بس اسی ذہن سے جو چاہیں۔ کریں۔ ہم نے صرف الزامی جواب دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود اور بیت الخلاء ان میں کیا مناسبت ہے۔ لیکن یہ جائز اور وہ قابل اعتراض؟

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴

حقیقت فقہ حنفیہ: فقہ حنفی میں نجاست چاٹنا جائز ہے۔

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اِذَا اَصَابَتِ النَّجَاسَۃُ بَعْضَ اَعْضَائِہٖ وَلَحِسَ بِلِسَانِہٖ حَتّٰی ذَھَبَ اَثَرُھَا۔ جب انسان کے کسی بھی عضو پر کوئی نجاست لگ جائے۔ اور آدمی اُس کو چاٹ لے۔ یہاں تک کہ اس نجاست کا نشان ختم ہو جائے۔ تو وہ عضو پاک ہے
(فتاوی قاضی خان کتاب الطہارۃ ص ۱۱)

نوٹ:

حضرت نعمان امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ شاد نے کیا پھلجڑی چھوڑی ہے۔ نعمان کے مذکورہ فتوی کا یہ مطلب ہوا۔ کہ اگر کسی کے آلہ تناسل پر منی یا پیشاب لگ جائے۔ اور وہ خود تکلیف کر کے اُسے چاٹ لے یا کسی حنفی بھائی سے چٹوالے تو آلہ تناسل پاک ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۱)

جواب:

اعتراض کے جواب سے قبل اس معاملہ کی وضاحت ضروری ہے۔ تاکہ حقیقت حال سامنے آجائے۔ نجاست دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جرمی دوسری غیر جرمی۔ جرمی وہ جس کا وجود نظر آئے۔ اور دُور کرنے سے دور ہو جائے جیسا کہ

Marfat.com

پاخانہ اگر بر اور خون غیر جرمی اس کے خلاف جیسا کہ پیشاب اور نجس پانی۔ قانون یہ ہے کہ احناف کے ہاں نجاست جرمی کی وجہ سے ناپاک چیز اس وقت پاک ہو جاتی ہے۔ جب اس نجاست کے وجود کو کسی طریقہ سے ختم کر دیا۔ اور اس چیز پر دیکھنے میں نظر نہ آتی ہو۔ اسی قانون کی روشنی میں اگر پانی وغیرہ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں کہ جن سے وہ نجاست زائل کی جا سکے۔ اگر کوئی شخص مثلاً ہاتھ پر لگی ہوئی اس نجاست کو زبان سے چاٹ کر صاف کر دیتا ہے۔ (اور تھوک تو بہر حال وہ پھینک ہی دے گا) تو وہ ہاتھ پاک ہو جائے گا مسئلہ اس قدر تھا۔ اب اس کو مذاق میں ڈال دینا اس میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں نجفی نے پلید ذہن اور نجس سوچ سے نجاست کو "منی" پر محمول کیا۔ اور عضو سے مراد آلہ تناسل لے لیا۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ احناف کے اس قانون پر کوئی اعتراض کرتا۔ اور اسے قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف قرار دیتا۔ لیکن اس کی بجائے بے حیائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب ہم کیا دیں۔ کچھ اسی قسم کے مسائل حضرات ائمہ اہل بیت کے اقوال سے بھی ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہوں۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَسَأَلَ حَنَانُ بْنُ سَدِيْرٍ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اِنِّيْ رُبَمَا بُلْتُ فَلَا اَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ وَيَشْتَدُّ ذَالِكَ عَلَيَّ فَقَالَ اِذَا بُلْتَ وَتَمَسَّحْتَ فَامْسَحْ ذَكَرَكَ بِرِيْقِكَ فَاِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا فَقُلْ هٰذَا مِنْ ذَاكَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۱ مطبوعہ تہران جدید۔ ۲۔ ص ۲۱ مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

حنان بن سدید نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں بعض دفعہ پیشاب کرنے کے بعد پانی کی قدرت نہیں رکھتا (کہ اس سے استنجا کروں) مجھ پر یہ بات بہت دشوار گزرتی ہے۔ (تو ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟) امام موصوف نے فرمایا۔ تو جب پیشاب کر چکے۔ اور ذکر کو ادھر اُدھر کی چیز سے پونچھے۔ تو پھر بھی اپنے تھوک کو ہاتھ پر لگا کر اُس کے ذریعہ اُسے صاف کر لیا کر۔ (یعنی تھوک سے پانی کا کام لے کر استنجا کر لیا کر) اگر آلۂ تناسل پر تھوک لگانے کے بعد کچھ (تری وغیرہ) معلوم ہو۔ تو یہ سمجھ لیا کر۔ کہ یہ تری وغیرہ تھوک ہی ہے (کوئی دوسری چیز نہیں یعنی پیشاب یا منی)

نجفی صاحب! احناف کے قانون کے تحت ایک فرضی جُزتھی۔ جس پر تمہیں پھبتی کسنے کا موقعہ ملا۔ اب اپنے گھر کی ایک ایسی جُز کو بھی دیکھو۔ جو جناب حنان بن سدید کو کئی مرتبہ پیش آئی۔ اور اس کے جواب پانے پر بھی ایسا واقعہ بارہا آیا ہوگا کہ آلۂ تناسل پر تھوک لگاؤ۔ اور پھر جو کچھ نکلے وہ تھوک ہی سمجھو۔ اور اگر تھوک لگاتے وقت اس نے "علَم" بلند کر دیا۔ اور سفید پانی کی بارش شروع ہوگئی۔ تو پھر بھی پرواہ نہیں۔ بڑا سستا اور لاجواب نسخہ ہے۔

اگر اُس فرضی جُز میں قباحت یہ نظر آئی۔ کہ اس طرح نجاست تھوک کے ذریعہ مُنہ میں چلی جائے گی۔ (جب کہ تھوک پھینکا نہ جائے۔ اور اگر پھینک دیا جائے۔ تو یہ خدشہ بھی موجود نہیں ہے) اور مُنہ نجس و ناپاک ہو جائے گا۔ تو یہاں تو صرف ایک احتمال ہے۔ ہم تمہیں دکھاتے ہیں۔ کہ ہر مرنے والا شیعہ منہ اور ناک میں ڈھیروں منی لیے ہوئے مرتا ہے۔ جس کو صاف کرنے کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

Marfat.com

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَيِّ عِلَّةٍ يُغْسَلُ الْمَيِّتُ قَالَ تَخْرُجُ مِنْهُ النُّطْفَةُ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا تَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ اَوْ مِنْ فِيْهِ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۴ فی غسل المیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۲ ج ۱ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ مردہ کو غسل کیوں دیا جاتا ہے؟ (اس کی علت کیا ہے) فرمایا اس لیے کہ وہ نطفہ کہ جس سے وہ مرنے والا پیدا ہوا تھا۔ اب مرتے وقت اس کی آنکھ یا اُس کے منہ سے نکلتا ہے۔ (جس کی وجہ سے اُسے غسل دیا جاتا ہے۔

نجفی شیعی ذرا بتلاؤ۔ اُس فرضی جزیرہ مذاق اُڑایا ہے۔ تو کیسی فقہ ہے۔ کہ جس میں ہر مرنے والے (شیعہ) کے منہ میں منی آجاتی ہے۔ آنکھوں میں اس کا جلوہ ہوتا ہے۔ شاید اس لیے کہ مرنے والا شیعہ ساری زندگی حضرات صحابہ کرام کو جس زبان سے بُرا بھلا کہتا رہا۔ وہ زبان مرتے وقت اسی لائق ہے۔ کہ اسے منی میں نہلایا جائے۔ اور وہ آنکھ جو حق بینی سے اندھی ہو جایا کرتی تھی۔ اُس کا سرمہ

Marfat.com

اُس پلید چیز کو بنایا جائے۔ جس سے ہر ذی شعور متنفر ہوتا ہے۔ پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ مُردے کو غسل دیتے وقت اُس کے مُنہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا اور اس کی آنکھوں میں پانی ڈال کر طہارت کرنا خود ان شیعہ لوگوں کے نزدیک بھی درست نہیں ہے۔ اب کیا صورت بنے گی۔ کہ مرنے والا تو مر گیا۔ لیکن خود نہ کلی نہ کر سکتا ہے۔ نہ آنکھیں پاک کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کے غسل دینے والے ان دونوں کو پاک کرنے کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ صرف روئی سے صاف کیا جا سکتا ہے۔

حیرت پر حیرت یہ ہے۔ کہ شیعہ کو مرتے وقت کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہونا بھی نصیب ہوتا نظر نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ کہ اپنے مُردوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔ بوقتِ مرگ مُنہ اور آنکھوں میں منی کا ہونا اس طرف تشریف لے جانے کا اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حجۃ الاسلام کے ذہن میں اور قلب و روح میں یہ ایسی سمائی ہوئی ہے۔ کہ تحریر میں اسی کا تذکرہ ہوتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵
فقہ حنفی میں پیشاب کے قطرے پاک ہیں
حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ پیشاب کے چھوٹے چھوٹے قطرات پاک ہیں۔
(فتاویٰ عبدالحی ص ۱۰۵)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص/۸)

جواب:

اعتراض مذکورہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ "پیشاب کے چھوٹے چھوٹے قطرات" اور دوسری بات "پاک ہیں"۔ فتاویٰ عبدالحی کہ جس کا نجفی شیعی نے حوالہ دیا۔ اس میں ان دونوں باتوں کا ذکر نہیں۔ پہلے الفاظ کی جگہ یہ لفظ ہے۔ "ننھے ننھے چھینٹے"، اور دوسرے کی جگہ "معاف ہیں" مذکور ہے۔ ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اور سوال و جواب میں ان کی حیثیت علیحدہ علیحدہ کیفیت کی حامل ہوتی ہے۔ فتاویٰ مذکورہ میں یہ الفاظ ایک سوال کے جواب کے طور پر مرقوم ہیں۔

فتاویٰ عبدالحی:

(سوال) پیشاب کے ننھے ننھے چھینٹے اگر بدن پر پڑ جائیں۔ تو کیا حکم ہے۔؟
(جواب) معاف ہیں۔ صحیح بخاری کی شروح میں ہے۔ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری پیشاب کرتے وقت اس لحاظ سے کہ چھینٹے اڑ کر بدن پر نہ پڑیں۔ شیشے کے اندر

Marfat.com

پیشاب کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ ایسا نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایستادہ پیشاب کرتے دیکھا ہے۔ جس میں چھینٹیں پڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔

(فتاویٰ عبدالحی جلد اول ص ۱۵۷ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

فتاویٰ کی اصل عبارت (جو سوال وجواب کی صورت میں ہے) آپ نے ملاحظہ کی۔ سوال ننھے چھینٹوں کے بارے میں تھا۔ اور جواب میں "معاف ہیں" کے الفاظ ہیں ہم نے فتاویٰ کی عبارت اس لیے نقل کی۔ تاکہ نجفی کی بے ایمانی اور عبارت میں اس کی بد دیانتی اور خیانت آپ پر واضح ہو جائے۔

وضاحت:

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر چند مرتبہ پیشاب فرمایا۔ جس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا کہ اس طرح جسم یا کپڑوں پر چھوٹی چھوٹی چھینٹیں پڑنے (بہ نسبت پیشاب کرنے کے) کا زیادہ احتمال ہے۔ لہذا انہوں نے حضرت ابو موسے اشعری کو تکلیف سے منع کر دیا۔ اس حدیث اور اس سے مولانا عبدالحی کا استشہاد اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ ایسے ننھے ننھے چھینٹوں سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ لہذا اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی جسم پر پڑنے کی صورت میں جسم کو دھو کر پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عموم بلویٰ کے طور پر یہ معاف ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ چھوٹے چھوٹے چھینٹے پاک ہیں۔ پیشاب کی چھینٹ اور پھر پاک ہو یہ کون کہہ سکتا ہے۔ لیکن نجفی شیعی نے کمال چالاکی سے یہ لکھ دیا۔ کہ سنی فقہ میں وہ چھینٹے "پاک" ہیں۔ اگر مطلب یہی لیا جائے۔ تو تمہاری

Marfat.com

فقہ کے مطابق بقدر درہم نجاست لگی ہو۔ تو وہ پاک ہے۔ ہم نے بقول نجفی پیشاب کی چھوٹی سی نکل آنے والی چھینٹ کو دریاک کر دیا۔ لیکن فقہ شیعہ نے تو ربھر خون کو پاک کہہ دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الروضة البهية فی شرح اللمعة الدمشقیہ:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ وَ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ یُّصَلِّیَ الرَّجُلُ فِی الثَّوْبِ وَفِیْهِ الدَّمُ مُتَفَرِّقًا شِبْهَ النَّضَحِ وَاِنْ کَانَ قَدْ رَاٰهُ صَاحِبُهٗ قَبْلَ ذَالِكَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ مَالَمْ یَکُنْ مُجْتَمِعًا قَدْرَ الدِّرْهَمِ۔

(۱۔ الروضة البهية الفتح جلد اول ص ۲۰ مطبوعہ قم طبع جدید
۲۔ الوسائل جلد چہارم ص ۲۰ باب النجاسات)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ کہ جب کسی شخص کے کپڑے پر خون لگا ہوا ہو۔ اور وہ ایک جگہ جمع نہ ہو۔ بلکہ متفرق ہو۔ تو اس کے دھوئے بغیر اس کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لینا درست ہے۔ اگرچہ اس شخص نے نماز سے قبل وہ خون دیکھ بھی لیا ہو۔ پھر بھی کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

فتاوی عبدالحی میں چھوٹے چھوٹے پیشاب کے چھینٹوں کو معاف کہا گیا۔ اسی طرح دو اماموں نے خون کے قطرات متفرقہ کو معاف کہا۔ اور ان کو دھوئے بغیر نماز درست فرمائی۔ لہٰذا نماز کا درست ہونا۔ اگر ہمارے مسلک میں چھینٹوں کے پاک ہونے کے مترادف تھا۔ تو بعینہٖ اسی قاعدہ سے امام جعفر و امام باقر رضی اللہ عنہما کے فتوای کے مطابق خون کے متفرق قطرات پاک ہوں گے۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ نجفی صاحب! دونوں اماموں کا فتوای اگر درست ہے۔ تو تم نے بکواس کی۔ اور اگر وہ غلط ہیں۔ اور تو سچا ہے۔ تو پھر جھوٹوں کی امامت کون تسلیم کرے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امامین کا فتوای درست ہے۔ لیکن نجفی اُن کا پیروکار نہیں۔ بلکہ یہ حسد و بغض اور عداوت کا بندہ ہے۔ جو وہ کہتی ہیں۔ وہی لکھتا ہے۔

اور اگر نجفی کی منطق یہ کہتی ہو۔ کہ پیشاب کے چھینٹے جس چیز پر پڑ جائیں۔ اُسے نجس کر دیتے ہیں۔ وہ پانی ہو یا کپڑا اُس کا استعمال درست نہیں رہتا۔ تو ہم ان کی کتب سے یہ دکھا سکتے ہیں۔ کہ یہ منطق بالکل غلط ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی:

عَنْ محمد بن مسلم قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عليه السلام عَنِ الْمَاءِ الَّذِيْ يَبُوْلُ فِيْهِ الدَّوَابُّ وَتَلِغُ فِيْهِ الْكِلَابُ وَيَغْتَسِلُ فِيْهِ الْجُنُبُ قَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَدْرَ كُرٍّ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ۔

(۱) فروع کافی جلد سوم ص ۲ مطبوعہ تہران جدید

(۲) تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۱۷

Marfat.com

ترجمہ

محمد بن اسلم کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے پانی کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں دریافت کیا۔ جس میں چارپائے پیشاب بھی کرتے ہیں۔ کتے اس میں داخل ہوتے ہیں۔ اور جنبی آدمی اس میں غسل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جب یہ پانی "کُر" کے برابر ہو۔ تو اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

لفظ "کُر" سے کتنی مقدار مراد ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:۔

فروع کافی:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ الْكُرُّ مِنَ الْمَاءِ نَحْوُ حُبِّيْ هٰذَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اِلٰى حُبٍّ مِنْ تِلْكَ الْحِبَابِ الَّتِيْ تَكُوْنُ بِالْمَدِيْنَةِ

(فروع کافی جلد سوم ص ۳
مطبوعہ تھران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "کُر" میرے اس مٹکے میں پڑے پانی کی مقدار کو کہتے ہیں۔ آپ نے یہ فرماتے وقت ایک مٹکے کی طرف اشارہ کیا۔ جو مدینہ منورہ میں پائے جاتے تھے

Marfat.com

تبصرہ:

اہل تشیع کے پاس ایک مٹکا بھر پانی ہو۔ اور اس میں کتے بلے داخل ہو کر نکلتے رہیں۔ گھوڑے گدھے پیشاب کریں۔ اور جنبی مرد و عورت اور اس میں غسل کرتے رہیں اس کے باوجود وہ ناپاک ہونے کا نام تک نہیں لیتا۔ اس سے وضو بھی جائز اور اس وضو سے نماز بھی درست۔ اور یہ فتویٰ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ہے کسی معمولی آدمی کا نہیں۔ اور اس طرف چھوٹے چھوٹے چھینٹے ہوتے ہوئے نماز کے جواز پر اعتراض کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ کہاں کی منطق اور دانشمندی ہے۔؟ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَمَنْ اَصَابَ قَلَنْسُوَةً اَوْ عِمَامَتَهٗ اَوْ تِكَّتَهٗ اَوْجَوْرَبَهٗ اَوْ خُفَّهٗ مَنِيٌّ اَوْ بَوْلٌ اَوْ دَمٌ اَوْ غَائِطٌ فَلَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ فِيْهِ وَ ذَالِكَ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ لَاتَتِمُّ فِيْ شَيْئٍ مِنْ هٰذَا وَحْدَهٗ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول
ص ۴۲ مطبوعہ تہران طبع جدید
من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول
ص ۲۲ طبع قدیم لکھنؤ)

ترجمہ:

جس کی ٹوپی، پگڑی، چادر اور تہبند جراب پر گر منی، خون، پیشاب

Marfat.com

پاخانہ لگ جائے۔ تو ان کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ ان کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کو تنہا پہن کر نماز مکمل نہیں ہوتی

ان حوالہ جات کی روشنی میں نجفی شیعی کی تسلی ہو جانی چاہیئے۔ کیونکہ بول کے نہ معمولی چھینٹے اُسے کیوں کھٹکتے تھے۔ اور انہیں اعتراض کرنے کے لیے اُڑا ایکن یہ نظر نہ آیا۔ کہ اپنی فقہ نے تو حد کر دی ہے۔ ٹٹی سے بھرا تہبند، خون سے بھری چادر پیشاب میں بھیگی ہوئی ٹوپی ان کے ساتھ بھی نماز ادا کی جارہی ہے۔ اور فرق نہیں پڑتا۔

مختصر یہ کہ اب نجفی کو فیصلہ کرنے پر ہم مجبور کریں گے۔ کہ اگر وہ حضرات ائمہ اہلبیت کا پیروکار کہلاتا ہے۔ تو اُسے ان سے مروی روایات کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر ان کی پیروی اسے منظور نہیں۔ تو پھر معاملہ ختم اس کی راہ اور ہے اور ہماری اور۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶

فقہ مالکی میں خنزیر وغیرہ کا جھوٹا پاک ہے۔

حقیقت فقہ حنفیہ:

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ:

سنی فقہ میں ہے۔ قَالَ مَالِکٌ بِطَهَارَةِ السُّؤْرِ مُطْلَقًا۔

ترجمہ:

امام مالک کہتا ہے۔ کہ کتے اور خنزیر کا جوٹھا بلکہ ہر شئی کا جوٹھا پاک سمجھتا ہے۔

(رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ص ۱۰ بر حاشیہ میزان)

نوٹ:

سنی فقہ بلے بلے اگر کتے اور خنزیر کا جوٹھا بھی پاک ہے۔ تو پھر مزا تو تب ہے کہ پہلے کچھ دودھ کتے کو پلا دیا جائے۔ اور پھر اس کا بچا ہوا اس طرانے کو پلایا جائے جو کتے کا جوٹھا پاک سمجھتا ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۲)

جواب:

ہم اس سے پہلے گزارش کر چکے ہیں۔ کہ ہم اُن اعتراضات والزامات کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ جو "فقہ حنفی" پر وارد ہوتے ہیں۔ اور جن کا تعلق

Marfat.com

ہماری فقہ سے نہیں اُن کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔ جس کتاب سے نجفی شیعی نے مذکورہ حوالہ تحریر کیا ہے۔ وہ "فقہ حنفی" کی کتاب نہیں۔ ہم پر اعتراض تب ہوتا کہ کوئی حوالہ ایسا پیش کیا جاتا۔ جس میں امام ابوحنیفہ یا ان کے شاگردوں کی زبانی یہ تحریر ہوتا۔ کہ کتا اور خنزیر کا جھوٹا پاک ہے۔ مذکورہ مسئلہ فقہ مالکی کا ہے۔ جیسا کہ "قال مالك" کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس مسئلہ کا کتاب کے نام سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ چونکہ شیعہ نہیں۔ بلکہ سنی ہیں۔ اس لیے ان کا یہ نظریہ بھی "شیعی" کو تنگ کر گیا۔ لہٰذا اس اعتبار سے ہم اُن کی طرف سے اس اعتراض کے بارے میں کچھ کہہ دیتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کتے اور خنزیر کے جھوٹے کو پاک کہا۔ اور نجفی کے پیٹ میں درد اٹھا۔ لیکن اس کے بڑے کتے بلے اور خنزیر کی ذات کو بھی پاک قرار دیتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِي حَالِ حَيٰوتِهٖ وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيْرَ قَالَ اِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيْرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔

(المبسوط جلد ۶ صفحہ ۲۷۹
کتاب الاطعمہ الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:
بعض شیعہ علماء کہتے ہیں۔ کہ تمام حیوان پاک ہیں۔ جب تک وہ زندہ

Marfat.com

ہیں۔ ان علماء نے کتا اور خنزیر کو بھی اس حکم سے نہیں نکالا۔ اور یہ بھی کہا۔
کہ کتا اور خنزیر یا تو قتل کرنے سے یا مرنے سے نجس ہوتا ہے۔

تبصرہ:

جس طرح اہل سنت میں سے مالکی "بعض" ہیں۔ اسی طرح اہل تشیع میں سے "بعض" کا قول ہم نے مبسوط کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے تمام جانوروں کے جھوٹے کو پاک کہا۔ لیکن ان بعض شیعوں نے کتے اور خنزیر کے جھوٹے نہیں بلکہ ان کی ذات کو طاہر کہا۔ تو جس کی ذات طاہر اس کا جھوٹا بھی پاک ہے جیسا کہ نجفی کی ذات اور اس کا جھوٹا پاک ہے۔ اسی طرح کتا، بلا اور سور بھی پاک اور ان کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ لہذا از روئے مذاق ہم بھی جوابًا کہہ سکتے ہیں۔ کہ کارپوریشن والوں کو دوائی کھلا کر کتے مارنے سے قبل نجفی اینڈ برادرز سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے۔ تا کہ ان کو ٹھکانے لگانے کی زحمت برداشت نہ کرنی پڑے۔ اُدھر سؤروں کو تلف کرنے کی بجائے اگر ان کے پیچھے شیعوں کو چھوڑ دیا جائے۔ تو ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق حکومت کا خرچہ بھی بچے گا۔ اور مفت میں پلے ہوئے جانوروں سے عزاداروں کے مزے بھی ہو جائیں گے۔ یہ تو مفت میں گوشت اور وہ بھی موٹے تازے جانوروں کا مل گیا۔ اب ذرا ہاضمہ درست رکھنے کے لیے چٹنی بھی تیار ہے۔

فروع کافی:

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ اِنْ سَالَ مِنْ ذَكَرِكَ شَيْئٌ مِنْ مَذِيٍّ اَوْ وَدِيٍّ وَاَنْتَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَا تَغْسِلْهُ وَلَا تَنْقَطِعِ الصَّلٰوةَ

Marfat.com

وَلَا تَنْقُضْ لَهُ الْوُضُوْءَ وَاِنْ بَلَغَ عَقِبَيْكَ فَاِنَّمَا ذَالِكَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَامَةِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص۳۹ باب المذی والمذی
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تیرے آلۂ تناسل سے نماز پڑھنے کے دوران مذی یا ودی نکل آئے۔ تو اسے مت دھو۔ اور نہ نماز کو توڑو۔ اور نہ ہی اس سے وضوء ٹوٹتا ہے اگرچہ وہ مذی یا ودی تیری ایڑیوں تک بہہ کر پہنچ جائے۔ وہ یقیناً بلغمی تھوک کی طرح ہے۔

نجفی صاحب اور دیگر اماموں کو چاہیئے کہ ایسے وقت میں کوئی پلیٹ پاس رکھا کریں۔ اور اسے پاؤں کے نیچے لے لیا کریں۔ تاکہ آلہ تناسل سے گزرنے والی دودھیا چٹنی اس گوشت کو ہضم کرنے کے کام آسکے۔ جو ابھی اوپر سطور میں ان کے لیے تجویز کیا گیا۔ اس خوراک سے وہ عقدے کھلیں گے۔ جو عزازیل پر بھی مخفی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر

حقیقت فقہ حنفیہ:

"سُنی فقہ میں وضوء کی شان"

بخاری شریف:

قَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ فِي إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ۔

(بخاری شریف کتاب الوضوء جلد اول ص ۴۱)

ترجمہ:

کہ جب کتا کسی برتن میں پانی چاٹے اور دوسرا پانی بھی موجود نہ ہو۔ تو اس پانی سے وضوء کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ:

بخاری شریف بلے بلے اور سنیوں کا امام زہری بھی بلے بلے کہ جنہوں نے کتے کے جھوٹے پانی سے وضوء کو جائز قرار دیا۔ اور دین اسلام کا خانہ خراب کر دیا۔ ایسے وضوء سے پڑھی ہوئی نمازاولیں فرصت میں قبول ہوگی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۲)

Marfat.com

جواب :

جیسا کہ ہم گزشتہ اعتراض کے جواب میں تحریر کر چکے ہیں کہ ہم ان اعتراضات کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ جو فقہ حنفی پر وارد ہوتے ہیں۔ لہذا یہ اعتراض چونکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اس لیے فقہ حنفی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اعتراض سابق کی طرح ایک سنی ہونے کے رشتہ سے ہم اس کی صفائی میں کچھ پیش کرنا چاہیں گے۔ امام زہری نے کتے کے جھوٹے سے وضو کرنا جائز کہا۔ اور وہ بھی اس وقت جب اس جھوٹے پانی کے سوا اور کوئی صاف پانی نہ ملتا ہو۔ جیسا کہ نجفی نے ترجمہ کرتے وقت بھی اسے تسلیم کیا۔ گویا حالت اضطراری اور بامر مجبوری ایسا کرنا جائز کہا۔ لیکن فقہ جعفریہ کے قربان کہ اس نے تو ایک ایسا مٹکا پانی کا جس میں کتے پیشاب کرتے ہوں۔ آدمی اپنی منی دھوئیں۔ اُس سے بھی وضو جائز کر دیا۔ اور وہ بھی کسی اضطرار اور مجبوری کے بغیر۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی :

(اعتراض ۵ کے جواب میں چونکہ اصل عبارت تحریر ہو چکی ہے۔ اس لیے یہاں ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ترجمہ :

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ وہ پانی جس میں کتا بلا خنزیر وغیرہ جانور پیشاب کرتے ہوں۔ کتے اس میں گھس کر غسل کر کے پیتے ہوں

Marfat.com

جنابت والے اس میں نہائیں۔ تو کیا یہ پانی پاک ہے۔ یا نہیں؟
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر یہ پانی ایک مٹکے کے پانی کے برابر ہو۔ تو اُسے کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۲ باب الماء الذی لا ینجسہ الخ مطبوعہ تہران جدید)
(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸ مطبوعہ تہران جدید)

بخاری شریف کی روایت کی توضیح

قارئین کرام! بخاری شریف سے ذکر کردہ روایت کی توضیح بھی اسی کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن اس کو نجفی شیعی جان بوجھ کر ہضم کر گیا۔ امام زہری کے قول کو پیش کرنے کے بعد اس کی وضاحت یوں درج ہے۔

بخاری شریف:

وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا وَهٰذَا مَاءٌ وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَيَتَيَمَّمُ

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۹ کتاب الوضوء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

Marfat.com

ترجمہ:

جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ امام زہری کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اس آیت کے مطابق ہے۔ فلم تجدوا الخ۔ جب تمہیں پانی نہ ملے۔ تو تیمم کرو۔ اور یہ پانی ہے۔ (یعنی جس پانی میں سے کتے نے پی لیا، ہو وہ بقیہ پانی) لیکن اس کے متعلق دل میں کچھ کھٹکا سا لگا ہے۔ لہٰذا اس کراہت کے پیش نظر پانی موجود ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اس سے وضو کیا جائے گا۔ اور شک کی وجہ سے بعد میں تیمم بھی کرنا چاہیے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی دلیل یُوں بنی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پاک پانی موجود ہوتے ہوئے اور اس پر قدرتِ استعمال ہونے کی صورت میں تیمم کی اجازت نہیں دی۔ یہ پانی کہ جس کو کتے نے منہ مار کر مشکوک کر دیا۔ دو حالتوں والا ہو گیا۔ ایک یہ کہ "پانی" ہے۔ اس جہت سے اس کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں اور دوسری حالت یہ کہ پانی تو ہے۔ لیکن علی الاطلاق طاہر نہیں۔ اس لیے نہ ہونے کے برابر ہو گیا لہٰذا تیمم روا ہوا۔ ان دونوں جہتوں کے پیش نظر جناب سفیان ثوری نے امام زہری کے قول کی توجیہہ کر دی۔ کہ اس پانی سے وضو بھی کیا جائے۔ اور تیمم بھی۔

مسئلہ کی اصلیت اپنے مقام پر تھی۔ اور اس کی وضاحت بھی ساتھ ہی مذکور تھی۔

اب اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے نجفی کا امام بخاری اور امام زہری کو بلتے بلتے اور دین اسلام کا خانہ خراب کر دینے والا کہہ کر مذاق اڑانا قابلِ نفرت امر ہے۔

اگر کتے کا جھوٹا وضو کے قابل کہنے پر بخاری شریف قابل طعن، امام زہری قابل گرفت اور دین و اسلام کی خرابی لازم آتی ہے۔

تو پھر اس مٹکے کے پانی سے (کہ جس میں کتے بلے پیشاب کریں غسل جنابت

Marfat.com

اس میں کیا جائے۔) وضو کرنے کے فتوای پر کیا کہو گے۔ جبکہ اس وضو کے بعد تیمم کا بھی کوئی ذکر نہیں امام زہری نے تو احتیاطاً وضو اور تیمم دونوں کرنے کو کہا۔ اور تمہارے ائمہ نے تو صرف وضو پر ہی اکتفا کیا۔ کتے کے جھوٹے سے عداوت اور پانی میں ملے ہوئے اس کے پیشاب سے مُنہ دھونا کلی کرنا نجفی کے لیے باعث فخر ہے۔ اگر یہ محبت قابل ستائش ہے تو وہ عداوت قابلِ دید ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۸

حقیقت فقہ حنفیہ: ہنسنے سے وضو باطل

سنی فقہ میں موجود ہے۔ کہ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَ اَصْحَابُہٗ تَنْقُضُ الْوُضُوْءُ بِالْقَہْقَہَۃِ

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ

ص ۱۴ کتاب الطہارۃ)

ترجمہ:

ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب کہتے ہیں۔ کہ جو زور سے ہنسے اس کا وضو باطل ہے۔

نوٹ:

یہ نعمانی گھسلا ہے۔ اور اس کا ثبوت قرآن وسنت میں موجود نہیں۔

جواب:

اعتراض مذکور میں کہا گیا کہ اس مسئلہ کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود نہیں۔ اس سلسلہ میں ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر نفس حدیث کا انکار کیا گیا۔ تو یہ حماقت اور احادیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اور اگر اس کی تاویل یہ کی جائے۔ کہ احادیث تو موجود ہیں لیکن قہقہہ لگانے سے وضو کا ٹوٹنا عقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ وضو کے توڑنے میں اصل یہ ہے۔ کہ سبیلین سے کسی چیز کا خروج ہونا چاہیئے۔

اور قہقہہ اس فہرست میں نہیں آتا۔ اگر نفس حدیث کا انکار ہے۔ تو ہم سر دست تین عدد احادیث پیش کرتے ہیں۔ تاکہ نجفی کی جہالت واضح ہو جائے۔

حدیث اول: فتح القدیر:

عَنْ مَعْبَدِ بْنِ اَبِي مَعْبَدِ الْخُزَاعِي عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلٰوةِ اِذْ اَقْبَلَ اَعْمٰى يُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَوَقَعَ فِيْ زُبْيَةٍ فَاسْتَضْحَكَ الْقَوْمُ فَقَهْقَهُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ قَهْقَهَ فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ

(فتح القدیر جلد اول ص ۳۵
باب نواقض الوضوء مطبوعہ
مصر قدیم)

ترجمہ:

معبد بن ابی معبد خزاعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک نابینا آیا۔ اور وہ نماز پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن نابینا ہونے کی وجہ سے وہ ایک حوض میں گر گیا۔ اس کے گرنے کی وجہ سے لوگوں نے زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز مکمل کر چکے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جو بھی قہقہہ لگا کر ہنسا ہے۔ اُسے وضو دوبارہ کرنا چاہیئے۔ اور نماز کا بھی اعادہ

Marfat.com

کرنا چاہیئے۔

حدیث دوم: فتح القدیر:

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَهْقَهَ فِي الصَّلٰوةِ قَهْقَهَةً شَدِيْدَةً فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَالصَّلٰوةُ

(فتح القدیر جلد اول ص ۴۰۵
مطبوعہ مصر طبع

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص نماز میں زور سے ہنسے اُسے وضو بھی دوبارہ کرنا ہوگا۔ اور نماز بھی لوٹانی پڑے گی۔

حدیث سوم: فتح القدیر:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَهْقَهَ فِي الصَّلٰوةِ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ

(فتح القدیر جلد اول ص ۳۵
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا۔ جس نے نماز میں زور سے قہقہہ لگایا۔ اُسے وضو اور نماز دونوں لوٹانی چاہئیں۔

ان تین عدد احادیث سے وہ مسئلہ صراحت سے ثابت ہے۔ جس کے بارے میں نجفی نے یہ کہا تھا۔ کہ اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کتب حدیث میں کوئی ایک حدیث بھی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کا ایسا کہنا یا تو دھوکہ پر مبنی ہے۔ یا احادیث سے جاہل ہونے کی دلیل ہے۔

اب ہم دوسری طرف آتے ہیں۔ کہ مسئلہ ہذا از روئے عقل درست نہیں کیونکہ "سبیلین سے نکلنا"، اس میں موجود نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ناپاک چیز کا وقوع ہوا۔ تو اس اعتراض کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ کہ جس طرح وضو کے توڑنے کے لیے کسی چیز کا "سبیلین سے نکلنا"، از روئے عقل درست ہے۔ اس کے سوا کوئی چیز وضو کو توڑے تو عقلاً درست نہیں۔ اسی طرح جھوٹ بولنا بھی چونکہ ان چیزوں میں سے نہیں۔ لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیئے۔ لیکن مزے کی بات ہے کہ یہ خلاف عقل بات کتب شیعہ میں موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اَلْکِذْبَۃُ تَنْقُضُ الْوُضُوْءَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۲۰ باب وجوب امساک الصائم عن الکذب مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”جھوٹ“ وضو کو توڑ دیتا ہے۔

واضح بات ہے۔ کہ جس طرح قہقہہ کا تعلق ”سبیلین“ سے نہیں۔ اسی طرح جھوٹ کا بھی اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ جب قہقہ سے وضو ٹوٹنے پر اعتراض ہے۔ تو جھوٹ سے ٹوٹنے پر خاموشی کیوں؟

وضاحت:

چونکہ قہقہہ سے وضو کا ٹوٹ جانا واقعی خلاف عقل ہے لیکن احادیث میں اس سے وضو ٹوٹنے کی تصریحات موجود ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس سے وضو ٹوٹنے پر سبھی ائمہ کا اتفاق ہے لیکن اس کو اصل بنا کر مزید اور کسی چیز کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ مسئلہ اسی قدر رہے گا۔ اسی لیے ائمہ کرام نے قہقہہ کی صورت میں وضو ٹوٹنے کی ان احادیث کی روشنی میں چند شرائط رکھی ہیں۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ قہقہ لگانے والا نماز باجماعت میں شامل ہو۔

۲۔ نماز بھی وہ ہو جس میں رکوع و سجود ہوں۔

۳۔ قہقہ لگانے والا نابالغ بھی نہ ہو۔

چونکہ حضرات صحابہ کرام کہ جن سے یہ فعل سرزد ہوا تھا۔ اُن کی اس حالت کے پیش نظر وہی امور شرائط قرار دیئے گئے۔ بہر حال خلاف عقل و قیاس ضرور ہے لیکن اس بارے میں احادیث ایک نہیں کئی موجود ہیں۔ لیکن نجفی کو اپنی فقہ کی وہ چیز نظر آئی۔ جو خلاف قیاس اور خلاف احادیث ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دوران نماز اگر

Marfat.com

کسی نمازی کی ہوا خارج ہو جائے۔ تو جب تک اس کی آواز نہ سننے میں آئے۔ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفُخُ فِيْ دُبُرِ الْاِنْسَانِ يُخَيَّلُ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهُ خَرَجَ مِنْهُ رِيْحٌ فَلَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ اِلَّا رِيْحٌ تَسْمَعُهَا اَوْ تَجِدُ رِيْحَهَا

(فروع کافی جلد سوم ص ۳۶
کتاب الطہارت)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کی دبر میں شیطان پھونکتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کو خیال گزرتا ہے۔ کہ اس کی ہوا خارج ہو گئی۔ سو تسلی رکھو۔ وضو صرف اس ہوا کے خارج ہونے سے ٹوٹتا ہے۔ جس کی آواز سنائی دے۔ یا بدبو محسوس ہو۔

لہٰذا جب تک رانی توپ کا گولہ نہ چلے۔ اس وقت تک نمازیں پڑھتے رہو۔ اس سے کم اگر کچھ خیال شریف میں آئے۔ تو سمجھو۔ کہ شیطان کی شرارت تھی۔ اور اگر توپ نہ چلے۔ تو دوسری صورت یہ ہے۔ کہ گٹر کا منہ کھل جائے۔ اور بدبو سارے امام باڑے کو گھیر لے۔ کتنا آرام دہ مسلک ہے۔ جب یہ کیفیت طاری ہو۔ تو دوزخ کے دروازہ کو خوب مضبوطی سے بند رکھو۔ تاکہ بے چاری ہوا ادھر موئی ہو کر کسکیاں

Marfat.com

بھرتی نکلے۔ اور کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اور حجۃ الاسلام کی ناک بدبُو کے لیے ترستی رہے۔ بس ساری زندگی وضو ٹوٹنے کا نام تک نہ ہوگا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ شیعوں کی گانڈ سے شیطان کو اتنا پیار کیوں ہے۔ وُہ ان کے سوراخ سے کھیلتا ہے۔ زندگی میں اُس نے اِسے مورچہ بنائے رکھا۔ اور جب دنیا سے اُٹھ گئے۔ تو لمبا سر یا دے گیا۔ تاکہ غسل سے قبل رہی کسر بھی نکل جائے۔ دوستی ہو تو ایسی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۹
گدھے کی کھال پر مسح

حقیقت فقہ حنفیہ

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ گدھے کی کھال پر جبکہ اس سے بنا ہوا جوتا پاؤں میں ہو مسح کرنا جائز ہے۔ اور آدمی کے چمڑے پر بھی مسح کرنا جائز ہے (بخاری شریف کتاب الوضوء جلد اول ص ۴۸) (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۴)

جواب:

بخاری شریف کے باب المسح میں اس نام کی کوئی حدیث موجود نہیں۔ لہذا اس کے جواب کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن اس مقام پر ایک بات نجفی سے پوچھی جا سکتی ہے۔ کہ گدھا تمہارے مسلک میں نجس نہیں۔ بلکہ وہ طاہر ہے۔ جس کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے اور خنزیر کو فقہ جعفریہ نے نجس العین بھی کہا ہے۔ اس نجس العین کے چمڑے سے بنا ہوا ڈول ہو۔ تو آپ کے مذہب میں اس سے پانی نکالنا جائز ہے۔ یعنی ایسے ڈول سے کنواں بھی پاک ہی رہے گا۔ اور اس ڈول کا پانی پینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح سور کے بالوں سے بٹی ہوئی رسی سے بھی تمہارے نظریہ کے مطابق پانی نکالنا درست ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ خنزیر سے اتنا پیار اور گدھے سے اتنی دشمنی؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر۱

گردن کے مسح کا جائز استحباب

حقیقت فقہ حنفیہ

فتاوی قاضی خان ص ۱، جلد اول ذکر وضو میں لکھا ہے۔ کہ گردن کا مسح کرنا نہ ہی سنت ہے۔ اور نہ ہی آداب میں ہے۔ پس سنی ملاؤں سے کوئی پوچھے۔ کہ جب یہ نہ سنت ہے۔ اور نہ ہی کوئی آداب بلکہ بدعت ہے۔ تو پھر اسی بدعت میں آپ نے بیچاری عوام کو کیوں پھنسایا ہوا ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۵)

جواب:

اس اعتراض کا جواب فتاوی قاضی خان میں خود موجود ہے۔ اگر نجفی اس کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تو ہر پڑھنے والے کو اس مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ اور اعتراض کی گنجائش نہ رہتی۔ فتاوی کی مکمل عبارت یوں ہے۔

فتاوی قاضی خان:

وَاَمَّا مَسْحُ الرَّقَبَةِ لَيْسَ بِاَدَبٍ وَلَا سُنَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ سُنَّةٌ وَعِنْدَ اِخْتِلَافِ الْاَقَاوِيْلِ كَانَ فِعْلُهُ

Marfat.com

اَوْلٰی مِنْ تَرْکِہٖ ۔

(فتاویٰ قاضی خان جلد اول
ص ۳۵ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

گردن کا مسح کرنا ہی سنت نہ ہی آداب وضو میں سے ہے۔ بنت ہی سے ہے بعض علمائے کہا کہ یہ سنت ہے۔ جب اس کے متعلق مختلف اقوال نظر آتے ہیں۔ تو پھر اس کو کر لینا نہ کرنے سے بہتر ہے۔

فتاویٰ قاضی خان کی مکمل عبارت پڑھنے سے معلوم ہوا۔ کہ گردن کے مسح سے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ نہ تو سنت ہے۔ اور نہ ہی آداب وضو میں شامل ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ سنت وضو میں سے ہے۔ ان اختلافی اقوال کے پیش نظر صاحب فتاویٰ نے یہ تجویز کیا۔ کہ گردن کا مسح کر لینا بہتر ہے مسئلہ تو یہ تھا۔ لیکن نجفی شیعی نے اِسے کیسا رنگ چڑھا دیا۔ اِسے بدعت قرار دیا۔ اور پھر عوام کو پھنسانے کا مذاق کیا۔ دراصل فریب اور دھوکہ نجفی کی فطرت ثانیہ بن چکے ہیں۔ ان کے ہاتھوں وہ بے بس ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۱

حقیقت فقہ حنفیہ :

"سُنّی فقہ میں استنجا کی شان"

رحمۃ الامۃ:

قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ فَاِنْ صَلّٰی وَلَمْ یَسْتَنْجِ صَحَّتْ صَلٰوتُہٗ۔

(رحمۃ الامۃ ص ۵ افصل فی الاستنجاء)

ترجمہ:

ابو حنیفہ کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص استنجا نہ کرے۔ یعنی مقام پاخانہ کو پانی سے نہ دھوئے اور نماز پڑھے۔ تو اس کی نماز صحیح ہے۔

نوٹ:

حنفیوں کو موسم سرما میں بڑے مزے ہیں۔ نازک جگر پر کون ٹھنڈا پانی ڈالے بغیر گانڈ دھوئے نماز پڑھیں۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۵)

Marfat.com

جواب :

استنجاء کی تفصیل فقہ شیعہ اور فقہ حنفی میں کچھ اس طرح ہے۔ بول و براز سے فراغت کے بعد اگر کوئی شخص صرف ڈھیلے استعمال کرتا ہے۔ اور نجاست دُور کر لیتا ہے۔ تو یہ طریقہ بھی درست ہے۔ اس کے بعد پانی سے استنجاء کرنا صرف بہتر ہے۔ ضروری نہیں اور اگر ڈھیلے استعمال کرنے کی بجائے ابتداء میں ہی پانی سے صفائی کرتا ہے۔ تو بھی درست ہے مقصد یہ ہے۔ کہ نجاست دُور ہونی چاہیئے صرف ڈھیلے استعمال کرنے سے یا پہلے ڈھیلے اور پھر پانی استعمال کرنے سے یا صرف پانی ہی کے استعمال کرنے سے۔ ان تین صورتوں میں ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال بہتر اور افضل ہے کتب شیعہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

المبسوط :

وَإِذَا اَرَادَ الْاِسْتِنْجَاءَ مِنْ مَخْرَجِ النَّجْوِ
كَانَ مُخَيَّرًا بَيْنَ الْاِسْتِنْجَاءِ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ
وَاِنَّمَا لَيْهِ بِالْمَاءِ وَالْجَمْعِ بَيْنَهُمَا اَفْضَلُ
يَبْدَءُ بِالْحِجَارَةِ ثُمَّ يَغْسِلُ بِالْمَاءِ وَالْاِقْتِصَارُ
عَلَى الْمَاءِ اَفْضَلُ مِنْهُ عَلَى الْاَحْجَارِ

(المبسوط جلد اول ص ۱۶ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:
جب کوئی شخص بول و براز کے بعد استنجاء کرنا چاہے۔ تو اُسے اختیار

Marfat.com

ہے۔ کہ تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اپنائے۔ پہلا یہ کہ تین پتھر استعمال کر کے صفائی کرے۔ دوسرا یہ کہ صرف پانی کو استعمال میں لائے تیسرا یہ کہ دونوں کو کام میں لائے۔ اور یہ تیسرا طریقہ پہلے دونوں طریقوں سے افضل ہے۔ دونوں کو اکٹھا کر کے استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ پہلے پتھر استعمال کرے۔ پھر پانی سے دھو ڈالے۔ اور صرف پانی سے دھونا صرف پتھر استعمال کرنے سے افضل ہے۔

لمحہ فکریہ:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ سے مسئلہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فقہ کا مسئلہ دونوں ایک سے ہیں۔ کیونکہ شیعہ فقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

نوٹ: کے ضمن میں جو نجفی نے بکواسات کیں۔ وہی بعینہٖ ان کے مسلک پر ہو سکتی ہیں نجفی شیعی کو اپنے ساتھیوں کو بھی یہی مشورہ دینا چاہیئے۔ کہ گروہِ شیعیان علی! تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا شکریہ بجا لاؤ جنہوں نے تمہیں سردیوں میں نرم و نازک.....

گانڈ بغیر دھوئے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ اور نجفی ملا کو بھی دعائیں دو کہ جس نے ہم اہل سنت پر کیچڑ اچھال کر انہیں مجبور کیا کہ انہوں نے بھی تمہاری گانڈ کی کچھ خبر لیں

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۲

استنجاء کے بعد استبراء کا عجیب طریقہ

سُنّی فقہ میں ہے۔ وَيَجِبُ الْاِسْتِبْرَاءُ بِالْمَشْيِ التَّنَحْنُحِ وَقِيْلَ يُكْتَفٰى بِمَسْحِ الذَّكَرِ وَاجْتِذَابِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(فتاوٰی عبد الحی ص ۲۰۸ باب الاستنجاء

نیز غنیۃ الطالبین)

ترجمہ:

پیشاب کے بعد استبراء کرنا واجب ہے۔ اور وہ چند قدم چلنے سے یا کھانسنے سے یا آلۂ تناسل نچوڑنے سے ہو۔ اور تین مرتبہ پھر آلۂ تناسل کو کھینچے۔

نوٹ:

اگر حنفی احباب استبراء کے لیے آلۂ تناسل کو ہر روز کھینچتے رہے۔ تو پھر کسی کے استعمال طلاء کی ضرورت نہیں ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے آلۂ تناسل آخر عمر تک گھوڑے کے آلۂ تناسل کے برابر ہو جائے گا۔

(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۸۶)

Marfat.com

جواب:

پیشاب کے بعد استبراء کے مختلف طریقوں کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔ اور اس ضمن میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر دشنام طرازی کی گئی۔ قطع نظر اس کے کہ اس کا جواب ہو گا یا نہ ہو گا۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی بہرحال درست نہیں۔ جہاں تک استبراء کا مسئلہ ہے۔ تو اس کی مختلف صورتیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ اُن میں زیادہ کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَمَنْ اَرَادَ الْاِسْتِنْجَاءَ فَلْيَمْسَحْ بِاِصْبَعِهٖ مِنْ عِنْدِ الْمَقْعَدَةِ اِلَى الْاُنْثَيَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَنْتُرُ ذَكَرَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۱۹ کتاب الطہارت الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص استنجا کرنے کا ارادہ کرے۔ اُسے چاہیئے کہ تین دفعہ اس طرح کرے۔ کہ اپنی انگلی سے گانڈ کی طرف ذکر کو پکڑ کر خصتیین پر سے کھینچے

اس روایت میں "ینتر" کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کا معنی فروع کافی کے حاشیہ پر یوں مذکور ہے۔

اَلنَّتْرُ جَذْبُ الشَّيْءِ بِشِدَّةٍ وَمِنْهُ نَتْرُ الذَّكَرِ

Marfat.com

فی الاستبراء۔

یعنی کسی چیز کو پوری طاقت سے کھینچنا "نتر" کہلاتا ہے۔ اور اسی سے استبراء میں "ینتر الذکر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی آلۂ تناسل کو زور سے کھینچنا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! شیعہ فقہ کی کتاب سے باحوالہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ استبراء کا طریقہ جو احناف کے ہاں تحریر ہے۔ وہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کی فقہ میں موجود ہے۔ احناف نے تو یہ کہا ہے کہ آلۂ تناسل کو نچوڑ کر قطرات دھو لیے جائیں۔ لیکن شیعہ فقہ نے یہ طریقہ بتلایا ہے۔ کہ آلۂ تناسل کو خصیتین کی طرف سے انگلی سے پکڑا جائے۔ اور پوری طاقت سے انگلی کو آلۂ تناسل کے سرے تک کھینچا جائے۔ اور یہ عمل تین دفعہ کیا جائے۔

جیسا کہ خود شیعہ لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ان کی فقہ کا ہر مسئلہ کسی نہ کسی امام سے ثابت اور منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے یہ طریقہ اس لیے ایجاد کیا ہوگا۔ (بقول نجفی) کہ طلاء کی ضرورت نہ پڑے۔ اور آلۂ تناسل میں لمبائی بھی آجائے۔ (معاذ اللہ) نجفی شیعی کی اس یاوہ گوئی نے کیا رنگ دکھلایا۔ حضرات ائمہ اہل بیت بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔ رہا نجفی کا یہ کہنا۔ کہ حنفی اگر ساری عمر ایسا کرتے رہے۔ تو آلۂ تناسل گھوڑے کی طرح لمبا ہو جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کو اپنے بڑوں کے استبراء کرنے سے بخوبی اس امر کا مشاہدہ ہے۔ کہ آلۂ تناسل بڑا ہو جاتا ہے لمبائی پر گھوڑے سے تشبیہ نے بھی کیسا گل کھلایا۔ گھوڑے کا آلۂ تناسل تو نجفی و غیرہ

Marfat.com

کا پسندیدہ منظر ہے۔ آخر ذوالجناح جو بنتا ہے اور بوقت جلوس اس کو لفافے چڑھا کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ان کی دوشیزائیں جب اس کے نیچے سے گزر کر "جنت" میں جانے کے لیے رخت سفر باندھیں۔ تو کہیں یہ رکاوٹ نہ بن جائے اور اُسے کھلا دیکھ کر اپنے خاوندوں سے منہ نہ موڑ لیں اور "دوبا باجی" کی نہ ہو جائیں۔ لیکن مردوں کے لیے یہ پابندی اور پردہ کیسا؟ بہر حال اس قسم کے غلیظ خیالات یا تو ہیجڑوں کو آتے ہیں۔ یا قوم لوط کے پسندیدہ افراد کو۔ ہم یہ فیصلہ کرنے کے حق میں نہیں۔ کہ نجفی شیعی ان دونوں میں سے کس گروہ کا فرد ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ١٣

حقیقت فقہ حنفیہ

"سنی فقہ میں غسل کی شان"

ابوسلمہ اور عائشہ کا بھائی کہتا ہے۔ کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بھائی نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کس طرح کرتے تھے۔

بخاری شریف:

فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوًا مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ عَلٰی رَاْسِهَا۔

(بخاری شریف جلد اول ص ٥٦)

ترجمہ:

پس بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع تقریبا تین سیر کی مقدار پانی منگوایا۔ اور سر پر بہایا۔ اور غسل کر کے دکھایا۔

نوٹ: مذکورہ واقعہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی عائشہ رض

Marfat.com

کی سخت ترین ثابت ہوتی ہے۔ اور ابوسلمٰی راوی کی اور امام بخاری کی بے شرمی کا ثبوت بھی اس سے ملتا ہے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غسلِ جنابت سیکھنے کے لیے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی استانی نہیں ملتی تھی۔ فقہ حنفیہ تیرے صدقے جاؤں عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں۔ یہ سنت عائشہ رض ہے۔ اور فقہ حنفیہ کا یہ ناز مسئلہ ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۶)

جواب:

بخاری شریف کی مذکورہ روایت میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ پھر اعتراض کی حقیقت آپ سمجھ جائیں گے۔ اس واقعہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے والے دو اشخاص کون تھے؟ ان میں سے ایک ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو رشتہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں۔ یہ دونوں آپ کے محرم ہیں۔ لہٰذا ان کو عام صحابی کے درجہ میں رکھنا بے وقوفی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا کہ "عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں" نجفی کی بکواس ہے۔

اس واقعہ میں نجفی شیعی نے خبث باطنی کے پیش نظر یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو برہنہ حالت میں غسل کر کے دکھایا... حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ بلکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع پانی منگوایا۔ اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ اور اپنا سر مبارک دھوتے ہوئے انہیں اس کی کیفیت سکھائی اور از روئے شرع محرم مردوں سے ہاتھ پاؤں اور سر کا ڈھانپنا فرض نہیں ہوتا۔ ہاں جن اعضاء کا ستر فرض ہوتا ہے۔ اُن کو اگر دکھایا جاتا۔ تو قابلِ اعتراض بات ہوتی۔

Marfat.com

وَ اَنَا اَصَبُّ عَلٰی رَاْسِہَا ثَلَاثًا کے الفاظ اسی امر کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ صرف سر دھوتے دکھایا گیا برہنہ ہو کر غسل کرتے دکھایا گیا۔

علاوہ ازیں از روئے عقل بھی یہ بات غلط ہے۔ کہ ایک بھانجہ اور دوسرا رضائی بھائی اور پھر دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یہ جرأت کریں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں اُن کے گھر جائیں۔ اور آپ کی زوجہ مقدسہ کو یہ عرض کریں۔ کہ آپ ہمیں برہنہ ہو کر ایک صاع سے غسل کر کے دکھائیں اور پھر ان کی اس ناممکن جرأت پر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا اُن کی فرمائش اُن کی خواہشات کے مطابق پوری کر دکھلائیں لہٰذا وہ مقصد اور مطلب۔ جو نجفی شیعی نکالنا چاہتا ہے۔ وہ کسی طور بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس کا یہ لکھنا کہ "مذکورہ واقعہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہا ور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین ثابت ہوتی ہے" خود اس پر نٹ آتا ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ تاثر دینا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق بدتہذیب الفاظ ذکر کرنا ان کی توہین نہیں تو اور کیا ہے۔ اور پھر اس طرح یہ ابو بکر صدیق اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بن گئی۔ دونوں صحابی (جو محرم تھے) ایک مسئلہ سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے باوجود غسل کی ضرورت نہ ہونے کے بھی ایک صاع پانی سے غسل کر کے دکھایا۔ اس سے تو مائی صاحبہ کی تبلیغی خدمات اور تعلیمی ذمہ داری نظر آتی ہے۔ گویا اس طرح اس روایت میں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان ہو رہی ہے۔ لیکن نجفی نے اسے مذاق و تمسخر کا رنگ دیا۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو "استانی"، کا نام دے دیا۔ ے دے کے جو معاملہ اس واقعہ میں نظر آتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ مائی صاحبہ نے سر دھو کر دکھلایا۔ اور اس کا جواب ہم لکھ چکے ہیں۔

اب ذرا فقہ جعفریہ کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر دونوں واقعات

Marfat.com

کا باہم مقابلہ کریں واقعہ یہ ہے:

من لایحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُطْلِي فِي الْحَمَّامِ فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ العورة قَالَ لِلَّذِي يُطْلِي تَنَحَّ ثُمَّ يَطْلِي هُوَ ذَالِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ اطَّلَعَ فَلَا بَأْسَ اَنْ يُلْقِيَ السِّتْرَ عَنْهُ لِاَنَّ النُّوْرَةَ سِتْرٌ وَدَخَلَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَّامَ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ الْحَمَّامِ نُخَلِّيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنَّ الْمُؤْمِنَ خَفِيفُ الْمَؤُوْنَةِ وَرُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ الْمَرَافِقِيِّ قَالَ دَخَلْتُ حَمَّامًا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ وَهُوَ قَيِّمُ الْحَمَّامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخَ الْحَمَّامِ هٰذَا الْحَمَّامُ فَقَالَ لِاَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيَطْلِي عَانَتَهُ وَمَا يَلِيْهَا ثُمَّ يَلُفُّ إِزَارَهُ عَلَى اَطْرَافِ إِحْلِيْلِهِ وَيَدْعُوْنِي فَاَطْلِي سَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا مِنَ الْاَيَّامِ اَلَّذِي تَكْرَهُ اَنْ اَرَاهُ قَدْ رَاَيْتَهُ قَالَ كَلَّا إِنَّ النُّوْرَةَ سِتْرَةٌ۔

(۱۔من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۳۴ مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

(۲۔من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۶۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں طلا لگاتے تھے۔ جب شرمگاہ تک پہنچتے۔ تو طلا کرنے والے کو کہتے۔ یہی طلاء کرنے کی جگہ ہے اور جو اس تک پہنچ پائے۔ اُسے کوئی گناہ نہیں کہ پردہ اتار پھینکے کیونکہ چُونا خود پردہ بن جاتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حمام میں گئے۔ آپ کو دیکھ کر حمام کے مالک نے کہا۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو آپ کے سوا تمام لوگوں سے حمام خالی کر دیں۔ فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مومن کو زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ عبیداللہ مرافقی سے روایت ہے۔ کہ میں ایک دفعہ مدینہ کے ایک حمام میں گیا۔ وہاں مجھے ایک عمر رسیدہ شخص نظر آیا۔ اور وہ اتفاق سے اُس حمام کا منیجر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس میں تشریف لاتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ وہ یہاں کس طرح طلاء وغیرہ کرتے ہیں۔ کہنے لگا وہ آتے ہی اپنی شرمگاہ کا طلاء لگاتے ہیں۔ اور شرمگاہ کے متصل حصہ پر بھی پھر تہبند اپنے آلہ تناسل کے ارد گرد لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں حاضر ہو کر اُن کے تمام جسم پر طلاء لگاتا ہوں۔ میں نے ایک دن اُن سے عرض کیا۔ کہ یا حضرت! اُس جگہ کو کہ جس کا دیکھنا کسی دوسرے کے لیے آپ بُرا سمجھتے ہیں۔ میں اُسے بوقت طلاء دیکھتا ہوں۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس پر لگا ہوا چُونا اس کا ستر ہے

لمحہ فکریہ:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ننگے سر کو دہ محارم کے سامنے

Marfat.com

دھونے کی صورت میں تجلی کورترین نظر آئی۔ اور مائی صاحبہ کا خیر خواہ بن کر یہ "فریبی" بنیوں پر اعتراض کرنے بیٹھ گیا۔ ذرا اس واقعہ کو بھی ملاحظہ کیا ہوتا۔ حضرات ائمہ اہل بیت کو تم نے کس طرح کھلونا بنایا۔ انہیں حمام میں ننگا کر دیا۔ اور اجنبی لوگوں کے سامنے اجنبی سے آلہ تناسل اور اس کے ارگرد طلاء لگوائی۔ طلاء لگانے والا یہ جانتا ہے۔ کہ جسم کا یہ حصّہ کسی کو نہیں دکھانا چاہیئے۔ لیکن شیعوں نے امام کی طرف یہ قول منسوب کر دیا۔ کہ کوئی حرج نہیں۔ چونا اور طلاء ہی اس کا پردہ بن جاتے ہیں۔ بے چارہ چونا لگانے والا کہتا رہا۔ حضور! مجھے آپ کا وہ...... نظر آرہا ہے۔ اس پر ہاتھ بھی لگ جاتا ہے۔ لیکن امام نے فرمایا۔ پرواہ نہ کرو۔ تم دیکھتے بھی رہو۔ اور کام بھی کرتے جاؤ۔ گناہ ہوا تو میرا ذمہ ہے۔ کیوں صاحب! امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہی صِلہ تھا۔ اُن سے پیار کا یہی تقاضا تھا؟

مزید یہ کہ اہل تشیع مرد و عورت کی صرف اگلی شرمگاہ کو قابل ستر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے حصّے پردہ میں شامل نہیں۔ اور اس ایک عضو پر بھی اگر کوئی ہاتھ رکھ لے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْمَاضِی الرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَانِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَاَمَّا الدُّبُرُ مَسْتُوْرٌ بِالْاَلِیَتَیْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِیْبَ وَالْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی وَاَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْهُ الْاَلِیَتَانِ وَاَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْهُ بِیَدِكَ۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۵۰۱ طبع تہران جدید) (وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۶۵ طبع جدید تہران)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قابل ستر دو چیزیں ہیں مرد عورت کا اگلا حصہ اور پچھلا حصہ۔ بہر حال دُبر تو دونوں چوتڑوں میں چھپی ہوتی ہے۔ (لہٰذا اس کا پردہ قدرتاً ہو گیا) سو جب تو نے آلۂ تناسل اور دونوں گولیوں کا پردہ کر لیا۔ تو تیری شرم گاہ کا پردہ ہو گیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ دبر کو تو دونوں چوتڑ ڈھانپ لیتے ہیں۔ (اس لیے اس کے پردے کا انتظام موجود ہی ہے۔) اور آلۂ تناسل پر اگر تو نے ہاتھ رکھ دیا۔ تو اس کا بھی پردہ ہو گیا

مؤمنین! آپ کے امام نے مزے بنا دیئے۔ دو چیزیں پردہ کرنے کی قابل تھیں ایک کا از خود انتظام کر دیا گیا۔ اور دوسری پر ہاتھ رکھ لو۔ تو مسئلہ حل ہو گیا۔ ایک امام نے ہاتھ رکھوا کر بے شرمی سے بچا یا۔ اور دوسرے نے اُوپر چُونا لگوا کر حیا دار بنا دیا۔ فقہ جعفریہ کا امتیازی پردہ مبارک ہو۔ مجلسِ تعزیہ، جلوس دسویں محرم الحرام اور خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں واجبی پردہ کر کے اُنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ آخر تمہاری فقہ اور تمہارے ائمہ کے اقوال پر تم عمل نہ کرو گے۔ تو اور کون عمل کرے گا۔ اور اگر تم سٹ پٹاؤ۔ کر دوسروں کو دکھانے کے لیے یہ مسئلہ نہیں ہے۔ یا دوسرے نہ دیکھیں۔ تو اس کی دلیل پیش کرو۔ کیونکہ پردہ تو غیروں سے ہوتا ہے۔ اپنے اور اپنوں سے نہیں۔ اپنوں سے پردہ کی کیا حد ہے؟ ملاحظہ ہو۔

توضیح المسائل:

مرد و زن کہ بایک دیگر محرم اند اگر قصد لذت نداشتہ باشند می توانند غیر از عورت بتمام بدن یک دیگر نگاہ کنند۔

(توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۲۴۳۷ ص ۲۶۶)

Marfat.com

ترجمہ:

ایسے مرد و عورت جو کہ ایک دوسرے کے محرم ہوں۔ اگر لذت کا قصد نہ رکھتے ہوں۔ تو شرمگاہ کے سوا تمام جسم ایک دوسرے کا دیکھ سکتے ہیں۔

اگر تمہاری فقہ پر جائیں۔ تو سرے سے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا پر کوئی اعتراض آتا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ دونوں صحابی آپ کے محرم تھے۔ لیکن ہم اس بے شرمی کے قائل نہیں اس لیے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی ذات ان تمام خدشات سے پاک ہے۔ جو تمہیں کو روایتِ مذکورہ میں نظر آئے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۴

انزال کے بغیر غسل واجب نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ قَالَ دَاوٗدُ وَجَمَاعَۃٌ مِنَ الصَّحَابَۃِ بِہٖ بِاَنَّ الْغُسْلَ لَا یَجِبُ اِلَّا بِالْاِنْزَالِ۔

(میزان الکبریٰ باب الغسل ص ۱۳۰)

ترجمہ:

ملاں داؤد اور صحابہ کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے۔ کہ غسل جنابت منی نکلنے کے بغیر واجب نہیں ہے۔

نوٹ:

سنی لوگوں کے بڑے مزے ہیں۔ بے شک ہم بستری کرتے رہیں۔ اگر منی خارج نہ ہو۔ تو صبح بغیر غسل کے نماز پڑھیں۔ اور صحابہ کرام کو اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ یاد کریں۔ مذکورہ فتویٰ شرع پاک کے خلاف ہے۔ کیونکہ دخول یا انزال ان دونوں صورتوں میں غسل جنابت واجب ہے۔

میزان الکبریٰ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَا یَجِبُ الْغُسْلُ فِیْ وَطْیِ الْبَہِیْمَۃِ اِلَّا بِالْاِنْزَالِ۔

(میزان الکبریٰ باب الغسل ص ۱۳۰

Marfat.com

ترجمہ:

ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص چوپائے سے بدفعلی کرے۔ تو اس پر غسل بغیر انزال کے واجب نہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۶، ۸۷)

جواب:

ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں۔ کہ فقہ حنفی پر اعتراض کا جواب دینا ہم اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ یہ اعتراض حنفی فقہ پر نہیں۔ کیونکہ "میزان الکبریٰ" شافعی مذہب کی ہے لیکن سنی ہونے کی وجہ سے ہم اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سو عرض ہے۔ کہ مسئلہ مذکورہ کے درج کرنے میں نجفی نے دیوبند دیانتی کا ارتکاب کیا ہے میزان الکبریٰ کی اگر مکمل عبارت درج ہو جاتی۔ تو بات واضح ہو جاتی۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

میزان الکبریٰ:

وَاَمَّا مَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَمِنْ ذَالِكَ اِتِّفَاقُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ عَلٰى وُجُوْبِ الْغُسْلِ مِنْ اِلْتِقَاءِ الْخِتَانَيْنِ وَاِنْ لَّمْ يَحْصُلْ اِنْزَالٌ مَعَ قَوْلِ دَاؤدَ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ بِاَنَّ الْغُسْلَ لَا يَجِبُ اِلَّا بِالْاِنْزَالِ اِنْ لَّمْ يَثْبُتْ نَسْخُ ذَالِكَ۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۲۰

باب الغسل۔ مطبوعہ

Marfat.com

ترجمہ:

البتہ جو انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس اسی سے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ کہ اس شخص پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ جو التقائے ختانین کا مرتکب ہو۔ اگرچہ اس صورت میں انزال نہ بھی ہو۔ داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے۔ کہ اس صورت میں بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اگر اس کا نسخ ثابت نہ ہو۔

توضیح:

حضرات ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ مرد و زن کی شرمگاہ کا بلا پردہ ملاپ ہو جائے۔ اور حشفہ بھی غائب ہو جائے۔ تو دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے۔ اس اجماعی قول کے خلاف داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے۔ جو اس کیفیت کے ساتھ انزال کی بھی شرط لگاتے ہیں۔ لیکن یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے منسوخ ہے۔ جس میں آپ نے التقائے ختانین سے غسل کے وجوب کا ارشاد فرمایا ہے۔ ہاں اگر منسوخ نہ ہوتا۔ تو ان دونوں (داؤد اور ایک جماعت صحابہ) پر اعتراض تھا۔ لیکن نجفی نے تو یہ اعتراض سنی فقہ پر کیا۔ اور اس کے ضمن میں حنفی فقہ پر الزام دے مارا۔ میزان الکبریٰ کی پوری عبارت سے بات واضح ہو گئی کہ جن کا قول نجفی نے ذکر کیا۔ وہ منسوخ ہے۔ ایسے قول سے اعتراض کرنا کب عقلمندی ہے عبارت میں خیانت روا رکھنے کے علاوہ نجفی شیعی نے حضرات صحابہ کرام اور اہل سنت کا مذاق اڑایا۔ اس منسوخ قول پر یہ مذاق اور اپنے ہاں اس سے بڑھ کر مذموم مسئلہ پر خاموشی آخر کیوں؟

المبسوط:

فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهٗ فِيْ دُبُرِ الْمَرْاَةِ اَوِ الْغُلَامِ

Marfat.com

فَلِاَصْحَابِنَا فِيْهِ رِوَايَتَانِ اِحْدَاهُمَا يَجِبُ الْغُسْلُ عَلَيْهِمَا وَالثَّانِيَةُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا فَاِنْ اَنْزَلَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ لِمَكَانِ الْاِنْزَالِ فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهُ فِيْ فَرْجِ بَهِيْمَةٍ اَوْ حَيَوَانٍ اٰخَرَ فَلَا نَصَّ فِيْهِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ الْمَذْهَبُ اَلَّا يَتَعَلَّقَ بِهٖ غُسْلٌ لِعَدَمِ الدَّلِيْلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ

(المبسوط فی فقه الامامیة تصنیف ابوجعفر طوسی شیعی جلد اول ص ۲۷، ۲۸ کتاب الطہارت مطبوعہ تھران طبع جدید)

ترجمہ:

"البتہ اگر کوئی (شیعہ) اپنا آلۂ تناسل عورت کی گانڈ میں داخل کرتا ہے یا کسی لونڈے کے ساتھ دخول کرتا ہے۔ تو ہمارے اصحاب کے اس بارے میں دو فتوے ہیں۔ ایک یہ کہ ان دونوں پر غسل واجب ہے۔ اور دوسرا یہ کہ کسی پر بھی غسل واجب نہیں ہوا۔ اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو انزال ہو گیا۔ تو اس پر اس لیے غسل کرنا واجب ہے کیونکہ انزال ہو گیا۔ البتہ اگر کسی (شیعہ) نے کسی چارپایہ دوسرے حیوان کی گانڈ میں آلۂ تناسل داخل کر دیا۔ تو اس بارے میں ہمارے اصحاب سے کوئی تصریح نہیں۔ اس لیے اس بارے میں شیعہ مذہب یہی ہونا چاہیے۔ کہ اس طرح کرنے سے غسل ہرگز واجب

Marfat.com

نہیں۔ جو کہ منسوخ قول ہے۔ اور دوسرا قول امام اعظم ابو حنیفہ کا تھا کہ چوپایہ کے ساتھ وطی کرنے کے بعد جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا تھی شیعی کو دونوں ملنے بُرے لگے۔ اور سنی فقہ پر اعتراض کر دیا۔ لیکن اس کے اپنے گھر کا حال جو ہم نے پیش کر دیا ہے۔ اس کی خبر نہ لی۔ وہاں انزال کے بغیر غسل کرنا لازم نہ تھا۔ یہاں انزال کے بعد بھی غسل کرنا واجب نہیں۔ مزے یہاں ہیں یا وہاں۔ اور پھر منڈے بازی اور عورت سے واطت تو شیعہ فقہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ کیونکہ یہ ان کو وراثت میں ملا ہے۔ المبسوط کے مذکورہ حوالہ میں ایک انوکھی بات آپ کو دکھائیں تو آپ اس کے مصنف کو داد دیں گے۔ وہ یہ کہ کوئی انسان عورت کی دُبر یا لونڈے کی دُبر میں آلۂ تناسل داخل کرے۔ پھر دونوں میں سے کسی کو انزال ہو جائے "دونوں میں سے کسی ایک کو انزال" کیا خوب سوچا کیا عورت اور لونڈے کو بھی انزال ہونے کا احتمال ہے۔ حالانکہ دخول ان کی دُبر میں کیا جا رہا ہے۔ "دُبر سے انزال" شیعہ فقہ کی انوکھی پیش کش ہے۔

بہر حال شیعوں کے وارے نیارے۔ اپنی بیوی اگر ادھر سے نزدیک نہ آنے دے تو ادھر سے ہی سہی۔ اور اگر پھر بھی دولتی جھاڑے تو لونڈے کو نشانۂ ہوس بنا کر قوم لوط کی سنت بھی زندہ کرو۔ اور سردی گرمی میں نہانے کے عذاب سے بھی چھوٹ۔ اور اگر لونڈا بھی کھسر پھسر کرے۔ تو گدھی اور کتی آخر کب کام آئے گی۔ نہ حق مہر، نہ نان و نفقہ اور نہ رہائش کی مصیبت۔ کیوں جناب ایک تیر سے کتنے شکار ہو گئے۔ شاباش اے شیعہ فقہ شاباش۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا یاد نہ رہا۔

حقیقت فقہ حنفیہ : بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ مصلّی پر پہنچ گئے۔ ثُمَّ ذَکَرَ اَنَّہٗ جُنُبٌ پھر یاد آیا مجھے غسل جنابت کرنا ہے۔ پھر واپس آ گئے۔ اور غسل کر کے آئے۔

(بخاری شریف کتاب الغسل جلد اول ص ۵۹)

نوٹ:

بخاری شریف تیرے صدقے جاواں کیا شان رسالت بتائی ہے۔ جس بندے کو یہ بات بھی یاد نہ رہتی ہو۔ کہ آج اس نے ہم بستری کی ہے۔ اور اسے غسل بھی کرنا ہے۔ اور پھر نماز پڑھانے کے لیے مصلّی پر پہنچ جائے۔ ایسے شخص کو اگر نبوت مل جائے۔ تو وہ دینِ خدا پہنچانے میں بھی گھپلا مارے گا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۷)

جواب:

نجفی شیعی نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو "گھپلا مارنے والا" کہہ کر ارتکاب کفر کیا ہے۔ کیونکہ مذکورہ واقعہ موجود ہے۔ اور اس کی حکمت ہم ابھی چند سطور آگے شیعہ کتب سے ہی پیش کریں گے تفصیلی جواب سے قبل اس مسئلہ کے متعلق ایک نظریہ بیان کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں یعنی یہ کہ حضرات انبیائے کرام کو نسیان ہوتا تھا یا نہیں۔ اور کیوں؟

Marfat.com

حضرات انبیائے کرام کو نسیان لاحق ہونے کی علماء نے دو صورتیں لکھی ہوئی ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آنے کے بعد اس میں نسیان ہو جائے۔ نسیان کی یہ صورت ممکن نہیں۔ اور معیوب بھی ہے۔ کیونکہ اگر وحی الٰہی میں نسیان ہوتا ہوگا۔ تو قرآنی آیات و احکامات میں اس کا اثر ہوگا۔ یوں قرآن کریم کے محفوظ اور احکامات کے مکمل ہونے پر زد آئے گی۔ اس لیے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ تبلیغ میں سہو و نسیان نہیں ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ احکام کی ادائیگی میں سہو و نسیان ہو جائے تو یہ قسم موجود ہے۔ اور اس کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ مفوضہ اور غلاۃ کی طرح ملعون ہوگا۔

اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی اس کے قائل ہیں۔ ان کے بہت بڑے مجتہد شیخ صدوق نے اس مسئلہ کی تفصیل یوں ذکر کی۔

مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہ:

قَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ اِنَّ الْغُلَاةَ وَالْمُفَوِّضَةَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ يُنْكِرُوْنَ سَهْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْجَازَ اَنْ يَسْهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلٰوةِ جَازَ اَنْ يَسْهُوَ فِي التَّبْلِيْغِ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ فَرِيْضَةٌ كَمَا اَنَّ التَّبْلِيْغَ عَلَيْهِ فَرِيْضَةٌ وَهٰذَا لَا يَلْزَمُنَا...... وَذٰلِكَ لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَحْوَالِ الْمُشْتَرَكَةِ يَقَعُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهٖ فِيْهَا مَا يَقَعُ عَلٰى غَيْرِهٖ وَهُوَ مُتَعَبِّدٌ فِي الصَّلٰوةِ كَغَيْرِهٖ وَمِمَّنْ

Marfat.com

لَيْسَ بِنَبِيٍّ وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ سِوَاهُ بِنَبِيٍّ كَهُوَ
فَالْحَالَةُ الَّتِيْ اُخْتُصَّ بِهَا هِيَ النُّبُوَّةُ وَالتَّبْلِيْغُ
مِنْ شَرَائِطِهَا ....وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ
فِي التَّبْلِيْغِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ
مَخْصُوْصَةٌ وَالصَّلٰوةُ عِبَادَةٌ مُشْتَرَكَةٌ........
وَلَيْسَ سَهْوُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَهْوِنَا
لِاَنَّ سَهْوَهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّمَا اَسْهَاهُ
لِيُعْلَمَ اَنَّهُ بَشَرٌ مَخْلُوْقٌ فَلَا يُتَّخَذُ مَعْبُوْدًا
دُوْنَهُ وَلِيَعْلَمَ النَّاسُ بِسَهْوِهِ حُكْمَ السَّهْوِ مَتٰى
سَهَوْا........ وَكَانَ شَيْخُنَا مُحَمَّدُ بْنُ
الحسن بن احمد بن الوليد رحمة الله عليه
يَقُوْلُ اَوَّلُ دَرَجَةٍ فِي الْغُلُوِّ نَفْيُ السَّهْوِ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ جَازَ اَنْ تُرَدَّ
الْاَخْبَارُ الْوَارِدَةُ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى لَجَازَ اَنْ تُرَدَّ
جَمِيْعُ الْاَخْبَارِ وَفِيْ رَدِّهَا اِبْطَالُ الدِّيْنِ وَالشَّرِيْعَةِ
وَاَنَا اَحْتَسِبُ الْاَجْرَ فِيْ تَصْنِيْفِ كِتَابٍ مُنْفَرِدٍ
فِيْ اِثْبَاتِ سَهْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالرَّدِّ عَلٰى مُنْكِرِيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل
ص ۲۳۴، ۲۳۵ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق) کہتا ہے۔ کہ مفوضہ اور غلاۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دورانِ نماز سہو جائز جانا جائے۔ تو پھر امور تبلیغ میں بھی سہو جائز ماننا پڑے گا۔ کیونکہ تبلیغ کی طرح نماز بھی آپ پر فرض ہے۔ لیکن یہ ہم پر لازم نہیں آتا۔ ...... اس لیے کہ وہ تمام احوال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کے لیے مشترک ہیں اُن کا آپ سے صدور جائز ہے۔ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح نماز کے مکلف ہیں۔ اور دوسرے لوگ آپ کی طرح نبی ہرگز نہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص حالت صرف نبوت ہے۔ اور تبلیغ شرائط نبوت میں سے ہے .... اور یہ بھی جائز نہیں کہ سہو و نسیان آپ کو نماز میں تو ہوتا ہے۔ تبلیغ میں بھی جائز ہونا چاہیئے یہ اس لیے کہ تبلیغ مخصوص عبادت ہے۔ اور نماز مشترکہ عبادت ہے ..... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہمارے سہو کی طرح نہیں۔ آپ کا سہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ اس لیے صادر فرمایا۔ تاکہ آپ کا بشر اور مخلوق ہونا معلوم ہو جائے۔ لہٰذا کوئی شخص آپ کو معبود بنانے کی فکر نہ رکھے۔ اور آپ کا سہو اس لیے بھی اللہ تعالیٰ نے واقع کیا۔ تاکہ لوگوں کو آپ کا سہو دیکھ کر اپنے سہو کے مسائل معلوم ہو سکیں ...... ہمارے شیخ محمد بن حسن الولید کہا کرتے تھے۔ کہ نبی میں غلو کا پہلا درجہ یہ ہے۔ کہ ان کے سہو سے انکار کیا جائے۔ اور اگر ان اخبار و واقعات کو رد کر دیا جائے۔ جو ثبوت

Marfat.com

ہوئیں ہیں۔ تو پھر تمام اخبار کا رد کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔
۔اور ایسا کرنے میں دین وشریعت کا ابطال ہو جائے
گا۔اور میں خیال کرتا ہوں۔کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو
نسیان کے موضوع پر مستقل کتاب لکھے۔تو اس کو اجر ملے گا۔اور اس
کتاب میں منکرین کا رد بھی ہو۔تو انشاء اللہ وہ ثواب پائے گا۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا۔جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔اور جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سہو و نسیان کا ذکر تھا۔گویا نجفی کے نزدیک یہ نسیان واقع نہیں ہوا۔اور یوں وہ یہ کہنا چاہتا ہے۔کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نسیان سے محفوظ و مامون ہیں۔لیکن ان کی صحاح اربعہ میں سے من لایحضرہ الفقیہ کا مصنف شیخ صدوق یہ کہہ رہا ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کا منکر یا تو مفوضہ ہے۔یا غالی لوگوں میں سے ہے۔اور ان دونوں پر خدا کی پھٹکار اب جبکہ نجفی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔تو یہ بھی مفوضہ یا غلو کرنے والوں میں سے ہوا۔ اور اس پر بھی شیخ صدوق کی طرف سے خدا کی لعنت۔

اس کے ساتھ شیخ صدوق یہ بھی کہتا ہے۔کہ نجفی ایسے ملعون شخص کی تردید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان پر اگر کوئی مستقل کتاب لکھے گا تو اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ہم تو شیخ صدوق کے کہنے پر ثواب کے امیدوار نہیں ہیں۔لیکن اس کے ماننے والوں کو میدان میں آجانا چاہیے۔اور انہیں اس منکر نجفی شیعی کی تردید کر کے یہ موقع گنوانا نہیں چاہیے۔

؎ و بقول شیخ صدوق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھولتے نہیں۔ بلکہ بھلائے جاتے

Marfat.com

ہیں۔اس میں دو حکمتیں اُس نے ذکر کیں۔ایک یہ کہ اس سے بشر اور مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔جس کی بنا پر لوگ ایسے شخص کو معبود بنانے سے رک جائیں گے۔دوسری حکمت یہ کہ لوگوں کو اپنے سہو و نسیان کے مسائل معلوم نہ ہوتے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت سے دوچار نہ ہوتے۔لیکن یہ کچھ جانتے ہوئے بھی نجفی نے کوشش یہ کی۔کہ بھولے بھالے سنیوں کو یہ دکھا کر بھڑکایا جائے۔کہ سنی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں سنی تو قریب میں نہ آسکے۔البتہ نجفی کو شیخ صدوق کی طرف سے ایک قیمتی تحفہ ضرور مل گیا۔اور وہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت یہ تو شیخ صدوق کا تحفہ تھا۔لیکن اس کم بخت نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان کا انکار کرکے آپ کا نبی ہونا بھی نہ مانا۔صاف لکھ دیا۔کہ اگر ایسے شخص کو نبوت مل جائے تو وہ نبی یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی سہو ہوا۔تو نجفی کے نزدیک ایسا شخص نبی نہیں ہو سکتا۔اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرکے مردود ٹھہرا۔اور پھر دوگھیلا مارنا، کتنا واضح کفریہ عبارت ہے۔اس طرح کئی وجوہات سے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔ایسے کے بارے میں اللہ رب العزت جل کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔

پ۲۲ ع۴۔ترجمہ: یقیناً ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے۔جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیتے ہیں۔یہ لعنت دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہے۔اور علاوہ ازیں ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۶

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فِقہ میں میّت کی شان

سنی فقہ میں شہید پانچ ہیں۔
(۱) جو طاعون کی بیماری میں مرے (۲) (الاسہال) جو دستوں کی اور پیچش کی بیماری میں مرے (۳) جو غرق ہو کر مرے (۴) جو دیوار کے نیچے آکر مرے۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۲۸)

نوٹ:
سنی بھائیوں کی بخاری شریف نے تو دین اسلام پر جھاڑو پھیر دیا ہے اور شہادت اتنی سستی کر دی کہ اگر کسی کو مرنے کو جمال گوٹا کی گولیاں دے کر مار ڈالا جائے یا دو زیادہ حلوا کھا کر دستوں کی بیماری میں مر جائے۔ تو وہ شہید ہے۔ اسی کا نام ہے کم خرچ اور بالا نشیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۸)

Marfat.com

جواب:

نجفی شیعی نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اس اعتراض میں شہداء کا تمسخر اڑایا۔ اور حدیث پاک کی کتاب کے متعلق تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ کہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شہید کی اقسام ان پانچ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور خود شیعہ کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اس بحث کے ضمن میں ایک بات کی طرف توجہ مبذول کرانا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ اور خود شہید کی از روئے احکام دو اقسام ہیں۔ ایک وہ کہ جس کو شہادت کے بعد غسل وکفن نہیں دیا جاتا۔ اور دوسرا وہ جو شہید تو ہوتا ہے۔ لیکن اسے عام مرنے والے مسلمان کی طرح غسل وکفن دیا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے شہدا کو پہلے شہداء کے ساتھ ثواب پانے میں برابری کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔ اہل تشیع کی کتب میں پانچ سے زائد شہداء کی اقسام ملاحظہ ہوں۔

اللمعۃ الدمشقیہ:

وَمَنْ خَرَجَ عَمَّا ذَكَرْنَاهُ يَجِبُ تَغْسِيلُهُ وَتَكْفِينُهُ وَإِنْ أُطْلِقَ عَلَيْهِ اِسْمُ الشَّهِيْدِ وَالنُّفَسَاءِ فِيْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ كَالْمَطْعُوْنِ وَالْمَبْطُوْنِ وَالْغَرِيْقِ وَالْمَهْدُوْمِ عَلَيْهِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْمَقْتُوْلِ دُوْنَ مَالِهِ وَاَهْلِهِ مِنْ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ وَغَيْرِهِمْ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ جلد اول ص ۱۲۷ مطبوعہ قم طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ اس کے علاوہ جو شہید ہیں۔ ان کو غسل دینا اور کفن دینا واجب ہے۔ اگرچہ ان پر شہید کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض اخبار میں ہے۔ کہ طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، مکان یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا نفاس میں مرنے والی عورتیں اور اپنے مال و اہل کا دفاع کرتے ہوئے مرنے والا یہ سب شہید ہیں انہیں (دفاع کرنے والوں کو) ڈاکو ماریں۔ یا کوئی اور۔
اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے صاحب روضہ لکھتا ہے۔

روضۃ البھیۃ:

فَالْمَعْنٰی حِیْنَئِذٍ اَنَّ غَیْرَ مَنْ ذُکِرَ مِنَ الشُّھَدَاءِ مِمَّنْ اُطْلِقَ عَلَیْہِ لَفْظُ الشَّھِیْدِ فِی الْاَخْبَارِ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ مَاتَ غَرِیْبًا مَاتَ شَھِیْدًا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ مَاتَ شَھِیْدًا مَنْ مَاتَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ شَھِیْدًا مَنْ مَاتَ فَھُمْ کَالشُّھَدَاءِ فِی الثَّوَابِ وَالْفَضْلِ لَا اَنَّھُمْ کَالشُّھَدَاءِ حَقِیْقَۃً فِی الْاَحْکَامِ کَالْغُسْلِ وَالتَّکْفِیْنِ۔

(روضۃ البھیۃ جلد اول ص ۱۲۷ مطبوعہ قم طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

لمعۃ دمشقیہ کی عبارت کا معنی یہ ہے۔ کہ حقیقی شہداء کے علاوہ جن دوسرے شہیدوں کا ذکر کیا گیا۔ اور اُن پر لفظ شہید بولا گیا اور انہیں یہ نام اخبار میں دیا گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ جو پردیس میں مرا وہ بھی شہید، جو علم دین کی تلاش میں مرا وہ بھی شہید اور جمعہ کے دن مرا وہ بھی شہید ہوا۔ یہ لوگ ثواب اور فضیلت میں شہیدوں کی طرح ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی شہداء کی طرح ان کا غسل وکفن نہ ہوگا۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے پیٹ کی بیماری سے مرنے والے کی شہادت پر مذاق اڑایا (حالانکہ خود ان کی کتب میں بھی اس کو شہید تسلیم کیا گیا) یہ مذاق اس شخص سے نہیں دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے استہزاء اور تمسخر کیا گیا ہے۔ اور از روئے قرآن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والا پکا کافر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ۔ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ (پ ۱۰ ع ۱۴)

ترجمہ:

اور اگر تم اُن سے پوچھو۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ ہم تو ویسے ہی مذاق اور ہنسی کرتے ہیں۔ فرما دیجئے۔ کیا تم اللہ، اس کے رسول اور اس کی

Marfat.com

آیات سے مذاق کرتے رہے ہو۔ اب تم کوئی عذر نہ کرو۔ تم نے یقیناً ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کے ارشادات سے استہزاء اور مذاق کرنے والے کو قطعی کافر قرار دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نجفی نے جانتے بوجھتے ہوئے کہ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا رسول اللہ کی نظر میں شہید ہے۔ پھر اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس وجہ سے وہ اگر مومن تھا۔ تو اب نہیں رہا۔ اللہ کے حبیب کے ارشادات سے مذاق کرنے پر اُسے اللہ کی طرف سے یہی انعام ملنا چاہیئے تھا۔ جو مل گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۷

میت کی دبر میں روئی ڈالی جائے

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ آدمی جب مر جائے۔ تو کچھ مقدار روئی اس کے مقام پاخانہ میں ٹھونس دی جائے۔

(فتاوٰی قاضی خان باب غسل میت
جلد اول ص ۹)

نوٹ:

معلوم ہوا کہ سنی لوگ اپنی میت کو گانڈ گز کرتے ہیں۔ کہ پھر چونکہ پاخانہ کا مقام کھل جاتا ہے۔ پھر اس میں روئی بھر دیتے ہیں۔ حنفی لوگ اتنے بے شرم ہیں۔ کہ اپنی میت کا گز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر پر تھوپ دیتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

جواب:

مُردے کے ساتھ یہ سلوک کرنا ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق بُرا ہے۔ روئی داخل کرنے کا معاملہ ناک اور کان کے متعلق ضرور موجود ہے۔ نجفی نے فتاوٰی قاضی خان کی عبارت لکھنے میں بد دیانتی اور خیانت سے کام لیا ہے۔ میت کی گانڈ میں روئی ٹھونسنے کے متعلق صاحب فتاوٰی نے اسے

Marfat.com

نقل قبیح کہا ہے لیکن نجفی کو اس سے کیا غرض اُسے کوئی ٹوٹا پھوٹا جملہ چاہیے۔ فتاوی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوی قاضی خان:

وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَنَّہٗ یُجْعَلُ الْقُطْنُ الْمَحْلُوْجُ فِیْ مِنْخَرَیْہِ وَفَمِہٖ وَبَعْضُہُمْ قَالُوْا یُجْعَلُ فِیْ صِمَاخِ اُذُنَیْہِ اَیْضًا وَ قَالَ بَعْضُہُمْ یُجْعَلُ فِیْ دُبُرِہٖ اَیْضًا وَ ھُوَ قَبِیْحٌ۔

(فتاوی قاضی خان جلد ۱ ص ۱۷۳
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ خالص روئی مُردے کے ناک کے سوراخوں اور مُنہ میں رکھی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ کانوں کے سوراخوں میں بھی رکھی جائے۔ کچھ نے کہا۔ دُبر میں بھی رکھنی چاہیئے۔ لیکن یہ قول قبیح ہے۔

قارئین کرام! فتاوی قاضی خان کی عبارت مع ترجمہ آپ نے ملاحظہ کی۔ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ کہ جس کا معنی یہ ہو۔ کہ سنی مردے کی گانڈ میں گز کرتے ہیں۔ خود نجفی نے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی ایک لفظ ایسا نہیں۔ "گز مارنا"، تو کہاں صرف گز کا بھی لفظ نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ کے بعد "نوٹ" میں "گانڈ گز کرتے ہیں" ذکر کیا۔ اور پھر اسی پر بقیہ حاشیہ آرائی کی ہے۔ صاحب فتاوی نے وضاحت

Marfat.com

کردی۔ کہ اگر اس بارے میں کوئی قول ملتا ہے۔ تو وہ یہ کہ مردے کی دُبر میں بعض نے روئی رکھنے کا کہا لیکن ساتھ ہی لکھ دیا۔ کہ یہ قول و فعل قبیح ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہرگز نہیں۔ نجفی نے ایک غلط مفہوم بنایا۔ اور اس سے اہل سنت کی توہین کی۔ اُن کا مذاق اڑایا۔

اہل تشیع کا اپنی میت کے ساتھ سلوک

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان کی عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ مسلک اہل سنت اور فقہ حنفی میں میت کی دُبر میں روئی ڈالنے والی بات قبیح ہے۔ اور اس پر کسی کا عمل نہیں ہے اس قبیح اور غیر معمولی فعل کو نجفی نے "گانڈ گز کرنا" لکھا ہے۔ اپنے گانڈ گز کرنے کو ہم نے تو قبیح قرار دیا ہے لیکن کتب شیعہ اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تسلیم شدہ قول ان میں موجود ہے۔ جس کو کسی نے بھی قبیح نہیں کہا۔ لہٰذا اس پر نجفی کی تعریف صادق آتی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی:

وَ اعْمَدْ اِلٰى قُطْنٍ فَذَرَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ حُنُوْطٍ وَضَعْهُ عَلٰى فَرْجِهٖ قُبُلٍ وَ دُبُرٍ وَ احْشُ الْقُطْنَ فِيْ دُبُرِهٖ لِئَلَّا يَخْرُجَ مِنْهُ شَيْءٌ ـ

(فروع کافی جلد سوم صفحہ ۱۴۲ کتاب الجنائز مطبوعہ تہران)

Marfat.com

ترجمہ:

اور غسل دینے والے کو روئی لے کر اس پر تھوڑا سا حنوط چھڑک لینا چاہیئے۔ پھر اس روئی کو میت کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ پر رکھ دینا چاہیئے۔ اور تھوڑی سی روئی مردے کی گانڈ میں داخل کر دینی چاہیئے۔ تاکہ اس کی کوئی چیز نہ نکلے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

ثُمَّ يَضَعُ الْمَيِّتَ فِي أَكْفَانِهِ وَ يُجْعَلُ الْجَرِيْدَتَيْنِ مَعَ إِحْدَاهُمَا مِنْ عِنْدِ التَّرْقُوَةِ يَلْصِقُهَا بِجِلْدِهِ وَ يَمُدُّ عَلَيْهِ قَمِيْصَهُ مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ وَالْجَرِيْدَةُ الْأُخْرٰى عِنْدَ وَرْكِهِ مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْسَرِ مَعَ بَيْنِ الْقَمِيْصِ وَ الْأَزَارِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول
ص ۹۰ باب غسل المیت مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

پھر میت کو اس کے کفن میں رکھے۔ اور لکڑیاں بھی اس کے ساتھ رکھے۔ ان میں سے ایک لکڑی گردن کے پاس میت کے چمڑے سے ملا کر ہو۔ اور اس پر قمیص کو دائیں طرف سے کھینچے اور دوسری لکڑی چوتڑوں کے پاس قمیص اور چادر کی بائیں طرف رکھے۔

Marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

وَسَالَ حَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَرِيدَةِ الَّتِي تَكُوْنُ مَعَ الْمَيِّتِ فَقَالَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنَ وَ الْكَافِرَ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۹

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسن بن زیاد نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اُس لکڑی کے متعلق پوچھا جو (شیعہ) میت کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس لکڑی کا مومن اور کافر دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے تو ایک قول قبیح کو اپنے معنی پہنائے۔ جس کی تردید بھی ہو چکی ہے ہم نے جو حوالہ جات ان کی کتب سے پیش کیے۔ ان میں صاف الفاظ میں مذکور ہے کہ شیعہ میت مرد ہو تو اس کی گانڈ میں روئی ٹھونسو۔ اور اگر عورت ہو تو آگے پیچھے دونوں سوراخوں کو خوب بند کرو۔ پھر اس صراحت کے ساتھ ان امور کی نہ تردید موجود اور نہ ہی انہیں قبیح کہا گیا ہے۔ لہٰذا اگر نجفی کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فعل کو "گانڈ گز" کہا جائے۔ تو وجہ معلوم ہے۔ یہی حقیقت تھی جو نجفی کے دل میں کھٹکی اور اُس نے اپنی نفس سے اتار کر حنفی فقہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ وہ عبارت ملاحظہ ہو۔ " اپنی میت کا اگر خود کرتے ہیں۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر تھوپ دیتے ہیں۔"

Marfat.com

ناظرین! آپ ہی فیصلہ فرمائیں۔ کہ الزام کس پر تھوپا۔ اور "میت کا گز"، کون کرتے ہیں؟ حسن بن زیاد والی آخری روایت میں میت کے ساتھ رکھی گئی لکڑی کا فائدہ بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ وہ مومن اور کافر دونوں کو مفید ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد کافر کا فائدہ کیسے ہوا۔ یعنی اس کو اس لکڑی سے کیا فائدہ ملا۔ کیا عذاب قبر میں تخفیف ہوگئی؟ منکر نکیر کے سوال آسان ہو گئے؟ دہشت اور اندھیرا کافور ہو گیا؟ سب کا عقیدہ ہے۔ کہ کافر میت کو کسی امر کا عالم برزخ وعقبے میں کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ لہٰذا یہ قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا تو ہرگز ہرگز ہو نہیں سکتا۔ ہاں آپ کی طرف منسوب ضرور کر دیا گیا ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ "مومن"، کو فائدہ اور نہ ہی یہ تو ہو گا۔ کہ اس "بے چارے"، کے مرنے کے بعد دُبر کا سوراخ تنگ اور سخت ہو گیا ہو گا۔ اس میں روئی ٹھونسنے کے لیے انگلی کون استعمال کرے گا۔ ایسے آڑے وقت وقت میں وہی لکڑی (گز) کام آئے گی۔ روئی دُبر کی سوراخ پر رکھی۔ اور لکڑی سے خانہ پری کر دی۔ ناظرین یہی تو گانڈ گز تھا۔ جس کا بوجھ نجفی اتارنا چاہتا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۸

جنازہ میں نو ۹ تکبیریں۔

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ میت پر پانچ تکبیر نماز جنازہ بلکہ سات تکبیر اور نو تکبیر نماز جنازہ بھی جائز ہے۔ بلکہ امام محمد ابن سیرین کے قول پر تین تکبیریں بھی جائز ہیں۔

(میزان الکبریٰ کتاب الجنائز ص ۲۲۴)

نوٹ:

فقہ نعمان تیرے صدقے جاواں جنازے کے بارے میں سنی فقہ میں بھانت بھانت کے فتوے موجود ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

جواب:

مکاری اور فریب دہی ہر جگہ کارفرما ہے۔ نجفی کی کتاب کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ" جس میں اس کا وعدہ یا التزام تھا۔ کہ اس کتاب میں حنفیوں پر اعتراض ہوں گے۔ ان کے پول کھولوں گا۔ لیکن بدحواسی کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر فقہ حنفی میں سے کوئی بات نہ مل سکی۔ یا کسی دوسری فقہ کا مسئلہ ہوا۔ تو اسے "سنی فقہ نعمان" کہہ کر احناف پر اعتراض کر مارا۔ اس اعتراض اور اس سے ملتے جلتے اعتراض کی عبارت کرملاحظہ کریں۔ "سنی فقہ میں ہے" پھر "نوٹ" میں "فقہ نعمان" کا نام لکھ دیا۔ گویا

Marfat.com

فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے مسائل "فقہ نعمان" کے مسائل ہو گئے۔ اگر یہی استدلال اور طریقہ ہے۔ تو شیعہ بھی بیسیوں فرقے میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہم بھی ان میں سے کسی شیعہ فرقہ غرابیہ کا کوئی مسئلہ ذکر کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ" میں یہ ہے وہ ہے۔ مثلاً انہی کا ایک بچھڑا ہوا ساتھی فرقہ غرابیہ کہلاتا ہے۔ اس کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اس طرح تھی جس طرح کوے کی کوے سے ہوتی ہے۔ اسی مشابہت کی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام دھوکہ کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے گئے۔ حالانکہ وہ آئے علی المرتضیٰ کی طرف تھے۔ "انوار نعمانیہ" کی جلد ۱ میں ان کے عقائد و افکار کا تذکرہ ملتا ہے۔ جیسا امامیہ شیعہ ہیں ویسے ہی غرابیہ بھی ہیں اب اگر کوئی امامیہ شیعہ کو یہ کہے۔ کہ شیعہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہم ایسی مشابہت مانتے ہیں جیسا کوے کو کوے سے ہوتی ہے۔ امامی فوراً بول پڑے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔ یہ غرابیہ کا ہے۔ جب تمہارا یہ جواب ہے۔ تو پھر فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کو "فقہ حنفی" کون مانے گا۔ یہ فریب دیا گیا ہے اور عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرات ائمہ اربعہ کا باہم مسائل میں اختلاف ہے۔ ہر ایک کے اپنے دلائل ہیں۔ کسی فقہ پر اعتراض کا جواب اسی فقہ والے کو دینا چاہیے۔ ہم تو فقہ حنفی پر اعتراض کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ "میزان الکبریٰ" ہماری فقہ کی کتاب نہیں۔ بلکہ فقہ شافعی سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کتاب کا حوالہ پیش کرتے وقت بھی نجفی نے مکاری اور روباہی کا سہارا لیا۔ کتاب مذکور میں نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں مختلف اقوال درج ہیں۔ ہر ایک کی اپنی دلیل ہے لیکن ائمہ اربعہ کا متفق علیہ مسلک یہی ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ تین، پانچ اور سات تکبیروں کے اقوال دوسرے حضرات کے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

میزان الکبریٰ:

قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ بِاَنَّ تَكْبِيْرَاتِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعٌ مَعَ قَوْلِ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اِنَّهُنَّ ثَلَاثٌ الخ۔

(میزان الکبریٰ ص ۲۲۴)

ترجمہ:

چاروں اماموں کا قول ہے۔ کہ نمازِ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ اس کے ساتھ محمد بن سیرین کا قول تین کا بھی ہے۔۔۔

معلوم ہوا۔ کہ احناف کے نزدیک بلکہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تکبیرات نمازِ جنازہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس لیے اسے "بھانت بھانت کے فتوے" کہنا نری حماقت ہے۔ اگر مختلف اقوال کسی مسئلہ میں ہونا قابلِ اعتراض ہے۔ تو یہ بات ائمہ اہل بیت سے بھی کتب شیعہ میں منقول ہے۔ اور ان کو بھی وہی لفظ نجفی کہے جو "فقہ نعمان" کو کہے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَنِيْ ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَاَلَهُ عَنْهَا فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِيْ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِيْ وَاَجَابَ صَاحِبِيْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ

Marfat.com

قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِکُمْ قَدِمَا یَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا بِغَیْرِ مَا اَجَبْتَ صَاحِبَہٗ فَقَالَ یَا زُرَارَۃُ اِنَّ ھٰذَا خَیْرٌ لَنَا وَاَبْقٰی لَنَا وَلَکُمْ وَلَوْ اِجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ وَاحِدٍ لَصَدَّقَکُمُ النَّاسُ عَلَیْنَا وَلَکَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَبَقَائِکُمْ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۶۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب مرحمت فرمایا پھر ایک شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا لیکن امام نے اس کو میرے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ امام نے اس کو ہم دونوں کے جواب سے علیحدہ جواب دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے امام صاحب سے عرض کیا۔ اے رسول اللہ کے فرزند! دو نوں آدمی عراق سے آئے تھے۔ اور آپ کے شیعہ تھے لیکن ان کے ایک ہی سوال کے آپ نے علیحدہ علیحدہ جواب دیئے۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) فرمایا۔ اے زرارہ! یہ ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اسی میں ہماری اور تمہاری بقا ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر جمع ہو گئے۔ تو مخالف تم کو اپنی مجلس سے نکال دیں گے

Marfat.com

اور پھر تم ہمارے پاس کتنے آؤگے۔ کہ خروج کیجئے۔ اس طرح ہمارا اور تمہارا دنیا میں رہنا کم ہو جائے گا۔

دیکھا نجفی صاحب! آپ کے امام صاحب نے ایک ہی مسئلہ کے بیک وقت تین جواب عطا فرمائے۔ یہاں مسئلہ بھی ایک اور جواب۔ دینے والے بھی ایک۔ اُدھر اعتراض میں مسئلہ تو ایک ہے لیکن جواب دینے والے مختلف ہیں۔ اس کے باوجود اُن کے اقوال بھانت بھانت کے فتوے قرار پائے۔ لیکن امام باقر رضی اللہ عنہ کے فتوے اس بات کے مصداق کیونکر نہیں بنتے۔؟

نوٹ:

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے بطور تقیہ تین مختلف جواب دیئے تو یہ بالکل غلط اور اتہام ہے۔ اول یہ کہ تقیہ وہاں ہوتا ہے۔ جہاں خطرہ ہو۔ ان تینوں سے امام کو کیا خطرہ تھا۔ دوم یہ کہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں تقیہ ختم ہو گیا تھا۔ اب اس کا وجود کہاں سے آگیا۔ اپنی تحریر دیکھ لو۔

اصل و اصول شیعہ:

عہد زرّیں

صادق آلِ محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے واقعہ جاتے رہے تھے۔ بنا بریں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطرے کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضاء موافق ہو گئی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں رات دن ایک کر دیئے

Marfat.com

ہاں تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام تھا اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوئے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا۔ تشنگان معرفت خود بھی سیر ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی بھی پیاس بجھاتے تھے۔ بقول ابو الحسن وشار میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا۔ کہ حدثنی جعفر بن محمد، یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

(اصل و اصول شیعہ ص ۴۲ تصنیف حجۃ الاسلام محمد حسین آل کاشف الغطاء مطبوعہ رضا کاریک ڈپو لاہور)

قارئین کرام! خود اہل تشیع کی زبانی آپ نے سن لیا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں "تقیہ" کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا امام باقر رضی اللہ عنہ کے تین مختلف فتوے اس لیے نہ تھے۔ کہ وہ اس وقت "تقیہ" کی منزل میں تھے۔ اس لیے کسی مسئلہ میں مختلف اقوال ہونا کوئی معیوب اور قابل اعتراض بات نہیں۔ اس لیے نجفی شیعی کا میزان الکبری والی عبارت کو مورد طعن و اعتراض بنانا اس کی اپنی "اجتہادی" کوشش ہے۔ اور یہی اجتہاد خود اس کے مذہب کا دیوالیہ بھی نکال رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱۹

شیعوں کی مخالفت میں قبر کی کوہان

حقیقت فقہ حنفیہ: رحمت الامۃ:

سُنی فقہ میں ہے۔ والسُنَّۃُ فِی القَبرِ التَّسطِیعُ وَقَالَ ابُو حَنِیفَۃَ التَّسنِیمُ اَولیٰ لاَنَ التَّسطِیعَ صَارَ شِعَارَ الشِّیعَۃِ وَالرَّوافِض۔

(رحمت الامۃ ص ۸۹ کتاب الجنائز)

(میزان الکبریٰ ص ۲۲۷)

ترجمہ:

قبر کا اوپر سے ہموار بنانا سنت ہے۔ اور امام شافعی کا بھی یہی فتویٰ ہے لیکن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ چونکہ قبر کو ہموار بنانا شیعوں کی علامت بن گئی ہے۔ لہٰذا اے سنیو تم قبر کوہان بناؤ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۰)

جواب:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بجا ہے۔ اور قبر کو ہموار کرنے کی بجائے اسے اونٹ کی کوہان کی طرح بلند کرنے کو فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہموار کرنا چونکہ شیعوں اور رافضیوں کی علامت ہے۔ اس لیے ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

Marfat.com

شیعوں در ر نصیون کی مخالفت آخر کیوں؟ وجہ یہی ہے۔ کہ یہ فرقہ حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کا گستاخ ہے۔ آپ نے اس فرقہ کے شعار اور علامت کو بیان فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ایسا کرنا ائمہ اہل بیت کا شعار ہے۔ تاکہ آپ کی تعلیمات کو ائمہ اہل بیت کے خلاف بھڑکانے کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ صحابہ کرام کی مخالفت ان شیعوں کی کتب سے عیاں اور ائمہ اہل بیت کی طرف من گھڑت روایات کا انتساب ان کا ایمان ہے۔ نہ اعتبار آئے۔ تو رجال کشی کے ص ۱۹۵ زیر تذکرہ مغیرہ بن سعید میں ملاحظہ کریں۔

اگر کوئی نجفی کا ساتھی یہ کہے۔ کہ ابو حنیفہ نے محض رافضیوں کی مخالفت کو بہانہ بنایا ہے اور انہوں نے حق و باطل کو سامنے نہیں رکھا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو بہت سے ائمہ کے اقوال و فتوے ایسے ملتے ہیں۔ جن میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی کا ترجمہ الشافی:

راوی نے کہا۔ اگر آپ دونوں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے دو حدیثیں مشہور ہوں اور ثقہ حضرات نے ان دونوں کی روایت بھی کی ہو۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے۔ کہ کونسی حدیث قرآن و سنت کے مطابق اور رائے عامہ کے خلاف ہے۔ جو موافق قرآن و سنت ہو گی۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور ترک کیا جائے گا۔ اس حدیث کو جو قرآن و سنت کے خلاف ہو گی۔ اور رائے عامہ کے موافق راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ اگر دو فقیہ اس حدیث کے حکم کو کتاب و سنت سے حاصل کریں۔ ہم ان میں سے ایک کو عام لوگوں کے موافق پائیں اور دوسری کو مخالف تو کس خبر پر عمل کریں۔ فرمایا۔ جو عامہ کے خلاف ہو گی ہدایت اس میں ہو گی میں نے کہا اگر مخالفوں کے دو گروہ دونوں خبروں کے موافق ہوں۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے گا۔ کہ ان کے احکام اور قاضی کس خبر کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اس کو

Marfat.com

چھوڑ کر دوسرے پر عمل کیا جائے۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اوّل مطبوعہ کراچی ۱۸)

اللمعۃ الدمشقیہ:

وتسطیحہ لا یجعل لہ فی ظہرہ سنام لانہ من شعائر الناصبۃ۔ (اللمعۃ الدمشقیہ جلد اوّل ص ۱۴۸)

ترجمہ:

قبر کو کوہان کی شکل پر نہ بنایا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا سنیوں کی علامت ہے

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ بقول سائل امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما دونوں نے حق و باطل کا خیال نہ رکھا۔ بلکہ صاف فرمایا۔ کہ وہ کرو جس میں سنیوں کی مخالفت ہو۔ لہذا یہاں بھی وہی بات ہوئی۔ جو نجفی کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول میں نظر آئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کے اقوال نہیں کہہ سکتے۔ یہ سب کچھ اہل تشیع کا کیا دھرا ہے۔ اور منسوب ائمہ اہل بیت کی طرف کر دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۰

بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سُنی فقہ میں ہے۔ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لَا بَأْسَ اَنْ یُّؤَذِّنَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ۔

(بخاری شریف باب الاذان جلد اول ص ۱۲۵)

ترجمہ:

مُلا ابراہیم کہتا ہے۔ کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

نوٹ:

بخاری شریف نے سنی بھائیوں کے مزے بنا دیئے کہ ہوا بھی خارج کرتے رہیں۔ اور اذان بھی دیتے رہیں۔ کیا یہی سیرت شیخین ہے اور فقہ نعمان ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۱)

جواب:

نجفی شیعی نے صرف تمسخر اڑایا ہے۔ مسئلہ کو خلاف سنت یا نامعقول ثابت کرنے کی جسارت نہیں کی۔ بے وضو اذان دینا اور بات ہے۔ اور اذان دیتے وقت ہوا خارج کرنا دوسری بات ہے۔ نجفی نے بے وضو اذان دینے پر یہ مذاق کیا ہے۔ جس کا اس سے تعلق ہی نہیں۔ اگر معاملہ یہی ہے۔ تو نجفی

Marfat.com

لا پی کتابوں زیر اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیئے تھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کتب شیعہ میں اس سے بھی زیادہ موجود ہو۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَاْسَ اَنْ تُؤَذِّنَ رَاكِبًا اَوْ مَاشِيًا اَوْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۱۸۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سوار ہو کر، پیدل چلتے ہوئے یا بغیر وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

وسائل الشیعہ:

قَالَ اِنْ كَانَ الْحَدَثُ فِي الْاَذَانِ فَلَا بَاْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۶۲۸)

ترجمہ:

فرمایا۔ اگر اذان دیتے وضو ٹوٹ جائے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ الْغُلَامُ قَبْلَ أَنْ يَحْتَلِمَ وَلَا بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ جُنُبٌ وَلَا يُقِيمُ حَتَّى يَغْتَسِلَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر لڑکا بالغ ہونے سے پہلے اذان دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور موذن کا حالت جنابت میں اذان دینا بھی جائز ہے۔ لیکن غسل کیے بغیر وہ اقامت نہ کہے۔

فروع کافی:

عن الحلبی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ يُؤَذِّنُ الرَّجُلُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ؟ قَالَ إِذَا كَانَ التَّشَهُّدُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَلَا بَأْسَ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حلبی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ اگر کوئی شخص قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر شہادت (اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمدا الخ) قبلہ رخ کہہ دے۔ تو درست ہے۔

لمحہ فکریہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مذاق کا نشانہ نجفی نے اس لیے بنایا۔ کہ ان کی تصنیف میں ""اذان بغیر وضو"" کہنے کا جواز تھا۔ اور پھر کمال بے حیائی سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے تمسخر کیا۔ اب ذرا اپنے گھر کو دیکھیے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو جنبی کو اذان دینے کی اجازت دے رہے ہیں۔ چلتے پھرتے اذان دینا درست قرار دے رہے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دینے کے جواز کا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔ اس پر اگر اس طرح حاشیہ آرائی کی جائے۔ تو زیادتی نہ ہوگی۔ کہ ذاکرین و مجتہدین کو ان کے اماموں نے یہ اجازت دے دی۔ کہ بیوی کے ساتھ جماع بھی کرتے رہو۔ اور اذان کا غلغلہ بھی بلند کرتے رہو۔ کیونکہ قبلہ رخ ہو کر اذان نہ دینا حضرت امام جعفر صادق نے جائز کر دیا۔ لہٰذا جدھر بیوی کہے اُدھر ہی منہ رکھو۔ اور اذان کہتے رہو وہ تو سیرت شیخین نہ تھی۔ لیکن یہ تو فرمانِ ائمہ اہل بیت ہے (معاذ اللہ)

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۱

حی علی خیر العمل کو اذان سے نکالنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے اجراء کی بدعت

سُنی فقہ میں ہے۔ کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَحْدَثَہٗ عُمَرُ فَقَالَ اِبْنُہٗ بِدْعَۃٌ۔

مذکورہ کلمہ اذان میں عمر نے جاری کیا۔ اور ان کے بیٹے عبداللہ نے ان کی ڈٹ کر مخالفت کی ہے۔ افسوس سنیوں بھائیوں پر ہے۔ کہ اس بدعت کو مانتے بھی ہیں۔ اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

سنی فقہ میں ہے۔ کہ

حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اذان میں عبداللہ بن عمر فرماتے تھے۔ اور ائمہ اہل بیت میں سے امام علی بن الحسین مذکورہ کلمہ اذان میں فرماتے تھے۔ اور آنجناب نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ یہی پہلی اذان ہے۔

(سنن الکبریٰ باب ما روی فی خیر العمل جلد اول ص ۴۲۴)

نوٹ:

سنیوں بھائی کا دعویٰ ہے۔ کہ آل رسول کو مانتے ہیں۔ اور آل رسول کا مسلک یہ ہے۔ کہ مذکورہ کلمہ (حی علی خیر العمل) اذان میں کہا جائے۔ لیکن سنی بھائی اذان میں جو بدعت عمر ہے۔ اس کو ترک کرتے ہیں۔ اور جو آل رسول کا طریقہ ہے۔ اس سے

Marfat.com

انہیں نفرت ہے معلوم ہوا کہ یہ آلِ رسول کے پیروکار نہیں ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۲)

جواب:

نجفی شیعی کے مذکورہ اعتراض میں دو امر ہیں۔ ایک یہ "الصلوۃ خیر من النوم" کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہیں۔ اور اس ایجاد پر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ اسے بدعت جانتے تھے۔ دوسرا امر یہ ہے۔ کہ "حی علی خیر العمل" کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں کہا کرتے تھے۔ ان دونوں امور کے ثبوت کے لیے "سنن الکبریٰ" کا حوالہ دیا گیا۔ ہم نے اس کتاب میں بہت تلاش کیا۔ کہ کہیں کوئی حدیث ایسی مل جائے۔ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خود ان کے لخت جگر مخالفت کرتے نظر آئیں۔ لہٰذا مخالفت کا یہ اعتراض ایک دھوکہ جھوٹ اور فریب ہے۔ اس کے برعکس اسی کتاب حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں الصلوۃ خیر من النوم پڑھا کرتے تھے۔

بیہقی شریف:

عَنِ الثَّوْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْاَذَانِ الْاَوَّلِ مَرَّتَيْنِ يَعْنِيْ فِي الصُّبْحِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص ۴۲۳ کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکہ مکرمہ طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ حی علی الفلاح کے بعد اذان صبح میں دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔

بیہقی شریف کی اس روایت سے یہ امر واضح ہو گیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ خود پڑھا کرتے تھے۔

بقول نجفی شیعی اگر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ کو بدعت قرار دیتے تھے اور ان کی مخالفت کرتے تھے۔ تو پھر ان کو اذان میں پسند فرمانا۔ اور خود پڑھنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس کے بعد نجفی نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "حی علی خیر العمل" کے الفاظ اذان میں کہا کرتے تھے۔ جو اہل تشیع کی اذان کا حصہ ہیں۔ اس بارے میں تحقیق یہ ہے۔ کہ ابن عمر نے یہ الفاظ کہے ضرور تھے۔ لیکن آپ کا معمول نہ تھا۔ چند مرتبہ یہ کہے۔ اور وہ بھی دوران سفر میں۔ اس کے برخلاف آپ کا معمول "حی علی الفلاح" کہنے کا تھا۔ ثبوت کے لیے حوالہ ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُؤَذِّنُ فِي

Marfat.com

سَفَرِہٖ وَکَانَ یَقُوْلُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ وَاَحْیَانًا یَقُوْلُ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص۴۲۴
کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:

جناب نافع کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دورانِ سفر اذان نہیں کہتے تھے۔ بلکہ صرف حی علی الفلاح کہا کرتے تھے۔ اور گاہے۔ حی علی خیر العمل کہتے تھے۔

اسی بیہقی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا گیا۔ کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

بیہقی شریف:

عَنْ بِلَالٍ اَنَّہٗ کَانَ یُنَادِیْ بِالصُّبْحِ فَیَقُوْلُ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَجْعَلَ مَکَانَہَا اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ وَتَرَکَ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص۴۲۵)

ترجمہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ اذان فجر میں حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے۔ پھر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان کلمات کی جگہ یہ کہا کرو الصلوۃ خیر من النوم۔ حضور کے ارشاد پر انہوں نے حی علی خیر العمل کہنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روایت سے دونوں امور کے جوابات سامنے آ گئے۔ پہلا یہ امر کہ الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ۔۔ حضرت فاروق اعظم کی ایجاد ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ "حی علی خیر العمل" اذان میں اہل بیت کہا کرتے تھے۔ اس روایت میں حضرت بلال کے متعلق معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الصلوۃ خیر من النوم انہیں پڑھنے کو فرمایا۔ بیہقی شریف میں ایک اور روایت کے مطابق آپ نے یہ الفاظ ایک دوسرے صحابی کو پڑھنے کے لیے فرمایا۔

بیہقی شریف:

اُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهٗ وَفِیْهِ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِی الْاُوْلٰی مِنَ الصُّبْحِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص ۴۲۲)

ترجمہ:

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی اذان کی روایت کرتے ہیں۔ اس میں دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم کا اول صبح کی اذان میں کہنا موجود ہیں۔

Marfat.com

"اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"
پڑھنے کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے

وسائل الشیعہ

عن عبد الله بن سنان عن ابی عبد الله علیہ السلام قال إذ كنت فِي اذان الفجر فقل الصلوة خير من النوم بعد . حتى على خير العمل من النوم ولا تقل في الاقامة الصلوة خير من النوم انما هذا في الأذان۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم
ص ۶۵۰ طبع تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ ابن سفیان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام موصوف نے فرمایا جب تو اذان فجر کہے تو حی علی خیر العمل کے بعد الصلوۃ خیر من النوم پڑھ۔ لیکن یہ الفاظ اقامت میں نہیں پڑھنے چاہئیں۔ یہ صرف

Marfat.com

اذان کے لیے ہیں۔

نوٹ:

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک روایت میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ منسوب ہے۔ کہ انہوں نے صبح کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" بطور تقیہ کہنے کی اجازت دی۔ روایت یہ ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ لَا بَاسَ اَنْ يُقَالَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ عَلٰى اَثَرِ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ لِلتَّقِيَّةِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸)

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۶۵۰)

ترجمہ:

صبح کی اذان میں حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم بطور تقیہ پڑھ لیے جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ اور من لایحضرہ الفقیہ کے مذکورہ حوالہ میں حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف بطور تقیہ یہ الفاظ کہنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ امام موصوف نے ہرگز ہرگز یہ نہیں فرمایا۔ یہ شیعوں کی چالاکی اور بچاؤ کی تدبیر ہے ورنہ شیخ صدوق کے بقول کچھ ہی اوراق پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت امام جعفر صادق

Marfat.com

یہ طریقہ تجویز نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت بات دو ٹوک کرنے کا وقت تھا۔ آپ یا یہ فرماتے کہ اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ انہیں پڑھا اور ان دونوں میں سے ایک سابقہ روایت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان ان الفاظ کے پڑھنے کا حکم دیا۔ وہاں دو تقیہ،، کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ یہ لفظ کسی مجتہد یا ذاکر نے اپنی انا کو قائم رکھنے کے لیے روایت میں جڑ دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۲

حقیقت فقہ حنفیہ :

اہل سنت حنفیوں کی مایہ نازنماز

ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابن خلکان اعنی و فیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی ص ۱۱۳ جلد دوم ۔

تاریخ ابن خلکان :

ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ عَلٰی مَا یُجَوِّزُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ فَلَبِسَ جِلْدَ کَلْبٍ مَدْبُوْغًا ثُمَّ لَطَخَ رُبُعَهٗ بِالنَّجَاسَةِ وَ تَوَضَّاءَ بِنَبِیْذِ التَّمْرِ وَ کَانَ فِیْ صَمِیْمِ الصَّیْفِ فِی الْمَفَازَةِ وَ اجْتَمَعَ الذُّبَابُ وَالْبَعُوْضُ وَ کَانَ وُضُوْءُهٗ مُنَکَّسًا مُنْعَکِسًا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ اَحْرَمَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ غَیْرِ نِیَّةٍ فِی الْوُضُوْءِ وَ کَبَّرَ بِالْفَارِسِیَّةِ خدا بزرگ است۔ ثُمَّ قَرَ

قَرَأَ آيَةً بِالْفَارِسِيَّةِ دو بزرگ سبز ثُمَّ نَقَرَ نَقْرَتَيْنِ كَنَقَرَاتِ الدِّيْكِ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ

وَ مِنْ غَيْرِ رُكُوْعٍ وَ تَشَهُّدٍ

وَ ضَرَطَ فِيْ اٰخِرِهٖ مِنْ غَيْرِ نِيَّةِ السَّلَامِ

وَ قَالَ اَيُّهَا السُّلْطَانُ هٰذِهٖ صَلٰوةُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ السُّلْطَانُ لَوْ لَمْ تَكُنْ هٰذِهٖ صَلٰوةَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

لَقَتَلْتُكَ لِاَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ لَا يُجَوِّزُهَا ذُوْ دِيْنٍ فَاَنْكَرَتِ الْحَنَفِيَّةُ اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهٖ صَلٰوةَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَاَمَرَ الْقَفَّالُ بِاِحْضَارِ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَمَرَ السُّلْطَانُ نَصْرَانِيًّا كَاتِبًا يَقْرَاُ الْمَذْهَبَيْنِ جَمِيْعًا فَوَجَدَتِ الصَّلٰوةُ عَلٰى مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَلٰى مَا حَكَاهُ الْقَفَّالُ فَاَعْرَضَ السُّلْطَانُ عَنْ مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ تَمَسَّكَ بِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابن خلکان یعنی
وفیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی جلد دوم
ص ۱۱۳)

ترجمہ:

سلطان محمود غزنوی نے شافعی مذہب اور حنفی مذہب کے علماء کو جمع

Marfat.com

کیا۔ اور ان سے احادیث کو سنا۔ احادیث مذہب شافعی کے زیادہ مطابق تھیں۔ پھر اس نے دونوں مذہبوں کے فقہاء کو جمع کیا اور فرمائش کی۔ کہ ان دونوں میں سے جو سچا مذہب ہے۔ اس کو ترجیح دیں۔ پس یہ طے پایا کہ دو دو رکعت نماز دونوں مذہبوں کے مطابق سلطان محمود کے سامنے پڑھی جائے۔ اور فیصلہ خود سلطان کرے) پس قفال مروزی نے دو رکعت نماز فقہ شافعی کے مطابق پڑھ کر دکھائی۔ پھر اس نے دو رکعت نماز فقہ ابو حنیفہ کے مطابق اس کیفیت سے پڑھ کر دکھائی۔ پہلے تو رنگا ہوا کتے کا چمڑا پہنا پھر اس کے چوتھے حصے کو مزید نجس کر دیا۔ پھر کھجوروں کے پتوں سے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو کیا۔ اور یہ واقعہ موسم گرما میں ایک صحرا میں پیش آیا۔ اس پر مکھیاں اور مچھر اکٹھے ہو گئے۔ اور پھر اس نے الٹا وضو کیا۔ (یعنی پہلے پاؤں دھوئے پھر ہاتھ اور پھر منہ) پھر بغیر نیت کے نماز شروع کر دی۔ اور فارسی زبان میں تکبیر کہی (اللہ بزرگ ورتر است) پھر ایک آیت کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مُدْهَامَّتَانِ۔ دو برگ سبز پھر بلا فاصلہ مرغ کی طرح دو ٹھونگیں ماریں۔ رکوع اور تشہد بغیر اطمینان کے کیا۔ اور نماز کے آخر میں بغیر نیت سلام کے پاد دیا (یعنی ہوا گوز چھوڑا) پھر عرض کی کہ یہ ابو حنیفہ کی نماز ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر یہ ابو حنیفہ کی نماز ثابت نہ ہوئی۔ تو آپ کو قتل کر دوں گا۔ کیونکہ یہ نماز تو کوئی دیندار جائز نہیں سمجھے گا۔ اور حنفی فقہاء نے بھی انکار کیا۔ پس سلطان نے قفال مروزی کو حکم دیا۔ کہ ابو حنیفہ کی کتابیں حاضر کرے۔ اور سلطان نے اپنے عیسائی منشی کو حکم دیا کہ

Marfat.com

دونوں مذہبوں کے مطابق نماز کی تحقیق کرے۔ پس جس طرح قفال مروزی نے ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھ کر دکھائی تھی۔ ابوحنیفہ کی کتابوں سے اسی طرح ثابت ہوئی۔ پس سلطان محمود نے اس دن سے ابوحنیفہ کے مذہب سے تبرا کیا۔ اور مذہب شافعی کو اختیار کیا۔

نیز اس واقعہ کو امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بحوینی نے اپنی کتاب، مغیث الخلق فی اختیار الحق میں تحریر کیا ہے۔

نوٹ:

ارباب انصاف یہ ہے سنی بھائیوں کی نماز جس مفتی نے نماز جیسی اعلے عبادت کا اس طرح خانہ خراب کیا ہے۔ ایسے مفتی کو بیچ کر چھوڑے کھائے جائیں۔ ننگی نہاؤ نڑاں کی تے نچوڑنا کی۔ جب امام اعظم نے نماز کا براحال کیا ہے۔ تو باقی اسلام کا ان کے فتووں کے مطابق حال پتلا ہی ہو گا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۳ تا ۹۵)

جواب:

تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے اوپر جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس کے ذریعہ فقہ حنفی کی جو تحقیر و تذلیل کی گئی ہے یہ عام آدمی کے لیے تو حیران کن ہو سکتا ہے۔ لیکن صاحب علم اس سے فقہ حنفی کی تحقیر نہیں کرے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ فقہی مذاہب باہم مختلف مسائل کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ ہر ایک کے اپنے اصول و قواعد ہیں۔ پھر ہر ایک فقہ میں کچھ رخصتیں اور رعایتیں ہیں جن کو سرانجام دینے والا بہرحال "منکر" نہیں کہلا سکے گا۔ مثلاً مسافر کے لیے

Marfat.com

دوران سفر روزہ نہ رکھنے کی رعایت ہے۔ نوافل میں بیٹھ کر پڑھنے کی رعایت ہے۔ یہ رخصتیں اور رعایتیں مزاج شریعت میں سے ہیں۔ اسی طرح نماز کے بعض فقہی مسائل حنفی اور شافعی وغیرہ کے نزدیک رخصتی بھی ہیں۔ اور کامل طریقہ سے بھی منقول ہیں۔ مذکورہ واقعہ میں قفال مروزی نے فقہ شافعی کے مطابق جو نماز پڑھی۔ اُس کا تذکرہ نہیں عین ممکن بلکہ یہی ہوگا۔ کہ اس نے فقہ شافعی کی نماز ان کے فقہی مسائل میں سے اُن مسائل کے مطابق پڑھی ہوگی۔ جو رعایت اور رخصت پر مبنی نہ تھے۔ اگر رخصتی طریقہ اور جوازی طریقہ سے پڑھ کر دکھاتا۔ تو شاید سلطان محمود فقہ شافعی سے بھی تبرا کر لیتا۔

اب ہم ناظرین کرام کو فقہ جعفریہ کی نماز پڑھ کر دکھاتے ہیں۔ تو حیران رہ جائیں گے کہ یہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ ذرا دھیان فرمائیں۔ ایک شیعہ نماز پڑھنے سے قبل پیشاب کرنے گیا۔ اُس نے تھوک سے آلہ تناسل کا استنجاء کیا۔ بعد ازیں تھوڑا سا چونا لے کر آلہ تناسل پر لگا کر کپڑے اتار دیے۔ یا چونا نہ لگا سکا۔ تو اُس پر ہاتھ رکھ کر ستر کر لیا۔ اس کے بعد اگر سر ڈھانپنا چاہا۔ تو پیشاب، خون اور منی سے تر کی ہوئی پگڑی سر پر باندھ لی۔ اب اذان کی طرف متوجہ ہوا۔ کھڑے یا بیٹھے قبلہ سے رُخ موڑ کر زوجہ محترمہ سے جماع کرتا ہوا اذان کہتا گیا۔ اذان ہو چکی تو اب نماز کی تیاری مکمل کرنے کے لیے وضو کی طرف متوجہ ہوا۔ وضو کے لیے پانی کا ایک مٹکا تھا۔ جس میں جانوروں کا پیشاب تھا۔ کتوں کا جھوٹا تھا۔ اس سے وضو کر لیا۔ اب نماز شروع کی۔ اور دوران نماز مذی آلہ تناسل سے نکل کر ایڑیوں کو سیراب کر گئی اور لوگ اس کی مذی بہتی دیکھ رہے تھے۔ رکوع کیا۔ سجدہ کیا۔ دونوں سجدوں کے بعد پاد مار کر فراغت پائی۔ یہ نماز اگر قفال مروزی سلطان محمود کو پڑھ کر دکھاتا تو کیا خیال ہے۔ سلطان اس کو مسلمانوں کی نماز کہتا۔ نہیں بلکہ ہزار بار ایسی نماز سے توبہ کرتا۔

Marfat.com

اب نجفی شیعی سے اس کی اپنی نماز پر تبصرہ لکھوایئے۔ کم از کم انہی الفاظ کے ساتھ جو اُس نے فقہ حنفی کی جوازی نماز کے بارے میں لکھے۔ وہ کیا لکھے گا۔ ہم سے سن لو۔ جس مجتہد اور حجۃ الاسلام نے نماز ایسی اعلیٰ عبادت کی یہ صورت بگاڑ دی اس سے دین و اسلام کے احکام کے متعلق کیا تصور ہو گا۔ ہم نے اس شیعی نماز کو کسی امام کے نام سے نہیں لکھا کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم دین و اسلام کے ستون اور شرم و حیا کے پیکر تھے۔ وہ ایسی خرافات سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس لیے یہ طریقہ جوازی شیخ صدوق وغیرہ کا گھڑا ہوا ہے۔ نماز کے اس نقشہ کو سامنے رکھیے۔ یا کسی "حجۃ الاسلام" کو کہیئے کہ یہ نماز پڑھ کر یا امام بن کر ٹھا کر دکھاؤ۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ اگر نجفی ایسی نماز پڑھانے کے لیے امام بن جائے۔ تو ہندو اور سکھ بھی یہ نظارہ دیکھنے کے لیے امام باڑہ میں آجائیں۔ پانچ وقت یہی ڈرامہ دکھایا جائے۔ تو سینما حال بند ہو جائیں۔ تھیٹر کا بازار مندا ہو جائے۔ اور فقہ جعفریہ کائنات میں دنوں کے اندر پھیل جائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز

بخاری شریف

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ علی الفراش جلد اول ص ۱۸۲)

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو جاتی تھی۔ اور میرے دونوں پاؤں حضور کے قبلہ کی طرف ہی ہوتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے

Marfat.com

تھے۔ تو میرے پاؤں میں گداز (جلول) کرتے تھے۔ پس میں اس وقت
اپنے پاؤں سمیٹ لیتی تھی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے
تو میں اپنے پاؤں پھر پھیلا دیتی۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پرعمل کرنا چاہیے۔ پس نماز پڑھتے وقت بیوی کو سامنے لٹائیں۔ اور اس کی رانوں کو محراب بنائیں
پھر ایک تو بیری سے ہاتھا پائی کے مزے لوٹیں۔ اور دوسرے یہ کہ رب کو بھی راضی کریں اسی کا نام ہے۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ سنی بھائیوں کو چاہیے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں۔ مثل مشہور ہے۔ ٹھک ٹٹ کے کدی نہ چھٹنی ہے۔ فقہ نعمان سے ہماری توبہ ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۵)

جواب:

اس اعتراض کے ذریعے نجفی ضبعی نے تو ائمہ اہل بیت کو بھی رگڑا دے دیا۔ ویسے اُن کے نام پر مرنے کی باتیں ہوتی ہیں۔ اُن کی محبت کا دعوے کرتے تھکتے نہیں۔ ان کی تعلیمات کو اپنا دین گردانتے ہیں۔ ان کی بات کو قرآن آیت کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ نماز کا یہ مسئلہ یا یہ واقعہ ہماری کتاب میں ہی ہوتا۔ تو کچھ اور بات تھی۔ بعینہٖ یہ واقعہ نجفی کے دین کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو نجفی نماز تک کے مسائل سے نابلد ہے۔ یا اسے اپنی مشہور کتابیں بھی دیکھنی نصیب نہیں ہوئیں۔ یا بغض و حسد میں ایسا اندھا ہو گیا۔ کہ اپنا بیگانہ سب کو ایک جیسا سمجھنے لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدہ عائشہ کا سونا اور نماز کے دوران پاؤں سمیٹنا وغیرہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

من لایحضرہ الفقیہ:

وَ رَوٰی جَمِیْلٌ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ تُصَلِّیَ الْمَرْاَۃُ بِحِذَاءِ الرَّجُلِ وَ ھُوَ یُصَلِّیْ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَ عَائِشَۃُ مُضْطَجِعَۃٌ بَیْنَ یَدَیْہِ وَ ھِیَ حَائِضٌ وَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَیْھَا فَرَفَعَتْ رِجْلَیْھَا حَتّٰی یَسْجُدَ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول

ص ۱۵۹ تا ۱۶۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جمیل نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا۔ کہ اگر کوئی عورت مرد کے سامنے کھڑی ہو کر نماز پڑھے۔ اور وہ مرد بھی نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بحالتِ حیض آپ کے سامنے لیٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں پر ہاتھ مارتے۔ اس وقت وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو جاتے۔

بعینہ یہ روایت فروع کافی جلد سوم ص ۲۹۹ پر بھی موجود ہے۔ اور اس کتاب کا مصنف نے جو باب باندھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باب المرأۃ تصلی بحذاء الرجل۔ ان

Marfat.com

دونوں کتابوں میں یہ واقعہ من وعن موجود ہے۔ اب اس واقعہ پر نجفی نے جو حاشیہ آرائی کی۔ یعنی یہ کہ سنی لوگوں کو چاہیئے۔ کہ نماز پڑھتے وقت اپنی بیوی کو سامنے لٹا لیں۔ اس سے ہاتھا پائی کے مزے لوٹیں۔ اور رب کو بھی راضی کریں الخ یہ کفریہ کلمات اس نے اس لیے کہے۔ کہ مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں تھا۔ اور بخاری شریف سنیوں کی کتاب ہے اب جبکہ یہی واقعہ شیعوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے ایک استدلال بھی فرمایا۔ تو یہ مسئلہ شیعہ کتب میں ہونے کی وجہ سے شیعوں کا بھی ہوگیا۔ اب سنی شیعہ دونوں فقہ میں "بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز" پڑھنا درست ہوگیا۔

نجفی نے "لوٹ" کے اندر سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور اس کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ کا بھی تمسخر اڑا دیا۔ کیونکہ انہوں نے اسی واقعہ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ بیوی سامنے لیٹی ہو۔ تو نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شامل نہ کریں۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑانا یقیناً کفر ہے۔ ایسے شخص کے لیے "حجۃ الاسلام" کی بجائے "حجۃ الکفر" لقب بہت فٹ ہے۔

بخاری شریف اور من لایحضرہ الفقیہ وغیرہ میں صرف اتنا مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کرنے سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاؤں میں گدگدی کی۔ اور انہوں نے پاؤں سمیٹ لیے۔ لیکن نجفی نے اس کو "بیوی سے ہاتھا پائی کے مزے" بنا دیا۔ یعنی (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بکواس کی۔ کہ اس کے کہنے سے ایمان کا رہ جانا ناممکن ہے۔

"سنی بھائیوں کو چاہیئے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں" ہمیں مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور پھر تم جیسے بد مذہب اور بے دین

Marfat.com

کو فقہ نعمان برداشت کیسے کر سکتی ہے۔ فقہ جعفریہ ہی ہے کہ جس نے ایسے یکتا کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔ اگر شیعوں میں غیرت ہوتی۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تھوڑا سا بھی پاس ہوتا۔ تو اس مسئلہ پر تُھکی کو کربلا پہنچا دیتے۔ لیکن ان پر بھی شاباش۔ کہ انہوں نے اس کی بجائے اسے "حجۃ الاسلام" کا لقب دے دیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۴

حقیقت فقہ حنفیہ :

سنی فقہ میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں بھانت بھانت کے فتوے

اس مسئلہ میں اہل سنت نے خوب قلا بازیاں کھائی ہیں ۔ آئیے ہم آپ کو ہاتھ باندھنے کے بارے میں گلشن احکام کی سیر کرائیں۔

بحر الزخار الجامع

پہلا حکم تو یہ ہے : وَ ضَعُ الْيَدِ عَلَى الْيَدِ بَعْدَ التَّكْبِيرِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ وَ يُبْطِلُهَا حالت نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرع شریعت کے مخالف ہے ۔ اور اس فعل سے نماز باطل ہے۔

(بحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار جلد اول ص ۲۴۰ مولف احمد بن یحییٰ)

Marfat.com

بحرالزخار:

اور دوسرا حکم یہ ہے: يُكْرَهُ وَلَا يَفْسُدُ کہ حالت نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ لیکن نماز باطل نہیں۔

(بحرالزخار جلد اوّل ص ۲۴۲)

الہدایہ مع الدرایہ:

تیسرا حکم یہ ہے: اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ سنت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے ناف کے نیچے۔

(الہدایہ مع الدرایہ کتاب الصلوٰۃ جلد اول

ص ۲۰۲ النیز درمختار کتاب الصلوٰۃ ص ۳۶)

نووی شرح صحیح مسلم:

چوتھا حکم یہ ہے: کہ نماز میں ہاتھ باندھنا مباح ہے۔ اور آدمی کو اختیار ہے۔ خواہ باندھے یا نہ باندھے۔ وَ رِوَايَةٌ ثَالِثَةٌ اَنَّهُ مُخَيَّرٌ بَيْنَهُمَا وَلَا تَرْجِيْحَ وَ بِهَا قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ باندھنے میں آدمی کو اختیار ہے۔ اور یہی فتویٰ امام اوزاعی اور ابن منذر کا ہے

(نووی شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۱۰ باب

وضع یدہ الیمنیٰ)

Marfat.com

نووی شرح صحیح مسلم:

پانچواں حکم یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے۔ وَعَنْ مَالِكٍ يُرْسِلُهَا
امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

۱ (نووی شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۷۳)
۲ (عمدۃ القاری جلد سوم صفحہ ۱۵)
۳ (نیل الاوطار جلد دوم صفحہ ۲۸)
۴ (میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۵۰)
۵ (شرح وقایہ جلد اول ص ۸۴)
۶ (ہدایہ مع الدرایہ صفحہ ۱۰۲)
۷ (کنز الدقائق جلد اول ص ۲۱)
۸ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ص ۳۷)

تمام کتب کی کتاب الصلوۃ ملاحظہ ہو۔

امام مالک کے علاوہ دوسرے علماء بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔
وَحَكَى ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَابْنِ سِيْرِيْنَ أَنَّهُ يُرْسِلُهَا۔ ابن منذر بیان کرتا ہے۔ کہ عبداللہ بن زبیر اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔

نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۸ میں ہے۔ کہ ابراہیم نخعی بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ اور لیث ابن سعد بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ الخ

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۸)

Marfat.com

جواب اول:

نجفی نے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کی ٹھانی تھی۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ کہ فقہ حنفی پر ہر اس اعتراض کا جواب انشاء اللہ دیں گے۔ جو اسی فقہ کی کسی معتبر کتاب کے حوالہ سے نقل کیا جائے گا۔ دوسروں پر اعتراضات کا جواب دینا ہو تو ہم اس کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم نے اس کا لزوم اپنے سر لیا ہے۔ مسئلہ زیر بحث کے سلسلہ میں جو تنویر العینین و ہدیۃ المہدی نامی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا۔ ان کا فقہ حنفی بلکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی فقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ غیر مقلدین کی کتابیں ہیں۔ لہٰذا ان کی عبارت فقہ حنفی پر اعتراض کا کام نہیں دے سکتی۔ اور نہ ہی ہم پر اس کا جواب دینا لازم ہے۔

جواب دوم:

نماز پڑھتے وقت دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دینے پر نجفی نے زور دیا۔ اور اس پر پر مختلف حضرات کا عمل بھی نقل کیا۔ دیکھو یہ خود اس کی فقہ کے حق میں جاتا تھا بہر حال ہم اس بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہاتھ کھلے چھوڑنا فرض، واجب، سنت یا مستحب کس درجے کا عمل ہے؟ چونکہ یہ طریقہ شیعوں کا ہے۔ اس لیے اُن سے ہی جواب لیجئے۔ "وسائل الشیعہ" میں ایک باب اسی مسئلہ پر باندھا گیا ہے۔ باب کی عبارت یہ ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِرْسَالِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ.

(جلد چہارم ص ۷۱۰)

یعنی یہ باب اُن روایات کے ذکر کرنے میں ہے۔ جو نماز میں دونوں

Marfat.com

ہاتھوں کو رانوں پر کھلا چھوڑ دینے کو مستحب ثابت کرتی ہیں۔ گویا نماز میں کھلے ہاتھ رکھنا فقہ جعفریہ میں مستحب ہے۔ نہ کہ فرض و واجب یا سنت۔ اب مستحب کس درجہ کا عمل ہوتا ہے یہ بھی سن لیجئے۔ مستحب وہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب تو ملے لیکن چھوڑنے پر نہ گناہ لازم اور نہ مواخذہ ہو۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ دوران نماز ہاتھ کھلے رکھنا درست ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (بلکہ باندھ کر نماز پڑھتا ہے۔) تو فقہ جعفریہ کے مطابق اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ جب گناہ نہیں۔ تو نجفی کے شور مچانے کا کیا مقصد؟ دوسروں پر اعتراض کرو تو کم از کم ایسے کام سے کرو۔ جو تمہارے نزدیک لازم و واجب ہو۔ اُس کے نہ کرنے پر گناہ لازم آتا ہو۔ اور عذاب و عتاب کی احادیث ہوں۔ اگر کسی نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھ لی۔ تو تمہارے نزدیک بھی درست ہو گئی۔ اس پر سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر جوشِ ایمانی تھا۔ تو فرض و واجب کے ترک پر اس کا مظاہرہ کرتے۔ مرد کے لیے ناف سے لے کر زانو تک کے حصہ کا ستر فرض ہے۔ لیکن تمہارے مجتہدین نے صرف آلہ تناسل کو لے لیا۔ اور بقول اُن کے اس پر بھی ہاتھ رکھ دیا جائے یا چونا لگا دیا جائے۔ تو کوئی بے ستری نہیں۔ اس پر نجفی صاحب کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اور یُوں اس مسئلہ پر چپ سادھ لی۔ گویا بولنا ہی نہیں آتا۔ "کڑوی تھو تھو۔ اور میٹھی ہپ ہپ" اسے ہی کہتے ہیں۔

جوابِ سوم:

کوئی اس نجفی شیعی سے پوچھے۔ کہ تمہاری کتاب کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ" ہے اور مسئلے فقہ مالکی اور شافعی وغیرہ کے ذکر کر کے پھر بھی "سنی فقہ" کا عنوان دے کر فقہ حنفی پر چسپاں کرتے تمہیں شرم نہیں آتی۔ نجفی دراصل اس بے وقوف کی مانند ہے۔ جس کی سوئی گھر میں گم ہو گئی تھی۔ اور ڈھونڈ بازار میں رہا تھا۔ کسی نے پوچھا۔

Marfat.com

بھائی کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ کہا گم شدہ سوئی تلاش کر رہا ہوں۔ پوچھا کہاں گری تھی۔ کہا گھر میں۔ تو یہاں کیوں تلاش کر رہے ہو۔ کہنے لگا۔ گھر میں اندھیرا ہے۔ اور یہاں روشنی ہے۔ بعینہٖ فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کے لیے ان کی کتب سے کچھ نظر نہ آیا۔ تو دوسری فقہ کی باتیں اس پر چسپاں کرنی شروع کر دیں۔ ہم یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ جب فقہ چار ہیں۔ تو ان کے مابین کچھ مسائل مختلف ہونے لازمی ہیں۔ جس طرح شیعہ برادری مختلف طبقات میں بکھری پڑی ہے۔ ان کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر اگر امام مالک یا امام شافعی کا نقطۂ نظر احناف سے نہیں ملتا۔ تو اس میں کیا قباحت ہے۔ لیکن تعجب بالائے تعجب یہ ہے۔ کہ نجفی نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ صراحت کی۔ کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا فتوے دیا کرتے تھے۔ یہ غلط ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "موطا امام مالک" میں ایک مستقل باب لکھا ہے۔ جس میں ہاتھ باندھنے کی تائید میں احادیث درج فرمائی ہیں۔ ایک دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

موطا امام مالک:

(۱) اَنَّهٗ قَالَ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ وَ وَضْعُ الْيَدَيْنِ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فِى الصَّلٰوةِ يَضَعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى۔

(۲) قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى۔

(موطا امام مالک ص ۱۴۲-۱۴۲)

Marfat.com

ترجمہ:

امام مالک مسند طریقہ پر بیان فرماتے ہیں۔ کہ نبوت کے کلام میں سے یہ دو باتیں بھی ہیں۔ جب کوئی بے شرم و بے حیا ہو جائے۔ تو جو مرضی کرتا پھرے۔ اور دورانِ نماز دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا

۲۔ فرمایا۔ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا۔ کہ (نماز میں) اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا۔ کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف جو یہ منسوب ہے۔ کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی بات کرتے تھے۔ یہ تو اُن کا ایک قول ہے۔ امام مالک کا مذہب وہی ہے۔ جو ہم نے ان کی کتاب "موطا" سے ابھی اوپر بیان کیا ہے۔ اب دوسرے کے بارے میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ:

وَ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ يُسَنُّ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلٰوةِ اِلَّا فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ مَالِكٍ وَهِيَ الْمَشْهُوْرَةُ اَنَّهٗ يُرْسِلُ يَدَيْهِ اِرْسَالًا وَاخْتَلَفُوْا فِيْ مَحَلِّ وَضْعِ الْيَدَيْنِ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تَحْتَ السُّرَّةِ وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ تَحْتَ صَدْرِهٖ فَوْقَ سُرَّتِهٖ وَعَنْ اَحْمَدَ رِوَايَتَانِ اَشْهَرُهُمَا. وَهِيَ الَّتِيْ اخْتَارَهَا الْخِرَقِيُّ كَمَذْهَبِ

Marfat.com

اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔

(رحمۃ الامہ جلد اول ص ۴۲ تصنیف محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی مطبوعہ مصر طبع قدیم۔)

ترجمہ:

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع فرمایا ہے۔ کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا سنت ہے۔ صرف امام مالک سے ایک روایت ہے۔ جو مشہور ہے۔ کہ ہاتھوں کو نماز میں کھلا چھوڑے رکھے۔ پھر فقہاء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ہاتھ کہاں باندھنے چاہیں۔ امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے امام مالک اور شافعی سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر کہتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی طرح باندھے جائیں۔

جواب چہارم:

سینہ پر دوران نماز ہاتھ باندھنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا۔

تفسیر مجمع البیان

عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ مَعْنَاہُ (یعنی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) ضَعْ یَدَكَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی

Marfat.com

حِذَاءَ النَّحْرِ فِی الصَّلٰوۃِ۔

(مجمع البیان جلد پنجم جزء ۱۰
ص ۵۵۰ مطبوعہ طہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آیت کریمہ "فصل لربك وانحر" کا معنی یہ ہے۔ کہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو۔ اِس طرح کہ سینہ کے برابر ہو۔

نجفی شیعی نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی روایات کو "بھانت بھانت کی بولی" کہا تھا۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی اوپر والی روایت کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی نے صرف سنی فقہ یا فقہائے اہل سنت کا ہی مذاق نہیں اڑایا۔ بلکہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو بھی معاف نہیں کیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے منقول آیت کی تفسیر میں خیانت کی گئی۔ وہ اس طرح کہ اس کی تردید بھی اسی تفسیر میں موجود ہے۔ فَمِمَّا لَا یَصِحُّ عَنْہُ لِاَنَّ جَمِیْعَ عِتْرَتِہٖ الطَّاھِرَۃِ قَدْ رَوَاہُ عَنْہُ بِذٰلِکَ۔

یعنی آیت کی تفسیر میں حضرت علی کا فرمانا کہ "دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو" درست نہیں۔ کیونکہ آپ کی تمام اولاد نے آپ سے وہی (ہاتھ کھلے چھوڑنے۔) روایت کیا ہے۔ لہٰذا خود حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے گھر کے افراد اس کی

Marfat.com

مخالفت کرتے ہیں۔ تو یہ تفسیر کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔

مجمع البیان کے مصنف نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر پر جو جرح کی ہے۔ وہ قطعاً قابل قبول نہیں۔ کیونکہ خود حضرات ائمہ اہل بیت کا فرمان ہے کہ ہماری روایات واحادیث میں خود ہمارے شیعوں نے بہت کچھ ردوبدل کر دیا ہے لہٰذا ہماری کسی روایت اور حدیث کو پرکھ لیا کرو کہ اگر وہ قرآن کریم اور سنت مشہورہ کے موافق ہو۔ تو درست ہیں ورنہ ناقابل عمل ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو رجال کشی ص ۱۹۵۔ جرح قبول نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر موجود ہے۔

نیل الاوطار:

تَفْسِيْرُ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) بِاَنَّ النَّحْرَ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِيْ مَحَلِّ النَّحْرِ وَالصَّدْرِ۔

(نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۴)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فصل لربك وانحر کا یہ معنی کیا ہے۔ کہ نماز پڑھتے ہوئے دایاں ہاتھ بائیں پر سینہ اور نحر کی جگہ پر رکھو۔ تیسری دلیل مجمع البیان کی جرح کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحوالہ کتب شیعہ پانچوں نمازیں با جماعت مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے (سلیم بن قیس عامری ص ۲۵۳) اور یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی اقتداء میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ (تفسیر قمی، سورۃ الروم ص ۵۰۳) اب ان باتوں کے پیش نظر کوئی شیعہ ایک آدھ حوالہ ایسا دکھا دے۔ جس میں یہ صراحت ہو۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ نمازیں ہاتھ کھلے رکھ کر ادا فرمائیں۔ تو ہر حوالہ پر منہ مانگا انعام دیں گے۔ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور مسجد نبوی میں صدیق اکبر کی اقتداء میں ان کا پانچوں نمازیں ادا کرنا کوئی مخفی بات نہیں۔ کہ ایک آدھ آدمی نے دیکھا ہو۔ بلکہ ایک عمومی فعل ہے۔ اس لیے اس فعل کی مناسبت سے ثبوت بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ دورِ صحابہ کرام میں شاید ڈھونڈے سے بھی کوئی ایسا مسلمان ملے۔ جو نماز با جماعت ادا نہ کرتا ہو۔ لہٰذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھنے والوں کی بہت بڑی تعداد ہوگی۔ اتنی بڑی تعداد سے پانچ دس آدمیوں کی روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے رہے تو اس کی شہادت دینے کے لیے جم غفیر ہونا چاہیئے۔ بلکہ ہم اور رعایت دیتے ہیں کہ چلو کثیر تعداد سے ایسی روایت نہ ہی کوئی خبر واحد ہی پیش کر دو۔ جو سند صحیح اور متصل ہو۔ اور اگر کوئی ایک روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی دوسرے صحابہ کرام کی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے رہے۔ ہاتھ باندھ کر صحابہ کرام کا نماز پڑھنا مرفوع اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف:

وائل بن حجر اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى

Marfat.com

عَلَى الْيُسْرٰى۔

(۱۔مسلم شریف جلد اول ص ۷۳، باب وضع
يد اليمنى على اليسرٰى)
(۲۔مشکوٰۃ شریف باب صفة الصلوٰۃ
ص ۷۶)

ترجمہ:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور پھر آپ نے کپڑے سے التحاف کیا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔

بخاری شریف

عن سهل بن سعد قَالَ كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا يَنْمِيْ ذَالِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۱۰۲
باب وضع اليد الخ)

ترجمہ:

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں۔ کہ لوگوں کا حکم تھا۔ کہ نماز میں مرد لوگ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ رکھیں۔ اور راوی ابوحازم کہتے ہیں مجھے یہی علم ہے۔

Marfat.com

کہ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب کرتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہے۔

ان دونوں کتابوں کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی یہی حکم دیا کرتے تھے۔ اگر یہی صورت تھی۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سنّتِ نبوی اور حکم رسول کی مخالفت کرتے ہوئے ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھتے ہوں۔ مختصر یہ کہ ہم نے کتب شیعہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کر دیا ہے۔ اور اس کی دلیل بھی ذکر کر دی۔ اور یہ بھی کہ شیعوں کے پاس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہاتھ کھلے رکھ کر نماز پڑھنے کی کوئی ایک حدیث مسند، مرفوع اور صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والوں کو اعتراض والزام کا نشانہ بنانا بالکل غلط ہے۔ کتب اہل سنت وکتب اہل تشیع سب میں موجود ہے۔ کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اس متفقہ مسئلہ کی مخالفت میں نجفی شیعی کی کون سنے گا۔ بھانت بھانت کی بولی خود بولتا ہے۔ اور الزام دوسروں پر دھرتا ہے۔

نوٹ:

نجفی نے حقیقت فقہ حنفیہ کے ص ۲۰۰ تا ۲۰۳ لایعنی باتیں ذکر کی ہیں۔ کیونکہ فقہ حنفی کا مسلّمہ مسئلہ ہے۔ کہ نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنا سنت ہے۔ اگر کوئی شافعی المذہب یا مالکی اس قول کے خلاف کہتا ہے۔ تو اُسے حق ہے۔ کیونکہ ہر ایک امام کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اس نے جو درست سمجھا وہ کہہ دیا۔ ائمہ کا یہ اختلاف "اختلاف امتی رحمۃ" کے ضمن میں آتا ہے نجفی یہ اگر بہت ہے کہ فقہ حنفی میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں مختلف اقوال دکھلائے کیونکہ اس کی کتاب کا موضوع بھی یہی ہے۔ لہٰذا ہم نے ان تین صفحات کے اندراجات کو اس قابل نہیں سمجھا۔ کہ ان کے جوابات دیے جائیں۔ ہاں ایک بات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ان صفحات میں نجفی نے "عمدۃ القاری" کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ اور لکھا ہے

Marfat.com

کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ ایک تو یہ ستر کے قریب ہے۔ دوسرا تہبند کھلنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر یہ از روئے مذاق کہا گیا۔ تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مذہب شیعہ میں عورت کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ موجود ہے۔ کیا اس کو اس لیے روا رکھا گیا۔ کہ اس طرح اس کی چھاتی چھپ جاتی ہے۔ اس کے پستانوں کا پردہ ہو جاتا ہے اور دل کی دھڑکن کم زیادہ ہونے کی کیفیت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر احناف کے ہاتھ زیر ناف باندھنے سے مذاق کرنا کون سی شرافت ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

فقہ حنفی میں امام مسجد کی شان

اہل سنت والجماعت کی معتبر کتاب الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ۔ ثُمَّ الْاَكْبَرُ رَأْسًا وَالْاَصْغَرُ عُضْوًا۔
حنفی فقہ میں یہ قانون ہے۔ کہ جب ایک مسجد میں جماعت کرانے کی خاطر دو امام موجود ہوں۔ تو زیادہ حق کس کا ہے۔ تو اس کی پہچان کے چند طریقے ہیں۔

۱۔ جس کے پاس مال زیادہ ہو۔ وہ جماعت کرانے کا دوسرے سے زیادہ حقدار ہے۔
۲۔ جس کی شان وشوکت زیادہ ہو۔
۳۔ یا پھر جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو۔
۴۔ یا پھر جس کا سر بڑا اور عضو تناسل چھوٹا ہو۔

نوٹ:
بتے بتے اور فقہ نعمان (رح) شعر وہ ہے جو نتو لوہار کہتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔

Marfat.com

دھولی داڑھی تے آٹا خراب کتنا بے شرم ہے وہ مفتی کہ جس نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ دونوں کا آلۂ تناسل ناپ لو مشکل تو ہے کرنا پے گا کون کیا اس مفتی کی بیوی یہ خدمتِ دین سرانجام دے گی۔ یا خود نمازی ہی کو چاہیئے۔ کہ وہ جیب میں ہر وقت ایک پیمانہ رکھے تاکہ ضرورت کے وقت مشکل پیش نہ آئے۔ اور یا وہ دونوں امام ہی ایمانداری سے بتا دیں۔ کہ کس کا بڑا ہے اور کس کا چھوٹا ہے۔ یہ فلسفہ کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر بالفرض امام مسجد کا آلۂ تناسل بڑا بھی ہو۔ تو اس سے نمازیوں کو کیا خطرہ ہے۔ بڑا آلۂ تناسل نماز باجماعت یا نماز کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں بن جاتا پس جس طرح آٹھ دے مونہہ وچوں لالٹراں دی بُو آوے اسی طرح فقہ حنفی سے بھی بے شرمی اور بے حیائی کی بُو آتی ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۴)

جواب:

نجفی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق یہاں بھی "آلۂ تناسل" کی بحث چھیڑ دی۔ جیسا کہ بحثِ استبراء میں کیا تھا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کو عضو سے پیار ورغبت ہے۔ کبھی اس کی پیمائش کا حساب بتلا رہا ہے۔ کہیں اس کے بڑا ہونے کو گھوڑے کے عضو خاص سے تشبیہ دے رہا ہے۔ ردالمختار میں سے جو عبارت اس مقصد کے لیے اس نے پیش کی۔ اس کا از خود مطلب "آلۂ تناسل" نکالا ہے۔ ورنہ اسی جیسے جن لوگوں نے اس سے مراد یہی عضو لیا تھا۔ صاحب ردالمحتار نے ان کا رد کیا ہے۔ پہلے ردالمحتار کی اصل عبارت دیکھ لیں۔

ردالمحتار

ثُمَّ الْاَکْبَرُ رَأْسًا الخ لِاَنَّہٗ یَدُلُّ عَلٰی

Marfat.com

كِبَرِ الْعَقْلِ يَعْنِيْ مَعَ مُنَاسَبَةِ الْاَعْضَاءِ لَهٗ وَاِلَّا فَلَوْ فَحُشَ الرَّاْسُ كِبَرًا وَ الْاَعْضَاءُ صِغَرًا كَانَ دَلَالَةً عَلٰى اِخْتِلَالِ تَرْكِيْبِ مِزَاجِهِ الْمُسْتَلْزِمِ لِعَدَمِ اِعْتِدَالِ عَقْلِهِ وَفِيْ حَاشِيَةِ اَبِي الْمَسْعُوْدِ وَ قَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِهِمْ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ مَالَا يَلِيْقُ اَنْ يُذْكَرَ فَضْلًا عَنْ اَنْ يُكْتَبَ وَكَاَنَّهٗ يُشِيْرُ اِلٰى مَاقِيْلَ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْعُضْوِ الذَّكَرُ۔

(رد المحتار جلد اول ص ۵۵۸ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا یعنی پھر اس شخص کو امام بنایا جائے۔ جس کا سر بڑا ہو۔ اور عضو (بقیہ) چھوٹے ہیں۔ بڑے سر والے کو امام بنانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ سر بڑا ہونا دراصل عقل کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ سر کے بڑے ہونے کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا۔ کہ اس کی بڑائی بقیہ اعضاء کے مناسبت سے ہو۔ اگر صرف سر کا بڑا ہونا ہی معتبر ہو۔ تو پھر بہت بڑا سر اور بقیہ اعضاء چھوٹے ہونے کی صورت میں یہ حالت اس امر پر دلالت کرے گی۔ کہ اس بڑے سر والے شخص کی ترکیب مزاجی میں بگاڑ ہے۔ اور مزاج کا بگاڑ عقل کی خفت اور کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ ابوالمسعود کے حاشیہ میں ہے۔ اور بعض سے اس مقام پر کچھ ایسی باتیں منقول ہیں۔ جو قابل تذکرہ نہیں چہ جائیکہ ان کو تحریر میں لایا

Marfat.com

جائے۔ یہ کہہ کر گویا اُس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو کسی نے "عضو" سے مراد آلۂ تناسل لیا تھا۔

ردالمحتار کے اس حوالہ سے بات معلوم ہو گئی۔ کہ "اصغر عضوا" سے مراد وہ نہیں جو نجفی اور اس کے ہم نوا لیتے ہیں۔ لہٰذا نجفی کا یہ کہنا کہ ردالمحتار میں ایسا امام بنانے کی بات ہے۔ جس کا آلۂ تناسل چھوٹا ہو۔ بالکل غلط اور بہتان ہے۔ صاحبِ ردالمحتار نے اس قول کی تردید کی ہے اور نجفی شیعی نے اسی پر حاشیہ آرائی کی ہے کبھی پیمانہ بنا دیا۔ کبھی بیوی سے پیمائش کروائی۔ اور کہیں خود بتانے کو کہا۔ کس قدر پیار ہے اس عضو سے اسے ہی نہیں بلکہ اس کے بڑوں کو بھی اس سے قلبی لگاؤ تھا۔ حتیٰ کہ نماز ایسی عبادت میں بھی اس نے لاتعلقی گوارا نہ کی۔ اور اس سے پیار و محبت اور چھیڑ چھاڑ کی اجازت ان کے امام نے دے دی۔ ہم نجفی کی طرح جھوٹ نہیں بولتے۔ ان کی کتاب سے کہہ رہے ہیں۔ آپ بھی دیکھ لیں۔

وسائل الشیعہ:

عن معاوية بن عمار قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَعْبَثُ بِذَكَرِهٖ فِي صَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فَقَالَ لَا بَأْسَ

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

معاویہ بن عمار کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ جو فرضی نماز میں

Marfat.com

اپنے آلہء تناسل سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ (کیا اس کی نماز میں کوئی کراہت وغیرہ ہے یا نہیں؟) امام صاحب نے فرمایا۔ (مزے لو) کوئی حرج نہیں۔

ہم اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے پیار تخفی وغیرہ کو درزش میں ملا ہے۔ اگر مزید تسلی کرنا ہو تو وسائل الشیعہ کے ''باب عدم بطلان الصلوۃ بمس الفرج من الرجل ولا من المرأۃ''، میں درج روایات کو دیکھ لیں۔ گستاخان صحابہ کی نمازوں کے یہی حال ہوا کرتے ہیں۔ انہیں خشوع وخضوع کے قریب نہیں آنے دیا جاتا۔ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کی نماز کا یہ عالم کہ انہیں دورانِ نماز اپنی ذات بھی یاد نہ ہوتی تھی جسم کے چبھا ہوا تیر نکال لیا گیا لیکن انہیں خبر تک نہ ہوئی اور یہاں کے نام نہاد محب اور ان کے فدائی شیعہ دوران نماز اگر ان کے آگے سے عورت گزرے۔ تو اُسے نہیں چھوڑتے۔ خود ان کی زبانی سنیئے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ مَسْمَعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ اَكُوْنُ اُصَلِّيْ فَتَمُرُّ بِيْ الْجَارِيَةُ فَرُبَّمَا ضَمَمْتُهَا اِلَيَّ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مسمع کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن سے پوچھا کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک چھوکری میرے پاس سے گزرتی ہے۔ تو کبھی یوں ہوتا ہے۔ کہ میں دورانِ نماز اس کو چھاتی سے لگا لیتا ہوں۔ (اس بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

صاحب ردالمحتار نے یا علمائے احناف نے جو امامت کے لیے شرائط اولویت لکھی ہیں۔ اُن کا مقصد نماز میں اطمینان قلب کا حاصل کرنا ہے۔ نہ کہ نجفی کی ذہنیت۔ اسی ضمن میں ایک ارشاد یہ ہے۔ کہ جس کی بیوی خوبصورت ہو۔ وُہ مقدم ہے۔ نجفی نے اس کا مذاق اڑایا۔ اور لکھا۔ کہ امام کو امامت کرانے سے پہلے نمازیوں کو اپنی بیوی دکھانی چاہیئے الخ یہ نجفی کی ذہنیت ہے۔ ورنہ صاحب ردالمحتار نے اس کی جو وضاحت کی۔ وُہ یہ ہے کہ جب عوام کو امام کے ذوی الارحام اور مستوراتِ خانہ سے کسی طرح یہ معلوم ہو۔ کہ فلاں آدمی کی بیوی دوسرے سے اچھی اور خوبصورت ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اُس امام کی توجہ کسی عورت کی طرف نہ ہوگی۔ لہٰذا یکسوئی اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے کے زیادہ مواقع ہوں گے۔ صاحب ردالمحتار کے یہ الفاظ یہ ہیں۔

لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ غَالِبًا اَحَبَّ لَهَا وَاَعَفَّ لِعَدَمِ تَعَلُّقِهٖ لِغَيْرِهَا۔

ترجمہ:

یعنی خوبصورت ہونے کی وجہ سے امام اپنی بیوی سے ہی محبت کرے گا۔ اور اس کو چھوڑ کر غیر سے تعلق نہیں رکھے گا۔

مختصر یہ کہ حضرات علمائے احناف نے نماز میں خشوع وخضوع کی ہر ممکن صورت بہم پہنچانے کے طریقے بتلائے۔ لیکن نجفی شیعی کو نماز میں یہ پسند نہیں۔ اس لیے نہ اُسے اپنے ائمہ کے اقوال کی پرواہ ہے۔ اور نہ حق کی پہچان۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعتیں نکالیں

حقیقت فقہ حنفیہ میں نجفی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو بھی ہدف تنقید بنایا۔ تنقید کے لیے یہ واقعہ پیش نظر رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب لوگوں کو نماز باجماعت پڑھتے دیکھا تو کہا۔ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ یہ بدعت بہت اچھی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام میں بدعتیں نکالیں۔ ص ۱۰۴، ۱۰۵

جواب:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اسلام میں بدعتیں ایجاد کرنے والا کہنا اور پھر اس کی تائید میں درج بالا واقعہ پیش کرنا جہالت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیونکہ اس سے نجفی نے قارئین کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ "بدعت" ہر بُری رسم کا نام ہے لیکن وہ اس سے بے خبر یا متجاہل ہے۔ کہ شیعہ سنی دونوں کے ہاں "بدعت" کی دو اقسام ہیں۔ ایک حسنہ اور دوسری سیئہ۔ بدعت حسنہ وہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد تو ہو۔ لیکن قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ بلکہ اس کا کوئی اصل کتاب و سنت

Marfat.com

میں پایا جاتا ہو۔ اور بدعت حسنہ کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ جس نے بھی اسلام میں کوئی اچھا نیا طریقہ نکالا۔ تو اُس کو اُس کے شروع کرنے کا ثواب اور اُن تمام لوگوں کا مجموعی ثواب ملے گا۔ جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس "بدعت حسنہ" کو دورِ عثمانی میں جب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور مسجدوں کو نمازیوں سے بھرا ہوا پایا۔ تو فرمایا۔

شرح ابن حدید:

وَ قَدْ رَوَى الرُّوَاةُ اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ لَيْلًا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَرَاَى الْمَصَابِيْحَ فِي الْمَسَاجِدِ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ التَّرَاوِيْحَ فَقَالَ نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا۔

(شرح ابن حدید جلد سوم ص ۱۸۰
مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کی ایک رات گھر سے باہر تشریف لائے۔ یہ خلافتِ عثمانی کی بات ہے۔ آپ نے مسجدوں میں چراغ روشن دیکھے۔ اور

Marfat.com

مسلمانوں کو (با جماعت) نماز تراویح پڑھتے دیکھا۔ تو دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! عمر بن الخطاب کی قبر کو روشن کر دے۔ جس طرح انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے اس بدعت کو دیکھ کر دعا کی۔ کیا آپ نے اسے وہی بدعت سمجھا۔ جو نجفی نے قارئین کو بتلانے کی کوشش کی۔ صاف بات ہے۔ کہ اگر یہ بدعت بری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے بانی کے حق میں دعا کی بجائے بددعا کرتے۔ جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں۔ کہ بدعت حسنہ ایک اعتبار سے "سنت" ہی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اسے حضرات ائمہ اہل بیت نے بھی اپنایا۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں لگاتار نماز تراویح باجماعت ادا نہیں فرمائی۔ اگر نجفی کے نظریہ کے تحت تراویح باجماعت "بدعت سیئہ" ہے۔ تو اس بدعت سے ائمہ اہل بیت بھی محفوظ نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ اِلٰى اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَسْأَلُهٗ عَنْ صَلٰوةِ نَوَافِلِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَعَنِ الزِّيَادَةِ فِيْهَا فَكَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَيْهِ كِتَابًا قَرَأْتُهٗ بِخَطِّهٖ صَلِّ فِيْ اَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ صَلِّ مِنْهَا مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَةِ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ وَ بَعْدَ الْعِشَاءِ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً وَفِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ

Marfat.com

بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَةِ وَاِثْنَتَیْنِ وَعِشْرِیْنَ رَکْعَةً بَعْدَ الْعَتَمَةِ

(وسائل الشیعہ جلد پنجم صفحہ ۱۸۳
کتاب الصلوۃ ابواب نافلہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسن بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو لکھ کر پوچھا۔ کہ رمضان شریف میں نفلی نماز کتنی پڑھنی چاہیئے اور اس میں کیا کچھ زیادہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے اُسے ایک جواب تحریر فرمایا۔ میں نے وہ بعینہٖ خط خود پڑھا۔ لکھا تھا۔ رمضان شریف کے شروع کی بیس راتوں میں بیس رکعت نماز اس طرح پڑھو۔ کہ مغرب اور عشار کے درمیان آٹھ رکعت اور عشار کے بعد بارہ رکعت۔ اور رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی راتوں میں مغرب اور عشار کے درمیان آٹھ رکعت اور بائیس رکعت بعد عشار پڑھا کرو۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ نماز تراویح با جماعت اور رمضان شریف میں لگاتار پڑھنا صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایجاد نہ تھی۔ یا یہ بدعت سیئہ نہ تھی۔ ورنہ حضرات ائمہ اہل بیت اس کو ہرگز نہ اپناتے اسلام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اگر بدعتیں ایجاد کیں۔ تو انہی بدعتوں کا ارتکاب اہل بیت کرام کے امام نے بھی کیا۔ لہٰذا دونوں ایک جیسے سلوک کے مستحق ہیں۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ملعون ٹھہرے

Marfat.com

تو ائمہ اہل بیت کیوں نہیں ۔ اور اگر ائمہ اہل بیت ثواب کے مستحق ہیں ۔ تو حضرت فاروق اعظم محروم کیوں ؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۷

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں نمازی کے مصلّٰی کی شان

حنفی فقہ میں ہے۔ اگر کتے کی کھال رنگی ہوئی ہو۔ تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ کید ۱۰۳، ص ۹۴)

نوٹ:

کچھ بہر کے داڑھی پٹی۔ نعمان صاحب نے تو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کا خانہ خراب ہی کر دیا ہے۔ بقول حنفیوں کے اگر کتے کی کھال رنگنے سے پاک ہے۔ تو پھر پاکستان چونکہ ایک غریب ملک ہے اور اسے زر مبادلہ کی بہت ضرورت ہے۔ لہذا حنفی مدارس کے کارکن اپنے ملک کی خدمت کریں۔ اور کتے کی کھالیں بھی رنگ کر دوسرے ممالک کو سپلائی کریں۔ اس مبارک کاروبار میں انشاء اللہ ملوانے امیر و کبیر ہو جائیں گے۔ کتا نجس ہے۔ اور اس کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ جب حنفی کتے کی کھال کے مصلّٰی پر کھڑے ہوں گے۔ تو ڈبل معراج ہو جائے گی۔ اور یہ نماز قیامت کے دن پہلے پہل ہی قبول ہو گی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۵، ۱۰۶)

Marfat.com

جواب:

جواب سے پہلے ایک وضاحت سن لیں۔ اہل سنت کے نزدیک جانوروں میں سے نجس العین صرف سؤر ہے۔ اس کی کوئی چیز بھی پاک نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ کتا نجس ہے لیکن نجس العین نہیں ہے۔ اور قاعدہ دراصل ہمارے ہاں یہ ہے کہ نجس العین کو چھوڑ کر باقی ہر جانور کی کھال دباغت (رنگنے) سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کہ دباغت کے ذریعہ کتے کی کھال بھی نجس نہ رہی۔ اس پر نماز ادا کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔ نجفی نے اس مسئلہ کو بھی مذاق کا رنگ دیا۔ اور پنجابی کہاوت سے اسے اور رنگ چڑھانے کی کوشش کی حنفیوں نے کتے کی کھال کو دباغت کے بعد پاک کیا۔ ذرا اپنے گھر کی خبر بھی ہے۔ تمہارے امام تو سؤر کے بالوں کی رسی بٹ کر اور اس کی کھال کا ڈول بنا کر تمہیں پانی پلا چکے ہیں۔ اگر وہ کچھ بہ کے داڑھی پٹی،، ہم پر لاگو ہے۔ تو آپ کے اس الزام کی روشنی میں آپ کے امام تو داڑھی سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ حوالہ سنیئے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ .... وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَسْتَقَى الْمَاءُ بِحَبْلٍ اِتَّخَذَ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ ..... وَ سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِيرِ يُجْعَلُ دَلْوًا يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹ فی المیاہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے بالوں سے بٹی ہوئی رسی کے ساتھ پانی پلاتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام موصوف سے ہی پوچھا گیا۔ کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکال کر پیتا ہے۔ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

نجفی صاحب! امام صادق نے تمہارے لیے کیسا ڈول اور کیسی رسی (لیج) تیار کی۔ امام کو بھی معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ اسی کے قابل ہیں۔ جس منہ سے حضرات صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے بارے میں نازیبا الفاظ نکلیں۔ اس میں خنزیر کے ڈول کا پانی ہی جانا بہتر ہے۔ ہماری مانیے۔ آج سے علی الاعلان عہد کیجیے۔ کہ ہم اپنی ہر شادی کرنے والی عورت کے جہیز میں یہ "قیمتی" اور "بے مثال" تحفہ دیں گے۔ آخر اس جواز کی عملی صورت تم نہیں کرو گے تو اور کون "ملا ڈلا" کرے گا۔

قارئین کرام! علاوہ ازیں گزشتہ اوراق میں آپ یہ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے مذہب میں کتا اور سور مرنے اور مارنے سے پہلے دونوں پاک وطاہر ہوتے ہیں۔

المبسوط:

قَالَ اِنَّمَا يُنَجَّسُ الْخِنْزِيْرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔ (المبسوط جلد ۶ ص ۲۷۹)

Marfat.com

اب یہ معمہ نجفی ہی حل کرے گا۔ کہ خنزیر جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ اور جب مر جائے تو بروایت مبسوط نجس ہوگیا۔ اب امام جعفر صادق نے خنزیر کی کھال کا ڈول اور اس کے بالوں کی رسی سے پانی پینے کی اجازت دی۔ یہ سُور کی زندگی میں تو ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کی کھال اتار دی جائے۔ اور پھر وہ زندہ رہے۔ ناممکن ہے تو مرے ہوئے کی کھال کوئی حجۃ الاسلام اور مجتہد وغیرہ اتارے گا۔ اب وہ کھال کیسے پاک ہوگئی۔ اور اس میں پڑا ہوا پانی پاک و طاہر کیونکر ہوگیا؟ اس کا حل یا تو یہ ہے۔ کہ خنزیر جس طرح زندگی میں ان کے نزدیک پاک تھا۔ مرنے کے بعد بھی ویسا ہی پاک ہے۔ تو اس کی کھال کے ڈول میں پانی پئیں۔ اسے مصلیٰ بنائیں۔ کیا حرج ہے۔ اور یا یہ حل کہ مرنے کے بعد جس طرح نجس ہوگیا۔ اسی طرح زندگی میں بھی تھا۔ لیکن امام کے قول کو ٹھکرانا پڑے گا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں روزہ کی شان

مشکوٰۃ شریف:

سُنّی فقہ میں ہے۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لِسَانَ عَائِشَةَ فِي الصَّوْمِ۔

(مشکوٰۃ شریف باب تنزیہ الصوم جلد اوّل ص ۱۴۸)

ترجمہ:

کہ رسول کریم حالتِ روزہ میں بی بی عائشہ کی زبان چوستے تھے۔

نوٹ:

سُنّی فقہ نے بے چارے اسلام پر کیا جھرلو پھیرا ہے۔ فتاوٰی قاضی خان کتاب الصوم میں ہے۔ کہ امام اعظم کا فتویٰ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت کے یا کسی اور خاص مجبوری کے منہ میں پانی نہ ڈالا جائے۔ لیکن دین کے بادشاہ نے فقہ نعمان کو اپنی محبوبہ بیوی پر قربان کر دیا۔ اور روزہ کی حالت میں اپنی پیاری بیوی

Marfat.com

عائشہ کی زبان چوستا رہا۔ اگر فقہ حنفی درست ہوتی۔ تو نبی کریم ہرگز بی بی عائشہ کی تھوک روزہ کی حالت میں اپنے منہ میں نہ لیتے۔

جواب:

اس اعتراض کو ہم کس پہلو سے دیکھیں عجیب ہرزہ سرائی اور بکواس ہے شروع اعتراض میں ایک حدیث ذکر کی گئی۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالتِ روزہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوسنے کا ذکر ہے۔ کیا نجفی کو اس واقعہ پر اعتراض ہے یا اس واقعہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اسے پسند نہیں مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا جائز ہے۔ اگر واقعہ پر اعتراض ہے۔ تو اس کا ثبوت سند اور اس کے رجال سے دیا جاتا ہے۔ لیکن نجفی نے نہ اس کی سند پر اعتراض کیا۔ اور نہ اس کے راویوں میں سے کسی پر جرح کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل واقعہ پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اس سے ثابت مسئلہ پر اعتراض ہے۔ ہم انشاء اللہ یہی مسئلہ کتب شیعہ سے بھی دکھائیں گے۔ اور اگر اعتراض کے "نوٹ" والی عبارت کو دیکھیں۔ تو اس فتاوی قاضی خان سے ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت و مجبوری منہ میں پانی نہیں ڈالنا چاہیے کیا یہ مسئلہ نجفی کو اچھا نہیں لگا؟ شاید اس کا خیال ہو۔ کہ یہ مسئلہ فقہ حنفی کا ہے۔ اس لیے پسند نہیں۔ لیکن یہ ناپسند بلا دلیل ہے۔ اور اگر مطلب یہ ہے۔ کہ مسئلہ غلط ہے درست مسئلہ یہ ہے۔ کہ روزہ دار بغیر ضرورت کے اور مجبوری کے بھی منہ میں پانی ڈال سکتا ہے۔ لیکن اس نے اس کی وضاحت کی نہیں۔

"نوٹ" کے آخری حصہ پر نظر ڈالیں۔ تو عجیب منطق بکھری نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ دین کے بادشاہ نے فقہ نعمان ... کو قربان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ابوحنیفہ کا مسئلہ نہیں مانا۔ ابوحنیفہ یہ کہتے رہے۔ کہ بغیر ضرورت منہ میں پانی مت ڈالو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقہ نعمان کو تسلیم نہ کیا۔ گویا نجفی شیعی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی اور ابوحنیفہ کو پیغمبر بنا کر حضور کو ابوحنیفہ کا مسئلہ نہ ماننے والا اقرار دیا۔ ہزار بار لعنت لاکھوں مرتبہ پھٹکار اس منطق پر۔ کوئی کافر سے کافر بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔

اور آخری بات یہ کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے حنفی فقہ ضرورت اور مجبوری کے بغیر منہ میں پانی ڈالنے کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا ضرورت اور بغیر مجبوری کے عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوس رہے ہیں۔ یعنی آپ کے منہ میں پانی ڈالنا اور زبان چوسنا ایک ہی بات ہے۔ فقہ حنفی اگر یہ کہتی کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا روزہ کو فاسد کر دیتا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس کی تردید کے لیے پیش کرنا مفید ہوتا۔ یا فقہ حنفی نے پانی منہ میں ڈالنا ناپسند کیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا ضرورت اور بغیر مجبوری پانی منہ میں ڈالنا ثابت ہوتا تو پھر سنی فقہ مورد الزام ہوتی۔

ہاں اگرچہ اہل سنت کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس عمل سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ اور نجفی کو اس پر اعتراض ہے۔ تو بموجب عہد ہم تمہاری کتابوں سے اس مسئلہ کا ثبوت دکھائے دیتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَخِيْهِ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ الصَّائِمِ اَلَهُ اَنْ يَمُصَّ لِسَانَ الْمَرْاَةِ اَوْ تَفْعَلَ الْمَرْاَةُ ذَالِكَ؟ قَالَ لَا بَاْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۲)۔ (تہذیب الاحکام جلد ۴ ص ۳۲۰)

Marfat.com

ترجمہ:

میں نے امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ ایک مرد روزہ رکھ کر اپنی بیوی کی زبان چوستا ہو۔ یا عورت اپنے خاوند کے ساتھ ایسے کرے۔ (تو کیا روزہ میں کوئی خرابی آتی ہے ؟) فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ مسئلہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے ہاتھ آیا۔ لازمًا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہی اس کی بنیاد ہے۔ اس لیے نجفی کا اس مسئلہ کو مذاق بنانا قطعًا درست نہیں۔ اس سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نکلتی ہے۔ جو کفر ہے۔ اور دوسرا اپنے ائمہ کی بات کا مذاق اڑانا اور وہ بھی کفر سے کم نہیں ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے

حقیقت فقہ حنفیہ

حضرت عمر صاحب روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری
کرتے تھے۔ (کنز العمال کتاب الصوم جلد ۸ ص ۴۲۷)

نوٹ:

فاروق اعظم زندہ باد سنی بھائیوں کو چاہیئے تھا۔ کہ مذکورہ نیکی کے صدقے میں عمر صاحب کو نبی مانتے تو بے چارے شیعہ لوگ ان کا کیا بگاڑ سکتے۔ بات در اصل یہ ہے۔ کہ جب خود نبی کریم بقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو ان کے مایۂ ناز خلیفہ نے ذرا ایک قدم اور آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالتِ روزہ ہم بستری کر لی۔ تو اس میں آخر حرج ہی کیا ہے۔ اور ایسی باتوں سے حنفیوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

جواب:

نجفی شیعی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق وہ کنز العمال سے روایت پیش کرنے میں دیرینہ عادت سے مجبور ہو کر فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ "کنز العمال" میں کہیں بھی "لونڈی" کا تذکرہ نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ

Marfat.com

نجفی کو کہاں سے لونڈی مل گئی۔ البتہ ایک روایت اور مضمون کی ملتی ہے جس میں رمضان شریف کی سحری کے وقت اپنی بیوی سے جماع کا ذکر ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

کنزالعمال:

عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْ اَدْرَكَنِي النِّدَاءُ وَ اَنَا بَيْنَ رِجْلَيْهَا لَصُمْتُ۔

(کنزالعمال جلد ۸ ص ۶۲۹ مطبوعہ حلب طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اپنی بیوی کے جماع کرنے کے دوران اگر اذان فجر سنائی دے۔ تو میں (فوراً علیحدہ ہو جاؤں اور) روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھ لوں

قارئین کرام! کنزالعمال میں لونڈی سے دوران روزہ ہم بستری کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کے باوجود کہ اپنی طرف سے یہ واقعہ گھڑا۔ اس پر بھی خباثت کا اظہار کیا۔ ایک مومن کا دل اس سے کانپ اٹھتا ہے۔

"جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو ان کے ایڑ ناز خلیفہ نے ذرا ایک قدم اور آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالت روزہ ہم بستری کر لی"

اس سے قبل ہم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم بھی دوران روزہ۔ بیوی کی زبان چوسنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ اس لیے نجفی نے سنی فقہ کا نام لے کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور جس وجہ سے مذاق کیا۔ وہی وجہ امام موسیٰ کاظم کے اندر بھی موجود ہے۔ لہٰذا امام موسیٰ کاظم کا بھی مذاق اڑایا اور

Marfat.com

پھر اس مذاق کو اور بڑھا دیا۔ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضور کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تمسخر کا نشانہ بنایا۔ وہ بھی ایک فرضی واقعہ سے فقہ حنفیہ کو بدنام کرنے چلا۔ اور ساتھ ہی فقہ جعفریہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اُس واقعہ پر اعتراض ہے۔ جو ابھی ہم نے کنزالعمال سے ذکر کیا ہے۔ اور فقہ حنفی کو اس کی وجہ سے بدنام کرنا چاہا ہے تو ایسا مسئلہ فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ

المبسوط:

فَاِنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ وَهُوَ مُجَامِعٌ وَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ الْفَجْرَ قَرِيْبٌ فَنَزَعَ فِي الْحَالِ مِنْ غَيْرِ تَلَوُّمٍ صَحَّ صَوْمُهُ۔

(المبسوط فی فقہ الامامیہ جلد اول ص ۲۷۴ کتاب الصوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہوئے اگر صبح صادق ہو جائے اور جماع کرنے والا نہ جانتا ہو کہ صبح قریب ہے۔ پھر اسی وقت علیحدہ ہو جائے۔ مزید وقت صرف نہ کرے۔ تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

یہ اس کتاب کا حوالہ ہے۔ جس کا مصنف محقق طوسی مجتہد شیعہ مسلک کی صحاح اربعہ کتب میں سے دو کا مصنف ہے۔ اب نجفی شیعی ہی بتلائے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اُس فعل اور محقق طوسی کے اس مسئلہ میں کیا فرق ہے۔ اگر اس مسئلہ کی وجہ سے فقہ حنفی پر اعتراض ہوتا ہے۔ تو پھر اس مسئلہ سے فقہ جعفریہ بھی نہیں بچ سکتی۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ محقق طوسی نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ قرآن و حدیث کی مخالفت ہے۔ اور واضح کفر ہے۔ وغیرہ ذالک۔

÷

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا ابطال:

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

(بخاری شریف کتاب الصوم جلد ۱ ص ۲۵۸)

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور پاک روزہ کی حالت میں (اپنی بیویوں کو) چومتے بھی تھے۔ اور دوسرے طریقوں سے لطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ اور مباشرت بھی کرتے تھے۔

نوٹ:

بلے بلے بخاری شریف۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب الصوم میں لکھا ہے۔ کہ امام اعظم کا فتویٰ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کو گلے لگانا مکروہ ہے۔ اور سعید بن جبیر کا فتوے ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا یا اور کوئی بھی لذت حاصل کرنا اس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں جب نبی کریم اپنی پیاری بیوی عائشہ صاحبہ کو پیار کرتے تھے۔ تو روزہ باطل کر بیٹھتے تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۰)

Marfat.com

جواب:

ذرا بے وقوفی ملاحظہ ہو۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ باطل کس طرح ہو گیا۔ کوئی نجفی سے پوچھے۔ کہ روزہ کے باطل ہونے کا (صورت مذکورہ میں) قول امام اعظم کا تم نے نقل کیا ہے۔ یا سعید بن جبیر کا۔ بدحواسی کا یہ عالم ہے۔ کہ چند سطریں پیچھے لکھی ہوئی اپنی عبارت بھی یاد نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتوی تم نے یہ ذکر کیا۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کو گلے لگانا وہ مکروہ کہتے ہیں۔ کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا "مکروہ" فرمانا بہرصورت ہے۔ یعنی اس صورت میں بھی کہ جب نفس مطمئن ہو اور بوس وبازی اور گلے ملنے سے مزید خطرہ سے محفوظ ہو۔ اور اس صورت میں بھی کہ یہ خطرات موجود ہوں۔ امام اعظم کا فتوی دراصل ان خطرات کے پیش نظر ہے۔ اور یہ مسئلہ صرف فقہ حنفی کا ہی نہیں۔ فقہ جعفریہ بھی اسے تسلیم کرتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ سُئِلَ ھَلْ یُبَاشِرُ الصَّائِمُ اَوْ یُقَبِّلُ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْہِ فَلْیَتَنَزَّہْ مِنْ ذَالِکَ اِلَّا اَنْ یَثِقَ اَنْ لَا یَسْبِقَہٗ مَنِیُّہٗ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۰ کتاب الصوم مطبوعہ قم جدید)

(۲۔ لمعہ دمشقیہ جلد دوم ص ۱۳۲ مطبوعہ قم جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی سے) مباشرت کر سکتا ہے۔ اور بوس و کنار کر سکتا ہے۔ جب کہ روزہ بھی رمضان شریف کا ہو۔ تو فرمایا مجھے ایسے شخص سے خوف آتا ہے کہ کہیں وہ روزہ توڑ نہ دے لہذا) اس کو بچنا چاہیئے۔ ہاں اگر اُسے اپنی ذات پر وثوق ہے۔ کہ اس طرح کرنے سے منی نہیں نکلے گی۔ تو کوئی حرج نہیں۔

"وسائل الشیعہ" میں بعینہ وہی الفاظ اور وہی مسئلہ ہے۔ جو بخاری شریف میں ذکر کیا گیا۔ اگر ایک عام آدمی رمضان شریف کا روزہ رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور بوسہ بازی کرتا ہے۔ جبکہ وہ مطمئن ہو۔ تو امام محمد باقر اُسے جائز کہتے ہیں۔ اور جب یہی بات امام بخاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کرے۔ تو نجفی کے پیٹ میں درد قولنج اٹھ جاتا ہے۔ ایک عام آدمی کے لیے یہ مسئلہ کہاں سے لیا گیا؟ ظالم نے یہ بھی نہ سوچا۔ کہ اصل پر اعتراض کر کے اپنے امام کے مسئلہ پر یقین کیسے رہے گا۔ گویا نجفی کے ذہن میں شاید یہ بات ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) جب ایسا کرتے تھے تو آپ اگلے خطرات سے مطمئن نہ ہوتے تھے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم:

بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ سے اخذ کردہ مسئلہ وسائل الشیعہ میں آپ نے ملاحظہ کیا۔ ان دونوں میں مباشرت اور تقبیل کا ذکر ہے۔

لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ پر! ادھر تو ان دونوں باتوں پر اعتراض کیا جا رہا ہے اور ادھر روزہ رکھ کر رنگ رلیاں کرنے پر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی

(حوالہ ملاحظہ ہو)

Marfat.com

وسائل الشیعہ:

قَالَ وَ سَأَلْتُہٗ عَنِ الرَّجُلِ ھَلْ یَصْلُحُ لَہٗ وَ ھُوَ صَائِمٌ فِیْ رَمَضَانَ اَنْ یُّقَلِّبَ الْجَارِیَۃَ فَیَضْرِبُ عَلٰی بَطْنِھَا وَ فَخِذِھَا وَ عَجِزِھَا قَالَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذَالِکَ بِشَھْوَۃٍ فَلَا بَأْسَ بِہٖ وَاَمَّا بِشَھْوَۃٍ فَلَا یَصْلُحُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۱)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے رمضان شریف کا روزہ رکھا ہوا ہو۔ اور پھر اپنی لونڈی کو اوپر نیچے کرے کبھی آلۂ تناسل اس کے پیٹ پر پھیرے کبھی اس کی ران میں اور کبھی اس کے چوتڑوں میں داخل کرے۔ (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟) فرمایا۔ اگر یہ سب کچھ شہوت کے بغیر کرتا ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن شہوت کے ساتھ درست نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی نے بخاری شریف میں مذکور لفظ "یباشر" کا معنی کیا ہے دوسرے طریقوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس لفظ کا یہ معنی کرکے بتانا یہ چاہا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) اپنی بیویوں کے بوسہ لینے کے علاوہ لطف اندوزی کے دوسرے طریقے اپنایا کرتے تھے۔

Marfat.com

گویا لطف اندوزی کے ایک طریقہ یعنی بوسہ لینے اور دوسرے طریقے اختیار کرنے کے باوجود روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ "لطف اندوزی" کہاں سے آگئی؟ یہی لفظ وسائل شیعہ میں موجود ہے۔ لیکن اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔ بلکہ دوسری روایت میں جب ایک شیعہ روزہ رکھ کر اپنی بیوی (شیعنی) کے پیٹ پر کبھی ران پر اور کبھی گانڈ میں "و متہر یعنی آلہ تناسل پھیرتا اور رگڑتا ہے۔ تو نجفی اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی، آپ کی ازواج سے دشمنی اور آپ کے اصحاب سے دشمنی۔ بھلا اس کے بعد بھی "مومن" ہونے کا دعوے کرتے ہو۔ فقہ حنفی کا مذاق اڑاتے اڑاتے فقہ جعفریہ کا بھی "کونڈا" کر گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۱

جانوروں سے وطی روزہ نہیں توڑتی

حقیقت فقہ حنفیہ: الہدایہ کتاب الصوم:

إِذَا نَظَرَ إِلَى امْرَأَةٍ فَأَمْنَى لَا تَفْسُدُ صَوْمُهُ

(الهدایه کتاب الصوم)

ترجمہ:

کہ انسان جب کسی خوبصورت عورت کو دیکھے۔ اور اس کی منی نکل آئے تو روزہ باطل نہیں ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خان:

إِذَا جَامَعَ بَهِيْمَةً أَوْ مَيْتَةً أَوْ نَكَحَ يَدَهُ وَلَمْ يُنْزِلْ لَا تَفْسُدُ صَوْمُهُ۔

اگر کوئی شخص کسی چوپائے یا مردہ عورت سے زنا کرے یا مشت زنی کرے۔ اور اس کی منی خارج نہ ہو۔ تو ان تینوں صورتوں میں اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ قاضی خان کتاب الصوم جلد ۱ ص ۹۸)

نوٹ:

کیا کہنا فقہ حنفی کا کہ جس میں روزہ کی حالت میں خواہ حیوان سے وطی کرے

Marfat.com

خواہ مُردے سے زنا کرے خواہ ہاتھ سے زنا کرے خواہ عورت کو شہوت سے دیکھنے پر منی نکل آئے۔ خواہ بحالت روزہ بیوی کی زبان چوستا رہے۔ خواہ سنت فاروقی کے مطابق کنیز سے ہم بستری کرتا رہے۔ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ روزہ روز قیامت جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ڈھال ثابت ہوگا۔ حق یہ ہے کہ مذکورہ تمام باتیں فقہ حنفیہ کی خرافات ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۷، ۱۰۸)

جواب:

مشہور بات ہے۔ کہ کتے کی دُم سو سال تک بھی بھاری پتھر کے نیچے دبی رہے جب پتھر اُٹھے گا۔ تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہوگی۔ کچھ یہی معاملہ نجفی شیعی کا بھی ہے۔ اِسے تو مذاق اڑانا ہے۔ اور یہی اس کی شیعی فطرت ہے۔ قرآن سامنے آئے، صاحب قرآن سامنے آئے۔ امام سامنے آئے۔ ان کے فرمان ہوں۔ مجال ہے کوئی اس سے بچ کر نکل جائے۔ اور یہ بھی اسے بخوبی علم ہے۔ کہ ایسا مذاق "کفر" ہوتا ہے مختصر یہ کہ اعتراض بالا میں ہدایہ اور فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ جات سے جو مسائل ذکر کیے گئے اور پھر اُن پر مذاق اڑایا گیا۔ وہی مسائل فقہ جعفریہ میں موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

فَاِنْ اَمْنٰى الرَّجُلُ مِنْ نَظَرٍ اَوْ كَلَامٍ مِنْ غَيْرِ مُبَاشَرَةٍ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْئٌ يَدُلُّ عَلٰى ذَالِكَ مَا رَوَاهُ ...... اَلْحُسَيْنُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ اَبِىْ بَصِيْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ كَلَّمَ اِمْرَاَةً فِىْ

Marfat.com

شَھْرِ رَمَضَانَ وَھُوَ صَائِمٌ فَامْنیٰ فَقَالَ لَا بَأْسَ

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد چہارم ص ۲۷۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ مبسوط جلد اول ص ۲۷۲ کتاب الصوم مطبوعہ تہران جدید)
(۳۔ الاستبصار جلد دوم ص ۸۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
ابوالحسن فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کی کسی عورت کو دیکھنے سے یا اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے منی نکل آئی۔ لیکن مباشرت نہ کی ہو۔ تو اس پر کوئی (جرمانہ وغیرہ) شے نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر وہ روایت دلالت کرتی ہے۔ جسے حسین بن سعید نے قاسم اس نے علی اور اس نے ابوبصیر سے روایت کیا۔ ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ ایک شخص نے رمضان شریف روزہ کی حالت میں ایک خوبصورت عورت سے گفتگو کی۔ اور اس کی منی نکل آئی۔ (اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟) فرمایا کوئی گناہ نہیں ہے۔

المبسوط:

فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهٗ فِیْ فَرْجِ بَهِيْمَةٍ اَوْ حَيَوَانٍ اٰخَرَ فَلَا نَصَّ فِيْهِ فَيَنْبَغِیْ اَنْ يَكُوْنَ

Marfat.com

اَلْمَذْهَبُ اَلَّا يَتَعَلَّقَ بِهٖ غُسْلٌ لِعَدَمِ الدَّلِيْلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ وَالْاَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ

(المبسوط جلد اول ص۲۸ مطبوعہ تھران طبع جدید)

ترجمہ:

جب کسی مرد نے کسی چارپایہ کے فرج میں اپنا آلۂ تناسل داخل کیا۔ یا کسی بھی حیوان کے ساتھ ایسا کیا۔ تو اس بارے میں ہمارے مذہب شیعہ میں کوئی نص موجود نہیں۔ پس مذہب یہ ہونا چاہیے کہ ایسا کرنے والے پر غسل کا حکم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس حکم کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اور اصل یہ ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ کسی کو بری الذمہ ہی قرار دیا جائے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْاَةَ فِيْ دُبُرِهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ قَالَ لَا يَنْقُضُ صَوْمَهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص۴۸۱ مطبوعہ تھران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے مرد کے بارے

Marfat.com

میں فتوے دیا۔ جس نے روزہ دار عورت کی دُبر میں اپنی خواہش پوری کی۔ فتویٰ یہ دیا۔ کہ اس سے اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس گانڈ مارنے والے پر بھی غسل لازم نہ ہوگا۔

"حق یہ ہے۔ کہ مذکورہ تمام باتیں "فقہ حنفی" کی خرافات ہیں" ہم پوچھتے ہیں۔ کیا یہی حق فقہ جعفریہ میں نظر آیا۔ اور اس کی خرافات اچھی لگی ہیں۔ فقہ حنفی کی خرافات تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کی مذکورہ خرافات ابھی تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بنیں گی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسد و بغض میں نجفی اس قدر بے بس اور بدحواس ہو گیا۔ کہ اسے اپنی فقہ اور اپنا امام بھی راستہ میں نظر نہ آسکے۔ اندھے کی لاٹھی کی طرح سبھی کو ایک ہی فطرت کے تحت ہانک رہا ہے۔ جب اسے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا پاس نہیں۔ تو دوسروں کی عزت اور قدر اس سے کب متوقع ہو سکتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۲

حالت روزہ میں دبر میں انگشت ڈالنا جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوٰی قاضی خان:

لَوْ اَدْخَلَ اِصْبِعَهٗ فِیْ دُبُرِهٖ لَا تَفْسُدُ صَوْمُهٗ

(فتاوٰی قاضی خان کتاب الصوم)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اپنی گانڈ میں انگلی داخل کرے۔ تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

نوٹ: فقہ نعمان تیرے قربان۔ لواطوں کے مزے بن گئے۔ بے شک سارا دن روزے کی حالت میں پیپنگ کریں۔ روح نعمان کے لیے الٹا فاتحہ پڑھیں۔ اور موج کریں　　　(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۷۶)

جواب:

فتاوٰی قاضی خان کی عبارت سے نجفی کو جو کھلی ہوئی ہے اور فقہ نعمان پر غصہ نکالا ہے۔ یہاں تو صرف مرد کے متعلق مسئلہ ہے۔ ذرا اپنی کتابوں کو بھی دیکھا ہوتا۔ وہاں مرد اور عورت دونوں کو پیپنگ کرنے کی اجازت امام صاحب نے عطا فرمائی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ:

عن محمد بن الحسن الحسین عن ابیہ
قَالَ كَتَبَ اِلٰی اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ
مَا تَقُوْلُ فِی اللُّطَفِ یَسْتَدْخِلَهُ الْاِنْسَانُ
وَ هُوَ صَائِمٌ فَكَتَبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا بَأْسَ
بِالْجَامِدِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ صفحہ ۲۶
کتاب الصوم الخ)
(۲۔ الاستبصار جلد دوم صفحہ ۸۳
مطبوعات تہران طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن حسن کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسین کی طرف لکھا۔ کہ آپ کا اس انسان کے بارے میں کیا فتوای ہے۔ جو حالتِ روزہ میں کسی چیز کو اپنی شرمگاہ میں داخل کرتا ہے۔ فرمایا کوئی بھی جامد (سخت) چیز روزہ کو خراب نہیں کرتی۔

ملحہ فکریہ: فقہ حنفی میں "انگلی" کا ذکر تھا۔ یہاں تو کُھلی چھٹی ہو گئی۔ کوئی بھی سخت اور خشک چیز ہے کہ اگر کوئی شیعہ مرد یا عورت اپنی اپنی شرمگاہ میں گھما پھرا کر دیکھتا ہے کہ کہاں تک پہنچی ہے چاہے پورا بازو اندر کی سیر کر آئے۔ تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا چاہے گانڈ پھٹ جائے۔ اب پورا چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر پہنچا دو ثواب اس کو جس نے تمہارا یہ بھلا کیا۔

÷

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حج کی شان

بخاری شریف:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مُسَيَّبٍ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ إِلَّا أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ۔

(بخاری شریف کتاب الحج باب التمتع جلد اول ص ۲۱۳)

ترجمہ:

جناب امیر اور عثمان کا متعۃ الحج میں اختلاف ہوا۔ مولا علی نے فرمایا کہ عثمان تیرا ارادہ صرف یہ ہے۔ کہ تو اس عبادت سے روکے جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا۔

نوٹ:

بخاری شریف کے اس باب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ عمران بن حصین بیان کرتا ہے
تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ الْقُرْآنُ

Marfat.com

قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ کہ ہم نے متعۃ الحج رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے۔ قرآن میں اس کا حکم ہے۔ اور وہ مرد (عمر صاحب) اپنی رائے سے جو دل میں آیا کہتا رہا۔

مذکورہ دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ متعۃ الحج اسلام میں جائز ہے۔ نبی کریم اور ابوبکر کے زمانہ میں مسلمان اسے کرتے رہے۔ لیکن عمر صاحب نے اپنی اس خاص مرض کی وجہ سے لوگوں کو اس کے کرنے سے روک دیا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد سوم ص ۱۹۵ پ۵ آیت متعہ نیز شرح ابن الحدید جلد دوم ص ۲۴۲ باب مطاعن عمر طعن ۹ میں لکھا ہے۔ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا
عمر صاحب نے اپنے ایک خطبے میں کہا کہ دو متعہ (یعنی متعۃ النساء، متعۃ الحج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جائز تھے۔ اور اب میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں۔ اور ان کے بجا لانے پر سزا دیتا ہوں۔ فقہ نعمان تیرے قربان جاواں۔ دین اللہ کا ہے اور اسی کو اختیار ہے۔ کہ وہ کسی چیز سے روکے نہ روکے۔ بچارے عمر صاحب کس باغ کی مولی۔ کہ انہیں اللہ کے دین میں دخل اندازی کا حق حاصل ہو گیا۔

جواب:

نجفی شیعی نے مذکورہ اعتراض کے لیے شرح ابن حدید اور تفسیر کبیر کا حوالہ دیا حوالہ درج کرنے میں خیانت برتی گئی۔ کہ ان الفاظ کے ساتھ ہی ان دونوں کتابوں کے مصنفین نے ان کا جواب جو لکھا نجفی اُسے شیر مادر سمجھ کر پی گیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اگر بعد والی عبارت عوام کے سامنے آگئی۔ تو بے ایمانی کھل جائے گی۔ اور میری "حجۃ الاسلامی" .. خطرے میں پڑ جائے گی۔ ان دونوں کتب کا جواب ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

تفسیر کبیر:

اِنَّ عُمَرَ اَضَافَ النَّهْيَ عَنِ الْمُتْعَةِ اِلٰى نَفْسِهٖ قُلْنَا قَدْ بَيَّنَّا اَنَّهٗ لَوْ كَانَ مُرَادُهٗ اَنَّ الْمُتْعَةَ كَانَتْ مُبَاحَةً فِيْ شَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُ لَزِمَ تَكْفِيْرُهٗ وَتَكْفِيْرُ كُلِّ مَنْ لَمْ يُحَارِبْهُ وَيُنَازِعْهُ وَيُفْضِيْ ذَالِكَ اِلٰى تَكْفِيْرِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَيْثُ لَمْ يُحَارِبْهُ وَلَمْ يَرُدَّ ذَالِكَ الْقَوْلَ عَلَيْهِ وَكُلُّ ذَالِكَ بَاطِلٌ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَنْ يُقَالَ كَانَ مُرَادُهٗ اَنَّ الْمُتْعَةَ كَانَتْ مُبَاحَةً فِيْ زَمَنِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهَا لِمَا ثَبَتَ عِنْدِيْ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسَخَهَا وَعَلٰى هٰذَا التَّقْدِيْرِ يَصِيْرُ هٰذَا الْكَلَامُ حُجَّةً لَنَا فِيْ مَطْلُوْبِنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص ۱۵۴ زیر آیت متعہ۔ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے متعۃ الحج کی نہی کی نسبت اپنی طرف کی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ متعۃ الحج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں مباح اور جائز تھا۔ اور میں (عمر) اس

Marfat.com

سے منع کرتا ہوں۔ تو اس (جرأت) پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تکفیر لازم تھی اور ہر اس شخص کی بھی تکفیر لازم تھی جس نے ان کے خلاف لڑائی نہ کی اور یہ تکفیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچ جائے گی۔ کیونکہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے نہ تو عمر بن الخطاب سے جنگ کی۔ اور نہ ہی ان کا قول اُن پر رد کیا۔ حالانکہ یہ تمام باتیں باطل ہیں۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مفہوم یہی نظر آتا ہے۔ کہ متعۃ الحج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مباح تھا۔ اور اب میں اس سے اس لیے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس ثبوت ہے۔ کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرما دیا تھا۔ حضرت عمر کے قول کی یہ تفسیر سامنے آنے سے آپ کا یہ کلام ہمارے مطلوب کے لیے ہمارے حق میں حجت بن جائے گا۔

شرح ابن حدید:

قَوْلُهٗ مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا..... وَهٰذَا اللَّفْظُ قَبِيْحٌ لَوْ صَحَّ الْمَعْنٰى فَكَيْفَ اِذَا فَسَدَ لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِمَّنْ يَشْرَعُ فَيَقُوْلُ هٰذَا الْقَوْلَ وَلِاَنَّهٗ يُوْهِمُ مُسَاوَاةَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجَابَ قَاضِى الْقُضَاةِ فَقَالَ اِنَّهٗ اِنَّمَا عَنٰى بِقَوْلِهٖ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا كَرَاهِيَتَهٗ لِذٰلِكَ وَتَشَدُّدَهٗ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

عَنْهُمَا بَعْدَ اَنْ كَانَ تَاقِ اَيَّامِهِ مِنْهُمَا بِذَالِكَ
عَلٰى حُصُوْلِ النَّسْخِ فِيْهِمَا وَتَغَيُّرِ الْحُكْمِ
لِاَنَّا نَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ مُتَّبِعًا لِلرَّسُوْلِ مُتَدَيِّنًا
لِلْاِسْلَامِ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ تُحْمَلَ ثَوْرَةٌ عَلٰى
خِلَافِ مَا تَرَاهُ مِنْ حَالِهِ وَحُكِيَ عَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ
اَنَّ ذَالِكَ بِمَنْزِلَةِ اَنْ يَقُوْلَ اِنِّيْ اُعَاقِبُ مَنْ
صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَاِنْ كَانَ صَلّٰى
اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَدَ فِيْ تَصْوِيْبِهِ
عَلٰى كَفِّ الصَّحَابَةِ عَنِ النَّكِيْرِ عَنْهُ وَادَّعٰى
اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْكَرَ
عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِحْلَالَ الْمُتْعَةِ وَرَوٰى عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرِيْمَهُمَا
فَاَمَّا مُتْعَةُ الْحَجِّ فَاِنَّمَا اَرَادَ مَا كَانُوْا
يَفْعَلُوْنَ مِنْ فَسْخِ الْحَجِّ لِاَنَّهٗ كَانَ يَحْصُلُ
لَهُمْ عِنْدَهُ التَّمَتُّعُ وَلَمْ يُرِدْ بِذَالِكَ التَّمَتُّعَ
الَّذِيْ يَجْرِيْ مَجْرٰى تَقَدُّمِ الْعُمْرَةِ وَ
اِضَافَةِ الْحَجِّ اِلَيْهَا بَعْدَ ذَالِكَ لِاَنَّهٗ جَائِزٌ
لَمْ يَقَعْ فِيْهِ قَبِيْحٌ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن حدید
جلد ۳ ص ۱۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ دو متعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں مباح تھے ۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ اور اُن پر سزا دوں گا۔ ان الفاظ کا معنی اگر صحیح ہو۔ تو بھی یہ الفاظ قبیح ہیں۔ چہ جائے کہ جب فاسد ہو۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان اشخاص میں سے نہیں ہیں۔ جنہیں شریعت میں ردّ و بدل کا اختیار ہو۔ اور پھر اس مقام کے ہوتے ہوئے وہ یہ لفظ کہتے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان الفاظ کے مفہوم سے یہ وہم پڑتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت کا جواب قاضی القضاۃ نے یُوں دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی نہی کو اپنی طرف منسوب کرنے سے یہ مُراد لی ہے۔ کہ میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور اس میں شدت آجانے کی وجہ سے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ابتدائً یہ دونوں متعے جائز تھے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے روک دیا تھا۔ لہٰذا یہ منسوخ ہو چکے ہیں اور ان کا حکم تبدیل ہو چکا ہے۔ یہ توجیہ اس لیے ناگزیر ہے۔ کیونکہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تھے۔ اور اسلام آپ کا دین تھا۔ لہٰذا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ کہ ان کے اس قول کو ایسے معنی پہنائیں۔ جو ان کی لگاتار زندگی سے موافقت نہ رکھتے ہوں۔ اور ابو علی سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس قول کی طرح ہو گا۔ "میں اس شخص کو سزا دوں گا۔ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا" اگرچہ خود حضرت عمر فاروق

Marfat.com

نے سرکار دو عالم کی زندگی میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے اس قول کی صحت و درستگی اس سے بھی معلوم ہو گئی۔ کہ موجود حضرات صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کرنے سے سکوت فرمایا۔ پھر قاضی القضاۃ نے یہ دعوٰے بھی کیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے متعہ کو حلال سمجھنے پر اعتراض کیا۔ چنانچہ ان دونوں متعوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت کی روایت کی گئی ہے۔ بہر حال متعۃ الحج سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ تھی۔ کہ لوگ اس کی خاطر حج کو فاسد کیا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ انہیں اس سے فائدہ ہوجاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس متعہ سے وہ متعہ نہیں سمجھتے تھے۔ جو اس صورت میں ہوتا ہے۔ کہ پہلے عمرہ کر کے پھر اس کے ساتھ حج کو ملا دیا جائے۔ کیونکہ یہ تمتع بہر حال جائز ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت واقع نہیں۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرنے کے لیے جن دو کتب کے حوالہ جات پیش کیے تھے۔ انہی کتابوں سے اس کے جواب ہم نے پیش کر دیئے۔ تفسیر کبیر میں اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد جواب کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اگرچہ متعۃ الحج کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں مباح ہونا تسلیم کرتے تھے۔ لیکن منع اس لیے کر رہے تھے کہ اس کی تنسیخ کے بارے میں آپ کے ہاں ثبوت تھا۔ اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منسوخ کر دیا تھا۔

Marfat.com

لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منسوخ فرمانے کے بعد اس کا روکنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بلا واسطہ منسوب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کا یہ مفہوم نہ لیا جائے اور وہی لیا جائے جو نجفی شیعی نے لیا ہے۔ تو اس سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔ گویا دوسرے الفاظ میں نجفی نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو مع دیگر موجود صحابہ کرام کے ایسا کہہ ہی دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

دوسری کتاب جو خود مسلک شیعہ سے تعلق ہے۔ اس کی تحریر کے مطابق اگر روایت کے الفاظ کو درست مان لیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ "شارع" بن جائیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امور تشریعیہ میں مساوی ہو جائیں۔ اور یہ دونوں باتیں اس لیے ناممکن ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بانی نہیں بلکہ متبع سنت اور صاحب دین و اسلام تھے۔ لیکن آپ نے متعہ سے منع اس لیے کیا کہ لوگوں نے ابھی تک اسے قابل عمل سمجھ رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ منسوخ ہو گیا تھا۔ یا یہ وجہ تھی۔ کہ لوگوں نے حج تمتع کا وہ طریقہ چھوڑ دیا تھا۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا تھا۔ کہ پہلے عمرہ کر لیا جائے اور اس کے ساتھ حج کا احرام باندھ لیا جائے۔ لوگوں نے اب اسے اس طرح ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہ پہلے نیت حج کر کے احرام باندھتے۔ اور پھر اسے توڑ کر متعہ کا احرام باندھتے تھے۔

ان دونوں کتب کے مصنفین نے یہ تسلیم نہیں کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑ دیا۔ "دین میں دخل اندازی"، کس طرح متحقق ہو گئی۔ اور اگر دخل اندازی تھی۔ تو پھر حضرت علی المرتضٰی سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ کی رُو سے کعبہ بھی غلط ہے

بخاری شریف:

عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حَدَثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ نِيْنَ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَاَخَافُ اَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ نِيْنَ حِدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ۔

(بخاری شریف کتاب الحج جلد دوم ص ۲۱۶)

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا کہ یہ کعبہ درست نہیں ہے۔ میں نے عرض کی اسے قواعد ابراہیم کے مطابق درست کریں۔ آنجناب نے فرمایا۔ اے عائشہ اگر تیری قوم کفر چھوڑ کر ابھی تازہ تازہ مسلم شیخ نہ بنی ہوتی۔ تو میں اس کعبہ کو گرا کر دوبارہ بناتا۔

نوٹ:

سنی فقہ بلے بلے۔ سنی بھائیوں کا ایمان نہ ہی قرآن کے بارے میں درست ہے۔ اور نہ ہی سنی بھائی خانہ کعبہ کو درست سمجھتے ہیں۔ جب ان کے عقیدہ میں کعبہ ہی غلط ہے۔ تو پھر ایسے کعبہ کا جو حج کرتے ہیں۔ وہ بھی غلط ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۰ تا ۱۱۱)

جواب:

نجفی شیعی نے اس اعتراض میں دو خیانتیں اور مکاریاں کی ہیں۔ پہلی خیانت یہ کہ بخاری شریف کی عبارت مکمل طور پر درج نہیں لکھی۔ جو وہاں موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ اس کا ترجمہ بھی مکر و فریب سے غلط کیا ہے۔ اگر یہ دو خیانتیں نہ کرتا۔ تو اعتراض میں کوئی جان نہ ہوتی۔ یہ واقعہ دراصل یوں ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہا۔ کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل کیوں نہیں کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ تو وجہ تنگدستی کے اس کی تعمیر ان بنیادوں پر نہ کر سکے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔ مائی صاحبہ نے عرض کیا حضور! پھر آپ اس کی تعمیر انہی بنیادوں پر فرما دیں۔ فرمایا۔ اگر تیری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا تو ایسا کر دیتا۔ واقعہ کے سامنے آنے کے بعد اب ان دونوں خیانتوں کی شناخت کریں۔

مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاهِیْمَ حضور آپ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ الفاظ کا ترجمہ یہ تھا۔ لیکن نجفی ترجمہ کرتا ہے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ

Marfat.com

کعبہ درست نہیں ۔ بنلا یئے ۔ یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے ۔ یہ تھی نجفی کی ترجمہ میں خیانت اور کمال چالاکی سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دے دیا ۔

بخاری شریف میں عبارت اس طرح موجود ہے ۔ اِنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اِقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ ۔ تیری قوم نے جب تعمیر کعبہ کی ۔ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرنے سے قاصر رہ گئے ۔ اسی پر ائی صاحبہ نے ان بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی ۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے مذکورہ کو جو نجفی نے پیش کیا ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ کعبہ درست نہیں ہے ۔ اور یہ الفاظ بھی موجود ہیں ۔ اِنَّ قَوْمَكِ قَاصَرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ ۔ تیری قوم کے پاس کعبہ کی تعمیر کے اخراجات تھوڑے تھے ۔

لمحہ فکریہ :

"سنی فقہ کی رُو سے کعبہ بھی غلط ہے" اس موضوع کو ثابت کرنے کے لیے نجفی نے کیا کیا قلا بازیاں کھائیں ۔ بد دیانتی اور خیانت کا سہارا لیا ۔ لیکن چوراہے میں بھانڈا پھوٹ گیا ۔ کعبہ کو غلط سمجھیں یا کہیں تو پھر اعتراض ہوتا ۔ کہ سنیوں کا حج بھی غلط ہے خود ہی یہ ترجمہ کیا ۔ اور خود اس کا نتیجہ بنا لیا

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رُود دیوار کج ۔

مسئلہ صرف اتنا ہے ۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں کعبہ شہید ہوا ۔ پھر اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی ۔ لیکن اخراجات کم ہونے کی وجہ سے کچھ حصہ نامکمل رہ گیا ۔ اسی حصّہ کو "حطیم" کہتے ہیں ۔ لہٰذا کعبہ انہی بنیادوں پر ہے ۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں ۔

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳۵

سنی فقہ میں حجر اسود کا کوئی مقام نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ حجر اسود کا کوئی شرف نہیں۔

قَالَ عُمَرُ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ لَوْلَا اِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔

(بخاری شریف کتاب الحج جلد دوم ص ۴۹)

ترجمہ:

عمر نے کہا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ اور نفع نقصان نہیں دے سکتا۔ اور اگر میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

نوٹ:

بخاری شریف تیسے بلے کیا شان عمر دکھائی ہے عمر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز کر رہے ہیں گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عقل مندی والا کام نہیں کیا۔ اور ایک ایسے پتھر کو چوما۔ جو نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اللہ پاک نے بھی زور وری کی ہے۔ نبی تو بناتا تھا عمر صاحب کو جو کام عمر صاحب کی نقل کرتی تھی۔ وہاں تک معاذ اللہ خدا اور رسول کی فکر نہیں

Marfat.com

پہنچتی تھی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۱)

جواب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے جو کچھ کہا۔ یہ کس موقعہ پر کہا۔ نجفی شیعی یہ بھی بیان کر دیتا۔ لیکن اس موقعہ کو بیان کر دینے سے پھر دھو کر دینا اور غلط مفہوم بیان کرنا مشکل ہوتا۔ کیونکہ اس سے معاملہ اور بن جاتا ہے۔ بخاری شریف سے منقولہ عبارت سے قبل واقعہ درج ہے۔ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ جَاءَ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے۔ اور اس کو چوما۔ اس کے بعد آپ نے وہ الفاظ فرمائے۔ جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! واقعہ کے پیش نظر آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا کس قدر جذبہ ہے۔ حجر اسود کو فرما رہے ہیں۔ کہ تم پتھر ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چومنے کی وجہ سے میں بھی تمہیں چومتا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع رسول کے اس جذبے کو نجفی حضور پر ان کی طرف سے طنز پر محمول کر رہا ہے۔ یہ کس قدر بے غیرتی اور بے ایمانی ہے۔ اور پھر اس سے دو چار قدم اور آگے نکل کر یہ کہہ دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو چاہیئے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی بناتا۔ کیونکہ ان کی فکر تک اللہ اور اس کے رسول کی فکر نہیں پہنچی۔ بدحواسی کا یہ عالم کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر اعتراض کرتے وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ظالم نے معاف نہیں کیا۔ اللہ کو مشورے دے رہا ہے۔ اور دبے الفاظ میں نبوت بلکہ خدائی

Marfat.com

کے تصور میں دوڑ رہا ہے۔ شیطان نے کس خوبی سے ایمان چھینا۔ (اگر پاس تھا) وہ بھی جاتا تھا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سایہ کے پاس سے میرا گزر نہیں۔ اس لیے واقعہ فاروقی کے ضمن میں نجفی کو ہم نوا بنایا۔

اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ الخ۔ انسان کو کہتا ہے۔ کفر کر۔ جب اس کے کہنے پر انسان کفر اختیار کر لیتا ہے تو کہتا ہے۔ میرا تیرا کیا تعلق۔ میں تجھ سے بیزار ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳۶

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں قربانی کی شان

۱۔ سنی فقہ میں ہے۔ کہ شہری لوگ نماز عید کے بعد قربانی کریں۔ اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں۔

(کنز الدقائق کتاب الاضحیہ ص۲۶۵)

۲۔ سنی فقہ میں ہے کہ اگر شہری لوگ نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو جانور کو شہر سے باہر لے جا کر ذبح کریں۔

(الہدایہ کتاب الاضحیہ ص ۴۴۶)

نوٹ:

میزان الکبریٰ کتاب الحج میں لکھا ہے ص ۵۲ جلد دوم قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ یَجُوْزُ لِاَهْلِ السَّوَادِ اَنْ یُضَحُّوْا اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِیْ۔ ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے۔ کہ دیہاتی لوگ نور سحر کے طلوع ہوتے وقت قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں۔

صاحب کتاب نے اس فتوے پر ابو حنیفہ کو داد دی ہے۔ کہ امام صاحب نے

Marfat.com

دوراندیشی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے بھی آنا ہے اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہوگا ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ امام صاحب کے فتوای نے ہینڈ و لوگوں کے تو مزے بنا دیے ہیں۔ لیکن شہری لوگوں کا کونڈہ کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ نماز عید کے بعد جا کر قربانی کرتے ہیں۔ اور سارا دن گوشت کی خاطر ان کا شکم مبارک فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھتا رہتا ہے قربان جاؤں امام اعظم کے فیصلے کے کہ جس نے دیہاتیوں کا دین اسلام الگ بنایا۔ اور شہری لوگوں کا الگ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۱، ۱۱۲)

جواب امر اول

"شہر میں بسنے والے نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کریں" فقہ حنفی کا یہ مسئلہ گھر کا بنایا ہوا نہیں۔ اور نہ ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے شہر میں بسنے والوں کا کونڈہ کر دیا بلکہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ ہدایہ میں جہاں سے نجفی نے عبارت نقل کی۔ وہیں اس بارے میں حدیث ان الفاظ سے موجود ہے۔

قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ ذَبِيْحَتَهُ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے نماز عید سے قبل قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اسے دوبارہ کوئی اور جانور قربانی کے طور پر ذبح کرنا چاہیئے۔ (کیونکہ اس کی وہ قربانی نہیں ہوتی) اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا۔ اس کی قربانی مکمل ہو گئی ہے .... اب نجفی سے

Marfat.com

کوئی پوچھے۔ کہ تمہارے کونڈے کس نے کیے؟ پہلے اعتراض کے آدھے حصہ کا جواب یہ ہوا کہ شہری لوگوں کو نماز عید کے بعد قربانی کرنے کا حکم ابو حنیفہ نے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اس اعتراض کا دوسرا حصہ یہ تھا "اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں،، اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے۔ کہ "کنز الدقائق،، کے کن الفاظ کا معنی تم نے یہ کیا۔ فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے۔ کہ غریب چاہے دیہاتی ہو یا شہری اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہے "کنز الدقائق،، کے الفاظ یہ ہیں۔ وَلَا یَذْبَحُ مِصْرِیٌّ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ وَذَبَحَ غَیْرُہٗ۔ شہری نماز عید سے قبل ذبح نہ کرے۔ اور غیر شہری ایسا کر سکتا ہے عبارت میں ہیر پھیر اور ترجمہ من مانا کرنا عبداللہ بن سبا سے انہیں ورثہ میں ملا ہے۔ اُسے نہیں چھوڑ سکتے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ تقریباً تمام اعتراضات والزامات میں فریب، دھوکہ اور مکاری سے کام لیا گیا۔ آخر ایسا کیوں؟

جوابِ امرِ دوم

"شہری لوگ اگر نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو جانور کو شہر سے باہر لے جا کر ذبح کریں"

دراصل یہ اعتراض پہلے اعتراض کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس بارے یہ بات واضح ہے۔ کہ شہر سے جانور لے کر شہر کی حدود سے باہر نکلے گا۔ تو اُسے شہر میں موجود کوئی نہیں کہے گا۔ اور دیہاتیوں کے حکم میں ہو جائے گا۔ جس طرح شہر کی حدود سے نکلنے والا "مقیم،، نہیں بلکہ مسافر کہلاتا ہے۔ جبکہ اس نے نیت سفر کی ہو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ اہل دیہات پر جمعہ وعیدین واجب نہیں۔ اس لیے انہیں یہ کہنا کہ "نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرنا" بے معنی ہوگا۔ یہاں بھی نجفی کی بدحواسی ملاحظہ ہو۔ جسے اس نے صاحب کتاب (صاحب الہدایہ) کی دادسے تعبیر کیا ہے۔ "دیکھو کہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے آنا ہے اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہوگا"

Marfat.com

دیہاتیوں کو گیا فقہ حنفی نے کہا ہے۔ کہ جا کر شہر میں نماز عید پڑھو۔ ہم تو ان پر نماز عید کے واجب ہونے کا قول ہی نہیں کرتے۔ یہ مسئلہ معمولی سوجھ بوجھ والا حنفی بھی جانتا ہے۔ چہ جائے کہ صاحب ہدایہ ایسی بات کرے۔

"شہری لوگوں کا کونڈہ سارا دن گوشت کی خاطر ان کے شکم کا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھنا۔ آج تک شہری اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ کسی کا کونڈا نہیں ہوا۔ اگر ہوتا ہے تو شیعہ امام جعفر کا کونڈا کرتے ہیں۔ جن کی فقہ کو مانتے ہیں۔ انہی کا کونڈا۔ اللہ اللہ! کیا پیار ہے۔ انہیں اپنے امام کے ساتھ؟ پھر بے وقوفی دیکھئے "سارا دن گوشت کی خاطر" کون کرتا ہے نماز عید طلوع آفتاب کے ایک دو گھنٹہ بعد ہو گئی۔ دوپہر سے بہت پہلے۔ ابھی دن کا کافی حصہ موجود ہے۔ گویا نجفی کے نزدیک سارا دن انتظار کرنا پڑا۔ اور قربانی رات ڈھلے نصیب ہوئی۔ قربان اس دانش اور فہم پر۔ گدھے کو بھی یہ فکرمات کر دیتی ہے۔ آخر میں قرآنی آیت سے مذاق کیا گیا۔ اللہ، اس کے رسول، قرآن، حدیث، ائمہ اہل بیت ان کے اقوال و ارشادات بھلا کون اس کے مذاق سے چھوٹا۔ نہ دوزخ کا خوف ہے۔ نہ اسے اللہ و رسول سے شرم آتی ہوا اور نہ اہل بیت کا لحاظ و ادب ہے۔ کچھ بھی نہیں اس کے پتے

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۲۷

قربانی کا جانور ذبح کرنے میں کافر کو نائب بنانا جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ:

یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یَسْتَنِیْبَ فِیْ ذِبْحِ الْاُضْحِیَۃِ
مَعَ الْکَرَاھَۃِ فِی الذِّمِّیِّ۔

(میزان الکبریٰ کتاب الاضحیہ ص ۵۳ جلد ۲
رحمۃ الامۃ ص ۱۴۵)

ترجمہ:
کہ مسلمان قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے کافر ذمی کو اپنا نائب بنا سکتا ہے۔

جواب:

اعتراض مذکور کے ضمن میں نجفی نے لکھا۔ کہ فقہ حنفی میں مشرکین کفار کے جسم کو پاک قرار دے دیا گیا۔ فقہ حنفی پر یہ الزام اوپر مذکور عربی عبارت کے تحت کیا گیا۔ اس میں کس حد تک صداقت ہے۔ ناظرین! عربی عبارت کا ترجمہ جو نجفی نے کیا۔ اس میں "مشرک کافر کے جسم،، کے لیے کوئی لفظ نہیں۔ اگر عربی عبارت میں ان کے لیے کوئی لفظ ہوتا۔ تو نجفی کبھی بھی ترجمہ کرتے وقت اُسے نہ چھوڑتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سب کچھ جھوٹ اور مکرو فریب کی پیداوار ہے۔ علاوہ ازیں "میزان الکبریٰ،، کی مذکورہ عبارت سے چند لفظ آگے یہ عبارت

Marfat.com

موجود ہے۔ وَجْهُ الْاَوَّلِ كَوْنُ الذِّمِّيِّ مِنْ اَهْلِ الذَّبْحِ فِي الْجُمْلَةِ۔ یہ اس مسئلہ کی دلیل ہے مسئلہ یہ تھا۔ کہ "ذمی" قربانی کا جانور ذبح کرنے میں مسلمان کا نائب بن سکتا ہے۔ امام اعظم نے فرمایا۔ بن سکتا ہے۔ اسی مسئلہ کی نجفی نے یہ حاشیہ آرائی کی "ان کا ذبح شدہ حیوان کا گوشت بھی حلال قرار دیا گیا۔ کیا ذمی کا ذبیحہ امام ابو حنیفہ نے حلال قرار دیا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر اعتراض درست ہے۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے ذمی کا ذبیحہ قرآن کریم نے حلال قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے اور تمہارا ان کے لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں کتب شیعہ سے پوچھئے کہ کیا ذمی وغیرہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

وسائل الشیعہ:

عن علی بن جعفر عن اخیه موسی بن جعفر علیه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَبِيْحَةِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى هَلْ تَحِلُّ؟ قَالَ كُلْ مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۸، کتاب الصید والذبائح مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی جناب موسیٰ کاظم سے پوچھا۔ کیا یہودی اور عیسائی کا ذبح کردہ جانور حلال و حرام کیسا ہے؟ فرمایا۔ اسے کھاؤ۔ بلکہ ہر اس جانور کا گوشت کھایا کرو۔ جسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو (ذبح

Marfat.com

کرنے والا خواہ کوئی ہو۔

وسائل الشیعہ:

اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ کُلُوْا مِنْ طَعَامِ الْمَجُوْسِ کُلِّہٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجوسی کا ہر قسم کا طعام کھا لیا کرو۔ (وہ حلال ہے)

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ "فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ" قَالَ اَمَّا الْمَجُوْسُ فَلَیْسُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَاَمَّا الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی فَلَا بَاْسَ اِذَا سَمَّوْا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۹)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ" آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ مجوس اہل کتاب میں سے نہیں۔ (اس لیے ان کا ذبیحہ درست اور حلال نہیں۔) لیکن یہودی اور عیسائی جب اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں (کیونکہ وہ حلال ہے)

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

حضرات ائمہ اہلبیت نے بھی یہود ونصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا۔ قرآن کریم نے بھی اہل کتاب کے طعام کو حلال فرمایا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہود ونصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی وجہ سے وہ ان کا جسم پاک ہو گیا" اس منطق کو کون تسلیم کرے گا۔ لہٰذا اگر ذمی (اہل کتاب کافر) کسی مسلمان کے جانور کو نیابۃً ذبح کر دے۔ تو اس سے اس ذمی کا جسم پاک ثابت نہیں ہوتا۔ ذبح کے حلال وحرام ہونے میں جسم کے پاک وناپاک ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ اللہ کا نام لے کر کوئی بھی ذبح کر دے۔ تو آیت کریمہ کے مطابق اس کا کھانا درست ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے مجوسی کا ہر قسم کا طعام کھانے کی اجازت دی۔ کیا اس سے مجوسی پاک ہو گیا؟ معلوم ہوا کہ فقہ حنفی نے ذمی کے ذبیحہ کو حلال کہا۔ لیکن اس کے جسم کی طہارت صرف نجفی کو نظر آئی تو جس طرح یہودی اور عیسائی خود ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال اسی طرح نیابۃً ذبح کرے تو پھر بھی حلال ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں عقیقہ کی شان

میزان الکبریٰ

قَالَ الْحَسَنُ يُطْلَى رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِهَا۔

(میزان الکبریٰ باب العقیقہ جلد دوم ص۱۵)

(رحمۃ الامہ کتاب الاضحیہ)

ترجمہ:

سُنی فقہ کا امام حسن بصری کہتا ہے۔ کہ عقیقہ میں جو جانور ذبح کیا جائے اُس کا خون بچے کے سر پر مَلا جائے۔

نوٹ:

نامعلوم سنی بھائیوں نے اپنے امام حسن بصری کے فتویٰ کو کیوں ترک کیا ہے۔ شاید اس فتوے پر عمل کرتے تو ہوں۔ لیکن چھپ کر۔ کیونکہ نجس ہے۔ اور وہ نجس خون بچے کے سر پر ملیں گے۔ تو اس میں کوئی برکت نہیں ہے۔ پس شیعوں کی ملامت کے

Marfat.com

ڈرسے سنی اس فتوے پر چپ کر عمل کرتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۱)

جواب:

صاحب میزان الکبریٰ کے باب العقیقہ میں عقیقہ کے متعلق کچھ اقوال ایسے ذکر فرمائے۔ جو اجماعی ہیں۔ اور کچھ شاذ قول نقل فرما کر اُن کے خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے اُن کی تردید کی ہے۔ نجفی کا پیش کردہ قول دراصل اقوال شاذہ میں سے ہے۔ جو اجماع کے خلاف ہے۔ اور اس کی آگے تردید ہے۔ لیکن مکار و فریبی کو اس سے کیا غرض کہ یہ عبارت کس طور لکھی گئی ہے۔ اُسے تو اپنا اُلو سیدھا کرنا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

میزان الکبریٰ:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ وَقْتَ ذَبْحِ الْعَقِيْقَةِ يَوْمَ السَّابِعِ مِنْ وِلَادَتِهٖ وَكَذَالِكَ اِتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُمَسُّ رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِ الْعَقِيْقَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ يُطْلٰى رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِهَا وَجَدْتُهٗ مِنْ مَسَائِلِ الْاِجْمَاعِ وَالْاِتِّفَاقِ

(میزان الکبریٰ للشعرانی جلد دوم ص ۵۶ باب الاضحیہ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے۔ اور اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ

Marfat.com

عقیقہ کے جانور کے خون کو نومولود کے سر پر نہ ملا جائے۔ اور حسن بصری نے کہا۔ کہ عقیقہ کے خون کو نومولود کے سر میں ملا جائے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے میں نے اجماعی اور اتفاقی مسائل میں پایا ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی کی بے ایمانی اور مکاری کھل کر سامنے آگئی۔ ایک ایسا مسئلہ جس کو صاحب کتاب خلافِ اجماع کہہ رہا ہے۔ نجفی اُسے سُنی فقہ سے تعبیر کر رہا ہے۔ اور پھر یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ چونکہ خون نجس ہے۔ اس کے ملنے پر شیعہ ملامت کریں گے الخ۔ کون کہتا ہے کہ یہ خون پاک ہے۔ ہم تو نہیں کہتے۔ ہو سکتا ہے کہ تم اسے طاہر سمجھو۔ باقی رہا ملامت کا معاملہ۔ تو جب ہمارا اس پر عمل ہی نہیں۔ نہ اعلانیہ نہ چوری چھپے۔ تو ملامت کا کیا خطرہ خطرہ تو تمہیں ہے۔ جو شب عاشورہ چوری چھپے بجلی بند کر کے جو کچھ کرتے ہو۔ اگر جائز سمجھتے ہو۔ تو چوک کربلا گامے شاہ میں دن دہاڑے کیا کرو۔ کیا سمجھے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳۹

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں ختنہ کی شان

بخاری شریف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِیْمُ بَعْدَ ثَمَانِیْنَ سَنَةً اِخْتَتَنَ بِالْقَدُوْمِ

(بخاری شریف کتاب الاستئذان
باب الختان۔ جلد ۴ ص ۶۶)

ترجمہ:

ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسّی برس کے بعد اپنا ختنہ تیشے کے ساتھ کیا۔

نوٹ:

ابوہریرہ نے کیا عمدہ خبر پہنچائی ہے۔ کہ اسی برس کے بعد ابراہیم نبی اپنا ختنہ کر رہے ہیں۔ اور ختنہ بھی اس آلے کے ساتھ کیا جس سے ترکھان (بڑھئی) لکڑی کاٹتے اور اسے تراشتے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ اسّی برس کی عمر میں حضرت ابراہیم کا مقام ختنہ کیا لکڑی کی طرح سخت ہو گیا تھا کہ اسے تیشے کے ساتھ کاٹنا پڑا۔

Marfat.com

یہ بات ابوہریرہ کے خرافات میں سے ہے۔ اور امام بخاری کی بے وقوفی کی بھی داد دینی چاہیئے جس نے بغیر سوچے سمجھے یہ خرافات بخاری میں لکھ دیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۵)

جواب:

اعتراض کے دو مختلف پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ اسی برس کی عمر میں ختنہ کرنا دوسرا یہ کہ تیشہ کے ساتھ کرنا۔

جہاں تک پہلی بات کا معاملہ ہے۔ یہ صرف اہل سنت کی روایات میں ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کی کتب میں بھی موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا اَسْلَمَ الرَّجُلُ اِخْتَتَنَ وَلَوْ بَلَغَ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً۔

(تہذیب الاحکام تصنیف ابوجعفر طوسی جلد ۷ ص ۴۴۵ فی الولادۃ الخ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۱۶۶ ا۔ فروع کافی)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد مسلمان ہو جائے۔ تو اُسے

Marfat.com

ختنہ کرانا چاہیئے۔ اگرچہ وہ اسّی برس کا ہو گیا ہو۔

اس روایت سے ثابت کیا ہوا کہ خواہ اسی برس کی عمر ہی ہو ختنہ کرانا ضروری ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ صرف سنیوں کا نہ ہوا۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت قابل اعتراض اور خرافات میں سے ہے۔ تو پھر تہذیب الاحکام وغیرہ کی روایت کے راوی بھی یہی قصور کر رہے ہیں۔ یہ کون ہیں۔ محقق طوسی، یعقوب کلینی اور شیخ محمد بن حسن حر عاملی۔ ان لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور امام موصوف نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی۔ ذرا کیسے وہی الفاظ اور اسی انداز سے ان حضرات کے بارے میں بھی۔ کیونکہ بات دونوں کی ایک ہے۔

اور اگر اعتراض اس امر پر ہو۔ کہ تیشہ کے ساتھ ختنہ کرنا درست نہیں۔ تو اس بات کی ذمہ داری نجفی پر ہے۔ کہ اس کی ممانعت ثابت کر دے اگر ممانعت ہوتی۔ تو ضرور کوئی حوالہ پیش کرتا۔ تو جبکہ ممانعت نہیں ہے۔ تو پھر اس کو کے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی۔ کرنا کس طرح قابلِ معافی ہوگا۔ اور پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مورد الزام ٹھہرانا کہ انہوں نے بغیر سوچے سمجھے یہ روایت بیان کر دی۔ کون اسے تسلیم کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے ایسا کافرانہ سلوک کرنا کتب شیعہ کے اعتبار سے اس کی سزا قتل سے کم نہیں ہے۔ اس لیے شیعہ برادری کو چاہیئے۔ کہ جسے تم نے حجۃ الاسلام کا لقب دیا ہے۔ اس نے حضرات ائمہ اہل بیت کی روایات تک کو خرافات کہنا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ ذرا اس کی واجبی سرزنش کریں۔ ورنہ وہ اپنی برادری کو جہنم سے پیچھے نہ چھوڑے گا۔

❖

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں عید کی شان ہو

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ تُغَنِّیَانِ فَاضْطَجَعَ عَلَی الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْہَہٗ وَدَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ فَانْتَھَرَنِیْ وَقَالَ مِزْمَارُ الشَّیْطَانِ فِیْ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَا اَبَا بَکْرٍ دَعْھُمَا اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا۔

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ گھر میں تشریف لائے اور میرے پاس دو کنیزیں گا رہی تھیں۔ حضور بستر پر لیٹ گئے اور منہ پھیر لیا۔

Marfat.com

پھر ابو بکر آئے۔ اور مجھے ڈانٹا اور کہا یہ شیطان باجے نبی کے گھر میں؟ نبی کریم نے فرمایا کہ چھوڑو ابو بکر ان کو (موج میلہ کرنے دو) ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے۔ اور یہ (شیطان باجے) ہماری عید ہے۔

صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد دوم ص۱۶۱

نوٹ:

بقول تمہارے فقہ نعمان۔ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر میں قوالی ہو رہی تھی عورتیں گا رہی تھیں۔ اور گھڑا تھالی بجا رہی تھیں۔ نیز بخاری شریف کے اسی باب میں لکھا ہے۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حبشیوں کا ناچ اور گتکا بازی بھی کھائی سنی فقہ بقول تمہارے حضور پاک کا گھر شریعت کدہ تھا یا کوئی سٹوڈیو تھا۔ جس میں عید کے روز ڈھولک بجتی تھی۔ حنفی علماء کو چاہیے۔ کہ عید کے دن سنت عائشہ زندہ کریں۔ اور بیویوں کو سینما میں لے جا کر کوئی اچھا سا شو دکھائیں۔ اور اس نیک عمل کا ثواب بی بی عائشہ کی روح کو ہدیہ کریں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

جواب:

نجفی شیعی نے اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور کاشانۂ نبوت کی جو توہین کی ہے۔ اور
خنزیری و نیم ہیمی زبان استعمال کی ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل بخاری شریف سے نقل کردہ حدیث کا سیاق و سباق ہم پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اصل واقعہ سامنے آنے پر نجفی کی بے ایمانی اور بد دیانتی آشکارا ہو جائے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس کی تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کے گردونواح میں دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج رہائش پذیر تھے۔ ان دونوں قبیلوں کے مابین "بعاث" نامی قلعہ میں بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ جو ایک سو بیس سال تک چلتی رہی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت اسلام و ایمان عطا فرمائی۔ تو ان کی باہمی لڑائی ختم ہو گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ فرما ہوئے۔ تو آپ نے ان دونوں قبیلوں کے درمیان محبت و الفت پیدا فرمائی۔ "بنی ارفدہ" ان حبشیوں کا لقب تھا۔ جو جنگی مظاہر کیا کرتے تھے (کرمانی) "بعاث" کی جنگ میں گائے جانے والے گانے انصار کی لڑائی اور ان کی بہادری کے واقعات پر مشتمل ہوتے تھے۔ جن کے ذریعہ کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے جوش و جذبہ بڑھتا تھا اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون بڑھتا تھا یہی وجہ تھی کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گانوں کی اجازت دی۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے اشعار پڑھے جائیں جو فحش اور بری باتوں پر مشتمل ہوں کیونکہ وہ بچیاں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں غنا کرتی تھیں وہ ایسے اشعار پڑھتی تھیں۔ جن میں لڑائی اور بہادری کے ادصاف تھے۔ اور دوران جنگ ان شعروں کو پڑھا جاتا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پڑھنے کی اجازت عطاء فرمائی۔ لیکن اُس غناء میں کہ جس کے اندر خوبصورت لڑکوں، عورتوں اور شراب و کباب کی باتیں ہوں۔ جن کے سننے سے دلوں میں ناجائز خواہشات زور پکڑتی ہوں خواہشات نفسانی اور شہوات میں اضافہ و اشتعال پیدا ہوتا ہو۔ ان کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ چلو اُن بچیوں کے اشعار حرب و ضرب اور شجاعت پر مبنی نہیں تھے لیکن اُن حبشی مردوں کا گتکا کھیلنا اور پھر انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دیکھنا یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مائی صاحبہ کے محرم نہ تھے۔ اور غیر محرم سے پردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ

Marfat.com

مِنَ اَبۡصَارِھِنَّ۔ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ غیر محرموں سے اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں تو اس اعتراض کا جواب علامہ عینی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ان غیر محرموں کو دیکھنا۔ پردہ کی آیت کے اترنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس کا جواب یہ دینا غلط ہے۔ کہ اس وقت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا بالغ نہ تھیں۔ (اور نابالغ کے لیے غیر محرموں کو دیکھنا جائز ہے) وجہ یہ ہے کہ ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ حبشیوں کا واقعہ سات ہجری میں ہوا جب وہ مدینہ منورہ آئے تھے۔ اور سات ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف تقریباً پندرہ برس تھی۔ مائی صاحبہ کا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا تھا۔ اور رخصتی نو برس ہوئی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عید کے موقعہ پر بچوں کو خوشی اور سرور کے امور مہیا کرنا جائز ہے؛

واقعہ ہم نے کچھ تفصیل سے ذکر کر دیا۔ اب اس کو جس رنگ اور بد دیانتی کے روپ میں نجفی شیعہ نے پیش کیا ہے۔ ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔

۱۔ گانے والی دو بچیاں تھیں نجفی نے ترجمہ یہ کیا۔ دو کنیزیں گا رہی تھیں۔ اور اس پر "نوٹ" لکھا کہ عورتیں گا رہی تھیں۔ اور گھڑا تھالی بجا رہی تھیں۔ دونوں کا موازنہ کریں۔ کہ مطلب کیا تھا۔ اور اسے خبثِ باطنی کی وجہ سے کس طرف لے جایا گیا۔ گھڑا تھالی بجا کر گا رہی تھیں۔ ایسا ہرگز نہ تھا۔ تو پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس کو سینما کہنا اور بچیوں کے گانے کو سینما کا شور قرار دینا۔ ابولہبی اور ابوجہلی نہیں تو اور کیا ہے۔

۲۔ بچیاں انصار کی بہادری اور جنگی کارناموں کے اشعار پڑھ رہی تھیں نجفی شیعی نے یہ کہا۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر قوالی ہو رہی تھی۔ اس نامنہار سے کوئی پوچھے قوالی میں جنگی کارناموں اور جنگجو لوگوں کے اوصاف بیان ہوتے ہیں۔ یا اللہ اور

Marfat.com

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غلاموں کے تذکرے ہوتے ہیں؟

۳۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے۔ اور یہ (دن) ہماری عید ہے۔ نجفی نے اس کا ترجمہ کیا۔ اور یہ شیطانی باجے ہماری عید ہے۔ لفظ ہذا جس کا معنی اردو میں یہ ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ نجفی کے نزدیک شیطانی باجے ہیں۔ لیکن وہ شیطانی باجے کہاں تھے۔ لڑکیوں کے پاس تو تھے نہیں۔ وہ تو زبانی ترنم سے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بھی نہ تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لے کر نہیں آئے تھے۔ آخر وہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کے کتے ذہن کی پیداوار ہے۔ اس کے ذہن میں شیطانی باجے اور گھڑا اور تھالی تھے۔ تو لفظ "ھذا" کا مشارٌ الیہ اس نے انہیں ہی سمجھ کر ترجمہ کر دیا۔ اور ایسا کرنا بھی چاہیئے تھا۔ آخر ان کے مذہب میں گھڑا، تھالی، باجے اور دیگر آلاتِ لہو ولعب کا خاطر خواہ دخل ہے۔ اس کے لیے دلیل نہیں بلکہ مشاہدہ پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جتنی پیشہ ور گانے والی اور گانے والے ہیں۔ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ جتنے "استاد" ہیں۔ وہ امام باڑوں میں نظر آتے ہیں۔ جتنی ایکٹرسیں ہیں وہ مجلس تعزیت اور شام غریباں کی رونق ہوتی ہیں۔ ان "متعہ کی پیداوار کو ہی کلاریب دیتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن سے نجفی شیعی کا رشتہ ناطہ ہے۔ ہمیں کہا گیا کہ سنتِ عائشہ زندہ کرو اور اپنی بیویوں کو سینما لے جا کر اچھا شو دکھاؤ۔ الخ لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس انداز سے توہین کی گئی ہے۔ اس کے کفر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور مذہب شیعہ میں بھی ایسے قائل کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔ ہم ایک مرتبہ پھر شیعہ لوگوں کو نجفی کے ان خیالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ تمہارا بنایا ہوا "حجۃ الاسلام" بارگاہِ رسالت میں ایسے الفاظ بک گیا ہے۔ کہ گیا گزرا مسلمان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ فتنہ ہے۔ اس فتنہ کو دباؤ۔ ورنہ تمہیں جلا کر راکھ کر دے گا۔

Marfat.com

آنکھوں دیکھا حال

۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ کہ راقم الحروف خشکی کے راستہ حج پر گیا۔ واپسی پر بغداد شریف میں واقع مسجد براسہ میں قیام تھا۔ یہ وہ مسجد ہے۔ جہاں جنگ نہروان ہوئی اور دعا سے ایک پانی کا چشمہ پھوٹا۔ جو آج بھی موجود ہے۔ یہ مسجد اہل تشیع کے نزدیک کعبہ کی ہم پلہ ہے۔ دس محرم الحرام تھا۔ رات کے وقت کاظمین سے ایک جلوس نکلا جو اسی مسجد میں آکر ختم ہوا۔ اس میں ڈھول، باجے اور گانے بجانے کے دیگر آلات شامل تھے۔ یہ جلوس "دیوم عاشورا" کا تھا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تھا۔ کسی شیعی کا اس جلوس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ یہی ہوگا۔ کہ یہ جلوس شیطانی جلوس تھا۔ مسجد براسہ سینما یا سٹوڈیو تھی۔ اور اس میں گانے بجانے والے شیطان کے چیلے تھے۔ اگر میرے اس مشاہدے پر شک ہو تو اپنے مجتہد شیخ قمی کی تحریر ہی پڑھ لو۔

منتہی الآمال:

ترجمہ: مختصر یہ کہ اس بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ اور میری اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے۔ کہ تمام شیعہ اور خصوصاً ذاکرین توجہ کریں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری اور سوگواری کے لیے ایسا طریقہ اپنائیں۔ جس سے خارجیوں کے لیے لعن طعن سے بچا جا سکے۔ صرف واجبات اور مستحبات پر ہی اکتفا کیا جائے۔ اور محرمات کے استعمال سے پرہیز کریں۔ جیسا کہ گانا مرثیہ خوانی جو غالباً نوحہ جات سے خالی نہیں ہوتا

Marfat.com

اور من گھڑت واقعات اور ضعیف حکایات جن پر کذب کا ظن ہو۔ اور جو ایسی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جو غیر معتبر ہیں۔ بلکہ ان کتابوں سے منقول ہیں جن کے مصنف نہ تو دین دار تھے۔ نہ انہیں علم حاصل تھا۔ اور نہ حدیث کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ اور اس عظیم عبادت میں شیطان کو دخل اندازی کا موقعہ نہیں دینا چاہیئے۔ اور بہت سے گناہ کے کام جو عبادت کی روح کو ہی ختم کر دیتے ہیں۔ اُن سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔ خاص کر جھوٹ اور گانا کہ یہ کام اب عام طور پر جاری ہیں اور بہت کم مجلسیں ایسی ہوں گی۔ جن میں یہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ اور درست طریقہ یہ ہے۔ کہ محافل و مجالس میں ایسی روایات بھی ذکر کی جائیں۔ جن میں ان امور کی قباحت اور ان پر عذاب و سزا کا ذکر ہو تاکہ جو شخص (شیعہ) ان کاموں کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ اپنا رویہ درست کر لے۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۴۴۵ ذکر پارہ از احادیث الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

مذکورہ عبارت میں شیعہ مجتہد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں منعقدہ شیعی مجالس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے تنبیہ کی ہے اور ذاکرین وغیرہ کو یہ سمجھایا ہے۔ کہ ہماری مجالس میں جو محرفات و خرافات داخل ہو چکی ہیں۔ اُن سے اجتناب برتنے کی تلقین و تبلیغ کی جائے۔ کیونکہ ان کاموں کی وجہ سے یہ محفلیں ثواب کی بجائے عذاب کا ذریعہ بن چکی ہیں۔ اُن میں خرافات داخل ہو چکی ہے۔ ان شیعہ مجالس کو ایک طرف رکھیں۔ اور دوسری طرف ان نوحوں کے ترنم سے پڑھے جانے والے

Marfat.com

اشعار۔ پھر انصاف کی عینک لگا کر دونوں میں فرق دیکھیں۔ تو آپ واضح فرق محسوس کریں گے۔ اور نجفی شیعی کے نظریہ کے نظریہ کے مطابق کاشانۂ نبوت کی بجائے مجالس شیعہ ودسینما ،، نظر آئیں گی۔ اوران میں محرمات وخرافات ہی شیطانی افعال اور شیطانی باجے نظر آئیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۱

حقیقت فقہ حنفیہ:

خطبہ نماز عید سے قبل پڑھنا سنت مروان ہے

صحیح بخاری شریف:

فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ

(صحیح بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب العیدین جلد دوم ص ۱۸)

ترجمہ:

ابو سعید خدری کہتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ وعظ و نصیحت نماز عید کے بعد دیا کرتے تھے۔ بنو امیہ کے دور میں جب مروان حاکم مدینہ تھا۔ اور عید کا دن تھا۔ مروان جب نماز عید کے لیے آیا تو اس نے خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا چاہا۔ فَقُلْتُ لَهٗ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم نے دین کو بدل دیا ہے۔ مروان نے کہا بتیا کیا کریں لوگ نماز عید کے بعد ہم سے خطبہ سننے کے لیے بیٹھتے نہیں۔ اس لیے میں نے خطبہ

Marfat.com

کو نماز سے پہلے کر دیا۔

نوٹ:

بنو امیہ اپنے خطبوں میں عترتِ رسول کی توہین کرتے تھے۔ اور لوگ ایسے خطبوں سے نفرت کرتے ہوئے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ لہٰذا مروان نے یہ چالاکی کی خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا۔ اور یہی سنتِ مروان سنی بھائیوں میں آج تک چلی آرہی ہے۔ (حقیقت فقہ جعفریہ ص ۱۱۶)

جواب:

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ "حقیقت فقہ حنفیہ" لکھتے وقت نجفی کو کوئی معقول اعتراض نہ مل سکا۔ اور جو اعتراض اس نے لکھے۔ ان میں کذب وجہالت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور کہیں تو اس کی بدحواسی صاف دکھائی دیتی ہے۔ نجفی اور اس کے تمام ساتھی اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور بارہا مشاہدہ کر چکے ہوں گے۔ کہ ہم اہلسنت نمازِ عید کا خطبہ نماز سے پہلے نہیں بلکہ نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔ ہماری کتب میں بھی یہی ہے۔ اور ہمارا عمل بھی یہی ہے۔ اب اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ کہا گیا۔ کہ "مروان کی سنت سنی بھائیوں میں آج تک چلی آرہی ہے" یہ جھوٹ اس قدر واضح ہے۔ کہ کوئی شخص دوپہر کے وقت کڑکتی دھوپ میں کھڑے ہو کر کہے۔ کہ آج سورج نہیں نکلا۔ نجفی کے کذاب ہونے کا یہ عالم کہ عام آدمی تو کجا اللہ اور اس کے رسول وائمہ اہل بیت تک کوئی بھی اس سے نہ بچا۔ لہٰذا ان کے امام زمان، امام قائم ایسے ہی لوگوں کی سزا کے لیے ان کے بقول آئیں گے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

رجال کشی:

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لَوْ قَامَ قَائِمُنَا بَدَأَ بِكَذَّابِي الشِّيْعَةِ فَقَتَلَهُمْ۔

(رجال کشی ص ۲۵۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

مفضل بن عمر کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرمایا اگر ہمارا امام قائم آگیا تو سب سے پہلے ہمارے ان شیعوں کو قتل کرے گا جو پرلے درجے کے جھوٹے ہوں گے۔

لہٰذا اعتقاد شیعہ کے مطابق وہ امام قائم، جن لوگوں سے انتقام لیں گے۔ اور انہیں سب سے پہلے واصل جہنم کریں گے۔ ان میں سے ایک دو نجفی شیعی، کا ہونا یقینی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں جُمعہ کی شان

بخاری شریف

قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيْهِ۔

(بخاری شریف باب غزوہ حدیبیہ جلد پنجم، صفحہ نمبر ۱۲۵)

ترجمہ:

سلمہ بن اکوع کہتا ہے۔ کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آئے۔ تو دیوار کا اتنا سایہ بھی نہ تھا۔ کہ جس میں ہم کھڑے ہو سکیں۔

نوٹ:

سنی بھائیوں نے آج کل کرسی کے لالچ میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو چھوڑ دیا ہے۔ اور سنی علماء سیاسی تقریر کی خاطر جمعہ کی نماز دیر سے پڑھاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی مروان کی طرح خطرہ ہے۔ کہ اگر نماز جمعہ بروقت پڑھادی۔ تو بعد میں ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۸)

جواب:

ہم اہل سنت احناف کے نزدیک نماز ظہر اور جمعہ دونوں کا وقت ایک سا ہے۔ زوال سے اس کی ابتداء ہوتی ہے۔ یعنی نصف النہار کے وقت کسی چیز کا اصلی سایہ جب بڑھنا شروع ہو جائے۔ تو یہ وقت ابتداء ظہر اور جمعہ کا وقت ہے۔ اس وقت سایہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ جس میں کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا روایت بالا میں جمعہ کی نماز کا جو وقت معلوم ہوتا ہے۔ احناف کی فقہ کے خلاف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اسی بخاری شریف میں ہے۔ کہ موسم گرما میں یہ نماز ذرا گرمی کم ہونے کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔

بخاری شریف:

خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا اَنَسَ ابْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ

(بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۲۴ کتاب الجمعۃ الخ مطبوعہ نور کراچی)

ترجمہ:

خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک کے آدمی سے سنا

Marfat.com

کہا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں نماز جلدی پڑھا کرتے تھے۔ اور گرمیوں میں ٹھنڈا کرتے۔ اس نماز سے مراد "جمعہ" ہے۔

مسلک احناف اس مسئلہ میں واضح ہے۔ یعنی نماز جمعہ زوال کے فوراً بعد اور خاص کر گرمیوں میں گرمی کا زور ٹوٹنے کے بعد ادا کرنا درست ہے۔ لہٰذا اس کو مردان کے خطبہ سے تشبیہ دینا کیسی حماقت اور قباحت ہے۔ یہاں بھی وہی بدحواسی آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ یہ کہ نجفی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "انہیں بھی مروان کی طرح خطرہ ہے کہ اگر نماز جمعہ بروقت پڑھا دی۔ تو بعد میں ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا" اسے یہ بھی خبر نہیں۔ کہ تقریر جمعہ سے پہلی کی جاتی ہے یا جمعہ کے بعد کیسی بُری تشبیہ ہے۔ اور یہاں کی پرانی روش ہے۔ اہل بیت کی ایسی تشبیہ کھینچی۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

انوار نعمانیہ:

اَلْغُرَابِيَّةُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ بِعَلِيٍّ اَشْبَهُ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ وَالذُّبَابِ فَبَعَثَ اللّٰهُ جِبْرِيْلَ اِلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَغَلَطَ جِبْرَئِيْلُ فِيْ تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ مِنْ عَلِيٍّ اِلٰى مُحَمَّدٍ۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم
ص ۲۳۷ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:
شیعوں کا ایک فرقہ "غرابیہ" کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ مشابہ تھے جیسا کہ

Marfat.com

ایک کو دوسرے کتے اور ایک مکھی دوسری مکھی کے مشابہ ہوتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حضرت علی المرتضیٰ کی طرف بھیجا۔ انہیں غلطی لگی۔ اور تبلیغ رسالت حضرت علی المرتضیٰ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گئی۔

ایک اور تشبیہہ ملاحظہ ہو:

تفسیر قمی:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام اِنَّ هٰذَا الْمَثَلَ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام فَالْبَعُوْضَةُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَا فَوْقَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(تفسیر قمی ص ۳۱ مطبوعہ ایران طبع قدیم)
(تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۸۲، امامیہ کتب خانہ لاہور)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا کی تفسیر میں) فرماتے ہیں۔ کہ یہ کہاوت اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بیان کی ہے۔ لہذا "مچھر" علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور "ما فوق" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

ان حوالہ جات سے آپ نے معلوم کر لیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوا اور مکھی سے مشابہ کہا گیا۔ اور مچھر تو انہیں اللہ تعالیٰ نے کہا (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوا اور مکھی ہونے میں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہیں۔ لیکن مچھر سے کم درجہ ہیں ان کی تشبیہات سے خدا کی پناہ

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں زکوٰۃ کی شان

میزان الکبریٰ

اِنَّهٗ لَا تَجِبُ الزَّكٰوةُ اِلَّا عَلٰى مَنْ يَرٰى لَهٗ مِلْكًا مَعَ اللّٰهِ اَمَّا مَنْ لَا يَرٰى لَهٗ مِلْكًا مَعَ اللّٰهِ كَشْفًا وَيَقِينًا فَلَا زَكٰوةَ عَلَيْهِ۔

(میزان الکبریٰ۔ باب زکوٰۃ الذہب جلد دوم ص ۷)

ترجمہ:
زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہے۔ کہ وہ دنیاوی چیزوں کا اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی مالک سمجھتا ہو۔ اور جو شخص دنیاوی چیزوں کا اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھتا۔ اس بات کا اسے کشف اور یقین ہوا ہے۔ اور اس کے نزدیک ہر شئی کا مالک صرف اللہ ہے۔ ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

Marfat.com

نوٹ:

ارباب انصاف دیکھا۔ آپ نے ملاؤں کی عیاریوں اور مکاریوں کو کس چالاکی سے انہوں نے ملانہ برادری کو زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرنے سے بچا لیا ہے۔ کیونکہ یہ ملانے عارف لوگ ہیں۔ اور ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ کو سمجھتے ہیں۔ پس ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور باقی رہے غریب غرباء اور جاہل عوام۔ تو وہ چونکہ بدھو ہوتے ہیں۔ اور انہیں معرفت نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ زکوٰۃ والی چکی میں ساری زندگی پستے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ۔ ص ۱۱۸ ۔ ۱۱۹)

جواب:

نجفی شیعی نے "میزان الکبریٰ"، کی عبارت کو مکمل نقل نہ کر کے دیرینہ بددیانتی کا مہر ثبوت مہیا کر دیا۔ کیونکہ اس طرح اس سے اعتراض کا جواب بھی مل جاتا تھا۔ عبارت یہ ہے۔

میزان الکبریٰ

ثُمَّ اِنَّهُ لَا فَرْقَ فِیْ وُجُوْبِ الزَّکٰوۃِ عَلٰی مَنْ مَلَكَ النِّصَابَ بَیْنَ اَنْ یَکُوْنَ مِنَ الْعَوَامِ اَوْ مِنْ اَهْلِ الْکَشْفِ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ بَعْضُ الصُّوْفِیَّةِ مِنْ اَنَّهُ لَا تَجِبُ اِلَّا عَلٰی مَنْ یَرٰی لَهُ مِلْکًا مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَمَّا مَنْ لَا یَرٰی لَهُ مِلْکًا مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی کَشْفًا وَیَقِیْنًا فَلَا زَکٰوۃَ عَلَیْهِ اِنْتَهٰی وَالْحَقُّ اَنَّهَا تَجِبُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ فَضْلًا عَنْ

Marfat.com

عَلَيْهِمْ لِاَنَّ فِيْ كُلِّ اِنْسَانٍ جُزْءًا يَدَّعِيْ الْمِلْكَ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ يَسْتَخْلِفُ فِي الْاَرْضِ وَلَوْلَا ذَالِكَ مَا صَحَّ عِتْقٌ وَلَا بَيْعٌ وَلَا شِرَاءٌ وَلَا غَيْرُ ذَالِكَ فَافْهَمُوْا۔

(میزان الکبریٰ جلد ۲ ص ۸ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

پھر یہ بات واضح ہے۔ کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے میں عوام و خواص کا کوئی فرق نہیں۔ صاحبِ کشف ہو یا نہ ہو۔ اگر مالکِ نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس میں بعض صوفیاء کا اختلاف ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی ملکیت بھی سمجھتا ہو لیکن جو بذریعہ کشف اور یقین صرف اللہ کو ہی مالک سمجھتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ انتہی۔ اور حق یہ ہے۔ کہ زکوٰۃ حضرات انبیاء کرام پر واجب تھی۔ ان کے علاوہ پر واجب کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ ہر انسان میں کسی نہ کسی طرح ملکیت موجود ہے۔ کیونکہ زمین پر اُسے اللہ کی خلافت سونپی گئی ہے اور اگر ملکیت بالکل نہ ہوتی۔ تو آزاد کرنا اور لین دین وغیرہ کبھی بھی درست نہ ہوتے۔ یہ بات سمجھو۔

"میزان الکبریٰ" کی عبارت میں وہ حصہ جو نجفی نے اعتراض و الزام کے لیے چن لیا تھا۔ اُسے بعض صوفیاء کا نقطۂ نظر قرار دیا گیا ہے۔ اور صاحبِ میزان الکبریٰ نے ان کے اس خیال کی تردید کی ہے۔ یعنی اگر ان کا صاحبِ کشف و یقین ہونا یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ کسی چیز کے مالک نہ رہیں۔ تو حضرات انبیاء کرام سے بڑھ کر اس

Marfat.com

بات کا کس کو یقین تھا۔ باوجود یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے وہ زکوٰۃ ادا کرتے رہے اس لیے اُن بعض صوفیار کا یہ نظریہ خلافِ حق ہے۔ تو جسے "خلافِ حق" قرار دے کر اس کے غلط ہونے کی دلیل پیش کی گئی۔ تجھی کو وہ سنی فقہ کا سچا مسئلہ نظر آیا۔ بس یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح خود "میزان الکبریٰ" کی عبارت کا خون کیا اور پھر اس سے "حقیقت فقہ حنفیہ" کو خونیں قمیض پہنا کر داد وصول کرنا چاہی اور اپنی "صداقت" کا علم بلند کیا۔ علاوہ ازیں یہاں بھی بدحواسی کا شکار ہوا۔ لکھتا ہے "غریب غربار لوگ زکوٰۃ کی چکی میں پس رہے ہیں" اس سے کوئی دریافت کرے کہ غریب غربار پر زکوٰۃ کس نے فرض کی ہے۔؟ اور دوسروں سے کس نے معاف کی ہے؟ اگر غریب غربار پر زکوٰۃ ہوتی تو یہ کہنا درست تھا۔ وہ دینے کی بجائے زکوٰۃ کے مصارف ہیں لیکن حسد و بغض اور بدحواسی کے عالم میں "حجۃ الاسلام" کو کچھ بھی یاد نہ رہا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سزا مل رہی ہے۔ ان گستاخیوں، مکاریوں اور عیاریوں کی جو یہ کرتا پھرتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۴

زکوٰۃ کے متعلق بھانت بھانت کے فتوے۔

زکوٰۃ کے باب میں سنی بھائیوں کے اماموں کے بھانت بھانت کے فتوے ہیں۔ مثلاً ان کا امام اوزاعی کہتا ہے۔ کہ زکوٰۃ میں نیت شرط نہیں ہے۔ ان کا امام اعظم کہتا ہے۔ کہ بچہ اور دیوانہ خواہ کتنے سرمایہ دار ہوں۔ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ جس آدمی پر زکوٰۃ واجب تھی۔ اور وہ مر گیا ہے۔ تو زکوٰۃ اسے معاف ہے۔ لیکن باقی تینوں امام کہتے ہیں۔ کہ اس سے زکوٰۃ معاف نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ زمین کی پیداوار خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ نصاب کی کوئی قید نہیں ہے اور یہ فتوائے نعمانی بقول قاضی عبدالوہاب اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے۔ نیز سُنی فقہ میں ہے۔ کہ کپاس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز زمین اگر ٹھیکہ پر دی جائے۔ تو امام اعظم کہتا ہے۔ کہ پیداوار کی زکوٰۃ زمین کے مالک پر واجب ہے اور باقی امام کہتے ہیں۔ کہ مالک پر نہیں ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرت سنیوں کی کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ کی کتاب الزکوٰۃ اور کتاب میزان الکبریٰ باب الزکوٰۃ کا مطالعہ کرے۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ سنی فقہ کا باب الزکوٰۃ اسی طرح الجھا ہوا ہے۔ جس طرح جولاہوں کی تانی میں کوئی گدھا گھس جائے۔ تو اس تانی کے تاگے آپس میں الجھ جاتے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۹)

Marfat.com

جواب:

نجفی شیعی نے اپنی کتاب کے نام کی بھی لاج نہ رکھی "حقیقتِ فقہ حنفیہ" میں فقہ حنفیہ پر اعتراض ہونا چاہیئے تھے۔ فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے مسائل نام سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتے۔ اسی لیے نجفی کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا پڑا۔ اور فقہ حنفی کی بجائے سنی فقہ لکھ کر اعتراض کیا ہے۔ یہ ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ اہل سنت کے فقہی مکاتب کی طرح اہل تشیع کے بیسیوں ٹولے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ باہم اختلاف ہے۔ لیکن اس کو شیعوں کا اختلاف کہا جائے گا۔ اور یہ اختلاف نجفی کی زبان پر بد رُں کہلائے گا۔ دین واسلام کی ایک پکی پکائی فصل تھی۔ جس میں شیعوں کے باہم اختلاف کا خنزیر آگھسا۔ اور اس نے ساری فصل تباہ و برباد کر دی۔

اعتراض میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق دو چار باتیں درج ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جو آدمی صاحبِ نصاب تھا۔ اور زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے پہلے مر گیا۔ اُسے زکوٰۃ "معاف" ہے اس بارے میں نجفی نے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ میزان الکبریٰ میں موجود اس مسئلہ کا خلاصہ سن کر آپ بھی یہی کہیں گے۔ مسئلہ یہ ہے۔ کوئی شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا تھی۔ لیکن مرتے وقت زکوٰۃ کے ادا کرنے کی وصیت نہیں کر گیا۔ اب اس کی وراثت کا معاملہ دو طرح کا ایک ورثاء کا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا۔ ورثاء کے حصہ کو حقوق العباد اور اللہ تعالیٰ کے قرض کو حقوق اللہ کہیں گے۔ گویا اس کی وراثت میں دونوں حقوق موجود ہیں۔ تو اب مسئلہ قانون کے مطابق حقوق العباد کو ترجیح ہو گی۔ اس قانون کے پیش نظر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اس میت کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔

Marfat.com

حاشیہ سراجی:

فَاِنَّهٗ يَسْقُطُ بِالْمَوْتِ عِنْدَنَا لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ شَرْطُهَا الْاَدَاءُ بِالنَّفْسِ فَاِذَا مَاتَ فَاتَ الشَّرْطُ اِلَّا اِنْ يَتَبَرَّعَ بِهٖ الْوَرَثَةُ اَوْ يُوْصِيْ بِهَا۔ (حاشیہ سراجی)

ترجمہ:

ہمارے نزدیک موت کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا ایک عبادت ہے۔ اور عبادت کے لیے شرط ہے۔ کہ اُسے وہی ادا کرے۔ جس پر لازم ہوئی۔ تو جب آدمی مر گیا۔ تو اب وہ خود ادا کرنے کی شرط پوری نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اُس سے زکوٰۃ ساقط ہو گئی ہے۔)

ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے وارث اُس کے بھلے کے لیے از خود کچھ دے دیں۔ یا وہ بوقتِ مرگ وصیت کر گیا ہو۔ کہ میرے مال میں سے میری زکوٰۃ ادا کر دینا۔ سراجی کی شرح شریفیہ ص ۵ پر یُوں لکھا ہوا ہے۔

حاشیہ سراجی:

اِذَا اجْتَمَعَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَقُّ الْعِبَادِ فِيْ عَيْنٍ وَقَدْ ضَاقَتْ عَنِ الْوَفَاءِ بِهِمَا يُقَدَّمُ حَقُّ الْعَبْدِ لِاحْتِيَاجِهٖ مَعَ اِسْتِغْنَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكَرَمِهٖ۔

Marfat.com

ترجمہ:

اگر کسی معین چیز میں اللہ اور بندے کا حق جمع ہو جائیں۔ اور دونوں کی ادائیگی مکمل نہ ہو سکتی ہو۔ تو اس صورت میں بندے کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم کیا جائے گا۔ کیونکہ بندہ ضروریات رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے پروا اور کریم ہے۔

مختصر یہ کہ آدمی کے فوت ہو جانے کے بعد زکوٰۃ "ساقط" ہو جاتی ہے۔ لیکن نجفی نے کمال بددیانتی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے زکوٰۃ کی "معافی" کا قول کیا۔ حالانکہ میزان الکبریٰ میں "معاف" کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ مرنے کے بعد چونکہ وہ مکلف نہ رہا۔ اس لیے ادا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کے وارث (بغیر وصیت) ادا کرنے کے پابند ہیں۔ لہٰذا ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ ادا نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہی ساقط ہونے کا مفہوم ہے۔ مزید یہ کہ اُسے بروز قیامت زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے بازپرس ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کی زکوٰۃ "معاف" ہو جائے۔ تو نہ ادا ہو سکی۔ اور نہ ہی قیامت کو اس بارے میں سوال ہو گا۔ اس فرق سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ احناف کا مسلک "سقوط" ہے۔ اور نجفی نے اُسے "معاف" لکھ کر بددیانتی کی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

☆

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں جہاد کی شان

میزان الکبریٰ

اِنَّهٗ اِذَا الْتَقَى الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الْحَاضِرِيْنَ الثَّبَاتُ وَحَرُمَ عَلَيْهِمُ الْفِرَارُ

(میزان الکبریٰ کتاب السیر ص۱۷۵ ج۲)

ترجمہ:

کہ جب دونوں لشکر میدان میں ٹکرا جائیں۔ تو جو مسلمان میدانِ جنگ میں ہوں۔ ان پر ثابت قدم رہنا واجب ہے۔ اور بھاگنا ان کے لیے حرام ہے۔

نوٹ:

جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے۔ اور قرآن پاک میں جنگ سے بھاگنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ پس ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے زمانہ میں جنگ احد۔ جنگ خیبر، جنگ حنین میں جان بچا کر دُم اٹھا کر ایسے بھاگے کہ آگے پیچھے کی کوئی خبر نہ رہی۔ پس جہاد ایک بہت بڑا فریضہ اسلامی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ وہ خلافت حقہ کے حقدار نہیں ہیں۔

نوٹ ۱۲:

شیعہ فقہ میں جہاد کی بہت تاکید ہے۔ اور جو شخص میدانِ جہاد میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور یہ اتنی بڑی نیکی ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے البتہ اس کے شرائط ہیں۔ اور سب سے بڑی شرط ہے۔ کہ امام یا نبی کے ساتھ جہاد کیا جائے سنی بھائی عام طور پر شیعوں کو یہ الزام دیتے ہیں۔ کہ شیعہ جہاد کے منکر ہیں۔ یہ ان کا جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ اگر سنی بھائی جہاد کا مطلب یہ لیتے ہیں۔ کہ ہمسایہ ملکوں پر چڑھائی کی جائے۔ اور اسلام کے نام پر لوٹ مار کی جائے۔ تو یہ جہاد نہیں۔ بلکہ فساد فی الارض ہے۔ نیز اگر مذکورہ صورت میں جہاد ہے۔ تو آج کل سنی بھائی تمام کے تمام اس فریضہ کے تارک ہیں۔ اور گناہ گار ہیں۔ لہٰذا ان کا فرض ہے۔ کہ جہاد کے نام پر بھارت چین اور روس کے ساتھ اپنے فاروق کا نام لے کر ایک ایک کر کے ٹکرا جائیں ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانہ کی فتوحات جتنی ہیں۔ وہ جہاد اور اسلامی جنگیں نہیں۔ بلکہ وہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھیں۔ اور وہی جنگیں باعث بنی ہیں کہ اقوام عالم اسلام سے متنفر ہو گئیں۔ اور انہی جنگوں کا خمیازہ مسلمان آج بھی بھگت رہے ہیں۔ اور ایک غیر معین عرصہ تک بھگتیں گے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۱)

جواب:

"جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے"۔ ان الفاظ کے لیے میزان الکبریٰ کی عبارت یہ ہے۔ حَرُمَ عَلَيْهِمُ الفرارُ بظاہر بات وزنی معلوم ہوتی ہے

Marfat.com

لیکن میدانِ تحقیق میں یہ مفہوم ہی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ "بھاگنے کی حرمت" کا خاص موقعہ ہے۔ ورنہ بعض دفعہ بھاگنا لازم ہو جاتا ہے۔ نجفی اگر میزان الکبرای کی پوری عبارت نقل کرتا۔ تو جو کچھ ہم نے لکھا۔ وہی سامنے آجاتا۔ اور اس کے لیے مطلب برآری مشکل ہو جاتی۔ پوری عبارت یہ ہے۔

میزان الکبرای:

اِذَا الْتَقَی الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ الْحَاضِرِیْنَ الثُّبَاتُ وَحَرُمَ عَلَیْهِمُ الْفِرَارُ اِلَّا اَنْ یَکُوْنُوْا مُتَحَرِّفِیْنَ لِقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزِیْنَ اِلٰی فِئَةٍ اَوْ یَکُوْنَ الْوَاحِدُ مَعَ ثَلَاثَةٍ اَوِ الْمِائَةُ مَعَ ثَلٰثِمِائَةٍ فَیُبَاحُ الْفِرَارُ

(میزان الکبری جلد اول ص۹۸ مصر قدیم)

ترجمہ:

جب مسلمانوں اور کافروں کی دونوں جماعتیں میدان جنگ میں ٹکرا جائیں۔ تو اس وقت موجود تمام مسلمانوں پر ڈٹ جانا واجب ہوتا ہے۔ اور بھاگنا حرام۔ ہاں اگر مسلمان اس لیے پیچھے ہٹتے ہیں کہ ان کا ایسا کرنا لڑائی کے فن کے مطابق ہو یا اس لیے کہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملانے کے لیے پیچھے ہٹے۔ یا ایک مسلمان اور تین اس کے مقابل کافر یا ایک سو مسلمان اور ان کے مدمقابل تین سو کفار ہوں تو ان صورتوں میں پیچھے ہٹنا حرام نہیں ہے۔

"میزان الکبرای" کی وہ عبارت جو نجفی کے مطلب کی تھی۔ اسے لے لیا۔

Marfat.com

اور جو استثنائی صورتیں تھیں۔ انہیں ذکر تک نہ کیا۔ اس کی مثال یوں سمجھو۔ کہ کوئی یہ کہتا پھرے۔ کہ مسلمان خدا کو نہیں مانتے۔ اور دلیل پیش کرے۔ لَا اِلٰہ۔ کوئی معبود نہیں اس دلیل کو کون مانے گا۔ یہی کچھ نجفی نے کیا۔ اس کے بعد والی عبارت کھا گیا۔ اور پہلی عبارت کو لے بیٹھا۔ بددیانتی طبیعت ثانیہ ہو۔ تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہر حال پوری عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ بعض صورتوں میں میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنا حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

اس کے بعد دوسری بات کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ بقول نجفی خلفائے ثلاثہ نے جنگ خیبر، احد اور حنین سے فرار اختیار کر کے ایک فعل حرام کا ارتکاب کیا لہٰذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ رہے۔ جہاں تک غزوۂ خیبر کا معاملہ ہے۔ تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ نجفی اور اس کے معاونین کوئی ایک مسند، مرفوع اور صحیح حدیث اس پر پیش کر دیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ اس جنگ میں بھاگ نکلے تھے۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔ رہی بات جنگ احد اور حنین سے بھاگنے کی تو اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ یعنی فرار "حرام"، وہ یہ ہے۔ جب پورا لشکر اسلامی ڈٹا ہوا ہے۔ اور مدمقابل سے مقابل بھی ہو رہا ہے۔ بھاگنے والا اپنی جان بچانے کے لیے بھاگے۔ اور پھر واپس آنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔ ایسا بھاگنا واقعی اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ جنگ حنین میں صحابہ کرام کو اپنی کثرت کا خیال آیا۔ اس پر نازاں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا۔ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔ کے قرآنی الفاظ یہی کہہ رہے ہیں۔ وقتی طور پر ان کو شکست ہوئی۔ لیکن بعد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان اور اصحاب شجرہ کو نام لے کر آواز دی کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ کی آواز سن کر واپس پلٹے۔ اور آپ کے ساتھ ہو کر ایسا حملہ کر دیا۔ کہ اگلی پچھلی کسر نکال دی۔ ان کو نئے جذبہ

Marfat.com

سے لڑتے دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اب لڑائی کی بھٹی خوب گرم ہوئی"، پھر انہی صحابہ کرام کے متعلق آیات قرآنیہ نازل ہوئیں۔

آیت:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا الخ

ترجمہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ نازل فرمائی۔ اور ایسا لشکر اتارا۔ جسے وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔ اور کفار کو اللہ نے عذاب دیا۔ اور کفار کا یہی بدلہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس کی چاہتا ہے۔ توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے

نجفی شیعی سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جن صحابہ کرام نے جنگ حنین میں ابتداءً فرار اختیار کیا۔ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر دوبارہ واپس آئے تھے۔ یا نہیں۔ اگر ایک حوالہ بھی ایسا پیش کر دے۔ کہ وہ اس آواز پر واپس نہیں آئے تھے۔ اور دوبارہ کفار سے وہ نہیں لڑے۔ تو فی حوالہ تئیس ہزار روپیہ انعام۔ تمہاری کتابیں کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ان کو آواز دے کر بلاؤ۔ انہوں نے آواز دی۔ سب واپس آگئے۔ اور پھر ڈٹ کر لڑے جب یہ ثابت اور حق ہے۔ کہ وہ صحابہ کرام واپس مڑے اور لڑے اب پھر بھی ان پر اللہ کا غضب ہوا ہو تو یہ بھی کسی ایک حوالہ سے ثابت کر دکھاؤ ______ منہ مانگا انعام پاؤ۔ صحابہ کرام کا واپس تشریف لانا۔ ڈٹ کر لڑائی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر سکینہ نازل فرمانا۔ اور ان کو معاف کر دینا یہ سب باتیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

تفسیر مجمع البیان:

وَ لَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
ھَزِیْمَۃَ الْقَوْمِ عَنْہُ قَالَ لِلْعَبَّاسِ
وَ کَانَ جَھُوْرِیًّا صَیِّتًا اِصْعَدْ ھٰذَا الظَّرِبَ
فَنَادِ یَا مَعْشَرَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ یَا
اَصْحَابَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ یَا اَھْلَ بَیْعَۃِ الشَّجَرَۃِ
اِلٰی اَیْنَ تَفِرُّوْنَ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ
وَ سَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ صَوْتَ الْعَبَّاسِ
تَرَاجَعُوْا وَ قَالُوْا لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ وَ تَبَادَرَ الْاَنْصَارُ
خَاصَّۃً وَ قَاتَلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ اَنَا
النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ وَ نَزَلَ
النَّصْرُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ انْھَزَمَتْ ھَوَازِنُ
ھَزِیْمَۃً قَبِیْحَۃً فَمَرُّوْا فِیْ کُلِّ وَجْہٍ وَلَمْ
یَزَلِ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ اٰثَارِھِمْ...... ثُمَّ
یَتُوْبُ اللّٰہُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ
.... وَ یَجُوْزُ اَنْ یُّرِیْدَ یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ تَوْبَۃَ
مَنِ انْھَزَمَ مِنْ بَعْدِ ھَزِیْمَتِہٖ......
ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ اَیْ رَحْمَتَہُ الَّتِیْ
تَسْکُنُ اِلَیْھَا النَّفْسُ وَ یَزُوْلُ مَعَھَا الْخَوْفُ

Marfat.com

(عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ) حِیْنَ رَجَعُوْا اِلَیْہِمْ وَقَاتَلُوْہُمْ۔

(۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد پنجم
ص ۱۷ تا ۱۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ منہج الصادقین جلد چہارم
ص ۲۴۶ تا ۲۵۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جنگ حنین میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ہزیمت ملاحظہ فرمائی۔ تو آپ نے حضرت عباس سے فرمایا۔ جو بلند آواز رکھتے تھے۔ اس ٹیلے پر چڑھ جاؤ۔ اور آواز دو۔ اے مہاجرین و انصار، اے سورۃ البقر کے مخاطبین، اے بیعت شجرہ والو! کدھر بھاگ رہے ہو۔ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں نے حضرت عباس کی آواز سنی۔ واپس لوٹ آئے۔ اور لبیک کہتے کہتے ہوئے آ گئے۔ خاص کر انصار نے بہت جلدی کی۔ پھر مشرکین سے ایسے لڑے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔ میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ اور ہوازن قبیلہ کو بہت بُری شکست ہوئی۔ وہ جدھر منہ آیا بھاگ نکلے۔ اور مسلمان اُن کے تعاقب میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا۔ اس کی توبہ قبول فرمالی اس کا معنی یہ بھی جائز ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمالی۔

Marfat.com

جنہوں نے بھاگنے کے بعد دشمنوں کو بھگا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
سکینہ نازل فرمائی یعنی رحمت نازل فرمائی۔ کہ جس سے دل
مطمئن ہو گئے۔ اور پھر لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ اور ان کا خوف جاتا رہا
(سکینہ نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مومنوں پر) مومنوں پر اس وقت
جب وہ واپس آ گئے۔ اور ڈٹ کر لڑے۔

اس کے بعد نجفی کا یہ اعتراض کہ اصحاب ثلاثہ میدانِ احد سے بھاگ نکلے تھے
تو اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد چہارم بحث مطاعن میں گزر چکا ہے۔ جس کا
خلاصہ یہ ہے۔ کہ میدان احد سے بھاگنے والے تمام صحابہ کی معافی کا اللہ تعالیٰ نے
اعلان کر دیا ہے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو
معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی معافی تو ان کے شامل حال ہو گئی۔ لیکن نجفی اور اہل تشیع
اب تک انہیں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ
ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

ابو سفیان کے لشکر کا پیچھا کرنے والے یہی تو تھے۔

"خلافت حقہ کے حق دار نہ تھے" یہ جملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ جب
یہ خلافت کے حق دار نہ تھے۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ اس کے صحیح حقدار
تھے اور اسی سے اہل تشیع کا یہ عقیدہ نکلتا ہے۔ کہ خلافت بلافصل کے حق دار حضرت
علی المرتضیٰ تھے۔ حالانکہ خلافت بلافصل ملی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔
اگر غزوۂ احد میں جانا ان خلافت کے عدم استحقاق کی علامت ہے۔ تو پھر جو استقامت
دکھلائے۔ اسے تو خلیفہ مانو لیکن بدبختی کی وجہ سے یہ بھی نہیں مانتے۔ حالانکہ

Marfat.com

استقامت دکھانے کے لیے ابوبکر صدیق پہلے نمبر پر تھے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اَعَادَ تَعَالٰى ذِكْرَ الْعَفْوِ تَاكِيْدًا لِطَمْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْعَفْوِ وَ مَنْعًا لَهُمْ عَنِ الْيَاْسِ وَ تَحْسِيْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ) قَدْ مَرَّ مَعْنَاهُ وَ ذَكَرَ اَبُو الْقَاسِمِ الْبَلْخِيُّ اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ نَفْسًا خَمْسَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ ثَمَانِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ فَعَلِيٌّ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ طَلْحَةُ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل ص ۵۲۴ جزء ۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوبارہ معافی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی معافی میں طمع کی خاطر اور ناامیدی سے روکنے کے لیے اور ان کے خیالات کی تحسین کی خاطر کیا۔ بے شک اللہ غفور حلیم ہے اس کا معنی گزر چکا ہے۔ ابوالقاسم بلخی نے ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یوم احد کو پانچ مہاجر اور آٹھ انصار کل تیرہ آدمی تھے مہاجرین

Marfat.com

یہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ابوبکر، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

مختصر یہ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ پر یہ الزام لگانا کہ وہ جنگوں سے بھاگ گئے تھے لہٰذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں بالکل لغو اور باطل ہے۔ ایسی جرأت وہی کرے گا جس کو آخرت کی فکر نہ ہو۔

نوٹ نمبر ۲ میں خمینی نے اہل تشیع کے ہاں جہاد کی شان اور اس کے شرائط بیان کرکے اہل سنت پر یہ الزام دھرنا چاہا ہے کہ ان کا جہاد جہاد نہیں کہلا سکتا۔ خمینی نے جہاد کے لیے پیش رط لگائی کہ جہاد وہ ہوتا ہے جو کسی امام یا نبی کے ساتھ مل کر کیا جائے جیسا کہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ شیعہ لوگوں نے بارہ امام بنائے۔ ان کی امامت کے سوا کسی دوسرے امام کو تسلیم نہیں کرتے ان بارہ میں سے پہلے حضرت علی ہیں۔ اور سب سے آخری غار سامرہ میں چھپے ہوئے ہیں آئیے ان ائمہ کی لڑائیوں کا کچھ تذکرہ کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر بقیہ گیارہ ائمہ میں سے کسی نے جہاد نہیں کیا۔ اور ان گیارہ میں سے امام حسن نے جہاد کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن جہاد سے پہلے ہی انہوں نے غلطی کی۔ امیر معاویہ کو دے کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور رجال کشی صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا ان کی معیت میں لڑنے والوں کے بارے میں خود حضرت علی سے پوچھیے۔ یہ کیسے تھے؟

نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اسی بات کو درست رکھتا ہوں۔ کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے۔ جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی ان کی آراء اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جور و ستم کے ترک کرنے والے تھے

Marfat.com

گزر گئے۔ درآنحالیکہ ان کے پاؤں طریقِ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ راہ واضح پر چلے۔ اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

احتجاج طبرسی:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ اسْتَنْفَرْتُكُمْ لِجِهَادِ هٰؤُلَاءِ فَلَمْ تَنْفِرُوْا وَ اَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تُجِيْبُوْا وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوْا شُهُوْدٌ كَالْغُيَّبِ اَتْلُوْ عَلَيْكُمُ الْحِكْمَةَ فَتُعْرِضُوْنَ عَنْهَا وَ اَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ فَتَنْفِرُوْنَ عَنْهَا كَاَنَّكُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲۵۴ احتجاجہ علیہ السلام علی قوم و حشۃ الخ مطبوعہ قم جدید۔ مطبوعہ قدیم ص ۹۳)

ترجمہ:

لوگو! میں نے تمہیں ان لوگوں کے خلاف جہاد پر نکلنے کو کہا۔ تم جواب دے گئے۔ میں نے تمہیں دین و اسلام کی باتیں سنائیں۔ تم نے قبول نہ کیں۔ میں نے تمہیں نصیحت کی۔ تم نے ٹھکرا دی۔ میں نے تم پر حکمت پیش کی۔ تم نے اس سے منہ موڑ لیا۔ میں نے تمہیں انتہائی واضح طور پر وعظ و نصیحت کی۔ لیکن تم اس سے یوں بھاگے جیسا کہ نافرمان

Marfat.com

گدھے شیروں سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اگر اس موضوع پر مزید حوالہ جات کا شوق ہے۔ تو ہماری تصنیف "عقائد جعفریہ" ملاحظہ کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے کس قدر متنفر تھے۔ نافرمان گدھے تک تو انہیں کہہ دیا۔ جہاد سے روگردانی ان کا وصف اولیں تھا۔ ان کی اسی روش سے تنگ آکر آپ نے ان کے اور اپنے درمیان تفرقہ پیدا ہونے کی دعا کی۔ اور خدا کی قسم اٹھا کر فرمایا۔ وَاللّٰہِ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ لَمْ اَعْرِفْکُمْ وَلَمْ تَعْرِفُوْنِیْ ۔ میں دل سے چاہتا ہوں۔ کہ نہ میں تمہیں پہچانوں۔ اور نہ تم مجھے پہچانو یعنی دنیا و آخرت میں ہمارا کوئی تعارف باقی نہ رہے۔ نجفی صاحب! یہ تھے آپ کے پچھلے مجاہد جنہوں نے امام وقت کے ساتھ جو سلوک کیا۔ امام وقت نے وہ ظاہر و باہر کر دیا۔ ان کی لڑائی کو "جہاد" کہتے ہو۔ ان میں جہاد کی خواہش ہوتی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دعائیں لیتے۔ ان میں جہاد کا مادہ ہوتا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ ہزار کی تعداد میں بیعت کرنے کے بعد ان کے مقابلہ پر نہ اُترتے۔ ان کے سامنے امام جام شہادت نوش کر رہا ہے۔ اور یہ مستورات کے خیمے جلانے جا رہے ہیں۔ امام کے معصوم بچے پانی کے لیے مُنہ کھولتے ہیں۔ تو ان کی طرف سے تیروں کی بارش برستی ہے۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں کوئی مجاہد نہ ملا۔ امام حسن و حسین کے ساتھ یہ مجاہد کہیں نظر نہ آئے۔ تین امام گئے۔ چوتھے سے لے کر گیارہویں تک ویسے ہی سکوت ہے۔ اور بارہویں صاحب ابھی غار سامرہ میں بیٹھکیں لگا رہے ہیں۔ تیر و تفنگ تیز کر رہے ہیں۔ کل پُرزے نکال رہے ہیں۔ دیکھیں ان کے برآمد ہونے پر انہیں "مجاہد" کہاں سے اور کون ملتے ہیں۔ بتلایئے۔ جب گیارہ اماموں میں سے کسی کی معیت میں تمہاری کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ تو کس مُنہ سے کہتے ہو۔ کہ شیعہ جہاد کرتے ہیں۔ آخری بات کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں جتنی جنگیں ہوئیں۔ وہ جہاد اور

Marfat.com

اسلامی جنگیں نہ تھیں۔ بلکہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھی۔ جس کا خمیازہ آج تک مسلمان بھگت رہے ہیں۔ یہ دراصل قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے ٹھکرانے کے مترادف ہے۔ اپنی کتابوں سے اس کی شہادت لیجیے۔

تفسیر منہج الصادقین:

ودراندک وقتے حق تعالےٰ بوعدۂ مومناں وفانمودہ جزائر عرب ودیار کسریٰ وبلاد روم بدیشاں ارزانی داشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۱۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے کیے گئے وعدہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرما دیا۔ اور جزائر عرب، کسرہ کے شہر روم کے علاقہ جات پر انہیں فتح عطا فرمادی۔ (اور ان کے زیر تصرف کر دیئے۔

تفسیر منہج الصادقین:

وَالْمَعْنٰی لَیُوْرِثَنَّهُمْ اَرْضَ الْکُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَیَجْعَلُهُمْ سُکَّانَهَا وَمُلُوْکَهَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء
ص ۱۵۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اب خلافت کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عرب وعجم میں رہنے

Marfat.com

والے کفار کے علاقوں کا وارث بنا دے گا۔ اور وہ انہیں ان کے باشندے اور بادشاہ بنا دے گا۔

شرح نہج البلاغہ ابن میثم:

اِنَّ عُمَرَ ذَكَرَ كَثْرَةَ الْقَوْمِ وَعَدَدِهِمْ فَاَجَابَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِتَذْكِيْرِهِمْ قِتَالَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ صَدْرِ الْاِسْلَامِ فَاِنَّهُ كَانَ مِنْ غَيْرِ كَثْرَةٍ وَاِنَّمَا كَانَ بِنَصْرِ اللّٰهِ وَمَعُوْنَتِهِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ الْحَالُ الْاٰنَ كَذَالِكَ وَهُوَ يَجْرِيْ مَجْرَى التَّمْثِيْلِ كَمَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ فِي الْمَشْوَرَةِ الْاُوْلٰى وَبِوَعْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمُسْلِمِيْنَ بِالْاِسْتِخْلَافِ فِي الْاَرْضِ وَتَمْكِيْنِ دِيْنِهِمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَتَبْدِيْلِهِمْ بِخَوْفِهِمْ اَمْنًا كَمَا هُوَ مُقْتَضَى الْاٰيَةِ۔

(شرح ابن میثم جلد سوم ص ۱۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جنگ فارس کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بوقت مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ دشمن کی نفری زیادہ ہے تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے مسلمانوں کی

Marfat.com

سابقہ لڑائیوں کا حوالہ دیا۔ جو ابتدائے اسلام میں لڑی گئیں۔ فرمایا۔ کہ وہ بغیر کثرتِ تعداد کے لڑی گئیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور معاونت شاملِ حال تھی۔ لہٰذا اب بھی ہماری حالت وہی ہونی چاہیئے۔ اور یہ ایک مثال کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے مشورہ میں بھی اس طرف اشارہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے (از راہ کرم) یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انہیں زمین کی خلافت عطا کرے گا۔ ان کے دین کو مضبوطی دے گا۔ اور ان کے اندر خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ جیسا کہ آیتِ استخلاف کا مقتضیٰ ہے۔

قارئین کرام! آیتِ استخلاف کے تحت علامہ کاشانی شیعی وغیرہ نے جو کچھ لکھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب کو بنفسِ نفیس جنگ فارس میں نہ جانے کا مشورہ دیا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ظاہر ہو رہی ہیں۔ خلافت کا وعدہ، فتوحات کی پیش گوئی، دین کی مضبوطی اور چاروں طرف امن ہی امن یہ سب باتیں ایک ایک کر کے خلفائے ثلاثہ کے دور میں وقوع پذیر ہوئیں۔ آیتِ قرآنیہ کا مصداق بننے والی جنگیں اسلامی ہی کہلاتی ہیں۔ اور اللہ کے وعدہ کے ایفاء کے طور پر واقعہ ہونے والے معاملات غیر اسلامی نہیں ہوا کرتے۔ خدا سمجھنے کی عقل بھی تو دے۔

ان جنگوں کو "اسلام کے نام پر لوٹ مار" کہنا نری حماقت اور قرآن پاک و ائمہ اہل بیت کی تعلیمات سے صاف انکار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نجفی حسد و بغض کی وجہ سے اپنے ہم مسلک مجتہد علامہ کاشانی، طبرسی وغیرہ کی باتوں کو یہ کہہ کر ٹھکرا دے۔ کہ یہ کون سے معصوم ہیں۔ کہ ان کی باتوں پر یقین کیا جائے۔ تو ہم پوچھیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عصمت تو مانتے ہو۔ ان کے ارشادات کو بھی تسلیم کرتے ہو۔

Marfat.com

جب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ کا لشکر کہا۔ اور ان کی فتوحات کو اللہ کا ایفاء عہد فرمایا۔ تو "اسلام کے نام پر لوٹ مار" کہنا دراصل حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی بات کو بھی تسلیم نہ کرنا ہے لہٰذا نجفی شیعی کا ایمان نہ قرآن پر، نہ ارشادات ائمہ اہل بیت پر اور نہ ہی اپنے مسلک کے مجتہدین کی باتوں پر ہے۔ اور یہی اس کے جہنم جانے کی رسید ہے۔

جہاد کا مرتبہ جو شیعوں کے نزدیک ہے۔ نجفی اُسے بہت بڑا کہتا ہے۔ لیکن اس کے حصول کا وقت ان بدنصیبوں کو آج تک میسر نہ آیا۔ اور اگر کہیں اکا دکا جنگی مشق کی۔ تو وہ بھی بغیر امام کے اور مسلمانوں پر خنجر اور زنجیریں لہرا کر۔ ایک مسلمان کا ناحق خون گرانا اس کی جزا تو سیدھی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور حق سمجھنے کی توفیق دے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۶

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں نکاح کی شان

جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ سب سے افضل ہے

بخاری شریف

قَالَ فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً۔

(بخاری شریف کتاب النکاح باب کثرۃ النساء جلد ۷ ص ۳)

ترجمہ:

ابن عباس نے ایک شخص کو کہا کہ جاؤ شادی کرو۔ اس امت میں سب سے زیادہ اچھا آدمی تو وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں

Marfat.com

نوٹ:

بخاری شریف بتلے اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ باعزت وہ شخص ہے۔ جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور پرہیز گار ہے۔ لیکن بخاری شریف یہ کہتی ہے۔ کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ بیویاں کرے۔ اور ہر وقت ان کی لڑائیوں میں الجھا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

جواب:

بخاری شریف سے مذکورہ روایت نقل کرنے اور اس کے ترجمہ میں دوہری بددیانتی اور خیانت برتی گئی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ فَاِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَكْثَرُهَا نِسَاءً

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۵۸
باب کتاب النکاح مطبوعہ
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے دریافت کیا۔ کہ تم نے شادی کر رکھی ہے؟ میں نے

Marfat.com

کہا۔ نہیں۔ تو کہا اس اُمت کے سب سے بہتر شخص (یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیادہ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دراصل جناب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت شادیاں کرنا اس کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا۔ لیکن نجفی نے اس کا ترجمہ اپنے مقصد کے مطابق الٹ پلٹ کر دیا۔ یعنی اس امت میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔ اپنی کور باطنی سے معنی کیا۔ اور پھر اس پر امام بخاری کا مذاق اڑایا۔ اور ان کی ذکر کردہ روایت کو استہزا کی نظر کر دیا۔ جو دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اڑانا ہے کیونکہ صحیح مطلب و معنی کے اعتبار سے آخری جملہ سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے زیادہ شادیاں کی تھیں۔

یہاں بھی بد حواسی کام دکھا گئی "جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ اچھا آدمی ہے" نجفی کے اس ترجمے میں زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ بلکہ جتنی ہو جائیں اس قدر بہتری ہو گی۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ فرماتے وقت قرآن کریم کے احکامات سے بے خبر تھے۔ جن میں بیک زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابن عباس کے قول کا غلط مطلب لیا گیا اور یوں قرآن کریم کی مخالفت ہو گئی۔

نجفی نے طنزیہ انداز میں ایک عام امتی کو نبی پر فوقیت دے دی۔ یعنی جو بھی زیادہ بیویاں کرے۔ وہ بہتر ہو جائے۔ حالانکہ حدیث کے مضمون کے مطابق یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بہتر کہا گیا۔ اور اگر نجفی یہ سمجھتا ہے۔ کہ دو دو چار چار کر کے بہت زیادہ شادیاں کرنا معیوب ہے۔ تو بارہ اماموں میں سے دوسرے امام جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے

Marfat.com

تمہاری کتاب کہتی ہے۔

جلاء العیون

ابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ حضرت امام حسن دو لیست و پنجاہ زن بروایتے سی صد زن بنکاح خود درآورد۔

(جلاء العیون ص ۲۹۴ درباب زندگانی امام مجتبیٰ علیہ السلام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن شہر آشوب نے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سو اور ایک دوسری روایت کے مطابق تین سو شادیاں کیں۔ اب امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴

اپنی بہن، بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے کیونکہ حفصہ بنت عمر بیوہ ہوئی تھیں۔ تو انہوں نے یہ رشتہ عثمان اور ابوبکر کو پیش کیا تھا لیکن ان دونوں نے حفصہ کا رشتہ لینے سے معذرت کی پھر بی بی حفصہ رسول اللہ کو پیش کی گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۲ ص ۱۴)

نوٹ:

بی بی حفصہ بدخلق تھیں۔ جیسا کہ معارج النبوت میں ہے۔ کہ اسی بدخلقی کے باعث حضور صلی اللہ وسلم نے اسے طلاق دی تھی۔ اور طلاق کے بعد حضرت عمر نے سر میں خاک ڈالی تھی۔ سنی بھائیوں نے کیا مکاری کی ہے۔ کہ جس بدخلق کو لینے کے لیے کوئی تیار نہ تھا۔ اس کے لیے فقہ میں ایک باب بنادیا۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی اہل خیر کو پیش کرنا چاہیے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں

Marfat.com

جو کچھ کہا گیا ہے وہ دراصل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو کہا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب شیعوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ امام ماکان اور مایکون کے عالم ہوتے ہیں۔ یعنی انہیں اگلی پچھلی تمام باتوں کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ائمہ اہل بیت کے علم سے کہیں افضل واعلیٰ ہے۔ اب جبکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اگلی پچھلی تمام باتوں سے واقف تھے۔ تو آپ نے ایک بدخلق عورت سے شادی کیوں کی؟ لہٰذا نجفی کا یہ اعتراض دراصل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے۔

قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں فرمایا۔ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ۔ (اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔) دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دنیا میں کسی عورت کی مثل نہیں ہو۔ یعنی جس طرح تمہارے خاوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں۔ اسی طرح تم ان کی بیوی ہونے کی وجہ سے بے مثل ہو اللہ تعالیٰ انہیں مومنوں کی مائیں اور بے مثل عورتیں فرمائے۔ اور بے اصل نجفی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بدخلق کہے۔ اور زبانِ طعن ان پر دراز کرے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

اس کے بعد نجفی کا یہ کہنا کہ حضرت حفصہ کی بدخلقی کی وجہ سے ابوبکر صدیق اور عثمان غنی نے ان سے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ بالکل بکواس ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان دنوں اپنی گھریلو ضروریات میں انتہائی مصروف تھے۔ جن کی بنا پر آپ نے معذرت کر دی۔ بخاری شریف میں آپ کے یہ الفاظ درج ہیں۔ بَدَا لِیَ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ یَوْمِیْ۔ مجھے یہ سوجھتا ہے۔ کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ اگر بدخلقی کا معاملہ ہوتا۔ تو صاف کہہ دیتے۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمہارے اخلاق اچھے نہیں۔

Marfat.com

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان سے شادی کرنے سے انکار بھی کسی اور وجہ پر مبنی تھا۔ آپ چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے دوست تھے۔ اور بے تکلفانہ گفتگو ہوا کرتی تھی۔ کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حفصہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جن کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شادی سے انکار کر دیا۔ بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

بخاری شریف:

ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِلْتُهَا۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۶۸ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنی

Marfat.com

زوجیت میں لے لیا۔ تو ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب فاروق اعظم سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات ابوبکر صدیق نے کہا۔ کہ شاید آپ ناراض ہوئے ہیں۔ کہ میں نے حفصہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا حضرت عمر نے کہا۔ ہاں میں ناراض ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ میں نے اس لیے انکار کیا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم تھا آپ نے حفصہ کا ذکر کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ آپ کا راز فاش کروں۔ اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شادی نہ فرماتے۔ تو میں اُن کو ضرور قبول کر لیتا

نجفی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں معارج النبوۃ کا حوالہ دیکر ثابت کرنا چاہا۔ کہ بد خلق تھیں۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ "معارج النبوۃ" قابل اعتبار کتاب نہیں۔ بلکہ ایک واعظ کی تصنیف ہے جس میں رطب و یابس جمع ہے، اس لیے اس کتاب کا حوالہ ہمارے خلاف حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا

لمحہ فکریہ:

بخاری شریف میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اس انداز سے بیان ہوا۔ کہ اس سے ان کی شان بیان ہوتی ہے لیکن حسد و بغض کے بارے نجفی کو یہ اس لیے نہ بھائی۔ کہ ان کا تعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ ان کی بیٹی ہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ ان کو اچھے نہیں لگتے۔ تو ان کی اولاد کب اچھی لگے گی۔ لیکن یہ کمینہ پن کی انتہا ہے۔

ان کا تعلق آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہے اور اس تعلق کی بنا پر "ام المومنین" کا شرف انہیں حاصل ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کا احترام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی بننے سے قبل محض اس لیے

Marfat.com

تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ایک مرتبہ ان کا تذکرہ کیا تھا لیکن آپ کی بیوی ہو جانے کے بعد بھی نجفی اپنی روحانی ماں کے نقش نکال رہا ہے۔ اور پھر اس پر ناراض ہے۔ متعہ کی اولاد کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب اُسے اپنی حقیقی ماں کا ادب واحترام نہیں۔ کیونکہ پتہ نہیں وہ جننے سے پہلے کس کے پاس تھی۔ جنم دے کر کس جگہ کا لائسنس لے لیا۔ کتنے آئے اور کتنے بیج بو کر چلے گئے؟ ایسے تخم نامعلوم سے روحانی ماں کے ادب کی توقع عبث ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۸

شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولکی بجنی چاہیئے

حقیقت فقہ حنفیہ؛ بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ کہ شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولک بجنی چاہیئے کیونکہ ربیع بنت معوذ سے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا۔ تو اس موقعہ پر طبلہ نوازی ہوئی تھی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۷ ص ۱۹)

نوٹ:

بخاری شریف تبے تبے صرف طبلے اور ڈھولک سے کیا بنے گا کچھ کنجریاں بھی اگر منگوالی جائیں۔ اور تھوڑا سا مجرا بھی کروالیا جائے۔ تو محفل کی رونق دوبالا ہو جائے گی۔ اور پھر اس نیک عمل کا ثواب بخاری کی روح کو ہدیہ کر دیا جائے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

"اس موقعہ پر طبلہ نوازی ہوئی تھی" خبیث ذہن نے کیسا خبیث ترجمہ کیا۔ اور پھر اس خباثت کے چھینٹے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالنے کی کافرانہ کوشش کی اور بڑی بے باکی سے مشورہ دیا کہ کنجریاں بھی منگوالی جائیں۔ اور مجرا بھی کروالیا جاتے یہ اور ایسی دوسری باتیں کوئی کافر سے کافر بھی کسی دوسرے دین کے راہنما

Marfat.com

کو نہیں کہہ سکتا۔ دراصل شیعیت چونکہ عبداللہ بن سبا یہودی کی پیداوار اور اس کے نطفہ کی شاہکار ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں میں غیرت، حمیت اور ایمان وغیرہ نام کی کوئی شئی نہیں ہوتی۔ بخاری شریف میں اس موقعہ پر "دف" بجانے کا ذکر ہے۔ ایسا شادی کے موقعہ پر کیوں کیا گیا۔ اور کیوں کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حلال و حرام میں فرق ہو سکے۔ نکاح کا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو علم ہو سکے۔ تاکہ میاں بیوی پر کل کوئی ناجائز تعلقات کا اعتراض نہ کرے۔ یہ "متعہ" تو نہیں کہ نہ اس میں کوئی گواہی کی ضرورت۔ جب دو چار روپے سے کسی ..... کو منوالیا۔ تیسرے کو علم نہ ہوا۔ اور اپنا الو سیدھا کرنے کے بعد دوسرے کے لیے راستہ ہموار کر دیا تو اسی قسم کے "نکاح" سے کیسی کیسی شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں۔

شادی بیاہ کے موقعہ پر اعلان کے لیے دف بجانا صرف ہماری کتابوں میں ہی موجود نہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتابیں بھی یہی لکھتی ہیں۔ ملا باقر مجلسی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

عین الحیاۃ:

وچنیں خلاف است درصدائی زن کہ غنا کند در عروسی ہا فقط برائے زناں وجمع از علماء ایں را حلال دانستہ اند وابن ادریس وعلامہ در تذکرہ ایں را نیز حرام دانستہ اند ولیکن حلیتش حدیث معتبر دارد۔

(عین الحیوٰۃ ص ۱۷۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اسی طرح شادی کے موقعہ صرف عورتوں کا گانا تو اس میں بھی اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کو حلال و جائز کہا ہے۔ اور ابن ادریس و علامہ مجلسی نے تذکرہ میں اس کو بھی حرام قرار دیا ہے لیکن شادی کے موقعہ پر عورتوں کے

Marfat.com

گانے کی دلیل حدیث معتبر سے ملتی ہے۔

مین الحیوٰۃ کے اس حوالے سے "دف" سے آگے تک کی اجازت دی گئی۔ اور کنجر خانہ کو حدیث معتبر سے ثابت کر کے ترجیح دی گئی۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ شیعوں کی روزانہ شادی ہوتی ہے" اس بازار، میں یہی تو دھندا ہوتا ہے۔ دُور دُور سے شائقین "حدیث معتبر"، پر عمل ہوتا دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ اور "صحاح اربعہ"، کو داد دیتے ہیں۔ کوئی بتلائے تو سہی۔ کہ کنجریاں، طبلہ نواز، اور گانے کے ماہر کس "نفیس مذہب" سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو ناچنے اور پیشہ کروانے کا لائسنس کس شرط پر ملتا ہے اگر اعتبار نہیں۔ تو ان میں سے کسی سے بلاتکلف اس کا مذہب پوچھ لیں۔ وہ یقیناً نجفی کارشتہ دار یا نام نہاد "محب اہل بیت"، اور جدی پشتی شیعہ "دشاہ"، نکلے گا۔

فاعتبروا یااولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴۹

شادی سے پہلے دلہن کا فوٹو دولہا میاں کو دکھایا جائے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

شادی سے پہلے دُلہن کا فوٹو دُولہا میاں کو دکھایا جائے۔ کیونکہ رسول پاک کے پاس ریشمی رومال میں نکاح سے پہلے فرشتے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لائے تھے۔

(بخاری شریف کتاب النظر قبل التزویج جلد ۷ ص ۱۴)

نوٹ:

اسی بخاری شریف کتاب النکاح ص ۵۲ پر لکھا ہے۔ کہ فرشتوں کو تصویر سے اتنی نفرت ہے۔ کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے تو پھر بی بی عائشہ کی منگنی کے وقت بے چارے فرشتوں کو کیوں بے مزا کیا گیا۔ کہ وہ بی بی عائشہ کی تصویر اٹھائے پھرتے تھے۔ تصویر کی صورت ہی کیا تھی۔ جبکہ بی بی حفصہ جیسی بد خلق عورت کو حضور نے قبول کر لیا تھا۔ دراں حالیکہ وہ بیوہ بھی تھیں۔ اور شکل کی بھی پوری سوری تھیں۔ تو بی بی عائشہ کے قبول کرنے میں حضور کو کیا رکاوٹ تھی

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴)

جواب:

نجفی شیعی نے اپنے اعتراض کی بنیاد دو حدیثوں کے تعارض کو بنایا ہے۔

Marfat.com

یعنی ایک حدیث کہتی ہے۔ کہ فرشتے حضرت عائشہ کی تصویر لائے۔ اور دوسری کہتی ہے۔ کہ تصویر والے گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے۔ یعنی جب فرشتوں کو تصویر سے نفرت ہے تو پھر انہیں سے مزہ کیوں کیا گیا۔ دراصل یہ نجفی کی جہالت ہے۔ کہ وہ ان دونوں میں تعارض بنا بیٹھا۔ ورنہ بات یہ ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں اس کی ممانعت نہ تھی۔ کیونکہ پہلے سے اس کا جواز چلا آ رہا تھا۔ تابوت بنی اسرائیل، میں اوراشیار کے علاوہ انبیائے بنی اسرائیل کی تصاویر بھی تھیں۔ وہ اٹھا کر لانے والے کون تھے؟ فرشتوں نے ہی اسے اٹھایا ہوا تھا۔ اس لیے تصویر کشی کی حرمت سے پہلے اس کی ممانعت نہ تھی۔ اور یہ واقعہ حرمت سے پہلے کا ہے۔ پہلے تصاویر جائز تھیں۔ اس کے ثبوت کے لیے شیعہ تفسیر کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر مجمع البیان :

وَ قِيْلَ كَانَ التَّابُوْتُ الَّذِىْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى آدَمَ فِيْهِ صُوَرُ الْاَنْبِيَاءِ فَتَوَارَثَهُ اَوْلَادُ آدَمَ وَ كَانَ فِىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلٰى عَدُوِّهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول
جز دوم ص ۳۵۳ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ :

کہا گیا ہے۔ کہ وہ تابوت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام

Marfat.com

پر اتارا گیا تھا۔ اس میں حضرات انبیائے کرام کی صورتیں تھیں۔ اس تابوت کی اولاد آدم وارث رہی۔ جب وہ بنی اسرائیل کے پاس آیا۔ تو وہ اس کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے۔

تابوت میں حضرات انبیائے کرام کی تصاویر تھیں۔ ان کو وسیلہ بنا کر بنی اسرائیل اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کیا کرتے تھے۔ اگر وہ حرام تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس تابوت میں کیوں رکھیں۔ اور پھر ان سے امداد کیوں کر طلب کرنا بار آور رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تصویر کشی چلی آرہی تھی۔ اور ابتدائے اسلام تک چلتی رہی۔ جب اس کی ممانعت ہوگئی۔ تو اس کے بعد سے فرشتوں کا اس گھر میں آنا جانا نہیں ہوتا جس میں تصویر ہو۔ لہٰذا ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ ہی اعتراض کی کوئی گنجائش نکلتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵

عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے۔
کیونکہ اس مسئلہ کی بابت ان سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔
کہ میں اس فعل سے ابھی ابھی غسل کر کے آیا ہوں۔

(تفسیر در منثور پ۲ جلد ۱ ص ۲۲۶ جلد ۱ ط ۲۶۶)

نوٹ:

اسی در منثور میں لکھا ہے۔ کہ اگر اس فعل میں وقت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال جائز ہے۔ سنی فقہ بے بلے کیا عمدہ عبادت ہے۔ سنی ملاؤں کو چاہیے۔ کہ اس عبادت سے غافل نہ ہوں اور اس نیک عمل کا ثواب روح امام مالک کو ہدیہ کریں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴)

جواب:

"عورت کے ساتھ وطی فی الدبر" کے متعلق امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بلکہ عمل تفسیر در منثور کے حوالہ سے نجفی شیعی نے پیش کیا۔ اس روایت کا پس منظر علامہ السیوطی نے بیان فرمایا ہے۔ امام مالک کے ایک شاگرد سلیمان جوزنی نے بیان کیا۔ کہ میں نے امام موصوف سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق دریافت

Marfat.com

کیا۔ تو امام نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی اسی فعل کے بعد غسل کر کے آیا ہوں۔ علامہ السیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت خطیب بغدادی نے سلیمان جوزنی کے حوالہ سے نقل کی لیکن خطیب کی تاریخ بغداد کے ہم نے ورق چھان مارے۔ اُن میں امام مالک کے نام سے سرے سے ایسا کوئی واقعہ درج نہیں۔ ان کے شاگرد سلیمان جوزنی کا بھی نام تک نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ روایت دو مجہول ٹھہری اور ایسی روایت قابل حجت نہیں ہوا کرتی۔ یہ تو تھا عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کی روایت کا حال۔ اسی تفسیر (در منثور) میں روایت ہذا سے قبل ذکر کردہ روایات میں "وطی فی الدبر" کی شدید ممانعت موجود ہے۔ اور اس کی حرمت بالتصریح مذکور ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبرا: تفسیر درمنثور

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوْ اِمْرَاَةً فِى الدُّبُرِ۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ جو کسی مرد یا کسی عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔

حدیث نمبرا: تفسیر درمنثور

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰى شَيْئًا مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

Marfat.com

فِي الْاَدْبَارِ فَقَدْ كَفَرَ۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی مرد یا عورت کی دُبر میں خواہش نفس پوری کی۔ اس نے کفر کیا۔

حدیث نمبر۱: تفسیر درمنثور

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ اٰتَى اِمْرَأَةً فِیْ دُبُرِهَا۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عورت کی پیٹھ میں آتا ہے۔ (یعنی وہاں وطی کرتا ہے) تو وہ ملعون ہے۔

قارئین کرام! عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یقیناً امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے بھی گزرے ہوں گے۔ کئی سال تک درس حدیث دینے والا ناممکن ہے کہ ان ممانعت والی احادیث سے بے خبر رہا ہو۔ اس بیہودہ روایت جو مجہول اور مجروح ہے۔ اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر الزام نہیں آسکتا۔

اس مسئلہ پر ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ اب آئیے ذرا شیعوں

Marfat.com

کے نظریات بھی ملاحظہ ہو جائیں۔ جس مجہول واقعہ پر نجفی نے بکواس کا پہاڑ کھڑا کر دیا کیا یہ بات ان کے گھر میں بھی موجود ہے۔ کہ نہیں؟ ایک دو حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ فِى الدُّبُرِ وَهِىَ صَائِمَةٌ لَمْ يَنْقُضْ صَوْمَهَا وَلَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۱۰۴

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد عورت کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ اور حالت یہ ہو کہ وہ عورت روزہ دار ہو۔ تو اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور نہ ہی اسے غسل کی ضرورت ہے۔

وسائل الشیعہ:

سَمِعْتُ صَفْوَانَ يَقُوْلُ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ مَّوَالِيْكَ اَمَرَنِىْ اَنْ اَسْئَلَكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَهَابَكَ وَاسْتَحْيَاكَ اَنْ يَسْئَلَكَ عَنْهَا قَالَ مَاهِىَ قَالَ قُلْتُ الرَّجُلُ يَأْتِى امْرَاَةً فِىْ دُبُرِهَا قَالَ نَعَمْ

Marfat.com

ذَالِكَ لَهُ قُلْتُ وَ اَنْتَ تَفْعَلُ ذَالِكَ قَالَ لَا اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَالِكَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ حضور! آپ کے غلاموں میں سے ایک نے مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنے کو کہا ہے۔ وہ خود شرماتا ہے۔ اور آپ سے ڈرتا ہے اس لیے خود نہیں پوچھ سکتا۔ امام نے فرمایا۔ کیا سوال ہے؟ کہا۔ (سوال یہ ہے) ایک مرد اپنی عورت کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ (یہ کیسا ہے؟) فرمایا ہاں درست ہے۔ یہ اس کا حق ہے صفوان کہتا ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا۔ کیا آپ بھی یہ فعل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

وسائل الشیعہ

عَنِ ابْنِ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الرَّجُلِ یَأْتِیْ الْمَرْاَةَ فِیْ دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ۔

وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۳

ترجمہ:

ابن ابی یعفور کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

دریافت کیا۔ کہ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ جو عورت کے ساتھ اس کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔

”وسائل الشیعہ“ کے حوالہ جات سے شیعہ مذہب میں عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کا مسئلہ نکھر کر سامنے آ گیا۔ امام مالک کے متعلق تو روایت مجہول تھی لیکن یہاں دو ٹوک باتیں ہیں۔ کوئی تاویل نہیں، کوئی عذر نہیں۔ بلکہ اُن کے امام نے ایسا کرنا مرد کا ”حق“ قرار دیا ہے۔ اور پھر اتنی چھٹی دی۔ کہ اس عورت کا ذکر جس کی گانڈ ماری گئی نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ اُسے غسل کرنا پڑتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (بقول صفوان) عورت کے ساتھ یہ فعل کرنے کی اجازت دیں۔ تو ان کا نام لیوا بڑے دعوے سے پوچھتا ہے۔ اے امام وقت! آپ نے کبھی یہ شغل فرمایا ہے۔ اپنا یہ حق کبھی استعمال کیا؟ غلام تو یہ مسئلہ پوچھنے سے شرمائے ”ادب و محبت“۔ ایسی بات بڑی ڈھٹائی سے کرے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ بہرحال اب یہ اعتراض الٹا نجفی کے مذہب پر ہے۔ اور امام کے ارشاد کے مطابق تمام ملت جعفریہ کو اپنا یہ حق حاصل کرنا چاہیئے۔

اب اعتراض کی دوسری شق کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ اگر ”وطی فی الدبر“ میں دقت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال جائز ہے۔“ اس کا جواب اگرچہ گزر چکا ہے۔ یعنی جب ہم وطی فی الدبر کی حرمت کے قائل ہیں۔ تو پھر اس پر عمل کے لیے تجاویز اور مشورہ کس کام کا؟ تیل والی یہ روایت صاحب درمنثور نے تفسیر ابن جریر سے نقل کی ہے۔ جہاں اس کی سند بھی مذکور ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ”عمر بن ضریہ“ ہے۔ اور یہ مجروح ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

میزان الاعتدال:

ابو عمر الضریر عن شعبہ طعن فیہ علی بن المدینی۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۷۲
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابو عمر الضریر، شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اور علی بن مدینی نے اس پر طعن کیا ہے۔
لہٰذا اس کا راوی مجروح و مطعون ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل حجت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۱

وطی فی الدبر سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان

وَلَوْ لَاطَ امْرَأَةً لَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَابْنَتُهَا

(فتاوی قاضی خان کتاب النکاح

جلد اول ص ۱۶۶)

ترجمہ:
اگر کوئی شخص کسی عورت سے وطی فی الدبر کرے۔ تو فاعل پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔

نوٹ:
فقہ حنفیہ تیرے بلے۔ فاعل کے تو مزے بن گئے۔ کچھ دن مذکورہ فعل کیجیے۔ ایک عورت کو استعمال کرے اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے بھی نکاح کرے۔ اور پھر ان کو استعمال کرتا ہے اور روح نعمان کے لیے ایک اُلٹا فاتحہ بھی پڑھتا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴ تا ۱۲۵)

جواب:

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق سوال و جواب ابھی گزرا ہے۔ ہم نے اس میں احناف اور اہل سنت کا یہ متفق علیہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ کہ یہ فعل ہمارے نزدیک حرام ہے۔ برخلاف ملت جعفریہ کے کہ وہ اسے جائز حق سمجھتے ہیں۔ اور ان کے

Marfat.com

امام نے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ اعتراض زیر نظر ایک فرضی مسئلہ پر مبنی ہے جس کی طرف اس کا ابتدائی لفظ "لو" اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی اگرچہ ایسا فعل حرام ہے لیکن بالفرض اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے۔ تو یہ فرضی صورت ہے۔ اسے جواز اور حق کی دلیل بنانا جہالت ہے۔

دوسری بات اس روایت میں سمجھنے کی یہ ہے۔ کہ عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے بعد اس کی ماں، بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اس عورت سے مراد فاعل کی بیوی ہے۔ یا کوئی اجنبی عورت؟ اگر بیوی ہو۔ تو اس سے وطی فی الدبر کرے یا نہ کرے۔ اس کی ماں اور بیٹی سے اس فاعل کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں کہ وطی فی الدبر کرے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ فعل نہ کرے۔ تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم الخ۔ ہاں یہ صورت ذہن میں آسکتی ہے۔ کہ "وطی فی الدبر" والی کو چھوڑے۔ یعنی طلاق دے دے۔ اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرے۔ لیکن یہ بھی فقہ جعفریہ میں شاید جائز ہو۔ فقہ حنفی میں اس کی بھی گنجائش نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صورت مسئلہ یوں بن سکتی ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت سے وطی فی الدبر کی۔ (جو حرام تھی) اس سے نکاح نہیں کیا۔ اب اس عورت کی ماں یا بیٹی سے یہی حرام فعل کا مرتکب فاعل اگر باقاعدہ نکاح کرنا چاہے۔ تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اسے درست قرار دیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ فعل ہم اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لیکن حرمت مصاہرہ اس سے ثابت نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف فقہ جعفریہ میں "عورت سے لواطت" درست، جائز بلکہ مرد کا حق" ہے۔ شیعہ عالم "حر عاملی" نے اپنی لمبی چوڑی کتاب "وسائل الشیعہ" جلد ۱۴ میں اس مسئلہ پر ایک مستقل باب باندھا ہے۔ باب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

باب عدم تحریم وطی الزوجہ والسریۃ فی الدبر،،

یہ باب ان احادیث و روایات ائمہ کو جمع کرنے کے لیے ہے جن میں اس باب کا ثبوت ہوگا کہ اپنی بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر حرام نہیں ہے۔ اس باب نے بارہ عدد منسوب فروع احادیث ائمہ پیش کی ہیں۔ جن کی ایک جھلک آپ پچھلے اعتراض کے جواب میں دیکھ چکے ہیں جس مذہب میں عورت کی شرمگاہ میں انگلی پھیر کر کھیلنا ثواب ہو۔ اس کے اندام نہانی کا چومنا تسکین دل و جان کا باعث ہو۔ اگر یہ راستہ بند ہو تو دُبر کو استعمال کرنا ”اجازتِ امام،، ہو۔ پھر رمضان شریف کا روزہ رکھی ہوئی کے ساتھ وطی فی الدبر میں نہ کفارہ نہ قضاء نہ غسل نہ گناہ۔ مزے تو اس مذہب میں ہیں۔ لہذا اس شہوت پرست فقہ و مذہب کے موجدین کو تیس نہیں بلکہ چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر ہدیہ و تحفہ بھیجنا ان کے پیروکاروں پر لازم ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۲

مسجد میں عورت سے صحبت جائز ہے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان

وَ قِيْلَ فِي اللَّيْلِ تَصِحُّ الْخَلْوَةُ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا فِي الْحَمَّامِ۔

(فتاوی قاضی خان کتاب النکاح جلد اول ص ۱۸۰)

ترجمہ:

رات کے وقت مسجد میں بیوی سے خلوت کرنا اور ہم بستری کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ یہ فعل حمام میں بھی کرنا جائز ہے۔

نوٹ:

سنی فقہ تیسے بلے　　بد بخت مسلمانوں نے جب خانۂ خدا کو ویران چھوڑ دیا۔ تو سنی مسلمانوں نے سوچا ہوگا۔ کہ مساجد میں جب نماز والی عبادت نہیں ہوتی۔ تو چلو اس سے ہم بستری والی عبادت کا کام لیا جائے۔ بے شک مسجد میں ہم بستری کا ثواب تراویح شریف جتنا ہوگا۔ اور ملاؤں کو چاہیے کہ اس نیک عمل کا ثواب بھی روح عمر کو ہدیہ کیا کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۵)

جواب:

اس اعتراض میں نجفی شیعی نے وہی پرانی بددیانتی اور خیانت کو اپنایا ہے۔ بد

Marfat.com

بد دیانتی یہ کہ فتاویٰ قاضی خان میں اس مقام پر جو مسئلہ زیر بحث ہے۔ اس کی پوری بات ذکر نہیں کی گئی۔ اگر مسئلہ مکمل بیان کر دیا جاتا۔ تو اعتراض بنانا مشکل ہو جاتا۔

دوسری بد دیانتی یہ کہ "خلوۃ" کا معنی "ہم بستری کرنا" ہے۔ ہم اس کا فرق ابھی چند سطور آگے بیان کرنے والے ہیں۔

تیسری یہ کہ رات کے وقت مسجد میں "خلوۃ" ہو نا حق مہر کو لازم کر دیتا ہے یہ بعض فقہاء کا قول ہے۔ سنی فقہ کا متفقہ نہیں۔

ان بد دیانتیوں کی تفصیل یوں آئیے۔ فتاویٰ قاضی خان میں مسئلہ زیر بحث یہ ہے۔ کہ نکاح کے بعد عورت مقررشدہ حق مہر کی حقدار کب ہوتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرد اس سے ایک دفعہ وطی کر چکا ہو۔ اور دوسری یہ کہ ان دونوں کے درمیان "خلوت صحیحہ" واقع ہو چکی ہو۔ "خلوت صحیحہ" کا مفہوم یہ کہ مرد اور عورت علیحدگی میں ایسے مقام میں جمع ہوئے۔ جہاں نہ کوئی جسمانی رکاوٹ تھی۔ اور نہ شرعی۔ اگر وہ اس مقام پر ہم بستری کرنا چاہیں۔ تو کوئی شے اس سے مانع نہ ہو۔ اس کے باوجود اگر انہوں نے ہم بستری نہیں کی۔ تو پھر بھی عورت مقرر شدہ حق مہر لینے کی حقدار ہو گئی۔ کیونکہ اس کی طرف سے سپردگی میں کوئی کسر نہ تھی۔ اسی مسئلہ کے متعلق صاحب فتاویٰ نے لکھا۔ کہ اگر میاں بیوی دونوں مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔ اور وہاں اس وقت تنہائی ہو۔ تو کیا یہ تنہائی "خلوت صحیحہ" کا حکم پائے گی؟ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ مسجد اور حمام میں ایسا ہونا "خلوت صحیحہ" نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہاں اگرچہ اس وقت کوئی تیسرا نہیں لیکن کسی کی آمد و رفت پر پابندی تو نہیں۔ لہٰذا اس خدشہ کے پیش نظر یہ خلوت "صحیحہ" نہیں ہو گی۔ کیونکہ جماع کرنے کی رکاوٹ موجود ہے۔ یہ تو دن کے وقت کا مسئلہ تھا۔ اب یہی صورت رات کے وقت اگر بن جائے۔ تو اس کے متعلق بھی صاحب فتاویٰ لکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی "خلوت صحیحہ" نہیں ہو گی۔ اس جزیہ پر

Marfat.com

ایک قول "قِیْلَ" کے ساتھ نقل کیا گیا۔ (جسے نجفی نے اعتراض کے لیے چنا ہے) وہ یہ کہ بعض فقہاء اس رات کی خلوت کو "خلوت صحیحہ" قرار دیتے ہیں۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ رات کے وقت مسجد اور حمام میں لوگوں کی عادتاً آمد ورفت نہیں ہوتی۔ اور اندھیرے کی وجہ سے کسی کے دیکھنے کا بھی احتمال نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں عورت پورا حق مہر لینے کی مستحق ہوگی۔ اسی طرح ایک اور مسئلہ لکھا۔ کہ اگر دونوں میاں بیوی کسی شاہراہ پر اکٹھے ہوں۔ وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہ ہو۔ تو یہ بھی خلوت صحیحہ نہ ہوگی۔

کیونکہ عام راستہ پر آنے جانے سے کسی پر پابندی نہیں ہوتی۔ لہٰذا رکاوٹ ہے۔ اور اگر اس شاہراہ سے ایک دو میل دائیں بائیں ہو جائیں۔ تو یہ رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔ اور "خلوت صحیحہ" پائے جانے کی وجہ سے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ مسئلہ زیر بحث کی مختلف صورتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد اب نجفی کی دوسری بددیانتی بھی آپ پر آشکارا ہو چکی ہوگی۔ وہ یہ کہ "خلوت" کا معنی "ہم بستری کرنا" قطعاً غلط ہے خلوت اور چیز ہے۔ اور ہم بستری اور۔ یا یوں کہہ لیں۔ کہ خلوت کی ہر صورت "ہم بستری کرنا" نہیں ہوتی۔ نجفی سے ہی پوچھئے۔ کہ جب آپ اپنی بیوی سے تنہائی میں بلا موانع تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تو ایسے ہر موقعہ پر آپ ہم بستری کر رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عام آدمی کو دھوکہ دینے اور فریب دینے کے لیے اس نے "خلوت" کا معنی "ہم بستری کرنا" کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ فقہ حنفی میں مسجد اور حمام میں رات کے وقت ہم بستری کرنا جائز ہے۔ لعنة الله علی الکاذبین۔

تیسری بددیانتی یوں کہ بعض فقہاء نے یہ فرمایا تھا۔ کہ اگر رات کے وقت مسجد یا حمام میں دونوں میاں بیوی اکٹھے ہو جائیں۔ تو چونکہ جماع سے رکاوٹ کوئی نہیں۔ اس لیے اُن کا ان مقامات پر اس طرح اکٹھا ہو جانا "خلوت صحیحہ" کہلائے گا۔ اور خاوند کو بیوی کا مقرر کردہ حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ لیکن نجفی نے اس سے

Marfat.com

یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ سنی فقہ مسجد میں رات کے وقت ہم بستری کرنے کی اجازت دے رہی ہے۔ خدا کا غضب! بھلا کس فقیہہ نے اس کی اجازت دی ہے؟ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

"خلوت صحیحہ" کا مسئلہ جس طرح کتب اہل سنت میں ہے۔ اسی طرح اہل تشیع کی کتب میں بھی ہے۔ اور بلکہ اسے تو ہم بستری کے قائم مقام بھی کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو

وسائل الشیعہ:

اِنَّ الْرَّاِلَیَ اِنَّمَا یَحْکُمُ بِالظَّاهِرِ اِذَا اَغْلَقَ الْبَابَ وَ اَرْخَی السِّتْرَ وَجَبَ الْمَهْرُ وَ اِنَّمَا هُـ ذَا عَلَیْهَا اِذَا عَلِمَتْ اَنَّهٗ لَمْ یَمَسَّهَا فَلَیْسَ لَهَا فِیْمَا بَیْنَهَا وَ بَیْنَ اللّٰهِ اِلَّا نِصْفُ الْمَهْرِ.... عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَام قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ ثُمَّ خَلَا بِهَا فَاَغْلَقَ عَلَیْهَا بَابًا اَوْ اَرْخٰی سِتْرًا ثُمَّ طَلَّقَهَا فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ وَخَلَاؤُهٗ بِهَا دُخُوْلٌ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ صفحہ ۶۷
کتاب النکاح ابواب المهور۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حاکم تو ظاہر پر ہی فیصلہ کرتا ہے۔ جب کسی مرد نے دروازہ بند کر لیا۔ پردے ڈال دیئے اور اس کے ساتھ اندر عورت بھی

Marfat.com

موجود ہے۔) تو اب حق مہر پورا دینا واجب ہو گا۔ رہی یہ بات کہ عورت کہتی ہے۔ کہ مجھے اُس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ تو یہ وہ جانے اور اس کا اللہ جانے اس پر عند اللہ وہ نصف حق مہر کی مستحق ہو گی۔ (لیکن حاکم یہ فیصلہ نہیں کرے گا کیونکہ ظاہر کے یہ خلاف ہے۔) حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کسی مرد نے کسی عورت سے شادی کرلی۔ پھر اس سے تنہائی میں بیٹھا۔ دروازہ بند کر دیا۔ پردہ ڈال دیا۔ پھر طلاق دی۔ تو اس مرد پر پورا حق مہر ادا کرنا واجب ہو گیا۔ کیونکہ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح علیحدگی میں ہونا گویا ہم بستری کرنا ہی ہے۔

"خلوت صحیحہ" کا مفہوم وسائل الشیعہ سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ یعنی خلوتِ صحیحہ میں صرف میاں بیوی کی تنہائی ہوتی ہے جس میں جماع سے نہ کوئی شرعی رکاوٹ ہو۔ اور نہ طبعی مانع موجود ہو۔ یہ تنہائی قائم مقام ہم بستری کے ہوتی ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد حق مہر پورا ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسے سنی شیعہ دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بات ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ وطی ہو جانے کی صورت میں حق مہر بہر حال مکمل ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے خلوت کا معنی ہم بستری کرنا نہیں۔

روایت مذکورہ پر اعتراض کے بعد نجفی نے طنزاً کہا۔ کہ مساجد میں نماز والی عبادت تو نہیں ہوتی۔ تو چلو یہی ہم بستری والی عبادت شروع کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہم اہل سنت کی مساجد کی تعداد اور ان میں نمازیوں کی تعداد اہل تشیع سے کہیں زیادہ ہے۔ مساجد اول تو اہل تشیع کی ہیں ہی کہیں کہیں اور پھر وہ بھی غیر آباد۔ ہاں امام باڑے بہ نسبت مساجد کے اُن کے ہاں زیادہ ہیں لیکن غیر آباد ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ یہ بات تو ان کی مساجد اور امام باڑوں پر فٹ آتی ہے ہماری مساجد میں تو "خلوت صحیحہ" کے امکانات رات کے وقت بھی کم ہیں۔ ان

Marfat.com

کے ان مراکز پر رات کے بارہ بجے بھی کسی کے آنے کا گمان نہیں ہوتا۔ اگر قاضی خان کے ذکر کردہ اس "قیل" کے قائلین اِدھر توجہ کرتے۔ تو شاید ان کے استدلال پر اعتراض نہ ہوتا یعنی یوں کہتے کہ اگر کوئی شخص "شیعہ اپنی۔۔۔ کو ساتھ لے کر کربلا گامے شاہ میں نیچے تہ خانہ کے اندر چلا جائے۔ اور وقت ہو رات کا۔ تو بے شک کرے کچھ نہ۔ اُسے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی مانع نہیں لیکن ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ کہ شام غریباں منانے والے جب وہاں پہنچ کر بجلی بند کر دیتے ہیں۔ اور پھر خلوت صحیحہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دراصل یہ ہے خلوت صحیحہ کہ جس کا معنی نجفی نے ہم بستری کیا ہے۔ لیکن وہاں تو بستر بھی نہیں ہوتا۔ ہم فرشی ہوتی ہے۔ اور زرخیز زمین میں "منجے اور منجے شیعہ شاہوں" کی بیجائی ہوتی ہے۔ یہی فصل پروان چڑھتی ہے۔ تو سینما آباد ہوتے ہیں۔ قحبہ خانے بارونق ہوتے ہیں۔ اور "دم بادا صاحب" کے پجاری بنتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۳

مرد اور عورت ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو ہاتھ پھیرا کریں

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان

لَا بَأْسَ الرَّجُلُ اَنْ يَمَسَّ فَرْجَ اِمْرَأَتِهٖ كَذَالِكَ اِمْرَأَةٌ لَا بَأْسَ اَنْ تَمَسَّ فَرْجَ زَوْجِهَا لِكَيْ يَتَحَرَّكَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ سَأَلْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَنْ هٰذَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَاَرْجُوْ اَنْ يُّعَظِّمَ اَجْرُهُمَا۔

(۱۔ فتاوی قاضی خان کتاب الحظر جلد چہارم ص ۷۱۳)

(۲۔ ھدایہ شریف جلد چہارم ص ۴۶۱ حاشیہ کتاب الکراھت)

ترجمہ:

اگر مرد عورت کے مقام شرم کو مس کرے۔ اور عورت مرد کے مقام شرم کو مس کرے تاکہ شارٹ ہو جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ معظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اس فعل سے

Marfat.com

دونوں کو بڑا ثواب ملے گا۔

نوٹ:

بلے بلے فقہ نعمان کے شعروہ ہے جو فتولوہار کہتا ہے۔ حنفی فقہ نے مذکورہ مسئلے کی وضاحت تو حق المقدور بہت کی ہے۔ لیکن ایک کمی پھر بھی باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ لفظ مس کی پوری تشریح نہیں ہوئی۔ کیونکہ مس منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے اور ہاتھوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ پس اگر دونوں صورتیں جائز ہیں۔ تو پھر حنفی بھائیوں کے گھروں میں رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ چاٹتا رہے اور وہ چوستی رہے۔ اور اس عبادت کا ثواب آٹومیٹکلی روح نعمان کو پہنچتا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵ اجلد اول)

جواب:

نجفی شیعی کا یہ اعتراض برائے اعتراض ہے۔ ورنہ یہ لکھتے وقت اس کا ضمیر (اگر زندہ ہے تو) اُسے ضرور ملامت کرتا ہوگا۔ کہ کیا لکھ رہے ہو۔ اور خود کرتے کیا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ مرد کے حقوق و فرائض اپنے ہوتے ہیں۔ اور بیوی کے اپنے حقوق و فرائض۔ جو شخص حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتا۔ اُسے تو شادی ہی نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن شادی کے بعد ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا شرعی طور پر قابل ستائش اور اچھا ہے۔ اس لیے اگر فقہ حنفی میں ان حقوق کو بطریقہ احسن ادا کرنے کی کوئی صورت ذکر ہوئی ہے۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟

رہا نجفی کا یہ کہنا کہ مس کی تشریح نہیں ہوئی۔ اور یہ منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہوگا۔ صرف منہ اور لب ہی کیوں پاؤں، گھٹنے اور سر وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ دیکھنا ہے۔ کہ مس کی کونسی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز، دراصل لبوں سے مس کرنا تو تمہیں اس لیے یاد آگیا۔ کہ

Marfat.com

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِیْ هٰذِهِ الرِّوَایَةِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْحَکَمِ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِیِّ کَذَّبَهُ الرَّبِیْعُ بْنُ سُلَیْمَانَ فِیْ حِکَایَاتٍ رَوَاهَا عَنِ الشَّافِعِیِّ وَقَالَ ابْنُ خُزَیْمَةَ لَمْ یَکُنْ یَحْفَظُ الْاَسْنَادَ مِنَ الْمِیْزَانِ لِلذَّهَبِیِّ ثُمَّ هَلْ نَعْقِلُ اَنَّ الشَّافِعِیَّ یَقُوْلُ ذَالِکَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْوٰی عَنْهُ قَوْلُهٗ فِیْهِ اَلنَّاسُ فِی الْفِقْهِ عِیَالٌ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَوْلُ: مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَعَلَیْهِ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳

ص ۴۳۷ مطبوعہ السلفیہ مدینہ

منورہ طبع جدید)

ترجمہ:

روایت مذکورہ میں ایک راوی محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن حکم سے ابن جوزی کا کہنا ہے۔ کہ ربیع بن سلیمان نے اس کو ان حکایات میں جھوٹا کہا۔ جو اس نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیں۔ (جن میں سے ایک یہ بھی ہے) ابن خزیمہ کا قول ہے۔ کہ اسے سند حدیث یاد نہیں رہتی تھی۔ (علاوہ ازیں) کیا اس قسم کا قول امام اعظم کے متعلق جناب امام شافعی سے ممکن بھی ہے۔؟ کیا عقل اسے گوارا کرتی ہے۔؟ یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ کے بارے

Marfat.com

میں فرماتے ہیں۔ "فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے بچے ہیں"۔ اور یہ بھی اُن کا ہی قول ہے۔ کہ "جو فقہ میں دسترس چاہتا ہے۔ اُسے امام اعظم ابوحنیفہ کا دامن تھامنا پڑے گا۔

لمحہ فکریہ:

بظاہر ایک عدد اعتراض تھا۔ لیکن اس کے ضمن میں چند عدد الزامات تھے۔ ہم نے ایک ایک کر کے اُن کی مدلل تردید کر دی۔ معترض نجفی شیعی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ فتاویٰ تعلیم اُن کے شاگردوں اور مقلدوں کے ذریعہ امام موصوف کی ذات کو موردِ طعن واعتراض بنایا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چیز بھی دلائل صحیحہ در روایات معتبرہ سے ثابت نہ کر سکا۔ تاریخ بغداد سے ان باتوں کو نقل کرتے وقت، نہ تو ان کے حواشی کو دیکھا گیا۔ نہ ان کے راویوں کی چھان بین کرنے کی کوشش کی۔ اور نہ ہی ان کے منسوب کردہ حضرات کے تعریفی اور تعظیمی اقوال دیکھنے نصیب ہوئے۔ بس فکر یہ تھی کہ "فقہ حنفی"، کو کسی طریقہ سے موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ اور اس فکر کے پیش نظر "اندھے کو لاٹھی" کا سہارا ملا مگر وہ بھی چھن گیا۔ لاٹھی والے تو خود اس کی ٹانگیں توڑنے کے درپے ہیں۔ اور یہ بیچارہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ کہ بس اس سے "فقہ حنفی"، کو ہانکوں گا۔ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ ان کی تمام کوششیں دنیوی زندگی میں اکارت ہو کر رہ گئیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۹

ابوبکر کی گواہی کہ ابوحنیفہ نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدل دیا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۴۱ محمد بن عامر الطائی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ دمشق میں دو بوڑھے نکلے ہیں۔ ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا۔ کہ تو نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل دیا ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ یہ ابوبکر ہے۔ اور دوسرا دین کو بدلنے والا ابوحنیفہ ہے۔ نیز اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ ابن شیبہ کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کو نبی سے زیادہ عالم جانتے ہیں۔ نیز صفحہ ۴۴۷ میں لکھا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ سفیان ثوری کہتا تھا۔ کہ ابوحنیفہ نہ قابل اعتماد تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔

نیز ص ۴۴۸ میں لکھا ہے۔ کہ خود امام احمد بن حنبل فرماتے تھے۔ کَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَكْذِبُ۔ کہ ابوحنیفہ جھوٹ بولتا تھا۔ اور ص ۴۵۱ پر لکھا ہے۔ کہ عمرو بن علی ابوحفص کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ حافظ حدیث نہ تھا۔ اور ص ۴۴۱ میں لکھا ہے۔ کہ احمد بن شعیب نسائی کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی حدیث میں معتبر نہیں ہے۔

Marfat.com

نوٹ:

مناظر اعظم تونسوی صاحب شیعوں کو چھوڑنے سے پہلے اپنے مذہب کی کتاب تاریخ بغداد کی تیرھویں جلد میں اپنے امام اعظم کی شان ملاحظہ کر لیتے۔ تو آپ کے لیے بہتر تھا۔

ے

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

جواب:

نجفی شیعی نے مذکورۃ الصدر اعتراض کے ضمن میں چند ایک باتیں کہی ہیں۔ ترتیب وار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ کو "دین بدلنے والا" کہا ہے۔

۲۔ ابن ابی شیبہ نے ابوحنیفہ کو یہودی کہا ہے۔

۳۔ علی ابن جریر نے کہا۔ کہ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ابوحنیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم کہتے ہیں۔

۴۔ سفیان ثوری کا کہنا ہے۔ کہ کوفہ میں ابوحنیفہ نہ تو اعتماد کے قابل تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔

۵۔ احمد بن حنبل کے نزدیک ابوحنیفہ جھوٹ بولتا تھا۔

۶۔ عمرو بن علی ابو حفص کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ حافظ الحدیث نہ تھا۔

۷۔ احمد بن نسائی امام ابوحنیفہ کی حدیث کو معتبر نہیں کہتے تھے۔

☆

Marfat.com

تردید امرِ اوّل

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گریبان پکڑ کر امام اعظم کو کہنا۔ کہ اس نے دین بدل دیا ہے۔"
اس روایت کا راوی محمد بن علی بن عطیہ سخت مجروح ہے۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت سے امام اعظم کی ذات مطعون نہیں ہو سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَطِيَّةَ اَبُوْ طَالِبٍ الْمَكِّيُّ الزَّاهِدُ الْوَاعِظُ صَاحِبُ الْقُوْتِ حَدَّثَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَحْمَدَ الْمَصِيْصِيِّ وَالْمُفِيْدِ وَكَانَ مُجْتَهِدًا فِي الْعِبَادَةِ حَدَّثَ عَنْهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْاَزْجِيُّ وَغَيْرُهُ قَالَ الْخَطِيْبُ ذَكَرَ فِي الْقُوْتِ اَشْيَاءَ مُنْكَرَةً فِي الصِّفَاتِ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَبَلِ وَنَشَاءَ بِمَكَّةَ قَالَ لِيْ اَبُوْ طَاهِرِ الْعَلَّافُ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ وَعَظَ بِبَغْدَادَ وَخَلَطَ فِيْ كَلَامِهِ وَحَفِظَ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ اَضَرُّ مِنَ الْخَالِقِ فَبَدَّعُوْهُ وَهَجَرُوْهُ فَبَطَلَ الْوَعْظُ۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۰۷، حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

Marfat.com

ترجمہ:

"القوت" کتاب کا مصنف محمد بن علی بن عطیہ زاہد اور واعظ تھا۔ علی بن احمد مصیصی اور مفید سے حدیث کی روایت کرتا ہے۔ اور عبادت میں بہت منہمک رہتا تھا۔ عبد العزیز ازجی وغیرہ نے اس سے حدیث کی روایت کی خطیب نے کہا ہے۔ کہ اس نے اپنی تصنیف "القوت" میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں منکر باتوں کا ذکر کیا ہے۔ پہاڑی آدمی تھا۔ اور مکہ مکرمہ میں پرورش پائی۔ مجھے (صاحب میزان الاعتدال) ابو طاہر علاف (امام ذہبی) نے کہا۔ کہ ایک مرتبہ محمد بن علی ابو طالب نے بغداد شہر میں وعظ کیا۔ اور تقریر میں ادھر ادھر کی مخلوط باتیں کیں۔ اور لوگوں سے یہ کہتے ہوئے پایا۔ کہ مخلوق پر خالق سے زیادہ احسان کرنے والا کوئی نہیں۔ (خالق کا ایک معنی جھوٹ گھڑنے والا بھی ہے۔ اور اس جگہ اس کی یہی مراد تھی) یہ سن کر لوگوں نے اسے بدعتی سمجھا۔ اور اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح اس کی مجلس وعظ باطل ہو گئی۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام ابو حنیفہ پر اعتراض کرنے کے لیے نجفی شیعی کو اس روایت سے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن علی عطیہ ایسا شخص ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں عجیب و غریب باتیں ملایا کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت میں بھی ادھر ادھر کی جمع کر لیا کرتا تھا۔ اور اس کے متعلق یہ باتیں خود تاریخ بغداد کے مصنف نے کہیں۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں تعجب اس بات پر ہے۔ کہ نجفی شیعی "حجۃ الاسلام" ہونے کے باوجود

Marfat.com

یہ نہیں جانتا کہ کسی عام آدمی کا خواب دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوا کرتا۔ چاہے خواب دیکھنے والا کتنا ہی متقی اور مخلص مومن ہو لیکن یہ خواب تو اس شخص کا ہے جو صفات باری تعالیٰ اور وعظ و نصیحت میں بھی ہیرا پھیری کیا کرتا تھا۔ ایسے شخص کا خواب سے کر نجفی کونسا تیر چلا رہا ہے۔ یہ خواب تو خواب دیکھنے والے کی تسلی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ امام اعظم کی ذات پر اعتراض کی دلیل بن جائے۔ نجفی ضبیعی کے پیش نظر اپنوں کو خوش کرنا ہے۔ سو وہ کرتا ہے چاہے وصول اپنے ہی سر پر پڑے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید امر دوم

وہ ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا گیا کہ یہ امام اعظم کو یہودی سمجھتے تھے" پہلے الزام کی طرح اس میں بھی کوئی قوت اور طاقت نہیں۔ کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن علی القاضی الواسطی ہے۔ جو ضعیف بلکہ واضع الحدیث ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

محمد بن علی القاضی ابو العلاء الواسطی المقری
ضَعِيفٌ ...... وَقَالَ الْخَطِيبُ رَأَيْتُ لَهُ اُصُوْلاً
مُضْطَرِبَةً وَاَشْيَاءَ سَمَاعَهُ فِيْهَا مَفْسُوْدٌ ......
قَالَ الْخَطِيبُ فَاسْتَنْكَرْتُهُ وَقُلْتُ لَهُ اَرَاهُ بَاطِلاً ...

Marfat.com

وَقَالَ الْخَطِيْبُ اَمَّا حَدِيْثُ اَخْذِ الْيَدِ فَاِنَّهُ لَمْ يَضَعْهُ فَاَنْكَرْتُ عَلَيْهِ فَامْتَنَعَ بَعْدُ مِنْ رِوَايَتِهِ وَرَجَعَ عَنْهُ وَذَكَرَ الْخَطِيْبُ اَشْيَاءَ تُوْجِبُ وَهْنَهُ۔

(میزان المیزان الاعتدال

جلد سوم ص۷۰۰ حرف المیم۔

ترجمہ:

محمد بن علی القاضی ضعیف ہے۔ خطیب نے کہا۔ کہ میں نے اُس کے اصول مضطرب پائے۔ اور کچھ ایسی روایات کہ اُن کا سماع فاسد ہے۔ یعنی یہ اُن کو سُن کر بیان کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ اُن کی سماعت کا کوئی ثبوت نہیں) خطیب ہی کا قول ہے۔ کہ میں نے اس کی روایت (ہاتھ پکڑ کر روایت بیان کرنا) کو منکر قرار دیا۔ اور میں نے کہا کہ میں اس کو باطل سمجھتا ہوں۔ خطیب کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ ہاتھ پکڑ کر بیان کرنے والی حدیث اس کی من گھڑت حدیث ہے۔ میں اسے منکر سمجھتا ہوں پس وہ اس حدیث کو بعد میں روایت کرنے سے باز آگیا۔ اور اُس سے رجوع کر لیا۔ اس کے علاوہ خطیب نے اور بھی بہت سی ایسی باتیں اس کے متعلق ذکر کی ہیں۔ جو اس کی حالت کو اور بھی کمزور کر دیتی ہیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

وَكَانَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِمَّنْ اَدْرَكْنَا يَقْدَحُوْنَ فِيْهِ وَرَاَيْتُ فِيْ كِتَابِ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ بَعْضِ الشُّيُوْخِ

Marfat.com

اَلْمَعْرُوْفِيْنَ حَدِيْثًا اِسْتَنْكَرْتُهٗ وَكَانَ مَتْنُهٗ طَوِيْلًا مَوْضُوْعًا مُرَكَّبًا عَلٰى اَسْنَادٍ وَاضِحٍ صَحِيْحٍ وَذُكِرَ فِيْ تَضْعِيْفِهٖ كَلَامًا۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۴۱)

ترجمہ:

جتنے بھی اہل علم کو ہم نے پایا۔ وہ ابوالعلاء واسطی کی روایات پر تنقید ہی کرتے تھے۔ میں نے اس کی کتاب میں دیکھا۔ کہ اس نے بعض معروف و مشہور محدثین سے ایسی روایات ذکر کیں۔ جن کو میں منکر سمجھتا ہوں۔ ان احادیث کا متن طویل، موضوع اور واضح صحیح اسناد سے مرکب تھا اس ابوالعلاء کو ضعیف قرار دینے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

"محمد بن العلاء الواسطی"، روایت مذکورہ کا راوی ہے۔ اور حوالہ مذکورہ کی روشنی میں آپ نے اس کے متعلق پڑھا۔ معروف محدثین کے نام پر من گھڑت احادیث روایات بیان کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ اسی کی روایت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اور یہ باتیں اس راوی کے متعلق خود خطیب بغدادی کہہ رہا ہے۔ جس کی کتاب سے نجفی نے امام اعظم کی ذات پر اعتراض کے لیے حوالہ ذکر کیا تھا۔ نجفی نے الزام کی عبارت پڑھی۔ اور امید ہے۔ کہ اس پر تحریر شدہ حاشیہ بھی دیکھا ہوگا۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی یہ الزام تراشنے سے باز نہ آیا کیا کرتا۔ بغض و حسد کا ایسا مرض لگا ہوا ہے۔ کہ حقیقت دیکھنے ہی نہیں دیتا۔

Marfat.com

تردید امر سوم

علی بن جریر کا کہنا کہ کوفی لوگ ابوحنیفہ کو اللہ کے رسول سے بھی بڑا عالم مانتے تھے۔ کیا واقعی ایسا تھا؟ آیئے ذرا اس روایت کے راویوں کو دیکھیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ اس میں ایک راوی محمد بن مہلب ہے۔ یہ کیسا تھا۔ سنیئے۔

الکامل فی ضعفاء الرجال

مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَلَّبِ غُنْدَرُ الْحَرَّانِي سَمِعْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ أَبِي مَعْشَرٍ يَقُوْلُ كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ۔

(۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال جلد ۶ ص ۲۲۹۷، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۹۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن مہلب حرانی کے متعلق عبداللہ بن عدی کہتے ہیں۔ کہ میں نے حسین بن ابی معشر کو کہتے سنا۔ کہ یہ شخص حدیث گھڑ لیا کرتا تھا۔

Marfat.com

خلاصہ:

روایت مذکورہ کے من گھڑت ہونے کی شہادت مل گئی۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن مہلب یہ کام کیا کرتا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اس من گھڑت روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر لگایا گیا۔ الزام سرے سے بے بنیاد ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ امام ابوحنیفہ کی ذات وہ ہے۔ جن کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ کسی مسئلہ کے درپیش آنے کے وقت وہ اس کا حل قرآن کریم سے تلاش کرتے اگر نہ پاتے تو احادیث مبارکہ سے اُس کا جواب ڈھونڈتے۔ اگر آیتِ قرآنی یا حدیث نبوی مل جاتی۔ تو وہی جواب ہوتا اس کے لیے تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۲ ملاحظہ کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام ابوحنیفہ اپنے تئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کجا بلکہ آپ کا ادنیٰ غلام سمجھتے تھے۔ اور اپنے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے مقابلہ میں سمندر کے سامنے قطرہ کی طرح سمجھتے تھے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے مقابلہ تو بہت دُور کی بات ہے۔ حضرات صحابہ کرام کا علم بھی ان کے لیے اپنے قیاس واجتہاد سے کہیں بڑھ کر تھا۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ ان کے معتقدین علم میں ان کو اتنا بڑھاتے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم کہتے تھے۔ ایک بہتان صریح اور بے مثل جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

تردید امر چہارم

"ابو حنیفہ قابل اعتبار اور دیانت دار نہیں" جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ یہ روایت چونکہ مؤمل بن اسماعیل کی سند سے مروی ہے۔ اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اس لیے خود روایت ہی قابل اعتبار نہیں ہے۔

میزان الاعتدال:

قَالَ البخاری مُنْكِرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَبُوْ زَرعَةَ فِيْ حَدِيْثِهٖ خَطَاءٌ كَثِيْرٌ .... مَاتَ بِمَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ سَنَ سِتٍّ وَمَائَتَيْنِ قَالَ مؤمل بن اسماعيل حدثنا عكرمة بن عمار عن سعيد المقبری عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قَالَ هَدِمَ الْمُتْعَةَ الطَّلَاقَ وَالْعِدَّةَ وَالْمِيْرَاثَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۲۲۱ حرف المیم۔ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو "منکر الحدیث" کہا۔ ابو زرعہ نے اس کی حدیث کو کثیر غلطیوں والی بتایا۔ یہ ۲۰۶ھ میں بمقام مکہ فوت

Marfat.com

ہوا۔ اسی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "متعہ" تین چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔ طلاق، عدت اور میراث۔ یہ حدیث منکر ہے۔

لمحۂ فکریہ:

سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ روایت کا حال معلوم ہو گیا۔ اس کا راوی مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہونے کے علاوہ حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ اور ابو زرعہ ایسے محدث کا اسے "منکر" قرار دینا اس کے ناقابل اعتبار ہونے کے لیے کافی وشافی ہے۔ رہا جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا امام ابو حنیفہ کے متعلق خیال تو اس کی ایک جھلک۔ آپ گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں۔ اسی تاریخ بغداد میں ان کا ایک اور قول ملاحظہ کریں۔

تاریخ بغداد:

محمد بن بشیر کہتا ہے۔ کہ میرا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ دونوں کی طرف آنا جانا رہتا تھا۔ ایک دفعہ میں جناب سفیان ثوری کے پاس تھا۔ تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر سفیان ثوری نے فرمایا۔ لَقَدْ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ اَفْقَهِ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ تو روئے زمین میں سے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آیا ہے۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۴)

Marfat.com

اسی کتاب میں دوسری جگہ موجود ہے۔ کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی آمد پران کا کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ پھر انہیں اپنی مسند پہ بٹھایا۔ اور خود سامنے زانو تہ کرکے تشریف فرما ہوئے۔ اس کی وجہ بیان کی۔ کہ ابوحنیفہ کا علم، عمر، زہد و تقویٰ اور ان کا تفقہ فی الدین ہر ایک خوبی ایسی ہے۔ جو مجھے ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

(جلد ۱۳ ص ۳۴۱)

تاریخ بغداد کی ان عبارات نے ثابت کر دیا۔ کہ جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ محترم اور مکرم تھے۔ اس قدر ان کے علمی و فقہی مقام کا احترام کرنے والا یہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ ناقابلِ اعتبار اور بددیانت تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ الزام مؤمل بن اسماعیل "منکر الحدیث" کی اپنی اختراع ہے اور سفیان ثوری اس سے بری ہیں۔

تردید امر پنجم

"امام ابوحنیفہ جھوٹ بولتے تھے" تاریخ بغداد کے حوالہ سے یہ بات امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جناب امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ اُن کا قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابھی پچھلے اوراق میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا عقل تسلیم نہیں کرتی۔ کہ استاد تو کسی شخصیت کا از حد احترام کرتا ہو۔ اور اس کا شاگرد احترام کی بجائے اُسے جھوٹا کہتا پھرے۔ روحانی دادا کے ساتھ ایسا سلوک غیر متوقع ہوتا ہے۔ اسی تاریخ بغداد میں رأس المحدثین یحییٰ بن سعید القطان (کہ جن کی تنقید سے شاید ہی کوئی بچا ہو) امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

Marfat.com

يحيى بن معين يَقُوْلُ سَمِعْتُ يحيى القطان
يَقُوْلُ جَالَسْنَا وَاللهِ اَبَاحَنِيْفَةَ وَسَمِعْنَا مِنْهُ وَ
كُنْتُ وَاللهِ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهٖ
اَنَّهُ يَتَّقِي اللهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

(د جلد ۱۳ ص ۳۵۲)

ترجمہ:

کہ ہم ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہم نے اُن کی کچھ باتیں سنیں۔ خدا کی قسم! میں جب بھی اُن کی طرف دیکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقوی کے نمایاں آثار مجھے ان کے چہرہ پر نظر آتے۔

قارئین کرام! یحیےٰ بن سعید القطان ایسا ناقد جس شخصیت کو متقی قرار دے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جسے "افقہ الناس" کہیں، سفیان ثوری رضی اللہ عنہ جن کا کھڑے ہو کر استقبال کریں۔ کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ ایسی شخصیت کے بارے میں وہ الفاظ کہیں۔ جو ان کی طرف منسوب کیے گئے۔ خوفِ خدا اور جھوٹ بولنا یہ دونوں باتیں ایک ہی شخصیت میں نمایاں طور پر نظر آئیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ یہ الزام امام احمد بن حنبل کی طرف صرف منسوب کر دیا گیا۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

تردید امر ششم

"امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث نہ تھے" عقل اس الزام کو ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور تفقہ فی الدین کو دنیا تسلیم کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ائمہ مشہورہ میں سے ہر ایک نے اور بالخصوص امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ابوحنیفہ "افقہ الناس" تھے۔ سفیان ثوری انہیں فقیہ بے مثل کہیں۔ ذرا سوچیے "فقہ" کس چیز کا نام ہے۔ اس کے مسلمہ اصول قرآن و حدیث ہیں۔ یعنی ان دونوں کا عالم ہوئے بغیر کوئی شخص فقیہ نہیں ہو سکتا۔ جب فقیہ بننا یا ہونا ان دونوں پر موقوف ہو تو "افقہ الناس" کو ان میں سے احادیث سے نابلد کہنا کس قدر حماقت اور جہالت ہے۔ اس عقلی دلیل کے علاوہ روایت مذکورہ ویسے بھی مخدوش و مجروح ہے۔ قابل استدلال نہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں سہل بن احمد نامی راوی ناقابل اعتبار ہے۔

لسان المیزان:

سهل بن احمد دیباجی حَدَّثَ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحُبَابِ رُمِيَ بِالْاَخْوَيْنِ الرَّفْضِ وَالْكَذِبِ رَمَاهُ الزُّهْرِيُّ وَغَيْرُهُ انتهى ..... وَقَالَ ابْنُ اَبِي الْفَوَارِسِ كَانَ رَافِضِيًّا غَالِيًا كَتَبْنَا عَنْهُ كِتَابَ

Marfat.com

اس کی بدولت آدمی بچ جاتا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو باوجود اس قدر نکاح کرنے کے کوئی بھی زانی نہیں کہہ سکتا۔ کہ آپ نے ایسا شہوت پرستی کی خاطر کیا۔ حسد و بغض کی عینک اتار کر بھی اگر دیکھتا۔ تو فقہ حنفیہ پر اسے کوئی اعتراض نظر نہ آتا۔ اور اگر آتا تو پھر اپنے ائمہ کے اقوال و اعمال پر بھی تنقید ہوتی۔ اس لیے گندی زبان کو روکنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ورنہ اپنے بیگانے سبھی اس کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۷

بیوی اور میاں کی ملاقات کے بغیر بھی اولاد حلالی ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ لَوْ تَزَوَّجَ وَھُوَ بِالْمَشْرِقِ اِمْرَأَۃً وَ ھِیَ بِالْمَغْرِبِ وَاَتَتْ بِوَلَدٍ لِسِتَّۃِ اَشْھُرٍ مِنَ الْعَقْدِ کَانَ الْوَلَدُ مُلْحَقًا بِہٖ وَاِنْ کَانَ بَیْنَھُمَا مُسَافَۃٌ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَلْتَقِیَا اَصْلاً۔

(۱۔ رحمت الامۃ فی اختلاف الائمہ جلد دوم ص ۶۹ کتاب النکاح)
(۲۔ الدر المختار جلد دوم ص ۴۰ کتاب النکاح فصل فی ثبوت النسب)
(۳۔ میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۸)

ترجمہ:
امام اعظم کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مشرق میں رہتا ہے۔ اور کوئی عورت مغرب میں رہتی ہے۔ اور ان کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ کہ ان کا آپس میں ملاقات کرنا ناممکن ہے۔ اور پھر

Marfat.com

ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔ اور پھر وہ عورت چھ ماہ کے بعد بچہ جنے تو وہ بچہ اسی مرد کا شمار ہوگا۔

نوٹ:

سچ ہے۔ جہاں عقل ہے وہاں سُنی نہیں۔ اور جہاں سنی ہے واں عقل نہیں۔ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات ہی نہیں کی۔ اور بقول صاحب درالمختار ان دونوں میں اتنی مسافت ہے۔ کہ ایک سال میں طے ہوگی پس جب مرد نے ہم بستری ہی نہیں کی تو پھر اس عورت سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ اس مرد کا نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بچہ حرامی ہے۔ لہٰذا دنیا کے تمام ولدالزنا حرامی لوگوں کو امام اعظم کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اور اس کی فقہ کو اپنانا چاہیئے۔ کیونکہ امام نے ان کے لیے شریعت میں کافی گنجائش رکھی ہے۔

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۸

ثبوتِ نسب کا عجیب طریقہ

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ اِنَّہٗ لَوْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً وَغَابَ عَنْھَا سِنِیْنَ فَاَتَاھَا خَبَرُ وَفَاتِہٖ فَاعْتَدَّتْ ثُمَّ زَوَّجَتْ وَاَتَتْ بِاَوْلَادٍ مِنَ الثَّانِیْ ثُمَّ قَدِمَ الْاَوَّلُ اِنَّ الْاَوْلَادَ یَلْحَقُوْنَ بِالْاَوَّلِ۔

(میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم ص ۶۹)
(رحمت الامہ فی اختلاف الائمہ کتاب اللعان جلد دوم ص ۶۹)
(فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح جلد اول ص ۰۰، ای وسائل النسب)

ترجمہ:
امام اعظم کہتا ہے کہ مرد نے کسی عورت سے شادی کی۔ پھر مرد کہیں کئی برس تک چلا گیا۔ پھر اس عورت کو اس مرد کی موت کی خبر پہنچی۔ اور اس عورت نے اس مرد کی مدت وفات گزار کر کسی دوسرے مرد سے شادی کرلی۔ اور پھر اس دوسرے مرد سے

Marfat.com

کئی بچے جنتے ہیں۔ پھر اتفاق سے وہ پہلا شوہر بھی آگیا۔ امام اعظم کہتا ہے
وہ تمام بچے اسی پہلے شوہر کے ہیں۔

نوٹ:

فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے۔ رَجُلٌ غَابَ عَنْ اِمْرَاتِهٖ وَهِیَ بِكْرٌ اَوْ ثَيِّبٌ فَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ آخَرَ فَوَلَدَتْ كُلَّ سَنَةٍ وَلَدًا قَالَ اَبُوْحَنِيْفَة اَلْاَوْلَادُ لِلْاَوَّلِ۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے غائب ہوگیا۔ اور اس بیوی سے اس نے ہم بستری نہیں کی۔ اور اسے کنواری ہی چھوڑ گیا۔ پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی کی۔ اور ہر سال ایک عدد بچہ جنا۔ امام اعظم کہتا ہے۔ کہ وہ تمام بچے پہلے شوہر کے ہیں۔ بلے بلے فقہ نعمان۔ ع شعر وہ ہے جو فتو لوہار کہتا ہے۔ دنیائے عقل مند مل کر دماغ لڑائیں۔ اور فیصلہ کریں۔ کہ جب ایک مرد نے ایک عورت سے صرف نکاح کیا ہے۔ اور اسے کنوارے پن میں ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر اس عورت نے دوسرا نکاح کر کے ایک درجن بچے جنے ہیں۔ یہ بچے پہلے شوہر کی اولاد کیسے بن گئی
حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۸ تا ۱۳۰)

جواب:

درالمختار، میزان الکبری اور فتاوی قاضی خان سے نجفی نے (مختصر طور پر) تین اعتراض پیش کیے ہیں۔

۱۔ میاں بیوی کے درمیان مشرق و مغرب کی مسافت ہو۔ اور عورت چھ ماہ گزرنے پر بچہ جنے۔ یہ مسافت بظاہر چھ ماہ میں طے نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں وہ بچہ اسی مرد کا ہوگا۔

Marfat.com

۲ - مرد اپنی بیوی سے کافی عرصہ غائب رہا۔ پھر اس کی موت کی خبر بیوی کو پہنچی۔ اس نے تصدیق کے بعد عدت گزار کر نیا نکاح کر لیا۔ اب اس کے ہاں نئے نکاح کے بعد اولاد ہوئی۔ اتفاق سے پہلا خاوند کہیں سے زندہ آن نکلا۔ اس صورت میں اولاد اس پہلے خاوند کی ہوگی۔

۳ - کسی کنواری یا غیر کنواری سے شادی کرنے پر مرد غائب ہوگیا۔ عورت نے دوسری شادی کر لی۔ اب ہر سال ایک بچہ جنتی ہے۔ پھر پہلا خاوند آگیا۔ اس صورت میں بھی اولاد پہلے خاوند کی ہوگی۔

ان تینوں صورتوں پر نجفی کا اعتراض یہ ہے کہ "جب مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات نہیں کی۔ ہم بستری نہیں ہوئی۔ تو ایسی حالت میں پیدا ہونے والا بچہ حرامی ہوگا؟" آیئے ذرا اس موضوع کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ مسائل اس شخصیت کے ہیں جنہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام فقہاء کا باپ قرار دیا۔ کُلُّ فَقِیْہٍ عِیَالُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ انسان کی عزت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ کوئی ایسا طریقہ کہ جس سے عزتِ نفس مجروح ہوتی ہو۔ اس کی بیخ کنی اور حوصلہ شکنی کی گئی۔ دیکھئے کسی شخص کو زانی کہنا دراصل معاشرہ میں اُسے بے عزت کرنا ہے۔ اس لیے اس پر سخت پابندی لگائی گئی۔ وہ یہ کہ کسی کے زانی ثابت کرنے کے لیے چار مردوں کی گواہی (اور وہ بھی زنا کرتے ہوئے بلا حجاب دیکھ کر) رکھی گئی۔ بظاہر اس شرط کے ساتھ کسی پر زنا کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ عقل ایک شخص کو بدکار تسلیم کرے۔ لیکن چار عینی گواہیوں کے بغیر شرع کسی کو بدکاری کا مرتکب قرار نہیں دیتی۔ بلکہ چار سے کم گواہ ہونے کی صورت میں ان کے گواہوں کو سزا دی جائے گی۔ یہ عزتِ نفس کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح نسب کا معاملہ بھی ہے۔ کیونکہ حلالی حرامی ہونے میں عزت و بے عزتی کا دخل ہے۔ اور پھر پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد۔ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

Marfat.com

(بچہ نکاح والے کا ہے) کے مطابق حتی الوسع کسی بچہ کو حلالی بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ حرامی ہونے کے وجہ سے اس کی عزت پر حرف نہ آئے۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو۔ یہی کوشش ہوگی۔ اسی ضابطہ کے تحت علامہ کلینی نے فروع کافی میں ایک مسئلہ درج کیا۔ وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بیٹی سے عقد کرے۔ اور اس عقد سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو حرامی نہیں کہہ سکتے۔ وجہ اس کی یہ بیان کی۔ کہ اگر دیکھا جائے۔ کہ ماں سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ تو یہ زنا بنے گا۔ اور زنا کی پیداوار "حرامی" ہی کہلائے گی لیکن اگر یہ دیکھا جائے۔ کہ اس نے باقاعدہ نکاح کیا ہے۔ تو نکاح کے بعد پیدا ہونے والا بچہ جائز اور حلال ہوتا ہے۔ اس امکان کے ہوتے ہوئے اگر پھر بھی کوئی شخص اس بچہ کو حرامی کہتا پھرے۔ تو اس پر حد لگائی جائے گی۔ (فروع کافی جلد ۵ ص ۲، ۵ مطبوعہ تہران)

نجفی کو اپنے مسلک کے ایک علامہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر مسلک اہل سنت پر مذکورہ عبارات سے اعتراض کیوں؟ کیونکہ جس طرح کلینی نے امکان نکالا۔ اسی طرح وہاں بھی پہلے خاوند کا نکاح بدستور قائم ہے۔ اُس کی طرف اولاد کی نسبت کرنے پر نجفی کے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مسائل جس موضوع کے تحت مذکور ہوئے۔ کمال بدنیتی سے نجفی نے اس طرف کوئی اشارہ نہ کیا۔ مرد اور عورت کے درمیان طویل مسافت ہونے کے باوجود (کہ جو عادتاً چھ ماہ میں طے نہ ہو سکتی ہو) بچہ اسی مرد کا ہوگا۔ اس کی وجہ خود صاحب ردالمحتار سے پوچھی ہوتی۔ اور پھر اُسے قارئین کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اس کے بعد اعتراض کرنا زیب دیتا تھا۔ سنیئے۔ علامہ شامی نے درمختار کی مذکورہ عبارت کے تحت ان الفاظ سے عنوان یا موضوع باندھا ہے۔

"مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات"

Marfat.com

یعنی چند مسائل فقہیہ ایسے کہ جن سے حضرات اولیاء کرام کی کرامت اور غیر مرئی طاقتوں سے خدمت لینا ثابت ہوتا ہے۔ یہ عنوان باندھ کر صاحب ردالمحتار نے تحریر فرمایا ہے:-

رَدُّالْمُحْتَار

وَعِبَارَةُ الْفَتْحِ وَالْحَقُّ اَنَّ الْمُتَصَوَّرَ شَرْطٌ وَلِذَا لَوْ جَاءَتْ اِمْرَأَةُ الصَّبِيِّ بِوَلَدٍ لَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ وَالتَّصَوُّرُ ثَابِتٌ فِي الْمَغْرِبِيَّةِ لِثُبُوْتِ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاِسْتِخْدَامَاتِ فَيَكُوْنُ صَاحِبَ خُطْوَةٍ اَوْ جِنِّيٍّ.......

وَالْمُرَادُ مَا فِي الْفَتْحِ مِنْ اِثْبَاتِ طَيِّ الْمَسَافَةِ كَرَامَةً وَذَالِكَ اَنَّ التُّفْتَازَانِيَّ قَالَ اِنَّمَا الْعَجَبُ مِنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ اَهْلِ السُّنَّةِ حَيْثُ حَكَمَ بِالْكُفْرِ عَلٰى مُعْتَقِدِ مَا رُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ الخ ثُمَّ قَالَ وَالْاِنْصَافُ مَا ذَكَرَهُ الْاِمَامُ النَّسَفِيُّ حِيْنَ سُئِلَ عَنْ مَا يُحْكٰى اَنَّ الْكَعْبَةَ كَانَتْ تَزُوْرُ وَاحِدًا مِنَ الْاَوْلِيَاءِ هَلْ يَجُوْزُ الْقَوْلُ بِهٖ فَقَالَ نَقْضُ الْعَادَةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْكَرَامَةِ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

(ردالمحتار جلد سوم ص۵۵۱ مطبوعہ مصر طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

"الفتح" کی عبارت یہ ہے۔ کہ ثبوتِ ولد کے لیے امکان شرط ہے۔ لہذا اگر کسی نابالغ بچہ کی شادی کے بعد اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہو گیا تو ناممکن ہونے کی وجہ سے یہ بچہ اس خاوند کا نہ ہو گا۔ ہاں مغرب کی رہنے والی عورت (کہ جس کا خاوند مشرق میں رہ رہا ہے۔) اس کے ہاں اگر بچہ پیدا ہو۔ تو اس کا امکان ہے کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اس کا مشرق میں بسنے والا خاوند ان حضرات میں سے ہے۔ جو زمین کو اپنے لیے سمیٹنے کی کرامت رکھتے ہوں۔ یا کوئی جن وغیرہ کے خدمت سے کرپل بھر میں اپنی مغرب میں بسنے والی عورت کے پاس پہنچ جائیں ...... "الفتح" میں طویل مسافت کو طے کرنا اتباعاً کرامت کے مراد لیا گیا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ کہ علامہ تفتازانی نے کہا۔ کہ بعض اہل سنت فقیہہ حضرات نے اس شخص کے قول پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ جو ابراہیم بن ادہم سے منقول روایت پر یقین رکھتا ہے اس کے بعد علامہ نے مزید لکھا ہے۔ کہ حق وہی ہے۔ جو علامہ نسفی نے ایک حکایت پر سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ حکایت یہ کہ خانہ کعبہ اولیاء کرام میں سے کسی ایک ولی کی زیارت کرتا تھا۔ پوچھا گیا۔ کیا ایسا قول کرنا جائز ہے۔ تو فرمایا بطور کرامت "خلاف عادت" کا اظہار ہم اہل سنت کے نزدیک صاحب ولایت کے لیے جائز ہے

یہ تھا وہ موضوع اور عنوان کہ جس کے تحت مذکورہ مسئلہ تحریر کیا گیا۔ لیکن عنوان کو چھپا کر اپنا الو سیدھا کرنے کی نجفی نے کوشش کی۔ پر وہ بھی کامیاب نہ ہو سکی۔ حضرات اولیاء کرام کی کرامات کے ضمن میں ہم آصف بن برخیا کے واقعہ

Marfat.com

کا اشارہ کیے دیتے ہیں۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ بلقیس جو ملک سبا کی ملکہ تھی اس کے وزنی تخت کو سینکڑوں میل کی مسافت سے آنکھ جھپکنے سے پہلے دربار سلیمان میں حاضر کر دینا۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی کی کرامت تھی۔ تو اس سے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی کرامات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ طویل مسافت کا سمٹ جانا یہ آصف بن برخیاء کی کرامت تھی۔ اور اسی کرامت پر علامہ الشامی نے ان مسائل کو درج فرمایا۔ اس کرامت کا ثبوت اہل بیت کے امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

مجمع البیان:

اِنَّ الْاَرْضَ طُوِيَتْ لَهٗ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(مجمع البیان جلد چہارم ص ۲۲۳ جزء ۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(منہج الصادقین جلد ۷ ص ۱۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بے شک آصف بن برخیاء کے لیے زمین لپیٹ دی گئی تھی۔ یہ روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے۔

نجفی کا مذکورہ مسائل پر اعتراض کرنا اور ان کا مذاق اڑانا اگرچہ عوام کے لیے باعث کشش ہو سکتا تھا۔ لیکن حقیقت کے سامنے آنے پر کوئی بھی اس کی بجو اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو گا۔ دراصل حسد و بغض کی آگ ہی بجھا رہا ہے۔ اور ایسے عبارات نکلنے ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ نجفی کے اندر آگ لگی ہوئی ہے۔ بہرحال امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت و ذہانت کی نجفی ایسوں کو ہوا بھی نہ لگی۔ اور گرگٹ کی طرح

Marfat.com

نار نمرود میں پھونکیں مار کر خلیل اللہ کو ستانے کی کوشش کی گئی۔ البتہ الطالعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ثبوت نسب میں ہر امکانی صورت ملحوظ ہوتی ہے۔ اسی امکانی صورت کے پیش نظر مغرب میں بسنے والی عورت کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ مشرق میں بسنے والے خاوند کا ہی تصور ہوگا۔ اور یہ امکان اس امکان سے بہر حال زیادہ قوی ہے۔ جس کے تحت حقیقی ماں یا بیٹی سے عقد کرنے پر پیدا ہونے والے بچہ کو حرامی کہنے سے روکا گیا۔ اور ضدی کو حد لگانے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالے عقل و بصیرت عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۵۹

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں طلاق کی شان

صحیح مسلم:

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ابوبکر اور عمر کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں جو ایک دفعہ دی جائیں۔ وہ ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ اِسْتَعْجَلُوْا فِیْ اَمْرٍ قَدْ کَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اِنَاةٌ۔ عمر نے کہا کہ جس بات میں لوگوں کو مہلت دی گئی ہے۔ انہوں نے اس میں جلدی کی ہے۔ لہٰذا بہتر ہے۔ کہ ہم ایک دفعہ کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کریں۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق جلد ۱ ص ۴۷۷)

نوٹ: ہدایہ شریف کتاب الطلاق جلد دوم ص ۳۵۵ میں لکھا ہے۔

وَ طَلَاقُ الْبِدْعَةِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا ثَلٰثًا بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ ثَلَاثًا فِیْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ فَاِذَا فَعَلَ ذٰالِكَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَكَانَ عَاصِيًا۔

Marfat.com

ترجمہ:

طلاق بدعت یہ ہے۔ کہ کوئی شخص ایک کلمے سے تین طلاقیں دے۔
جب اس طرح کرئی کرے گا۔ تو وہ طلاق جو اُس نے دی ہے۔
درست ہے۔ لیکن وہ شخص گنہ گار ہو گا۔

مذکورہ طلاق کو سنی بھائی بدعت بھی کہتے ہیں۔ اور گناہ بھی لیکن عمر صاحب کی غلطی کو چھپانے کی خاطر اس برائی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی ضد کا نتیجہ یہ ہے کہ جس عورت کو ایک وقت میں تین طلاقیں ہو جائیں۔ تو وہ اس شخص پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور جب تک کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح نہ کیا جائے۔ اور وہ دوسرے نکاح کے بعد اسے طلاق نہ دے۔ تو وہ پہلے شخص کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ اور اسی ہیرا پھیری کا نام سنی بھائیوں میں ہے حلالہ۔ اور یہ حلالہ زنا سے بھی زیادہ بدترین ہے۔ کیونکہ زنا میں کم از کم طرفین تو راضی ہوتے ہیں۔ لیکن حلالہ میں عورت دل سے دوسرا شوہر کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اور اگر دوسرا بالفرض پسند آ ہی جائے۔ تو پھر دل سے پہلے پر راضی نہیں ہوتی۔

سنی فقہ میں حلالہ کی شان

ہدایہ مع الدرایہ:

وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيْلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوْهٌ۔

(ہدایہ مع الدرایہ جلد دوم ص۳ کتاب الطلاق باب الرجعہ

Marfat.com

ترجمہ:

اگر کوئی شخص کسی عورت سے حلالہ کی خاطر شادی کرے۔ تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ:

اس عبارت کے بعد صاحب ہدایہ نے پیغمبر کی یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرد پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر حلالہ کی خاطر دوسرے کو دے دی۔۔ ہدایہ گواہ ہے۔ کہ حلالہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کام ہے۔ اور جتنے الزامات وہ متعہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ یا جو بھی مرچ مصالحہ رنگ و روغن مسئلہ متعہ کو لگا کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ حنفی لوگوں کے مسئلہ حلالہ پر فٹ آ سکتا ہے۔ اگر سنی ملاؤں نے ہمیں زیادہ ستایا۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ جس بدنصیب بے چاری حنفی عورت کو تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اس کو حلالہ نکلوانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہی منظر ہوتا ہے۔ جو ایک مشکی ہوئی کتیا کا ہوتا ہے۔ جب کوئی کتیا مشکی ہوئی ہوتی ہے۔ تو کئی امیدوار خواہش مند کتے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک اس کے اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور باقی اپنے انتظار میں مگن ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی آپس میں چپقلش بھی ہو جاتی ہے۔ پس امام اعظم کے مذہب میں حلالہ بھی کچھ اس قسم کا جلوہ دیتا ہے۔ کہ اس عورت کا بے غیرت خاندان اور اس مرد کا بے شرم قبیلہ جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ اس مائی کے لیے کون سا سانڈ منتخب کیا جائے۔ جس خوش نصیب کے نام پر قرعہ آتا ہے۔ اس کے گرد ہیں رہنے ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک شخص سے پوری طرح حلالہ نہ نکل سکے تو اس کو اس عورت سے اتار کر دوسرے کو چڑھا دیا جاتا ہے۔ چھوڑتے

Marfat.com

تب ہیں جب غوث الاعظم کے واسطے دیتی ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ۱۴۲ تا ۱۴۵)

جواب:

اس طویل عبارت (جو کہ دراصل "خرافات نجفیہ" کی مصداق ہے۔) میں چند امور پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کی اجمالی فہرست پیش کر کے پھر ترتیب وار جوابات تحریر ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ بعد میں عمر بن الخطاب نے انہیں تین شمار کر کے شرع کی مخالفت کی۔

۲۔ سنی لوگ تین طلاقوں کو بدعت و گناہ بھی کہتے ہیں۔ اور ان کے وقوع کو جائز بھی کہتے ہیں۔ اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہوئے حلالہ کا حکم بھی دیتے ہیں۔

۳۔ "حلالہ" زنا سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ زنا میں فریقین راضی ہوتے ہیں اور حلالہ میں عورت ناراض ہوتی ہے۔

۴۔ حلالہ کی غرض سے نکاح کرنے والا سنیوں کے نزدیک ملعون بھی ہے اور پھر اس طریقہ کو جاری بھی کرتے ہیں۔

۵۔ حلالہ والی عورت مشکی کتیا کی طرح ہوتی ہے۔

۶۔ "حلالہ" نکالنے والا سانڈ کی مثل ہے۔

امر اوّل کا جواب نمبر (۱)

نجفی نے اس اعتراض پر یہ ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں

Marfat.com

نہ ہی شمار کر کے سنتِ رسول کی مخالفت کی ہے صحیح مسلم سے منقول روایت کی شرح میں امام نووی نے اس مسئلہ کو جن الفاظ سے بیان کیا۔ اُن کے پیشِ نظر مخفی کا یہ اعتراض و اشکال بالکل باقی نہیں رہتا۔ ملاحظہ ہو۔

نووی شرح مسلم:

فَالْاَصَحُّ اَنَّ مَعْنَاهُ اَنَّهُ كَانَ فِي اَوَّلِ الْاَمْرِ اِذْ قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ وَلَمْ يَنْوِ تَاكِيْدًا وَلَا اِسْتِيْنَافًا يُحْكَمُ بِوُقُوْعِ طَلْقَةٍ لِقِلَّةِ اِرَادَتِهِمُ الْاِسْتِيْنَافَ بِذَالِكَ فَحُمِلَ عَلَى الْغَالِبِ الَّذِيْ هُوَ اِرَادَةُ التَّاكِيْدِ فَلَمَّا كَانَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَثُرَ اسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ وَغَالِبُهُ مِنْهُمْ اِرَادَةُ الْاِسْتِيْنَافِ بِهَا حُمِلَتْ عِنْدَ الطَّلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ السَّابِقِ اِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۸
مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں تین مرتبہ طلاق کہنے والا پہلی مرتبہ نیت طلاق سے لفظ بولتا۔ اور دوسرے دونوں لفظ طلاق بنیت تاکید بولے جاتے تھے اس

Marfat.com

لیے اس صورت میں ایک ہی طلاق ہونے کا فیصلہ کیا جاتا تھا کیونکہ اس دور میں ہر ایک لفظ کو مستقل طور پر بولنے کا ارادہ نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے غالب استعمال پر عمل کرتے ہوئے اسے تاکید میں شمار کیا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق کا دور آیا۔ تو لوگوں نے اس طریقہ کو (تین مرتبہ طلاق کہنے کو) مستقل کلام کے طور پر کہنا شروع کر دیا۔ اب حالت کی تبدیلی سے اس کو تین طلاقوں پر محمول کیا گیا۔ کیونکہ ایسا استعمال غالباً تین عدد طلاق کے لیے ہی ہوتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو تبدیل نہیں فرمایا۔ بلکہ مسئلے کی صورت تبدیل ہونے پر مسئلہ تبدیل کیا۔ اس کی مثال مصارف زکوٰۃ کی دی جا سکتی ہے۔ ان آٹھ مصارف میں وہ شخص بھی شامل تھا۔ جو غیر مسلم ہو۔ تاکہ اس کی مالی امداد کر کے اسے اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے دور میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن دور فاروقی میں موجود تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہو گیا۔ کہ اب ہمیں کسی کو مائل کرنے کے لیے زکوٰۃ دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام کافی مضبوط ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس مصرف کو ختم کر دیا گیا۔ جب وہ وجہ باقی نہ رہی۔ تو حکم کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ طلاق ثلاثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی میں بطور تاکید غالب استعمال ہوتی تھیں۔ لہٰذا انہیں ایک ہی شمار کیا جاتا رہا۔ پھر جب دور فاروقی میں ان کا استعمال مستقل طور پر ہونے لگا۔ تو آپ نے تین کا حکم دے دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر صورت حال پہلی ہی رہتی۔ تو عمر فاروق اس کے حکم کو تبدیل نہ کرتے۔ لہٰذا تین طلاقوں کو حنفی تین پر ہی محمول اسی علت کی بنا پر کرتے ہیں۔

Marfat.com

امرِ اوّل کا جواب نمبر (۲)

نخعی نے تین طلاقوں کو شمار کرنا بدعتِ فاروقی کہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان کے وقوع کا ضمناً انکار کیا ہے۔ کیونکہ اگر زمانۂ رسالت میں تین طلاقیں یک وقت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت مل جائے تو پھر عمر بن الخطاب پر مخالفت سنت کا الزام نہیں آسکتا آیئے ہم آپ کو دور رسالت میں تین طلاقیں یک وقت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت پیش کریں

بیہقی شریف:

رفاعہ نامی صحابی نے جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ اس کے بعد اس عورت نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر سے شادی کرلی۔ چونکہ یہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر تھے۔ اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ میں یہاں خوش نہیں ہوں میں تو پہلے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے۔ لیکن ایسا اس وقت تک ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جب تک تم اور تمہارا موجود خاوند ہم بستری نہ کرلو۔ (بیہقی شریف جلد ۷ ص ۳۴۲)

روایتِ بالا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے مجامعت زوجین شرط رکھی۔ اور یہی حلالہ ہے اور حلالہ کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب عورت پہلے خاوند کے نکاح سے بالکل نکل جائے۔ رفاعہ نے تین طلاقیں دیں۔ تو اگر وہ ایک ہی شمار ہوتیں تو ایک کے بعد رجوع زبانی یا عملی طور پر ہوسکتا تھا۔ دوسرے کے پاس جانے اور اس سے ہم بستری کرنے کی پابندی بتلاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو تین ہی شمار فرمایا تھا۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ تاویل نکالے۔ کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو بیک مرتبہ تو

Marfat.com

بیک وقت تین طلاقیں نہ دی تھیں۔ بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جاتی رہی۔ تو ایسی طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جائے گا۔ اس تاویل کا جواب حدیث میں موجود ہے۔

بیہقی شریف:

محمد بن ایاس بن بکیر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس نے اسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہا۔ تو مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں پوچھا۔ ان دونوں نے فرمایا۔ کہ ہماری رائے یہ ہے۔ کہ اب تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ کسی اور جگہ شادی کرے۔ پھر وہاں سے فارغ ہونے پر تیرے عقد میں آسکتی ہے۔ یہ سن کر وہ بولا۔ میں نے تو اپنی بیوی کو ہی ایک مرتبہ تین طلاقیں دی تھیں۔ اور ایک ہی وقت میں دی تھیں۔ تو اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بولے۔ بھائی۔ تم نے اپنے ہاتھ سے وہ چیز نکال دی ہے۔ جس پر تجھے اختیار تھا۔ اب واپسی مشکل ہے۔

روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ اگر بیک وقت اور بیک مرتبہ تین طلاقیں دی جائیں۔ تو یہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ یہ تو اکابر سے روایات تھیں۔ آیئے شیعی کو حضرات ائمہ اہل بیت میں سے امام حسن رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں نظریہ بتائیں۔

بیہقی شریف:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے عقد میں عائشہ خثعمیہ نامی عورت تھی۔ امام نے

Marfat.com

ہے کہا۔ اِذْ هَبِیْ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا۔ جا چلی جا تجھے تین طلاقیں ہیں یہ سُن کر یہ عورت اس قدر روئی۔ کہ امام موصوف کو بھی رونا آ گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ لَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ جَدِّیْ اَوْ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّیْ یَقُوْلُ اَیُّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ طَلَاقًا ثَلَاثًا عِنْدَ الْاَقْرَاءِ اَوْ ثَلَاثًا مُبْهَمَةً لَمْ تَحِلَّ لَهٗ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ۔ یعنی اگر میں نے نانا جان سے یہ سُنا نہ ہوتا۔ یا میرے والد گرامی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنائی ہوتی۔ "جو شخص اپنی بیوی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے۔ یا ایک ہی لفظ میں مبہم طریقہ سے تین طلاقیں دیدے۔ تو وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہو گی۔ جب تک کسی اور جگہ شادی کر کے فارغ نہ ہو لے"۔ تو میں تجھے رکھ لیتا لیکن اب معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین طلاقوں کے بارے میں یہی سُنا تھا۔ کہ ایک ہی لفظ میں تین مرتبہ طلاق دینے سے تین ہو جاتی ہیں۔ اسی کی تائید میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

عن حبیب بن ابی ثابت عن بعض اصحابه قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیٍّ رضی الله عنه فَقَالَ طَلَّقْتُ

Marfat.com

اِمْرَأَتِي اَلْفًا قَالَ ثَلَاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ وَاقْسِمْ سَائِرَهَا بَيْنَ نِسَائِكَ

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۳۳۵)

ترجمہ:

حبیب بن ابی ثابت اپنے کسی ساتھی کی بات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا۔ تین نے تو اُسے تجھ پر حرام کر دیا ہے اور باقی طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے۔

ان روایات سے معلوم ہوا۔ کہ تین طلاقیں دورِ نبوی میں بھی تین شمار ہوتی تھیں۔ اور حضرات صحابہ کرام وائمہ اہل بیت کا اس پر عمل تھا۔ حضرت علی المرتضٰے کے پاس حاضر ہونے والے کے متعلق یہ گمان تو نہیں ہو سکتا۔ کہ اس نے ہر ایک طہر میں ایک ایک کر کے ایک ہزار طلاقیں دی تھیں۔ کیونکہ اس کے لیے تو عمر دراز چاہیے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس نے بیک مرتبہ ہزار طلاقیں بولا تھا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ان میں سے تین کا چونکہ عورت محل بنتی ہے۔ وہ تو ہو گئیں اور باقی کا اس سے کوئی تعلق نہیں یہ حوالہ جات ہماری اہل سنت کی کتب سے تھے۔ جس سے زمانہ نبوی میں تین طلاقوں کا تین ہونا ثابت کیا گیا۔ اب کتب شیعہ سے بھی یہ مسئلہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ فَاِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا لَمْ تَحِلَّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

Marfat.com

وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَطَلَّقَهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا لَمْ تَحِلَّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخَرُ عُسَيْلَتَهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۶)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی۔ جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے شادی نہ کرلے۔ پھر جب دوسرے شخص سے شادی کرلے۔ اور اس دوسرے نے اس سے وطی نہ کی۔ یا وطی سے قبل مر گیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس کے لیے ہم بستری شرط ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن الحسن الصیقل قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ مُتْعَةً اَيَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَنْكِحَهَا قَالَ لَا حَتّٰى تَدْخُلَ فِيْ مِثْلِ مَا خَرَجَتْ مِنْهُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۸)

ترجمہ:

حسن صیقل کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا

Marfat.com

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب وہ اس کے لیے
اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی دوسرے شخص سے
شادی نہ کرے۔ لیکن اس عورت نے ایک مرد سے "متعہ" کر لیا
تو کیا اس صورت میں پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ جب تک اسی
طرح باقاعدہ نکاح نہ کرے۔ جیسا کہ اس کا پہلے خاوند کے ساتھ تھا۔

اگر اس حوالہ پر بھی یہ کہے۔ کہ یہاں تین طلاقوں سے مراد تین طہروں میں تین مرتبہ طلاق دینا ہے۔ تو یہ اعتراض اگرچہ لایعنی ہے۔ لیکن بفرض محال ہم ایسا حوالہ واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔ جہاں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی گئیں۔ اور پھر اس پر حلالہ کا حکم بھی لگا یا گیا۔ اس سے بڑھ کر اگر غیر مدخول کو کسی نے یک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ حالانکہ وہ ایک طلاق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے۔ تو اس پر بھی تین واقع ہو جائیں گی۔ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

عن جعفر عن ابیہ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ
کَانَ یَقُوْلُ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ قَبْلَ
اَنْ یَدْخُلَھَا بِھَا ثَلَاثًا فِیْ کَلِمَۃٍ وَاحِدَۃٍ
فَقَدْ بَانَتْ مِنْہُ وَلَا مِیْرَاثَ بَیْنَھُمَا
وَلَا رَجْعَۃَ وَلَا تَحِلُّ لَا حَتّٰی
تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔ وَاِنْ قَالَ ھِیَ طَالِقٌ ھِیَ
طَالِقٌ ھِیَ طَالِقٌ فَقَدْ بَانَتْ مِنْہُ بِالْاُوْلٰی
وَھُوَ خَاطِبٌ مِّنَ الْخِطَابِ اِنْ شَاءَتْ نَکَحَتْہُ

Marfat.com

نِكَاحاً جَدِيداً وَإِنْ شَاءَتْ لَمْ تَفْعَلْ۔

(تہذیب الاحکام تذکرہ فی احکام الطلاق جلد ۸ ص ۵۴

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو وطی سے قبل تین طلاقیں ایک ہی لفظ کے ساتھ دے دیتا ہے۔ تو وہ عورت اس سے بائنہ ہو جاتی ہے اور ان کے درمیان وراثت ختم ہو جاتی ہے۔ اور دوبارہ رجوع کا حق نہیں رکھتا۔ اور وہ اس وقت تک اس مرد پر حلال نہ ہو گی۔ جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرا لے۔ اور اگر غیر مدخولہ کو مرد یوں کہتا ہے تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی۔ اب اگر وہ عورت اسی خاوند کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ تو نیا نکاح کرنا پڑے گا۔ اور اگر چاہے تو نہ کرے۔

نوٹ:

مسلم شریف کی مذکورہ حدیث کی بعض شارحین نے یہ تاویل و توجیہ بیان کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاقیں وہ ہیں۔ جو غیر مدخولہ کو دی جائیں۔ ہر عورت کے لیے یہ حکم نہیں۔ تہذیب الاحکام کا حوالہ اس تاویل کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے۔ باقی دو طلاقوں کی اُسے ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے وہ لغو جائیں گی۔

اعتراض کا جواب نمبر (۲)

چلو مان لیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اپنے دور میں تین طلاقوں کو

Marfat.com

تین ہی قرار دے دیا۔ اگر اس کو خلاف سنت اور بدعت سیئہ میں شامل کیا جائے۔ جیسا کہ نجفی کا مطلب ہے۔ تو پھر اس بدعت اور خلاف سنت پر اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کرنے کی بجائے اس کی تائید و توثیق کی ان تصدیق کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔ بلکہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اب اس صورت میں دو ہی حالتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق "کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی" اس اجماع کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ یا اسے بدعت میں شمار کیا جائے۔ تو اس صورت میں بدعت کے خلاف جو نہیں اٹھتا۔ اور اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ وہ بحوالہ کتب شیعہ ملعون ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فِيْ اُمَّتِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ ـ

(اصول کافی جلد ۱ ص ۵۴ کتاب فضل العلم باب البدع مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہونے لگیں۔ تو ہر عالم کو اپنے علم کا اظہار ضروری ہے۔ اور جو عالم ایسا نہ کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

Marfat.com

اس صورت کے پیش نظر صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی قصوروار نہ ٹھہریں گے بلکہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ معاذاللہ ملعون قرار پائیں گے۔ اور کوئی بعید نہیں۔ کہ نجفی صاحب احناف کے مسئلہ میں جس طرح حضرت عمر کو معاف نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضٰے پر بھی ہاتھ صاف کر جائیں۔ مختصر یہ کہ اگر تین طلاقوں کو حضرت عمر کا تین قرار دینا بدعت نہیں۔ تو احناف کا مسئلہ ثابت۔ اور اگر بدعت ہے۔ تو حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت۔

اعلان

اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ حیلہ پیش کریں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے کے وقت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ہاں میں ہاں نہ ملائی تھی۔ بلکہ اس کی مخالفت کی تھی۔ تو کوئی ایک ایسی روایت جو مسند مرفوع اور صحیح ہو۔ نجفی وغیرہ پیش کر دیں۔ تو ہم منہ مانگا انعام پیش کریں گے۔

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

امر دوم کا جواب:

تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ بھی کہنا اور اس کے وقوع کے جواز کا قول کرنا اور پھر اتباع عمر میں حلالہ کا حکم دینا۔

یہ اعتراض بظاہر عوام کے لیے کچھ وزن رکھتا ہے۔ لیکن صاحبان علم و بصیرت کے نزدیک "ھباء منثورا" ہے۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ کہ ایک بدعت یا گناہ کا کام ہو اور اس کے کرنے پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یا نہیں؟ ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ چوری کرنا گناہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے

Marfat.com

کپڑے چُرا لے پھر انہیں پہن کر نماز پڑھے۔ تو کیا اس کی نماز کو جائز کہا جائے گا تا جائز؟ کسی کی چھری چُرائی۔ اور اس سے کسی حلال جانور کو ذبح کر دیا۔ کیا وہ ذبیحہ حلال ہوا۔ یا حرام؟ آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ نماز جائز اور ذبیحہ حلال ہے۔ یہ تو ان گناہوں کی بات ہوئی۔ جو کبیرہ ہیں۔ لیکن تین طلاقیں بیک لفظ و بیک وقت دینا گناہ ہے۔ لیکن کبیرہ نہیں۔ بلکہ یہ مکروہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مکروہ کے اپنے مقام پر قائم رہتے ہوئے اس پر عمل کرنے والا گناہ گار ہو گا۔ لیکن یہ نہیں کہ اس مکروہ کا وقوع ہی سرے سے باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ کسی فعل میں مکروہ کا وجود اس کو باطل نہیں کر دیتا۔ جیسا کہ نماز روزہ وغیرہ جیسے افعال میں اکثر مکروہات موجود ہوں۔ تو ثواب میں کمی تو آسکتی ہے۔ لیکن سرے سے نماز روزہ کا باطل ہونے کا قول کوئی بے وقوف ہی کرے گا

امر سوم کا جواب:

حلالہ زناء سے بدتر ہے۔ کیونکہ زناء میں فریقین راضی اور حلالہ میں ایک فریق ناراض ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت طلب کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ "حلالہ" کو زناء سے بدتر کہنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یا اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ اہل بیت ہیں؟ اگر ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے تو کوئی آیت حدیث یا اقوال آئمہ جو بالتصریح ہوں پیش کر تا کہ کمی کی نصرت ہو۔ اور اگر نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکیں۔ تو پھر ہم اس کے الٹ میں حلالہ کے ثبوت میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ پیش کرتے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ان حضرات کے نزدیک حلالہ جائز ہے۔ اور زناء ناجائز۔ اب مقام غور ہے۔ کہ حلالہ کو زناء سے

Marfat.com

بدتر کہنے والا نجفی دراصل ان حضرات پر یہ الزام دھرتا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کی اجازت دی۔ جو زنا سے بدتر ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر بدتر کی اجازت ہو گئی تو اس سے کم درجہ کی اجازت خود بخود ہو جائے گی۔ شاید اسی منطق کے پیش نظر "متعہ" کو شیر مادر سمجھ کر مزے اڑانے کے لیے یار لوگوں نے اپنے ہاں لاگو کر لیا ہو۔ چھوڑ یئے ان باتوں کو آیئے۔ قرآن وحدیث و اقوال ائمہ سے زنا سے بدتر۔ کے جواز پر دلائل پیش کریں۔

قرآن کریم:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (پ۲ البقرہ)

ترجمہ:

(دو طلاقیں دینے کے بعد مرد رجوع کر سکتا ہے) اور اگر دو کے بعد تیسری طلاق دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے بعد اس وقت حلال ہو گی۔ جب وہ کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ (اور وہ طلاق دے دے) اور عدت گزر جائے۔)

حدیث:

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فِي امْرَأَةٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا قَالَ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ باب ان من طلق زوجتہ ثلاثا الخ ص ۳۵۱)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن سنان روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے اس عورت کے بارے یوں فرمایا۔ جس کو اس کے خاوند نے وطی سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ کہ وُہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہتی۔ ہاں اگر کسی اور مرد سے نکاح کرائے۔ (پھر طلاق لے اور عدت گزارے۔)

صاحب وسائل الشیعہ نے اس مقام پر تقریباً سولہ احادیث ایسی ذکر کی ہیں۔ جن میں اثباتِ حلالہ کا ذکر ہے۔ اور حلالہ ہوتا ہی یہ ہے۔ کہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے جواز کی صورت۔

نجفی صاحب! ذرا اپنی اداؤں پر غور تو کرو کبھی یہ گپ لگائی گئی۔ کہ متعہ کے تمام احکام حلالہ پر فِٹ آتے ہیں۔ اور کبھی یہ بڑ لگائی کہ حلالہ زناء سے بدتر ہے۔ ذرا اس تقابلی میدان میں بتلاؤ تو سہی۔ کہ ایک عورت حلالہ کے ذریعہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن کیا وہ اگر زنا کروالے۔ تو پھر بھی پہلے خاوند کے ساتھ نکاح جائز ہو گا؟ بارہ اماموں کا واسطہ اور خاص کر امام الزمان کی فریاد! ان کا نام ہے کہ اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دو۔ تو دنیائے شیعت پر بہت بڑا احسان ہو گا۔ بیویاں طلاق ثلاثہ کے بعد چکلے سے پھر آئیں۔ پیسے بھی لے آئیں۔ اور پہلے خاوند کی بدستور موطوءۃ بھی رہیں اور ایک عرصہ تک رنڈوے گھی شکر بانٹیں۔ اور مذہبِ شیعیت کے تیل جلائیں۔

"متعہ کے تمام احکام کا حلالہ پر فٹ آنا"۔ ذرا اس بند کھڑکی کو کھولوں۔ تو اندر سے ذاکرین و مجتہدین کی قطار نظر آئے گی۔ اور جوش میں رستے توڑتے ہوں گے۔ حلالہ میں ایک عورت کسی مرد کے ساتھ وقتی نکاح نہیں بلکہ دائمی کی نیت کرتا ہے۔ پھر اگر وہ اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ تو پہلے خاوند کے عقد میں وہ عورت آسکتی ہے

Marfat.com

لیکن اگر اس طرح کرنے کی بجائے عورت وہ عمل کرے۔ جو نجفی اینڈ کمپنی کا محبوب ترین شغلہ ہے۔ اور بقول اُن کے جسے ایک مرتبہ کرنے والا مرتبۂ حسین، دو مرتبہ کرنے والا مقام حسن اور تین مرتبہ کرنے والا مرتبۂ علی المرتضےٰ کو حاصل کرتا ہے۔ اور اگر توفیق ملے تو چار مرتبہ کرنے والا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پالیتا ہے۔ (والعیاذ باللہ) جب حلالہ اور متعہ (محبوب ترین مشغلہ شیعیت) احکام میں برابر ٹھہرے۔ تو کیا ضرورت ہے۔ کہ شیعہ عورت حلالہ نکلواتی پھرے۔ اُسے ہم خرما و ہم ثواب کے تحت "محبوب ترین کام" کرنا چاہئے لیکن ابھی تک کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ "متعہ" کرانے سے کوئی عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس حوالہ جات موجود ہیں۔ تو اب برابری کہاں چلی گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن صفوان بن یحییٰ عن عبد اللہ بن سکان عن الحسن الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ طَلَاقًا لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ مُتْعَةً اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَا۔

(وسائل الشیعہ کتاب الطلاق باب انہ یشترط فی المحلل دوام العقد الخ جلد ۱۵ ص ۳۶۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق سے حسن صیقل نے روایت کی۔ کہ میں نے

Marfat.com

ان سے ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھا۔ کہ اُسے اس کے خاوند نے ایسی طلاق دے دی تھی۔ کہ وہ اب بغیر حلالہ اس کے لیے حلال نہ ہو سکتی تھی۔ کیا اگر یہی عورت کسی مرد سے "نکاح متعہ" کرے۔ تو اس سے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ امام نے فرمایا۔ ہر گز نہیں۔

صاحب "وسائل الشیعہ" نے اس مقام پر پانچ احادیث مسند مرفوع ذکر کی ہیں۔ کہ "متعہ" سے عورت پہلے خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی۔ نجفی صاحب! اپنے اماموں کو بھی معاف نہ کیا۔ وہ جسے حلال کہیں۔ تم اُسے حرام کہتے پھرو۔ اب اپنا مقام و مرتبہ خود ہی متعین کر لو۔ تو بہتر ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امر چہارم کا جواب:

حلالہ نکالنے والے ملعون ہیں۔ اور سُنی پھر اس کو جاری کرتے ہیں۔

گزشتہ اعتراضات کی طرح یہ اعتراض بھی جہالت اور دھوکہ دہی کا پلندہ ہے لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ صرف ہماری کتابوں میں ہی نہیں۔ بلکہ اہل تشیع کی کتب میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود "حلالہ" کے جواز پر سنی شیعہ دونوں متفق ہیں۔ اب جس صورتِ حلالہ پر لعنت کا ذکر ہے۔ وہ ایک مخصوص حلالہ ہے ہر حلالہ سبب لعنت نہیں۔ اگر حلالہ بہر صورت امر ملعون ہوتا تو اس کی اجازت ہی نہ ہوتی۔ حالانکہ ہم آیت و حدیث سے اس کا جواز ذکر کر چکے ہیں۔ حلالہ کی اقسام کو جاننے کے لیے ہم اہل تشیع کی فقہ میں مشہور کتاب المبسوط سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ نجفی کی جہالت معلوم ہو سکے۔

Marfat.com

المبسوط:

إذا تزوج امرأة ليبيحها للزوج الاول ففيه ثلاث مسائل احداها إذا تزوجها على انه إذا اباحها للاول فلا نكاح بينهما او حتى يبيحها للاول فالنكاح باطل بالاجماع لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه لعن المحلل والمحلل له۔
الثانية تزوجها على انه اذا اباحها للاول طلقها فالنكاح صحيح والشرط فاسد
الثالثة۔ إذا انكحها معتقدا انه يطلقها۔

(المبسوط جلد چہارم ص ۲۴۷، ۲۴۸)

ترجمہ:
جب کوئی عورت اپنی شادی اس غرض سے کراتی ہے۔ کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔ تو اس میں تین مسائل ہیں۔ اس شرط پر نیا نکاح کرے۔ کہ جب خاوند اسے پہلے کے لیے حلال کر دے گا۔ تو نکاح فوراً ختم ہو جائے گا۔ یا اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے۔ اس صورت میں نکاح بالاتفاق باطل ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ محلل اور محلل لہ پر لعنت ہے۔

Marfat.com

دوسرا۔ اس شرط پر نکاح کرے۔ کہ جب پہلے کے لیے حلال ہو جائے گی۔ تو پھر نیا خاوند طلاق دے دے گا۔ اس صورت میں نکاح درست ہے۔ اور شرط فاسد ہے۔

تیسرا۔ نکاح کرتے ہوئے صرف اس کی نیت میں ہے۔ کہ یہ خاوند مجھے طلاق دے دے گا۔ (شرط وغیرہ کوئی نہیں لگاتی)

حلالہ کی ان تین اقسام میں سے صرف پہلی قسم پر لعنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسری دونوں اقسام اس زمرے میں نہیں آتیں۔ اب ان اقسام کے بعد نجفی کے وہ الفاظ پھر سے پڑھیں "ہدایہ گواہ ہے۔ کہ حلالہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کاروبار ہے"۔ آخری دو صورتوں میں ائمہ اہل بیت نے اس "لعنتی کاروبار" کو جائز قرار دیا۔ قرآن کریم اور احادیث اس کے جواز پر موجود ہیں۔ تو بقول نجفی قرآن و حدیث نے "لعنتی کاروبار" کی اجازت دی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ۔ کہ اگر کسی شیعہ عورت نے امام کے قول پر عمل پیرا ہو کر "حلالہ" نکالا۔ (اور وہ بھی آخری دو صورتوں میں کسی ایک صورت کے مطابق) وہ بیچاری تو "ملعون" ٹھہری۔ اور "مشکی کتیا" بن گئی۔ لیکن اُسے اس راستہ پر ڈالنے والے کے بارے میں کیا کہو گے؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

امر پنجم کا جواب:

"حلالہ والی عورت مشکی کتیا کی طرح ہے الخ" انداز تحریر نجفی کے مذہب اور مسلک کا آئینہ دار ہے۔ جس عورت کو تین طلاقوں سے مرد نے فارغ کر دیا۔ کتنی وہ عورتیں ہیں۔ جو حلالہ نکال کر پہلے خاوند کے پاس آنا چاہتی ہیں۔ اور کتنی تعداد ان کی جو حلالہ کے لیے تیار ہوں۔ اگر اس کا سروے کیا جائے۔ تو چند فی صد عورتیں ایسی دکھائی دیں گی۔

Marfat.com

جو کہیں نیا نکاح رچانے کے بعد وہاں سے فراغت چاہتی ہوں۔ اور پھر سے اُسی خاوند کے پاس آنے کی تمنا رکھیں۔ جس نے ایک مرتبہ اسے اپنی زوجیت سے نکال دیا تھا۔ اول تو وہ "حلالہ" کے لیے کہیں جائے گی نہیں۔ اور اگر کسی مجبوری کے تحت اُسے نئی شادی کرنا پڑی۔ تو واپسی کا معاملہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ ان چند فی صد عورتوں کے لیے "مشکی کتیا" کا کام پورا ہونے کے بعد کے لیے باری باری آنے والے کتے اور دیگر خرافات کا اظہار شاید اس لیے کیا گیا، کہ "مشکی کتیا" کے الفاظ اور حلالہ نکالنے والے کے لیے وہ مخلوق جنم لیتی ہے۔ جو کسی ویران امام باڑہ کے کونہ میں پلنے والے "آزاد قوم" کہلاتی ہے۔ اور اس کی آزادی "اور "مشک ریزی" کی ایک جھلک "فروع کافی" کی درج ذیل عبارت پیش کر رہی ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ جَعَلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ وَ يَنْقَضِي شَرْطُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ اٰخَرُ حَتّٰى بَانَتْ ثُمَّ يَتَزَوَّجُ الْاَوَّلُ حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَ تَزَوَّجَتْ ثَلَاثَةَ اَزْوَاجٍ يَحِلُّ لِلْاَوَّلِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ كَمْ شَاءَ لَيْسَ هٰذِهٖ مِثْلُ الْحُرَّةِ هٰذِهٖ مُسْتَاجَرَةٌ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْاِمَاءِ۔

(فروع کافی جلد ۵ کتاب النکاح صفحہ نمبر ۴۶۰)

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۸۰ کتاب النکاح)

Marfat.com

ترجمہ:

زرارہ نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضور! میں آپ پر قربان! ایک شخص کسی عورت سے متعہ کرتی ہے۔ پھر اس سے جدا ہوتی ہے۔ پھر تین دفعہ قطع تعلق اور تین دفعہ نیا خاوند کرے۔ کیا اب پہلا شخص اس سے پھر متعہ کرسکتا ہے۔؟ امام نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ جتنی مرتبہ چاہے متعہ کرائے یہ کوئی آزاد عورت کی مانند تھوڑی ہے۔ ایک کرایہ پر لی گئی لونڈی کی طرح ہے۔

چلتے چلتے ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جائے۔

مصائب النوائب:

وَاَمَّا تَاسِعًا فَلِاَنَّ مَا نَسَبَهٗ اِلَى اَصْحَابِنَا مِنْ اَنَّهُمْ جَوَّزُوْا اَنْ يَتَمَتَّعَ الرِّجَالُ الْمُعْتَقِدُوْنَ لَيْلًا وَاحِدَةً مِنْ اِمْرَاَةٍ سَوَاۤءٌ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ اَمْ لَا فَمِمَّا خَانَ فِيْ بَعْضِ قُيُوْدِهٖ وَذَالِكَ اَنَّ الْاَصْحَابَ قَدْ خَصُّوْا ذَالِكَ بِالْاٰيِسَةِ لَا بِغَيْرِهَا مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ۔

(مصائب النوائب از نوراللہ شوستری کتاب النکاح باب المتعۃ)

ترجمہ:

مصنف نواقض الروافض نے من جملہ دیگر اعتراضات کے ایک اعتراض

Marfat.com

یہ بھی ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ ہم (اہل تشیع) اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ایک رات میں ایک ہی عورت کے ساتھ باری باری کئی مرد متعہ کریں۔ وہ عورت چاہے حیض آنے والی عورتوں میں سے ہو۔ یا ادھیڑ عمر کی کہ اس کا حیض منقطع ہو چکا ہو۔ یہ اعتراض کچھ تبدیل شدہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مسلک میں (متعہ دوریہ) کا جو جواز ہے۔ وہ ہر عورت کے لیے نہیں۔ بلکہ اس کے لیے کہ جو ادھیڑ عمر کی ہو یعنی حیض اُسے نہ آتا ہو۔

فروع کافی، وسائل الشیعہ اور مصائب النوائب کے حوالہ جات سے شیعہ مسلک کا بہترین وظیفہ اور اعلیٰ عبادت "متعہ دوریہ" ثابت ہو تا ہے۔ ثابت کیا بلکہ خود اس کے جواز پر اقرار کیا جا رہا ہے۔ "متعہ دوریہ" کیا ہوتا ہے۔ اس کی ایک کیفیت ابھی آپ نے مصائب النوائب کے حوالہ میں ملاحظہ فرمائی۔ یعنی ایک ہی شیعہ عورت (اس لیے کہ سنی تو اس فعل کے قائل ہی نہیں) ایک ہی رات میں کئی "شب زندہ داروں" کی خواہشات نفسانیہ پوری کر رہی ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ اس مشق کے لیے (جو اعلیٰ عبادت ہے) کوئی عام مکان نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ "متبرک اور مخصوص" جگہ ہونی چاہیے۔ چلو مان لیا کہ جہاں چاہے اس پر عمل کر لو۔ لیکن ایک عورت سے بیک وقت تو دو آدمی بھی متعہ نہیں کر سکتے۔ یہاں تو درجنوں کا تذکرہ ہے۔ اب یا تو وہی صورت ہو گی۔ جو نجفی کی پسندیدہ ہے۔ کہ ایک عضو مخصوص کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔ دوسرا ران میں مصروف اور تیسرا بغل میں کام نکال رہا ہو۔ اور چوتھا کسی اور جگہ کا متلاشی ہو۔ یا پھر باری کا انتظار کریں۔ اور ٹکٹ لے کر پہلے کے فارغ ہونے کا انتظار کریں۔ وہ بیچاری

بارہ اماموں کا واسطہ دے۔ امام الزمان کو پکارے۔ لیکن جواز متعہ کے شائقین

دوزخی فرشتوں کی طرح کچھ سنتے ہی نہیں بس اپنے دام کے بدلے اپنے کام سے واسطہ کوئی مرے یا جیئے۔ مذہب زندہ ہو رہا ہے۔ اس کشمکش میں اگر کوئی روح اٹکی۔ تو فیض کثیر کی بنا پر کم از کم "حجۃ الاسلام"، تو ضرور بنے گی۔

قارئین کرام! بلکہ نجفی اینڈ کمپنی! ذرا ایمان سے بتلانا۔ (کیونکہ بزعم خویش مؤمنین ہو) کہ یہ عورت "دشتی کتیا"، اور اس سے متعہ کرنے والے خان بہادر رہی ہیں۔ کہ نہیں۔ جو تمہیں حلالہ کی صورت میں نظر آئے تھے۔ یہ سب کچھ اسی انداز کی وجہ سے لکھنا پڑا۔ جو نجفی نے اپنایا تھا۔ ورنہ ہمیں اس کی کیا پڑی تھی۔ کہ کسی کی نجی زندگی اور "مذہبی کون" میں روڑے اٹکائیں۔

امر ششم کا جواب

"حلالہ نکالنے والے سانڈ کی شکل ہیں"، اس کا جواب تو تقریباً گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔ بہرحال نجفی سے یہ پوچھا جائے۔ کہ جن صحابہ کرام نے حلالہ پر عمل کیا۔ کیا یہ ان کی توہین نہیں تو ہین صحابہ قرآن کی نہیں۔ ذرا امام باقر رضی اللہ عنہ کے حضور چلیں۔ گزشتہ اوراق میں وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۶ کا حوالہ ہم درج کر چکے ہیں۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ آپ کی یہ حدیث ہے۔ "اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ تو وہ اس پر دوبارہ حلال اس وقت تک نہ ہوگی۔ جب تک وہ حلالہ نہ نکلوا لے۔ اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس سے ہم بستری نہ کی۔ یا خاوند مر گیا۔ اور ہم بستری کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ تو صرف نکاح کرنے سے وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی"۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ کسی نے دریافت کیا۔ وہ سائل آپ کے اصحاب میں سے ہی ہوگا۔ اس حوالہ کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی نے تین شدید گستاخیوں کا ارتکاب کیا۔

Marfat.com

۱ ۔ امام باقر کے اصحاب کو سانڈ سے تشبیہ دی۔

۲ ۔ ائمہ اہل بیت کے حکم کا مذاق اڑا کر ان کی توہین کی۔

۳ ۔ قرآن و حدیث نے حلالہ کا جواز بتایا ۔ ان کا بھی تمسخر اڑایا گیا۔

ان امور کی روشنی میں ہر پڑھا لکھا "نجفی" کی "محبت اہل بیت" اور "دعویٰ ایمان" کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اور ایمان و کفر میں سے ایک اس کا پسندیدہ نظریہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

يضل به كثيرا ويهدى به كثيرا

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۰

حقیقت فقہ حنفیہ

زنا کی متعدد صورتوں میں حد کی تنسیخ

فتاویٰ قاضی خان

لو تزوج بذات رحم محرم نحو البنت والاخت والام والعمة والخالة وجامعها لاحد علیه فی قول ابی حنیفة وان قال علمت انها علی حرام عند ابی حنیفة ولو تزوج امراة لها زوج فوطیها لاحد علیه عند ابی حنیفة۔

(فتاویٰ قاضی خان کتاب الحدود جلد دوم ص ۸۲۱)

ترجمہ:
اگر کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا حرام ہے مثلاً بیٹی

Marfat.com

بہن، ماں، پھوپھی، خالہ اور پھر ان سے ہم بستری کرے اور یہ بھی کہے کر
میں جانتا تھا۔ کہ یہ عورتیں مجھ پر حرام ہیں۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ ایسے
شخص پر کوئی حد (یعنی سزائے شرعی) نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شخص شوہر دار
عورت سے نکاح کرے۔ اور پھر ہم بستری کرے اور یہ بھی دعویٰ کرے
کہ میں اس کو حلال سمجھتا تھا۔ تو بھی امام اعظم کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے
نیز۔ لو استاجر امراۃ لیزنی بھا فزنی بھا لاحد
فی قول ابی حنیفۃ۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کے لیے
کرائے پر لائے۔ اور پھر اس سے زنا کرے تو امام اعظم فرماتے ہیں۔
کہ اس پر سزائے شرعی نہیں ہے۔ نیز رجل زنی بصغیرۃ
لاتحتمل الجماع فافضاھا لاحد علیہ
اگر کوئی شخص ایسی کم سن بچی سے زنا کرے۔ جو ہم بستری کے قابل نہ تھی
اور اس کو افضاء (یعنی اس کے حیض و پیشاب کے مقام کو) ایک کردے
تو اس پر کوئی حد نہیں ہے۔

ومن اتی امراۃ فی موضع المکروہ او عمل
عمل قوم لوط فلاحد علیہ عند ابی
حنیفۃ۔

(الھدایہ کتاب الحدود جلد ۲ ص ۱۲)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص عورت سے وطی فی الدبر کرے۔ یا مردوں سے بُرا فعل
کرے۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں۔ کہ اس پر کوئی حد (یعنی سزائے شرعی)
نہیں ہے۔

Marfat.com

نوٹ:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ فقہ حنفی بلے بلے جس میں کوئی شخص ماں سے نکاح کرے یا زنا کرے اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ تو پھر کسی اور محرم کو کیا ڈر ہے۔ نیز کرائے کی عورتوں سے زنا کرنا عورتوں کی گانڈ مارنا لڑکوں سے بُرا فعل کرنا امام اعظم کے نزدیک۔ ایسے گناہ نہیں ہیں۔ جن کی کوئی سزائے شرعی ہو۔ پس حنفی لوازن کو چاہیئے۔ کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذکورہ فعل خیر بجالائیں اور اس کا ثواب روح نعمان کو ہدیہ کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۵ تا ۱۲۷)

جواب:

نجفی کے اعتراض کا پہلے خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے نکاح کرنے والے اور ان سے وطی کرنے والے کے لیے باوجودیکہ وہ اسے حرام سمجھتا ہو۔ حد نہیں ہے۔

۲۔ شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے والے پر بھی حد نہیں۔ اگرچہ وہ اس کے ساتھ وطی کرنے کو جائز ہی سمجھے۔

۳۔ زناء کے لیے اجرت پر لی گئی عورت سے وطی پر حد نہیں۔

۴۔ کم سن بچی کے ساتھ لواطت کرنے والا بھی حد سے بچ جائے گا۔

۵۔ عورت یا مرد کے ساتھ زناء کرنے والا بھی حد لگنے کے دائرے میں نہیں آئے گا۔

یہ تھے وہ پانچ امور کہ جن کو نجفی نے اعتراض کی بنیاد بنایا۔ اور عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ فقہ حنفی اس قدر بے حیا اور بے باک ہے۔ کہ اتنے بڑے بڑے کاموں پر بھی ان کے ہاں حد نہیں ہے۔ لیکن صاحبان علم و دانش بخوبی آگاہ ہیں کہ یہی

Marfat.com

باتیں جو فقہ حنفی پر اعتراض کے لیے نجفی نے منتخب کیں۔ خود ان کی فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔

انداز تحریر سے نجفی نے یہ مغالطہ دینا چاہا۔ کہ جب ان کاموں پر حنفی مسلک میں حد نہیں ہے۔ تو پھر ان کے کرنے میں قباحت نہ رہی۔ اسی مقصد کو وہ "نوٹ" کے ضمن میں یوں تحریر کر رہا ہے۔ "دلیس حنفی ملاّؤں کو چاہیئے کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الخ"۔ قارئین کرام! فتاوی قاضی خاں ہو یا ہدایہ یا کوئی دوسری فقہ حنفی کی کتاب۔ نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک آدھ سطر بھی ایسی نہیں دکھا سکتے۔ کہ ان افعال قبیحہ کی امام اعظم نے اجازت دی ہے۔ اجازت دینا اور بات ہے۔ اور ان بُرے کاموں پر حد نہ لگنا اور بات ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف ان پر حد کے نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔ باقی رہا ان کے جواز کا قول تو کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں۔ یہ نجفی کا اختراعی اجتہاد ہے یعنی ہر وہ کام جس پر حد نہ ہو۔ وہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک جائز ہے۔ یہ قانون ہمارا نہیں

بہر حال یہ مغالطہ دیکر اس نے اپنا اُلو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ اور عام آدمی کو فقہ حنفی سے متنفر کرنا چاہا۔

دوسرا مغالطہ یہ دیا جا رہا ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس قدر قبیح افعال ہونے کے باوجود ان پر حد نہیں۔ اور حد کا خود بریکٹ میں مطلب یہ نکالا کہ ان پر سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں "حد نہیں" ہونا فقہ حنفی کا متفق علیہ نہیں۔ دوسرا حد نہ ہونے سے مراد مطلقاً سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے ہیں۔ امام اعظم کا کہنا یہ ہے۔ کہ ان افعال مذمومہ پر "حدِ زنا" نہیں آئے گی۔ کیونکہ زنا کی تعریف کیا ہے؟ اہل تشیع اور اہل سنت کی کتب معتبرہ سے اس کی تعریف سنیئے۔

Marfat.com

زنا کی تعریف

الروضۃ البہیہ شرح اللمعۃ الدمشقیہ

اَلزِّنَا اِیْلَاجُ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِیْ فَرْجِ امْرَأَۃٍ مُحَرَّمَۃٍ مِنْ غَیْرِ عَقْدٍ وَلَا مِلْکٍ وَلَا شُبْہَۃٍ قَدْرَ الْحَشْفَۃِ اَیْ مِقْدَارَ الْحَشْفَۃِ فِیْ فَرْجِہَا۔

(۱۔ الروضۃ البہیۃ جلد نہم کتاب الحدود حد الزنا صفحہ نمبر ۱۵ مطبوعہ قم طبع جدید)

(۲۔ فتح القدیر جلد چہارم ص ۱۳۸ مطبوعہ مصر کتاب الحدود)

ترجمہ:

کسی عاقل بالغ مرد کا اپنا آلۂ تناسل بقدر حشفہ کسی ایسی عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنا کہ جس کے ساتھ عقد نہ ہوا ہو۔ اور نہ وہ اس مرد کی ملک یا شبہ ملک میں ہو۔ زنا کہلاتا ہے۔

صاحب اللمعۃ الدمشقیہ نے زنا کی تعریف میں ذکر شدہ قیود کا فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ

عورت سے مراد ایسی عورت ہے جو بالغہ ہو۔

۔اور دُبر شرمگاہ میں ... سے مراد لواطت کو خارج کرنا ہے

Marfat.com

اگرچہ لواطت قبیح ترین اور فحش ترین عمل ہے۔ اور "عقد" کی قید سے وہ محارم نکل گئیں۔ کہ جن کے ساتھ نکاح کے بعد وطی کی گئی ہو۔ مختصر یہ کہ زنا کے لیے عورت بالغہ ہونا چاہیئے۔ کہ اگر نابالغہ ہے۔ تو اس کے ساتھ بدفعلی پر زناء کی تعریف صادق نہ آنے کی وجہ سے اس پر حدِ زنا جاری نہ ہوگی۔ لیکن بقول شیعہ مجتہد نجفی کے اعتراض ۳ کا جواب خود کتب شیعہ نے دے دیا۔

اسی طرح زنا کے لیے عورت کی "شرمگاہ" میں دخول ہونا ضروری ہے۔ اب جو شخص "شرمگاہ" کی بجائے دبر میں وطی کرتا ہے۔ چاہے وہ عورت کی ہو یا مرد کی وہ بھی زنا میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے حدِ زنا سے بچ جائے گا۔ یہ جواب نجفی کے اعتراض ۵ کا ہو گیا۔ اور نکاح کیے بغیر محارم سے وطی ہو۔ اب جبکہ کسی نے محارم سے نکاح کیا پھر وطی کی۔ تو وہ بھی اس تعریف سے خارج ہو گا۔ اس قید نے نجفی کے اعتراض ۱، ۲ کا جواب دے دیا۔

نوٹ:

گزشتہ اوراق میں فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۰۵ کتاب النکاح کا ایک حوالہ گزر چکا ہے۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ اگر کوئی شخص ماں، بہن سے نکاح کر کے ان سے وطی کرتا ہے۔ اور پھر اس وطی سے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ بچہ ہرگز ہرگز حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ بلکہ اس کو حرامی کہنے والے پر حد لگے گی۔ اور اسی طرح وہ نکاح کرنے والا بھی حد سے بچا رہے گا۔ فروع کافی کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی: (ترجمہ:)

مثال اس کی یہ ہے۔ کہ وہ عورتیں کہ جن کے ساتھ نکاح کرنا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حرام قرار دے دیا۔ جیسا کہ ماں بیٹی، بہن وغیرہ

Marfat.com

ان کے ساتھ نکاح کرنا تو جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کی وجہ سے حرام ہوا۔ لہٰذا ان تمام محرمات سے شادی کرنا باعتبار شادی کرنے کے جائز اور دوسری وجہ سے حرام اور فاسد ہے۔ کیونکہ کسی سے شادی اسی طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ اس لیے یہ شادی بدکاری اور فعل مردود متصور ہونے کی وجہ سے قاضی کے لیے لازم ہے۔ کہ ایسے دو مرد و عورت میں فوراً تفریق کر دے۔ لیکن اس کے باوجود یہ نکاح "زنا" شمار نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس سے پیدا ہونے والی اولاد "حرام زادی" ہو گی۔ اور جو شخص کسی ایسے شخص کو زنا کی تہمت لگائے گا۔ جس کے ہاں محارم کے نکاح سے بچے پیدا ہوئے۔ (یعنی محارم سے نکاح کو زنا پر محمول کرے گا) تو اس تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ کیونکہ وہ بچہ کہ جس کی وجہ سے زنا کی تہمت لگائی جا رہی ہے۔ وہ شادی کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ شادی فاسد تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا تھا اور ایسی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ اسی باپ کی طرف منسوب ہوگا (جس کے نطفے سے یہ پیدا ہوا) جیسا کہ ملتوں میں سے ایک ملت پر ایسا ہوتا رہا۔ بہرحال یہ نکاح حد زنا سے خارج ہے۔ لیکن بطور سزا ان دونوں میاں بیوی میں تفریق لازم ہے۔ اور پھر اسے اس طرف لوٹانا چاہیئے۔ جو جائز اور حلال صورت ہے۔

یہ حوالہ خود اپنا آپ تبصرہ ہے۔ لہٰذا اسے بار بار پڑھیں۔ بلکہ نجفی کو بھی کوئی سبق بلکہ خاص کر اس وقت جب "مہمان ملی" کا بہت بڑا مجمع ہو۔ تاکہ ان سب کو حلالی اولاد پیدا کرنے کا ایک اور نسخہ ہاتھ آجائے۔ اور اس پر انگشت اٹھانے والے

Marfat.com

کی خبر لی جائے۔
نابالغہ کے ساتھ بدکاری کے مرتکب پر اگرچہ حد زنا نہیں لیکن اچھا ہوتا کہ نجفی "فتاوی قاضی خان" کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تاکہ حقیقت حال کی پوری وضاحت ہو جاتی۔ عبارت یہ ہے۔

قاضی خان:

رَجُلٌ زَنٰى بِصَغِيْرَةٍ لَا تَحْتَمِلُ الْجِمَاعَ فَاَفْضَاهَا لَاحَدَّ عَلَيْهِ فِيْ قَوْلِهِمْ ثُمَّ يُنْظَرُ فِي الْاِفْضَاءِ اِنْ كَانَتْ تَسْتَمْسِكُ الْبَوْلَ كَانَ عَلَيْهِ الْمَهْرُ بِالْوَطْيِ وَثُلُثُ الدِّيَةِ بِالْاِفْضَاءِ وَاِنْ كَانَتْ لَاتَسْتَمْسِكُ الْبَوْلَ كَانَ عَلَيْهِ جَمِيْعُ الدِّيَةِ وَ لَا مَهْرَ عَلَيْهِ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(فتاوی قاضی خان جلد سوم ص ۵۰۸ بر حاشیہ فتاوی عالمگیری مطبوعہ مصر)

ترجمہ:
جس شخص نے نابالغہ سے بدکاری کی۔ جو جماع کے قابل نہ تھی۔ اور اس فعل سے وہ بچی حالت افضاء میں ہو گئی۔ تمام علماء کا فتویٰ ہے کہ اس شخص پر حد زنا نہیں ہے۔ پھر اس عورت کے افضاء کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ پیشاب روک سکتی ہے۔ تو پھر بدکاری کرنے والے پر بوجہ وطی کے حق مہر ہو گا۔ اور افضاء کی وجہ سے تہائی دیت

Marfat.com

ہو گی۔ اور اگر وہ پیشاب نہیں روک سکتی۔ تو پھر وطی کرنے والے پر پوری دیت ہو گی۔ اور حق مہر نہیں ہو گا۔ یہ قول امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف کا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان کی عبارت اور اس کے ترجمہ سے قارئین کرام آپ صغیرہ کے ساتھ بدکاری کے ارتکاب کرنے والے کے متعلق "حد زنا" کے نہ ہونے کی وجہ جان چکے ہیں۔ وہ یہ کہ اس فعل پر درحقیقت "زنا" کی تعریف ہی صادق نہیں آتی لیکن یہ بھی واضح ہوا کہ ایسے شخص کو بالکل معافی نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک صورت میں حق مہر اور نصف دیت اور دوسری صورت میں مکمل دیت کی سزا ہے۔ آخر اس سزا کو نجفی نے ذکر کیوں نہ کیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ احناف کے ساتھ حسد و عداوت نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہو گا۔

الدرالمختار:

وَلَا حَدَّ بِالزِّنَا بِالْمُسْتَاجَرَةِ اَیْ لِلزِّنَا وَالْحَقُّ وُجُوْبُ الْحَدِّ كَالْمُسْتَاجَرَةِ لِلْخِدْمَةِ۔

(الدر المختار جلد ۴ ص ۲۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اس عورت کے ساتھ بدکاری کرنے پر حد نہیں جو کرائے پر لی گئی ہو۔ اور حق یہ ہے۔ کہ اس پر بھی حد زنا ہے۔ اسی طرح جس طرح خدمت کے لیے تنخواہ پر لی گئی عورت کے ساتھ بدکاری پر ہے۔

نجفی نے جان بوجھ کر اس قول راجح کو چھوڑ دیا۔ اور مرجوح پر گرفت کی دھوکہ دہی آخر اس کی پرانی عادت ہے۔ اور حسد و بغض اس کا پیچھا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں

Marfat.com

ان کے ہاتھوں ایسا کرنے پر مجبور رہیا کہ حضرت زینب کی بد دعا کی وجہ سے رونا پیٹنا اور گریبان چاک کرنا (مروجہ ماتم) وغیرہ ان کے مقدر میں ہو چکا ہے۔

مختصر یہ کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنے اور اس کے بعد وطی کرنے والے پر حد زنا اس لیے نہیں کہ یہ فعل زنا کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ یہ تو تھی وجہ حد نہ لگنے کی۔ لیکن شیعوں نے تو کمال کر دی۔ کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ہرگز "حرامزادہ" نہیں۔ کیونکہ وہ "نکاح رشدہ" سے پیدا ہوا ہے "نکاح رشدہ" واقعی قابل غور اور قابل عمل ہے۔ اس سے دو قدم اور آگے چلئے۔ تو آپ ایک عجیب مقام پر کھڑے پائیں گے۔ "فروع کافی" والے نے تو نکاح محارم کی دو جہتیں بیان کیں تھیں ایک درست اور دوسری فاسد لیکن قربان جائیں شیعہ مجتہد شیخ زین العابدین پر کہ اس نے اپنے ایک "نامی گرامی" "ابوحنیفہ" سے محارم کے ساتھ وطی کی ایک "عمدہ تدبیر" بیان کی ہے۔ سنیئے۔

ذخیرۃ المعاد:

لزوم غسل خالی از قوت نیست و از ابوحنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است۔

(ذخیرۃ المعاد تالیف شیخ زین العابدین مطبع ریاض ارضا اشرف آباد لکھنو ۱۳۱۷ھ باب الطہارت ص ۷۸)

ترجمہ:

(کسی شخص نے شیخ زین العابدین سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص خواہشات نفسانیہ پورا کرنے میں یہ طریقہ اختیار کرے۔ کہ رومال کی طرح کا کوئی کپڑا اپنے عضو مخصوص پر اس طرح لپیٹ لے۔ کہ دونوں (مرد

Marfat.com

اور عورت) کی شرمگاہیں بلاواسطہ ایک دوسرے سے نہ چھو پائیں۔ یا ظرف (یعنی عورت کی شرمگاہ) بہت کشادہ ہے۔ یا مظروف (مرد کا آلۂ تناسل) باریک ہو۔ کہ ظرف سے مَس نہ ہونے پائے۔ ان حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں شیعہ مجتہد نے کہا)

غسل لازم ہونا مضبوط وجہ رکھتا ہے۔ اور "ابو حنیفہ" سے منقول ہے کہ محارم کے ساتھ ان کی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ جبکہ جماع کرنے والے نے اپنے عضو مخصوص پر ریشم کا کپڑا لپیٹ رکھا ہو۔

نوٹ:

۱۹۵۴ء علامہ محمود احمد رضوی نے یہی عبارت اپنے رسالہ "رضوان" میں پیش کی تو اس وقت شیعہ برادری کی طرف سے ایک اخبار بنام "رضاکار" کے ایڈیٹر نے یہ جواب لکھا تھا۔

"ہاں ممکن ہے۔ کہ کوئی بے سود یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کسی شیعہ عالم کا نام یا کنیت ہو۔ تو ہم اس مغالطہ کی گنجائش کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ ذخیرۃ المعاد میں جہاں یہ مسئلہ درج ہے۔ وہیں اس سلسلہ میں حجۃ الاسلام علامہ مفتی سید محمد عباس جیسے اعاظم علماء کے حواشی بھی موجود ہیں جن میں ان تمام اکابر نے بالصریح یہ اعلان فرمایا ہے۔ کہ شیعوں کی فہرست میں یہ نام ناپید ہے۔"

(رضاکار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضاکار کی اس عبارت پر علامہ محمود احمد رضوی نے لکھا۔ کہ اگر بقول تمہارے یہ "ابو حنیفہ" تمہارا نہیں۔ بلکہ ہمارا ہے۔ تو پھر بتلاؤ۔ کہ ہمارے ابو حنیفہ سے یہ مسئلہ

Marfat.com

(لف حریر) کس کتاب میں درج ہے۔ یا احناف کی تمام کتب میں سے کسی ایک میں لف حریر کا مسئلہ دکھادو۔ پاک و ہند کے تمام شیعوں کو چیلنج ہے۔ کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہی کتب سے یہ مسئلہ دکھاؤ۔ تو دس ہزار روپیہ انعام پاؤ۔ الخ

اس کے جواب میں "رضا کار" نے جو کچھ لکھا۔ وہ جواب نہ تھا۔ بلکہ بے تعلق اور بے مقصد باتیں تھیں۔ اس کا اور اس کے تمام ہم نواؤں کا یہی اصرار ہے۔ کہ لف حریر کا مسئلہ ہم شیعہ لوگوں کا نہیں۔ کیونکہ اس کا قائل ابوحنیفہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں۔ بلکہ یہ حنفیوں کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ "ابوحنیفہ" کی کنیت رکھنے والا انہی کا امام اور مجتہد ہے۔

اس مقام کی مناسبت سے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ کچھ گفتگو اس پر بھی ہو جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے۔

٭

Marfat.com

"ابو حنیفہ" نامی شیعہ عالم اور مصنّف کا ثبوت

از کتب شیعہ

مجالس المومنین:

(القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد منصور بن حیون المغربی)

ترجمہ: تاریخ خلکان اور ابن کثیر شامی میں تحریر ہے۔ کہ یہ ابو حنیفہ جانے پہچانے فضلاء میں سے تھا۔ علم فقہ اور دین میں ایسا مرتبہ اور مقام رکھتا تھا۔ کہ جس سے زائد کا تصور نہیں ہو سکتا۔ دراصل امام مالک کے مذہب کا پیرو تھا۔ لیکن بعد میں "مذہب امامیہ" کی طرف پلٹ آیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول المذاہب، کتاب اختیار اور کتاب الدعوۃ للعبیدیین۔

ابن زولاق سے مروی ہے۔ کہ نعمان بن محمد قاضی بہت بڑا فاضل شخص تھا۔ قرآن کے معانی کی تفسیر و تشریح میں مشہور تھا۔ اور فقہی اصول پر اسے کامل دسترس تھی۔ لغت کی وجوہ کا عارف ہونے کے ساتھ ایک بلند پایہ شاعر اور مورخ تھا۔ عقل و انصاف سے آراستہ تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے کہ جو تحریر و سجع وغیرہ کے اعتبار سے عجیب مقام رکھتے تھے۔ اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں کی زیادتیوں پر کتابیں لکھیں۔ اسی کی ایک کتاب اس موضوع پر بھی

Marfat.com

ہے۔ کہ اس میں امام ابوحنیفہ کوفی امام مالک، امام شافعی اور ابن شریک وغیرہ کا بلیغ رد لکھا ہے۔ اس کی تصانیف میں "اختلاف الفقہاء" بھی ہے اس میں اہل بیت کے مذہب کی تائید اور تقویت ذکر کی۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔

یہ ابوحنیفہ فاطمی خلیفہ معزالدین کے ہمراہ مغرب سے مصر میں آیا۔ اور ۳۶۳ھ میں رجب کے مہینہ میں اس نے انتقال کیا۔

(مجالس المؤمنین۔ جلد اول ص ۵۴۹ مجلس پنجم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

تنقیح المقال:

ترجمہ: نعمان ابن محمد ابن منصور مغربی کے متعلق ابن خلکان اور ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ پہلے مالکی تھا۔ بعد میں امامی ہوگیا۔ اس کی تصانیف میں سے ایک کا نام "دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت علیہم السلام" تھا۔ اہل بیت کے مخالفین کی زیادتیوں پر بھی اس کی تصانیف ہیں۔ اس کی اولاد میں بھی بڑے بڑے فاضل لوگ ہوئے۔ ابوالحسن علی بن نعمان، ابوعبداللہ محمد بن نعمان وغیرہ۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا۔ کہ قاضی نعمان علم، فقہ، دین اور دیگر علوم میں یگانہ روزگار تھا۔ اس کی "کتاب الدعا" عمدہ کتاب ہے۔ اور اس کی عبارت اس شخص کے بارے میں کہی گئی صفات کی تائید کرتی ہے لیکن وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد والے حضرات ائمہ کی روایات نقل نہیں کرتا۔ اس کا باعث "اسماعیلیہ" کا خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا

Marfat.com

قاضی بنا تھا۔ لیکن تقیہ کا سہارا لے کر مذہب امامیہ کا اظہار کرتا رہا۔ یہ بات ہر عقل مند بخوبی جانتا ہے۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم میں جو اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ شخص امامی نہ تھا۔ یہ بہت بڑا اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر والے ہی اپنے گھر کی بات بخوبی جانتے ہیں۔ اور گھر والے (مورخین نے اس کو پکا امامی لکھا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص امامی نہ ہو۔ اور وہ حق و صداقت کے غاصبین کے مظالم پر تصانیف لکھے۔؟ اس کی ایک اور کتاب "فضائل الائمۃ الاطہار" ہے۔ تیسری کتاب مسئلہ امامت پر ہے۔ اس کا اس نے خود تحریری طور پر اعتراف کیا ہے۔ کہ وہ کٹر امامی ہے۔ اس کی کتابیں بہت اچھی ہیں۔ "شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار ذکر مناقب ابی الصادق علیہ السلام، الاتفاق والافتراق، المناقب والمثالب الامامت، اصول المذہب الروایۃ الایضاح اس کی تصانیف میں سے ہیں۔ (معالم العلماء)

مجلسی نے کہا۔ کہ ابو حنیفہ مذکور فاطمی خلیفہ معزالدین کے ہمراہ مصر آیا۔ اور ۳۶۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

(تنقیح المقال جلد سوم باب النعمان من ابواب النون ص ۲۷۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ "ابو حنیفہ" نامی ایک شیعہ بھی گزرا۔ اور وہ محض عام شیعہ نہ تھا۔ بلکہ صاحب تحریر و تصنیف اور عالم فقیہ تھا۔ اس کی اولاد میں بھی علم و فقہ کے حامل پیدا ہوئے۔ "لعت حریر" اسی ابو حنیفہ کا تحفہ ہے۔ اب جبکہ یہ تحفہ بھیجنے والے کا نام اور پتہ ہم نے تمہاری کتابوں میں سے ہی ثابت کر دیا ہے۔ تو اس کی قدر کرو۔

Marfat.com

اور اس پر بے جھجک عمل کرو۔ یہاں تو محارم کے ساتھ نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ اور کوئی گناہ بھی نہیں۔ کیونکہ "جائز" کے کرنے پر گناہ نہیں ہوا کرتا۔ ان گزارشات کے بعد نجفی کی وہ زبان ملاحظہ ہو۔ کہ جو ان اعتراضات کے بعد "نوٹ"، میں اُس نے حنفی علماء کو خطاب کر کے کہی۔ کس قدر شرم و حیاء سے عاری اور اُس بازار کی زبان ہے۔ اگر وہ گالیاں "مذہب حنفی" پر اس لیے دی گئیں۔ کہ اس میں مذکورہ جرائم پر "حدزنا"، نہیں۔ تو وہی جرائم مذہب جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔ اور اس میں بھی وہ حد نہیں ہے۔ تو پھر "مذہب جعفریہ" کے لیے وہی کلمات خبیثہ کیوں نہ فٹ آئیں۔ بلکہ یہاں تو ان "جرائم" کو "جائز" بھی کر دیا گیا۔ اب ان پڑھ کر خود انصاف کرو۔ کہ ان کا ثواب کس کو جائے گا۔؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۱

شراب کی سزا معاف

حقیقت فقہ حنفیہ:

فان اقر بابعد ذھاب رائحتھا لم یحد عند ابی حنیفۃ۔

(الہدایہ باب حد الشرب جلد دوم ص ۵۲۷۔)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص شراب پینے کا اقرار اس وقت کرے۔ جبکہ اس کے منہ سے شراب کی بو ختم ہو چکی ہو۔ تو امام اعظم اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک اس شخص پر کوئی سزائے شرعی نہیں۔ نیز اگر کسی شخص پر شراب پینے کی گواہی دے اور اس کے منہ سے شراب پینے کی بو ختم ہو چکی ہو۔ اس پر بھی حد نہیں ہے۔ نیز و من اقر بشرب الخمر ثم رجع لم یحد "، جو شخص شراب پینے کا اقرار کرے اور پھر منکر جائے۔ تو اس پر بھی حد نہیں ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۷)

جواب:

اعتراض میں بنیادی بات یہ ہے۔ کہ شراب کی بو ختم ہونے پر "حد شراب" نہیں لگے گی۔ اس اعتراض کو بھی نجفی نے اس لیے ذکر کیا۔ کہ شاید عوام اس کی چال میں آجائیں۔ اور وہ "فقہ حنفیہ" کو اچھا سمجھنے کی غلطی نہ کریں۔ لیکن صاحبانِ علم اس کو بھی دھوکہ

Marfat.com

اور فریب کا ہی نام دیں گے۔ کیونکہ مسئلہ مذکورہ اپنے پس منظر میں دیکھا جائے۔ تو بات کچھ اور نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ یہ مسئلہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہادی مسئلہ نہیں۔ کہ ان کی طرف اس کی نسبت کر دی جائے۔ بات یوں ہے۔ کہ جب شرابی پر حد شراب کا معاملہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر پیش ہوا۔ تو آپ نے اس کے لیے شراب کی بو پایا جانا شرط قرار دیا۔ اسی شرط پر موجود تمام صحابہ کرام نے اجماع کر لیا۔ لہٰذا اسی اجماعی بات کو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح لیا۔ اور مذکورہ صورتوں میں چونکہ بوئے شراب موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے "حد شراب" نہیں لگے گی۔ ہدایہ کی پوری عبارت اس کی وضاحت کرتی ہے۔

الہدایہ:

وَعِنْدَهُمَا لَا يُقَامُ الْحَدُّ اِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّائِحَةِ لِاَنَّ حَدَّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَلَا اِجْمَاعَ اِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ شَرَطَ قِيَامَ الرَّائِحَةِ عَلٰى مَا رَوَيْنَا۔

(ہدایہ ص ۵۲۷ باب حد الشرب مطبوعہ کلام کمپنی کراچی)

ترجمہ:

شیخین کے نزدیک شرابی پر حد اس وقت قائم کی جائے گی۔ جب اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو۔ کیونکہ شراب پینے پر حد صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔ اور اس اجماع کا اصل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تھی۔ آپ کی رائے یہی تھی۔ کہ شرابی سے

Marfat.com

شراب کی برآمد ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم نے روایت کی ہے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حد شراب نوشی کا قیام بوقت موجودگی بوئے شراب ہے۔ اور یہ شرط حضرات صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی رائے پر اتفاق و اجماع کرتے ہوئے تسلیم کی۔ اب مسائل مذکورہ میں حلاکتہ امام زہرنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسئلہ نہیں۔ وہ تو صحابہ کرام کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا امام اعظم پر اعتراض کرنا نری حماقت اور پرلے درجے کی جہالت ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصور صرف یہ ہے۔ کہ بقول رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بایہم اقتدیتم اہتدیتم آپ نے حضرات صحابہ کرام کی اقتداء کی ہے یہ اقتداء عین شریعت ہے۔ نہ کہ خلاف شریعت۔

آخری مسئلہ کہ شرابی اقرار کرکے مکر جائے۔ تو اس پر حد نہیں لگے گی۔ اس پر اعتراض کیوں؟ ایسی کئی ایک مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ سردست ایک مثال حاضر خدمت ہے۔ اور وہ بھی شیعوں کے اپنے گھر سے۔

وسائل الشیعہ:

اِنَّ مَاعِزًا بنَ مَالِكٍ اَقَرَّ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزِّنَا فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يُرْجَمَ فَهَرَبَ مِنَ الْحُفْرَةِ فَرَمَاهُ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ بِسَاقِ بَعِيْرٍ فَعَقَلَهٗ فَسَقَطَ النَّاسُ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ اَخْبَرُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ لَهُمْ فَهَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ اِذَا هَرَبَ يَذْهَبُ فَاِنَّمَا هُوَ الَّذِيْ اَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهٖ وَقَالَ لَهُمْ اَمَا لَوْ كَانَ عَلِيٌّ حَاضِرًا مَعَكُمْ لَمَا ضَلَلْتُمْ قَالَ

Marfat.com

وَ وَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص ۳۷۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اقرار کیا۔ تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب رجم کیا گیا۔ تو جناب ماعز گڑھے سے بھاگ نکلے۔ زبیر بن العوام نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی اٹھا کر ماری۔ اس کے لگنے سے وہ رک گئے۔ لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور مار دیا۔ پھر جب اس واقعہ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جب وہ بھاگ نکلا تھا۔ تو تم نے اُسے جانے دیا ہوتا۔ وہ تو خود اپنی ذات پر زنا کا اقراری تھا۔ (کوئی گواہی نہ تھی۔ اس لیے اس کے بھاگنے سے فرق نہ پڑتا اقراری ہونے کی صورت میں بھاگنا ایک طرح اقرار سے مکرنا بھی بنتا ہے۔) پھر آپ نے فرمایا۔ کاش کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے ساتھ ہوتے۔ تو وہ تمہیں اس غلطی سے بچا لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ماعز کی دیت بیت المال سے ادا کی۔

شراب کے مسئلہ میں شرابی کا اقرار کے بعد صاف صاف مکر جانا تھا۔ جس پر حد شراب نہ لگانے کا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قول فرمایا۔ لیکن یہاں تو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا صاف انکار نہیں۔ بلکہ انکار کی ایک صورت بنتی ہے۔ اس پر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سزا کا کچھ نہ کچھ بدلہ عطا فرما دیا۔ جب انکار کی صورت اپر یہ رعایت ہو۔ تو صراحت کے ساتھ انکار پر نہ ہو گی؟

Marfat.com

امام اعظم پر اعتراض کرنا آسان تھا۔ تو نجفی نے کر دیا لیکن وہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابلِ اعتراض (بقول نجفی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیت ادا کرنا اور لوگوں کو رجم سے باز رہنے کی تعلیم و تلقین فرمانا ہے لیکن یہ نجفی کی سوچ ہے۔ نہ اس گدھے کی سوچ سے نہ عام بچ سکے۔ اور نہ خواص۔ (معاذ اللہ)

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۲

چوری کی متعدد صورتوں میں ہاتھ کاٹنے کی تنسیخ :-

الہدایہ : حقیقت فقہ جعفریہ

ولا قطع فیما یتسارع الیہ الفساد کاللبن واللحم والفواکہ الرطبۃ۔

(الھدایۃ کتاب السرقہ جلد دوم ص۵۳۹)

ترجمہ :

جو شخص ایسی چیز کی چوری کرے جو دیر تک صحیح نہیں رہتی مثلاً دودھ گوشت اور تازہ میوے وغیرہ تو ایسی چوری کرنے میں چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ نیز ولا فی سرقۃ المصحف وان کان علیہ حلیۃ۔ جو شخص قرآن مجید چوری کرے اگرچہ قرآن پر کوئی قیمتی غلاف یا اس کے مثل کوئی اور چیز ہو تو ایسے چور کے بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ نیز ولا قطع علی النباش جو شخص قبر کھود کر مردے کا کفن چوری کرے اس کے ہاتھ بھی نہ کاٹے جائیں۔

نوٹ :

ہم نے نمونہ کے طور پر صرف چند چوروں کا ذکر ہے۔ جن میں فقہ نعمان نے چھٹی دی ہے۔ اور اگر تفصیل میں پڑھیں۔ تو فقہ حنفیہ نے اس باب میں بھانت

Marfat.com

بھانت کے فتوے دیئے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۸)

جواب:

ہدایہ سے ذکر کردہ عبارت میں نجفی کو چار چاند نظر آئے۔ جو اس نے ایک ہی سانس میں ذکر کر دیئے ہیں۔

الزام اوّل:

ان اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ جو دیر تک باقی نہیں رہتیں۔

الزام دوم:

قرآن کریم کے چور پر بھی حد سرقہ نہیں۔ اگرچہ قرآن کریم پر کوئی قیمتی غلاف یا زیور لگا ہو۔

الزام سوم:

دفتری کاغذات پر قطع ید نہیں۔

الزام چہارم:

کفن چور پر چوری کی سزا (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے۔

ان الزامات میں نجفی نے جو مرکزی بات ذکر کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "فقہ نعمان" نے چند چوروں کو چوری کی سزا نہ دے کر عقل و نقل کے خلاف کیا۔ کیونکہ یہ بہر حال چور ہونے کی وجہ سے چوری کی سزا سے بچنے نہیں چاہئیں۔ اب ان الزامات کا ترتیب وار ہم جواب پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

تردید الزام اول:

دیر تک نہ رہنے والی اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دینا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا گھڑ یلو مسئلہ نہیں۔ بلکہ اس مضمون کی احادیث موجود ہیں۔ جن سے استنباط کے طور پر یہ مسائل بیان ہوئے۔ ایسی احادیث کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

اللمعۃ الدمشقیہ:

الرابعۃ۔ لَاقَطْعَ فِیْ سَرِقَۃِ التَّمَرِعَلَی الشَّجَرَۃِ وَاِنْ کَانَ مُحْرَزًا بِحَائِطٍ وَغَلْقٍ لِإِطْلَاقِ النُّصُوْصِ الْکَثِیْرَۃِ بِعَدَمِ الْقَطْعِ بِسَرِقَۃِ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ۔ کتاب الحدود جلد نہم ص ۲۷۵ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:

درخت پر سے پھل چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہوگی۔ اگرچہ وہ درخت دیوار یا دروازہ وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کر دیا گیا ہو کیونکہ نصوص کثیرہ میں مطلقاً اس قسم پر قطع کی سزا نہیں ہے۔

روضۃ البہیہ شرح اللمعۃ الدمشقیہ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ اِذَا اَخَذَ الرَّجُلُ مِنَ النَّخْلِ وَالزَّرْعِ قَبْلَ اَنْ یُصْرَمَ فَلَیْسَ عَلَیْہِ قَطْعٌ

(روضۃ البہیہ شرح اللمعۃ جلد ۹ ص ۲۴۹، ۲۵۰ مطبوعہ قم)

Marfat.com

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص کھجور کے درخت سے کھجوریں یا کسی زمین کی پیداوار چوری کرے۔ لیکن یہ چوری ان اشیاء کے کاٹنے سے پہلے ہو۔ تو اس چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی وہی بات فرمائی۔ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ہدایہ کی عبارت میں "تازہ میوہ" کے لفظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ یہ چوری درخت پر لگے ہوئے میوے کی گئی۔ اگر اس پر ہاتھ نہ کاٹنے کی بات کر کے امام اعظم رضی اللہ عنہ مورد الزام ٹھہرے۔ تو پھر امام جعفر رضی اللہ عنہ کی معافی کیونکر ہو گئی؟ نجفی نے احناف کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش میں اپنے ائمہ کو بھی "رگڑا" دے دیا۔ سچ ہی کہاوت ہے۔ "ہلکا کتا اپنیاں نوں وی وڈھن پیندا اے"

جواب الزام دوم:

قرآن کریم کی چوری اور اس پر لگے ہوئے زیورات کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ اس کی آخر کوئی وجہ ہوگی۔ کوئی دلیل ہوگی۔ اچھا ہوتا کہ نجفی اس وجہ اور دلیل پر اعتراض کرتا۔ کیونکہ یہ تو ایک جزئی مثال ہے۔ قانون پر گرفت ہوتی۔ تو بہتر تھا۔ بہرحال صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ جو بیان فرمائی۔ وہ ملاحظہ ہو جائے۔

ہدایہ:

وَوَجْهُهُ الظَّاهِرُ اَنَّ الْاَخْذَ يَتَاَوَّلُ فِي اَخْذِهِ الْقِرَاءَةَ وَالنَّظَرَ فِيْهِ۔

ہدایہ جلد دوم ص۵۴۰
مطبوعہ کلام کمپنی کراچی

Marfat.com

ترجمہ:

قرآن کریم کا چور اس پر لگے زیورات کا چور پوچھنے پر یہ تاویل کر سکتا ہے کہ میں نے قرآن کریم بغرض چوری نہیں۔ بلکہ پڑھنے کے لیے اور اس کو دیکھنے کے لیے اٹھایا ہے۔

گویا اس چور کی ہاتھ کاٹنے کی سزا کی معافی ایک تاویل اور شبہ کی بنا پر ہوئی۔ اب قانون یہ سامنے آیا۔ کہ کیا شبہ کی بنیاد پر حد معاف ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو امام اعظم کا کیا قصور اور اگر نہیں ہو سکتی تو پھر مورد الزام ٹھہریں گے۔ یہ قانون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مبنی ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

المبسوط:

ترجمہ:

ایک عورت حاملہ ہے لیکن اس کا خاوند کوئی نہیں ہے۔ اب اس سے اس حمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر وہ کہتی ہے کہ یہ زنا سے ہوا ہے۔ تو پھر اس پر حد زنا ہے۔ اور اگر کہتی ہے کہ زنا کے بغیر ہے۔ تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ اگرچہ بعض شیعہ.... علماء اس دوسری صورت میں حد کا قول کرتے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح بری الذمہ ہونا چاہیے اب اس صورت میں زنا کا احتمال بھی ہے۔ وطی بالشبہ اور زبردستی کی گئی کے احتمالات ہیں۔ اور حدود حکم شرعی ہے۔ جو شبہ سے ختم ہو جاتا ہے۔

کیوں صاحب! ذرا دونوں مسائل کا موازنہ کر کے دیکھیں۔ شبہ تو یہ کس طرف ہے؟ عورت کا حمل بالکل ظاہر اور شبہ میں اس سے وطی ہو جانا شاید زندگی بھر نہیں

Marfat.com

کو ایک دفعہ بھی نہ ملے۔ اس قدر قلیل الوقوع ہے۔ اور دوسرا شبہ یہ کہ اس سے زبردستی وطی کی گئی۔ اگرچہ یہ شبہ مضبوط ہے۔ لیکن جب عورت کی ذات کی طرف خیال جاتا ہے آخر وہ بھی جسمانی خواہشات رکھتی ہے۔ اور التقائے ختانین بلکہ ادخال ذکر سے کچھ اکراہ والا معاملہ کمزور پڑھ جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے مقابلہ میں قرآن کریم کے چورکی یہ تاویل کہ "میں نے پڑھنے کے لیے اٹھایا" کثیر الوقوع ہے اور جانب مخالف کے احتمالات سے بہت دور۔ گویا نوے فی صد شبہ ہے۔ ادھر اس درجہ کا نہیں۔ لیکن شبہ کمزور ہونے کے باوجود حد اٹھالی گئی۔ اگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں شبہ قویہ ہوتے ہوئے حد ساقط کر دی گئی۔ تو نجفی کو برا لگا۔ اور اعتراض کر دیا لیکن اپنی کتب کو نہ دیکھا۔ کہ ان میں اس قسم کے بیسوں مسائل موجود ہیں۔ ان کے مصنفین بلکہ اقوال ائمہ اہل بیت پر اعتراض بنتا ہے۔ اسی بے وقوفی یا حسد و بغض کی اندھی سوچ پر "حجۃ الاسلام" کا لقب ملا ہوگا۔ "نجفیں" تو بہت آتی ہیں۔ لیکن علماء تو علماء عام آدمی بھی ان اعتراضات و جوابات کو پڑھ کر تمہیں "حجتی" کہنے میں باک محسوس نہیں کریں گے۔ تمہارے حال پر ہمیں ایک بے ٹکٹے دیہاتی کا واقعہ یاد آگیا گاڑی کے ٹکٹ چیکر نے ایک دیہاتی کو پوچھا۔ ٹکٹ دکھلاؤ۔ دیہاتی بولا۔ باؤجی ٹکٹ تو کوئی نہیں۔ جب دونوں میں تکرار ہوئی۔ تو باؤ نے اس دیہاتی کو پکڑا۔ اور اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ واپس گاؤں آیا۔ تو لوگوں کو کسی طریقہ سے اس کی پٹائی کی اطلاع ہو چکی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ تو مونچھوں کو تاؤ دے کر کہنے لگا "باؤ نے مینوں چک کے ماریا پر باؤ تھلے اور میں باؤ دے اُتے"، ایمانداری کی بات ہے۔ یہ اعتراض و جواب کوئی سن سنا کر نجفی سے پوچھے۔ حجتی صاحب! آپ تو شکست کھا گئے۔ تو ان کی دیرینہ عادت کے مطابق لگتا ہے۔ جواب یہی ملے گا "یار لت میری ہی اُتے اے"

جواب الزام سوم:

کتابوں اور دفاتر کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کیوں نہیں؟ صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ بیان کی ہے۔

ھدایه:

وَلَا قَطْعَ فِی الدَّفَاتِرِ کُلِّهَا لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مَافِیْهَا وَذَالِكَ لَیْسَ بِمَالٍ۔

(هدایه جلد دوم ص ۵۴۱ کتاب الحدود)

ترجمه:

تمام قسم کی کتب اور رجسٹر وغیرہ کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا اس لیے نہیں۔ کہ چوری کرنے والے کا اصل مقصد وہ تحریر ہے۔ جو اس میں ہے۔ اور تحریر "مال" نہیں۔ (کہ اس کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے) ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ چوری کا "اطلاق مال" پر ہوتا ہے اور ایسی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا بعض دیگر قیود کے ساتھ ہے۔ اب جبکہ کسی کتاب کے نقوش یا اس میں تحریر شدہ عبارت "مال" کے زمرے میں شامل نہیں۔ تو اس کی چوری پر قطع ید کا حکم نہ لگانا کون سا عیب ہے۔ یہاں بھی نجفی کا حسد و بغض کارفرما نظر آتا ہے۔

جوابُ الزام چہارم:

"کفن چور" پر ہاتھ کاٹنے کی سزا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے خود معاف نہیں فرمائی۔ جس سے آپ پر اعتراض آئے۔ بلکہ اس ضمن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

—— کی ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا۔ الفاظ یہ ہیں۔ لا قطع علی المختفی۔ "مختفی" کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ پھر مختفی کے بارے میں لکھا۔ کہ مدینہ پاک کے رہنے والے کفن چور کو مختفی کہتے تھے معلوم ہوا کہ کفن چور کی سزا از روئے حدیث ساقط ہوئی۔ نہ یہ کہ امام اعظم کی رائے سے ایسا ہوا۔ لہٰذا امام صاحب پر اعتراض کرنا حماقت ہے علاوہ ازیں قرآن کریم میں ہاتھ کاٹنے کی "سزا" سرقہ "پر ہے۔ اور "سرقہ" کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے۔ جو "حرز" میں ہو یعنی وہ مال محفوظ ہو۔ مال کی حفاظت کا شرعی طور پر کوئی متعین و مقرر طریقہ نہیں۔ اس لیے اس کا فیصلہ "عرف" کے اعتبار سے کیا جائے گا۔

اللمعۃ الدمشقیہ:

اَلْحِرْزُ لَا تَحْدِيْدَ شَرْعًا فَيُرْجَعُ فِيْهِ اِلَى الْعُرْفِ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ۔ جلد ۹ ص ۲۴۲)

ترجمہ:

"حرز" کی شرعی کوئی تعریف نہیں۔ لہٰذا اس بارے میں "عرف" کو لیا جائے گا۔

اس بنا پر "حرز" کی تعریف میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں "حرز" کی صورت یہ ہے۔ کہ کسی مکان یا ظرف میں کوئی چیز محفوظ ہو چکی ہے یا اس کی نگرانی کے لیے کسی کو مقرر کر دیا گیا ہو۔ میت کے کفن کے بارے میں "حرز" کی یہ دونوں صورتیں موجود نہیں۔ نہ کسی مکان محفوظ میں تالا وغیرہ لگا کر اُسے رکھا گیا اور نہ کوئی چوکیدار یا نگران مقرر ہے۔ لہٰذا یہ چوری "حرز" کو توڑ کر نہ ہوگی۔ جب شرط چوری نہ پائی گئی۔ تو پھر وہاں کی سزا بھی نہ دی جائے گی۔ اسی بنا پر غالباً کفن چور

Marfat.com

کو "سارق" نہیں کہا گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۶۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں قضاءت کا بیان

ھدایہ کتاب اداب القاضی:

يَجُوْزُ التَّقَلُّدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ كَمَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَادِلِ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ تَقَلَّدُوْا مِنْ مُعَاوِيَةَ وَالْحَقُّ كَانَ بِيَدِ عَلِيٍّ وَالتَّابِعِيْنَ تَقَلَّدُوْا مِنَ الْحَجَّاجِ وَهُوَ كَانَ جَائِرًا۔

(ھدایہ کتاب اداب القاضی جلد ۳ ص ۱۳۲)

ترجمہ:

ظالم بادشاہ کی طرف سے قاضی بننا۔ اور فیصلے کرنے کے لیے جج بننا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام معاویہ کی طرف سے قاضی بنے ہیں۔ جبکہ حق علی کے ساتھ تھا۔ نیز صحابہ کے بعد تابعین حجاج کی طرف سے قاضی بنتے ہیں۔ اور حجاج بھی ظالم تھا۔

Marfat.com

نوٹ:

سنی بھائیوں کا اہل تشیع پر ایک اعتراض یہ بھی ہے۔ کہ اگر ابوبکر و عمر و عثمان ظالم تھے۔ تو حضرت علی نے ان کی حکومت کے زمانہ میں ان کی طرف سے قضاوت کرنا کیوں قبول کیا۔ اور ثلاثہ کو مشورے کیوں دیئے؟ مشکل مسائل میں فیصلے کیوں کئے؟ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ جناب امیر نے ثلاثہ کی طرف سے ہرگز یہ عہدہ قضاوت قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس زمانہ میں شرعی حاکم خود حضرت امیر علیہ السلام تھے۔ اور انہوں نے اپنے وظیفہ شرعی پر عمل کیا ہے۔ اور اگر اس طرح سنی بھائیوں کی تسلی نہیں ہوتی۔ تو پھر ہم یوں عرض کریں گے۔ کہ ثلاثہ ظالم بادشاہ تھے۔ اور سنی بھائیوں کی کتاب الہدایہ گواہ ہے۔ کہ ظالم کی طرف سے قاضی بن کر لوگوں میں فیصلے کرنا کوئی بری بات نہیں ہے اور اس چیز سے فیصلہ کرنے والے کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور وہ ظالم بادشاہ ظالم ہی رہے گا۔ اس کی عدالت ہرگز ثابت نہ ہوگی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۹)

جواب:

نجفی نے "ہدایہ" کی جس عبارت کا سہارا لیا ہے۔ اور اس کی مدد سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "ظالم بادشاہ" کے طور پر پیش کیا ...... اس عبارت میں مرکزی لفظ "جائز" ہے۔ اس لفظ کے معنی لکھنے میں نجفی نے دیرینہ بددیانتی سے کام لیا۔ آیئے! ذرا اس لفظ کے معانی معلوم کریں۔ پھر اس پر کچھ تحریر کیا جائے گا۔

(۱) جائز:

کسی شے سے ہٹ جانا کہتے ہیں۔ جار عن الطریق۔ وہ راستہ سے ہٹ گیا۔

Marfat.com

(۲) **علیہ**: کسی پر ظلم کرنا۔ (بحوالہ المنجد)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ لفظ جائر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ راہ راست سے ہٹ جانے والا اور ظالم۔ صاحب ہدایہ نے اس لفظ کا دو شخصیتوں پر دو مختلف معانی کے اعتبار سے اطلاق کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جائر تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خطائے اجتہادی کی وجہ سے سیدھے راستہ سے ہٹ گئے تھے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ حق پر تھے۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خطائے اجتہادی کا قول اس وقت تک صادق آتا تھا جب تک امام حسن نے آپ کی بیعت نہ کی تھی لیکن امام حسن کے بیعت کر لینے کے بعد آپ عادل اور سچے امیر المومنین تھے۔ نجفی نے ہدایہ کی عبارت میں خیانت سے کام لیتے ہوئے۔ "و الحق کان بید علی" الفاظ پر اکتفا کیا۔ اور "فی نوبتہ" ہضم کر گیا۔ کیونکہ اس کے ہضم کے بغیر اس کا مقصد پورا نہ ہوتا تھا۔ "فی نوبتہ" کا معنی یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی باری اور اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ آپ کی باری اور زمانہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ کے بعد میں آئی۔ لہٰذا اس سے مفہوم نکالنا کہ خلفائے ثلاثہ بھی حق پر نہ تھے اور ظالم تھے۔ نری جہالت ہے۔ حضرت علی اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ یعنی امیر معاویہ کے مقابلہ میں۔ جب علی حق پر ہوئے۔ تو امیر معاویہ اسی حق پر نہ ہونے کی وجہ سے "جائر" ہوئے۔ اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر "جائر" کا اطلاق جس معنی میں ہوا۔ وہ واضح ہو گیا۔ یہاں "ظالم" کے معنی میں اس لفظ کو لینا خود ظلم ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قتل وغیرہ آپ کے ہاتھوں سرزد نہیں ہوا۔ ہاں یہ ساری باتیں حجاج کے دور میں تھیں۔ اس لیے وہ جائر بمعنی ظالم ہو گا۔ ہدایہ کی عبارت کا یہی مفہوم ہے۔ جسے نجفی نے غلط ملط

Marfat.com

کر دیا ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ نے حضرت علی کے لیے مقابلۃً لفظ ”حق“ ذکر کیا ہے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی کا مقابل بنا کر ”جائر“ ذکر کیا۔

پھر آگے چل کر نجفی نے ایک اور منطق جھاڑی۔ وہ یہ کہ اگر خلفائے ثلاثہ ظالم تھے۔ تو حضرت علی کا ان کے دورِ خلافت میں عہدہ قضاء قبول کرنا اور انہیں مشورے دینا کیونکر جائز ہو گیا؟ یہ سُنیوں کی طرف سے اہل تشیع پر خود اعتراض گھڑا اور پھر اس کے دو جواب لکھے۔ پہلا جواب یہ دیا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ نے عہدہ قضاء ان کی طرف سے قبول نہیں کیا۔ بلکہ آپ خود ہی ان کے زمانہ میں بھی شرعی حاکم تھے۔ اس لیے آپ اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرتے رہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ جب اہل سنت کے نزدیک ظالم حکمران کی طرف سے عہدۂ قضاء قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی ظالم ہو گئے۔ یا اصحاب ثلاثہ کا ظلم ختم ہو گیا۔

نجفی کے یہ جواب ایسے ہیں۔ کہ جن کی خود کتب شیعہ تردید کرتی ہیں۔ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر شرعی حاکم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ تو پھر صدیق اکبر کے ہاتھ پر حضرت علی نے بیعت کر کے ان کی خلافت و امارت پر صاد کیوں کیا۔ خود تم ہی واویلا کرتے ہو۔ کہ حضرت علی کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچ کر لایا گیا۔ اور ابوبکر کی بیعت کرنے کو کہا گیا۔ علی نے پوچھا اگر میں بیعت نہ کروں تو پھر کیا ہو گا۔ عمر بن الخطاب نے کہا۔ گردن زنم۔ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا شیعہ کتب میں یہ ڈرامہ پھر کس لیے رچایا گیا۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کو ظالم سمجھتے رہے اور ظالم کی طرف سے عہدۂ قضاء قبول کرنے میں سُنیوں کی طرف سے اجازت ہے۔

Marfat.com

تو یہ جواب خود نجفی کا منہ چڑا رہا ہے۔ اس لیے کہ نجفی سے زیادہ حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے خاندان کے بزرگ اس معاملہ کو بہتر جانتے تھے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کچھ ایسا ہی سوال ہوا۔

انوار نعمانیہ

قَدْ سُئِلَ فِیْ مَجْلِسِ الْخَلِیْفَةِ عَنِ الشَّیْخَیْنِ فَقَالَ اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْهِ عَلَیْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(انوار نعمانیہ ص ۲۰۰ جلد طبع قدیم ایران)

ترجمہ:

شیخین کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی مجلس میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ تو عادل امام وخلیفہ تھے۔ انصاف پسند تھے۔ اور حق پر زندہ رہے۔ اور اسی پر رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی بروز حشر ان پر رحمت ہو۔

نجفی صاحب! تم معصوم نہیں۔ کہ تمہاری منطق قابل اعتبار ہو۔ بلکہ تمہارے مذہب میں ائمہ کے اقوال قابل عمل اور لائق تقلید ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ تو ایک معصوم امام نے شیخین کو عادل و قاسط اور حق پر قائم فرمایا۔ اور تم ظالم ثابت کرنا چاہتے ہو۔ اگر اس پر تسلی نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک "ظالم" شخص کو امام صحابہ اور اپنا قائم مقام بنا رہے ہیں۔ کچھ تو حیا کرو اگر یہ بھی بات تمہارا پیٹ نہیں بھرتی تو نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی زبانی تعریف فاروق اعظم ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔

(نہج البلاغہ چھوٹا سائز ص ۳۵۰ خطبہ ۲۲۸
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ کے لیے ہیں شہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے۔ جس نے کجی کو سیدھا کیا۔ اور مرض کی دوا کی۔ اور سنت کو قائم کیا۔ اور فتنے کو دور چھوڑا اور دنیا سے صاف کپڑے پہن کر گیا قلیل العیب، خیر اور بھلائیوں کو اس نے پا یا۔ اور اس خلافت میں شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اس نے حق ادا کر دیا۔ اور اس کے حق سے ہمیشہ ڈرتا رہا۔

خلاصہ کلام:

صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہما وہ شخصیات ہیں۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادل اور پرہیز گار فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی۔ اور ان کے حق پر قائم رہنے کی گواہی دی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واشگاف الفاظ میں انہیں صاحبانِ عدل قرار دیا۔ یہ گواہیاں ایک طرف

Marfat.com

اور دوسری طرف نجفی کا ان کو ظالم ٹھہرانا کون مسلمان نجفی کی بات پر دھیان دے گا۔ ظالم کو سیرتِ حسین بھی یاد نہ رہی۔ کہ جن کی رگوں میں حضرت علی المرتضٰے کا خون تھا یہی حسین ہیں۔ کہ جنہوں نے درحقیقت ظالم شخص کی نہ بیعت کی۔ نہ اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ بلکہ شہادت قبول کرلی۔ لیکن ان کے والد گرامی شیخین کی بیعت بھی کرتے ہیں۔ ان کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کرتے ہیں۔ اور پھر نجفی انہیں ظالم کہنے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے دور خلافت میں جو عہدۂ قضاء قبول کیا۔ وہ ان کے عادل ہونے کے وجہ سے تھا۔ اور انہیں اپنے مشورے دیئے۔ اس لیے کہ یہ امت کے خیرخواہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق دار اور امت مسلمہ کا نجات دہندہ سمجھتے تھے

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حلال جانوروں اور حرام جانوروں کے احکام

بخاری شریف:

قَالَ الشَّعْبِیُّ لَوْاَنَّ اَهْلِیْ اَكَلُوْا الضَّفَادِعَ لَاُطْعَمْتُهُمْ وَلَمْ يَرَى الْحَسَنُ بِالسُّلَحْفَاةِ بَاْسًا۔

(بخاری شریف کتاب الصید جلد ۷ ص ۷۹)

ترجمہ:

(ایک سنی عالم شعبی کہتا ہے۔ اگر میرے اہل وعیال مینڈک کھانا پسند کریں تو میں انہو مینڈک ہی کھلاؤں۔ اور حسن بصری کہتا ہے۔ کہ کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک دریائی کتا، دریائی خنزیر اور دریائی انسان کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (ہدایہ کتاب الذبائح جلد دوم ص ۴۴۲)

Marfat.com

میزان الاعتدال:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ سرطان دریائی کتا مینڈک اور خنزیر حلال ہیں۔

(میزان الکبریٰ جلد دوم ص ۵۸ باب الاطعمہ۔)

میزان الکبریٰ:

نیز قَالَ اَصْحَابُ الشَّافِعِیِّ وَھُوَ الْاَصَحُّ عِنْدَ ھُمْ اَنَّہٗ یُؤْکَلُ جَمِیْعُ مَا فِی الْبَحْرِ۔

(میزان الکبریٰ کتاب الاطعمہ جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

شافعی مذہب کے علماء فرماتے ہیں۔ اور یہی قول ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ حتیٰ کہ مگرمچھ بھی۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کے بڑے مزے ہیں۔ مہنگائی کا زمانہ ہے۔ اور پھر گوشت تو بہت ہی مہنگا ہے۔ خدا بخشے امام بخاری کو جو مینڈک اور کچھوا حلال کر گئے۔ اور پھر امام مالک اور امام شافعی کو بھی خدا بخشے جو دریائی کتا اور خنزیر حلال کر گئے۔ سنی بھائیوں کو چاہیے۔ کہ مینڈک، کچھوے، کتے اور خنزیر کے کباب بنائیں۔ اور اپنے اماموں کے نام پر خیرات کریں۔ اور رمضان المبارک میں اپنے مسلمان بھائیوں کے انہی کبابوں سے روزے افطار کرائیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۹-۱۴۰)

جواب:

جیسا کہ نجفی کی کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس میں "فقہ حنفیہ" پر اعتراضات والزامات ہوں گے۔ اور اس بات کو نجفی وغیرہ سبھی جانتے ہیں۔

Marfat.com

کہ "فقہ حنفیہ"، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مسائل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس کے باوجود اس کتاب میں فقہ شافعی اور مالکی کے مسائل درج کر کے نجفی نے اپنے موضوع سے بھی غداری کی۔ اور یہ غداری ایک آدھی جگہ نہیں۔ بلکہ بہت سے مقامات پر ہوئی۔ اور پھر اسے چھپانے کے لیے "سنی فقہ" کا سہارا لینا پڑا۔ جیسا کہ متعدد مرتبہ ہم یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ دوسری فقہ کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں۔ اس لیے امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کی فقہ کے مسائل ہمارے زیر بحث نہیں۔ لیکن ایک سنی ہونے کے اعتبار سے اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں۔

"ہدایہ" کے حوالے سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دریائی کتا، خنزیر اور انسان حلال ہیں۔ اور پھر اس پر از راہ ... تمسخر کباب بنا کر کھانے اور افطاری کی پھبتی کسی گئی ہے۔ انداز عبارت بتاتا ہے۔ کہ یہ اشیاء سنیوں کے نزدیک حلال ہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حرام۔ ورنہ اگر شیعہ بھی انہیں حلال کہیں۔ تو پھر مذاق اور اعتراض کس بنا پر؟ تو آئیے! ذرا فقہ جعفریہ میں ان جانوروں کے بارے میں کچھ حوالہ جات ملاحظہ کریں۔ تاکہ حقیقت حال سامنے آنے پر بات واضح ہو جائے۔

توضیح المسائل:

سگ و خوک کہ در خشکی زندگی میکند حتی کہ مو و استخوان و پنجہ و ناخن و رطوبتہائے آنہا نجس است ولی سگ و خوک دریائی پاک است۔

(توضیح المسائل باب النجاسات ص۱۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

وہ کتا اور خنزیر جو خشکی پر رہتے ہیں۔ ان کے بال، ناخن، پنجے اور دیگر رطوبتیں نجس ہیں۔ لیکن دریائی کتا اور خنزیر پاک ہیں۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ دریائی کتا اور خنزیر تو فقہ جعفریہ میں بھی حلال ہیں۔ پھر کس منہ سے "سنی فقہ" پر اعتراض کیا گیا۔ اور اگر نجفی کوئی ایک حوالہ اپنی کتاب میں سے ایسا دکھا دے۔ کہ جس میں دریائی کتا اور خنزیر ان کے نزدیک حرام ہیں۔ تو منہ مانگا انعام ملے گا۔ معلوم ہوا۔ کہ نجفی جانتے بوجھتے اپنے مذہب کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اسی لیے ہم نے اسے "ححقق" کہا ہے۔ کتے اور خنزیر کو حلال و پاک نہیں کہا گیا۔ لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ کی "پاکیزگی" پر کہ اس نے کتوں پر اور خنزیروں کو بھی پاک کر دیا۔ جو خشکی پر "ان کی مثل امت" ہیں۔

المبسوط:

وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِي حَالِ حَيٰوتِهِ وَ لَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَ الْخِنْزِيْرَ قَالَ إِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيْرُ وَ الْكَلْبُ بِالْقَتْلِ اَوِ الْمَوْتِ

(المبسوط جلد ششم ص ۲۷۹ کتاب الاطعمہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بعض اہل تشیع کا کہنا ہے۔ کہ حیوان ہر قسم کا جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ ان لوگوں نے اس حکم طہارت سے نہ تو کتے کو نکالا اور نہ ہی خنزیر کو۔ اور کہا۔ کہ کتا اور خنزیر دو ہی صورتوں میں نجس ہو

Marfat.com

سکتے ہیں۔ یا مر جائیں یا مار دیئے جائیں۔
اس حوالہ کے ذریعہ کتے اور خنزیر کے مرنے کے بعد کی نجاست کا اقرار کیا۔ لیکن "متعہ کے رسیا" اور "تقیہ کے عادی" اس پر ہی بس کیوں کریں۔ اگر "سبیل امام" کا پانی پی کر پورا ثواب حاصل کرنا ہو، تو پھر مرے ہوئے سور کی کھال کے بنے ہوئے ڈول میں یہ شوق پورا کرنے میں کون پیچھے رہے۔ زرارہ نے یہ نسخہ امام سے پایا ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارة قال سألتُ أبا عبد الله عليه السلام عن جلد الخنزير يُجعل دلواً يُستقى به الماء قال لا بأس۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۲۹ کتاب الطہارۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں۔ اے امام معصوم! خنزیر کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکال کر پیا جا سکتا ہے؟
امام نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

بات ادھوری رہ جائے گی۔ اگر پانی پینے کے ساتھ ساتھ کھانا نہ کھایا جائے جیسا پانی ویسا کھانا۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن اسحاق بن عمار عن ابی عبد الله

Marfat.com

عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ آكِلُ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ عَلَيْهِ أَدَبٌ فَإِنْ عَادَ أُدِّبَ فَإِنْ عَادَ يُؤَدَّبُ قَالَ وَ يُؤَدَّبُ وَ لَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۸ص ۵۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱۰ ص ۹۸)

(۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد چہارم ص ۵۰ باب حد الاکل المیتہ الخ۔)

(۴۔ فروع کافی جلد ۷ ص ۲۴۲ کتاب الحدود)

ترجمہ:

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص مردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھائے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا۔ سزا کوئی نہیں۔ صرف سمجھا بجھا دیا جائے۔ چاہے وہ بار بار کھائے۔

کیوں صاحب! اسحاق بن عمار نے اُن اشیاء کے کھانے کی امام سے "ادب کے ساتھ" اجازت لے دی۔ اور زرارہ جی نے سُور کی کھال میں پانی پینے کا راستہ دکھا دیا۔ خنزیر کے گوشت کو بریاں کر کے کباب بنا کر اور "خون" کی چٹنی سے لطف اندوز ہوں۔ اور "مال مفت دل بے رحم" کا خوب فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات الخ۔ فلعتبروا یا اولی الابصار۔

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۵

مختلف حرام جانوروں کی تحلیل

رحمۃ الامہ:

عن ابن عباس اباحۃ لحوم حمر اھلیۃ۔

(رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ
کتاب الاطعمہ)

ترجمہ:

ابن عباس کے نزدیک پالتو گدھے بھی حلال ہیں۔ نیز امام مالک کے نزدیک عقاب، باز، شکرا اور شاہین بھی حلال ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک طوطا، چمگادڑ اور اُلو بھی حلال ہیں۔

جواب:

"رحمۃ الامہ" کے حوالہ سے نجفی نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا۔ کہ ان کے نزدیک پالتو گدھا حلال ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ میں سے اس کی حلت مطلقہ کا قول کس نے کیا؟ آیئے ہم آپ کو اس کی نشاندہی کیے دیتے ہیں۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِتَحْرِيْمِ
اَكْلِ لَحْمِ الْبِغَالِ وَ الْحَمِيْرِ الْاَهْلِيَّةِ
مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ بِكَرَاهَتِهِ كَرَاهَتُهُ مُطْلَقَةً

Marfat.com

وَقَالَ مُحَقِّقُوْا اُصْحَابِهٖ اِنَّهٗ حَرَامٌ۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی جلد دوم ص۱۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اسی وجہ سے تینوں اماموں (ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) نے پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام مالک کا اس بارے میں "مکروہ تحریمی" کا قول ہے۔ اور مالکی فقہ کے محققین نے اسے حرام ہی کہا ہے۔

حضرات ائمہ اہل سنت کا پالتو گدھے کے بارے میں فتویٰ آپ پڑھ چکے ہیں اب ان پر اس کے گوشت کو حلال قرار دینے کا الزام کس قدر بہتان ہے۔ ذرا اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر میں بھی جھانکئے۔ عین ممکن ہے کہ کسی امام نے اس "شریف" مخلوق کے بارے میں کچھ فرمایا ہو۔ لو ہم تمہیں بتاتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِهَا لِاَنَّهَا كَانَتْ حَمُوْلَةَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ وَاِنَّمَا الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِى الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَلَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ اَنَّ الرِّضَا عَلَيْهِ كَتَبَ اِلَيْهِ فِيْمَا كَتَبَ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِهٖ كُرِهَ اَكْلُ لُحُوْمِ الْبِغَالِ وَالْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ لِحَاجَةِ النَّاسِ اِلٰى ظُهُوْرِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْخَوْفِ مِنْ فَنَائِهَا وَقِلَّتِهَا لَا تُعَذَّرُ خَلْقُهَا وَلَا قَذَرُ غَذَائِهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۲ کتاب الاطعمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ کیونکہ یہ ان دنوں لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے تھے۔ (لیکن) دراصل حرام وہی جانور ہیں جنہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ اگر ان کا قرآن میں بطور حرمت ذکر نہیں۔ تو وہ حرام نہیں ہیں۔

محمد بن سنان نے امام رضا سے چند مسائل پوچھے۔ ان میں ایک مسئلہ کا یہ جواب تھا۔ "خچروں اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانا مکروہ اس لیے ہے۔ کہ یہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں۔ اور استعمال میں آنے والے چار پائے ہیں۔ اور ان کے گوشت کی کراہت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ لوگ انہیں ذبح کر کے کھاتے کھاتے ان کی نسل ہی ختم نہ کر دیں۔ یا ان کی تعداد کم نہ ہو جائے۔ ورنہ ان کی خلقت میں اور ان کی غذا میں کوئی کراہت کی بات نہیں ہے۔

"وسائل الشیعہ" میں پالتو گدھے کا ایک مستقل موضوع ہے۔ جس میں "عدم تحریمہا" صراحت سے موجود ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک خچر اور پالتو گدھے کا گوشت "حرام" نہیں۔ صرف مکروہ ہے۔ اب نجفی صاحب سے پوچھئے کہ چور کس کے گھر سے نکلا۔ اور کس کی ہنڈیا میں "شریف مخلوق" کا گوشت پکتا ہے یہی گوشت کھا کر اور "مرغوب چٹنی" کے ساتھ ساتھ سُور کی کھال میں پانی ڈال کر پینے سے تو لوگ "حجۃ الاسلام" بن جاتے ہیں۔

نوٹ:

"حقیقت فقہ حنفیہ" میں نجفی نے ان گزشتہ اعتراضات کے بعد "باب المتفرقات" کا عنوان باندھ کر تقریباً ۴۴ الزامات درج کیے۔ ان میں

Marfat.com

چند کو چھوڑ کر باقی الزامات کا تعلق فقہ حنفی سے نہیں اور ان میں سے بعض کا تعلق عقائد کے ساتھ تھا۔ ان عقائد سے متعلقہ الزامات کا جواب ہم تحفہ جعفریہ میں دے چکے ہیں۔ اب اس باب کے اُن الزامات کا جواب سپرد قلم ہے۔ جو حنفی فقہ سے متعلق ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۶

کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو دیں۔

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اذا وقع الذباب فی شراب احد کم فلیغمسہ۔

(بخاری شریف کتاب بدأ الخلق جلد ۲ ص ۱۲)

ترجمہ:

کہ جب کسی کے پینے والی چیز میں مکھی گر جائے۔ اسے چاہیے کہ وہ اسے غوطہ دے کر نکالے۔

نوٹ:

صرف ڈبونے سے کیا بنے گا تھوڑا سا نچوڑ بھی لیں۔ اور پھر وہ دودھ پیا جائے ابوہریرہ کی روح کو دیر کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۲)

جواب:

سب سے پہلے گزارش یہ ہے۔ کہ بخاری شریف میں اشیائے نوش میں مکھی پڑنے کے بعد اسے غوطہ دینے کی حکمت بھی مذکور تھی لیکن نجفی نے وہ حکمت ذکر نہ کی۔ اور مذکورہ حکمت زبان نبوت سے بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ حکمت ہر شخص اپنے علم سے معلوم نہیں کر سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ دَاءً وَّفِی الْاُخْرٰی

Marfat.com

شفا ہے غوطہ دے کر اس لیے نکالو کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص مکھی پڑنے کے بعد اس پر عمل کرتا ہے تو ابو ہریرہ کی بات پر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے گا۔ لہٰذا نجفی کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو استہزاء اور مذاق کا نشانہ بنانا در اصل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرنا ہے۔ ایک سنی کو یہ کہنا کہ وہ دودھ کہ جس میں مکھی گر گئی۔ غوطہ دے کر نچوڑ کر ابو ہریرہ کی روح کو ہدیہ کرو حقیقت میں نجفی نے اس تحریر سے اپنے لیے وہ "ہدیہ" تیار کر لیا ہے۔ جو دوزخیوں کو پیپ اور خون کے عصارہ کی شکل میں اُبال کر پلایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کسی صحابی کی کھلے بندوں توہین کرنے والوں کو اگر یہ نہیں ملتا۔ تو پھر اور کس کو ملے گا۔ علاوہ ازیں ان کی کتب میں بھی مکھی کے بارے میں مذکورہ مسئلہ موجود ہے۔ کبھی تو گھر کی خبر بھی لی ہوتی۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن الذباب يقع في الدهن والسمن والطعام فقال لا بأس كل۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۸۶ فی الذبائح مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

پوچھا۔ اگر مکھی تیل، گھی یا کسی خوردنی شئی میں گر جائے۔ تو کیا کرنا چاہیئے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کھاو۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر کے نزدیک مکھی پڑنے کے بعد اشیائے خوردنوش نجس نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ طیب و حلال ہونے کی وجہ سے کھا لی جائیں گی ۔ اور یہی بات سنی فقہ نے کہی۔ پھر دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا چاہیئے تھا۔ اس پر اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ شور مچائیں۔ کہ ہماری کتب میں مکھی گری اشیاء کے طیب ہونے کا ذکر تو ہے۔ لیکن اسے غوطہ دینے کا کوئی حکم نہیں لہذا مجھے غوطہ دینے پر اعتراض ہے۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ جب مکھی گر ہی گئی۔ تو اس کو غوطہ دو یا نہ دو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر نجس ہے۔ تو جتنی ڈوبی وہ ناپاک کر دے گی۔ اور اگر نجس نہیں۔ تو خواہ ساری غوطہ کھا گئی۔ فرق نہیں پڑے گا۔ اسے ہر عقل مند نجفی کے سوا تسلیم کرے گا۔ اس کے علاوہ ہم سنی اگر اس کو غوطہ دیتے ہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایسا کرتے ہیں۔ از خود یہ طریقہ ایجاد نہیں کیا۔

اور اگر رجال کشی ص ۱۹۵ کی عبارت کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع نے "غوطہ دینے والے" الفاظ حدیث سے نکال دیئے ہیں۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سے بیان کردہ احادیث میں ہمارے شیعوں نے گڑبڑ کر دی ہے۔ لہذا جو ہماری بات اور حدیث تم قرآن و سنت مصطفیٰ کے موافق و مطابق پاؤ۔ اس پر عمل کرو۔ دوسری کو چھوڑ دو۔

"وسائل الشیعہ" میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا جو جواب اور سائل کا سوال ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں تو سرے سے مکھی نکال کر تیل گھی اور دیگر اشیاء کے کھانے کا حکم ہی نہیں۔ جتنی عبارت ہے۔ اس سے یہی پتہ چلتا ہے۔ کہ مع مکھی

Marfat.com

کھا جاؤ۔ ایک غیر جانب دار سے پوچھئے۔ کہ سنی مکھی کو غوطہ دے کر نکال باہر پھینکا۔ اور پھر اس پانی وغیرہ کو پیا۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف شیعہ مکھی سمیت سب کچھ کھا گیا۔ دونوں میں قابل اعتراض بات کون سی ہے۔؟

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مذاق، ابو ہریرہ صحابی رسول کی گستاخی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تمسخر کوئی گھٹیا سے گھٹیا مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمت ہے۔ نجفی کی کہ کسی سے باز نہ آیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۷

بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی جزء ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سُنی فقہ میں ہے۔ ان البسملة ليست من الفاتحة عند ابی حنيفة۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۵۳)

(حقیقت فقہ حنفیہ)

ترجمہ:

کہ بسم اللہ قرآن پاک کی سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے۔ اس لیے اس کا نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

جواب:

"میزان الکبریٰ" سے جو حوالہ درج کیا گیا۔ واقعی امام اعظم رضی اللہ عنہ بسم اللہ کو الفاتحہ کی آیت شمار نہیں کرتے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ صاحب میزان الکبریٰ نے اس کی وجہ بیان فرمائی۔ نجفی وہ ہڑپ کر گیا۔ کیونکہ اگر وہ وجہ لکھ دی جاتی۔ تو پھر دال گلنا مشکل ہو جاتی۔ بسم اللہ کے بارے میں اختلاف ائمہ نقل کرتے ہوئے صاحب میزان نے لکھا ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

میزان الکبریٰ:

فَقَدْ وَرَدَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُهَا مَعَ الْفَاتِحَةِ تَارَةً وَيَتْرُكُهَا تَارَةً اُخْرٰى فَاَخَذَ كُلُّ مُجْتَهِدٍ بِمَا بَلَغَهٗ مِنْ اِحْدَى الْحَالَتَيْنِ۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۴۱
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کے بارے میں دو قسم کی روایات آئی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ فاتحہ کے ساتھ ملا کر اسے پڑھتے تھے اور دوسری یہ کہ فاتحہ بغیر اس کے پڑھتے تھے۔ لہٰذا ہر مجتہد نے ان دونوں حالتوں میں سے جو اس کو مضبوط نظر آئی۔ اس پر عمل کیا ۔

"میزان الکبریٰ" نے جو وجہ بیان کی۔ ہر صاحب عقل اس کے مطابق یہی کہے گا۔ کہ بسم اللہ کو فاتحہ کی جزء بنانا یا نہ بنانا کسی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل ہے۔

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۸

ولدالزنا (حرامی) کے پیچھے نماز جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ولدالزنا (حرامی) کے پیچھے نماز پڑھنا اور ہر قسم کے فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حجاج بن یوسف کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ اور تابعین کا قاتل ہے۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۹۲ باب صلوٰۃ الجماعۃ)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۲)

جواب:

"سنی فقہ" پر حرامی اور فاسق و فاجر کے امام بنانے کے متعلق نجفی کا اعتراض ہے۔ لیکن اپنی فقہ "فقہ جعفریہ" کو کیا کہے گا؟ کیونکہ یہ مسئلہ ان کی فقہ میں بھی موجود ہے۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول اور عمل دونوں اس کے ثبوت میں موجود ہیں آپ کا قول یوں مذکور ہے۔

نہج البلاغہ:

وَاِنَّہٗ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۰

ص ۸۲ چھوٹا سائز بیروت)

Marfat.com

ترجمہ:

لوگوں کا کوئی نہ کوئی امام ضرور ہونا چاہیئے۔ چاہے وہ نیک ہو یا فاجر
یہ تھا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا قول جو سلسلہ امامت کی بنیاد ہے
اور انہی سے عملی طور پر یوں گواہی موجود ہے۔ کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کے دور
خلافت میں ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ اور نجفی اینڈ کمپنی کے عقائد کے مطابق
خلفائے ثلاثہ فاسق و فاجر تھے۔ (معاذ اللہ) اسی طرح حسنین نے مروان کی اقتداء
میں نماز کیوں ادا کی۔ اور یہ بھی عقائد شیعہ کے مطابق فاسق و فاجر تھے۔ اور اس
امر کی گواہی موجود ہے۔ کہ ان ائمہ نے ان حضرات کے پیچھے نمازیں پڑھ کر دوبارہ
لوٹائی نہیں۔ تاکہ یہ بہانہ بنایا جاسکے۔ کہ وہ تقیہ کرتے رہے۔ اور اپنی نماز بعد میں ادا
کرتے رہے۔ ملا باقر مجلسی نے اس کی وضاحت و صراحت کی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار

عن موسی بن جعفر عن ابیہ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ
وَ الْحُسَیْنُ یُصَلِّیَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ
فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمَا مَا کَانَ اَبُوْكَ یُصَلِّیْ اِذَا
رَجَعَ اِلَی الْبَیْتِ فَقَالَ وَ اللّٰهِ مَا کَانَ یَزِیْدُ
عَلٰی صَلٰوةٍ۔

(بحار الانوار جلد دھم صفحہ قلمی ۱۰۰
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

موسیٰ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرات حسنین

Marfat.com

کریمین رضی اللہ عنہما مروان بن الحکم کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے
لوگوں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔ کیا آپ کے والد گرامی گھر
واپس آکر نماز لوٹایا کرتے تھے۔ کہنے لگے۔ خدا کی قسم! وہ ایک مرتبہ
نماز پڑھ کر دوبارہ لوٹایا نہیں کرتے تھے۔ (یعنی اسی نماز پر اکتفار
کرتے تھے جو امام کے پیچھے پڑھتے)

اسی طرح قرب الاسناد ص ۱۰۲ پر موجود ہے۔ کہ زین العابدین نے بتلایا۔ کہ جب علی المرتضیٰ کی بیٹی ام کلثوم کا انتقال ہوا۔ تو اس وقت مدینہ کا گورنر مروان بن الحکم ان کی نماز جنازہ کے لیے آگے بڑھا۔ تو یہ دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهُ يُصَلِّي عَلَيْهَا۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ طریقہ مروی نہ ہوتا۔ (کہ جنازہ امیر وقت پڑھاتے۔) تو اے مروان میں تجھے اپنی ہمشیرہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اجازت نہ دیتا۔

حضرات ائمہ اہل بیت کے قول و عمل سے فاسق و فاجر کی اقتدار کا ثبوت موجود ہے۔ تو ان کے ان ارشادات پر نجفی کیا کہے گا۔؟ ان حضرات نے نمازیں پڑھیں۔ لیکن کسی نے ان نمازوں کے بارے میں "کراہت" کا قول بھی نہیں کیا اس کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے۔ میزان الکبریٰ کا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِكَرَاهِيَةِ إِمَامَةِ مَنْ لَمْ يُعْرَفْ أَبُوْهُ مَعَ قَوْلِ أَحْمَدَ بِعَدَمِ الْكَرَاهِيَةِ...... وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ أَبِي حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَأَحَدُ رِوَايَتَيْهِ بِصِحَّةِ إِمَامَةِ الْفَاسِقِ مَعَ

Marfat.com

الْكَرَاهِيَةِ مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ وَاَحْمَدَ فِي اَشْهَرِ رِوَايَتِهِ اَنَّهَا لَا تَصِحُّ اِنْ كَانَ فِسْقُهُ بِلَا تَاْوِيْلٍ وَيُعِيْدُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَهُ الصَّلٰوةَ۔

(میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام احمد کے سوا باقی تینوں ائمہ کا قول ہے۔ کہ حرامی کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ امام احمد اسے مکروہ نہیں کہتے۔ اور فاسق کے بارے میں بس امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک فاسق کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ امام مالک اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق جو زیادہ مشہور ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے۔ جبکہ اس کا فسق تاویل کے بغیر ہو۔ اور فرماتے ہیں۔ جس نے ایسے کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ اس نماز کا اعادہ کرے۔

اس عبارت کو دیکھ کر ہر صاحب انصاف یہی کہے گا۔ کہ نجفی کا سنی فقہ پر اعتراض لغو اور دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ حقیقت میں یہ اعتراض تو فقہ جعفریہ پر ہوتا ہے۔ جس میں ان کی امامت بلاکراہت موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶۹

ظہر وعصر مغرب و عشاء ملا کر پڑھنا جائز ہے

میزان الکبریٰ:

سنی فقہ میں ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھنا جائز ہیں اور یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے۔ ملاتے ملا کر نہ پڑھیں۔
(میزان الکبریٰ ص ۱۸۲ جلد اول باب صلوۃ المسافر)
(حقیقت فقہ حنفیہ)

جواب:

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم متعدد بار کہہ چکے ہیں۔ کہ نجفی نے اپنی کتاب کے نام "حقیقت فقہ حنفیہ" کی لاج بھی نہ رکھی۔ عقل کے اندھے نے جو شافعی فقہ کا مسئلہ تھا وہ بھی اس میں درج کر دیا۔ اور مالکی و حنبلی فقہ کے مسائل بھی اس میں ذکر کر دیے۔ ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ فقہ حنفیہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا کرنے اور مغرب و عشاء کو جمع کرنے کی ایک صورت جائز اور دوسری ناجائز ہے۔ جائز یہ کہ ظہر کو آخری وقت میں ادا کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابتدائی وقت میں عصر پڑھل جائے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کا جمع کرنا ہے۔ یہ بوقت ضرورت جائز ہے۔ لیکن دوسری صورت کہ ظہر کے وقت میں عصر کا اور مغرب کے وقت میں عشاء کو ادا کیا جائے۔ تو یہ صورت صرف عرفات و مزدلفہ میں اور وہ بھی چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اس کے علاوہ کہیں اور کسی وقت بھی جائز نہیں۔ میزان الکبریٰ

Marfat.com

کا جو حوالہ نجفی نے دیا ہے۔ اس کی مکمل عبارت خود اس من گھڑت اعتراض کی بیخ کنی کر دیتی ہے۔ اُس نے اسی لیے اُسے ذکر ہی نہ کیا۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِجَوَازِ الْجَمْعِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ تَقْدِيمًا وَتَاخِيرًا مَعَ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعُذْرِ السَّفَرِ بِحَالٍ اِلَّا فِيْ عَرَفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ .... وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَحْمَدَ بِعَدَمِ جَوَازِ الْجَمْعِ بِالْمَطَرِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ تَقْدِيمًا وَتَاخِيرًا۔

(میزان الکبریٰ جلد اوّل ص ۱۸۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اسی سے تینوں ائمہ (مالک، شافعی، حنبل) کا قول ہے۔ کہ ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں اکٹھا کرنا جائز ہے۔ اور اس کے ساتھ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے۔ کہ سفر کی وجہ سے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا ماسوائے عرفات اور مزدلفہ میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور اسی سے امام اعظم اور امام احمد کا قول ہے۔ کہ ظہر و عصر کو مقدم اور مؤخر کر کے اکٹھا کرنا بارش کے عذر کی بناء پر بھی ہرگز جائز نہیں ہے۔

"میزان الکبریٰ" کی پوری عبارت نے "فقہ حنفیہ" بر جمع بین الصلوٰتین کے

Marfat.com

مسئلہ کو صراحتہ بیان کر دیا۔ کہ یہ جواز چند شرائط کے ساتھ صرف مزدلفہ اور عرفات میں ہے اس کے علاوہ ہرگز نہیں۔ تو جب حنفی ایسی جمع کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ اس کے منکر اور مخالف ہیں۔ تو پھر نجفی کا "حقیقت فقہ حنفیہ" میں اس اعتراض کو ذکر کرنا بالکل عبث اور دھوکہ دہی ہے۔ چونکہ دوسرے ائمہ اہل سنت کے ہاں اس جمع کی اجازت ہے۔ اس لیے حنفی فقہ کو چھوڑ کر "سنی فقہ" کا عنوان باندھا گیا۔ چلو ایک سنی ہونے کے اعتبار سے جمع بین الصلواتین پر "شیعہ" اعتراض کر رہا ہے۔ اس بات کو سبھی جانتے ہیں۔ کہ اعتراض اسی وقت وزن رکھتا ہے۔ کہ خود معترض اس کا قائل نہ ہو۔ گویا نجفی یوں کہنا چاہتا ہے۔ کہ اگر دیکھو۔ سنی لوگ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ اور ہم اہل تشیع ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے کے قائل ہیں۔ تو آئیے ذرا اس ڈھول کا پول بھی کھل جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارة عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقْتَانِ الظُّهْرُ وَ الْعَصْرِ فَإِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقْتَانِ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءُ الْآخِرَةُ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۹۱ کتاب الصلوۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے فرمایا۔ جب سورج دوپہر سے ڈھل جائے تو دو وقت یعنی ظہر و عصر کے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر جب سورج ڈوب جائے۔ تو مغرب

Marfat.com

اور عشاء دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

گویا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نمازیں پانچ ہی ہیں لیکن ان کے اوقات مقررہ صرف تین ہیں۔ اس طرح ثابت ہوا۔ کہ ظہر اور عصر کا وقت ایک ہی ہے اور مغرب اور عشاء کا وقت ادا ایک ہی ہے۔ جب وقت دو نمازوں کا ایک ہے تو پھر خود بخود جمع کر کے ہی ادا ہوں گی۔ یہاں جمع کرنے یا نہ کرنے کا اپنا اختیار ہے ہی نہیں۔ اب بتلایئے۔ کہ سنیوں نے دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا جو قول کیا ہے اس میں یہ بات، ہرگز نہیں۔ کہ ان دونوں کا وقت بھی ایک ہی ہے۔ بلکہ سنی ہر نماز کا مستقل اور مقرر وقت مانتے ہیں۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف "فقہ جعفریہ" کا دو نمازوں کا اکٹھا کرنا ہے جس میں علیحدہ ادا کرنا ناممکن ہے۔ اب دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا اعتراض کس پر پڑتا ہے۔ اور نجفی اسے دھوکہ دینے کے لیے کس طرف لے جا رہا تھا۔

یاد رہے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف دو نمازوں کا ایک ہی وقت میں ہونے کا قول کسی "محب اہل بیت" نے ہی حق محبت ادا کرتے ہوئے منسوب کیا۔ کہتے ہیں ناکہ محبت اور عداوت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ ورنہ خود امام باقر رضی اللہ عنہ تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے خلاف کبھی مسئلہ بیان نہیں فرما سکتے۔ ایسی ہی روایتوں اور حدیثوں کو دیکھ سن کر امام جعفر نے فرمایا تھا۔ کہ ہمارے چاہنے والوں نے ہماری ہی باتوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ اس لیے ایسے لعینوں کی بات نہ ماننا۔ بلکہ جو روایت قرآن و حدیث کے مطابق ملے۔ وہ ہی ہماری ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن کہتا ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین نے ہر نماز کا اول و آخر وقت عملی طور پر بتایا تھا

Marfat.com

جب قرآن وعملِ مصطفےٰ یہ ہے۔ تو امام باقر اس کے خلاف ہرگز نہیں فرما سکتے۔ کہتے ہیں۔ کہ "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" یعنی جھوٹے کی یاداشت نہیں ہوتی۔ امام موصوف کی طرف یہ روایت جھوٹی کیسے ثابت ہوئی۔ سُنیئے!

وسائل الشیعہ: ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جناب جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نمازوں کے اوقات لے کر نازل ہوئے زوال شمس کے وقت آئے۔ اور کہا۔ اب نماز ظہر ادا کیجئے۔ پھر جب ہر چیز کا سایہ اس چیز جتنا ہو گیا۔ تو نماز عصر ادا کرنے کا کہا۔ پھر غروب شمس کے بعد آئے۔ اور نماز مغرب پڑھنے کو کہا۔ پھر شفق کے ڈھلنے پر آئے۔ اور عشاء ادا کرنے کا کہا۔ پھر صبح صادق کے وقت حاضر ہو کر نماز صبح پڑھنے کا کہا۔ دوسرے دن پھر حاضر ہوئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر بڑھ چکا تھا۔ تو کہا۔ حضور! نماز ظہر ادا کیجئے۔ پھر دو مثل سایہ بڑھنے پر نماز عصر، غروب شمس پر نماز مغرب اور ایک تہائی رات گزارنے پر نماز عشاء ادا کرنے کو کہا اور پھر کچھ روشنی ہو جانے پر نماز فجر پڑھنے کو کہا۔ (جب دو دن کی پانچ نمازیں اس طرح اوقات کے اعتبار سے پڑھا چکے) تو کہنے لگے۔ ان دونوں اوقات کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۱۱۵)

یہ روایت وسائل الشیعہ کے علاوہ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۲۷۷۔ اور صافی جلد اول ص ۳۱ پر بھی موجود ہے۔

Marfat.com

روایت بالا اس شخصیت کی ہے۔ جن کی طرف شیعوں نے اپنی فقہ کی نسبت کی ہے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہرگز اپنے والد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی ان کے والد گرامی نے کوئی ایسا قول کیا۔ کہ جس سے خود امام جعفر واقف نہ ہوں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاں نماز کے وہی اوقات ہیں جو احناف بلکہ تمام اہل سنت کے ہیں۔ اس لیے جہاں کہیں یہ نام نہاد "محبان اہل بیت" دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرتے دیکھو۔ تو سمجھ لو۔ کہ یہ "جعفری" نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کون ہیں۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱

سنی فقہ میں ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے

میزان الکبریٰ: حقیقت فقہ جعفریہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ ان کے امام شعبی اور محمد بن جریر فرماتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ حکم علماء کے لیے ہے۔ اور عوام ان کو چاہیے کہ وہ وضو کر کے نماز جنازہ پڑھیں۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۲۲۴) حقیقت فقہ حنفیہ

جواب:

امام شعبی اور محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو نجفی نے کس چالاکی اور مکاری سے ''سنی فقہ'' بنا دیا ہے۔ اور پھر کمال بددیانتی سے میزان الکبریٰ کی عبارت کا صرف اتنا حصہ لیا۔ جو اس کے مقصد کے لیے معاون بن سکتا تھا۔ ہم اس وقت مسئلہ مذکورہ پر میزان الکبریٰ کی عبارت درج کرتے ہیں جس سے آپ بھی اس مکاری اور بددیانتی کی تصدیق کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

میزان الکبریٰ

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ اِنَّ الطَّهَارَةَ شَرْطٌ فِيْ صِحَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ

Marfat.com

مَعُ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ وَمُحَمَّدِ ابْنِ جَرِيْرِ الطَّبَرِي
اَنَّهَا تَجُوْزُ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ...... وَوَجْهُ الْاَوَّلِ
اَنَّهَا صَلٰوةٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَقَدْ قَالَ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ
اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاءَ وَفِي حَدِيْثٍ اٰخَرَ
لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ فَشَمَلَ
صَلٰوةَ الْجَنَازَةِ وَمَا فِي مَعْنَاهَا سَجْدَةَ
التِّلَاوَةِ وَالشُّكْرِ۔

(میزان الکبریٰ الجزء الاول ص ۲۰۶
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

اس سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ چاروں ائمہ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ نماز جنازہ تبھی صحیح ہوگی۔ جب باوضو پڑھی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ امام شعبی اور محمد بن جریر طبری کا قول ہے۔ کہ نماز جنازہ طہارت کے بغیر بھی جائز ہے..... ائمہ اربعہ کے اجماعی قول کی وجہ یہ ہے۔ کہ نماز جنازہ آخر نماز ہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لیے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز بے وضو ہرگز قبول نہ کرے گا" ایک اور حدیث پاک میں ہے "اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں فرماتا"۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نماز جنازہ کو بھی شامل اور ان عبادات کو بھی جو اس کے حکم میں ہیں مثلاً سجدہ تلاوت و سجدہ شکر۔

Marfat.com

"ائمہ اربعہ" کی باتیں ہی "سنی فقہ" کہلاتی ہیں۔ آپ نے حوالہ ملاحظہ فرمایا۔ کہ وہ تو نماز جنازہ کے لیے طہارت کو شرط لازم قرار دے رہے ہیں۔ اور صاحب میزان نے ان کے اس اجماعی مسئلہ پر دو عدد ارشادات نبوی بھی ذکر کیے لیکن یہ سب کچھ نجفی گول کر گیا اور امام شعبی و محمد بن جریر کا قول لے لیا۔ کیا انصاف و دیانت اسی کا نام ہے۔ یہ تو تھا ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ۔ اب فقہ جعفریہ کی بھی سنیئے۔ وہ کیا کہتی ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن یونس ابن یعقوب قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَۃِ اُصَلِّیْ عَلَیْھَا عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا ھُوَ تَکْبِیْرٌ وَّتَسْبِیْحٌ وَ تَحْمِیْدٌ وَ تَھْلِیْلٌ کَمَا تُکَبِّرُ وَتُسَبِّحُ فِیْ بَیْتِکَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۹۹، باب جواز الصلوٰۃ علی الجنازۃ بغیر طہارۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد دوم ص ۱۰۷، باب فی الصلوٰۃ علی المیت۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(فروع کافی جلد اول ص ۱۷۸، کتاب الجنائز باب من یصلی علی الجنازۃ و ھو علی غیر وضوء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: یوسف بن یعقوب کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے پوچھا۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے میں پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا کیوں نہیں وہ تکبیر، تسبیح، تحمید اور تہلیل ہی تو ہے۔ جیسا تو گھر میں بغیر وضو تکبیر و تسبیح کرلیتا ہے۔ ویسا یہ بھی جائز ہے۔

نوٹ:

فروع کافی کے مذکورہ حوالہ پر حاشیہ میں لکھا ہوا ہے۔ اَجْمَعَ عُلَمَاءُنَا عَلٰی عَدَمِ شَرْطِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ بِالطَّهَارَةِ۔ ہمارے تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ نماز جنازہ کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس تصریح سے ثابت ہوا۔ کہ "فقہ جعفریہ"، میں نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے لیکن نجفی غلطی سے اسے "سنی فقہ"، سمجھ بیٹھا۔ قارئین کرام! اس طرح نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنے پر اعتراض کر کے نجفی نے دراصل "فقہ جعفریہ" کو مورد الزام ٹھہرایا۔ حالانکہ اسے اپنی فقہ کا ممنون ہونا چاہیے تھا۔ کہ کسی شیعہ کے دفن کرتے وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وضو سے جان چھڑا دی۔ ہم کہتے ہیں۔ امام صاحب نے دُور کی سوچی تھی۔ کہ آخر جنازہ پڑھنے والے مردے کی بخشش کا اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ لہٰذا ایسے شخص کی بخشش کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں۔ جس کی زندگی صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے گزری۔ اسے بس بے وضو ادھر اُدھر گزبھر کر گڑھے میں پھینک دینا ہی اس کے لیے مناسب ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۷۱

شیعوں کی مخالفت میں انگوٹھی دائیں میں نہیں پہننا چاہیئے۔

الدر المختار: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنیں الا انہ من شعائر الروافض فیجب التحرز عنہا۔ لیکن چونکہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شیعہ اور رافضی ہونے کی نشانی ہے۔ اس لیے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے
(الدر المختار فصل فی اللبس جلد چہارم صفحہ نمبر ۵۲۔)
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۲)

جواب:

جہاں تک انگوٹھی کا مسئلہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں پہننا جائز ہے۔ اب اس میں سے دائیں کی نسبت بائیں ہاتھ میں پہننا راجح اور بہتر اس لیے قرار دیا گیا۔ کہ اس طرح مشابہت سے بچا سکتا ہے۔ کسی غیر کی مشابہت سے بچنا اور اس کے شعائر سے اجتناب کرنا "فقہ جعفریہ" میں بھی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ کئی ایک سوالات کے جواب میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ جب شیعہ مجتہدین کے درمیان کسی مسئلہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہوا۔ تو بالآخر وہ طرف اختیار کی گئی۔ جو "احناف" کے خلاف ہو۔ اب احناف چونکہ "غیر" ہیں۔ یا سنی چونکہ "غیر" ہیں۔ لہٰذا ان کی مشابہت سے ایک شیعہ ہر ممکن طور پر بچنے کی کوشش کرے گا۔ ان کی نماز، ان کی اذان

Marfat.com

ان کا جنازہ، ان کا کلمہ، ان کا قرآن، ان کے امام یہ سب کچھ سنیوں سے جدا ہیں۔ بلکہ ان کا خدا اور ان کا رسول بھی وہ نہیں جو سنیوں کا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ لیکن اس کے باوجود اہل تشیع کے پاس کوئی ایک ایسی دلیل نہیں۔ کہ جو مخالفت پر پیش کر سکیں ادھر ہماری حیثیت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنے امتیوں کو یہود و نصاریٰ کی مخالفت اور ان کے شعائر سے بچنے کی تبلیغ فرمائی۔ لہٰذا ہر سنی یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ یہودیوں، عیسائیوں اور ان کے دم چھلوں سے مشابہت نہ رہے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے۔ (جو تحفہ جعفریہ کی جلد اول میں بیان ہو چکی۔) کہ شیعوں کا خمیر عبداللہ بن سبا یہودی سے اٹھا۔ اس گندی جڑ سے پھوٹنے والا یہ پودا ہرگز ہرگز اس لائق نہیں۔ کہ اس کے شعائر اپنائے جائیں۔ اسی بنا پر انگوٹھی کا مسئلہ بھی علمائے اہل سنت نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۷

بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا جائے تو وہ حلال ہے

فتاوٰی قاضی خان؛ حقیقت فقہ حنفیہ:

عن الحسن انه قال اذربی الجدی بلبن الخنزیر لا بأس به۔

(فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر جلد ۳ ص ۴۴)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۳)

ترجمہ:

حسن بصری کہتا ہے۔ کہ جب بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا جائے۔ تو وہ حلال ہے۔ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب:

یہاں بھی وہی پرانی بددیانتی اور دھوکہ دہی سے کام لیا گیا۔ ورنہ اگر قاضی خان کی پوری عبارت نقل کی ہوتی۔ تو یہ مسئلہ بعینہ "فقہ جعفریہ" سے ملتا جلتا مسئلہ تھا۔ کیونکہ ایسا جانور حلال ہے۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ تبھی وہ شرط اسی طرح ہڑپ کر گیا۔ جس طرح بکری کا بچہ خنزیرنی کا دودھ پی گیا پہلے فتاوٰی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوٰی قاضی خان:

الجَدْیُ اِذَارُبِّیَ بِلَبَنِ الاَتَانِ قَالَ ابْنُ المُبَارَکِ

Marfat.com

رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَکْرَہُ اَکْلُہٗ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّہٗ قَالَ اِذَا ارْتَضَعَ الْجَدْیُ بِلَبَنِ الْخِنْزِیْرِ لَا بَاْسَ بِہٖ قَالَ مَعْنَاہُ اِذَا اعْتُلِفَ اَیَّامًا بَعْدَ ذَالِکَ کَالْجَلَّالَۃِ

(فتاوٰی قاضی خان ص ۳۴۴ جلد سوم مطبوعہ بیروت ۔)

ترجمہ:

بکری کا بچہ جب گدھی کے دودھ پر پلے۔ توابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس کا کھانا مکروہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے ایک شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ بکری کا بچہ جب کسی خنزیرنی کے دودھ سے پلے۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ اس وقت ہے۔ جب اس بچے کو کچھ دنوں تک باندھ کر گھاس ڈالی جائے جیسا کہ وہ جانور جو گندگی کھاتا ہو۔ اس کے بارے میں ہے۔ کہ چند دنوں تک اسے باندھ کر پھر ذبح کر کے کھایا جائے۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ مذکورہ میں بکری کا بچہ فوراً ذبح کر کے کھانا مکروہ ہے۔ جبکہ وہ دودھ پیتا ہو۔ ہاں اگر اسے کچھ دنوں کے لیے یہ دودھ نہ دیا جائے۔ تو چند دنوں کے بعد اس کے گوشت کی کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تھا سنی فقہ یا حنفی فقہ کا مسئلہ۔ اب ذرا فقہ جعفریہ میں اس مسئلہ کے بارے میں کچھ بات ہو جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان امیرالمومنین

Marfat.com

عَلَيْهِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنْ حَمْلٍ غُذِيَ بِلَبَنِ خِنْزِيْرٍ فَقَالَ قَيِّدُوْهُ وَاعْلِفُوْهُ الْكُسْبَ وَالنَّوٰى وَالشَّعِيْرَ وَالْخُبْزَ إِنْ كَانَ اسْتَغْنٰى عَنِ اللَّبَنِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنِ اسْتَغْنٰى عَنِ اللَّبَنِ فَلْيُلْقٰى عَلٰى ضَرْعِ شَاةٍ سَبْعَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۲۰
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ کہ بکری کا وہ بچہ جو خنزیرنی کے دودھ پر پلا ہوا۔ (کیا اس کا کھانا جائز ہے؟) فرمایا۔ اُسے باندھ دو۔ اور اُسے گھاس گٹھلی، جو اور روٹی وغیرہ کھلاؤ۔ لیکن یہ اس وقت ہو گا جب وہ دُودھ کو چھوڑ کر ان چیزوں پر گزارہ کر سکتا ہو۔ اور اگر وہ ان اشیاء پر گزارہ نہیں کر سکتا۔ تو پھر ترکیب یہ ہے۔ کہ اُسے خنزیرنی کی بجائے سات دن تک کسی بکری کا دودھ پلایا جائے۔ تو اب ان دونوں کا گوشت حلال ہونے کی وجہ سے کھانا جائز ہو جائے گا۔

وہی مسئلہ جو سنی فقہ کی ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اوران سے روایت کرنے والے بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب سنی یا حنفی فقہ سے نجفی کو اس لیے چڑ ہے۔ کہ یہ اُسے پسند نہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گریز کس لیے اور اس پر اعتراض کیوں؟ کیا "حجۃ الاسلام"

Marfat.com

کا مطلب یہ ہے۔ کہ بس اپنی حجتوں کو چلاؤ۔ کسی امام اور دوسرے عالم کی بات ہرگز نہ مانو۔ حنفیت کی مخالفت میں حضرت علی المرتضےٰ ایسی شخصیت کی بات پر بھی اعتراض کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ بکری کے بچے کا مذکورہ مسئلہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اگر اختلاف ہے۔ تو "نجفی" کو کیونکہ وہ نہ ادھر کا ہے نہ ادھر کا

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۷۳

بعض نجس چیزوں کی حلت

فتاوی سراجیہ :حقیقت فقہ حنفیہ :

سنی فقہ میں ہے۔ کہ بھیڑ کے بچے کہ جن میں روح داخل نہ ہو۔ اور انڈہ جو مردہ مرغی سے نکلے۔ اور اسی طرح دودھ جو مردہ بکری کے پستانوں سے اور وہ مُر جو اونٹ یا بکری کی مینگن سے نکلیں۔ ان سب کا کھانا جائز ہے۔ نیز چوہے کی مینگن اگر روٹی کے لقمے میں نظر آئے۔ اور وہ مینگن سخت ہو۔ تو اُسے پھینک دو۔ اور وہ لقمہ کھانا جائز ہے۔

(فتاوی سراجیہ کتاب الکراہیہ ص ۷۴)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

جواب:

یہ ایک واضح بات ہے۔ کہ نجس اشیاء کا کھانا درست نہیں ہے۔ ان کے سوا کھانا جائز ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں کراہت پائی جاتی ہے۔ فتاوی سراجیہ سے جن چند جزئیات کا ذکر کرکے فقہ حنفی پر اعتراض کیا گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کی نجاست ثابت کی جاتی۔ اور پھر کہا جاتا۔ کہ دیکھو حنفی نجس اشیاء کا بھی کھانا جائز قرار دیتے ہیں۔ عوام تو اس قسم کی باتوں سے شک میں پڑ سکتے ہیں۔ لیکن جاننے بوجھنے والے نجفی کے اس فریب سے کبھی بھی دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ خود نجفی کی من پسند "فقہ" میں بھی اسی قسم بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض اشیاء کو

Marfat.com

جائز قرار دیا گیا ہے۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

المبسوط:

اِذَا نُحِرَتِ النَّاقَۃُ وَ ذُبِحَتِ الْبَقَرَۃُ اَوِ الشَّاۃُ وَکَانَ فِیْ بَطْنِھَا جَنِیْنٌ نُظِرَتْ فَاِنْ خَرَجَ مَیِّتًا فَھُوَ حَلَالٌ۔

(المبسوط جلد ۶ ص ۲۸۲ کتاب الاطعمہ فی ذکاۃ الجنین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کی جائے۔ اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ اگر مردہ نکلے۔ تو وہ حلال ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن یونس عنھم علیہ السلام قَالَ سُئِلَ عَنْ حِنْطَۃٍ مَجْمُوْعَۃٍ ذَابَ عَلَیْھَا شَحْمُ خِنْزِیْرٍ قَالَ اِنْ قَدَرُوْا عَلٰی غَسْلِھَا اُکِلَ وَ اِنْ لَمْ یَقْدِرُوْا عَلٰی غَسْلِھَا لَمْ تُوْکَلْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ کتاب الاطعمہ الخ ص ۴۶۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ائمہ اہل بیت سے یونس روایت کرتا ہے۔ کہ امام سے پوچھا گیا۔ ایسی گندم کا ڈھیر کہ جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی ہو۔ کیا اس کا کھانا جائز ہے۔؟ فرمایا۔ اگر اسے دھوتے کی قدرت ہو تو

Marfat.com

کھالی جائے اور اگر دھونے کی قدرت نہ ہو۔ تو نہ کھائی جائے۔

قارئین کرام! ان دونوں روایتوں سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے۔ جو نجفی کو قابل اعتراض نظر آیا تھا۔ فتاویٰ سراجیہ وغیرہ کی تمام جزئیات "فقہ جعفریہ" میں نہیں ملتیں۔ کیونکہ یہ فقہ مختصر ہے۔ بہر حال آپ ان دونوں روایتوں سے اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔ کہ بات ایک ہی ہے۔ پھر ہم مزید عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر بیل وغیرہ کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانا کھانا ہم اسے مکروہ کہتے ہیں لیکن فقہ جعفریہ کے اصول کے مطابق اس میں کراہت بھی نہیں۔ وہ اس طرح کہ اس فقہ میں جن جانوروں کا گوشت حلال ہے۔ ان کا گوبر وغیرہ سب پاک ہیں۔ یوں سمجھئے۔ کہ فقہ جعفریہ میں گئے بیل کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانہ ویسے ہی ہے۔ جیسا کسی نے سرسوں کا ساگ پکایا ہو۔ اور اس سے گندم کا دانہ نکل آئے۔ آپ اس گندم کا حال وسائل الشیعہ کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی۔ امام کہتے ہیں۔ اسے دھو کر کھاؤ۔ حالانکہ سوّر اور اس کی ہر چیز نجس العین ہے۔ اس مقام پر ہر شخص یہی کہے گا۔ کہ فقہ حنفی کہیں بہتر ہے۔ اور اس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا بہترین حل پیش کیا گیا ہے۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

❖

Marfat.com

اعتراض نمبر ۴

سنی فقہ میں گھوڑے کی حلت

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اسماء ابو بکر کی بیٹی کہتی ہے۔ کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑا حلال کر کے کھایا تھا۔
(بخاری شریف کتاب الذبائح باب النحر والذبح ص)
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

جواب:

معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کو یہ اعتراض اس لیے سوجھا۔ کہ اس کی روایت حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی کر رہی ہیں۔ لہٰذا اصل چور دل میں یہ تھا۔ کہ ابو بکر صدیق اور ان کی اولاد پر کسی نہ کسی طرح غصہ نکالا جائے۔ لہٰذا "سنی فقہ" کے حوالے سے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگر دل میں یہ چور نہ ہوتا۔ تو پہلے سنی فقہ (حنفی فقہ) میں گھوڑے کے بارے میں تسلی کر لی ہوتی۔ پھر اس پر حاشیہ آرائی کی جاتی۔ فتاویٰ قاضی خان نے اس مسئلہ کو یوں بیان کیا ہے۔

فتاوٰی قاضی خان

وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْخَيْلِ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى خِلَافًا لِصَاحِبَيْهِ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى

Marfat.com

وَاخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ فِیْ تَفْسِیْرِ الْکَرَاہِیَۃِ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی۔ اَلصَّحِیْحُ اَنَّہٗ اَرَادَ بِہِ التَّحْرِیْمَ۔

(فتاوٰی قاضی خان جلد سوم ص ۲۹۲
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ مشائخ کرام میں اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کے قول میں کراہت سے مراد کونسی کراہت ہے اس بارے میں صحیح یہ ہے۔ کہ آپ کی اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے

"فقہ حنفی" میں گھوڑے کے گوشت کو مکروہ تحریمہ کہا گیا۔ لہٰذا ہم پر اس کے گوشت کے حلال کرنے کا الزام بے وقوفی ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ حدیث پاک میں تو اس کے کھانے کا ذکر موجود ہے۔ اور حنفی اسے مکروہ کہہ رہے ہیں۔ تو اس کا سیدھا سا جواب ہے۔ کہ یہ واقعہ منع سے پہلے کا ہے۔ ہاں! گھوڑے کے گوشت کے بارے میں اگر اعتراض اس وجہ سے تھا۔ کہ اس کی روایت حضرت اسماء بنت ابی بکر کر رہی ہیں۔ تو یہ خواہ مخواہ نجفی اینڈ کمپنی کے پیٹ میں درد کی وجہ بن گیا حالانکہ ایسی ہی روایت حضرت علی المرتضیٰ سے بھی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عن زید بن علی عن آبائہ عن علی علیہ السلام قَالَ اَتَیْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فَرَسٌ لَّهٗ يَكِيْدُ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْحَرْهُ يُضَعَّفُ لَكَ بِهٖ اَجْرَانِ بِنَحْرِكَ اِيَّاهُ وَاحْتِسَابِكَ لَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَيَّ مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ كُلْ وَاَطْعِمْنِيْ قَالَ فَاَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَخِذًا مِنْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ وَاَطْعَمَنِيْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۴۸)

ترجمہ:

حضرت زید بن علی اپنے اباؤ اجداد کے واسطے سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے گھر آئے۔ وہ اپنے گھوڑے کو کسی بہانے سے پکڑ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ذبح کر دو۔ دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک ثواب ذبح کرنے کا اور دوسرا اس کے احتساب کا۔ وہ کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں سے مجھے بھی کچھ ملے گا۔ فرمایا ہاں۔ تو بھی کھا۔ اور مجھے بھی کھلا۔ اس نے ذبح کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ران ہدیہ میں دی۔ آپ نے اس سے تناول فرمایا۔ اور مجھے (علی) بھی کچھ کھانے کو عطا فرمایا۔

Marfat.com

اب وہی اعتراض جو گھوڑے کے گوشت کو حلال سمجھنے کا فقہ حنفیہ پر تھا۔ پلٹ کر فقہ جعفریہ پر آن پڑا۔ سارے سنیوں اور جاہل شیعوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ دیکھو سنی گھوڑا کھاتے ہیں۔ حالانکہ ہم تو اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ لیکن بقول شیعوں کے نکلا یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھلایا۔ اس لیے گھوڑا کھانا فقہ جعفریہ میں موجود ہے۔ اس کی کوئی کراہت نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا بابا جی (بناوٹی ذوالجناح) جب بیمار پڑ جائیں۔ اور عالم نزع طاری ہو تو اس کے نام لیواؤں کو خوشی کرنی چاہیئے۔ کہ اب دوگنا ثواب حاصل کرنے کا موقعہ آ رہا ہے۔ جب عام گھوڑے کا گوشت حلال وطیب ہے۔ تو اس پلے پلائے اور نسلی بابا جی کا گوشت ویسے ہی ٹھیک ٹھاک اور دوگنا ثواب کا حامل کیوں نہ ہوگا۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر

حضورؐ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنا گئے تھے۔

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عمر نے کہا تھا۔ کہ ان اترک فقد ترك من هو خير منى۔ کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو کیا حرج ہے مجھ سے بہتر نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ نہیں بنایا۔

(بخاری شریف ج۲ ص۱۰۷ حقیقت فقہ حنفیہ ص۱۴۶)

جواب:

اعتراض بالا میں معترض نے دو طرح سے بددیانتی کی ہے۔ ایک یہ کہ حدیث پوری نقل نہ کی۔ اور دوسری اس طرح کہ اس کا ترجمہ من بھاتا کیا۔ بخاری شریف میں موجود پوری حدیث یوں ہے۔

بخاری شریف:

عن عبد الله بن عمر قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ اَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدْ اِسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ اَبُوْبَكْرٍ وَاِنْ اَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَاَثْنَوْا عَلَيْهِ

فَقَالَ رَاغِبٌ وَرَاهِبٌ وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَلَا مَيِّتًا۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۷۲)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ کہ آخری عمر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ فرمایا اگر میں خلیفہ بنا دوں۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مجھ سے کہیں بہتر شخصیت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور اگر خلیفہ نہیں بناتا۔ تو بھی حرج اس لیے نہیں کہ مجھ سے بہتر شخصیت نے یہ کام چھوڑ دیا تھا۔ پس کہ لوگوں نے آپ کی تعریف کی۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا۔ خلافت کے بارے میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ کچھ وہ جو اسے چاہتے ہیں۔ اور کچھ دوسرے جو اس سے بھاگتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں۔ کہ خود کو اس بھنور میں دھنساؤں۔ تاکہ فائدہ نقصان سے بچ جاؤں۔ زندگی اور موت کی حالت میں بھی میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بخاری شریف کی مذکورہ عبارت اور نجفی کا اس میں سے اپنے مطلب کا ٹکڑا لے کر غلط ترجمہ کرنا آپ پر آشکارا ہو چکا ہوگا۔ مقصد حدیث واضح ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر کسی کی خلافت کا اعلان کر دیں تو تب بھی درست اور اگر نہ کریں تو تب بھی روا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں موجود ہیں۔ ابوبکر صدیق کی خلافت علامتی (مانی۔ اور ان کے نام کی تصریح بھی نہیں

Marfat.com

فرمائی۔ لیکن نجفی مطلب یہ بیان کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ یعنی ابوبکر صدیق کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ یہ یعنی والا جملہ بخاری شریف کے کن الفاظ کا معنی ہے۔ اور اگر حدیث بالا کا مفہوم یہی ہے۔ تو پھر اس سے بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت عطا نہیں کی تھی۔ پھر "خلیفہ بلا فصل" کا نعرہ کہاں جائے گا؟ ان حالات میں آپ اُن دونوں بدیانتیوں کو جان چکے ہوں گے۔ جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

اعتراض نمبر ۷۵

جوتوں جرابوں اور عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ جوتوں پر جرابوں کا مسح کرنا جائز ہے۔ نیز عمامہ پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

(بخاری شریف کتاب الوضو جلد اول ص ۴۸)

(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۵۰)

جواب: بخاری شریف میں اس مسئلہ پر ایک سے زائد روایات ہیں۔ ان روایات کی اصلیت ذکر کرنے سے پہلے ہم اس سلسلہ میں اپنا موقف واضح کر دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جوتیوں پر مسح کے احناف قائل نہیں۔ اب یہ نجفی کی ذمہ داری ہے۔ کہ بخاری شریف کے دیئے گئے حوالہ میں جوتیوں پر مسح کرنے کا کوئی لفظ دکھائیں۔ بلکہ پوری کتاب الوضو میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے اسی طرح عمامہ پر مسح کو احناف کے نزدیک جائز قرار دینا ایک بہت بڑا فریب ہے، رہا یہ مسئلہ کہ مسح تو سر پر ہوتا ہے۔ عمامہ پر کون کرتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ مسح والی روایت دو واسطوں سے مذکور ہے۔ ایک میں اوزاعی نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔ اور دوسری میں شیبان نے یحییٰ سے ذکر کیا۔ اول الذکر میں بے احتیاطی ہو گئی۔ واضح طور پر موجود نہیں۔ لیکن دوسری میں واضح طور پر موجود ہے۔ اس لیے ناقدین نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ کہ اوزاعی سے روایت کے الفاظ میں بے احتیاطی ہو گئی۔ قال ابن بطال قال الاصیلی ذکر العمامة فی هذا الحدیث من خطاء الاوزاعی یعنی اس حدیث میں عمامہ کا لفظ امام اوزاعی نے غلطی سے لکھ دیا۔ لہٰذا عمامہ پر مسح کرنے کو ہم بھی جائز نہیں سمجھتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۶

حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۵ باب البصاق فی الصلوٰۃ)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۰)

جواب:

الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ بخاری شریف میں اول تو اس نام کا باب ہی کوئی نہیں جس کا نجفی نے حوالہ دیا۔ ہاں کچھ احادیث میں دائیں کی بجائے بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنے کا ذکر ہے۔ لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے افسانہ یہ بنایا گیا۔ کہ سنی حالت نماز میں تھوکنا جائز سمجھتے ہیں اور وہ بھی دائیں طرف حالانکہ دائیں طرف کی ایک حدیث بھی نہیں پیش کی جا سکتی اتنا ضرور ہے کہ بائیں طرف تھوکنے کو ہم جائز کہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی حقیقت حال کے اعتراض کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنا فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ لیکن دائیں طرف تھوکنا فقہ جعفریہ اسے جائز اور فقہ حنفیہ ناجائز کہتی ہے۔ نجفی کو اگر دائیں طرف تھوکنا واقعی برا لگتا ہے۔ تو پھر اس برے مذہب کو چھوڑے۔ جس میں یہ جائز ہے۔

لیکن ؎ چھٹتی نہیں ہے منہ سے کافر لگی ہوئی یہ کب ممکن ہے۔ فقہ جعفریہ میں دائیں طرف دوران نماز تھوکنے کا جواز ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

وسائل الشیعہ:

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّلٰوةِ فَيُرِيْدُ اَنْ يَبْزُقَ فَقَالَ عَنْ يَسَارِهِ وَاِنْ كَانَ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْزُقُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَيَسَارِهِ

....

عَن عبید بن زرارۃ قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام يَقُوْلُ كَانَ ابوجعفر علیہ السلام يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَيَبْصُقُ اَمَامَهٗ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَخَلْفِهٖ عَلَى الحصٰى وَلَا يُغَطِّيْهِ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۴۹۸، ۴۹۹ کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن سنان راوی ہے کہ میں نے امام موصوف سے پوچھا۔ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دوران نماز تھوکنا چاہتا ہے۔ (وہ کیا اور کیسے کرے؟) فرمایا اپنی بائیں طرف تھوک دے۔ اور اگر نماز کے سوا تھوکنا چاہے۔ تو قبلہ کی طرف تھوکنے سے بچے۔ باقی دائیں بائیں جدھر چاہے تھوک دے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

عبید بن زرارہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے

Marfat.com

تھے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ مسجد میں دوران نماز اپنے سامنے دائیں، بائیں اور پیچھے پڑی کنکریوں پر تھوک لیا کرتے تھے۔ اور اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر چھپایا نہیں کرتے تھے۔

وسائل الشیعہ کی پہلی نقل کردہ روایت میں بائیں طرف تھوکنے کی اجازت ہے۔ اور یہی ہمارے ہاں بھی ہے۔ لہٰذا اس قدر پر دونوں میں اتفاق ہو گیا۔ لیکن دوسری روایت میں دوران نماز دائیں طرف تھوکنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہی بات فقہ حنفیہ میں کہیں نہ ملے گی۔ اب دائیں طرف تھوکنا اگر قابل اعتراض ہے۔ تو پھر خود اہل تشیع کی فقہ پر اعتراض ہوتا ہے۔ نہ کہ اہل سنت کی فقہ پر۔ یہ تھا وہ دھوکہ اور بد دیانتی کہ جس سے نجفی نے کام لیا۔ اور عوام کو مذہب حنفیت سے بیزار کرنے کی کوشش کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

Marfat.com

اعتراض نمبر ۱

اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنتِ عمر ہے۔

ترمذی شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنت عمر ہے۔

(ترمذی شریف کتاب التفسیر پارہ ۲ ص ۱۲۲۔)
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۱)

جواب:

ترمذی شریف کے حوالے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نجفی نے جو کچھ ذکر کیا۔ وہ انتہائی دروغ گوئی اور بددیانتی ہے ہم پہلے اس کی بددیانتی کا بھانڈا پھوڑتے ہیں۔ اور پھر "فقہ جعفریہ" سے اس مسئلہ پر کچھ حوالہ جات ذکر کریں گے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روتے روتے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا ہوا؟ کہنے لگے۔ حولت رحلی اللیلۃ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے۔ پھر اس مسئلہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم اقبل وادبر واتق الدبر والحیضۃ۔

"حولت رحلی اللیلۃ" ہے کہ وہ الفاظ ہیں۔ جن کا نجفی نے

Marfat.com

"غیر فطری ہم بستری کرنا" معنی کیا ہے۔ آئیے ذرا اس جملہ کے معانی معلوم کریں۔ ان الفاظ پر حاشیہ لکھتے ہوئے یُوں تحریر ہے۔

كَنّٰى بِرَحْلِهٖ عَنْ زَوْجَتِهٖ اَرَادَ بِهٖ غِشْيَانَهَا فِيْ قُبُلِهَا مِنْ جِهَةِ ظَهْرِهَا۔

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب نے لفظ "رحلی" سے مراد اپنی بیوی لیا ہے۔ اور اس سے مراد یہ تھی۔ کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتے وقت آگے کی طرف سے آنے کی بجائے اس کی پشت کی طرف سے (شرمگاہ میں) خواہش نفس پوری کی۔ چونکہ اپنی بیوی کے ساتھ اس سے قبل اس طرح وطی حضرت عمر نے کبھی نہ کی تھی۔ اس لیے جب ایک نیا کام ہو گیا۔ تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ"۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فعل کو درست اور جائز قرار دے دیا۔ آیت کریمہ کی تفسیر میں ترمذی شریف کے الفاظ پر غور کریں۔ اقبل وادبر واتق الدبر والحیضۃ۔ یعنی عورت کے ساتھ وطی کرتے وقت اُس کے آگے کی طرف سے کرو تب بھی جائز اور پشت کی طرف سے مقام مخصوص میں وطی کرو پھر بھی درست ہے لیکن عورت کے مقام پاخانہ میں وطی کرنے سے بچو۔ اور بحالت حیض مقام مخصوص سے بھی احتراز کرو۔

قارئین کرام! حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں پورا واقعہ آپ کے

Marfat.com

سامنے ہے۔ از راہِ انصاف بتلایئے۔ کہ کہیں اس میں اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری" کرنا" اس کا کوئی نام ونشان ہے۔ یہ تھی نجفی کی بددیانتی اور دروغ گوئی اب دوسری بات کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ نجفی کا مذہب "غیر فطری ہم بستری" کے بارے کیا کہتا ہے سنیئے۔

تفسیر عیاشی:

عن الحسین بن علی بن یقطین قال سألت ابا الحسن عن اتیان الرجل المرأة من خلفها قال احلتها اٰیۃ فی کتاب الله قول لوط هؤلاء بناتی هن اطهر لکم وقد علم انهم لیس الفرج یریدون۔

(تفسیر عیاشی جلد دوم ص ۱۵۷، در آیت لو ان لی بکم قوۃ سورۃ الھود پ۱۲۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسین بن علی نے ابو الحسن سے پوچھا۔ کہ ایک مرد اپنی بیوی کے مقام پاخانہ میں خواہش پوری کرتا ہے۔ تو کیا اس کے لیے جائز ہے؟ فرمایا ہاں۔ قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ السلام کا قول اس بارے میں موجود ہے آپ نے قوم سے فرمایا۔ "یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں" یہ آپ نے اس قوم کو فرمایا جس کے بارے میں آپ کو علم تھا۔ کہ وہ عورت کی پیشاب کی جگہ خواہش پورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

Marfat.com

صاحب تفسیر عیاشی نے اس روایت کو اس استدلال کے طور پر پیش کیا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی بدعملی کے بارے میں خوب علم تھا کہ ان فرشتوں کے پاس جو شکل انسانی میں تھے وہ لوگ اس لیے آئے تھے کہ ان کے ساتھ خواہشات نفسانیہ پوری کر سکیں۔ ورنہ ان کی اپنی بیویاں بھی ہوں گی۔ اگر صرف خواہش نفسانی پوری کرنا ہوتی۔ تو اس کا سامان موجود تھا۔ لیکن وہ تو دُبر استعمال کرنے کے عادی تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے آپ کا یہ پیش کش کرنا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اور تمہیں ان کے ساتھ خواہش نفس پوری کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نکاح کے بعد عورت کے ساتھ لواطت کو درست قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ فعل ”اہل تشیع“ کے نزدیک ناجائز کیوں ہو۔ یہاں تک تو تھا ثبوت کہ فقہ جعفریہ میں عورت کے مقام پاخانہ میں وطی کرنا ان کے ہاں جائز ہے۔ اس جواز کے دیگر فوائد میں سے کچھ پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

سُئِلَ اَبُوْعبد اللہ علیہ السلام عَنْ الرَّجُلِ یُصِیْبُ الْمَرْاَۃَ فِیْمَادُوْنَ الْفَرْجِ اَعَلَیْھَا غُسْلٌ اِنْ ھُوَ اَنْزَلَ وَلَمْ تَنْزِلْ ھِیَ قَالَ لَیْسَ عَلَیْھَا غُسْلٌ وَاِنْ لَّمْ یُنْزِلْ ھُوَ فَلَیْسَ عَلَیْہِ غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۴۸۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

Marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ وطی کرتا ہے۔ (یعنی گانڈ مارتا ہے۔) اس صورت میں اگر مرد خلاص ہو جائے اور عورت کو انزال نہ ہو۔ تو کیا، عورت پر غسل ہے؟ فرمایا۔ اس عورت پر غسل نہیں ہے۔ اور اگر مرد بھی خلاص نہ ہوا۔ تو دونوں پاک صاف ہیں غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن بعض الکوفیین یرفعہ الی ابی عبداللہ علیہ السلام فِي الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ قَالَ لَا يَنْقُضُ صَوْمَهَا وَلَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۴۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ایک کوفی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کرتا ہے۔ کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا۔ جو روزہ دار عورت کی گانڈ مارتا ہے؟ فرمایا۔ اس طرح کرنے سے اُس عورت کا روزہ بھی نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس پر غسل بھی (واجب) نہیں ہے۔

عورت کے ساتھ "وطی فی الدبر" اہل تشیع کا پسندیدہ فعل ہے۔ اس کے جواز پر بہت سے دلائل بھی انہوں نے پیش کیے ہیں۔ بڑے مزے کا مذہب ہے۔ قوم لوط کے فعل سے لطف اندوز بھی ہو لیں۔ اور موسم سرما میں غسل وغیرہ کی تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑے۔ اسے کہتے ہیں "چپڑیاں اور دو دو"۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

Marfat.com

اعتراض نمبر ۷۸

غصبی مال کو کھانا جائز ہے۔

فتاویٰ قاضی خان : حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ غصبی مال کو غاصب جب چبا کر باریک کر دے تو اس کے لیے حلال ہے۔

(فتاوی قاضی خان کتاب الحظر جلد دوم ص ۲۲۹ -)

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۱۵۱)

جواب:

اس اعتراض کا جواب خود فتاوی مذکورہ کی عبارت ہی ہے لیکن اس وقت جبکہ وہ مکمل طور پر سامنے آئے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ قاضی خان:

وَعَنْ ابی بکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالیٰ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا اَکَلَ عَیْنَ الْغَصْبِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رحمہ اللہ تعالیٰ اَنَّہٗ یَاکُلُ حَلَالاً اَنَّہٗ اِسْتَھْلَکَہٗ بِالْمَضْغِ فَیَصِیْرُ مِلْکًا لَہٗ قَبْلَ الْاِبْتِلَاعِ قَالَ رضی اللہ عنہ وَ یَنْبَغِیْ اَنْ لَّا یُؤْخَذُ بِھٰذَا کَیْ لَا یَتَجَاسَرُ الْغَاصِبُ وَالظَّلَمَۃُ اِلیٰ اَکْلِ اَمْوَالِ النَّاسِ وَ فِیْہِ تَرْکُ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ

Marfat.com

اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ وَهٰذَا مُخَالِفٌ ظَاهِرَ مَذْهَبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِنَّ عِنْدَهٗ الْمُسْتَهْلَكَ یَكُوْنُ عَنْ مِلْكِ الْمَالِكِ حَتّٰی لَوْ صَالَحَ مِنَ الْمَغْصُوْبِ عَلٰی اِضْعَافِ قِیْمَتِهٖ بَعْدَ الْاِسْتِهْلَاكِ جَازَ عِنْدَهٗ۔

(فتاوٰی قاضی خان برحاشیہ فتاوٰی عالمگیری

جلد سوم ص ۲۳۷ تا ۲۳۸ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابوبکر اسکاف سے روایت ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے۔ کہ جب کوئی شخص غصب کردہ چیز کھا جائے۔ تو اُس نے وہ حلال کھایا کیونکہ جب اُس نے منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا تھا۔ تو وہ چیز اپنی حالت پر باقی رہنے کی وجہ سے اُس کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی ہے۔ لہٰذا نگلنے سے قبل وہ چیز اُس غاصب کی ملکیت قرار پائے گی مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ابوبکر کی اس روایت پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے غاصب اور ظالم لوگ دوسرے لوگوں کے غصباً اور ظلماً مال کھانے میں دلیر ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ترک لازم آئے گا۔ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلمًا الخ۔ اور ابوبکر اسکاف کی یہ روایت خود امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ظاہر مذہب کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہلاک کردہ چیز اصل مالک کی ملکیت میں باقی رہتے ہوئے ہلاک ہوتی ہے۔ اسی لیے

Marfat.com

اگر وہ غصب کرنے والے سے ہلاک کر دینے کے بعد کئی گنا قیمت پر صلح کر لیتا ہے۔ تو ایسا کرنا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

نجفی نے کمال ڈھٹائی کے ساتھ اول تو فتاوٰی کی پوری عبارت نقل نہ کی تاکہ اس کا کہیں پول نہ کھل جائے۔ اور دوسرا ابوبکر اسکاف کی طرف سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک قول پیش کیا۔ جو خود امام صاحب کے ظاہر مسلک کے خلاف ہے۔ بہر حال امام صاحب رضی اللہ عنہ کے ظاہر مسلک کے مطابق غصب کردہ چیز کو کھا جانے والا بری الذمہ نہیں۔ کیونکہ اس نے کسی غیر کی مملوکہ کو ضائع کیا۔ لہٰذا مالک اس کے ساتھ جس قیمت پر بھی صلح کرے۔ وہ اُسے دینا پڑے گی۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

نوٹ: چند شیعہ راویوں کی ناجائز وکالت کارد

"حقیقت فقہ حنفیہ" میں دو صفحات (۳۹-۴۰) پر اُن کے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا۔ جسے "ابوبصیر" کہتے ہیں۔ اور اُس میں "آثار نبوت" ہویدا تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اہل تشیع کو رجال کشی کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔ جس سے "ابوبصیر" گستاخِ امام ثابت ہوتا ہے۔ نجفی نے اپنے موضوع سب ہٹ کر اس سگ گزیدہ ابوبصیر کی صفائی کا ایک باب باندھا ہے۔ اور پھر ایک صفحہ آگے چل کر ایک اور حضرت صاحب "زرارہ" کی صفائی کے پیچھے پڑے۔ جس کی امام وقت نے مٹی پلید کر دی تھی۔ گویا ان دونوں پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیا جا رہا ہے اسی کے ساتھ "نورہ والی روایت کی صفائی"، اور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حنفی نہ ہونے کی بحث بھی نجفی نے ذکر کی ہے۔ جہاں تک "فقہ حنفی"، پر اعتراضات کا معاملہ تھا۔ ہم اس سے لعون اللہ فارغ ہو چکے ہیں۔ یہ "صفائیاں"، درمیان میں سے

Marfat.com

ہم نے چھوڑ دیں۔ لیکن برخوردار نامراد محمد اکرم شاکر کروڑی وغیرہ کے اصرار پر ان پر بھی کچھ لکھا جا رہا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کیا نجفی نے واقعی ان کی "صفائی" کردی ہے؟

بحث اول

"ابوبصیر کی صفائی کہاں تک ہوئی؟"

حقیقت فقہ حنفیہ:

لک اور تونسوی نے رجال کشی سے نقل کیا ہے۔ کہ ابوبصیر نے امام کی شان میں ایک جسارت کی تو ایک کتا آیا اور اس کے منہ میں پیشاب کر گیا۔

جواب:

بالکل درست ہے۔ اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے۔ تو اس کے منہ میں کتے کو پیشاب کرنا چاہیے۔ اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل اور دماغ کی شان میں گستاخی کرے اس کے منہ میں خنزیر کو پیشاب کرنا چاہیے۔

جناب عثمان نے قرآن جلائے تھے۔ بخاری شریف باب جمع القرآن ملاحظہ ہو بس اسی بے ادبی کی وجہ سے عثمان صاحب جب اصحاب نبی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ تو تاریخ اعثم کوفی ذکر وفات عثمان میں لکھا ہے۔ کہ کتے اس کی ٹانگ لے گئے ٹانگوں کا جرم یہی تھا کہ میدان جنگ میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ جاتی تھیں۔ اور جن کتوں نے ٹانگ اٹھائی تھی۔ انہوں نے عثمان صاحب کی اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی۔ جس کے بیان سے آدمی کو شرم آتی ہے۔

نیز الامامۃ والسیاستہ میں یہ لکھا ہے۔ کہ بی بی عائشہ جب مقام حواب پر پہنچی تھیں۔

Marfat.com

تو چونکہ امام حق سے لڑنے کے لیے جا رہی تھیں۔ پس حواب کے کتوں نے اس کے اونٹ کو گھیر لیا۔ ساتھیوں کی وجہ سے بچ بچاؤ ہو گیا۔ ورنہ خیر نہیں تھی ....

توانسوی اور ملک نے جس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ وہ ابوبصیر المکفوف ہے۔ اور شعیب عقر قوفی اس سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ ابوبصیر شیعوں کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور جو معتبر ہے۔ وہ ابوبصیر لیث بن بختری ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۸، ۴۰)

جواب:

پوری کتاب میں جھوٹ کے پلندوں میں ایک سچ نجفی کی زبان سے بھی نکلا۔ وہ بھی آدھا۔ یعنی سچ یہ کہ وہ اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے تو اس کے منہ میں کتے کو پیشاب کرنا چاہیئے۔ لیکن آدھا اس لیے کہ وہ ابوبصیر، کی صفائی میں کتے کا پیشاب اس ابوبصیر کے منہ میں کروا دیا جس سے امام کی شان میں گستاخی نہ ہوئی۔ یہ جھوٹ ذرا چند سطور آگے آپ خود معلوم کریں گے۔ نجفی کے بقول ابوبصیر کنیت کے دو آدمی ہوئے ہیں ایک المکفوف دوسرا المرادی۔ امام کی شان میں گستاخی کا واقعہ بہر حال ہوا۔ اور اس گستاخ کے منہ میں کتے نے پیشاب بھی کیا۔ یہ حقیقت نجفی کو بھی تسلیم ہے۔ لیکن اس حقیقت کے ضمن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تاریخ اعثم کوفی کے حوالہ سے جو بکواس کی گئی۔ وہ حجت نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ تاریخ مذکور میں صرف اتنے الفاظ مرقوم ہیں۔ "و سگاں یک پائش را ربودہ بردند"، (ص ۲۴۲ جلد ۲) یعنی عثمان غنی کے پاؤں کو کتے لے گئے۔ لیکن اس کے بعد کتوں نے اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی الخ، یہ سب نجفی کے خبیث ذہن کی پیداوار ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تاریخ کا مصنف بھی تو نجفی کا پچھلا بزرگ ہے۔ احمد بن اعثم کوفی شیعہ تھا تو کیا کسی شیعہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف لکھنے کی توقع کی جا سکتی

Marfat.com

ہے۔؟ اس قسم کی گستاخی لکھنا تو اس کے مذہب کی بنیادوں میں سے ہے۔ بھیڑیے سے چوکیداری اور وہ بھی بھیڑوں کی اس کی توقع فضول ہے۔ اس قسم کے حوالہ جات سے اس کے ہم خیال تو خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے لیے ان کا توں کوئی کام نہیں دے سکتا۔

یہ تو تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا پس منظر اور اس کی حقیقت۔ اسی سانس میں نجفی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو مقام حواب میں کتوں کے گھیر لینے کا جو ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ الامامۃ والسیاسۃ میں منقول ہے۔ اس کتاب کا مصنف ابن قتیبہ کون اور کیسا ہے؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لِسَانُ المِیزَان:

اِنَّ الدَّارَقُطْنِی قَالَ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ یَمِیْلُ اِلَی التَّشْبِیْہِ وَقَالَ الْبَیْہَقِیُّ یَریٰ رَأیَ الْکَرَامِیَّۃِ..... وَذَکَرَ الْمَسْعُوْدِیُّ فِی الْمُرُوْجِ اَنَّ ابْنَ قُتَیْبَۃَ اِسْتَمَدَّ فِی کُتُبِہٖ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الدِّیْنَوَرِیِّ وَسَمِعْتُ شَیْخِیَ الْعِرَاقِیْ یَقُوْلُ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ کَثِیْرُ الْغَلَطِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۸ حرف العین
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

دار قطنی نے کہا کہ ابن قتیبہ "فرقہ مشبہہ" کی طرف مائل تھا۔ اور بیہقی نے فرقہ کرامیہ سے متعلق بتایا۔ اور المسعودی نے مروج نے کہا۔ کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتابوں میں ابو حنیفہ دینوری کی باتیں درج کیں۔

Marfat.com

(اور دینوری پکا شیعہ ہے) صاحب لسان المیزان کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے عراقی استاد سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ کہ ابن قتیبہ کثیر الغلط تھا۔

میزان الاعتدال:

وَقَالَ الْحَاكِمُ اَجْمَعَتْ اُمَّةٌ عَلٰى اَنَّ الْقُتَيْبِيَّ كَذَّابٌ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۷۷)

ترجمہ:

امام حاکم کا کہنا ہے۔ کہ ابن قتیبہ کے کذاب ہونے پر امت کا اجماع ہے یہ تھا حال ان دو باتوں کا جو نجفی نے اصل مسئلہ کے ضمن میں اپنے بغض وحسد کے اظہار کے طور پر کہی تھیں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

اذا یئس الانسان طال لسانہ

کسنور مغلوب یصول علی الکلب

جب آدمی بے بس اور ناامید ہو جاتا ہے۔ تو اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے یعنی وہ بکنے لگتا ہے۔ جس طرح بلی جب کتے کے سامنے اپنے آپ کو بے بس اور مغلوب دیکھتی ہے۔ تو وہ کتے پر حملہ کر دیتی ہے۔

اب آیئے ذرا اصل مسئلہ کی طرف۔ یعنی جس کے منہ میں کتے نے بول کیا۔ وہ ابوبصیر کون تھا؟ اس سلسلہ میں ابوبصیر نامی دو شخص سامنے آتے ہیں۔ ایک المکفوف اور دوسرا المرادی۔ نجفی نے یہ واقعہ ابوبصیر المکفوف کے سر تھوپا۔ اور اپنے چہیتے، ابوبصیر لیث بن بختری المرادی کو بری الذمہ کر دیا۔ بری الذمہ ابوبصیر کو معتبر اور المکفوف کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ اہل تشیع کی کتابوں سے دونوں کا تذکرہ اور واقعہ مذکورہ پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

رجال کشی:

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَ ابْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرَ وَ آخَرُ اِلَی الْحِیْرَۃِ اَوْ اِلٰی بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَاکَرْنَا الدُّنْیَا فَقَالَ اَبُوْبَصِیْرِ الْمُرَادِی اَمَا اِنَّ صَاحِبَکُمْ لَوْ ظَفَرَ بِهَا لَاِسْتَاثَرَ بِهَا قَالَ فَاَغْفٰی فَجَاءَ کَلْبٌ یُرِیْدُ اَنْ یَشْغَرَ عَلَیْهِ فَذَهَبْتُ لِاَطْرُدَهٗ فَقَالَ لِیْ ابْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ دَعْهُ فَجَاءَهٗ حَتّٰی شَغَرَ فِیْ اُذُنِهٖ۔

رجال کشی ذکر ابوبصیر لیث بن البختری المرادی ص ۱۵۴ مطبوعہ کربلا

ترجمہ:

حماد بن عثمان کہتا ہے۔ کہ میں ابن ابی یعفور اور ایک دوسرا آدمی حیرہ یا کسی اور مقام کی طرف نکلے۔ ہم دنیا کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ابوبصیر المرادی نے کہا اگر تمہارا صاحب (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) دنیا کے بارے میں کامیاب ہوگیا۔ تو اسے خوب اکٹھا کرے گا۔ یہ کہہ کر کچھ دیر بعد ابوبصیر مرادی کو نیند آگئی۔ ایک کتا آیا۔ اور وہ اس پر پیشاب کرنا چاہتا تھا یہ دیکھ کر میں (حماد بن عثمان) اٹھا۔ تاکہ اس کتے کو بھگا دوں۔ مجھے ابن ابی یعفور نے کہا۔ چھوڑو۔ بیٹھ جاؤ۔ (میں بیٹھ گیا) کتا آیا۔ اور اس نے ابوبصیر کے کان میں پیشاب کر دیا۔

صاحب رجال کشی نے ابوبصیر کی تعریف میں یہاں تک لکھا۔ کہ اس پر نبوت کے

Marfat.com

آثار موجود تھے۔ اور پھر اس کی تعریف کی۔ اور لکھا۔ کہ آثارِ نبوت والا ابوالبصیر وہ لیث بن بختری المرادی، ہے۔ اب جس ابوالبصیر کو کشی نے بچایا تھا۔ اور اپنا معتبر کہا تھا۔ وہ کون تھا۔ وہ بھی یہی ابوالبصیر ہے۔ یعنی ابوبصیر لیث بن بختری۔ اور اسی کی رجال کشی میں المرادی نسبت بیان ہوئی۔ اور یہی ہے وہ سورما کہ جس کے کان میں کتے نے پیشاب کیا۔ دو ابوالبصیروں میں سے جس پر کتے نے پیشاب کیا۔ وہ کھل کر سامنے آگیا۔ اب دوسرے ابوالبصیر کا حال سنیئے۔

رجال کشی:

محمد ابن مسعود قال سألت علی ابن الحسن بن فضال عن ابی بصیر فقال کان اسمہ یحیی بن ابی القاسم فقال ابو بصیر کان یُکنٰی اَبا مُحَمّد وَ کَانَ مَولیٰ لِبَنِی اَسَد وَ کَانَ مَکْفُوفًا سَأَلْتُہ ہَل یُتَّہَم بِالْغُلُوّ فَقَالَ اَمَّا الْغُلُوُّ فَلَا لَمْ یُتَّہَمْ وَ لٰکِنْ کَانَ مُخَلِّطًا۔

(رجال کشی ذکر ابو بصیر لیث بن البختری المرادی ص ۱۵۴ مطبوعہ کربلا طبع جدید۔)

ترجمہ:

محمد ابن مسعود کہتا ہے۔ (میں نے علی بن حسن بن فضال سے ابوالبصیر کے بارے میں پوچھا۔ تو کہنے لگے۔ کہ اس کا نام یحییٰ بن ابی القاسم تھا۔ پھر کہا۔ کہ ابوالبصیر کی کنیت ابومحمد تھی۔ اور بنی اسد کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا اس پر غلو کی تہمت ہے؟ جواب دیا۔ غلو کی تہمت تو نہ تھی۔ لیکن باتیں ادھر ادھر کی جوڑ دیا کرتا تھا۔

Marfat.com

ابو بصیر نامی دوسرا شخص جو سامنے آیا۔ وہ یحییٰ بن ابی القاسم ہے۔ اور آزاد شدہ غلام تھا۔ صاحب رجال کشی نے ان دونوں کا تذکرہ کرتے وقت کتے کے پیشاب کرنے کا واقعہ ابو بصیر لیث بن بختری المرادی کے ساتھ ذکر کیا۔ اور ابو بصیر یحییٰ بن ابی القاسم المکفوف کا صرف تعارف کرایا۔ یہ واقعہ اس کے ساتھ نقل نہ کیا۔ اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ کتے نے ایک ہی پر پیشاب کیا تھا۔ وہ یا تو المرادی ہوگا۔ یا المکفوف۔ اور یہ احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت ہوں۔ کیونکہ ایک ابو بصیر کا نام لیث اور اس کے والد کا نام بختری اور مرادی کی طرف نسبت رکھنے والا ہے۔ دوسرے کا نام یحییٰ اور باپ کا نام ابو القاسم ہے۔ اور یہ نابینا ہوتے ہوئے آزاد شدہ غلام بھی ہے یعنی "المرادی" ابو بصیر اور ہے۔ اور "المکفوف" اور ہے۔ اور ان دونوں میں سے "المرادی" کے کان میں کتے نے پیشاب کیا ہے المکفوف اس سے بری ہے۔ اور المرادی صاحب وہی ہیں جنہیں نجفی نے بھی اپنا معتبر کہا تھا۔ اور انہی کے کان شریف کا سپرے کتے نے کیا۔ اور یہی ہیں آثار ان کی نبوت والے۔ اور یہی ہیں سا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والے!

ابو بصیر یحییٰ بن ابی القاسم المکفوف نے نہ تو امام کی شان میں گستاخی کی۔ اور نہ ہی کتے نے اس کا سپرے کیا۔ یہ اگرچہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک معتبر نہیں لیکن کتے کے پیشاب سے بہر حال بچا ہوا ہے۔ اگرچہ نجفی نے اس کے پیشاب ڈالنے کی کوشش کی کی تھی۔ لیکن وہ رائگاں گئی۔

چیلنج

ہم نجفی اینڈ کمپنی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ ان کی جس حدیث میں کتے کے پیشاب

Marfat.com

کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں مذکورہ ابوبصیر کے ساتھ "مکفوف" کا لفظ دکھا دیں۔ یا جس ابوبصیر کے ساتھ مکفوف لکھا ہوا ہے۔ اس پر کتے کا پیشاب کرنا کسی روایت سے دکھا دکھادیں۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ "ابوبصیر کی صفائی" دیکھا کیسے ہوئی۔

بحث دوم

ابوبصیر کی "صفائی" کی صحیح صفائی کے بعد دوسری بحث پر گفتگو کرتے ہیں یعنی "زرارہ کی صفائی" اس بارے میں نجفی نے جو صفائی پیش کی ہے۔ اسے من وعن ملاحظہ کیجئے۔

زرارہ کی صفائی

حقیقت فقہ حنفیہ:

أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَاۗءَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔

ترجمہ:

جناب خضر نے فرمایا۔ کہ کشتی غریب لوگوں کی تھی۔ جو دریا میں کام کرتے تھے۔ میں نے اس کو اس لیے عیب دار کیا۔ کہ جو کشتی صحیح حالت میں ہوتی تھی۔ ایک بادشاہ اس کو چھین لیتا تھا۔

نوٹ:

معلوم ہوا کہ کسی شئے کی حفاظت کی خاطر اس کو عیب دار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا حضرت

Marfat.com

خضر نبی علیہ السلام نے ان غریبوں کی کشتی کو عیب دار کیا تھا۔ تاکہ وہ ظالم بادشاہ نہ چھینے اسی طرح زرارہ آل نبی علیہ السلام سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اور حکام وقت کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا۔ اور زرارہ کو سخت خطرہ تھا۔ کہ کہیں ظالم بادشاہ اس کو قتل نہ کر دے۔ پس امام نے زرارہ کی مذمت فرمائی۔ اور اس کی شخصیت کو دوسروں کی نگاہوں میں عیب دار کر دیا۔

نیز سورہ یوسف میں ہے۔ جناب یوسف نے اپنے بھائی کی حفاظت کی خاطر اس پر چوری کا الزام لگایا تھا۔ تاکہ اس جرم کے الزام کے سبب اسے مصر میں رہنا پڑے۔

نیز بخاری شریف کتاب بدء الخلق جلد چہارم میں لکھا ہے۔ کہ ابراہیم نبی نے تین باتیں خلاف واقعہ فرمائی ہیں۔ اور ان میں ایک یہ ہے۔ کہ اپنی بیوی کو بہن کہا تھا اور غرض یہ تھی۔ کہ اپنی بیوی کی عزت اس ظالم سے محفوظ رہ جائے۔ معلوم ہوا۔ کہ حفاظت جان و ناموس کی خاطر خلاف واقعہ بیان دیا جا سکتا ہے۔ پس زرارہ کی حفاظتِ جان کی خاطر امام نے خلاف واقعہ بیان دیا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۴۱)

جواب اوّل:

"زرارہ" کی صفائی کرنے کے لیے نجفی نے جن تین باتوں کا سہارا لیا ہے۔ اُن کا اس کی "صفائی" سے کوئی تعلق نہیں۔ ان تینوں باتوں کا مختصر سا بیان یہ ہے کہ

حضرت خضر علیہ السلام نے غریبوں کی سالم کشتی کو بحکم الٰہی توڑ دیا۔ تاکہ ظالم بادشاہ کی دستبرد سے کشتی محفوظ رہ سکے۔ حضرت خضر نے اس میں کون سی بات خلاف واقعہ کہی۔ تاکہ اس کو زرارہ پر کی گئی امام کی لعنت پر قیاس کیا جائے۔

دوسرا واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے مطابق فرمایا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ۔ ہم نے یوسف کو یہ تدبیر سکھائی

Marfat.com

حضرت یوسف نے اللہ تعالیٰ کے سکھانے پر ایسا کیا۔ اس میں بھی کون سی بات خلافِ واقعہ ہے۔ اور پھر یہ صفائی پیش کرنا کہ زرارہ کو خطرہ تھا کہ محبت آلِ رسول کی وجہ سے ظالم حکمران اُسے قتل نہ کر دے۔ لہٰذا اس کی جان بچانے کے لیے امام نے لعنتوں کا تحفہ اس کی طرف بھیجا۔ کیا حضرت یوسف کو خطرہ تھا۔ کہ کہیں بنیامین کو قتل نہ کر دیا جائے۔ یا یہ صحیح سالم واپس اپنے گھر چلے گئے۔ اس لیے جھوٹ بول کر انہیں اپنے پاس رکھ لیا جائے۔ پھر اگر یہ خطرہ نہ تھا۔ تو اس واقعہ کا زرارہ پر لعنت بھیجنے کے خطرہ سے کیا تعلق؟

تیسرا واقعہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو بہن کہا۔ اور ظالم بادشاہ سے ان کی عصمت بچانے کی خاطر ایسے کیا۔ تو نجفی صاحب! اس میں آپ کو کونسا امر خلاف واقعہ نظر آیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بقول قرآن کریم ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دینی بہن بنتی ہیں۔ آپ نے اس طرح سے کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں فرمائی۔ اس لیے ان تینوں باتوں کا زرارہ کے واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان تین باتوں کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد اصل بات کی طرف ہم لوٹتے ہیں یعنی زرارہ پر امام کی لعنت کا واقعہ کیا ہے؟ ان کی کتاب سے سُنیئے۔

رجال کشی:

عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی عبد اللہ اَنَّ زُرَارَةَ رَوٰی عَنْكَ فِی الْاِسْتِطَاعَةِ شَیْئًا فَقَبِلْنَا مِنْهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَقَدْ اَحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِضَهُ عَلَیْكَ فَقَالَ هَاتِهِ فَقُلْتُ یَزْعَمُ اَنَّهُ سَاَلَكَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔ فَقُلْتُ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَقَالَ

Marfat.com

لَکَ کُلُّ مَنْ مَلَکَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِیْعٌ لِلْحَجِّ
وَاِنْ لَمْ یَحُجَّ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَیْسَ هٰکَذَا سَاَلَنِیْ
وَلَا هٰکَذَا قُلْتُ کَذَبَ عَلَیَّ وَاللّٰهِ کَذَبَ عَلَیَّ وَاللّٰهِ
لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللّٰهُ زُرَارَةَ اِنَّمَا
قَالَ لِیْ مَنْ کَانَ لَهُ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِیْعٌ لِلْحَجِّ
قُلْتُ قَدْ وَجَبَ عَلَیْهِ قَالَ فَمُسْتَطِیْعٌ هُوَ فَقُلْتُ
لَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَهُ قُلْتُ فَاُخْبِرُ زُرَارَةَ بِذٰلِكَ
قَالَ نَعَمْ قَالَ زِیَادٌ فَقَدِمْتُ الْکُوْفَةَ فَلَقِیْتُ
زُرَارَةَ فَاَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَسَکَتَ
عَنْ لَعْنِهِ قَالَ اَمَا اِنَّهُ قَدْ اَعْطَانِی الْاِسْتِطَاعَةَ
مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُ وَصَاحِبُکُمْ هٰذَا لَیْسَ لَهُ
بَصَرٌ بِکَلَامِ الرِّجَالِ۔

(رجال کشی ذکر زرارۃ بن اعین ص ۱۳۲
مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

زیاد بن ابی الحلال کا کہنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ حضور! زرارہ آپ سے حج کی استطاعت کے بارے میں کچھ باتیں نقل کرتا ہے۔ ہم نے انہیں قبول کر لیا ہے۔ اور ان کی تصدیق بھی کر دی۔ (کیونکہ وہ آپ کی طرف سے بیان کرتا ہے) اب میں چاہتا ہوں۔ کہ ان باتوں کو آپ کے سامنے رکھوں امام نے فرمایا۔ کہو وہ کیا باتیں ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ زرارۃ آپ کی طرف سے

Marfat.com

لوگوں کو یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ جو شخص زاد و راحلہ کی طاقت رکھتا ہو۔ وہ حج کی استطاعت والا ہے۔ اگرچہ اس نے یہ بات آپ سے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ آیت کی تشریح و تفسیر میں پوچھی۔ آپنے اس کی تصدیق کر دی۔ یہ بات سن کر امام جعفر بولے۔ نہ اس نے ایسا مجھ سے کوئی سوال کیا۔ اور نہ ہی میں نے ایسا کوئی جواب دیا۔ خدا کی قسم! اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر پھٹکار۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت، اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت، اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت اس نے مجھ سے تو یہ سوال پوچھا تھا۔ کہ جس شخص کے پاس زاد و راحلہ ہو وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔؟ میں نے جواباً کہا۔ اس پر حج فرض ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ وہ مستطیع اس وقت تک نہیں کہلا سکتا۔ جب تک اسے اجازت نہ دی جائے۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور! اگر اجازت ہو۔ تو میں یہ سوال و جواب زرارہ کے سامنے جا کر پیش کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، راوی زیاد کہتا ہے۔ کہ میں پھر کوفہ آیا۔ زرارہ سے ملاقات ہوئی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے بارے میں اسے مطلع کیا۔ سب کچھ سن کر زرارہ لعنت والے مسئلہ سے خاموش رہا۔ لیکن استطاعت کے مسئلہ پر کہنے لگا۔ کہ امام موصوف نے ہی استطاعت مجھے عطا کی تھی۔ لیکن انہیں اس کی خبر نہ تھی۔ اور سنو! تمہارے یہ ساتھی (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) ایسے ہیں۔ جنہیں لوگوں کے ساتھ گفت و گو کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔

رجال کشی:

عن زرارہ قال وَاللّٰہِ لَوْ حَدَّثْتُ بِکُلِّ مَا سَمِعْتُہٗ

Marfat.com

مِنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا نْفَخَتْ ذُکُوْرُ الرِّجَالِ عَلَی الْخُشُبِ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۲۳)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمام باتیں جو میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سن رکھی ہیں۔ تمہیں بتا دوں۔ تو تمہارے آلات تناسل لکڑی کی طرح (کھڑے کھڑے رہ جائیں۔ اور) سخت ہو جائیں۔

زرارہ پر امام جعفر صادق کی لعنت کی کیا وجہ تھی؟ رجال کشی کے حوالہ سے یہ بات صاف کردی۔ کہ آپ نے اس پر لعنت اس لیے بھیجی۔ کہ اس نے امام پر جھوٹ گھڑا تھا جس کا امام کو پتہ چل گیا تھا۔ یہ لعنت بادشاہ کے ظلم سے خوف کی وجہ سے نہ تھی۔ سائل بھی شیعہ تھا۔ اور امام صاحب کے اپنے در دولت پر بھی کوئی امیر اغیر اموجود نہ تھا۔ جو مخبر ہوتا۔ پھر زیاد بن ابی الحلال ایسے محب اہل بیت کے سامنے زرارہ پر پھٹکار یہ سب اس بات کے شواہد ہیں۔ کہ وہ امام صاحب کی طرف سے جھوٹی باتیں لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ اور امام صاحب کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ باوجود اس صراحت کے پھر بھی اہل تشیع اس زرارہ ملعون کو اپنے مسلک کا ستون گردانتے ہیں۔ اور نجفی اینڈ کمپنی اس شخص کی طرفداری میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

جواب دوم:

لعنت کی جو وجہ صاحب رجال کشی نے ذکر کی ہے بالکل واضح ہے۔ اس میں بادشاہ کے ظلم سے بچانے کا کوئی حیلہ بہانہ نظر نہیں آتا۔ اب ہم اسی بہانہ کے سلسلہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے حالات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں جس سے اس دور کے بادشاہ کا ظلم وغیرہ ایک فریب معلوم ہوگا۔

Marfat.com

اصل واصول شیعہ:

عہدزریں

صادق آل محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں ۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم وستم کے مواقع جاتے رہے تھے ۔ بنابرایں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھریں ۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں ۔ خوف وخطر کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے ۔ وہ بھی کھل گئے ۔ فضا موافق تھی ۔ اور راہیں ہموار ۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں دن رات ایک کر دیئے ۔ ہاں تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد وآل محمد کی تعلیمات سے تھا ۔ درس حق عام ہوا ۔ اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے ۔ اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے ۔ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوتے تھے ۔ دریائے فیض جاری تھا تشنگانِ معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے ۔ بقول ابوالحسن وشا میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے ۔ اور سب کو یہ کہتے سنا کہ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ۔ یعنی یہ روایت امجد حضرت صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ۔

(اصل و اصول شیعہ تالیف حجۃ الاسلام محمد حسین آل کاشف الغطاء مترجم سید ابن حسن نجفی ص ۵۲ ، ۵۳)

Marfat.com

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! اہل بیت کے گستاخ زرارہ پر لعنت کا قصہ آپ نے اس کے پجاریوں کی کتابوں سے ملاحظہ کیا نجفی نے امام کے اس ملعون کو بچانے کے لیے تین عدد واقعات کا سہارا لیا۔ لیکن وہ تار عنکبوت ثابت ہوئے۔ امام کی لعنت بھیجنے کی یہ تاویل کی گئی تھی۔ کہ آپ نے ظالم بادشاہ سے اپنے اس محب کو بچانے کے لیے جھوٹ کہا۔ بالکل غلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا دور ایسا تھا جس میں آپ کوفہ کی جامع مسجد میں درس تدریس میں مصروف تھے۔ اور بلاخوف و خطر تبلیغ و تلقین شروع تھی۔ ظالم بادشاہ کے ظلم کا خطرہ سب سے زیادہ تو امام جعفر صادق کو ہونا چاہیئے تھا۔ وہ تو علی الاعلان تبلیغ کر رہے تھے۔ اور نجفی یہ تاثر دے رہا ہے۔ کہ زرارہ تو بنا ہوا تھا اور امام اس کی جان بچانے کے بہانے تلاش کر رہے تھے۔ ان تمام حالات و واقعات کے پیش نظر ہر ذی عقل یہی سمجھے گا۔ کہ امام کی لعنت "تقیہ" کے طور پر نہ تھی۔ بلکہ زرارہ ان کے بارے میں طرح طرح کی جھوٹی روایات گھڑتا تھا جس پر مطلع ہو کر امام جعفر نے اسے صف ابلیس میں شامل کیا یہ تھی سیرت اور عادت ابوبصیر اور زرارہ صاحبان کی کہ جن کے سر پر مذہب شیعہ کھڑا ہے۔ امام ان پر لعنت کریں۔ اور یہ نام نہاد محبان اہل بیت "ایسوں کو اپنے مذہب کا ستون قرار دیں۔ جیسے ستون ویسی عمارت۔ یہی زرارہ ہے۔ جسے بحوالہ رجال کشی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود و نصاریٰ سے زیادہ شریر کہا ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک ان ان کا یہ مقام اور "نام نہاد محبان اہل بیت" کے حسروں کے یہ سردار؟ شیعو! سوچو۔ نجفی اینڈ کمپنی کن لوگوں کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔ اور کیسے ملعونوں کو اپنا اکابر کہہ رہے ہیں۔ اگر واقعی محبان اہل بیت ہو۔ تو دشمنان اہل بیت کو۔۔

Marfat.com

اپنے حلقہ میں سے باہر نکال پھینکو۔ کیونکہ محبت اور گستاخی یک جا جمع نہیں ہو سکتیں:۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

سنی ماخذ و مراجع

وہ کتب اہل سنت جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

بخاری شریف	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی سنہ ۲۵۶ھ	اصح المطابع کراچی
مسلم شریف	مسلم بن حجاج القشیری متوفی سنہ ۲۶۱ھ	〃
ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ متوفی سنہ ۲۷۳ھ	نور محمد
ادب المفرد	امام محمد بن اسمٰعیل	بیروت
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل متوفی سنہ ۱۸۹ھ	اصح المطابع طبع جدید
طبقات الکبریٰ	امام عبدالوہاب شعرانی متوفی سنہ ۱۹۷۳ء	مصر سنہ ۱۹۲۵ء
البدایہ والنہایہ	امام ابن کثیر عماد الدین متوفی سنہ ۷۷۵ھ	بیروت سنہ ۱۹۶۶ء
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد متوفی سنہ ۲۳۰ھ	بیروت
صفۃ الصفوۃ	امام الفرج ابن جوزی متوفی سنہ ۵۹۷ھ	〃 سنہ ۱۴۰۶ھ
تفسیر قرطبی	محمد بن عبداللہ متوفی سنہ ۶۷۱ھ	مصر سنہ ۱۳۷۷ھ
تفسیر اتقان	جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	بیروت سنہ ۱۹۷۹ء
تفسیر در منثور	〃	〃 طبع جدید
لسان المیزان	علامہ ابن حجر مکی متوفی سنہ ۸۵۲ھ	حیدرآباد سنہ ۱۳۱۹ھ
المعارف لابن قتیبہ	عبد بن مسلم متوفی ۲۷۶ھ	بیروت طبع جدید

Marfat.com

میزان الاعتدال	محمد بن احمد ذہبی سنہ ۷۴۸ھ	بیروت طبع جدید
تاریخ بغداد	احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی متوفی سنہ ۴۶۳ھ	مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ
الکامل فی ضعفاء الرجال	عبداللہ بن عدی متوفی سنہ ۳۶۵ھ	بیروت سنہ ۱۹۶۹ء
المغنی	علامہ محمد بن عثمان ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	دمشق
رد المختار	محمد امین المعروف ابن عابدین	مصر سنہ ۱۲۸۶ھ
فتاوی عبدالحی	عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی	ایم ایچ سعید کراچی
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بہ ابن ہمام متوفی سنہ ۸۶۱ھ	مصر طبع جدید
فتاوی قاضی خان	جماعت فقہاء احناف	مصطفی البابی مصر
بیہقی شریف	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی سنہ ۴۵۸ھ	دکن حیدرآباد سنہ ۱۳۵۲ھ
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ	محمد بن عبدالرحمن دمشقی شافعی	مصر
نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی سنہ ۱۲۵۵ھ	مصر سنہ ۱۳۴۴ھ
کنز العمال	علاء الدین علی متقی بن حسام الدین الھندی متوفی سنہ ۹۷۵ھ	بیروت
تفسیر کبیر	امام فخر الدین الرازی متوفی سنہ ۶۰۶ھ	مصر طبع جدید
ہدایہ مع الدرایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر متوفی سنہ ۵۹۳ھ	" "
نووی شرح مسلم	محی الدین ابو زکریا یحیی بن شرف نووی متوفی سنہ ۶۷۶ھ	اصح المطابع کراچی

Marfat.com

شیعہ ماخذ و مراجع

اہل تشیع کی وہ کتب جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

رجال کشی	محمد بن عمر الکشی (قرن راجع)	کربلا
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	ایران طبع قدیم
فرق الشیعہ	ابو محمد بن موسیٰ نوبختی	نجف طبع جدید
کشف الغمہ	ابوالحسن اسیدار دبیلی متوفی ۶۸۷ھ	تبریز
ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ	ابوطاہر عبدالحمید متوفی ۶۵۶ھ	بیروت جدید
مجالس المومنین	نوراللہ شوستری متوفی ۱۰۹۹ھ	تہران قدیم
جامع الاخبار	ابوجعفر الصدوق بن متوفی ۳۸۱ھ	نجف
من لایحضرہ الفقیہ	" "	تہران جدید
المبسوط	حسن بن علی الطوسی متوفی ۴۶۰ھ	" ۱۳۸۹ھ
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ	تہران جدید
تفسیر لوامع التنزیل	سید علی حائری لاہوری	طبع قدیم لاہور
مجمع البیان	ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی ۵۴۸ھ	تہران طبع جدید
الامام الصادق	اسد حیدر شیعی	طبع بیروت
مناقب آل ابی طالب	محمد بن علی بن شہر آشوب	قم جدید
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی ۳۲۹ھ	تہران جدید
منتہی الآمال	شیخ عباس قمی متوفی ۱۳۵۹ھ	

Marfat.com

تفسیر امام حسن عسکری	امام حسن عسکری متوفی سنہ ۲۵۴ھ	
ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی لسان الملک متوفی سنہ ۱۲۹۷ھ	تہران جدید
نہج البلاغہ	سید شریف رضی متوفی سنہ ۴۰۴ھ	بیروت جدید
احقاق الحق	قاضی نور اللہ شوستری سنہ ۱۰۱۹ھ	
احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی متوفی سنہ ۵۴۸ھ	نجف قدیم سنہ ۱۲۸۶ھ
الکنیٰ والالقاب	شیخ عباس قمی سنہ ۱۳۵۹ھ	تہران سنہ ۱۲۹۷ھ
اعیان الشیعہ	السید محسن الامین	بیروت سنہ ۱۲۹۷ھ
روضۃ الکافی	محمد بن یعقوب کلینی سنہ ۳۲۹ھ	تہران جدید
ارشاد شیخ مفید	محمد بن محمد بن نعمان متوفی سنہ ۴۱۳ھ	قم
چہاردہ معصوم	عمار زادہ	تہران سنہ ۱۳۸۰ھ
حلیۃ المتقین	ملا باقر مجلسی متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران جدید
ذبح عظیم	سید اولاد حیدر معروف بہ خان بہادر	لاہور کتب خانہ اثنا عشری
تحفۃ العوام	سید ابو الحسن موسوی	لکھنو جدید
منہج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی متوفی سنہ ۱۳۳۳ھ	تہران جدید
الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ	زین الدین عاملی الشہید الثانی متوفی سنہ ۹۶۵ھ	تہران سنہ ۱۲۹۶ھ
وسائل الشیعہ	محمد بن حسن الحر العاملی متوفی سنہ ۱۱۰۴ھ	تہران سنہ ۱۲۹۶ھ
توضیح المسائل	روح اللہ موسوی خمینی متوفی سنہ ۱۴۱۰ھ	تہران جدید
تہذیب المتین	سید ظفر حسین سہارنپوری	دہلی سنہ ۱۳۲۹ھ
اصل و اصول الشیعہ	محمد حسین آل کاشف الغطا متوفی سنہ [illegible]	قاہرہ سنہ [illegible]
تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی سنہ ۴۶۰ھ	

Marfat.com

تفسیر قمی	علی بن ابراہیم قمی متوفی سنہ ۳۰۷ھ	ایران قدیم
نیرنگ فصاحت	سید ذاکر حسین اختر	یوسفی دہلی قدیم
جلاء العیون	ملا باقر مجلسی متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران سنہ ۱۳۹۸ھ
عین الحیاۃ	"	تہران طبع جدید
مصائب النواصب	نور اللہ شوستری متوفی سنہ ۱۰۱۹ھ	تہران قدیم
ذخیرۃ المعاد	شیخ زین العابدین	لکھنو
تنقیح المقال	عبداللہ مامقانی سنہ ۱۳۰ھ	تہران جدید

قارئین کرام سے التجا ہے کہ اس کتاب کے استفادہ کے بعد مصنف کے لیے دعاء مغفرت کریں۔

Marfat.com

Marfat.com